ماہنامہ لولاک ملتان

قُطبِ عالَم — بَربُطِ عالَم

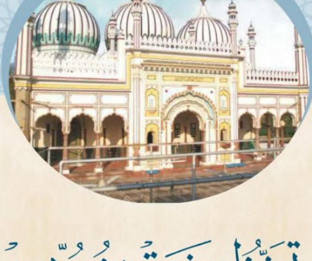
خواجہءخواجگان نمبر — انٹرنیٹ ورژن

بیاد

شیخ المشائخ مرشد العلماء پاسبانِ ختمِ نبوت

حضرت مولانا خواجہ خان محمد نوراللہ مرقدہ

۱۴۳۱ھ — ۲۰۱۰ء



عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زبدۃ العارفین

وقدوۃ الکاملین، شیخ المشائخ خواجہ خواجگان

مخدوم زمان، امیر ہفتم، سیدنا ومرشدنا ومخدومنا حضرت مولانا ابوالخلیل

خان محمد

نور اللہ مرقدہ وبرداللہ مضجعہ

نُورَین کے مسافر

اے اللہ! ہمیں مرشد العلماء والصلحاء شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے نقش قدم پر چلا!

...... وہ ولی کامل تھے جن کے ایک ہاتھ میں کتاب اللہ تھی اور دوسرے ہاتھ میں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن مشعل تھی اور انہوں نے ان دونوں کی روشنی میں حیات مستعار کا سفر طے فرمایا۔

...... وہ جن کے اقوال وافعال حتی کہ آبرو کے اشارے سے بھی آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی خوشبو مہکتی تھی۔

...... وہ جو بندگان الٰہی کی پہلی قسم میں تھے۔ جو صبح وشام اپنے رب کی یاد میں محو تھے

اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّہُمْ بِالْغَدَاۃِ وَالْعَشِیِّ

...... وہ جنھیں دنیا میں صرف رضائے الٰہی مطلوب ہوتی ہے اور وہ کسی حال میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔

...... وہ جو ظاہر کے فاضل اجل تھے اور باطن کے کامل واکمل تھے۔ وہ جن کی خاموش تربیت سے زندگی کا اسلوب بدل جایا کرتا تھا۔

...... وہ فرماتے تھے کہ ''جو میری خاموشی سے بھی نہ سمجھے وہ ارشاد سے کیا سمجھے گا''۔ جنھیں دیکھ کر دل میں یہ احساس اجاگر ہوتا جیسا کہ حضرت ہجویری رحمہ اللہ کا ارشاد ہے

''اللہ تعالیٰ کے اولیاء وہ ہیں جن کو اللہ نے اپنی دوستی وولایت سے مخصوص کر کے ان کو ان کی طبیعتوں کی آفت اور نفس وہوا کی پیروی سے پاک اور منزہ فرمایا تا کہ ان کے تمام ارادے اللہ کے لئے ہوں اور ان کی محبت اسی سے ہو۔''

...... وہ جن کی محبت بہترین ادب تھی اور حسن ادب خاص صفت وخصلت بقول حضرت ہجویری رحمہ اللہ

"لاَنَّ الْمَوَدَّۃَ عِنْدَالْاَدَبِ وَحُسْنُ الْاَدَبِ صِفَۃُ الْاَحْبَابِ"

...... وہ جو شریعت پر استقامت رکھتے تھے اور ان کی مجلس میں دل کو حق تعالیٰ سے رغبت وتوجہ پیدا ہو جاتی اور ماسوا اللہ سے دل سرد ہو جاتا تھا۔

...... وہ جن کی زندگی ایک طرف اپنے باطنی روحانی سفر، علماء وصلحاء، خلفاء ومتوسلین کی تربیت کے لئے وقف تھی۔ تو دوسری طرف آقائے نامدار اور خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے تحفظ اور ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے وقف تھی۔

...... وہ جن کی سرپرستی میں دنیا کے پانچ براعظموں میں تحفظ ختم نبوت وتحفظ ناموس رسالت کا پیغام پہنچا۔

...... وہ جنہوں نے بطرز حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمہ اللہ

خلوت کا دروازہ بند کر کے صحبت کا دروازہ کھول رکھا تھا ...... پیشوائی کا دروازہ بند کر کے دوستی کا دروازہ کھول رکھا تھا،

وہ جن کے قول سے علم، جن کے طریقہ سے عمل، جن کی مجلس سے فقر ملتا تھا

گریاں گریاں غریب و شاہ ا زغم تو

کشتگان سانحہ حضرت امیر مرکزیہ رحمہ اللہ

محمد شہاب الدین پوپلزئی ورفقاء عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

۱۳۳۸ھ ۱۹۲۰ء......۱۴۳۱ھ 2010ء

بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيم

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ

وَلَٰكِن رَّسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللّٰهُمَّ
صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اللّٰهُمَّ
بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

پیغام

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر عبدالرّزاق اسکندر مدظلہم العالی

مرشد العلماء حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ ہمارے مخدوم ومطاع، محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کے مشن کے وارث تھے۔ اس نسبت کو آپ نے خوب تر انداز میں نبھایا، حضرت بنوریؒ کی اولاد سے محبت وشفقت فرمائی، حضرت بنوریؒ کے ادارہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کی سرپرستی اور اس کی ترقی کے لئے شب وروز مخلصانہ دعائیں کیں، حضرت بنوریؒ کے بعد جامعہ کے مہتمم ثانی حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ، مہتمم ثالث حضرت مولانا حبیب اللہ مختارؒ، حضرت مولانا سیّد محمد بنوریؒ، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، مولانا مفتی نظام الدین شامزئیؒ، مولانا محمد مفتی جمیل خانؒ، مولانا سعید احمد جلال پوریؒ اور دیگر حضرات کی حضرت قبلہؒ نے سرپرستی، محبت وشفقت کا معاملہ فرمایا۔ حضرت بنوریؒ کی جماعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی جس طرح آپ نے آبیاری فرمائی، وہ تاریخ کا انمٹ حصہ ہے۔

حضرت قبلہؒ کے ہمہ جہت حضرت بنوریؒ کے نقشِ قدم پر چلنے سے ثابت ہوا کہ حضرت شیخ بنوریؒ کا اپنی زندگی میں حضرت قبلہؒ کو نائب مقرر کرنا یہ ایسا فیصلہ تھا جس کی منظوری بارگاہِ الٰہی سے ہوئی تھی۔ یہ فیصلہ اتنا مبارک تھا کہ جو پہلے آسمانوں پر ہوا پھر اس کا زمین پر نفاذ ہوا۔ آج حضرت قبلہ مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کی جدائی نے حضرت بنوریؒ کی جدائی کے صدمہ کو تازہ کر دیا ہے۔ ہم اپنی طرف سے، جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن اور حضرت سیّد محمد یوسف بنوریؒ کے صاحبزادہ اور جامعہ کے نائب مہتمم مولانا سیّد محمد سلیمان یوسف بنوری کی طرف سے حضرت قبلہؒ کی یاد میں شائع ہونے والے نمبر پر دلی انبساط کا اظہار کرتے ہیں۔ اپنی جماعت کی اس خدمت پر اللہ رب العزت کے حضور سجدہ شکر بجالاتے ہیں۔ فالحمد للہ حمداً کثیراً مبارکاً فیہ۔

پیغام شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہم العالی

مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ایک نکتہ بیان کیا کہ ''جملہ صحابہؓ مریدانِ مصطفیٰؐ ہیں، حضرت عمرؓ مرادِ مصطفیٰؐ ہیں۔'' سیّدہ خدیجہؓ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل از بعثت ہوا اور سیّدہ عائشہؓ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد از بعثت ہوا۔ اس بات کو سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے یوں تعبیر کیا کہ سیّدہ خدیجہؓ کا نکاح محمد بن عبداللہ سے ہوا اور سیّدہ عائشہؓ کا نکاح محمد رسول اللہ سے ہوا۔ حسن تعبیر کی ان دو خوبصورت مثالوں کے بعد گزارش ہے کہ امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ، مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ، فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ، شیخ الاسلام مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ اور ہمارے حضرت خواجۂ خواجگان مولانا خان محمدؒ صاحب سب اپنے اپنے دور میں ختم نبوت جماعت کے امیر رہے، لیکن وہ سب حضرات مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر تھے اور مولانا خواجہ خان محمدؒ صاحب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر تھے۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ نے اپنے عہد امارت میں جس معیار پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو پہنچایا، بعد میں آنے والے سب مل کر بھی اس معیار کو قائم رکھیں تو یہ بھی کم کارنامہ نہ ہوگا۔

یہ سن کر بہت خوشی ہوئی کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ماہنامہ ''لولاک'' ملتان کا ایک عظیم وضخیم نمبر حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کی یاد میں شائع ہو رہا ہے۔ یہ بہت ہی مبارک عمل ہے۔ حضرت موصوف کی زندگی کے حالات کو آئندہ نسلوں تک پہنچانا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ اللہ رب العزت اس خصوصی نمبر کو ادائے فرض کے طور پر اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین۔

بجاہ خاتم النبیین

پیغام

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ

حضرت قبلہ مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کا وجود اس دھرتی پر انعام الٰہی تھا۔ آپ کی ذات گرامی کو اللہ رب العزت نے خیر و برکت اور خوبیوں کا مجموعہ بنایا تھا۔ اس وقت برصغیر میں وہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے روحانی سلسلہ مجددیہ نقشبندیہ کے امام تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ کی گراں قدر خدمات تاریخ کا ایک درخشندہ باب ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا قیام تو جنوری ۱۹۴۹ء میں ہوا۔ اس کا پہلا انتخاب جس میں حضرت امیر شریعتؒ کو امیر بنایا گیا وہ ۱۹۵۴ء میں ہوا۔ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۷۷ء تک کا عرصہ تئیس سال بنتے ہیں، ان تئیس سالوں میں حضرت امیر شریعتؒ، حضرت قاضی صاحبؒ، حضرت جالندھریؒ حضرت مناظر اسلامؒ، حضرت فاتح قادیانؒ اور حضرت شیخ بنوریؒ مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر رہے، گویا تئیس سالہ دور میں مجلس کے چھ امرأ سے اللہ رب العزت نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے تحفظ کی پاسبانی کا کام لیا۔

۱۹۷۷ء میں حضرت شیخ بنوریؒ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ مجلس کے امیر منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۷ء سے ۲۰۱۰ء تک تینتیس سال کا عرصہ آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر رہے۔ گویا مجلس کے چھ امرأ نے مجلس کی قیادت ۲۳ سال فرمائی اور اکیلے حضرت خواجہ صاحبؒ نے مجلس کی امارت، قیادت وسیادت کا فریضہ ۳۳ سال سرانجام دیا۔

حضرت قبلہؒ کے زمانہ میں ہی مجلس، عالمی مجلس بنی اور آپؒ کے عہد امارت میں مجلس کو جو کامیابیاں نصیب ہوئیں انشاء اللہ العزیز وہ اس نمبر میں آپ ملاحظہ کرفرمالیں۔

اللہ رب العزت کا کروڑہا کروڑ شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نمبر کی اشاعت سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اپنے ایک فرضی منصبی کو ادا کیا۔ فالحمد للہ اولاً وآخراً۔

پیغام

قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم

جمعیت علمائے اسلام کا تاسیسی اجلاس ۱۹۵۶ء میں ہوا۔ اس موقع پر امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے خطبہ صدارت پیش کیا۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رکن حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ اپنی پوری ٹیم کے ساتھ اس اجلاس میں شریک تھے۔ اس کا تو میں چشم دید گواہ ہوں کہ حضرت قبلہ مفتی محمود نور اللہ مرقدہ اور حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ تقریباً ہر اہم مسئلہ میں ایک دوسرے کو اعتماد میں لیتے تھے۔ حضرت قبلہ مفتی صاحبؒ اور حضرت جالندھریؒ ہر دو حضرات جب بھی ملتان میں ہوں، عصر کے بعد لازماً دونوں حضرات کی ملاقات ہوتی تھی۔ جمعیت علمائے اسلام کی تاسیس سے اس وقت تک جمعیت اور مجلس تحفظ ختم نبوت کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔

خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کے دور میں جمعیت اور مجلس کا یہ تعلق دو قالب و یک جان کا روپ دھار گیا، اس لئے کہ حضرت قبلہؒ بیک وقت جمعیت علمائے اسلام کے سرپرست اعلیٰ تھے تو مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ بھی۔ غرض جمعیت و مجلس کا جو باہمی احترام ومحبت اور اعتماد و تعاون کا تعلق ہے، یہ برقرار رہنا چاہئے۔

میں توقع رکھوں گا کہ مجلس تحفظ ختم نبوت اپنی پون صدی کی ان روایات اور اپنے اکابر کی اس پالیسی پر گامزن رہے گی۔ جہاں تک جمعیت علمائے اسلام کا تعلق ہے، اس موقع پر میں یقین دلاتا ہوں کہ عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ اور ناموس رسالت کے پاسبانی کے مقدس فریضہ کی ادائیگی کے لئے مجلس تحفظ ختم نبوت اپنے آپ کو تنہا نہ سمجھے۔ جمعیت علمائے اسلام ماضی کی طرح مستقبل میں بھی اس کے شانہ بشانہ ہوگی۔ حضرت قبلہ مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنا اور ان کی مبارک زندگی کے شب وروز سے آنے والی نسلوں کو باخبر رکھنا ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اپنے ترجمان ''ماہنامہ لولاک، ملتان'' کا یہ نمبر شائع کر کے ہم سب کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر رہی ہے۔ اس پر میں اسے دل کی گہرائیوں سے مبارکباد دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق پر ثابت قدم رکھے۔ آمین۔ بحرمۃ النبی الکریم۔

پیغام

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد صاحب مدظلہ العالی

ماہنامہ لولاک ملتان کا ایک خصوصی نمبر والد گرامی حضرت قبلہ مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کے حالات پر مشتمل کی اشاعت سے دلی خوشی ہوئی۔ حضرت رحمہ اللہ چلے گئے ۔اب ان کی یادیں باقی رہ گئیں،ان یادوں کی بہترین سوغات ،ماہنامہ لولاک ملتان کا یہ نمبر ہے۔

حضرت قبلہؒ کی وفات سے تمام متعلقین ومتوسلین کے قلب وجگر پر جو بیتی ،انشاء اللہ یہ نمبر اس صدمہ کے زخموں کو مندمل کرنے کا باعث ہوگا۔

اس نمبر کی اشاعت کے موقع پر حضرت قبلہؒ کے تمام مریدین، متعلقین اور جماعتی کارکنوں سے درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ خانقاہ سراجیہ، مدرسہ عربیہ سعیدیہ ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیت علماء اسلام ان سب اداروں اور جماعتوں کی حضرت قبلہؒ نے اپنے خونِ جگر سے آبیاری فرمائی۔اب حضرت قبلہؒ کے تمام متعلقین کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے ان اداروں کو بام عروج تک پہنچائیں۔اس سے حضرت قبلہؒ کی روح کو مزید درمزید فرحت وراحت ہوگی۔

اس نمبر کے تمام قارئین کو بھی اللہ تعالیٰ دارین کی راحتیں وفرحتیں نصیب فرمائیں۔قارئین! میرے لئے بھی دعا فرمائیں کہ حضرت قبلہ والد گرامیؒ نے اپنی زندگی میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی جن خدمات کو انجام دینے کے لئے ڈیوٹی لگائی تھی وہ بھرپور طریقہ پر ادا کرکے حضرت قبلہؒ کے سامنے سرخرو ہوسکوں۔آمین۔

پیغام

مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب مدظلہ

سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ، اما بعد:

قبلہ حضرت والد گرامی مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ جب قدرت کا کرم ہوا کہ انہیں خانقاہ سراجیہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ایسی انجمنیں بھی مل گئیں تو آپؒ کو قدرت نے ان کا بے تاج بادشاہ بنا دیا۔ حق تعالیٰ نے دنیا بھر میں اپنے دین کی سربلندی، اسلام کی ترویج، عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کی اشاعت کے لئے آپؒ سے جو کام لیا وہ تاریخ کا سنہری حصہ ہے، جسے دیانت دار مصنف کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔

حضرت قبلہؒ کی اس دنیا سے رحلت کے بعد آپؒ کے متوسلین کا فرض بنتا ہے کہ جس طرح حضرت قبلہؒ کی زندگی میں خانقاہ شریف کے متعلقین، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے جانباز سپاہی تھے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بہی خواہان، خانقاہ سراجیہ کو دل و جان سے چاہتے تھے، اب بھی حضرت قبلہؒ کا تمام حلقہ اسی جذبہ سے حضرت قبلہؒ کے اداروں، مدرسہ عربیہ سعدیہ، جمعیت علمائے اسلام، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور خانقاہِ سراجیہ کو اسی محبت کی نظر سے دیکھیں۔ ان اداروں کی ترقی سے حضرت قبلہؒ کی روحِ مبارک کو انبساط حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت قبلہؒ کے نقشِ قدم پر چلا کر اپنی رضا کے مطابق اعمالِ صالحہ کی توفیق نصیب فرمائے۔

میں عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے اکابر کو یقین دلاتا ہوں کہ عالمی مجلس کی ترقی کے لئے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر حضرت قبلہؒ کے نقشِ قدم پر چلونگا۔ اللہ تعالیٰ توفیق رفیق فرمائیں۔ آمین

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہٗ

کچھ خواجہ خواجگان نمبر کے بارے میں!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی!

مخدوم المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کے سانحۂ ارتحال کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے ترجمان ماہنامہ ''لولاک'' ملتان میں اعلان کیا گیا تھا کہ:

⁕... ہفت روزہ ختمِ نبوّت کراچی اور ماہنامہ ''لولاک'' ملتان کے علیحدہ علیحدہ نمبر شائع کئے جائیں گے۔

⁕... حضرت قبلہؒ کے رَشحاتِ قلم: خطباتِ صدارت، مضامین، تقاریظ، دعوت نامے اور مکتوبات کو کتابی شکل میں شائع کیا جائے گا۔

⁕... حضرت قبلہؒ کی ۱۹۶۲ء سے ۲۰۰۱ء کی خود نوِشت ڈائریوں پر مشتمل کتاب مرتب کی جائے گی۔

⁕... پھر حضرت قبلہؒ کی زندگی پر کتاب شائع ہوگی۔

حضرت قبلہؒ کا وصال ۵ رمئی ۲۰۱۰ء کو ہوا۔ ۹ رمئی ۲۰۱۰ء کو ایبٹ آباد میں ختمِ نبوّت کانفرنس اور جون، جولائی میں برطانیہ کی ختمِ نبوّت کانفرنس کی مصروفیت رہی۔

اگست/ستمبر میں چناب نگر بائیس روزہ رَدِّ قادیانیت کورس اور رمضان المبارک کی مصروفیات رہیں، اب عید کے بعد اللہ رَبّ العزّت کا نام لے کر اس نمبر کی ترتیب کے لئے وقت فارغ کیا گیا۔

قارئین کرام! آپ یہ جان کر خوشی محسوس کریں گے کہ حضرت قبلہؒ کی ڈائریوں پر مشتمل خوبصورت، دیدہ زیب اور دل فریب ۵۰۳ صفحات کی یہ ضخیم دستاویز حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد

صاحب، سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ نے مرتب کر کے شائع کر دی ہے اور یہ خانقاہ سراجیہ سے مل سکتی ہے۔

اسی طرح حضرتؒ کی سوانح پر مشتمل جس کتاب کا وعدہ کیا گیا تھا، وہ کتاب بھی ''تذکرہ خواجۂ خواجگان'' کے نام سے عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے مرکزی دفتر ملتان سے شائع ہوگئی ہے، یہ کتاب ساڑھے تین سو صفحات پر مشتمل ہے اور مجلس کے دفاتر سے مل سکتی ہے۔

اب صرف ہفت روزہ ''ختمِ نبوّت'' اور ''لولاک'' کے نمبرات اور حضرت قبلہؒ کے رَشحاتِ قلم کے وعدہ کا ایفا، عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے ذمہ باقی رہ گیا تھا، اگر یہ پورا ہوجاتا ہے تو گویا پانچ چھ ماہ میں حضرت قبلہؒ سے متعلق فوری اور ہنگامی طور پر جو تحریری کام کرنے کے تھے، وہ پورے ہوجاتے ہیں۔

قارئین کرام! ہفت روزہ ''ختمِ نبوّت'' کراچی کے نمبر کے لئے تیاری شروع کی، سب سے پہلا یہ کام کیا کہ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے قائم مقام امیرِ مرکزیہ اور جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے رئیس مخدوم الصلحاء، شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی طرف سے ذیل کا خط مختلف دینی شخصیات اور اہلِ قلم کو بھیجا گیا:

بگرامی قدر حضرت اقدس مولانا..............................زید مجدہٗ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مزاج شریف!

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے امیرِ مرکزیہ ورُوحِ رواں، قطب الاقطاب، شیخ المشائخ، خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد قدس سرہٗ کی رحلت کے سانحہ سے مسلکِ دیوبند سے وابستہ تمام دِینی مدارس ومراکز، دِینی وسیاسی جماعتیں، بلکہ پاکستان سمیت پوری ملتِ اسلامیہ یتیم ہوگئی ہے۔

زندہ قومیں اپنے اسلاف واکابر کو فراموش کرنے کے بجائے ان کے نقشِ پا سے راستہ ڈھونڈھتی ہیں، ان کی سیرت وکردار کے آئینۂ صافی کو سامنے رکھ کر اپنی سیرت وکردار کو ڈھالتی ہیں، ان کے نقوشِ زندگی سے شخصیت سازی کا کام لیتی ہیں اور ان کی ایک ایک ادا کو تاریخ کے اوراق میں محفوظ کر کے آنے والی نسلوں کی راہنمائی کا سامان کرتی ہیں۔

اسی غرض سے ہفت روزہ ''ختمِ نبوّت'' کراچی کی انتظامیہ نے ''اِشاعتِ خاص'' کا فیصلہ کیا ہے۔

ہماری خواہش ہے کہ حضرت خواجہ صاحبؒ جیسی عبقری شخصیت کے بارے میں آپ جیسے اہلِ علم حضرات کے مضامین وتأثرات شاملِ اشاعت کئے جائیں۔

لہٰذا آپ سے اِلتماس ہے کہ اپنے مضامین وتأثرات ۲۵؍جمادی الاخریٰ ۱۴۳۱ھ مطابق

۱۰؍جون ۲۰۱۰ء تک درج ذیل پتے پر اِرسال فرما کر مشکور و ممنون فرمائیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

والسلام

ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

قائم مقام امیرِ مرکزیہ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت

پتا: محمد انور رانا

سرکولیشن منیجر، دفتر عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت

پُرانی نمائش، ایم اے جناح روڈ، کراچی

اس کے جواب میں جو مضامین دفترِ ختمِ نبوّت کراچی، دفتر مرکزیہ ملتان اور خانقاہ سراجیہ میں جمع ہوئے، ان سب کی ترتیب قائم کی گئی تو حیرت ہوئی کہ تمام یا اکثر مضمون نگار حضرات نے اپنے اپنے مضامین کی تین، تین کاپیاں کرا کر، کراچی، ملتان اور خانقاہ سراجیہ تینوں جگہ بھجوادیں، تمام مسوّدہ جب ایک جگہ جمع ہوا، ایک کاپی رکھ کر باقی دو کاپیوں کو جب حذف کیا گیا تو صرف ایک حصہ باقی بچا۔

خانقاہ سراجیہ سے جو مسوّدہ اور مضامین وغیرہ ملے، بعینہٖ وہ تمام کے تمام مجلّہ صفدر گجرات کے ''شیخ المشائخ'' نمبر کے لئے وہ حضرات لے گئے۔ (انہوں نے حضرت قبلہؒ کی یاد میں ساڑھے آٹھ سو صفحات پر مشتمل خوبصورت نمبر شائع بھی کر دیا ہے)۔

اب صورتِ حال کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا گیا کہ ہفت روزہ ''ختمِ نبوّت'' کراچی اور ماہنامہ ''لولاک'' ملتان دونوں عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے ترجمان ہیں، دونوں کا حلقۂ قارئین ایک ہے، علیحدہ علیحدہ دو نمبر شائع کرنے کی بجائے ایک نمبر ماہنامہ ''لولاک'' کا ہی شائع کیا جائے، جو پیشِ خدمت ہے۔

۱:...حضرت قبلہؒ کی طرف سے جو تقاریظ مجلّہ ''صفدر'' میں شائع ہوئیں وہ آٹھ تھیں، ہم نے اس نمبر میں تیس سے زائد کتب پر حضرتؒ کی تقاریظ جمع کر دی ہیں۔

۲:...حضرت قبلہؒ کے مکتوبات گرامی اس نمبر میں دوصد سے زائد صفحات پر مشتمل ہیں۔

۳:...مجلّہ ''صفدر'' میں حضرت قبلہؒ کے خطباتِ صدارت اور حضرت قبلہؒ کے انٹرویو، حضرت قبلہؒ کی پریس کانفرنسیں، حضرت قبلہؒ کے ردِ قادیانیت پر رسائل سرے سے شامل نہیں تھے، اس نمبر میں ان کو شامل کیا گیا ہے۔ اس خصوصی نمبر میں ہم نے مجموعی طور پر تین سو سے زائد صفحات حضرت قبلہؒ کی اپنی

تحریروں کے شامل کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ (ان تفصیلات سے مقصود یہ عرض کرنا ہے کہ حضرت قبلہؒ کے رَشحاتِ قلم کو علیحدہ کتابی شکل دینے کی بجائے اسی نمبر میں سمودیا ہے)۔

۴:... مجلّہ ’’صفدر‘‘ میں حضرت قبلہؒ کے مشائخ وخلفاء کے حالات پر بیس صفحات سے زائد کا مضمون تھا، ہم نے اس نمبر میں اس موضوع کو سرے سے ہی نہیں چھیڑا۔

۵:... ’’حضرت قبلہؒ فتنوں کے تعاقب میں‘‘ اس موضوع پر مجلّہ ’’صفدر‘‘ میں چونسٹھ صفحات کا مضمون شامل کیا گیا ہے، اس نمبر کو ہم نے اس موضوع سے خالی رکھا ہے۔

۶:... ’’میرِ کارواں کی رحلت‘‘ یہ مضمون مجلّہ ’’صفدر‘‘ میں نوے صفحات کو گھیرے ہوئے ہے، ہم نے اس نمبر میں اسے سرے سے شامل نہیں کیا، کیونکہ یہ ’’لولاک‘‘ میں قسط وار پہلے شائع ہو چکا ہے۔

۷:... مجلّہ ’’صفدر‘‘ کے ابتدائی چون صفحات میں سے کوئی چیز اس نمبر میں شامل نہیں کی گئی۔

اس فرق کو ظاہر کرنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ ماہنامہ ’’لولاک‘‘ ملتان کا یہ نمبر بالکل ایک نئی دستاویز ہے اور اس کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

۱:... بہت سارے مضامین پہلی بار شائع ہورہے ہیں۔

۲:... اس نمبر میں شامل حضرت قبلہؒ کے رَشحاتِ قلم کو زیادہ سے زیادہ جگہ دی گئی ہے جو کئی سو صفحات پر مشتمل ہیں۔

۳:... حضرت قبلہؒ کی سوانح سے ہٹ کر دیگر موضوعات سے مکمل اجتناب برتا گیا ہے۔

۴:... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے امیرِ مرکزیہ ہونے کے ناتے، جو آپؒ کی گراں قدر خدمات تھیں، سب کا اس میں احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۵:... تمام مضامین میں زوائد کو بڑے کھلے دل کے ساتھ حذف کیا گیا ہے۔

۶:... اس نمبر میں حضرت قبلہؒ کے اِکسٹھ خطوط جو حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنے بڑے صاحبزادہ مولانا عزیز احمد مدظلہٗ کو تحریر فرمائے، پہلی بار اِشاعت پذیر ہورہے ہیں۔

۷:... حضرت قبلہؒ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مشن کا وارث بنایا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے بھی اپنی زندگی میں حکمرانوں کو راہِ راست پر لانے کے لئے خطوط لکھے، یہی کام حضرت قبلہؒ سے بھی اللہ تعالیٰ نے لیا، آپؒ نے بھی حکمرانوں کو خطوط لکھے، بحمدہٖ تعالیٰ پہلی بار وہ تمام خطوط اس نمبر میں یکجا شائع کئے جارہے ہیں۔

۸:... حضرت قبلہؒ کے مزاج مبارک میں اِخفاء تھا، ہم نے بھی اس نمبر میں حضرت قبلہؒ کے مزاج مبارک کی رعایت رکھتے ہوئے صرف حقائق ہی سے بحث کی ہے، زوائد سے صَرفِ نظر کیا ہے۔

۹:... حضرت قبلہؒ کی عقیدۂ ختم نبوّت کے تحفظ کے لئے جو گراں قدر خدمات ہیں، ان کا مکمل تذکرہ تو آپ کو ’’تذکرہ خواجۂ خواجگان‘‘ کتاب یا دوسری جگہ پڑھنے کو ملے گا، لیکن اس نمبر میں بھی اس پر بہت سارا مواد آگیا ہے۔ البتہ اس نمبر میں پہلی بار حضرت قبلہؒ کے مقامِ تصوف کی ایک جھلک دکھانے کے لئے ایک ضخیم مضمون ’’آفتابِ معرفت‘‘ کو شامل کیا گیا ہے۔

۱۰:... ہم نے حضرت قبلہ خواجہ صاحبؒ پر مضامین کی ابتدأ حضرت ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر دامت برکاتہم کے مضمون ’’ایک عالم، ایک مربی‘‘ سے اور اِختتام مولانا احمد یوسف بنوری زید مجدہٗ کے مضمون ’’حریمِ نبوّت کا پاسبان‘‘ پر کیا ہے، اس لئے کہ حضرت قبلہ خواجہ صاحبؒ کی تمام تر محنت، جدوجہد اور کوشش و کاوش کا محوَر محدث العصر حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوریؒ کی نیابت ہی رہا ہے۔ چنانچہ مضامین کا آغاز واِختتام بھی حضرت بنوریؒ کی یادگار جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے حضرات کے مضامین سے کیا گیا۔

۱۱:... حضرت قبلہؒ کے زمانے میں مجلس کے جو ملکیتی دفاتر تعمیر ہوئے، ان کی تصاویر بھی پہلی بار اس نمبر میں دی جارہی ہیں۔

ان تفصیلات کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اِمکانی طور پر اس نمبر کو جدید دستاویز یا حضرت قبلہؒ کی سوانح کے حوالے سے انسائیکلوپیڈیا بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو چیزیں پہلے سے کہیں چھپ چکی تھیں، حتی الامکان ان کو اس میں شامل نہیں کیا گیا، البتہ بعض چیزیں مثلاً تعزیتی پیغامات یا تعزیتی مضامین ضرورت کے تحت شامل کئے گئے ہیں، اس لئے کہ ان کو لانا ہماری مجبوری تھی، ورنہ اس کے بغیر نمبر کی جامعیت متأثر ہوتی۔ انشاء اللہ العزیز! آج تک اکابر علمائے کرام، مشائخِ عظام کی شخصیات پر جو نمبر شائع ہوئے ہیں، ماہنامہ ’’لولاک‘‘ کا یہ نمبر بھی اس فہرست میں ایک یادگار اِضافے کا باعث ہوگا۔

ہر وہ شخص جس نے اس نمبر کی تیاری میں جو بھی تعاون کیا، ہم ان سب کے لئے دُعاگو ہیں کہ اللہ رَبّ العزّت انہیں دارین کی سعادتیں نصیب فرمائیں، بالخصوص مولانا مفتی خالد محمود، مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، عبداللطیف طاہر، مولانا قاضی احسان احمد، محمد انور رانا، سیّد انوارالحسن، عامر صدیقی، محمد طلحہ طاہر، محمد وسیم غزالی اور محمد فیصل عرفان، ان حضرات نے اس نمبر کی تیاری میں دن رات ایک کردیئے۔ حق تعالیٰ شانہٗ سب کو اپنی رحمتوں سے وافر حصہ نصیب فرمائیں، آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیّدنا محمد وعلیٰ آلہٖ وأصحابہٖ أجمعین

***

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست خواجۂ خواجگان نمبر

ایک عالم، ایک مربی

ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
قائم مقام امیر مرکزیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین ، والصلوٰۃ والسلام علیٰ اشرف الأنبیاء والمرسلین، وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین، اما بعد:

حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت پر بڑے بڑے علماء حضرات نے تفصیل سے لکھا ہے، جو عنقریب سب کے سامنے آنے والا ہے، جس سے ایمان میں تازگی اور عمل میں شوق پیدا ہوگا۔ میں حضرت رحمہ اللہ کی ایک خصوصیت کو ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

مشائخ طریقت دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک قسم تو وہ ہے جو اپنے مریدوں کی تربیت زبان اور روحانی توجہ سے کرتے ہیں اور دوسری قسم وہ ہے جو اپنے مریدوں کی تربیت صرف روحانی توجہ سے کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ اس دوسری قسم کے مشائخ میں سے تھے جو اپنی مجلس میں خاموش رہتے تھے اور روحانی توجہ سے اپنے مریدوں کی تربیت فرماتے تھے جیسا کہ ان کی مجلس میں آنے والے ہر سمجھدار شخص کو یہ محسوس ہوتا تھا۔ اس حقیقت کو سمجھانے کے لئے صوفیاء کرام ایک حسی مثال دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: کچھوا ایک پانی کا جانور ہے وہ انڈے پانی سے باہر ریت میں دیتا ہے لیکن ان انڈوں کو سینکنے کے لئے وہ مرغی کی طرح ان پر بیٹھتا نہیں، بلکہ پانی میں ہوتے ہوئے دور سے اپنی نگاہوں سے ان انڈوں کو سینکتا ہے اور اس طرح سے اس کے بچے پیدا ہوتے ہیں۔

حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس تربیت سے ہزاروں انسانوں کی اصلاح ہوئی اور ان کی زندگیوں میں انقلاب آیا۔ ان شاء اللہ یہ سب حضرات ان کے لئے صدقۂ جاریہ ہیں جن کے نیک اعمال کا ثواب حضرتؒ کی روح کو پہنچتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان بزرگانِ دین کی سیرت پڑھنے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان سے محبت کے صدقے قیامت کے دن جنت میں ان کی رفاقت نصیب فرمائے۔

سرتاجِ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی، کراچی

اس دور میں پاکستان میں نقشبندیہ مجددیہ سلسلے کی یہ تین خانقاہیں زیادہ سرگرمِ عمل رہی ہیں:

۱:...خانقاہِ سراجیہ کندیاں شریف۔

۲:...خانقاہ زوّاریہ (حضرت مولانا سیّد زوّار حسین صاحب رحمہ اللہ ۱۳۲۹ھ-۱۹۱۱ء، متوفی ۱۴۰۰ھ-۱۹۸۰ء)۔ مولانا زوّار حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے ماہنامہ ''تعمیر افکار'' زوّار حسین نمبر۔

۳:... خانقاہ ٹنڈوسائیں داد (حضرت مولانا حکیم پیر ہاشم جان رحمہ اللہ ۱۳۲۲ھ-۱۳۹۵ھ)۔ ان میں تصنیفی واِشاعتی کام سلسلۂ زوّاریہ کا طرۂ اِمتیاز ہے، اور یہ سلسلہ روز بروز ترقی پذیر ہے، لیکن ٹنڈوسائیں داد میں سلسلۂ مجددیہ کی سرگرمیاں پیر ہاشم جانؒ کے اِنتقال کے بعد بظاہر زیادہ نمایاں نہ رہ سکیں، ان کے ہاں بھی قلمی کتابوں کا ذخیرہ موجود تھا، یہ ذخیرہ عام استفادے کے لئے نہیں تھا، بلکہ اندرونِ خانہ محفوظ تھا، مجھے اس کی زیارت کا شرف حاصل ہے، اس میں مُلّا علی قاریؒ (متوفی ۱۰۱۴ھ) کا حمائل موجود تھا، جو پیر ہاشم جان صاحبؒ کو ان کے والد نے قرآن حفظ کرنے پر دیا تھا۔ حضرت مولانا پیر ہاشم جانؒ نے اجمیر شریف میں حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ (۱۸۸۱ء-۱۹۴۰ء) سے معقولات ومنقولات کی اور ان کے بھائی حکیم نظام الدین (مولود ۱۸۸۳ء) سے طب کی تکمیل کی، موصوف کو سب سے بڑا اشرف حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اولاد ہونے کا حاصل ہے، اپنے والد ماجدؒ سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں خلافت واجازت حاصل ہوئی، ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ کو، کوئٹہ میں حرکتِ قلب بند ہونے کی وجہ سے ان کا اِنتقال ہوا، اور اپنے آبائی قبرستان گنجہ شریف ٹنڈوسائیں داد میں دفن کئے گئے، اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو نور سے بھردے، آمین!

نقشبندی سلسلے میں جہاں عملی بیعت وارشاد کا سلسلہ سب سے زیادہ وسعت پذیر اور خاص

وعام میں مقبول رہا ہے، وہ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف ہے، اس خانقاہ کی حسبِ ذیل خصوصیات ہیں:

۱:... یہاں بیعت واِرشاد کا سلسلہ بہت زیادہ وسیع رہا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے انہیں عمرِ دراز عطا فرمائی اور یہ حضرت خواجہ صاحبؒ کے زمانے میں مرجعِ خلائق رہی ہے۔

۲:... یہاں قدیمی دِینی کتابوں کا کتب خانہ ہمیشہ اہلِ علم کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔

۳:... اس کے سجادہ نشین خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ ہندوستان کی مقبول ترین جامعہ دارالعلوم دیوبند کے مستند عالم تھے۔

۴:... سیاسی قیادت کے لئے تمام دِینی جماعتوں کی نظریں خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین حضرت خواجہ صاحبؒ ہی پر جمی رہتی تھیں، چنانچہ جمعیت علمائے اسلام کے قائدین آپ ہی کے زیرِ قیادت وزارت کے منصب کو پہنچے اور ایوانوں اور اسمبلیوں میں حق کی صدا بلند کرتے رہے، بلکہ حضرت کے بعض تربیت یافتگان کو اسلامی نظریاتی کونسل میں بھی خدمت کا فخر حاصل ہے، اور حضرت خواجہ صاحبؒ ہر موڑ پر اُن کے شانہ بشانہ رہے، اور سنتِ یوسفی پر عمل کرتے رہے، یہ سنت ایسی ہے جس پر یہ شعر صادق آتا ہے:

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق
ہر ہوس ناکے نداند جام سندان باختن

یہ اس خانقاہ کا ایسا طرۂ اِمتیاز ہے جو اس دور میں کسی اور خانقاہ کو حاصل نہیں۔

۵:... سادگی اور بے نیازی، تو اسی خانقاہ کا شعار ہے، مجھے اس خانقاہ سے براہِ راست استفادے کا تو موقع نہیں ملا، لیکن مجھے اس سے دوگونہ نسبتیں حاصل ہیں، پہلی نسبت شاگردی کی ہے، یہ حضرت مولانا عبدالخالق ملتانیؒ (۱۳۱۳ھ-۱۳۸۶ھ) (بانی دارالعلوم کبیر والا) سے دارالعلوم دیوبند میں توضیح تلویح پڑھنے سے حاصل ہے۔ موصوف حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ (۱۹۰۴ء-۱۹۵۶ء) کے خلیفہ اور حضرت خواجہ صاحبؒ کے خواجہ تاش (پیر بھائی) تھے، ان کی دو باتیں ہمیشہ یاد رہیں گی۔

۱:- ان کے طریقۂ تدریس کا نقشہ دِل پر نقش ہے، ان کا یہ معمول تھا کہ گھنٹہ بجنے سے پہلے ہی درسگاہ کے باہر ٹہلتے رہتے تھے، ادھر گھنٹہ بجتا اور ادھر ان کا قدم درسگاہ میں ہوتا۔ توضیح تلویح سال بھر ڈیسک پر رکھی رہی، مولانا متن اور شرح دونوں زبانی پڑھتے، تقریر کا آغاز اس جملے سے فرماتے: ''وہ نہیں کہتا مگر یہ'' اور گھنٹہ ختم ہونے کے ساتھ ہی ان کی تقریر پوری ہوجاتی، اس سے ان کی پابندیٔ وقت اور حسنِ معاملگی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، لیکن بات کتاب کے حل تک ہی محدود ہوتی، خارجی معلومات اور دیگر کتب کی طرف رہنمائی نہ ہونا آج بھی درسِ نظامی کا اِمتیاز ہے، **فاعتبروا یٰاُولی الأبصار!**

۲:- دُوسرا اِمتیاز، ان کا یہ تھا کہ ان کی نمازیں اور مراقبے دونوں لمبے ہوتے تھے، جمعہ کا دن ان کا عید کا دِن ہوتا، چنانچہ جمعہ کے دن مولانا نمازِ جمعہ کے لئے ملتانی تہذیب میں جلوہ گر ہوکر مدرسے کے گیٹ سے اس وقت قدم باہر رکھتے جب مسجد سے اَذان کی صدا بلند ہوتی، اور پھر مسجد سے واپسی تین بجے ہوتی، ایک نماز سے فارغ ہوکر دُوسری نماز کے لئے آپ کا دِل اٹکا رہتا، آپ بہت خوش خوراک وخوش پوشاک اور نہایت لحیم شحیم تھے، اور مراقبے ہی میں اللہ کو پیارے ہوگئے، رحمہ اللہ۔

دُوسری نسبت خانقاہِ سراجیہ سے مجھے یہ حاصل ہے کہ میرے جو شاگرد خانقاہِ سراجیہ سے وابستہ رہے ہیں، میں نے ان میں دِین داری، تقویٰ وطہارت، اِخلاص وللّٰہیت اور معمولات کی پابندی خوب دیکھی ہے، اس ناچیز کو خانقاہِ سراجیہ سے یہی دو نسبتیں حاصل ہیں۔

حق گوئی و بے باکی

رَبّ تعالیٰ نے اللہ والوں میں ایسی رُوحانی طاقت رکھی ہے جس کے آگے باطل کی ہر بڑی سے بڑی مادّی طاقت ہیچ ہے، اہل اللہ جب خلافِ حق دیکھتے ہیں تو برملا بلاخوف وخطر حق بات کہہ دیتے ہیں، حضرت خواجہ صاحبؒ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی جرأت وحق گوئی سے نوازا تھا، چنانچہ محترم محمد اشفاق اللہ واجد مجددی صاحب حضرت کے متعلق لکھتے ہیں: میاں نواز شریف ۱۹۹۳ء میں برسرِ اِقتدار تھے، علمائے کرام کے بارے میں مسلم لیگی وزراء نے بڑی گندگی اُچھال رکھی تھی، خصوصاً علمائے دیوبند کے متعلق مسلم لیگی وزراء کی زبانیں بہت کھلی ہوئی تھیں، عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت نے آواری ہوٹل لاہور میں ایک پریس کانفرنس کا انتظام کیا تھا، پریس کانفرنس میں مولانا اللہ وسایا صاحب اور جمعیت علمائے اسلام کے قاری نذیر احمد بھی موجود تھے، خواجہ مخدومؒ کی طرف سے مولانا اللہ وسایا صاحب نے بیان پڑھا، بیان کے بعد صحافی حضرات نے سوالات شروع کئے، مولانا اللہ وسایا صاحب سے صحافی نے سوال کیا: آپ جو یہ کہہ رہے ہیں کہ فوج میں بعض جنرل قادیانی ہیں یا مرزائیوں کے پشت پناہ ہیں، ان کے نام بتایئے؟ مولانا اللہ وسایا صاحب نے گھبرائے ہوئے چہرے سے حضرت خواجہؒ کی طرف دیکھا، آپؒ نے مسکراتے ہوئے کہا: میرے ایما پر بتاؤ، میں پورا ذمہ دار ہوں، تب مولانا نے کسی ناصر نامی جنرل کا نام لیا، جنگ اخبار کے صحافی نے حضرت خواجہؒ سے سوال کیا: آج کل مسلم لیگی وزراء جو علمائے کرام کے کردار کے متعلق بیان بازی کر رہے ہیں، حضرت خواجہ کے خیال میں کون کروارہا ہے؟ مرشدِ برحق حضرت خواجہؒ نے جواب دیا: میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ وزیرِ اعظم نواز شریف ہی کے ایما پر مسلم لیگی وزراء بیانات دے رہے ہیں۔ صحافی نے پوچھا: حضورِ والا! ہم ایسے ہی اخبار کو خبر دے دیں؟ آپ نے فرمایا: آپ

بالکل ایسا ہی لکھ دیں، پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں، تمام صحافی حضرات یک زبان ہوکر بولے: حضرتِ والا نر آدمی ہیں۔'' (میرے خلیل ص:۴۰)

اقبال نے سچ کہا ہے کہ:

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رُوباہی

ادب واِحترام

علم ومعرفت میں ترقی کی منازل طے کرنے کے لئے ادب واِحترام ایک لازمی امر ہے، حضرت خواجہ صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے ادب واِحترام کا بھی اعلیٰ ذوق عطا فرمایا تھا، آپ مجسمۂ ادب تھے، چنانچہ نذیر رانجھا صاحب لکھتے ہیں: ''۱۹۷۴ء کی ختمِ نبوّت کی تحریک کے دوران جامع مسجد کچہری بازار، فیصل آباد میں ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پروانوں کا جلسہ تھا، حضرت بنوریؒ کراچی سے تشریف لائے، مفتی زین العابدین صاحبؒ کی رہائش گاہ پر قیام پذیر تھے۔ حضرت مخدوم زماں خواجہ خواجگان خان محمد مدظلہٗ اپنے اُستاذِ مکرم کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے، حضرت بنوریؒ نے کھڑے ہوکر آپ کا اِستقبال کیا، آپ حضرت بنوریؒ کے سامنے دوزانو ہوکر بیٹھ گئے، اِمام الحدیث حضرت بنوریؒ نے آپ سے فرمایا: آپ ایسا نہ کریں، لیکن حضرت خواجہؒ دوزانو ہی بیٹھے رہے۔ گفتگو کے بعد مجلس برخاست ہوئی، حضرت علامہ سیّد بنوریؒ مجلس سے جانے کے لئے اُٹھے، آپ نے حضرت بنوریؒ کا جوتا اُٹھایا اور ان کے سامنے رکھا، دونوں حضرات ایک دُوسرے کو الوداع کہنے کے لئے باہر تشریف لائے، بوقتِ رُخصت حضرت بنوریؒ نے آپ سے دُعا کی درخواست کی۔'' (تاریخ وتذکرہ ص:۴۴۱)

اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ آپ نے جن اکابر کی صحبت پائی ہے وہ بھی تو پیکرِ عجز وادب تھے، چنانچہ مرشدِ کامل حضرت ابوالسعد احمد خانؒ (متوفی ۱۹۴۱ء) کتابوں کا حد درجہ ادب واحترام کرتے تھے، کتاب کی بے حرمتی طبیعت کو قطعاً گوارا نہ تھی، چنانچہ نذیر رانجھا صاحب لکھتے ہیں: ''ایک دفعہ ایک مولوی صاحب کتب خانے میں کوئی کتاب دیکھ رہے تھے، کتاب پر معمولی سا غبار محسوس ہوا تو غبار جھاڑنے کے لئے زور سے کتاب دھپ سے بند کی، حضرتِ اقدس برآمدے میں بیٹھے تھے، بیتاب ہوکر اُٹھے اور دوڑ کر اندر تشریف لے گئے، مولوی صاحب سے پوچھا کہ اتنے زور سے آپ نے کتاب بند کی تھی؟ ان مولوی صاحب نے محجوب ہوتے ہوئے کہا کہ: حضرت! کتاب پر گرد وغبار تھا، وہ جھاڑنے کے لئے میں نے زور سے کتاب بند کی۔ حضرت نے فرمایا: ''مولوی صاحب! مجھے بیوی یا بیٹی کی گالی سے اتنا صدمہ نہیں

ہوتا، جتنا اپنی کتاب کی بے حرمتی دیکھ کر ہوتا ہے، غبار ہی صاف کرنا تھا تو رُومال سے آہستہ سے صاف کرتے، پھر اپنے عربی رُومال سے آہستہ آہستہ کتاب کو صاف کر کے بتلایا کہ اس طرح نرمی سے صاف کر لیتے، آپ کی دھپ تو میرے دِل پر لگی۔'' (تاریخ وتذکرہ ص:۴۹۵)

خموش اے دِل! بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

حضرت خواجہ صاحبؒ کی وفات پُرحسرت پر ہر آنکھ اشک بار اور دِل حزین ہے، اللہ تعالیٰ موصوف کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب فرمائے، آمین!

جان کر من جملۂ خاصانِ مے خانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام وپیمانہ مجھے

اور ہاں!

لئے پھرتی ہے بلبل چونچ میں گل
شہیدِ ناز کی تربت کہاں ہے؟

❊

ترجمانِ ختم نبوت

حضرت شیخ خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ العالی نے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید نور اللہ مرقدہٗ کو ترجمان ختم نبوت تحریر فرمایا بہت سے کمالات اور محاسن قلم بند کرنے کے بعد مزید لکھتے ہیں: ''مسلک سے مضبوط وابستگی اور اصلاح کے سلسلہ میں پختہ شرائط ان کا ایک خاص وصف تھا، ''اکابرین اہل سنت'' علماء دیوبند سے گہری عقیدت ان کے کمال کی سب سے بڑی دلیل ہے واقعی اسلاف کی مکمل تصویر تھے، ان کی شہادت کا سب سے بڑا نقصان میری ذات کو پہنچا کیونکہ میں اپنے ترجمان سے محروم ہوگیا، میں یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت! کی شہادت امت مسلمہ کے لیے اس صدی کا سب سے بڑا نقصان ہے، اللہ تعالیٰ اس کی تلافی کی کوئی صورت پیدا فرمائے۔'' آمین ثم آمین۔

مسلکِ دیوبند کے پاسدار

حضرت مولانا محمد صدیق صاحب مدظلہٗ، ملتان

میں نے ایک طالب علم کی حیثیت سے خیرالمدارس کے اندر محدود زندگی گزاری ہے، زیادہ اکابر کے متعلق معلومات نہیں رکھتا۔ اِلَّا یہ کہ جو حضرات خیرالمدارس میں وارِد وصادر ہوئے، ان سے مختصر مجلس ہوئی۔ ان حضرات میں سے خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ بھی ہیں۔ ایک مرتبہ خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ خان محمدؒ تقسیمِ اسناد کے جلسے میں بطورِ صدر شریک ہوئے، آپ نے اس زمانے کے فارغ التحصیل طلبہ پر دستِ شفقت پھیرا۔

ایک مرتبہ ختمِ بخاری شریف کے موقع پر سرپرستی فرماتے ہوئے تشریف لائے، بندہ نے ان کی حاضری میں آخری حدیث پڑھائی، اور حضرت خواجہ صاحب نے دُعا فرمائی۔ ان مواقع پر بھی کوئی زیادہ گفتگو کا موقع نصیب نہیں ہوا۔

میں اپنے گمان میں خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کو پنجاب کے لئے خصوصاً اور سارے مسلمانوں کے لئے عموماً ہدایت کا ذریعہ سمجھتا ہوں، اور یہی گمان بندہ کا حضرت مولانا سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ کے متعلق ہے۔ یہ دونوں حضراتؒ میرے اِعتقاد کے مطابق مسلمانوں کے لئے یادگارِ اسلاف بلکہ پاسدارِ مسلک اکابر علمائے دیوبند تھے۔

خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ خان محمدؒ کی امارت میں مجلس تحفظ ختمِ نبوّت نے جو ترقی کی ہے، وہ بے مثال ہے۔ پاکستان کی یہ جماعت بین الاقوامی جماعت بنی، اس طرح خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ خان محمدؒ کے فیوضات سارے عالم میں پھیلے۔

بندہ کو چونکہ حضرت خواجہ صاحبؒ سے مجالست، مخاطبت یا مکاتبت کا موقع میسر نہیں آیا، اس لئے ان کی ذات وصفات کے متعلق تفصیل سے تذکرہ نہیں کرسکتا۔ ایک کرامت جو کہ سننے میں آئی: چونکہ اس کرامت کا تعلق ملتان سے ہے، اس کو درج کرتا ہوں جو کہ حضرت کی خصوصی شان ہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوّت کا نیا دفتر جب ملتان میں بنا تو ٹھیکیدار حساب کتاب کا اُلجھاؤ ڈال کر قبضہ نہیں دینا چاہتا تھا، اور باوجود مذاکرات کی کثرت کے جب وہ نہیں مانا تو ایک مرتبہ حضرتؒ نے جلال میں آ کر فرمایا: قبضہ لے لو، کوئی مزاحمت نہیں ہوگی۔ چنانچہ جب ختم نبوّت کے رضا کار قبضہ کرنے گئے تو بلامزاحمت قبضہ لے لیا اور کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔ بندہ نے سنا ہے کہ جب اس سلسلے کے حضرات کوئی ارادہ فرمالیتے ہیں تو مزاحمت نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ حضرت کی برکات جماعت اور ملک پر باقی رکھیں، جماعت اور ملک کو آفات سے محفوظ رکھیں، آمین!

حضرت خواجہ صاحب بہت ساری آفات سے وقایہ تھے، اللہ تعالیٰ آپ کی قبر پر کروڑوں رحمتیں برسائے اور آپ کے صاحبزادگان کو حضرت خواجہ صاحب کا صحیح جانشین بنائے، آمین!

❋

حضرت خواجہ مدظلہ اور شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

شہید اسلام شیخ طریقت حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی ابن اللہ بخش صاحب نوراللہ مراقدہم (ولادت ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۲ء وفات ۱۳رصفر ۱۴۲۱ھ/ ۱۸رمئی ۲۰۰۰ء) عظیم المرتبت شخصیت کے حامل تھے، ایک اجتماع کی منظر کشی کرتے ہوئے مفتی جمیل احمد خاں لکھتے ہیں: ’’حضرت شیخ المشائخ خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ العالی خاموش تصرف کے ذریعہ روحانی طور پر تمام امور کی نگرانی کر رہے تھے، حضرت شہیدؒ پر پوری ذمہ داری عائد ہوچکی تھی، ایک طرف انہوں نے امیر مرکزیہ کی ترجمانی بھی کرنی تھی جیسا کہ خود امیر مرکزیہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ العالی نے اس وقت اس کا اظہار فرمایا، جب کسی نے عرض کیا: ’’حضرت! آپ نہ تو بیان فرماتے ہیں اور نہ ہی کچھ ارشاد فرماتے ہیں، جاں نثاران ختم نبوت آپ سے کچھ سننے کے مشتاق ہوتے ہیں۔‘‘ حضرت خواجہ مدظلہ العالی نے فرمایا ’’میری زبان مولانا محمد یوسف لدھیانوی کو بنایا گیا ہے، جو میرے قلب و ذہن میں وارد ہوتا ہے مولانا محمد یوسف لدھیانوی کے ذہن وقلب میں منتقل ہو جاتا ہے وہ اس کو جلسوں اور اجلاسوں میں بیان کر دیتے ہیں، جو کوئی چاہتا ہے کہ مجھے سنے، وہ مولانا محمد یوسف لدھیانوی کی تقریریں سنے، جو چاہتا ہے میری تجویز کو مانے وہ مولانا محمد یوسف لدھیانوی کی تجویز پر عمل کرے۔ (ماہنامہ بینات شہید نمبر صفحہ ۷۶۹)

خواجۂ خواجگانؒ

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ

حضرت خواجۂ خواجگان خان محمدؒ کی بیعت

حضرت خواجہ ابوالسعد احمد خانؒ کا اِنتقال ۱۲ رصفر ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۴ر مارچ ۱۹۴۱ء میں ہوا، آپؒ کے جانشین حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ ہوئے، تو حضرت خواجۂ خواجگان خان محمدؒ نے ان سے بیعت کرلی اور سولہ سال حضرت لدھیانویؒ کی خدمت میں گزارے، حضرت پیرومرشد کے ادب کا یہ عالم تھا کہ جب کبھی انہوں نے یاد کیا تو آپؒ کا رنگ زرد پڑ جاتا تھا، حضرت لدھیانویؒ نے مجددی نصاب سلوک کی ساری تعلیم دی، تین مرتبہ اِمامِ ربانی شیخ احمد سرہندیؒ کے مکتوبات کو سبقاً سبقاً پڑھایا، حضرت شاہ دہلویؒ کے مکتوبات، مکتوباتِ معصومیہ اور شاہ ابوسعیدؒ کی ہدایت الطالبین بھی پڑھائی، اس طرح علومِ مجددیہ سے مکمل آگاہی اللہ بزرگ وبرتر نے نصیب فرمائی۔

خانقاہ کی خدمت

''ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد'' دیوبند سے آنے کے بعد شروع ہی سے خانقاہ کے لنگر کی ضروریات کی فراہمی، مہمانوں اور زائرین کی خاطر مدارات اور ان کی راحت رسانی کا اِہتمام، گھوڑوں اور مویشیوں کی دیکھ بھال اور اعلیٰ حضرت ابوالسعد احمد خانؒ کے خانگی اُمور کی انجام دہی بھی آپؒ کے سپرد تھی، فارغ اوقات میں مدرسہ سعدیہ میں طلبہ کو اسباق پڑھانے کی ذمہ داری آپؒ نے نبھائی۔

شیخ کی اولاد اور اساتذہ کا ادب

حضرت خواجہؒ نے شیخؒ کے وصال کے بعد ان کی اکلوتی صاحبزادی اور اکلوتے صاحبزادے محمد عابدؒ کے اِکرام واِحترام میں حد کردی، حالانکہ صاحبزادہ محمد عابد مرحوم ومغفور آپؒ سے بیعت کرچکے تھے، لیکن آپؒ ان کی خانقاہ آمد پر اِحتراماً کھڑے ہوجاتے، بعض اوقات ان کے سامنے دو زانو ہوکر بیٹھ

جاتے، وہ جو فرماتے فوراً اس کو قبول کر لیتے، ہمیشہ ہر سال ان کو اپنے ساتھ حج پر لے جاتے، آپؒ نے ہمیشہ یہ بات پیشِ نظر رکھی کہ یہ میرے مرشد زادے ہیں۔

مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کے بیٹے محمد بنوریؒ جب بھی آتے تو ان کے لئے اِحتراماً کھڑے ہوجاتے اور ان کے سامنے دوزانو ہوکر بیٹھتے، یہی رَوِش حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ اور مولانا انظر شاہ کشمیریؒ کے ساتھ تھی، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب مرشد کی اولاد اور اساتذہ کی اولاد کا یہ اِحترام تھا، تو مرشد اور اساتذہ کا ادب اور اِحترام کیسا ہوگا...! یہ برکت تھی اپنے مشائخ عظام کی صحبت کی۔

حضرت مخدوم خواجہ خان محمدؒ کی بارگاہ

یہاں ہر جماعت سے تعلق رکھنے والے علماء آکر حاضری دیتے ہیں، اور آپؒ سب کے ساتھ شفقت سے پیش آتے تھے، آپؒ فرماتے تھے: سیاسی پلیٹ فارم مختلف بھی ہو تو رواداری کا رشتہ کمزور نہیں ہونا چاہئے۔ آپؒ جمعیت علمائے اسلام (فضل الرحمٰن گروپ) کے سرپرست تھے، لیکن اس کے باوجود مولانا سمیع الحق کے ساتھ پیار ومحبت کا تعلق پوری شدت سے قائم رہا، اور مختلف اُمور کے لئے حضرتؒ نے ان کو خطوط بھی لکھے (جو ماضی قریب میں روزنامہ ''اسلام'' میں شائع بھی ہوئے)۔ حضرتِ والاؒ ہر سال حج پر تشریف لے جاتے تھے، آپؒ نے سب صاحبزادوں کو ان کے اہلِ خانہ کے ساتھ حج کرایا، سب کے لئے رہائشی مکانات بناکر ان کے حوالے کئے۔ علالت سے پہلے حضرتِ والاؒ خود تمام نمازوں میں اِمامت فرماتے تھے۔

ہر سال ختمِ نبوّت کانفرنس میں برطانیہ برمنگھم تشریف لے جاتے، اسی طرح پاکستان میں چناب نگر یا کہیں ختمِ نبوّت کے سلسلے میں اِجتماع ہوتا، اس کی سرپرستی فرماتے، آپؒ کے زمانۂ امارت میں ختمِ نبوّت کے کام کی بہت ترقی ہوئی، آپؒ ہمیشہ اس کے لئے فکرمند رہتے اور متعلقین کو، علماء کو، عوام کو ختمِ نبوّت کے کاز کے لئے مستعد، فکرمند اور کاربند رہنے کی تلقین وتاکید فرماتے تھے۔ آپؒ کو جنرل ضیاء الحق کے زمانے میں گرفتار کیا گیا، اور تھانہ مارگلہ میں آپؒ کو حوالات میں بند کردیا گیا۔

حضرتِ اقدسؒ کے حجابات

اس بلند مقام پر فائز ہونے کے باوجود آپؒ نے اِخفاءِ حال میں حد کردی، زبان کی تالابندی ایسی کہ اس کی کہیں مثال نہیں ملتی، واردین، صادرین آرہے ہیں، جارہے ہیں، مجلس پر مجلس ہورہی ہے، لیکن شیخِ وقت بالکل خاموش ہیں، بڑے بڑے جلسوں کی صدارت کررہے ہیں، کرسیٔ صدارت پر رونق افروز ہیں، لیکن بالکل خاموش ہیں، اپنے اُوپر اس قدر سخت پابندی اور زبان کی حفاظت کا اتنا اِہتمام

حیرت ناک نہیں تو کیا ہے...!

اسی طرح مریدین کا مجمع ہے، اخبار پڑھا جارہا ہے، مرید سیاسی گفتگو کررہے ہیں، آپؒ ہیں کہ اخبار بھی غور سے پڑھتے ہیں، سیاسی گفتگو بھی سنتے ہیں، معلوم ہوتا کہ عام سی مجلس ہے، یہاں کوئی اللہ کا محبوب ومقبول بندہ علم وعرفان سے بہرہ ور، انابت وقربت سے سرفراز، سیّد الاولیاء، رئیس الاتقیاء، مخدوم المشائخ موجودنہیں، حالانکہ وہ محترم ومبارک ہستی موجود ہے، لیکن اس کو اِظہار کے بجائے اِخفاء محبوب ہے۔

نظم وضبط

حضرتِ اقدسؒ کے یہاں نظم وضبط کا اِہتمام بھی مثالی تھا، فلاں تاریخ کو فلاں وقت خانقاہ سے روانگی ہے، فلاں وقت فلاں جگہ پہنچنا ہے، فلاں سے ملاقات ہے، اسفار کی کثرت اور نظم وضبط کا یہ اِہتمام کرامت سے کم نہیں۔ ''میرے خلیل'' میں محمد اشفاق اللہ واجد مجددی کے نام خطوط سے اس مثالی نظم کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ پھر سفر کی حالت میں بھی خانقاہی معمولات مراقبہ وغیرہ جاری رہتا ہے، اور مریدین حضرتِ والاؒ کی توجہ کے فیض سے مستفید ہوتے رہتے، خانقاہِ سراجیہ میں ارادت مندوں کا ہجوم رہتا ہے، عقیدت مندوں کی آمد ورفت شب وروز جاری رہتی ہے، سب کے لئے کھانے، ناشتے کا، قیام کا اِنتظام فری اور مفت ہوتا ہے، خانقاہِ سراجیہ میں نہ کوئی ہفتہ وار ماہانہ، سالانہ جلسہ ہوتا ہے، نہ مریدوں کی کوئی فہرست رکھی جاتی ہے، ایک مرتبہ ملتان میں ایک عالم نے حضرت خواجہؒ سے کہا کہ آپ کی فقیری جلسوں کے بغیر کیسے چلتی ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا: فقیری جلسوں کی محتاج نہیں ہوتی۔

احقر کی خانقاہِ سراجیہ حاضری

احقر کی خانقاہِ سراجیہ حاضری پہلی مرتبہ تو وفاق المدارس کے سلسلے سے ہوئی، مدارس کا معائنہ مقصود تھا، مدرسہ سعدیہ خانقاہ میں واقع ہے، اس ضمن میں حضرت خواجہ صاحبؒ کی زیارت بھی ہوئی، پھر ایک مرتبہ دس دن کے قیام کی نیت سے حاضر ہوا، شب وروز حضرتِ اقدسؒ کی مجلس میں حاضر رہا، اور خصوصی اِلتفات اور توجہ سے بہرہ ور ہونا نصیب ہوا۔

اس کے بعد پھر مزاج پُرسی کی غرض سے وصال سے ایک ماہ قبل حاضری ہوئی، ہر موقع پر جانشین مرشد مکرم مولانا خواجہ خلیل احمد خان کی عنایات ونوازشات سے سرفراز ہوا۔

ان ملاقاتوں کے علاوہ مختلف اوقات اور مختلف مواقع میں حضرتِ اقدسؒ کی زیارت سے مستفید ہونے کا موقع ملتا رہا ہے، حضرتِ والا کے متعدد خطوط بھی ختمِ نبوّت کے مضمون کو وفاق کے نصاب

میں شامل کرنے کے حوالے سے احقر کو ملتے رہے ہیں۔

سفرِ آخرت

قبلہ خواجہ خواجگانؒ نے دُنیا میں رہتے ہوئے اسفار کی کثرت کا ریکارڈ قائم فرمایا، ہر سال حج اور ختمِ نبوّت کے حوالے سے برطانیہ کے سفر، اندرون ملک سفر، اب آخر میں سفرِ آخرت ختامہ مسک ہوا، وصال ملتان نشتر ہسپتال میں ۵رمئی ۲۰۱۰ء آغاز عشرۂ اخیرہ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ کو ہوا، عزیزم مولوی عبیداللہ خالد اور مفتی معاذ خالد کے ساتھ بذریعہ شاہین ایئر اسلام آباد، وہاں سے قاضی عبدالرشید، مولوی محمد آدم خان، مولوی حبیب الرحمٰن ایبٹ آباد کے ہمراہ نمازِ جنازہ میں شرکت کے لئے کندیاں حاضری ہوئی، مجمع بے شمار تھا، ہر طرف آدمی ہی آدمی نظر آرہے تھے، ہجوم کی کثرت کی وجہ سے ہم جیسے معذور لوگوں کا نمازِ جنازہ میں شامل ہونا ناممکن معلوم ہو رہا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے عقیل احمد صاحب کی شکل میں ایک مہربان عنایت فرمادیا، جنہوں نے اپنی موٹر سائیکل پر بٹھا کر جنازہ گاہ تک پہنچادیا، ورنہ اتنے بڑے مجمع میں جہاں قدم قدم پر رُکاوٹیں موجود تھیں، سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس طرح جنازے کی نماز میں شرکت ہوگی، اللہ تعالیٰ عقیل احمد صاحب کو ان کے اِحسان کا بہترین بدلہ عطا فرمائیں، اور حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کو جنت الفردوس کی راحتوں سے مالا مال فرمائیں، آمین ثم آمین!

❋

نماز میں خیالات اور مرزائی لطیفہ

کسی عقیدت مند نے عرض کیا کہ: نماز میں خیالات کا ہجوم ہوتا ہے، کیا کرنا چاہئے؟

حضرت قبلہؒ نے جواباً ارشاد فرمایا: نماز پڑھتے رہنا چاہئے وساوس اپنے بس کی بات نہیں، البتہ دورانِ نماز کسی خیال کے پیچھے پڑنا برا ہے۔

دقیقہ شناس شیخِ طریقت

مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہٗ، کراچی

مکرمی ومحترمی جناب مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب، دامت مکارمکم، قائم مقام امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامے سے یہ معلوم ہوکر مسرت ہوئی کہ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے امیرِ مرکزی ورُوحِ رواں شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کی سیرت وکردار اورنقوشِ حیات کے بارے میں ہفت روزہ ''ختمِ نبوّت کراچی'' نے اِشاعتِ خاص کا فیصلہ کیا ہے، اور ناچیز سے اس میں قلمی حصہ لینے کی فرمائش کی ہے۔

میرے لئے یہ بڑی سعادت ہوگی کہ اس میں کچھ حقیر حصہ ناچیز کا بھی شامل ہوجائے، ماہنامہ ''البلاغ'' کے شمارۂ جمادی الثانیہ ۱۴۳۱ھ/ جون ۲۰۱۰ء میں حضرتؒ کے بارے میں ایک مضمون شائع ہوا ہے، جو اگرچہ لکھا ہوا تو مولانا عزیزالرحمٰن صاحب کا ہے، مگر میرے دِل کی آواز ہے، اس لئے اسی مضمون کو میری اور مولانا عزیزالرحمٰن صاحب کی طرف سے تصور کرکے اگر شائع کردیں تو میرے لئے باعثِ مسرت ہوگا۔

''عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے امیر، نامور عالمِ دِین اور دقیقہ شناس شیخِ طریقت، حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کی وفات سے ملک وبیرونِ ملک رنج وغم کے بادل چھاگئے، بروزِ بدھ ۲۰ ؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ (۵؍مئی ۲۰۱۰ء) بعد نمازِ مغرب تقریباً آٹھ بجے حضرت خواجہ صاحب کی رُوح عالمِ دُنیا سے پرواز کرگئی اورعلم وعرفان کے حلقوں میں سناٹا چھاگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون!

حضرت خواجہ صاحب نے ۹۸ سالہ عمر کے دوران علمی، انتظامی، دعوتی

اور تربیتی مساعیٔ جمیلہ سے معمور، بامقصد زندگی کے شب وروز گزارے ہیں، ابتدائی ایام کے بعد حضرت خواجہ صاحب کی جدوجہد کا دائرہ سالکینِ طریقت کی تربیت، ملکی اور عالمی سطح پر قادیانی فتنے کا تعاقب اور عقیدۂ ختمِ نبوّت کا تحفظ واستحکام تھا۔

حضرت خواجہ صاحبؒ نے تقریباً ۷۰ سال قبل جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اور پھر دارالعلوم دیوبند سے علومِ شریعت اور دورۂ حدیث کی تکمیل کرکے اس وقت کے نامور اساطینِ علم وعرفان سے کسبِ فیض اور شرفِ تلمذ حاصل کیا تھا، آپ کے گرامی قدر اساتذہ میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی، حضرت مولانا اِبراہیم بلیاوی، اور شیخ الادب حضرت مولانا اِعزاز علی... طاب اللہ مثواھم... جیسے علم وفضل کے شناور سرِفہرست ہیں۔

تکمیلِ علوم کے بعد جب آپ اپنے علاقے میں تشریف لے آئے تو ایک طرف خانقاہِ سراجیہ میں قائم مدرسہ سعدیہ میں تدریس کے علمی کام میں مشغول ہوگئے، جبکہ اس کے ساتھ اپنے شیخ کے زیرِتربیت رہ کر معرفت وسلوک کے منازل طے کئے، اور ۱۹۵۶ء میں جب آپ کے مربی شیخ مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ دُنیا سے رُخصت ہوگئے، تو اپنے شیخ کی جگہ آپ خانقاہِ سراجیہ کے جانشین نامزد ہوئے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ، اِمامِ ربانی مجدد الف ثانیؒ کے سلسلۂ سلوک سے وابستہ تھے، ۱۹۲۰ء میں میانوالی کے مضافات میں، خانقاہِ سراجیہ کے نام سے سلسلۂ سرہندیہ مجددیہ کے ایک بزرگ نے ایک تربیت گاہ قائم کی تھی، جس کا فیض دُور دُور تک پھیل رہا تھا، حضرت خواجہ صاحب کے دور میں اس خانقاہ کے دِینی اثرات ملک وبیرونِ ملک برق رفتاری سے پھیلنے لگے، علم ودانش اور سلوک وطریقت میں آپ کو جو اِمتیازی مقام حاصل تھا، اس کی وجہ سے تمام اہلِ علم آپ سے محبت کرتے تھے۔

آپ کی شخصیت مرجعِ خلائق تھی، آپ کی ذات میں اہلِ حق کو راہنمائی اور سرپرستی کا باہمت امیر، علم وعرفان کا سرچشمہ اور قیادت ورہبری کا روشن چراغ میسر تھا۔

ملک وبیرونِ ملک، دُور دراز خطوں سے تشنگانِ علم وعرفان کے قافلے شب وروز وارد ہوتے تھے، اور خانقاہِ سراجیہ کے چشمہ فیض سے سیراب ہوکر قلب ونظر کی آسودگی حاصل کرتے تھے، اسی لئے ہر مؤثر تحریک کی سرپرستی کے لئے نگاہِ انتخاب آپ کو نامزد کرتی، ملک میں قائم ہر وہ دِینی جماعت جس کی نسبت اکابرِ دیوبند سے تھی، آپ کو ہی اپنا بڑا سمجھتی تھی۔

حضرت خواجہ صاحبؒ سب کی سرپرستی فرماتے، جبکہ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے آپ باقاعدہ امیر تھے، اس منصب پر آپ کا تقرر ۱۹۷۷ء میں محدثِ عصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کی وفات کے بعد ہوا تھا، قادیانی فتنے کا تعاقب آپ کی زندگی کا اہم ترین مقصد تھا، اور شاید ہی کوئی ملک ایسا ہو جس کا آپ نے عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ کے لئے سفر نہ کیا ہو۔

حضرت خواجہ صاحبؒ نے تقریباً چالیس دفعہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی، جو حیرت انگیز بات ہے، پیرانہ سالی کے باوجود بھی محنت ولگن اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت معلوم ہوتی ہے۔ حضرت رسمی خطیب نہیں تھے، آپ کو کسی جلسے میں تقریر کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا، لیکن پھر بھی لوگوں کے دِلوں پر آپ کی حکمت وحکومت کی حکمرانی قائم تھی، آپ کے جنازے میں شرکاء کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی تھی۔

اس پُرآشوب دور میں ایسے علمائے ربانیین کی جدائی، ملک وملت کے لئے بڑا خسارہ ہے، مولائے کریم آپ کو اپنے قربِ خاص میں درجاتِ عالیہ سے سرفراز فرمائے، اور ملک وملت کو ہر فتنے سے بچائے، اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ!

حضرت خواجہ صاحب کے سانحۂ وفات پر صرف خاندان اور متعلقین ہی نہیں، تمام اہلِ حق تعزیت کے مستحق ہیں۔''

***

تصوف وسلوک کے اِمام

حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب

"کل نفس ذائقة الموت" جو بھی اس دُنیا میں آیا ہے اس کو موت کا ذائقہ ضرور چکھنا ہے، لیکن بعض شخصیات ایسی بھی ہوتی ہیں کہ جب وہ فانی دُنیا سے رحلت فرماتی ہیں تو ان کی موت پر ایسا خلا پیدا ہوتا ہے جو مدتوں پُر نہیں ہوسکتا، وہ ایسی خدمات سرانجام دے کر اس دُنیا سے کوچ کرتی ہیں کہ جو روزِ روشن کی طرح زمین کے نقشے پر نہ صرف نقش ہوجاتی ہیں بلکہ وہ خدمات ان کی شخصیت اور کردار کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ جاوید بنادیتی ہیں۔ درحقیقت یہ وہ شخصیات ہیں جو قرآن وسنت کی روشنی میں خود بھی زندگی کا سفر طے کرتی ہیں، اور خلقِ خدا کی اِصلاح اور رہنمائی کرکے ان کے لئے ذریعہ نجات بن جاتی ہیں۔ ان شخصیات کا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا، غرض ہر قول وفعل شریعت کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہوتا ہے۔

انہیں شخصیات میں سے ایک شخصیت قطب الاقطاب خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ کی بھی ہے، حضرتِ اقدسؒ کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایسے محاسن اور معارف رکھے تھے کہ جنہیں دیکھ کر آپ کے صاحبِ بصیرت شیخ حضرت ابوالسعدؒ نے آپ کے والد گرامی سے آپ کو مانگ لیا تھا، اور انہوں نے آپؒ کی خوبیوں کو جانچتے ہوئے قرآن وسنت کی روشنی میں آپ کی تربیت کی۔ حضرت خواجہ ابوالسعد احمد خانؒ نے ۱۹۲۰ء میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی خانقاہ کی بنیاد اپنے شیخ خواجہ سراج الدینؒ کی یاد میں کندیاں شریف میں رکھی، اور یہ خانقاہ ۱۹۲۲ء کے اندر تعمیری لحاظ سے تکمیل کو پہنچی، یہی خانقاہ ہے کہ جس سے حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ فیض یاب ہوئے، آپؒ کے مرشد اور مربی خواجہ ابوالسعدؒ احمد خانؒ نے اس مسند پر بیٹھ کر ۱۹۴۱ء تک تصوف وسلوک کی خدمات سرانجام دیں۔

۱۹۴۱ء میں حضرت خواجہ ابوالسعد احمد خانؒ کے اس دُنیا سے کوچ کرنے کے بعد آپؒ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب لدھیانویؒ آپ کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے اور اپنے پیر ومرشد

کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے علوم و معارف کے اس سرچشمے سے عالمِ انسانیت کو سیراب کرنا شروع کیا، اور مخلوقِ خدا کی اِصلاح فرمائی۔ پھر جب حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ ۱۹۴۱ء میں دارالعلوم دیوبند سے سندِ فراغت حاصل کر کے تشریف لائے تو باطنی علوم و فیوض اور تصوف و سلوک کے کسب وحصول کے لئے اپنے مرشد مولانا محمد عبداللہ صاحب لدھیانویؒ کے قدموں میں ڈیرے ڈال دیئے، آپؒ نے ان سے تصوف و سلوک کی امامت و سیادت پر مکاتیب شاہ غلام علی دہلویؒ، مکتوبات خواجہ محمد معصومؒ، ہدایت الطالبین کے علاوہ مکتوبات اِمامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ تین بار سبقاً سبقاً پڑھے۔

آپؒ کے شیخ و مربی آپ سے بے حد محبت کرتے تھے، انہوں نے آپ کی تربیت اس طرح کی جیسا کہ ایک حقیقی باپ اپنے بیٹے کی تربیت کرتا ہے، اور اپنے مریدوں کو ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ:

''جب شیخ الہند محمود حسن دیوبندیؒ مالٹا جیل میں اسیر تھے تو انہوں نے معارفِ قرآنِ حکیم کے نام سے ایک کتاب لکھنا شروع کی، چند صفحات لکھنے کے بعد چھوڑ دی، مریدین کے اِستفسار پر اِرشاد فرمایا کہ میں مولانا حسین احمد مدنیؒ کو اس کتاب کی جگہ پر تیار کر رہا ہوں، تا کہ ایک چلتا پھرتا نسخہ تیار ہو جائے۔''

تو حضرت خواجہ محمد عبداللہ صاحب لدھیانویؒ یہ واقعہ سنانے کے بعد فرماتے کہ:

''اب میں بھی ایک چلتا پھرتا نسخہ تیار کر رہا ہوں۔''

۱۹۵۶ء میں ان کے اس دُنیا سے رحلت فرمانے کے بعد جب حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ مسند پر بیٹھے تو آثار و قرائن سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ ہی تھے جن کے متعلق آپؒ کے مرشد اِشارۃً فرمایا کرتے تھے کہ میں بھی ایک چلتا پھرتا نسخہ تیار کر رہا ہوں۔

آپؒ وقت کے ولیٔ کامل، متبع سنت، سلوک و اِحسان کے اِمام تھے، آپؒ کی خدمات بیش بہا، قابلِ قدر اور لائقِ صد ستائش ہیں۔ بلا مبالغہ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں لوگ آپؒ سے فیض یاب ہوئے، جہالت میں ڈُوبے ہوئے انسان، طاغوتی زنجیروں میں جکڑے ہوئے مسلمان اور شریعتِ مطہرہ سے میلوں دُور رہنے والے انسانوں کا تزکیہ ہوا، اور وہ صراطِ مستقیم پر چلنے والے، خدا کے حکموں کی پاسداری کرنے والے اور سنتِ نبوی کی چوکیداری کرنے والے بن گئے، نہ صرف وہ خود راہِ راست پر آئے بلکہ اوروں کے لئے بھی ہدایت کا ذریعہ بنے۔

آپؒ کی رُوحانیت کی خوشبو نے ایک عالم کو معطر کر دیا، اس کے انوارات قریہ قریہ، شہر شہر، پھیلے، چشمِ فلک کو ایسے مناظر دیکھنے کو بھی ملے کہ ماہِ رمضان المبارک میں لوگ شہد کی مکھیوں کی طرح خانقاہ سراجیہ میں تشریف لاتے اور یکم رمضان المبارک سے ۳۰ر رمضان المبارک تک شب بیداری ہوتی، اور

شب بیداری کا انداز کچھ یوں تھا کہ ہر ترویحہ کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ بیس پچیس منٹ کا وقفہ کرواتے، اور اس میں مراقبہ کرتے اور مریدین کو بھی مراقبہ کرواتے، نمازِ تراویح کا یہ سلسلہ وقتِ سحر سے کچھ دیر پہلے ختم ہوتا، اور اس کے بعد سحری کھاتے تھے۔ اس طرح یہ معمولات رمضان المبارک میں جاری رہتے، اور آخری عشرے میں آپ ﷺ کے موئے مبارک کی زیارت بھی کراوئی جاتی تھی۔

حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ اس زمانے میں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم اور مثالی پیشوا تھے، جن کے چشمِ فیض سے ہزاروں انسانوں نے پیاس بجھائی، اور حضرت خواجہ صاحبؒ قحط الرجال کے اس دور میں حقیقی اللہ والے تھے۔ وہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مسلک کے سچے وارث اور حقیقی جانشین تھے۔

آپؒ دورِ حاضر میں علمائے دیوبند کی نشانی اور اسلاف کی یادگار تھے، آپ نے خاموشی اور زُہد میں ایسی شاہی کی کہ جسے صرف اہلِ دِل ہی سمجھ سکتے ہیں، آپؒ کی صحبت یادِ الٰہی اور تزکیۂ نفس میں رُوحانی ترقیات کا بڑا ذریعہ تھی، ان کی دُعاؤں، اقوال اور صحبت سے تاریکیاں دُور ہوتیں، باطنی انوارات حاصل ہوتے، آپؒ علم وعمل، زُہد وتقویٰ، اِخلاص وللّٰہیت کے پیکر، تصوف وسلوک کے اِمام اور اہلِ حق کی جیتی جاگتی تصویر تھے، آپؒ ان عظیم المرتبت لوگوں میں سے تھے جن کو دیکھ کر خدا یاد آجائے۔

آپ کا سلسلۂ نسب خواجہ عثمان دامانیؒ اور عارف باللہ خواجہ مظہر جانِ جاناںؒ کے واسطے سے یعنی کل ۳۷ واسطوں سے ہوتا ہوا سیّدنا ابوبکر صدیقؓ سے جاملتا ہے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ ہر سال اپنے شیوخ کے نام پر حج کیا کرتے تھے، آپؒ نے یہ سلسلہ نبی پاک ﷺ سے شروع کیا اور شاہ ابوسعید دہلویؒ پر پہنچ کر خالقِ حقیقی سے جاملے۔ آپؒ نے تقریباً پچپن برس اس مسند پر بیٹھ کر دِینی خدمات سرانجام دیں۔ آپؒ ہر دِینی تنظیم کی سربراہی فرماتے تھے، علمائے دیوبند کی تمام جماعتوں کو آپؒ کی رُوحانی نگاہوں نے ایک لڑی میں پرو رکھا تھا، چاہے وہ کسی بھی میدان میں ہو، تصوف وسلوک کا میدان ہو، یا دِینی مدارس ہوں، یا دعوت وتبلیغ کا شعبہ یا کفر کے خلاف محاذِ جنگ یا خانقاہ میں اِصلاحی مجالس ہوں۔ آپؒ خاص طور پر عقیدہ تحفظِ ختمِ نبوّت کے ساتھ زیادہ دِلچسپی اور لگن رکھتے تھے، کیونکہ یہ عقیدہ آپ کو اپنے شیوخ سے وراثت میں ملا تھا۔

بات کچھ اس طرح ہے کہ آپ کا سلسلۂ نسب سیّدنا ابوبکر صدیقؓ سے ملتا ہے، اور عقیدۂ تحفظِ ختمِ نبوّت کی خاطر منکرینِ ختمِ نبوّت کے تعاقب کے لئے سیّدنا ابوبکر صدیقؓ سب سے پہلے میدانِ کارزار میں اُترے اور وہی اس کے اَمیرِ اوّل ہیں۔

حضرت خواجہ صاحبؒ نے اس عقیدے کے تحفظ کی خاطر میانوالی جیل، بورسٹل جیل اور سنٹرل جیل لاہور میں ۱۹۵۳ء میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں، اور آپؒ ختمِ نبوّت کے لئے کسی قسم کی

قربانی سے دریغ نہیں فرماتے تھے۔

۱۹۷۴ء میں حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے امیرِ مرکزیہ بننے کی درخواست کی گئی، تو انہوں نے فرمایا کہ: میں ایک شرط پر اسے قبول کرتا ہوں، وہ یہ کہ اگر خواجہ خان محمد صاحب نائب امیر کے طور پر میرے ساتھ کام کریں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے اسے قبول کرلیا، پھر ۱۹۷۷ء میں محدث العصر علامہ سیّد محمد یوسف بنوریؒ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے اور حضرت خواجہ صاحبؒ امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت منتخب ہوئے تو انہوں نے دُنیا بھر کے اسفار کیے، حتیٰ کہ منکرینِ ختمِ نبوّت کے تعاقب کے لئے ہر قسم کی قربانی دی۔

۱۹۷۷ء میں جب جنرل ضیاء الحق کے دور میں تحریکِ ختمِ نبوّت نے زور پکڑا تو اِسلام آباد کی سڑکوں پر آپؒ کے بوڑھے جسم پر لاٹھیاں برسائی گئیں، اس کے باوجود بھی آپؒ ایک قدم پیچھے نہ ہٹے، بلکہ دُوسرے قائدین کے ساتھ ساتھ نہ صرف بطور امیرِ کارواں بلکہ اپنے آپ کو ایک کارکن سمجھتے ہوئے شانہ بشانہ چلتے رہے، حتیٰ کہ ۱۹۸۴ء میں مرزائیوں (قادیانیوں) کا سربراہ مرزا طاہر پاکستان سے بھاگ کر لندن جانے پر مجبور ہوا، لیکن حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا اور لندن میں جا کر محنت کی اور ختمِ نبوّت کے دفاتر قائم کیے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ ختمِ نبوّت کے حوالے سے قابلِ قدر خدمات سرانجام دیتے رہے، آپؒ کی ذات محض ایک گوشہ نشین بزرگ کی نہیں، بلکہ جب ضرورت پڑتی اور باطل کو للکارنے کا وقت آتا تو میدان میں رسمِ شبیری ادا کرنے میں امیرِ قافلہ کا کردار ادا کرتے، باطل کے خلاف اُٹھنے والی ہر تحریک کی آپؒ نے سرپرستی فرمائی، خصوصاً منکرینِ ختمِ نبوّت کے لئے آپؒ شمشیر براں تھے، زندگی کے آخری سانسوں تک آپؒ نے عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ کا فریضہ جرأت و ہمت سے ادا کیا۔

آپؒ کی وفات سے ایک بڑا خلا پیدا ہوگیا، علماء، صلحاء، دین دار طبقے، مجاہدین، مبلغین، داعیانِ حق اور عوام الناس ایک عظیم رُوحانی سرپرست سے محروم ہوگئے۔ آپؒ کا وجود سایۂ رحمت تھا، جو نہ رہا۔ اس پُرآشوب دور میں اللہ والوں کا اُٹھ جانا، اُمت کے لئے کسی عظیم نقصان سے کم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کا چشمِ فیض ان کے شاگردوں، متوسلین، مریدین کی صورت میں ہمیشہ جاری وساری رہے، حضرت خواجہ صاحبؒ کا جب تک مشن زندہ ہے، وہ بھی زندہ رہیں گے، اِن شاء اللہ تعالیٰ!

***

جامع شریعت وطریقت

مولانا عبدالستار تونسوی

شیخ المشائخ حضرتِ اقدس مولانا خان محمد صاحبؒ بلاشبہ اپنے وقت کے ولیٔ کامل اور عارف باللہ تھے، جامع شریعت وطریقت ایسی ہی باخدا ہستیوں کو کہا جاسکتا ہے۔ آپؒ نے دارالعلوم دیوبند میں اپنی دِینی تعلیم کی تکمیل کی اور وقت کے شیوخ واکابر محدثین سے پڑھا، شیخ العرب والعجم حضرتِ اقدس مولانا حسین احمد مدنیؒ سے آپ کو ایک ہی سبق پڑھنے کا موقع ملا، لیکن آپ نے ساری زندگی اسے اپنے لئے باعثِ شرف سمجھا، پھر ظاہری علم کے ساتھ باطنی علوم ومعارف سے بھی آپ بجاطور پر مزین تھے۔

حضرتِ اقدس خواجہ احمد خان صاحبؒ سے نسبی رشتے کے ساتھ رُوحانی رشتہ بھی حاصل تھا، اور ان کے جانشین حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب لدھیانویؒ سے خاص طور پر رُوحانی فیوض وبرکات کو آپ نے حاصل فرمایا، اور سولہ سال تک ان کی خدمت کی، اوران کی وفات کے بعد بجاطور پر آپؒ ان کے خلیفہ وجانشین برحق قرار پائے۔ چھپن سال تک آپ خانقاہِ سراجیہ کی مسندِ طریقت پر جلوہ افروز رہے اور لاکھوں طالبین کو سیراب فرمایا۔ آپؒ نے پوری دُنیا میں شریعت وطریقت کے علم کو پھیلایا، اس لئے ہر جگہ آپ کے خدام ومتوسلین موجود ہیں۔ اہلِ حق کی ہر دِینی تحریک وجماعت کی آپؒ نے سرپرستی فرمائی، تمام اہلِ حق کی حوصلہ افزائی اور راہنمائی کا فریضہ ہمیشہ آپؒ نے بحسن وخوبی نبھایا، بطورِ خاص ختمِ نبوّت کے عظیم مشن کو آپ نے ہمیشہ اپنایا اوراس کے لئے ہر طرح کی قربانیاں دیں۔

ہماری جماعت تحریک تنظیم اہل سنت والجماعت کے ساتھ بھی آپ کی خصوصی عنایات شاملِ حال تھیں، احقر سے بھی خاص شفقت ومحبت فرماتے تھے، مختلف مقامات پر حضرت سے ملاقات اور گفتگو کا موقع ملتا رہا، وہ ہمیشہ خندہ پیشانی اور محبت سے ملتے اور ہماری سرپرستی فرماتے اور دُعاؤں سے نوازتے۔ ان کا سایہ اُمتِ مسلمہ کے حق میں یقیناً اللہ تعالیٰ کا اِنعام اور رحمت تھا، ان کے اُٹھ جانے سے وہ سایہ بھی اُٹھ گیا ہے، اور اُمت ایک عارفِ ربانی اور ولی سے محروم ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی قربانیوں کو قبول فرمائیں اوران کے درجات بلند فرمائیں، نیز ان کے اَخلافِ کرام کو ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دِینِ حق کی خدمت کی توفیق عطا فرمائیں، آمین!

قافلۂ ختمِ نبوّت کے رُوحِ رواں!

حضرت مولانا محمد یحییٰ مدنی صاحب، کراچی

خواجۂ خواجگان، شیخ المشائخ، امیر مرکزیہ مجلس تحفظ ختمِ نبوّت حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ (۱۹۲۰ء-۲۰۱۰ء) بروز بدھ ۲ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ مطابق ۵ رمئی ۲۰۱۰ء دارِ فانی سے دارِ بقا کے لئے منتخب ہوکر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!

إنّ العین تدمع، والقلب یحزن، ولَا نقول إلّا ما یرضینا ربنا وإنا بفراقک یا شیخ خواجہ لمحزونون، إن للّٰہ ما أخذ ولہ ما أعطی وکل شیء عندہ بأجل مسمّی، اللّٰھم أکرم منزلہ ووسع مدخلہ وأدخلہ الجنّۃ الفردوس، اللّٰھم لَا تحرمنا أجرہ ولَا تفتنّا بعدہ۔

رحلت وفراق کا غم ایک فطری امر ہے، خاص طور پر اہلِ خاندان، ورثاء اور مجاہدینِ ختمِ نبوّت وسالکینِ طریقت کے لئے، لیکن حضرت عائشہ صدیقہؓ اس طرح تسلی فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کی اس دُنیا سے رحلت کے غم نے بعد والی وفیات کی تکلیف کو ہلکا کردیا۔ یہ بات عقلاً ونقلاً مُسلّم ہے کہ جو بھی یہاں آیا ہے وہ جانے کے لئے ہی آیا ہے: ”**خلق الموت والحیٰوۃ لیبلوکم أیّکم أحسن عملاً**“۔

لائی حیات آئے، قضا لے چلی، چلے
اپنی خوشی آئے، نہ اپنی خوشی چلے

آپؒ کو شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ سے شرفِ تلمذ حاصل تھا، حضرت مولانا محمد عبداللہؒ سے بیعت کا تعلق تھا، اپنے شیخ رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ۱۹۵۶ء سے ان کی مفوضہ امانت (حبِ خداوندی وعشقِ رسولِ اکرم ﷺ) طالبین وسالکینِ طریقت کے قلوب میں پیوست کرنے کے لئے شہری زندگی سے کٹ کر خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ (کندیاں شریف) کے ایک ویرانے میں پڑاؤ ڈالا۔ اس بابرکت خانقاہ کا ماحول اسم بامسمّٰی ہے، جو اس اہم کام کے لئے بہت ہی موزوں اور مؤثر ثابت ہوا۔ ہزاروں بازارِ حسن وعشق کے جاں فروشوں نے اپنی پیاس بجھانے کے لئے یہاں آمد کا سلسلہ شروع

کیا جو روز افزوں دن رات رہنے لگا، حضرتِ والا اعلیٰ ہمتی سے سلسلۂ نقشبندیہ کے معمولات (اجراء لطائف، توجہ قلب، ریاضت ومجاہدہ، اوراد وظائف) کے ساتھ آنے والوں پر محنت فرماتے رہے۔ ہزاروں سے زائد مخلوق نے فیض پایا۔ بہت ہی کم حضرات (چار پانچ) کو حضرت رحمہ اللہ نے خلعت اِجازت وبیعت سے نوازا، جو اس اہم خدمت میں اپنی اپنی جگہ پر تاحیات مشغول ہیں۔ آپؒ پر اِعزاز واِکرامِ خداوندی نے مزید بارش کی۔

سوڈیڑھ سو سال سے انگریز کا نو پید فتنہ، فتنۂ قادیانیت نے مرزا غلام احمد قادیانی جیسے کذاب، دجال، فریبی کی سربراہی میں سر اُٹھایا جس کے اندر بہت زیادہ سنگین عوامل پوشیدہ تھے، مثلاً ختمِ نبوّت کا اِنکار، کبھی مجدد ہونا، کبھی مسیح ہونا، کبھی ظلّی نبوت، کبھی بروزی نبوت کا دعویٰ، انکار فریضۂ جہاد، وغیرہ وغیرہ تھے، خداوند قدوس کی ذاتِ گرامی نے ہر دور میں فرعون کے لئے موسیٰ پیدا فرمایا ہے، اس فتنے کی سرکوبی کے لئے حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی امارت میں مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کا منظّم کام شروع ہوا جو اپنے اِجرا کے ساتھ روز افزوں ترقی کی طرف گامزن رہا۔

۱۹۷۴ء میں محدثِ عصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کو جب تحریکِ ختمِ نبوّت کا امیر منتخب کیا گیا تو ساتھ ہی حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ کو بطور نائب امیر منتخب کیا گیا، اس اثنا میں بہت بڑا کام ہوا، ملکی وغیر ملکی اعلیٰ عدالتوں کے علاوہ پاکستان کی پوری قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو کافر قرار دیا، جگہ جگہ اِجتماعات، قادیانیوں سے مناظرے، لٹریچر کی تقسیم، شعورِ ختمِ نبوّت بیدار کرنے کے لئے عوام الناس میں خوب بیانات ہوئے، حضرت بنوریؒ کے وصال کے بعد آپؒ مستقلاً امیرِ مرکزیہ مجلس تحفظ ختمِ نبوّت مقرر ہوئے اور تاحیات مسند نشین رہے۔ علمائے دیوبند خصوصاً اور ساری ہی جماعتوں، طبقات کے لوگ ختمِ نبوّت کی نسبت سے آپ سے وابستہ ہوگئے، اور الحمدللہ خوب کام ہوا، اس طرح آپؒ مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے اُمراء کے سلسلۃ الذہب کی کڑی بھی تھے۔

مؤید وموفق من اللہ حضرات جہاں دِین کے شعبوں کے اِحیاء اور سرسبزی کا سبب ہوتے ہیں، اسی طرح بہت سے فتنوں کے سر اُٹھانے سے مانع بھی ہوتے ہیں۔ نامعلوم حضرتِ والاؒ کی وجہ سے کتنے فتنے دبے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ ہم ضعفاء پر رحم فرمائے اور ان فتنوں کے سر اُٹھانے سے ہماری اور عامۃ المسلمین کی حفاظت فرمائے۔

دور اگرچہ قحط الرجال کا ہے، لیکن اللہ جل شانہٗ کے خزانے اب بھی لبالب ہیں، دُعائے دِل ہے کہ بدل بھی نصیب ہو اور رجالِ کار میں بھی اِضافہ ہو، ہم سب ہی کو توفیق ملے:

سوالی بھی انوکھا ہے، دیا لو بھی نرالا ہے

خاموش مبلغ

حضرت مولانا محمد امیر صاحب بجلی گھر

عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے امیر، خانقاہِ سراجیہ مجددیہ کے گلِ سرسبد، قطب الاقطاب، شیخ المشائخ، حضرت اقدس حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب المعروف حضرت ثانیؒ کے خلیفہ اجل، سلوک واِحسان کے اِمام، قطب الارشاد وقطب التکوین حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ ۵رمئی ۲۰۱۰ء کچھ عرصہ علیل رہنے کے بعد راہیٔ عالمِ آخرت ہوئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ، اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ، وَلَہٗ مَا اَعْطیٰ، وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمّٰی!

حضرت خواجہ صاحبؒ سے آشنائی اور تعلق کی اِبتدا کب اور کیسے ہوئی؟ اتنا یاد ضرور ہے کہ سب سے پہلی ملاقات آج سے تقریباً ساٹھ سال پہلے فخر المحدثین والعلماء حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد اِدریس صاحب کاندھلویؒ کے ہاں جامعہ اشرفیہ لاہور میں ہوئی۔ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے احقر کا تعارف کراتے ہوئے حضرت خواجہ صاحبؒ سے اِرشاد فرمایا کہ یہ مولانا محمد امیر صاحب ہیں اور مولانا بجلی گھر کے نام سے مشہور ہیں۔ تو حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ اس سے بجلی گھر کا کام لیں۔ یہ حضرتؒ سے سب سے پہلی ملاقات تھی۔

یوں تو حضرت خواجہ صاحبؒ سے سینکڑوں ملاقاتیں ہوئی تھیں، لیکن کچھ ملاقاتیں بہت یادگار تھیں، اور ان کے عجیب حالات اور باتیں ہیں، یہ چند سطور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب اسکندر مدظلہ کے حکم پر لکھ دیں، تاکہ اُس بوڑھی کی طرح میں بھی خریدارانِ یوسف میں شمار ہو جاؤں۔

سچ پوچھئے تو حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا وجودِ مسعود سراپا دعوت وتبلیغ تھا، آپ خاموش مبلغ تھے، اور آپ کی خاموش خدمتِ دِین، کئی اِداروں کے کام سے بھاری تھی۔

ان کے جانے سے دِین کی خدمت کے وہ تمام مراکز اپنے رُوحانی سرپرست سے محروم ہوگئے

جوان کے دم قدم سے آباد وشاداب تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت خواجہ صاحب مرحوم کے درجات بلند فرمائے اوران کی خانقاہ اور مرکزِ رُشد وہدایت کو آباد اور شادرکھے۔ اور عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کو ان جیسا مخلص ومجاہد راہنما عطا فرمائے، آمین!

میں آخر میں حضرت خواجہ صاحبؒ کے ان اَخلاف وپسماندگان، متعلقین، متوسلین، خلفاء اور مجازین اور عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت والوں سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کی رحلت کا سانحہ میرے لئے بھی اتنا ہی رنج والم کا باعث ہے جتنا آپ حضرات کے لئے، اس لئے مجھے بھی اپنے ساتھ شریکِ غم تصور کریں اور مجھے بھی اپنی دُعاؤں میں یاد رکھیں۔

❋

حضرت خواجہ مدظلہٗ اور علامہ محمد عبدالستار تونسوی

شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہٗ العالی نے فرمایا:

’’حضرت علامہ محمد عبدالستار صاحب تونسوی مدظلہٗ العالی ہمارے علاقہ میں آئے تو یہاں خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ میں ملاقات کی غرض سے تشریف لائے، دوران ملاقات پوچھنے لگے: آپ کا سلسلہ احباب کافی وسیع ہے خانقاہ شریف کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ خرچ اخراجات بھی بہت ہونگے اس کے لیے آپ کیا تدبیر کرتے ہیں؟ اجتماع یا عرس کرواتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں! پھر کہنے لگے مریدوں سے سالانہ چندہ وغیرہ لیتے ہو! میں نے کہا نہیں۔ فرمانے لگے آخر کچھ تو ہوگا؟ میں نے کہا حضرت! بس اللہ کے بھروسہ پر سب کچھ ہو رہا ہے۔ حضرت تونسوی صاحب حیران ہوکر فرمانے لگے ’’ایہہ جا توکل اساں تاں کدائیں نہیں ڈٹھا۔ اصل تے ایہا ہیہ۔ وت تاں سائیں آساں وی تہانوں پیر مینددے آں‘‘ (ایسا توکل تو ہم نے کہیں نہیں دیکھا اصل شے یہی توکل ہے۔ پھر تو ہم بھی سرکار آپ کو پیر مانتے ہیں) یہ کہہ کر ہنسنے لگے۔‘‘

حضرت خواجہؒ کے مختلف دِلچسپ واقعات

مولانا اللہ وسایا مدظلہ، ملتان

قبلہ حضرت خواجہ صاحبؒ کی فقیر نے پہلی زیارت ۱۹۶۷ء جامعہ مخزن العلوم عیدگاہ خانپور کے سالانہ اجتماع میں کی۔ اس سہ روزہ اجتماع میں ہماری دستار بندی ہوئی۔ تب قبلہ حضرت صاحبؒ بھی تشریف لائے ہوئے تھے اور آپ کی داڑھی مبارک بالکل سیاہ تھی۔

دوسری بار زیارت کا شرف اس وقت نصیب ہوا، جب ۱۹۶۸ء میں رَدِّ قادیانیت کورس ملتان دفتر مرکزیہ میں حضرت مولانا محمد حیاتؒ فاتح قادیان کی خدمت میں کیا۔ تب کندیاں میں کسی قادیانی سے گفتگو کے لئے استاذ محترم کے ہمراہ جانا ہوا۔ خانقاہ سراجیہ میں قیام رہا۔ اعلیٰ قسم کا مفتی رومال کڑھائی کیا ہوا عربی، حضرت فاتح قادیانؒ کو قبلہ حضرت صاحبؒ نے ہدیہ فرمایا تھا۔

تیسری بار ۱۹۷۰ء کے الیکشن سے قبل مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے ہمراہ حاضری کی سعادت حاصل کی۔ گردونواح میں (پپلاں یا ہرنولی) حضرت جالندھریؒ کا خطاب تھا۔ تب آپ خانقاہ شریف بھی قبلہ حضرت صاحبؒ سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے۔ فقیر نے بھی حضرت جالندھریؒ کے صدقہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔

چوتھی بار شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے حکم پر حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ نے رقعہ تحریر فرمایا۔ ملتان میں حضرت بنوریؒ کے امیر اور حضرت قبلہؒ کے نائب امیر مقرر ہونے کے بعد باضابطہ اطلاع دینے کے لئے وہ رقعہ لے کر فقیر حاضر ہوا۔

اس کے بعد تو اللہ رب العزت کے فضل سے حضرتؒ سے نیازمندی وتعلق خاطر کا ایسا سلسلہ جڑا جو آپ کی زندگی کے آخری لمحہ تک قائم رہا۔ اللہ رب العزت قیامت کے دن بھی ایسا فرمادیں۔

۱...سب سے زیادہ

پہلی زیارت ۱۹۶۷ء سے وفات ۲۰۱۰ء تک تینتالیس سال بنتے ہیں۔ کسر حذف کر دیں۔

چالیس سالہ دورِ غلامی میں پوری دینی قیادت کی نسبت سب سے زیادہ تقریریں حضرت قبلہؒ کی موجودگی میں کرنے کی فقیر کو سعادت نصیب ہوئی اور فقیر کے لئے یہ ایک اعزاز ہے۔

۲...ملکی وغیر ملکی اسفار

بعض ملکی اسفار میں کئی کئی ہفتے اور غیر ملکی اسفار میں کئی کئی مہینے کا ساتھ رہا۔ عمرہ کے لئے برطانیہ سے واپسی پر حضرت قبلہؒ کے ساتھ حرمین شریفین میں بھی کئی کئی ہفتوں کا ساتھ رہا۔

۳...متبع سنت

خدا لگتی شہادت دیتا ہوں کہ سفر وحضر کے اس چالیس سالہ دور میں اپنے علم کی بنیاد پر کوئی کام حضرت قبلہؒ کا خلاف سنت نہیں دیکھا۔

۴...ایفائے عہد

۱۹۷۴ء سے ۲۰۱۰ء تک سینتیس سالہ دور میں کبھی بھی آپ کو وعدہ خلافی کرتے نہیں دیکھا۔

۵...نقد قبولیت

اس سینتیس سالہ دور میں ایک بار بھی ایسے نہیں ہوا کہ ختم نبوّت کے پروگرام کے لئے وقت مانگا ہو اور آپ نے انکار فرمایا ہو۔ جب بھی عرض کیا، عرض کرنے کی دیر ہوتی قبولیت میں کبھی وقت نہیں لگا۔ نقد قبولیت۔

۶...ختمِ نبوّت کے صدقے

حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ یا دوسرے حضرات نے اقرأ یا کراچی کے دوسرے دینی اداروں کے لئے وقت لینا ہوتا تو مجلس کے رفقاء کو آمادہ کرتے کہ آپ ختمِ نبوّت کا پروگرام رکھیں، تاکہ اسی کے ضمن میں ہمیں بھی وقت مل جائے۔

۷...غیبت سے اجتناب

اس چالیس سال کے عرصہ میں کبھی آپ کو غیبت سنتے نہیں دیکھا۔ غیبت کرنا تو دُور کی بات ہے۔

۸...حضوریٔ قلب

دنیا جانتی ہے کہ آپ طبعاً کم گو تھے۔ مسند نشینی سے قبل آپ تقریریں بھی فرماتے تھے۔ ۱۹۵۳ء میں بھی آپ نے تقاریر کیں۔ مسند نشینی کے بعد تو ایسا حضور قلبی نصیب ہوا، زبان ہر وقت تالو

سے لگی رہتی اور دل یاد الٰہی سے معمور رہتا۔ بخدا اپنی زندگی میں ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا، جن کا ہر وقت دِل پر دھیان ہو کہ میرا دل کرتا ہے: اللہ اللہ، یہی جملہ حضرت قبلہؒ اپنے ہر مرید سے بیعت کے بعد فرمایا کرتے تھے اور خود بھی عمر بھر اس پر عمل پیرا رہے۔

۹...خاموشی سے فائدہ

جیسا کہ عرض کیا کہ حضرت قبلہؒ مبالغہ کی حد تک کم گو تھے۔ ہر وقت خاموش رہتے تھے۔ صرف ناگزیر موقع پر بولتے تھے۔ ایک بار کسی صاحب نے برطانیہ کے سفر میں عرض کیا کہ حضرت آپ کچھ ارشاد فرمائیں۔ آپ مسکرائے اور کسی بزرگ کا قول نقل فرمایا کہ: ''جو ہماری خاموشی سے فائدہ نہیں اُٹھاتا وہ ہمارے کلام کرنے سے بھی فائدہ نہیں اُٹھائے گا۔''

۱۰...حضرت لدھیانوی شہیدؒ

برطانیہ کے سفر میں ایک بار حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے حضرت قبلہؒ سے فرمایا کہ: حضرت میں بہت بڑبولا ہوں (یعنی بہت بولتا ہوں)، اپنی خاموشی سے مجھے بھی کچھ عنایت فرمائیں۔ حضرت قبلہؒ بہت مسکرائے اور فرمایا کہ: حضرت (مولانا لدھیانویؒ) آپ خوب بولیں، میرے حصے کا بھی آپ نے بولنا ہے۔

۱۱...

ایک موقع پر فرمایا: جس نے مجھے سننا ہو وہ حضرت لدھیانویؒ کو سنے۔

۱۲...

ایک بار یوں بھی فرمایا کہ حضرت لدھیانویؒ میری زبان ہیں۔

۱۳...عورتوں کا اختلاف

ایک بار محترم باوا صاحب اور مولانا منظور احمد الحسینیؒ میں بعض اُمور پر رائے کا اختلاف شدت اختیار کر گیا، اس اختلاف کا باعث دونوں حضرات کے اہل خانہ کی ایک گفتگو ہوئی۔ حضرت لدھیانویؒ بہت ہی پریشان خیال، طبیعت میں سخت تکدر، بات شروع کی تو ایک ایک بات پر انا للہ وانا الیہ راجعون! پڑھتے، پریشانی کا اظہار کرتے، غرض سخت دِلبرداشتہ۔ جب حضرت لدھیانویؒ نے بات ختم فرمائی تو حضرت قبلہؒ نے فرمایا: بادشاہ آدمی ہو۔ دو عورتوں کی لڑائی کا اتنا اثر دِماغ پر لے لیا۔ حضرت لدھیانویؒ اس پر کھلکھلا اُٹھے اور فرمایا کہ: حضرت! آپ کے اس ایک جملے نے میری ہفتوں کی پریشانی کو ختم کر دیا۔

۱۴...اصابتِ رائے

حضرت قبلہؒ رائے کے اتنے پکے اور صائب الرائے تھے کہ سبحان اللہ! کسی مسئلے پر گھنٹوں رائے زنی ہوتی، جب متکلمین تھک جاتے تو آپ سے فیصلے کے لئے عرض کردیا جاتا۔ آپ ایک جملے میں اپنی رائے کا اظہار فرمادیتے۔ وہ بات اتنی بروقت ہوتی کہ گویا قدرت کی طرف سے القاء ہے۔

۱۵...سترہ دینی جماعتوں کا اتحاد

ایک بار مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی گرفتاری کے خلاف آواز منظّم کرنے کے لئے سترہ دیوبندی جماعتوں کا ملتان میں اجلاس ہوا۔ مولانا سیّد عبدالمجید ندیم شاہ صاحب اور مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ کا کسی امر پر اختلافِ رائے ہوگیا۔ دونوں خطیب حضرات نے دلائل کے انبار لگا دیئے۔ جب دونوں تھکے تو فیصلے کے لئے حضرت قبلہؒ کو حَکَم بنا لیا۔ اب حضرت قبلہؒ جس طرف رائے دیں، دوسرے صاحب کی طبیعت پر گرانی کا اندیشہ۔ آپ نے فرمایا کہ: رائے شماری کرالو۔ رائے شماری میں مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ کی رائے کو اکثریت حاصل ہوگئی۔ حضرت قبلہؒ صدر اجلاس، مولانا سیّد عبدالمجید ندیم مدظلہٗ آپ کے مرید۔ لیکن اتنے دِلبرداشتہ ہوئے کہ جوتے اُٹھائے اور اجلاس سے بائیکاٹ کر گئے۔ اب اگر حضرت قبلہؒ نے فیصلہ فرمایا ہوتا تو ظاہر ہے کہ اس پر بھی ایسا ہی رَدِّعمل ہونا تھا۔ حضرت قبلہؒ نے رائے شماری کا حکم فرما کر خود کو اس صورتحال سے بچالیا۔ کتنا بروقت صحیح فیصلہ تھا۔

۱۶...حضرت درخواستیؒ کا احترام

بسا اوقات ایسے ہوتا کہ حضرت قبلہؒ کوئی بات فرمانا چاہتے ہیں، لیکن خود آپ فرمائیں؟ بجائے اس کے، اللہ تعالیٰ حاضرین میں سے کسی کے دل میں وہ بات ڈال دیتے۔ فقیر خود اپنا واقعہ بیان کرتا ہے کہ جب حضرت مولانا سیّد عطاء المحسن شاہ صاحبؒ زندہ سلامت تھے، مجلس احرار میں تینوں برادران یک جان تھے۔ اس زمانے میں ایک روز صبح آٹھ، نو بجے کے قریب حضرت قبلہؒ دفتر مرکزیہ ختم نبوّت میں تشریف لائے۔ پہلے سے تشریف لانے کی کسی کو خبر نہ تھی۔ ابھی آپ نے تشریف رکھی ہی تھی کہ مولانا فضل الرحمٰن درخواستی، مولانا سیّد عطاء المؤمن بخاری، ڈاکٹر محمد اعظم چیمہ صاحب (چیچہ وطنی) تشریف لائے۔ ناشتہ وغیرہ کی تیاری شروع ہوئی۔ اب اچانک حضرت قبلہؒ کی تشریف آوری کے ساتھ ہی ان حضرات کا تشریف لانا سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ معاملہ کیا ہے؟ راقم نے عرض کیا کہ حضرت قبلہ! شعبان کے آخری دن، رمضان شریف کی آمد آمد، خلافِ معمول اچانک سفر! خیریت تو تھی؟ آپؒ نے یہ سنا تو ان تینوں حضرات کی طرف دیکھا۔ ان میں سے ایک صاحب بولے کہ حضرت درخواستیؒ کی خواہش ہے کہ

دیوبندی مکتبِ فکر کے تمام طبقات متحد ہو جائیں۔ حضرت قاضی مظہر حسینؒ، حضرت مولانا عبدالعزیز سرگودھاؒ، مولانا عبداللطیف جہلمیؒ اور اس طرح کے دیگر حضرات کو یکجا کیا جائے۔ اس کے لئے حضرت درخواستیؒ نے حضرت خواجہ صاحبؒ کو خان پور تشریف آوری کا فرمایا ہے۔ ہم خانقاہ شریف کندیاں گئے تھے۔ آج کا دن طے ہوا کہ دفترِ ختمِ نبوّت میں جمع ہوں گے اور پھر خانپور جانا ہے۔ ابھی چائے پی اور چلے۔

فقیر نے یہ سنا تو یکدم دیوانگی کی ایسی کیفیت طاری ہوئی۔ ہر چند کہ حضرت درخواستیؒ راقم کے استاذِ محترم ہیں، تاہم عرض کیا کہ ان تمام شخصیات یا اداروں کی اگر شکر رنجی ہے تو حضرت درخواستیؒ کے ساتھ ہے۔ حضرت قبلہؒ پر تو کوئی ناراض نہیں۔ ناراض کوئی کرے، راضی کرنے کے لئے سفر کوئی کرے۔ یہ کیا حکمتِ عملی ہوئی؟ حضرت درخواستیؒ کو خود سفر کرنا چاہئے نہ کہ حضرت قبلہؒ کو۔ آپ اس حالت میں حضرت قبلہؒ کو سفر کرا کر زیادتی کر رہے ہیں۔ آپ کو ہرگز ایسا نہ کرنا چاہئے تھا۔ اس پر غالباً ڈاکٹر صاحب تو مارے غصّے کے لال پیلے ہوگئے۔ ذاتیات پر اُتر آئے کہ آپ جیسے لوگ صلح نہیں ہونے دیتے۔ ایک بات بنتی نظر آتی ہے۔ آپ رُکاوٹ ڈال رہے ہیں۔ فقیر نے بھی جواب غزل میں عرض کیا کہ آپ کی جماعت کے آرگن نے کسی قابلِ قدر شخصیت کو معاف کیا ہے؟ حضرت مفتی محمود صاحبؒ سے لے کر مولانا فضل الرحمٰن، نوابزادہ نصراللہ خانؒ سے مولانا احتشام الحق تھانویؒ، قاضی مظہر حسینؒ سے لے کر مولانا سیّد محمد امین شاہؒ، مولانا محمد امین اوکاڑویؒ سے مولانا محمد انور اوکاڑوی تک کوئی شخصیت ہے جس کی کردارکشی آپ کے اِدارہ یا اس کے ترجمان میں نہ ہوئی ہو۔ یہ سب آپ کا کیا کرایا ہے۔ سو چوہوں کے بعد اَب حج کو چلے ہیں۔ مہربانی فرمائیں۔ جنہوں نے ناراض کیا ہے، خود راضی کریں۔ ہمارے حضرت قبلہ کو کیوں زحمت دیتے ہیں؟ اتنے میں ناشتہ آ گیا۔ ناشتے سے فراغت کے بعد حضرت قبلہؒ واش روم گئے۔ واپس آئے تو وضو بنانے کے لئے مجلس کے مرکزی دفتر ملتان کے گرین بلٹ کے کنارے چوکی رکھی گئی۔ راقم نے خادم سے وضو کا لوٹا لے کر وضو کرانا شروع کیا۔ اس دوران گذارش کی کہ حضرت! مجھ سے حماقت ہوئی۔ آج ان حضرات سے تلخی ہوگئی۔ آپ کی مجلس میں اُونچی آواز سے بولا، مجھے معاف فرمادیں۔ اس پر حضرت قبلہؒ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ اتنی وضاحت ضروری تھی۔ خیر حضرت قبلہؒ کو لے کر یہ حضرات خانپور حضرت درخواستیؒ کی خدمت میں گئے۔ پہلے مرحلے میں حضرت قاضی مظہر حسینؒ سے بات کرنے کے لئے حضرت قبلہؒ کا جانا طے پایا۔ رمضان شریف میں قطعاً آپ کا سفر کا معمول نہ تھا۔ لیکن حضرت درخواستیؒ کے احترام میں آپ نے زحمت کی۔ چکوال تشریف لے گئے۔ حضرت قاضی مظہر حسینؒ نے پوری تفصیل سن کر فرمایا کہ حضرت درخواستیؒ واقعی مسلک کو جمع کرنا چاہتے ہیں۔ تو پہلے جمعیت علمائے اسلام کے دونوں دھڑوں (فضل الرحمٰن، سمیع الحق) کو جمع کریں۔ اَز خود پورا مسلک جمع ہو جائے

گا۔ حضرت قبلہؒ واپس تشریف لائے۔ حضرت درخواستیؒ کو حضرت قاضیؒ کا پیغام بھجوایا:

اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

۱۷...بے پناہ ضبط

ایک بار ڈاکٹر خالد خاکوانیؒ دوسرے خاکوانی حضرات کے ساتھ خانقاہ سراجیہ میں حضرت قبلہؒ کی مجلس میں اکٹھے ہوگئے۔ اتنے میں دریاخان سے کسی مدرسہ کے بانی، مہتمم یا سفیر معمر بزرگ نے حضرت قبلہؒ سے دریاخان کے لئے وقت طلب کیا۔ گذشتہ سال یہ حضرت قبلہؒ کو لے کر گئے تو سخت زحمت اُٹھانا پڑی۔ یہ داعی مخلص ضرور تھے، لیکن انتظامی اعتبار سے عقل کی جگہ بھی اِخلاص نے گھیر رکھی تھی۔ حضرت حاجی عبدالرشید نے ان کو روکا کہ خبردار! دریاخان کے لئے کوئی وقت نہیں۔ داعی بھی بگڑ گئے۔ بات تلخی تک جا پہنچی۔ کوئی اور پیر صاحب ہوتے دونوں کو مجلس سے نکال باہر کرتے۔ لیکن حضرت قبلہؒ کا ضبط، اللہ اکبر کبیرا! آپ مراقبہ میں چلے گئے۔ من پسند ذکرِ اِلٰہی کی لذت سے ایسے سرشار کہ گویا پتا ہی نہیں کہ کیا ہورہا ہے۔ نہ بولے، نہ ماتھے پر شکن، نہ روکا نہ ٹوکا۔ اتنے میں دونوں حضرات کی گفتگو کی آواز اور رفتار نے ترقی پکڑ لی تو فوراً فقیر نے حضرت قبلہؒ سے عرض کیا کہ برطانیہ کے سفر کی کیا ترتیب ہے۔ حضرت قبلہؒ نے مراقبہ سے سرمبارک اُٹھایا، مسکرا کر جواب دیا۔ سمجھ گئے کہ مولوی صاحب ماحول کو تبدیل کرنے کے لئے بات کا رُخ بدل رہے ہیں۔ فقیر نے ایک اور سوال کر دیا۔ غرض دوسری باتیں شروع ہونے سے دونوں حضرات کی گفتگو سے رُخ تبدیل ہوگیا۔ اس دن میں سمجھتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے فقیر سے حضرت قبلہؒ کی راحت کے لئے بلوایا، **العظمة لله تعالیٰ!**

۱۸...تعویذوں کا مسئلہ

ایک بار حاجی محمد یعقوب اسلام آباد والے خانقاہ شریف کے حجرے میں حضرت قبلہؒ کے سامنے تعویذوں والی کتاب کھولے بیٹھے تھے، جو جس ضرورت کا تعویذ مانگتا، حاجی صاحب وہ تعویذ کاپی سے نکال کر حضرت قبلہؒ کی خدمت میں پیش کرتے۔ حضرت قبلہؒ اسے تہہ کرکے اس پر کچھ دم کرکے وہ تعویذ مانگنے والے کو عنایت فرمادیتے۔ اتنے میں حاجی یعقوب نے حضرت قبلہؒ سے عرض کیا کہ حضرت! اللہ وسایا کو تعویذوں کی اجازت دے دیں، یہ جہاں جائیں گے تعویذ دیتے رہیں گے، خلقِ خدا کی خدمت ہوگی۔ آپ نے فرمایا: مولوی صاحب جو کام کررہے ہیں وہ کرنے دو، وہ زیادہ اہم ہے۔ تعویذوں کے کام میں پڑ گئے تو جو کام کررہے ہیں، اس سے بھی جائیں گے۔

۱۹...گول گپے

حضرت قبلہؒ کبھی خوش طبعی کی بات بھی فرما دیتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ: لوگوں کی عقلوں کے مطابق بات کرنی چاہئے۔ فرمایا کہ ایک مولوی صاحب دیوبند سے دورۂ حدیث شریف کر کے تشریف لائے، بازار میں ایک صاحب گول گپے بیچ رہے تھے، اسے دیکھ کر مولانا صاحب نے فرمایا کہ: میاں! عدداً بیچتے ہو یا وزناً بیچتے ہو؟ اس بیچارے کے پلے نہ پڑا کہ مولانا کیا پوچھ رہے ہیں۔ تو فوراً اس نے کہا کہ نہ عدداً بیچتا ہوں نہ وزناً بیچتا ہوں، میں تو گول گپے بیچتا ہوں۔

۲۰...موئے مبارک

ایک بار خانقاہ شریف حاضری کے موقع پر مولانا محمد یعقوب ربانی فاروق آباد ضلع شیخوپورہ نے فقیر سے فرمایا کہ حضرت قبلہؒ کے پاس موئے مبارک ہے۔ آپ (راقم) حضرت قبلہؒ سے عرض کریں تو شاید زیارت ہو جائے۔ فقیر کو سرے سے معلوم نہ تھا کہ حضرت قبلہؒ کے ہاں موئے مبارک ہے، نہ یہ معلوم کہ زیارت کے کیا آداب ہیں۔ مولانا یعقوب نے میرا کندھا استعمال کیا اور میری حماقت کہ میں نے حضرت قبلہؒ سے درخواست کردی۔ صبح مراقبہ کے بعد کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت عرض کیا۔ آپ خاموش رہے۔ جب مجلس برخواست کی تو مجھے حکم فرمایا کہ ڈیرہ پر آ جائیں۔ میں نے مولانا یعقوب کو بھی ساتھ لیا۔ تھوڑی دیر بعد گھر سے ڈیرہ کے گیٹ پر بذاتِ خود حضرت قبلہؒ تشریف لائے۔ ہم دونوں کو گھر لے گئے۔ پہلے سے پردہ کرایا ہوا تھا۔ اب ہمیں برآمدے میں کھڑا کر کے حضرت قبلہؒ اندر تشریف لے گئے۔ موئے مبارک جو چاندی کے شوکیس میں موم کے اندر لگایا ہوا تھا، باہر برآمدے میں لائے۔ بادل تھے۔ بالکل باریک ہونے کے باعث نظر آنے میں دقت ہوتی تھی۔ تو حضرت قبلہؒ نے عینک لگائی۔ اس چاندی کے بکس کا پہلو بدلا۔ بغور دیکھنے سے زیارت نصیب ہوگئی۔ قارئین! بخدا عرض کرتا ہوں کہ حضرت قبلہؒ موئے مبارک کے پاس جتنا زائر کو لے جانا ممکن تھا، لے کر گئے۔ موئے مبارک کو زائرین کے پاس نہیں لائے۔ احترام میں یہ احتیاط۔

دوسرا یہ کہ جب تک موئے مبارک حضرت قبلہؒ کی گود میں رہا۔ حضرت قبلہؒ پر جو کیفیت احترام کی طاری تھی۔ اس کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ وہ منظر دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا نہ کہ بیان کرنے سے۔ واپسی پر حضرت قبلہؒ نے پوچھنے پر موئے مبارک کے حکیم صاحب نابینا دہلویؒ سے ملنے کا واقعہ بھی بیان فرمایا۔ فقیر نے عرض کیا کہ اسے لولاک یا ختمِ نبوّت میں شائع کر دیں؟ اس پر فرمایا کہ: کیا ضرورت ہے؟ قارئین! حضرت قبلہؒ کی شفقتوں کو آج یاد کرتا ہوں تو بخدا دِل کی عجیب کیفیت محسوس ہوتی ہے۔

حضرت قبلہؒ کے مجھ مسکین پر اتنے احسان اور کرم ہیں کہ والد شاید اپنی اولاد کو اتنی محبت نہ دے جتنی حضرت قبلہؒ اپنے متعلقین کو محبت دیا کرتے تھے۔

۲۱... حضرت رائے پوریؒ وحضرت ثانیؒ

ایک بار حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ پپلاں یا کلورکوٹ کے سفر پر تشریف لائے، تو حضرت ثانیؒ ملنے کے لئے پپلاں یا کلورکوٹ تشریف لے گئے۔ اسی روز حضرت رائے پوریؒ خانقاہ سراجیہ حضرت ثانیؒ سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے۔ حضرت ثانیؒ وہاں پہنچ گئے۔ حضرت رائے پوریؒ خانقاہ سراجیہ تشریف لائے۔ پہنچنے پر دونوں حضرات کو صورتحال کا علم ہوا تو حضرت رائے پوریؒ نے واپس جاتے ہوئے خانقاہ سراجیہ کے خدام سے فرمایا کہ راستے میں حضرت ثانیؒ سے ملاقات ہوگئی تو فالحمد للہ! ورنہ دوبارہ خود آؤں گا۔ حضرت ثانیؒ مجھے ملنے کے لئے سفر کی زحمت نہ فرمائیں۔ اللہ ربّ العزت کی شانِ بے نیازی کہ راستے میں واپسی پر بھی ان حضرات کی ملاقات نہ ہوسکی۔ ایک روز حضرت رائے پوریؒ نے پیغام بھیجا کہ میں خانقاہ سراجیہ کل حاضر ہوں گا۔ حضرت ثانیؒ نے خانقاہ سراجیہ کے متوسلین سے فرمایا کہ: حضرت رائے پوریؒ سلسلۂ قادریہ کے وقت کے امام ہیں۔ وہ ذکرِ جہری کرتے ہیں۔ کل وہ ہمارے مہمان ہوں گے تو ان کے احترام میں ہم نقشبندی سلسلے کے حاملین بھی ذکرِ جہری سلسلۂ قادریہ کے مطابق کریں گے۔ اگلے روز جب حضرت رائے پوریؒ چلنے لگے تو اپنے خدام سے فرمایا کہ: ہم خانقاہ سراجیہ جارہے ہیں۔ یہ خانقاہ سلسلۂ نقشبندیہ کی خانقاہ ہے۔ وہ حضرات ذکرِ خفی کرتے ہیں تو ہم قادری سلسلہ والوں کو ان کے احترام میں ذکرِ خفی کرنا ہوگا۔ چنانچہ جب خانقاہ شریف میں قادری، ونقشبندی حلقے کے حضرات جمع ہوئے تو قادری نقشبندی طریقے پر، اور نقشبندی قادری طریقے پر ذِکر کررہے تھے۔ جہری والے خفی اور خفی والے جہری طریقے پر ذِکر کا یہ منظر حاضرین نے دیکھا۔ خانقاہ رحیمیہ قادریہ کے مفتی عبدالخالق، حضرت قبلہؒ کی تعزیت کے لئے خانقاہ سراجیہ تشریف لائے۔ راقم نے عرض کیا کہ فقیر راقم نے یہ واقعہ خود حضرت قبلہؒ سے سنا ہے۔ تو مولانا مفتی عبدالخالق نے بھی تائید فرمائی کہ یہ واقعہ حضرت قبلہؒ سے میں نے بھی اسی طرح سنا ہے۔

۲۲... حضرت رائے پوریؒ کی خدمت

اس موقع پر موجود مولانا صاحبزادہ عزیز احمد نے فرمایا کہ حضرت قبلہؒ فرماتے تھے کہ حضرت رائے پوریؒ کی آمد پر کھانا میں (حضرت قبلہؒ) نے اپنے ہاتھوں خود پکایا تھا۔

۲۳...حضرت رائے پوریؒ کی نصیحت

اسی موقع یا اس کے علاوہ کسی موقع پر حضرت ثانیؒ نے حضرت رائے پوریؒ کے حضور حضرت قبلہؒ (مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ) کو پیش کر کے فرمایا کہ انہیں کوئی نصیحت فرمادیں۔ حضرت رائے پوریؒ نے مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کا ہاتھ مبارک اپنے مبارک ہاتھوں میں لے کر جھٹکا دے کر (متوجہ کرنے کے لئے) حضرت ثانیؒ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ ان کا دامن نہ چھوڑنا۔ کامیاب رہو گے۔ بن جاؤ گے۔

۲۴...نعروں سے روک دیا

جب مولانا حق نواز مرحوم کی جھنگ میں شہادت ہوئی۔ فقیر ٹوبہ ٹیک سنگھ میں تھا۔ شورکوٹ جانا تھا۔ یہ خبر سنی تو بجائے شورکوٹ کے ملتان آ گیا۔ اگلے روز جمعہ تھا۔ ملتان دفتر میں جمعہ پڑھایا تو کافر کافر کے نعرے لگوائے۔ ہفتہ کو حضرت قبلہؒ کے ہمراہ دھریجہ نزد کوٹلہ رحم علی شاہ تحصیل علی پور ضلع مظفرگڑھ میں جلسہ تھا۔ فقیر نے تقریر کی تو واقعہ سے اتنا مغلوب الحال کہ کافر کافر کے نعرے لگوائے۔ فقیر کے بعد حضرت مولانا عبدالعزیز شجاع آبادیؒ کا بیان ہوا۔ بھرتی ڈال کر اونچا تھڑا بنا کر اس سے اسٹیج کا کام لیا گیا تھا۔ عصر کے قریب جب جلسہ حضرت قبلہؒ کی دعاء پر ختم ہوا۔ اسٹیج سے اترنے لگے تو فقیر نے پہلے اتر کر سہارا کے لئے حضرت قبلہؒ کے سامنے اپنا کندھا پیش کیا۔ حضرت قبلہؒ سہارا دینے سے اسٹیج سے اُترے اور فقیر کا ہاتھ تھام لیا، چلتے ہوئے فرمایا: ساری دنیا کافر کافر کا نعرہ لگائے، آپ نہ لگوایا کریں۔ فقیر مارے شرم کے عرق آلود ہوگیا۔ عرض کیا: حضرت! وعدہ رہا، آئندہ ایسے نہ ہوگا۔ قارئین! انشاء اللہ العزیز اپنے حضرت قبلہؒ سے کئے ہوئے عہد کو نبھاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشیں۔ حضرت قبلہؒ کے روکنے کا مقصد یہ تھا کہ ختم نبوّت کے عنوان پر کام کرنے والوں کو ان مباحث میں نہیں پڑنا چاہئے۔ تاکہ ختمِ نبوّت کے کام میں حرج نہ ہو۔

۲۵...ذاتیات پر بحث سے منع فرمانا

اب چناب نگر کی ختمِ نبوّت کانفرنس آئی تو مولانا حق نوازؒ کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے، ان دنوں جناب میاں نواز شریف وزیراعلیٰ پنجاب تھے، ان کا نام لے کر کہا کہ: میاں صاحب! جب انگریز کے زمانے میں ہمارے اکابر آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے، آپ کے والد صاحب لوہا کوٹ رہے تھے۔ کانفرنس کا اجلاس ختم ہوا تو فقیر کا ہاتھ پکڑ کر حضرت قبلہؒ مسجد کے عقب میں اپنی رہائش گاہ پر تشریف لائے اور فرمایا کہ: لوہا کوٹ رہے تھے۔ یہ اخلاق سے گری ہوئی بات ہے۔ ذاتیات پر نہ جایا کریں۔ آئندہ یہ لفظ زبان پر نہ آئے۔ فقیر نے سر جھکا لیا۔ اب اس واقعے کو تحریر کرتے وقت سوچتا ہوں کہ اب میری ان

بے تکی باتوں کی کون اصلاح فرمائیں گے۔ بھائیو! حضرت قبلہؒ صرف ہمارے امیر ہی نہ تھے، رُوحانی باپ بھی تھے۔

۲۶...تصوف کے امام

ایک بار دھریجہ تحصیل علی پور میں جلسہ تھا، حضرت قبلہؒ کی صدارت تھی، جلسے کے اِختتام پر رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔ مولانا عبدالعزیز شجاع آبادیؒ نے تصوف کی دو اصطلاحیں پیش کر کے ان کی علیحدہ علیحدہ تعریف کی اور ان دو تعریفوں کو مترادف المعنی قرار دے کر وجہ دریافت کی کہ مفہوم ایک، اصطلاحیں دو کیوں؟ حضرت قبلہؒ مسکرائے، فرمایا: پہلی اصطلاح کی تعریف میں آپ نے یہ جملہ چھوڑ دیا اور یہی وجہ دونوں اصطلاحوں میں فرق کو واضح کرتا ہے۔ مولانا عبدالعزیزؒ نے سر جھکالیا اور پھر دوستوں سے فرمایا کہ: حضرت قبلہؒ صرف صوفی نہیں، بلکہ فنِ تصوف کے امام ہیں۔ یہی اِشکال میں نے کئی مشائخ کے سامنے کیا، مگر حضرت قبلہؒ نے ایک جملے میں میرے اعتراض کو ہباءً منثورا بنا دیا ہے۔

۲۷...مولانا ضیاء القاسمیؒ کی دعوت

۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں ایک بار مجلس عمل کا اجلاس حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ کی رہائش گاہ پر رکھا گیا، مولانا مرحوم بہت سخی دِل تھے۔ آپ نے پُرتکلف دعوت کا اہتمام کیا تو حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ حضرت ثانیؒ فرماتے تھے کہ: جب کوئی عالم دین، کسی عالم دین کی دعوت کرتا ہے تو آسمان پر ایک فرشتہ نقارہ بجاتا ہے۔ باقی فرشتے پوچھتے ہیں کہ کیا انہونی ہوئی؟ تو وہ کہتا ہے کہ ایک عالم نے دوسرے عالم کی دعوت کی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ آج مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ کی دعوت پر تو کئی فرشتوں نے نقارے بجائے ہوں گے۔ اس خوش مزاجی میں آپؒ نے ان کی دسترخوان کی وسعت بیان کر کے مجلس کو بھی زعفران بنا دیا۔

۲۸...خوش طبعی

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب فرماتے ہیں کہ: ایک بار کندیاں کا ایک دیہاتی آیا، اپنی شادی کی داستان سنائی، اولاد کے نہ ہونے کا تذکرہ کر کے اولاد ہونے کے لئے تعویذ مانگا۔ آپ نے تعویذ دے دیا اور اس دیہاتی کا ہاتھ پکڑ کر مسکراتے ہوئے فرمایا: ’’نری تعویذ تے ناں رکھیں‘‘ فقط تعویذ پر ہی انحصار نہ کرنا۔

۲۹...حسنؓ، حسینؓ اِلہامی نام

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب نے فرمایا کہ: شیخ محمد حنیف ایڈووکیٹ میانوالی میں رہتے ہیں، فوجداری میں ڈویژن بھر کے کامیاب ترین وکیل ہیں، ایک دن انہوں نے حضرت قبلہؒ سے پوچھا کہ سیّدنا حسنؓ اور سیّدنا حسینؓ یہ نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پہلی بار رکھے یا یہ کہ پہلے سے یہ رائج تھے؟ حضرت قبلہؒ نے صرف اتنا فرمایا کہ: یہ اِلہامی نام ہیں۔

۳۰...امریکا، یورپ

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ: اسی شیخ محمد حنیف ایڈووکیٹ نے سوال کیا کہ امریکا، یورپ، مغربی ممالک میں اسلام کے پھیلنے کی بڑی داستانیں سن رہے ہیں، ان کی حقیقت کیا ہے؟ حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ: وہ اپنے حال پر مطمئن ہیں۔ (یعنی تمام غیر مسلم اپنے اپنے نظام پر مطمئن ہیں، اِکادُکا مسلمان ہو جاتے ہوں تو انکار نہیں۔ فوج در فوج اسلام میں داخل ہو رہے ہوں، یہ صرف داستانیں ہیں)۔

۳۱...علامہ اقبالؒ فلسفی تھے

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار علامہ اقبالؒ کی شخصیت پر دلائل دیئے کہ وہ فلسفی تھے، عاشق رسول تھے، سیّد انور شاہ کشمیریؒ ان کے پاس تشریف لائے وغیرہ وغیرہ۔ حضرت قبلہؒ سب کچھ سنتے رہے۔ آخر میں فرمایا کہ: سب دلائل ٹھیک ہیں، انہیں عاشقِ رسول یا فلسفی رہنے دو، انہیں پیغمبر نہ بناؤ۔

۳۲... پہلے ابوالکلامؒ بنو پھر

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے مولانا ابوالکلام آزادؒ کی مجاہدانہ زندگی، استقامت، جیل، ان کے علمی تبحر، ان کا صاحب قلم ہونا، اتنے بڑے آدمی، اکابر علماء کا ان کے علم کے سامنے سرنگوں ہونا وغیرہ بیان کر کے عرض کیا کہ وہ سگریٹ پیتے تھے، تو کیا یہ جائز ہے؟ حضرت قبلہؒ مسکرائے، پھر فرمایا کہ: پہلے کوئی ابوالکلام بن کر دکھائے پھر یہ سوال پوچھے۔

۳۳...حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمدِ ثانی، قیامت کی نشانی

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ ایک صاحب آئے اور مسلمانوں کے سسٹم کی دگرگونی بیان کر کے عرض کیا کہ حضرت! دُعا فرمائیں کہ حالات ٹھیک ہو جائیں۔ حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آنے دیں، ان کے راستہ میں رکاوٹ نہ بنیں۔

۳۴...سنت کا مقام واحترام

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد نے فرمایا کہ آج کل تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ حرمین شریفین کے ائمہ کی وضع قطع سنت کے مطابق ہے، ورنہ میں نے بہت پہلے دیکھا کہ ائمہ حرمین کی بھی داڑھی پوری نہ ہوتی تھی۔ اس زمانہ میں حضرت قبلہؒ کا معمول یہ تھا کہ تمام نمازیں ائمہ حرمین کے پیچھے حرم شریف میں ہی ادا فرماتے تھے، البتہ سلام پھرتے ہی چپکے سے ہر نماز کا اعادہ کر لیتے تھے۔

۳۵...مخدوم وخادم

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ سفر میں ہمیشہ حضرت قبلہؒ صحت کے زمانہ میں ہمسفر ساتھیوں کے ساتھ برابر کا کام کرتے تھے، سامان اُٹھانا ہو، نظم کرنا ہو، کھانا پکانا ہو، تب ساتھی حضرت قبلہؒ کو کام کرنے سے بوجہ ادب کے روکتے تھے کہ آپ کام نہ کریں۔ آپ فرماتے تھے کہ سفر میں ادب کے تقاضے اٹھ جاتے ہیں۔

۳۶...عزیز احمد سے پوچھو

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ میری دو شادیاں ہیں۔ کبھی کبھار کوئی شخص آ کر اپنے گھریلو حالات بیان کر کے دوسری شادی کی اجازت طلب کرتا یا مشورہ کرتا تو حضرت قبلہؒ کا معمول یہ تھا کہ اس شخص کو فرماتے تھے کہ اس مسئلہ میں عزیز احمد کو تجربہ ہے۔ ان سے مشورہ کریں۔ یہ لطیف مزاجی بھی تھی اور سو فیصد حقیقت بھی۔

۳۷...دل کی اپنی دنیا ہے

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد نے فرمایا کہ ایک بار سفر کے دوران چاندنی چوک یا سرائے مہاجر، حضرت قبلہؒ وضو فرما رہے تھے اور قریب کے ہوٹل پر عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی کا گانا ٹیپ پر چل رہا تھا۔ ''ایہا ساڈی غلطی اے... دل سوچ کے نہ لایا'' حضرت قبلہؒ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ: اس بے وقوف سے کوئی پوچھے کہ دل سوچ کر لگایا جاتا ہے؟

۳۸...قربت صحبت کے اثرات

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد نے فرمایا کہ: ایک بار حاجی یعقوب صاحب نے جھنگوی زبان کے ماہیا کا ایک بند پڑھا۔ (دھاگے دریاں دے ... یار گوانڈھی بھاگ بھریاں دے) یعنی وہ بڑی قسمت

والے ہوتے ہیں جن کے ہمسائے آشنا ہوں۔ اس کو حضرت قبلہؒ بار بار گنگناتے رہے کہ واقعی وہ بہت نصیب والے ہوتے ہیں جو قربِ صحبت سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ (دھاگے دریاں دے ... یار گوانڈھی بھاگ بھریاں دے)۔

۳۹...مجذوب سے خطاب

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ مشرقی پاکستان کے سقوط سے قبل خانقاہ شریف میں ایک مجذوب کا آنا جانا شروع ہوا، جب حضرت قبلہؒ سے سامنا ہوتا تو عرض کرتا: بہت خون ہوگا، بہت نقصان ہوگا، اس کو روک دیں۔ حضرت قبلہؒ سن کر خاموش رہتے، وہ خانقاہ شریف میں پھرتا رہتا۔ جب حضرت قبلہؒ سے ملتا یہی عرض کرتا، باقی کسی سے کلام نہ کرتا۔ دو چار روز رہ کر پھر چلا جاتا۔ دس بارہ روز کے بعد پھر آ جاتا۔ وہی عرض کرتا۔ چار روز رہ کر پھر چلا جاتا۔ دس بارہ روز کے بعد پھر آ جاتا۔ وہی عرض کرتا۔ چار روز رہ کر پھر چلا جاتا۔ مشرقی پاکستان کے سقوط سے چند ہفتے پہلے آیا اور خلافِ معمول حضرت قبلہؒ کے پاؤں دبانے لگ گیا اور ساتھ ساتھ عرض کرتا جاتا: ''اپنی کری جاندی او...ساڈی وی تے من لیا کرو''، یعنی اپنی مرضی کرتے ہیں، کبھی ہماری بھی تو مان لیں۔ یہ سن کر پہلی بار حضرت قبلہؒ نے اسے فرمایا کہ ''فیصلے نہیں بدلا کرتے'' اس پر اس نے جھرجھری بھری اور اُٹھ کر یہ کہتا ہوا چلا گیا۔ ''ساڈا کی اے...ہوندا تے ہو جائے''، یعنی ہمارا کیا ہے۔ ہونا ہے تو ہو جائے۔ ہم نے اپنی ڈیوٹی پوری کی ہے۔ اس کے بعد پھر وہ کبھی نہیں آیا اور اس کے جانے کے چند ہفتوں بعد سقوط ڈھاکہ ہوگیا۔

۴۰...عورت کی حکمرانی

ایک بار صادق آباد، رحیم یار خان کے دوستوں نے کہا کہ عورت کی حکمرانی کیسے ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ سوال نہیں بلکہ سوال یہ ہے کہ وہ پیپلز پارٹی کی رہنما ہیں، جب انہیں ووٹ دیتے ہو تو وہ پھر حکمران بنیں گی۔ اگر عورت کی حکمرانی روکنی ہے تو پھر ووٹ کیوں دیتے ہو۔ ووٹ بھی دو، کامیاب بھی کراؤ اور پھر پوچھو کہ عورت کی حکمرانی کیسے ہے، یہ طرزِ عمل وطرزِ سوال تو ٹھیک نہیں ہے۔

۴۱...ذوقِ مطالعہ

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ میں دارالعلوم کبیر والا میں پڑھتا تھا۔ ۱۹۷۱ء، ۱۹۷۲ء کا دور تھا۔ ایک بار حضرت قبلہؒ لاہور سے دارالعلوم کبیر والا تشریف لائے۔ بیگ منگوایا اور مجھے فرمایا کہ آپ کے مطالعہ کے لئے ایک کتاب لایا ہوں۔ اس کا ضرور مطالعہ کرنا اور پھر مطالعہ میں رکھنا۔ جب کتاب دی تو وہ معروف دانشور دیوان سنگھ مفتون کی ''ناقابل فراموش'' کتاب تھی۔ خدمت خلق،

مظلوموں کی مدد کرنا، رفاہ عامہ کے کام، ظالموں کے سامنے سد سکندری بن جانا۔ یہ اس کتاب کا موضوع ہے۔ کتاب پڑھ کر اندازہ ہوا کہ حضرت قبلہؒ کا انتخاب کتنا صحیح ہے۔ یا یہ آپ کی سوچ کتنی پاکیزہ اور بلند ہے۔

۴۲...نماز اور حضرتؒ کی دعا

فیصل آباد میں الحاج خلیل احمد لدھیانویؒ اور ان کے بھائی الحاج جناب حنیف رضاؒ ہوتے تھے، جناب حنیف رضا کے صاحبزادہ الحاج جناب خالد عمران کا حضرت قبلہؒ سے بیعت کا تعلق ہے، پہلے یہ سپاہ کے بہادر رہنما تھے، آج کل اپنے والد گرامی کی قلم کی آبرو کے پاسبان ہیں۔ روزنامہ اسلام کے ادارتی ذمہ دار حضرات میں سے ہیں۔ ان کی روایت ہے کہ رات گئے کام کرنے کے باعث صبح کی نماز کے لئے اُٹھنا میرے لئے بہت مشکل تھا۔ حضرت قبلہؒ سے عرض کیا، آپ مسکرائے اور فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ بھلی فرمائیں گے۔ اگلے روز فجر کی اذانوں کے قریب میری کمر میں شدید درد شروع ہوگیا۔ اُٹھا، وضو کیا، اتنے میں اذانیں ہوگئیں۔ نماز پڑھی۔ درد جاتا رہا۔ اگلے روز پھر اسی طرح کہ اچانک نماز کے قریب درد کا دورہ ہوگیا۔ وضو کیا، درد ختم، متواتر کئی روز ایسے ہوا۔ تو صبح اُٹھنے کی عادت پڑگئی۔ اب اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا کہ درد بھی جاتا رہا اور نماز کا ناغہ بھی نہیں ہوتا۔

۴۳...داڑھی منڈوں کی اصلاح

فقیر راقم عرض کرتا ہے کہ ہمارے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی اصلاحِ خلق میں عادت مبارک یہ تھی کہ اگر کوئی داڑھی منڈا آپ کے پاس آتا، اسے محبت وشفقت سے پہلے قائل کر کے داڑھی رکھواتے یا کم ازکم وعدہ لیتے، پھر بیعت کرتے۔ آپ نے سینکڑوں بندگان خدا کے چہرہ کو ہاتھوں میں لیا۔ ہاتھ پھیرا، شفقت بھری چار باتیں کیں۔ اس کا دل جیتا اور داڑھی رکھنے کا وعدہ کرا کر چھوڑا۔

اس کے برخلاف حضرت قبلہ خواجہ خان محمد صاحبؒ کی خدمت میں اگر کوئی داڑھی منڈا آتا۔ آپ معمول کی گفتگو فرماتے۔ اگر وہ بیعت ہونا چاہتا آپ بیعت بھی فرمالیتے۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ ہر وہ شخص جس نے بھی حضرت قبلہؒ کی بیعت کی بالآخر ایک وقت اس پر ضرور ایسا آتا کہ وہ اس مبارک تعلق کے باعث داڑھی رکھ لیتا۔ دونوں ہمارے بزرگ تھے۔ دونوں کا اندازِ اصلاح اپنا اپنا، نتیجہ ایک کہ جوان حضرات سے تعلق جوڑ لیتا وہ سنتِ رسولؐ کا شیدائی بن جاتا۔

۴۴...اچھی تقریر اور اِستغفار

فقیر راقم عرض کرتا ہے کہ حضرت قبلہؒ سے فقیر نے عرض کیا کہ حضرت جب اچھا بیان ہو جاتا

ہے تو طبیعت میں بہت فرحت ہوتی ہے، کہیں یہ رِیا میں تو شامل نہیں۔ فقیر کی طرف دیکھا، مسکرائے اور فرمایا کہ: اچھا بیان ہو جانے پر طبیعت میں فرحت کا ہونا یہ تو فطری تقاضا ہے، اس کا رِیا کاری سے کیا تعلق؟ بالکل رِیا کا واہمہ دل میں نہ لائیں۔ البتہ تقریر کے بعد اِستغفار کے کلمات پڑھ لینے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ بھلی فرمائیں گے۔

۴۵...تقریر کے لئے وظیفہ

اس موقع پر یا کسی دوسرے موقع پر فرمایا کہ اوّل آخر طاق عدد دُرود شریف درمیان میں پچّیس بار ’’اللّٰھم نوِّر قلبی بعلمک واستعمل بدنی بطاعتک‘‘ کا وِرد کیا کریں۔ فقیر عرض گزار ہے کہ جب اس وظیفے کو ادا کرنے کے بعد بیان کیا، وہ بیان بہت کامیاب رہا۔

۴۶...حضرت کا عصا مبارک

اسی طرح فقیر کی عادت ہوگئی تھی کہ جب حضرت قبلہؒ کی موجودگی میں بیان کرنا ہوتا، کھڑے ہوکر بیان کرتا اور لاؤڈ سپیکر میں حضرت قبلہؒ کے عصا مبارک کو بیان سے قبل پہلے ہاتھ میں لیتا۔ اس کے سہارے کھڑے ہوکر بیان کرتا اور یہ تو ایسی عادت ہوگئی کہ اس کا حضرت قبلہؒ کو معلوم ہوگیا۔ چنانچہ آج جب اس بات کو لکھنے بیٹھا تو عجیب کیفیت سے دوچار ہوں کہ حضرت قبلہؒ نے کئی بار ایسے ہوا کہ ادھر فقیر کے بیان کا اعلان ہوتا ادھر حضرت قبلہؒ اپنا عصا مبارک فقیر کی طرف اُٹھا کر بڑھا دیتے اور یہ بات یقینی طور پر فقیر کے دِل و دِماغ پر ایسی حاوی ہوئی اور واقعہ بھی یہی ہے کہ جب کبھی حضرت قبلہؒ کا عصا مبارک ہاتھ میں لے کر گفتگو کرتا تو وہ معیاری گفتگو ہوتی۔

۴۷...عالمی مجلس کے ناظم اعلیٰ و مجلس عمل کے رابطہ سیکرٹری

حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ کا وصال ہوا تو حضرت قبلہؒ نے ملتان تشریف لاکر عیدگاہ میں جنازہ پڑھایا، پھر جنازہ کے ہمراہ مولانا مرحوم کے رہائشی گاؤں تشریف لے گئے۔ مولانا محمد شریف جالندھریؒ عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوّت کے ناظم اعلیٰ اور آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختمِ نبوّت کے مرکزی رابطہ سیکرٹری تھے۔ مولانا محمد شریف جالندھریؒ کے وصال کے بعد مرکزی مجلس عمل کا اسلام آباد دفتر ختمِ نبوّت میں اجلاس منعقد ہوا۔ مولانا زاہد الراشدی نے اجلاس میں حضرت قبلہؒ سے درخواست کی کہ مجلس تحفظ ختم نبوّت کی طرف سے مجلس عمل کے رابطہ سیکرٹری مولانا محمد شریف جالندھریؒ تھے۔ اب بھی مجلس کی طرف مجلس عمل کو رابطہ سیکرٹری ملنا چاہئے تو اس پر حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ: مولانا محمد شریف جالندھریؒ ملتان میں بیمار تھے، ان کی تیمارداری کے لئے گیا تو مولانا محمد شریف جالندھریؒ نے مجھے (حضرت قبلہؒ)

فرمایا کہ مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کا ناظم اعلیٰ ہوں۔ میرے بعد یہ کام مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری کے سپرد کیا جائے اور دوسرا یہ کہ میں مرکزی مجلس عمل کا رابطہ سیکرٹری ہوں۔ یہ کام اللہ وسایا کے سپرد کر دیا جائے۔ یوں مولانا زاہد الراشدی نے جو نکتہ اٹھایا تھا اس پر عمل درآمد کا حضرت قبلہؒ نے حل فرمادیا۔ لیکن قارئین! حضرت قبلہؒ کی شفقت و برخوردار نوازی کا دیکھئے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ اور مرکزی مجلس عمل کے رابطہ سیکرٹری کا تقرر آپ کے اختیار میں تھا۔ آپ نے دونوں تقرریاں فرمائیں اور ان دونوں امور کو اپنے ایک مرحوم کارکن و رہنما مولانا محمد شریف جالندھریؒ کی طرف منسوب فرمایا۔ یہ حضرتؒ کی برخوردار نوازی کی اعلیٰ درجہ کی مثال ہے۔

۴۸...مولانا سلیم اللہ خان

وفاق المدارس العربیہ کے صدر حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد خالد نے ارشاد فرمایا کہ: حضرت قبلہ مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کے جنازہ میں شمولیت کے لئے قبلہ والد صاحب مولانا سلیم اللہ خان اپنی علالت کے باوجود تیار ہوگئے، حالانکہ چند روز پیشتر ملاقات کر کے تشریف لائے تھے۔ حال ہی میں آپ کو اختلاج قلب کی تکلیف شروع ہوئی ہے، اس لئے ایسا زحمت آمیز سفر تو کسی طرح ٹھیک نہیں تھا، مگر حضرت شیخ الحدیث کی خواہش کے سامنے کسی کو انکار کی گنجائش نہ تھی۔ خانقاہ شریف سے اڑھائی کلومیٹر قبل اتنی رکاوٹ تھی کہ لوگوں کو سڑک پر جہاں بھی جگہ ملی، گاڑی پارک کی اور جنازے میں شرکت کے لئے چل دوڑے۔ اب اڑھائی کلومیٹر قبل بالکل گاڑی کا سفر کرنا ممکن نہ رہا۔ مجبوراً وہ سفر مولانا سلیم اللہ خان مدظلہٗ کو موٹر سائیکل سے کرنا پڑا۔ کھیتوں کی زمین، دھکے، پھر کھالے۔ جگہ جگہ اترنے چڑھنے، دھکوں کی جو صورت تھی وہ دیکھی نہ جاتی تھی۔ اس مشکل میں حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہٗ نے بیماری، علالت، معذوری کے باوجود سفر کیا اور جنازے میں شرکت کی۔ سچ ہے کہ: ’’قدرِ زر، زرگر بداند، قدرِ جوہر، جوہری۔‘‘

۴۹...مولانا تاج محمودؒ

ایک بار ایک جماعتی امر میں حضرت مولانا تاج محمودؒ کی طبیعت پر منفی اثر تھا، خیال تھا کہ شاید آپ شوریٰ کے اجلاس ملتان میں تشریف نہ لائیں، چنانچہ حضرت قبلہؒ نے شاہ کوٹ کے جلسے سے واپسی کے بعد فیصل آباد کا سفر کیا۔ حضرت مولانا تاج محمودؒ سے ملے تو آپؒ نے فرمایا کہ مولانا اگر تو آپ نے ملتان تشریف لانا ہے تو اجلاس شوریٰ کا ملتان میں ہوگا۔ اگر آپ نے ملتان تشریف نہیں لانا تو اجلاس ہم فیصل آباد میں آپ کے مکان پر رکھیں گے۔ آپ فرمائیں کہ اب کیا کرنا ہے؟ حضرت قبلہؒ کے اتنا

فرمانے سے مولانا تاج محمودؒ کی طبیعت کا تکدر دُور ہوگیا، انہوں نے مسکرا کر فرمایا کہ حضرت! آپ جب چاہیں ملتان میں اجلاس رکھیں، سر کے بل حاضر ہوں گا۔ یوں حضرت قبلہؒ نے اپنی حکمتِ عملی سے اس مسئلہ کو سیکنڈوں میں حل فرمادیا۔

۵۰...وعدہ کی لاج

شاہ کوٹ مدرسہ اشرفیہ میں حافظ محمد شفیع جو منڈی شاہ نکڈر کے رہنے والے تھے، وہ حضرت قبلہؒ سے بیعت تھے، اور وہ مدرسہ اشرفیہ شاہ کوٹ میں مدرس تھے۔ حضرت مولانا عبداللطیف شاہ کوٹی نے اپنے صاحبزادوں کو خانقاہ سراجیہ میں پڑھنے کے لئے بھیجا۔ ایک بار شاہ کوٹ میں مدرسہ اشرفیہ کا جلسہ تھا۔ ان حضرات نے حضرت قبلہؒ سے وعدہ لے لیا۔ گرمی کا موسم تھا۔ کندیاں سے بس کے ذریعہ آپ شاہ کوٹ تشریف لے گئے۔ جمعہ پڑھایا۔ عصر تک شریک جلسہ رہے۔ مغرب کے قریب فیصل آباد تشریف لائے۔ کھانا کھایا، رات ایک بجے ماڑی انڈس ٹرین سے کندیاں کے لئے تشریف لے جانا تھا۔ عشاء کے بعد مولانا تاج محمودؒ نے مسجد کے برآمدہ کی چھت پر چارپائیاں لگوائیں، پنکھا لگوایا۔ وہاں ایک بجے تک حضرت قبلہؒ نے قیام فرمایا۔ نیند تو خیر کیا آنا تھی۔ خوب یاد ہے کہ ٹرین کے آنے تک مولانا تاج محمودؒ بھی جاگتے رہے۔ حضرت قبلہؒ کو سوار کرا کر مولانا نے پھر آرام کیا۔ اتنی زحمت کا سفر، تکلیف دہ گرمی کا موسم، ایک قصبہ کا جلسہ، مولانا تاج محمودؒ نے عرض کیا کہ حضرت! جلسہ والے حضرات تو ضرورت مند ہوتے ہیں۔ آپ اپنی صحت کا خیال فرمائیں۔ آپ سخت تھکے ہوئے تھے۔ مولانا تاج محمودؒ نے آپ کے دل کی بات کہی تھی۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے اتنا فرمایا کہ بس مروت کی وجہ سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

۵۱...روئیداد مقدمہ بہاولپور

فقیر راقم عرض کرتا ہے کہ ایک بار بہاولنگر کے کسی دور کے شہر جیسے ہارون آباد یا منچن آباد کے سفر پر تھا۔ غالباً ملتان سے اطلاع ملی کہ ملتان پہنچیں۔ فوراً ملتان آیا۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے فرمایا کہ حضرت قبلہؒ کا خانقاہ شریف سے حکم آیا ہے کہ اللہ وسایا جہاں کہیں ہے اسے خانقاہ شریف بھیجو۔ مزید کرید کیا تو معلوم ہوا کہ صرف اتنا پیغام ہے۔ کیوں پہنچو؟ کیا کام ہے؟ کون سی ضرورت پیش آئی؟ کچھ معلوم نہیں۔ اسی وقت جو ٹرین یا بس جاتی تھی لی اور دوپہر تک خانقاہ شریف جا حاضر ہوا۔ ظہر کی نماز کے بعد آپ کے کمرہ میں ملاقات ہوئی۔ دیکھا، مسکرائے اور پھر فرمایا کہ آپ کو کھٹ کھٹ لگی ہوگی کہ کیوں بلایا؟ (یعنی آپ کے دل میں بار بار واہمہ اٹھتا ہوگا کہ کیوں بلایا؟) بلایا اس لئے ہے کہ

حضرت مولانا محمد مالک کاندھلویؒ کا خط آیا ہے، وہ مقدمہ بہاولپور کی پوری کارروائی شائع کرنا چاہتے تھے، کتاب کا مقدمہ انہوں نے لکھنے کے لئے تقاضا کیا ہے، ان کا خط پڑھ کر خیال آیا کہ یہ کام آپ سے کرانا چاہئے۔ (بہاولپور کے سیّد عبدالماجد صاحب تھے۔ حضرت سیّد نفیس الحسینیؒ کے توجہ دلانے پر انہوں نے مقدمہ بہاولپور کی پہلے دن کی درخواست سے فیصلے تک پورے گیارہ سال کی عدالتی فائل فوٹو کرائی۔ اس کے بعد حوالے ملتان دفتر لائبریری سے ٹیلی کئے۔ تب مولانا عبدالرحیم اشعرؒ نے حوالہ جات کے لئے ان کی مدد کی، پوری عدالتی فائل کی تین ضخیم جلدیں تیار ہوئیں۔ اب اسے وہ سیٹ کی شکل میں شائع کرنا چاہتے تھے۔ اس کام میں ان کی رہنمائی حضرت مولانا محمد مالک کاندھلویؒ بھی فرما رہے تھے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ اس مقدمہ کی مکمل کارروائی یکجا پہلی بار اشاعت پذیر ہو رہی ہے۔ آپ (حضرت قبلہؒ) اس کا مقدمہ تحریر فرمائیں۔ اس کام کے لئے فقیر راقم کے متعلق حضرت قبلہؒ نے حکم فرمایا کہ جہاں کہیں ہے، اسے خانقاہ شریف بھیجا جائے) فقیر نے عرض کیا کہ حضرت اقدسؒ کچھ اس کے متعلق رہنما اصول بیان فرمادیں۔ دعاء بھی فرمادیں۔ حضرت قبلہؒ نے گفتگو فرمائی۔ فقیر اس کے نوٹس لیتا رہا۔ اتفاق سے خانقاہ شریف کی لائبریری میں فیصلہ مقدمہ بہاولپور اور حجت شرعیہ یعنی بیانات علمائے ربانی درمقدمہ بہاولپور دونوں موجود تھیں۔ فقیر نے وہ لیں۔ لائبریری کا کمرہ راقم کو دے دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کام شروع کر دیا۔ رات گئے تک کام مکمل کر لیا۔ اگلے روز فجر کے بعد مسودہ لے کر حضرت کے کمرہ میں حاضر ہوا۔ حضرت قبلہؒ نے ایک ایک حرف سنا اور اس میں بہت ساری ترامیم فرمائیں۔ فقیر نے وہ ترامیم نوٹ کر لیں اور ناشتہ کے بعد اللہ تعالیٰ کا نام لے کر دوبارہ کام شروع کر دیا۔ پورا دن اس کام پر لگ گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ وہ مکمل مسودہ ایک ایک لفظ حضرت قبلہؒ کا ہی منظور شدہ ہے۔ گویا مکمل تحریر وہ حضرت قبلہؒ کی املاء کردہ سمجھی جائے۔

عصر کے بعد کمرہ کے باہر آپ کی چارپائی بچھائی گئی۔ سامنے دری بچھائی گئی۔ گرمیوں میں عموماً عصر کے بعد یہاں کمرہ کے باہر حضرتؒ کی مسند لگائی جاتی اور یہاں مجلس قائم ہوتی۔ حضرت قبلہؒ چارپائی پر دونوں پاؤں لٹکا کر قبلہ رخ تشریف فرما تھے۔ فقیر مسودہ لے کر حاضر ہوا۔ حضرت قبلہؒ نے سرہانہ لیا، اسے گود میں رکھا، ان پر دونوں ہاتھ مبارک کی کہنیاں ٹکائیں۔ اپنے چہرہ کو دونوں ہاتھوں میں لیا اور راقم سے فرمایا کہ سنانا شروع کریں۔ قبلہ رخ ہو کر گردن جھکائے پورا مسودہ حضرت قبلہؒ نے سنا۔ حضرت قبلہؒ پر عجیب کیفیت طاری تھی۔ سامعین و مریدین پر بھی حضرت شیخؒ کی برکت کی طمانیت کا خاص پرتو تھا۔ اس کے آخری حصہ جس کا مفہوم ہے کہ ختم نبوّت کا کام رحمتِ خداوندی اور شفاعتِ نبوی کا باعث ہے۔ اس پر پہنچا تو حضرت قبلہؒ کی طبیعت پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ آنکھوں سے آنسوں رواں ہوگئے۔ رومال لیا

اور چہرہ پر رکھ لیا۔ فقیر نے مسودہ ختم کیا۔ حضرت قبلہؒ پھر بھی اسی طرح مراقب رہے۔ کافی دیر کے بعد سر مبارک اٹھایا۔ چہرہ سے رومال ہٹایا اور راقم کی طرف دیکھ کر فرمایا: ماشاء اللہ! اللہ تعالیٰ برکت دیں۔ ماشاء اللہ!

قارئین! اس وقت کی جو پوری مجلس پر یا حضرت قبلہؒ کے رخ انور پر انوار کی کیفیت تھی وہ بیان کرنی ناممکن ہے۔ یہ مضمون شائع ہونے کے بعد کوئی دوست جو اس مجلس میں حاضر تھا وہ پڑھے گا تو اس سے مزید کیفیات کا بیان سنا جاسکتا ہے۔ بہرحال فقیر کے لئے وہ مجلس بھی یادگار مجلس ہے۔ مسودہ دونوں ہاتھوں سے حضرت قبلہؒ کے سپرد کیا۔ آپ نے خادم کو عنایت کیا۔ انہوں نے آپ کے کمرہ میں رکھ لیا۔ فقیر نے عرض کی کہ یہ جلدی میں لکھا ہے۔ دوبارہ صاف لکھا جائے۔ فرمایا کہ یہ ہو جائے گا۔ فقیر نے سفر کے لئے اجازت طلب کی تو فرمایا بڑی خوشی سے۔ چنانچہ شام کی ٹرین سے واپسی ملتان ہوگئی۔ حضرت قبلہؒ نے یہ مسودہ خوشخط لکھوانے کے لئے حضرت حاجی عبدالرشید کے سپرد کیا۔ مقدمہ بہاولپور کی کارروائی میں یہ ضخیم مقدمہ شائع شدہ ہے۔ فقیر نے شائع ہونے کے بعد پڑھا تو اس میں بہت ساری نئی چیزیں تھیں، بہت سے ناموں کا اضافہ تھا، غالباً وہ حاجی عبدالرشید کی محنت ہے۔ جو انہوں نے حضرت قبلہؒ کی منظوری سے کی ہوگی۔ بعد میں ''تعارف مجلس تحفظ ختم نبوّت'' کے نام پر اسی مضمون کو حضرت حافظ نذیر احمد نے گوجرانوالہ سے شائع کیا اور پھر تحریک ختمِ نبوّت منزل بمنزل کے نام پر جناب ملک فیاض اختر نے لاہور سے شائع کیا۔ حضرت قبلہؒ کی چوبیس گھنٹوں کی توجہ سے بہت عمدہ اور تاریخی مقالہ قلمبند ہوگیا۔ جو حضرت قبلہؒ کی طرف سے امت کے لئے ایک یادگار چیز ہے۔

۵۲... پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ

پرویز مشرف کے زمانہ اقتدار میں ''مشین ریڈایبل پاسپورٹ'' تیار ہوا۔ اس کی ڈیزائننگ کرتے ہوئے خانہ مذہب کو حذف کردیا گیا۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن سے ہم نے درخواست کی۔ آپ کی منظوری ورہنمائی اور تقسیم کار سے عالمی مجلس نے اپنا کام شروع کردیا۔ بہت لمبی محنت کرنی پڑی۔ کئی ماہ اس جدوجہد پر لگ گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے کرم کیا۔ پرویز مشرف کی گردن کا سریا ٹیڑھا ہوا۔ کفر ہار گیا۔ اسلام والے جیت گئے۔ پاسپورٹ میں خانہ مذہب بحال ہوگیا۔ (اے کاش کوئی اللہ کا بندہ اس پوری تحریک کی کارروائی قلمبند کرے) انہیں دنوں ملک بھر میں جگہ جگہ جلسے رکھنے پڑے۔ راجن پور میں مولانا محمد یوسف نقشبندی مبلغ تھے۔ انہوں نے جلسہ رکھا۔ فقیر کا کوئی اور اہم سفر درپیش تھا۔ حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی کو مرکز سے حکم ملا۔ بارشوں کا موسم تھا۔ آپ نے گاڑی نکالی۔ جناب محمد اسلام، جناب محمد

اکمل کے ہمراہ سرگودھا سے ملتان۔ وہاں سے ڈیرہ غازیخان۔ آگے ڈیرہ غازیخان سے پوری سڑک کا ستیاناس نہیں بلکہ سوا ستیاناس۔ پوری اُدھیڑ کر نئی بنا رہے تھے۔ جیسے کیسے طوفانی صاحب راجن پور پہنچے، آگے جلسہ میں صرف پچاس آدمی، طبیعت پر جبر کر کے رہ گئے۔ واپسی پر بجائے ملتان جانے کے ڈیرہ غازیخان سے ڈیرہ اسماعیل خان کے راستہ خانقاہ شریف جانے کا فیصلہ کر لیا۔ تونسہ کے قریب مین روڈ پر ایک نہر کا پل ٹوٹا ہوا تھا۔ نہر کی پٹری پر دوسری سمت گاڑی چلا دی۔ دس کلومیٹر کے بعد دوسری پل سے نہر عبور کر کے لنک روڈ سے مین روڈ کی طرف سفر شروع کیا۔ تو لنک روڈ پر موٹا، موٹا روڑہ۔ گاڑی کی کمانی ٹوٹ گئی۔ اس حالت میں گاڑی ہانپتی کانپتی مین روڈ پر پہنچی۔ ویلڈ کرائی۔ سفر شروع۔ آگے ڈیرہ اسماعیل خان سے چشمہ بیراج کی بجائے بھول کر بھکر روڈ پکڑ لیا۔ اب بھکر سے خانقاہ سراجیہ آئے تو عشاء کی نماز ہو چکی تھی۔ پورا دن سفر کی نذر ہو گیا۔ خیال ہوا کہ حضرت قبلہؒ گھر تشریف لے گئے تو ملاقات صبح ہو گی۔ خیر گئے تو ابھی عشاء کے بعد حضرت قبلہؒ اپنے کمرہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت طوفانی دو دن سے روڈ پر دھکے کھا رہے تھے۔ طبیعت سخت نڈھال تھی۔ حضرت قبلہؒ نے دیکھ کر فرمایا (کیویں مہربانی فرمائی اے) کیسے تشریف آوری ہوئی۔ طوفانی صاحب نے عرض کیا۔ حضرت! تھک گئے ہیں۔ جان نکل گئی۔ مردود مشرف حکومت پاسپورٹ میں خانہ مذہب بحال نہیں کر رہی۔ آپ دعا فرما دیں۔ حضرت قبلہؒ نے ہاتھ مبارک اٹھائے اور دیر تک دعا کرائی۔ مولانا طوفانی کا کہنا ہے کہ مجھے مجلس کے اثرات سے لگا کہ کام ہو گیا ہے۔ حضرت طوفانی صاحب فرماتے ہیں کہ اگلے دن شام اللہ وسایا نے فون کیا کہ خانہ بحال ہو گیا۔ طوفانی صاحب نے فرمایا کہ میرے حضرت قبلہؒ کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لیا۔ **فالحمد للہ!** یوں کئی ماہ کی محنت رنگ لائی اور مسئلہ حل ہو گیا۔

٥٣...مراقبہ میں دیکھا

مدینہ طیبہ مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں قاضی مولانا محمد ہارون راولپنڈی نے بتایا کہ ہمارے ہاں سے علماء کی ایک جماعت خانقاہ شریف حاضر ہوئی۔ وہ سب حضرت قبلہؒ کے مرید تھے۔ جا کر معلوم کیا تو پتہ چلا کہ حضرت قبلہؒ کے باہر تشریف لانے میں ابھی کچھ دیر ہے۔ ان حضرات نے موقعہ غنیمت جانا۔ وضو کر کے مراقب ہو گئے۔ مراقبہ میں خانقاہ شریف کے درختوں کا ایک ایک پتہ ذکر کرتا نظر آیا۔ یہ حضرات مراقبہ میں اتنے محو ہوئے۔ بھول گئے کہ ہم حضرت قبلہؒ سے ملنے آئے ہیں۔ حضرت تشریف لائے۔ حضرت بیٹھے رہے۔ مجلس ختم ہو گئی۔ حضرت قبلہؒ گھر تشریف لے گئے۔ یہ حضرات اس کے بعد مراقبہ سے فارغ ہوئے۔ ایسے ذکر الٰہی میں مستغرق ہوئے کہ مقصود حاصل ہو گیا۔ دل میں شیخ

بھی نہ رہا۔ کچھ نہ رہا۔ سوائے ذات الٰہی کی یادوں کے۔ ظہر کے بعد حضرت تشریف لائے۔ کیفیت عرض کی تو فرمایا: اللہ کا شکر ادا کرو۔ جس ذات کی تلاش تھی وہ مل گئی۔ بس اس کیفیت کو برقرار رکھنے کی کوشش کرو۔ یہ حضرات خانقاہ سراجیہ سے موسیٰ زئی شریف بھی تشریف لے گئے۔ مراقب ہوئے۔ خانقاہ سراجیہ، موسیٰ زئی شریف کی شاخ ہے۔ لیکن خانقاہ سراجیہ کے مشاہدے حضرت قبلہؒ کی موجودگی کے باعث دوبالا تھے۔

۵۴... افغانستان کا سفر

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ دوست محمد قندھاریؒ بانی خانقاہ موسیٰ زئی شریف قندھار کے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے پورے افغانستان میں اثرات ہیں۔ طالبان کی خواہش تھی کہ آپ (حضرت قبلہؒ) وہاں تشریف لائیں۔ آپ نے انکار فرمادیا۔ ان حضرات نے سمجھا کہ شاید بڑھاپے کے باعث سفر کی ہمت نہیں باندھ رہے۔ انہوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہم سپیشل ہیلی کاپٹر لے آتے ہیں۔ کندیاں سے اٹھائے گا اور افغانستان کے دورہ کے بعد پھر کندیاں اتارے گا۔ آپ نے انکار فرمادیا۔ اس پر میں (صاحبزادہ عزیز احمد) نے عرض کیا کہ سفر میں کیا حرج ہے؟ فرمایا بھائی ہم نے کوئی ایسا کام نہیں کرنا جو مجلس کے مفاد کے خلاف ہو۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جب وہاں ان کی اپنی حکومت قائم تھی اور اس کا دنیا میں غلغلہ تھا۔ اس وقت آپ کا فیصلہ اور پھر بعد کے حالات نے اس کی تصدیق کی۔ اسے کہتے ہیں ”**اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله**“۔

۵۵... لیبیا کا سفر

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ ایک بار بہت سارے علماء کا لیبیا کا ٹور کرنے کا پروگرام بنا۔ میں نے بھی پاسپورٹ جمع کرادیا۔ ویزا لگ گیا۔ سفر کی تاریخ طے ہوگئی۔ اجازت کے لئے قبلہ حضرت صاحبؒ سے عرض کیا۔ آپ نے سختی سے منع کر دیا۔ دل مسوس کر رہ گیا۔ انکار کی گنجائش نہ تھی۔ میری بے قراری دیکھ کر فرمایا کہ لیبیا جانا کوئی اسلامی خدمت نہیں۔ کل کسی اسلامی خدمت کے لئے یورپ جانا پڑا تو آپ کے اسی سفر کی وجہ سے آپ کو مشکوک نظروں سے دیکھا جائے گا۔

۵۶... ایرانی علماء سے ملاقات

فقیر راقم عرض کرتا ہے کہ حضرت مولانا خدابخش شجاع آبادی مرحوم اور فقیر کا پہلا سفر حج ایک ساتھ ہوا اور یہ ۱۹۸۰ء کی بات ہے۔ تب بحری جہاز سے سفر کیا۔ حضرت قبلہؒ اور محترم صاحبزادہ حافظ محمد عابد صاحبؒ بھی حج پر تشریف لائے۔ بینک الجزیرہ کے اوپر مکہ مکرمہ میں آپ کا قیام تھا۔ فقیر راقم جب

موقع ملتا زیارت کے لئے حاضر ہوتا رہتا۔ اس سفر میں جناب مولانا غضنفر کراروی بھی حج کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ مولانا کراروی نے تجویز پیش کی کہ ایران کے علماء کا وفد حضرت قبلہؒ سے ملنے کے لئے میں لے کر آتا ہوں۔ فقیر نے حضرت قبلہؒ سے عرض کیا۔ آپ نے سختی سے منع کر دیا اور فرمایا کہ ایرانیوں نے حجاز مقدس میں بہت سارے کام ایسے کئے ہیں، جس سے سعودی حکومت ان پر ناراض ہے، ہمارا ان سے ملنا خود اپنے آپ کو مشکوک بنانا ہے۔

۵۷...ایران کا سفر

ایک بار فقیر نیو مسلم ٹاؤن مسجد عائشہ دفتر ختمِ نبوّت لاہور میں قیام پذیر تھا۔ مولانا علی غضنفر کراروی کو معلوم ہوا تو ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ دوران ملاقات فرمایا۔ آغا مرتضٰی پویا کو ایران حکومت نے پیشکش کی ہے کہ وہ پاکستان کے علماء کے وفود انقلاب ایران دیکھنے کے لئے ایران روانہ کریں۔ چنانچہ کراروی صاحب نے تجویز دی کہ مجلس کے علماء کا ایک وفد ایران کا دورہ کرے۔ اس زمانہ میں جماعت اسلامی، نورانی میاں اور بہت سارے حضرات کے وفود ایران گئے۔ ہم نے حضرت قبلہؒ سے عرض کی۔ آپ نے سختی سے منع فرما دیا کہ بالکل اجازت نہیں۔

۵۸...حکومتی حج

حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ تھے، ساری زندگی فقر و فاقہ میں گذری، جنرل ضیاء الحق کے زمانہ میں محترم راجہ ظفر الحق حج و اوقاف اور مذہبی امور کے وزیر تھے۔ مولانا محمد شریف جالندھریؒ کا راجہ صاحب سے دوستانہ تھا۔ راجہ صاحب نے مولانا محمد شریف جالندھریؒ کو پیشکش کی کہ سرکاری وفد میں آپ کو شامل کرتے ہیں، آپ حج کر لیں۔ مولانا محمد شریف جالندھریؒ نے حج نہیں کیا تھا۔ حضرت قبلہؒ سے اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا: مولانا آپ پر حج فرض نہیں، فرض ہوا تو اللہ تعالیٰ حج کرا بھی دیں گے۔ آپ مجلس کے ناظم اعلیٰ ہیں۔ سرکاری وفد میں حکومت سے اتنا فائدہ بھی نہ اٹھائیں، یہ مجلس کے مفاد کے خلاف ہے۔ چنانچہ انہوں نے راجہ صاحب کو انکار کر دیا۔

۵۹...نورانی میاںؒ سے ملاقات

۱۹۸۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت کے آغاز میں حضرت قبلہؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ کو ساتھ لے کر نورانی میاںؒ سے کراچی میں ملے اور تحریک کے لئے ساتھ دینے کی درخواست کی۔ نورانی میاںؒ نے فرمایا کہ: حالات تحریک پیدا کرتے ہیں، ضرورت ہوگی، مل بیٹھیں گے، اس وقت ضرورت نہیں۔ حضرت قبلہؒ اس سے مایوس نہ ہوئے۔ مولانا عبدالستار خان نیازیؒ کو ساتھ ملایا۔ مولانا مفتی مختار احمد نعیمیؒ کو ساتھ

کیا۔تحریک چلی اور نتیجہ خیز ہوئی۔

۶۰...مولانا نورانیؒ خانقاہ سراجیہ میں

یا تو یہ کہ مولانا شاہ احمد نورانیؒ نے تحریک میں ساتھ چلنے کے لئے وقت کو موزوں نہ ہونے کا عذر کیا۔ یا پھر یہی حضرت نورانی صاحبؒ خانقاہ سراجیہ تشریف لائے، دعوت کھائی، لائبریری دیکھی اور بہت خوش ہوئے۔ پھر ملتان ختم نبوت کانفرنس پر تشریف لائے، اگلے روز دفتر ملتان حضرت قبلہؒ کے ساتھ ناشتہ کیا۔ قاری زوار بہادر سے قصیدہ بردہ کی تلاوت سنی اور پھر حضرت قبلہؒ سے دعا کرائی۔

۶۱...لال مسجد

جس وقت لال مسجد آپریشن کی بات چل رہی تھی۔ جناب اعجاز الحق وفاقی مذہبی امور کے وفاقی وزیر تھے۔ حضرت قبلہؒ سے انہوں نے رابطہ کیا کہ مولانا عبدالعزیز کو آپ فرمائیں کہ وہ لائبریری کا قبضہ چھوڑ دیں اور مصالحت کی طرف آئیں۔ حضرت قبلہؒ نے فرمایا:

الف:...ان کے والد گرامی حضرت مولانا محمد عبداللہ سے تو بہت گہرے مراسم تھے۔ وہ ہماری مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ حضرت مولانا عبدالعزیز سے رسمی ملاقات ہو تو اور بات ہے۔ ورنہ دُور کی یاد اللہ ہے۔

ب:...حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہٗ، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہٗ، مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہٗ کے بعد اَب میرے کہنے کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔

ج:... اگر کسی مرحلے پر ضرورت ہوئی تو اپنے دوستوں، عالمی مجلس، جمعیت علمائے اسلام، وفاق المدارس ان حضرات کے کہنے پر مولانا عبدالعزیز سے کچھ کہنا، سمجھ میں آتا ہے۔ حکومت کے کہنے پر ان سے کچھ کہوں بالکل سمجھ سے بالاتر ہے (اس لئے معذرت فرمادی)۔

۶۲...مولانا عبیداللہ انورؒ

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں ڈیرہ اسماعیل خان کی سیٹ سے حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے جناب بھٹو صاحبؒ کو شکست دی۔ تو ملک بھر کے علماء ومشائخ حضرت مفتی صاحبؒ کو مبارک باد دینے کے لئے مفتی صاحب کے گھر ڈیرہ اسماعیل خان تشریف لائے۔ حضرت قبلہؒ بھی خانقاہ شریف سے عبدالخیل ڈیرہ اسماعیل خان تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ بھی لاہور سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کے ساتھ کافی دیر مجلس رہی۔ مفتی صاحبؒ گھر تشریف لے جانے لگے تو حضرت قبلہؒ سے فرمایا کہ آپ تھوڑا آرام فرمالیں۔ آپ لیٹے تو حضرت مولانا

عبید اللہ انورؒ نے آپ کو دبانا شروع کر دیا۔ حضرت قبلہؒ نے آپ کو بہت روکا۔ لیکن مولانا عبداللہ انورؒ باتکرار و بااِصرار آپ کو دباتے رہے۔ اس سے جہاں مولانا عبید اللہ انورؒ کی بے نفسی کا ثبوت ملتا ہے وہاں حضرت قبلہؒ کی رفعت شان کا بھی پتہ چلتا ہے۔

۶۳ ...مولانا محمد شاہ امروٹیؒ

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ جنرل محمد ضیاء الحقؒ کے عہد اقتدار میں ایم۔آر۔ڈی کی تحریک چلی۔ اس موقع پر حضرت مولانا سید محمد شاہ مرحوم امروٹی سجادہ نشین امروٹ شریف کا قیام خانقاہ سراجیہ میں دو ہفتہ رہا۔ اس دوران میں جب موقع ملتا وہ حضرت قبلہؒ کو دبانے لگ جاتے۔ حضرت قبلہؒ کے روکنے ومنع کرنے کے باوجود وہ اصرار سے حضرت قبلہؒ کو خاموش کرا کر خدمت کرتے رہتے۔

۶۴ ...حضرت بنوریؒ کی دُعا

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں۔ ایک بار حضرت قبلہؒ کراچی تشریف لے گئے تو اپنے استاذ حضرت بنوریؒ کی زیارت وملاقات کے لئے مدرسہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت بنوریؒ نے آپ کی تشریف آوری پر دلی خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ جب کراچی تشریف لائیں تو قیام جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں ہو۔ اس پر حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ آپ نے اپنے لئے دُعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی کہ ہر سال حج پر تشریف لے جاتے ہیں۔ میرے لئے (حضرت قبلہؒ کے لئے) بھی دُعا فرمائیں۔ باقی رہا جامعہ العلوم الاسلامیہ میں حاضری تو کراچی سفر کے دوران ضرور حاضری ہوگی۔ حضرت بنوریؒ نے فرمایا: دُعا بھی ہو جائے گی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسے کرم کیا کہ حج کا ایسے دروازہ کھلا کہ جب تک سکت رہی، کبھی ناغہ نہیں ہوا۔

۶۵ ...حضرتؒ کے خادم پر حضرت بنوریؒ کی شفقت

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ لاہور کے جناب محمد صادق تھے، جنہیں ہم چچا صادق کہتے تھے وہ حضرت قبلہؒ کے مخلص، خادم تھے۔ حضرت قبلہؒ نے حج کے لئے سفر کیا۔ اس سفر میں حضرت قبلہؒ کے ساتھ میں (صاحبزادہ عزیز احمد) صاحبزادہ حافظ محمد عابدؒ، سردار فضل محمودؒ خان، کویت سے کوثر صاحب اور دوسرے حضرات کا سفر ہوا۔ کویت سے روڈ کے ذریعہ حجاز مقدس کا سفر ہوا۔ مدینہ طیبہ رباط مکی پہنچے تو آگے چچا صادق گلی میں دیوانہ وار گویا جھولتے جھالتے نظر آئے۔ تعجب ہوا کہ ان کو تو خانقاہ سراجیہ چھوڑ کر آئے تھے۔ یہ مدینہ طیبہ کیسے آگئے؟ گاڑی سے اُترے، تو وہ ملے۔ حضرت قبلہؒ نے پوچھا: میاں صادق! تم یہاں کیسے؟ تو انہوں نے کہا کہ آپ کے خانقاہ شریف سے سفر حج کے بعد میں نے ٹرین سے

سفر کیا، کراچی آیا۔ حضرت بنوریؒ سے ملا اور عرض کیا کہ میں حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کا مرید ہوں، وہ حج پر چلے گئے ہیں، مجھے چھوڑ گئے ہیں۔ میری طبیعت سخت بے چین ہے۔ اس بے چینی میں کراچی کا سفر کیا۔ آپ (حضرت بنوریؒ) مجھے حج پر بھجوائیں۔ حضرت بنوریؒ نے میرا پاسپورٹ بنوایا۔ فون کر کے کراچی سعودی سفارت خانے سے ویزا لگوایا۔ اپنی جیب سے حضرت بنوریؒ نے ٹکٹ خرید کر دیا اور کراچی ایئرپورٹ پر خود چھوڑ کر گئے۔ اس واقعہ سے اندازہ فرمایئے کہ حضرت شیخ بنوریؒ، حضرت قبلہؒ کے خدام پر اتنے شفیق تھے تو حضرت قبلہؒ کے لئے آپ کے دل میں کتنی محبت ہوگی؟

۶۶...حضرت شیخ بنوریؒ

حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ اگر حضرت شیخ بنوریؒ کو کراچی سے حضرت قبلہؒ کے سفر حج کا معلوم ہو جاتا تو کراچی ایئرپورٹ پر سوار کرانے کے لئے ضرور تشریف لاتے۔

۶۷...صاحبزادوں کی بات

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ میں ۱۹۷۱ء، ۱۹۷۲ء میں دارالعلوم کبیر والا میں پڑھتا تھا۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب کبھی کبیر والا تشریف لاتے، تو کبھی میں ان کو ملنے قاسم العلوم ملتان چلا جاتا۔ حضرت مفتی محمودؒ، حضرت مولانا فضل الرحمٰن کی تربیت کے مسئلہ پر اتنا سخت مؤقف رکھتے تھے کہ ان کو سیر سپاٹا کی بہت کم اجازت ملتی۔ البتہ جب کبیر والا ہمارے ملنے کے لئے اجازت مانگتے تو حضرت مفتیؒ کبھی انکار نہ فرماتے۔

۶۸...حضرت مفتی محمودؒ

اسی طرح مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ جب کبھی میں قاسم العلوم جاتا۔ حضرت مفتی صاحبؒ ہمیشہ بالالتزام مجھے اپنی چارپائی پر سرہانے کی جانب بٹھاتے۔ حالانکہ میری حیثیت ان کے بچوں جیسی تھی۔ لیکن حضرت قبلہ خواجہ خان محمد صاحبؒ کا حضرت مفتی صاحبؒ کے دل میں اتنا احترام تھا کہ ہمیشہ مجھے سرہانے کی جانب بیٹھنے کا حکم فرماتے۔

۶۹...اولاد پر مہربان

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ خانقاہ سراجیہ پہلے والے مکان میں حضرت قبلہؒ کے کمرہ کے ساتھ میرا کمرہ تھا۔ اس زمانہ میں گھر پر گیزر نہ تھا۔ فجر سے قبل ڈبے میں پانی گرم کرتے۔ ہر روز حضرت قبلہؒ پانی کے دو لوٹے میرے لئے بھی گرم کرتے۔ ایک طہارت کے لئے ایک وضو کے لئے۔ پھر مجھے جگاتے کہ عزیز احمد پانی گرم تیار ہے، اٹھو نماز کی تیاری کرو۔ بحیثیت باپ کے اولاد پر آپ کی

شفقتوں کی یہ بارش تھی۔

۷۰...تیمارداری

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ ۱۹۶۸ء میں مجھے شدید ٹائیفائڈ کا اٹیک ہوا، جس کے اثرات تین ماہ تک رہے۔ حضرت قبلہؒ برابر تین ماہ ہر روز میری عیادت فرماتے اور مجھے گردن وسر سے لے کر پاؤں تک دباتے۔ بحیثیت باپ کے شفقتوں ومحبت کی موسلا دھار بارش کا یہ انداز تھا۔

۷۱...شفقتوں کی بارش

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ ایک بار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مجلس شوریٰ کا اجلاس رکھنا تھا۔ میرا اصرار تھا کہ اجلاس خانقاہ شریف ہو جائے، آپ کی صحت متحمل نہیں، آپ لمبا سفر نہ کریں۔ لیکن حضرت قبلہؒ کا اصرار تھا کہ مجھے ملتان جانے میں تھوڑی بہت دقت ہوگی۔ خیر ہے، مہمان اتنا لمبا سفر کر کے خانقاہ شریف آئیں؟ تو مجھے ملتان چلے جانا چاہئے۔ میرے اصرار کے باوجود حضرت قبلہؒ نے ملتان اجلاس کی تاریخ رکھنے کا فیصلہ دے دیا۔ ملتان اطلاع کر دی گئی۔ میری بات نہ مانی گئی۔ میں نے موڈ بنالیا۔ منہ بسورا، کپڑا تان کر حضرت قبلہؒ کے کمرہ کے ایک کونہ میں لیٹ گیا۔ نماز کا ٹائم ہوا۔ حضرت قبلہؒ نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ کے جانے کے بعد میں بھی گیا۔ نماز پڑھی۔ آپ کو مسجد سے گھر لے کر حاضر ہوا۔ کافی دیر کمرہ میں گم صم موڈ بنائے بیٹھا رہا۔ کافی دیر کے بعد جب گھر جانے کے لئے اجازت چاہی تو مصافحہ کے لئے میرے دونوں ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں میں لئے اور فرمایا کہ: ''ناراض نہیں ہوا کرتے۔'' اس بات سے میں پانی پانی ہوگیا۔ کلفت جاتی رہی۔ آج حضرت قبلہؒ کی ان شفقتوں کو یاد کرتے ہیں تو دل ڈوب ڈوب جاتا ہے۔

۷۲...سلیقے کی زندگی

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد نے ایک (کی رنگ) چابی کا چھلہ دکھایا جو ٹوٹا ہوا تھا۔ فرمایا کہ حضرت قبلہؒ کی چابیاں عمر بھر اس چھلہ میں رہیں۔ آخری چند سالوں کی بات ہے۔ وہ چابیاں صاحبزادہ نجیب احمد کو الماری کھولنے کے لئے عنایت کیں۔ الماری کا تالا جب بند کیا تو چھلہ سے نجیب کھیلنے لگ گئے۔ مروڑا دیا تو اس سے وہ ٹوٹ گیا۔ حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ بھیرہ طالب علمی کے زمانہ میں چابیوں کا یہ چھلہ خریدا تھا۔ قریباً ستر، پچھتّر سال آپ کے پاس رہا۔ اس سے سمجھ میں آ سکتا ہے کہ آپ نے کس طرح قرینہ وسلیقہ سے زندگی گذاری۔ (وہ ٹوٹا ہوا چھلہ آپ نے پھر الماری میں رکھ دیا۔ اب وفات کے بعد محترم صاحبزادہ عزیز احمد نے وہ سنبھال لیا ہے)۔

۷۳...زندگی بھر

محترم صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ زندگی بھر حضرت قبلہؒ نے کپڑوں کے چار سے زیادہ جوڑے نہیں رکھے۔

۷۴...طالب علموں کی لڑائی

مولانا محمود الحسن مبلغ عالمی مجلس لندن نے بتایا کہ حضرت قبلہؒ مدرسہ کے طالب علموں پر بہت شفیق تھے۔ عصر کے بعد طالب علم گیند کھیلتے۔ اگر وہ حضرت قبلہؒ کے سامنے آ کر گرتی۔ حتیٰ کہ پاؤں یا جھولی میں گرتی تب بھی آپ ناراض نہ ہوتے۔ بلکہ خندہ پیشانی سے طالب علموں کو واپس فرما دیتے۔ ایک بار میانوالی کا نیازی طالب علم عبید اللہ نے دوسرے نابینا طالب علم فاروق سے مذاق کیا کہ اس پر چاقو تان کر اس کو مرعوب کرنا چاہا۔ نابینا طالب علم نے شوخی میں انگڑائی لی تو اس کے کندھوں کے درمیان پورے چاقو کا پھل چلا گیا۔ مشکل سے نکالا۔ خون کے فوارے جاری ہو گئے۔ مولانا صاحبزادہ خلیل احمد نے فاروق کو لیا اور میانوالی ہسپتال لے گئے۔ اتنے میں حضرت قبلہؒ گھر سے تشریف لائے تو بہت سارے ساتھیوں نے شکوہ کیا کہ چاقو مارا۔ وہ لہولہان ہو گیا۔ کپڑے خون سے رنگین ہو گئے۔ خون بند نہ ہوتا تھا۔ اس حالت میں ہسپتال لے کر گئے ہیں۔ اب خیال تھا کہ اس واقعہ پر حضرت قبلہؒ کا کتنا شدید ردعمل ہوتا ہے؟ اب شکایتیوں نے جب شکایات کے انبار ختم کئے تو آپ نے صرف اتنا فرمایا کہ کیا ہوا۔ گھر میں بچوں کی لڑائی نہیں ہوا کرتی؟ طلباء پر شفقت کا یہ عالم تھا۔ جس کی ادنیٰ مثال یہ واقعہ ہے۔

۷۵...حضرت قبلہؒ کا صاحبزادی کو نصیحت

محترم صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ ہم پانچ بھائیوں کی ایک ہمشیرہ ہیں اور وہ سب سے بڑی ہیں۔ بالکل خاموش طبع، لیکن کبھی کبھار اگر کسی بات پر غصّے کا اظہار ہوتا ہے تو شدید! کہ پورے گھر والے ان کے غصّے سے خائف ہو جاتے ہیں۔ حضرت قبلہؒ کی صرف یہ ایک ہی بیٹی ہیں۔ آپ سے بھرپور محبت کرتی ہیں۔ بچپنے سے اب تک اس ہمشیرہ کا معمول یہ رہا کہ جب حضرت قبلہؒ اندر گھر تشریف لاتے یہ آپ کے پہلو میں بیٹھی رہتیں۔ حضرتؒ بھی ان سے بہت شفقت فرماتے۔ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہمیں اندیشہ تھا کہ حضرت قبلہؒ کی وفات کے سانحہ پر اس بہن کو اتنا شدید صدمہ ہونا ہے کہ ان کو سنبھالنا مشکل مرحلہ ہوگا۔ لیکن اللہ رب العزت کی شان بے نیازی کہ ادھر حضرت قبلہؒ کا وصال ہوا، ادھر ہمشیرہ محترمہ صبر و رضا کا ایسا پیکر بنیں کہ ایک آنسو نہیں ٹپکا اور ایک بار رونے کا نام نہیں لیا۔ ہمیں شدید حیرت ہوئی کہ یہ انقلاب کیسے آ گیا؟ ہمیں تو ان کی طرف سے کھٹکا تھا کہ ان پر وصال کا ایسا شدید دباؤ

ہوگا کہ شاید ان کو سنبھالنا مشکل کام ہوگا۔ چنانچہ پوچھا، بہن کیا ہوا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ وفات سے دوروز قبل حضرت قبلہ والد گرامیؒ خواب میں ملے اور مجھے فرمایا کہ میرے جانے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ آپ نے بے صبری بالکل نہیں کرنی اور نہ رونا ہے۔ میں نے خواب میں وعدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا صبر دے دیا ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔

۷۶... خوب رہا

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ کوہاٹ کے مجاہد ختم نبوت بھائی محمد علی جنازہ پر تشریف لائے تو دیکھا کہ کوہاٹ کے جناب مولانا جمشید جو دبئی میں ہوتے ہیں، جن سے محمد علی کا برابر رابطہ رہتا ہے۔ وہ جنازہ پر خانقاہ شریف موجود ہیں۔ بہت تعجب ہوا کہ یہ تو دبئی میں تھے۔ یہ اتنی جلدی یہاں کیسے آ گئے؟ پھر یہ کہ آنے کی اطلاع بھی نہیں کی، تو تعجب کے ساتھ ان سے پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت قبلہؒ کی وفات سے ایک ہفتہ قبل خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے جانے کا وقت آ گیا ہے۔ خواب میں آپ سے پوچھا کہ کتنے روز بعد۔ فرمایا کہ ایک ہفتہ بعد۔ میں صبح اٹھا تو چھٹی کی درخواست دی۔ پاکستان آنے کی تیاری کرنے لگ گیا۔ تین چار روز بعد چھٹی منظور ہوگئی۔ پھر سیٹ کی بکنگ ہوگئی۔ بدھ مورخہ ۵رمئی شام کو لاہور اترا۔ گاڑی پر بیٹھا سرگودھا آیا۔ تو وہاں کے دوستوں نے بتایا کہ حضرت قبلہؒ کا وصال ہوگیا ہے اور یہ ٹھیک خواب کے مطابق ایک ہفتہ ہی بنتا ہے۔ سرگودھا سے بجائے گھر جانے کے سیدھا خانقاہ شریف آ گیا۔ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس پر مہربانی فرمادیں تو ایسے ہو جاتا ہے۔

۷۷... حج وعمرہ

صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ عمر بھر حضرت قبلہؒ صحت کے زمانہ میں حج وعمرہ کرتے رہے، جب صحت سفر کے قابل نہ رہی تو حج کا سفر موقوف ہوا۔ جس سال سے آپ کا سفر حج موقوف ہوا۔ اس سال سے ہر سال بے شمار دوست حضرت قبلہؒ کی طرف سے حج بدل کرتے ہیں۔ ایک سال جن دوستوں نے (حضرت قبلہؒ کی زندگی میں) آپ کی طرف سے حج بدل کیا ان کا شمار کیا تو اسی کے قریب تعداد ہوگئی۔ اسی طرح وصال کے بعد جو عمرے یا طواف دوستوں نے کئے وہ تو بلا مبالغہ شمار سے بھی زیادہ۔

۷۸... بانیٔ تبلیغ مولانا محمد الیاسؒ سے ملاقات

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ دارالعلوم دیوبند میں تعلیم کے دوران ہم طلباء کا وفد دہلی گیا۔ وہاں سے نظام الدین گئے۔ تب حضرت مولانا محمد الیاسؒ وہاں تشریف فرما تھے۔ ہم آپ کے کمرہ میں داخل ہوئے۔ السلام علیکم کہا۔ آپ کسی ایک آدمی سے گفتگو فرما رہے

تھے۔ اشارہ سے کمرہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ ہم باہر رک گئے۔ اس آدمی سے فارغ ہوئے۔ ہم اندر داخل ہوئے۔ آپ نے بہت اکرام کیا۔ علیک سلیک ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ جب دو آدمی علیحدگی میں بات کر رہے ہوں تو داخل نہیں ہوا کرتے۔ پھر تعارف ہوا۔ جب ہم نے بتایا کہ ہم دارالعلوم دیوبند کے دورہ حدیث کے طلباء ہیں تو بہت خوشی کا اظہار کیا۔ موقع کی مناسبت سے کھلایا پلایا بھی اور ساتھ ہی فرمایا کہ آپ علماء کو تبلیغی جماعت کے ساتھ مل جانا چاہئے۔ اگر علماء نہ ملے تو مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں اس پر جہلاء کا قبضہ نہ ہو جائے۔ اگر ایسے ہو گیا تو پھر بہت نقصان کی بات ہوگی۔

۷۹...حضرت حاجی عبدالوہاب امیر تبلیغ

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ حضرت قبلہؒ کو ایک بار رمضان شریف میں ایک ران پر پھوڑا نکل آیا۔ مجبوراً آپریشن کرایا۔ اس دوران میں بہت سے علماء ومشائخ عیادت کے لئے تشریف لائے، دیگر حضرات کے علاوہ حاجی عبدالوہاب بھی تشریف لائے۔ (یہ ۱۹۸۶ء، ۱۹۸۷ء کی بات ہے) تب محترمہ بے نظیر صاحبہ وزیراعظم تھی۔ پنجاب میں نواز شریف وزیراعلیٰ تھے۔ اندرون سندھ میں مدتوں سے قیام پذیر پنجابیوں کو نکالا جا رہا تھا۔ روز روز قافلے در قافلے سندھ میں جائیدادیں چھوڑ کر پنجاب آ رہے تھے تو اس موقع پر حاجی عبدالوہاب صاحب نے فرمایا کہ سندھ سے آ رہا ہوں۔ وہاں کے حالات یکسر بدل رہے ہیں۔ عصبیت زوروں پر ہے۔ یہی حال رہا تو پتہ نہیں ملک کا کیا بنے گا؟ میرے خیال میں دو آدمی اس صورتحال پر کنٹرول کر سکتے ہیں اور وہ دونوں آپ (حضرت خواجہ صاحبؒ) کا حکم مانیں گے۔ ان کا اندرون سندھ کا دورہ رکھا جائے تو انشاء اللہ یہ صورتحال ٹھیک ہو جائے گی اور ملک کا فائدہ ہوگا۔ وہ دو حضرات ایک تو نوابزادہ نصراللہ خانؒ، دوسرے مولانا فضل الرحمٰن ہیں۔ ان کو آپ سندھ بھجوائیں۔ مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ ڈیڑھ دو گھنٹہ حاجی عبدالوہاب صاحب، حضرت قبلہؒ کے پاس رہے اور یہی گفتگو فرماتے رہے۔ اس دن اندازہ ہوا کہ حاجی صاحب صرف تبلیغ کے رہنما نہیں بلکہ سیاسی حالات پر بھی ان کی گہری نظر ہے۔

۸۰...حضرت قبلہؒ کی عرب کو نصیحت

برطانیہ کے جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن خالد فرماتے ہیں کہ ہمارے حضرت قبلہؒ تشریف لائے۔ ملنے کے لئے بہت سارے حضرات آئے۔ ملے اور چلے گئے۔ بعد میں انہوں نے کہا کہ آپ کے شیخ نے تو کوئی بات بھی نہ فرمائی۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں: میں نے کہا کہ آپ نے کوئی بات پوچھی ہو جواب نہ دیا ہو پھر تو فرمائیں؟ بلا سوال کے نہ بولنا تو محل اعتراض نہیں۔ فرماتے ہیں کہ اسی سفر میں ایک عرب

دوست جن کی چھوٹی چھوٹی خشخشی سی داڑھی تھی۔ مجھے کہا کہ آپ کے شیخ سے مجھے ملنا ہے۔ میں نے حضرت قبلہؒ سے عرض کی، آپ نے اجازت دی۔ فرمایا کہ بلاؤ۔ وہ عرب آئے۔ حضرت قبلہؒ سے محبت سے ملے۔ بیٹھتے ہی انہوں نے کہا کہ حضرت مجھے کوئی وصیت فرمادیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کی داڑھی سنت کے خلاف ہے۔ حضرت قبلہؒ نے اپنی داڑھی کو ہاتھوں میں لے کر فرمایا کہ اس طرح قبضہ برابر داڑھی مسنون ہے۔ اسی وقت عرب نے کہا کہ واللہ آپ سے (حضرت قبلہؒ) وعدہ رہا کہ آئندہ کبھی داڑھی نہ کٹواؤں گا۔ تاآنکہ قبضہ برابر نہ ہو جائے۔ حضرت قبلہؒ نے انبساط سے دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے اور وہ عرب فرحاں فرحاں رخصت ہوئے اور پھر انہوں نے داڑھی رکھ لی۔

۸۱...ٹیپ کا خاموش ہونا

مولانا محمد نگین امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت برطانیہ فرماتے ہیں کہ میں اور ڈاکٹر عبدالرحمٰن خالد دونوں نے ''ایضاح الطریقہ'' تصوف کی کتاب حضرت قبلہؒ سے سبقاً پڑھنی شروع کی۔ ختم نبوت کانفرنس برطانیہ کے لئے آپ کی تشریف آوری ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب کے ہاں قیام تھا۔ فرصت میں ہم کتاب لے کر حضرت قبلہؒ سے سبق پڑھتے۔ ایک دن ہم دونوں نے کہا کہ چپکے سے آج ٹیپ ریکارڈ لگالیتے ہیں۔ سبق ٹیپ ہو جائے گا۔ ہم نے خفیہ ٹیپ ریکارڈ لگادی اور سبق پڑھنے بیٹھ گئے۔ اس دن سبق بھی لمبا ہوگیا۔ حضرت قبلہؒ نے وضاحت میں بیان بھی خوب فرمایا۔ لیکن جب سبق سے فراغت کے بعد ٹیپ ریکارڈ چلایا تو ایک حرف بھی ٹیپ نہیں ہوا تھا۔ تب سمجھ میں آیا کہ شیخ سے چوری چوری جو کام کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے ناکام کر دیا۔

۸۲...حضرت کا کمال ضبط

مولانا محمد نگین فرماتے ہیں کہ حرم شریف میں ترکی برآمدے میں عین قبلہ جہت حضرتؒ مراقب تھے۔ کچھ دیر بعد آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا تو میں نے بڑھ کر گذارش کی کہ پانی نوش فرمائیں گے؟ آپ نے اثبات میں اشارہ کیا۔ میں جلدی میں اٹھا اور تعمیل ارشاد کا ایسا مجھ پر غلبہ تھا کہ زمزم کا پانی لیتے ہوئے ٹھنڈے کولر کی بجائے گرم کولر سے گلاس بھر کے لے آیا۔ آپ نے نوش جان فرمایا۔ آخری چند گھونٹ مجھے بھی عنایت فرمائے۔ میں نے وہ پیئے تو وہ گرم زمزم تھا۔ ندامت سے میں گیا، ٹھنڈا زمزم لے کر آیا اور پیش کیا۔ آپ نے وہ بھی نوش فرمایا۔ اس کے بھی آخری چند گھونٹ مجھے عنایت فرمائے۔

۸۳...حضرت کا اثر

مولانا محمد نگین فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت قبلہؒ کی خدمت میں رہتے ہوئے ایسے انداز ہ ہوجاتا تھا کہ اب آپ کو پانی ضرورت ہے۔ اب کھانا تناول کرنا چاہتے ہیں۔ اب وضو بنانا چاہتے ہیں۔ اب آرام فرمانا چاہتے ہیں۔ اب چائے کو طبیعت کرتی ہے۔ جونہی جس چیز کا میرے دل پر خیال کا غلبہ ہوا۔ عرض کیا تو آپ نے اسی چیز کو لانے کا حکم فرمایا۔ مولانا نگین صاحب کا کہنا ہے کہ حضرت قبلہؒ کی طبیعت مبارک میں جس چیز کی طلب کا داعیہ ہوتا، اسی چیز کا حضرت قبلہؒ کی برکت سے میرے قلب پر داعیہ پیدا ہوجاتا اور بغیر حضرت قبلہؒ کے مانگنے کے آپ سے اجازت لے کر وہ چیز آپ کی خدمت میں پیش کر دی جاتی۔

۸۴...لالہ سعید کا کمال

محترم صاحبزادہ سعید احمد نے بتایا کہ برمنگھم ختم نبوت کانفرنس کے موقع پر حاجی محمد شریف کے ہاں قیام تھا۔ حضرت قبلہؒ نے چائے نوش کرنی تھی۔ میں باورچی خانہ میں گیا۔ دیکھا کہ خوبصورت نفیس مرتبان میں چینی رکھی تھی۔ میں نے سپیرٹ چائے بنائی۔ دسترخوان پر لاکر رکھی۔ حضرت قبلہؒ کے کپ میں تین چمچ ڈالے۔ چائے بنائی۔ پیش کر دی۔ آپ نے نوش فرمانا شروع کر دی۔ باقی متوسلین کی اجازت وخواہش سے کسی کے کپ میں ایک چمچ کسی کے کپ میں دو چمچ۔ آخر میں ایک کپ اپنے لئے بنایا تو اس میں بھی ایک چمچ ڈالا۔ چائے بنائی اور بڑے مزے سے پہلا گھونٹ لیا تو میری حیرت کی انتہاء نہ رہی۔ جسے میں چینی سمجھ کر اٹھا لایا تھا وہ تو خیر سے نمک ہے۔ اب میں نے عرض کی کہ حضرت قبلہؒ یہ کیا ہوا، آپ تمام حضرات میں سے کوئی بھی نہیں بولا؟ اور اتنے تیز نمک کی چائے بن گئی۔ حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ تمہارے ہاتھوں میٹھی چائے ملتی تھی، پی لیتے تھے۔ آج نمکین ملی تو وہ بھی لے لی۔ بولنے کی ضرورت اس لئے نہ سمجھی کہ آخر آپ نے اپنے لئے بنانی ہے۔ جب پئیں گے تو ہمارے بولے بغیر آپ کو احساس ہو جائے گا۔ تو جو بن بولے کام ہو جانا ہے، اس پر بولنے کا کیا فائدہ؟ صاحبزادہ فرماتے ہیں کہ میں نے تمام کپ واپس لئے۔ نئی چائے بنائی اور اسی طرح کا دوسرا مرتبان جس میں چینی تھی، چکھ کر وہ لے آیا اور دوبارہ سب کو چائے پلائی۔

۸۵...طالب علموں پر شفقت

ڈاکٹر عبدالرحمٰن خالد فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ المعروف حضرت ثانیؒ کی مسند نشینی کے دور میں مدرسہ کا تمام نظم حضرت قبلہ مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کے سپرد تھا۔ ایک دن میں عصر کے بعد تسبیح خانہ کے برآمدہ کے کونہ میں بیٹھا تھا۔ چھٹی ہوئی۔ طالب علم وہاں سے جو بھی گزرے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، واپس ہوں تو پھر بھی۔ جو آئے ’’السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘‘ خاصی دیر تو میں جواب دیتا رہا۔ اتنے میں حضرت قبلہؒ تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت ان تمام طلباء حضرات نے تو میرا شکنجہ کس دیا ہے۔ ’’السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘‘ کی لائن لگی ہے۔ کیا کروں؟ حضرت قبلہؒ مسکرائے، فرمایا: بھائی! یہ مدرسہ کے طالب علم ہیں، ان کو تعلیم کے ساتھ ساتھ عملی تربیت دی جاتی ہے کہ آتے جاتے جو سامنے ملے، اسے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پورا سلام کئے بغیر نہ گزرو۔ اب اتفاق سے آپ گزرگاہ پر بیٹھے ہیں۔ تو ایسے تو ہوگا۔ تھک گئے ہو تو ادھر ادھر ہو جاؤ۔ ورنہ ان طلباء نے تو اپنے وظیفہ کا ناغہ نہیں کرنا۔

۸۶... بیعت نے مزاج بدل دیا

مولانا محمد نگین فرماتے ہیں کہ ہم چھچھ کے رہنے والے اور پھر خاندانی طور پر ملک برادری، بات بات پر الجھاؤ۔ جھگڑا، لڑائی، ڈانٹ ڈپٹ تو ہمارے مزاج کا حصہ تھی۔ حضرت قبلہؒ سے بیعت ہوئی تو مزاج بدل گیا۔ ہمارے گاؤں سے پانچ حضرات حضرت قبلہؒ کی زیارت کے لئے خانقاہ شریف آئے کہ اس پیر کی زیارت کرنی ہے۔ جس نے ہمارے ملکوں کی لڑائی، الجھاؤ والی طبیعت بدل دی ہے۔ وہ آئے تو زیارت کے لئے تھے۔ مگر خود بھی بیعت ہوکر گئے۔ مولانا نگین فرماتے ہیں کہ اب تو مزاجاً لڑائی جھگڑا کو پسند نہیں کرتا۔ (گویا حضرت قبلہؒ کی بیعت نے مزاج یعنی جبلت ہی بدل دی)۔

۸۷... جامعہ اشرفیہ میں ورودِ مسعود

صاحبزادہ سعید احمد فرماتے ہیں کہ ۲۰۰۹ء کی ختم نبوت کانفرنس چناب نگر پر سخت معذوری کے باوجود حضرت قبلہؒ تشریف لے گئے، وہاں سے لاہور کا سفر ہوا۔ لیکن طے کرلیا کہ لالہ رشید احمد کے مرکز سراجیہ میں حضرت کا قیام ہوگا۔ کہیں حضرت قبلہؒ کو لے کر نہیں جانا۔ جس نے ملنا ہے حضرت قبلہؒ کی قیام گاہ پر آجائے۔ لاہور جامعہ اشرفیہ کے حضرات کا اصرار بڑھا تو میں نے سوچا کہ اتنے علماء، مشائخ، اساتذہ، طلباء وہ کیسے حضرت قبلہؒ کی جائے قیام پر آئیں۔ اچھا ہے کہ حضرت قبلہؒ کے وہاں کا سفر ہو جائے۔ اتنے میں ایک اور ساتھی جس نے اپنی فیکٹری بنائی، جناب آصف بھٹی صاحب، ان کا مجھ پر شدید دباؤ کہ ایک بار حضرت ایک منٹ کے لئے چار دیواری میں تشریف لائیں تو میں نے ان سے بھی وعدہ کرلیا۔ جس دن ایئر پورٹ جانا تھا۔ ذرا جلدی کی اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پہلے جامعہ اشرفیہ والوں کو اطلاع تھی۔ مین گیٹ سے مسجد کے دروازہ تک دورویہ علماء طلباء کھڑے، مسجد کے دروازہ پر اساتذہ ومشائخ جمع۔ اس دوران میں حضرت قبلہؒ کی گاڑی گذری تو نعروں کی گونج سے جامعہ کے

درودیوار جھوم اٹھے۔ مدرسہ ومسجد کے گیٹ پر گاڑی میں بیٹھے بیٹھے علماء سے مصافحہ ودعا فرمائی اور چل دیئے۔ راستہ میں آصف بھٹی کے ہاں بھی گاڑی میں بیٹھے بیٹھے ایک گلاس جوس کا نوش کیا۔ دعا فرمائی اور چل دیئے۔ بعد میں حضرت قبلہؒ کے وصال کے بعد آصف بھٹی نے خواب میں دیکھا کہ حضرت قبلہؒ کو ویل چیئر پر بٹھا کر میں (لالہ سعید احمد) فیکٹری کا وزٹ کرا رہا ہوں۔ آصف صاحب نے علماء سے تعبیر پوچھی تو انہوں نے کہا کہ شیخ کے تیرے ہاں تشریف لانے سے رکاوٹیں دُور ہوں گی۔ برکات کی بارش ہوگی۔

۸۸...حافظ ابوذر بخاریؒ

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ مولانا سید حافظ ابوذر بخاریؒ ملتان گھر پر زیر علاج تھے۔ حضرت قبلہؒ عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو ابن امیر شریعت سید ابوذر بخاریؒ پر گریہ کی کیفیت طاری ہوگئی اورفرمایا کہ: میں خانقاہ شریف آنے کے لئے بے قرار تھا، ساتھیوں سے عرض کیا کہ مجھے جیسے کیسے لے چلو۔ حضرت قبلہؒ کی زیارت سے دل کی دنیا کو قرار آجائے۔ آپ نے کرم کیا کہ خود کنواں پیاسے کے پاس آ گیا۔ خیر ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں تو حافظ سید ابوذر بخاریؒ کی طبیعت میں بشاشت آ گئی۔ چائے آئی، حضرت قبلہؒ سمیت سب مہمانوں نے چائے پی۔ اب حضرت قبلہؒ نے اجازت چاہی تو حافظ سیّد ابوذر بخاریؒ نے فرمایا کہ حضرت سو روپیہ کا لال لال نوٹ عنایت فرمادیں۔ حضرت قبلہؒ نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور حضرت حافظ سید ابوذر بخاریؒ کو سو روپیہ کا نوٹ تھما دیا۔ تو اس پر حافظ سید ابوذر بخاریؒ نے فرمایا کہ میں اپنے اباجی (حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ) سے بھی ایسے ہی پیسے مانگا کرتا تھا۔ ان کی اس اپنائیت ومحبت بھری گفتگو پر پوری مجلس سراپا رقت بن گئی۔

۸۹... پوچھو کیا کام ہے

محترم صاحبزادہ سعید احمد فرماتے ہیں کہ ایک بار دوپہر کو حضرت قبلہؒ کو کھانا کھلایا، مہمان مستورات آئی ہوئی تھیں۔ ان کو زیارت کرائی۔ دروازہ بند کیا۔ حضرت قبلہؒ کو چارپائی پر لٹایا اور خود نیچے فرش پر لیٹ گیا۔ خود بھی تھکا ہوا تھا۔ چند منٹ گذرے کہ حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ باہر دیکھو کوئی عورت ہے۔ میں نے عرض کی حضرت کوئی نہیں سب نے ملاقات کرلی ہے۔ حضرت خاموش ہوگئے۔ میری آنکھ لگنے لگی تو حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ باہر کوئی عورت ہے۔ پوچھو کیا کام ہے؟ میں نے عرض کیا حضرت سب مہمان عورتوں نے زیارت کر لی ہے۔ اب دوپہر کا وقت ہے۔ دروازہ بند ہے۔ یہاں کسی کو کیا کام ہے؟ آپ آرام فرمائیں۔ حضرت قبلہ لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر تیسری بار آواز دی۔ سعید احمد باہر دیکھو کوئی عورت ہے۔ کیا کہتی ہے؟ صاحبزادہ سعید احمد کہتے ہیں کہ مجھ پر نیند کے غلبہ کی کاہلی سوار تھی۔ لیکن حضرت

قبلہؒ کا حکم تھا۔ دروازہ کھولا تو گیلری میں کوئی نہ تھا۔ برآمدہ میں گیا تو واقعی ایک بہن جو لاہور سے تشریف لائی تھیں۔ برآمدہ میں بیٹھی تھیں۔ ان کو بلا کر لایا۔ انہوں نے حضرت قبلہؒ سے دعا کرائی اور اس کے بعد پھر حضرت قبلہؒ نے آرام فرمایا۔

۹۰...لطائف تصوف

حضرت مولانا محمد نگین فرماتے ہیں کہ نقشبندی سلسلہ طریقت میں جو لطائف کے اسباق دیئے جاتے ہیں۔ ایک لطیفہ سے دوسرے کی طرف انتقال کرنے میں شیخ کامل کی توجہ اکسیر اعظم کا درجہ رکھتی ہے اور یہی کمال حضرت الشیخ حضرت قبلہؒ کو حاصل تھا کہ ادھر توجہ ہوئی۔ ادھر ایک لطیفہ سے دوسرے لطیفہ کی طرف انتقال ہو جاتا اور اس انتقال کی جو کیفیت ہوتی وہ بھی اسی وقت محسوس ہوتی۔

۹۱...حرم میں عصر

مولانا محمد نگین فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کی کہ سعودی حضرات تو مثل اوّل میں عصر پڑھ لیتے ہیں۔ جبکہ احناف کے نزدیک ابھی عصر کا وقت داخل نہیں ہوتا تو حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ میرے حضرتؒ (یعنی حضرت ثانیؒ) کبھی ان کے ساتھ پڑھ لیتے اور کبھی مثل ثانی میں اپنی جماعت کراتے۔ البتہ علمائے دیوبند ان کے ساتھ پڑھ لیتے ہیں۔ اس لئے ساتھ مثل اوّل میں پڑھ لینی چاہئے۔

۹۲...کرسی پر طواف

مولانا محمد نگین فرماتے ہیں کہ میں اور صاحبزادہ محمد عابدؒ، حضرت قبلہؒ کے ساتھ تھے۔ صاحبزادہ محمد عابدؒ وہیل چیئر لے کر آئے اور حضرت قبلہؒ سے عرض کیا کہ طواف وسعی آپ کو اسی پر کرانی ہے۔ یہ پہلی بار کرسی پر طواف کرانا تھا۔ حضرت قبلہؒ نے انکار کر دیا۔ صاحبزادہ صاحبؒ نے عرض کیا کہ نہیں آپ کرسی پر تشریف رکھیں۔ آپ کمزور ہیں۔ طواف کر بھی لیا تو اتنی تھکاوٹ ہو جائے گی کہ سعی کرنی آپ کے لئے ناممکن ہو جائے گی۔ وہ تو لامحالہ کرسی پر ہی کرانی پڑے گی اور پھر ایک طواف سے اتنے تھک جائیں گے کہ رہائش سے حرم شریف آنے کی سکت نہ رہے گی۔ یہ کرسی حاضر ہے۔ مولانا نگین طواف وسعی کرائیں گے۔ آپ مہربانی فرمائیں۔ حضرت قبلہؒ مان گئے۔ یوں حضرت قبلہؒ نے زندگی میں پہلی بار طواف وسعی کرسی پر کی اور یہ سعادت میرے (مولانا محمد نگین) حصہ میں آئی۔ جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ بہت ہی سہولت رہی۔

۹۳...حضرتؒ کی بشاشت

مولانا محمد نگین فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قبلہؒ کے چہرہ مبارک سے اندازہ فرمایا کہ جب ختم

نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے آتے تو حضرت قبلہؒ کی بشاشت طبع واضح طور پر چہرہ سے عیاں ہوتی تھی۔ اسی طرح جب مولانا فضل الرحمٰن تشریف لاتے تب بھی حضرت قبلہؒ کی طبیعت شگفتہ ہو جاتی تھی۔ ایک بار برطانیہ میں حضرت قبلہؒ کے ایک ملنے والے نے جوں مولانا فضل الرحمٰن کے خلاف باتیں شروع کیں۔ حضرت قبلہؒ سنتے رہے۔ جوں ہی اس کی بات ختم ہوئی، آپ نے فرمایا کہ سیاست میں ہمارے ایک مولانا ہیں۔لوگ ان سے بہت جلتے اور حسد کرتے ہیں۔ وہ صاحب اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔

۹۴...مقام حضوری

مولانا محمد نگین فرماتے ہیں کہ آخری سالوں میں، میں (مولانا نگین) نے مشاہدہ کیا کہ حضرت قبلہؒ کی زبان مبارک اور دل کا خیال مبارک ہر وقت یاد الٰہی کی طرف مشغول رہتا۔ جب کوئی شخص مصافحہ کرتا یا کوئی سوال یا بات چیت کرتا تب بڑے تکلف سے حضرت اپنے ذکر دائمی کے ماحول سے نکل کر اس کی طرف متوجہ ہوتے، لیکن فوراً پھر ذکر دائمی یا حضور قلبی کے ماحول میں چلے جاتے۔ یہ حضرت قبلہؒ کا کمال تھا اور سو فیصد صحیح واقعہ ہے کہ حضرت قبلہؒ دائمی حضوری کے منصب سے سرفراز تھے۔

۹۵...اپنے قلب کو شیخ کے قلب کی طرف متوجہ رکھیں

مولانا محمد نگین فرماتے ہیں کہ میں نے سفر برطانیہ، سفر حرمین، سفر پاکستان میں حضرت قبلہؒ سے بہت ساری تصوف کی کتابیں پڑھی ہیں۔ حضرت قبلہؒ فرماتے تھے کہ جب شیخ کے پاس بیٹھو تو اپنے قلب کو شیخ کے قلب کی طرف متوجہ رکھو اور تصور کرو کہ شیخ کے قلب سے یاد الٰہی کی کیفیات و برکات کا میرے دل پر نزول ہو رہا ہے۔ چنانچہ جب میں (مولانا نگین) ایسے کرتا تو اس وقت دل کی کیفیت عروج پر ہوتی۔

۹۶...آپ کی دُعا نے صلح کرادی

مولانا محمد نگین فرماتے ہیں کہ میرے ایک چچا اور دوسرے چچا زاد بھائیوں میں زمین کا ایک قضیہ شدت اختیار کر گیا۔ حضرت قبلہؒ سے عرض کی کہ حضرت! میرے قریبی رشتہ داروں میں زمین کا تنازع ہے۔ معاملہ حل نہیں ہو رہا۔ اندیشہ ہے کہ معاملہ قتل وقتال تک نہ پہنچ جائے۔ بہت کوشش کی ہے، مسئلہ حل نہیں ہو رہا۔ کیا کریں۔ حضرت قبلہؒ نے فرمایا: ایک بار پھر کوشش کریں کہ صلح ہو جائے۔ حضرت قبلہؒ کے یہ الفاظ سن کر میں گھر گیا۔ معاملہ کو پھر چلایا۔ تو وہ چچا جو پہلے بات ہی نہ سنتے تھے وہ خاموش ہو گئے۔ ایک عزیز نے کہا کہ اب چچا میاں کا منہ کیسے بند ہو گیا۔ میں (مولانا نگین) نے کہا کہ میانوالی سے بندھوا کر آیا ہوں۔ خیر بات چلی اور صلح ہو گئی اور قتل وقتال کا اندیشہ ختم ہو گیا۔

۹۷...دیر تک دیکھتے رہے

محترم صاحبزادہ سعید احمد فرماتے ہیں کہ آخری بار جب ملتان ہسپتال میں عیادت کے بعد مولانا فضل الرحمٰن نے اجازت چاہی تو حضرت قبلہؒ نے صرف مصافحہ کیا اور کوئی بات نہ فرمائی۔ حالانکہ مولانا فضل الرحمٰن پہلے جب بھی اجازت کے لئے مصافحہ کرتے تو حضرتؒ ڈھیر ساری دعائیں فرماتے۔ اس روز بالکل خاموش رہے۔ البتہ مولانا فضل الرحمٰن کے باڈی گارڈ قیوم خان کا کہنا ہے کہ مولانا فضل الرحمٰن مصافحہ کر کے چلنے لگے تو حضرت قبلہؒ نے سر مبارک اوپر کیا اور جب تک مولانا فضل الرحمٰن سامنے چلتے رہے حضرت قبلہؒ ان کی طرف دیکھتے رہے۔

۹۸...تین بھائیوں کے لئے علیحدہ علیحدہ دُعا

برطانیہ کے سرور صاحب اور جناب کلیم اللہ کا کہنا ہے کہ ہم تین بھائی حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دعاؤں کا عرض کیا۔ ایک کے متعلق فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو راحتیں نصیب فرمائے۔ دوسرے کو فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو برکتیں دے۔ تیسرے کو فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ آپ کو خوشیاں نصیب فرمائے۔ واقعہ میں پھر اسی طرح ہر ایک کے ساتھ ظہور میں آیا۔

۹۹...حسن نام رکھنا

سرور صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قبلہؒ سے عرض کیا کہ حضرت میری نرینہ اولاد نہیں ہے۔ آپ دعا فرمادیں۔ آپ نے تھوڑی دیر بعد سر مبارک اٹھایا۔ فرمایا کہ آپ اپنے بیٹے کا نام کیا رکھیں گے؟ میں نے عرض کیا کہ رحمت عالم ﷺ کے نواسوں میں سے حسنؓ یا حسینؓ نام رکھوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ حسن نام رکھنا۔ اگلے سال حضرتؒ تشریف لائے تو میں نے چھوٹے سے حسن کو آپ کی گود میں رکھا۔ آپ نے بہت دعائیں دیں۔ اس وقت وہ دین کی تعلیم حاصل کر رہا ہے۔

۱۰۰...حضرت قبلہؒ کی دُعا کا اثر

جناب سرور و کلیم اللہ جوڈ نکاسٹر برطانیہ میں رہتے ہیں۔ یہ دونوں حضرات گوجرہ کے ماسٹر منظور احمد کے نواسے ہیں۔ ماسٹر صاحبؒ قبلہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ یہ دونوں روایت کرتے ہیں کہ حضرت قبلہؒ گوجرہ میں حضرت ماسٹر صاحب کے ہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس زمانہ میں گوجرہ کی آبادی کا وہ حصہ جس میں ہماری رہائشیں تھیں وہ چونکہ منظور شدہ کالونی نہ تھی۔ حکومت نے نوٹس دے دیا کہ پوری کالونی خالی کر دی جائے۔ دو ماہ کے بعد اس کالونی کو مکمل گرا دیا جائے گا۔ اس سے ہم بہت پریشان تھے۔ حضرت قبلہؒ سے دعاء کے لئے عرض کیا۔ اس دن خلاف معمول بڑے جلال

سے فرمایا کہ اس آبادی کو کسی کا باپ بھی نہیں گراسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ چند ماہ بعد اس کالونی کی پوری آبادی کو بجائے گرانے کے مالکانہ حقوق مل گئے۔ فالحمد للہ!

۱۰۱...نمبرداری پر بحال ہوگیا

یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں ایک دوست پڑھے لکھے سادہ اور شریف الطبع تھے۔ ان کے کے والد صاحب نمبردار تھے۔ ان کا انتقال ہوا تو نمبرداری کا حق بڑے بیٹے کا تھا۔ مگر چھوٹے نے مل ملا کر کے نمبرداری اپنے نام کرالی۔ بڑا بیٹا حضرت قبلہؒ کے پاس خانقاہ سراجیہ گیا۔ ساری کہانی سنائی۔ حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ گوجرہ میں پیر صاحب (ماسٹر منظور احمد خلیفہ مجاز حضرت رائے پوریؒ) سے دعا کرائیں۔ یہ صاحب واپس گوجرہ ماسٹر صاحب کے پاس آئے۔ حضرت قبلہؒ کی گفتگو نقل کی تو ماسٹر صاحب نے فرمایا کہ اچھا ہمارے حضرت قبلہؒ پیر صاحب (حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ) کا حکم ہے۔ چلو اس پیشی پر آپ نمبردار بن جائیں گے۔ چنانچہ پیشی پر فیصلہ ان کے حق میں ہوگیا۔

۱۰۲...مولانا احمد خانؒ کا مقام

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قبلہ والد گرامیؒ (حضرت قبلہؒ) سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ حسب معمول صبح نماز پڑھانے کے لئے ایک روز تشریف لائے تو کتب خانہ کے پیچھے دروازہ پر حضرت مولانا حسین علیؒ واں بھچراں والے کھڑے تھے۔ مولانا ابوالسعد احمد خانؒ نے ان کو اس حالت میں دیکھا تو بہت تعجب ہوا۔ مولانا احمد خانؒ نے فرمایا مولانا! آپ نے کمال کیا۔ بغیر اطلاع کے تشریف لائے۔ مجھے حکم کیا ہوتا، آدمی بھیجتے۔ آپ اہتمام سے تشریف لاتے۔ رات کب سے تشریف لائے۔ بستر، کھانا بھی ملا یا نہیں۔ غرض بہت تعجب کا اظہار کیا تو مولانا حسین علیؒ واں بھچراں نے مولانا احمد خانؒ سے فرمایا کہ میں رات حسب معمول لیٹا تو خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص صبح سب سے پہلے مولانا احمد خانؒ کو دیکھے گا وہ جنت میں جائے گا۔ بس یہ ارشاد عالی سن کر واں بھچراں سے پیدل چل پڑا کہ صبح گھر سے نکلتے وقت میں دروازہ پر موجود ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آسانی کی کہ بروقت حاضر ہوگیا اور زیارت بھی ہوگئی۔

۱۰۳...مولانا حسین علیؒ کی وضاحت

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا حسین علیؒ بھی خانقاہ موسیٰ زئی شریف کے حضرت خواجہ سراج الدینؒ کے خلیفہ مجاز تھے اور بہت بڑے آدمی تھے۔ حضرت مولانا احمد خانؒ بانی خانقاہ سراجیہ کے ہاں جب مولانا حسین علیؒ واں بھچراں والے تشریف لاتے۔ آپ ان کو اپنے ساتھ اپنی

مسند پر بٹھاتے۔ ایک دفعہ مولانا حسین علیؒ واں بھچراں والے تشریف لائے تو انہوں نے مولانا احمد خانؒ سے فرمایا کہ پیروں، فقیروں کو جو امداد کے لئے غائبانہ لوگ پکارتے ہیں میں ایسے لوگوں کے اس فعل کو شرک قرار دیتا تھا، لیکن میرے پاس میری چند مرید عورتیں آئیں۔ یہ تھل کے علاقہ میں اپنے جانوروں کا چارہ بنانے کے لئے جاتی ہیں۔ ایک بار اس دوران شدید کالی اندھیری آ گئی کہ وہ راستہ بھول گئیں۔ ان عورتوں نے مجھے کہا کہ: ’’آندھی وچ اساں تیکوں سوردیاں ہاسے پر تیکوں تے پتہ وی نہ ہوسی۔‘‘ (ہم آندھی میں آپ کو پکارتی تھیں، مگر آپ کو تو علم بھی نہ ہوگا) چنانچہ اس سے سمجھ میں آیا کہ غائبانہ پیروں کو پکارنے والے کا یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ پیر ہماری پکار سن کر مدد کو آئیں گے۔ بلکہ پیروں کا نام اس لئے لیتے ہیں کہ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائیں گے۔ اگر یہ اعتقاد ہو تو پھر اس فعل کو شرک نہیں کہا جاسکے گا۔

۱۰۴...سنت کی پیروی

برادر غلام یٰسین لاہور کے رہائشی ہیں، برطانیہ کے شہر ڈنڈی میں ہوتے ہیں۔ حضرت قبلہؒ سے گہری عقیدت رکھتے ہیں۔ برطانیہ، پاکستان، سعودی عرب کے سفروں میں حضرت قبلہؒ کی انہوں نے بہت خدمت کی۔ ان کا کہنا ہے کہ حضرت مولانا محمد مکی صاحب کے ہاں مکہ مکرمہ میں حضرت قبلہؒ کا قیام تھا۔ وہاں کتاب دیکھی اس میں آنحضرت ﷺ کے ان واقعات کا ذکر تھا۔ جن میں آپ نے اپنے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ ہمارے لئے دعا کرنا۔ مثلاً مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ، عمرہ یا حج کے لئے حضرت عمرؓ تشریف لے جانے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ بھائی ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ حضرت قبلہؒ نے کتاب سے ایسے واقعات والا حصہ پڑھا۔ اگلے روز میں نے عمرہ پر جانے کے لئے اجازت طلب کی تو حضرت قبلہؒ نے مجھے (یٰسین صاحب) اپنے (حضرت قبلہؒ) بارے میں فرمایا کہ بھائی! ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ حضرت قبلہؒ سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنے کے اتنے مشاق ہیں۔ ایک دن وہ واقعات پڑھے تو اگلے دن اس سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل بھی فرمالیا۔

۱۰۵...سنت کا اتباع

جناب غلام یٰسین فرماتے ہیں کہ سفر حج میں رات کے وقت حضرت قبلہؒ اچانک بیدار ہوئے، اپنے پلنگ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ واش روم جانا چاہتے تھے۔ آہٹ سن کر میں اٹھا اور جوتیاں حضرت قبلہؒ کے آگے رکھ کر پہنانے لگا۔ نیند کے غلبہ، رات کے اندھیرے اور جلدی کے باعث مجھے یاد نہ رہا۔ بجائے دائیں پاؤں میں پہلے چپل پہنانے کے میں نے پہلے بائیں پاؤں میں چپل پہنانی شروع

کر دی۔ آپ نے فوراً بایاں پاؤں واپس کھینچ کر پہلے دایاں آگے کر دیا۔ اس دن سمجھ میں آیا کہ کس طرح سنت رسول اللہ ﷺ پر عامل ہونا آپ کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی کہ اس حالت میں بھی خلاف سنت نہ ہونے دیا۔

۱۰۶...فوری اثر

جناب غلام یٰسین فرماتے ہیں کہ ایک بار پشاور میں ختمِ نبوّت کی کانفرنس تھی۔ خانقاہ شریف سے آپؒ کے ہمراہ پشاور حاضری ہوئی۔ تھکاوٹ کے باعث مجھے شدید بخار ہو گیا۔ ساتھیوں نے حضرت قبلہؒ سے عرض کیا کہ غلام یٰسین کو بخار ہے۔ آپؒ میری چارپائی کے قریب تشریف لائے۔ عیادت فرمائی اور میرے بازو پر ہاتھ پھیرا۔ تھوڑی دیر کے بعد بخار جاتا رہا اور میں تندرست ٹھیک ٹھاک، چاق و چوبند ہو گیا۔

۱۰۷...مولانا حسین علیؒ کے صاحبزادہ کی گواہی

حضرت مولانا محمد نگین فرماتے ہیں کہ حضرت قبلہؒ سے میں نے خود سنا، حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ ایک بار صبح صبح حضرت مولانا حسین علیؒ واں بھچراں کے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالرحمٰن خانقاہ سراجیہ تشریف لائے۔ مجھے (حضرت قبلہؒ) ان کے صبح صبح تشریف لانے پر تعجب ہوا۔ مولانا عبدالرحمٰن ملے اور فرمایا کہ آپ (حضرت قبلہؒ) کو مبارک باد دینے آیا ہوں کہ آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کو زندہ رکھا ہوا ہے اور پھر اجازت چاہی اور واپس تشریف لے گئے۔

۱۰۸...مولانا فضل الرحمٰن کی پالیسی پر اطمینان

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ حضرت قبلہؒ عمرہ پر تشریف لے گئے۔ میں آپ کے ساتھ تھا۔ مواجہہ شریف پر حاضری کے بعد واپس ہوئے تو مسجد نبویؐ کی صف اوّل میں حضرت قاری محمد طاہرؒ ملتانی ثم مدنی نے آپ کو دیکھ لیا۔ سروقد کھڑے ہو گئے۔ حضرت قبلہؒ بھی ان کو دیکھ کر رک گئے۔ معانقہ، مصافحہ کے بعد حضرت قاری محمد طاہرؒ نے بہت اخلاص کے ساتھ فرمایا کہ حضرت! آپ مولانا فضل الرحمٰن کو سمجھائیں، وہ کیا کر رہے ہیں۔ (یہ ایم۔آر۔ڈی کا دور تھا) حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ: قاری صاحب! آپ پریشان بالکل نہ ہوں، البتہ ان کے لئے دُعا فرمائیں۔ قاری صاحب نے کہا کہ حضرت! دُعا؟ فرمایا: ہاں۔ دُعا کے لئے ہی تو کہا ہے۔ قاری صاحب نے عرض کیا کہ: حضرت! آپ کو اطمینان ہے؟ فرمایا: سو فیصد اطمینان ہے۔ قاری صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آپ کی بات سر آنکھوں پر مان لیتا ہوں۔ لیکن ذمہ داری آپ کی ہوگی۔ حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ: سو فیصد میری ذمہ داری ہے۔ (اس دور میں جنرل محمد ضیاء الحق کے متعلق پاکستان اور بالخصوص بیرونی دنیا میں بہت اچھا تأثر تھا کہ وہ اسلام کی

خدمت کر رہے ہیں۔ اس زمانہ میں ایم۔آر۔ڈی میں دینی جماعت کی شمولیت باعث تشویش تھی۔ مولانا فضل الرحمٰن کی ایم۔آر۔ڈی میں شمولیت اور حضرت قبلہؒ کا اس پر اطمینان آنے والے حالات نے فیصلہ کر دیا کہ ان حضرات کا یہ فیصلہ سوفیصد درست تھا۔ اس لئے کہ ضیاء مرحوم نے صرف اپنے اقتدار کی طوالت کے لئے اسلام کو استعمال کیا۔ مستقل بنیادوں پر اس کے نفاذ اور مؤثر بنانے کے اقدامات ہوتے، تو آج حالات ہی اور ہوتے۔ مزید یہ کہ حضرت قاری محمد طاہرؒ مجدد قرأت حضرت قاری رحیم بخشؒ پانی پتی کے مایہ ناز شاگرد اور داماد بھی تھے۔ جامعہ قاسم العلوم ملتان میں شعبہ قرأت کے صدر مدرس تھے۔ اس زمانہ میں مولانا فضل الرحمٰن کے ابھی تک داڑھی مونچھ بھی نہ آئے تھے۔ آپ سکول پڑھتے تھے۔ تب حضرت قاری محمد طاہرؒ سے قرآن مجید اور تجوید پڑھتے تھے۔ حضرت قاری محمد طاہرؒ بعدہ مدینہ طیبہ چلے گئے۔ مسجد نبویؐ کے اکثر ائمہ ان کے شاگرد ہیں۔ فن قرأت کے امام تھے۔ مدینہ طیبہ میں انتقال ہوا۔ بقیع میں مدفون ہوئے۔ ہمارے حضرت قبلہؒ کا بہت احترام فرمایا کرتے تھے)۔

۱۰۹... بدنظری سے بچیں

برنلے برطانیہ کے معروف مذہبی رہنما جناب عزت خان فرماتے ہیں کہ مسجد فاروق اعظمؓ برنلے کے حجرہ شریف میں حضرت قبلہؒ تشریف فرما تھے۔ (اتفاق کی بات ہے کہ فقیر راقم ۲۷؍جون ۲۰۱۰ء کو عین اسی مقام پر بیٹھ کر ان سطور کو لکھ رہا ہے۔ حضرت قبلہؒ نے جہاں بیٹھ کر یہ بات ارشاد فرمائی تھی) برنلے کے مختلف احباب حضرت قبلہؒ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی ساتھی نے حضرت قبلہؒ سے عرض کیا کہ حضرت! کوئی نصیحت فرمائیں۔ حضرت قبلہؒ خاموش رہے۔ پھر کسی اور ساتھی نے یا اسی نے عرض کیا کہ حضرت! کوئی نصیحت فرمائیں۔ دوبارہ عرض کرنے پر حضرت قبلہؒ نے سر مبارک اٹھایا اور اتنا فرمایا کہ ''بدنظری نہ کیا کریں'' بدنظری سے بچنا تمام عبادت میں روح کا درجہ رکھتا ہے۔

فقیر راقم عرض کرتا ہے کہ راقم کی زندگی میں ایک مرحلہ آیا کہ تقریر میں بے پناہ شدت اختیار کرتا تھا۔ حتیٰ کہ طبیعت میں مغلوبیت کا یہ عالم تھا کہ مرزا قادیانی کو تقریر میں بے نقط سنا دیتا تھا۔ بعد میں احساس ہوتا یا دوست تشویش کا اظہار کرتے تو سخت ندامت ہوتی۔ غرض گالیاں دینے میں بیباک ہوگیا تھا۔ ایک دن ملتان دفتر مرکزیہ میں حضرت قبلہؒ اپنے کمرہ میں تشریف فرما تھے۔ فقیر نے عرض کیا کہ حضرت گالیاں دینے لگ گیا ہوں۔ دعا فرمادیں۔ حضرت نے اتنا فرمایا اللہ تعالیٰ بھلی فرمائیں گے۔ اتنا فرمانے سے تقریباً چھ ماہ تک گالی تو درکنار غیر مناسب لفظ بھی زبان سے ادا نہیں ہوا۔ اسی کے ساتھ فقیر یہ عرض کرتا ہے کہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ سے تعلق ہوا۔ تو اسی دن سے یومیہ تلاوت کی

اللہ تعالیٰ نے توفیق دے دی۔ اسی طرح حضرت قبلہؒ سے جس دن بیعت کی اس دن سے اللہ تعالیٰ نے بدنظری سے بچادیا۔ عرصہ تک یہ اثر رہا۔ اللہ تعالیٰ زندگی کے آخری سانس تک اس اثر سے محروم نہ فرمائیں۔ آمین!

۱۱۰... سر پر پٹے

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ میں نے خود والد گرامی (حضرت قبلہؒ) سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے جوانی میں سر کے بال یعنی پٹے رکھے۔ ایک بار حضرت ثانیؒ نے فرمایا کہ آپ سر کے بال کٹوادیں۔ حضرت قبلہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سر کے بال بڑے شوق سے رکھے تھے۔ اب اپنے شیخ حضرت ثانیؒ کے حکم ٹالنے کا بھی یارا نہ تھا۔ جبکہ بال بھی میں نے بڑے شوق سے رکھے تھے۔ تو حضرت ثانیؒ کا حکم ملتے ہی کہ سر کے بال کٹوادیں میرے (حضرت قبلہؒ) منہ سے نکلا کہ حضرت! آپ دُعا فرمادیں اللہ تعالیٰ بیت اللہ شریف کا حج کرادیں تو حج کے موقع پر بال کٹواؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات ایسے قبول فرمائی کہ: ”من حیث لا یحتسب“ اسی سال حج کا موقع مل گیا۔ حج پر بال کٹوائے اور پھر ہمیشہ کے لئے سر کے بال کٹوانے کی عادت بنالی۔

۱۱۱... یہودی آفیسر کی گواہی

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قائم کردہ دفتر لندن (ختم نبوت سنٹر) کے ٹرسٹیوں کا ایک بار تنازع ہوگیا اور معاملہ چیرٹی کمیشن کے ہاں تصفیہ کے لئے چلا گیا۔ ایک صاحب جو پہلے ازخود مستعفی ہوگئے تھے۔ انہوں نے مؤقف اختیار کیا کہ میں نے استعفیٰ نہیں دیا بلکہ میں اب بھی ٹرسٹی ہوں۔ جب کہ واقعہ یہ تھا کہ انہوں نے استعفیٰ دے دیا تھا اور وہ ٹرسٹی نہ تھے۔ اس قضیہ کے لئے حضرت قبلہؒ کو سالانہ ختم نبوت کانفرنس کے علاوہ اس سال دوبارہ اس کیس کے لئے لندن کا سفر کرنا پڑا۔ حضرت قبلہؒ اور مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مرکزی ناظم اعلیٰ کا اس سلسلہ میں دو ماہ لندن میں قیام رہا۔ ایک دن ٹرسٹی حضرات بمعہ حضرت قبلہؒ کے چیرٹی کمیشن لندن کے ہاں میٹنگ کے لئے گئے۔ وہ صاحب جو مستعفی ہوجانے کے باوجود اپنے ٹرسٹی ہونے کے مدعی تھے۔ وہ بھی شریک اجلاس تھے۔ چیرٹی کمیشن کا وہ آفیسر جو اس کیس کو ڈیل کررہا تھا۔ وہ یہودی تھا۔ اس نے حضرت قبلہؒ کی طرف غور سے دیکھ کر اس سے پوچھا جو مستعفی ہوجانے کے باوجود اپنے ممبر ہونے کا اصرار کررہے تھے۔ (ان سے پوچھا) کہ آپ ان بزرگوں (حضرت قبلہؒ) کو کیا سمجھتے ہیں۔ ان صاحب نے کہا کہ یہ ہمارے قابل احترام بزرگ ہیں۔ چیرٹی کمیشن نے حضرت قبلہؒ سے سوال کیا کہ کیا ان صاحب نے ٹرسٹی

شپ سے استعفیٰ دیا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں انہوں نے استعفیٰ دیا ہے۔ چیرٹی کمیشن نے پوچھا کہ کیا یہ صاحب اس وقت آپ کے ٹرسٹ کے ٹرسٹی ہیں؟ حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ بالکل ممبر نہیں ہیں۔ اس نے پوچھا کہ کیا آپ انہیں ممبر رکھنا چاہتے ہیں؟ حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ بالکل نہیں۔ اس چیرٹی کمیشن کے ممبر نے اس صاحب سے جو ممبر ہونے کا دعویٰ کر رہے تھے کہ آپ ان (حضرت قبلہؒ) کو اپنا بزرگ بھی مانتے ہیں اور بات بھی نہیں مانتے؟ اس پر میٹنگ ختم ہوگئی۔ اگلے ہفتہ پھر دوسری بار میٹنگ ہونا طے پائی۔ اس دوران میں کاغذات سے اس صاحب کا اصل استعفیٰ بھی مل گیا۔ جو اگلی میٹنگ میں پیش ہوکر فیصلہ ہوا کہ یہ صاحب ٹرسٹی نہیں ہیں۔

۱۱۲...خالق کی تابعداری کے اثرات

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ ہمارے دادا جی ملک خواج عمر صاحب کے حجام کا نام احمد تھا۔ حضرت والا (حضرت قبلہؒ) انہیں اپنے والد گرامی (ملک خواج عمر) کے ساتھی ہونے کے ناطے اس حجام کو ہمیشہ چچا فرمایا کرتے تھے۔ چچا احمد کے نام سے وہ جانے پہچانے جاتے تھے۔ حجامت کرنا ان کا خاندانی پیشہ تھا اور ہمارے حضرت قبلہؒ کا خاندان ان سے حجامت بنواتا تھا۔ احمد حجام کے بیٹے کا نام خان محمد تھا۔ اسے خانو، خانو کہتے تھے۔ یہ خانو حجام حضرت قبلہؒ کو لالہ جی کہا کرتے تھے۔ صاحبزادہ عزیز احمد کو بھتیجا کہا کرتے تھے۔ صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ میرے چچا ملک محمد افضل اور حضرت اعلیٰ کے پوتے صاحبزادہ محمد عارف نے خانو حجام کے بروقت نہ آنے پر دل برداشتہ ہوکر کہا کہ ان کو تبدیل کر کے دوسرا حجام مقرر کرنا ہے۔ صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ گھر کے جملہ امور کے فیصلے کرنے میرے ذمہ ہوتے تھے۔ اس لئے چچا مرحوم ملک محمد افضل اور صاحبزادہ محمد عارف نے مجھے حکم فرمایا کہ خانو حجام کو ہم فارغ کر کے نیا حجام مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ آپ بھی ایسے کریں کہ اسے فارغ کر دیں۔ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ والد صاحب (حضرت قبلہؒ) سے مشورہ کے بغیر ایسے کرنا میرے لئے ناممکن ہے۔ چنانچہ صاحبزادہ نے حضرت قبلہؒ سے خانو حجام کے متعلق تمہید باندھ کر گفتگو شروع کی۔ جو ان کی شکایت پر مبنی تھی۔ تھوڑی دیر تو حضرت قبلہؒ نے شکایت کا ابتدائی حصہ سنا اور پھر میری بات کاٹ کر فرمایا کہ آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔ میں (صاحبزادہ عزیز احمد) نے عرض کیا کہ چچا ملک محمد افضل اور صاحبزادہ محمد عارف فرماتے ہیں کہ اس حجام کو تبدیل کرنا ہے۔ حضرت قبلہؒ نے یہ سن کر کچھ دیر تو خاموشی اختیار فرمائی۔ لیکن چہرہ پر ناگواری کے اثرات واضح تھے۔ پھر فرمایا کہ ملک محمد افضل اور صاحبزادہ محمد عارف جتنا اللہ تعالیٰ کے احکام مانتے ہیں، اتنا مخلوق ان کے احکام مانے گی۔ صاحبزادہ عزیز

احمد فرماتے ہیں کہ یوں اس حجام کو حضرت قبلہؒ نے تبدیل نہ ہونے دیا۔ آج کل اس کا بیٹا حضرت قبلہؒ کے خاندان کا حجام ہے۔

۱۱۳...مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ کا جنازہ

حضرت قبلہؒ کے ایک مخلص مرید حضرت مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ تھے۔ یہ اصلاً وہوا ضلع ڈیرہ غازیخان کے رہائشی تھے۔ حضرت مولانا بشیر احمد پسروریؒ سے عزیزداری تھی۔ تو یہ سیالکوٹ میں رہے۔ اس لئے سیالکوٹی کہلائے۔ بعد میں برطانیہ تشریف لائے۔ مختلف شہروں میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ آخرالعمر میں یہ برطانیہ کے شہر برمنگھم میں بمعہ اہل خانہ قیام پذیر تھے۔ ان کا حضرت قبلہؒ سے بہت گہرا تعلق تھا۔ حجاز مقدس، خانقاہ سراجیہ کئی کئی ہفتے، حضرت قبلہؒ کی خدمت میں رہے۔ خوب مرنجاں مرنج انسان تھے۔ بہت ہی ذہین تھے۔ نعمت حافظہ خوب پائی تھی۔ بلا مبالغہ سینکڑوں بزرگوں کے علمی ومعلوماتی لطائف ان کو ازبر تھے۔ جس مجلس میں ہوتے ان لطائف سے مجلس کو کشت زعفران بنانا ان پر ختم تھا۔ یہ بیمار ہوئے تو اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتے تھے کہ یا اللہ میرا جنازہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ پڑھائیں۔ بظاہر یہ مشکل سا لگتا تھا کہ مولانا محمد ابراہیم برمنگھم میں علیل تھے اور حضرت قبلہؒ پاکستان میں۔ لیکن قدرت کا کرنا ایسے ہوا کہ حضرت قبلہؒ لندن دفتر کے ٹرسٹ کے سلسلہ میں لندن تشریف لائے۔ دو ماہ سے زائد آپ کا قیام رہا۔ اس دوران میں مولانا محمد ابراہیمؒ کا وصال ہوا، اور حضرت قبلہؒ نے برمنگھم جا کر آپ کا جنازہ پڑھایا۔ یوں مرحوم کی خواہش کو اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا۔

۱۱۴...بچوں کی ذہانت کے لئے نسخہ

میاں واجد محمود سرگانہ بیان کرتے ہیں کہ مارچ ۲۰۰۴ء میں حضرت خواجہ صاحبؒ اپنے مخصوص کمرہ خانقاہ سراجیہ میں حسب معمول تشریف لائے۔ مریدین واحباب بھی پاس بیٹھ گئے۔ بعض لوگ اپنی التجائیں اور آرزوئیں بذریعہ خط لکھ کر دیتے اور بعض اوقات زبانی عرض کرتے۔ جس سے قریب بیٹھے ہوئے لوگ بھی دعا اور تجویز کردہ نسخہ یا وظیفہ سے فائدہ اٹھاتے۔

ایک ساتھی نے بچوں کی ذہانت کو تیز کرنے کا طریقہ پوچھا تو حضرت جیؒ نے فرمایا۔ میرے استاد محترمؒ (جن کا نام اب راقم کو یاد نہیں) بچوں کی ذہانت کے سلسلہ میں ایک نسخہ تجویز کرتے تھے۔

رات کو ایک گلی بادام لے کر پانی میں بھگو کر رکھو اور صبح نہار منہ چھلکا اتار کر بچے کو کھلا دو۔ اسی طرح روزانہ ایک ایک بادام کا اضافہ کرتے جاؤ۔ جب سات تک پہنچ جاؤ تو ایک ایک اسی طرح بادام کم کر کے کھلاتے رہو۔ جب ایک پر آؤ پھر اسی ترتیب سے جتنا عرصہ چاہو کھلاتے رہو۔ کسی دن ناغہ ہو

جائے تو پھر ایک سے شروع کرو۔ انشاءاللہ فائدہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ مہربانی کرے گا۔

۱۱۵...مشکل مسائل کے حل کے لئے وظیفہ

جناب میاں واجد محمود سرگانہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ صاحبؒ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ حسب معمول حضرت جیؒ اپنے باہر والا کمرہ میں لوگوں کی درخواستیں سن رہے تھے اور پڑھ کر دعا کر رہے تھے کہ: ''اللہ تعالیٰ مہربانی کرے گا۔''

آخر میں ایک ساتھی حضرت کے قریب ہوا اور اپنے گھریلو، بیماری، کاروباری، معاشی اور رشتہ داروں کے سلوک کی درد بھری کہانی سنائی۔ جس سے قریب بیٹھے لوگوں کا بھی دل بھر آیا اور پھر عرض کیا۔ حضرت جیؒ ان تمام پریشانیوں سے نکلنے کے لئے کوئی وظیفہ بتائیں۔

حضرت والا نے عشاء کی نماز کے بعد ۱۰۱ مرتبہ سورۃ اخلاص بمع بسم اللہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعاء کرنے کے لئے کہا کہ اے اللہ تعالیٰ! اس کلام پاک کی برکت سے میرے مسائل حل فرما۔ اللہ تعالیٰ مہربانی کرے گا اور پھر اجتماعی دُعا بھی مانگی۔

۱۱۶...وظیفہ پورا پڑھو

میاں واجد محمود سرگانہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ ۲۰۰۰ء کے لگ بھگ میاں خان محمد صاحب کے گھر سرگانہ ہاؤس کچہری ملتان تشریف لائے۔ میاں صاحب سے قریبی رشتہ داری کی وجہ سے خدمت کا موقع مل جاتا۔ اسی سلسلہ میں سب گھر والے دیر تک عموماً کسی نہ کسی خدمت میں مشغول رہتے۔ ایک رات نماز عشاء کے بعد حضرت جیؒ کا بتایا ہوا وظیفہ کہ رات کو عشاء کی نماز کے بعد ۱۰۰ مرتبہ ''استغفار'' پڑھ کر سونا، بھول گیا۔ میں تھکا ہوا تھا اور حضرتؒ ابھی جاگ رہے تھے۔

میرے دل میں خیال آیا۔ حضرت جیؒ سے اجازت لے کر صرف ۱۰۰ مرتبہ ''استغفر اللہ'' پڑھ لیتا ہوں۔ وقت کی کچھ بچت ہو جائے گی۔ حضرتؒ نے فرمایا۔ پورا مکمل ''واتوب الیہ'' تک مجھے پڑھ کر سنایا کہ یوں پڑھنا ہے۔

کوئی اللہ کا بندہ ہمت کرے تو اس طرح کے واقعات بہت جمع ہوسکتے ہیں۔ فقیر تو اسی پر اکتفا کرتا ہے۔

***

حضرتؒ کا جمعیت علمائے اسلام سے تعلق

حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب، بھکر

۱۹۵۶ء کے اوائل کی بات ہے، خانقاہ سراجیہ کے اس وقت کے سجادہ نشین اور حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کے مرشد و مربی حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ نے اپنے متوسل خصوصی حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزارویؒ کو اپنے ہاں بلایا اور ان کے سامنے علماء کے لئے سیاسی کام کرنے کی ضرورت بیان فرمائی اور اس کی عملی شکل اِختیار کرنے کا اِرشاد فرمایا۔ حضرت مولانا غلام غوث صاحبؒ ملتان تشریف لے گئے، حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھریؒ اور حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ بانی و مہتمم جامعہ خیر المدارس سے حضرت صاحب خانقاہ سراجیہ کے ارشاد کو عملی جامہ پہنانے کے متعلق مشورہ کیا۔ اور بھی اکابر علمائے کرام سے رابطہ ہوا، سب کی تائید اور دُعاؤں سے کام کا آغاز ہوا۔ مجلس استقبالیہ تشکیل ہوئی جس کے صدر حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ اور ناظم حضرت مفتی محمود صاحبؒ بنائے گئے۔ ۸،۹؍اکتوبر ۱۹۵۶ء کو علماء کنونشن بلانے کا فیصلہ ہوا تو حضرت لاہوریؒ اور حضرت مفتی صاحبؒ کے دستخطوں سے دعوت نامہ جاری ہوا۔ اسی اثناء میں حضرت مولانا سیّد امیر حسین شاہ صاحب گیلانیؒ ہندوستان کے سفر سے تشریف لائے اور یہاں کے علماء کے نام حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنیؒ کا پیغام لائے کہ: ''بیٹھنے کا وقت نہیں، اُٹھیں کام کریں۔'' ۸،۹؍اکتوبر ۱۹۵۶ء کو جامعہ قاسم العلوم ملتان میں کنونشن ہوا، جس کی صدارت حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری صاحبؒ نے فرمائی۔ چاروں صوبوں کے تقریباً ڈیڑھ سو جید علماء نے شرکت فرمائی، حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ بھی شریک ہوئے اور حضرت مولانا مفتی حسن صاحبؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور نے تعاون اور دُعائے برکت کا پیغام بھیجا تھا۔

۷؍جون ۱۹۵۶ء کو سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ کا دُنیا سے سفر ہو گیا تھا، چنانچہ ان کی جگہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ مسند نشین ہوئے اور ملتان کے علماء کونشن میں

شرکت فرمائی، اس کنونشن میں جمعیت علمائے اسلام کے نام سے کام کرنے کا فیصلہ ہوا، حضرت لاہوریؒ مرکزی امیر اور حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ نائب امیر اور حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے، اور بھی عہدیداروں کا اِنتخاب ہوا تھا، جس کی تفصیل اس وقت یاد نہیں۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ ہمیشہ جمعیت علمائے اسلام میں شریک رہے، باقاعدہ رُکنیت فارم پُر فرمایا کرتے تھے، مرکزی مجلس عاملہ کے اکثر اور مجلس شوریٰ کے ہمیشہ رُکن رہے، اجلاسوں میں پابندی سے شرکت فرمایا کرتے تھے، جماعت میں آپؒ کا بہت اِحترام تھا، آپؒ کی رائے بہت وقیع ہوتی تھی، مرکزی اور صوبائی کانفرنسوں میں ہمیشہ شرکت فرماتے تھے، اکثر کانفرنسوں میں آپ کی صدارت ہوا کرتی تھی، جمعیت کی علاقائی اور مقامی کانفرنسوں میں بھی شرکت کی درخواست کی جاتی تو بخوشی قبول فرماتے اور دُور دراز سفر کی تکلیف اُٹھا کر بھی تشریف لے جاتے تھے۔

جمعیت علمائے اسلام کے اِستحکام اور ترقی کے لئے فکرمند رہا کرتے تھے، حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ کا ۱۴/اکتوبر ۱۹۸۰ء کو وصال ہوگیا اور آپؒ کے وصال کے بعد بعض مسائل پر اِختلاف پیدا ہوگیا تھا، خانپور میں مرکزی مجلس عمومی کا اجلاس تھا، چاروں صوبوں سے ارکان نے بھرپور شرکت کی، ایسے حالات پیدا ہوگئے کہ ارکان کے جذبات بھڑک اُٹھے، اور ایسا فیصلہ کرنے کے لئے تیار ہوگئے جو اس وقت کسی طرح مناسب نہ تھا، تب حضرت خواجہ صاحبؒ ہجوم کے سامنے تشریف لائے اور فرمایا کہ: ''آپ لوگ آج کوئی فیصلہ نہ کریں، اپنے گھروں کو تشریف لے جائیں، اگر دوبارہ مجلس عمومی کا اِجلاس نہ بلایا گیا تو میں بلالوں گا۔'' پورے ہجوم نے بلاچون وچرا آپ کے ارشاد پر سرِ تسلیم خم کیا اور خاموشی سے واپس چلے گئے۔

اجلاس بھی ہوئے، اِنفرادی گفتگو کا سلسلہ بھی رہا، حضرتؒ نے جماعت کو متحد اور یکجا رکھنے کے لئے بہت کوشش فرمائی، سفر بھی کئے، مشقتیں اور اذیتیں بھی اُٹھائیں، لیکن اس وقت کوئی محنت بارآور نہ ہوسکی، اور بھی جماعت سے تعلق رکھنے والے بعض علماء نے جدوجہد فرمائی، مگر کوئی نتیجہ حاصل نہ ہوا، اس کے باوجود دُعائیں اور کوششیں جاری رہیں۔

اس اختلاف کے اِبتدائی ایام میں مولانا حق نواز صاحب جھنگوی شہیدؒ مجھ سے ملے اور منشا ظاہر کی کہ آپ کو اور مجھ کو مل کر ایسی جماعت بنانی چاہئے جو ناموسِ صحابہؓ اور مسلکِ اہلِ سنت کے لئے منظّم طریقے سے کام کرے۔ اس وقت تک سپاہ صحابہ نہیں بنی تھی۔ میں نے عرض کیا: ''سوچ کر بتاؤں گا'' میں خانقاہ شریف حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، اپنے علاقے کے حالات تفصیل سے عرض کئے اور مولانا حق نوازؒ کی رائے کا ذِکر بھی کیا، حضرتؒ نے مختلف محاذوں پر کام کرنے والی اپنے مسلک کی تمام

جماعتوں کا نام لیا اور فرمایا کہ: ’’عالمی سطح پر اور ملکی سطح پر ان تمام جماعتوں کا کوئی اثر نہیں، اگر تھوڑا یا زیادہ ہے تو وہ جمعیت علمائے اسلام کی سیاسی قوت کا ہے، جماعت بھی یہی رہے گی جس میں مولانا فضل الرحمٰن صاحب ہیں، لہٰذا اپنا جو کوئی وزن ہو، وہ اسی کے پلڑے میں ڈالنا چاہئے۔‘‘

لاہور میں جمعیت علمائے اسلام کا اجلاس تھا، حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب جیل میں تھے، اجلاس سے کچھ دن پہلے میں بھکر میں اپنے مدرسے میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک حضرتؒ تشریف لائے اور فرمایا کہ: ہمارے ساتھ چلو! میں ساتھ ہولیا، اگلی سیٹ پر حضرتؒ تشریف فرما ہوئے، پچھلی سیٹ پر میں اکیلا تھا، مظفر گڑھ حاجی گل محمد صاحب مرحوم باگڑھ سرگانہ والے سڑک کے کنارے منتظر کھڑے تھے، وہ ساتھ ہولئے۔ جتوئی سے مولانا لقمان صاحب مرحوم کو ساتھ لیا۔ دین پور شریف پہنچے، حضرت میاں سراج احمد صاحب مدظلہ العالی مسجد کے صحن میں دروازے کے قریب کھڑے تھے، مسجد کے تعمیراتی کام کی نگرانی فرما رہے تھے، ملاقات ہوئی، وہیں کچھ دیر نشست ہوئی، حضرتؒ نے میاں صاحب سے فرمایا کہ ’’لاہور میں جمعیت علمائے اسلام کا اجلاس ہو رہا ہے، جس میں مرکزی عہدیداروں کا اِنتخاب ہوگا، ہماری درخواست ہے کہ آپ امارت قبول فرمائیں۔‘‘ حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ: ’’میں آپ کو اپنے باپ کی جگہ سمجھتا ہوں، انکار نہیں کرسکتا، اتنی گزارش ہے کہ میں اجلاس میں نہیں آؤں گا، اگر آپ حضرات میرے حق میں امارت کا فیصلہ فرمادیں گے تو میں قبول کرلوں گا۔‘‘ چنانچہ لاہور کے اجلاس میں حضرت میاں سراج احمد صاحب مدظلہ العالی کو امیر اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو ناظم عمومی (جنرل سیکریٹری) منتخب کیا گیا۔

حضرت میاں صاحب نے امارت قبول فرمالی اور پوری مستعدی سے کام شروع کردیا، کئی اضلاع کے دورے میں مجھے معیت حاصل رہی، اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی، تقریباً دس سال بعد جمعیت علمائے اسلام کے دونوں دھڑوں میں اِتحاد ہوگیا۔ ۱۲ر دسمبر ۱۹۹۰ء کو مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ دروازہ لاہور میں بھرپور پریس کانفرنس کے ذریعے جمعیت علمائے اسلام کے اتحاد، نئی مجلس عاملہ اور پالیسی کا اعلان کیا گیا۔ تین اکابر سرپرست بنائے گئے، حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؒ بیر شریف، حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ خانقاہ سراجیہ اور حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ گوجرانوالہ۔ امیر حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستیؒ اور ناظم عمومی (جنرل سیکریٹری) مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو بنایا گیا۔ اس طرح جماعت دوبارہ یک جا ہوکر کام کرنے لگی، اگرچہ کچھ لوگوں نے الگ رہ کر جمعیت کا نام اِستعمال کیا ہے لیکن جماعت ایک ہی ہے جس کا جماعتی نظم اور وزن ہے۔

حضرتؒ ہمیشہ جمعیت علمائے اسلام کی ترقی اور اِستحکام کے لئے فکرمند اور کوشاں رہتے تھے،

جس زمانے میں بھکر ضلع میانوالی کی تحصیل تھی، الگ ضلع نہیں بنا تھا، ہماری ضلعی مجلس شوریٰ کے اکثر اہم اجلاس خانقاہ شریف میں حضرتؒ کی صدارت میں ہوا کرتے تھے، زیادہ تو یادنہیں ایک دفعہ مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس بھی خانقاہ شریف میں ہوا تھا، یہ اجلاس ۲۲، ۲۳ر مارچ ۱۹۹۴ء کو ہوا تھا، ایجنڈے میں جماعت کے دستور میں ترامیم کا مسئلہ بھی شامل تھا، مولانا فضل الرحمٰن کی تجویز سے مجلس شوریٰ نے یہ کام میرے حوالے کردیا تھا کہ میں جن ساتھیوں کو مناسب سمجھوں، ساتھ لے کر یہ خدمت انجام دوں۔ مجلس شوریٰ کے اجلاس سے فارغ ہونے کے بعد حضرتؒ کے بڑے فرزند مولانا صاجزادہ عزیز احمد صاحب مدظلہٗ اور خواجہ محمد زاہد شہیدؒ (ڈیرہ اسماعیل خان) سے عرض کیا کہ وہ اس کام میں میرے ساتھ شریک ہوں۔ خانقاہ شریف کی تاریخ بھی مقرر کردی، میں بھی وہاں پہنچ گیا اور خواجہ محمد زاہد مرحوم بھی تشریف لائے۔ بھلوال کے حاجی احمد یار صاحب مرحوم بھی حضرتؒ کی زیارت کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے، خانقاہ شریف اور جمعیت علمائے اسلام سے ان کا پُرانا تعلق تھا، حضرتؒ نے فرمایا: ان کو بھی اپنے کام میں شریک کرلو۔ اس طرح ہم چار ساتھی ہوگئے۔ کئی دن مسلسل خانقاہ شریف میں بیٹھ کر ہم نے اوّل سے آخر تک پورے دستور پر غور کیا اور ترامیم تجویز کیں، جو مجلس شوریٰ کے اجلاس لاہور میں پیش ہوئیں، الحمدللہ! ہماری کئی تجاویز اب تک دستور کا اہم حصہ ہیں۔

حضرتؒ کے تین صاحبزادے مولانا صاجزادہ عزیز احمد صاحب، مولانا صاجزادہ خلیل احمد صاحب اور جناب صاجزادہ سعید احمد صاحب ضلع میانوالی جمعیت کے یکے بعد دیگرے امیر رہے، اور اب بھی انہی حضرات کی سرپرستی جمعیت کو حاصل ہے۔

حضرتؒ جمعیت علمائے اسلام کی پالیسی کے ہمیشہ مکمل حمایت فرماتے رہے، ایم آر ڈی کے زمانے میں ایک دن آپ ٹوبہ ٹیک سنگھ تشریف فرما تھے، ایک صاحب نے حضرتؒ کے سامنے مولانا فضل الرحمٰن صاحب پر تنقید شروع کردی، مولانا صاحب کے خلاف خاصی طویل گفتگو کی، حضرتؒ خاموشی سے سنتے رہے، جب اس شخص کی بات پوری ہوگئی تو حضرتؒ نے فرمایا کہ: ’’مولانا فضل الرحمٰن صاحب جو کچھ کررہے ہیں، ٹھیک کررہے ہیں، میں ان کے ساتھ ہوں۔‘‘ حضرتؒ کے اس اِرشاد سے اس کی ساری تقریر پر پانی پھر گیا۔

سال ڈیڑھ سال کی بات ہے، ایک شخص عالم معلوم ہوتے تھے، خانقاہ شریف میں حضرتؒ کے سامنے مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے خلاف گفتگو کرتے رہے، جب خاموش ہوئے تو حضرتؒ نے فرمایا: ’’ہم مولانا فضل الرحمٰن کے ساتھ ہیں۔‘‘

مولانا فضل الرحمٰن صاحب اسلام آباد آتے جاتے حضرتؒ کی خدمت میں حاضری دیا کرتے

تھے، اور کبھی صرف زیارت کے لئے سفر کیا کرتے تھے، لیکن میں جب بھی حاضر ہوتا حضرت خواجہ صاحبؒ مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا حال پوچھا کرتے تھے۔ ۲؍مئی کو عشاء کے وقت مجھے سیال ہسپتال میں آخری زیارت نصیب ہوئی تھی، اس وقت بھی مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا حال دریافت فرمایا تھا۔

حضرتؒ کے خادمِ خاص حکیم سلطان محمود صاحب نے بیان کیا کہ: پانچ چھ مہینے کی بات ہے کہ ایک عالم دِین نے حضرتؒ سے سوال کیا کہ حضرت! ہمارے ہاں جمعیت علمائے اسلام بھی ہے اور مجلس تحفظ ختمِ نبوّت بھی ہے، جمعیت علمائے اسلام والے ساتھی میرے اُوپر زور دیتے ہیں کہ میں جمعیت میں کام کروں اور مجلس تحفظ ختمِ نبوّت والے ساتھ زور دیتے ہیں کہ ہمارے ساتھ مجلس تحفظ ختمِ نبوّت میں کام کرو، میرے لئے جناب کا کیا حکم ہے؟ تو حضرتؒ نے فرمایا کہ: ''جمعیت علمائے اسلام میں کام کرو، جمعیت علمائے اسلام ہوگی تو مجلس تحفظ ختمِ نبوّت ہوگی، جمعیت ہوگی تو مدارس ہوں گے۔''

ظاہر اسباب میں رُوحانی فیضان اور دِینی وملّی خدمات کے لئے آپؒ کے بڑے اور نمایاں ذرائع تین تھے، خانقاہ سراجیہ، مجلس تحفظ ختمِ نبوّت اور جمعیت علمائے اسلام۔ اللہ تعالیٰ ان تینوں کو دوام وبقا عطا فرمائے اور دِین کی خدمت اور حفاظت نصیب فرمائے، آمین!

*

عظمت خواجہ پر مجذوب فقیر کی گواہی

حکیم محمد اسلم مدظلہٗ ساکن گوجرہ کہتے ہیں کہ مغرب کے بعد ایک مجذوب فقیر نے اللہ کے نام پر صرف ایک روٹی کی صدا لگائی اور کہنے لگا: مجھے ایک روٹی کی بھوک ہے، میں نے جب اس کو قریب سے دیکھا تو جی میں آیا کہ اس کی خدمت کرنا چاہیے، میں نے جیب سے دس روپے نکال کر دینا چاہے اس نے لینے سے انکار کر دیا، بولا: صرف ایک روٹی چاہیے، میں نے گھر لیجا کر سلیقہ سے بیٹھک میں بٹھا کر کھانا پیش کیا۔ کھانا کھا کر جاتے ہوئے مجھے کہنے لگا حکیم صاحب! حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہٗ العالی کا در نہ چھوڑیو۔ وہ بڑے پہنچے ہوئے کامل فقیر ہیں!

پیرِ طریقت حضرت خواجہ خان محمدؒ

قاضی حسین احمد

عظیم لوگ خاموشی سے قیادت کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں، میں نے خواجہ خان محمد صاحبؒ کے ساتھ بہت ساری نشستوں میں کئی کئی گھنٹے گزارے ہیں، وہ ہمیشہ ختم نبوت کی کانفرنسوں میں کرسی صدارت پر رونق افروز ہوتے تھے، نہ افتتاحی کلمات کہتے تھے، نہ اختتامی کلمات، اپنی پسندیدگی اور ناپسندیدگی کا اظہار اشاروں کنایوں میں کردیتے تھے۔ مولانا اللہ وسایا ان کے دست راست تھے، وہ ان کی رضامندی حاصل کرلیتے تھے اور اس کے مطابق کانفرنس کی قراردادیں اور اس کے پروگرام کی تشکیل کردیتے تھے۔

ایک بار اسلام آباد کے ایک بڑے ہوٹل میں ختم نبوت کی مجلس کے زیر اہتمام علماء کی ایک مجلس منعقد ہورہی تھی، مجلس ختم نبوت کا یہ طرۂ امتیاز تھا کہ اس میں ہر مکتبِ فکر کے مسلمان شریک ہوا کرتے تھے، میری تقریر کے دوران میں ایک عالم دین کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے کہ تم علماء کی مجلس میں ان پر تنقید کرکے اچھا نہیں کررہے ہو۔ دراصل میں انہیں متوجہ کررہا تھا کہ علماء کی مجالس بوریا نشینوں کے شایانِ شان طریقے پر مساجد یا مدارس کے ہالوں میں منعقد ہوا کرتی تھیں جو عوام وخواص کے لئے کھلی رہتی تھیں اور جن میں اس ملک کے غریبوں اور فقیروں کو داخل ہوتے ہوئے کوئی جھجک نہیں ہوتی تھی، یہی لوگ دراصل انقلاب اور تبدیلی لانے والے ہوتے تھے۔ علماء کے خلاف یہ سازش کی گئی ہے کہ انہیں بڑے ہوٹلوں اور بڑی شان وشوکت والے ہالوں میں اپنے جلسے منعقد کرنے کے لئے وسائل فراہم کردیئے جاتے ہیں تاکہ انہیں اپنے حقیقی دائرہ اثر سے منقطع کردیا جائے، غریب اور فقیر لوگ ان کے اجلاسوں میں شرکت کرتے ہوئے جھجک محسوس کریں اور وہ اپنے تئیں یہ سمجھیں کہ وہ شاندار ہوٹلوں میں قیام کرکے دین کی بڑی خدمت سرانجام دے رہے ہیں اور بڑے لوگوں تک ان کی بات پہنچ رہی ہے۔ (دراصل یہ خاص کنونشن تھا جو ہوٹل میں منعقد ہوا، اس میں جماعتوں کے سربراہ ونمائندگان شریک

ہوئے۔عوامی اجتماع نہ تھا،عوامی اجتماع تو مجلس کے ہمیشہ مساجد و مدارس یا پبلک مقامات پر ہوتے ہیں:مرتب) جس صاحب نے میری تقریر کے دوران کھڑے ہوکر اعتراض کیا، میں نے ان سے عرض کی کہ اگر میری بات انہیں اچھی نہیں لگ رہی تو میں بیٹھ جاؤں اور اپنی بات یہیں ختم کرلوں۔حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنے معمول کے مطابق کچھ کہے بغیر ان صاحب کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور مجھے اپنی بات جاری رکھنے کا اشارہ فرمادیا۔

قادیانیوں کے ربوہ کے قریب مسلمانوں نے ربوہ میں کے نام سے اپنا ایک مرکز قائم کیا ہے، جس میں مجلس ختم نبوت نے ایک ایک مسجد مدرسہ اور قیام گاہ تعمیر کررکھی ہے اور اس میں سالانہ جلسہ ہوتا ہے جس میں ہر مکتب فکر کے دینی جماعتوں کے قائدین شرکت کرتے ہیں۔ مجھے شرکت کی دعوت دینے کے لئے مجلس ختم نبوت کا ایک وفد حضرت خواجہ خان محمد ربانیؒ کا خط لے کر آیا اور ان کی دعوت پر میں شریک اجتماع ہوا۔ مجھے تقریر کی دعوت دی گئی تو چند افراد نے جلسہ گاہ میں اودھم مچادی یہ افراد اس تنظیم سے تعلق رکھتے تھے جنہیں کسی بھی حوالے سے مسلمانوں کا اتحاد ایک آنکھ نہیں بھاتا ظاہر ہے کہ جو لوگ مسلمانوں کے اتحاد پر مخالف ہوں وہ مسلمانوں کے خیر خواہ تو نہیں ہوسکتے۔اختلاف پیدا کرنا تو آسان ہے اور اختلاف تو ایک گھر کے مکینوں اور سگے بھائیوں اور بہنوں میں ہوتا ہے اور ایک ہی مسلک اور ایک جماعت میں بھی لوگوں کی آرا میں اختلاف ہوتا ہے اور اس اختلاف کو نظر انداز کر کے ہی لوگ مشترکات پر جمع ہوسکتے ہیں اور ہم نے ہمیشہ مسلمانوں کو ''قدر مشترک'' اور ''دردِ مشترک'' پر جمع ہونے کی تلقین کی ہے لیکن افسوس کہ کچھ لوگ ترجیحات اور ''اولویات'' کا شعور نہیں رکھتے اور ترجیحات کی سمجھ نہ ہونے کی وجہ سے اختلافات کو بڑا بنادیتے ہیں اور مشترکات پر اتحاد کے راستے میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔اودھم مچانے والوں کو سب لوگ اچھی طرح جانتے تھے کہ کس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔حضرت خواجہ خان محمد نے حسب معمول اپنی ناپسندیدگی کا اظہار خاموش احتجاج کے ذریعے سے کیا اور کرسی صدارت چھوڑ کر مجھے اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہا۔جلسہ کے منتظمین نے تقریباً تیرہ افراد کو قابو کرکے کمرے میں بند کردیا اور ہمیں دوبارہ جلسہ منعقد کرنے اور اپنی تقریر جاری رکھنے کے لئے کہا۔خواجہ ربانیؒ نے پھر اپنی صدارتی نشست سنبھالی اور جلسہ پہلے سے زیادہ صبر وسکون اور انہماک کے ساتھ جاری رہا۔

مدرسہ شیرانوالہ لاہور میں میرا پہلا تعارف آج سے تیس برس پہلے مولانا منظور احمد چنیوٹی مرحوم نے حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ سے کرایا، ان دنوں میں جماعت اسلامی پاکستان کا قیم (سیکریٹری جنرل) تھا۔مولانا منظور احمد چنیوٹی مرحوم میرے بڑے بھائیوں مولانا عبدالسبوح قاسمیؒ اور مولانا محمد عبدالقدوس قاسمیؒ کے دوست تھے۔میرے بڑے بھائیوں کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ وہ ایک طرف تو دیوبند

کے ممتاز علما میں شامل تھے اور مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے خاص شاگردوں میں ان کا شمار ہوتا تھا اور دوسری طرف وہ عصری علوم میں ایک مقام رکھتے تھے، چنانچہ مولانا عبدالقدوس صاحب پشاور یونیورسٹی میں علوم اسلامیہ کے شعبے کے صدر اور مولانا عبدالسبوح فاضل دیوبند ہونے کے ساتھ ساتھ کولمبیا یونیورسٹی سے لائبریری سائنس میں پی ایچ ڈی تھے، لیکن دارالعلوم دیوبند، اپنے اساتذہ اور دیوبند کے ہم سبق فضلاء کے ساتھ اپنی عقیدت اور محبت کو آخری دم تک برقرار رکھا، مولانا منظور احمد چنیوٹی مرحوم بھی اسی حوالے سے بھائیوں کی طرف محبت اور بے تکلفی برتتے تھے، مجھے خواجہ خان محمد صاحبؒ سے متعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ حضرت دیکھیں کہ ''نور دیداش روشن کند چشم زلیخارا'' ان دنوں جماعت اسلامی اور جمعیت علمائے اسلام میں چپقلش تھی، اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فارسی کا ایک مشہور شعر پڑھا:

غنی روز سیاہ پیر کنعان را تماشا کن
کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخارا

غنی (شاعر کا نام) کنعان کے بزرگ (حضرت یعقوب علیہ السلام) حالات کا تماشا دیکھو کہ اس کی آنکھوں کا نور (حضرت یوسف علیہ السلام) زلیخا کی آنکھوں کا نور بنا ہوا ہے۔ میں نے عرض کی کہ یہ آپ کی بدگمانی ہے، میں اس وقت بھی دین کی خدمت میں لگا ہوا ہوں اور تمام علمائے حق سے میری عقیدت میں کوئی فرق نہیں آیا اور مسلمانوں کو ''قدرِ مشترک'' اور ''دردِ مشترک'' پر جمع کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ حضرت خواجہ خان محمدؒ نے حسب معمول تبسم فرمایا اور زبان سے انہوں نے کچھ نہیں کہا۔

''تبسمے بہ لب اور سیدہ وہیج نہ گفت''
ان کے ہونٹوں پر ایک تبسم پھیل گیا اور انہوں نے کچھ نہیں کہا۔

ان کی زندگی میں بار ہا ارادہ کیا کہ ان سے فیض حاصل کرنے کے لئے خانقاہ سراجیہ میں حاضری دوں، لیکن گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے موقع نہیں ملا، ان کی وفات کی خبر مجھے اس وقت ملی جب میں جامعۃ الرشید کراچی میں حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب کی مجلس میں حاضر تھا، نوجوان علما کی مجلس تھی، مجھے حضرت مفتی عبدالرحمٰن صاحب نے مختلف موضوعات پر تفصیلی گفتگو اور تبادلۂ خیال کئے لئے دو دن اپنے جامعہ میں گزارنے کی دعوت دی تھی، پوری مجلس نے حضرت کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لئے دعا کی، جنازے میں شرکت کی سعادت سے محروم رہا۔ ایک برکت اٹھ گئی، ایک خلا پیدا ہوگیا، اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے اس خلا کو پُر کردے، ان کی اولاد میں فاضل علما موجود ہیں، جو ان کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔

اکابر کے جانشین

جناب سیّد منور حسن صاحب

محترمی ومکرمی ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ نے خواجہ خان محمدؒ کی شخصیت کے حوالے سے ’’ہفت روزہ ختمِ نبوّت‘‘ کی اشاعتِ خاص کا جو فیصلہ کیا ہے، وہ نہایت خوش آئند ہے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ دیو بند کے مکتبِ فکر کی بزرگ ترین شخصیت تھے، انہوں نے اپنی زندگی اللہ کی بندگی میں گزار دی۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی مسلمانوں کی عقیدت ومحبت کا مرکز ہے، اُمت کے اِتحاد کا مظہر ہے، آپ ﷺ کی اس حیثیت کو عالمی اِستعمار اور اس کے کاسہ لیسوں کی سازشوں سے بچانے کے لئے حضرت خواجہ صاحبؒ مدت العمر سرگرمِ عمل رہے۔ اسلام کے دُشمن اس بات پر متفق ہیں کہ اگر حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ مبارک کو کسی درجے میں متنازعہ بنادیا جائے تو اُمتِ مسلمہ کو فتح کرنا بہت آسان ہو جائے گا۔ اللہ کا فضلِ خاص ہے کہ اُمت اپنی تمام کجیوں، کمیوں اور کوتاہیوں کے باوجود اس معاملے میں نہایت حساس بھی ہے اور متحد و متفق بھی۔ حضرت خواجہ صاحبؒ ان بزرگوں کے جانشین تھے جنہوں نے مرزا غلام احمد کو اس کی زندگی میں اس مقام پر پہنچادیا تھا کہ کوئی شریف آدمی اس کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنے کے لئے تیار نہ تھا۔ مرزا قادیانی نسلی اعتبار سے بھی اسلام کے دُشمن تھے، ان کے بزرگوں نے سیّد احمد شہیدؒ کے مقابلے میں سکھوں کا ساتھ دیا تھا، اور سکھوں کے بعد یہ خاندان انگریزوں کا حاشیہ نشین بن گیا۔ انگریزوں کی اسلام دُشمن پالیسی کا دِل وجان سے حامی تھا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے ان بزرگوں کے جانشین ہونے کا حق ادا کیا، اب ان کے جانشینوں کا فرض ہے کہ وہ اس روایت کو آگے بڑھائیں اور خواجہ صاحبؒ کی پیروی میں مسلک اور مکتبِ فکر کی تنگ نائے سے نکل کر اُمت کے بحرِ زخار میں شامل ہوں اور سب کے لئے قابلِ قبول ہوں، اور سب کو قبول کریں۔

آنحضرت ﷺ کی ذاتِ گرامی ہی اِتحادِ اُمت کی بنیاد بن سکتی ہے، اور یہ اِتحاد اُمت کی سربلندی کا ذریعہ بن سکتا ہے، اس پہلو کو ہمہ وقت مرکزِ نگاہ بنانے سے اِن شاء اللہ اُمت اِدبار سے نکل سکے گی اور اِقامتِ دِین کا فریضہ انجام دے گی، جب یہ فریضہ ادا ہوگا تو زوال ختم ہوگا اور بامِ عروج ہمارا منتظر ہوگا۔ ختمِ نبوّت کے سلسلے میں حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کی کوششیں اِن شاء اللہ توشۂ آخرت ثابت ہوں گی اور بہترین اجران کو دِیا جائے گا۔ ہم سب مل کر خواجہ صاحب کی کمی کو پورا کرنے کی کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ بھی ضرور مدد فرمائیں گے۔ میں آپ سے بجا طور پر توقع رکھتا ہوں اور دُعا بھی کرتا ہوں کہ اُمت کو اِنتشار سے بچائیں اور اِتحادِ اُمت کی ہر کوشش کو بروئے کار لائیں۔

اُمید ہے بخیر ہوں گے، اللہ سبحانہ اچھا رکھے اور ہم سب سے وہ کام لے لے جس سے وہ راضی ہوجائے، آمین۔ والسلام

❊

مووی کیمرہ بند ہوگیا

ملک ظفر اقبال مدظلہٗ ساکن واہ کینٹ بیان کرتے ہیں کہ پشاور کی ختم نبوت کانفرنس میں اک صاحب نے نکاح مسنونہ میں حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہٗ کوشمولیت کی دعوت دی جس کو آپ نے قبول فرمایا، صاحب خانہ کے ہاں نکاح پڑھا کر آپ نے چھوہارے بارات پر پھینکے تو ارشاد فرمایا! یہ بھی مسنون ہے، جونہی آپ کی نظر مووی کیمرہ والوں پر پڑی تو گردن مبارک ہلاتے ہوئے اشارہ سے منع فرمایا، تو دنیا کے لالچ میں مووی والوں نے سنی ان سنی کر دی، تھوڑی دیر بعد مووی بند ہوگئی، بہت کوشش کی گئی مگر تمام کوششیں اکارت گئیں، جب آپ روانہ ہونے لگے تو مووی والا رونے لگا کہ میں تو غریب آدمی ہوں، یہ ساز وسامان میرے دوست کا ہے جو کہ میں اس سے مستعار لایا ہوں پھر اس نے گاڑی میں آپ کے پاؤں پر ہاتھ رکھ کر معذرت چاہی کہ آئندہ ایسا کام نہیں کروں گا، روانگی کے بعد جونہی اس نے مووی چلائی تو درست پا کر دوست کی امانت واپس کی اور تیس ہزار روپیہ کے جرمانہ اور رسوائی سے نجات پائی۔ آپ کی توجہ عالی سے توبہ کی توفیق باذن اللہ مفت میں ہاتھ آئی اللہ! اللہ! کیمرہ کی آنکھیں بند اوران کی اک نظر کریمانہ سے بند آنکھیں کھل گئیں۔

اِصلاح واِرشاد کے اِمام اورختمِ نبوّت کے سالار

مفتی خالد محمود، کراچی

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقاصدِ بعثت کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی مختلف سورتوں میں بیان کیا ہے، چنانچہ اِرشادِ ربانی ہے:

”ربنا وابعث فیھم رسولًا منھم یتلوا علیھم اٰیٰتک ویعلمھم الکتٰب والحکمة ویزکیھم، إنک أنت العزیز الحکیم“ (البقرة: ۱۲۹)

ترجمہ:... ”اے ہمارے پروردگار! بھیج ان میں ایک رسول انہی میں سے جو ان کے سامنے تیری آیات تلاوت کرے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاک کرے (تزکیہ کرے) بلاشبہ تو غالب اور حکمت والا ہے۔“

یہ حضرت اِبراہیم علیہ السلام کی دُعا ہے جو انہوں نے اپنی آنے والی نسل کے بارے میں فرمائی، سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر اِحسان واِمتنان جتلاتے ہوئے فرمایا:

”لقد منّ الله علی المؤمنین إذ بعث فیھم رسولًا من أنفسھم یتلوا علیھم اٰیٰته ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمة، وإن کانوا من قبل لفی ضلٰلٍ مبین“ (آل عمران: ۱۶۴)

ترجمہ:... ”اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر اِحسانِ عظیم فرمایا کہ ان میں ایک رسول ان ہی میں سے بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اور یہ لوگ اس سے پہلے واضح گمراہی میں مبتلا تھے۔“

سورۂ جمعہ میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس کے بعد اِرشادِ خداوندی ہے:

”ھو الذی بعث فی الأمّیّن رسولًا منھم یتلوا علیھم اٰیٰته

ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمة، وإن کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین" (الجمعة: ۲)

ترجمہ:... "وہی ہے جس نے بھیجا اُمیین میں ایک رسول انہی میں سے جو ان کے سامنے اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک وصاف کرتا ہے، اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اور یہ لوگ اس سے پہلے صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔"

ان مذکورہ بالا آیات سے حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے درج ذیل مقاصد معلوم ہوئے:

۱:...تلاوتِ آیات، ۲:...تعلیمِ کتاب، ۳:...تعلیمِ حکمت، ۴:...تزکیۂ نفوس۔

صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ اور ہر دور میں علمائے کرام اور مشائخ عظام نے حضور اکرم ﷺ کے ان مقاصدِ بعثت پر کام کیا۔

۱:...تلاوتِ آیات

قرآنِ کریم کے الفاظ وحروف کی تصحیح کرانے والے، قرآنِ کریم یاد کرانے والے اور تجوید پڑھانے والے قرائے کرام، اسی طرح وہ علمائے کرام اور قرائے عظام بھی جنہوں نے مختلف قراءتوں اور تلاوتِ آیات کی مختلف کیفیتوں کو محفوظ کیا، ان پر کتابیں لکھیں، یہ سب مقصدِ اوّل کے مظہر ہیں۔ اسی طرح قراءت وتجوید اور رسم الخط سے متعلق علوم اور ان پر لکھی گئی کتابیں سب مقصدِ اوّل کی وضاحت، اس کا بیان اور اس کی تشریح ہیں۔

۲:...تعلیمِ کتاب

اسی طرح علمِ تفسیر، مفسرین کے طبقات، ائمہ تفسیر اور تفسیر کی مختلف اور بے شمار کتابیں دُوسرے مقصد کے ترجمان اور تشریح ہیں۔

۳:...تعلیمِ حکمت

حکمت سے مراد چونکہ حدیث ہے، اس لئے محدثین وفقہاء تیسرے مقصد کا مظہرِ اتم ہیں، کیونکہ محدثین نے الفاظِ حدیث کی حفاظت کی، ان کو جمع کیا، ان کو منقح کیا، ان میں صحیح اور غیرصحیح کی تمیز کی، حدیث کے درجات قائم کئے، اس کے لئے پچاس سے زائد علوم کو ایجاد کیا، اور چونکہ احادیث رجال کے واسطے سے پہنچی ہیں، اس لئے ان کے حالات معلوم کرنے کے لئے اور یہ کہ وہ کس درجے کے لوگ تھے، اس کی تحقیق وتفتیش کے نتیجے میں باقاعدہ اسماء الرجال کا فن وجود میں آیا، حدیث کی حفاظت کے سلسلے میں ایک لاکھ سے زائد افراد کے کوائف جمع ہوئے اور پھر جرح وتعدیل کے اُصول وضع کئے

گئے، اس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک ایک قول، ایک ایک فعل، ایک ایک ادا اور ہر حرکت وسکون کو محفوظ کرلیا گیا، یہ حضرات محدثین کہلاتے ہیں جو الفاظِ حدیث کی حفاظت کرنے والے ہیں، جبکہ فقہائے کرام معانیٔ حدیث کے محافظ ہیں، کیونکہ یہ فقہاء، حدیث اور معانی کے سب سے زیادہ جاننے والے ہیں، جنہوں نے اپنی زندگیاں قرآن وحدیث سے مسائل واَحکام اِستنباط کرنے میں صَرف کردیں، اور قرآنِ کریم کے معانی ومطالب کو محفوظ کردیا، تو فقہاء ومحدثین تیسرے مقصد ''تعلیمِ حکمت'' کے علم بردار ہیں۔

۴:...تصوف وتزکیہ

چوتھے مقصد تزکیۂ نفوس کی نسبت کے حاملین حضرات صوفیاء کرام ہیں، جنہوں نے اس نسبتِ اِحسانی کی پاسبانی کی، قلوب کے تصفیہ وتزکیہ، اِصلاح اور سیرت سازی کا محیرالعقول اور گراں قدر کارنامہ انجام دیا۔

مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مفتی ولی حسن ٹونکیؒ ان مقاصدِ بعثت کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

> ''مذکورہ بالا تمام مقاصدِ نبوت کا تکمیل تک پہنچنا، حزبُ اللہ، جماعتِ حقہ اور جماعتِ باطلہ، حزب الشیطان کے درمیان مابہ الامتیاز بھی ہے، یعنی اگر کسی جماعت کی حقانیت معلوم کرنی ہو تو دیکھا جائے گا کہ اس جماعت کی تگ ودو ومحنت وکاوش کا میدان اگر یہی مقاصد ہیں اور ان کی تحقیقات قراء، مفسرین، محدثین، فقہاء، صوفیاء کی تحقیقات کے خلاف تو نہیں ہیں، تو یہ جماعتِ حقہ سمجھی جائے گی اور وہ اہل السنّت والجماعت کا صحیح مصداق ہوں گے، برخلاف اس کے کہ اگر کسی جماعت کی جدوجہد کا دائرۂ کار یہ مقاصد نہیں اور نہ اُن کی تحقیقات سلف صالح کی تحقیقات کے موافق ہیں تو وہ جماعت باوجود اپنے بلند بانگ دعاوی کے، جماعتِ اہلِ حق نہیں سمجھی جائے گی، پھر اس معیارِ حق وباطل سے جس جماعت میں جس قدر اِنحراف ہوگا، اُسی قدر زیغ، ضلال، کفر کے درجات منطبق ہوں گے۔''
>
> (ماہنامہ ''بینات'' اشاعت حضرت بنوری نمبر ص: ۹۳)

ان مقاصدِ بعثت میں سے تزکیہ کو آیات میں کبھی آخر میں، کبھی درمیان میں ذِکر کیا گیا، اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ تلاوتِ آیات اور تعلیمِ کتاب وحکمت سے اصل مقصود تزکیۂ نفس ہے، اگر اس سے اللہ کا خوف وڈر، تقویٰ وخشیت پیدا نہ ہو، انسان اخلاقِ رذیلہ سے پاک وصاف نہ ہو، اور اَخلاقِ حمیدہ

سے متصف نہ ہو تو زندگی بے مقصد ہے اور جو علم ان صفات کو پیدا نہ کرے وہ حقیقی علم نہیں، بلکہ نرے الفاظ اور علم کی ظاہری صورت ہے، اور جب یہ سب پیدا ہو جائے تو اسی کو حدیث میں اِحسان سے تعبیر کیا گیا۔ جب حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور اکرم ﷺ سے دریافت فرمایا: اِحسان کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو، اگر یہ صفت پیدا نہ کر سکو تو یہ اِستحضار ضرور رکھو کہ اللہ آپ کو دیکھ رہا ہے۔'' اور اسی کو بعد میں تصوف سے تعبیر کیا جانے لگا۔

مولانا منظور احمد نعمانیؒ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے حوالے سے تصوف کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''انبیاء علیہم السلام جن چیزوں کی اہمیت اور خصوصیت سے دعوت دیتے ہیں، وہ بنیادی طور پر تین ہی چیزیں ہیں:

۱:... ایک مبداء و معاد وغیرہ سے متعلق عقائد کی تصحیح، اس شعبے کو علمائے عقائد واُصول نے سنبھال لیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو مشکور فرمائے اور جزائے خیر دے۔

۲:... دُوسرے عبادات ومعاملات اور معاشرت وغیرہ انسانی اعمال کی صحیح صورتوں کی تعلیم اور حلال وحرام کا بیان، اس شعبے کی کفالت فقہائے اُمت نے اپنی ذمہ لے لی ہے اور اس میں انہوں نے اُمت کی پوری رہنمائی اور رہبری کی ہے۔

۳:... تیسرے اِخلاص واِحسان (یعنی ہر عمل خالص لوجہ اللہ اور اس دھیان کے ساتھ کرنا کہ میرا مالک مجھے اور میرے عمل کو دیکھ رہا ہے۔ اور یہ تیسری چیز دِین وشریعت کے مقاصد میں سب سے زیادہ دقیق وعمیق ہے اور پورے نظامِ دِینی میں اس کی حیثیت وہ ہے جو جسم میں رُوح کی، اور الفاظ کے مقابلے میں معنی کی، اور اس شعبے کی ذمہ داری صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم نے لے لی ہے، وہ خود راہ یاب ہیں اور دُوسروں کی رہنمائی کرتے ہیں، خود سیراب ہیں اور دُوسروں کو سیراب کرتے ہیں، وہ بڑے بانصیب اور اِنتہائی سعادت مند ہیں۔''

(تفہیمات الٰہیہ ص:۱۲، ۱۳ ملخصاً)

مولانا منظور احمد نعمانیؒ یہ عبارت نقل کرنے کے بعد اس کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں کو دِینی فہم اور کتاب وسنت کے علم کا کوئی حصہ عطا فرمایا ہے، وہ یقیناً محسوس کریں گے کہ چند سطروں کی اس مختصرسی

عبارت میں شاہ صاحبؒ نے انبیاءعلیہم السلام کی دعوت اور ان کے لائے ہوئے نظامِ دینی کا نہایت جامع خلاصہ پیش کردیا ہے اور آخر میں تصوف اور صوفیاء کے بارے میں جو فرمایا ہے، اس سے تصوف کی حقیقت وغایت اور صوفیائے کرام کا کام ومقام پوری طرح سامنے آجاتا ہے۔ واقعہ یہی ہے کہ تصوف ...جیسا کہ شاہ صاحبؒ نے فرمایا ہے... دِین وشریعت کی رُوح اور اس کا جوہر ہے اور صوفیائے کرام ہی اس دولت کے حامل وامین ہیں، اور جس طرح جسم کبھی رُوح سے بے نیاز نہیں رہ سکتا، اسی طرح اُمتِ مسلمہ اپنے دِینی وجود میں کبھی تصوف اور صوفیائے ربانی سے بے نیاز نہیں ہوسکتی۔

اُمت کو جس طرح ہر دور میں ان علماء اور فقہاء کی ضرورت ہے جو فاسد عقائد اور گمراہانہ خیالات سے اُمت کی حفاظت کرتے ہوئے عقائدِ حقہ کی تعلیم دیتے رہیں اور زندگی کے مختلف شعبوں: عبادات، معاملات، معاشرت وغیرہ کے متعلق، اللہ ورسول کے اَحکام اُمت کو بتاتے اور حلال وحرام کے بارے میں ان کی رہنمائی کرتے رہیں، اسی طرح اُمت کی یہ بھی ایک دوامی ضرورت ہے کہ اس میں ایسے اصحابِ ارشاد ربانیین پیدا ہوتے رہیں جن کی فکر وتوجہ کا خاص نشانہ اور موضوع قلوب کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ ربط وتعلق ہو جس کو کتاب وسنت کی زبان میں اِخلاص واِحسان کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دِین کی حفاظت کا جو تکوینی اِنتظام فرمایا ہے، اس میں کتاب وسنت کی علمی وکتابی حفاظت کے ساتھ اُمت میں ایسے علماء، فقہاء اور صوفیائے ربانیین کا مسلسل وجود بھی شامل ہے، اور اُمت کی گزشتہ ساڑھے تیرہ سو سال کی دِینی تاریخ کی شکل میں وہ ہمارے سامنے موجود بھی ہے، اور یہ محفوظ تاریخ بھی اس خداوندی اِنتظام کے سلسلے کی ایک مستقل کڑی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ اور اس کی صفتِ رحمت ورُبوبیت نے جب ہمارے اس دور میں بھی (جو بلاشبہ اِلحاد وماڈیت اور خدافراموشی کا دور ہے) دِین کو زِندہ ومحفوظ رکھنے کا فیصلہ فرمایا تو اس کے حامل ومحافظ بھی پیدا فرمائے۔ آج کے بحرِ ظلمات میں علمائے حق اور صوفیائے ربانیین کا وجود ...خواہ ان کی تعداد کتنی ہی کم ہو...اللہ تعالیٰ کی حکمت ومشیت کے اسی فیصلے کا نتیجہ ہے اور یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ

جب تک دِین کو اس دُنیا میں زندہ باقی رکھنا چاہے گا، اس کے خاص حاملین ومحافظین بھی پیدا ہوتے رہیں گے۔'' (سوانح حضرت رائے پوریؒ ص:۱۱ تا ۱۳)

تصوف کی حقیقت

اسی تزکیۂ نفوس اور کیفیتِ اِحسانی پیدا کرنے کو بعد میں ''تصوف'' سے تعبیر کیا گیا اور دیگر علوم کی طرح باقاعدہ یہ بھی ایک علم قرار پایا، اور اس کی اِصطلاحات متعین کی گئیں اور اس فریضے کو انجام دینے والوں کو ''صوفیاء'' کہا گیا، ورنہ تصوف علیحدہ سے کوئی چیز نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضِ صحبت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظرِ کرم سے ایک لمحے میں قلوب کا تزکیہ ہوجاتا تھا، اور کیفیتِ اِحسانی پیدا ہوجاتی تھی، اور وصول الی اللہ ہوجاتا تھا، لیکن جیسے جیسے زمانۂ رسالت سے بُعد ہوتا گیا، دِلوں میں اِضمحلال اور کیفیتِ اِحسانی میں ضعف آتا گیا، اسی لئے بعد میں آنے والے علماء، صلحاء، اتقیاء اور صوفیائے کرام نے اس کے لئے محنت ومجاہدہ، ذِکر واَذکار، مراقبہ ومحاسبہ اور اس طرح کے اعمال تجویز کئے تاکہ کیفیتِ اِحسانی پیدا ہو، ورنہ یہ تمام چیزیں مقصود بالذات نہیں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہٗ نے ایک مرتبہ فرمایا:

> ''ایک مرتبہ دس بجے صبح کو میں اپنے کمرے میں نہایت مشغول تھا، مولوی نصیر نے اُوپر جاکر کہا کہ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی آئے ہیں، رائے پور جارہے ہیں، صرف مصافحہ کرنا ہے، میں نے کہا: جلدی بلادے، مرحوم اُوپر چڑھے، اور زینے پر چڑھتے ہی سلام کے بعد مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا کر کہا کہ: رائے پور جارہا ہوں، اور ایک سوال آپ سے کرکے جارہا ہوں، اور پرسوں صبح واپسی ہے، اس کا جواب آپ سوچ رکھیں، واپسی میں جواب لوں گا، ''یہ تصوف کیا بلا ہے؟ اس کی کیا حقیقت ہے؟'' میں نے مصافحہ کرتے ہوئے جواب دیا: ''صرف تصحیحِ نیت'' اس کے سوا کچھ نہیں، جس کی اِبتدا ''إنما الأعمال بالنیات'' سے ہوتی ہے اور اِنتہا ''أن تعبد اللہ کأنک تراہ'' سے۔ میرے اس جواب پر سکتے میں کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے: دِلّی سے یہ سوچتا آرہا ہوں کہ تو یہ جواب دے گا، تو یہ اِعتراض کروں گا، اور یہ اِعتراض کرے گا تو یہ جواب دُوں گا، اس کو تو میں نے سوچا ہی نہیں۔'' ''إنما الأعمال بالنیات''

سارے تصوف کی اِبتدا ہے، اور ”أن تعبد اللہ کأنک تراہ“ سارے تصوف کی انتہا ہے، اسی کو نسبت کہتے ہیں، اسی کو یادداشت کہتے ہیں، اسی کو حضوری کہتے ہیں۔“ (سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ ص:۲۵۶)

ایک جگہ تصوف کی حقیقت بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں:

”تصوف ایک عظیم الشان چیز تھی، جس کی تعریف علمائے تصوف نے یہ فرمائی ہے کہ ”ھو علم الخ“ وہ ایسا علم ہے جس کے ذریعے سے نفوس کا تزکیہ، اخلاق کا تصفیہ اور ظاہر و باطن کی تعمیر کے اَحوال پہچانے جاتے ہیں، جس کی غرض ابدی سعادت کی تحصیل ہے۔

اب آپ خود غور فرمائیے کہ اس میں سے کون سی چیز غلط ہے؟ نفس کا تزکیہ غلط ہے؟ یا اخلاق کا تصفیہ بُرا ہے؟ ظاہر و باطن کی تعمیر لغو ہے؟ یا سعادتِ ابدیہ کی تحصیل بے کار ہے؟ اسی طرح تقویمِ اخلاق، تہذیبِ نفس، نیز نفس کو اعمالِ دِین کا خوگر بنانا اور شریعت کو نفس کے حق میں وجدان بنالینا؟ ان اُمور میں کون سی شیٔ مقاصدِ شرع کے خلاف ہے؟ ظاہر ہے کہ کوئی بھی نہیں، بلکہ ان میں سے ہر ایک شیٔ کتاب وسنت کے عین مطابق اور اللہ ورسول اللہ ﷺ کے منشا کو پورا کرنے والی ہے۔

غرض ہم جس تصوف کے اِثبات کے قائل ہیں وہ وہی ہے جس کو اِصطلاحِ شرع میں اِحسان کہتے ہیں، یا جس کو علم الاخلاق کہا جاتا ہے، یا تعمیر الظاہر والباطن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اور یہ ایک بانظم وبا اُصول چیز ہے، اس میں مریدین کے لئے بھی شرائط ہیں، اور شیخ کے لئے بھی اُصول وآداب ہیں، جن کی رعایت کرنے کے بعد اس کو شریعت کا مغز اور دِین کا لبِ لباب کہنا بجا ہے، اور جب ان شرائط وآداب کا لحاظ نہ کیا جائے، بلکہ غیرتصوف کو تصوف قرار دے دیا جائے، تو پھر وہ طریق ہی نہیں جو ہمارا موضوعِ بحث ہے، اس لئے کہ ان خرابیوں اور ان پر عمل کرنے کی وجہ سے سالک میں جو خرابیاں پیدا ہوں، اس کا ذمہ دار کسی طرح حقیقی تصوف اور اصل طریق کو نہیں قرار دِیا جاسکتا، اب اگر آپ کو تصوف سے محض اس بنا پر چڑ اور اِنکار ہے کہ اس کا نام محدث ہے، تو اس میں تصوف ہی منفرد نہیں، نامعلوم کتنی چیزیں اس وقت موجود ہیں کہ آپ کا ان سے تعلق بھی ہے،

جو کہ اِبتدائے اِسلام میں ان ناموں سے معروف نہ تھیں، میں کہتا ہوں کہ اگر اس کا نام بدعت ہے تو مسمّٰی تو اس کا بدعت نہیں، آپ اس کو اِحسان سے تعبیر کرلیجئے، علم الاخلاق اس کا نام رکھ لیجئے، اور جو شخص کہ اس سے متصف ہو، اس کو محسن اور مخلص کہہ لیجئے، اور اِحسان، محسن، متقی ومخلص کے ذِکر سے قرآن بھرا ہوا ہے، حدیث شریف میں بھی اس کا ذِکر آیا ہے۔'' (سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ ص:۲۶۴۰)

اور ایک جگہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''تصوف میرے اکابر کا اہم ترین مشغلہ ہے:

در کفے جامِ شریعت ودر کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام وسندان باختن

کے وہ سچے مصداق تھے، یہ حضرات ایک جانب فقہ، حدیث اور علومِ ظاہریہ میں اگر ائمۂ مجتہدین اور ائمۂ حدیث کے حقیقی جانشین اور سچے متبع تھے، تو دُوسری جانب تصوف کے ائمہ جنیدؒ وشبلیؒ کے قدم بقدم، ان اکابرؒ نے تصوف کو فقہ وحدیث کے ماتحت چلایا اور اپنے قول وفعل سے بتلادِیا کہ یہ مبارک فن حقیقت میں قرآن وحدیث ہی کا ایک شعبہ ہے، اور جو رُسوم وبدعات اس مبارک فن میں بُعدِ زمانہ سے بڑھ گئی تھیں، ان کو چھانٹ دیا۔ تصوف کو بعض ناواقفوں نے ظاہر شریعت کا مخالف نہیں تو علیحدہ ضرور بنادیا، یہ یا تو غلو ہے یا جہل۔

حقیقی تصوف کو جس کا دُوسرا نام اِحسان ہے حضرت جبریل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی حقیقت لوگوں کے سامنے دریافت کرکے یہ واضح کردیا کہ یہ شریعت ہی کی رُوح اور مغز ہے، اور حضرت جبریل کے اس سوال پر کہ اِحسان کیا چیز ہے؟ سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس پاک اِرشاد نے: ''أن تعبد اللہ کأنک تراہ ...إلخ'' الحدیث (تو اللہ کی عبادت ایسی کرے گویا اس کو دیکھ رہا ہے)۔

اِحسان کے معنی اور تصوف کی حقیقت واضح کردی، عنوانات تو اس کے جو بھی اِختیار کرلئے جاویں لیکن مرجع سب کا یہی حقیقت ہے:

اورّی بسعدی والرباب وإنما
أنت الذی تُعنی وأنت المؤمل

شاعر کہتا ہے کہ چاہے میں مشہور محبوبہ سعدی کا نام لوں یا معروف معشوقہ رباب کا نام لوں، ہر چیز سے مقصود تو ہی ہے اور تو ہی مطلوب ہے۔

یہ تو حقیقت ہے، اس کے بعد جو چیزیں ذِکر و شغل، مجاہدات و ریاضات یہ حضرات تجویز کرتے ہیں، وہ حقیقت میں سب علاج ہیں، چونکہ سیّد الکونین ﷺ کے زمانے سے جتنا بُعد ہوتا جاتا ہے، اتنا ہی قلوب میں زنگ اور اَمراضِ ردیہ دِلوں میں پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں، اور جیسا کہ یونانی اطباء اور ڈاکٹر جدید امراض کے لئے تجربات یا قواعد سے وقتی اور نئی نئی چیزیں اور دوائیاں تجویز کرتے ہیں، اسی طرح یہ رُوحانی اطباء قلبی امراض کے لئے ہر شخص کے حال کے موافق اور ہر زمانے کے موافق دوائیں تجویز کرتے ہیں، حضرت مولانا وصی اللہ صاحب جو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ونوّر اللہ مرقدہٗ کے اجل خلفاء میں ہیں، ان کا ایک رسالہ ''تصوف اور نسبتِ صوفیہ'' مختصر اور قابلِ دِید ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابویحییٰ زکریا انصاری شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تصوف کی اصل ''حدیثِ جبریل'' ہے، جس میں آیا ہے کہ: ''**ما الإحسان؟ قال: أن تعبد الله كأنك تراه**'' الحدیث، چنانچہ تصوف اِحسان ہی کا نام ہے۔''

(سوانح حضرت شیخ الحدیثؒ ص:۲۶۲، ۲۶۳)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ لکھتے ہیں:

''شریعت کا وہ جز جو اَعمالِ باطنی سے متعلق ہے، تصوف وسلوک، اور وہ جز جو اَعمالِ ظاہری سے متعلق ہے، فقہ کہلاتا ہے۔ اس کا موضوع، تہذیبِ اخلاق، اور غرض، رضائے اِلٰہی ہے، اور اس کے حصول کا ذریعہ شریعت کے حکموں پر پورے طور سے چلنا ہے۔

گویا کہ تصوف دِین کی رُوح و معنی یا کیف وکمال کا نام ہے، جس کا کام باطن کو رذائل، اخلاقِ ذمیمہ، شہوت، آفاتِ لسانی، غضب، حقد، حسد، حبِ دُنیا، حبِ جاہ، بخل، حرص، رِیا، عُجب، غرور سے پاک کرنا، اور فضائل یعنی اخلاقِ حمیدہ، توبہ، صبر، شکر، خوف، رجا، زُہد، توحید وتوکل، محبت، شوق، اِخلاص، صدق، مراقبہ، محاسبہ وتفکر سے آراستہ کرنا ہے، تاکہ توجہ الی اللہ پیدا ہوجائے، جو مقصودِ حیات

ہے، اس لئے تصوف وطریقت، دِین وشریعت کے قطعاً منافی نہیں، بلکہ ہر مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ صوفی بنے کہ اس کے بغیر فی الواقع ہر مسلمان پورا مسلمان کہلانے کا مستحق ہی نہیں رہتا۔

جب یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ تصوف وطریقت، دِین وشریعت کے منافی نہیں ہے، بلکہ شریعت ہی کے ایک جز کا نام ہے، تو اسی سے تصوف کی ضرورت بھی ثابت ہوگئی۔'' (شریعت وتصوف ص:۹۲، ۹۳)

بیعت کی غرض وغایت

بیعت کی غرض وغایت بھی یہی ہے کہ اِنسان کی اس طرح اِصلاح ہو کہ وہ اخلاقِ رذیلہ سے پاک وصاف ہو کر اَخلاقِ حسنہ سے متصف ہوجائے، محترم نذیر رانجھا صاحب لکھتے ہیں:

''ایک بار حضرت مولانا محبوبِ اِلٰہیؒ کے بھائی مقبول اِلٰہی صاحب (لکھنؤ سے) آئے اور حضرتِ اقدس (مولانا محمد عبداللہ) سے پوچھا کہ بیعت کا مقصد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ آپ نے اپنے بھائی (مولانا محبوب اِلٰہی) سے کیوں نہیں پوچھا؟ انہوں نے عرض کیا کہ بھائی صاحب سے پوچھا تو انہوں نے آپ سے عرض گزار ہونے کے لئے کہا ہے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا:

''آپ دیکھتے ہیں کہ اَحکامِ شرعیہ اور اُمورِ دِینیہ کا علم ہوتے ہوئے بھی لوگوں کو اَخلاقِ حسنہ اور اَعمالِ صالحہ پر کاربند رہنا مشکل ہوتا ہے۔ بہت سے مسلمان ایسے بھی ہیں کہ نماز روزے کے تو عادی ہوتے ہیں، مگر جھوٹ، فریب اور غیبت جیسی بُرائیوں سے پرہیز نہیں کرتے۔ بیعت کا مقصدِ وحید یہ ہے کہ اِنسان سے رذائل چھوٹ جاتے ہیں اور ان کی بجائے اخلاقِ عالیہ پیدا ہوجاتے ہیں۔ اعمالِ صالحہ کی بجا آوری میں سہولت اور معاصی سے نفرت ہوجاتی ہے۔''

مقبول اِلٰہی صاحب یوں مطمئن ہوئے کہ اسی وقت بیعت کی درخواست کی اور آپ کے ہاتھ مبارک پر بیعت ہوگئے۔'' (تذکرہ خانقاہِ سراجیہ ص:۳۴۵)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ بیعت کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بیعت کا مطلب ہے کہ کسی مرشدِ کامل، متبعِ سنت کے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے توبہ کرنا اور آئندہ اس کی رہنمائی میں دِین پر چلنے کا عہد کرنا۔ یہ صحیح

ہے اور صحابہ کرامؓ کا آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنا ثابت ہے، جب تک کسی اللہ والے سے رابطہ نہ ہو، نفس کی اِصلاح نہیں ہوتی، اور دِین پر چلنا مشکل ہوتا ہے، اس لئے کسی بزرگ سے اِصلاحی تعلق تو ضروری ہے، البتہ رسمی بیعت ضرور نہیں۔'' (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج:۷ ص:۳۶۴)

خانقاہوں میں اپنے مریدین سے جو بیعت لی جاتی ہے، یہ درحقیقت پچھلے گناہوں سے توبہ اور خدا و رسول کے اَحکام کی تعمیل اور اِتباعِ شریعت کا ایک معاہدہ ہے، جس کے تحت شیخ اپنے مرید کی تربیت کرتا ہے، اور مرید اپنی سابقہ زندگی میں گناہوں سے توبہ کرنے، اپنی اِصلاح کے باب میں شیخ سے ہدایات لینے اور ان پر عمل کرنے کا پابند ہوتا ہے۔ مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ نے اس کی اہمیت وضرورت کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

''خیر القرون کے بعد اسلامی آبادی کا پھیلاؤ اور زندگی کی ذمہ داریاں اور معاشرتی تفکرات اتنے بڑھ گئے تھے کہ خصوصی تعلیم وتربیت کے ذرائع سے عمومی اصلاح وتربیت کا کام نہیں لیا جاسکتا تھا، اور کسی بڑے پیمانے پر کسی دِینی اور رُوحانی اِنقلاب کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی، پھر اس کی کیا صورت تھی کہ مسلمانوں کی بڑی تعداد اپنے اِیمان کی تجدید کرے، دِینی ذمہ داریوں وپابندیوں کو شعور واِحساسِ ذمہ داری کے ساتھ دوبارہ قبول کرے، اس میں پھر اِیمانی کیفیات اور دِینی جذبات پیدا ہوں، اس کے افسردہ ومردہ دِل میں پھر محبت کی گرمی پیدا ہو، اور اس کے مضمحل قویٰ میں پھر حرکت ونشاط پیدا ہو، اس کو کسی مخلص خداشناس پر اِعتماد ہو اور اس سے وہ اپنے امراضِ رُوحانی ونفسانی میں علاج اور دِین کی صحیح روشنی اور رہنمائی حاصل کرے۔ اسلامی حکومتیں جن کا یہ اصلی فرض تھا (اس لئے کہ جس نبی کی نیابت ونسبت پر وہ قائم تھیں، بقول سیّدنا عمر بن عبدالعزیزؒ وہ ہدایت کے لئے مبعوث ہوا تھا، ''جبایت''، ''تحصیل وصول'' کے لئے نہیں) نہ صرف اس فریضے سے غافل اور کنارہ کش ہوچکی تھیں، بلکہ اپنے سربراہوں اور عمالِ حکومت کے اعمال وکردار کے لحاظ سے اس کام کے لئے مضر اور اس کے راستے میں مزاحم تھیں، دُوسری طرف وہ اس قدر بدگمان، توہم پرست اور شکی واقع ہوئی تھیں کہ کسی نئی تنظیم اور نئی دعوت کو جس میں قیادت وسیادت کی آمیزش پاتیں، برداشت نہیں کرسکتی تھیں، اس کو وہ فوراً کچل کر رکھ دیتیں۔ ایسی صورت میں مسلمانوں میں نئی دِینی

زندگی، نیا نظم وضبط اور نئے سرے سے حرکت وعمل پیدا کرنے کے لئے اس کے علاوہ کیا شکل تھی کہ خدا کا کوئی مخلص بندہ آنحضرت ﷺ کے طریقے پر اِیمان وعمل اور اِتباعِ شریعت کے لئے بیعت لے اور مسلمان اس کے ہاتھ پر اپنی سابقہ غفلت وجاہلیت کی زندگی سے توبہ اور اِیمان کی تجدید کریں، اور پھر وہ نائبِ پیغمبر، ان کی دِینی نگرانی وتربیت کرے، اپنی کیمیا اثر صحبت، اپنے شعلۂ محبت، اپنی اِستقامت اور اپنے نفسِ گرم سے پھر اِیمانی حرارت، گرمیٔ محبت، خلوص وللّٰہیت، جذبۂ اِتباعِ سنت اور شوقِ آخرت پیدا کردے، ان کو اس نئے تعلق سے محسوس ہو کہ انہوں نے ایک زندگی سے توبہ کی ہے اور ایک نئی زندگی میں قدم رکھا ہے، اور کسی اللہ کے بندے کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا ہے، وہ بھی یہ سمجھے کہ ان بیعت کرنے والوں کی اِصلاح وتربیت اور ان کی دِینی خدمت، اللہ نے میرے سپرد کی ہے، اور اس محبت واِعتقاد کا مجھ پر نیا حق قائم ہوگیا ہے، پھر اپنے تجربوں واِجتہاد اور کتاب وسنت کے اُصول وتعلیمات کے مطابق ان میں صحیح رُوحانیت وتقویٰ اور ان کی زندگی میں اِیمان واِحتساب واِخلاص اور ان کے اعمال وعبادت میں اِیمانی کیفیات اور رُوح پیدا کرنے کی کوشش کرے، یہی حقیقت ہے اس بیعتِ تربیت کی جس سے دِین کے مخلص داعیوں نے اپنے اپنے وقت میں اِحیاء وتجدیدِ دِین اور اِصلاحِ مسلمین کا کام لیا ہے، اور لاکھوں بندگانِ خدا کو حقیقتِ اِیمان اور درجۂ اِحسان تک پہنچادیا ہے۔'' (تاریخِ دعوت وعزیمت حصہ سوم ص:۱۳۶)

خانقاہی نظام

اس اِصلاح واِرشاد کے لئے ان بزرگانِ دِین نے جگہ جگہ خانقاہیں قائم کیں، یہ خانقاہیں انسانیت کی صحت گاہیں ہیں، جہاں دَم توڑتی انسانیت کا علاج اور بجھتی ہوئی دِل کی شمع کو پھر سے روشن کیا جاتا ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ خانقاہ کا مقصد ذِکر کی چند ضربیں لگانا، یا کسی کو تعویذ دے دینا، کسی مریض کو جھاڑ پھونک کرنا ہے، یہ انتہائی ناقص تصور، بلکہ خانقاہی نظام کے مقاصد کے برعکس بات ہے، حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ ان خانقاہوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جنہوں نے ہندوستان میں فقر وتصوف کی تاریخ پڑھی ہے یا کبھی اس مقصد وذوق کے ساتھ اس ملک کا سفر کیا ہے، وہ جانتے ہیں کہ جس طرح شیر شاہ

سوریؒ نے اپنی تاریخی شاہراہ پر دو رویہ تھوڑے تھوڑے فاصلے سے کارواں سرائیں تعمیر کرائی تھیں، جہاں مسافر قیام کرتے، خوراک، حفاظت اور آرام کی جگہ پاتے اور راہ کی خستگی و ماندگی دُور کر کے تازہ دَم ہوکر اپنا سفر شروع کرتے، اسی طرح فیاض دِل اور فیاض رُوح درویشوں اور اِنسانیت کے چارہ سازوں نے زندگی کے تھکے ہارے مسافروں اور مادّیت کے تقاضوں اور مطالبوں سے پامال کئے ہوئے انسانوں کے لئے جن کو اپنے دِل کی زندگی دَم توڑتی اور رُوح کا شعلہ بجھتا نظر آتا تھا، ایسی پناہ گاہیں اور کارواں سرائیں تعمیر کی تھیں جہاں کچھ دن ٹھہر کر دِل کے چراغ کی لو، نیا روغن اور روشنی پاتی، افسردہ قویٰ میں تازگی اور رُوح میں جلاء پیدا ہوتی، غفلت اور معاصی کے مقابلہ کرنے اور اِسلام کے پل صراط پر اِحتیاط وثبات کے ساتھ چلنے کا عزم اور قوت پیدا ہوتی، قوی الارادہ اور صاحبِ عزیمت لوگوں کی ہمت وقوت دیکھ کر اپنے کمزور ارادے میں قوت اور اپنی ضعیف ومذبذب طبیعت میں ہمت محسوس ہوتی، فرائض کے پابند، سنن وآداب کے پابند بنتے، غافل، ذاکر، نمازوں میں سستی کرنے والے شب بیدار بن جاتے، اسباب کے پرستار اور مادّیت کے گرفتار جو مستقبل کے خوف اور فقر وفاقہ کے ڈَر سے ہمیشہ لرزاں اور ترساں رہتے، اور تدبیر ووسائل کو رازقِ حقیقی سمجھتے، وہ ایک درویش خدامست کے توکل وتبتل کا منظر اور اللہ تعالیٰ کے مسبّب الاسبابی کا تماشا دیکھ کر توکل کے مفہوم سے آشنا اور یقین کی دولت سے بہرہ یاب ہوتے۔“

(سوانح حضرت عبدالقادر رائے پوریؒ ص:۱۰۷، ۱۰۸)

خانقاہِ سراجیہ

ایسی ہی ایک خانقاہ سراجیہ ہے، جہاں دُنیا بھر سے تشنگانِ رُوح وقلب آتے اور اس چشمہ صافی سے سیراب ہوتے اور اپنی اصلاح وتزکیہ کا سامان کرتے ہیں، جہاں ٹوٹے ہوئے دِل حزن وملال اور شکستگی واِضمحلال کے آثار لے کر آنے والوں کے دِلوں میں اُمید ویقین کا چراغ روشن کیا جاتا ہے اور انہیں رُوحانی سکون میسر آتا ہے۔ جہاں اِخلاص وتقویٰ کے دیئے جلائے جاتے اور اِصلاحِ نفس کی شمعیں روشن کی جاتی ہیں، اور بتایا جاتا ہے کہ اِخلاص ورُوحانیت کیا ہے، جہاں انسانیت سازی کا کام ہوتا ہے، اور سیرت سازی کا فن سکھایا جاتا ہے، رُسوم وبدعات سے دُور اِتباعِ سنت پر خود بھی عمل کیا جاتا ہے اور

دُوسروں کو بھی اسی کا درس دیا جاتا ہے۔

جناب محمد نذیر رانجھا خانقاہ کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خانقاہِ سراجیہ شریف، کندیاں، ضلع میانوالی، کندیاں جنکشن سے اڑھائی میل کے فاصلے پر ملتان کی طرف جانے والی ریل پٹڑی سے چھ سات فرلانگ کے فاصلے پر درختوں کے خوبصورت وحسین جھنڈ میں واقع ہے۔ اس بستی کی تعمیر (۱۳۳۸ھ-۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۰ء-۱۹۲۲ء کے دوران) حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ (۱۲۹۷ھ-۱۳۶۰ھ/ ۱۸۸۰ء-۱۹۴۱ء) نے فرمائی، اور اپنے شیخ حضرت خواجہ محمد سراج الدینؒ (۱۲۹۶ھ- ۱۳۳۳ھ) کے نامِ نامی سے اسے منسوب فرمایا، اور پھر اپنے وصالِ مبارک تک خانقاہِ سراجیہ شریف کی مسندِ ارشاد پر متمکن رہے اور سینکڑوں طالبانِ حق وسالکانِ طریقت کی رُوحانی تربیت فرماتے رہے۔ آپؒ کے مجازِ طریقت خلفائے عظام کی تعداد ۳۳ کے لگ بھگ ہے۔

حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ نے اپنے وصال مبارک سے قبل حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ (۱۳۲۲ھ-۱۳۷۵ھ/ ۱۹۰۴ء-۱۹۵۶ء) کو اپنا جانشین نامزد فرمایا، جو ۱۳۶۰ھ سے ۱۳۷۶ھ تک خانقاہِ سراجیہ شریف کی مسندِ اِرشاد پر جلوہ افروز رہے، اور سینکڑوں متوسلین سلسلۂ عالیہ کے قلوب واذہان کو منوّر وتاباں فرماتے رہے، آپؒ کے مجازِ طریقت خلفائے کرام کی تعداد ۱۰ ہے۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ کے وصال مبارک کے بعد مخدومِ زماں سیّدنا ومرشدنا حضرت مولانا ابوالخلیل خواجہ خان محمد صاحبؒ (ولادت ۱۹۲۰ء/ ۳۹-۱۳۳۸ھ) آپؒ کے خلیفۂ اعظم وجانشین قرار پائے، اور تاحال بفضلِ ربی خانقاہِ سراجیہ شریف کی مسندِ اِرشاد پر رونق افروز ہیں، اور بحمداللہ! سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی سلکِ تابدار کے گوہرِ نامدار کی حیثیت سے طالبانِ حق اور سالکانِ طریقت کو کشاں کشاں منزلِ مقصود کی جانب لئے جارہے ہیں، اور رُوحانیت ومعارف پروری فرمارہے ہیں۔ (اس کتاب کی تالیف کے وقت حضرتؒ حیات تھے، ۱۳۷۵ھ سے ۱۴۳۱ھ تک اس خانقاہ کی مسند کو رونق بخشی)۔

اس وقت خانقاہِ سراجیہ شریف کی تفصیل یوں ہے:

الف:... رہائشی مکانات: ان میں حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ کے

عزیز واقارب، مخدومِ زماں سیّدنا ومرشدنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد صاحبؒ کے خاندان اور بعض مریدین کے گھر بھی شامل ہیں۔

ب:... ایک انتہائی خوبصورت، عالی شان اور وسیع وعریض مسجد جو اپنے بانی مکرم ومحترم کی وسعتِ قلب وبلند حوصلگی کی منہ بولتی تصویر ہے۔

ج:... مدرسۂ سعدیہ جس میں طلباء ومدرّسین کی رہائش گاہیں بھی ہیں۔

د:... کتب خانۂ سعدیہ جس کی ظاہری عظمت اور ذخیرۂ نادرہ کی مقدار اس خانقاہ شریف کے مشائخ عظام کی علم دوستی ومعارف پروری کا بین ثبوت ہے۔

ہ:... تسبیح خانہ، مہمان خانہ اور درویشوں اور سالکانِ طریقت کے حجرے۔

و:... مزاراتِ مقدسہ مشائخِ کرامؒ خانقاہ شریف وقبرستان متوسلینِ سلسلۂ عالیہ۔

خانقاہِ سراجیہ شریف کا شمار سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کی عظیم خانقاہوں میں ہوتا ہے، جہاں سے ہزاروں اور لاکھوں نفوس مؤمنین نے اپنی ہمت اور مقدور سے بڑھ کر فیوض وبرکات حاصل کئے ہیں۔'' (تاریخ وتذکرہ خانقاہِ سراجیہ ص:۶۹، ۷۰، ۷۱)

اس خانقاہ کا حقیقی کام اور اس کی اصل رونق تو اس کا اِصلاح واِرشاد کا مرکز ہونا ہے، جہاں سے ہر وارِد وصادِر اپنی اپنی حیثیت اور ہمت کے مطابق فائدہ اُٹھاتا ہے، اس خانقاہ کی رُوحانی فضا میں سکون واِطمینان کی ایک چادر پوری فضا میں پھیلی محسوس ہوتی ہے، یہاں پہنچ کر ہر غم غلط اور ہر تردّد وفکر فراموش ہوجاتی ہے، خصوصاً اہلِ نظر اور اَصحابِ بصیرت کو تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہاں حضراتِ نقشبندیہ کی نسبت سکینت ہے جو پورے ماحول پر غالب ہے، حضرتِ اقدسؒ سے جس کو جتنا قرب ہوتا، اتنا ہی اس کی کیفیت واِحساس میں قوت پیدا ہوتی، گویا مرکزِ سکینت یہ عمارت نہیں بلکہ وہ ذات ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نفسِ مطمئنہ اور یقین ورضا کی دولت سے نوازا تھا۔

اس خانقاہ کے پورے ماحول میں وقار وسکینت کے ساتھ ضبط وتحمل اور سکون وخاموشی کا راج رہتا ہے، اور یہ ان حضراتِ قدسیہ کے کمالِ ضبط اور عالی ظرفی اور ان کی اعلیٰ نسبت کا مظہر ہے، لبالب ظرف بھرے ہونے کے باوجود کیا مجال کہ پیمانہ چھلک جائے، ہر شخص اپنے اپنے کام، ذِکر وشغل، تلاوت اور مراقبہ میں مصروف ہوتا ہے۔

اس خانقاہ میں بڑے بڑے مشائخ اور علماء حاضری دینے کو اپنی سعادت سمجھتے تھے، اِمام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، امیرِ شریعت حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ

اور دیگر بہت سے اکابر کے نام لئے جاسکتے ہیں جو اس خانقاہ میں تشریف لائے۔

خانقاہ سے متعلق بہت سے علماء اور اکابر کے تأثرات میں ایک دو تأثرات یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

حافظ لدھیانوی اپنے تأثرات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ مختصر سی خانقاہ ایک دِینی مدرسے، ایک خوبصورت مسجد اور حضرت (مولانا خان محمدؒ) کی رہائش گاہ پر مشتمل ہے۔ اس خانقاہ کا ماحول دُوسری خانقاہوں سے یکسر مختلف ہے۔ اللہ تعالیٰ سے لو لگانے کے لئے، عبادت وریاضت کے لئے، قلب ونظر کو منزہ کرنے، رُوح کو مجلّٰی اور جسم وجاں کو مزکی کرنے کے لئے یہ انتہائی موزوں ماحول تھا۔ نہ شور ہے، نہ ہنگامہ، نہ گاڑیوں، کاروں کی آمد ورفت ہے، نہ شہر کی بے ہنگم طرزِ زندگی، اس فضا پر بے پردگی اور گناہ آلودہ ماحول کا کوئی داغ نہ تھا، فضا نورانیت سے، صاف اور نکھری ہوئی تھی۔

خانقاہ سراجیہ ایک ایسی خانقاہ ہے جہاں کی فضا ہر قسم کی دُنیوی دِلکشی اور بُرائی سے پاک صاف ہے، یہ دِینی مرکز، یہ رُشد وہدایت کا مقام، یہ ویرانۂ دِل کو آباد کرنے کی جگہ، یہ تزکیۂ نفس کے لئے مثالی خانقاہ ہے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ خانقاہ کا ذرّہ ذرّہ صبح وشام حمد وثنا کرتا رہتا ہے۔ یوں تو کائنات کی ہر شے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے، موجودات کا ہر ذرّہ اپنے خالقِ حقیقی کی پاکی بیان کرتا رہتا ہے اور اس کے قادرِ مطلق ہونے کا اِعلان کرتا رہتا ہے، مگر خانقاہِ سراجیہ میں یہ اِحساس متشکل ہوکر سامنے آتا ہے۔ جب علائقِ دُنیا کی گرد دامنِ دِل سے جھڑ جاتی ہے تو ذہن رُوحانیت کے اثرات قبول کرنے، انہیں اپنے اندر جذب کرنے اور پاکیزہ ماحول سے اِکتسابِ فیض کرنے کا اہل ہوجاتا ہے۔ یہ رُوحانی فضا، یہ پاکیزہ ماحول ازخود پیدا نہیں ہوجاتا، اس کے لئے ایک خدا رسیدہ بزرگ کے مقدس وجود کا ہونا ضروری ہے۔ حضرت مولانا خان محمد صاحب کی ذاتِ بابرکات نے اس فضا، اس ماحول کو پُرکشش بنادیا ہے، سینکڑوں میل دُور بیٹھے ہوئے لوگ اس مرکزِ رُشد وہدایت، اس مصدرِ فیوض وبرکات کی کشش محسوس کرتے ہیں۔ یہ کشش اینٹ پتھر سے تعمیر شدہ عمارت کی کشش نہیں، یہ کشش دُنیوی نوادرات اور عجائبات کی کشش نہیں، یہ تو ایک وجودِ گرامی، ایک فقیر خدامست، ایک درویشِ حق آگاہ، ایک مردِ

کامل، ایک برگزیدہ ہستی کی کشش ہے جس کی صحبت میں تپتے ہوئے دِلوں کو راحت اور مضطرب رُوحوں کو آسودگی میسر آتی ہے۔''

(متاعِ بے بہا، بحوالہ تذکرہ خانقاہِ سراجیہ ص:۸۱، ۸۲)

حافظ لدھیانوی مزید لکھتے ہیں:

''حضرت (مولانا خان محمد صاحب مدظلہ العالی) سے اجازت لے کر واپس آیا، مگر اس صحبت کا سرور رَگ وپے میں جاری وساری ہوگیا، سرشاری کا عالم تھا، مدت کے بعد پیاسی آنکھیں ایک بزرگ کی زیارت سے سیراب ہوئی تھیں، ان چند لمحوں نے حضرت کے قرب کی خواہش اور ان کی صحبت میں شرکت کی تمنا نے بے کل کردیا۔ جی چاہتا تھا کہ فانی دُنیا کی لذتوں، دُنیوی مصروفیتوں اور دُنیوی معاملات سے کنارہ کش ہوکر عمر کے باقی ایام خانقاہ کی پُرسکون، اِیمان پروَر اور رُوحانی فضا میں بسر کروں، حضرت کی صحبت سے فیض یاب ہوتا رہوں۔ حضرت کی مجلس میں مجھے اپنے مربی ومرشد حضرت عبدالقادر رائے پوری نوّراللہ مرقدہٗ کی مجلس کے انوار نظر آئے، ہر طرف وہی رُوحانی فضا، وہی تقویٰ وپرہیزگاری کی علامتیں، وہی سادگی، وہی دُنیا سے بے رغبتی، وہی متدین اشخاص، وہی اِتباعِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نقوش نظر آئے۔ یہ بھی حضرتؒ (رائے پوری) کی توجہ اور فیضِ خاص تھا کہ مجھے زندگی میں ایک بار پھر باکمال شخصیت، مقرّبِ بارگاہِ اِلٰہی کے قدموں میں بیٹھنے کا شرف نصیب ہوا۔ معلوم ہوتا تھا کہ حضرتِ اقدسؒ کی بتائی ہوئی منزل ہے، یہ مسلک بعینہٖ میرے حضرتؒ کا مسلک ہے۔ یہ خانقاہی سلسلہ وہی ہے جہاں سے حضرت رائے پوری نوّراللہ مرقدہٗ کو فیض ملا تھا، یہ ایک ہی جادہ، ایک ہی منزل ہے۔''

(حافظ لدھیانویؒ، متاعِ بے بہا، بحوالہ تذکرہ خانقاہِ سراجیہ ص:۴۲۸)

حافظ لدھیانویؒ کے بیان میں خانقاہِ رائے پوری کا ذِکر آیا اور انہوں نے محسوس کہا کہ خانقاہِ سراجیہ میں وہی رائے پوری خانقاہ کا سا ماحول محسوس ہوا، تو یہ بھی پڑھ لیجئے کہ خانقاہِ رائے پوری کا کیا ماحول تھا، رائے پوری خانقاہ کا نقشہ کھینچتے ہوئے مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں:

''رائے پور کی خانقاہ چونکہ رُسوم وقیود سے بہت آزاد اور حضرت کی طبیعت مبارک بہت جامع، وسیع اور داروگیر سے دُور تھی، نیز مختلف ماحول اور طبقات کے لوگوں کا آپ سے تعلق اور عقیدت اور آپ کو ان سے محبت تھی، اس

لئے مختلف ذوق اور مکاتبِ فکر کے صحیح الخیال علماء، سیاسی رہنما، قومی کارکن، اہلِ مدارس، اہلِ قلم وصاحبِ تصنیف، جدید تعلیم یافتہ اور قدیم مدارس کے فضلاء اپنی اِصلاح وتربیت اور اپنے اپنے خلاء کی تکمیل کے لئے حاضر ہونے لگے۔ ان میں بہت سے ایسے تھے کہ عرصے سے دِین وعلمِ دِین کی خدمت، اِصلاح وتبلیغ، تصنیف وتقریر، یا مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی اور قومی خدمت میں مشغول تھے، اور ہندوستان کی علمی یا سیاسی محفلیں، ان کی علمی لیاقت، سحر انگیز خطابت یا مفکرانہ قیادت کی شہرت وآوازہ سے گونج رہی تھیں، اور وہ خود ہزاروں مسلمانوں کے مرجع اور مرکزِ عقیدت بنے ہوئے تھے، لیکن ان کو خود (اس بھرپور دِینی وعلمی مشغولیت وافادہ کے ساتھ) اپنے اِخلاص واخلاق کی تکمیل کے لئے ایک شیخ کامل اور ایک طبیبِ حاذق کی تربیت وصحبت کی ضرورت محسوس ہوئی، اور اس ضرورت کا اِحساس ان کو کشاں کشاں حضرت کے پاس لایا اور انہوں نے رائے پور پہنچ کر بصد شوق وبکمالِ جوش خواجہ حافظ کی زبان میں عرض کیا:

تو کہ کیمیا فرد شے نظرے بقلب ما کن

کہ بجاعتے نہ داریم وفگندہ ایم دامے"

(سوانح حضرت رائے پوریؒ ص:۱۰۶)

یہ بات پہلے بتائی جاچکی ہے کہ سکینت، وقار، تحمل اور ضبط اس خانقاہِ سراجیہ کا مزاج تھا اور تقریباً یہی بات رائے پوری خانقاہ میں بھی پائی جاتی تھی، اسی لئے حافظ لدھیانوی جو کہ رائے پوری خانقاہ سے وابستہ تھے جب خانقاہِ سراجیہ پہنچتے ہیں اور انہیں وہی ماحول نظر آتا ہے تو بے ساختہ ان کے قلم سے درج بالا جملے نکل جاتے ہیں۔ حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ نے یہ بھی لکھا کہ:

"دہلی، نواحِ دہلی اور دوآبہ میں متعدد ایسی خانقاہیں اور رُوحانی تربیت کے مرکز تھے جو پوری یکسوئی کے ساتھ اپنے کام میں مشغول تھے، دہلی کی شہرۂ آفاق خانقاہوں کے دورِ اِنقلاب کے بعد اَخیر دور میں گنگوہ اور تھانہ بھون کے رُوحانی وتربیتی مرکز مرجع خاص وعام بنے ہوئے تھے، پھر جب ان پر بھی دورِ اِنقلاب آیا اور سنت اللہ کے مطابق رُشد وہدایت کی یہ شمعیں (اپنے مشائخ کی وفات کے بعد) خاموش ہوگئیں تو اسی سلسلۂ رُوحانی کی ایک کڑی رائے پور کی خانقاہ نہ صرف اس نواح بلکہ صوبہ جات متحدہ سے لے کر پنجاب تک کا رُوحانی

وتربیتی مرکز بن گئی، ملک میں بڑے بڑے اِنقلاب آئے، بڑے بڑے سیاسی طوفان اُٹھے، اور آندھیاں چلیں، ملک تقسیم ہوا، لیکن ان تیز وتند ہواؤں میں بھی یہ چراغ جلتا رہا، نہ رائے پور میں ذکر اللہ کی سرگرمی میں کوئی فرق آیا اور نہ یہاں کی دعوت اور موضوع میں کوئی تبدیلی ہوئی۔'' (سوانح حضرت رائے پوری ص:۱۰۸)

یہی بات خانقاہِ سراجیہ کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے کہ اس وقت پورے پاکستان بلکہ برِصغیر میں خانقاہِ سراجیہ کی طرح کوئی خانقاہ باقی نہیں جو اپنے پُرانے طرز پر قائم ہو، اور اس میں اِصلاح ورُشد کے وہی اسلاف کے طریقے موجود ہوں جو ہماری رُوحانی میراث اور ان خانقاہوں کا طرۂ اِمتیاز ہے، زمانے کے اُتار چڑھاؤ، اور دولت کی ریل پیل اس خانقاہ کو متأثر نہ کرسکی اور نہ اس کی سادگی میں کوئی فرق آسکا، اگرچہ مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ نے قدیم خانقاہوں کے تذکرے کے بعد موجودہ خانقاہوں کے بارے میں شکوہ کیا ہے، اور ان کی موجودہ صورتِ حال پر نوحہ کیا ہے، اور یہی وہ صورتِ حال ہے جس نے عام لوگوں کو خانقاہوں سے نہ صرف دُور کردیا ہے، بلکہ ان سے متنفر کردیا ہے، مولانا ندویؒ لکھتے ہیں:

''اس کا اِظہار ضروری ہے کہ زمانے کے مرور واِنقلاب کے ساتھ، اس سلسلے اور اس کے بانیانِ کرام اور اسلافِ عظام کی خصوصیتوں میں اِنحطاط وزوال رُونما ہوا، تصوف ورُوحانیت کی تاریخ بتاتی ہے کہ ہر سلسلے کا آغاز جذب قوی سے ہوا، پھر اس نے سلوک اور آخر میں رُسوم کی شکل اِختیار کرلی، یہاں بھی جس سلسلے کا آغاز عشق، درد ومحبت، زُہد وایثار، فقر واِستغناء، ریاضات ومجاہدات اور دعوت وتبلیغ سے ہوا تھا، اس میں بتدریج ایسی تبدیلی ہوئی کہ آخر میں اس کے نظام کے تین نمایاں عناصرِ ترکیبی رہ گئے:

۱:...وحدت الوجود کے عقیدے میں غلو، اس کی اِشاعت کا اِنہماک اور اس کے باریک ودقیق مضامین کا اِعلان وتذکرہ۔

۲:...محافلِ سماع کی کثرت، وجد ورقص کا زور۔

۳:...اَعراس کا اِہتمام اور ان کی رونق وگرم بازاری جو شرعی حدود وقیود سے بے نیاز ہے۔

وہ اعمال ورُسوم اور عقائد جن کی اِصلاح کے لئے دِینِ خالص کے یہ اُولوالعزم داعی اِیران وترکستان کے دُور دَراز مقامات سے آئے تھے، خانقاہوں کا ایسا دستور العمل بن گئے کہ غیرمسلم آبادی کے لئے یہ ایک معما اور سوال بن گیا کہ

اسلام اور دُوسرے مذاہب میں (جن کی اصلاح کے لئے یہ مبلغینِ اسلام بحر و بر طے کر کے تشریف لائے تھے) عملاً کیا فرق ہے؟ توحید کے لفظ کا اِستعمال اور دعوت، توحیدِ وجودی کے معنی میں محدود ہوکر رہ گئی، سنت اور اِتباعِ شریعت جس پر ان مشائخ نے اتنا زور دیا تھا، اہلِ ظاہر کا شعار اور حقیقت ناشناسوں کی علامت بن کر رہ گیا، شریعت وطریقت دو الگ الگ کوچے تسلیم کئے گئے، جن میں نہ صرف مغائرت تھی، بلکہ تضاد اور مزامیر وآلاتِ سماع جن کی مشائخ متقدمین نے اتنی شدت سے ممانعت کی تھی، داخلِ طریق بن گئے، درد و عشق کی جنس جو طریقۂ چشتیہ کا سرمایہ تھی اس بازار میں ایسی نایاب ہوئی کہ طالبِ صادق کو حسرت سے کہتے ہوئے سنا گیا کہ:

وہ جو بیچتے تھے دوائے دِل، وہ دُکان اپنی بڑھا گئے!

فقر جو اس طریق کا فخر تھا، شانِ امیری اور شکوہِ خسروی سے تبدیل ہوگیا۔

اس سے بڑھ کر اِنقلاب اور تاریخ کا سانحہ یہ ہے کہ جن بندگانِ خدا کا مقصدِ حیات ہی خدا کے سب بندوں کا سر، دُنیا کے تمام آستانوں سے اُٹھا کر خدائے واحد کے آستانے پر جھکانا اور ماسویٰ میں اٹکے ہوئے اور پھنسے ہوئے دِلوں کو نکال کر ایک خدا سے اٹکانا تھا، اور جن کی دعوت اور زندگی انبیاء علیہم السلام کی زندگی کی تصویر اور ان آیات کی تفسیر تھی:

”ما کان لبشر أن یؤتیه الله الکتٰب والحُکم والنبوة ثم یقولَ للناس کونوا عبادًا لّی من دون الله ولٰکن کونوا ربانیّن بما کنتم تعلّمون الکتٰب وبما کنتم تدرسون۔ ولَا یأمرکم أن تتخذوا الملٰئکة والنبیّن أربابًا، أیأمرکم بالکفر بعد إذ أنتم مسلمون۔“ (آل عمران: ۷۹، ۸۰)

ترجمہ:... ”کسی بشر سے یہ بات نہیں ہوسکتی کہ اللہ تو اس کو کتاب اور دِین کی فہم اور نبوت عطا فرمائے اور پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ میرے بندے بن جاوٴ خدا تعالیٰ کی توحید کو چھوڑ کر، لیکن وہ یہ کہے گا کہ تم اللہ والے بن جاوٴ بوجہ اس کے کہ تم کتابِ اِلٰہی اوروں کو بھی سکھاتے ہو اور بوجہ اس کے کہ خود بھی اس کو پڑھتے ہو، اور نہ وہ یہ بات بتلاوے گا کہ تم فرشتوں کو اور نبیوں کو رَبّ قرار دے لو، بھلا وہ تم کو کفر کی بات بتلاوے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو۔“

اِنقلابِ زمانہ سے خود اُن کی ذات مطلوب ومقصود اور خود اُن کا آستانہ مسجود ومعبود بن گیا۔'' (تاریخِ دعوت وعزیمت حصہ سوم ص:۱۷۲ تا ۱۷۴)

لیکن الحمدللہ! خانقاہِ سراجیہ ان تمام رُسومات وبدعات سے دُور رہی، بلکہ آج تک وہ ان تمام خرافات سے پاک ہے جس کا شکوہ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحبؒ آج کی عام خانقاہوں سے متعلق کررہے ہیں، دُنیا اپنے پنجے یہاں نہ گاڑسکی، اور نہ اپنے اثرات یہاں چھوڑسکی۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس خانقاہ کے بانی اور اس خانقاہ کو رونق بخشنے والے اور اس میں رُشد وہدایت کی شمعیں روشن کرنے والے دُنیا کی محبت سے کوسوں دُور تھے، انہی کے اثرات وثمرات ہیں کہ خانقاہ میں بھی وہی درویشی کا رنگ جھلکتا ہے۔

دُوسری وجہ یہ ہے کہ اس خانقاہ کے سلسلے کے تمام لوگ اِتباعِ سنت کے پابند رہے ہیں، اور اِتباعِ سنت ہی کا اپنی خانقاہ میں درس دیتے رہے ہیں۔ مولانا عبدالرشید نسیم جو علامہ طالوت کے نام سے معروف تھے اور فاضلِ دیوبند تھے، لکھتے ہیں:

''میں نے ان کی (مولانا عبداللہ لدھیانویؒ) مجلس میں بیٹھ کر ہمیشہ شریعت کی پابندی اور پاسداری ہی کا سبق سیکھا اور سلسلۂ مجددیہ یا دُوسرے بزرگوں کا جو بھی ذِکر سنا صرف یہی سنا کہ وہ کس قدر پابندِ سنت، کس قدر بدعت سے پرہیز کرنے والے اور کس قدر پابندِ شریعت تھے، وہ کسی ایسی بزرگی کے قائل نہ تھے جو جہالت سے ہم آہنگ ہو، وہ کسی ایسی بزرگی کے قائل نہ تھے جو شریعت وطریقت کو دو بناتی ہو، وہ کسی ایسی بزرگی کے قائل نہ تھے جو سرِمو بھی سنت سے منحرف ہو۔'' (بحوالہ تذکرہ خانقاہِ سراجیہ ص:۴۷)

حضرت مولانا قاضی محمد شمس الدینؒ نے اپنے ایک مضمون میں خانقاہِ سراجیہ کی درج ذیل خصوصیات کا ذِکر فرمایا ہے:

''ہرچند کہ شریعت وطریقت ایک ہی منزلِ مقصود کی دو راہیں ہیں، ایک طرف علماء وفقہاء بھی جب کسی سلوک ودرویشی کی حدود میں داخل ہوتے ہیں تو ان کا قدم بھی جادۂ اِعتدال سے ہٹ جاتا ہے اور وہ اپنے سلسلے کی رُسومات کی ادائیگی میں اتنا اِہتمام اور شدت اِختیار کرجاتے ہیں کہ اِتباعِ کتاب وسنت کا دامن ہاتھ سے جاتا رہتا ہے، اور بدعات کو ''طریقت'' سمجھتے ہوئے اِعتقادی اور عملی معصیتوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں، مگر حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان صاحبؒ اس سے مختلف

تھے۔ آپؒ کا ہر عمل سنت کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا اور اپنے متبعین کو بھی اِتباعِ سنت کی تلقین وتاکید فرماتے رہتے تھے۔ آپؒ وسیع العلم ہونے کے ساتھ بے حد وسیع القلب تھے، خانقاہ شریف میں ہر قسم کے مبتلائے معاصی اشخاص آتے رہتے مگر کبھی بھی کسی کا عیب اس کے سامنے بیان نہیں کرتے تھے، نہ کبھی کسی کے عیب پر تمسخر یا طنز کرتے۔ تصوف کے اس اُصول پر عمل تھا:

''لَا تعیّر بمعصیة أخیک، فیعفه اللّٰه ویبتلیک''

''یعنی کسی گناہ پر اپنے مسلمان بھائی کو طعنہ مت دو، ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اس سے وہ گناہ چھڑا کر تمہارے ساتھ لگادے۔''

یہ بھی فرماتے ہیں کہ علمائے ظواہر لوگوں کے کانوں کو نصیحت کرتے ہیں، اور اَربابِ قلوب لوگوں کے دِلوں کو مخاطب کرتے ہیں، چنانچہ آپؒ کی باطنی توجہ اور صحبت کا اثر یہ تھا کہ اہلِ معاصی کو حضرتؒ کی صحبت کی برکت سے اپنے معاصی سے خود نفرت ہوجاتی تھی۔'' (تاریخ وتذکرہ خانقاہِ سراجیہ ص:۷۷)

یہ اس خانقاہ کی عظمت، دِلکشی اور اس کے ماحول واثرات کا ہلکا سا نقشہ پیش کیا گیا ہے، اور یہ کہ کس طرح معرفت کے پیاسے کشاں کشاں اس چشمۂ صافی سے سیراب ہونے کے لئے دُور دُور سے آتے تھے۔

اس خانقاہ میں کشش کا دُوسرا سامان اس کا عظیم الشان کتب خانہ اور لائبریری ہے، جس میں نادر ونایاب کتابیں ہیں، اسے حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ نے قائم کیا تھا، کیونکہ وہ رُوحانی دُنیا کے ساتھ ساتھ علمی دُنیا کے آدمی تھے، اور کتابوں سے انہیں جنون کی حد تک لگاؤ تھا، ایسی ایسی نایاب کتابیں جمع کی تھیں جس کا دُوسری لائبریریوں میں ملنا مشکل تھا، حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ نے اپنے ذاتی مصارف سے زَرِکثیر جو اس وقت ارزانی کے زمانے میں بھی لاکھوں روپے خرچ کرکے یہ کتب خانہ تیار کیا تھا، اور حضرت کو صرف کتابیں جمع کرنے کا ہی شوق نہیں تھا، بلکہ اس سلسلے میں اعلیٰ ذوق بھی رکھتے تھے، کتابوں کی جلد بندی، ان کی فہرست، ان کی ترتیب میں نفاست اور حسنِ سلیقہ کے ساتھ کتابوں کی حفاظت کا بھی خوب اہتمام فرماتے تھے، حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ نے جب مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کو اپنا نائب بنایا تو کتب خانے کے متعلق درج ذیل وصیت فرمائی:

''خانقاہ کا کتب خانہ بفضلہٖ تعالیٰ اپنی وسعت اور کتابوں کی کثرت ونفاست کے لحاظ سے پنجاب کا ایک بے مثال معہدِ علمی بن گیا ہے، اس کی شانِ

رفعت کو برقرار رکھنے کے لئے اس کو اس کی تمام الماریوں اور کمرے سمیت وقف
کیا جاتا ہے، اس کے متولّی بھی مولوی محمد عبداللہ صاحب مذکور ہوں گے، اب اس
کتب خانہ اور اس کے متعلقہ سامان اور کتابوں میں توریث اور تملیک اور تقسیم
جاری نہ ہوگی۔'' (بحوالہ تذکرہ خانقاہِ سراجیہ ص:۵۰۰)

پھر حضرت مولانا عبداللہ صاحبؒ نے اپنے شیخ کی ہدایت ووصیت کے مطابق نہ صرف یہ کہ اس خزانۂ عامرہ کی حفاظت کی، بلکہ اس میں اِضافہ کیا، اور جب یہ ذمہ داری حضرتِ اقدس حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کے حوالے کی گئی تو آپؒ نے اس ذمہ داری کو خوب نبھایا اور اس میں خوب خوب اضافہ کیا اور اپنے شیخین مکرمینؒ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے خوبصورت، دیدہ زیب اور معارف واسرار سے لبریز جواہر پاروں کے حصول کے لئے کوشاں رہے، بقول نذیر رانجھا صاحب کے ۱۹۷۸ء میں کتب اور علمی مخطوطات کی تعداد دس ہزار کے لگ بھگ تھی اور اس تعداد میں مسلسل اضافہ ہی ہوتا رہا۔

برِصغیر پاک وہند کے علماء اور محققین نے اس لائبریری سے اِستفادہ کیا، حضرت علامہ انورشاہ کشمیریؒ نے بھی اس لائبریری سے اِستفادہ کیا۔ ایک مرتبہ حضرتؒ کی خدمت میں مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ کے ساتھ بندہ بھی حاضر تھا، حضرتؒ نے خود فرمایا کہ: حضرت علامہ انورشاہ کشمیریؒ بھی یہاں تشریف لائے ہیں اور اس کا واقعہ ان الفاظ میں بیان کیا کہ: ''حضرت علامہ کشمیریؒ مولانا حسین علیؒ کے پاس واں بھچراں کسی علمی سلسلے میں آئے ہوئے تھے، ہمارے حضرتؒ ان کو ملنے گئے اور خانقاہ آنے کی دعوت تھی، حضرت کشمیریؒ نے قبول کرلیا کہ تھوڑی دیر کے لئے آؤں گا، مگر جب آئے اور کتب خانہ دیکھا تو کتابوں کو دیکھنے کے لئے دو دِن تک خانقاہ میں قیام کیا۔ حضرت بنوریؒ تو فرمایا کرتے تھے: جس نے کوئی علمی اور تحقیقی کام کرنا ہو، وہ خانقاہ آجائے کہ کتابیں بھی ہیں اور کام کے لئے پُرسکون ماحول بھی۔''

تیسری اہم چیز اس خانقاہ شریف کی جو زائرین کو اپنی طرف کھینچتی ہے وہ شاندار، پُرشکوہ مسجد ہے، نذیر رانجھا صاحب لکھتے ہیں:

''خانقاہ شریف میں ایک انتہائی خوبصورت اور عظیم الشان مسجد ہے جس
کی تعمیر کا آغاز حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ نے ۳۶-۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۸ء میں
فرمایا۔ آپؒ کے مزاج میں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص لطافت، پاکیزگی اور نفاست
ودیعت فرمائی تھی، لہٰذا خانقاہِ سراجیہ شریف کی تعمیر کے وقت کنویں کی تعمیر کے بعد
فوراً ایک چھوٹی سی مگر بے حد خوبصورت اور حسین مسجد تعمیر کرائی۔ حویلی کے مکانات
اور کمرے وغیرہ کچے بنائے گئے لیکن مسجد کی تعمیر پختہ اینٹوں سے کی گئی۔ کنویں کے

شمال میں مسجد اور مسجد کے شمال میں حویلی بنائی گئی تھی۔ کنویں اور مسجد کی تعمیر مستری جلال الدین ساکن بکھر بار تحصیل شاہپور، ضلع سرگودھا نے مکمل کی۔ تقریباً پون کنال رقبے میں مسجد تعمیر ہوئی، اندرنی حصہ اور برآمدہ میں دو دو صفیں اور ہر صف میں تقریباً چودہ پندرہ نمازی آسکتے تھے، مسجد کے صحن میں پانچ چھ صفوں کی گنجائش تھی۔

مسجد کی اِبتدائی صورت یہ تھی کہ اس کے سامنے ۳۰،۳۵ فٹ لمبا بڑا دالان تھا، دالان کے عین شمال میں دو خام کمرے تھے، ایک تقریباً ۱۶،۱۷ فٹ اور دُوسرا ۲۵،۳۰ فٹ لمبا تھا، اور اس بڑے کمرے کے متصل شرقی جانب خراس تھا، چھوٹے کمرے کے ساتھ غربی جانب میں اندر آنے جانے کا دروازہ تھا، دروازے اور مسجد کے درمیان خالی جگہ چھوڑ دی گئی تھی۔ اس کے بعد دو کمرے مسجد کی شمالی دیوار کے ساتھ ایک کتب خانہ اور دُوسرا تسبیح خانہ کے نام سے تعمیر ہوئے۔ ان کے درمیان ۴،۵ فٹ کی گلی کو چھت دیا گیا تھا۔ ان کے سامنے چھوٹا سا برآمدہ اور اس کے آگے مسجد کے سامنے کا صحن واقع تھا۔ گرمی کے موسم میں حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ اکثر یہاں تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ مسجد کے جنوب میں ایک برآمدہ تھا، جس میں وضوخانہ اور دو غسل خانے بنائے گئے تھے۔ اس برآمدے کے سامنے بھی ان دو کمروں کے برابر صحن رکھا گیا تھا۔ اندرونی اور بیرونی دیواروں پر پلاستر کرکے اُوپر سفید چونے کی رگڑائی اس طرح کی گئی تھی کہ دیواریں آئینے کی مانند چمکدار تھیں اور آنے جانے والوں کا عکس اس میں نظر آتا تھا۔ کڑیوں کی چھت پر لوہے کی چادر کا چھت پوش بنایا گیا، جس پر مستری ظہورالدین صاحب اور ان کے ہم کاروں نے خوبصورت اور دلکش نقش ونگار اور خوبصورت رنگ وروغن کی صنعت کاری کے جوہر دِکھائے تھے۔ اتنی خوبصورت کاریگری تھی کہ دُور دُور سے لوگ اس مسجد کو دیکھنے آتے تھے۔ یہ مسجد نقش ونگار کے لحاظ سے ترک اور مغلیہ طرزِ تعمیر کا عمدہ نمونہ پیش کرتی ہے۔

اس وقت خانقاہ شریف پر جو عظیم الشان، وسیع وعریض اور پُرشکوہ مسجد موجود ہے، یہ اسی اِبتدائی مسجد کی جگہ ہے، جس میں وقتاً فوقتاً تعمیر وترقی ہوتی رہی ہے۔ اس مسجد کے دَر ودِیوار ودَالان وصحن کی خوبصورتی کے علاوہ سامنے کے دروازوں، چھت، گنبدوں اور میناروں کے مرصع ومرقع اور دیدہ زیب کام کو دیکھ کر

عقل دنگ رہ جاتی ہے، مسجد کا اندرونی چھت گراں قدر فانوسوں سے سجا ہے۔

حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ کے ایک مخلص ارادتمند جناب میاں نامدار خان نے بیان کیا کہ خانقاہِ سراجیہ کی تعمیر کے وقت موجودہ مسجد تعمیر کے آخری مراحل سے گزر رہی تھی، ہم سب بانیٔ خانقاہِ سراجیہ شریف حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے، اہلِ مسجد میں سے کسی نے کہا کہ اگر یہ مسجد کسی شہر میں ہوتی تو کیا اچھا ہوتا۔ اس پر حضرتِ اقدسؒ نے جواب دیا کہ مسجد کسی شہر میں ہو یا جنگل میں، اس کی اصل زیب وزینت نمازیوں کے دم قدم سے ہے، اِن شاء اللہ ہماری مسجد قیامت تک آباد رہے گی، اور دُور دراز علاقوں سے لوگ اسے دیکھنے کے لئے آیا کریں گے.........''

اسی مسجد کے بارے میں جناب حافظ لدھیانویؒ لکھتے ہیں:

''مسجد کی تعمیر خدا جانے کس بے پایاں خلوص سے کی گئی ہے کہ مسجد بقعۂ نور بن گئی ہے، نقش ونگار کا حسن، رنگ وارمش کا اِعتدال، تعمیر کا کمال، ذوقِ جمال کی تفسیر، خانۂ خدا سے محبت کی تصویر، سامنے تھی، اللہ تعالیٰ کا گھر پاکیزگی کا مظہر ہوتا ہے، اگر اس پاکیزگی میں ظاہری نفاست وجمال بھی شامل ہوجائے تو عبادت میں لذت دوچند ہوجاتی ہے، وہ مسجد جو اہل اللہ کی سجدہ گاہ رہی ہو، جو خشوع خضوع کے مقام پر تھے، اس مسجد کا جاذبِ نظر ہونا قدرتی امر ہے، مسجد میں داخل ہوتے ہی ایک پاکیزہ ماحول، ایک مقدس فضا اور ایک رُوحانی کیفیت کا اِحساس ہوتا ہے، دُنیوی زندگی کا ہر نیک عمل آخرت کا زادِ راہ بنتا ہے، اس مسجد کی تعمیر میں حصہ لینے والوں کو نجانے اللہ تعالیٰ کن غیر مختتم اِنعامات سے نوازے گا۔ یوں تو عالی شان مساجد تعمیر ہوتی ہیں، لاکھوں روپے کے خرچ سے خانۂ خدا کی تعمیر ہوتی ہے، سنگِ مرمر کی سلوں، خوبصورت کتبوں، منقش دَر ودِیوار سے مسجد کو آراستہ کیا جاتا ہے، مگر بعض مساجد کو دیکھنے سے اس میں سجدہ ریز ہونے والوں، تعمیر کرانے اور کرنے والوں کے خلوص کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ ایک ایک اِینٹ، ایک ایک پتھر ان کی خانۂ خدا سے محبت کا نشان بن جاتا ہے، مجھے ایسا ہی اِحساس خانقاہِ سراجیہ کی اس خوبصورت مسجد کو دیکھ کر ہوا۔'' (تاریخ وتذکرہ خانقاہِ سراجیہ ص:۵۳۱ تا ۵۳۳)

حضرت خواجہ خان محمدؒ

شیخ المشائخ، خواجۂ خواجگان حضرتِ اقدس حضرت مولانا خان محمدؒ بھی اسی خانقاہ کے تربیت یافتہ تھے، آپؒ کو آپؒ کے چچا حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ نے اپنے بھائی سے مانگ کرلیا تھا اور اپنے زیرِ کفالت رکھ کر آپؒ کی ظاہری اور باطنی تربیت فرمائی تھی، سالہا سال تک آپؒ اپنے شیخ کی خدمت میں رہے اور ان سے رُوحانی تربیت حاصل کی، حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ کے وصال کے بعد پندرہ سال تک آپؒ حضرتِ ثانی حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کی خدمت میں رہ کر راہِ سلوک طے کرتے رہے، اس طرح سلسلۂ نقشبندیہ کے دو بلند پایہ شیوخ سے آپؒ نے فیض حاصل کیا اور اس کے بعد آپؒ نے اپنے دونوں شیوخ کی مسند کو سنبھالا اور ۱۹۵۶ء سے مئی ۲۰۱۰ء تک اس مسندِ رُشد وہدایت پر رونق افروز ہوکر طالبانِ راہِ سلوک کی راہنمائی کی، آپؒ سے فیض حاصل کرنے والوں کی تعداد ہزاروں میں نہیں، لاکھوں میں ہے۔

حضرتِ اقدسؒ کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ حضرتؒ کی زندگی کے دو ہی مقصد تھے، لوگوں کو سیدھا راستہ دِکھانا، ان کی اِصلاح کرنا، ان کو متبعِ سنت بنانا اور ان کے اخلاق کا تزکیہ کرنا۔ اور دُوسرا مقصد حضورِ اکرم ﷺ کی عزت وناموس کی حفاظت کرنا اور عقیدۂ ختمِ نبوّت کا تحفظ کرنا، اور یہ جذبہ حضرتِ اقدسؒ کو اپنے دونوں بزرگوں اور شیوخ سے رُوحانی میراث کے طور پر ملا تھا۔

حضرتِ اقدسؒ مرجعِ خلائق تھے، معلومات کا خزانہ اور مکارمِ اخلاق کا نمونہ، زُہد وتقویٰ کا پیکر تھے، آپؒ ان عظیم ہستیوں میں سے تھے جن کے وجودِ مسعود سے علم وعلماء کا وقار قائم ہوتا ہے، جن کے انفاسِ قدسیہ سے اِرشاد وتلقین کی شمعیں روشن اور اِصلاح وتربیت کی محفلیں آباد ہوتی ہیں، جو شمع کی مانند خود پگھلتے ہیں مگر مخلوقِ خدا پر ضوفشانی کرتے ہیں، جو خود جلتے ہیں، مگر دُوسروں کو جلا بخشتے ہیں، جو خود بے قرار وبے چین رہ کر دُوسروں کی راحت کا سامان کرتے ہیں۔ حضرتِ اقدسؒ ان عظیم انسانوں میں سے تھے، جن کے سایۂ عاطفت میں بے کس ودرماندہ افراد پناہ لیتے تھے، مجروح دِل ان کے انفاسِ سے مرہم وشفا پاتے تھے، حضرتِ اقدسؒ کی شخصیت طالبانِ رُشد وہدایت کے لئے مینارۂ نور تھی، جس کی روشنی میں سالکین کے لئے راہِ ہدایت پر گامزن ہونا آسان ہوجاتا تھا، حضرتِ اقدسؒ کا حال وقال سنتِ نبوی کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا، آپؒ کی مقناطیسی شخصیت نے ایک عالم کے عالم کو اپنی طرف کھینچا اور بے شمار دِلوں نے آپؒ کے فیضانِ صحبت سے جلا پائی، اور آپؒ کے وجود سے چمنِ اسلام سرسبز وشاداب اور سدا بہار رہا۔

لیکن اس تمام تر عظمت اور بلند تر مقام کے باوجود آپؒ تواضع وانکساری کا پیکر تھے، آپؒ کی ذات میں تصنع وتکلف نام کو بھی نہ تھا، اور خودنمائی سے تو کوسوں دُور تھے، بلکہ ایک ہمدرد اور دردمند دِل رکھنے والے انتہائی خلیق وملنسار تھے۔

اِستقامت

حضرتِ اقدسؒ کو یوں تو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خصوصیات وصفات سے نوازا تھا، مگر میری نظر میں آپؒ کی سب سے بڑی خصوصیت آپؒ کی اِستقامت تھی، اپنے معمولات ومشاغل اور دِینی کاموں کی سرپرستی ورہنمائی میں جتنی استقامت آپؒ میں دیکھی، وہ کسی دُوسری جگہ کم ہی دیکھنا نصیب ہوئی۔

اِتباعِ سنت

دُوسری خصوصیت اِتباعِ سنت ہے، حضرتِ اقدسؒ اپنے شیخینؒ کی طرح متبعِ سنت تھے، آپؒ کا ہر فعل، ہر ادا اور آپؒ کا ہر نقش سنت کے مطابق ہوتا تھا، ہم نے بھی مشاہدہ کیا اور جن حضرات کا حضرتؒ سے طویل عرصے سے تعلق رہا، ہر ایک کا مشاہدہ اور کہنا یہی ہے کہ ہم نے کبھی حضرتؒ کو خلافِ سنت کرتے ہوئے نہیں دیکھا، چنانچہ جناب حافظ لدھیانویؒ اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”بعض بزرگ ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جن کی زندگی کا ہر نقش سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روشن ستارا ہوتا ہے، جن کی نشست وبرخاست، جن کے روزانہ کے معمولات، جن کی صورت وسیرت، جن کی وضع قطع، جن کا لباس، جن کا رہن سہن، جن کی گفتگو، غرضیکہ زندگی کے جس گوشے پر نگاہ ڈالئے اس میں سیرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جھلک، اِتباعِ سنت کے نقوش، پیروی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ جلوہ گر نظر آئے گا۔ یہ بزرگ چلتے پھرتے دین کے پیکر، زُہد وتقویٰ کے نمونے، ایثار ومحبت کی تفسیریں اور خلقِ خدا کے لئے رُشد وہدایت کے سرچشمے ہوا کرتے ہیں، مخلوقِ خدا کی ہدایت کے لئے طولِ کلام اور لمبے چوڑے خطبات کی ضرورت نہیں ہوتی، ان کی خاموشی اور تقویٰ کا رنگ دِلوں کو مسخر کرتا چلا جاتا ہے۔ ان کی وجہ سے دِلوں کی کدورت دُور ہوتی ہے، ان کی نظر سے رُوح وجسم کی تمام آلائشیں ختم ہوجاتی ہیں، گناہوں کی گرد دامنوں سے جھڑ جاتی ہے، یہ فیضانِ نظر ہوتا ہے کہ انسان کی زندگی میں اِنقلاب برپا ہوجاتا ہے۔ ان کی مجلس کا ایک ایک لمحہ زندگی کا رُخ بدلنے، خیالات کا دھارا موڑنے اور رُجوع الی اللہ کے لئے کافی ہوتا ہے۔ ان کی

نظرِ کیمیا اثر رُوحوں کو اُجلا، خیالات کو پاکیزہ اور اعمال کو صالح بناتی ہے۔ یہ خاموش تعلیم، یہ فیضانِ نظر، یہ توجہ ہر ایک کا مقدر نہیں ہوتی، اس کے لئے دِل میں جستجو کی چنگاری اور طلبِ صادق کا ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول اور نیک بندوں سے کوئی زمانہ خالی نہیں رہا، ایسی ہی بزرگ ہستیوں میں حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ کی ذاتِ بابرکات ہے۔''

خاموش توجہ

حضرتؒ تقریر و وعظ کے آدمی نہیں تھے، نہ آپؒ خطیب تھے، نہ واعظ بلکہ بہت سے اکابر اگر وعظ و تقریر نہیں کرتے تھے، مگر ان کی مجلسِ علمی گفتگو سے پُر ہوتی تھیں، اور ان کے ملفوظات جہاں بہت سی دِینی و اِصلاحی معلومات مہیا کرتے تھے، وہاں ان ملفوظات کی روشنی میں تشنہ گام لوگ اپنی رُوحانی پیاس بجھاتے اور اپنی زندگی کے خدوخال دُرست کرتے تھے، مگر ہمارے حضرتِ اقدسؒ کی مجلس خاموش مجلس ہوا کرتی تھی، گھنٹوں آپؒ کی مجلس میں لوگ سر جھکائے بیٹھے رہتے، خاموش تشریف فرما ہوئے، کبھی کبھی نظر اُٹھا کر لوگوں پر ایک نظرِ شفقت ڈالتے اور پھر گردن جھکا لیتے، لیکن آپؒ کی اس خاموشی پر ہزاروں خطابتیں اور وعظ قربان کئے جاسکتے ہیں کہ اس خاموشی سے ہی آپؒ اتنی توجہ فرماتے کہ اس کی حرارت لوگ اپنے دِلوں میں محسوس کرتے، بلکہ انہیں اپنے دِل کی دُنیا بدلتی محسوس ہوتی۔ حضرتؒ کی توجہ کا فیض قلب و نظر کو سیراب کرجاتا اور ہر شخص اپنی اپنی ہمت و استطاعت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتا۔ بہت سے وہ لوگ جو اس خاموش توجہ کی اہمیت سے ناواقف ہوتے، وہ اس سکوت پر تعجب بھی کرتے، ایسے کسی شخص نے جب حضرتِ اقدسؒ سے یہ سوال کیا کہ حضرت! آپ وعظ و تلقین نہیں فرماتے؟ تو حضرتؒ نے جواب دیا تھا کہ: ''جس کو میری خاموشی سے کوئی فائدہ نہیں ہوا، اسے میری تقریر سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔'' کیونکہ یہ فیضان تو توجہ اور نظرِ کیمیا اثر سے پہنچتا ہے۔ اسی کیفیت کو حافظ لدھیانویؒ اس خوبصورت انداز میں بیان کرتے ہیں:

> ''اِصلاح کے کئی طریقے ہیں، گفتگو بھی ایک طریقہ ہے، وعظ بھی ایک طریقہ ہے، خاموشی بھی ایک طریقہ ہے، بزرگوں کے ہر انداز میں بات کے رشتے کھلتے چلے جاتے ہیں۔ بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ یہ بھی حضرت کے ذِکر کی برکت ہے۔ ہم بھی اس حلقے (مجمع مریدین) کا حصہ بن گئے اور اِکتسابِ فیض میں مصروف ہوگئے۔ اس مردِ بزرگ کی نظر کبھی کبھی اُٹھتی جو بخت رسا کی نوید بن جاتی،

ہر شخص کو بقدرِ استطاعت فیض پہنچ رہا تھا، دِلوں کی اُجڑی ہوئی دُنیا آباد ہو رہی تھی۔

کتابی درس اِنسان بھول جاتا ہے، حروف کی شناخت دِلوں میں اتنا گہرا اثر نہیں چھوڑتی، الفاظ کو کلام کا یارا نہیں، حافظہ نسیان کا شکار ہوسکتا ہے، کتابی علم اپنی محدود دُنیا رکھتا ہے، مگر باطن کا علم لامحدود ہے، اس سے زمین و آسمان کے علوم کے دروازے کھل جاتے ہیں، انسان خبر کی دُنیا میں پہنچ جاتا ہے، مشاہدے کی لذت نصیب ہوتی ہے، بزرگوں کی ایک نظر سے قلب کی ماہیت بدل جاتی ہے، زندگی کے راستے سج جاتے ہیں، عمل کی منزلیں آسان ہوجاتی ہیں۔ ایسی ہی نظر مخدومی حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ کی ہوتی ہے۔''

حضرتِ اقدسؒ خشوع وخضوع کے پیکر تھے، تقویٰ وللّٰہیت کا مجسمہ تھے، آپؒ کے عمل میں اِخلاص کی جھلک نمایاں نظر آتی تھی، آپؒ کی نماز کا تو کیا کہنا، اِنتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ حضرتِ اقدسؒ اپنی خانقاہ کی مسجد میں خود نماز پڑھایا کرتے تھے، ایک طویل عرصہ تک آپؒ نے خود اِمامت فرمائی ہے۔ مجھے بھی حضرتؒ کی اِقتدا میں سفر کے دوران نماز پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے، آپؒ کی نماز میں جہاں خشوع وخضوع کی کیفیت ہوتی تھی، وہاں آپؒ مقتدیوں کی رعایت بھی فرمایا کرتے تھے، خصوصاً سفر میں آپؒ مختصر نماز پڑھاتے تھے۔ حضرتِ اقدسؒ کی نماز کی کیفیت یوں ہوتی تھی حافظ لدھیانویؒ کے الفاظ میں:

''زندگی میں کئی بزرگوں کی اِقتدا میں نمازیں ادا کی تھیں، بعض اوقات رُوحانی کیف بھی حاصل ہوا، مگر حضرتؒ کے نماز پڑھانے کے انداز نے ان کی شخصیت نمایاں کردی، ان تین رکعتوں کی ادائیگی میں ان کے تقویٰ نے، ان کی بزرگی کے پہلو نمایاں کردیئے۔ اس خشوع وخضوع کے ساتھ حضرتؒ کو نماز ادا کرتے دیکھ کر خدائے واحد وقدوس کی عظمت اور جلال کے نقوش دِل پر مرتسم ہوگئے۔ یہ خضوع وخشوع اور حضورِ قلب ''اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ'' (المؤمنون:۲) کی تفسیر نظر آیا۔ اللہ تعالیٰ نے جن خوش قسمت انسانوں کو اپنی معرفت سے نوازا ہے، ان کے قلوب میں کسی درجہ خشیت پیدا کردی ہے، انتہائی سکون کے ساتھ رُکوع وسجود ہو رہے تھے، معلوم ہوتا تھا کہ مقامِ اِحسان پر ہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارک کی شہادت مل رہی تھی، جناب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادِ گرامی کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ نماز ایسے پڑھو جیسے کہ تم خدا

تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو، اگر یہ مقام میسر نہ آئے تو یوں خیال کرو کہ خالقِ کائنات تمہیں دیکھ رہا ہے۔'' (بحوالہ تاریخ وتذکرہ خانقاہِ سراجیہ ص:۴۲۷ تا۴۳۱)

تواضع وانکساری

حضرتِ اقدسؒ میں حد درجہ تواضع اور اِنکساری تھی، اس قدر عالی مرتبت ہونے کے باوجود آپؒ کی کسی بھی اِشارے کنائے سے بھی اپنی بڑائی اور بزرگی کا اِظہار نہیں ہونے دیتے، لیکن اسی تواضع نے آپؒ کو مخدومِ جہان بنادیا۔ آپؒ میں مروّت بھی حد درجہ تھی، چھوٹے سے چھوٹے لوگوں کا بہت زیادہ خیال رکھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کراچی تشریف لائے تھے، مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ اس وقت حیات تھے، ملنے والوں اور زیارت کرنے والوں کا ہر وقت ہجوم رہتا، رات گئے دیر تک لوگ بیٹھے رہتے اور حضرتؒ بھی مروّت میں تشریف فرما رہے۔ ایک مرتبہ مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ نے فرمایا، اور اس وقت رات کے ساڑھے بارہ بجے کا وقت ہوگا کہ: حضرت! آرام فرمالیں، تو حضرتؒ نے فرمایا کہ آرام کے لئے کیسے اُٹھوں، یہ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ بڑی مشکل سے حاضرین کو مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ نے اُٹھایا کہ کل آنا، اب حضرت کو آرام کرنے دو۔ کیونکہ حضرتؒ کی مجلس سے اُٹھنے کے لئے کسی کا دِل نہیں چاہتا تھا۔ اور یہی مروّت تھی کہ جو حضرات حضرتؒ اور حضرتؒ کی جماعت کے مخالف ومقابل ہوتے اور وہ حضرتؒ سے اپنے یہاں آنے کی درخواست کرتے تو حضرتؒ کبھی انہیں منع نہ فرماتے، بلکہ ان کے یہاں تشریف لے جاتے۔

دینی کاموں کی سرپرستی

حضرتِ اقدسؒ اپنے آرام اور سہولت کی پروا کئے بغیر ہر دِینی کام، ہر دِینی اِدارے، ہر دِینی تنظیم اور مدارس کی بھرپور سرپرستی فرماتے، جب تک صحت نے اجازت دی ان کے یہاں تشریف بھی لے جاتے، ان کی حوصلہ افزائی اور ان کی راہنمائی فرماتے اور انہیں دُعاؤں سے نوازتے۔

حضرتِ اقدسؒ نے ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظِ ختمِ نبوّت سے لے کر آخر دَم تک اس کام سے وابستہ رہ کر اپنے ماننے والوں اور بعد میں آنے والوں کو درس دیا ہے کہ یہ ایسا کام ہے کہ پوری زندگی اس میں لگادیجئے تو بھی سودا کم ہے۔

حضرتِ اقدسؒ اپنے شیخ حضرتِ ثانیؒ کی زندگی میں اس کام سے وابستہ ہوئے اور ۱۹۵۳ء کی تحریک میں قریہ قریہ، بستی بستی، شہر شہر جاکر لوگوں کو اس کام کے لئے تیار کیا، ان کے دِل میں کام کا جذبہ پیدا کیا، اس کام کی اہمیت کو اُجاگر کیا اور پھر جب تحریک چلی تو خود بھی گرفتاری دی۔

۵ ربیع الاوّل ۱۳۹۴ھ بمطابق ۱۱راپریل ۱۹۷۴ء کو عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے نائب امیر

مقرر ہوئے اور ۱۷/اکتوبر ۱۹۷۷ سے آپؒ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے امیر مقرر ہوئے۔ آپؒ کی امارت مئی ۲۰۱۰ء تک قائم رہی۔ اس طرح تینتیس سال کے لگ بھگ آپ نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کی قیادت کی، جو تمام اُمراء میں سب سے طویل مدت ہے۔ اور حضرتِ اقدسؒ کی امارت میں جماعت کے کام میں جو وسعت پیدا ہوئی، اور جماعت کو جو عروج اور ترقی نصیب ہوئی وہ آپؒ ہی کا حصہ ہے۔

۱۹۷۴ء کی تحریک کے نتیجے میں اگرچہ ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا گیا تھا، مگر وہاں دفتر ختمِ نبوّت کے لئے زمین کا حصول، اس کا سنگِ بنیاد، مرکز کا قیام، اس کی تعمیر، پھر وہاں سالانہ کانفرنس کا اِنعقاد حضرتؒ ہی کے دورِ امارت میں ہوا۔ اسی طرح لندن میں دفتر کا قیام اور انگلینڈ کی سالانہ کانفرنس بھی حضرتؒ کی توجہات کی مرہونِ منّت ہے۔ حضرتؒ ہی کے دورِ امارت میں پاکستان سے باہر دیگر ملکوں میں باقاعدہ ختمِ نبوّت کا کام شروع ہوا، وہاں دفاتر قائم ہوئے، حضرتِ اقدسؒ نے اس کے لئے کئی بیرونی ممالک کے اسفار کئے، حضرتؒ کے دورِ امارت میں تحریری و تصنیفی کام سب سے زیادہ ہوا، حضرتؒ ہی کی توجہات اور دُعاؤں کا ثمرہ تھا کہ ختمِ نبوّت اور رَدِّ قادیانیت سے متعلق مولانا اللہ وسایا مدظلہ العالی نے اِحتسابِ قادیانیت کے نام سے بتیس جلدوں میں اتنا بڑا گراں قدر علمی ذخیرہ اُمتِ مسلمہ کے سامنے پیش کیا جس کی نظیر ملنا مشکل ہے، اور بجا طور پر اسے اس موضوع کا انسائیکلوپیڈیا کہنا مناسب ہوگا، اور الحمدللہ! اِحتسابِ قادیانیت کی مزید جلدوں کا سلسلہ جاری ہے۔

حضرتِ اقدسؒ نے اپنے آپ کو اس کام کے لئے وقف کیا ہوا تھا۔ ضعف اور بیماری کے باوجود حضرتؒ جماعت کے پروگراموں میں شریک ہوتے رہے، برمنگھم اور چناب نگر کانفرنس میں شرکت کا سلسلہ تو ڈاکٹروں کی طرف سے سفر پر پابندی کے باوجود بھی جاری رہا۔

گزشتہ سال چناب نگر کی کانفرنس میں شرکت کی، اور شوریٰ کے اجلاس کی صدارت تو آپؒ آخر دَم تک کرتے رہے، جب تک سفر کے قابل تھے یہ اِجلاس ملتان مرکزی دفتر میں ہوتا تھا، جب آپؒ سفر کے متحمل نہ رہے تو یہ اِجلاس خانقاہ شریف میں ہوتا تھا، آخری اِجلاس حضرتؒ کی وفات سے تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل ۲۴/مارچ ۲۰۱۰ء کو خانقاہ شریف میں منعقد ہوا، اس کی صدارت آپؒ نے خود فرمائی اور تقریباً دو سے ڈھائی گھنٹے آپؒ اِجلاس میں تشریف فرما رہے۔ تحفظِ ختمِ نبوّت کے سلسلے میں آپ کی خدمت کا تذکرہ یہاں مقصود نہیں، صرف اس کام سے آپؒ کے تعلق کو بیان کرنا مقصود ہے، دُوسرے حضرات آپؒ کی ان خدمات پر قلم اُٹھائیں گے۔

اقرأ کی سرپرستی

حضرتِ اقدسؒ نے ہمیشہ اقرأ کی سرپرستی فرمائی، اور نہ صرف یہ کہ اقرأ کے لئے آپؒ ہمیشہ

دُعا گو رہے بلکہ آپؒ اقرأ کے پروگراموں میں باقاعدہ شرکت فرما کر دُعاؤں سے نوازتے رہے۔

ابھی اقرأ روضۃ الاطفال کو قائم ہوئے ڈیڑھ دو سال ہوئے تھے، اقرأ ڈائجسٹ کا اِجرا بھی عمل میں آچکا تھا، اقرأ اس وقت ناظم آباد نمبر ۳ میں ۱۲۰ گز کے ایک چھوٹے سے مکان میں واقع تھا، اس کی مزید کوئی شاخ بھی وجود میں نہیں آئی تھی، یعنی اقرأ کا اِبتدائی زمانہ تھا، اقرأ کا دفتر مکان کی چھت پر ایک چھوٹے سے کمرے میں قائم تھا، جو بیک وقت اقرأ روضۃ الاطفال اور اقرأ ڈائجسٹ کا دفتر تھا، صبح دس گیارہ بجے کا وقت ہوگا، میں اقرأ کے دفتر میں بیٹھا تھا، کیا دیکھتا ہوں مفتی احمدالرحمٰن صاحبؒ تشریف لا رہے ہیں، اور ان کے ساتھ ایک بزرگ بھی ہیں، نورانی چہرہ، سر پر سفید عمامہ، سفید کپڑوں میں ملبوس ہیں، میں اپنی جگہ سے کھڑا ہوا حضرت مفتی احمدالرحمٰن صاحبؒ کو اپنی جگہ بٹھانا چاہا تو مفتی صاحبؒ نے ان بزرگ کو اس جگہ بٹھایا اور تعارف کرایا کہ ہماری جماعت مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے امیر خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب ہیں، کراچی تشریف لائے تھے اور میں انہیں جامعہ کی ملیر اور سہراب گوٹھ کی شاخیں دِکھا کر لایا ہوں، تو میں نے حضرت سے درخواست کی کہ ہمارا ایک اور اِدارہ ہے جو ہم نے نئے طرز پر شہری بچوں کی تعلیم کے لئے قائم کیا ہے۔ اِمامِ اہلِ سنت حضرت مفتی احمدالرحمٰن صاحبؒ ہمیشہ اسے اپنا اِدارہ ہی کہتے تھے اور اقرأ کی بھی اسی طرح سرپرستی کرتے اور اس پر اتنی ہی توجہ دیا کرتے تھے جتنا کہ اپنی شاخوں پر توجہ دیتے تھے، اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ ان ہی حضرات کے مشورے اور ان ہی کی سرپرستی میں اقرأ کا قیام عمل میں آیا تھا، اور انہی کی توجہ اور دُعاؤں سے یہ کام جاری وساری تھا، اور ہے۔ ہم تو ان کے حکم پر ان کے ایک ادنیٰ خادم کی حیثیت سے یہ کام کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے، اِن شاء اللہ۔ اس لئے مفتی صاحبؒ اس اِدارے کی کارکردگی سے خوش بھی بہت ہوتے تھے اور ہماری کمی کوتاہی پر گرفت اور بازپُرس بھی کرتے تھے، کراچی میں کوئی بھی بزرگ تشریف لاتے تو مفتی صاحبؒ جہاں اپنے جامعہ اور جامعہ کی شاخوں کا معائنہ کراتے وہاں اقرأ کا بھی تعارف کراتے۔

غرضیکہ مفتی صاحبؒ حضرتِ اقدس کو اقرأ لے کر آئے اور پھر وہاں بیٹھ کر اقرأ کا تعارف اور اس کے کام کرنے کا انداز اور طریقۂ کار حضرتؒ کو بتاتے رہے، حضرتؒ خاموشی سے سنتے رہے اور مسکراتے رہے، اور آخر میں حضرتؒ نے دُعا فرمائی، تھوڑی دیر تشریف فرما ہو کر حضرتؒ تشریف لے گئے۔ غالباً یاد پڑتا ہے کہ سامنے ہوٹل سے چائے منگوا کر حضرتؒ کی خدمت میں پیش کی تھی۔ یہ حضرتِ اقدسؒ سے میری پہلی ملاقات تھی، نام سنا تھا اور اس سے پہلے ۱۹۸۴ء کی تحریک کے دوران نشتر پارک کے جلسے میں دُور سے حضرتؒ کی زیارت بھی کی تھی، مگر حضرتؒ سے کوئی تعارف نہیں تھا۔

نشتر پارک کے جلسے سے یاد آیا کہ اس جلسے میں مولانا منظور احمد الحسینیؒ نے مجھے، مفتی مزمل حسین

کا پڑیا اور مولانا حماد اللہ شاہ کو اسٹیج کے ایک طرف بٹھا دیا تھا اور خود بھی ہمارے پاس آتے جاتے رہے، اور ہماری ڈیوٹی لگائی تھی کہ مناسب موقع پر اسٹیج سے نعرہ لگائیں، کوشش ہو کہ مجمع میں سے کوئی نعرہ بازی نہ کرے، کیونکہ بہت سے لوگ اس سے غلط فائدہ بھی اُٹھاتے ہیں، یا کوئی غلط نعرہ لگا دیتے ہیں۔ اس جلسے میں بہت سے مقررین نے پُرجوش تقریریں کیں، علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کو پہلی مرتبہ اُس جلسے میں سنا تھا، رات کافی بیت چکی تھی، مولانا سیّد عبدالمجید ندیم شاہ صاحب بھی اسٹیج پر تھے، ان کے تفصیلی خطاب کا موقع نہیں تھا، تو ان کو اسٹیج پر بیٹھے بزرگوں کے تعارف کرانے کے لئے دعوت دی، بہت سے بزرگوں کا چند الفاظ میں تعارف کرایا تو ہمارے حضرتِ اقدسؒ کا ان الفاظ میں تعارف کرایا کہ: ’’اسٹیج پر وہ خاموش مبلغ بھی تشریف فرما ہیں جن کی خاموشی سے خطابت کے چشمے پھوٹتے ہیں۔‘‘

سچی بات یہ ہے کہ میرا تو کراچی اور سکھر کے علاوہ کہیں آنا جانا نہیں تھا، اس لئے اکابر ومشائخ سے کوئی تعارف بھی نہیں تھا، اور ہمارے جامعہ کے اساتذہ خصوصاً مفتی ولی حسن ٹونکیؒ، مفتی احمد الرحمٰنؒ، مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، مولانا مصباح اللہ شاہ صاحبؒ، مولانا محمد اِدریس صاحب میرٹھیؒ، مولانا بدیع الزمان صاحبؒ اور دیگر اساتذہ نے اتنی شفقت دی کہ ہم تو اپنا سب کچھ انہی اساتذہ کو سمجھتے تھے، یہ ہمارے اساتذہ بھی تھے، ہمارے شیخ کی حیثیت بھی رکھتے تھے، ہمارے بزرگ بھی یہی تھے، ہمارے مربی بھی یہی تھے، جامعہ علومِ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کی برکت سے بڑے بڑے اکابر کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوا، اور ان کے خیالات سننے کا بھی موقع ملا، مگر ہم نے اپنا ماویٰ وملجا اور اپنا مقتدا اپنے اساتذہ کو ہی سمجھا، اس لئے دیگر اکابر سے تعارف کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی۔

لیکن جب ہمارے اساتذہ ایک ایک کر کے اس دُنیا سے پردہ فرما گئے اور اقرأ کا کام بھی کراچی سے نکل کر دُوسرے شہروں میں پھیل گیا اور ہمیں کراچی سے باہر نکلنا پڑا تو ان اکابر کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی اور ان اکابر کی دُعائیں حاصل کرنے کا موقع ملا۔

ان اکابر میں سب سے زیادہ تعلق اقرأ کے حوالے سے حضرتِ اقدسؒ اور حضرت سیّد نفیس شاہ صاحبؒ سے رہا، حضرت شاہ صاحبؒ اگرچہ اقرأ کے صدر رہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ شاہ صاحبؒ کی بہ نسبت اقرأ کے لئے حضرتِ اقدسؒ کی دُعائیں اور توجہات زیادہ تھیں۔

حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ اور حضرت مفتی ولی حسن ٹونکیؒ کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے اقرأ روضۃ الاطفال کی بھرپور سرپرستی فرمائی، اقرأ کے ہر پروگرام میں تشریف لے جاتے، جہاں کسی شاخ کا آغاز ہوتا تو اس کا اِفتتاح بھی حضرت لدھیانوی شہیدؒ کی دُعاؤں سے ہوتا، حتیٰ کہ اس سلسلے میں شمالی علاقہ جات کا بھی آپؒ نے سفر کیا اور وہاں کئی علاقوں میں اقرأ کی شاخوں کا آغاز

فرمایا۔ حضرت لدھیانوی شہیدؒ کی شہادت کے بعد حضرت مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ نے حضرتِ اقدس حضرت خواجۂ خواجگانؒ کے دامن کو تھام لیا، اگرچہ نیازمندی کا تعلق تو پہلے سے تھا، مگر اب تو یہ تعلق اپنائیت میں بدل چکا تھا، مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ، حضرت لدھیانوی شہیدؒ کی طرح اب اقرأ کے پروگرام میں شرکت کے لئے حضرتِ اقدسؒ سے درخواست کرتے اور حضرتؒ نے ہر مرتبہ اس درخواست کو شرفِ قبول بخشا اور اقرأ کے ہر پروگرام میں شرکت فرما کر اس پروگرام کو باوقار بناتے اور اپنی دُعاؤں سے نوازتے۔ اس کے علاوہ بھی حضرت مفتی صاحبؒ ہر ماہ خانقاہ شریف حاضری دیتے اور دیگر مسائل کے ساتھ اقرأ کی کارگزاری بھی پیش کرتے اور دُعا کی درخواست کرتے، حضرتؒ ہمیشہ یہی فرماتے: ''اللہ قبول فرمائے، اللہ آسانی فرمائے۔'' کبھی کسی پریشانی کا تذکرہ کیا جاتا تو حضرتؒ کا ایک دُعائیہ جملہ ہی: ''اللہ خیر کرسی!'' تسلی کے لئے کافی وشافی ہوتا۔ اقرأ کے پروگراموں میں شرکت کا یہ سلسلہ اور شفقت آخر تک اقرأ کو حاصل رہی تا آنکہ ڈاکٹروں نے سفر کرنے سے منع فرمادیا، اتفاق کی بات کہ پشاور میں اقرأ کا سالانہ پروگرام ہونا تھا، اور حضرتؒ سے اس کے لئے وقت لیا ہوا تھا، جب سفر پر ڈاکٹروں نے پابندی لگادی تو اس کے دو چار دِن بعد ہی یہ تقریب منعقد ہونا تھی، مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ کی خانقاہ حاضری ہوئی بندہ بھی ہمراہ تھا، صاحبزادہ مولانا خلیل احمد مدظلہٗ نے پوری صورتِ حال سے آگاہ کیا، مفتی صاحبؒ نے درخواست کی کہ پشاور کی تقریب میں تو حضرت تشریف لائیں گے کیونکہ پہلے سے وعدہ ہے اور ہم دعوت نامے میں حضرت کا نام لکھ چکے ہیں، تو لالہ خلیل احمد صاحب نے بڑی اپنائیت سے کہا: نہیں، اس پروگرام میں حضرت شریک نہیں ہوں گے، اور آپ اِصرار نہ کریں، اور ہمیں اچھا موقع مل جائے گا دُوسروں کو منع کرنے کا کہ جب حضرتِ اقدس اقرأ اور مفتی جمیل سے اتنا تعلق ہونے کے باوجود اس میں شریک نہیں ہوئے تو کسی اور پروگرام میں کیسے جاسکتے ہیں۔ یہ تھا حضرت کا اقرأ سے تعلق۔ مفتی جمیل صاحبؒ نے بھی اسے تسلیم کرکے خاموشی اِختیار کرلی۔

اس کے بعد حضرتِ اقدسؒ اگرچہ اقرأ کے پروگراموں میں تشریف نہ لاسکے مگر اقرأ کو اپنی دُعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھا۔

حضرت مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ کی شہادت کے بعد حضرتؒ کراچی تشریف لائے، چار پانچ دن قیام رہا، اور پہلے سے طے کرلیا گیا تھا کہ حضرت کہیں تشریف نہیں لے جائیں گے، پُرانی نمائش میں واقع دفترِ ختمِ نبوّت میں قیام فرمائیں گے، جس نے ملنا ہو وہاں آکر ملے۔ اور اس پر پورا پورا عمل کیا گیا، اس سفر میں حضرتؒ کہیں تشریف نہیں لے گئے، انہی دنوں گلشن اقبال میں اقرأ کی نئی شاخ کی تعمیر ہوئی تھی، جس کی تعمیر کا آغاز مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ کی حیات میں ہوچکا تھا، مگر اس کی تکمیل بعد میں ہوئی۔

حضرتؒ نے شفقت کی انتہا کردی کہ اس ضعف اور بیماری میں اور پابندی کے باوجود حضرتِ اقدسؒ اس شاخ میں تشریف لائے اور اپنی دُعائے بابرکت سے اس شاخ کا اِفتتاح کیا۔

حضرتِ اقدسؒ ہمیشہ اقرأ کے سرپرست رہے اور ہم آپ کو اقرأ کا سرپرست بتاتے بھی رہے، اور لکھتے بھی رہے۔ لیکن حضرت سیّد نفیس شاہ صاحبؒ کے انتقال کے بعد اقرأ کی اِنتظامیہ نے فیصلہ کیا کہ اقرأ کی صدارت کے لئے حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہٗ اور اقرأ کی سرپرستی کے لئے حضرتِ اقدسؒ اور حضرت ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہٗ سے درخواست کی جائے اور اقرأ کے تعارف میں باقاعدہ اسی حیثیت سے ان کا نام تحریر کیا جائے۔ اس سلسلے میں جب میں نے فون پر صاحبزادہ لالہ عزیز احمد صاحب مدظلہٗ سے بات کی اور باقاعدہ سرپرستی قبول کرنے کی درخواست کی تو انہوں نے حضرتؒ کی طرف سے بڑی خوشی سے اجازت مرحمت فرمائی۔

حضرت لدھیانوی شہیدؒ کے بعد، میں حضرت سیّد نفیس شاہ صاحبؒ کے حلقۂ اِرادت میں داخل ہوا، حضرت شاہ صاحبؒ کے اِنتقال کے بعد بہت عرصہ تک شش و پنج میں رہا، دِل تو بار بار چاہتا تھا کہ حضرتِ اقدسؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپؒ کے دامن سے وابستہ ہوجاؤں، لیکن نہ جانے کیوں شروع سے ہی حضرتِ اقدسؒ کا رُعب مجھ پر طاری رہا اور کبھی ہمت نہ کرسکا۔ اسی رُعب کی وجہ سے کبھی زیادہ دیر حضرتؒ کی مجلس میں نہ بیٹھ پاتا تھا، حالانکہ حضرتؒ کی طرف سے ہمیشہ شفقت ہی ملی۔ حضرتؒ کے ساتھ سفر بھی ہوا، اس سفر میں بھی حضرتؒ نے بڑی شفقت فرمائی، مگر میں اس رُعب سے کبھی نہ نکل پایا۔ ایک مرتبہ ختمِ نبوّت کے مبلغ مولانا محمد علی صدیقی سے میں نے اس کا تذکرہ کیا کہ مجھے حضرت سے بہت ڈر لگتا ہے، وہ کہنے لگے: عجیب بات ہے، میں تو حضرت کی خدمت میں بہت رہا ہوں، حضرت سے زیادہ شفیق ہستی تو ہم نے دیکھی نہیں۔ گزشتہ دنوں عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے شوریٰ کے اِجلاس کے سلسلے میں ۲۴ر مارچ ۲۰۱۰ء کو خانقاہ شریف میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی تو میں نے صاحبزادہ سعید احمد سے درخواست کی میں حضرت کے دستِ حق پرست پر بیعت ہونا چاہتا ہوں، لیکن میں بیعت اکیلے میں ہوں گا، مجمع میں نہیں۔ صاحبزادہ سعید احمد نے بڑی محبت کا ثبوت دیا اور اِجلاس کے بعد ظہر کی نماز اور کھانے سے فارغ ہوکر حضرتؒ کے کمرے میں بلایا، میرے ساتھ مولانا عبدالغفور سروہی شیخہ سالم مسجد لاہور کے خطیب بھی تھے، حضرتؒ اپنی چارپائی پر تشریف فرما تھے، صاحبزادہ صاحب نے ہماری خواہش کا حضرتؒ سے اِظہار کیا، حضرتؒ نے اپنے ہاتھ میں ہم دونوں کا ہاتھ لے کر بیعت کے الفاظ خود کہلوائے، حالانکہ حضرتؒ پر بہت ضعف تھا، آواز بھی بہت مدہم تھی، اس کے بعد حضرتؒ نے فرمایا کہ: دِل کی طرف متوجہ ہوکر یہ سوچا کرو اور مراقبہ کیا کرو کہ میرا دِل کہہ رہا ہے: اللہ اللہ، اور سونے سے پہلے کم از کم ایک تسبیح

اِستغفار کی پڑھا کرو۔ پھر خود ہی صاحبزادہ سعید احمد نے درخواست پیش کی کہ قلب بھی جاری کر دیں تو حضرتِ اقدسؒ نے اپنی اُنگلی ہمارے دِل پر رکھ کر کہا: ''اللہ اللہ''۔ یہ ہماری خوش بختی کہ حضرتِ اقدسؒ نے کمالِ شفقت فرماتے ہوئے ہمیں اپنے سلسلے میں داخل فرمایا۔ اس کے بعد کراچی سے کئی احباب اسی بیعت کی نسبت سے گئے لیکن حضرتؒ ضعف کی وجہ سے انہیں بیعت نہ فرما سکے۔

آخر وقت میں جب آپؒ سیال ہسپتال ملتان میں زیرِ علاج تھے، میں بھی حاضرِ خدمت ہوا، پہلے تو کمرے کے باہر سے زیارت ہوئی، اس وقت آپؒ آرام فرما رہے تھے، تھوڑی دیر تک کمرے سے باہر بیٹھا رہا، اور لالہ عزیز احمد، لالہ سعید احمد سے باتیں کرتا رہا۔ تھوڑی دیر میں حضرتؒ بیدار ہوئے تو صاحبزادہ سعید احمد نے مجھ پر ایک اور اِحسان کیا، مجھے کمرے کے اندر بلالیا، کمرے میں بیٹھ کر حضرتؒ کی زیارت کی، اس کے بعد حضرتؒ سے اپنے لئے اور اقرأ کے لئے دُعا کی درخواست کی، تو حضرتؒ نے اس موقع پر بھی دُعا فرمائی، یہ حضرتؒ سے آخری ملاقات اور آخری زیارت تھی، اس کے چار دِن بعد حضرتؒ کے وصال کی اطلاع ملی، اللہ تعالیٰ کا ایک کرم یہ ہوا کہ حضرتؒ کے جنازے میں بھی اللہ تعالیٰ نے شرکت کی سعادت نصیب فرمائی، اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو کروَٹ کروَٹ جنت نصیب فرمائے، اور حضرتؒ کی قبر کو نور سے بھر دے، آمین!

*

جہاں مال ہوتا ہے ڈاکو وہیں آتے ہیں

حضرت امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمہُ اللہ سے کسی مرتد (مرزائی) نے پوچھا شاہ جی! میں جب تک سنی (یعنی اہلسنّت والجماعت) تھا نماز میں ہمیشہ خیالات کا ہجوم رہتا تھا میں جب سے مرزائی ہوا ہوں نماز پر سکون ہوگئی ہے؟

حضرت امیر شریعت رحمہُ اللہ نے برجستہ فرمایا! جہاں مال ہوتا ہے ڈاکو وہیں آتے ہیں! تیرے پاس ایمان ہی نہیں رہا، شیطان نے آ کر کیا کرنا ہے۔

حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کا فیض

مولانا شیر محمد بنیر

یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کی شخصیت آیۃٌ من آیات اللہ تھی، اور حضرتؒ کی وفات بھی لوگوں کے لئے ذریعہ ہدایت تھی۔ زندگی خلقِ خدا کو خدائے پاک سے آشنا کرنے میں گزر گئی، کبھی لوگوں سے ایمانی کلمات کے ذریعے سے دِینی پختگی پر بیعت لے رہے ہیں، آمنت باللّٰہ وملائکتہ ...الخ کے کلمات حضرتؒ کی زبان سے نکل کر لوگوں کے دِلوں میں پیوست ہورہے ہیں، اور مریدین ان کلمات کو حضرتؒ کے ساتھ ساتھ ادا کرتے ہوئے طریقۂ نقشبندیہ کے گلستان میں داخل ہورہے ہیں، اور کبھی حضرتؒ کی زبان مبارک پر ''اللہ، اللہ'' کا مبارک نام جاری ہوتا ہے، جبکہ معتقدین سامنے کھڑے ہوکر کبھی لطیفہ قلب اور کبھی لطیفہ رُوح وغیرہ لطائف کے اسباق لیتے ہیں، اور کبھی لوگوں کو دُعا کرتے ہوئے ''اللہ تعالیٰ خیر کرے''، ''اللہ تعالیٰ برکت نصیب فرمادیں'' وغیرہ کلمات حضرت خواجہ صاحبؒ کی زبان سے نکل رہے ہیں۔

بہرحال حضرت خواجہ صاحبؒ کی حیاتِ طیبہ میں عجیب برکت نمایاں تھی، بندہ پہلی مرتبہ ۱۴۲۰ھ میں جب حضرت خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو قدرتی طور پر بندے کے دِل میں حضرت خواجہ صاحبؒ کی عقیدت گویا پیوست ہوگئی، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جب بھی حضرت خواجہ صاحبؒ کی ملاقات کا ارادہ کیا، قدرتی طور پر یہ دراز سفر ۹-۱۰ گھنٹے کا نہایت آسان معلوم ہوا۔ حضرتؒ کی وفات کے بعد بندے کو خاصی پریشانی لاحق تھی، تین چار دن تک تو پڑھانا بھی مشکل تھا، ہر وقت یہ فکر لاحق تھی کہ یا اللہ! اس آفتابِ ہدایت کے غروب کے بعد اُمت کا کیا بنے گا؟ پچھلے دن بندے کا بھتیجا مفتی ایاز سلّمہٗ نے خواب سنایا کہ ہم حضرت خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں خانقاہ حاضر ہوئے، وہاں ہمارے بُنیر کے بہت سارے علمائے کرام موجود ہیں، ہمارا بڑا اِعزاز واِکرام کیا گیا اور ہم یہ محسوس نہیں کرتے کہ حضرت خواجہ صاحبؒ دُنیا سے رحلت کرچکے ہیں۔ خانقاہ میں عجیب وغریب رونق ہے، پانی کے چشمے خانقاہ سے خوب جاری ہیں، اور بعض پانی سے تو پائپوں کے ذریعے بجلی بنائی جاتی ہے۔ جس سے بندے کو بہت تسلی ہوئی، اللہ تعالیٰ حضرت خواجہ صاحبؒ کو اپنے جوارِ رحمت میں عظیم مرتبہ نصیب فرمادے، آمین۔

خواجہ خواجگانؒ.... چند مشاہدات اور یادداشتیں

مولانا عبدالقیوم حقانی، نوشہرہ

سب سے پہلی ملاقات

میری اسکول کی طالب علمی کا زمانہ تھا، غالباً ۱۹۷۰ء کی بات ہے، قائدِ ملت مولانا مفتی محمودؒ، اور ضیغم اسلام مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے ڈیرہ اسماعیل خان کے حق نواز پارک میں جلسہ عام سے خطاب کرنا تھا، میں دسویں جماعت کا طالب علم تھا، حضرت قائدِ ملت مولانا مفتی محمودؒ کی تقریر سننے کے لئے اپنے آبائی گاؤں چودھوان سے ڈیرہ اسماعیل خان پہنچا، عصر کی نماز دارالعلوم نعمانیہ صالحیہ پڑھی، عصر کی نماز کے بعد مسجد کے صحن میں قائدِ ملت مولانا مفتی محمودؒ نے پریس کانفرنس سے خطاب کیا، ان کی سیاسی اور قومی وملّی اُمور سے متعلق گفتگو میری سمجھ سے بالاتر تھی، صحافیوں کے سوالات اور قائدِ ملت کے جوابات بھی ہوئے، مگر میری نظر ایک شخصیت پر ٹکی رہی جو حضرت مفتی صاحبؒ کے ساتھ بائیں جانب رکھی گئی کرسئ صدارت پر جلوہ افروز تھی، لمبی داڑھی، سیاہ پگڑی، رنگ میں ملاحت، نگاہیں شرم وحیا سے جھکی ہوئی، اور باوقار اندازِ نشست، پوچھ پاچھ سے معلوم ہوا کہ یہ کندیاں شریف کی عظیم علمی اور رُوحانی شخصیت حضرت خواجہ خان محمد صاحب ہیں۔

تحفۂ سعدیہ

اُستاذ العلماء، شیخ التفسیر حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہٗ فاضل دیوبند کے ہاں کہیں سے یا حضرت خواجہ صاحبؒ کے ہاں سے ''تحفۂ سعدیہ'' پہنچا، حضرت اسے بڑے شوق سے پڑھتے اور اس کے واقعات سناتے رہتے، ہم طالب علم لوگ بھی کان رکھ لیا کرتے تھے، کچھ پلے پڑتا یا نہ پڑتا، مگر جس لذتِ شوق سے سنانے والے سناتے تھے، اس شوقِ بیان سے ذوقِ سماعت کو جِلا ملتی اور بیان ختم ہوجاتا مگر تشنگئ سماعت باقی رہتی، پھر کیا ہوا؟ میں نے بازار جاکر اپنا ذاتی نسخہ تحفۂ سعدیہ خرید لیا، بار بار پڑھتا رہا، حضرت خواجہ دوست محمد قندھاریؒ، حضرت خواجہ عثمان صاحب دامانیؒ، حضرت خواجہ سراج

الدین صاحبؒ ودیگر مشائخ بالخصوص حضرت خواجہ خان محمدؒ کے سوانح، حالات وواقعات، عبرت آموز قصص اور رُوح پروَر مشاہدات سامنے آئے، اور اَب مجھے حضرت خواجہ خان محمدؒ سے عقیدت، والہانہ محبت میں تبدیل ہوگئی۔

خواجہ محمد زاہد اور خواجہ شمس الدین

نجم المدارس کلاچی کے سالانہ جلسوں میں خواجہ سراج الدین صاحبؒ کے فرزندِ ارجمند حضرت خواجہ محمد زاہد صاحب کو، اور اگر وہ علیل ہوتے تو خواجہ شمس الدین صاحب کو مدعو کیا جاتا، اور جلسے کی کرسیٔ صدارت کو ان حضرات سے رونق افروز کیا جاتا تھا۔ غالباً ۱۹۷۴ء میں اُستاذ العلماء حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہٗ کے ساتھ درابن، موسیٰ زئی شریف اور چودھوان کا سفر ہوا، تو اس سفر میں حضرت خواجہ محمد زاہد کے ہاں قیام بھی ہوا، ان کے دسترخوان پر ان کے ساتھ کھانا بھی کھایا، پھر جب کبھی بھی موسیٰ زئی شریف کا سفر درپیش ہوتا تو حضرت خواجہ محمد زاہد صاحب سے ملاقات بھی ہوتی، وہ قاضیانِ کلاچی سے نسبتِ تلمذ کے حوالے سے میری بہت قدر کرتے، حوصلہ افزائیوں اور تشجیعات سے نوازتے، اسی طرح حضرت خواجہ سراج الدین صاحبؒ کے فرزندِ ارجمند کا دامنِ شفقت بھی ملا، پھر اسی خانقاہ سے جو عالم میں فیض پھیلا، اس کا اِجمالی تعارف بھی ہوتا رہا، اور کندیاں شریف کی خانقاہِ سراجیہ کے حالات، رفتارِ کار، ترقی وفروغ اور اس وقت کے گدی نشین اور اکابر کے جانشین حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ سے علمی، رُوحانی تعارف اور ان کی عظیم شخصیت کی پہچان بھی حاصل ہوتی رہی۔

مولانا مفتی عطاء محمدؒ کی صحبت میں

چودھوان کے حضرت مولانا مفتی عطاء محمدؒ میرے اُستاذ تھے، سراجی میں نے ان سے پڑھی، خانقاہِ کندیاں شریف میں ان کا قیام رہا، درس وتدریس اور اِفتاء کی خدمت کرتے رہے۔ حضرت خواجہ خان محمدؒ کا اپنے پیشرو کی جانشینی کے لئے نام بھی حضرت مفتی صاحبؒ نے پیش کیا تھا، اور تائید کنندگان میں بھی وہ پیش پیش تھے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کو ان پر بے حد اِعتماد تھا، فقہی مسائل میں ان سے رُجوع کرتے تھے، تحفۂ سعدیہ اور دیگر متعدد کتب پر ان کے حواشی بھی ہیں، ان کی مجالس میں خانقاہِ کندیاں شریف اور حضرت خواجہ صاحبؒ کا خصوصیت واِہتمام سے ذِکر ہوا کرتا تھا، اور قدرت نے میرے قلب کی معصوم سرزمین میں اہل اللہ اور اولیاء اللہ کے سرخیل حضرت خواجہ صاحبؒ سے محبت کی تخم ریزی کا یوں اِہتمام کردیا تھا۔

پروفیسر محمد سعد سراجی مرشد بابا

ہاں ناسپاسی ہوگی کہ اِعتراف اِحسان واِمتنان میں پروفیسر حضرت خواجہ محمد سعد سراجی مرشد بابا خانقاہِ سراجیہ موسیٰ زئی شریف کا تذکرہ نہ کیا جائے۔ موصوف میرے زمانۂ اسکول کے اُستاذ ہیں، نویں اور دسویں جماعت درابن ہائی اسکول میں ان سے پڑھا کرتا تھا۔ اس کے بعد پھر ان سے رشتۂ علم وقلم اُستوار رہا۔ علم وادب، تذکرہ وتاریخ، مطالعہ وکتاب، تحریر وتقریر، الغرض گوناگوں ہمہ جہتی ذوقِ علم سے مالامال ہیں۔ خواجہ دوست محمد قندھاریؒ، خواجہ محمد عثمانؒ، خواجہ سراج الدینؒ اور خواجہ اِبراہیم صاحبؒ کا تذکرہ بڑے چاؤ سے کرتے تھے، ان کی برکت سے حضرت خواجہ محمد اِبراہیم صاحبؒ کی بھی زیارت وملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا۔ حضرت خواجہ سراج الدینؒ کا تذکرہ ہوتا، تو فرماتے: یہاں کے بحرِ علم ومعارف کے سمندر سے دسیوں نہریں جاری ہوئیں، کندیاں شریف کی خانقاہِ سراجیہ بھی یہاں کے اکابر کے علوم ومعارف کا فیض ہے، جس سے ایک عالم سیراب ہو رہا ہے۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کو جامعیت، محبوبیت اور مرجعیت حاصل ہے، وہ بھی رُوحانی طور پر اسی مرکزِ رُشد وہدایت کے خوشہ چیں ہیں۔

دو سال قبل جب احقر خانقاہِ سراجیہ موسیٰ زئی شریف حاضرِ خدمت ہوا تو موصوف نے مجھ پر بے پناہ شفقت فرمائی، نمازِ مغرب کا وقت تھا، حکم فرمایا کہ نماز تم ہی نے پڑھانی ہے، بلکہ بازو سے پکڑ کر مصلے پر کھڑا کردیا، موصوف کو اپنے زمانۂ اسکول میں جس شوق، ذوق، اِطمینان اور جس حسنِ ادا سے نماز پڑھتے دیکھا، وہ بس ان ہی کا خاصہ ہے، اب بڑھاپا ہے مگر نماز پڑھنے کا وہی انداز، وہی دِلکشی، وہی بانکپن، میرا دِل چاہتا ہے کہ وہ نماز پڑھتے رہیں اور میں انہیں دیکھتا رہوں۔

نسبت کا اِحترام

اس کے بعد حضرت خواجہ شمس الدین صاحب مرحوم کے صاحبزادے حضرت مولانا خواجہ شہاب الدین صاحب مدظلہم ہمیں اپنے مدرسے میں لے گئے، حضراتِ خواجگانِ ثلاثہ کے آثار وتبرکات کی زیارت کرائی، بعض کتب کے قلمی نسخے دِکھائے، جناب محمد نذیر رانجھا کی تحریر کردہ کتب عنایت فرمائیں۔ حضرت خواجہ خان محمدؒ کی سرپرستی، تعاون، شفقتوں وعنایات کا دیر تک تذکرہ کرتے رہے۔ فرمایا: جب بھی خانقاہِ سراجیہ کندیاں شریف حاضر ہوتا ہوں تو حضرت خواجہ صاحبؒ بے حد اِحترام کرتے ہیں، سرآنکھوں پر بٹھاتے ہیں، اور دِل وجان سے نچھاور ہوتے ہیں، حالانکہ میں علم میں مبتدی، اور عمر

میں ان کے پوتوں کے برابر ہوں، مگر حضرت خواجہ صاحبؒ اکابر سے نسبت کا اتنا اِحترام کرتے ہیں کہ میں پسینہ پسینہ ہوجاتا ہوں۔

مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوّت کی امارت

مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے امیر محدث العصر حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوریؒ کے سانحۂ اِرتحال کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ کو مجلس کا امیر منتخب کیا گیا، ملک بھر کے علماء، مشائخ اور دِینی قوتوں نے اس کو سراہا۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ نے فرمایا: جماعت کا اِنتخاب صحیح اور تیر بہدف ہے۔ میں درجۂ موقوف علیہ کا طالبِ علم تھا، دِل نے گواہی دی کہ محدث العصر علامہ سیّد محمد یوسف بنوریؒ جیسی عبقری شخصیت کی جانشینی، ایک اہم منصب، ایک علمی مقام، ایک رُوحانی رفعت اور ایک بے باک قیادت اور ایک ذمہ دارانہ مسند ہے، اس انگشتری میں جو نگینہ جوڑا گیا ہے، وہ یقیناً اس لائق ہے۔ اب حضرت خواجہ صاحبؒ سے قلبی تعلق، محبت، اور عقیدت و تعلقِ خاطر مزید بڑھنے لگا اور حضرتؒ کی شخصیت کی مزید عظمت دِل میں اُترنے لگی (بعد میں یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ علامہ بنوریؒ سے تلمذ کی نسبت بھی رکھتے تھے)۔

دونسبتوں کا اِحترام

جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں تقرری کے آٹھ دس سال بعد جامعہ اشرفیہ حسن ابدال میں سالانہ جلسہ دستار بندی میں مجھے بطور مہمانِ خصوصی کے مدعو کیا گیا، جب میں وقتِ موعود پر پہنچا تو اِنتظامیہ نے میری علیحدہ ایک کمرے میں نشست رکھی کہ ہجوم اور اژدحامِ خلق سے علیحدہ رہوں، چائے وغیرہ سے فارغ ہوا ہی تھا کہ سامنے نظر اُٹھی، دیکھا ایک بوڑھے بزرگ، سر پر پگڑی، صورت و ہیئت ایک دیہاتی زمیندار کی، وضع قطع متواضعانہ، میری ابھی نظر ان سے نہیں ہٹی تھی کہ ایک صاحب دوڑتے ہوئے میرے پاس آکر کہنے لگے کہ حضرت خواجہ صاحبؒ آپ سے ملنے تشریف لا رہے ہیں۔ میں پانی پانی ہوگیا، دوڑ کر حضرتؒ سے ملا، مصافحہ کیا، حضرتؒ میرے کمرے میں تشریف فرما ہوئے، میں نے اپنا گاؤتکیہ حضرتؒ کو بڑھا دیا، چند لمحے خاموشی رہی، قدرے طویل سکوت توڑ کر حضرتؒ میری طرف متوجہ ہوئے فرمایا: ''حضرت مولانا مفتی عطاء محمد صاحب کا کیا حال ہے؟'' ان کی خیر و عافیت، صحت، مشاغل وغیرہ دریافت کرتے رہے، پھر اِرشاد فرمایا: تمہاری کتاب ''دِفاعِ اِمام ابوحنیفہؒ'' اپنے موضوع پر جامع اور مکمل کتاب ہے، احقر نے بالاستیعاب مطالعہ کی ہے، میں نے آتے ہی تمہارا دریافت کیا، معلوم ہوا کہ

آپ تشریف لا چکے ہیں، میں نے کہا پہلے ملاقات کر لیتے ہیں پھر دیگر مشاغل۔ ایک تو اس لئے کہ ''دِفاعِ اِمام ابوحنیفہؒ'' نے بہت فائدہ پہنچایا، دُوسرا اس لئے بھی کہ تم مولانا مفتی عطاء محمد صاحبؒ کے شہر کے ہو، اور وہ میرے محسن ہیں، تو ان دونوں نسبتوں کے حوالے سے میرا حق بنتا تھا کہ میں تمہارے پاس آ کر تم سے مل لوں۔

عشاء کے بعد حضرتؒ کی سرپرستی تھی اور میرا بیان تھا، میرا آغازِ کار تھا، جوانی تھی اور کچھ نادانی بھی، اپنی تقریر میں بہت سی ایسی باتیں بھی کہہ گیا جو حضرتؒ کی موجودگی میں نہ کرنے کی تھیں، جلسے سے فراغت کے بعد حضرتؒ کی شفقت، مشفقانہ گفتگو، عنایت اور بھرپور توجہ حاصل رہی، میں سمجھا حضرتؒ کے وسعتِ ظرف نے میری نادانیوں کو کھلے سینے سے برداشت کر لیا۔

مولانا قاری قیام الدین کے ہاں

پنڈ دادن خان کے بزرگ عالمِ دِین، مدرّس و مصنف، خطیبِ اسلام حضرت مولانا قاری قیام الدین مدظلہٗ کے ہاں ان کے مدرسے کا سالانہ جلسہ ودستار بندی تھا، حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب بھی تشریف فرما تھے، خواجہ صاحبؒ بھی مدعو تھے، حضرت خواجہ صاحبؒ کی سرپرستی اور صدارت تھی، جلسہ وبیان سے فراغت کے بعد علیحدہ خلوَت میں حضرت خواجہ صاحبؒ سے دوبارہ ملاقات ہوئی، بار بار نظرِ شفقت فرماتے رہے، مشاغل کا پوچھا، میرے بیان پر خوشی و مسرّت کا اِظہار فرمایا، اور تشجیعی کلمات سے نوازتے رہے، بات بہت مختصر، جملہ بہت چھوٹا، مگر جو اِرشاد فرمایا دریا بہ کوزہ تھا۔

تعلیم القرآن ویسہ میں

پانچ چھ سال قبل تعلیم القرآن ویسہ، ضلع اٹک میں سالانہ ختمِ بخاری کی تقریب بھی تھی اور بیرونِ شہر نئے اِدارے کا سنگِ بنیاد بھی رکھنا تھا، جب مجھے خطاب کی دعوت دی جانے لگی تو حضرت خواجہ صاحبؒ اسٹیج پر آ کر کرسیٔ صدارت پر جلوہ افروز ہوئے، میرا بیان مکمل ہوا تو حضرتؒ کے رُفقائے سفر خدام نے فرمایا کہ حضرت نے فرمایا: جب حقانی کے بیان کا وقت ہو تو مجھے اسٹیج پر لے جانا، حضرت تمہارے بیان کے لئے خصوصیت سے منتظر تھے۔ بس میرے لئے اس قدر توجہ اور حضرتؒ کی قلبی عنایت دُنیا میں اِستناد اور آخرت میں نجات کا وسیلہ ہے۔

خانقاہِ سراجیہ کندیاں شریف میں حاضری

دو تین سال قبل برادر مکرم حضرت مولانا حسین احمد مدظلہٗ کی دعوت پر بھکر اور دریا خان کے دِینی

مدارس کے اِجتماعات میں شرکت کا پروگرام بنا، میری درخواست پر مولانا حسین احمد نے پروگراموں کی ترتیب میں خانقاہِ سراجیہ کندیاں شریف میں حاضری اور حضرت خواجہ صاحبؒ سے ملاقات کے پروگرام کو بھی شامل فرمالیا، چنانچہ ان کے والد صاحب، خود مولانا حسین احمد اور ان کے بھائی بھی ہمارے ساتھ حضرت خواجہ صاحبؒ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے، گاڑی کی ڈرائیونگ عزیزم گل رحمٰن کررہے تھے، خانقاہ میں قدم رکھتے ہی بڑا سکون حاصل ہوا، گاڑی سے اُترے تو سیدھے حضراتؒ کے مزارات پر فاتحہ پڑھی، واپسی پر حضرتؒ کے خادمِ خاص نے مجھے ہاتھ سے پکڑ کر عام لنگر کے بجائے خاص دار الاضیاف میں ٹھہرایا اور خصوصی ضیافت کا اِنتظام کیا۔ حضرتؒ سے ملاقات کے لئے ان کے دولت کدہ پر حاضری ہوئی، احباب نے میرا تعارف بھی کرایا، مگر بایں ہمہ حضرتؒ کے سرہانے ''جمالِ یوسف'' پڑی تھی، ارشاد فرمایا: بیٹے! ''جمالِ یوسف'' کا مطالعہ کرو، مولانا عبدالقیوم حقانی نے لکھی ہے، علماء ومدرّسین کے لئے نفع کی چیز ہے۔ احقر نے عرض کیا: حضرت! عبدالقیوم حقانی تو آپ کے قدموں میں بیٹھا ہے۔ بہت خوش ہوئے اور دُعاؤں سے سرفراز فرمایا۔

ہماری درخواست پر حضرتؒ کے خادمِ خاص نے کتب خانے کی سیر بھی کرائی، ایک ایک کتاب دیکھی، خادم نے ورق اُلٹنے، کتاب کو ہاتھ میں لینے اور کھولنے تک کی ہدایات وآداب اِرشاد فرمائے۔ کتب خانہ قدیم وجدید کتب کا گنجینۂ علم وعرفان ہے۔ ہم لوگ خانقاہِ سراجیہ کے اکابر اور حضرت خواجہ صاحبؒ کے ذوقِ علم وتحقیق اور ذوقِ ترتیبِ کتب سے بے حد متأثر ہوئے۔ قائدِ ملت مولانا مفتی محمودؒ، ضیغمِ اسلام مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور بڑے بڑے زُعمائے اُمت کے یہاں ورودِ مسعود اور کتب خانے سے اِستفادے کے واقعات سنے، حضرت خواجہ صاحبؒ سے رُوحانی اِستفادے کے لئے ملک بلکہ دُنیا بھر کے اطراف سے علماء، صلحاء، اساتذہ، مشائخ اور سالکینِ طریقت، طلبِ صادق لے کر آتے اور علوم ومعارف سے جھولیاں بھر بھر کر جاتے۔

***

میرے والدِ گرامیؒ

صاحبزادہ مولانا خلیل احمد

جو انسان بھی اس دنیا میں آیا، بالآخر اسے یہاں سے رخصت ہونا ہے اور ہر انسان کے رخصت ہونے سے اس کے متعلقین کو صدمہ ہونا بھی فطری امر ہے، تاہم معدودے چند افراد ایسے بھی ہوتے ہیں، جن کا اس دنیا سے رخصت ہونے کا صدمہ ذاتی اور خاندانی دائرے ہی میں نہیں بلکہ قومی، ملی اور عالمی سطح پر محسوس کیا جاتا ہے اور ان کا خلا پورا ہونا مشکل ہوتا ہے۔

باباجیؒ کی شخصیت ایسی ہی جامع شخصیت تھی، کسی عظیم شخصیت کی خصوصیات کو احاطۂ تحریر میں لانا ایک دشوار کام ہے اور جتنا اس عظیم شخصیت سے تعلق اور قربت رہی ہو، اتنا ہی یہ دشواری اور بڑھ جاتی ہے، چونکہ قریبی مشاہدے نے آپ کو اس شخصیت کی وسعت اور گہرائی کا کچھ اس طرح قائل کیا ہوتا ہے کہ اس ہستی کے منفرد پہلوؤں کا کوئی جامع بیان مرتب کرنا آپ کے لئے مشکل ہو جاتا ہے، اس مشکل کے باوجود باباجیؒ کی شخصیت اور زندگی کے چند پہلو پیش خدمت ہیں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ باباجیؒ کی جلوت اور خلوت ایک جیسی تھی، وہ جیسے خانقاہ شریف میں ہوتے، ایسے ہی گھر میں اور سفر میں ہوتے۔ آپ جیسے مجلس میں ہوتے، ویسے ہی تنہائی میں ہوتے، یعنی بظاہر مخلوق کے ساتھ اور بباطن خالق کے ساتھ۔ حضرت باباجیؒ اعلیٰ ظرف انسان تھے، ہر طرح کی صورت حال میں ان کا رویہ ایک خاص وقار، تحمل اور ٹھہراؤ اپنے اندر رکھتا تھا، ان کی شخصیت کا یہ استحکام غیر معمولی تھا، وہ استقامت کا پہاڑ تھے اور ناخوشگوار حالات میں بھی اپنے بنیادی معمولات جاری رکھتے تھے، ابھی کچھ ہی عرصے میں ان کی ذاتی ڈائریاں شائع کرنے کی ہم نے سعادت حاصل کی ہے، جن کے مندرجات سے ان کے معمولات کے استحکام اور شخصیت کے ٹھہراؤ کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔

اہلِ خانہ اور گھر کے بچوں کے ساتھ آپؒ کا رویہ شفقت اور پیار کا تھا، گھر کے افراد آپؒ سے کسی قسم کی کوئی خلیج محسوس نہیں کرتے تھے، گھر میں عام طور پر صبح ناشتے پر اور پھر دوپہر کھانے پر اہل خانہ

کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے، عصر کی چائے اور شام کے کھانے پر خصوصی طور پر سب اہل خانہ ان کے ساتھ بیٹھتے، رمضان شریف میں افطاری کے بعد کھانا اور چائے گھر والوں کے ساتھ ہوتا، کسی بھی ناخوشگوار صورت حال میں کسی کو ڈانٹتے نہیں تھے، اگر کوئی بات ہوتی تو متعلقہ شخص سے تنہائی میں بات کرتے، طبیعت میں مستقل مزاجی تھی اور غصہ بہت کم تھا، انہوں نے بچوں کو کبھی جسمانی سزا نہیں دی، ۶۷۔۱۹۶۶ء میں ہماری والدہ کا انتقال ہوگیا تھا۔ والدہ کی شفقت کی کمی بھی بابا جیؒ نے پوری کی اور ہمیں کوئی کمی محسوس نہیں ہوئی، آپؒ ہماری ضروریات کا بے حد خیال رکھتے تھے۔

میری تعلیمی ضروریات سے وہ بھلا کیسے غافل رہ سکتے تھے، چنانچہ تعلیم الاسلام اور فارسی کی ابتدائی کتب قبلہ حضرتؒ نے خود پڑھائیں، پھر مدرسہ عربیہ خانقاہ سراجیہ اور جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا کے بعد جامعہ رشیدیہ ساہیوال بھیجا۔ مولانا محمد یٰسین صاحب صابر کا حضرت سے دیرینہ تعلق تھا، چنانچہ ۸۳۔۱۹۸۲ء میں جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں بندہ نے تعلیم مکمل کی۔ تعلیم کے زمانے میں حضرتؒ ہمیں مکتوبات ارسال فرمایا کرتے تھے جو انشاء اللہ عنقریب شائع ہوں گے۔ ان مکتوبات میں وہ ہمیں اکثر یہ نصیحت کرتے کہ ہمیں مقصد پر نظر رکھنی چاہئے، سفر کی صعوبت علم حاصل کرنے ہی کے لئے ہے، لہٰذا علم کے حصول پر توجہ رہنی چاہئے۔ رمضان شریف میں مجھے مسجد کے تمام معمولات میں شریک ہونے کی نصیحت فرماتے تھے۔

بابا جیؒ کی خوراک بہت کم تھی، عین صحت کے زمانے میں بھی پورے دن رات میں اڑھائی چپاتی سے زیادہ تناول نہیں فرماتے تھے۔ انہوں نے پوری زندگی کبھی کھانے میں کفایتاً بھی نقص نہیں نکالا، نہ کبھی کوئی فرمائش کی، انہیں میٹھی چیزیں مرغوب تھیں، پھلوں میں آم پسند تھا اور انگور، چائے کا بہت عمدہ ذوق تھا۔ سپیرٹ چائے نوش فرماتے تھے، چائے کے دو ہی وقت تھے، صبح ناشتے میں اور شام کو عصر کی چائے۔ سردیوں میں تہجد کی نماز کے بعد بھی ایک پیالی چائے نوش فرماتے۔ ہماری والدہ چائے بناتیں اور ان کے بعد بندہ یہ خدمت انجام دیتا تھا، رات کو دودھ نوش فرماتے، سردیوں میں گرم اور گرمیوں میں ٹھنڈا، ناشتے میں سردیوں میں فرائی انڈا اور گرمیوں میں بالائی اور شہد کے ساتھ آدھا پراٹھا تناول فرماتے، وقت کی پابندی کے ساتھ کھانا تناول فرماتے۔

بابا جیؒ کا معمول تھا کہ صبح فجر کے وقت سب کو بیدار کرتے، خواتین کے کمروں کے بھی دروازے کھٹکھٹاتے، حامد سراج صاحب کے گھر والوں کو اٹھاتے، باقی نمازوں کی بھی تاکید کرتے اور پوچھتے تھے کہ تم فلاں نماز میں نہیں تھے۔

بابا جیؒ نے ذات کی نفی اس طرح کی ہوئی تھی کہ وہ اپنے آپ کو نمایاں بالکل نہیں کرتے تھے،

حتی کہ گھریلو معاملات میں بھی وہ اپنی ذات کو آگے نہیں کرتے تھے کہ میری بات مانو، میں گھر کا بڑا ہوں، تم لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں وغیرہ۔ ہر معاملے میں مشورہ کرتے تھے، مسجد کے معاملات میں زیادہ مشاورت مجھ سے کرتے تھے، مثال کے طور پر تراویح کون سے قاری صاحب پڑھائیں گے وغیرہ۔

لوکل سیاست اور انتخابی سیاست میں حصہ نہیں لیتے تھے، ووٹ بھی کاسٹ نہیں کرتے تھے، تاہم قومی سیاست سے باخبر رہتے تھے، اخبار کا بھی مطالعہ فرماتے تھے۔ باباجیؒ کی نیند بہت کم تھی، رات کو گھر جاتے تو کافی دیر اپنی نشست پر بیٹھے رہتے اور صبح تہجد کے لئے جلد اٹھ جاتے۔

اپنے قیام کے لئے قبلہ حضرت صاحبؒ نے بندہ کے گھر کو پسند فرمایا تھا، جس کی برکت سے علالت کے عرصہ میں بندہ کو حضرتؒ کے کمرے میں راتوں کی صحبت اور خدمت ومعیت کے مواقع خوب حاصل رہے۔ میرا اور باباجیؒ کا بلڈ گروپ بھی ایک ہی تھا، چنانچہ میرے لئے یہ نہایت سعادت کی بات ہے کہ ۲۰۰۶ء سے ۲۰۱۰ء تک سب سے زیادہ خون میرا باباجیؒ کو لگا۔ ۳/مئی ۲۰۱۰ء کو رحلت کے وقت باباجیؒ سیال میڈیکل سینٹر ملتان کے وی آئی پی روم نمبر ۲ میں تھے اور میں روم نمبر ۳ میں ان کے لئے بلڈ بلیڈ کرا رہا تھا لیکن خدا کو کچھ اور منظور تھا اور یہ بلڈ ان کے کام نہ آ سکا۔

مجھے قبلہ حضرتؒ کے ساتھ حج کے بہت سے اسفار کا موقع ملا، پہلا سفر باباجیؒ کے ساتھ ۱۹۸۰ء میں کیا، پھر ۱۹۸۵ء میں سرہند شریف کا سفر کیا، پھر ۱۹۸۷ء کے سفر حج، ۱۹۹۱ء میں سرہند شریف کے سفر (یہ باباجیؒ کا سرہند شریف کا آخری سفر تھا) اور پھر ۲۰۰۰ء سے ۲۰۰۶ء تک ہر سال سفر حج میں باباجیؒ کے ساتھ شریک رہا۔ باباجیؒ بہت خندہ پیشانی کے ساتھ سفر کی مشکلات برداشت کرتے تھے، دورانِ سفر ساتھیوں پر پوری توجہ رکھتے تھے اور اپنے معمولات پر ثابت قدم رہتے تھے۔ یہ وہ تین خصوصیات ہیں جو پڑھنے میں تو شاید ایک سانس میں پڑھی جا سکیں، لیکن روشن قلب اور باہمت انسان ہی ان خصوصیات کا حامل ہو سکتا ہے۔

حضرتؒ کا اندازِ تربیت بھی عجیب تھا، ہر آدمی کو پیار سے اپنی لائن پر لے آتے تھے، سختی نہیں فرماتے تھے، ٹوکتے نہیں تھے، کلین شیو آدمی سے بھی محبت اور تواضع سے پیش آتے، اس کی بات غور سے سنتے اور اس کے لئے دعا کرتے، اسے مانوس کرتے اور اس طرح وہ آپ کی توجہ سے بتدریج تبدیل ہو جاتا، چنانچہ دنیوی اغراض سے آنے والے حضرات بھی کچھ ہی دنوں میں اللہ، اللہ کرنے لگتے اور ان کی وضع قطع بھی سنت کے مطابق ہو جاتی۔

صوفیاء اور شیوخ سے اکثر ایسے جملے اور اقوال منسوب ہیں جن سے ان کی عظمت اور ان کے مقام کے متعلق اظہار ہوتا ہے، لیکن ہمارے حضرتؒ اپنے کمالات کا بہت اخفا کرتے تھے، بھولے سے بھی

کوئی ایسا جملہ ان کی مبارک زبان سے ادا نہ ہوتا تھا، جس میں کسی طرح کا دعویٰ ہو، بے نفسی کی یہ کیفیت پیدا کرنا تصوف کا منتہائے مقصود ہے اور بابا جیؒ کو یہ کیفیت کمال درجے میں حاصل تھی۔ حضرتؒ کے کچھ مریدوں اور خلفاء کو حضرت کے اعلیٰ مراتب کے بارے میں کچھ الہامی اشارے ضرور ہوتے رہتے لیکن جب کبھی یہ حضرتؒ کے سامنے بیان کئے جاتے تو حضرتؒ ہمیشہ سکوت فرماتے۔ مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ نے حضرت گنگوہیؒ کے متعلق کہا تھا کہ انہوں نے سمندروں کے سمندر پیے ہوئے ہیں اور ڈکار بھی نہیں لی۔ حضرت گنج مراد آبادیؒ کی یہ بات حضرتؒ پر بھی صادق آتی ہے۔ عشق و معرفت اور محبت و سلوک کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہونے کے باوصف انہوں نے کبھی کوئی ایسی بات اشاروں کنایوں میں بھی نہیں کی جس سے ان کے اعلیٰ مقامات کا اظہار ہوتا ہو۔

راہِ محبت وسلوک کا اولین قرینہ ادب ہے، جو بابا جیؒ کو غایت درجے حاصل تھا، وہ اکابر سے نسبت رکھنے والے ہر شخص کا احترام کرتے تھے، اپنے شیوخ کے اہل خاندان اور چھوٹے بچوں تک کا ادب کرتے تھے، بیماری اور ضعف کی حالت میں بھی اپنی نشست پر سے اٹھنے کی کوشش کرتے۔

خاموشی، نقشبندیہ مجددیہ سلسلے کی خصوصیت ہے، بابا جیؒ کو یہ خاموشی عطا ہوئی تھی، اس خاموشی میں عجیب تاثیر تھی، یہ منجمد دلوں کو پگھلا دیتی تھی۔ اس خاموشی نے ہزاروں قلوب میں انقلاب برپا کیا اور ہزاروں سینوں میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت کے چراغ روشن کر دیئے۔

الغرض حضرتؒ کے وجود کو دیکھ کر پرانے صوفیا اور مشائخ کے حالات اور تذکروں پر اعتبار آجاتا ہے، ان کا وجود آج کے بھٹکے ہوئے انسان کے لئے سچائی کی دلیل تھا۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قبلہ حضرتؒ صاحب کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس راہِ طریقت کو مضبوطی سے پکڑنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین

❊❊❊

حضرت باباجیؒ کے معمولات

صاحبزادہ نجیب احمد، خانقاہ سراجیہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر، خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین، میرے باباجی حضرت اقدس شیخ المشائخ سیدنا مرشدنا قبلہ حضرت مولانا خان محمد ۵ رمئی ۲۰۱۰ء بروز بدھ شام پونے آٹھ بجے سفر آخرت پر روانہ ہوگئے۔

آپ کی عظمتوں، محبتوں، خدمات اور کارناموں کا تقاضا ہے کہ باباجیؒ کی ذات وکمالات پر لکھا جائے۔ آج باباجیؒ کی وفات کو تین ماہ ہونے والے ہیں۔ جب بھی آپ پر کچھ لکھنا اور قلم اٹھانا چاہتا ہوں تو قلم رک جاتا ہے اور دل ودماغ ساتھ نہیں دیتے۔ سمجھ نہیں آتا کہ آپ کی یادوں، شفقتوں، کمالات اور خصوصیات میں سے کس سے مضمون کی ابتداء کروں۔ اصل بات یہ ہے کہ جس شخصیت کا دل پر جتنا تاثر اور عقیدت ومحبت کا جتنا گہرا نقش ہوتا ہے اس پر لکھنا اتنا ہی مشکل ہوتا ہے۔

بلاشبہ باباجیؒ کی شخصیت ایسی دل نواز، باغ وبہار تھی کہ ان کی خصوصیات وکمالات اور خدمات کا احاطہ ایک مضمون میں کرنا مشکل ہے۔ دیکھا جائے تو باباجیؒ کی ذات اپنے شیخ قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہؒ کی مجسم یادگار، اکابر علمائے دیوبند کی تصویر اور خصوصاً آئمہ سلوک واحسان کی آئینہ دار تھی۔

حضرتؒ کی زندگی شریعت محمدی اور سنت نبویؐ کا بہترین نمونہ تھی۔ اس لئے ان کی ہر ادا سے انسانیت نمایاں تھی۔ کیونکہ اصل انسانیت دنیا کے سب سے بڑے انسان (ﷺ) کے نقش قدم پر چلنے میں ہے۔ جو آدمی، دنیا کے سب سے بڑے انسان کی جتنی اتباع کرے گا وہ اتنا ہی انسانیت سے قریب تر ہوگا۔ چونکہ باباجیؒ متبع سنت تھے۔ اس لئے دیکھنے والا پہلی ہی نگاہ میں بھانپ لیتا تھا کہ واقعی ولی اللہ ایسے ہوتے ہیں۔

اتباع سنت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ”قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ“ اے

محمد ﷺ اپنی امت سے فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہوتو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں محبوب بنالے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کی اتباع کو اپنی محبت کی علامت قرار دیا۔

حضرت حسن بصریؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت اتباع سنت ہے۔ اصل چیز اتباع سنت ہے اور جس کو پرکھنا ہوتو اس معیار پر پرکھا جائے۔ جو شخص اتباع سنت کا جتنا زیادہ اہتمام کرے گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ومقرب ہوگا۔ جو شخص اتباع سنت سے جتنا دور ہوگا اللہ تعالیٰ سے بھی اتنا دور ہوگا۔ چاہے وہ مفکر اسلام، یا مفکر دنیا بن جائے۔

باباجیؒ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو مضبوطی سے پکڑیں۔ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کروگے تو ہدایت پاؤ گے۔

باباجیؒ کے اہتمام سنت پر بھی نظر ڈال لیجئے کہ آپؒ سنت کا کتنا اہتمام کرتے تھے۔ حضرت باباجیؒ جب مسجد سے نکلتے تو پہلے بایاں پاؤں نکال کر جوتے پر رکھتے پھر دایاں پاؤں نکال کر پہلے اس میں جوتا پہنتے پھر بائیں پاؤں میں جو پہلے سے جوتے پر رکھا ہوتا، پہنتے۔

باباجیؒ کا ہر عمل، سونا، کھانا، چلنا اور نماز پڑھنا عین سنت نبویؐ کے مطابق تھا۔ مدتوں خدمت میں رہنے والا خادم بھی یہ نہیں بتلاسکتا کہ کوئی ادنیٰ سا فعل بھی آپ سے خلاف سنت سرزد ہوا ہو۔ دن ہو یا رات، خلوت ہو یا جلوت۔ ہر حالت میں باباجیؒ کو اتباع سنت کا خیال تھا۔ سفر میں بھی مسواک آپ کے ساتھ ہوتی۔ کوئی وضو آپ کا مسواک کے بغیر نہ ہوتا۔

نماز

عبادات میں سب سے اہم چیز نماز ہے۔ قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ آدمی اور کفر کے درمیان نماز ہی حائل ہے۔ اسلام کی علامت نماز ہے۔ جو شخص دل کو فارغ کرکے اور اوقات اور مستحبات کی رعایت رکھ کر نماز پڑھے، وہ مومن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز ایمان اور نماز سے افضل فرض نہیں کی۔ اگر اس سے افضل کسی اور چیز کو کرتے تو فرشتوں کو اس کا حکم دیتے۔ فرشتے دن رات کوئی رکوع میں ہے اور کوئی سجدے میں۔ نماز دین کا ستون ہے۔ نماز افضل جہاد ہے۔ جب کوئی آفت آسمان سے اترتی ہے تو مسجد کے آباد کرنے والوں سے ہٹ جاتی ہے۔

باباجیؒ کی نماز کے چند واقعات لکھتا ہوں:

۱:...ایک دفعہ طبیعت کافی خراب تھی۔ میں نے عرض کیا کہ نماز گھر پر پڑھ لیں۔ مسجد نہ جائیں تو فرمانے لگے کہ لازمی مسجد میں نماز پڑھوں گا۔

۲:... بیماری کے آخری دنوں میں زیادہ تر باباجیؒ مراقبہ اور انقطاع عن الدنیا کی کیفیت میں رہتے تھے۔ جیسے نماز کا وقت شروع ہوتا اٹھ بیٹھتے اور فرماتے: نماز کی تیاری کرو۔ باباجی ہمیشہ باجماعت نماز ادا کرتے۔

۳:...جس دن باباجیؒ ملتان ہسپتال میں داخل ہوئے۔ اگلے دن شام کی نماز مغرب کی امامت خود کرائی۔ بیٹھ کر خود نماز پڑھائی۔ شاید بیٹھ کر باجماعت نماز پڑھانے کی سنت بھی آخری دنوں پوری ہوگئی۔

۴:... پندرہ سال پہلے کی بات ہے کہ ظہر کی نماز کی امامت کرارہے تھے کہ ایک کالا بھڑ (ڈیمو) قمیص میں گھس گیا اور مسلسل ڈنگ مارتا رہا۔ لیکن آپ نے مکمل نماز پڑھائی اور بعد میں خادم کو کہا کہ قمیص میں کوئی چیز گھس گئی ہے۔ دیکھا تو کالا بھڑ تھا۔ چہرہ پر درد کا احساس تک نہ تھا۔ بعد میں بھڑ کے کاٹنے کی وجہ سے بخار ہوگیا۔ لیکن نماز نہ توڑی۔ بھڑ کے کاٹنے کی اتنی شدید تکلیف ہوتی ہے کہ آدمی برداشت نہیں کرسکتا۔ باباجیؒ نے کسی کو محسوس نہ ہونے دیا اور بڑے اطمینان کے ساتھ نماز پڑھائی۔

۵:... ۵رمئی کو عصر کی نماز کے بعد یہی نماز کی فکر لگی رہی اور مجھ سے بار بار پوچھ رہے تھے کہ نماز مغرب کا وقت ہوگیا ہے تو نماز پڑھیں۔ میں نے عرض کیا کہ ابھی ایک گھنٹہ رہتا ہے۔ مغرب کی نماز سے تھوڑی دیر پہلے طبیعت خراب ہوگئی اور اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ میری خوش نصیبی ہے کہ آخری وقت ان کا سر مبارک میری گود میں تھا۔ باباجیؒ کو آخری وقت بھی نماز کی فکر تھی۔

روزہ اور رمضان المبارک

باباجیؒ سارا سال سفر میں ہوتے۔ خانقاہ شریف میں بہت کم قیام ہوتا۔ لیکن رمضان شریف کا پورا مہینہ خانقاہ شریف میں قیام ہوتا۔ رمضان شریف میں روزانہ تین پارہ منزل تراویح میں سنتے تھے۔ خانقاہ شریف دس دن میں ایک قرآن شریف ختم کرتے اور پورے رمضان میں تین قرآن مجید کے ختم ہوتے تھے۔ باباجیؒ کا یہ معمول ۱۹۵۶ء سے لے کر بیماری سے قبل تک رہا۔ ۹۴ رسال کی عمر میں بھی کھڑے ہوکر تین پارے سنتے تھے۔ رات کو دو بجے تراویح ختم ہوتی تو گھر تشریف لاتے۔ آرام نہیں کرتے تھے۔ تہجد کی نماز پڑھتے۔ تہجد سے فارغ ہوتے تو سحری کا وقت ہوچکا ہوتا۔ سحری کرتے اور نماز فجر کی تیاری شروع کردیتے تھے۔ باباجیؒ فجر کی سنتیں گھر سے پڑھ کر مسجد تشریف لے جاتے۔ نماز کے بعد ختم خواجگان پڑھاتے اور ختم کے بعد تصوف کے موضوع پر کتاب کا درس ہوتا۔ اس کے بعد مراقبہ

فرماتے۔مراقبہ کے بعد اشراق کی نماز پڑھ کر مسجد سے اپنے حجرے میں تشریف لاتے۔ وہاں مجلس ہوتی۔ تقریباً صبح دس بجے گھر تشریف لے جاتے۔ آرام فرماتے۔تقریباً ایک بجے تک آرام فرماتے۔ ایک بجے اٹھتے۔قرآن مجید کی تلاوت کرتے۔ ایک گھنٹہ تلاوت فرماتے۔ دو بجے ظہر کی نماز کے لئے مسجد تشریف لے جاتے۔نماز پڑھتے۔نماز کے بعد ختم مجددی اور ختم معصومی پڑھاتے۔اس کے بعد تصوف پر کتاب پڑھی جاتی۔ اس کے بعد اپنے کمرے میں تشریف لاتے۔ وہاں مریدین سے ملاقات کرتے۔ ایک گھنٹہ مجلس رہتی۔ گھر تشریف لاتے۔ ایک گھنٹہ آرام فرماتے۔ پھر عصر کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے۔نماز پڑھتے۔ختم خواجگان پڑھاتے۔اپنے کمرے میں تشریف لے آتے۔افطاری اپنے کمرے میں کرتے۔ افطاری کے وقت تمام صاحبزادگان اور خلیفہ حاجی عبدالرشید صاحب اور قریبی ساتھی موجود ہوتے۔ رمضان شریف میں چوبیس گھنٹے میں صرف چار گھنٹے آرام فرماتے اور بیس گھنٹے عبادت میں مصروف رہتے۔ باباجیؒ کا اتباع سنت اور تقویٰ اور شریعت کی پابندی مشہور ومعروف ہے۔ یہاں تک کہ اغیار بھی اس کو مانتے ہیں۔

باباجیؒ کو بیماری کے آخری ایام میں ڈاکٹر عنایت اللہ صاحب جو باباجیؒ کے خاص معالج تھے۔ عرض کیا کہ آپ روزے نہ رکھیں۔آپ کی صحت اس کی متحمل نہیں ہوسکتی۔لیکن باباجیؒ نے ڈاکٹر صاحب کی ایک نہ سنی اور تمام روزے رکھے۔

حج

باباجیؒ نے پینتالیس حج کئے۔ پہلا حج ۱۹۴۷ء اور دوسرا حج ۱۹۵۶ء میں اور ۱۹۶۲ء سے لے کر ۲۰۰۵ء تک مسلسل حج پر تشریف لے جاتے۔ باباجیؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے سلسلہ نقشبندیہ کے تمام اکابر کے حج بدل کئے ہیں۔ باباجیؒ نے ایک بار حج بائی روڈ بھی کیا۔فرماتے تھے کہ ہم اپنے قافلہ کے ساتھ پشاور سے روانہ ہوئے تو صدر ایوب خان سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا آپ حج پر بائی روڈ نہ جائیں۔کافی مشکل راستہ ہے۔ باباجیؒ نے فرمایا: اللہ آسانی پیدا کرے گا۔اس سفر میں باباجیؒ کے ساتھ سردار فضل محمود خاکوانی، میاں خان محمد صاحب، مامون زاہد ہم سفر تھے۔

جب باباجیؒ مکہ مکرمہ میں ہوتے تو ان کا معمول یہ تھا کہ سحری کے وقت حرم میں جاتے۔ بارہ رکعت تہجد کے پڑھتے۔صبح کی نماز پڑھتے۔طواف کرکے اشراق کی نماز پڑھ کر واپس آتے۔ ناشتہ کرتے اور آرام کرتے۔ظہر کی نماز بھی حرم میں پڑھتے اور پھر عصر کی نماز کے لئے حرم میں تشریف لے جاتے۔ عصر سے عشاء تک حرم میں رہتے۔حرم میں میزاب رحمت کے سامنے تشریف رکھتے۔ جب تک مکہ میں

رہتے۔ایک لاکھ مرتبہ کلمہ شریف پڑھنے کا معمول تھا۔ مدینہ شریف میں بھی مسجد نبوی میں یہی معمول تھا۔ مدینہ میں زیادہ درود شریف پڑھتے تھے۔ درود شریف بھی ایک لاکھ پڑھنے کا معمول تھا۔ایک دفعہ میں نے عرض کیا جب آپ روضہ پر سلام پیش کرتے ہیں تو آپ کو سلام کا جواب ملتا ہے۔فرمانے لگے کہ ملتا ہے۔ جب حج پر جاتے یا عمرہ پر تو باباجیؒ کی خواہش ہوتی کہ پہلے مدینہ شریف حاضری ہو، پھر مکہ مکرمہ جائیں۔تقریباً جتنے بھی سفر ہوئے تھے،اس میں مدینہ شریف پہلے حاضری دیتے تھے۔

خدام سے حسن سلوک

ہر مرید وخادم یہ محسوس کرتا کہ جتنی شفقت باباجیؒ کی مجھ پر ہے کسی اور پر نہیں۔ صاحب کمال ہستی میں اخلاق کا اعلیٰ نمونہ یہی ہوتا ہے کہ ہر ملنے والے کو یہ احساس ہو کہ شیخ مجھ پر زیادہ شفقت فرماتے ہیں۔شفقت کے آثار آپ کے چہرہ اطہر سے عیاں ہوتے تھے۔سفر میں باباجیؒ کے ساتھ جو بھی خدمت کرنے والے ہوتے ان کا خاص خیال رکھتے۔ جب کھانے کا وقت ہوتا تو سب سے پہلے اپنے خادموں کو ساتھ بٹھاتے۔ ایک دفعہ سکندر اعظم خاں (وانا سے تعلق رکھنے والا ایک فرمانبردار مرید) سفر میں ساتھ تھا۔ باقاعدہ پوچھا کہ سکندر اعظم نظر نہیں آرہا ہے۔اس کو بلاؤ وہ کھانا کھائے۔ رات کو آپ کی خدمت میں جو بھی خادم ہوتا اگر کوئی ضرورت پیش آگئی ہے اور خادم سو رہا ہے تو خادم کو نہیں جگاتے تھے بلکہ خود ہی اپنا کام کر لیتے تھے۔

عزیز واقارب سے حسن سلوک

باباجیؒ کا اپنے عزیز واقارب کے ساتھ مثالی سلوک تھا۔تمام عزیزوں کی اولاد پر دست شفقت رکھا ہوا تھا۔ ہمیشہ ان کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے۔عزیزوں کے کاموں کی غرض سے خود متعلقہ آدمی کے پاس جاتے۔ چھوٹے بھائی جناب ملک محمد افضل مرحوم کے ساتھ مثالی برتاؤ تھا۔ خانگی امور میں انہیں ہمیشہ ساتھ رکھتے۔

اولادِ شیخ اور اساتذہ کا ادب

باباجیؒ نے اپنے شیخ کی بیٹی اور بیٹے کا جس طرح ادب واحترام کیا ہے۔ ناممکن ہے کہ کوئی شیخ اس دور میں کر سکے۔ اپنے مرشد زادہ لالہ حافظ محمد عابد مرحوم ومغفور کا بہت زیادہ احترام کیا کرتے تھے۔ سفر میں لالہ حافظ محمد عابدؒ کو ساتھ رکھتے۔ لالہ حافظ محمد عابدؒ خادم کے طور پر ہمیشہ آپ کی خدمت کے لئے تیار رہتے۔لیکن باباجیؒ نے ہمیشہ یہ بات پیش نظر رکھی کہ میرے مرشد زادہ ہیں۔ باباجیؒ نے لالہ حافظ محمد عابدؒ کی ہر بات کو حکم کے طور پر قبول کیا۔ لالہ حافظ محمد عابدؒ خانقاہ شریف آتے تو آپ ان کو دیکھ کر احتراماً

کھڑے ہوجاتے۔ لالہ حافظ محمد عابدؒ جو بھی حضرتؒ کو کہتے حضرتؒ نے کبھی انکار نہیں کیا۔ غلط اور صحیح کا سوچا بھی نہیں۔ حج پر لالہ حافظ محمد عابدؒ کو ہر سال ساتھ لے کر جاتے۔

محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کے بیٹے صاحبزادہ محمد بنوریؒ جب بھی تشریف لاتے۔ باباجیؒ ان کے احترام میں کھڑے ہوجاتے۔ ان کے سامنے دوزانو ہوکر بیٹھے رہتے۔ حضرت مولانا اسعد مدنیؒ سے جب بھی ملاقات ہوتی، ان کے احترام میں فوراً کھڑے ہوجاتے۔ جب تک وہ نہیں بیٹھتے تھے، باباجیؒ بھی کھڑے رہتے تھے۔ حضرت مولانا انورشاہ کشمیریؒ کی اولاد کا بہت ہی زیادہ احترام کرتے تھے۔ حالانکہ ان کی اولاد حضرت مولانا انظرشاہ صاحبؒ آپ سے بیعت تھے۔ خلافت کے معاملہ میں بہت زیادہ احتیاط کرتے تھے۔ لیکن جب دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ جلسے پر دیوبند گئے اور حضرت مولانا انظرشاہ صاحبؒ کے گھر گئے تو انظرشاہ صاحبؒ کی والدہ نے عرض کی کہ انظرشاہ صاحبؒ کو خلافت دے دیں تو انکار نہ کیا اور بغیر سلوک طے کرائے، خلافت دے دی۔ اتنا ادب واحترام یہ صرف اور صرف اپنے شیوخ کی صحبت کا نتیجہ تھا۔

حضرت بنوریؒ باباجیؒ کے اساتذہ میں شامل تھے۔ آپ جب بھی کراچی سے حج کے لئے تشریف لے جاتے تو حضرت بنوریؒ کی خدمت میں حاضری کے بعد سفر پر روانگی اختیار کرتے۔ حضرت بنوریؒ حج پر جاتے ہوئے یا واپسی پر آپ کی دعوت کرتے۔

۱۹۷۴ء کی ختم نبوت تحریک کے دوران جامع مسجد کچہری بازار فیصل آباد میں ختم المرسلین کے پروانوں کا جلسہ تھا۔ حضرت بنوریؒ کراچی سے تشریف لائے۔ مفتی زین العابدینؒ کی رہائش پر قیام تھا۔ باباجیؒ اپنے استاد کی زیارت کے لئے مفتی صاحبؒ کی رہائش پر گئے۔ حضرت بنوریؒ نے کھڑے ہوکر استقبال کیا۔ باباجیؒ حضرت بنوریؒ کے سامنے دوزانو ہوکر بیٹھ گئے۔ حضرت بنوریؒ نے باباجیؒ سے فرمایا کہ ایسا نہ کریں۔ لیکن آپ دوزانو ہوکر بیٹھے رہے۔ گفتگو کے بعد مجلس برخاست ہوئی اور حضرت بنوریؒ مجلس سے جانے کے لئے اٹھے تو باباجیؒ نے حضرت بنوریؒ کے جوتے اٹھاکر ان کے سامنے رکھے۔ دونوں حضرات ایک دوسرے کو الوداع کرنے کے لئے باہر تشریف لائے۔ اس واقعہ سے عاجزی وانکساری بحیثیت شاگرد ظاہر ہوئی۔ آپ اپنے آپ کو ہمیشہ چھوٹا تصور کرتے تھے۔ کسی بھی علاقہ کا کوئی بھی عالم دین خانقاہ شریف پر ملنے آتا تو اس کا پورا پورا احترام کرتے۔ خصوصی دعاؤں سے نوازتے۔

بحیثیت عادل باپ

باباجیؒ کی طرح بے مثال باپ میں نے نہیں دیکھا۔ آپ اپنی اولاد میں عدل کے ساتھ برتاؤ

فرماتے۔ باباجیؒ نے اپنے بیٹوں کے درمیان کبھی امتیازی سلوک نہیں کیا۔ تمام بیٹوں کو باری باری حج پر لے گئے اور اپنی بہوؤں کو بھی باری باری حج کروایا۔ اپنے سب بیٹوں کو علیحدہ علیحدہ گھر بھی بنوا کر دیئے۔ دنیا کی نعمتیں اولاد میں برابر بانٹنے کی پوری کوشش کرتے۔

سب بیٹوں سے پیار کرتے تھے۔ لیکن باقی بھائیوں کی طرح میں سمجھتا ہوں کہ مجھے سب سے زیادہ پیار کرتے تھے۔ میری کسی بات کا انکار نہیں کرتے تھے۔ جب بھی میں نے کوئی خواہش ظاہر کی فوراً پوری کی۔ میرے اوپر بہت زیادہ شفقت فرماتے تھے۔ اس سال حج کے بعد میں جب گھر واپس آیا اور باباجیؒ کو ملنے گیا تو بہت زیادہ دعائیں دیں۔ خلافت کے بارے میں بہت زیادہ احتیاط کرتے تھے۔ جب کوئی ساتھی سلوک پورا کر لیتا تو فرماتے کہ دوبارہ شروع کرو۔ میری خوش نصیبی ہے کہ میں نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا پورا سلوک باباجیؒ سے مکمل کر لیا۔ ۴/مارچ ۲۰۱۰ء عصر کی نماز کے بعد میں اور حکیم سلطان محمود صاحب باباجیؒ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ باباجیؒ لیٹے ہوئے تھے۔ اچانک اٹھ بیٹھے اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے اور کافی دیر دعا فرماتے رہے اور اس کے بعد کہا کہ تم کو اجازت ہے۔ میں خاموش رہا۔ حکیم صاحب نے پوچھا کس چیز کی اجازت دے رہے ہیں؟ باباجیؒ نے فرمایا سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی اجازت ہے نجیب احمد کو۔ اس سے آپ اندازہ لگالیں کہ باباجیؒ مجھ سے کتنی محبت کرتے تھے۔

۲۰۰۳ء کا سفر لندن میرے لئے بہت زیادہ مبارک ثابت ہوا۔ اس سفر میں باباجیؒ اور میں تھے۔ ہم دونوں ایک ماہ تک لندن ختم نبوت دفتر میں مقیم رہے۔ اس قیام کے دوران باباجیؒ سے بہت کچھ حاصل کیا۔ باباجیؒ سے تصوف کے اسباق لئے۔ باباجیؒ نے خصوصی توجہ دی اور ہر سبق کو تفصیل کے ساتھ سمجھاتے۔ اسی قیام کے دوران باباجیؒ سے ایضاح الطریقہ پڑھی۔ اس سے مجھے بہت زیادہ فائدہ ہوا۔ میری اس سے زیادہ خوش نصیبی کیا ہوگی کہ تصوف کے جو اسباق باباجیؒ سے شروع کئے، ان کی تکمیل باباجیؒ فرما کر گئے۔

باباجیؒ کے تصرفات وکرامات

ہر دور میں اہل دنیا نے اولیاء اللہ کے ہاتھوں تصرفات وکرامات دیکھیں۔ جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

ایک دفعہ لندن میں بینک اکاؤنٹ میں نے کھلوایا۔ لندن میں ہمارے دوست گوہر صاحب ہیں۔ انہوں نے ایک ہی دفعہ میں بہت بڑی رقم میرے اکاؤنٹ میں ڈال دی۔ اس دوران 9/11 کا واقعہ ہو چکا تھا۔ مسلمانوں پر بہت سختی تھی۔ میں لندن میں ایک مسافر تھا۔ چند دن کے لئے آیا تھا۔

جب اتنی بڑی رقم میرے اکاؤنٹ میں جمع ہوئی تو مجھے بینک کی طرف سے ایک نوٹس آیا کہ آپ کی رقم ضبط کرلی ہے۔ جب تک اس رقم کا پتہ نہیں چلتا کہ یہ کہاں سے آئی ہے۔حکومت برطانیہ کے پاس رہے گی۔آپ کا اکاؤنٹ منجمد کردیا گیا ہے۔ میں نے باباجیؒ سے دعا کی درخواست کی۔ باباجیؒ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ میں بینک چلا گیا۔خیال آیا کہ منیجر سے ملنے سے پہلے میں کاؤنٹر پر جا کر چیک دوں اور پیسے نکلوالوں۔ باباجیؒ نے دعا کی ہے،سب ٹھیک ہوجائے گا۔ میں کاؤنٹر پر گیا۔ چیک دیا۔اس نے مجھے ساری رقم جو بینک میں پڑی تھی دے دی۔ رقم لے کر منیجر کے پاس گیا۔اس کو میں نے یہ نہیں بتایا کہ رقم میں نے کیش کروالی ہے۔ منیجر نے مجھے کہا کہ آپ کی رقم حکومت نے ضبط کرلی ہے۔آپ اس کا ثبوت دیں گے تو رقم ملے گی۔ میں نے منیجر کو کہا کہ میں نے رقم نکلوالی ہے۔ منیجر نے کہا یہ ممکن نہیں۔ اس طرح نہیں ہوسکتا۔ میں نے کہا میں سچ بول رہا ہوں۔ منیجر نے کیشئر کو بلایا اور پوچھا کہ واقعی تم نے ان کو رقم دے دی ہے۔ اس نے میری بات کی تصدیق کی۔ منیجر حیران ہوگیا۔ اس نے کہا یہ عجیب وغریب واقعہ ہے۔اب آپ خاموشی سے چلے جائیں۔اب ہماری نوکری کو خطرہ ہے۔ میں نے باباجیؒ کو آ کر بتایا تو مسکرادیئے۔

۲۰۰۵ءکولندن کانفرنس کے لئے روانگی ہوئی۔ لالہ سعید اور لالہ رشید احمد ساتھ تھے۔ جب جہاز ہیتھرو ائیر پورٹ پر اترا تو ائیرپورٹ پر بہت سخت سیکورٹی تھی۔ پولیس والے کتے لے کر چیکنگ کررہے تھے۔ میرے ایک ہاتھ میں باباجیؒ کے وضو والا بیگ تھا اور دوسرے ہاتھ میں باباجیؒ کا ہاتھ مبارک۔ مجھے ڈر تھا کہ یہ کتے اب بیگ کو بھی سونگھیں گے اور کپڑوں کو بھی۔ کتوں نے سارے جہاز کے لوگوں کے کپڑوں اور بیگ کو سونگھا۔لیکن نہ باباجیؒ کے قریب آئے اور نہ میرے قریب آئے۔ بیگ کو بھی نہ سونگھا۔

لاہور میں میاں اویس صاحب ہیں۔ ان کی اہلیہ کو شوکت خانم کے ڈاکٹرز نے کینسر کی بیماری بتائی۔ان کی اہلیہ باباجیؒ کے پاس آئی۔ دعا اور دم کرایا۔ ایک ہفتہ بعد شوکت خانم ہسپتال گئی اور کینسر کا ٹیسٹ کرایا۔ٹیسٹ بالکل ٹھیک آیا۔کینسر کا نام ونشان نہیں تھا۔ڈاکٹرز حیران ہوگئے۔

باباجیؒ کی شخصیت ایک مکمل روحانی اور علمی شخصیت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے ایک ہی وقت میں رشد وہدایت کا بھی کام لیا اور تکوینی امور کا بھی۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باباجیؒ کو تمام کمالات ظاہری وباطنی،علمی اور عملی اور روحانی سے بھرپور نوازا تھا۔ میں نے اپنی زندگی میں جن اکابر علماء ومشائخ کی زیارت کی،کسی کو بھی جامع کمالات ثلاثہ میں باباجیؒ کے برابر نہیں پایا۔ خاص طور پر فن تصوف کے تمام لوازم وآثار کامل۔ نیز بیعت معرفت وحقیقت کے رموز واسرار کا پورا پورا آشنا باباجیؒ کے

ہم پلہ کوئی شخص نہیں تھا۔

۴رمئی کی رات کو باباجیؒ نے اچانک اپنی ڈرپ نکال دی اور خون بہنے لگا۔ باباجیؒ نے کبھی بھی بیماری کی حالت میں اس طرح نہیں کیا۔ اتنا خون نکلا۔ بڑی مشکل سے خون رکا۔ باباجیؒ فرمانے لگے کہ اب ان چیزوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس سے ہم سمجھے کہ اب باباجیؒ کے چل چلاؤ کا وقت قریب لگتا ہے۔

۵رمئی کو عصر کی نماز پڑھی اور طبیعت ٹھیک تھی۔ ساتھیوں کو زیارت کرائی جارہی تھی۔ باباجیؒ نے مجھے کہا کہ مجھے لیٹا دو۔ میں نے لیٹایا تو باباجیؒ نے کلمہ شریف پڑھنا شروع کردیا۔ کلمہ ختم ہوا تو اچانک طبیعت خراب ہوگئی۔ میں نے ڈاکٹر حضرات کو بلایا۔ ڈاکٹر نے اپنی بڑی کوشش کی۔ لیکن طبیعت نہ سنبھلی۔ میں نے باباجیؒ کی طرف دیکھا۔ باباجیؒ کا سرمبارک اپنی گود میں رکھ لیا اور سر کو دبا رہا تھا کہ پانچ منٹ بعد باباجیؒ نے دوبارہ کلمہ پڑھا۔ کلمہ ختم ہوا تو آپ اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ میری خوش قسمتی اور خوش نصیبی ہے کہ باباجیؒ کا آخری وقت میں سرمبارک میری گود میں تھا۔ میں نے اپنی زندگی میں اتنا بڑا جنازہ نہیں دیکھا۔

⁂

ختم نبوت کانفرنس میں جاؤں یا نہ جاؤں؟

ایک مرتبہ شیخ طریقت حضرت میاں خان محمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے سیدی حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہٗ العالی کی خدمت میں عرض کیا: ”حضور! میں بوڑھا ہوگیا ہوں، بوجہ ضعف اور بھی کئی عوارض شامل ہوگئے ہیں، اب سفر کرنے میں دقت پیش آتی ہے، میں ختم نبوت کانفرنس میں جاؤں یا نہ جاؤں؟“ فرمایا! میاں صاحب یہ بتاؤ آپ مجلس تحفظ ختم نبوت کے ممبر ہیں کہ نہیں؟ عرض کیا: حضور! ممبر تو ہوں! پھر دریافت فرمایا! آپ کا ختم نبوت پر ایمان ہے؟ عرض کیا جی ہے! سیدی حضرت خواجہ صاحب مدظلہٗ العالی نے ارشاد فرمایا: میاں صاحب! پھر جانا بھی ضروری ہے! اس مضمون سے حضرت خواجہ صاحب مدظلہٗ العالی کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی اور مسئلہ ختم نبوت سے قلبی لگاؤ عیاں ہے۔

آفتابِ معرفت

مولانا شیخ رشید الحق خان عابدؔ نقشبندی

رفتم و از رفتنِ من عالمے تاریک شد
من مگر شمسم چوں رفتم بزم برہم ساختم

آنحضرت جل سلطانہ کی خلاقی وصناعی کا کیا کہیئے کہ اس نے باوجود قدرتِ تامہ کے اپنی حکمتِ بالغہ سے نوع بنی آدم کو مختلف الاستعداد والحیثیۃ بنایا، جس کو خبیث النفس اور مبغوض جانا؛ اس کو کفر وشرک اور بُعد کی تاریکیوں میں دھکیل دیا، یا خلق کی ایذاء رسانی اور تکلیف دہی کی قعرِ مذلت میں گرا کر لعنتوں کا مستحق ٹھہرایا اور ''نُولّہ ما تولّی'' کی سزا سنائی۔ اور جس کو شریف النفس پایا؛ اس کو پسند فرما کر ایمان و عمل صالح کے اَنوار سے مزین فرمایا اور جس کو مقعدِ صدق کے لائق پایا، اُس کو اپنے در پہ بٹھا کر قرب و معرفت اور لذت آشنائی بخشی۔ پھر لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ کی نوید سنائی۔

فالحمد لمن قدّر خیراً و خبالاً

قسمت کیا ہر ایک کو قسّامِ ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

پھر بخاطرِ مصلحت اپنے نظامِ خیر وشر کی کشاکش کو تاقیامت جاری رکھنے کیلئے ہر دور میں، ہر استعداد کے مظاہر خیر وشر پیدا فرمائے۔ اگر ایک طرف مظاہرِ خیر میں اصحابِ صفا پیدا فرمائے، تو مظاہرِ شر میں اصحابِ کدورت ظاہر فرمائے۔ اگر اِدھر فنا فی اللہ کے حامل پیدا فرمائے، تو اُدھر فنا فی الشیطان ظاہر فرمائے۔ اگر مظاہرِ خیر میں استعداد عالی کی بنا پر اِنسلاخ عن الشر کو وجود بخشا تو مظاہر شر میں اِنسلاخ عن الخیر سے نظام جاری رکھا۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا اِمروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

گویا کہ ہر زمانے میں لکل فرعون موسیٰ کا اصول جاری رہا۔ چنانچہ آخری دور میں مھدی اور دجال اسی اِنسلاخ عن المادۃ کے مظاہر ہوں گے۔ الف ثانی میں حضرتِ حق جل مجدہٗ نے دینِ اکبری کو بیخ وبُن سے اکھاڑ پھینکنے کیلئے امامِ ربّانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کی براہ راست تربیت فرما کر اُن کو اپنے قرب و معرفت کے انتہائی اعلیٰ مراتب عنایت فرمائے۔ جو بڑے بڑے اکابر مشائخ امت کے وہم وگمان میں بھی نہ تھے۔ اور کم ترک الأوّل للآخر کا مصداق بنے۔ نسبتِ مجددّیہ انہی مراتب سے عبارت ہے۔ پھر آنحضرت جل سلطانہ نے اس نسبتِ مجددیہ کی چوٹیوں پر فائز ہونے کیلئے جن چند برگزیدہ شخصیات کو منتخب فرمایا، اس آخری دور میں انہی میں سے قیومِ زمان اعلیٰ حضرت خواجہ ابو السعد احمد خان قدس سرہ بانی خانقاہ سراجیہ کی ذات گرامی تھی۔ حضرت حق جل مجدہٗ جب کسی کو نوازنے کا ارادہ فرماتے ہیں، تو خلقِ اسباب ورفعِ موانع بھی خود فرمادیتے ہیں۔ چنانچہ امامِ وقت شہنشاہِ معرفت مخدوم العلماء والمشائخ خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ قدس سرہ کی تربیت کے لئے اعلیٰ حضرت قیومِ زمان کو ان کے ہاں بھجوایا۔

پھر ان کی نگرانی میں اعلیٰ علم وعمل سے نوازا۔ پھر حضرت ثانی قدس سرہ کی تربیت میں عین جوانی میں نسبتِ مجدّدیہ کی بلندیوں سے سرفراز فرمایا اور پھر کم وبیش پچاس سال سے زائد عرصہ تک شہنشاہِ معرفت اور امام ہونے کا شرف بخشا! حق یہ ہے کہ اتنی بڑی سعادتیں امت میں خال خال ہی کسی کو نصیب ہوئی ہیں۔ ’’ولی را ولی می شناسد‘‘ کے ضابطہ کے تحت اگرچہ کسی ادنیٰ ولی کو بھی ولی کے بغیر دوسرا نہیں پہچان سکتا، چہ جائیکہ امامِ وقت کو کوئی پہچانے، خصوصاً جبکہ اعلیٰ ظرفی، خاموشیٔ طبع اور اِخفاءِ حال کی بنا پر امتیازی تعلّی ورسمی برتری کا بھی دور پار تک کوئی شائبہ نہ ہو۔ حق یہ ہے کہ اس پچاس سال کے عرصہ میں انہی وجوہ کی بنا پر بڑے بڑے اکابرِ علم واساطینِ روحانیت میں سے شاید ہی کسی نے حضرت کی ذاتِ عالی کو کما حقہ پہچانا ہو۔ ظاہر ہے کہ جس کسی کے مقاماتِ قرب کا علم ہی کسی کو نہ ہو تو ان تک رسائی کا علم کسی کو کیسے ہو سکے گا؟! چنانچہ ایک دفعہ اس نادان نے جرأت کرتے ہوئے حضرت خواجہؒ سے عرض کر ہی دی کہ: معتقدین میں سے شاید ہی کوئی آنحضور کی بلندیٔ مرتبت کو جانتا ہو، حضرت نے مسکرا کر فرمایا: ’’آپ کی بہت مہربانی‘‘۔

راقم الحروف اگرچہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ معصومیہ میں شیخ المشائخ حضرت شیخ سید صفی اللہ شاہ بخاری قدّس سرہ کا مرید، تربیت یافتہ اور خاتم الخلفاء ہے جو کہ فاضل دیوبند تھے۔ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے شاگردِ خاص اور شیخ العرب والعجم مولانا عبد الغفور مدنیؒ کے سات سلاسل میں خلیفہ اَجل تھے۔ اپنی وضع قطع، بودوباش اور ریاضت کے اعتبار سے اکابر مشائخ متقدمین کا کامل نمونہ تھے اور یہ نادان سلسلہ مجددیہ بنوریہ میں شیخ المشائخ خواجہ مظفر الدین سید پوری قدس سرہ اور خواجہ محمد سعید کوہستانی قدس سرہ کا

خلیفہ ہے۔ دونوں حضرات قطب وقت خواجہ شمس الدین سید پوری بنوری قدس سرہ کے خلفاء تھے، جبکہ اوّل الذکر صاحبزادے بھی تھے۔ دونوں نے تقریباً سو سال سے زیادہ عمر پائی۔ دونوں حضرات مجھ کم نصیب پر بہت ہی مہربان تھے۔ اوّل الذکر کی سوسالہ زندگی کا سب سے چہیتا خلیفہ اور ثانی الذکر کی سوسالہ زندگی کا واحد خلیفہ ہونے کا شرف حضرتِ حق نے عنایت فرمایا!

میرے اس بنوری سلسلے کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس نالائق کی معلومات کے مطابق عالم اسلام میں پھیلے ہوئے مجددی سلاسل میں سب سے عالی سند سلسلہ ہے۔ باوجود بلندیٔ مرتبت کے حضرت خواجہؒ اور امام ربانیؒ کے درمیان بارہ یا تیرہ واسطے ہیں۔ جبکہ مجھ نالائق اور امام ربانیؒ کے درمیان صرف نو واسطے ہیں۔ سند کا عالی ہونا علومِ ظاہرہ میں خصوصاً فنِ حدیث میں اگر چہ بہت اہمیت کا حامل ہے لیکن فنِ تصوف میں جس کا مدار بلندیٔ قرب و مرتبت پر ہے سند کا عالی ہونا زیادہ سے زیادہ فی الجملہ اہمیت رکھتا ہے۔

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا
غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گہر سے

حضرت خواجہؒ کے ساتھ مجھ نالائق کو بچپن سے ہی اعتقاد تھا۔ معلوم نہیں کہ عالمِ اسباب میں اس کی وجہ کیا بنی تھی؟! لیکن بندہ کے برادر کبیر قاری محمد اشرف خان ماجد (مرحوم) کے حضرت خواجہؒ سے بیعت کرنے پر اس اعتقاد کو مزید تقویت ملی۔ لیکن باضابطہ استفادے کا موقع مندرجہ بالا مشائخؒ سے ہی ملا۔ آخر عمر میں حضرت خواجہؒ سے خط و کتابت بھی چند بار ہوئی اور زیارت اور صحبت شریفہ میں حاضری کی سعادت بھی چند بار ملی اور علمی و روحانی استفادے کا موقع بھی نصیب ہوا۔ آٹھ، دس بار حضرت نے شفقت فرماتے ہوئے تنہائی میں نجی ملاقات کا موقع بھی عنایت فرمایا اور چند بار مختلف مواقع و مقامات میں مجامع میں ملاقات کا موقع بھی ملا۔ نظر کشفی سے بندہ کی روحانیت و حقیقت کو دیکھتے ہوئے اسباق کی نشاندہی اور راہنمائی بھی فرماتے رہے۔ ماوشما کیلئے جس شخصیت کا تعارف ہی ناممکن ہو اس کے بارے میں مجھ بے بضاعت کا کچھ ذکر کرنا اگر چہ سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوگا لیکن:

ما تماشا کنانِ کوتہ دست
تو درختِ بلند وبالائی

کا اعتراف کرتے ہوئے یہ نادان صحبت شریفہ میں اخذ کردہ، چند علمی و روحانی فیوض و برکات کا ذکر کرنے کی کوشش کرے گا۔ اگر چہ اس سے حضرت کے کسی ادنیٰ کمال کی عکاسی بھی نہیں ہو سکے گی۔

ہزار بار بشویم دہن زِ مشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کمال بے ادبی است

بلندیٔ مرتبت

آنحضرت جل سلطانہ نے امامِ وقت حضرت خواجہؒ کو تمام کمالاتِ ظاہری و باطنی، علمی، عملی و روحانی سے بھرپور نوازا تھا۔ بندہ نے اپنی حیات میں جن اکابر علماء و مشائخ کی زیارت کی، کسی کو بھی جامعیت کمالاتِ ثلثہ میں حضرت خواجہؒ کے برابر نہیں پایا۔ خاص طور پر فنِ تصوف کے تمام لوازم و آثار کا حامل، نیز بیعت، معرفت و حقیقت کے رموز و اسرار کا پورا پورا آشنا حضرت عالی کے ہم پلہ کوئی شخص عالم اسباب میں قریب قریب ناممکن تھا۔ اوائل شباب میں اپنی کم ظرفی و پست ہمتی کی بنا پر بندہ کا خیال تھا، کہ نسبت مجددیہ کے انتہائی اعلیٰ و آخری مراتب، بالخصوص ''کمالات وحقائق'' کے حامل لوگ اس دور میں نہیں ہوا کرتے۔ چنانچہ آج سے اٹھارہ سال قبل حضرت کے سامنے حضرت کے اسی مکتوب پر تبصرہ کرتے ہوئے جو آخر میں درج کیا جائے گا، بندہ نے اپنے اس خیال کا اظہار کیا تو مسکرا کر فرمایا کہ:

''تمہارا خیال درست نہیں بلکہ اس نسبت کے حامل لوگ اس دور میں بھی موجود ہیں''۔ چنانچہ بندہ نے استشہاد کے طور پر امام الہند شاہ ولی اللہؒ کے معاصر مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کا قول نقل کیا کہ انہوں نے اپنے آخری دور میں سالکین کی سست روی کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ:

> ''عنقریب کمالات کا دروازہ بند ہو جائے گا اور ولایت کا کھلا رہے گا،
> حقائق تک رسائی تو بہت متعذر رہے۔''

لگے ہاتھوں حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کا تعارف بھی کراتا چلوں کہ مرزا صاحبؒ کس پائے کی شخصیت تھے؟! امام الہند شاہ ولی اللہؒ جیسی نابغہ روزگار شخصیت، جو اپنی اعلیٰ ظرفی اور عالی نفسی کی بنا پر بہت کم کسی کی معتقد تھی اور حسبِ عادت بہت کم کسی کیلئے تعریفی کلمات شاہ صاحبؒ نے فرمائے ہیں۔ لیکن باوجود مرزا صاحبؒ کے معاصر ہونے کے شاہ صاحبؒ کا فرمان ہے کہ:

> ''اللہ پاک نے مجھے اتنا اعلیٰ کشفِ صحیح عنایت فرمایا کہ کسی وقت پوری دنیا میرے سامنے ایسے منکشف ہوتی ہے جیسے ہاتھوں کی لکیریں۔ میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ اس وقت دنیا کی کسی اقلیم میں مرزا صاحبؒ جیسی شخصیت موجود نہیں۔ وہ قیّم طریقہ احمدیہ ہیں۔ جو بھی نسبت مجددیہ کی تحصیل چاہتا ہو اپنے آپ کو مرزا صاحبؒ تک پہنچائے۔''

بلکہ یہاں تک فرمایا کہ اتنی بلند شخصیات متقدمین میں بھی خال خال ہوئی ہیں۔ حضرت خواجہؒ نے بندہ سے مرزا صاحبؒ کا قول سن کر فرمایا کہ: اس سے مرزا صاحبؒ نے اپنی وفات کی طرف اشارہ

فرمایا ہے۔ بندہ نے عرض کی کہ: ’’کمالات وحقائق‘‘ کا دروازہ بند ہونے سے اگرچہ وفات کی طرف اشارہ ممکن ہے لیکن’’ ولایات کا دروازہ کھلا رہے گا‘‘ سے نسبت کے تنزل پذیر ہونے کی طرف واضح اشارہ ہے۔ حضرت خواجہؒ مسکرا کر قدرے خاموش رہے، پھر فرمایا کہ: مقامات’’کمالات وحقائق‘‘ کے قوت وضعف میں فرق ممکن ہے، ورنہ نفسِ کمالات حقائق اس دور میں بھی حاصل ہیں۔

تو و طوبیٰ و ما و قامتِ یار
فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

بے نفسی

دین و دنیا کی کوئی نعمت بھی جب حضرتِ حق جل شانہ کی طرف سے کسی کو عنایت ہوتی ہے، خاص طور پر جب کوئی بڑا منصب مل جائے، تو جب تک منعم علیہ بہت اعلیٰ ظرف اور وسیع الصدر نہ ہو، تب تک بڑوں بڑوں سے بھی خودنمائی کا عنصر ضرور شامل ہوجاتا ہے۔ لیکن حضرت خواجہؒ اس سلسلے میں بہت اعلیٰ ظرف واقع ہوئے تھے۔ بارہا بندہ نے مختلف حیلوں بہانوں سے کریدنے کی کوشش کی لیکن کیا مجال ہے کہ کبھی خودرائی کا اظہار ہو۔ جیسے کہ آئندہ آنے والے مکتوبات سے بھی معلوم ہوگا۔ حضرت خواجہؒ کو آنحضرت جل سلطانہ نے مسلسل حج ارزائی فرمائے تھے۔ جو کہ ایک نایاب یا کمیاب سعادت ہے!!

بندہ نے ایک دفعہ عرض کی کہ: جیسے حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ معصوم قدس سرہ نے’’یاقوتِ احمر‘‘ کے نام سے اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے’’فیوض الحرمین‘‘ کے نام سے اور دیگر اکابر نے مختلف ناموں سے حرمین شریفین میں پیش آمدہ معاملات، فیوضات و برکات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ آپ نے تو بہت زیادہ بار حاضری دے کر فیوض و برکات حاصل فرمائے ہیں۔ آپ بھی کچھ تحریر فرماتے ؟! برجستہ فرمایا:

اللہ اکبر! کہاں حضرت خواجہؒ جیسے خدا رسیدہ مرشدانِ حقیقی اور کہاں میرے جیسے نالائق رسمی اور نمائشی پیر۔ چہ نسبت خاک رابا عالم پاک! اسی ضمن میں ایک لطیفہ یاد آگیا کہ:

قطبِ وقت خواجہ شمس الدین سید پوری بنوری قدس سرہ کے ایک خلیفہ ریل گاڑی کے سفر میں تھے۔ ایک لحیم شحیم رسمی پیر صاحب بڑے طمطراق سے چار آدمیوں کی سیٹ پر قبضہ کرکے ایسے ہی براجمان تھے۔ خلیفہ صاحب اسی سیٹ کے ایک کونے پر بمشکل اڑ کر بیٹھ گئے اور بار بار پیر صاحب کی طرف لجاجت آمیز نظروں سے دیکھا کہ میں تنگ بیٹھا ہوں، شاید پیر صاحب تھوڑا اسمٹ کر میرے لیے کچھ گنجائش پیدا کریں۔ لیکن پیر صاحب ٹس سے مس نہ ہوئے اور نہ ہی خلیفہ صاحب کی روحانیت کو پَرکھ سکے۔ آخر خلیفہ صاحب نے عرض کردی کہ: حضور! اگر تھوڑا کلوز ہوجائیں تو میرے لیے گنجائش نکل سکتی ہے۔ پیر صاحب

جو کہ کافی دیر سے خودنمائی کیلئے پر تول رہے تھے لیکن موقع نہیں مل رہا تھا، فوراً غصے سے گردن کو خاص انداز میں تاؤ دے کر بولے: آپ کو معلوم ہے کہ میرے چار لاکھ مرید ہیں؟! خلیفہ صاحب نے عرض کی کہ: ’’حضور میں نے تو مریدوں کی تعداد پوچھی بھی نہیں، نہ ہی اس سے میری کوئی غرض ہے کہ مجھے تو بیٹھنے کیلئے ڈیڑھ فٹ جگہ چاہئے!!‘‘ ظاہر ہے کہ ایسے خودنما پیروں سے کسی کی کیا اصلاح ہوگی؟!

یہ زاہد نفس پرور تیرے دربان بن کے بیٹھے ہیں
خداوند تیرے در تک رسائی کتنی مشکل ہے

کشف وکرامات

کشف وکرامات اگرچہ ولایت کی شرط نہیں، لیکن کم وبیش صوفیانہ ولایت کے لوازم وآثار میں سے ہے۔ طریقِ تصوف میں آنحضرت جل سلطانہ کا شاید ہی کوئی ایسا پاک باطن برگزیدہ بندہ ہو جو کم و بیش اس سے خالی ہو۔ خواہ وہ خود سمجھے یا نہ سمجھے۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمتہ جن کی سجادگی کا زمانہ چوّن سالہ (۵۴) طویل عرصہ پہ محیط ہے۔ لاکھوں مریدین اور متوسلین حضرت خواجہؒ سے فیض یاب ہوئے۔ ہزاروں معتقدین نے موقع بموقع ان سے کشف وکرامات کا صدور دیکھا جو کہ معتقدین میں ہر خاص و عام کی زبان پر ہیں۔ راقم الحروف اپنے ساتھ پیش آمدہ دو واقعاتِ کشف کا ذکر کرے گا:

پہلا واقعہ

خانقاہ شریف میں گرمیوں میں عصر کی مجلس میں بندہ بھی حاضر تھا۔ حضرت کے حجرہ شریفہ اور مسجد کے صحن کے درمیان کھلی فضا میں مجلس ہوتی تھی۔ حضرت چارپائی پر تشریف فرما تھے اور چند معتقدین حضور کا بدن مبارک دبا رہے تھے۔ بندہ بھی آہستہ آہستہ قریب پہنچا، دبانے والے ساتھی نے حضرت کا بازو اس انداز سے تھام رکھا تھا کہ دست مبارک مجھے نظر آ رہا تھا، بندہ چونکہ پامسٹری کا شوق بھی رکھتا تھا۔ خیال ہوا کہ حضرت کے دست مبارک میں کونسی ایسی لکیر ہے جو حضرت کے امامِ وقت ہونے پر دال ہے، دیکھنا چاہئے۔ بندہ نے غیر محسوس طریقے سے مزید قریب ہونے کی کوشش کی۔ حضرت نے مکشوف ہونے پر فوراً لطیف حیلے سے دست مبارک کا رخ اپنی طرف فرما کر مٹھی بند کر لی اور دو، تین بار بندہ کی طرف خاص نظروں سے دیکھا اور آخر تک مٹھی بند ہی رکھی۔

دوسرا واقعہ

حضرت خواجہؒ اپنی افتادِ طبع اور خاموشی کی بنا پر بوقت ملاقات عام طور پر رسمی علیک سلیک پر ہی

اکتفا فرماتے تھے۔ بہت ہی اخص الخواص حضرات سے معمول سے زائد انبساط بھی کبھی فرمایا کرتے تھے۔حضرت اسلام آباد تشریف لائے ہوئے تھے۔ بندہ حاضر ہوا۔گھر کے کسی بچے نے بتایا کہ حضرت کھانا تناول فرمارہے ہیں۔ چنانچہ بندہ نے باہر گلی میں ہی چہل قدمی میں بہتری سمجھی۔خیال ہوا کہ اندر مجمع بھی ہوگا،سر سری سی ملاقات ہوسکے گی۔ کاش کہ حضرت خود ہی خلاف معمول کافی انبساط وشفقت فرمائیں!چنانچہ حضرت کے فارغ ہونے پر بندہ حاضر ہوا۔حضرت نے بوقت سلام خلاف معمول بندہ کا ہاتھ کافی دیر تھامے رکھا اور حال احوال پوچھتے رہے۔ بالآخر بندہ اپنے خیال اور خواہش پہ مسکرادیا۔ حضرت بھی مجھے دیکھ کر مسکرائے اور پھر ہاتھ چھوڑ دیا۔اسی طرح میرے علاوہ ہزاروں معتقدین کیساتھ ایسے واقعات بارہا بارپیش آئے ہوں گے جوکہ حضرت کے انتہائی روشن ضمیر ہونے پر دال ہیں۔

حافظہ

محدثین ،فقہاء اور علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں حافظے کو خاص اہمیت حاصل رہی ہے اوران کی سوانح میں اس کا خاص ذکر ملتا ہے۔ جوکہ وہبی اور کسبی دونوں طرح کا ہوسکتا ہے۔گناہوں سے تحفظ ،خصوصی طور پرنظروں کی حفاظت سے اس کا خاص تعلق رہا ہے۔لیکن عام ضابطے کے برعکس تصوف میں کمال کا مدار چونکہ فنا و بقا پر ہے جوکہ ماسوا کے نسیان پر مرتب ہے۔اسی لئے صوفیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ میں ایسے ایسے مستغرق الحال لوگ بھی بکثرت ہوئے ہیں جو اپنا نام تک بھول جاتے تھے۔ لیکن حضرت خواجہؒ باوجود انتہائی اونچے صوفی صافی ہونے کے کمال درجہ کا صحو وبقا بھی رکھتے تھے۔اس لئے حافظہ بھی بہت قوی رکھتے تھے۔خانقاہ کی طرف سے ایک بار ’’ دلائل الخیرات‘‘طبع ہوئی۔جس کے شروع میں درودِتاج بھی طبع ہوا۔ایک ٹھیٹھ مولویانہ ذہن رکھنے والے ساتھی نے کہا کہ: اس میں کچھ الفاظ موہم شرک ہیں! بندہ اتفاق سے اپنے کسی مقصد کیلئے حضرت خواجہؒ کو خط ارسال کررہا تھا۔اس نے بھی یہ اشکال لکھ کر بھیج دیا۔حضرت خواجہؒ نے جواب میں’’ دلائل الخیرات‘‘ کے شروع میں درودِتاج کی طبع سے لاعلمی اور بے تعلقی ظاہر فرما کر معذرت فرمائی۔ بات آئی گئی ہوگئی۔

اس واقعے سے تین سال بعد بندہ پہلی بار خانقاہ شریف زیارت کیلئے حاضر ہوا تو غالباً دوسرے دن حضرت خواجہؒ نے ایک عبارت بندہ کے سامنے رکھ دی فرمایا کہ: اس عبارت پر شرعاً کوئی اشکال تو نہیں؟! بندہ نے عرض کی کہ: اگر’’ با‘‘ سببیت کے لئے لیں ،علت کیلئے نہ لیں،تو بظاہر کوئی اشکال نہیں۔ حضرت نے فوراً مسکرا کر فرمایا کہ: پھرلوگ درودِتاج پر کیوں اعتراض کرتے ہیں!! سچ یہ ہے کہ درودِتاج والا مندرجہ بالا قصہ بندہ کے اپنے ذہن سے نکل چکا تھا لیکن حضرت کے فرمانے سے ذہن میں تازہ ہوا

اور حضرت کے قوی حافظے کی داد دینی پڑی۔

عشقِ امام ربّانیؒ

اگرچہ مجددی سلسلے کے ہر شابّ وشیخ کو امام ربانی سے خصوصی محبت ہوتی ہے لیکن حضرت خواجہؒ کو امام ربانیؒ سے غایت درجہ محبت تھی۔ اتفاق سے ایک بار مجلس میں بندہ نے عرض کی کہ: خاتم المحدثین علامہ انور شاہ کاشمیریؒ نے فرمایا ہے کہ: امام ربانیؒ کے خلیفہ اجل شیخ آدم بنوریؒ کے بعض مَلَکات، امام ربانیؒ سے زیادہ قوی تھے۔ خلاف معمول سن کر حضرت چیں بجبیں ہوئے اور فرمایا کہ:

"کاشمیری صاحبؒ نے کونسی نسبت مجددیہ حاصل کی ہوئی تھی کہ ان کو یہ کہنے کا حق ہو؟!!"

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نماز کے تشہد میں رفع مسبحہ کے قائل نہیں تھے اور ان کے عاشق صادق تمام حاملین نسبتِ مجددیہ بھی اسی نسبت سے رفع مسبحہ نہیں فرماتے تھے۔ حضرت خواجہؒ کا بھی معمول عدم رفع کا تھا۔ اسی طرح رئیس المحدثین حضرت مولانا حسین علیؒ بھی عدم رفع کے قائل تھے۔ امام ربانیؒ نے مکتوبات میں فقہی روایات سے مدلل ایک مکتوب عدم رفع مسبحہ پر بھی تحریر فرمایا ہے۔ ایک دن بندہ نے حضرت خواجہؒ سے عرض کی کہ: "آپ کے تشہد میں اشارہ نہ فرمانے کی کیا وجہ ہے؟" فرمایا کہ: تم نے مجدد صاحبؒ کا مکتوب نہیں پڑھا؟! بندہ نے عرض کی کہ: بندہ نے مرزا صاحبؒ کا مکتوب بھی پڑھا ہے (مرزا صاحب نے اثبات رفع مسبحہ پر مکتوب تحریر فرمایا ہے اور باوجود مجددی اور عاشق امام ربانی ہونے کے مجدد صاحب کے قول کو فقہی اعتبار سے مرجوح قرار دیا ہے) حضرت میرا جواب سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ: حضرت مجددؒ کے صاحبزادہ ثانی خواجہ محمد سعیدؒ نے عدم رفع پر ایک مستقل کتاب تحریر فرمائی ہے۔ بندہ نے عرض کی کہ: مجھے امام ربانیؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے خواجہ محمد یحییٰؒ کے اثبات رفع پر مستقل تصنیف کا بھی علم ہے۔ حضرت جواب سن کر محظوظ ہوئے اور مسکراتے رہے۔ آخر میں بندہ نے عرض کی: کہ ہماری حنفی فقہی روایات کا سب سے بڑا ماخذ اور سند تو امام محمدؒ ہیں۔ وہ خود فرمارہے ہیں: "وبه نأخذ وهو قول أبي حنيفةؒ" کہ ہمارے امام ابوحنیفہؒ کا یہی قول وعمل ہے، رفع مسبحہ، اور اسی پر ہمارا عمل ہے۔ تو پھر کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے! حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ: بھئی آپ کیا کریں، آپ کو کون روکتا ہے؟!!

سکوتِ دائمی

ہر سلسلے کی اپنی خصوصیات ہوا کرتی ہیں، سلسلہ نقشبندیہ کی بنا ہی چونکہ ذکر خفی پر ہے۔ اس لئے

خاموشی سے صحبتِ شیخ میں اپنے لطائف اور اسباق کی طرف متوجہ رہ کر فیوض و برکات اخذ کرنے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ حضرت خواجہؒ اسی اصول کی بنا پر ہمیشہ خاموش رہتے تھے۔ احادیث میں خواجہ کائنات حضرت ختم المرسلین ﷺ کے بارے میں کان کثیر الصمت کے الفاظ آئے ہیں اور یہ تو قارئین نے سنا ہی ہوگا کہ: حکمت ودانائی کے دس اجزاء ہیں، جن میں سے نوصرف خاموشی میں ہیں اور ویسے بھی اصحابِ عشق ومعرفت کی خاموشی خالی سکوت کا نام ہی نہیں، بلکہ خموشی معنی دارد کہ درگفتن نمی آید کا مصداق ہوتی ہے۔ نیز من عرف الله کلّ لسانہ بھی مسلّمات میں سے ہے۔ ان تمام امور کی بنا پر حضرت خواجہؒ دائم السکوت تھے۔ عوام الناس جو کہ جب تک وعظ ونصیحت یا بیان نہ سن لیں متأثر نہیں ہوتے۔ اسی طرح اس اصول کو نہ سمجھنے والے اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ بھی حضرت کی مسلسل خاموشی پہ حیران ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک بار کسی نے عرض کر ہی دی کہ: حضور کچھ فرمائیں؟ تو حضرت خواجہؒ نے امام ربانیؒ کا قول نقل فرمایا کہ:

”جس کو ہماری خاموشی سے فائدہ نہ ہو، اس کو ہمارا کلام کوئی فائدہ نہیں دے گا۔“

ایک دفعہ اتفاق سے بندہ خانقاہ میں تھا۔ مظفر گڑھ کے علاقے سے ایک عمر رسیدہ سفید ریش، تقریباً حضرت کے ہم عمر ایک صاحب، بڑے باتونی اور چٹورے قسم کے مرید تشریف لائے۔ غالباً کسی دینی مدرسے کے سفیر بھی تھے۔ مجلس شریفہ میں سوائے علیک سلیک کے کوئی بات بھی نہ سن پائے۔ مجلس کے بعد میرے پاس آبیٹھے اور فرمانے لگے کہ: حضرت تو بالکل بولتے ہی نہیں! میرے پہلے شیخ خواجہ سعید گوہانویؒ مجھے بہت نصیحتیں فرمایا کرتے تھے۔ بندہ نے عرض کی کہ: اپنی اپنی طبیعت ہے، جو بات واقعی ضروری ہو حضرت فرمادیتے ہیں۔ جو نہیں فرماتے وہ ضروری نہیں ہوتی۔ کہنے لگے کہ: میں تو حضرت کی خاموشی سے تھک جاتا ہوں! حضرت کو کچھ نہ کچھ فرمانا چاہئے۔ بندہ نے عرض کی کہ: بزرگوں کے بارے میں ایسی باتیں نہیں کیا کرتے۔ عصر کی مجلس میں ان صاحب نے حضرت کے کچھ فرمانے کا انتظار کیا لیکن بے سود۔ بالآخر خود ہی بول پڑے کہ: سائیں! میرے پہلے پیر مجھے بہت نصیحتیں کرتے تھے۔ چنانچہ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو میں نے عرض کی کہ: آپ تو اب فوت ہو رہے ہیں میرے بارے میں کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ: میری وفات کے بعد دو آدمیوں میں سے جس کے پاس مرضی ہو چلے جانا: ایک حضرت خواجہ عبداللہ بہلوی شجاع آبادی ہیں اور دوسرے حضرت خواجہ خان محمد کندیاں والے ہیں۔ چنانچہ میں ابھی اسی شش و پنج میں تھا کہ دونوں میں سے کس کے پاس جاؤں؟! تو کچھ عرصہ بعد خواجہ عبداللہ بہلویؒ بھی وفات پاگئے۔ چنانچہ پھر صرف آپ ہی رہ گئے۔ پھر میں آپ سے بیعت ہوا۔ اس

بزرگ کی زبان سرائیکی تھی اور حضرت کے ساتھ بات کا طرز بالکل ہم عمر دوستوں جیسا تھا۔ جس سے حضرت خواجہؒ سمیت پوری مجلس کافی محظوظ ہوئی۔ ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ:

''سائیں! چند سال پہلے جو مرید آپ کے پاس آتے تھے کافی سخی ہوتے تھے۔ کوئی مٹھائی لے آتا، کوئی پھل لے آتا، مجھے بھی کھانے کا موقع مل جاتا۔ لیکن اب چند دن سے دیکھ رہا ہوں کہ کافی بخیل مرید آتے ہیں، کوئی چیز نہیں لاتے! حضرت نے فرمایا: تمہیں مٹھائی کی خواہش ہے تمہیں مل جائے گی۔ ان صاحب نے حضرت کی بشاشت کو دیکھتے ہوئے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ: یہ دستار کافی سال پہلے آپ نے دی تھی، اب بالکل بوسیدہ ہوچکی ہے۔ اس دفعہ نئی دستار مجھے عنایت کرو، میں لے کر جاؤں گا۔ حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ: مل جائے گی۔''

الغرض مجلس شریفہ میں اگرچہ ہر ایک کی خواہش ہوتی ہوگی کہ حضرت کچھ فرمائیں، لیکن حضرت اپنے اصول کی پاسداری فرماتے ہوئے، آفتابِ معرفت و موردِ تجلیات ہونے کی بنا پر اپنے فیوضات و برکات کی ضیاء پاشیوں سے باطنی طور پر مجلس کو گرم رکھتے تھے۔ جس سے اصحابِ بصیرت و استعداد، خصوصاً اصحابِ ادراک و کشف پوری طرح مستفیض ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک ہیئت پر جم کر بیٹھنا مشکل ہوتا تھا۔ انوار ہڈیوں میں سرایت کرتے ہوئے محسوس ہوتے تھے۔

دل سلگتا ہے تیرے سرد رویے پہ مرا
دیکھ اس برف نے کیا آگ لگا رکھی ہے

حضرت کی ذاتِ عالی تو نورِ مجسم تھی۔ مجلس شریفہ سے کسی کے بے فیض اُٹھنے کا تو سوال ہی کیا ہے۔ اِلّا یہ کہ کوئی بہت ہی شیطان صفت اور خلق کی ایذاء رسانی کی بنا پر محروم القسمت ہو تو علیحدہ بات ہے!

تہی دستانِ قسمت راچہ سود از رہبرِ کامل
خضر از آبِ حیواں تشنہ لب آرد سکندر را

ورنہ حضرتؒ تو جس علاقے میں تشریف فرما ہوتے، پورے علاقے کی فضا انوار کی بارش سے سیراب ہوتی تھی۔

ایک دفعہ بندہ بقرعید کے دوسرے دن قطب البلاد حضرتِ لاہور پہنچا۔ دو دن بعد حسب معمول رات کو سویا تو فضا معمول کے مطابق تھی لیکن سحری کو جب اُٹھا تو لاہور شہر کی فضا کو بندہ نے روحانیت سے معمور پایا۔ بڑی حیرت ہوئی کہ ابھی رات کو خلاف معمول کوئی بات نہیں تھی، اب سحری کو یہ روحانیت کہاں سے آئی۔ فوراً ذہن حضرت خواجہؒ کی طرف منتقل ہوا کہ غالباً رات کے کسی حصے میں حضرت خواجہؒ لاہور میں

تشریف فرما ہوئے ہیں۔ چنانچہ صبح فجر کے فوراً بعد ناشتے میں بندہ نے میزبان سے کہا کہ شاید حضرت خواجہؒ لاہور میں تشریف لائے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حضرت چند دن قبل حج پر تشریف لے گئے تھے، عید کے فوراً بعد بظاہر واپسی کا کوئی امکان نہیں، لیکن بندہ اپنے ادراک پر مصر تھا۔ چنانچہ ایک ساتھی معلومات کے لئے حضرت کے مخلص قاری نذیر صاحب کے پاس بھیجا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت واقعی رات ساڑھے بارہ بجے کی فلائٹ پر تشریف لائے تھے اور ابھی ابھی ناشتہ کرکے خانقاہ تشریف لے گئے ہیں۔

شہر تو شہر ہے، سچ پوچھو تو کئی بار ایسا بھی ہوا کہ بندہ نے روحانی فضا کو مکدر اور سُونا سُونا پایا۔ خیال ہوا کہ شاید حضرت خواجہؒ ملک میں تشریف فرما نہیں ہیں۔ چنانچہ معلومات کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعی حضرت خواجہؒ بیرون ملک کے دورے پر تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضاء لئے پھرتے ہیں اپنی آستینوں میں

قصہ عجیبہ

حضرت خواجہؒ اگرچہ آخری سالوں میں مندرجہ بالا سکوت پر بہت کاربند تھے۔ لیکن اٹھارہ بیس سال قبل کی مجالس میں سوالوں کا خاطر خواہ جواب ضرور مرحمت فرماتے تھے۔ بندہ جب بھی مجلس میں ہوتا تو تصوف کے کسی موضوع پر ضرور پوچھ گچھ کرتا رہتا اور حضرت بھی شفقت فرماتے ہوئے واجبی سا جواب ضرور مرحمت فرماتے۔ اتفاق سے بندہ نے تصوف کی کوئی بات پوچھی تو حضرت بات سنتے ہی فوراً خلاف معمول اٹھ کر باہر تشریف لے گئے۔ ساری مجلس میری طرف دیکھنے لگی۔ بندہ خود اپنی جگہ پریشان کہ خدانخواستہ کوئی گستاخی مجھ سے ہوئی ہے کیا؟ لیکن مجلس کے ایک حاضر باش، مزاج شناس نے میری طرف اشارہ کیا کہ آپ بھی حضرت کے پیچھے چلے جائیں۔ بندہ لرزتی ٹانگوں سے حضرت کے پیچھے چل پڑا۔ چنانچہ حضرت کشاں کشاں خانقاہ کی لائبریری میں تشریف لے گئے اور خانہ کتبِ تصوف کے سامنے قیام فرما ہوئے۔ بندہ پیچھے کھڑا رہا۔ حضرت نے کچھ دیر کی تلاش کے بعد تصوف کی مشہور کتاب ''لوائح جامیؒ'' نکالی۔ فہرست دیکھی اور پھر کتاب بندہ کے ہاتھ میں تھما دی، فرمایا کہ: اس کا فلاں جگہ سے مطالعہ کرلو۔ چنانچہ واپس ہم دونوں حجرہ شریفہ پہنچے۔ دوپہر کی فرصت میں بندہ نے کتاب کا مطالعہ کیا اور ظہر کی مجلس میں عرض کی کہ: میں نے کتاب کا مطالعہ کرلیا ہے لیکن اس میں چند باتیں غلط ہیں! حضرت نے فرمایا کہ: یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ بندہ نے وہ مقام کھول کر آگے کردیا۔ حضرت دیکھ کر مسکرائے، فرمایا کہ: ہاں کتابت کی غلطی سے مضمون غلط ہوگیا ہے۔ پھر رات کی مجلس میں جس میں ساتھی نسبتاً کم ہوتے تھے۔ بندہ نے

وحدۃ الوجود کی بحث شروع کی۔ حضرتؒ نے کافی معلومات افزاء جوابات عنایت فرمائے۔ جو آخر میں مکتوب کے بعد بندہ ذکر کرے گا۔ ایک جواب جس پر بندہ نے اشکال ظاہر کیا، اس کا جواب باحوالہ دکھانے کے لئے حضرتؒ نے فرمایا کہ: اپنے پیچھے موجود الماری سے فلاں کتاب دے دو۔ حضرت نے وہ حوالہ تلاش کرنے کی کافی کوشش فرمائی لیکن پندرہ منٹ کی جستجو کے باوجود حوالہ نہ مل سکا۔ آخر بندہ نے عرض کی کہ: چلو پھر کسی موقع پر تلاش کرلیں گے، لیکن حضرت نے میری بات سنی اَن سنی کردی اور حوالہ کی تلاش جاری رکھی۔ جبکہ بندہ کو پہلے سے علم تھا کہ حضرت خواجہؒ شیخ المشائخ شاہ غلام علی مجددیؒ کا قول مجھے دکھانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ جب تلاش کو پون گھنٹے کے قریب وقت ہوگیا اور تمام ساتھی میری طرف بار بار دیکھنے لگے کہ: حضرت کو تم نے ویسے مشقت میں ڈال رکھا ہے۔ بندہ نے دوبارہ عرض کی کہ حضور! صبح تلاش کرلیں گے لیکن حضرت بدستور ورق گردانی فرماتے رہے۔ بالآخر مجبوراً بندہ کو آخری پتہ پھینکنا پڑا کہ: میرے خیال میں حضور مجھے شاہ غلام علیؒ کا ارشاد دکھانا چاہتے ہیں، وہ پہلے سے میرے علم میں ہے۔ حضرتؒ نے مسکرا کر کتاب بند فرمادی اور فرمایا کہ: میں وہی دکھانا چاہتا تھا۔ حضرت نے مجھ نالائق کے وسعتِ مطالعہ کی تعریف بھی فرمائی، نیز شکر ادا کرنے کا حکم فرمایا۔

کمالِ عظیم

امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام کے جن چند جلیل القدر مشائخ کرامؒ کو آنحضرت جل سلطانہ نے شریعت، طریقت، معرفت، حقیقت کی جامعیت کی بنا پر پیری کی پوری پوری حقیقت مع لوازمہا وآثارہا عنایت فرمائی تھی، حضرت خواجہؒ اپنی بہت سی خصوصیات کی بنا پر ان مشائخ میں خاص مقام کے حامل تھے۔ مشائخِ طریقت کی عام طور پر تین اقسام ہر دور میں رہی ہیں۔ بندہ نے بھی تینوں اقسام کو دیکھ رکھا ہے:

قسمِ اوّل

بعض مشائخِ طریقت اگرچہ عملی، حالی اور باطنی طور پر کمالاتِ تصوف سے حسبِ استعداد، خاطر خواہ حد تک متحقق ہوتے ہیں اور باریاضت ہونے کی بنا پر دوسرے کی تربیت اور اصلاح بھی کرسکتے ہیں۔ لیکن علمی طور پر تصوف کی حقیقت سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ چنانچہ صاحبِ استعداد لوگ اگر علمی طور پر کوئی اشکال یا سوال، تصوف کے بارے میں ان سے پوچھیں، تو وہ جواب دینے سے عاجز ہوتے ہیں۔ ایسے مشائخ کی کثیر تعداد ہر دور میں خصوصاً آخری دور میں رہی ہے۔

قسمِ دوم

ایسے مشائخ جو عملی، حالی، روحانی اور باطنی کمالات میں بھی بیچارے کمزور ہوتے ہیں اور علمی طور پر بھی تصوف کے فن سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے۔ ایسے حضرات کو مشائخ کی بجائے پیران کرام کہنا چاہئے اور مجھ کم نصیب جیسے اکثر پیر اس دور کے تقریباً ایسے ہی ہیں۔

قسمِ سوم

ایسے مشائخ کرام جو واقعی سجادہ نشین ہیں، شریعت، طریقت اور حقیقت کے تمام پہلوؤں پر علمی، عملی، روحانی غرضیکہ ہر لحاظ سے حاوی ہوتے ہیں۔ کمال و تکمیل میں بھی اعلیٰ مقام رکھتے ہیں، فن کے بہترین شارح اور تسلی بخش جواب دہندہ ہوتے ہیں اور تصوف کے دقائق، معارف، رُموز و اسرار کے پوری طرح آشنا ہوتے ہیں۔ پہلے ادوار میں ایسے مشائخ بکثرت ہوتے تھے۔ لیکن آخری ادوار میں کم، اور دورِ حاضر میں سوائے حضرت خواجہؒ کے کوئی شخصیت راقم الحروف کی نظر سے اِس پائے کی نہیں گذری۔ فنِ تصوف سے ناآشنا لوگ خواہ عوام ہوں یا خواص، عام طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ پیری ایک معمولی، عام اور آسان سا کام ہے۔ حتیٰ کہ عوام تو عوام ہیں، خواص بلکہ علماء میں سے بھی کئی حضرات یہ کہتے ہوئے پائے گئے ہیں کہ پیری تو ہر بندہ کرسکتا ہے، صرف یہی تو بتانا ہوتا ہے کہ اتنی دفعہ فلاں ذکر کیا کرو اور بس۔

حاشا و کلّا ثم حاشا و کلّا!

بلا مبالغہ حق بات یہ ہے کہ ملتِ اسلامیہ کے تمام کاموں میں سب سے مشکل ترین کام پیری ہے۔ بڑے بڑے لوگ اس فن میں ناقص پائے گئے۔ پیری کیا ہے؟ اس کی حقیقت پر قدرے روشنی ڈالتا چلوں، تاکہ مغالطہ دہندگان کی غلط فہمی یا خوش فہمی دور ہوسکے۔

پیری نام ہے: آنحضرت جل سلطانہ کے مراتبِ قرب میں اپنے کمال اور دوسروں کی تکمیل کا۔

کمال کیا ہے؟ کمال نام ہے تین چیزوں کا:

۱:... ظاہراً و باطناً پورا پورا متبع شریعت و سنت متقی ہونا۔

۲:... باطن کا انوارِ حقیقت میں مستغرق ہونے کی بنا پر لطائفِ عشرہ کا پورا پورا مصفّٰی و مزکّٰی و مجلّٰی ہونا۔ قالب کا اعتدالِ حقیقی سے مشرف ہونا۔ مقام بی یسمع و بی یبصر کی بنا پر فنا فی اللہ و بقا باللہ سے مشرف ہونا۔ صاحبِ کشفِ عیانی یا کم ازکم صاحبِ کشف وجدانی و ادراک باطنی ہونا۔ دنیا و مافیہا کی محبت سے بالکلیہ خالی ہونا۔ دن رات کی کوئی گھڑی ریاضت، اعمال یا مشاہدہ و توجہ الی اللہ سے خالی نہ ہونا۔

۳:... آنحضرت جل سلطانہ کے معاملات کو پوری طرح سمجھنا اور ان کے مقتضیٰ پر ہمہ وقت عمل پیرا رہنا۔

جبکہ مقامِ تکمیل نام ہے مندرجہ ذیل تمام صفات سے متصف ہونے کا: جب کوئی بیعت کے ارادے سے آئے، اس کی استعداد کو دیکھنا، کہ قربِ عام کی استعداد رکھتا ہے یا قربِ خاص کی۔ اگر استعدادِ قربِ خاص رکھتا ہے، تو راہِ ولایت کی استعداد رکھتا ہے یا راہِ نبوت کی، بصورت ولایت استعداد جذب رکھتا ہے یا سلوک کی۔ کیونکہ ان میں سے ہر استعداد کے مناسب علیحدہ اذکار و اوراد ہیں۔ اصحابِ بصیرت نے دیکھا ہوگا کہ مشائخ سے بیعت کے بعد، مختلف اسباق، مختلف سالکین کو جو ملتے ہیں، اس میں اصل راز یہی استعداد کا فرق ہے۔ پھر سالک کس لطیفے یا مشرب سے خاص تعلق رکھتا ہے یا کس نبی کے زیرِ قدم ہے، تاکہ اس لطیفے پر خاص توجہات اور محنت کرائی جائے۔ عنایت شدہ ذکر اُس نے کیا ہے یا نہیں؟ اس کے لطائف اس سے متاثر ہوئے ہیں یا نہیں؟ اگلا سبق دیئے جانے کے قابل ہے یا نہیں؟ عالمِ امر سے مناسبت کم رکھنے کی صورت میں، خصوصی توجہات سے اُس کی مناسبت پیدا کرنا، تاکہ ناسوتی صفات چھوڑ کر ملکوتی صفات کی طرف ترقی کرے۔ پھر بحالتِ جذب، کیفیات و واردات کا تحمل نہ کر سکنے کی صورت میں اس کو مصلحت کی خاطر واپس نیچے لانا یا بصورتِ تحمل توجہ سے اُس کو اُس کیفیت سے بالا مقام پر لے جانا۔ سالک کی شرعی خامیوں سے پوری طرح باخبر رہنا اور اس مقام سے اس کو نکالنے کے لئے نصیحت، توجہ و دُعا سے اُس کی دستگیری کرنا۔ سالک کے کسی گناہ کی بنا پر نزولِ غضبی یا نزول عدلی کا شکار ہو کر عروج کھو دینے پر دوبارہ اُس کو اس مقام تک پہنچانا۔ بصورت استعداد عالی جونسی تجلیات اس سالک کے لئے نافع ہیں، اُن کو اس پر وارد کرنا اور مضر تجلیات سے بذریعہ بائی پاس کسی بالا تجلی تک پہنچانا۔ صاحبِ استعداد غیر ملکی مریدین یا دُور دراز رہنے والے عشاق سالکین کو دُور دراز کی توجہ سے مقاماتِ عالیہ تک پہنچانا اور سالکین کو پیش آنے والے علمی و حالی اشکالات سے تسلی بخش طریقے سے نجات دینا۔ فنافی الشیخ، فنافی الرسول اور فنافی اللہ جیسے مقامات سے گزار کر مقامِ احسان تک اس کو پہنچانا۔ عالمِ غیب کے رُموز و اسرار سے رفتہ رفتہ اُس کی مناسبت پیدا کر کے، ان کے حقائق کو سمجھنے کی استعداد اُجاگر کرنا۔ بے استعداد یا ضعیف الاستعداد سالکین پر انعکاس کی وجہ سے کھلنے والے کشوف کو بخاطرِ مصلحت بند کرنا۔ واقعات و منامات کی صحیح تعبیر کی عکاسی کرنا۔ سالکین کے علاوہ عام ملاقاتی حضرات کی حقیقت پر مطلع ہونا، تاکہ نزّلوا کل رجل منزلتہ پر عمل کیا جا سکے اور پھر سب کچھ کے باوجود اپنی حقیقت کو ان کی آلودگیوں سے بچائے رکھنا۔ اپنے اور سالکین کے اعمال و اشغال کے انوار و اثرات پر علمی و حالی پوری پوری گرفت رکھنا۔ مجلس پہ مختلف الجہات وارد شدہ کیفیات کے اسباب پر نظر رکھنا۔ غرضیکہ اس قسم کی بیسیوں وجوہ کے اسباب و علل، ثمرات و نتائج پر علماً و تصرفاً پوری طرح حاوی رہنا۔ ظاہر ہے کہ ان میں سے اکثر صفات کا مدار کشف و ادراکِ باطنی پر ہے۔ جن کا مدار ریاضتِ دائمی اور لقمہ حلال پر ہے۔ آج

کل دورِ حاضر میں نظام کے بأکثر الوجوہ سودی ہونے کی بنا پر رزقِ حلال تقریباً مفقود ہے، ہر جگہ مکروہ یا مشتبہ طعام سے واسطہ پڑتا ہے۔ ان حالات میں حتی الوسع احتیاط وتقویٰ کو ملحوظ رکھنا۔

سودی نظام ہے اور یہ تقویٰ کی آرزو
کتنا حسین فریب ہے جو کھا رہے ہیں ہم

اور پھر ریاضتِ دائمی کے لئے حضرت حق جل مجدہٗ کے عشق ومحبت سے سرشار ہونے کی بنا پر سالہا سال کی شبہائے تاریک کو روشن وزندہ رکھ کر اس شعر کا مصداق بننا:

اسی کشمکش میں گزریں میری زندگی کی راتیں
کبھی سوز و سازِ رُومی کبھی پیچ و تابِ رازی

غرضیکہ پیری کے یہ لوازم وآثار کم از کم دورِ حاضر کے لحاظ سے اتنے مشکل اور کٹھن ہیں کہ جوئے شیر لانے کے مترادف ہیں۔ ان لوازم وآثار کے ہوتے ہوئے پیری کو ایک عام اور آسان سا کام سمجھنا، خالی از خرد ہونے کی علامت ہے۔ دورِ حاضر میں پیری کے ان لوازم وآثار کے ساتھ امامِ وقت حضرت خواجہؒ پوری طرح متحقق اور متصف تھے۔ اگرچہ پیری کے اس رُخ کے ساتھ ساتھ معاشرہ میں رسمی پیری کا ایک دوسرا رُخ بھی بہت وسیع حد تک موجود ہے، جس رُخ کی عکاسی یہ شعر پوری طرح کر رہا ہے:

زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن
میراث میں آئی ہے انہیں مسندِ ارشاد

چنانچہ حضرت خواجہؒ جیسے مشائخ کو ہر وقت مریدوں کے جلو میں گھرے ہوئے دیکھ کر للچانے والے راہ گیر اسی غلط فہمی کی بنا پر، پیر بننے کی سعیٔ لاحاصل میں ہر ناجائز ہتھکنڈوں تک استعمال کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ لیکن خالی از رُوحانی کمالات آدمی کو یہ کون سمجھائے کہ پیری تو اُوپر سے نازل ہوتی ہے، ایڑی چوٹی کا زور لگانے سے اور اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرنے سے نہیں حاصل ہوتی:

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

علمی عبورِ کامل درفنِ تصوف

جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا کہ حضرت خواجہؒ جامعِ مشائخ میں سے تھے۔ علمی طور پر بھی فن تصوف پر عموماً اور علوم مجددیہ پر خصوصاً عبورِ کامل رکھتے تھے۔ فنی اصطلاحات وحقائق کے بہترین اور مستند شارح تھے۔ استشہاد کے طور پر حضرت خواجہؒ کے دو تین مکتوبات کا ذکر کر رہا ہوں، جو بندۂ ناچیز کے نام حضرت

خواجہؒ نے سوالوں کے جواب میں ارسال فرمائے۔ جس سے حضرت خواجہؒ کے علمی بلند مرتبہ کی کسی قدر عکاسی ہوتی ہے۔

عرصہ دراز قبل بندہ نے وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی حقیقت دریافت کرنے کے لئے ایک عریضہ حضرت خواجہؒ کی خدمت میں ارسال کیا۔ جس کا جواب حضرتؒ نے مندرجہ ذیل عنایت فرمایا جو کہ مِن وعَن نقل کیا جارہا ہے:

''مکرم ومحترم جناب رشید الحق صاحب مطالعہ فرماویں، کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ آپ نے جس مسئلہ کے متعلق اِس فقیر سے رجوع فرمایا ہے۔ وہ مسئلہ علمی ہونے کے ساتھ ساتھ ذوقی اور وجدانی بھی ہے اور من لم یذُق لم یدْرِ کا مصداق ہے اور یہ فقیر دونوں سے عاری ہے۔ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود: یہ تصوف کے معرکتہ الآراء مسئلے ہیں۔ حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ الأقدس سے پہلے صرف وحدۃ الوجود ہی کی بحث چلتی تھی۔ ہمارے علماء اسلام دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ وحدۃ الوجود کے ہی قائل ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں اصطلاحوں میں تطبیق دینے کی سعی فرمائی۔ جو اُس دور کے نقشبندی مجددی حضرات نے قبول نہیں فرمائی اور اب یہ مسئلہ صرف کتابوں میں رہ گیا ہے۔ اس کا ذوق اور وجدان رکھنے والے اگر موجود ہیں تو وہ ہمیں معلوم نہیں۔ حضرت شیخ اکبرؒ سے بعض مسائل میں حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانیؒ نے اختلاف کیا ہے۔ لیکن اختلاف کے باوجود اُن کے متعلق اپنے مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے:

''کہ وہ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی میں نظر آتے ہیں۔''

وحدۃ الوجود کی آسان سی تعبیر ہمہ اوست سے کی جاتی ہے اور وحدۃ الشہود کی ہمہ از اوست سے۔ اِن تعبیرات سے بہ آسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ قرآن وسنت کے قریب کونسی اصطلاح پڑتی ہے۔ بہت مدت ہوئی مولانا محمد عبداللہ دھرم کوٹی مرحوم، جو کہ حضرت رائے پوری حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ کے خلفاء میں تھے، کے ساتھ ایک رات گزارنے کا اتفاق ہوا۔ وہ سحری کے وقت اُٹھے۔ تہجد کے بعد انہوں نے اپنے طریقہ کے مطابق ذکرِ جہر شروع کیا۔ وقفے وقفے کے بعد وہ یہ بھی ترنم کے ساتھ کہتے تھے:

جس طرف دیکھتا ہوں، اُدھر تو ہی تو ہے

اِسی طرح حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی کلام میں ہے:

من تُو شدم تُو من شدی، من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تُو دیگری

یہ اسی ہمہ اوست کی کیفیت کا پَر تو ہے اور اسی سے بے دین لوگوں نے اتحاد، حلول، تجسیم کے غلط مسائل پیدا کئے ہیں اور تصوف کے منکرین نے انہی غلط چیزوں کو دیکھ کر کہا ہے کہ: تصوف میں ہندوستان کے جوگیوں کے اثرات ہیں۔

وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود تصوف کی اصطلاح ہیں۔ ان کا عقائد سے کوئی تعلق نہیں۔ عقائد سے تعلق اس توحید کا ہے جس کی تعبیر قرآن وسنت میں موجود ہے۔ یہ اصطلاحیں اس کے اعتبارات ہیں۔ حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانیؒ نے وحدۃ الوجود کا انکار نہیں فرمایا، وہ فرماتے ہیں:

''کہ سالکینِ راہ کو وسط میں یہ کیفیت بعض پر وارِد ہوتی ہے اور بعض پر وارِد نہیں ہوتی اور اِنتہا میں اس کیفیت کی بجائے وحدۃ الشہود کی کیفیت وارِد ہوتی ہے۔''

اسی لئے حضرات نے لکھا ہے: کہ جس پر یہ کیفیات وارِد نہ ہوں اُس کو اس پر کلام نہیں کرنا چاہئے!! احتیاط کے پہلو کو مدِ نظر رکھتے ہوئے، فقیر اپنے اندر اس سے زیادہ لکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ افسوس ہے!! کہ فقیر اس سلسلہ میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکا۔ فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔ **والحمد للہ علیٰ ذلک۔** فقیر آپ سب حضرات کی صحت وعافیت اور سلامتی کا طالب ہے۔ مولا پاک نصیب فرماوے۔ آمین۔ فقیر کی طرف سے سب حضرات کی خدمت میں سلامِ مسنون۔ والسلام''

یہ مکتوب حضرت خواجہؒ نے وفات سے چوبیس سال قبل تحریر فرمایا ہے۔

حضرت خواجہؒ نے باوجود مسئلہ پر تفصیلی روشنی ڈالنے کے اصل اختلاف سے احتیاطاً پہلوتہی فرماتے ہوئے معذرت فرمائی ہے۔ لیکن جیسے کہ قبل ازیں بندہ ذکر کر چکا ہے کہ اس مسئلہ کو بالمشافہ حضرت سے مختلف مجالس ومواقع میں استفسارات کر کے بندہ نے سمجھا ہے اور امامِ ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اور اِمامِ وقت حضرت خواجہؒ کے فرمودات کا حاصل جو کچھ ہے، کافی ساتھیوں کے عرصہ دراز کی خواہش اور اصرار پر نقل کر رہا ہوں۔ اُمید ہے کہ باذوق حضرات خصوصاً علومِ مجددیہ کے شائقین کے لئے فائدے کا باعث ہوگا۔

وحدۃ الوجود کا اطلاق دو مقامات پر ہوتا ہے:
۱:...دورانِ سلوک عروج اور حال کی ایک منزل پر۔
۲:...حقیقتِ کائنات کے ضمن میں۔

۱:...''توحیدِ وجودی'' یا ''ہمہ اوست'' در عروج وحال

طالبِ حق جب کسی کامل مکمل شیخ کی اجازت سے، نیز ذِکر وفکر ومراقبات کی کثرت سے تصفیہ وتزکیہ سے اپنے لطائف کو منور اور مزین کرلیتا ہے۔ عالمِ امر اور ملکوت سے پوری پوری مناسبت حاصل کرکے دائرہ امکان سے گزر جاتا ہے، تو بعض سالکین کو (اغلب ہے کہ وہ مجذوب سالک ہوتے ہیں) سیرِ برزخی اور ظلی کی انتہاء میں اور سیرِ اصلی وصفتی کی ابتداء میں آنحضرت جل مجدہٗ کے غلبہ محبت کی بناء پر، اچھے اور برے آئینوں میں، یعنی مظاہرِ خیر وشر میں محبوب کی وحدت کا جمال مشاہدہ ہوتا ہے۔ ہر اچھے بُرے فعل کو اسی کا فعل پاتا ہے۔ غلبۂ حال کی وجہ سے تمیز رفع ہوجاتی ہے۔ چنانچہ آئینہ سے غافل ہوکر، مظہر کو ظاہر کا عین، مخلوق کو خالق کا عین جانتا ہے۔ ''ہرچہ خوباں کنند خوب آمد'' کے تحت ایمان کی طرح کفر کو بھی اُس کا فعل جان کر بنظرِ استحسان دیکھتا ہے۔ غرض یہ کہ اسی مغلوبیت کی بنا پر امیر خسروؒ کی طرح:

ہر چہ آید در نظر غیرِ تو نیست
یا توئی یا بوئے تو یا خوئے تو

کے راگ الاپتا ہے۔ حسن بن منصور حلاجؒ کا:

کفرت بدین اللہ والکفر واجب
لدیّ وعند المسلمین قبیح

کہتے رہنا۔ امامِ ربانی کا:

کفر وایماں زلف وروئے آں پری زیبائی است
کفر و ایماں ہر دو اندر راہِ ما یکتائی است

اپنے مرشد محترم کو تحریر فرمانا۔ شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کا:

غافل از خود ماند از صورت چوں پر شد آئینہ
تا ترا شناختم جاناں ز خود بیگانہ ام

گنگناتے رہنا۔ بایزید بسطامیؒ کا

''لیس فی جبتی سوی اللہ''

کا اظہار کرنا۔ شیخ جامیؒ کا:

در ہرچہ نظر کردم غیر از تو نمی بینم
غیر از تو کسے باشد حقا چہ مجال است ایں

کے زمزمے گانا۔ یہ سب اسی مقام کے پرتَو، کیفیات اور پھول ہیں۔ مجنوں کا لیلیٰ کے عشقِ مجازی میں:

اَمرّ علی الدیار دیارِ لیلیٰ
اقبّل ذا الجدار وذا الجدارا

کے ترنم سے انہی کیفیات کا اظہار ہے۔

چونکہ توحیدِ وجودی کا یہ حال آنخضرت جل سلطانہٗ کے غلبۂ محبت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور مقدمہ فنا ہے۔ گزشتہ مقامات کی بہ نسبت محمود ہے۔ لیکن چونکہ دوئی اور کثرت، نظر سے ساقط نہیں ہوتی، علم الیقین کی قسم سے ہے اور سالک کے وجود کو فنا نہیں بخشتا، اس لئے ناقص مقام ہے۔ سالک کو اس مقام سے جلد گزر جانا چاہئے۔ کیونکہ یہ دید اور مشاہدہ غلبۂ حال کی وجہ سے ہیں۔ نفس الامر کے مطابق نہیں یعنی مظہر، عینِ ظاہر نہیں۔

مندرجہ بالا تمام مشائخ اس مقام میں رہے ہیں، لیکن بالآخر اس سے گزر کر بلند مقامات پر پہنچے ہیں۔ اس مقام والوں کو ''وجودیہ عینیہ'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور یہ مقام سلوک میں ہر ایک کو پیش نہیں آتا بلکہ حسبِ استعداد بعض کا عبور اس مقام میں ہوتا ہے۔ اس کی مثال مشائخ نے یوں دی ہے کہ رات کے وقت ستاروں کی روشنی کو اصحابِ بصیرت سورج کی روشنی کا پَرتَو کہتے ہیں۔ لیکن سورج کے غلبہ محبت اور کمال روشن ہونے کی وجہ سے ستاروں میں اس کے نور کے عکس کو دیکھ کر ستاروں کو بھی سورج کہتے پھرنا! ظاہر ہے کہ یہ دید اور شہود خلافِ واقعہ ہے۔

لیکن یہ توحیدِ وجودی کا مقام باوجود ناقص ہونے کے اسی وقت محمود ہوگا جب غلبہ محبت کے حال کی وجہ سے ہوگا۔ جیسے کہ مشائخ کو عنایت ہوا ہے لیکن اگر محض قال اور تکرار کی حد تک ہے، مشائخ کی پیروی میں ان کے حال کی علمی عکاسی کی حد تک ہے، تو اِنتہائی مذموم ہے۔ کیونکہ مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ اس مقام میں بھی شرع شریف پر پوری طرح کاربند رہے ہیں۔ باوجود غلبہ حال کے سرِمو شریعت سے تجاوز نہیں کیا۔ لیکن محض قال رکھنے والے چونکہ تمام کونی تعینات کو حضرتِ حق ہی کہتے پھرتے ہیں، شرع شریف سے مادر پدر آزاد ہوتے ہیں۔

پرانے وقتوں میں ایسے ملحد لوگ ہر دور میں بے شمار ہوئے ہیں۔ دینِ اکبری کی بنیاد اور داراشکوہ کے نظریات کی اساس یہی لوگ ہوئے ہیں۔ امامِ ربانیؒ نے مکتوبات میں جا بجا اور حضرت خواجہؒ نے

گزشتہ مکتوب میں ملحد اور بے دین کہہ کر انہی لوگوں کا رَدّ کیا ہے۔

بندہ نے اس دور میں اپنی زندگی میں صرف ایک آدمی اس طرز کا دیکھا ہے۔ ممکن ہے کہ اور بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہوں۔ عرصہ ہوا کہ اسلام آباد سے پندرہ بیس کلومیٹر کے فاصلے پر، ایک پرانے صوفی بزرگ کے مزار پر جانا ہوا، جب ہم واپس نکلنے لگے تو سجادہ نشین صاحب کا خادم ہمارے استقبال میں کھڑا تھا۔ علیک سلیک کے فوراً بعد سجادہ نشین صاحب بھی آن وارِد ہوئے۔ بڑے اصرار سے اپنے ساتھ لے گئے۔ مزار کے احاطے میں چمن کے لان میں کرسیاں بچھی ہوئی تھیں، ان پر بیٹھنا ہوا۔ انہوں نے خادم کو چائے لانے کا آرڈر دیا اور خود باتوں باتوں میں اپنا حدودِ اَربعہ بیان کرنا شروع کیا۔ ظاہری جسم پر شرع شریف کے کوئی آثار نظر نہ آئے۔ ڈاڑھی شریف بالکل غائب تھی۔ ٹوپی رومال کا بھی کوئی ذکر نہ تھا۔ رفتہ رفتہ اسی وحدت الوجود کی رسمی قالی تکرار شروع کی اور چائے کے وقفے کے علاوہ گھنٹہ ڈیڑھ اسی میں صَرف کر دیا۔ جانوروں حتیٰ کہ سانپ، بچھو تک کو نعوذ باللہ حضرتِ حق بتایا۔ میری متجسس نظروں سے بھانپ گئے اور کہا کہ میں نے بھی بہت ریاضت کی ہے۔ پورے نو سال رات دن ایک کر دیا تھا۔ بڑی بڑی متشرع ڈاڑھی تھی لیکن اتنی کڑی ریاضت سے جب کچھ ہاتھ نہ آیا تو مایوسی کا شکار ہو کر پوری ڈاڑھی منڈوا کر، ننکانہ صاحب میں گورونانک صاحب کے نام ہدیہ کر آیا ہوں۔ نعوذ باللہ!

بندہ نے بار بار اٹھنے کی کوشش کی لیکن اُن کی پھرتی نے ایک نہ چلنے دی اور کہا کہ آپ جیسے لوگ ایسی جگہوں پر ضرور آتے رہنے چاہئیں۔ بمشکل جان چھڑائی تو رخصت کرنے کے لئے گیٹ تک آئے۔ سلام لیتے وقت ہاتھ تھامے تھامے مزید آدھ پون گھنٹہ اسی بحث میں صرف کر گئے۔

پندرہ سال گزر گئے ہیں باوجود اس صوفی بزرگ کے مزار پر فاتحہ خوانی کا شوق رکھنے کے، صرف انہی سجادہ نشین صاحب کی وجہ سے دوبارہ نہیں جا سکا۔ سنا ہے کہ اب تو وہ اس بحث میں بالکل فنا ہو چکے ہیں اور علماء کرام اُن کے کفر کا فتویٰ تک دے چکے ہیں۔

الغرض توحیدِ وجودی کا مقام بصورتِ حال محمود لیکن ناقص ہے۔ جبکہ بصورتِ قال سراسر خلاف شرع ہے اور کفر کی دہلیز تک پہنچانے والا ہے۔ امامِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ سے اس توحیدِ وجودی کا جو انکار معروف و مشہور ہے، وہ نفسِ مقام کا انکار نہیں بلکہ اس مقام کے مقامِ کمال ہونے کا انکار ہے۔ ورنہ امام ربانیؒ خود بھی سالہا سال دوسرے مشائخ کی طرح اس مقام میں رہ چکے ہیں اور مکتوبات شریفہ میں ابتدائی تمام مکتوبات کے معارف و علوم اسی مقام سے ناشی ہیں۔

۲:... ’’توحیدِ شہودی‘‘ درحالِ عروج

گزشتہ سالک کو آنحضرت جل سلطانہٗ توحیدِ وجودی سے ترقی بخشتے ہیں یا تمام سالکین بذریعہ بائی پاس اس مقام سے پار ہوجاتے ہیں۔تو تمام مظاہرِ خیر وشر، نظر سے ساقط ہوجاتے ہیں۔ دیدہ بصیرت میں صرف اورصرف حضرتِ حق جل مجدہٗ کا شہود باقی رہ جاتا ہے۔ جیسے دن کے وقت سورج کے نکلنے سے تمام ستارے نظر سے غائب ہوجاتے ہیں۔ یہ مقامِ فنا ہے اور اس راہ کی ضروریات میں سے ہے۔کوئی سالک اس مقام سے گزرے بغیر ولی نہیں بن سکتا اور اسی کو عین الیقین کہتے ہیں۔

یہ مقام چونکہ سالک کے وجود کو فنا بخشتا ہے، اس لئے توحیدِ وجودی کی بہ نسبت مقامِ کمال ہے۔ اس مقام کو ’’توحیدِ شہودِ حقیقی‘‘ یا صرف ’’اوست‘‘ کہتے ہیں۔لیکن چونکہ سالک جب تک زندہ ہے بلحاظ شرع مخلوقات کے حقوق کا مکلّف ہے۔ اس لئے یہ مقام باوجود پہلے مقام سے کمال ہونے کے آئندہ مقامات کی بہ نسبت مقامِ نقصان ہے۔فنا کی وجہ سے بہت سارے حقوق سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا اور ویسے بھی ولایت، فنا اور بقاء دونوں چیزوں کے بغیر متحقق نہیں ہوتی۔ اس لئے اس مقام سے بھی توحیدِ وجودی کی طرح گزرنا چاہئے ورنہ ولایت ثابت نہیں ہوسکے گی۔ امامِ ربانیؒ نے جس معنی میں توحیدِ وجودی کا انکار فرمایا ہے، اسی معنی میں اِس توحیدِ شہودی کا بھی انکار فرمایا ہے۔صرف اوّل کی بہ نسبت اِس کو کسی قدر اعلیٰ بتایا ہے۔

۳:... ’’توحیدِ شہودی ظلّی‘‘ یا ’’ہمہ اَز اَوست‘‘

جب سالک کو توحیدِ شہودی اور مقامِ فنا سے مقامِ بقاء میں پہنچاتے ہیں تو قبل از فناء، وجودِ حقیقی کے ساتھ مشہود ہونے والی تمام کائنات، مخلوقات اور کثرت، جو مقامِ فنا میں نظر سے غائب ہوگئی تھی، دوبارہ وجودِ ظلّی کے ساتھ نظر میں واپس آجاتی ہے۔ یہ مقام بقاء ہے، جس میں حضرت حق جل مجدہٗ کا شہود اپنے وجودِ حقیقی کے ساتھ اور مخلوقات کا شہود، وجودِ ظلّی کے ساتھ نظر میں رہتا ہے اور دونوں کے حقوق علیٰ حسب المراتب پورے پورے ادا ہوسکتے ہیں۔اسی کو حق الیقین کہتے ہیں۔

اور مجددی حضرات کو جو ’’شہودیہ ظلّیہ‘‘ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، وہ اسی مقام کی مناسبت سے ہے۔لیکن حق یہ ہے کہ تمام کامل اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اس مقام کے حامل ہوئے ہیں۔خواہ وہ ’’وجودیہ‘‘ کہلاتے ہوں یا ’’شہودیہ‘‘۔

’’شہودیہ‘‘ کو اس مقام میں ’’شہودیہ ظلیہ‘‘ اور ’’وجودیہ‘‘ کو اس مقام میں ’’وجودیہ ورائیہ‘‘ سے موسوم کرتے ہیں اور نام میں فرق اس فکر واعتقاد کی وجہ سے ہے جس کو عنقریب بندہ وحدۃ الوجود کے

دوسرے اطلاق: ’’حقیقتِ کائنات‘‘ میں اختلاف کے ضمن میں بیان کرے گا اور بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ جس طرح امام ربانیؒ نے وحدۃ الوجود کا انکار فرمایا ہے اسی طرح ’’وحدۃ الشہود‘‘ یا ’’شہود ظلی‘‘ یا ’’ہمہ از اوست‘‘ کا بھی انکار فرمایا ہے اور اس کو باوجود مقامِ کمال بتانے کے راستے کا ایک مقام بتایا ہے اور مقصد کو اس سے بہت اوپر بتایا ہے!

فائدہ عظیمہ

عام مشہور اصطلاح کے مطابق علم الیقین کا معنی ہے: دھواں دیکھ کر آگ کا یقین ہو جانا، اور عین الیقین کا معنی ہے: براہِ راست آگ کو دیکھ کر آگ کا یقین ہو جانا، اور حق الیقین کا معنی ہے: آگ میں ہاتھ ڈال کر یا سینک کر آگ کا اعلیٰ یقین حاصل کرنا۔

گزشتہ تینوں اَقسامِ توحید میں ان تینوں اَقسام کا اطلاق اسی اصطلاح کے مطابق کیا گیا ہے جو عام صوفیاء کی اصطلاح ہے۔

لیکن امام ربانیؒ کے نزدیک راہِ سلوک میں یہ تینوں اقسام اَثر کی طرف راجع ہیں۔ کیونکہ حضرت حق جل مجدہٗ کی رؤیت، باوجود ممکن ہونے کے اس دُنیا میں غیر واقع ہے۔ لہٰذا علم الیقین کا معنی ہوگا: دُھویں کے علم سے آگ کا یقین ہونا۔ عین الیقین کا معنی: دُھواں دیکھ کر آگ کا یقین ہونا اور حق الیقین کا معنی ہوگا: دُھویں سے متحقق ہو کر آگ کا یقین ہونا۔ آگ تینوں صورتوں میں نظر نہیں آئے گی۔ جیسے کہ حضرتِ حق یقین کی تینوں صورتوں میں مرئی نہیں ہوں گے۔ ہاں! بصارت اور رؤیت کی بجائے دیدہ بصیرت کے اطلاق میں ممکن ہوگا۔

مذکورہ بالا فنا وبقا، نیز ظاہر اور مظہر میں اتحاد یا ظلیت کی نسبت چونکہ تجلی فعلی یا صفتی کی فنا وبقا سے وابستہ ہے اور اُمتِ مرحومہ کے اکثر مشائخ اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اسی مقام میں ہوئے ہیں، اس سے اعلیٰ مقامات یا تجلی ذاتی دائمی کا مورد ومہبط بننا چونکہ کروڑوں اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے خال خال کسی محمدی المشرب کا حصہ ہے اور اس آخری دور میں مجددی نسبت کے خواص میں سے ہے اور یہ وہ کمالات ہیں جو الف ثانی میں امامِ ربانیؒ کی براہِ راست حضرتِ حق جل مجدہٗ کے تربیت فرمانے سے منصۂ ظہور میں آئے ہیں۔ جن کو ’’کمالاتِ ثلثہ‘‘، ’’حقائقِ انبیاء‘‘ و ’’حقائقِ الٰہیہ‘‘ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اُمت میں انتہائی اعلیٰ استعداد رکھنے والے چیدہ چیدہ حضرات کو حاصل ہوئے ہیں اور سورۂ واقعہ کے **قلیل من الآخرین** سے یہی لوگ مراد ہیں۔

۴:...نسبتِ خالقیت ومخلوقیت

جب کسی انتہائی اعلیٰ استعداد کے حامل سالک پر آنحضرت جل مجدہٗ نظرِکرم فرما کر کمالاتِ نبوّت کا انعکاس فرماتے ہوئے تجلّی ذاتی سے بہرہ ورفرماتے ہیں۔تو کمالاتِ ولایت کی تمام نسبتیں کافور ہوجاتی ہیں۔کمالاتِ نبوّت کے سامنے کمالاتِ ولایت کی اتنی حیثیت بھی نہیں جتنی سمندر کے سامنے ایک قطرہ حقیرہ کی! چنانچہ اس نسبت کے وارِد ہونے پر سابقہ اتحاد وظلّیت کے دعوے بالکل غائب ہوجاتے ہیں۔حضرت حق جل مجدہٗ خالقِ مطلق اور تمام کائنات مخلوقِ محض،حضرتِ حق قادرِ مطلق ربّ اور تمام ممکنات عاجزِ محض نظر آتی ہیں،جیسا کہ شرع شریف میں قرار پایا ہے۔تمام انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی تعلیمات اورآسمانی کتب کا خلاصہ یہی نسبت اورعقیدہ ہے اورتمام مکلفین اسی عقیدہ کے مکلّف ہیں۔امام ربانیؒ پر جب یہ نسبت وارد ہوئی تو فرمایا کہ:

’’اس فقیر پر بہت گراں گزرتا ہے کہ مخلوقات اورممکنات کو عینِ ظاہر یا ظلِ ظاہر کہہ سکے۔مخلوقات کی اتنی حیثیت کہاں سے آگئی کہ اتحاد وظلیت اس کے نصیب ہوسکے!‘‘

اس کونسبتِ غیب الغیب اور مقامِ عبدیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ظاہر ہے کہ جب یہ نسبت عام اولیائے کرامؒ کی دسترس سے بالاتر ہےتو اس کے علوم ومعارف بھی یقیناً ان کی سمجھ سے بالاتر ہوں گے۔ امامِ ربانیؒ نے اس نسبت کوسلوک تصوف کا مقصد بتایا ہے اورگزشتہ تمام مقامات کوراستے کی منازل اور مقصد کے سامنے ناقص مقامات بتایا ہے۔حق یہ ہے کہ جب تک ’’ذاتِ بحت‘‘ تک عروج اور’’عدمِ صِرف‘‘ تک نزول واقع نہ ہوسالک، خالق ومخلوق میں پورا پورا امتیاز نہیں کرسکتا اورشرک خفی اوراخفی کی تاریکیوں سے نجات نہیں پاسکتا۔اسی لیے امامِ ربانیؒ کا اپنے دور کے بارے میں فرمان ہے:

’’میں جب نظر کشفی سے دیکھتا ہوں تو پورے جہان میں صرف ایک آدمی کے کلمہ کو آنحضرت جل سلطانہٗ تک پہنچا ہوا پاتا ہوں۔ باقی سب کے کلمے علیٰ حسب المراتب راستے میں ہی رہ جاتے ہیں۔‘‘

فللّٰہ در الشیخ المجدّدؒ ظاہر ہے کہ اس سے امامِ ربانیؒ کا اپنے انتہائی کمال قرب ومعرفت کی طرف اشارہ ہے۔

۲:...’’توحیدِ وجودی‘‘یا’’وحدۃ الوجود‘‘ کا دوسرا اطلاق

’’توحیدِ وجودی‘‘یا’’وحدۃ الوجود‘‘ کا دوسرا اطلاق ’’حقیقت کائنات‘‘ کے ضمن میں کیا جاتا

ہے۔اس پر تمام مشائخ صوفیاؒ کا اتفاق ہے کہ وجودِ حقیقی صرف ایک ہے اور وہ وجود آنحضرت جل سلطانہٗ کا ہے۔ وحدۃ الوجود پر اتفاق کا یہی معنی ہے لیکن اس اتفاق کے باوجود اس میں اختلاف ہے کہ یہ اتنی طویل وعریض کائنات اور ممکنات کی کثرت جو سب کو نظر آرہی ہے یہ وجود نہیں رکھتی ہے کیا؟ پھر اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس اختلاف کو سمجھنے کے لئے چند مقدمات کا سمجھنا ازبس ضروری ہے:

مقدمہ اولیٰ

شیخ اکبر شیخ ابن عربیؒ اور ان کے متبعین کے ہاں خارج میں صرف حضرت حق جل مجدہٗ کی ذاتِ پاک موجود ہے اور کوئی چیز موجود نہیں حتیٰ کہ حضرت حق تعالیٰ شانہٗ کی صفات بھی خارج میں علیحدہ موجود نہیں بلکہ اس کے اسماء وصفات، حق تعالیٰ کی عینِ ذات ہیں اور نیز ایک دوسرے کے بھی عین ہیں: مثلاً علم وقدرت جس طرح عینِ ذاتِ باری تعالیٰ ہیں اسی طرح علم، عینِ قدرت ہے اور اس کا عکس اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ: اس مقام میں تعدد وتکثّر کا کوئی نام ونشان نہیں۔ صرف اتنا ہے کہ اسماء وصفات، شیون واعتبارات نے حضرتِ حق کے علم میں اجمالی اور تفصیلی طور پر تمایز پیدا کیا ہے۔ خارج میں یہ تمایز وتباین مفقود ہے۔ چنانچہ اس کی تعبیر انہوں نے بایں الفاظ کی ہے:

از روئے تعقل ہمہ غیر اند صفات
با ذات تو از روئے تحقق ہمہ عین

جبکہ امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ہاں حضرت حق جل مجدہٗ کی ''صفاتِ ثمانیہ'' ذات پاک کی طرح خارج میں موجود اور متمیّز ہیں۔ جیسا کہ اہلِ حق علمائے ماتریدیہؒ کے ہاں مقرر اور ثابت ہے۔ اگرچہ اشاعرہؒ تکوین کے سوا، ''صفاتِ سبعہ'' کے قائل ہیں۔ پھر جس طرح صفاتِ ثمانیہ خارج میں حضرتِ حق سے متمیّز ہیں۔ اسی طرح ایک دوسرے سے بھی متمیّز ہیں۔ اگرچہ تمیز بھی بے کیف وبے چون ہے۔ یعنی قدرت، علم کا عین نہیں اور نہ ہی اس کا عکس ہے۔ اس خارجی تمایز کے ساتھ ساتھ حضرتِ حق جل مجدہٗ کے علم میں بھی یہ صفات متمایز ومتباین ہیں۔ جیسے کہ پہلا گروہ بھی اس کا قائل ہے۔ امامِ ربانیؒ کے ہاں حضرتِ حق کے علم میں ان صفات واسماء کے تمایز کے ساتھ ساتھ ان کے نقائض بھی متمیّز ہیں اور انہوں نے بھی مرتبہ علم میں تفصیل پیدا کی ہے۔ مثلاً: مرتبہ علم میں صفتِ علم کا مقابل عدمِ علم ہے، جس کو جہل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس طرح صفتِ قدرت کے مقابل عدمِ قدرت ہے، جس کو عجز کہا جاتا ہے۔ گویا کہ مرتبہ علم میں صفات کی طرح عدماتِ متقابلہ نے بھی تمایز حاصل کیا ہے۔

مقدمہ ثانیہ

شیخ اکبرؒ اور عام صوفیاءؒ کے ہاں حضرت حق تعالیٰ کی حقیقت ''واجب الوجود'' ہے اور ''وجود'' ذاتِ باری تعالیٰ کا عین ہے۔ جبکہ امامِ ربانیؒ کے نزدیک حضرت حق جل مجدہٗ کی ماہیت اور حقیقت ''ذات محض'' ہے اور ''وجود'' اس سے زائد ہے مثل الصفات۔ رہا یہ کہنا کہ: ماہیت کا تحقق اور تقرر ''وجود'' کے بغیر کیسے ممکن ہے؟ تو یہ بات ممکنات کی حد تک تو درست ہے کہ ممکنات کی ماہیات اپنے تحقق اور تقرر میں وجود کی محتاج ہیں لیکن یہ فلسفیانہ اصول حضرتِ حق پر جاری نہیں ہوسکتا اور نہ ہی ذات پاک وجود کی محتاج ہے:

فلسفی را چشمِ حق بین سخت نابینا بود
گرچہ بیکن باشد و یا بوعلی سینا بود

یعنی جس طرح ذات پاک باوجود جامع الکمالات ہونے کے مرتبہ ذات میں صفات سے پوری طرح مستغنی ہے اسی طرح باجود واجب الوجود ہونے کے مرتبہ ذات میں وجود سے بھی پوری طرح مستغنی ہے لہٰذا ''وجود''، عینِ ذات نہیں بلکہ اخصِ صفات میں سے ہے۔ یہ معرفت طورِ عقل سے بالا تر ہے اور صفات کے خارجی ہونے کی طرح مشکوٰۃِ نبوّت سے مقتبس ہے۔ چنانچہ امامِ ربانیؒ کا فرمان ہے کہ:

''جب اس درویش کا ''وجود'' کے مرتبہ سے اوپر گزر رہا ہوا تو جب تک وہ حال مجھ پر غالب رہا، اپنے آپ کو ذوق ووجدان سے اربابِ تعطیل میں پاتا تھا۔ مرتبہ ذات میں ''وجود'' کی گنجائش نہ پاتا تھا۔ کیونکہ ''وجود'' کو راستہ میں ہی چھوڑ آیا تھا۔''

صوفیاءؒ میں سے اس معرفت میں امامِ ربانیؒ کے ساتھ ''شہودیہ غیریہ'' کے شیخ علاء الدولہ سمنانی ؒ بھی شریک ہیں۔ ان کا قول ہے کہ: فوق عالَمِ الوجود عالَمُ المَلِکِ الوَدُود۔ اسی طرح علماء اہل حق بھی اس معرفت میں شریک ہیں۔ ان کا فرمان ہے:

''وجودواجب تعالیٰ زائداست بر ذاتِ اوسبحانہ''

مقدمہ ثالثہ

عام صوفیاء کرام کے نزدیک ''تعینِ اول'' یا ''وحدت'' تعینِ علمی ہے۔ جس کو ''حقیقتِ محمدیہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن امامِ ربانیؒ نے تعینِ علمی سے اوپر ''تعینِ وجودی''، اس سے اوپر ''تعینِ حیاۃ''، اور ''تعینِ اول''، ''تعینِ حبی'' کو بتایا ہے۔ شیخ سمنانیؒ کے مندرجہ بالا قول سے بھی ''وجود'' کے

اوپر’’ ودود‘‘ کے لفظ میں اسی ’’تعینِ حبی‘‘ کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔امام ربانیؒ کے ہاں تمام وہ صوفیائے کرامؒ جن کا عروج، اجمالِ علم تک ہوا ہے اور انہوں نے’’تعینِ اول‘‘، ’’تعینِ علمی‘‘ بتایا ہے، علم سے اوپر کے مراتب تک رسائی حاصل نہیں کر سکے اور ان مراتب کو مبدأ سے جدا نہیں کر سکے۔

ظاہر ہے کہ عام صوفیائے کرامؒ اپنے مشائخ سے تربیت یافتہ ہیں اور زیادہ سے زیادہ صدی کے مجدد ہیں۔ جبکہ امامِ ربانیؒ براہِ راست حضرتِ حق کے تربیت یافتہ اور الف ثانی کے مجدد ہیں۔ مشائخ کی تربیت اور حضرت حق کی تربیت میں زمین وآسمان کا فرق ہے!

مقدمہ رابعہ

عام صوفیائے کرامؒ کے ہاں ’’ صورتِ شئ‘‘ عینِ شئ ہے۔ جبکہ امامِ ربانیؒ کے نزدیک صورتِ شئ، شئ کا شبہ ومثال ہے، عین نہیں ہے۔ آئینے میں نظر آنے والی آگ کی صورت، اگر خارجی آگ کا عین ہوتی تو صورت بھی جلاتی جبکہ صورت جلانے کا کام نہیں کرتی۔

مقدمہ خامسہ

کہ’’ وجود‘‘ ہر خیر وکمال کا مبدأ ہے اور تمام کمالات ’’وجود‘‘ کی طرف راجع ہیں۔ جبکہ’’ عدم‘‘ ہر نقص وشرارت کا منشأ بلکہ سراسر شرارت ہے اور تمام نقائص اور عیوب اسی کی طرف راجع ہیں۔

ان مقدماتِ خمسہ کے بعد کائنات کی حقیقت سمجھئے:

کہ یہ مشاہد ومحسوس عرصۂ کائنات وممکنات شیخ ابن عربیؒ اور ان کے متبعین کے نزدیک’’ حضرتِ وجود‘‘ ہے۔ جس کے سوا خارج میں کچھ موجود نہیں اور یہ حق تعالیٰ کی ذات کا وجود ہے۔ جس کو ’’ظاہر وجود‘‘ بھی کہتے ہیں۔ آنحضرت جل سلطانہٗ نے اپنی حکمتِ بالغہ سے اپنے علمِ ازلی میں تمام ممکنات وکائنات کی جو صورتیں تجویز فرمائی ہیں، یہ صور علمیہ متکثرہ جن کو’’ باطنِ وجود‘‘ اور’’ اعیانِ ثابتہ‘‘ بھی کہتے ہیں۔ جب’’ ظاہر وجود‘‘ کے آئینے میں منعکس ہوتی ہیں، تو کثرت نظر آتی ہے۔ جس طرح کہ آئینے میں کسی شخص کی صورت منعکس ہوکر وجودِ تخیلی پیدا کرتی ہے۔ اسی طرح ان صورِعلمیہ متکثرہ نے وجودِ تخیلی پیدا کیا ہے۔ خارج میں ’’ احدیتِ مجردہ‘‘ کے سوا کچھ موجود نہیں۔ لیکن چونکہ اس متخیل اور متوہم عکس کو ابدی عذاب وثواب کی خاطر حضرتِ حق نے ثبات واستحکام بخشا ہے۔ اس لئے وہم وتخیل کے اٹھنے سے اٹھ نہیں سکتا اور مندرجہ بالا مقدمات میں گزر چکا کہ ان کے نزدیک صورتِ علمیہ، علم کا عین ہے اور علم عین ِذات ہے۔ اسی طرح وجود بھی عین ذات ہے۔ اس لئے تمام متوہم اور متخیل کائنات پر’’ اتحاد‘‘ کا حکم کیا ہے اور’’ ہمہ اوست‘‘ کہا ہے۔ چنانچہ ان ابیات میں اسی نظریہ کی عکاسی ہے:

ہمسایہ و ہمنشین و ہمراہ ہمہ اوست
در دلق گدا وَ اطلس شبہ ہمہ اوست
در انجمن فرق و نہانخانہ جمع
باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

اسی طرح مولوی جامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے:

مجموعہ کون راہ بقانون سبق
کردیم تصفح ورقا بعد ورق
حقا کہ ندیدیم و نخواندیم درو
جز ذات حق وشیون ذاتیۂ حق

لیکن ان کے اس نظریے پر ممکنات اور کائنات کی شیطانیوں، شرارتوں، عیوب ونقائص کی زد جب پڑتی ہے تو کہتے ہیں کہ: ذاتی نقص وشرارت کسی چیز میں نہیں صرف نسبی اور اضافی ہے۔ لیکن امام ربانیؒ کے نزدیک کائنات کی حقیقت، مقدمہ اولیٰ میں ذکر شدہ ''اعدام متقابلہ'' ہیں۔ جن میں صور علمیہ کے عکوس جلوہ گر ہیں۔ حاصلِ کلام یہ کہ ''اعدام متقابلہ'' اسماء وصفات کے عکوس سمیت حقائقِ ممکنات ہیں۔ ''اعدام'' بمنزلۂ ہیولیٰ ہیں اور ''عکوس'' بمنزلہ صور ہیں۔ قادرِ مختار جل شانہٗ جب چاہتے ہیں کہ ان ماہیات ممتزجہ میں سے کسی ماہیت کو موجود فرمائیں، تو حضرتِ وجود کا پَرتو، وجودِ ظلی اس ماہیت پر منعکس فرما کر آثار خارجیہ کا مبدأ بنا دیتے ہیں۔ گویا کہ ممکنات کے وجود اور صفات سب کے سب وجود حقیقی اور صفات باری کے ظلال اور عکوس ہیں۔ جو ''اعدام متقابلہ'' میں منعکس ہوئے ہیں۔ ''اعدام'' میں چونکہ خباثت، ذاتی اور شرارت، اصلی وجبلّی ہے، اس لئے تمام عیوب ونقائص کا منبع ہیں۔ آیتِ کریمہ: ما أصابک من حسنة فمن اللہ وما أصابک من سیئة فمن نفسک سے اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔

غرض یہ کہ کائنات میں جو کچھ نظر آتا ہے، سب کچھ ممکنات کی قسم سے ہے۔ اگرچہ بعض سالکوں کو وہ مشہود، ''واجب'' کے ساتھ متوہم ہوتا ہے اور مقدمات میں گزر چکا ہے کہ امامِ ربانیؒ کے نزدیک صورتِ شئ، عینِ شئ نہیں۔ صفات عینِ ذات نہیں۔ ''وجود'' زائد از ذات ہے۔ اس لئے ممکن عین واجب نہیں ہو سکے گا اور ''ہمہ اوست'' کہنا درست نہیں ہوگا بلکہ ''ہمہ از اوست'' کہنا ہوگا۔ حاصلِ کلام یہ کہ حق تعالیٰ وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے۔ جو کچھ دیکھا گیا، سنا گیا، جانا گیا، سب غیر ہے۔ کلمہ ''لا'' سے اس کی نفی کرنی چاہئے۔

خلق را وجہ کے نماید او
در کدام آئینہ در آید او

حاصل یہ ہے کہ توحیدِ وجودی کے قائلین یا شیخ اکبرؒ کے ہاں کائنات کی حقیقت، حضرتِ حق کے ''ظاہر وجود'' کے آئینہ میں صورِ علمیہ متکثرہ کے انعکاس وتلبس سے محسوس ومشاہد، موجود نما کثرتِ موہومہ ہے۔ جو نقطہ جوّالہ کے دائرہ موہومہ کی مانند ہے اور توحیدِ شہودی کے قائلین یا امامِ ربانیؒ کے نزدیک کائنات کی حقیقت، ''اعدام متقابلہ'' کے آئینوں میں اسماء وصفات کے عکوس کے انعکاس سے ظل، خارج میں موجود ظلال خارجیہ ہیں۔ چونکہ دونوں نظریات کے آئینے ''وجود'' و ''عدم'' سراسر ایک دوسرے کی ضد اور متقابلین ہیں۔ اس لئے دونوں نظریات میں تطبیق یا اختلاف ونزاع، لفظی ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ اب دیکھنا چاہئے کہ دونوں نظریات میں سے کونسا نظریہ حضرتِ حق جل مجدہٗ کی تقدیس وتنزیہہ کے قریب ہے؟

فائدہ عظیمہ خاصہ

جیسا کہ قبل ازیں گزر چکا کہ دورانِ سلوک امامِ ربانیؒ ان تمام منازل ومقامات سے گزرے ہیں۔ ہمہ اوست، صرف اوست، ہمہ از اوست، اور بالآخر کمالاتِ نبوّت تک رسائی سے حضرتِ حق اور کائنات کے درمیان صرف نسبت خالقیت ومخلوقیت کے نظریہ شرعیہ تک انتہا ہوئی۔ چونکہ **إنما الأعمال بالخواتیم** کے تحت اعتبار قولِ آخر کا ہوتا ہے، حال چونکہ قال میں دخیل اور اثر انداز ہوتا ہے، امامِ ربانیؒ کے مکتوبات شریفہ کے اول سے آخر تک تمام مکاتیب بالترتیب انہی چاروں کیفیات اور احوال کی عکاسی کرتے ہیں۔ اب امامِ ربانیؒ کو توحیدِ وجودی یا شہودی کی بجائے قولِ آخر نسبتِ خالقیت ومخلوقیت کی طرف منسوب کرنا چاہئے۔ جیسا کہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی تعلیمات اور قرآن وحدیث کی تعلیمات کا خلاصہ اور حاصل ہے۔ اب اس بحث میں الجھنا کہ امامِ ربانیؒ توحیدِ شہودی کے قائل تھے، توحیدِ وجودی کے منکر تھے، سراسر فضولیات میں داخل ہے! قبل ازیں گزر چکا کہ امامِ ربانیؒ جس معنی میں توحیدِ وجودی کے منکر تھے، اس کو مقامِ ناقص، راستے کی منزل اور مقصد سے کوسوں دُور بتاتے تھے۔ اسی معنی میں توحیدِ شہودی کے بھی منکر ہیں، اس کو بھی راستے کی منزل اور مقصد سے نیچے فرمایا ہے اور بنابر حال کے جس معنی میں توحیدِ شہودی کے قائل تھے اسی معنی میں توحیدِ وجودی کے بھی قائل تھے۔ استشہاد کے طور پر امامِ ربانیؒ کے ایک مکتوب کا خلاصہ ذکر کیا جاتا ہے تا کہ صورت حال بخوبی واضح ہوجائے۔ فرماتے ہیں:

’’مشائخ طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے تین گروہ ہیں:

’’۱:… پہلا گروہ اس بات کا قائل ہے کہ کائناتِ عالم حق تعالیٰ کی ایجاد سے خارج میں موجود ہے۔ یہ بزرگ گروہ اپنے تمام اعتقاداتِ کلامیہ میں، جو کتاب وسنت اور اجماع کے موافق ثابت شدہ ہیں، علمائے اہلِ سنت وجماعت کے ساتھ اتفاق رکھتا ہے اور متکلمین اور ان کے درمیان سوائے اس کے اور کچھ فرق نہیں کہ متکلمین اس معنی کو علمی اور استدلالی طور پر جانتے ہیں اور یہ بزرگ کشف وذوق کی بنیاد پر سمجھتے ہیں۔ اس گروہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمالِ متابعت کے باعث، ممکن کے تمام مراتب کو واجب سے جدا کردیا اور کلمہ ’’لا‘‘ کے تحت لاکر سب کی نفی کردی اور انہوں نے واجب کے ساتھ ممکن کی کوئی مناسبت نہیں دیکھی، سوائے اس کے کہ اپنے آپ کو عاجز بندہ، مخلوق جانا اور اس عزَّ شانہٗ کو اپنا خالق اور مولیٰ سمجھا۔ خود کا مولیٰ کا عین جاننا یا اس کا ظل اور سایہ سمجھنا، ان بزرگوں پر بہت گراں اور دُشوار ہے: ما للتراب وربّ الأرباب!

۲:… دوسرا گروہ عالم کو حق سبحانہ وتعالیٰ کا ظل جانتا ہے مگر یہ اس بات کا قائل ہے کہ عالم خارج میں اصالت کے طریقے پر نہیں بلکہ ظلیت کے طریقے پر موجود ہے اور اس کا وجود حق سبحانہ وتعالیٰ کے وجود سے قائم ہے۔ جس طرح کے ظل اپنے اصل کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔ اس گروہ نے اگرچہ ممکن کے مراتب کو مبدأ سے جدا کردیا اور کلمہ ’’لا‘‘ کے تحت لاکر اس کی نفی بھی کی۔ لیکن ظلیت اور اصالت کے واسطے سے کچھ چیزیں ان کے وجود کے بقا کے ساتھ ثابت رہی۔ چونکہ ظل کا اصل کے ساتھ تعلق بڑا قوی ہے، اس لئے یہ نسبت ان کی نظروں سے اوجھل نہ ہوسکی۔‘‘ (دوسرے گروہ میں توحیدِ شہودی یا شہود یہ ظلیہ کے نظریے کا اظہار ہے)

۳:… تیسرا گروہ وحدت وجود کا قائل ہے یعنی خارج میں صرف ایک موجود ہے اور بس، اور وہ صرف ذاتِ حق سبحانہ وتعالیٰ ہے اور عالم کا خارجی طور پر علمی ثبوت کے علاوہ ہرگز کوئی ثبوت نہیں اور کہتے ہیں: الأعیان ما شمّت رائحة الوجود اگرچہ یہ جماعت بھی عالم کو حق سبحانہ وتعالیٰ کا ظل کہتی ہے۔ لیکن ساتھ یہ بھی کہتی ہے کہ ان چیزوں کا وجود صرف حِس کے مرتبہ میں ہے ورنہ نفس

الامر اور خارج میں عدمِ محض ہے۔ جیسے نقطہ جوالہ سے دائرہ موہومہ، صرف حِس کے مرتبہ میں ہے خارج میں معدوم ہے۔ اگر چہ یہ گروہ بھی اپنے درجاتِ وصل وکمال میں تفاوت کے باوجود، واصل وکامل ہیں۔ لیکن ان کی ایسی باتیں مخلوق کو گمراہی، اِلحاد اور بے دینی کی طرف لے جاتی ہیں۔ یہ گروہ ممکن کے بعض مراتب کو اگر چہ مبدأ اور واجب سے جدا کرسکا ہے لیکن تمام مراتبِ ممکن کو واجب سے جدا نہیں کرسکا ہے۔ خود کو علمی جاننا، خارجی نہ جاننا، مولیٰ کا عین جاننا، اسی کوتاہ نظری کے باعث ہے۔'' (یہ نظریہ توحیدِ وجودی والوں کا ہے)

ان تین گروہوں کا ذکر کرنے کے بعد امامِ ربانیؒ اپنے سلوک کے بارے میں مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''یہ درویش بچپن کے زمانے سے ہی توحیدِ وجودی کا علم یقین کی حد تک رکھتا تھا۔ اگر چہ اس کا حال نہ رکھتا تھا اور جب راہِ سلوک میں آیا، تو حضرت پیر ومرشد خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کی برکت سے توحیدِ وجودی منکشف ہوئی۔ مدتوں بلکہ سالوں اسی مقام کے درجات میں گشت کرتا رہا حتیٰ کہ اسی سکر کی حالت میں ''کفر و ایمان زلف وروئے آں پری زیبائی است'' والی مشہور رباعی اپنے مرشد کو مکتوب میں تحریر کی۔ تا آنکہ حضرت حق جل مجدہٗ کی عنایت نے دستگیری کی اور یہ نسبت زائل ہونے لگی۔ اس کے زائل ہوتے وقت یہ درویش بڑا بے قرار ہوا کہ مجھے اس مقام سے نہ نکالیں، کیونکہ بہت سے مشائخ عظام اسی مقام میں اقامت پذیر تھے۔ لیکن اس مقام سے نکال کر مقامِ ظلیت یا توحیدِ شہودی کے مقام پر لے گئے۔ پھر معلوم ہوا کہ پہلا مرتبہ پست سے بھی پست تر تھا۔ چنانچہ اس مقام پر خود کو اور عالم کو حضرتِ حق کا ظل محسوس کیا۔ اس مقام پر خواہش پیدا ہوئی کہ اس مقام سے نہ نکالا جاؤں۔ کیونکہ یہ مقام بھی توحیدِ وجودی سے کسی قدر مناسبت رکھتا تھا۔ لیکن بالآخر کمالِ مہربانی سے اس مقام سے بھی بالا لے جا کر مقامِ عبدیت میں پہنچادیا اور عبدیت کا کمال ظاہر ہوا اور پہلے مقامات، توحیدِ وجودی وشہودی کی پستی ظاہر ہوئی اور ان مقامات سے تائب ہو کر اِستغفار کی!''

امامِ ربانیؒ کے علوم ومعارف ومقامات عالیہ تک یقیناً بہت کم کسی کی رسائی ہوئی ہے:

قیامت میکنی سعدی بدیں شریں سخن گفتن
مسلّم نیست طوطی را بدو رانت شکر خائی

امامِ ربانیؒ کے اس صحیح صریح اور فیصلہ کن روشن واضح مکتوب کے بعد حیرت ہوتی ہے کہ عرصہ چارسو(۴۰۰) سال سے اختلاف ونزاع کرنے والے، امامِ ربانیؒ کو ابھی تک توحیدِ شہودی کا قائل اور توحید وجودی کا منکر کہتے آرہے ہیں اوران کے اصلی نظریات اور مقامات بتانے سے ہچکچارہے ہیں۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے!

امامِ وقت حضرت خواجہؒ نے بالمشافہ توحیدِ وجودی وشہودی کی بحث کے دوران یہ قصہ کم نصیب کو سنایا کہ امام الہند شاہ ولی اللہؒ، امامِ ربانیؒ کے توحیدِ وجودی وشہودی پر تحریر فرمودہ ایک مکتوب کو سمجھنے کے لئے خانقاہ مظہریہ میں شیخ وقت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کے پاس تشریف لائے۔ مرزا صاحبؒ عمر میں شاہ صاحبؒ سے تین سال بڑے تھے اور شاہ صاحبؒ کا ان کے بارے میں اعتقاد، مضمون کے شروع میں بندہ نے تحریر کردیا ہے۔ خیر مرزا صاحبؒ نے مکتوب سمجھا دیا۔ شاہ صاحبؒ تشریف لے گئے۔ رات کو امامِ ربانیؒ رُوحانی طور پر مرزا صاحبؒ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ شاہ صاحبؒ پوری طرح مطمئن نہیں ہوسکے۔ کل خود ان کے ہاں جا کر اچھی طرح سمجھا کر ان کی خلش دُور کر کے ان کو اطمینان دلائیں۔ چنانچہ مرزا صاحبؒ حسبِ حکم تشریف لے گئے اور مزید وضاحت فرمادی۔

چند ساتھیوں کے اصرار پر بندہ نے توحیدِ وجودی وشہودی کے موضوع پر جتنا کچھ تحریر کیا ہے، میرے خیال میں ذوق، شوق اور بصیرت رکھنے والوں کے لئے سرِدست اتنا ہی کافی ہے اور نہ سمجھنے کی نیت رکھنے والوں کے لئے شاید دفتروں کے دفتر بھی بےکار ہوں۔

”بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است“

امامِ وقت حضرت خواجہؒ کے گزشتہ مکتوب کے عرصہ بعد بندہ نے مزید کچھ استفسارات بذریعہ خط حضرت خواجہؒ سے کئے تو حضرت خواجہؒ نے یہ مکتوب جواباً تحریر فرمایا۔ یہ بھی من وعن نقل کیا جارہا ہے:

> ”مکرم ومحترم مولانا رشید الحق صاحب مطالعہ فرماویں: کہ سفرِ حج سے واپسی کے بعد آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ واپسی کے بعد سفر کی تھکان اور احباب کی کثرت سے آمد ورفت نے ڈاک دیکھنے کا موقع نہ دیا۔ بعد میں دیگر مصروفیات نے گھیر لیا۔ تا آنکہ (ربوہ) صدیق آباد کانفرنس کا وقت آگیا۔ وہاں کانفرنس کے موقع پر کسی صاحب نے ایک لفافہ ہاتھ دے دیا۔ وہ لفافہ ہفتہ عشرہ کے بعد کھولنے اور پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ اس فقیر کو ایسی ایسی مصروفیتوں سے اچانک

اور بے ارادہ واسطہ پڑ جاتا ہے کہ جس کا وہم وگمان نہیں ہوتا۔

بہر حال آپ کے گرامی نامے ایسے ویسے تو تھے نہیں، کہ قلم برداشتہ جواب لکھ دیا جاتا! اس لئے جواب میں تاخیر ہوتی رہی۔

آپ نے صدیق آباد ملنے والے گرامی نامہ میں فقیر کے ایک ساتھی کا ذکر کیا ہے، ان کے جواب اور مضمون کو ذہن میں نہ رکھیں۔ عفو اور درگزر ہی بہتر ہے۔ آپ کے گرامی نامہ میں والدہ مرحومہ کے انتقال کا درج تھا۔ جس سے افسوس ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ پاک مرحومہ کی مغفرت فرماویں اور ان کو اپنی قبر میں جنت کی آسائشیں اور راحتیں عطا فرماوے اور آپ سب کو اس صدمے کا اجر عظیم عطا فرماویں اور صبر وسکون کرامت فرماوے۔ آمین

۱:... حضراتِ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے ہاں اور فقیر کے خیال میں جملہ صوفیائے عظامؒ کے ہاں قوتِ متخیلہ کوئی چیز نہیں۔ یہ معقولیوں کی وضع کردہ ایک اصطلاح ہے۔ شریعتِ مطہرہ اور حضرات صوفیائے کرام کے ہاں فہم وادراک کے دو محل، جسدِ عنصری میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ کے پیشِ نظر مقرر فرمائے ہیں۔ ایک قلب اور دوسرا نفس۔ لہٰذا شریعتِ مطہرہ میں قلب کی کیفیت تصدیق، اذعان، یقین کے طور پر آتے ہیں اور نفس کے متعلق بھی امّارہ، لوّامہ اور مطمئنہ کے الفاظ سے اس کی کیفیات کا بیان ہوتا ہے۔ ان دو محلِ فہم وادراک میں اوّلیت قلب کو حاصل ہے اور نفس ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔

لہٰذا مشائخ عظام حضرات نقشبندیہ مجددیہ نے خطرات ووساوس کا محل پہلے قلب کو قرار دیا ہے۔ لہٰذا فرماتے ہیں کہ اول اول خطرات ووساوس کا محل قلب کا جوف ہے۔ ذکر واذکار کی برکت سے اور اپنے شیخ کی توجہات کی بدولت خطرات و وساوس جوفِ قلب سے ہٹ جاتے ہیں اور قلب پر وارِد ہونے شروع ہوجاتے ہیں۔ پھر قلب سے ہٹ کر حوالیٔ قلب پر آتے ہیں۔ پھر یہ خطرات و وساوس دماغ پر وارِد ہوتے ہیں۔ یہی دماغ، نفس کا محل ہے۔ پھر محنت اور ریاضت اور ذکر کی برکت سے خطرات و وساوس دماغ سے بھی مرتفع ہوجاتے ہیں۔ پھر کہاں وارِد ہوتے ہیں؟ یہ مسئلہ بڑا معرکۃ الآراء ہے۔ کیونکہ انسان جب تک بشریت کے لباس میں رہتا ہے، خطرات و وساوس کا وارِد ہونا لازمی ہوتا ہے۔ ذکر

واذکار کی برکت اور شیخ کی توجہات اور ریاضت ومجاہدہ کے ثمرات میں خطرات ووساوس کا محل بدلتا رہتا ہے اور ان کے موذی اثرات سے انسانِ ذاکر وسالک محفوظ رہتا ہے۔

سالک جب ذکر واذکار کا طریقہ اختیار کرتا ہے اور جب سالک کا باطن ذکرِ الٰہی سے مانوس ہوجاتا ہے تو پہلے ذکر کے دوران سالک پر عدمیت کی کیفیت وارِد ہوتی ہے۔ اس عدمیت کا مطلب یہ ہے کہ سالک اپنے آپ کو اور اپنے وجود کو معدوم محسوس کرتا ہے۔ جب ذکر کے دوران یہ کیفیت وارِد ہو تو اس وقت سالک ذکر بند کردے اور اس کیفیت کی طرف متوجہ رہے۔ جب یہ کیفیت چلی جائے تو پھر ذکر شروع کردے۔ ابتداءً یہ کیفیت لمحوں کی صورت میں آتی ہے اور آہستہ آہستہ بڑھنی شروع ہوجاتی ہے۔ پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ سالک ہمہ وقت اپنے آپ کو معدوم پاتا ہے۔ اس کیفیت کو عدمیت کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔

اس کے بعد تجلی فعلی کا ورود ہوتا ہے۔ تجلی فعلی کا مطلب یہ ہے: اپنے فعل وہر حرکت کو اور عمل کو سالک اپنی طرف منسوب نہیں کرتا۔ جب اس کیفیت کو پختگی حاصل ہوتی ہے تو اس کے بعد وساوس وخطرات میں کمی محسوس ہونے لگتی ہے۔ یہاں تک کہ وساوس وخطرات قلب سے بالکل مرتفع ہوجاتے ہیں اور فنائے قلب کے اثرات شروع ہوجاتے ہیں۔ فنائے قلب کے رسوخ کے لئے ''مدتِ مدیدہ'' درکار ہے جیسا کہ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ کا ارشاد آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ بہرحال فنائے قلب کے لئے حضور ویادداشت لازمی ہے اور ان کے بغیر فنائے قلب متصور نہیں۔

۲:... فنائے نفس تو تمام لطائف کی فنا کو متضمن ہے۔ یہ صحیح ہے، لیکن فنائے قلب بغیر فنائے نفس کے متصور ہے۔ لیکن صرف لطائف کے ذاکر ہوجانے سے فنا متصور نہیں ہوتی۔ لطائف عشرہ کے بعد مشائخ عظامؒ نفی و اثبات کا ذکر کراتے ہیں۔ اس کے بعد ولایتِ صغریٰ کے مراقبات شروع کرواتے ہیں۔ ان مراقبات کے دوران فنائے قلب کا عمل بھی ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ انعام فرماتے ہیں۔ ذکر واذکار کے نتیجہ میں جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ہوتا ہے وہ وہبی ہے۔ البتہ اس کے ذرائع کسبی ہیں۔ بعض سالکین کو ذکر واذکار کرتے کرتے مدتیں

گزر جاتی ہیں کچھ بھی احساس نہیں ہوتا۔ ایسے سالکین کے لئے ان کا شیخ اگر صاحبِ کشف ہے، تو وہ شیخ اپنی صوابدید کے مطابق تربیت کرتا ہے۔

۳:... حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان کہ: سلوکِ مقامات عنقریب مسدود ہوجاوے گا! اس کا مطلب حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لیا ہے کہ یہ فرمان اپنے انتقال کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین ہیں اور اپنے دور میں اس سلسلے کے امام ہیں، اور تمام ممالکِ اسلامیہ میں حضرت کے خلفاء موجود رہے ہیں اور ہندوستان میں اُس دور میں حضرت شاہ صاحبؒ کے ہم پلہ کوئی شیخ نہیں تھا۔ اس کے باوجود حضرت شاہ غلام علی شاہ دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں:

"بدانکہ ایں ولایاتِ ثلاثہ وایں کمالاتِ ثلثہ وحقائقِ سبعہ ودیگر مقامات، ہمہ متوسلان ایں خاندان شریف را میسر نیست۔ بعضے بولایتِ کبریٰ وقلیلے بہ کمالات ثلاثہ، ونادرے بحقائق سبعہ وجز آں فائز می شود۔ ازیں است کہ درحالات وتاثیرات ایں عزیزاں تفاوت ہاست کہ حالات وعلوم ہرمقام جدا است۔"

حضرت مرزا صاحبؒ کے کلام کا مطلب بھی یہی لیا جاسکتا ہے کہ ان مقامات کی پوری پوری تکمیل والے حضرات قلیل ہوں گے، اکثر اس راہ پر چلنے والے ان مقامات پر فائز نہیں ہوں گے۔

۴:... حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان جو آپ نے تحریر فرمایا ہے: تیس سال سلوک کے اور پینتیس سال تسلیک کے گزر چکے ہیں۔ یہ فرمان حضرت نے اپنی بے نفسی کی بنا پر فرمایا ہے۔ لیکن ہر مقام کے بے شمار مدارج ہیں، ممکن ہے فنائے قلب کے اعلیٰ وارفع مقامات مراد ہوں۔

۵:... "قطب" و "فرد" اور "اوتاد" وغیرہ ایک علیحدہ شعبہ ہے۔ یہ تکوین کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیا کیا شرائط مقرر فرمائے ہوئے ہیں، فقیر کو اس کا کوئی علم نہیں۔

آپ کے سوالات معمولی اور تمہیدی نہیں یہ بڑے مشکل سوالات ہیں، معلوم نہیں

آپ کی اس جواب سے تسلی ہوگی یا نہیں۔

"دلائل الخیرات" کی فقیر کی طرف سے اجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ باعثِ برکت کرے۔ آمین۔ ہمارے مشائخ "دلائل الخیرات" تنہا نہیں تلاوت فرماتے تھے۔ پہلے قرآن پاک کی تلاوت کی، اس کے بعد اس روز کی "دلائل الخیرات" کی ایک منزل تلاوت کرلی۔ برکت کے لئے تعویذ جو یہاں معمول ہے وہ اصحابِ کہف والا تعویذ ہے اور یہ تعویذ "تذکرۃ الرشید" کے آخر میں درج ہیں۔ اس کی بھی اجازت ہے، اللہ تعالیٰ باعثِ برکت کرے۔ آمین۔ آمدن میں برکت کے لئے اپنے مشائخ موسیٰ زئی شریف کا ایک درود شریف معمول ہے، وہ اپنی سہولت کے ماتحت ایک تعداد مقرر کرلیں اور اس کو ہمیشہ جاری رکھیں: "**اللّٰھم صلِّ علٰی سیّدنا محمد وعلی آل سیّدنا محمد أفضل صلواتک بعددِ معلوماتِک وبارِک وسلِّم**" یہ ہے۔

فقیر جواب میں تاخیر کی معافی چاہتا ہے، فقیر کی طرف سے سب کو سلامِ مسنون۔

والسلام۔"

یہ طویل پُرمغز اور دریا بکوزہ بند مکتوب، حضرت خواجہؒ نے اپنی وفات سے بائیس (۲۲) سال قبل تحریر فرمایا ہے۔

حضرت خواجہؒ نے اپنے مکتوب میں بعض سالکین کے باوجود مدتِ مدیدہ تک ذکر واذکار کے متأثر نہ ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ اس عدمِ تأثیر کے اسباب پر قدرے روشنی ڈالتا چلوں:

جیسے کہ دین ودُنیا کے ہر علم وفن میں اسباب، شرائط اور موانع ہوا کرتے ہیں۔ اسی طرح تصوف میں بھی بے شمار موانع ہیں۔ گناہ کا مانع ہونا تو ظاہر ہے لیکن بعض عمل باوجود گناہ نہ ہونے کے، بلکہ باوجود سراسر نیکی اور خیر ہونے کے بھی مطلقاً مانع ہوتے ہیں۔ چنانچہ تین آدمی اس فن میں ایسے ہیں جو پوری طرح فنِ تصوف میں ترقی نہیں کرسکتے۔ فنا فی اللہ کا مقام تو ان تینوں کو بالکل حاصل نہیں ہوسکتا:

۱:... ایسا آدمی جس پر "لطیفہ خیالیہ" یا "ادراکیہ" یا "قوتِ تمیز" غالب ہو اور وہ ان ہی کے اشارہ پر چلتا ہو، مقام فنا فی اللہ حاصل نہیں کرسکتا، کیونکہ فنا فی اللہ کا مدار تقلید، اعتقاد اور عشقِ شیخ پر ہے اور ایسا آدمی اپنی خودرائی کی وجہ سے اس سے محروم رہتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ مقامِ صفاء حاصل کرسکتا ہے اور اصلاح یافتہ ہوسکتا ہے۔

۲:... ایسا آدمی جو کثیر المطالعہ ہو یا انہاکِ علمی رکھتا ہو، مقام فنا فی اللہ حاصل نہیں کرسکتا بلکہ

ابتدائی تأثر بھی بڑی مشکل سے حاصل کرسکتا ہے۔ خواہ کثرتِ مطالعہ اور انہماکِ علمی تدریس کے رنگ میں ہو یا تصنیف کے لئے یا محض شوقیہ ہو۔ اسی لئے صاحبِ فن مشائخ کرام بوقتِ بیعت ایسے آدمی کے لئے مطالعہ اور کتب بینی پر پابندی لگادیتے ہیں! وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرتِ انسان عبارت ہے بہیمیت اور مَلَکیت سے۔ کثرتِ مطالعہ یا انہماکِ علمی قبل از فنا سے حیوانیت میں مزید ترقی ہوتی ہے بلکہ کثرتِ مطالعہ علامت ہی کسی بھی شخص کے قوی الحیوانیت ہونے کی ہے۔ جبکہ فنا فی اللہ، حیوانیت کے ضعیف ہوئے بغیر اور مَلَکیت کے قوی ہوئے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی اور دوسری وجہ اس کی یہ ہے کہ فنا فی اللہ، احدیتِ صَرفہ کی طرف عرصہ دراز کی دائمی توجہ چاہتی ہے، جبکہ کثرتِ مطالعہ اس دائمی توجہ سے مانع ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے:

در کنز و ہدایہ نتواں یافت خدا را
آئینہ دل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست

مشہور ہے کہ ایک شیخ الحدیث صاحب شیخ الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت ہونے گئے۔ ساتھ ہی اپنے دو تین مقتدیوں کو بھی لے گئے۔ چنانچہ حاجی صاحبؒ نے سب کو بیعت فرما کر لطیفہ قلب پر ذکر کا سبق عنایت فرمایا اور تین ماہ کرنے کا حکم دیا۔ تین ماہ بعد جب سب حاضر ہوئے تو شیخ الطائفہ نے عوام الناس مقتدیوں کو دوسرا سبق عنایت فرمادیا، لیکن شیخ الحدیث صاحب کو فرمایا کہ وہی پہلا سبق کرتے رہیں۔ پھر تین ماہ بعد آنے کا کہا۔ ظاہر ہے شیخ الحدیث صاحب نے محسوس کیا ہوگا کہ عوام آگے نکل گئے، میں پیچھے رہ گیا۔ اتفاق سے تین ماہ بعد پھر اکٹھے حاضر ہوئے تو حاجی صاحبؒ نے عوام کو تیسرا سبق عنایت فرمایا اور شیخ الحدیث صاحب کو حسبِ سابق اسی سبقِ اول کا حکم دیا۔ شیخ الحدیث صاحب اس دفعہ ذہنی طور پر تیار ہوکر تشریف لائے تھے کہ اگر وہی سبق ملا تو اِحتجاج کروں گا! چنانچہ عرض کی کہ: یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ مجھ پر سبق نے اثر نہیں کیا، اسی لئے اگلا سبق نہیں ملتا۔ یا تو ہر دفعہ حضرت یوں ہی فرماتے رہیں گے کہ اسی سبق کو کرو! اور یا پھر اس عدمِ تأثر کا حل فرمائیں؟ حاجی صاحبؒ جہاں دیدہ کامل العقل شیخ تھے۔ ان کا رسمی عالم نہ ہونا سب کو معلوم تھا۔ اس لئے بخاطر مصلحت فرمایا کہ رشید احمد کے پاس چلے جائیں۔ چنانچہ شیخ الحدیث صاحب حضرت گنگوہیؒ کے پاس پہنچے۔ آمد کی وجہ پوچھنے پر سارا قصہ بتادیا۔ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ تین ماہ بخاری شریف اور ترمذی شریف پڑھانا موقوف رکھیں اور سبق یہی پہلا جاری رکھیں۔ یہی بات حاجی صاحب بھی فرمانا چاہتے تھے۔ لیکن ان کے فرمانے سے مفاسد پیدا ہوسکتے تھے۔ اسی لئے حضرت گنگوہیؒ کے حوالے فرمایا۔ حضرت گنگوہیؒ چونکہ خود بھی حدیث پڑھاتے تھے، ان کے فرمانے میں مفاسد نہ تھے۔ چنانچہ شیخ الحدیث صاحب اس عرصے میں ذکر سے

متاثر ہونے لگے۔

غرض یہ کہ حدیث شریف خصوصاً بخاری شریف پڑھانے کے انتہائی اعلیٰ نیک عمل ہونے میں کسی کو شک وشبہ نہیں لیکن ہر فن کے اپنے اصول ہیں، انہی پر کاربند رہنا پڑتا ہے۔

۳:...کثیر العبادۃ الظاہرۃ: ظاہری عبادت مثلاً نماز، نفل، تلاوت، درود، اِستغفار، غرض یہ کہ لسانی اور قالبی عمل کی کثرت رکھنے والا، فنافی اللہ حاصل نہیں کرسکتا۔ اسی لئے مشائخ بیعت کرنے والوں کو سوائے فرائض، واجبات اور سننِ مؤکدہ کے تمام اعمالِ ظاہرہ سے منع فرمادیتے ہیں۔ سوائے ذکر کے سب عبادتیں ممنوع ہوجاتی ہیں۔

عبادت ظاہرہ اگرچہ ملکیت کو بڑھاتی ہے، لیکن یہ عبادت ظاہرہ، باطن کی صفائی نہ ہونے کی وجہ سے محض رسمی ہونے کی بنا پر ملکیت ضعیفہ پیدا کرسکتی ہیں۔ جبکہ فنافی اللہ کے لئے ملکیتِ قویہ درکار ہے اور نیز عباداتِ ظاہرہ اس اسٹیج پر اپنے اندر مشغول رکھنے کی وجہ سے ''احدیت صرفہ'' کی طرف دائمی توجہ سے مانع ہوتی ہیں۔ بارہ تیرہ سال قبل اسلام آباد میں ایک بزرگ عالم تشریف لائے، مجھ نالائق سے ملاقات کی خواہش کا پیغام بھیجا۔ چنانچہ بندہ نے ظہر کی چائے میں دعوت دے دی۔ تشریف لائے، نحیف ونزار، سن شریف نوے (۹۰) سے تقریباً متجاوز تھا۔ معلوم ہوا کہ دیوبند کے فاضل ہیں۔ ۱۹۳۵ء میں فراغت ہوئی۔ فراغت کو بھی باسٹھ تریسٹھ سال ہوچکے تھے۔ خیر باتوں باتوں میں بندہ نے روحانی نسبت کا پوچھ لیا: مسکرانے لگے، فرمایا کہ: بیعت تو رسمی سی عرصہ دراز قبل شیخ العرب والعجم حضرت مولانا عبدالغفور مدنیؒ سے کی تھی، لیکن ذکر سے میں ذرا بھی متاثر نہیں ہوسکا۔ بندہ نے عرض کی کہ: اپنے شیخ سے رابطہ کرکے عرض کردیتے۔ فرمایا کہ: وہ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے گئے، البتہ کافی عرصہ بعد حج پر جانا ہوا تو وہاں عرض بھی کردی کہ میں ذکر سے متاثر نہیں ہوسکا۔ حضرت نے شفقت فرمائی اور رات کو اپنے حجرۂ خاص میں ٹھہرنے کا فرمایا۔ خصوصی توجہ بھی فرمائی اور رات کو اپنی خاص چارپائی پر سونے کا فرمایا، لیکن دونوں باتوں سے میں متاثر نہ ہوسکا! صبح عرض کرنے پر دوبارہ توجہ فرمائی، لیکن بے سود، چنانچہ بندہ نامراد واپس ہونے لگا، تو فرمایا کہ: پوری زندگی میں دو آدمی میری توجہات سے متاثر نہیں ہوسکے، ایک ''تم'' اور دُوسرا ''کوئی اور''۔ اس کے بارے میں فرمایا کہ وہ بہت عبادت گزار تھا۔

بندہ راقم الحروف نے عرض کی کہ: آپ کے عدمِ تأثیر کی کوئی وجہ بیان نہیں فرمائی؟ کہنے لگے نہیں۔ میں نے عرض کی کہ: وہ وجہ میں بیان کردوں؟ فرمانے لگے: ضرور بیان کریں۔ بندہ نے عرض کی کہ: آپ کثیر المطالعہ ہیں۔ مولانا باوجود نحیف ونزار بوڑھے ہونے کے اچھا خاصہ اچھل پڑے! اور فرمایا کہ: اوہو! میں تو واقعی کتابی کیڑا ہوں! میری ساری زندگی اسی مطالعے میں ہی گزر گئی ہے اور لوگ بھی

مجھے کتابی کیڑا ہی کہتے ہیں۔ غرضیکہ بہت سے اچھے کام بھی اس لائن کے موانع میں سے ہیں۔ البتہ اتنا فرق ہے کہ تینوں آدمیوں میں سے اوّل الذکر مطلقاً فنا فی اللہ کی استعداد نہیں رکھتا، لیکن کثیر المطالعہ وکثیر العبادۃ عرصہ دراز تک علی حسب الاستعداد والریاضۃ ان کاموں کو چھوڑنے سے استعداد حاصل کر سکتے ہیں۔ کہیں مولویان کرام مجھ نالائق پر فتویٰ ہی نہ جڑ دیں کہ یہ اُمت کو کدھر لے جا رہا ہے! خدانخواستہ ایسی بات نہیں۔ میں تو ذکر و فکر کی محنت کے تھوڑے عرصے میں رنگ لانے کا اصول بیان کر رہا ہوں تا کہ:

آنچہ دانا کُند کند ناداں
لیک بعد از خرابی بسیار

کا مصداق نہ بنے!

حاصلِ کلام یہ کہ: فنا فی اللہ سے قبل کثرتِ مطالعہ وعبادۃ ظاہرہ موانع میں سے ہیں۔ ہاں! ایسا آدمی جو فنا و بقا حاصل کر چکا ہو، اس کو کثرتِ مطالعہ کتبِ شریعہ خصوصاً کتبِ حدیث وتفسیر کا مطالعہ، اسی طرح عبادۃ ظاہرہ کی کثرت بھی سراسر ترقی بخش ہے۔ غرض یہ کہ ''جائے استاد خالی است'' کے بموجب ہر فن استاد سے ہی سیکھنا پڑتا ہے اور یہ اصول وضوابط کے تحت ہی ہوسکتا ہے۔

حضرت خواجہؒ نے آخری خط اپنی وفات سے دس سال قبل مجھ نالائق کو تحریر فرمایا۔ بندہ ایک دفعہ اپنے شاگردِ خاص مریدِ خاص مولوی نیاز احمد شاہ صاحب سے اس کی مسلسل نالائقیوں کی وجہ سے ناراض ہوا اور مجلس میں حاضر ہونے پر پابندی لگا دی۔ انہوں نے بڑی چالاکی سے حضرت خواجہؒ کے دامنِ عاطفت سے سفارش چاہی تو حضرت خواجہؒ نے اس کی عرض قبول فرماتے ہوئے مجھ نالائق کو مکتوب تحریر فرمایا۔ اس مکتوب کے وقت یہ نالائق اپنی تمام کوتاہیوں کے باوجود، عرفِ عام میں چونکہ ''شیخ صاحب'' کے نام سے مشہور ہو چکا تھا۔ اس لئے حضرت خواجہؒ نے اسی عرف کا لحاظ فرماتے ہوئے اسی لقب سے یاد فرمایا ہے۔

خط کیا ہے باوجود اِختصار کے ''ہم نے ہر ادنیٰ کو اعلیٰ کر دیا'' کا مکمل عکاس ہے، من وعن نقل کیا جا رہا ہے:

''بگرامی خدمت جناب محترم شیخ صاحب زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

سلامِ مسنون کے بعد گزارش ہے کہ حاملِ رقیمہ ہذا نیاز علی شاہ صاحب جناب کے مخلص خادم حاضر ہو رہے ہیں۔ اپنی شفقتوں سے اُن کو سرفراز فرماویں۔

اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم عطا فرماویں گے اور فقیر دِل وجان سے شکر گزار ہوگا۔ والسلام۔‘‘

ان آخری دس سالوں میں حضرت خواجہؒ نے رفتہ رفتہ اپنی پیرانہ سالی کمزوری اور بیماری کی بنا پر خط وکتابت ترک فرمادی تھی۔ ورنہ بہت ساری اہم فنی باتیں پوچھنے کے قابل تھیں۔ جن کا جواب صرف حضرت خواجہؒ ہی عنایت فرما سکتے تھے: اے بسا آرزو کہ خاک شدہ! اور ساتھ ہی خاموشی بھی بہت بڑھ چکی تھی۔ تجلیاتِ عالیہ عظیمہ کی بنا پر، باوجود شفیق ہونے کے ہیبت وجلال محسوس ہونے کی بنا پر زبانی بھی پوچھنے کی ہمت نہ ہوسکتی تھی۔

’’پیشِ جاناں قوت گفتار بودے کاشکے‘‘

سانحۂ وفات

حضرت خواجہؒ کی وفات سے دو دِن قبل بندہ نے ایک خواب دیکھا: دفعۃً ذہن حضرت خواجہؒ کی وفات کی طرف منتقل ہوا۔ دِل دھک سے رہ گیا! فوراً خانقاہ شریفہ رابطہ کیا لیکن نہ ہوسکا۔ چنانچہ اسلام آباد میں حضرتؒ کے میزبان حاجی یعقوب صاحب سے معلوم ہوا کہ حضرتؒ واقعی بیمار ہیں اور ملتان میں سیال کلینک میں زیرِ علاج ہیں۔ اعتقادِ رُوحانی بھی عجیب چیز ہے! بندہ نے خواب اور اپنی پریشانی کا ابھی تک کسی سے اظہار بھی نہیں کیا تھا کہ اُسی رات بقول معتقدین: بندہ نے ایک قریبی مرید ومعتقد کو خواب میں بتایا کہ حضرت خواجہؒ وفات پاچکے ہیں! دیکھنا جنازے سے رہ نہ جانا۔ جبکہ دوسرے معتقد کو کہا کہ: تین بجے جنازہ ہے، سب ساتھیوں کو بتا دو اور سب جنازے پر پہنچنے کی فکر کریں۔ اور بندہ کے ایک مرید کو جو بیرون ملک قیام پذیر تھا، حضرت خواجہؒ نے خود خواب میں فرمایا کہ: میں ایک ہفتے بعد وفات پا رہا ہوں جنازہ پر پہنچنا۔ چنانچہ وہ ہفتے بعد بدھ کی شام لاہور ایئرپورٹ پر پہنچا اور اگلے دن سیدھا جنازہ پر حاضر ہوا۔ سچ ہے: ’’ما شما را بہانہ ساختند‘‘

چنانچہ خواب کے دو دِن بعد شام کو کھانے کے بعد مدرسہ کے مدرّس قاری زاہد صاحب نے اپنا موبائل فون بندہ کے سامنے کردیا۔ جس میں امامِ وقت حضرت خواجہؒ کی وفات کی وحشت ناک خبر تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دُنیا کے طول وعرض میں یہ خبر سب معتقدین پر بجلی بن کر گری۔ لیکن چونکہ آنحضرت جل سلطانہٗ کا نظام ہی ایسا ہے صبر کے بغیر کوئی چارہ نہیں!

خنک روزے بود یا بیم اگر خضر ہدایت را
کہ راہوارِ یقین ما بصحرائے گمان گم شد

اگلے دن احباب کے ساتھ جنازے پر حاضر ہوا، تو اِنسانی سروں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر، ’’عاشق کا جنازہ ہے ذرا دُھوم سے نکلے‘‘ کا سماں پیش کر رہا تھا۔ جنازے کے بعد بچشمِ گریاں و دِلِ بریاں سر پر خاکِ محرومی ڈالتے ہوئے واپسی ہوئی۔ حیاتِ عنصری میں اب شوقِ دیدار ہمیشہ بے کل ہی رکھے گا!

مئے وصل نیست وحشی بخمارِ ہجر خوکن
کہ شرابِ ناامیدی غم دردِ سر ندارد

حضرت خواجہؒ کی وفات وحسرتِ آیات سے عالمِ اسلام کا اتنا بڑا عظیم نقصان ہوا ہے، کہ قطع نظر رسمی الفاظ کے عالمِ اسباب میں اس کی تلافی یقیناً ناممکن ہے۔ حضرتِ حق جل مجدہٗ حضرت خواجہؒ کے ساتھ یقیناً ان کے شایانِ شان سلوک فرمائیں گے اور مقعدِ صدق کے مقامِ عالی سے سرفراز فرمائیں گے۔ ہم پسماندوں کو حضرتِ حق، حضرت خواجہؒ کی نسبت کے طفیل اپنے قرب ومعرفت سے بہرہ ور فرمائیں اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

مکاشفہ

حضرت خواجہؒ کی وفات کے دو چار دِن بعد راقم الحروف کے ایک قریبی صاحبِ کشف مرید و معتقد نے مکاشفہ میں دیکھا کہ: راقم الحروف نے حضرت خواجہؒ سے پوچھا کہ: حضور! برزخ میں کیسی رہی؟ تو حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ: خلافِ توقع رہی، میرا خیال تھا کہ قبر میں حسبِ معمول مجھ سے سوال وغیرہ ہوگا، لیکن قبر میں ڈالے جانے کے ساتھ ہی قبر تا حدِ نگاہ فراخ ہوگئی، جنت کی کھڑکی کھول دی گئی، منکر نکیر کی بجائے دو فرشتے بطور خادم کے بھیجے گئے کہ جو خدمت ہو، ان سے فرمادیں، بجالائی جائے گی۔

تمام مشائخ کرامؒ نے میرا اِستقبال کیا اور خاص ’’لَے‘‘ میں سب نے میرے آنے کی خوشی میں اسمِ ذات کا جہری ذکر کیا، اور میری آمد پر برزخ میں مشائخ نے تین دن جشنِ خوشی منایا۔ تین دن کے جشن کے بعد خواجۂ کائنات حضرت ختم المرسلین ﷺ نے اپنے دربارِ عالی میں بلایا، میں حاضر ہوا، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ختمِ نبوت کے کام کے طفیل مجھ پر توقع سے زیادہ عنایات فرمائیں اور اَب میں آپ ﷺ کے پاس ہی ہوتا ہوں۔

کشف وکشوف اگرچہ کوئی شرعی حجت نہیں، لیکن اس میں کوئی بات خلافِ شرع بھی نہیں۔ میرا اعتقاد ہے کہ یقیناً ایسا ہی بلکہ اس سے بھی بہت اعلیٰ معاملہ حضرتِ حق جل مجدہٗ نے حضرت خواجہؒ کے ساتھ فرمایا ہوگا۔ آنحضرت جل سلطانہٗ ہمیں حضرت خواجہؒ کی ہمہ قسم، خصوصی طور پر رُوحانی برکات دائمی طور پر نصیب فرمائیں۔ آمین یا رَبّ العالمین والحمد للہ رَبّ العالمین!

حضرت مولانا خان محمدؒ اور خانقاہ سراجیہ

حافظ لدھیانویؒ

جناب حافظ لدھیانویؒ ملکِ عزیز کے نامور نعت گو اور شاعرِ اسلام تھے۔
قدرت نے آپ کو لکھنے کا سلیقہ بھی ودیعت فرمایا تھا۔آپ نے حضرت قبلہؒ کی حیات میں
یہ مقالہ تحریر کیا۔ ۳ جولائی ۱۹۸۷ء کے لولاک سے پیشِ خدمت ہے۔مرتب

....

بعض بزرگ ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جن کی زندگی کا ہر نقش سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روشن ستارہ ہوتا ہے، جن کی نشست و برخاست، جن کے روزانہ کے معمولات، جن کی وضع قطع، جن کا لباس، جن کا رہن سہن جن کی گفتگو۔غرضیکہ زندگی کے جس گوشے پر نگاہ ڈالئے اس میں سیرت رسول اللہ ﷺ کی جھلک، اتباع سنت کے نقوش، پیروی سرورِ کائنات ﷺ کا رنگ جلوہ گر نظر آئے گا، یہ بزرگ چلتے پھرتے دین کے پیکر، زُہد و تقویٰ کے نمونے، ایثار و محبت کی تفسیریں اور خلق خدا کے لئے رشد و ہدایت کے سرچشمے ہوا کرتے ہیں، مخلوق خدا کی ہدایت کے لئے طول کلام اور لمبے چوڑے خطبات کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ ان کی خاموشی اور تقویٰ کا رنگ دلوں کو مسخر کرتا چلا جاتا ہے۔ان کی توجہ سے دلوں کی کدورت دور ہوتی ہے، ان کی نظر سے روح و جسم کی تمام آلائشیں ختم ہو جاتی ہیں، گناہوں کی گرد دامنوں سے جھڑ جاتی ہے۔ یہ فیضان نظر ہوتا ہے کہ انسان کی زندگی میں انقلاب برپا ہو جاتا ہے۔ان کی مجلس کا ایک ایک لمحہ زندگی کا رخ بدلنے، خیالات کا دھارا موڑنے اور رجوع الی اللہ کے لئے کافی ہوتا ہے۔ان کی نظری کیمیا اثر روحوں کو اجلا، خیالات کو پاکیزہ اور اعمال کو صالح بناتی ہے۔ یہ خاموش تعلیم، یہ فیضان نظر، یہ توجہ ہر ایک کا مقدر نہیں ہوتی، اس کے لئے دل میں جستجو کی چنگاری اور طلب صادق کا ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک اور مقبول بندوں سے کوئی زمانہ خالی نہیں رہتا۔طلب اگر صادق ہو،

جذبہ اگر سچا ہو تو راہ دکھانے والے صراطِ مستقیم پر چلانے والے، ہدایت کے راستے پر ڈالنے والے ضرور مل جاتے ہیں۔فیض کا چشمہ ہر زمانے میں، ہر دور میں جاری رہتا ہے، رشد و ہدایت کی شمع جلتی رہتی ہے۔منزلوں کے نقوش تاباں رہتے ہیں، اس کے لئے شرط مسافر کی ہے، اگر مسافر خلوص نیت، صمیم قلب اور مصمم ارادے سے اس منزل کی تلاش میں نکلتا ہے تو راستہ مل ہی جاتا ہے، راہنمائی کرنے والے مل ہی جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کی سعی و کوشش کو برباد نہیں کرتا، ہر ایک کی جھولی میں اس کی محنت کا ثمر ڈال دیا جاتا ہے۔

ایسی ہی بزرگ ہستیوں میں حضرت مولانا خان محمد صاحب کی ذات بابرکات ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بزرگوں کی صحبت نصیب رہی، روحانی آسودگی میسر آئی، دل کا خلوت کدہ ان پاکیزہ محبتوں کے نقوش سے جگمگارہا ہے، بزرگان دین سے وابستگی، پاکان بارگاہ کا قرب، دین دار لوگوں سے محبت بھی توفیق خداوندی ہی سے ممکن ہے۔ والد مرحوم کی تربیت، گھر کے دینی ماحول اور حفظ قرآن کی برکت نے زندگی کو تاریک راہوں میں بھٹکنے سے بچالیا۔

حضرت مولانا خان محمد دامت برکاتہم سے پہلی بار شرف ملاقات سرگودھا میں نصیب ہوا۔ میرے محترم بزرگ صوفی محمد افضل فقیر کا میرے غریب خانے پر قیام تھا، ان کو حضرت کے آنے کی اطلاع ملی۔ صوفی صاحب کے قبلہ خان محمد صاحب سے نیازمندانہ روابط تھے، وہ کئی بار خانقاہ سراجیہ حاضری بھی دے چکے تھے، میں ان کے ہمراہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، پہلی ہی ملاقات میں گفتگو میں تقویٰ کی خوشبو، روحانیت کا جمال، اتباع سنت کا حسن اور علم وعمل کا حسین مرقع و امتزاج نظر آیا۔ ان کی پُرکشش شخصیت کے نقوش ذہن و دل پر مرسم ہوگئے۔

طویل قامت، کشادہ پیشانی، متبسم لب، خاموش طبیعت، سادگی کا مرقع، لطافت کا پیکر، محبت و شفقت کا مرکز حضرت مولانا خان محمد صاحب کی ذات گرامی تھی۔ حضرت کے وجود سے محفل میں پاکیزگی اور روحانیت کا احساس پیدا ہوا، ایک بزرگ کی موجودگی نے دلوں کے بند دروازے کھول دیئے، گناہوں نے دل و دماغ پر جو تاریکیاں پھیلا رکھی تھیں کافور ہوتی نظر آئیں، ایسے معلوم ہوا جیسے بھٹکے مسافر کو منزل کا نشان مل گیا ہو۔

سارا مجمع خاموش تھا، معتقدین، مریدین، سرجھکائے حلقے میں بیٹھے تھے، بات تو کجا، اشارہ تک نہ تھا، محویت کا عالم تھا، معلوم ہو رہا تھا خاموش درس جاری ہے۔ ہر ایک شخص بقدر ظرف اکتساب کررہا ہے۔ ادب و احترام نے مجسم صورت اختیار کرلی تھی، یہ بزرگ کامل، یہ پیر طریقت، مرد درویش اپنے انداز میں خاموش درس دینے میں مصروف تھا، اس بزرگ کی نگاہ قلوب پر تھی، یہ درس باطن کی صفائی

اور روح کی پاکیزگی کے لئے ضروری تھی، اگر قلب کی اصلاح ہوجائے اگر باطن منزہ ہوجائے تو پاکیزہ اعمال کے حصول میں آسانی ہوجاتی ہے، اگر ضمیر جاگ اٹھے، اگر فساد دل باقی نہ رہے تو عبادت میں لذت، اخلاق میں پاکیزگی، آنکھ اور گفتگو میں کشش پیدا ہوجاتی ہے۔

بزرگوں کی توجہ نے سرکش انسانوں کے دلوں کو موم کردیا، یہی فیضان نظر تھا جس نے دلوں میں خوشگوار انقلاب پیدا کردیا، یہی مراقبہ ہے کہ انسان اردگرد کے ماحول سے ذہن کو منقطع کرکے، تمام دنیوی خیالات کو دل سے نکال کر اسمِ ذات کی طرف متوجہ ہوجائے۔ بزرگانِ دین کو تو مراقبے میں انوارِ الٰہی کا مشاہدہ ہوتا ہے، ان کے روحانی درجات بلند ہوتے ہیں، مگر مجھ جیسے عام انسان کے لئے بھی یہ لمحات سعادت و برکت کے حصول کا ذریعہ ہوتے ہیں، اتنے لمحات تو انسان کا ذہن اور قلب ذکر اللہ میں مصروف رہتا ہے۔

اصلاح کے کئی طریقے ہیں، گفتگو بھی ایک طریقہ ہے، وعظ بھی ایک طریقہ ہے، خاموشی بھی ایک طریقہ ہے، بزرگوں کے ہر انداز میں بات کے رشتے کھلتے چلے جاتے ہیں، بات کہاں سے کہاں سے کہاں پہنچ گئی، یہ بھی حضرت کے ذکر کی برکت ہے، ہم بھی اسی حلقے کا حصہ بن گئے اور اکتساب فیض میں مصروف ہوگئے، اس مرد بزرگ کی نظر کبھی کبھی اٹھتی جو بخت رسا کی نوید بن جاتی، ہر شخص کو بقدر استطاعت فیض پہنچ رہا تھا، دلوں کی اجڑی ہوئی دنیا آباد ہو رہی تھی۔

کتابی درس انسان بھول جاتا ہے، حروف کی شناخت دلوں میں گہرا اثر نہیں چھوڑتی، الفاظ کو کلام کا یارا نہیں، حافظہ نسیاں کا شکار ہوسکتا۔

کتابی علم اپنی محدود دنیا رکھتا ہے مگر باطن کا علم لامحدود ہے، اس سے زمین و آسمان کے علوم کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ انسان، خبر کی دنیا میں پہنچ جاتا ہے، مشاہدے کی لذت نصیب ہوتی ہے، بزرگوں کی ایک نظر سے قلب کی ماہیت بدل جاتی ہے، زندگی کے راستے سج جاتے ہیں، عمل کی منزلیں آسان ہوجاتی ہیں، ایسی ہی نظر مخدومی حضرت مولانا خان محمد صاحب کی ہوتی ہے۔

طویل خاموشی کے بعد صوفی محمد افضل فقیر، حضرت سے دست بوس ہوئے میرا تعارف کرایا، ان چند لمحات میں میرے دل میں اس بزرگ کی عظمت کا احساس خوشبو بن کر پھیل چکا تھا، ان کی جاذب شخصیت نے مجھے گرویدہ بنالیا تھا، بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی کی مجلس میں کئی بار حاضری کے باوجود دل کا ورق سادہ رہتا ہے، اس پر کوئی نقش نہیں بنتا، انسان خالی دامن لوٹتا ہے، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ پہلی ہی نظر سے، پہلے ہی لمحے ملاقات سے دامن دل میں گلہائے عقیدت مہکنے لگتے ہیں۔ برسوں کی ریاضت اور مجاہدے سے جو کیفیت، جو سرور دل و دماغ میں پیدا نہیں تھا وہ کسی بزرگ کے چہرے پر ایک

نظر ڈالنے سے حاصل ہوجاتا ہے، یہ اس بزرگ کی کرامت اور بزرگی کی علامت ہوتی ہے۔ اس کی معرفت الٰہی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات سے نسبت خاص کا مظہر ہوتی ہے۔ مجھے قبلہ مولانا خان محمد صاحب کی مجلس میں ایسی ہی کیفیات کا احساس ہوا۔

حضرت کے عشق رسول اللہ ﷺ کا مظاہرہ نعت کی فرمائش کی شکل میں ہوا، اس گناہگار کے نام سے وہ غائبانہ متعارف تھے، میرا نعتیہ کلام اخبارات ورسائل میں پڑھ چکے تھے، نعت گوئی کے لئے ایک خاص فضا، ایک خاص ماحول اور اہل دل حضرات کی موجودگی ضروری ہے۔ بحمداللہ! اس مجلس پاک میں ہدیۂ نعت پیش کرنا حضوری کے مترادف تھا۔ دھیان کا رخ حرم نبوی کی طرف رہا، روح بارگاہ رسالت میں درود وسلام پیش کرتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اگرچہ بارگاہ نبوی میں ابھی حاضری کا شرف نصیب نہ ہوا تھا مگر اہل اللہ کی مجلس میں نعت پڑھنے سے آنکھوں سے اشک جاری ہوگئے۔ محرومی نے اشکوں کی صورت اختیار کرلی، مجلس کا ہر شخص ادب واحترام کا پیکر بنا ہوا تھا، رقت اور سوز نے محفل کو گھیر لیا۔ نعت کے انوار نظر آئے، قلب ونظر کرم خاص سے سیراب ہوگئے۔ حضرت کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں، مگر ان کے ضبط نے جذبات کو بکھرنے نہیں دیا، یہ ظرف کی بات ہے، علامہ اقبالؒ کا شعر یاد آگیا:

سرمایۂ دردِ تو غارت نتواں کردن
اشکے کہ زدل خیزد در دیدہ شکستم من

محفل پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ حضرت نے کچھ دیر خاموش رہ کر نعت سے لطف اندوز ہوکر انوارِ رحمت کو سمیٹ کر دوسری نعت کی فرمائش کی یہ لمحات غنیمت تھے، یہ مجلس بابرکت تھی، حضرت کی موجودگی میں بارگاہ سیّدکونین ﷺ میں ہدیۂ نیاز خوش بختی کی دلیل تھی، وہ دوسری نعت سنائی، مجلس پر پھر وہی کیفیت طاری ہوگئی۔ دلوں کے آبگینے چھلک اٹھے، چند ساعتوں میں خلوت جان میں اجالا ہوگیا، یہ چند لمحات زندگی کی ساعتوں پر محیط ہوگئے میں اپنی قسمت پر نازاں تھا۔ دوسری صبح حضرت کو سفر کرنا تھا، مگر حضرت تو دربارِ رسالت مآب ﷺ میں پہنچے ہوئے تھے، وہ تو قدمین شریفین میں حاضر تھے، ان کا وجود تو مدینہ منورہ کی تقدس فضاؤں میں بس گیا تھا، نعت کی یہ بابرکت مجلس کافی دیر جاری رہی، میں پہلی ہی ملاقات میں مرادوں کے گوہر لے کر لوٹا۔

حضرت سے اجازت لے کر واپس آیا مگر اس صحبت کا سرور رگ وپے میں جاری وساری ہوگیا۔ سرشاری کا عالم تھا، مدت کے بعد پیاسی آنکھیں ایک بزرگ کی زیارت سے سیراب ہوئی تھیں۔ ان چند لمحوں نے حضرت کے قرب کی خواہش کو اور ان کی صحبت میں شرکت کی تمنا نے بیکل کردیا، جی چاہتا تھا کہ فانی دنیا کی لذتوں دنیوی مصروفیتوں اور دنیوی معاملات سے کنارہ کش ہوکر عمر کے باقی ایام خانقاہ کی

پرسکون، ایمان پرور اور روحانی فضا میں بسر کروں۔ حضرت کی صحبت سے فیضیاب ہوتا رہوں۔ حضرت کی مجلس میں مجھے اپنے مربی و مرشد حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری نوراللہ مرقدہ کی مجلس کے انوار نظر آئے، ہر طرف وہی روحانی فضا، وہی تقویٰ و پرہیزگاری کی علامتیں، وہی سادگی، وہی دنیا سے بے رخصتی، وہی متدین اشخاص، وہی اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوش نظر آئے یہ بھی حضرتؒ کی توجہ اور فیض خاص تھا کہ مجھے زندگی میں ایک بار پھر باکمال شخصیت، مقربِ بارگاہ الٰہی کے قدموں میں بیٹھنے کا شرف نصیب ہوا۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی بتائی ہوئی منزل ہے، یہ مسلک بعینہٖ میرے حضرت (رائے پوریؒ) کا مسلک ہے۔ یہ خانقاہی سلسلہ وہی ہے جہاں سے حضرت رائے پوری نوراللہ مرقدہ کو فیض ملا تھا، یہ ایک ہی چارہ ایک ہی منزل ہے۔

حضرت مولانا خان محمد صاحب سے ملاقات کی تمنا نے بیکل کردیا، آخر ایک روز رخت سفر باندھا۔ خانقاہ سراجیہ کی حاضری کے لئے گھر سے نکل پڑا، یہ تنہا سفر تھا، مگر میرے ساتھ تو خیالات کا ہجوم تھا، میرے دل میں تو محبت کی قندیلیں جگمگا رہی تھیں۔ راستہ آرزوؤں کے حسین پھولوں سے مہک اٹھا، تصورات کی محفل بھی ہوئی تھی، ذہن پر پہلی ملاقات کے نقوش تاباں ہوگئے۔ اس تصور نے خلوتِ جاں میں مسرت و شادمانی کے فانوس روشن کردیئے کہ پھر وہی صحبت نصیب ہوگئی، وہی کرم کی گھریاں لوٹ آئیں گی۔ دل کا غبار دھل جائے گا۔ زندگی کو اجالے میسر آئیں گے خدا جانے راستے میں محبت و عقیدت، وارفتگی و شیفتگی کے کتنے چراغ جلے، کتنے پھول کھلے جنہوں نے مشامِ جان کو مہکایا، آخر وہ خطۂ آرزو، وہ وادیٔ پاکیزگی و لطافت، وہ منزل آسودگاں، وہ قریۂ راحت نظر آیا، مختصر سے اسٹیشن پر اترا، یہ اسٹیشن تو منزل کا پہلا تابندہ نشان تھا۔ یہ عمارت تو کامرانی کی نوید تھی، اسٹیشن ماسٹر سے خانقاہ سراجیہ کا راستہ پوچھا، اس نے دور مسجد کی طرف اشارہ کیا، مسجد کا مینار علم خیر و برکت نظر آیا جو منزل کا پتہ دے رہا تھا۔ مختصر سا سامان تھا، اس نشان برکت پر نگاہ جمائے راستہ طے کرنے لگا، یہ کوئی زیادہ فاصلہ نہ تھا، ایک ڈیڑھ فرلانگ ہوگا مگر مجھے تو ایک ایک لمحہ ایک ایک صدی معلوم ہوا، جس ذوق و شوق، جس اضطراب جس بے تابی سے یہ فاصلہ طے ہوا اس کے اثرات آج بھی نہاں خانۂ جاں میں محفوظ ہیں۔

خانقاہ سراجیہ میں یہ پہلی حاضری تھی، کسی سے جان و نہ پہچان، کسی سے ذاتی تعارف نہ تھا، کوئی چہرہ آشنا نہ تھا۔ ایک ان دیکھا ماحول کئی قسم کے تصورات قلب و نظر پر چھاگئے۔ آخر اس وادیٔ برکت میں قدم رکھتے ہی اجنبیت کا احساس یک دم خائب ہوگیا، ہر نقش محبت کی خوشبو لئے ہوئے تھا۔ خانقاہ کے ایک کمرے کا رخ کیا۔

خانقاہ کے ایک خادم نے دریافت کیا کہ کہاں سے آنا ہوا؟ مختصر سا جواب دیا: فیصل آباد سے حضرت کی زیارت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ اس مختصر سے کلام کے بعد خادم چلا گیا، چند لمحوں کے بعد طشتری میں چائے لے کر آ گیا، اس کمرے میں چند عقیدت مند اور بھی تھے، میں نے ان سے شرکت کے لئے کہا، انہوں نے کہا کہ وہ ائے نوش کر چکے ہیں، اس پہلے نقش سے حسن میزبانی، ادب و احترام اندازِ گفتگو اور جذبہ خدمت ابھر کر سامنے آ گیا، معلوم ہوا کہ یہ اس خانقاہ کا معمول ہے، نہ فضا میں تصنع، نہ خدام میں تصنع ہر شے میں اپنائیت اور محبت کا انداز۔

چائے پینے کے بعد مسجد میں چلا گیا، یہ مختصر سی خانقاہ ایک دینی مدرسے، ایک خوبصورت مسجد اور حضرت کی رہائش گاہ پر مشتمل ہے، اس خانقاہ کا ماحول دوسری خانقاہوں سے یکسر مختلف ہے۔ اللہ تعالیٰ سے لو لگانے کے لئے، عبادت و ریاضت کے لئے قلب و نظر کو منزہ کرنے، روح کو مجلّا اور جسم و جان کو مزکیٰ کرنے کے لئے یہ انتہائی موزوں ماحول تھا، نہ شور ہے نہ ہنگامہ، نہ گاڑیوں، کاروں کی آمد و رفت ہے، نہ شہر کی بے ہنگم طرزِ زندگی، اس فضا پر بے پردگی اور گناہ آلود ماحول کا کوئی داغ نہ تھا، فضائیں نورانیت سے صاف اور نکھری ہوئی تھیں۔

خانقاہ سراجیہ ایک ایسی خانقاہ ہے جہاں کی فضا ہر قسم کی دنیوی دلکشی اور بُرائی سے پاک صاف ہے، یہ دینی مرکز، یہ رشد و ہدایت کا مقام، یہ ویرانہ دل کو آباد کرنے کی جگہ، یہ تزکیۂ نفس کے لئے مثالی خانقاہ ہے، یوں محسوس ہوتا تھا کہ خانقاہ کا ذرہ ذرہ صبح و شام حمد و ثنا کرتا رہتا ہے، یوں تو کائنات کی ہر شے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے، موجودات کا ہر ذرہ اپنے خالق حقیقی کی پاکی بیان کرتا رہتا ہے اور اس کے قادر مطلق ہونے کا اعلان کرتا رہتا ہے مگر خانقاہ سراجیہ میں یہ احساس متشکل ہو کر سامنے آتا ہے۔ جب علائق دنیا کی گرد دامن دل سے جھڑ جاتی ہے تو ذہن روحانیت کے اثرات قبول کرنے، انہیں اپنے اندر جذب کرنے اور پاکیزہ ماحول کے اکتساب فیض کرنے کا اہل ہو جاتا ہے۔ یہ روحانی فضا، یہ پاکیزہ ماحول از خود پیدا نہیں ہو جاتا اس کے لئے ایک خدا رسیدہ بزرگ کے مقدس وجود کا ہونا ضروری ہے۔ حضرت مولانا خان محمد صاحب کی ذات بابرکات نے اس فضا، اس ماحول کو پُر کشش بنا دیا ہے، سینکڑوں میل دور بیٹھے ہوئے لوگ اس مرکز رشد و ہدایت اس مصدر فیوض و برکات کی کشش محسوس کرتے ہیں، یہ کشش اینٹ پتھر سے تعمیر شدہ عمارت کی کشش نہیں، یہ کشش دنیوی نوادرات اور عجائبات کی کشش نہیں، یہ تو ایک وجود گرامی، ایک فقیر خدا مست، ایک درویشِ حق آگاہ، ایک مرد کامل اور ایک برگزیدہ ہستی کی کشش ہے، جس کی صحبت میں تپتے ہوئے دلوں کو راحت اور مضطرب روحوں کو آسودگی میسر آتی ہے۔

حضرت کی زیارت کے لئے دل بیتاب تھا، ایک ایک لمحہ اشتیاق زیارت زیادہ کر رہا تھا نظر

سوئے در لگی تھی کہ کب وہ رخِ انور نظر آئے جس کی زیارت کے لئے آنکھیں ترستی ہیں، آخر نماز مغرب کا وقت ہوا۔ حضرت اپنی قیام گاہ سے تشریف لائے۔ حضرت مختصر سی پگڑی باندھے ہوئے تھے، کندھوں پر رومال تہبند اور لمبا کرتہ لباس تھا، لباس کی سادگی میں تقویٰ کی خوشبو شامل تھی، دروازے سے باہر زائرین اور خدام انتظار میں تھے۔ حضرت نے متبسم لبوں سے سب کی طرف دیکھا، دل کی کلی کھل اٹھی سب کو انتظار کا صلہ مل گیا، حضرت مسجد میں داخل ہوئے، میں نے بڑھ کر مصافحہ کیا، حضرت نے بکمال شفقت گلے لگایا، آرزو کی تپش دل کی ٹھنڈک سے ہمکنار ہوئی، آنکھوں میں مسرت کے ستارے جھلملانے لگے، میرا سفر بابرکت ہوگیا، مسجد میں حاضر مدرسے کے طلبا اور زائرین پر محبت کی نگاہ ڈالتے ہوئے حضرت نماز کے لئے کھڑے ہوگئے۔

زندگی میں کئی بزرگوں کی اقتدأ میں نماز ادا کی تھیں، بعض اوقات روحانی کیف بھی حاصل ہوا، مگر حضرت کے نماز پڑھانے کے انداز نے ان کی شخصیت نمایاں کردی، ان تین رکعتوں کی ادائیگی میں ان کے تقویٰ ان کی بزرگی کے پہلو نمایاں کردیئے۔ اس خشوع وخضوع کے ساتھ حضرت کو نماز ادا کرتے دیکھ کر خدائے واحد وقدوس کی عظمت اور جلال کے نقوش دل پر مرتسم ہوگئے۔ یہ خضوع وخشوع اور حضورِ قلب ''والذین ھم فی صلوٰتھم خٰشعون'' کی تفسیر نظر آیا۔ اللہ تعالیٰ نے جن خوش قسمت انسانوں کو اپنی معرفت سے نوازا ہے۔ ان کے قلب میں کس درجہ خشیت پیدا کردی ہے۔ انتہائی سکون کے ساتھ رکوع وسجود ہورہے تھے معلوم ہوتا تھا کہ مقامِ احسان پر ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک کی شہادت مل رہی تھی۔ جناب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کچھ اس طرح ہے کہ نماز ایسے پڑھو جیسے کہ تم خدا تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اگر یہ مقام میسر نہ آئے تو یوں خیال کرو کہ خالق کائنات تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اس ضمن میں حضرت مولانا آزادؒ کی گفتگو یاد آ گئی۔ حضرت مولانا آزادؒ، حضرت عبدالقادر رائے پوریؒ کے امام تھے، یہ بہت بڑا اعزاز تھا، ایک روز جمعہ میں وعظ فرمارہے تھے، آپ نے فرمایا کہ آپ جنگل میں تنہا جارہے ہوں، سامنے سے اچانک شیر آتا دکھائی دے، شیر کے خوف سے آپ کی کیا حالت ہوگی؟ آپ خوف سے کانپنے لگیں گے موت سامنے نظر آئے گی، آپ نے فرمایا کہ شیر خالق کائنات کی ادنیٰ ترین مخلوق ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں کرسکتا، پھر مجمع سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ ہم نماز میں خالق کائنات کے سامنے کھڑے ہوکر اتنا بھی نہیں ڈرتے۔ اس کی عظمت اور جلال ہم کو اتنا بھی متاثر نہیں کرتا۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم نماز کا حق ادا نہیں کرتے، پھر نہایت بلیغ جملہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے نماز کو عادت بنالیا ہے، عبادت نہیں بنایا۔

حضرت نماز ادا کرکے اپنے حجرے کے باہر تشریف فرما ہوئے، گرمی کا موسم تھا، ہلکی پھلکی ہوا

تپتے ہوئے جسموں کو راحت پہنچا رہی تھی، کھلی فضا میں گرمی کا احساس تک نہیں تھا۔ حضرت کے اردگرد دور سے آئے ہوئے مریدین اور معتقدین کا حلقہ تھا، وہی خاموشی وہی دلنشین سکوت تھا جس کا اس مضمون کے آغاز میں ذکر کر چکا ہوں۔ اکتساب فیض ہو رہا تھا۔ حضرت نے مجھ سے نعت سنانے کی فرمائش کی۔ حضرت کی آواز پر حاضرین نے یوں سر اٹھایا جیسے کسی مقدس سفر سے لوٹے ہوں، حضرت نے نعت سنی، میرے دامن میں سعادتوں کے خزانے سمٹ آئے، یہ میرے لئے انتہائی اعزاز کی بات تھی کہ اہل دل حضرات کے حلقے میں ایک خدا رسیدہ بزرگ کی موجودگی میں بارگاہ رسالت میں اپنا نذرانہ، اپنا ہدیۂ نعت پیش کروں، یہ بابرکت مجلس نماز عشاء تک جاری رہی۔ حضرت نے چند جملے ارشاد فرمائے، پھر مراقبے کی کسی کیفیت طاری ہو جاتی، اس مجلس کا اختتام اذان کی آواز پر ہوا۔

مسجد کی تعمیر خدا جانے کس بے پایاں خلوص سے کی گئی ہے کہ مسجد بقعۂ نور بن گئی ہے، نقش و نگار کا حسن، رنگ و رامش کا اعتدال، تعمیر کا کمال، ذوق جمال کی تفسیر، خانہ خدا سے محبت کی تصویر سامنے تھی۔ اللہ تعالیٰ کا پاکیزگی کا مظہر ہوتا ہے۔

اگر اس پاکیزگی میں ظاہری نفاست و جمال بھی شامل ہو جائے تو عبادت میں لذت دو چند ہو جاتی ہے۔ وہ مسجد جو اہل اللہ کی سجدہ گاہ رہی ہو جو خشوع و خضوع کے مقام پر تھے، اس مسجد کا جاذب نظر ہونا قدرتی امر ہے، مسجد میں داخل ہوتے ہی ایک پاکیزہ ماحول، ایک مقدس فضا اور ایک روحانی کیفیت کا احساس ہوتا ہے، دنیوی زندگی کا ہر نیک عمل آخرت کا زادراہ بنتا ہے، اس مسجد کی تعمیر میں حصہ لینے والوں کو نہ جانے اللہ تعالیٰ نے کن غیر مختتم انعامات سے نوازے گا، یوں تو عالیشان مساجد تعمیر ہوتی ہیں، لاکھوں روپے کے اخراجات سے خانۂ خدا کی تعمیر ہوتی ہے۔ سنگ مرمر کی سلوں، خوبصورت کتبوں، منقش در و دیوار سے مسجد کو آراستہ کیا جاتا ہے مگر بعض مساجد کو دیکھنے سے اس میں سجدہ ریز ہونے والوں، تعمیر کرانے اور کرنے والوں کے خلوص کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ ایک ایک اینٹ، ایک ایک پتھر ان کی خانۂ خدا سے محبت کا نشان بن جاتا ہے، مجھے ایسا ہی احساس خانقاہ سراجیہ کی اس خوبصورت مسجد کو دیکھ کر ہوا۔ نماز عشاء کے بعد مختصر سی نشست رہی، خادم خاص نے سرمہ دانی پیش کی۔ حضرت نے سنت مطہرہ کے مطابق آنکھوں مین سرمہ ڈالا، کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے۔ حضرت کی توجہ دلوں پر تھی، ہر زائر دامن دل میں یہ دولت سمیٹ رہا ہے، کچھ دیر مراقبے کی سی کیفیت رہی۔ اس توجہ کی برکت سے کچھ زائرین آبدیدہ ہو گئے معلوم ہوتا تھا فرد عمل دھل رہی ہے۔ حضرت زائرین میں خصوصی توجہ کی دولت بانٹ کر گھر تشریف لے گئے۔

کچھ دیر کے بعد خدام کھانے کی طشتریاں اٹھائے ہوئے آ گئے۔ دسترخوان لپیٹ گیا۔ قرینے

سے کھانا چنا گیا۔نہایت خاموشی سے زائرین شریکِ طعام ہو گئے ۔خدام خدمت کے لئے کھڑے رہے۔دسترخوان لپیٹ لیا گیا۔چند بزرگ مسجد میں ذکر اللہ میں مصروف ہو گئے ۔ خدام نے چارپائیاں باہر نکالیں ،صاف ستھرے بستر لگا دیئے۔چاندرات اپنی تمام رعنائیوں ،جلوہ سامانیوں کے ساتھ طلوع ہوئے۔خانقاہ چادرِنور میں لپٹ گئی۔

معلوم ہو رہا تھا بارانِ نور ہو رہی ہے ،جسموں کو راحت نصیب ہوئی۔اس دودھیا رات میں مسجد کا حسن اور بھی نکھر گیا۔گنبد ومحراب جمال کا آئینہ بن گئے۔ایسا خوشنما منظر تھا کہ دیدو دل سیراب ہو رہے تھے۔

✻

مووی کیمرہ بند ہو گیا

ملک ظفر اقبال مدظلہ، ساکن واہ کینٹ بیان کرتے ہیں کہ پشاور کی ختم نبوت کانفرنس میں اک صاحب نے نکاح مسنونہ میں حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہٗ کوشمولیت کی دعوت دی جس کو آپ نے قبول فرمایا، صاحب خانہ کے ہاں نکاح پڑھا کر آپ نے چھوہارے بارات پر پھینکے تو ارشاد فرمایا! یہ بھی مسنون ہے، جونہی آپ کی نظر مووی کیمرہ والوں پر پڑی تو گردن مبارک ہلاتے ہوئے اشارہ سے منع فرمایا،تو دنیا کے لالچ میں مووی والوں نے سنی ان سنی کر دی،تھوڑی دیر بعد مووی بند ہو گئی، بہت کوشش کی گئی مگر تمام کوششیں اکارت گئیں، جب آپ روانہ ہونے لگے تو مووی والا رونے لگا کہ میں تو غریب آدمی ہوں، یہ ساز وسامان میرے دوست کا ہے جو کہ میں اس سے مستعار لایا ہوں پھر اس نے گاڑی میں آپ کے پاؤں پر ہاتھ رکھ کر معذرت چاہی کہ آئندہ ایسا کام نہیں کروں گا، روانگی کے بعد جونہی اس نے مووی چلائی تو درست پا کر دوست کی امانت واپس کی اور تیس ہزار روپیہ کے جرمانہ اور رسوائی سے نجات پائی۔آپ کی توجہ عالی سے توبہ کی توفیق باذن اللہ مفت میں ہاتھ آئی اللہ! اللہ! کیمرہ کی آنکھیں بند اور ان کی اک نظر کریمانہ سے بند آنکھیں کھل گئیں۔

اللہ کے ولی

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

صد باعثِ تعجب ہے وہ خودساختہ معیار جو لوگوں نے کسی کی ولایت اور بزرگی جانچنے کے لئے وضع کر رکھا ہے۔ جہلاء کا خیال یہ ہے کہ اولیاء اللہ وہ ہوتے ہیں جو ہوا میں اُڑ سکتے ہیں، پانی پر چل سکتے ہیں اور بھڑکتے شعلوں میں بلاخوف وخطر کود سکتے ہیں۔ وہ ہفتوں بلکہ مہینوں کھائے پیئے بغیر زندہ رہ سکتے ہیں، ان کے اِشارے پر بغیر موسم کے پھل پیدا ہوجاتے ہیں، اور موسم اپنے تیور بدل لیتے ہیں۔ ان کے دم سے بانجھ کوکھ ہری ہوجاتی ہے،، وہ چشمِ زدن میں ہزاروں کوس کا سفر طے کرلیتے ہیں۔ فجر کراچی میں پڑھتے ہیں، تو ظہر اور عصر مکہ اور مدینہ میں ادا کرتے ہیں۔ ایسے غالی بھی ہیں جن کی سوچ یہ ہے کہ اللہ کے نیک بندے مہینوں غسل نہیں کرتے، ڈھنگ کا لباس نہیں پہنتے، چیتھڑوں پر گزارہ کرتے ہیں، بیوی بچوں اور عزیز واقارب سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔

ایک صاحبِ نظر جو سالہا سال تک قریہ قریہ اور شہر شہر چل پھر کر مرحوم مشائخ کے حالات ان کے مریدین اور خلفاء سے جمع کرتے رہے، انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا: ’’میں بزرگوں کے متعلقین سے ان کے واقعات سن کر اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ان کی ساری زندگی فطرت سے جنگ کرتے گزر گئی۔‘‘ ظاہر ہے مہینوں غسل سے اِحتراز، تعفن زدہ لباس، گندگی میں اٹی ہوئی لٹیں، معاشرتی ذمہ داریوں سے فرار، اہل وعیال سے وحشت، وسعت اور قدرت کے باوجود گھاس پات پر گزارہ، بے خوابی اور مسلسل بے خوابی، ایک ٹانگ پر قیام، زنجیروں میں جکڑا ہوا جسم، آبادی کے بجائے ویرانے میں بسیرا........ یہ سب کچھ فطرت سے جنگ ہی تو ہے۔ حیرت ہے دِینِ فطرت کے ان پیروکاروں پر جو خلافِ فطرت زندگی کو ولایت کا اعلیٰ مقام سمجھتے ہیں۔

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ، اللہ کے ولی تھے، ایمان اور تقویٰ کے نور سے اپنے ظاہر اور باطن کو منور کیے ہوئے ولی! وہ نہیں جن کی زندگی فطرت سے جنگ کرتے گزر جاتی

ہے، بلکہ وہ ولی جو زندگی بھر نفس کے ناجائز تقاضوں، شیطانی قوتوں اور گمراہ فرقوں سے برسرپیکار رہتے ہیں۔ نہ اندر کے دُشمن کے سامنے ہتھیار ڈالتے ہیں، نہ باہر کے دُشمن کے سامنے۔ وہ ایسے مجاہد تھے جو زندگی بھر لڑتے رہے مگر ہاتھ میں تلوار نہیں تھی، ایسے مبلغ تھے جو ''خموشی گفتگو ہے، اور بے زبانی ہے زبان میری'' کا مصداق تھے، وہ کئی جماعتوں کے قائد تھے، مگر ان کی مقبولیت ومحبوبیت کا عنوان دیا جائے یا ان کے اخلاقِ حسنہ کا کرشمہ کہا جائے کہ ایسی جماعتیں بھی ان کی قیادت اور ان کی طرف اِنتساب میں فخر محسوس کرتی تھیں جن کے قائد باہم شدید اِختلافات رکھتے تھے، ان کی حیثیت مجمع البحار کی سی تھی، کئی نہریں تھیں جو اس دریا میں آکر گرتی تھیں۔

یقیناً کتاب لکھنے سے کہیں زیادہ مشکل اور صبر آزما کام اِنسان سازی ہے، کتابوں سے وہ اِنقلاب برپا نہیں ہوتے جو تزکیہ اور تربیت کے مراحل سے گزرے ہوئے انسانوں سے برپا ہوتا ہے۔ حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام نے کتابیں نہیں لکھیں، انسان تیار کئے ہیں، جن میں سے ایک ایک کئی کئی کتب خانوں پر بھاری تھا۔ انبیاء کی آمد کا مقصد نہ تو عمارت سازی تھا نہ صنعت وحرفت کا قیام، نہ زراعت نہ تجارت، وہ تو اِنسان سازی کے لئے دُنیا میں آتے رہے، یوں تو یہ کام ہزاروں سال سے ہو رہا ہے مگر اس اُمت میں اس کا آغاز سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوا، تب سے آج تک چراغ سے چراغ جل رہے ہیں۔ آج کے دور کا بڑا المیہ یہ ہے کہ لوہے، پانی، پتھر، ہوا اور دیگر اشیاء پر تو خوب محنت ہو رہی ہے، مگر اِنسان سازی کے کارخانوں میں بالعموم دُھول اُڑ رہی ہے۔ کہیں سکوتِ مرگ سا سناٹا ہے، اور کہیں دُکانیں کھل چکی ہیں۔ قبروں کی بولیاں لگ رہی ہیں، اور خانقاہوں میں مجاور اور دُکان دار بیٹھے ہیں۔

خانقاہِ سراجیہ اُڑتی ہوئی دُھول اور زوال پذیر حالات میں روشنی کا ایک مینار ہے، حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ نے اپنے مشائخ حاجی دوست محمد قندھاری، خواجہ محمد عثمان دامانی، خواجہ سراج الدین، مولانا ابوسعد احمد خاں ...رحمہم اللہ... اور نقشبندی سلسلے کی روایات کو زندہ رکھنے کی کامیاب کوشش فرمائی، ان کے زمانۂ خلافت میں خانقاہِ سراجیہ کی شہرت چاردانگ عالم میں پھیل گئی، باوجودیکہ وہ ہر جگہ پچھلی صف میں بیٹھنے اور اپنے آپ کو گمنامی میں رکھنے کی کوشش کرتے تھے، لیکن دِلوں میں ان کی محبت ایسی ڈال دی گئی تھی کہ جہاں وہ ہوتے مسندِ صدارت پر انہی کو بٹھایا جاتا۔ محدث العصر حضرت بنوریؒ اُستاذ ہونے کے باوجود ان کا اِحترام فرماتے تھے، بعض مواقع پر حضرت نے ان کی جوتیاں سیدھی کرنے کی بھی کوشش کی۔ اسے ہم حضرت بنوریؒ کی تواضع اور فنائیت بھی کہہ سکتے ہیں، اور خواجہ صاحب کی محبوبیت ومقبولیت بھی۔

آج جبکہ باطل کے علم بردار متحد ہیں اور حق کے نام لیوا اِنتشار در اِنتشار کا شکار ہیں، خواجہ صاحبؒ کا وجود صد غنیمت تھا کہ کم از کم ایک شخصیت تو ایسی تھی جس کے اِخلاص، غیر جانب داری، تدین اور تقویٰ پر سب کا اِتفاق تھا، حضرتؒ کے اُٹھ جانے سے ان کی صلبی اولاد ہی یتیم نہیں ہوئی، بلکہ ہزاروں طالبانِ اصلاح، سیکڑوں دینی اِدارے، اور دسیوں دِینی جماعتیں بھی یتیم ہوگئی ہیں۔ کیسا شخص تھا جو ایک شہر کو نہیں، پورے ملک کو ویران کر گیا، جس کی جدائی کے غم میں جنگل ہی نہیں، آبادیاں بھی اُداس ہیں...!

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَاَنْتَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ

جیل میں مشق قرآن

حضرت صوفی احمد یار صاحب مدظلہٗ بتاتے ہیں کہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہٗ العالی کی تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرفتاری عمل میں آئی، پانچ ماہ بیس یوم لاہور جیل میں گزارے ایام اسارت میں آپ حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن پاک کی مشق کرتے رہے: قاری عبدالرحمان ضیاء صاحب مدظلہٗ راوی ہیں کہ:

ایک مرتبہ حضرت قاری صاحب رحمہٗ اللہ کے فرزند مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب رحیمی (رحمہٗ اللہ) خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ شریفہ میں ملاقات کی غرض سے حاضر ہوئے۔ جب قاری صاحب کے بارے میں عرض کیا گیا تو آپ کھڑے ہوگئے اور ارشاد فرمایا کہاں ہیں؟ قاری صاحب کو گلے لگایا اور اپنی مسند پر ساتھ بٹھایا، قاری صاحب کو جاتے ہوئے حضرت خواجہ مدظلہٗ العالی نے ایک مصلیٰ اور ایک عطر کی شیشی عنایت فرمائی، کچھ عرصہ بعد قاری صاحب نے بتایا: ”میں جب مارکیٹ میں خالی شیشی دکھا کر عطر خرید کرنے گیا تو پتہ چلا کہ یہ عطر ہمارے ملک کی مارکیٹ میں دستیاب ہی نہیں ہے، ہاں البتہ یہ جان کر حیرانی ہوئی کہ اس خالی شیشی کی قیمت پاکستانی ہزار روپیہ ہے۔“

قافلۂ حق وصداقت کے میرِ کارواں

حضرت مولانا زاہدالراشدی صاحب

۵؍مئی کو نمازِ مغرب کے بعد مدرسہ نصرۃ العلوم میں مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی کے ساتھ بیٹھے ہوئے اس بات کا تذکرہ ہوا کہ آج حضرت والدمحترم مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کوایک سال پورا ہوگیا کہ گزشتہ سال ۵؍مئی کوان کا وصال ہوا تھا، اس سے تھوڑی دیر بعد یہ غم ناک خبر ملی کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کا ملتان میں انتقال ہوگیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون!

ہمارا ایک سال پہلے والا صدمہ پھر سے تازہ ہوگیا کہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ اور مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ کے انتقال کے بعد جن دو چار شخصیات کی سرپرستی، دُعاؤں اور موجودگی کا سہارا ہمارے پاس باقی رہ گیا تھا، حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ ان میں سرِفہرست تھے۔

مجھے یوں یاد پڑتا ہے کہ میں نے ان کی پہلی بار زیارت ۱۹۶۷ء کے دوران ڈیرہ اسماعیل خان میں جمعیت علمائے اسلام کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی آئین شریعت کانفرنس کے موقع پر کی تھی، وہ منظر اَب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ اور حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کا جلوس کی شکل میں اِستقبال کیا گیا تھا اور قبائلی عوام اپنے روایتی انداز میں ان دونوں بزرگوں کو جلوس کے ساتھ شہر کے مختلف بازاروں میں گھما رہے تھے، حضرت مولانا مفتی محمودؒ براہِ راست اس کانفرنس کے انتظامات کر رہے تھے اور ہمارے پرانے دوست خواجہ محمد زاہد صاحبؒ جنھوں نے ابھی کچھ عرصہ قبل جامِ شہادت نوش کیا ہے، کانفرنس کا انتظام کرنے والے نوجوانوں کی قیادت کر رہے تھے، مجھے اس سفر کے دوران خانقاہِ سراجیہ شریف میں حاضری کی سعادت بھی حاصل ہوئی، میرے بڑے بہنوئی حاجی سلطان محمود خان صاحب ریلوے میں ڈیزل میکینک تھے اوران دنوں ان کی ڈیوٹی کندیاں ریلوے جنکشن پر تھی، جہاں وہ ایک کوارٹر میں بچوں اوراہل خانہ سمیت رہائش پذیر تھے، ان کے پاس گیا تو خانقاہِ سراجیہ شریف میں بھی حاضری ہوئی، غالبًا ایک رات قیام کیا، حضرت خواجہ صاحبؒ موجود تھے، انہوں

نے بہت شفقت کا اظہار فرمایا مگر میری دلچسپی کا بڑا حصہ خانقاہ شریف کی لائبریری سے وابستہ تھا، جو اس وقت ملک کی اہم لائبریریوں میں شمار ہوتی تھی، میں نے اس دور میں مزارعت اور بٹائی کی حرمت کے حوالے سے حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کے موقف کی تائید میں ایک تفصیلی مضمون لکھا تھا، جو ہفت روزہ ''ترجمانِ اسلام'' لاہور میں قسط وار شائع ہوا تھا، اس مضمون کی بیشتر تیاری میں نے خانقاہِ سراجیہ کی لائبریری میں کی تھی۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کی آخری زیارت میں نے گزشتہ سال رجب کے دوران ایک سفر میں خانقاہ سراجیہ شریف میں حاضری کے موقع پر کی، اس سفر میں مجھے خانقاہ سراجیہ میں حاضری کے علاوہ رئیس الموحدین حضرت مولانا حسین علیؒ کی قبر پر حاضری کا شرف بھی حاصل ہوا۔

اس پہلی اور آخری ملاقات کے دوران نصف صدی کے لگ بھگ کا عرصہ ہے، اور اس عرصے میں حضرت خواجہ صاحبؒ کے ساتھ ملاقاتوں کے وسیع سلسلے کو اگر تین ہندسوں میں بیان کرنا چاہوں تو شاید مبالغہ نہ ہو، پاکستان میں اور بیرونِ ملک ان کی خدمت میں حاضریوں اور ان کی دُعاؤں اور شفقتوں سے فیض یاب ہونے کا ایک طویل سلسلہ ہے، وہ جمعیت علمائے اسلام کی مرکزی قیادت میں شامل تھے اور ایک عرصہ تک نائب امیر رہے، میں نے بھی کم وبیش رُبع صدی کا عرصہ جمعیت علمائے اسلام میں ایک متحرک کارکن کے طور پر گزارا ہے، اور سالہا سال تک جمعیت کے مرکزی عہدے داران کی ٹیم میں سیکرٹری اطلاعات کے طور پر شامل رہا ہوں، اس دوران جمعیت کے اجتماعات اور کانفرنسوں میں ان سے استفادے کا موقع ملتا رہا ہے، وہ خاموش اور دُعاگو بزرگ تھے، جلسوں میں گھنٹوں بیٹھے رہتے اور آخر میں دُعا فرماتے۔

میں نے انہیں زندگی میں ایک ہی بار جلسۂ عام میں مائیک کے سامنے کھڑے ہو کچھ کہتے سنا ہے، یہ اکتوبر ۱۹۷۵ء کی بات ہے، جب جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں جمعیت علمائے اسلام کا قومی نظام شریعت کنونشن تھا، ملک بھر سے ہزاروں علمائے کرام جمع تھے، جمعیت علمائے اسلام کی مرکزی اور صوبائی قیادتیں موجود تھیں، اس کی آخری نشست میں اسٹیج پر موجود اکابر علمائے کرام کو جن میں مولانا مفتی محمودؒ، مولانا خواجہ خان محمدؒ، مولانا سیّد محمد شاہ امروٹیؒ، مولانا سیّد محمد ایوب جان بنوریؒ، مولانا عبیداللہ انورؒ، مولانا عبدالغفور آف کوئٹہ اور مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ جیسی بزرگ شخصیات بھی شامل تھیں، حضرت درخواستیؒ نے باری باری مائیک پر بلا کر ان سے نفاذِ شریعت کے لئے زندگی بھر جدوجہد کرتے رہنے کا عہد لیا تھا، میں اس نشست کا اسٹیج سیکریٹری تھا اور خیر وسعادت کی یہ ساری کارروائی میرے ہاتھوں سرانجام پارہی تھی، فالحمدللہ علیٰ ذالک!

کل ہی ایک دوست نے مجھ سے پوچھا کہ کیا کسی نے مولانا خواجہ خان محمدؒ کو کسی جلسے میں تقریر

کرتے بھی دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ تقریر کرتے تو نہیں لیکن ایک بڑے جلسہ عام میں مائک کے سامنے کھڑے ہوکر کچھ کہتے ضرور سنا ہے، اور یہ وہی موقع تھا جس کا میں نے تذکرہ کیا ہے۔

میری تگ وتاز کا دُوسرا بڑا میدان ہمیشہ تحفظ ختم نبوّت کا محاذ رہا ہے، اور اس سلسلے میں کام کرنے والے ہر حلقے کے ساتھ تعاون کو اپنے لئے باعثِ نجات سمجھتا ہوں، اس محاذ میں حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کی امارت میں سرگرم کردار ادا کرنے کی سعادت بھی مجھے حاصل رہی ہے، اور بیسیوں اِجتماعات اور اِجلاسوں میں ان کے ساتھ رفاقت کے شرف سے بہرہ ور رہا ہوں، میں ان کے صبر وحوصلے کا ہمیشہ معترف رہا ہوں کہ وہ ختم نبوّت کانفرنسوں میں گھنٹوں مسندِ صدارت پر تشریف فرما رہتے، توجہ کے ساتھ مقررین کے خطابات سنتے، ہلکی ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ ان کی خطیبانہ اداؤں پر داد بھی دیتے اور آخر میں ان کی پُرخلوص اور پُرنور دُعا پر محفل کا اِختتام ہوتا۔

غالباً ۱۹۷۸ء کے لگ بھگ کا قصہ ہے کہ کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کی نیم والی مسجد میں جمعیت علمائے اسلام کا جلسہ تھا، میری تقریر تھی، گرمیوں کا موسم تھا، نمازِ عشاء کے بعد جلسے کی کارروائی شروع ہونے والی تھی کہ کسی دوست نے آکر خبر دی کہ مولانا خان محمدؒ کا اِنتقال ہوگیا ہے، جلسے کے منتظم حضرت پیر جی عبدالحکیمؒ تھے، انہوں نے مجھ سے مشورہ کیا تو باہمی مشورے سے طے پایا کہ جلسے میں ایک تعزیتی تقریر کے بعد اس کے اِلتواء کا اِعلان کردیا جائے، اور پھر سفر کی تیاری کی جائے، تاکہ صبح جنازے پر کندیاں شریف پہنچا جاسکے، جلسے کی کارروائی کو مختصر کرکے صرف میں نے بیس پچیّس منٹ خطاب کیا، مولانا خان محمدؒ کی دینی وعلمی خدمات کا ذِکر کیا اور ان کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے تعزیت کے طور پر جلسہ ملتوی کرنے کا اِعلان کردیا۔

کندیاں شریف جانے کے لئے کرائے کی ویگن کا اہتمام کیا گیا، ہم گیارہ بجے کے لگ بھگ ویگن پر سوار ہونے کے لئے روڈ پر پہنچے تو میں نے پیر جی سے عرض کیا کہ مجھے چائے کی طلب ہو رہی ہے، سامنے والے اسٹال سے چائے پی لیتے ہیں اور ساتھ ہی گیارہ بجے والی خبریں ریڈیو سے سنتے ہیں، ممکن ہے جنازے وغیرہ کے پروگرام کی کوئی خبر ہو، خبریں سنیں تو معلوم ہوا کہ وفات پانے والے بزرگ خواجہ خان محمد صاحب ہمارے کندیاں شریف والے بزرگ نہیں بلکہ کوئی اور بزرگ ہیں، اور چائے کے کپ کی طلب نے ہمیں کندیاں شریف بے مقصد سفر کی صعوبت سے بچالیا۔

بعد میں ایک موقع پر شاید جمعیت علمائے اسلام کے کسی اِجلاس میں حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ نے مجھے اپنے پاس بلاکر آہستہ سے کان میں کہا کہ تمہاری وہ کمالیہ والی تقریر کسی نے ریکارڈ بھی کی تھی یا نہیں؟ میں نے پوچھا کہ: حضرت! آپ کو پتا چل گیا ہے؟ مسکرا کر فرمایا کہ: ہاں پتا چل گیا ہے، لیکن اگر

وہ تقریر مل جائے تو سننا چاہتا ہوں۔

مولانا خواجہ خان محمدؒ سلسلہ نقشبندیہ سراجیہ کی ایک بڑی خانقاہ کے مسند نشین تھے، ان سے ہزاروں افراد نے جن میں بڑی تعداد دِینی کارکنوں اور علمائے کرام کی ہے، اِستفادہ کیا ہے، لیکن وہ صاحبِ علم صوفی تھے، تصوف کے رُموز واسرار سے نہ صرف آشنا تھے، بلکہ ان کے ثقہ شارح بھی تھے، اور اب ان جیسے نفوس کے دم قدم ہی سے تصوف کا یہ جہاں آباد ہے۔

ایک بار امریکا سے ایک نومسلم خاتون گوجرانوالہ آئیں، یہ نومسلم خاتون فلسفے کی پروفیسر ہیں، اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے علوم سے خصوصی دِلچسپی رکھتی ہیں، انہوں نے حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ سے ملاقات کے دوران تصوف کے بعض حساس اور دقیق مسائل پر تبادلۂ خیال کیا اور دریافت کیا کہ تصوف کے علمی مسائل اور اِشکالات پر مجھے کس بزرگ سے بات کرنی چاہئے؟ حضرت صوفی صاحبؒ نے دو بزرگوں کے نام لئے کہ حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ اور حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ میں سے جس بزرگ سے بھی ملیں گی، آپ کو اپنے اِشکالات وسوالات کا تسلی بخش علمی جواب ملے گا۔

حضرتؒ کی یادوں کے مختلف مراحل ذہن کی اسکرین پر بار بار نمودار ہورہے ہیں، یادوں کا یہ سلسلہ تو چلتا ہی رہے گا کہ ان کے بعد ان کی یہ یادیں ہی اب ہمارا سہارا ہیں۔ میں حضرت خواجہ صاحبؒ کے خاندان، جماعت، مریدین، معتقدین اور متعلقین سے تعزیت کرتے ہوئے یہ سوچ رہا ہوں کہ تعزیت تو سب حضرات کو مجھ سے کرنی چاہئے کہ ایک کارکن سے اس کا امیر رُخصت ہوگیا ہے، ایک گناہگار سے دُعاؤں کا سہارا چھن گیا ہے، اور ایک راہرو سے اس کا رہبر جدا ہوگیا ہے۔

مولانا خواجہ خان محمدؒ اور خانقاہِ سراجیہ کا کتب خانہ

میرے والد محترم مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ اور مولانا خواجہ خان محمدؒ دونوں دارالعلوم دیوبند میں ہم سبق رہے اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد تھے، ان کا رُوحانی سرچشمہ بھی ایک ہی تھا کہ ڈیرہ اسماعیل خان میں موسیٰ زئی شریف کی خانقاہ کے فیض یافتہ تھے۔

نقشبندی سلسلے کی اس خانقاہ کے حضرت خواجہ سراج الدینؒ سے حضرت مولانا احمد خانؒ نے خلافت پائی جو خانقاہ سراجیہ کے بانی تھے، اور اسی خانقاہ کے مسند نشین کی حیثیت سے مولانا خواجہ خان محمدؒ ۵۶ برس سے زیادہ عرصے تک لوگوں کی پیاس بجھاتے رہے، جبکہ خواجہ سراج الدینؒ کے دُوسرے خلیفہ حضرت مولانا حسین علیؒ، مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ کے شیخ تھے۔

مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ اور مولانا خواجہ خان محمدؒ تعلیمی اور رُوحانی طور پر دارالعلوم دیوبند اور

خانقاہ موسیٰ زئی شریف سے مشترکہ طور پر فیض یاب ہونے کے ساتھ ساتھ زندگی بھر ایک مشن اور پروگرام کے داعی رہے اور ایک سال کے وقفے کے ساتھ وفات بھی ایک ہی دن پائی، مولانا خواجہ خان محمدؒ نے ۹۰ برس عمر پائی اور دِینی جدوجہد کے مختلف میدانوں میں خدمات سرانجام دیں، دہلی میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خانوادے اور رُوحانی سلسلے سے تعلق رکھنے والے عظیم بزرگ حضرت شاہ سعید احمد دہلویؒ سے افغانستان سے تعلق رکھنے والے بزرگ حضرت خواجہ دوست محمد قندھاریؒ نے فیض پایا، اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں خلافت کی خلعت سے سرفراز ہوکر ڈیرہ اسماعیل خان میں موسی زئی شریف کے مقام پر خانقاہ احمدیہ سعدیہ قائم کی جس کا فیض آج افغانستان اور پاکستان کے طول وعرض میں عام ہے۔

مولانا خان محمدؒ سلسلۂ نقشبندیہ کے بلند پایہ شیخ تھے، اور تصوف وسلوک کے ایسے مستند شارح بھی تھے جن کی خدمت میں بڑے بڑے علمائے کرام حاضر ہوکر رُوح وقلب کی تسکین پاتے اور تصوف وسلوک کی پیچیدہ گتھیاں سلجھاتے تھے، اس دور میں خانقاہِ سراجیہ کو یہ اِمتیاز حاصل ہے کہ اس کے ماحول میں قرآن وسنت کے اَحکام اور شریعتِ اسلامیہ کے ضوابط کی پابندی کا بطورِ خاص اہتمام کیا جاتا ہے، اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے رُوحانی فلسفہ وافکار کی تعبیر وتشریح کی جاتی ہے، اس خانقاہ کے شب وروز ذِکرِ اِلٰہی سے معمور رہتے ہیں، اور رمضان المبارک کے دوران تو اللہ والوں کی پُرانی خانقاہوں کی یاد تازہ ہوجاتی ہے، اس خانقاہ میں رمضان المبارک کا منظر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

مولانا خواجہ خان محمدؒ کی تگ وتاز کا دُوسرا بڑا میدان جمعیت علمائے اسلام اور نفاذِ شریعت کی جدوجہد رہی ہے، وہ مولانا عبداللہ درخواستیؒ، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور مولانا عبیداللہ انورؒ کے قریبی رُفقاء میں سے تھے اور جمعیت علمائے اسلام کی مرکزی قیادت میں ان کا شمار ہوتا تھا، وہ ایک عرصے تک جمعیت کے مرکزی نائب امیر رہے، اور انہیں جمعیت کے سرپرستِ اعلیٰ کی حیثیت حاصل تھی۔

۱۹۷۷ء میں حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کی وفات کے بعد انہیں مجلس تحفظ ختمِ نبوّت پاکستان کا امیر منتخب کیا گیا، اس کے بعد وہ زندگی کے آخری لمحات تک تحریکِ ختمِ نبوّت کی قیادت کرتے رہے۔

۱۹۸۴ء میں انہیں تمام مکاتبِ فکر کی مشترکہ مرکزی مجلس عمل ختمِ نبوّت کا سربراہ منتخب کیا گیا، اور ملک کے مختلف مکاتبِ فکر کے علمائے کرام اور دِینی جماعتوں نے ان کی قیادت میں ختمِ نبوّت کے محاذ پر کئی بار متحد ہوکر جدوجہد کی، وہ دیوبندی مکتبِ فکر کی مختلف جماعتوں اور حلقوں میں نکتہ اِتحاد اور مرجع کا مقام رکھتے تھے، دیوبندی مکتبِ فکر کی داخلی گروہ بندیوں میں جب بھی کسی مسئلے پر سب کو اِکٹھا کرنے کی

ضرورت محسوس ہوئی تو مولانا خواجہ خان محمدؒ نے اس میں کلیدی کردار ادا کیا، اور ان کی شخصیت وجہ اِتحاد بن گئی، انہیں دیوبندی مکتبِ فکر کے دائرے سے ہٹ کر مختلف مکاتبِ فکر کے درمیان بھی یہ حیثیت حاصل تھی اور دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اور شیعہ مکاتبِ فکر کے علمائے کرام اور جماعت اسلامی کے رہنماؤں نے متعدد باران کی قیادت میں تحریک ختمِ نبوّت میں مشترکہ تحریکات کا اہتمام کیا۔

وہ خاموش طبع بزرگ تھے، کسی پبلک جلسے یا اجلاس میں انہیں کبھی تقریر کرتے نہیں دیکھا گیا، خاموشی کے ساتھ اجلاس میں گھنٹوں بیٹھے رہتے، اور کارروائی میں پوری دِلچسپی لیتے ہوئے ذِکر واَذکار میں مصروف رہتے، ان کی خاموشی بڑے بڑے مقررین کی تقریروں پر بھاری ہوتی تھی اور ان کے ساتھ جلسے یا اجلاس کی اِختتامی دُعا میں شریک ہونے کے لئے لوگ گھنٹوں بیٹھے انتظار کرتے رہتے تھے۔

برمنگھم (برطانیہ) میں عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کی سالانہ کانفرنس برطانیہ میں مسلمانوں کے بڑے اِجتماعات میں شمار ہوتی ہے، جو عام طور پر جولائی میں منعقد ہوتی ہے، مجھے سالہا سال تک اس کانفرنس میں تسلسل کے ساتھ شرکت کا شرف حاصل ہوتا رہا ہے، اب چند برس سے تدریسی مصروفیات اور مجبوریوں کی وجہ سے جانے کا موقع نہیں مل رہا، برطانیہ میں ان ایام میں دن بہت لمبا ہوتا ہے، اور عصر کی نماز عام طور پر ۸ بجے کے لگ بھگ ادا کی جاتی ہے، اور ختمِ نبوّت کانفرنس صبح ۹ بجے کے لگ بھگ شروع ہوکر عصر تک جاری رہتی ہے، اور درمیان میں صرف نمازِ ظہر اور دوپہر کے کھانے کے لئے آدھ پون گھنٹے کا وقفہ ہوتا ہے۔

میں نے کئی بار دیکھا کہ مولانا خواجہ خان محمدؒ صبح کانفرنس کے آغاز میں ہی مسندِ صدارت پر رونق افروز ہوجاتے اور اِختتامی دُعا تک مسلسل بیٹھے رہتے، وہ خود تو تقریر کرتے نہیں تھے، لیکن مقررین کی تقریروں کو غور سے سنتے اور ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ داد بھی دیتے تھے۔

میں نے ایک بار مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے رہنماؤں سے کہا کہ اپنے امیرِ محترم پر اس بڑھاپے میں آپ حضرات اس قدر زیادتی کیوں کرتے ہیں کہ ۱۰، ۱۰ گھنٹے مسلسل انہیں مسندِ صدارت پر بٹھائے رکھتے ہیں، صبح کانفرنس کے آغاز پر تھوڑی دیر کے لئے انہیں لاکر پھر آرام گاہ میں پہنچا دیا کریں، اور شام کو کانفرنس کے اِختتام سے کچھ پہلے دُعا کے لئے پھر سے لے آیا کریں، مجھے جواب ملا کہ حضرت الامیر یہ بات نہیں مانتے اور ان کی خواہش ہوتی ہے کہ سب مقررین کے خطابات خود سنیں۔

خانقاہِ سراجیہ کا ایک اور امتیاز اس کا علمی ماحول اور کتب خانہ ہے، جو ایک زمانے میں ملک کے چند بڑے کتب خانوں میں شمار ہوتا تھا، ۱۹۱۸ء میں خانقاہِ سراجیہ کے قیام کے ساتھ اس کتب خانے کا آغاز ہوا اور اس وقت اس کے قیام پر پچاس ہزار روپے لاگت آئی، خانقاہ کے بانی مولانا احمد خانؒ، اعلیٰ

درجے کے علمی ذوق کے بزرگ تھے، جس کی کاوش سے یہ کتب خانہ وجود میں آیا۔

خانقاہِ سراجیہ کے مطبوعہ تذکروں میں اس سلسلے میں ایک لطیفہ بھی درج ہے کہ جب یہ کتب خانہ قائم کیا گیا تو علاقے کے ایک بڑے عالم دین نے کہا کہ اتنی زیادہ رقم صَرف کرنے کی کیا ضرورت تھی، اتنی رقم سے تو تھل کا پورا علاقہ خریدا جاسکتا تھا؟ کچھ عرصے بعد انہی مولانا صاحب کو کسی مسئلے میں حوالہ دیکھنے کی ضرورت پڑی تو وہ نایاب کتاب صرف خانقاہ سراجیہ کے کتب خانے میں میسر تھی۔

وہ اس مقصد کے لئے وہاں آئے تو مولانا احمد خانؒ نے دِل لگی سے فرمایا کہ حوالہ دیکھنے کی کیا ضرورت تھی، تھل کے علاقے میں کوئی ٹیلہ خرید لیا ہوتا...!

مجھے خود اس کتب خانے سے متعدد بار اِستفادے کا موقع ملا ہے، اور جب ان کاموں کے لئے فرصت کے دن میسر ہوتے تھے، میں صرف اس مقصد کے لئے خانقاہ سراجیہ میں حاضری دیا کرتا تھا، اب تو مصروفیات اور کارہائے زندگی نے اس قدر اُلجھا رکھا ہے کہ معمول اور روٹین سے ہٹ کر کچھ پڑھنے کی دِل میں حسرت ہی رہتی ہے، کبھی کبھی یوں محسوس ہوتا ہے کہ ''فرصتے وکتابے وگوشۂ چمنے'' کی حسرت شاید زندگی کی آخری سانس تک حسرت ہی رہے گی۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کے ساتھ میری نیازمندی کا عرصہ چار عشروں سے متجاوز ہے، سفر وحضر اور خلوت وجلوت کی سینکڑوں ملاقاتوں اور مختلف تحریکات میں ایک کارکن کے طور پر رفاقت کے شرف سے بہرہ ور رہا ہوں، ان کی شفقتوں اور دُعاؤں سے ہمیشہ فیض یاب ہوتا رہا ہوں، آج وہ ہمارے درمیان موجود نہیں رہے، اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں اعلیٰ مقام سے نوازیں اور جملہ پسماندگان اور متعلقین کو صبرِ جمیل کی توفیق دیں، آمین یا ربّ العالمین!

❋

حاصل تمنائی

جنت کے راہی......

اک زمانے کو حاصل رُلاتے ہوئے
وہ جہاں سے گئے مسکراتے ہوئے
سوئے جنت وہ خود بھی رواں ہوگئے
خلق کو راہِ جنت دِکھاتے ہوئے

اِک دِیا اور بجھا...!

حضرت علامہ سیّد عبدالمجید ندیم شاہ صاحب

۵رمئی ۲۰۱۰ء شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہٗ مختصر علالت کے بعد اس جہانِ فانی سے عالمِ بقا کو چل بسے، فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ! اس دورِ قحط الرجال اور عالمِ اِضطراب میں حضرت خواجہ صاحبؒ کا وجود اللہ کا اِنعام تھا، بولتے بہت کم تھے،لیکن ان کی خاموشی میں رُوحانی بلاغتوں کا سمندر موجزن تھا۔

وہ اپنے اسلاف کے مقدس قافلے کی حسین یادگار تھے، عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے مرکزی امیر کی حیثیت سے ان کی ملکی و بین الاقوامی خدمات تاریخ کا روشن باب ہیں، اِصلاحِ قلب ونظر میں ان کا کردار قابلِ تحسین ہے، جس کے عملی شواہد آپؒ کی نمازِ جنازہ کے موقع پر دیکھنے میں آئے، ایسا لگتا تھا کہ پورا ملک خانقاہِ سراجیہ کندیاں میں اُمنڈ آیا ہے۔

یہ ناچیز حضرت مولانا فضل الرحمٰن کا ہم سفر تھا، ہم اسلام آباد سے میانوالی پہنچے تو ٹریفک کا ایک سیلاب دیکھنے میں آیا، جو بہ دیدہ تر خانقاہِ سراجیہ کی طرف رواں دواں تھا۔ مولانا فضل الرحمٰن مدظلہٗ نے پنجاب کے وزیراعلیٰ سے فون پر رابطہ کرکے انتظامی اُمور پر انہیں متوجہ کیا۔ پولیس کی بھاری نفری نے انتھک کوشش کے بعد ہماری گاڑیوں کے لئے راستہ بنایا، اور ہم آج پہلی بار زندگی میں اس جگہ غم واندوہ سے ٹوٹ کر پہنچے جہاں ہمیشہ راحتوں اور مسکراہٹوں سے مالا مال ہوتے رہے۔

حضرت مرحوم کے فرزند جو اپنے باباجی کی جدائی کے غم میں نڈھال نظر آئے، ہمیں دیکھتے ہی تڑپ اُٹھے، ہمیں بھی تڑپایا، پھر حضرتؒ کے کمرے میں لے گئے، جہاں حسبِ معمول ایک خاموشی طاری تھی۔ لیکن آج کی خاموشی میں حضرت خواجہ مرحوم ومغفور کی آنکھوں کی چمک اور ہونٹوں کا وہ دلنواز تبسم جب نظر نہ آیا تو دِل پر وہ گزری جو الفاظ میں نہیں لائی جاسکتی۔ اگر قرآنِ کریم نے یہ تسلی نہ دے رکھی ہوتی کہ یہ جدائی عارضی اور کم وقت کے لئے ہے، بہت جلد عقبیٰ کی منزل پر ملاقات ہونے والی ہے، تو نہ معلوم

شدتِ غم میں ہم پر کیا گزرتی...!

قدرت کے یہی تو وہ فیصلے ہیں، جہاں انسان بے بس ولاچار نظر آتا ہے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ!

خانقاہِ سراجیہ میں (جیسا کہ عرض کر چکا ہوں) پورے ملک سے شمعِ طریقت کے پروانے قطار اندر قطار آرہے تھے، حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مفکرِ اسلام حضرت مفتی محمود رحمہ اللہ کے بعد آج اس فقیر کی نمازِ جنازہ پر جو ہجوم دیکھنے میں آیا وہ اپنی مثال آپ تھا۔

ایک ایمبولینس میں سفرِ آخرت کا اہتمام تھا، طے یہ پایا کہ میّت ایمبولینس ہی میں رہے گی تاکہ بدمزگی سے بچا جاسکے، تاہم جب ایمبولینس گھر سے نکالی تو لوگ والہانہ چمٹ گئے، بڑی مشکل سے آہستہ آہستہ گاڑی جنازہ گاہ (ایک کھلا میدان) پہنچی، لیکن اس اُمید پر کہ شاید آخری دیدار کا شرف نصیب ہو، لوگ شدتِ جذبات میں گاڑی کے اطراف ٹوٹ پڑے، اس شدت کے ساتھ نمازِ جنازہ کی ادائیگی مشکل ہوگئی، کسی کی بات نہیں مانتے تھے۔

بالآخر میں نے مائیکروفون ہاتھ میں لے کر لوگوں سے کہا: یہ نادان دوستوں کا انداز ہے، اپنے محبوب کی رُوح کو اَذیت دے کر آپ کیا حاصل کریں گے؟ دیدار یہاں نہیں ہوگا، اب آخرت میں ملاقات ہوگی، تم اچھے اور اطاعت گزار دوستوں کی طرح یہاں سے ہٹ جاؤ، تاکہ نمازِ جنازہ ادا کی جاسکے۔'' بحمداللہ! یہ اپیل کارگر ہوئی، حضرت مرحوم ومغفور کے فرزند، مخدوم زادہ خلیل احمد سلّمہٗ نے نمازِ جنازہ پڑھائی (جنہیں بعدازاں حضرتؒ کا جانشین بھی بنایا گیا)۔

میں نے حضرتؒ کی تدفین کے بعد کچھ دیر کے لئے ''آج کے دن'' کی مناسبت سے گفتگو کی، جس کی صدارت مخدوم زادہ عزیز احمد سلّمہٗ اور دیگر متعلقہ عزیزوں نے کی۔ پہلی بار خانقاہِ سراجیہ سے بوجھل دِل اور لرزیدہ قدوم سے راولپنڈی واپس آگئے۔ خانقاہ سراجیہ تا راولپنڈی ذہن حضرت خواجہ صاحب مرحوم کے ساتھ تقریباً نصف صدی پر پھیلی یادوں کے زیروبم میں کھویا رہا۔

غالباً ۱۹۷۳ء میں گوجرہ ضلع فیصل آباد میں حضرت سے رُوحانی تعلق کا آغاز ہوا، حضرت والد گرامی سیّد غلام سرور مرحوم کے بعد حضرت خواجہ مرحوم کے ہاتھ میں ہاتھ دیا، جوتادَمِ آخر بحمداللہ حضرتؒ کی شفقتوں کے زیرِسایہ پروان چڑھتا رہا۔

ایک سفر مولانا فضل الرحمٰن مدظلہٗ، سیّد محمد بنوری رحمہ اللہ اور حضرت خواجہ خان محمد نوراللہ مرقدہٗ کے ساتھ بنگلہ دیش کا ہوا، ڈھاکہ میں خانقاہ سراجیہ کا ایک رُوحانی مرکز قائم ہے، شمس الضحیٰ خان مرحوم جو حضرتؒ کے والہانہ عقیدت مندوں میں سے تھے، نے یادگار خدمات انجام دیں، مجلس تحفظِ ختم نبوّت بنگلہ

دیش کے لئے باڈی تشکیل دی اور چٹا گانگ، ڈھاکہ میں تبلیغی کانفرنسوں میں شرکت کی۔عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ کے لئے چلائی گئی ہر تحریک میں مفکرِ اسلام حضرت مفتی محمود، علامہ سیّد محمد یوسف بنوری اور حضرت خواجہ خان محمد ...نور اللہ مراقدہم... کے ساتھ رفاقت رہی۔ کراچی، کوئٹہ، لاہور، ملتان، راولپنڈی، حیدرآباد اور ملک کے دیگر مرکزی مقامات پر ختمِ نبوّت کانفرنسز میں حضرت مرحوم کے ساتھ رہا۔

۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے موقع پر مرکزی مجلس عمل تحفظ ختمِ نبوّت کے رکن کی حیثیت سے ناچیز ہر مرحلے پر موجود رہا، حضرت کی مربیانہ شفقتوں کا تذکرہ ایک ضخیم کتاب چاہتا ہے، جبکہ میں تو دورانِ سفر ماضی کی ان یادوں میں غوطہ زن ہوں:

بیتے دن کچھ ایسے ہیں
تنہائی جنہیں دُہراتی ہے

۱۹۸۳ء سے ۱۹۹۶ء تک بیرونی اسفار بالخصوص برطانیہ میں ہونے والی ختمِ نبوّت کانفرنسوں میں حضرتؒ کے ساتھ بیتے ہوئے لمحات ناقابلِ فراموش ہیں۔لندن، برمنگھم، گلاسگو، ایڈنبرا، مانچسٹر اور بریڈفورڈ سمیت یوکے میں کئی اور مقامات پر منعقدہ کانفرنسوں میں خواجہ خان محمد کی خاموش مگر پُر جوش صدارت اور عبدالمجید ندیم کا بیان ایک پہچان بن گیا تھا۔

۱۹۹۶ء سے حضرتِ اقدسؒ کے حکم پر عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کی مرکزی شوریٰ کا رکن چلا آرہا ہوں، ۲۰۰۱ء میں صدیق آباد (سابق ربوہ) میں ہونے والی سالانہ ختمِ نبوّت کانفرنس کے اِختتامی اجلاس میں حضرتِ مرحوم نے اس ناچیز کو دستار بندی کے شرف سے نوازا:

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل
نسیمِ صبح تیری مہربانی ...!

من آنم کہ من دانم .....خوب جانتا ہوں کہ میں کیا ہوں؟ اپنی بے سروسامانیوں اور حضرتؒ کی بے پایاں مہربانیوں سے مزین ماضی کی یادوں میں خانقاہِ سراجیہ تا راولپنڈی کا سفر طے ہوا۔موجودہ حالات کی جراحتوں پر حضرتِ مرحوم کا وجود شافی مرہم تھا، ان کی قلندری، سکندری پر خندہ زن رہی اور ان کے فقر نے شاہانہ کج کلاہی کا غرور توڑا، وہ اقلیم قلب کے تاجدار، اقبال کے اس خوبصورت تأثر کے امانت دار تھے:

اس پیکرِ خاکی میں اِک شے ہے، سو وہ تیری
میرے لئے مشکل ہے اس شے کی نگہبانی

عزیز مکرم مخدوم زادہ عزیز احمد، خلیل احمد، رشید احمد، سعید احمد، نجیب احمد کے سر سے شفقتِ

پدری کا سایہ تو اُٹھا ہی ہے، لیکن یہ عامۃ المسلمین کے لئے بہت دردناک المیہ ہے۔ اس قحط الرجال کے دورِ اِضطراب میں حضرت خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہٗ کا سانحۂ اِرتحال، جس کا عملی مظاہرہ نمازِ جنازہ میں لاکھوں اشک بار انسانوں کا ایک سمندر موجزن دیکھنے میں آیا۔

عزیز مکرم مولانا فضل الرحمٰن بھی قابلِ تعزیت ہیں کہ ان کی جماعت ایک ایسے روشن ضمیر سرپرست سے محروم ہوئی، بظاہر جس کا ازالہ ممکن نظر نہیں آتا۔ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کی قیادت، کارکنان، اراکین مرکزی شوریٰ اور قائم مقام امیر محترم ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر (جو نمازِ جنازہ کے موقع پر موجود تھے) دل گرفتہ وافسردہ ہیں، ہم سب کی نگاہوں سے اوجھل ہوجانے والا ہمارا محبوب یہ کہتا چلا گیا:

فقیرانہ آئے صدا کرچلے
میاں خوش رہو ہم دُعا کرچلے

اگلے روز (۶رمئی ۲۰۱۰ء کو) پی ٹی وی والوں نے عزیز مکرم مولانا عبدالغفور حیدری اور راقم الحروف کو صبح سوا دس بجے ایک تعزیتی پروگرام میں مدعو کیا، جس میں ہماری مختصر سی گفتگو کے دوران ٹیلیفون پر مخدوم زادہ عزیز احمد سلّمہٗ کے تأثرات بھی شامل کئے گئے کہ: ’’ہمارے بابا گفتار کے نہیں کردار کے غازی تھے، ان کا کہنا تھا: ’’جس کو ہماری خاموشی سے کچھ نہیں ملتا، وہ ہماری گفتگو سے کیا پائے گا؟‘‘

حق مغفرت کرے، عجب آزاد مرد تھا...!

حاصل تمنائی

کاروانِ وفا......

وہ رہبرِ طریق تھے، شیخِ کبیر تھے
اُستاذِ اہلِ علم تھے، پیروں کے پیر تھے
برسوں رہے وہ ختمِ نبوّت کے سرپرست
یعنی کے کاروانِ وفا کے امیر تھے

علمائے دیوبند کے سرپرست

ڈاکٹر محمد اسعد تھانوی، سکھر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ آف کندیاں شریف اس دارِ فانی سے دارِ آخرت کی طرف رحلت فرما گئے، إنا لله وإنا إليه راجعون! موت العالِم موت العالَم!

اللہ تعالیٰ ان کی بخشش اور مغفرت تامہ فرما کر ان کو اعلیٰ علیّین میں جگہ عطا فرمائے، آمین!

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے مرکزی امیر اور جماعت کے رُوحِ رواں تھے، اور مسلکِ اہلِ سنت والجماعت دیوبند سے وابستہ تمام مساجد اور مدارس کے سرپرست تھے۔ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختمِ نبوّت کی حفاظت اور جھوٹے مدعی نبوت اور اس کے پیرکاروں کے خلاف پوری زندگی اُمت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے، ان کی سیرت اور کردار پوری اُمتِ مسلمہ کے لئے مشعلِ راہ ہے۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کی شفقت اور محبت اور اپنائیت کا معاملہ میرے ساتھ اور میرے چھوٹے بھائی مرحوم ڈاکٹر محمد امجد تھانوی کے ساتھ بہت منفرد تھا، اور ہر دفعہ سکھر، کراچی یا دُوسری جگہ ان کی زیارت کے موقع پر ہمیشہ یہ تأثر ملا کہ ہم سے محبت اور اپنائیت سب سے زیادہ ہے۔ ان کی زیارت اور ملاقات سے ہمیشہ رُوح میں بالیدگی محسوس ہوتی تھی اور عام مسلمانوں کے لئے رُوحانی ترقی کا ایک ذریعہ ہوتا تھا، مجھ کو اُمید ہے کہ ان کے صاحبزادگان اور متوسلین حضرتِ مرحوم کے مشن کو سنبھالیں گے اور اس کو ترقی دینے کا ذریعہ بنیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام لوگوں اور تمام مسلمانوں کو حضرتِ مرحوم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

***

فلکِ ولایت کا بدرِ منیر

مولانا عبدالمعبود، راولپنڈی

وَلَوْ کَانَتِ الدُّنیَا تَدُوْمُ بِوَاحِدٍ
لَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ فِیْہِ مُخَلَّدًا

زبدۃ العارفین، قدوۃ الکاملین، رأس الاتقیاء، پیکرِ تقویٰ، کوہِ استقامت وجلالت، شیخ المشائخ حضرتِ اقدس مولانا خواجہ ابوالخلیل خان محمد صاحبؒ پوری صدی کے فیوض وبرکات کی تمام وسعتوں کو اپنے دامنِ تابدار میں سمیٹ کر خلدِ بریں میں رونق افروز ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون!

اَلْعَیْنُ تَدْمَعُ، وَالْقَلْبُ یَحْزُنُ، وَمَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی بِہٖ رَبُّنَا

’’آنکھوں سے آنسو کے سیل رواں ہے، اور دِل پارہ پارہ ہے، اور ہم صرف وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا ربّ راضی ہو۔‘‘

اہلِ نظر تصویرِ حیرت ہیں کہ متاعِ دِین ودانش لُٹ گئی، علماء ومدرّسین علومِ نبوت کے وارثان کی بساط اُلٹ گئی، دانش وروں کو غم ہے کہ فضیلت وسیادت کی مسند خالی ہوگئی، شمعِ ختمِ نبوّت کے پروانے اُداس ہیں کہ اُن کا ہادی چل بسا، اہلِ حق سراسیمہ ہیں کہ اُن کی ڈھال چھن گئی، سالکینِ راہ روانِ صفا کو صدمہ ہے کہ اُن کا مشفق ومربی اُٹھ گیا، اور عالمِ اسلام مغموم ومحزون ہے کہ ملت ایک دیدہ ور اور پاسبان سے محروم ہوگئی:

وَمَا کَانَ قَیْسٌ ھُلْکُہٗ ھُلْکَ وَاحِدٍ
وَلٰکِنَّہٗ بُنْیَانُ قَوْمٍ تَھَدَّمَا

وہ شمع کی طرح خود پگھلتے رہے، مگر خلقِ خدا پر ضوفشانی کرتے رہے، خود جلتے رہے، مگر دُوسروں کو جِلا بخشتے رہے، خود بے چین و بے قرار رہ کر دُوسروں کے لئے راحت وسکون عطا کرتے رہے، اُن کے آئینۂ رُخِ زیبا میں یادِ خدا کی تصویر جھلکتی نظر آتی تھی، ذکر اللہ اُن کے دیدۂ دِل کو سرور اور آنکھوں کو نور عطا کرتا تھا۔

مگر اس فرمانِ خداوندی کو وہ بھی وردِ زبان اور حرزِ جان بنائے بغیر نہ رہ سکے:

"کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ" ــــــ "کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ"

مگر وہ دُنیا سے جاتے ہیں تو اس شان سے جاتے ہیں کہ چہار سو صفِ الم بچھ جاتی ہے، اُن کے فراق میں زمین و آسمان نوحہ کناں ہیں، انسانیت کا پرچم سرنگوں ہو جاتا ہے، زمانہ کروٹ بدل لیتا ہے، اور قصرِ ملت میں زلزلہ بپا ہو جاتا ہے۔

حضرت خواجۂ خواجگانؒ کی ذات والا صفات تو شاداں وفرحاں وخنداں اس دُنیا سے تشریف لے گئی، اور ہماری صرف آنکھیں ہی نہیں بلکہ قلب وجگر بھی گریہ کناں ہیں۔ سارا عالم سوگوار ہے، اور دُنیا کے گوشے گوشے سے حضرتِ اقدسؒ کے لئے خراجِ عقیدت وارادت پیش کیا جارہا ہے۔

کسی عارف باللہ نے اس کیفیت کی ترجمانی اپنے حسین الفاظ میں یوں فرمائی ہے:

یاد داری کہ وقت زادنِ تو
ہمہ خندن بدند تو گریاں
آں چناں زی کہ بعد مردنِ تو
ہمہ گریاں بوند تو خنداں

بہرحال! حضرتِ اقدسؒ کے تقدس عملی اور رُوحانی رفعتِ شان کے پیشِ نظر ہر طبقے کے لوگ مغموم ومحزون ہیں، قلم وزبان، تحریر وتقریر، ہر طرح سے ان کی تعریف وتوصیف میں ہمہ جہت مختلف محاسن کے افراد شامل ہیں۔ لیکن سب سے بڑھ کر حیرت واِستعجاب کی بات یہ ہے کہ ان قابلِ قدر اِظہارِ جذبات کا ولولہ اُن خاصانِ بندگانِ خدا کی طرف سے زیادہ ہو رہا ہے جو خود شریعت وطریقت کے نیرِ تاباں اور آفتاب ومہتاب ہیں۔

نذرانۂ عقیدت

حضرتِ اقدس خواجۂ خواجگان مولانا خان محمدؒ کی جامع کمالات ہستی، ظاہری وباطنی خوبیوں کا پیکر، شریعت وطریقت کے شہسوار، عظیم مربی وشیخ اور علم وعرفان اور رُشد وہدایت کا آفتاب عالم تاب تھے، ان کے محاسن کا دِلربا تذکرہ جناب محمد نذیر رانجھا اپنے مخصوص انداز میں کرتے ہیں:

"آپ نورِ باطن سے آراستہ، حلم وبُردباری اور اخلاق وتقویٰ سے پیراستہ ہیں، علم وفضل اور اِخلاص وعمل کے حسین اِمتزاج سے مزین ہیں، اور سادگی، قناعت، جمالِ رُوحانیت اور کمالِ جاذبیت کی بلند صفات کے مظہر ہیں۔

عالمِ سکوت میں اہلِ مجلس کو ہمت وتوجہ سے نوازیں تو وہ سر جھکائے بیٹھے بیٹھے بحرِ معرفت وحقیقت میں غوطہ زن ہوجاتے ہیں، اور پل بھر میں صدق وصفا اور تزکیہ وتصفیہ کے گوہر ہائے گراں بہا سے اپنا دامنِ مراد بھر لیتے ہیں۔ جب آپ اہلِ مجلس سے خطاب فرمائیں تو آپ کی نرم گفتاری، شیریں بیانی اور معارف نوازی کے اپنے پرائے سب ہی شیدائی ہوجاتے ہیں۔'' (سوانح وتذکرہ)

دو شیخِ طریقت کا عظیم جنازہ

بحمداللہ! راقمِ آثم کو مشائخِ عظام اور علمائے کرام کی متعدد نمازِ جنازہ میں شمولیت کی سعادت حاصل ہوئی ہے، قطب الزماں سیّدی ومولائی ومرشدی شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، اِمام الہدیٰ جانشین شیخ التفسیر مولانا عبیداللہ انورؒ، حضرتِ اقدس شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک، مجاہدِ اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ، شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ اور حافظ الحدیث والقرآن حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ وغیرہم، لیکن جو رُوحانی کیفیت، اہل اللہ کی کثرت اور عوام الناس کے بے پناہ اس اِجتماع اور نابغہ روزگار شخصیات کی نمازِ جنازہ میں دیکھنے میں آئیں، اس کی مثال نہیں ملتی۔

سیّدی ومرشدی شیخ التفسیر حضرتِ اقدس لاہوریؒ کا اِنتقال پُر ملال ۱۹۶۲ء میں ہوا تھا، ان کے وصال کی اندوہناک خبر نشر کرنے میں میڈیا کا کردار اِنتہائی افسوسناک تھا، ٹی وی تو اس وقت تک حدِ بلوغ کو بھی نہیں پہنچا تھا، ریڈیو پاکستان نے بھی کردار ادا نہیں کیا، روزنامہ ''جنگ'' کی یک کالمی سرخی ''مولانا احمد علی انتقال کر گئے'' اور چند سطری خبر آج بھی میری آنکھوں کے سامنے رقص کر رہی ہے۔

علمائے کرام اور عوام وخواص اور دِین دار طبقہ مالی مشکلات کا شکار تھا، پبلک ٹرانسپورٹ کے علاوہ سفر کا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا، اور سب روزہ دار بھی تھے، اس کے باوجود حضرتِ اقدس کی نمازِ جنازہ میں فقید المثال اِجتماع لاہور ہی نہیں بلکہ پاکستان کی تاریخ میں بے مثل وبے مثال تھا۔

شیرانوالہ سے یونیورسٹی گراؤنڈ تک کئی میل کی مسافت حضرتؒ کے محبین نے پاپیادہ طے کی، اپنے کندھوں پر جنازہ اُٹھا کر انتہائی عقیدت واحترام سے خراماں خراماں جنازہ گاہ پہنچایا، چارپائی کے ساتھ لمبے لمبے بانس باندھ دیئے گئے تھے کہ جنازے کو کندھا دینے کی سعادت ہر آدمی حاصل کرسکے، لیکن شدید ہجوم کے باعث کتنے ہی بانس ٹوٹ گئے تھے۔ جنازے کی کیفیت ماسٹر لال دین اخگر کی زبانی ملاحظہ ہوں:

''اللہ! اللہ! انسانی نفوس کے اس تلاطم کی سوگواری میں مؤکلینِ ارض وسما

کی شرکت معلوم ہوتی تھی، میانی صاحب کے مبارک قبرستان تک جنازے کی فضاؤں میں ”لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِیْرًا“ (لوگ وہاں نہ دُھوپ دیکھتے ہیں اور نہ ہی سردی کی شدت محسوس کرتے ہیں) کا مقدس سماں نظر آتا تھا، چند دفعہ ہوا نے سرد آہیں بھریں، اور اسی طرح بادل نے عقیدت کے آنسو بہائے، مگر جنازے کے اہتمام میں قدرت کے یہ خدام ممد ومعاون ثابت ہوئے۔ بازار اِنسانوں کے سروں سے سیلِ رواں بنے ہوئے تھے، اور چھتوں اور منڈیروں پر بے شمار مرد وزن اپنے مرشد وہادی کے آخری دیدار کے لئے جمع ہوگئے تھے۔ یونیورسٹی کی پنہائیاں اس وقت تنگ معلوم ہوتی تھیں، جب اسلامیانِ پاکستان نے اپنے رُوحانی باپ کے وجودِ مسعود کو وہاں جاکر رکھا اور صفیں سیدھی ہوئیں۔“

(انوارِ ولایت ص:۱۷۷)

آج جبکہ فلکِ ولایت کے بدرِ منیر، سلطان الاولیاء خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ کا سانحۂ اِرتحال پیش آیا ہے، تو عقل کو خیرہ کرنے والے برق رفتار ذرائع نشر واشاعت معرضِ وجود میں آچکے ہیں، موبائل سروِس اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے خبریں شہروں، دیہاتوں، صحراؤں، بیابانوں اور کہساروں میں پل بھر میں گونج جاتی ہیں۔ بنابریں اس سانحۂ جاں گداز سے ہر شخص مطلع ہوگیا، پھر جنازے میں شرکت کے لئے ملک کے طول وعرض سے آنے والے اکثر حضرات اپنی گاڑیوں پر تشریف لائے، اور گرد ونواح کے لوگوں نے موٹرسائیکل کے ذریعے بھی سفر کیا، جس کی وجہ سے خانقاہ سراجیہ کے چاروں طرف گاڑیوں کی لمبی لائنیں حدِ نظر تک لگی ہوئی تھیں، اور یہی کیفیت موٹرسائیکلوں کی تھی، میانوالی اور گرد وپیش کے پٹرول پمپ اور سی این جی اسٹیشن خالی ہوگئے۔

شیخِ طریقت وشریعت خواجۂ خواجگانؒ کی رہائش گاہ سے متصل جنازہ گاہ اپنی وسعتوں کے باوجود تنگیٔ داماں کی شکایت کر رہی تھی، لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے کہیں تل دھرنے کو جگہ نہ ملتی تھی۔

یہ فیصلہ کرنا تو بے حد دُشوار ہے کہ شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ کے جنازے کے شرکاء کی تعداد شمار سے فزوں تر تھی، یا خواجۂ خواجگانؒ کا جنازہ افرادی اِعتبار سے لاتعداد تھا، وسائل وذرائع کے فقدان کے پیشِ نظر تو جمِ غفیر حضرت لاہوریؒ کے جنازے میں بے مثل وبے مثال تھا، جبکہ موجودہ سفری سہولیات کو مدِ نظر رکھا جائے تو حضرت خواجۂ خواجگانؒ کے شرکائے جنازہ عددی اِعتبار سے بہت زیادہ تھے۔

حضرتِ اقدس خواجۂ خواجگانؒ ”سکوت“ آپؒ کی عادتِ ثانیہ کی حیثیت رکھتا تھا، جلوت ہو یا خلوت، کسی عظیم الشان کانفرنس کی کرسیٔ صدارت پر رونق افروز ہوں، یا علماء ومشائخ کی کسی ملک گیر

میٹنگ میں تشریف فرما ہوں۔ ذکرِ قلبی میں مشغول، زبان پر سکوت کی تالہ بندی ہمیشہ کا معمول تھا، اِستغراق کے عالم میں اپنے محبوبِ حقیقی کی یاد میں مگن ہیں اور زبان پر مہرِ خاموشی ہے:

''لبوں پر مہرِ خاموشی، دِلوں میں یاد کرتے ہیں''

گویا آپ رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس اِرشادِ گرامی کی تابندہ تصویر تھے: ''فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ''، نیز اِرشادِ گرامی ہے: ''مَنْ صَمَتَ نَجٰی''۔

یہی حضرتِ اقدسؒ کی دائمی صفت تھی، جو دُوسرے ہم عصر مشائخ سے ممتاز کرنے والی تھی، اللہ رَبّ العزت حضرتِ اقدسؒ کو اپنے جوارِ رحمت میں بلند مراتب مرحمت فرمائے، اور ان کے خلف الرشید حضرت مولانا خلیل احمد مدفیوضہم کو ان کے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق ارزانی فرمائے، آمین!

❊

وقت کا قطب

مدت ہوئی سالانہ ختم نبوت کانفرنس، مسلم کالونی، چناب نگر، مسجد کے ممبر پر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی نور اللہ مرقدۂ تشریف فرما تھے، حضرت شیخ المشائخ خواجہ خان محمد صاحب مدظلۂ العالی تشریف لائے تو اہل مجلس احتراماً کھڑے ہو گئے آپ آتے ہی صف پر بیٹھ گئے حضرت لدھیانویؒ نے فرمایا حضرت! آپ نیچے تشریف فرما ہو گئے ہیں اور میں اوپر بیٹھا ہوں یہ بے ادبی ہے حضرت خواجہ مدظلۂ العالی نے فرمایا کوئی حرج نہیں، اس کے بعد حضرت لدھیانویؒ نے واعظ میں بہت ہی قیمتی ارشادات فرمائے، جن میں یہ بھی فرمایا:

''ہمارے یہاں صدارت و امارت کا انتخاب مجلس شوریٰ کے ذریعہ ہوتا ہے، ہم نے آج تک کسی امیر کو معزول نہیں کیا، نہ ہی کسی کو علیحدہ کرنے کی سوجھی، نہ ہم اس کے قائل ہیں، ہمیشہ امیر کے وصال پر نیا امیر منتخب کیا جاتا رہا، امیر مجلس وقت کا قطب ہوتا ہے، کام کرنے والوں سے التماس ہے کہ اطاعت امیر کا خاص خیال رکھا جائے۔''

اس دِل کا کیا کروں جو بہلتا کہیں نہیں؟

حافظ عبدالحق خان بشیر نقشبندی

۵رمئی ۲۰۱۰ء بروز بدھ کی شام عزیزم عبدالرحمٰن خان انس نعمانی نے سسکیوں بھری آواز میں ٹیلی فون پر یہ اندوہناک خبر دی کہ ''باباجی اللہ میاں کو پیارے ہوگئے'' زبان سے بے ساختہ نکلا: انا للہ وانا الیہ راجعون! خبر کیا تھی ایک بجلی تھی جو دِل وجان کے نشیمن کو خاکستر کرگئی، جس نے قلب کو ہلا کے رکھ دیا، نہ آہیں بس میں تھیں، نہ اشک کنٹرول میں، نہ ذہن قابو میں تھا، نہ دِل گرفت میں، نگاہوں کے سامنے اندھیرا تھا، دُور دُور تک روشنی کی کوئی کرن نظر نہ آرہی تھی، گزشتہ تین چار دہائیوں میں ہماری آنکھوں کے سامنے علم ومعرفت کے کتنے آفتاب غروب ہوچکے، تصوف وطریقت کے کتنے ماہتاب ہم مٹی کی نذر کرچکے:

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم!
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے؟

دِل ودِماغ میں آہ وفغاں کا جو خاموش طوفان اُٹھ رہا تھا وہ زبان تک آتے آتے اِلتجاؤں کا رُوپ دھار چکا تھا، ایک فریاد تھی جو تڑپ تڑپ کے کپکپاتے ہونٹوں سے ٹوٹ ٹوٹ کے نکل رہی تھی:

اے میرے رحیم وکریم مولا! تو قادرِ مطلق ہے، ہم تیرے عاجز وبے بس اور لاچار بندے ہیں، تو قادر بھی ہے، کریم بھی، تو حاکم بھی ہے، حکیم بھی، نہ تیری قدرتوں تک ہماری پہنچ ہے، نہ تیری حکمتوں تک ہماری رسائی، بلاشک وشبہ تیرا ہر فیصلہ حکمتوں سے مزین، تیرے کسی فیصلے پر شکوہ وشکایت کی کیا مجال! لیکن تیری بارگاہ میں فریاد واِلتجا کرنا تو ہمارا حق بھی ہے اور مفاد بھی۔

اے بندوں سے پاکیزہ زندگی کا تقاضا کرنے والے مولا! تطہیرِ قلب کا ہم سے تقاضا کرتا ہے، تو تزکیۂ نفس کے سامان تو ہم سے نہ چھین۔

ہم سے ایمان ویقین کی حفاظت کا مطالبہ کرتا ہے تو ان قلعوں کو تو مسمار نہ کر جن کے حصار میں

ہمارے ایمانوں کی سلامتی ہے۔

اگر فی الوقت کفر و معصیت کے طوفانوں کا رُخ پھیرنا تیری حکمتوں کے منافی ہے تو ہمیں ان چٹانوں سے تو محروم نہ کر جن کی آڑ میں ہم ان طوفانوں سے بچ سکتے ہیں۔

اس کربناک خبر کے بعد کچھ بھی تو سننے کا حوصلہ نہیں تھا، میں نے ٹیلی فون ہاتھ سے رکھ دیا، آنکھوں سے اشکوں کی جھڑی لگ گئی، دو دِن قبل ہی تو میں باباجی کی زیارت و تیمارداری کے لئے ملتان حاضر ہوا تھا، ابھی تو اس سفر کی تھکاوٹ بھی پوری طرح نہ اُتری تھی کہ اس جاں فرسا خبر نے کمر توڑ کے رکھ دی، اس کے بعد فون مسلسل بجنے لگا، کہیں سے پوچھا جارہا تھا، اور کہیں سے بتایا جارہا تھا، ہر شخص کی کپکپاتی آواز اس کے اندرونی کرب کی خبر دے رہی تھی۔

''باباجی'' محبتوں، عقیدتوں اور چاہتوں میں ڈُوبا ہوا کتنا سادہ اور پیارا سا لفظ ہے، جو کندیاں شریف ضلع میانوالی کے خانقاہی حلقے میں خواجۂ خواجگان، شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کی پہچان تھا، جہاں ان کے صاحبزادگان کے لئے ''لالہ جی'' کا دِلنشین خطاب معروف ہے (لالہ جی عزیز احمد، لالہ جی خلیل احمد، لالہ جی رشید احمد، لالہ جی سعید احمد، لالہ جی نجیب احمد)۔ حضرت باباجیؒ کا شمار ہمارے نقشبندی سلسلے کے معروف بزرگوں میں ہوتا ہے، ہمارے والدِ محترم اِمامِ اہلِ سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ کا سلسلۂ طریقت بھی نقشبندی ہے، حضرت باباجیؒ اور حضرت اباجیؒ دونوں علمی، فکری اور رُوحانی سلسلوں میں ایک ہی منزل کے مسافر تھے، دونوں کی یہ تینوں نسبتیں ایک ہی تھیں:

۱:... دونوں علمی نسبت کے حوالے سے دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث میں ہم سبق اور شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ سے شرفِ تلمذ حاصل کرنے والے تھے، اور اسی نسبت سے ان کی علمی سند امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت اِمام بخاریؒ تک پہنچتی ہے۔

۲:... دونوں کا شجرۂ طریقت قطبِ عالم حضرت خواجہ محمد عثمان دامانیؒ کی نسبت سے اِمام الاولیاء حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندیؒ تک، اور ان کے واسطے سے خلیفہ بلافصل امیر المؤمنین حضرت سیّدنا اِمام ابوبکر صدیقؓ تک پہنچتا ہے۔ حضرت اباجیؒ اور حضرت خواجہ محمد عثمان دامانیؒ کے درمیان صرف ایک واسطہ ہے، اِمام الموحدین، عمدۃ المفسرین حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کا، جبکہ حضرت باباجیؒ اور حضرت خواجہ محمد عثمان دامانیؒ کے درمیان تین واسطے ہیں: قطبِ دوراں حضرت مولانا محمد عبداللہؒ، اِمام السالکین حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ، اور قیومِ زماں حضرت خواجہ حاجی محمد سراج الدینؒ کا۔

۳:... دونوں فکری نسبت کے حوالے سے اہل السنّت والجماعت تھے، اہل السنّت والجماعت کے اِجماعی و اِتفاقی عقائد و نظریات پر اَسلافِ دیوبند کی تحقیقات کی روشنی میں پوری شدت و سختی سے قائم

تھے۔ اور اس بارے میں دونوں کے اندر کسی قسم کی کوئی لچک نہ تھی، اور دونوں کا اس بارے میں باہمی اِعتماد اِنتہائی قابلِ رشک تھا۔ ہمارے علم میں کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس میں دونوں کا کوئی اِختلاف مذکور ہو۔

اور یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہے کہ ایک سال کے وقفے سے دونوں کی تاریخِ وفات بھی ایک ہی ہے، حضرت اباجیؒ ۵رمئی ۲۰۰۹ء کو دارِفنا سے دارِ بقا کی طرف کوچ کر گئے، اور حضرت باباجیؒ نے ۵رمئی ۲۰۱۰ء کو رختِ سفر باندھا، اور صرف ایک سال کے عرصے میں دونوں بزرگ ہمیں داغِ مفارقت دے گئے۔ احقر کے بڑے دونوں بچوں حافظ ممتاز الحسن خان احسن خدامی اور حافظ سرفراز حسن خان حمزہ احسانی سلمہا اللہ تعالیٰ کو اپنے دادا اِمامِ اہلِ سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ اور اپنے نانا قائدِ اہلِ سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ کی خدمت ومعیت میں رہنے کا کافی موقع مل چکا تھا، لیکن چھوٹے بیٹے عبدالرحمٰن خان انس نعمانی کو چھوٹا ہونے کی وجہ سے شعوری طور پر اس کا بہت کم موقع مل سکا، اسی کمی کو پورا کرنے کے لئے اسے میں نے اسی سال خانقاہ سراجیہ شریف بھیج دیا، تا کہ حضرت باباجیؒ کی معیت وخدمت میں رہ کر تعلیم وتربیت کا سلسلہ جاری رکھ سکے۔ ۲۸رمارچ کو اس سے ملاقات اور حضرت باباجیؒ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا، برادرِ محترم حضرت لالہ خلیل احمد صاحب مدظلہٗ کی خصوصی شفقت کی بنا پر حضرتِ اقدسؒ کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوگیا، اور نماز ظہر حضرتؒ کے ساتھ ادا کرنے کی سعادت بھی مل گئی۔ واپسی کے چند دِن بعد اِطلاع ملی کہ حضرتِ اقدسؒ کی صحت زیادہ بگڑنے کی وجہ سے انہیں ملتان ہسپتال منتقل کردیا گیا ہے۔ ۳رمئی کو بغیر کسی ظاہری سبب کے دِل میں شدید بے چینی محسوس ہوئی، اور حضرت باباجیؒ کی زیارت کے لئے دِل مچلنے لگا، برادرِ مکرم علامہ زاہدالراشدی مدظلہٗ اور علامہ عبدالقدوس خان قارن مدظلہٗ سے رابطہ کیا، خواہش تھی کہ تینوں بھائی اِکٹھے حاضر ہوں، علامہ راشدی مدظلہٗ کی ترتیب نہ بن سکی، اور ہم دونوں بھائی مولانا مفتی جمیل الرحمٰن کشمیری مدظلہٗ سمیت زیارت کے لئے ملتان حاضر ہوئے، اور اس کے دو دن بعد ہی حضرت باباجیؒ کی جدائی کی خبر مل گئی۔ اور شیخِ طریقت مولانا سیّد نفیس الحسینی شاہؒ کا یہ شعر ذہن کی اسکرین پر چھانے لگا:

نفیسؔ کیسا یہ وقت آیا سلوک واِحساں کی منزلوں پر
جہاں مشائخ کی رونقیں تھیں وہ خانقاہیں اُجڑ رہی ہیں

***

پاسبانِ ختمِ نبوّت

مولانا محمد عبدالقادر ڈیروی

حضرتِ اقدسؒ کی ذاتِ اعلیٰ صفات کے ساتھ فقیر کا ستائیس سالہ ارادت مندی اور نیازمندی ومریدی کا تعلق ہے۔ اس عرصے میں متعدد بار خانقاہ شریف میں حاضری ہوئی، ہر بار حضرتِ والاؒ کو خانقاہ شریف میں جلوہ افروز پایا، آنے والے جوق درجوق آتے، خانقاہ میں لحہ بہ لحہ نئے اضافے کے ساتھ لوگ موجود ہوتے تھے، لیکن خانقاہ میں معمولات پوری اِستقامت ومستعدی سے جاری رہتے۔ بالخصوص رمضان شریف کے معمولات، تادَمِ آخر جاری رہے۔ خانقاہ شریف کے یہ معمولات اپنے اندر ایک اِمتیازی شان رکھتے ہیں، حضرتِ والاؒ کے اپنے ہاں کے معمولات بھی مثلاً ختمِ خواجگان، صبح کا طویل مراقبہ، طریقِ نقشبندیہ مجددیہ اور تصوف کے لٹریچر کا پڑھایا جانا، بعض حضرات کو ان کی طلب اور اِستعداد کے مطابق کتابوں کا فراہم کیا جانا، اہلِ علم اور اہلِ ذوق کے لئے خانقاہ شریف کی عظیم لائبریری سے اِستفادے کی عام اجازت۔ اسی طرح خط وکتابت کے وسیع سلسلے کو بڑی عمدگی سے نبھایا جاتا۔ ہر خط میں جواب طلب ہرنوع کے امر کا محققانہ جواب بلاتأخیر عنایت فرمایا جاتا۔ اس معمول میں کبھی ایک لمحے کے لئے بھی کوئی فرق نہیں آیا، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حضرتِ والا کی ذات ستودہ صفات بلااِمتیاز، مخلوقِ خدا کی فیض رسانی کے لئے گویا وقف ہے۔

باوجود بے پناہ گوناگوں مصروفیتوں کے اتنا وسیع وقت، شاید ہی کسی خانقاہ میں طالبانِ اِصلاحِ ظاہر وباطن کو دِیا جاتا ہو! معمول کی باقاعدگی، نرم خوئی ونرم گفتاری، چہرے کا متبسمانہ انداز، کم گوئی وخاموشی، طالبانِ حق کو توقعات سے کہیں بڑھ کر نوازتی تھی۔ ہر آدمی اپنی ہر بات کہنے کی کوشش کرتا، حضرتؒ پوری توجہ سے سنتے، جواباً بھرپور شفقت ورأفت کا معاملہ فرماتے۔

خدمتِ عالیہ میں حاضر ہونے والا، مقصد بر نہ آنے پر بھی کبھی محرومی کا احساس لے کر نہیں لوٹا۔ ویسے عام معمول یہ تھا کہ دُعائیں، تعویذات، جو مانگا ممکن حد تک ضرور پایا، کبھی کسی کو جھڑکا نہیں گیا۔ بات

کرنے والے کی بات معقول تھی یا نامعقول، گوارا تھی یا ناگوار، پوری توجہ سے سنی جاتی تھی۔ اگر ضرورت ہوتی تو پوری حکمت وعمدگی کے ساتھ اس کی اِصلاح بھی ضرور کردی جاتی، لیکن کبھی کسی کو توہین آمیز انداز میں ڈانٹا نہیں گیا، حلم وبُردباری اور صحیح اسلامی حکمت کا یہ مظاہرہ آج ہماری خانقاہوں میں نایاب ہے۔

حضرتِ اقدسؒ کی خدمت میں حاضری کا شرف ہر سطح کے آدمی کو حاصل تھا، اس بازیابی میں نہ کوئی چھوٹا بڑا امر ید حائل تھا، نہ شیخِ محترم کی طرف سے کوئی پابندی تھی۔ وہاں سجادگی کی ہو، ہوا، کا نام ونشان نہیں تھا۔ اس لئے پورے تیقن کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ حضرتؒ کے ہم عصر بزرگانِ سلسلہ خلقِ خدا میں شاید اتنی فیاضی کے ساتھ فیض رسانی نہ کرسکے ہوں جتنا فیوض وبرکات حضرت خواجہ صاحبؒ کی خانقاہ سے حضرتِ والاؒ کے وقت میں مخلوقِ خدا کو پہنچے۔

حضرتِ اقدسؒ کی ذات بڑی جامعیت کی مالک تھی، جہاں تک آپؒ کے اِتباعِ سنت کے پیکر، نورِ باطن سے آراستہ، اِخلاص وتقویٰ سے پیراستہ ہونے کا تعلق ہے، یہ بلااِشتباہ واختلاف مُسلّم ہے، لیکن آپؒ کی ذات مردِ حر ہونے کے حوالے سے بھی اہلِ حق کا ایک مضبوط سہارا تھا۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب اس لحاظ سے بہت ہی خوش نصیب تھے، سیاست کے روزِ اوّل سے آج تک حضرتِ والاؒ کی انہیں مکمل سرپرستی حاصل تھی۔ مولانا نے بھی اس تعلق کا خوب اِحترام کیا اور اسے خوب نبھایا۔ اس کے علاوہ جہاں کہیں اور جب کبھی حق پرستی کی پاداش میں پابندِ سلاسل ہونا پڑا، وہاں بھی حضرتؒ کسی سے پیچھے نہیں رہے، چنانچہ ۱۹۵۳ء میں تحریکِ ختمِ نبوّت نے جب زور پکڑا تو اُمت کے ہر فرد وبشر نے جذب ومستی سے سرشار ہوکر اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ان اسیرانِ ناموسِ رسالت میں حضرتِ والاؒ کی ذاتِ گرامی شامل ہونے سے لے کر عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کی امارت تک تادَمِ آخر شامل رہی۔ لقاءِ ربی سے جب نوازے گئے تو خالقِ کائنات سے ملاقات ''پاسبانِ ختمِ نبوّت'' کی حیثیت سے ہوئی:

اے عاشقانِ ختمِ نبوّت بشارتے
زنداں دہد بہ صدق شما ہم شہادتے

عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت پاکستان کے اربابِ حل وعقد نے جب مجلس کی امارت قبول کرنے کی درخواست کی تو جواب میں حضرتِ والاؒ نے انتہائی رقت آمیز'' والا نامہ'' تحریر فرمایا، جس میں کمالِ تواضع اور اِنکساری سے اِظہار فرمایا کہ میں خادم کی حیثیت سے کام کرتا رہوں گا، یہ عظیم ذمہ داری کسی اہل آدمی کے سپرد کردیں، میں بالکل اس کا اہل نہیں۔ حضرتِ والاؒ نے پہلے اس گرامی نامے کا رَف تیار کیا، پھر فقیر کو حکم فرمایا کہ اس کو صاف کردو، بندہ نے تعمیلِ حکم کی۔ والا عالی کی سطر سطر میں تواضع واِنکساری کے ساتھ محبتِ خیرالانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عقیدۂ ختمِ نبوّت کے ساتھ والہانہ عقیدت ومودّت دیدنی تھی۔ مرکز کو وہ والا

عالی بھجوادیا گیا، لیکن مجلس کے بابصیرت حضرات نے حضرتؒ کو مجبور کیا کہ آپ برائے اِحسان یہ منصب قبول فرمائیں۔ چنانچہ حضرتؒ نے اس منصبِ جلیلہ کو قبول فرما کر اس تحریک کو شب وروز کی اپنی دُعاؤں، توجہاتِ باطنیہ اور دِن رات کی محنت سے جس بامِ عروج تک پہنچایا وہ آپؒ ہی کا حصہ تھا۔ آج ایوانِ کفر واِرتداد پر لرزہ طاری ہے، منکرینِ ختمِ نبوّت کی نبضیں ڈُوبتی نظر آتی ہیں، اور وہ دِن دُور نہیں جب اِن شاء اللہ تعالیٰ اَعدائے دِین واِیمان اپنی موت آپ مرجائیں گے۔

اس ذرّۂ بے مقدار کا وجدان یہ کہتا ہے کہ حضرتِ والاؒ کی عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ کے لئے ہر مجاہدہ وریاضت اور سعی وکوشش کی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں بڑی پذیرائی ہوئی ہوگی، حضرت الشیخؒ بے حد وحساب رحمتوں سے نوازے گئے ہوں گے، شیخِ محترم کو عالمِ برزخ اور عالمِ حشر کے بلند وبالا درجات عنایت ہوئے ہوں گے۔

اللہ رَبّ العزت جس کی عزت لامحدود ہے، عزت کا ہر درجہ اس ذاتِ یکتا کو حاصل ہے، نہ جانے اُس ذاتِ جود وسخا نے ہمارے شیخؒ کو کیا کیا اِنعامات واِحسانات عطا کئے ہوں گے، ہمارے شیخؒ کی دُنیا سے ان کی آخرت یقیناً بلند وبالا ہوگی۔ اصل میں جس کی زندگی جتنی بہترین ہوتی ہے، اس کی موت بھی اتنی بہترین ہوتی ہے، دُنیا بھی لاجواب، آخرت بھی قابلِ رشک! ان کا آنا بھی مبارک، ان کا جانا بھی بے پناہ سعادت مندیوں کا عروج!

یہ رُتبہ بلند ملا، جس کو مل گیا!
ہر مدعی کے واسطے دار ورسن کہاں؟

ناچیز اپنے علم وعمل کی بے مائیگی کا معترف ہے، نہ قلم کا دھنی، نہ تقریر کا شاہسوار، ہماری یہ حیثیت کہاں کہ ہم حضرت قبلہؒ کی باکمال ہستی کے صحیح مقام تک رسائی حاصل کرسکیں؟

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

آخر میں دُعا ہے کہ اللہ پاک کروَٹ کروَٹ بے حد وحساب رحمتیں فرمائے، لحہ بہ لحہ عروج ہی عروج نصیب کرے، ہمارے شیخؒ کو اپنی شان کے مطابق اِنعامات واِحسانات سے نوازے اوران کی تمام اولاد کو دارین کی عافیت، سرفرازی وسرخ رُوئی سے نوازے، ہرطرح کے اِبتلا وآزمائش سے بچائے۔ آمین بجاہ نبی الامین الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین!

***

سوانحی خاکہ!

محمد نذیر رانجھا

خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی، کندیاں جنکشن سے اڑھائی میل کے فاصلے پر ملتان کی طرف جانے والی ریل پٹڑی سے چھ سات فرلانگ کے فاصلے پر درختوں کے خوبصورت وحسین جھنڈ میں واقع ہے، یہ برصغیر پاک وہند کی مشہور قدیمی خانقاہ ہے، جو ۱۳۳۸-۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۰-۱۹۲۲ء میں حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ (۱۲۹۷-۱۳۶۰ھ/ ۱۸۸۰-۱۹۴۱ء) نے تعمیر فرمائی اور اسے اپنے مرشد حضرت خواجہ محمد سراج الدینؒ (متوفی ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء) کے نام سے منسوب فرمایا۔

حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ نے اپنے وصال مبارک سے قبل حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ (متوفی ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء) کو اپنا جانشین نامزد فرمایا، آپ کے وصال مبارک کے بعد خواجہ خواجگان شیخ المشائخ حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمدؒ (متوفی ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء) آپ کے جانشین قرار پائے۔

بانی خانقاہ شریف نے خانقاہ شریف کی تعمیر کے ساتھ ہی چند ضروری واہم کام سرانجام دیئے:

۱:... کتاب خانہ سعدیہ کی بنیاد رکھی، جو آپ کی حیاتِ طیبہ میں ہی اپنی وسعت اور کتابوں کی کثرت ونفاست کی بدولت برصغیر پاک وہند کا ایک بے مثال علمی خزانہ بن گیا تھا، اور اس کا شہرہ دُور ونزدیک کے علمی ودِینی حلقوں میں عام تھا۔

۲:... مدرسہ تعلیم القرآن سعدیہ کی تاسیس فرمائی جو بحمداللہ اس وقت سے ملک کے بہترین مدارس میں شمار ہوتا ہے۔

۳:... خانقاہ شریف کی وسیع اور عالی شان تاریخی مسجد تعمیر کرائی۔

خواجہ خواجگان حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمدؒ خانقاہ شریف کی مسندِ اِرشاد پر پچپن برس جلوہ افروز رہے، آپ نے دُنیا بھر میں لاکھوں اہل ایمان کو سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیض وبرکات سے

مالا مال فرمایا، اپنے مشائخ عظام کی عظیم واعلیٰ اقدار وروایات کے امین وپاسدار بن کر دین مبین اسلام، قرآن مجید اور ہادی کونین سرورِ کائنات خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سنت مطہرہ کی ترویج وترقی کے لئے شب وروز کوشاں رہے۔ آپؒ اتحاد اُمت کے داعی تھے اور مسلمانوں کے باہمی جھگڑوں اور نزاعات سے دل برداشتہ رہتے تھے۔

آپؒ نے تحریک ختم نبوّت میں مثالی کردار ادا کیا اور تحفظ ناموس رسالت کے لئے مملکت خداداد پاکستان کے دُوسرے علماء ومشائخ کے ساتھ قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں اور اس کاز کے لئے دنیا کے کونے کونے میں دورے کئے، خاص کر برطانیہ، ڈنمارک، سویڈن، ماریشس، ناروے، کینیڈا، اسپین، فرانس، جنوبی افریقہ، سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات میں عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے اجلاسوں میں شریک ہوتے رہے۔

آپ ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء میں عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے نائب امیر اور ۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء سے مجلس کے ساتویں امیر مقرر ہوئے، اور تا حیات اس منصبِ جلیلہ پر فائز المرام رہے۔ آپ شدید علالت میں بھی ملکی اور غیر ملکی سطح پر ہونے والے ختمِ نبوّت کے اجلاسوں اور کانفرنسوں میں شرکت فرمایا کرتے تھے، آپ کی تبلیغ سے سینکڑوں قادیانی واپس دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

حلیہ مبارک

آپ طویل القامت، کشادہ پیشانی، متبسم لب، خاموش طبیعت، سادگی کا مرقع، لطافت کا پیکر، محبت وشفقت کا مرکز، مثل ماہ کامل تھے، سر پر پگڑی، جس میں چھوٹا سا شملہ، کندھے پر رومال، تہبند اور لمبا کُرتا لباس تھا۔ شلوار قمیص اور لنگی بھی زیب تن فرمایا کرتے تھے، لباس کی سادگی میں تقویٰ وپرہیز گاری کی خوشبو شامل تھی، آپ کے درِ دولت اور حجرے کے باہر زائرین اور خدام دست بستہ منتظر رہتے تھے، جب آپ متبسم لبوں سے سب کی طرف دیکھتے تو سب کے دلوں کی کلیاں کھل اُٹھتیں اور گویا انتظار کا نقد صلہ مل جاتا تھا۔

ولادت باسعادت

آپ موضع ڈنگ، ضلع میانوالی کے مطلع انور پر ۱۹۲۰ء (۱۳۳۹-۳۸ھ) میں حضرت خواجہ محمد عمرؒ کے گھر رونق افروز ہوئے، آپ کے والد بزرگوار حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ کے چچازاد بھائی تھے اور قوم تلوکر راجپوت سے تعلق تھا۔

رحمتِ حق بہانہ می جوید

ایک بار حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ نے آپ کے والد گرامی حضرت خواج محمد عمرؒ سے فرمایا کہ آپ کے پاس تین ایسی چیزیں ہیں کہ میرے پاس اس قسم کی ایک بھی نہیں، آپ ان میں سے ایک مجھے دے دیں۔ اتفاق کی بات کہ ان دنوں خانقاہ شریف کے لنگر کی شیر دار بھینس خشک ہو چکی تھی اور حضرت خواج محمد عمرؒ کے پاس تین بھینسیں تھیں، چنانچہ انہوں نے خیال فرمایا کہ حضرتِ اقدس اپنے لنگر کے درویشوں کے لئے ایک بھینس طلب فرما رہے ہیں، لہٰذا فرمایا کہ آپ میری تینوں شیر دار بھینسیں لے لیں۔

اس پر حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ نے مسکرا کر فرمایا: ''خواجمر! ہمیں کسی بھینس کی ضرورت نہیں آپ اپنا ایک بیٹا ہمیں دے دیں۔'' حضرت خواجمرؒ نے فرمایا کہ آپ جونسا لڑکا پسند فرمائیں، وہ آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہے۔ حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ نے فرمایا کہ اپنا بیٹا ''خان محمد'' ہمیں دے دیں، اور اس طرح خواجہ خواجگان شیخ المشائخ حضرت خان محمدؒ کو اسکول کی تعلیم سے ہٹا کر آپ کی خدمت میں خانقاہ شریف بھیج دیا گیا۔

تعلیم و تربیت

آپ نے چھٹی تک لوئر مڈل اسکول کھولہ شریف ضلع میانوالی میں تعلیم حاصل کی، بعد ازاں حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ کی مراد بن کر خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ پر آگئے، یہ جوہر شناس اور حقیقت آگاہ شیخ کامل و اکمل کی نگاہ التفات و شفقت کا انتخاب تھا، جس کی بدولت اسی ہستی کامل کی آموزش اور تعلیم و تربیت کا آغاز ہی ایک اعلیٰ روحانی ماحول میں ہونا تھا۔

آپ نے خانقاہ شریف پر حضرت مولانا پیر عبداللطیف شاہؒ (احمد پور سیال) سے قرآن مجید اور اِبتدائی کتابیں پڑھیں، بعد ازاں فارسی نظم و نثر اور صَرف و نحو کی کتابیں اپنے شیخ و مربی حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ سے پڑھیں۔

پھر دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ ضلع سرگودھا میں وارد ہوئے اور متوسط درجے تک تعلیم حاصل کی، اس زمانے میں اس دارالعلوم کا شہرہ بگوی خاندان کی دینی خدمات کی بدولت دُور دُور تک تھا اور یہ علاقے کی مرکزی دینی درسگاہ سمجھی جاتی تھی، نیز اس خاندان کے دو ممتاز علماء حضرت مولانا نصیرالدین بگویؒ، حضرت مولانا ظہور احمد بگویؒ، مولانا ابوالسعد احمد خانؒ کے مخلص ارادت مندوں میں شامل تھے۔

اس کے بعد آپ اعلیٰ دینی علوم کی تحصیل کے لئے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (ہندوستان) تشریف لے گئے اور یہاں مشکوۃ شریف، جلالین، ہدایہ اور دُوسری کتابیں پڑھیں۔ پھر ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء میں

دارالعلوم دیوبند (ہندوستان) میں داخلہ لیا اور تفسیر وحدیث کی تکمیل کی، ان دنوں شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ نظر بند تھے، لہٰذا آپ نے شیخ الادب حضرت مولانا اِعزاز علیؒ، حضرت مولانا محمد اِبراہیم بلیاویؒ اور دُوسرے جلیل القدر اساتذہ سے دورۂ حدیث کی تکمیل فرمائی۔

تحصیل وتکمیل سلوک

دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث کی تحصیل وتکمیل فرمانے کے بعد آپ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ واپس تشریف لائے اور باطنی علوم وفیوض کے کسب وحصول میں مشغول ہوگئے، اللہ کریم نے حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ جیسا شیخ ومرشد نصیب فرمایا، آپ نے اپنے پیر ومرشد سے کنز الہدیات، حضرت مولانا مفتی محمد باقرؒ، مکاتیب شریفہ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مکتوبات امام ربانیؒ، مکتوبات حضرت خواجہ محمد معصومؒ، اور ہدایۃ الطالبین حضرت شاہ ابوسعیدؒ جیسی فیض پرور عرفانی کتابیں سبقاً پڑھیں، اور نقشبندیہ مجددیہ رُوحانی معارف سے لبریز مکتوبات اِمام ربانی تین بار اپنے شیخ ومربی سے سبقاً پڑھے:

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

خدمت مربی ومحسن

آپ سالہا سال حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ کی خدمت میں رہے، جنہوں نے آپ کو والد بزرگوار سے مانگ کرلیا تھا اور اپنی زیرِ کفالت رکھ کر ظاہری اور باطنی تربیت فرمانے کا عزم فرمایا تھا، حضرت اقدس کے تمام خانگی اُمور کی انجام دہی آپ کے سپرد تھی، علاوہ ازیں آپ خانقاہ شریف کی اس زمانے کی تعمیرات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے، درویشوں اور زائرین خانقاہ شریف کی خدمت اور خاطر مدارات میں بھی ہمہ تن مصروف رہے، اور بندہ پروری اور ذرہ نوازی کا یہ سلسلہ تادَمِ آخر جاری رکھا:

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح وسجادہ ودلق نیست

خدمت شیخ ومرشد

اسی طرح آپ نے مسلسل پندرہ سال اپنے شیخ ومرشد حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ کی خدمت کی، جن کی بنا پر کریم رَبّ نے آپ کو اپنے شیخ ومرشد کی خصوصی شفقت سے بہرہ مند ہونے کی سعادت نصیب فرمائی۔

خلافت

جب آپ نے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی منازل طے کرلیں تو آپ کے شیخ ومرشد حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ نے آپ کو سلاسل اربعہ (نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ) میں اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ علاوہ ازیں آپ کو سلاسل قلندریہ، مداریہ اور کبرویہ کی خلافت کا شرف بھی حاصل تھا۔

جانشینی

۲۷رشوال ۱۳۷۵ھ مطابق ۷رجون ۱۹۵۶ء کو آپ کے شیخ ومرشد حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ نے وصال فرمایا تو حضرت کی تدفین کے بعد خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ سے وابستہ بزرگ مشائخ وعلماء نے آپ کے دست مبارک پر تجدید بیعت کرلی اور آپ اپنے پیر ومرشد کے خلیفہ مجاز اور جانشین معظم کی حیثیت سے خانقاہ شریف کی مسندِ ارشاد پر جلوہ افروز ہوگئے۔

سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج وترقی

اس وقت سے لے کر تادمِ آخر آپ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی سلک تابدار کے گوہر نامدار بن کر تشنہ لب وقلب مریدین کی سیریابی فرماتے رہے، آپ کے فیوض وبرکات کا شہرہ چاردانگ عالم میں ہرسو پھیل گیا، آپ کے مریدین کی تعداد لاکھوں میں ہے، برطانیہ، امریکا، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، بنگلہ دیش، کے علاوہ دُنیا کے دُوسرے ممالک سے بھی لوگ آپ کی زیارت کے لئے خانقاہ سراجیہ شریف حاضری دیتے تھے اور آپ کے وجودِ مسعود سے یہ خانقاہ شریف چشمہ آبِ حیات کا درجہ رکھتی تھی، جس کی طرف اہل ایمان کے قافلے پرندوں کے جھنڈ اور مور وملخ کے غولوں کی مانند رواں دواں رہتے تھے:

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر
اب ڈھونڈ انہیں چراغِ رُخِ زیبا لے کر

علومِ اسلامیہ کی ترویج واِشاعت

آپ نے عمر بھر دِین مبین اسلام اور سنتِ مطہرہ کی ترویج وترقی کے لئے بے پناہ مساعی فرمائیں، دینی علوم کی ترویج واشاعت کو اپنا نصب العین بنائے رکھا، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے افکار ونظریات اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ کے مشن کو جاری وساری رکھنے کا عزمِ صمیم فرمایا، وابستگانِ سلسلہ کو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے معارف اور فیوض وبرکات سے لذت آشنا رکھنے کے

ساتھ ساتھ اہلِ سنت والجماعت کے اکابرین صالحین کے عقائد وافکار سے مستفید فرماتے رہے۔

آپ نے دینی علوم کی ترویج وترقی کے عظیم مقصد کو اپنا نصب العین بنایا اور ہمیشہ عربی مدارس کی سرپرستی فرمائی، جن مدارس کے ارباب نظم ونسق شکستہ خاطر ہوتے، ان کی حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے، جو تعاون چاہتے ان کی امداد فرماتے۔ دارالعلوم کبیروالا، ضلع خانیوال، دارالعلوم قاسم العلوم فقیروالی، دارالعلوم فرقانیہ، کوہاٹی بازار راولپنڈی، دارالعلوم عثمانیہ، ورکشاپی محلّہ، راولپنڈی، مدرسہ سراجیہ، فورٹ عباس، دارالعلوم مجددیہ، مانکی شریف اور مدرسہ عربیہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ شریف آپ کی زیر نگرانی رہے۔ علاوہ ازیں آپ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک کی مجلس عاملہ کے ممبر رہے، اور مشہور آئین شریعت کانفرنس لاہور کے اجلاس کی صدارت فرمائی۔

آپ جمعیت علمائے اسلام کے سرپرست اعلیٰ رہے اور قائدِ جمعیت حضرت مولانا مفتی محمودؒ سے گہری وابستگی تھی۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے آپ کے بارے میں فرمایا: ’’آپ اِمامِ وقت ہیں اور آپ مجددی دربار میں ہمیشہ ہی آگے رہتے ہیں‘‘ ایک بار فرمایا: ’’حضرت خواجہ خان محمد صاحب بادشاہ وقت ہیں‘‘۔

عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت وعقیدت سے آپ کا سینہ بھرا ہوا تھا، مجلس میں جب بھی کسی نے نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پڑھی، آپ نے فوراً اپنی پوری توجہ ادھر کردی۔ ذِکرِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اکثر آنسوؤں کے موتی آپ کی آنکھوں میں تیرنے لگتے تھے، آپ مدینہ منورہ کی حاضری کے لئے ہمہ وقت بے قرار رہتے تھے، آپ کو اپنی زندگی میں درجنوں مرتبہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کا شرف نصیب ہوا۔

حج بیت اللہ شریف

آپ ہر سال حج بیت اللہ شریف کے لئے تشریف لے جاتے تھے، پہلی بار ۱۹۶۵ء میں اپنی اہلیہ محترمہؒ اور ہمشیرہ گرامیؒ کے ہمراہ حج بیت اللہ شریف کی سعادت پائی بعد ازاں متواتر حج کی سعادت حاصل کرتے رہے، اس طرح تقریباً چالیس حج کئے۔ آپ ہر وقت حرمین شریفین کی زیارت کے لئے تیار رہتے تھے۔

اِعتدال پسندی

آپ مذہباً حنفی المسلک اور مشرباً نقشبندی مجددی تھے۔ اِعتدال پسند طبیعت رکھتے تھے، تشدد

کے بالکل حامی نہیں تھے، زندگی بھر کسی کی دل آزاری نہیں فرمائی اور گروہی اِختلافات سے گریز فرمایا۔ آپ فرماتے تھے:

’’بعض فروعی مسائل پر خود عمل کرتا ہوں، اور ساتھیوں سے نہیں کہتا،
بعض فروعی مسائل پر ساتھی عمل کرلیتے ہیں، خود نہیں کرتا۔‘‘

طرزِ کلام اور خورونوش

آپ مجلس میں کھانا تناول فرماتے یا تنہائی میں اکیلے ہی نوش فرماتے، سلیقہ زندگی اور سنت رسول مقبول ﷺ کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھتے، بہت کم بات کرتے تھے، خدام سوال کرتے تو مختصر جواب دے دیتے، البتہ اگر کوئی طریقہ مجددیہ کے بارے میں پوچھتا تو اس کو تفصیل سے بات سمجھاتے تھے، بات پوری توجہ سے سنتے اور مریدوں کی تربیت نقشبندی مجددی طریقے کے عین مطابق فرماتے تھے۔

زیارتِ مزاراتِ مقدسہ

آپ ہر سال حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مزار پر قدم بوسی کے لئے تشریف لے جاتے تھے، آخری سالوں میں بیماری اور ضعف کے عود کر آنے کی بنا پر تشریف نہ لے جاسکے۔ دارالعلوم دیوبند کی صدسالہ تقریبات کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کی خانقاہ شریف میں قیام فرمایا اور حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، حضرت خواجہ باقی باللہؒ، حضرت شاہ محمد آفاقؒ، حضرت شیخ محمد عابد سنامیؒ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، حضرت امیر خسروؒ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزارات پر حاضری دی۔ ایک بار سڑک کے ذریعے حج کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مزار مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اسی سفر میں حضرت سلمان فارسیؓ کے مزار پر مراقبہ فرمایا۔

ختمِ نبوّت کے لئے بے پناہ خدمات

۱۹۵۳ء میں تحریک ختمِ نبوّت نے زور پکڑا تو اُمتِ مسلمہ کے ہر فرد بشر نے جذب ومستی سے سرشار ہوکر اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، جاں نثارانِ حضرت ختمی مرتبت، فدایانِ ناموسِ رسالت، عاشقانِ رحمۃ للعالمین ﷺ ،علم برداران پیغام آخریں، دریائے خون سے گزر کر تاریخ اُمت میں ایک نئے باب کا اِضافہ کررہے تھے، اور اپنی جاں سپاری سے روایاتِ عشق ومحبت کو دوام بخش رہے تھے۔

اس سلسلے میں علمائے کرام کی گرفتاریاں شروع ہوئیں تو آپ بھی ۱۵؍اپریل ۱۹۵۳ء کو سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار ہونے کے بعد میانوالی جیل بھیج دیئے گئے، جہاں سے ۱۱؍اگست ۱۹۵۳ء کو سینٹرل جیل لاہور منتقل کردیئے گئے، اور آپ سینٹرل جیل کی کال کوٹھریوں میں ایامِ اسیری بسر فرماتے رہے۔

۵ ؍ ربیع الاوّل ۱۳۹۴ھ مطابق ۹ ؍ اپریل ۱۹۷۴ء کو آپ مجلس تحفظ ختم نبوّت کے نائب امیر مقرر ہوئے، اور ۳؍ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۷؍ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو آپ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے ساتویں امیر مقرر ہوئے اور تادَمِ آخر اس منصبِ جلیلہ پر فائز المرام رہے۔ آپ کے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے مجلس کو بے شمار کامرانیاں نصیب فرمائیں، جن میں ایک یہ ہے کہ صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحقؒ نے ۲۶؍ اپریل ۱۹۸۴ء کو ایک آرڈی نینس جاری کیا جس کے ذریعے قادیانیوں کو مسلمان کہلانے، اَذان دینے، اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کہنے، اور اسلامی شعائر کے اِستعمال سے روک دیا گیا، نیز ان کی تبلیغی اور اِرتدادی سرگرمیوں پر پابندی لگادی گئی۔

۱۹۸۴ء میں مجلس کے تین وفد یکے بعد دیگرے لندن گئے، جن میں مجلس کے امیر کی حیثیت سے آپ نے بھی شمولیت فرمائی۔ ۱۹۸۵ء-۱۹۸۶ء میں مختلف ممالک کے تبلیغی دوروں میں بھی امیر مرکزیہ کی حیثیت سے آپ شامل تھے، آپ تادَمِ آخر ختمِ نبوّت کے سلسلے میں تبلیغ وِاشاعت کا فریضہ صاحبِ عزیمت کی حیثیت سے سرانجام دیتے رہے۔

ازواج واولاد

آپ کی پہلی شادی اپنے مربی وشیخ حضرت خواجہ مولانا ابوالسعد احمد خانؒ کی صاحبزادی سے ہوئی، جن کے بطن مبارک سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین صاحبزادے حضرت صاحبزادہ مولانا عزیز احمد مدظلہٗ، حضرت صاحبزادہ مولانا خلیل احمد مدظلہٗ، حضرت صاحبزادہ رشید احمد مدظلہٗ اور ایک صاحبزادی دام مجدہا عطا فرمائیں، ان اہلیہ محترمہؒ نے وصال فرمایا تو آپ نے نکاح نہ کرنے کا اِرادہ فرمایا، لیکن بعد میں مریدوں کے اِصرار پر نکاحِ ثانی فرمایا، آپ کی دُوسری اہلیہ محترمہؒ حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ کی پوتی تھیں، ان سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو صاحبزادے حضرت صاحبزادہ سعید احمد مدظلہٗ اور حضرت صاحبزادہ نجیب احمد مدظلہٗ عطا فرمائے۔ الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے ان کے مزاج شریف میں بھی حضرتِ اقدس کی طرح بُردباری، حسنِ سیرت، حسنِ خلق اور تواضع کمال درجے کی ودیعت فرمائی ہے، اللہ کریم گلستانِ رُوحانیت کی ان کلیوں اور پھولوں کو ہمیشہ سرسبز وشاداب رکھے اور ان کی مہک سے تاابد خانقاہِ سراجیہ شریف کی فضائیں معطر رہیں۔

مرشدِ عالم

دُنیا بھر میں آپ کے مریدوں کی تعداد لاکھوں میں ہے، آپ نے مخلوق کا تعلق اللہ سے جوڑا ہے، اور کبھی کسی انسان کو رحمتِ حق سے دُور نہیں کیا۔ جو بھی آپ کے قریب آیا، اسے اللہ کریم اور اس کے

پیارے رسول ﷺ کی محبت واطاعت نصیب ہوگئی۔آپ کے مریدین کی غالب تعداد متشرع اور باعمل ہے۔صفِ اوّل کے علماء آپ کے بیعت ہیں، اور مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر میں آپ مقبول ومحبوب رہے۔ ہمیشہ ہرایک کا اِحترام فرماتے تھے، اور سب لوگ آپ کو محترم رکھتے تھے۔ بندہ پروری اور مرید نوازی آپ کا خاصہ تھی، آپ لینے کی بجائے دینے والے تھے، ہمیشہ ہرایک کی مدد فرماتے تھے، اپنے کسی مرید کی تکلیف اور پریشانی کا علم ہوتا تو بے چین ہوجاتے، جب تک اس کی مدد کی عملی صورت نہ فرمالیتے، قرار نہیں آتا تھا۔ صاحبِ کشف وکرامات تھے، لیکن اخفاء بہت پسند تھا، آپ کی کرامات علاقے کے لوگوں اور آپ کے مریدوں میں بہت مشہور ہیں۔

مہمان نوازی میں خاص شہرت رکھتے تھے، علماء ومشائخ آپ کے ہاں تشریف لاتے، خواص وعوام اور زائرین ووارد ین کا تانتا بندھا رہتا تھا، ایک ایک وقت میں سینکڑوں لوگ آپ کی خانقاہ پر موجود رہتے، ان کے خورونوش اور آرام واستراحت کا خاص بندوبست فرماتے اور دن رات اپنے مہمانوں کی خودخبرگیری فرماتے تھے، ان کی ہر ضرورت کا خاص خیال فرماتے تھے۔

طالبین وسالکین کو سلوک کی منازل طے کراتے، مراقبہ اور حلقے کا خصوصی انتظام ہوتا تھا، مریدوں اور آنے والوں کے دِلوں اور ذہنوں کو ذِکرِ الٰہی کی تلقین سے مصفّٰی ومجلّٰی فرماتے اور انہیں دُنیاوی آلائشوں اور کدورتوں سے پاک فرماتے۔ جو ایک بار آپ کے حلقے اور مجلس میں آیا، بس پھر آپ ہی کا ہوگیا۔ ہر امیر وغریب اور چھوٹے بڑے کے ساتھ یکساں لطف وکرم فرمایا کرتے تھے۔

آپ کی خانقاہ، مجلس اور صحبت سے کبھی کوئی خالی نہیں گیا، ہر آنے والا مقدور بھر فیوض وبرکات سمیٹ کر جاتا تھا، اور آپ ہرایک کو اس کی ہمت سے زیادہ نوازا کرتے تھے۔

بیماری اور سفرِ آخرت

عمر کے آخری حصے میں آپ کی طبیعت ناساز رہنے لگی اور ضعف ونقاہت کا غلبہ رہنے لگا، علاج معالجے کی بھرپور کوشش کی گئی، آپ انتہائی صابر وشاکر تھے، خانقاہ شریف پر ہمہ وقت مریدین اور زائرین کا کثیر مجمع رہتا تھا، لوگ آپ کی زیارت کے لئے ترستے تھے، آپ سب کو اپنی زیارت سے نوازتے، ہر ایک کی بات غور سے سنتے، پھر اس کے مطابق دُعا فرماتے۔ سب کی تشفی وتسلی فرماتے۔ کبھی ناگواری اور زحمت کا اِحساس نہیں فرمایا، جیسے شروع سے کریم، شفیق اور مہربان تھے، آخری دم تک ایسے ہی رہے۔ الحمدللہ! ہوش وحواس میں رہے اور اپنی نمازوں کو ادا فرماتے رہے۔

وصال مبارک سے تقریباً بیس روز قبل عارضہ جگر لاحق ہوا، متعلقین اور احباب کے مشورے سے

آپ کو سیال کلینک ملتان لے جایا گیا، پندرہ روز یہاں رہے، آپ کے عقیدت مندوں کی کثیر تعداد دُور دراز سے آپ کی عیادت وزیارت کے لئے یہاں بھی حاضر ہوتی رہی، جب کوئی دُعا کے لئے عرض کرتا تو دُعا فرمانے کے بعد فرماتے: ''میں آپ کے لئے دُعا کرتا ہوں، آج سب میرے لئے دُعا کریں۔''

بالآخر وقت موعود آپہنچا اور بروز بدھ مؤرخہ ۲۰/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ مطابق ۵/مئی ۲۰۱۰ء کو بوقتِ شام سوا آٹھ بجے آپ اللہ کو پیارے ہوگئے اور عالم فانی سے عالم بقا کی جانب کوچ فرمایا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ!

آپ کے وصال مبارک کی خبر آناً فاناً پوری دُنیا میں پھیل گئی، اہلِ ایمان کے قافلے جوق درجوق آپ کے جنازے میں شرکت کے لئے ملک کے کونے کونے سے خانقاہ سراجیہ کی جانب رواں ہوگئے۔

دُوسرے روز نمازِ ظہر کے بعد دو بج کر پچاس منٹ پر آپ کی نمازِ جنازہ خانقاہ سراجیہ پر حضرت مخدوم زادہ مولانا خلیل احمد مدظلہم العالی کی اِقتدا میں ادا کی گئی۔ لوگوں کا ایک سمندر آپ کے جنازے کے لئے خانقاہ سراجیہ کی طرف اُمڈ آیا، ہر طرف سر ہی سر نظر آتے تھے۔ آپ کے عقیدت مندوں کی آہوں، سسکیوں اور دھاڑوں سے فضا سوگوار تھی، جنازے میں شامل لاکھوں اہلِ ایمان میں ہر مکتبہ فکر کے حضرات، جوان وبوڑھے، خاص وعام اور مشائخ وعلماء سبھی شامل تھے۔

نمازِ جنازہ کے بعد آپ کو خانقاہِ سراجیہ کی تاریخی مسجد کے عقب میں احاطۂ مزارات میں آسودۂ خاک کیا گیا۔ جہاں آپ کے پیر ومرشد حضرت خواجہ مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ، آپ کے مربی وشیخ حضرت خواجہ مولانا ابوالسعد احمد خانؒ اور خاندان کے دُوسرے حضرات محوِ اِستراحت ہیں، فَرَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ!

خلفائے عظام

آپ کے خلفاء میں جید علمائے کرام شامل ہیں، جن میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱:... حضرت مولانا نذر الرحمٰن صاحب مدظلہ، مدرسہ عربیہ تبلیغی مرکز رائے ونڈ، ضلع لاہور۔
۲:... حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، سرحد۔
۳:... حضرت مولانا انظر شاہؒ ابن حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ، بھارت۔
۴:... حضرت مولانا مفتی احمد سعیدؒ ابن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھویؒ۔
۵:... حضرت حافظ احمد سعیدؒ، جنجو شریف، ضلع بھکر۔

۶:... حضرت مولانا محبوب الٰہیؒ، بیڈن روڈ لاہور۔
۷:... حضرت مولانا احمد رضا خان بجنوری رحمۃ اللہ علیہ۔
۸:... حضرت مولانا احمد دین صاحبؒ، بمقام دادڑا کلاں، نزد ہڑپہ، ضلع ساہیوال۔
۹:... حضرت مولانا غلام محمدؒ، ضلع جھنگ۔
۱۰:... حضرت مولانا عبدالغفور صاحب مدظلہ، ٹیکسلا، ضلع راولپنڈی۔
۱۱:... حضرت مولانا غلام علیؒ، خالق آباد، تحصیل و ضلع خوشاب۔
۱۲:... حضرت مولانا محبّ اللہ مدظلہ، لورالائی، بلوچستان۔
۱۳:... حضرت مولانا گل حبیب مدظلہ، لورالائی، بلوچستان۔
۱۴:... حضرت حاجی محمد عبدالرشید مدظلہ، مکان نمبر ۲۲۸ بی، سیٹلائٹ ٹاؤن، رحیم یار خان۔
۱۵:... حضرت حافظ قطب الدینؒ، کوٹ حافظ حبیب اللہ، نزد ہڑپہ، ضلع ساہیوال۔
۱۶:... حضرت ماسٹر محمد شادی خانؒ، سیٹلائٹ ٹاؤن، گوجرانوالہ۔

جانشینِ معظم

حضرت مخدوم زادہ مولانا خلیل احمد مدظلہم العالی آپ کے جانشینِ معظم مقرر ہوئے ہیں۔

کلاک کا میوزک

حضرت قاری عبدالرحمان صاحب مدظلہ کے حجرہ میں مجلس پر کچھ دیر سے سکوت طاری تھا، حجرہ میں شمالی دیوار پر لگے کلاک نے میوزک بجانا شروع کیا جو کئی منٹ تک جاری رہا جب میوزک بند ہوا تو حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ العالی نے مسکراتے ہوئے سوالیہ انداز میں ارشاد فرمایا: ”اس کلاک کا تعلق سلسلہ چشتیہ سے ہے؟“ یہ سن کر حاضرین مسکرا دیئے حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب مدظلہ نے عرض کیا: میں نے طالب علموں کو تاکید کر دی تھی کہ آج حضرت شیخ مدظلہ کی تشریف آوری ہے مشائخ نقشبند میوزک نہیں سنتے، کلاک کا میوزک بند کر دیں نہ جانے پھر کیوں بند نہ ہو سکا۔

خواجہ خان محمد قدس سرہٗ کی دُعا کا اثر...!

مشتاق احمد قریشی

یہ اُس وقت کی بات ہے جب گلشن اقبال میں سرسیّد یونیورسٹی کی جگہ سرسیّد لان ہوا کرتے تھے، اُن ہی لانوں میں ایک مرتبہ مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ (جو اِقرأ روضۃ الاطفال کے سربراہ، منتظمِ اعلیٰ اور رُوحِ رواں بھی تھے) نے اپنے اسی اِدارے اِقرأ روضۃ الاطفال کی تقسیمِ اسناد واعزازات کی تقریب منعقد کی تھی۔ اس تقریبِ خاص میں میرا بھی جانا ہوا، کیونکہ مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ ہی نہیں، ان کے دیگر ساتھی مفتی خالد محمود، مفتی مزمل کاپڑیا صاحبان نے بھی پُرزور اِصرار فرمایا تھا کہ ناچیز اس تقریب میں ضرور شریک ہو۔ یہ تو بیرونی دعوت تھی، میرے اپنے گھر میں میرے بڑے بیٹے اور بہو کے ساتھ میری بڑی پوتی جویریہ طاہر اور پوتے شریف احمد کی بھی خواہش تھی کہ میں اس تقریب میں ضرور چلوں، کیونکہ ماشاء اللہ یہ دونوں بچے اسی سال حفظِ قرآنِ کریم سے فارغ ہوئے تھے اور امتحانات سے گزر کر اب نتیجے کے منتظر تھے، جس کا اعلان اسی تقریب میں ہونا تھا۔ ان سب کے علاوہ میری ذاتی خواہش بھی تھی کہ میں اس تقریب میں ضرور شریک ہوں، کیونکہ مجھے بتایا گیا تھا کہ پورے پاکستان سے چیدہ چیدہ جید علمائے کرام تشریف لارہے ہیں۔

مجھے علم تھا کہ مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ پورے پاکستان میں ہر طبقۂ فکر کے علمائے کرام میں یکساں مقبول اور پسندیدہ شخصیت ہیں، اس لئے بھی قوی اُمید تھی کہ وہاں جید علمائے کرام سے ملاقات ومعانقہ کی سعادت حاصل کرسکوں گا، اور واقعی ایسا ہوا بھی کہ مجھے وہاں پہنچے ہوئے کچھ ہی دیر گزری تھی، میں ابھی پوری طرح اپنی نشست پر بیٹھا بھی نہیں تھا کہ کچھ شناسا چہروں نے گھیرلیا، اس کے بعد میں نے دیکھا کہ تمام لوگ خصوصاً جید علمائے کرام اپنی اپنی نشستوں سے کھڑے ہوگئے اور کسی کی آمد کے منتظر انداز میں داخلی دروازے کی طرف دیکھنے لگے، کچھ ہی دیر میں ایک ہجوم کسی بزرگ کو اپنے حصار میں لئے خراماں خراماں مرکزی نشستوں کی طرف بڑھا چلا آرہا ہے۔ میں نے اپنے برابر بیٹھے ہوئے، بلکہ کھڑے

ہوئے صاحب کو مخاطب کر کے پوچھا تو ان صاحب نے میری طرف اپنا رُخ کر کے جواب دیا کہ آپ نہیں جانتے؟ یہ حضرت خواجہ خان محمد دامت برکاتہم ہیں، اور پھر وہ منتظر نظروں سے اسی طرف متوجہ ہوگئے۔ میرے قریب کھڑے ہوئے یہ منتظر حضرت جناب مفتی نظام الدین شامزیؒ قبلہ تھے، میں بھی اس ہجومِ عاشقاں کو دیکھنے لگا، جو کچھ ہی دیر میں میرے قریب سے ہوتا ہوا سامنے لگی مسند کی طرف بڑھ گیا۔ لوگ جوق در جوق حضرت قبلہ خان محمد مدظلہٗ سے معانقہ و مصافحہ کر رہے تھے، کچھ بزرگ ان کی مزاج پُرسی کر رہے تھے۔

ان کی آمد سے دیکھا جائے تو ایک طرح کا نظام جو بڑے ہی سلیقے سے قائم تھا، لوگ بڑی تہذیب وادب سے آ آ کر اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ رہے تھے، کچھ دیر کے لئے درہم برہم ہوگیا تھا، جب بتدریج تمام اہلِ علم وفضل حضرات، حضرت خواجہ خان محمد قبلہ سے فیض پا چکے تو کچھ دیر بعد مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ جو مجھے اپنے رفیق اور میرے بھانجے وسیم غزالی کی وجہ سے ماموں ہی کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے، میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر اُٹھایا اور گویا ہوئے:

> ”آئیں ماموں! آپ کی ملاقات حضرت قبلہ خان محمد سے کرائیں، بڑی بزرگ ہستی ہیں، مجھے تو اُمید کم ہی تھی کہ حضرت تشریف لائیں گے، لیکن یہ ہمارے اِدارے کی خوش قسمتی ہے کہ حضرت تشریف لے آئے، اب ہم سب مل کر ان سے دُعا کی درخواست کریں گے، آپ بھی دُعا کرالیں۔“

اتنی ہی دیر میں وہ مجھے لے کر حضرت کی خدمت میں پہنچ چکے تھے، انہیں مخاطب کرتے ہوئے میرا تعارف کرایا کہ یہ غزالی کے ماموں ہیں، انہوں نے میری طرف دیکھا، مصافحہ کیا اور دُعا دی کہ اللہ آپ کو راہِ راست نصیب کریں، میں نے جواباً آمین کہا۔ یہ میری ان سے پہلی اور آخری ملاقات تھی۔ اس کے بعد ان سے ایک تعلق سا پیدا ہوگیا، ان کے بارے میں مجھے ازخود کسی نہ کسی طرح علم ہوتا رہا کہ وہ اب کہاں گئے؟ کہاں ہیں؟ یا انہوں نے مجلس ختمِ نبوّت میں کیا کہا؟ شاید ان کی اس دُعا کے اثرات مجھ پر نمودار ہونے لگے۔

میرا ہر سال رمضان شریف مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ کی سربراہی میں حرمین شریفین میں گزرنے لگا اور یوں آہستہ آہستہ علمائے کرام سے قربت اور تعلق بڑھنے لگا۔ اچانک ہی میرا قلم جو فکشن نویسی پر رواں تھا، رُکنے لگا، اور پھر یوں ہوا کہ میرے قلم کا ناتا فکشن سے ٹوٹ ہی گیا، اور میری دِلچسپی تفسیر قرآنی میں بڑھتی چلی گئی، پھر جانے کیسے ازخود میرا قلم قرآنی آیات کی تشریح وتفسیر پر چل پڑا۔ کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ آخر یہ تبدیلی مجھ میں کیونکر واقع ہوئی؟ آخر ایسا کیا حادثہ پیش آیا کہ میں اور میرے قلم نے فکشن

(افسانہ نویس) کی راہ چھوڑ کر قرآن کی اِلٰہی راہ اپنالی اور اب اسی کا ہو کر رہ گیا ہے۔

آج جب قائم مقام امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت، حضرت ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر کی جانب سے ان کے دستخطوں سے ایک رقعہ ملا جس کے ذریعے ہفت روزہ ختمِ نبوّت کراچی کا خصوصی شمارہ حضرت خواجہ خان محمدؒ پر شائع کرنے کی اِطلاع کے ساتھ ساتھ مجھ ناچیز کو ایک حکم دیا گیا کہ میں قطب الاقطاب شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ خان محمدؒ کے بارے میں اپنے خیالات کو قلم بند کروں، میں سوچ رہا ہوں کہ میری تو اتنی مختصر سی ملاقات مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ نے کرائی تھی، تو اس کے اتنے مؤثر، دُور رَس نتائج نکلے کہ ایک گمراہ راہ پا گیا، وہ لوگ جن کا تعلق ورابطہ مستحکم ومضبوط تھا، جو ہمہ وقت ان کے قریب رہے، ساتھ رہے، ان کی دُنیا میں کیسا انقلاب، کیسا تغیر، کیسی تبدیلی آئی ہوگی؟ وہ جو کہتے ہیں کہ پارس اگر کسی کو چھو جائے تو وہ کندن ہو جاتا ہے، میرا بھی یہی گمان ہے کہ قطب الاقطاب حضرت خواجہ خان محمدؒ کی شخصیت ایسی ہی معجزاتی شخصیت تھی کہ جس کی طرف وہ ایک نگاہ بھر کر دیکھ لیتے ہوں گے اس کی تو دُنیا ہی سدھر جاتی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ یقیناً اپنے بندوں کو اپنے قربِ خاص سے نوازتا ہے اور یہ تو کلامِ اِلٰہی ہے کہ بندہ اپنے رَبّ کی طرف ایک قدم بڑھاتا ہے تو اس کا رَبّ اس کی جانب دس قدم بڑھ آتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی لمحہ انسانی زندگی میں ایسا بھی آتا ہو جب فاصلے فاصلے نہ رہتے ہوں، تمام فاصلے ختم ہو جاتے ہوں، اللہ اپنے بندے کو اپنے شرف سے نواز دیتا ہو، اور یہی کچھ حضرتؒ کے ساتھ ہوا ہو، اللہ ہم سب کو اِتباعِ رسولِ کریم ﷺ سے سرفراز کرے، اور اپنی بارگاہ میں سب نیک تمنائیں ودُعائیں قبول کرے، آمین!

*

سب اسی راستے میں شمار ہوگا

حضرتؒ گاہے گاہے سرہند شریف تشریف لے جاتے تھے، ایک مرتبہ کا واقعہ صاحبزادہ محمد عابد صاحبؒ نے سنایا کہ سرہند شریف سے واپسی پر واہگہ میں ٹیکسی والا کرایہ زیادہ مانگ رہا تھا، اور میں کمی کا اِصرار کر رہا تھا، حضرتؒ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ کیا کہہ رہا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ٹیکسی والا زیادہ کرایہ مانگ رہا ہے اور میں کم کرانے کی کوشش کر رہا ہوں، تو حضرتؒ نے فرمایا: جتنا مانگتا ہے دے دو، سب اسی راستے میں شمار ہوگا۔

مثالی خانقاہ

پروفیسر خباب احمد خان

میانوالی سے جنوب مغرب کی طرف پندرہ بیس کلومیٹر کے فاصلے پر دریائے سندھ کو روک کر چشمہ جہلم لنک کینال نکالی گئی ہے، نہر کے ساتھ ساتھ کناروں سے ذرا ہٹ کر ریت کے بڑے بڑے ٹیلے دُور تک پھیلتے چلے گئے ہیں، کہیں کہیں شیشم اور دُوسرے درخت کے جھنڈ پانی میں اپنا عکس دیکھ کر جھومتے، لہلہاتے اور سرگوشیاں کرتے نظر آتے ہیں، چشمہ کالونی سے چند ہی فرلانگ پر نہر کے بائیں جانب ایک سڑک نما راستہ نیچے کو اُترتا ہے، اسی راستے پر تھوڑا سا آگے ایک ننھی منی بستی ہے، جس کی وسعتیں اہلِ نظر کو برصغیر کے کونے کونے سے نظر آتی ہیں، یہیں خانقاہِ سراجیہ واقع ہے، جہاں ذاتی ملکیت میں ملک کی سب سے بڑی لائبریری ہے، اسے ۱۹۱۸ء میں ابوالسعد حضرت احمد خانؒ نے اپنے شیخ محترم خواجہ سراج الدینؒ کے نام پر بنایا تھا، یہ خانقاہ کندیاں جنکشن (ضلع میانوالی) سے اڑھائی میل کے فاصلے پر ملتان کی طرف جانے والی ریل کی پٹری سے چھ سات فرلانگ کے فاصلے پر درختوں کے خوبصورت جھنڈ میں واقع ہے، خواجہ سراج الدینؒ سے منسوب خانقاہ سراجیہ میں ابوالسعد خواجہ احمد خانؒ اپنے وصال تک طالبانِ حق وسالکانِ طریقت کی رُوحانی تربیت فرماتے رہے، اپنے وصال سے قبل انہوں نے حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ کو اپنا جانشین نامزد کیا، وہ سولہ برس تک خانقاہ سراجیہ کی مسندِ اِرشاد پر جلوہ افروز رہے، حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ کے وصال کے بعد مخدومِ زماں سیّدنا ابوالخلیل حضرت خواجہ خان محمدؒ ان کے خلیفہ اور جانشین قرار پائے، اور تقریباً ۵۶ برس تک سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی مسندِ اِرشاد پر رونق افروز رہے۔

راقم الحروف کو حضرتِ اقدس خواجہ خان محمدؒ سے بیعت کا شرف حاصل ہے، آپ کچھ عرصے سے علیل تھے، اس دوران کچھ ماہ پہلے خانقاہِ سراجیہ میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی اور حضرتِ والا کی محفل میں کچھ دیر کے لئے بیٹھنے کا موقع ملا، سالکانِ طریقت اور محبین کے گروہ چونکہ حضرتؒ کی زیارت

کے لئے برابر آجا رہے تھے، اس لئے حضرتؒ سے دُعا کرا کے واپس آ گئے، ان دنوں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ العالی بھی تشریف لائے ہوئے تھے، ان سے ملاقات کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ خانقاہِ سراجیہ میں حضرت علامہ سیّد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ، امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ جیسے اکابر تشریف لا چکے ہیں۔

خانقاہِ سراجیہ کی تفصیل کچھ یوں ہے، رہائشی مکانات جن میں ابوالسعد احمد خانؒ کے عزیز واقارب، ابوالخلیل خواجہ خان محمدؒ کے خاندان اور بعض مریدوں کے گھر شامل ہیں، انتہائی خوبصورت عالی شان اور وسیع وعریض مسجد، مدرسہ سعدیہ جس میں طلبہ و مدرّسین کی رہائش گاہیں، کتب خانہ سعدیہ جس کے ذخیرۂ نادرہ کی مقدار خانقاہِ سراجیہ کے مشائخ عظام کی علم دوستی و معارف پروری کا بیّن ثبوت ہے، تسبیح خانہ، مہمان خانہ، درویشوں اور سالکانِ طریقت کے حجرے اور مغرب کی طرف خانقاہ کے مشائخ کی قبور، متوسلین سلسلۂ عالیہ کی قبور سادگی کا مرقع ہیں، یہ سنگِ مرمر کی منقش سلوں سے مزین نہیں، حضرت مولانا قاضی شمس الدینؒ نے خانقاہ سراجیہ کی جن خصوصیات کا ذِکر فرمایا، وہ یہ ہیں:

’’اتباعِ سنت، سالکانِ طریقت کی تعلیم وتربیت کا صحیح انداز، یعنی بدعات کو طریقت سمجھ کر اِعتقادی اور عملی معصیتوں کی بجائے اتباعِ کتاب وسنت کے سانچے میں ہر عمل ڈھلا ہوا ملتا ہے، قاطع شرک و بدعت حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات کی خصوصی تدریس بعد از نمازِ عصر کا معمول سالکانِ طریقت کی دُرست انداز میں تربیت میں اہم کردار ادا کرتی ہے، تزکیۂ نفس کے لئے اس دور میں یہ ایک مثالی خانقاہ ہے جو دُنیوی آلائشوں، دلکشیوں اور بُرائیوں سے پاک ہے، نہ شور، نہ ہنگامہ، سکون اور طمانیت یہاں کا طرۂ امتیاز ہے۔‘‘

حضرت خواجہ خان محمدؒ اِنتہائی کم گو بزرگ تھے، انہیں مروّجہ خانقاہوں کے مطابق کسی تقریر کی ضرورت نہیں تھی، ان کی خاموشی مریدین کی زندگیوں کا رُخ بدل دیتی، بیعت کے ذریعے توجہ کا راستہ کھلتا تو اَوّلین سبق میں تلقین کی جاتی کہ اُٹھتے بیٹھے، چلتے پھرتے اس تصور میں رہو کہ تمہارا دِل اللہ، اللہ کے نام سے دھڑکتا ہے اور رحمتِ خداوندی کی تجلیات اس پر پڑ رہی ہیں، سونے سے پہلے اِستغفار اور دُرود شریف اور صبح کا آغاز بھی اِستغفار اور دُرود شریف سے کرا کر غفلت سے بیدار کرنے کی مساعی کی جاتی، اس کے بعد مریدین اور طالبانِ اصلاح کو ۳۲ سے زائد مجاہدات سے پُر لطائف، مریدین کو عام صفوف سے نکال کر اہل اللہ کی صف میں شامل کر دیتی ہیں۔

اِخلاص وللّٰہیت کا پیکر

مولانا زبیر احمد صدیقی

حضرت خواجۂ خواجگان، مخدومنا وسیّدنا خواجہ خان محمدؒ کی زیارت، اِستفادہ اور حصولِ ادعیہ کا جذبہ بچپن سے ہی دِل میں موجزن رہا، لیکن زمانۂ طالب علمی میں یہ آرزو پوری نہ ہوسکی، اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت والد محترمؒ نے بچپن سے ہی تعلیمی اِنہماک کا ایسا نظم تشکیل دیا کہ سر کھجانے کی فرصت ہی نہ ملتی۔ قرآنِ کریم کی تعلیم جاری تھی کہ فارغ اوقات میں اسکول کی تعلیم شروع کرائی گئی۔ تعلیمِ قرآنِ کریم سے فراغت ہوئی تو درسِ نظامی کے اسباق شروع کرادیئے گئے، اور ساتھ ہی عصری تعلیم خارجی اوقات میں جاری رکھوائی گئی۔ اُولیٰ کے سال پرائمری، رابعہ کے سال میٹرک، اور سادسہ کے سال ایف اے سے فراغت ہوئی، دورۂ حدیث سے فراغت پر فوراً تدریس شروع کرادی گئی، پہلے تعلیمی اِنہماک اور اب تدریسی اِنہماک اس تمنا کی تکمیل میں حائل رہے۔

دورانِ تدریس ۱۹۹۵ء میں احقر کے دونوں گردے فیل ہوگئے، جس کی وجہ سے کافی تکلیف اُٹھانا پڑی، پورا خاندان بالخصوص حضرت والد محترمؒ بے حد متأثر ہوئے، مرض میں اضافہ ہوتا چلا گیا، اور بالآخر احقر اَمراضِ کثیرہ کا حامل بن گیا۔ انہی ایام میں حضرتِ اقدس خواجہ خان محمد صاحبؒ کی جلال پور پیروالا اور شجاع آباد تشریف آوری ہوئی۔

حضرتؒ کا قیام جامعہ کے قریب ہی مقامی دِین دار زمین دار میاں ظہیر احمد بابر بودلہ صاحب کے گھر تھا، حضرت والد محترمؒ کی درخواست پر حضرت خواجہ صاحبؒ جامعہ میں تشریف لائے، احقر کو گھر سے بلوایا گیا، احقر جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت مہمان خانے میں جلوہ افروز تھے، مصافحہ کی سعادت حاصل کی، زیارت سے مشرف ہوا، نرم ونازک ہاتھ، معصومیت سے لبریز چہرہ، سفید شفاف بال، حیا ٹپکاتی آنکھیں، متانت بھری شخصیت میرے سامنے تھی۔ حضرتؒ نے حالِ طبع پوچھا اور فوراً دستِ دُعا دراز فرمالئے، دِل ہی دِل میں (سراً) لمبی دیر دُعا فرمائی، نہ جانے کس انداز سے رَبِّ جلیل

سے گویا ہوں گے کہ اپنے اس نالائق بندے کو صحت کی دولت سے مالا مال فرما۔ دُعا ختم فرمائی اور فرمایا پانی کی بوتل منگواؤ، پانی منگوایا گیا، حضرتِ اقدسؒ نے پانی پہ دم فرمایا اور پیتے رہنے کی ہدایت فرمائی اور رُخصت ہو گئے۔

بندے کے دِل میں یقین پیدا ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ حضرتِ والا کی دُعا کو دیگر بزرگوں کی دُعاؤں کے ساتھ احقر کے حق میں رَدّ نہیں فرمائیں گے۔ عالمِ اسباب میں احقر کے ان اَمراض واَسقامِ مہلکہ سے زندہ بچنے کی توقع اطباء اور ڈاکٹرز، رُفقا اور احباب کو بھی نہ تھی۔ گردے فیل، پیشاب کی بندش، بون ٹی بی، ہیپاٹائٹس وغیرہ امراض میں سے ہر مرض جان لیوا ہوتا ہے، اس پر مستزاد یہ کہ ہفتے میں تین بار ڈائیلاسز کا چار گھنٹے کا مشکل ترین عمل اور اس کے فوری ظاہر ہونے والے خطرناک مضر اثرات، ڈائیلاسز کے لئے ٹانگ کی شریان غلطی سے لگائی جانے والی نالی کی وجہ سے شریان میں سوراخ اور اس کی وجہ سے بہنے والا خون، ہائی بلڈ پریشر وغیرہ بھی امراض میں اضافے کا باعث بن گئے۔ یہی وجہ تھی کہ محلے کی مسجد کا اسپیکر اَذان کے وقت کے علاوہ کھلتا تو اہلِ محلّہ اور اہلِ شہر کے دِلوں میں گمان پیدا ہوتا کہ شاید زبیر کی موت کا اِعلان ہوگا۔ ایک مرتبہ محلے میں ایمبولینس مریض لے کر آئی، اس نے ہارن بجایا تو محلے کے مرد وزَن سارے پریشان ہوگئے، اور کئی لوگ گھروں سے اِضطراب کی حالت میں باہر نکل آئے کہ شاید زبیر کی ڈیڈ باڈی آگئی ہو، بایں ہمہ حق تعالیٰ نے ہمارے حضرتؒ کے کلماتِ دُعا، میرے والدِ محترمؒ کی دُعاؤں اور میرے اکابر کی آرزوؤں کی لاج رکھ لی اور اللہ تعالیٰ نے مکمل صحت یاب فرمایا۔

حق تعالیٰ نے صحت یابی کے بعد ۲۰۰۰ء میں پہلی مرتبہ حج بیت اللہ اور ۲۰۰۲ء میں دُوسری حاضری کی سعادت نصیب فرمائی، اس حاضری کے موقع پر مؤرخہ ۵ر فروری ۲۰۰۲ء کو غالباً آخری حج فلائٹ سے کراچی سے جدہ کے لئے روانگی ہوئی، میری سعادت مندی کہ اس جہاز میں حضرتِ اقدس خواجہ صاحبؒ اور اِمامِ اہلِ سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ بھی موجود تھے، دورانِ پرواز ان دونوں بزرگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وقت گزارنے، زیارت کرنے اور اِستفادے کا موقع فراہم کیا، اس موقع پر بھی ان دونوں بزرگوں سے جو دُعائیں حاصل کیں، وہ میری زندگی کا بہترین سرمایہ ہیں۔

۲۰۰۲ء سے ۲۰۰۶ء تک کے درمیانی عرصے میں حتمی تاریخ یاد نہیں، احقر کو کسی اہم کام کے سلسلے میں کراچی جانا ہوا، کراچی میں شہیدِ اسلام حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ کی خدمت میں دفتر مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت ایم اے جناح روڈ کراچی حاضری دی، حسنِ اتفاق کہ حضرت شہیدؒ کے پاس ان کے شیخِ ثالث حضرتِ اقدس خواجہ خان محمد صاحبؒ تشریف فرما تھے، حضرتِ والا سے مصافحہ اور تبادلۂ خیال کا بہترین موقع میسر آیا، اور ان سے ایک بار پھر ڈھیروں دُعائیں لیں۔

اگست ۲۰۰۸ء میں جامعہ فاروقیہ شجاع آباد کے چند اساتذہ کرام اور چند دوستوں نے مل کر حضرت خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضری اور موسیٰ زئی شریف میں مدفون سلسلۂ نقشبندیہ کے اکابر کی قبور کی زیارت اور چند دیگر اکابر کی خدمت میں حاضری کا پروگرام بنایا۔ چنانچہ جامعہ کے اساتذۂ کرام مولانا مفتی محمد طیب معاویہ، مولانا مفتی سلطان محمود، مولانا احسان الحق، مولانا محمد عامر سہیل، جامعہ کے رکن شوریٰ حاجی عبدالرحمٰن مرحوم اور دُوسرے رکن شوریٰ خواجہ حاجی حبیب الرحمٰن مرحوم کے ہمراہ خانقاہ سراجیہ اور موسیٰ زئی شریف ڈیرہ اسماعیل خان کے لئے روانہ ہوئے۔ دوپہر کو جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے سرپرست اور جامعہ قادریہ بھکر کے مدیراعلیٰ بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب مدظلہ العالی کے گھر حاضری ہوئی، ان کی زیارت اور اِستفادے کے بعد خانقاہ سراجیہ روانگی ہوئی، رات کا قیام خانقاہ شریف میں ہوا، ہمارے عزیز اور جامعہ فاروقیہ شجاع آباد کے خریج مولانا فاروق احمد جو خانقاہ شریف میں درجہ کتب کے مدرّس ہیں، نے پہلے سے قیام کا اِنتظام کیا ہوا تھا۔ ہمارا قافلہ مغرب کو خانقاہ پہنچ گیا، ہماری خوش قسمتی کہ رات کو کافی دیر تک حضرتؒ نے ہمیں خصوصی وقت مرحمت فرمایا۔ حضرتؒ اپنے مخصوص کمرے میں چارپائی پر تشریف فرما ہوئے، دیگر مریدین کو جلد نمٹا دیا گیا، ہمارا قافلہ حضرتؒ کے قدموں میں تھا، زمین پر حضرتؒ کے قدموں میں بیٹھے میرے ہاتھ میں حضرتؒ کا پاؤں تھا جسے دبا کر مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ میں پرواز کر رہا ہوں اور میرا ہاتھ ثریا پر ہے، دیگر احباب بھی دائیں بائیں بیٹھ گئے، سب سے پہلے حضرتؒ سے زمانۂ طالب علمی کے متعلق کچھ سوالات کئے، حضرتؒ نے دارالعلوم دیوبند کے زمانۂ تعلیم کی تفصیلات اِرشاد فرمائیں۔

حضرتؒ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ گرفتار ہوگئے تھے، اس لئے ہمیں بخاری شریف حضرت مولانا محمد اِبراہیم صاحبؒ نے پڑھائی، اور حضرت مولانا اِعزاز علیؒ اور اپنے دیگر اساتذۂ کرام کا تذکرہ فرماتے رہے۔ احقر نے درخواست کی کہ بخاری شریف کا ایک سبق پڑھا کر سندِ حدیث مرحمت فرمادیں، حضرتؒ نے میری درخواست کو قبول فرمایا اور صحیح بخاری شریف منگوا کر ہمیں ایک حدیث کی عبارت پڑھائی، آگے حضرتؒ پڑھ رہے تھے اور پیچھے ہم پڑھ رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا کہ آج حدیث کا نورانی قاعدہ حضرتؒ ہمیں پڑھا رہے ہیں۔ حدیث کی عبارت پڑھا کر آپ نے اپنے سلسلے سے روایتِ حدیث کی اِجازت مرحمت فرمائی۔ یہ اِجازتِ حدیث مجھ سمیت جملہ شرکاءِ درس علماء کے لئے ایک بہت بڑا اِعزاز اور روزِ محشر اِن شاء اللہ حضرتؒ کے واسطے حضرت مولانا محمد اِبراہیم بلیاویؒ اور ان کے اکابر و اساتذہ کے واسطے سے سلسلۂ علماء میں جڑ جانے کا ذریعہ ثابت ہوگا۔ اس موقع پر برادر اصغر مفتی محمد طیب معاویہ سلّمہٗ نے حضرتؒ کے فیاضی جود و سخا کا بہتا دریا دیکھ کر تعویذات

کی بھی اجازت طلب کرلی، حضرتؒ نے کمالِ شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اجازتِ تعویذات بھی سب علماء کومرحمت فرمائی۔

حضرتؒ کے قریبی حلقے کے احباب جانتے ہیں کہ حضرتؒ نہایت ہی خاموش طبع تھے، اور یہ وصف بہت کم لوگوں کونصیب ہوتا ہے، لیکن آج حضرتؒ کی مہربانی کا کمال تھا کہ کافی دیر تک ہم سے گفتگو فرماتے رہے۔ آخر میں ہم نے حضرتؒ سے درخواستِ دُعا کی، حضرتؒ نے ہاتھ اُٹھا کر کافی دیر دُعا فرمائی اور گھر روانہ ہوگئے، ہمارا قیام دیگر مریدین کی طرح تسبیح خانے میں تھا۔

خانقاہی نظام آج بھی خلقِ خدا کی طمانیت وہدایت کا ذریعہ ہے، یہاں عجیب انوار وبرکات محسوس ہوئیں، فجر کی نماز خانقاہ کی قدیم اور حسین جامع مسجد میں ادا کی، نماز کے بعد حضرتِ اقدسؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے ختمات کروائے، جس میں حاضری بھی بہت سی برکات کا باعث بنی۔ صبح ناشتے سے فراغت پر مسجد وخانقاہ کے متصل قبرستان میں حاضری دی جہاں حضرتؒ کے شیخ حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ اور حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ مدفون ہیں۔ قبرستان حاضری سے فراغت پر قافلہ موسیٰ زئی شریف حضرتِ والاؒ کے سلسلۂ نقشبندیہ کے اکابر حضرت مولانا دوست محمد قندھاریؒ، حضرت مولانا محمد عثمان دامانویؒ، حضرت خواجہ سراج الدینؒ اور دیگر اکابر کی قبور پر حاضری کا شرف نصیب ہوا۔

نومبر ۲۰۰۹ء میں ایک طویل وعریض سفر شہیدِ اسلام حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ کی صحبت میں بہت سے اکابر کی زیارت کے لئے ہوا، اوّلاً رائیونڈ تبلیغی اِجتماع میں دُعا میں شرکت کی، فراغت پر ڈھڈیاں ضلع سرگودھا میں حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب رائے پوریؒ خلیفہ مجاز حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی خدمت میں حاضری دی، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے مزار پُرانوار پر بھی حاضری وایصالِ ثواب ودُعا کا شرف حاصل ہوا، رات کا قیام مولانا محمد اکرم طوفانی مدظلہٗ کے ہاں سرگودھا ہوا، صبح خانقاہ سراجیہ کے لئے روانگی ہوئی۔ ۱۰ بجے کے قریب ہم لوگ خانقاہ شریف پہنچ گئے۔ حضرت کے صاحبزادگان حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اور حضرت مولانا عزیز احمد صاحب نے حضرت سے خصوصی طور پر ملاقات کروائی۔ اس موقع پر بھی حضرت خواجہ صاحبؒ سے خوب خوب اِستفادے کا موقع نصیب ہوا۔ میرے اہلِ خانہ کو بھی بیعت کے لئے خانقاہ حاضری کا اِشتیاق تھا، بندہ کی ہدایت پر اہلیہ اور بچے سرگودھا پہنچ گئے تھے، سرگودھا سے ان کو ساتھ لیا اور خانقاہ سراجیہ میں حضرتؒ کے گھر کچھ دیر اہلِ خانہ کا قیام رہا، اہلیہ حضرتؒ سے بیعت ہوئیں، حضرت نے بچوں کے لئے خصوصی دُعائیں فرمائیں، اور عزیزم اُسید الرشید کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

اس کے بعد حاضری ۱۰رمحرم الحرام ۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۰۱۰ء خانقاہ شریف میں ہوئی، احقر نے ۱۰رمحرم الحرام کو بھکر میں سیرت سیّدنا حسینؓ کے موضوع پر بعد نمازِ ظہر بیان کرنا تھا، موقع کو غنیمت جانا، علی الصبح محترم جناب حاجی انوارالحق صاحب قریشی کے ہمراہ روانہ ہوا، اوّلاً خانقاہ سراجیہ حاضری دی، انسانوں کا جمِ غفیر حضرت کی زیارت کے لئے اُمڈ آیا تھا، حضرت مسجد اور خانقاہ کے خصوصی کمرے کے درمیان صحن میں تشریف فرما تھے، دائیں بائیں، سامنے، پیچھے غرض کہ ہر طرف سے عشاق نے گھیرا ہوا تھا، کچھ لوگ مسجد کے صحن سے حضرت کی زیارت کر رہے تھے، اس موقع پر بھی اللہ تعالیٰ نے خصوصی کرم فرمایا، اور حضرت سے مصافحہ اور دُعاؤں کا شرف نصیب ہوا۔ مرض الوفات میں حضرتؒ کو کندیاں شریف سے سیال کلینک ملتان منتقل کیا گیا، یہاں بھی حضرتؒ کی عیادت اور زیارت کا شرف نصیب ہوا، اگرچہ حضرتؒ کی علالت کے باعث مصافحہ سے محرومی رہی۔

ان ملاقاتوں اور زیارتوں میں حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کے جو اوصاف سامنے آئے، وہ ذیل میں ذِکر کئے جارہے ہیں:

۱:...خاموش طبع گویا: "من صمت نجا" کے مصداق تھے۔

۲:... اِخلاص وللّٰہیت۔

۳:...عاجزی وانکساری۔

۴:...زُہد وتقویٰ۔

۵:...بے پناہ رُوحانیت۔

۶:...عزم وجہدِ مسلسل۔

۷:...رات کے راہب اور دِن کے شاہسوار۔

۸:...غیبت وچغلی سے کوسوں دُور۔

۹:...حفاظتِ نظر وغضِ بصر۔

۱۰:...حبِ دُنیا، طمع ولالچ سے بے پروا۔

آپ کے سامنے شاہ وگدا سب ایک جیسے ہی تھے، اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی ان صفات سے اِستفادے کی توفیق نصیب فرمائے اور حضرتؒ کے درجات کو بلند فرمائے، آمین!

***

شفیق مُربّی

قاری شیر افضل خان، کراچی

مخدوم المشائخ حضرت قبلہ مرشد خواجہ خواجگان خان محمد صاحبؒ کا وصال نہ صرف پاکستان بلکہ پوری مسلم اُمہ کے لئے عظیم صدمہ ہے۔ ۵رمئی ۲۰۱۰ء کی شام کو رات ۹ بجے مجھے اطلاع موصول ہوئی کہ حضرت اس دُنیا میں نہیں رہے، اس خبر کے بعد مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میری دُنیا اُجڑ گئی، حضرت جیسے شفیق مہربان بزرگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ میرا اُن سے تعلق ۱۹۶۲ء میں ہوا، جب میں قرآنِ کریم کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے خانقاہ سراجیہ گیا اور وہاں محترم حافظ غلام ربانی مرحوم سے گیارہ پارے حفظ کئے، اسی عرصے میں حضرت قبلہؒ کی صحبت میں بیٹھتے تھے، کسی طرح اُن کو معلوم ہوا کہ میں چائے کا بہت شوقین ہوں، اور دُور سے دُودھ لاکر چائے بناتا ہوں، تو حضرتؒ نے اَز راہِ شفقت لنگر خانے کے خادم کو حکم دیا کہ چھوٹی چینک چائے کی بنا کر طالب علم شیر افضل کو دیا کرو۔ زندگی بھر حضرتؒ کی عنایات اور محبتوں کا سلسلہ تو بے شمار ہے، مگر طالب علمی کے زمانے میں یہ چائے کا واقعہ بہت اور عنایت کا پہلا اِظہار ہے۔

ایک دن حضرتؒ نے فرمایا کہ شیر افضل! ہمارے گاؤں ڈنگ میرے والد محترم کو بیل دے کر آجاؤ، میں خانقاہ سے عصر کو چلا اور وہاں شام کو جب پہنچا اور بیل حضرت قبلہؒ کے والد بزرگوارؒ کے حوالے کیا تو نماز کے بعد اُنہوں نے فرمایا کہ طالب علم! کھانا کھاؤ گے؟ میں نے اپنے علاقے کی رسم کے مطابق کہہ دیا کہ میں نے کھانا کھایا ہوا ہے، حضرت گھر چلے گئے اور گاؤں کے ماحول میں کوئی ہوٹل یا دُکان نہیں تھی کہ کھانے وغیرہ کا اِنتظام ہوتا، چنانچہ پوری رات بھوکا رہا، صبح نماز کے بعد حضرت قبلہ مرشدؒ کے بھائی ملک محمد افضل نے مجھ سے پوچھا کہ ناشتہ کس چیز سے کروگے؟ تو میں نے کہا کہ: دو پراٹھے، مکھن اور ساتھ چائے، تو اس پر ملک محمد افضل مرحوم نے کہا کہ ہمیں چائے کا (ڈا) یعنی چائے بنانا نہیں آتی، جس پر میں نے کہا کہ ایک کلو دُودھ اور اس میں پتی ڈال کر چینی ڈال دیں یہی چائے ہے، تو میں

نے صبح بھرپور ناشتہ کھایا، جب واپس خانقاہ سراجیہ آیا تو حضرتؒ نے حالات سے آگاہی چاہی، تو میں نے عرض کیا کہ رات بھوکے پیٹ گزاری، اس لئے کہ میں نے کہہ دیا تھا کہ کھانا کھایا ہوا ہے، تو حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ: جھوٹ کی سزا یہی تھی، آپ نے کھانا کھائے بغیر کیوں کہا تھا کہ میں نے کھایا ہوا ہے؟ اب جب میں نے جمعیت علمائے اسلام میں بزرگوں کی خدمت کرنا شروع کی، تو حضرت مفتی محمودؒ کی موجودگی میں اُن سے بلاتکلف ہنسی مذاق ہوتا تھا، حضرت قبلہ مرشدؒ کو کسی طرح یہ اِطلاع ہوئی کہ قاری شیر افضل خان مفتی محمود مرحوم کی محفل میں ہنسی مذاق کرتے ہیں، تو مجھے فرمایا کہ: ''بزرگوں کا ادب واحترام ضروری ہے، اور اُن کی محفل میں خاموشی اختیار کیا کرو۔'' میں نے حضرتؒ کی نصیحت پر عمل کیا تو مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ کیا ہوگیا کہ آپ خاموش ہیں؟ اس پر میں نے حضرتؒ کا فرمان سنایا تو مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ: حضرت کو میں خود راضی کروں گا، آپ ہنسی مذاق جاری رکھیں، اس لئے کہ جب آپ کراچی میں نہیں ہوتے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں جیل میں ہوں۔

حضرت قبلہ مرشدؒ کا فیض اِس قدر تھا کہ میں نے بڑے بڑے جابروں اور ڈکٹیٹروں سے آمنے سامنے مقابلہ کیا اور جب مرحوم ضیاء الحق کے دور میں DMLA حکیم ارشد قریشی ۱۰ عدد ارکانِ شوریٰ اور ایک کروڑ روپے کی پہلی قسط کے طور پر پیشکش کی کہ آپ ایم آر ڈی چھوڑ دیں، کراچی کے معروف حضرات حاجی حنیف طیب، ظہور الحسن بھوپالی مرحوم کی طرح اسلام کی خدمت کریں، اُس وقت میں نے یہ محسوس کیا قبلہ مرشدؒ حضرت مرحوم مجھے حکم دے رہے ہیں کہ اس پیشکش کو ٹھکرادو، چنانچہ میں نے فوجیوں کی یہ پیشکش ٹھکرادی اور سکھر جیل چلا گیا، اخبارات میں یہ خبریں شائع ہوئیں کہ قاری شیر افضل خان کو جیل سے نامعلوم مقام پر منتقل کردیا گیا، تو حضرتؒ نے مجھے خط لکھا کہ میں نے آپ کے لئے خصوصی دُعائیں کیں کہ اللہ کریم آپ کو اِستقامت اور آپ کی حفاظت فرمائے، میں اپنے آپ کو وہ خوش قسمت انسان سمجھتا ہوں کہ جس کے لئے حضرتؒ نے بھی دُعائیں فرمائیں اور سندھ کے معروف بزرگ حضرت مولانا عبدالکریم قریشیؒ، بیر شریف والے میری ملاقات کے لئے ازخود جیل میں تشریف لائے اور اپنے متعلقین کو حکم فرمایا کہ قاری شیر افضل کی خدمت کرو، تاکہ ان کو کسی قسم کی پریشانی نہ ہو، اور دُعا بھی فرمائی کہ قبلہ مرشد خان محمدؒ نے اپنی زندگی میں تحریک ختمِ نبوّت کو جو پروان چڑھایا ہے، یہ اُنہی کی شان تھی۔ اللہ کریم سے دُعا ہے کہ اُن کے حسنات کو قبول فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین یا ربّ العالمین!

***

عارف باللہ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ

مولانا عبدالغفار تونسوی صاحب

احقر کو شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ سے دِلی عقیدت ہے، حضرتؒ کی زیارت بارہا نصیب ہوئی، آپ کے فرزند گرامی برادر محترم حضرت مولانا عزیز احمد صاحب مدظلہم اور بندۂ ناچیز دار العلوم کبیر والا میں اِکٹھے پڑھتے رہے، ان کی دعوت پر خانقاہ سراجیہ میں حاضری بھی ہوئی اور حضرتِ اقدس کی خاص شفقت وعنایت دیکھنے میں آئی۔ حضرت صحیح معنی میں عالم باعمل اور اپنے اسلاف کے صحیح جانشین اور ان کے علوم ومعارف کے امین تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے وقت کا اِمام اور قطب بنایا تھا، لاکھوں متوسلین اور متعلقین واحباب دُنیا بھر میں آپ کے عقیدت منداور نام لیوا ہیں، باوجودیکہ حضرت کم گو تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کے سکوت میں جو سکینہ رکھا تھا اس پر ہزاروں کلام قربان کئے جاسکتے ہیں، اس دور میں تصوف، سلوک، اِحسان اور تزکیۂ نفس کی اہمیت سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کرسکتا۔ اولیاء کرام، اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت اور پہچان رکھتے ہیں، قلوب کی صفائی سے وہ مخلوقِ خدا کو خدا تعالیٰ تک پہنچاتے ہیں، اسی لئے ان کی خانقاہیں دُکانِ معرفت کہلاتی ہیں، جہاں سے عشقِ اِلٰہی کا سبق ملتا ہے، حضرت اقدسؒ اسی معنی میں ایک باخدا عارف باللہ اور صوفی ہی نہیں بلکہ اِمام الصوفیاء تھے، ایسے حضرات صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

حضرتؒ نے طویل عمر پائی اور بہت کام کیا، تمام دِینی جماعتوں کی آپ نے سرپرستی فرمائی۔ ہمارے ملک میں روافض اور فرقِ باطلہ کی تردید، اِحقاقِ حق اور دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والی قدیم اور پہلی جماعت تحریک تنظیم اہل سنت والجماعت ہے، جس کی خدمات روزِ روشن کی طرح واضح ہیں۔ حضرتِ اقدس مولانا خان محمد صاحبؒ ہمیشہ اس کے لئے دُعاگو رہے اور میرے والد ماجد اُستاذ المناظرین حضرت علامہ محمد عبدالستار صاحب تونسوی مدظلہم کی خدمات کو آپ نے ہمیشہ پسند فرمایا اور سراہا، حضرت کے اُٹھ جانے سے جہاں اہلِ حق کی دیگر جماعتیں متاثر ہوئیں، وہیں تحریکِ تنظیم اہل سنت والجماعت کو بھی آپ کی سرپرستی اور دُعاؤں سے محرومی ہوئی، ایسے حضرات کا اُٹھ جانا یقیناً قومی حادثہ ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے خاندان اور آپ کے فرزندان گرامی کو صحیح معنی میں آپ کا جانشین اور دِین کا خادم بنائے اور چشمۂ فیض خانقاہ عالیہ سراجیہ اور مدرسے کے فیض کو ہمیشہ جاری رکھے، آمین!

ولیٔ کامل

ابن سفیرِ ختمِ نبوّت، مولانا محمد الیاس چنیوٹی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ سے پہلی ملاقات دورانِ تعلیم جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں ہوئی، بیرونی اسفار کے لئے حضرت جب بھی کراچی تشریف لاتے تو محدث العصر حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوریؒ کے اِدارے میں ہی قیام فرماتے۔ حضرت کو نہایت پابند شریعت پایا۔ دُنیاوی معاملات میں آپ کی کوشش ہوتی کہ زیادہ گفتگو نہ کرنی پڑے، بلکہ اشاروں سے ہی کام لے لیا کرتے۔

ایک مرتبہ ناشتے کے دوران دیکھا کہ خدام ناشتہ پیش کر رہے ہیں، حضرتؒ نے چائے نوش فرما کر پیالی اُلٹا دی، میں نے خدام سے پوچھا کہ یہ کیا اِشارہ ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ اس عمل کا مطلب یہ ہے کہ اب مزید چائے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کا دِل ہمہ وقت یادِ اِلٰہی میں مشغول رہتا تھا، ظاہر کہ ''بس'' کا لفظ کہنے سے بھی وہ تسلسل ٹوٹتا تھا۔

ہمارے علاقے ضلع چنیوٹ کی مایۂ ناز علمی شخصیت فاضل دارالعلوم دیوبند، محقق العصر حضرت مولانا محمد نافع مدظلہٗ آف محمدی شریف کے دورۂ حدیث شریف کے ساتھی تھے، بہت سے مدارس، جامعات اور دِینی اداروں کے سرپرست تھے، علمی شغف آپ کا مثالی تھا اور علم کو محفوظ کرنے کے لئے آپ نے لائبریری خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف ضلع میانوالی میں نادر و نایاب کتب کا اضافہ فرمایا۔

حضرت مولانا محمد نافع مدظلہٗ کے بقول ایک مرتبہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کندیاں تشریف لائے اور لائبریری دیکھی، جہاں تفسیر کی ایک کتاب حضرت شاہ صاحبؒ کی نظر سے گزری تو آپ نے فرمایا کہ: اس کتاب کی مجھے عرصے سے تلاش تھی، مگر کہیں مل نہیں رہی تھی، آپ اگر اِجازت دیں تو میں اس کا مطالعہ کرلوں۔ چنانچہ وہ تفسیر کی کتاب حضرت شاہ صاحبؒ اپنے ساتھ دارالعلوم دیوبند لے گئے اور مطالعے کے بعد پھر واپس کندیاں شریف بھجوادی۔

غالباً ۱۹۹۱ء میں ''فتویٰ حیاتِ مسیح علیہ السلام'' جس کی ترتیب و تدوین حضرت والد ماجد سفیر ختمِ

نبوّت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ نے میرے ذمے لگائی تھی، کے لئے حوالہ جات کی تلاش میں ۱۰ ارمحرم الحرام کو میں خانقاہ پہنچا۔ حضرت جیؒ کو جیسے ہی میرے آنے کا مقصد معلوم ہوا تو کتب خانے کے نگران کو میرے حوالے کر دیا کہ جس کتاب کی ضرورت ہو فوراً مہیا کی جائے۔ الحمدللہ! مطلوبہ حوالہ جات بآسانی دستیاب ہوگئے، صبح ناشتے میں سادگی کے ساتھ دیہاتی پراٹھا اچار کے ساتھ اور جو چائے پیش کی گئی اس کی لذت ابھی تک نہیں بھولتی۔

مجھے علم ہوا کہ حضرتؒ کے پاس موئے مبارک ﷺ موجود ہے، میں نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اس کی زیارت کی خواہش کر دی، حضرتؒ نے فرمایا کہ ویسے تو ہمارے ہاں اس کی زیارت سال میں ایک مرتبہ عیدالفطر کے دن کروائی جاتی ہے، لیکن چونکہ آپ ختمِ نبوّت کے مشن پر آئے ہوئے ہیں، آج ہی آپ کو زیارت کرادی جائے گی۔ اور اپنے صاحبزادے خواجہ عزیز احمد صاحب کو زیارت کا بندوبست کرنے کا فرمایا، ہم ساتھی باوضو ایک کمرے میں پہنچے اور موئے مبارک کی زیارت کی۔ یہ موئے مبارک شیشے کے ایک مرتبان میں پیتل کی ایک نلکی میں لاکھ میں پیوست کر کے رکھا ہوا تھا، اور مرتبان کو چھوٹی الائچیوں سے بھر کر رکھا گیا تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا چودہ سو سال کے بعد بھی زندہ معجزہ جو اس موئے مبارک کے متعلق ہمیں بتایا گیا وہ یہ تھا کہ جب یہ موئے مبارک اس جگہ پر رکھا گیا تھا تو وہ ایک تھا، چند سالوں کے بعد دیکھا تو وہ دو ہو چکے تھے، وہ موئے مبارک آج بھی خانقاہ میں موجود ہے، جو کہ عید کے دن عام زیارت کروایا جاتا ہے، موئے مبارک کی زیارت سے جو رُوحانی تسکین ہوئی، اس کی ٹھنڈک آج بھی محسوس ہوتی ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کی امارت محدث العصر حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوریؒ کے بعد آپؒ کے سپرد کر دی گئی تھی جسے آپؒ نے نہایت احسن طریقے سے نبھایا اور حتی المقدور اپنی توانائیاں اس مقدس مشن میں صَرف کرتے رہے۔

اپریل ۲۰۰۹ء میں بہاولنگر سے دو طالب علم میرے پاس چنیوٹ آئے اور انہوں نے بتایا کہ وہاں بابا زمان نامی شخص مہدویت اور حتیٰ کہ خدائی کا دعویٰ کر چکا ہے۔ تین چار سال کی کوششوں کے باوجود وہ گرفتار نہیں ہو رہا۔ مجھ سے تعاون کے لئے انہوں نے اپیل کی۔ میں نے ختمِ نبوّت کے مشن کو اپنا فریضہ جانتے ہوئے ان کو تسلی تشفی دی اور ہر قسم کے تعاون کے لئے تیار ہوگئے۔ اگلے ہی دن میں ان کے ساتھ بہاولپور روانہ ہوا، ملتان سے اپنے ایک MPA ساتھی شاہد محمود خان صاحب کو معاونت کے لئے ساتھ لیا، میری خواہش تھی کہ عدلیہ اور انتظامیہ سے ملاقاتیں کی جائیں اور ان کی غیرتِ ایمانی اور غیرتِ ملّی کو جھنجھوڑا جائے۔ اسی رات میں نے مختلف مدارسِ دینیہ کے منتظمین سے ملاقاتیں کیں اور مسئلے کی

اہمیت اُجاگر کی۔ میں نے انہیں یاد دِلایا کہ اَسّی سال پہلے علامہ انور شاہ کشمیریؒ بہاولپور میں عقیدۂ ختمِ نبوّت کا مقدمہ لڑنے ہندوستان سے چل کر آئے تھے، اور اہلِ بہاولپور ان کے میزبان بنے تھے، آج پھر ایک اور جھوٹے مدعی کے خلاف میں آپ کو اِکٹھا کرنے اور جگانے آیا ہوں، آپ کے علاقے میں تحفظ ختمِ نبوّت کے جذبات لے کر آیا ہوں، میرے دست وبازو بنو، اور ان طلباء کی معاونت کرو۔ ہائی کورٹ کے جج صاحب نے اپنی ذاتی مجبوری کی بنا پر اس کیس کی سماعت سے معذوری پیش کردی۔ انٹرنیشنل ختمِ نبوّت مودمنٹ نے نئے جج صاحب کے لئے وکلاء کے ایک پینل کا انتظام کیا، دو ہی پیشیوں کے بعد جج صاحب موصوف نے اس مرتد کی ضمانت منسوخ کرکے ہتھکڑیاں لگوا کر جیل بھجوادیا۔ ملزم نے سپریم کورٹ تک اپیل کی مگر ختمِ نبوّت کے مجاہد وکلاء نے اس کا ناطقہ بند کردیا۔ اس وقت وہ عمر قید کی سزا بھگت رہا ہے۔ میں نے ان تمام حالات وواقعات کو حضرتؒ کو بتانے اور آپ کی دُعاؤں کے لئے خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کا سفر کیا، حضرت جیؒ کو اپنی بپتا سنائی۔ اپنی پیرانہ سالی اور معذوری کے باوجود نہایت سکون سے میری رُوئیداد سنی اور ڈھیروں دُعائیں دیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی ان بااثر دُعاؤں کا ہی نتیجہ ہے کہ جس جج نے ''ذاتی مجبوری'' کی بنا پر کیس کو لٹکایا اور سننے سے انکار کردیا، وہ مکافاتِ عمل کی وجہ سے جج کے عہدے سے ہٹا دیا گیا اور جن وکلاء نے اس کیس کو جانفشانی سے لڑا، اللہ رَبّ العزت نے ان میں سے ایک کو جج کے عہدے سے سرفراز کردیا، یقیناً یہ ختمِ نبوّت کی برکت اور آپ کی دُعاؤں کا اثر ہے۔

اللہ رَبّ العزت سے دُعا ہے کہ عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ کی برکت سے آپؒ کے درجات کو مزید بلند فرمائے اور کروَٹ کروَٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے اور جو مشن آپ چھوڑ کر گئے ہیں، پوری دُنیا کے مسلمانوں کو اسے زندہ رکھنے اور اس کے تحفظ کی توفیق عطا فرماویں، آمین!

❋

مصروفیات کا اِحساس کرنے والے

حضرتؒ کی نوے پچانوے سالہ زندگی رنگارنگ عنوانوں سے ملوّن تھی، ہر روز نیا واقعہ، نئے حالات۔ ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ ہم فیصل آباد میں تھے، شیخوپورہ والے قاری محمد امین صاحب نے اپنے بیٹے کا نکاح مجھ سے پڑھوانا تھا، جس کے لئے وقت نہیں مل رہا تھا، قاری صاحب نے اپنی اہلیہ، بیٹے اور ہونے والی بہو کو ساتھ لیا اور فیصل آباد پہنچ کر مجھ سے نکاح پڑھوایا اور واپس تشریف لے گئے، ہماری مصروفیات کا اس طرح اِحساس کرنے والے ساتھی بہت کم ہیں۔

مجسمۂ اخلاق

مولانا غلام رسول دین پوری

واقعہ (۱)

آج سے آٹھ دس سال پہلے کلورکوٹ ضلع بھکر جانا ہوا تو دِلی تمنا تھی کہ رات خانقاہ سراجیہ شریف گزاروں، بعد از نمازِ عصر ٹرین پر سوار ہوکر نمازِ مغرب کے بعد خانقاہ شریف پہنچا، پہنچتے ہی حضرت کے خادم (نام اب معلوم نہیں) نے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟ بتایا: دِین پور شریف خان پور سے آیا ہوں، فقط حضرت کی زیارت وطلبِ دُعا کے لئے حاضر ہوا ہوں، جھٹ سے دسترخوان پر بٹھایا اور ماحضر پیش کیا، جب کھانا کھاچکا تو حضرتؒ کے خادم نے فرمایا: عشاء کا وضو بنالو، اَذان ہونے والی ہے، حضرت بھی تشریف لانے والے ہیں، مصافحہ کرلینا، نماز کے بعد حضرت خوابِ استراحت کے لئے تشریف لے جاتے ہیں۔ بندہ جلدی سے نمازِ عشاء کا وضو کرکے حضرت کی قیامگاہ کے دروازے کے سامنے کھڑا ہوگیا، اَذان ہوئی اور حضرت تشریف لائے تو بندہ آگے بڑھا، مصافحہ کیا اور دست بوسی کی، حضرت چپکے سے دو آدمیوں کے سہارے مسجد تشریف لائے، نماز عشاء ادا ہوئی، سنت ووتر سے فارغ ہوکر حضرت اپنے حجرے کے سامنے برآمدے میں چارپائی پر جو خادم نے سجا رکھی تھی، تشریف فرما ہوگئے۔ واہ میری قسمت، مریدین وحاضرین سامنے بیٹھ گئے، بندہ حضرت کے بائیں طرف بیٹھ کر پاؤں دبانے لگا، اور کافی دیر تک یہ سعادت حاصل رہی، دِل میں ڈرتا بھی رہا کہ آج پہلی ملاقات ہے، کہیں دِل مبارک کو رنجیدگی نہ ہو، ساتھ ساتھ یہ بات تسلی دیتی کہ حضراتِ اولیاء اللہ مجسمۂ اخلاق ہوتے ہیں، ناراض نہیں ہوں گے، واقعۃً ایسا ہی ہوا، اب بندے کی طرف متوجہ ہوکر دھیمے اور پیار بھرے لہجے میں دریافت فرماتے ہیں: ''کنویں آیوں'' (سرائیکی زبان میں) ''تے کتھوں آیوں'' یعنی کس کام سے آئے اور کہاں سے آئے؟ بندے نے سراپا ادب ہوکر عرض کیا: دین پور شریف خان پور سے آیا ہوں، زیارت وطلبِ دُعا کے لئے حاضر ہوا ہوں، پھر حسبِ معمول سرنگوں ہوکر خاموش رہے، بندہ مٹھیاں بھرتا رہا، تھوڑی دیر بعد پھر متوجہ

ہوکر اسی طرح دریافت فرمایا، بندہ نے وہی جواب عرض کیا، پھر سر مبارک جھکالیا اور سکوت اِختیار فرمایا، تیسری بار پھر متوجہ ہوکر دریافت فرمایا اور انہی الفاظ کو دُہرایا، بندے نے بھی وہی جواب عرض کیا تو حضرتؒ نے دُعا کے لئے اپنے دست مبارک اُٹھائے، کافی دیر دُعا فرمائی، دُعا سے فراغت ہوئی تو فرمایا: ''سویرے مل سوں'' (سرائیکی زبان میں) یعنی صبح ملیں گے ''اِن شاء اللہ'' یہ فرمایا اور گھر تشریف لے گئے، حضرت کے خادم نے بستر عنایت فرمایا، رات گزاری، صبح ہوئی نماز کے لئے تشریف لائے، نماز ادا فرمائی، ہم نے بھی حضرتؒ کی معیت میں نماز پڑھی، بعد از نماز فجر ختم خواجگان ہوا، دُعا کے بعد حجرۂ اقدس میں تشریف فرما ہوئے اور دریافت فرمایا: کیا پروگرام ہے؟ بندہ نے عرض کیا: ٹرین آنے والی ہے، جانا ہے، فرمایا: کوئی کام؟ عرض کیا: فقط زیارت وطلبِ دُعا کے لئے حاضر ہوا تھا اور کوئی کام نہیں۔ حضرت نے ہاتھ مبارک اُٹھائے اور کافی دیر تک دُعا فرمائی اور اِجازت مرحمت فرمائی۔ اس وقت بندہ جماعت عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت سے بالکل ناواقف تھا، آج جماعت کے زیرِ سایہ کام کر رہا ہوں، تو حضرت کی وہ دُعائیں جو چپکے سے مانگیں، یاد آرہی ہیں کہ شاید یہی دُعا فرمائی تھی، اللہ تعالیٰ استقامت نصیب فرمائیں!

واقعہ (۲)

اس پہلی ملاقات کے کچھ ہی ایام بعد حضرتِ اقدسؒ کا ضلع رحیم یارخان کی طرف سفر ہوا، بندہ اس وقت ضلع رحیم یارخان کے ایک مدرسہ جامعہ معارفِ اسلامیہ میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہا تھا، پتا چلا کہ حضرتؒ تشریف لائے ہوئے ہیں، خواہش پیدا ہوئی کہ زیارت کرآؤں مگر اسی خبر دینے والے نے بتلایا کہ صبح نو بجے یہاں مدرسہ میں تشریف لائیں گے، یہ سن کر خوشی کی انتہا نہ رہی، صبح ہوئی تو اسباق پڑھانے کو جی نہ چاہے، جب نو بجے تو حضرت تشریف لے آئے، گاڑی سے اُترے، بندے نے آگے بڑھ کر مصافحہ ودست بوسی کی، پھر سیدھے مسجد میں تشریف لے گئے، محراب کے سامنے نشست بنی ہوئی تھی، حضرت دوزانو تشریف فرما ہوکر مراقب ہوگئے مدرسے کے اساتذہ، مہتمم صاحب، طلبہ کرام ودیگر زائرین دائیں بائیں اور سامنے بیٹھ گئے، آگے آگے مہتمم صاحب اور مدرسہ کے اساتذہ بیٹھے ہوئے تھے، اساتذہ میں عمر کے لحاظ سے تقریباً میں چھوٹا تھا، اور دائیں جانب بیٹھا تھا، کچھ دیر تک سکوت فرمایا اور میری طرف متوجہ ہوکر دریافت فرمانے لگے: یہاں درجہ کتب بھی ہے؟ ''جی ہاں'' سے بندہ نے جواب عرض کیا، پھر سر مبارک جھکالیا، کچھ دیر کے بعد فرمایا: دُعا کریں! دُعا فرمائی اور تشریف لے گئے اور کوئی بات اِرشاد نہیں فرمائی، اساتذۂ کرام اور طلبہ ششدر تھے کہ صرف تجھ ہی سے پوچھا، بندہ نے کہا:

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

واقعہ (۳)

گزشتہ سے پیوستہ برس دفتر مرکزیہ ملتان شوریٰ کے اجلاس میں تشریف لائے، نقاہت بہت زیادہ تھی، اجلاس میں تشریف فرما ہوئے، دورانِ اجلاس طہارت کی حاجت ہوئی تو دُوسری منزل پر خدام حضرتؒ کو لے گئے، طہارت کے بعد حضرت کے اعضاء مبارک تولیہ وغیرہ سے خشک کرنے تھے، باقی سب حضرات تو اجلاس میں مشغول تھے، مولانا مفتی محمد راشد مدنی صاحب مبلغ ختمِ نبوّت رحیم یار خان نے بندہ کے کمرے سے تولیہ وغیرہ لیا اور حضرتؒ کے اعضاء مبارک خشک کرائے اور فرمایا: آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ کا تولیہ حضرتؒ کے جسد مبارک کو لگا، بندہ نے گیلا تولیہ سنبھال کر رکھ لیا اور ادباً استعمال نہ کیا، الحمدللہ! یہ تیسری سعادت حاصل ہوئی۔

واقعہ (۴)

۱۵؍اکتوبر ۲۰۰۹ء بروز جمعرات سالانہ ختمِ نبوّت کانفرنس چناب نگر تشریف لائے، ظہر کی نماز پڑھ کر بندہ مسجد کے محراب والے دروازے سے باہر نکلا، پتا چلا حضرت تشریف لا چکے ہیں، حضرتؒ کا قیام چونکہ حسبِ معمول مسجد کے محراب کے متصل مکان میں تھا، رش نہیں تھا، تو موقع کو غنیمت جانا اور قدم بوسی کے لئے اندر چلا گیا، حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب بھی اندر تشریف فرما تھے، انہیں دیکھ کر خوشی کی انتہا نہ رہی کہ اب بسہولت ملاقات کا شرف حاصل ہوگا، مجھے دیکھتے ہی فرمایا: مسجد سے جائے نماز لے آؤ، حضرتؒ نے نمازِ ظہر ادا فرمانی ہے، بندہ ننگے پاؤں گیا اور تیزی سے جائے نماز لایا، آ کر حضرتؒ کے سامنے بچھائی، مصافحہ کے لئے بڑھا تو حضرت مولانا اللہ وسایا نے میرے بازو سے پکڑا حضرتؒ کے آگے کیا اور عرض کیا: یہ مولانا غلام رسول دین پوری ہیں، حضرت نے دین پور سے جماعت کے لئے وقف کیا ہے، اور یہاں اپنے مدرسہ میں صدرالمدرّسین ہیں، حضرت پر چونکہ نقاہت بہت زیادہ تھی، کچھ ارشاد فرمایا، آواز مبارک نہایت دھیمی تھی، بندے نے خوب کان لگائے مگر کچھ سمجھ نہ آئی، آگے حضرتؒ کے صاحبزادگان نماز کے لئے صف آرا تھے، انہوں نے عرض کی: حضرت ظہر کی نماز ہے! تو حضرتؒ نے تکبیرِ تحریمہ کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور مشغول بہ نماز ہوگئے۔ میں حضرت اُستاذیم صاحب کے ساتھ باہر چلا آیا اور اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔

کہیں یہ رہ نہ جائے فون پر میرے شیخ ومربی حضرت اقدس قبلہ وکعبہ مولانا میاں مسعود احمد صاحب دین پوری دامت برکاتہم نے حضرتؒ کی صحت کا حال دریافت فرمایا، بندہ نے عرض کیا تو فرمایا: اب حضرت کو آرام مطلوب ہے، سفر نہ کرایا کریں، میں نے عرض کیا: حضرت خود ہی تقاضا فرماتے ہیں کہ

لے چلو، کیوں تقاضا نہ کریں، شراب جوں پرانی ہوتی جاتی ہے، نشہ تیز ہوتا جاتا ہے، زندگی مبارک جو کچھی ہوئی تھی کیسے تقاضا نہ کریں، یہ بات میں نے دل میں کہی، شاید آپ سمجھیں کہ اپنے شیخ سے تکرار شروع کر دیا، نہیں ہرگز نہیں!

واقعہ (۵)

سالِ رواں میں عیدالاضحیٰ کے بعد مدرسہ اور چناب نگر کے کچھ رفقاء نے تقاضا کیا کہ حضرت کے ہاں چلیں، بندہ نے حامی بھری، جمعرات جانا طے ہوا، سردی کا موسم تھا، بعد نماز ظہر برادر مکرم جناب محمد سرفراز صاحب اپنی گاڑی لے آئے، مدرسہ کے دو اُستاذ برادرم غلام یٰسین صاحب اور بندۂ حقیر روانہ ہوئے، چلتے ہوئے بندہ نے مولانا اللہ وسایا صاحب کو فون کر دیا کہ ہم خانقاہ شریف جا رہے ہیں، آپ فون فرما دیں تاکہ ملاقات بسہولت ہو جائے، حضرت نے صاحبزادہ خلیل احمد صاحب مدظلہٗ کو فون کر دیا، ہم عشاء کے قریب خانقاہ شریف حاضر ہوئے، صاحبزادہ صاحب نے حضرتؒ کے خادم کو دروازے پر تعینات کیا ہوا تھا، جوں ہی پہنچے تو اس نے ملاقات کرا دی، دُعائیں لے کر نمازِ عشاء پڑھی، خادم نے کھانا کھلایا اور چائے پلائی، سونے کے لئے کمرہ دیا اور کہا علی الصبح پھر خصوصی ملاقات کراؤں گا، جس کا طریقہ یہ ہے کہ فجر کی اَذان کے وقت آپ درِاقدس پر موجود ہوں، خوشی سے رات کو بار بار جاگ آجاتی، آخر اُٹھا، نفل پڑھے، اتنے میں اَذان کا وقت قریب آ گیا، رُفقا کو جگایا اور دراقدس پر حاضر ہو گئے، خادم اندر لے گیا اور حضرتؒ سے عرض کیا یہ چناب نگر مدرسہ سے آئے ہیں، حضرتؒ نے مدرسہ، اساتذہ، طلبہ کا پوچھا، خیریت بتلائی، اور سب کی طرف سے سلام عرض کیا، اور درخواستِ دُعا کی حضرتؒ نے دُعا فرمائی، اجازت لے کر نماز باجماعت خانقاہ شریف میں پڑھ کر مزارات پر حاضری دی اور نیا تعمیر شدہ مدرسہ دیکھا اور واپس مدرسہ روانہ ہو گئے۔

بہت بڑی شہادت

حضرتِ اقدسؒ سے محبت تو عرصہ سے تھی مگر اب زیادہ ہو گئی، ہوا یوں کہ بندہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ جماعت میں آنے سے پہلے تقریباً خانقاہ عالیہ قادریہ اور مادرِ علمی مرکز دین پور شریف میں اپنے شیخ سیّدی وسندی حضرت اقدس قبلہ وکعبہ مولانا میاں مسعود احمد صاحب دامت برکاتہم کے زیرسایہ گزارتا تھا، ایک مرتبہ حضرت اقدس آخری روزے کو اپنے والد ماجد سراج السالکین، حضرت مولانا میاں سراج احمد صاحب دامت برکاتہم کی خدمت تشریف لے جا رہے تھے، بغرضِ دُعا، تو بندہ بھی ساتھ ہو لیا، راستے میں فرمایا: اس وقت دو ہستیاں صاحبِ رُوحانیت بیٹھی ہیں، باقی جگہیں خالی ہیں، ایک حضرت

خواجہ صاحب اور ایک والد ماجد (حضرت مولانا میاں سراج احمد صاحب) اس سے بڑھ کر میرے لئے اور کیا شہادت ہوسکتی تھی، کیونکہ صاحبِ رُوحانیت کا مقام صاحبِ دِل اور صاحبِ رُوحانیت ہی جان سکتا ہے، مجھ جیسے نااہلوں کو کیا پتا!

نہایت اِختصار کے ساتھ یہ چند واقعات بغرض تعمیلِ اِرشاد حضرت قائم مقام امیر زیبِ قرطاس کئے ہیں، اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کی جملہ خدمات ومساعی کو قبول فرمائیں اور حضرت کے صاحبزادگان، مریدین ومتوسلین اور جماعت کے رفقاء کو صبر جمیل نصیب فرمائیں، آمین!

چند اشعار پر اپنا مضمون ختم کرتا ہوں:

لا کہیں سے ڈھونڈ کر اے عمر رفتہ دل وہی
مے وہی، مینا وہی، ساقی وہی، مے خانہ وہی

جس قلب کی آہوں نے دِل پھونک دیے لاکھوں
اس قلب میں یا اللہ! کیا آگ بھری ہوگی؟

خدا کی یاد میں دُنیائے دُوں سے جو منہ موڑے ہیں
وہی انسان اچھے ہیں، مگر افسوس تھوڑے ہیں

❊

حال کی فکر کرو

حضرت خواجہؒ فرمایا کرتے تھے کہ صوفیا حضرات فرماتے ہیں: "**الماضی لَا یذکر والمستقبل لَا یفکر والحال تعتبر**" جو گزر چکا ہے اس کو یاد مت کرو، اور مستقبل کی فکر مت کرو، بس حال کی فکر کرو کہ یہ لمحہ غفلت میں نہ گزر جائے۔ جو آدمی ہر وقت موجودہ لمحے کی فکر کرلے، اس کی آئندہ زندگی سنور جائے گی، اس فارمولے کو یادِ اِلٰہی کے علاوہ بھی تمام اُمور پر لاگو کرسکتے ہیں، اِنشاء اللہ کامیابی قدم چومے گی۔

شاغل دِلوں کا خاموش بادشاہ

رفیق احمد بالاکوٹی، کراچی

شیخ المشائخ، قطب الاقطاب، خواجۂ خواجگان، حضرتِ اقدس، پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کی حیاتِ طیبہ قریب قریب ایک صدی پر محیط ہے، آپ کی ہمہ جہت شخصیت کے مختلف گوشوں پر مختلف اربابِ علم اور اصحابِ قلم مختلف زاویوں سے روشنی ڈالیں گے، یہ حضرتِ خواجہ صاحبؒ کا حق ہے جو اَصحابِ علم و فضل ہی ادا کر سکتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کی شان میں گلہائے عقیدت پیش کرنے کے لئے جن اوصاف، کمالات اور آداب سے باوصف ہونا ضروری ہے، میں اپنے آپ کو اس سے عاری پاکر شرمندہ و شرمسار ہوں۔

اس سے بڑھ کر اپنی محرومیٔ صحبت پر افسردہ و رنجیدہ ہوں کہ بارہا عزمِ صمیم کے باوجود حضرتؒ سے باقاعدہ صحبت و اِستفادہ سے ہم شرف نہ ہوسکا، جس پر افسوس کی ایسی کیفیت دامن گیر ہے جو اپنی زندگی کی ناقابلِ تعبیر کیفیات میں شامل ہے۔ آپ کی صحبت و مجلس سے دُور اور محروم رہنے والے مجھ جیسے کتنے لوگ ہوں گے جن کی دِلی کیفیات کا یہی عالم ہوگا، سوچتا ہوں کہ آخر اس میں کیا اسرارِ غیب ہیں؟

اس کا صحیح اندازہ تو اہل اللہ میں سے اصحابِ کشف ہی بتا سکتے ہیں کہ اتنے فاصلوں کے باوجود دِل کی دُنیا پر سلطانی کیسے ہوتی ہے؟ دِل کے احساسات اور دِماغ کے خیالات ان کی یادوں کی فضا میں کیسے تحلیل ہوجاتے ہیں؟

قرآن وسنت کی بعض نصوص کے مطالعے سے یہ راز یوں کھلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جن بندوں کے ایمان وعمل پر دربارِ ایزدی سے مہرِ قبولیت ثبت ہوجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کو اپنی مخلوق کے دِلوں کی بادشاہت عطا فرمادیتے ہیں، مخلوقِ خدا کے دِل ودِماغ ایسے بندگانِ خدا کا مسکن ومہبط بن جاتے ہیں۔

چشمِ مشاہدہ سے اس کا نظارہ کرنے کے لئے حضرت خواجہ صاحبؒ کے جنازے کا منظر اس کی

بہترین مثال ہے، آپ کے جنازے میں فی الواقعہ ان گنت خلقِ خدا شریک ہوئی، ملک کے چپے چپے اور دُنیا کے کونے کونے سے اہلِ سعادت آپؒ کے جنازے میں شریک ہوئے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کا جنازہ دُنیا کے نام نہاد حکمرانوں کو بزبانِ حال یہ سبق دے رہا تھا کہ ”بیننا وبینکم الجنائز“ یعنی عوام میں علماء اور حاکموں کی حیثیتوں کا اندازہ لگانے کے لئے ہمارے جنازے بہترین کسوٹی ہیں، ایسے جنازے حاکموں کے لئے غور وتدبر کا درس ہونے چاہئیں کہ جس مخلوق پر ہم حکمرانی کی مستی میں مست ہیں، ان کی دِل کی دُنیا پر کوئی اور حکومت کر رہا ہوتا ہے۔

پھر پاکستان کے حکمرانوں کے لئے تو خود ان کے پیشرو مقامِ عبرت بن جاتے ہیں، کیونکہ پاکستان کی تاریخ ہے جو بھی اِقتدار میں جس طرح سے آیا، اس کا انجام ذِلت ورُسوائی کے سوا کچھ نہیں رہا، اگر اِقتدار سے زندہ سلامت الگ کیا جائے تو دُنیا میں منہ چھپانے کے لئے دَر دَر کی ٹھوکریں کھاتا پھرے گا، اور زندگی سے آزاد کر کے اِقتدار چھڑایا جائے تو اس کے جسدِ خاکی کو مادرِ وطن کی خاک نصیب نہیں ہوتی، اگر زمین اسے قبول کر لے تو چند چیلوں چانٹوں کے علاوہ کوئی اس کی دُعائے مغفرت کے لئے جنازے کی صف میں شامل نہیں ہوتا، اگر کوئی ہوتا بھی ہے تو محض سیاسی مقاصد اور میڈیا کے مناظر کا حصہ بننے کے لئے جاتا ہے۔

آج تک کی پاکستانی تاریخ کے سرسری جائزے سے پاکستانی حکمرانوں کے حق میں یہ قاعدۂ کلیہ ہے، اس سے پہلے بھی اس کا مشاہدہ کیا گیا ہے اور آئندہ آنے والے بھی اسے دیکھتے رہیں گے، کیونکہ یہ پاکستان کے مطلب یعنی ”لا اِلٰہ اِلاَّ اللہ محمد رسول اللہ“ سے اِنحراف اور غداری کی سزا ہے، جب تک جرم کو تحفظ رہے گا، خدائے وحدہٗ لاشریک کی طرف سے سزا بھی ملتی رہے گی۔

اگر کوئی سیاسی کارکن یا مذہبی طالبِ علم اس ضابطے سے سابق وزیرِاعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے صرف جنازے کے اِستثناء کا قائل ہو تو اس کی گنجائش ہوسکتی ہے، کیونکہ اس کی ایک معقول وجہ اور مناسب توجیہ یہ ہے کہ بھٹو صاحب مرحوم کی تمام تر سیاسی ونظریاتی غلطیوں پر ہمارے خیال میں ایک نیکی زیادہ وزنی ہے، وہ نیکی ان کا ایک دستخط ہے جسے وہ خود اور دُوسرے کئی لوگ موت کے پروانے پر دستخط سے تعبیر کرتے تھے، اگر ایک طبقہ اسے شفاعت کے پروانے کی وصولی سے تعبیر کرتا ہے، اور توجیہ یہ پیش کرتا ہے کہ بھٹو مرحوم نے وہ دستخط رسولِ اکرم، شفیعِ محشر، تاجدارِ ختمِ نبوّت، اِمام المرسلین ﷺ کی ”ختمِ نبوّت“ کو تحفظ دینے کے لئے ہر قسم کی اندرونی وبیرونی رُکاوٹوں کو پھاندتے ہوئے کئے تھے، اس لئے ان کی موت سے عوام کے دِل دُکھی ہوئے اور کئی لوگ آج تک اس کا درد محسوس کرتے ہیں، اور مرحوم کی قبر پر آج بھی ہر وقت ہجوم رہتا ہے، جن میں دسیوں غیرسیاسی لوگ بھی آتے جاتے ہیں اور

مرحوم کے لئے دُعائے مغفرت اور اِیصالِ ثواب کرتے رہتے ہیں، اور بزبانِ حال یا بزبانِ قال، اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا کرتے ہیں کہ اے رَبِّ غفار! مسئلہ ختمِ نبوّت حل کرنے اور آئینی طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلانے کی وجہ سے ہم بھٹو کے اِیمان کی گواہی دیتے ہیں، اور ان کی مغفرت کی دُعا کرتے ہیں، تو ہماری گواہ اور دُعا قبول فرما!

اس قصۂ پارینہ سے گزرتے ہوئے ہم اپنے حکمرانوں اور حکومتی اہل کاروں سے دِینی خیر خواہی کے جذبے کے تحت یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وطنِ عزیز پاکستان پر حکومت کا انجام ذِلت ورُسوائی ہے، سابقہ حکمرانوں سے سبق سیکھیں، اغیار کا دُم چھلہ نہ بنیں، اپنے فیصلے خود کریں، قیامِ پاکستان کے مقاصد کی برآری کے لئے سچے دِل اور پکے عزم سے میدانِ عمل میں آئیں، بصورتِ دیگر جن کے نقشِ قدم پر چل رہے ہو، منزل بھی وہی ملے گی۔

اگر اسی موجودہ پاکستان میں کامیاب حکمران بن کر رہنا چاہتے ہیں اور بُرے انجام سے بچنا چاہتے ہیں، عزت کی زندگی اور عزت کی موت کے خواہاں اور دُنیا سے جانے کے باوجود زندوں کے دِلوں میں بسیرا رکھنا چاہتے ہیں تو اس کا صرف ایک اور آسان نسخہ اِستعمال کرلیں، تو بھی دُنیا کی نیک نامی اور آخرت کی نجات کا آسرا ہوسکتا ہے، یہ وہی آزمودہ نسخہ ہے جسے بھٹو مرحوم جیسے طاقتور حکمران نے استعمال کیا تھا، آج وہ دُنیا میں تو نہیں رہا لیکن دِلوں میں بسا ہوا ہے۔ یہ نسخہ ''تحفظِ ختمِ نبوّت'' کے سلسلے میں سپاہیانہ کردار ہے، یہی وہ کردار ہے جس کے لئے اپنی زندگیاں وقف کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے دِلوں پر بادشاہت عطا فرمائی، جن کی زندگی میں ان کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے خلقِ خدا کے تانتے بندھ جایا کرتے تھے، جنہیں ''شاغل دِلوں کا خاموش بادشاہ'' سے یاد کیا جاتا تھا، وہ آج جنت کی نعمتوں سے ہم آغوش ہورہے ہیں، ان کے تذکرے، ان کی یادیں، ان کی باتیں، ان کی خاموشیاں زندوں کے دِلوں کے لئے قرار، زبانوں کے لئے حلاوت اور کانوں کے لئے شیرینی بنی ہوئی ہے، اس میں ایک تو اللہ تعالیٰ کے وعدے کا ایفا ہے کہ یادِ اِلٰہی سے مخمور ومعمور رہنے والے اہل اللہ کی محبت اہلِ سماء اور اہلِ زمین میں پھیلا دی جاتی ہے، دُوسرے یہ کہ ان کے ایمان، اعمال اور دِینی خدمات پر مہرِ قبولیت کی تصدیق ثبت ہوجاتی ہے۔

حضرت علامہ کشمیریؒ، حضرت شاہ جیؒ، حضرت جالندھریؒ، حضرت بنوریؒ، حضرت لدھیانویؒ سے لے کر حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ تک ان بزرگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے قبولیت ومقبولیت، رضا ورضوان اور رحمت واِنعام کا جو برتاؤ فرمایا ہے، اس میں تحفظِ ختمِ نبوّت کے تمام اکابر واصاغر کے لئے سامانِ تسلی اور نغمۂ بشارت ہے کہ اِن شاء اللہ! تحفظِ ختمِ نبوّت کے جاں نثاروں کے لئے آخرت کے اجرِ

عظیم اور شفاعتِ خاصہ سے قبل دُنیا میں بھی بہترین صلہ مل کے رہے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ہم سب کو عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں وقف کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور عملی طور پر مصروفِ کار رہ کر بارگاہِ ایزدی میں حاضر ہونے والے تمام اکابر و مشائخ بالخصوص حضرت خواجہ صاحبؒ کو حضور ﷺ کی شفاعتِ خاصہ اور مقامِ صدیقیت کے سائے میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام و مرتبے عطا فرمائے۔

آمين بحرمة النبي الكريم، صلَّى الله وسلَّم عليه وعلىٰ آلهٖ وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلىٰ يوم الدين۔

❊

اعتقاد واعتمادِ شیخ

مجذوب بزرگ حضرت رانا بندو خاں ساکن کلورکوٹ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کندیاں شریف کے مشرقی سمت درختوں کے جھنڈ میں بیٹھے چھابڑی والے سے ڈوکے (کھجور کے تازہ نیم پکے پھل کو کہتے ہیں) خریدنے کے بعد کاغذ میں لپیٹ کر سنبھال رہے تھے، میں نے عرض کیا بابا جی! اس عمر میں سنبھال کر کیا کرو گے؟ کہنے لگے: ''حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ العالی سے دم کروا کر اپنے دیس لے جاؤں گا۔ وہاں جا کر بیماروں، بے دینوں اور بے نمازیوں کو کھلاؤں گا تاکہ وہ صحت مند، دیندار اور ایماندار بن جائیں۔'' میں نے پوچھا بابا جی! پہلے بھی کبھی ایسا تجربہ ہوا؟ بڑی بے نیازی سے فرمانے لگے: الحمد للہ بڑی بار تجربہ اور مشاہدہ ہوا ہے! میرا جب کبھی خانقاہ شریف آنا ہوتا ہے تو کوئی نہ کوئی چیز دم کروا کر ضرور لے جاتا ہوں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے جتنے بھی جسمانی اور روحانی بیمار کھاتے ہیں ٹھیک ہو جاتے ہیں! ہاں جس کی قسمت ہی پھوٹ گئی ہو تو چارہ نہیں۔

دارالعلوم الصفہ میں دورۂ حدیث کا آغاز

شیخ الحدیث مولانا قاری حق نواز صاحب، کراچی

حضرت خواجہؒ نابغہ روزگار شخصیت تھے، مردم شناس ہی نہیں بلکہ مردم ساز بھی تھے۔ اپنے لئے دُنیا میں سب سے بڑا سرمایہ اکابر کے وجود کو سمجھتا ہوں، یہی میری متاع اور اپنے اکابر کا اِتباع میرے لئے فلاح وفوز کا واحد ذریعہ ہے، اگر اللہ تعالیٰ نصیب فرمادے! میرے جامعہ میں پاکستان کے اکثر مشائخ کی تشریف آوری ہوتی رہی، بلکہ بار بار ہوتی رہتی ہے، فللّٰہ الحمد والشکر!

لیکن حضرتؒ کے لئے دِل میں تڑپ تھی اور یقین جانئے کہ یہ تڑپ پیاس کی حد تک تھی، اللہ تعالیٰ نے غیبی نصرت فرمائی، ہوا یوں کہ میرے مدرسے جو کہ نہایت کسمپرسی کے عالم میں جسے میں نے اپنے خون پسینے سے سینچا تھا، پہلی مرتبہ درجہ متوسطہ میں تیسری پوزیشن میں وفاق میں کامیاب ہونے والے طالب علم مولوی دلشاد صاحب ....جو کہ اَب تخصص فی الفقہ میں ہے... کے اعزاز میں اس کی حوصلہ افزائی کے لئے حضرتؒ ہمارے اِدارے میں تشریف لائے، اور بندۂ ناچیز کو میزبانی کی سعادت بخشی، اور میرے گھر میں حضرتؒ نے عَشاء کا کھانا تناول فرمایا، یہ میرے پورے گھرانے کے لئے زندگی کے نہایت ہی خوشگوار لمحات تھے۔ یوں میری جامعہ کے لئے آپؒ کے دستِ اقدس سے پہلی حوصلہ افزائی تھی، اور اِعتماد کا عملی اِظہار تھا۔

میں نے اپنے اِدارے میں یہ اُصول ہمیشہ پیشِ نظر رکھا کہ جب تک نچلے درجے کی تعلیمی کیفیت سے میں مطمئن نہ ہوجاتا، اس وقت تک اُوپر کا درجہ شروع نہ کرتا، چنانچہ اللہ اللہ کرکے ٹھیک دس بارہ سال بعد وہ لمحہ بھی آیا جب میرے محسن ومربی شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب صدرِ وفاق کی اِجازت واِذن بلکہ حکم سے دورۂ حدیث کا آغاز ہونا تھا، اساتذہ کی میٹنگ ومشورہ ہوا کہ کوئی اُستاذ بھی دورۂ حدیث کے آغاز کے لئے راضی نہ تھا، سب ہی عدمِ اِستعداد کا عذر فرمارہے تھے، لیکن بڑوں کے مشورے کو رَدّ کرنا میرے بس میں نہ تھا، میں نے اپنے اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے فیصلہ کردیا کہ اِن شاء اللہ آئندہ سال دورۂ حدیث شریف جامعہ الصفہ میں شروع کرایا جائے گا، لیکن مشکل یہ تھی کہ مجھ سمیت کوئی بھی بخاری شریف پڑھانے کے لئے تیار نہیں ہورہا تھا، اور باہر سے کسی شیخ کا اِنتظام میرے بس میں نہ

تھا۔ چنانچہ اسی فکر میں میں دو تین ہفتے گزر گئے کہ بخاری کون پڑھائے گا؟ آخرکار ہمارے مدرسے کے اساتذہ مجھے کہتے رہے، لیکن من آنم کہ من دانم مجھے بالکل شرحِ صدر نہ تھا کہ اس کے حق کی ادائیگی کرسکوں گا۔ ایک رات مجھے میرے مدرسے کے محترم اُستاذ مولانا عبدالمالک صاحب نے فون کیا کہ اُستاد جی! مبارک ہو بخاری شریف پڑھانے کا مسئلہ حل ہوگیا ہے، میں سمجھا کہ شاید یہ خود تیار ہوگئے ہیں، صبح کو یہ آئے تو خود ہی آکر اپنے جامع مسجد صدیقِ اکبرؓ کے ایک نمازی صاحب کو جن کو میں نہیں جانتا تھا اور وہ مجھے جانتے تھے، ان کا خواب ذِکر کیا کہ رات کو حضرت خواجہ صاحبؒ نے خواب میں آکر مجھے بخاری شریف دی اور کہا کہ بڑے قاری صاحب کو دے دو، حالانکہ ہماری اندر کی اس پریشانی کو نہ وہ شخص جانتا تھا اور نہ سمجھتا تھا، بس پھر میں اُس شخص کو خود جاکر ملا، اُس نے بڑے وثوق کے ساتھ یہی خواب مجھے بتایا تو طوعاً وکرہاً اپنی عدمِ اِستعداد کو جانتے ہوئے بھی اس غیبی اِشارے کو کافی سمجھتے ہوئے بخاری شریف پڑھانے کی حامی بھرلی، اور پھر پہلے ہی سال میں دورۂ حدیث میں صرف سات طالب علم تھے، اللہ تعالیٰ سے بہت دُعائیں کرتا تھا کہ اے اللہ! اکابر کی لاج رکھ لے اور تو ہی اس ہیچ مداں کی نصرت فرما۔ چنانچہ سال بھر دُعائیں کرتا رہا اور جب سالانہ امتحان ہوا تو نتیجے کے وقت حرمِ نبوی پہنچنے کا موقع مل گیا، وہاں بہت ہی اللہ میاں سے ضد کے انداز میں دُعائیں کرتا رہا، آخرکار بروزِ جمعہ بعد نمازِ جمعہ قبل عصر عین اس وقت جب مسجدِ نبوی کی لائبریری میں مخطوطات کی زیارت کررہا تھا، موبائل کی گھنٹی بجی اور عزیزم مفتی محمد زبیر صاحب نے یہ عظیم خوشخبری سنائی کہ اکابر کی دُعاؤں کی برکت سے ابھی نتیجہ آیا ہے اور پورے پاکستان کے مدارس میں پہلی پوزیشن دورۂ حدیث شریف کی صفہ کے طالب علم مولوی عطاء اللہ کی ہے، یہ سن کر خوشی کی حد نہ رہی اور تادمِ حیات یہ خوشی نہ بھولے گی، اور یقین ہوا کہ بس فقط اکابر کی دُعائیں رنگ لائی ہیں، بس آج بھی میرا یہ اِدارہ اکابر کی دُعاؤں کے صدقے قائم ودائم ہے اور اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے، اور اِن شاء اللہ قائم رہے گا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ ہمارے طلباء کرام کے مطعم کا افتتاح بھی فرماگئے، جہاں آج ہزاروں مہمانانِ رسولؐ تسلی سے بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے ہیں۔

مولوی توصیف احمد صاحب جو کہ میرے اِدارے کے ذِی اِستعداد ساتھی ہیں، انہیں ختمِ نبوّت کے کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا ہے۔

اُمید رکھتا ہوں کہ اس کام میں یہ میرے گناہوں کا کفارہ بن جائیں اور ان کی خدمات کی وجہ سے شاید کہ مجھ جیسے سیہ کار کو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعتِ کبریٰ نصیب ہوجائے۔

اِن کے اِصرار پر چند جملے اپنی سعادت مندی کے لئے تحریر کردیئے ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اپنے اکابر کے عظیم مشن میں میری جسمانی ورُوحانی نسل کو قبول فرمائے، آمین ثم آمین!

شفیق رُوحانی راہبر

ڈاکٹر دین محمد فریدی

۱۹۶۲ء کا سال تھا، بندہ رواں دواں زندگی میں پہلی مرتبہ کسی بزرگ کی زیارت کے لئے خانقاہِ سراجیہ حاضر ہوا، فصلیں اُٹھائی جارہی تھیں، اس دور میں خانقاہ کے چاروں طرف صرف کھیت تھے، حضرتِ اقدسؒ نمازِ ظہر کے بعد معمولات سے فارغ ہوکر خانقاہ کے مشرقی جانب کھلواڑے میں کھڑے تھے، اور نخود کی فصل تیار ہوکر اُٹھائی جارہی تھی، اِردگرد مریدین حلقہ بنائے باادب بیٹھے تھے، بندہ سیدھا کھلواڑے میں داخل ہوا، السلام علیکم کہہ کر دونوں ہاتھ ملانے کے لئے حضرتؒ کے ہاتھوں میں دیئے، حضرتِ اقدس نے ''وعلیکم السلام'' کہا، میرے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں کی مضبوط گرفت میں لے لیا، شفقت بھری نگاہ اس ناکارہ پر ڈالی، کچھ ایسی نگاہ تھی کہ آج بھی اس شفقت بھری نگاہ کی لذت محسوس کرتا ہوں۔ پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا: ہرنولی سے! نام پوچھا، عرض کیا کہ: دِین محمد فریدی، میں نے بے دھڑک کئی سوالات کیئے، حضرتِ اقدسؒ نے مسکراتے ہوئے جواب دیئے، میں نے اِردگرد نظر دوڑائی تو مریدین خاموشی سے دیکھ رہے تھے، میرے لئے وہ لمحات بہت حیران کن تھے، کیونکہ اس سے پہلے کی جو میری مجالس تھیں وہ ایسی تھیں کہ بندہ اس سے پہلے مساجد اور علماء سے دُور تھا، بلکہ دِین داروں پر شدید تنقید کرکے خوشی محسوس کرتا تھا، آج اللہ تعالیٰ سے ہر وقت جب وہ زندگی یاد آتی ہے تو معافی مانگتا ہوں کہ اس دور کی غلطیاں معاف فرمادے۔ ایک ولیٔ وقت کی ایک نگاہ نے ایسا اِنقلاب برپا کیا کہ شیطان کے راستے سے رحمٰن کے راستے پر لگادیا۔ حضرتِ اقدسؒ اپنے حجرے میں تشریف لائے، میں نے دیکھا کہ بیسیوں مریدین خاموشی سے سرجھکائے بیٹھے ہیں، آپؒ بھی خاموش تھے، مگر میری بے دھڑک گفتگو جاری تھی، ان دنوں جمعیت علمائے اسلام کی ملک میں بڑی مضبوط قیادت تھی، آپؒ جمعیت کے سرپرستوں میں سے تھے، میرے زیادہ تر سوالات جمعیت علمائے اسلام کے متعلق تھے، میرے سوال کے جواب میں حضرتؒ ایک ایسا فقرہ کہتے جس سے سوال کرنے والا فوراً مطمئن ہوجاتا۔ میں نے وہیں فیصلہ کیا کہ

جمعیت علمائے اسلام میں شامل ہوکر دِین کی سربلندی کے لئے کام کیا جائے۔ مجھے پہلے مرزائیت سے کوئی واقفیت نہ تھی، اتنا جانتا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، اور مرزائیت نے نیا نبی بنایا ہے، جو کہ غلط ہے، اس سے زیادہ کوئی علم نہیں تھا۔ حضرتِ اقدسؒ سے ایک دوسوال مرزائیت کے متعلق بھی ہوئے، آپ نے میرا اِطمینان کرایا، پہلی ہی ملاقات میں بندہ مطمئن ہوکر واپس ہوا۔ گوکہ میں نے اس دن باضابطہ بیعت نہ کی مگر ہم تو حضرتؒ کے اسی دن اسیر ہوگئے تھے، حضرتؒ کی نگاہ میں ایسے جچے کہ میانوالی کے علماء کسی اہم معاملے میں مشورے کے لئے حاضر ہوتے تو اس کام کے لئے حضرتؒ اکثر دفعہ کہتے: دِین محمد کے سپرد کردو۔

میانوالی میں قادیانیت نے ڈسٹرکٹ ہومیو پیتھک ایسوسی ایشن کے بانی ڈاکٹر نورخان اور اس کے دوستوں پر ڈورے ڈالے، میں اس وقت اس ایسوسی ایشن کا سیکریٹری نشر واشاعت تھا، جدوجہد ہوئی، ۱۶راپریل ۱۹۶۶ء کو گروبازار حالیہ مسلم بازار میانوالی میں مولانا لال حسین اخترؒ اور قادیانی مناظر نذیر لائلپوری کے درمیان زبردست مناظرہ ہوا، جس کے صدر چوہدری یوسف مجسٹریٹ میانوالی تھے، قادیانیت کو عبرت ناک شکست ہوئی، ڈاکٹر نورخان اور اس کے ساتھیوں کا اِیمان بچ گیا، الحمدللہ! ۲۱راگست ۱۹۶۶ کو چک نمبر ۱۵ ڈی بی علاقہ خالی دیکھ کر مسلمانوں سے مناظرہ طے کرلیا، حضرتِ اقدسؒ اور مولانا محمد علی جالندھریؒ کے حکم سے معاملہ بندہ نے ہاتھ میں لیا، مولانا لال حسین اخترؒ اور مولانا غلام محمدؒ مبلغ ختمِ نبوّت کے ہمراہ چک نمبر ۱۵ ڈی بی پہنچ گئے اور مرزائی مقابلے سے فرار ہوگئے، مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی، دونوں مقامات میں حضرت مولانا محمد عبداللہ بھکری بھی ہمارے ساتھ شفقت فرماتے رہے۔

ہرنولی میں مرزائیت نے جال ڈالا، الحمدللہ! صرف دو سال کے عرصے میں ہرنولی کو قادیانیت سے پاک کردیا، حالانکہ ایکسین چشمہ بیراج کندیاں امام حقانی آنجہانی تمام تر دُنیاوی لالچ سے مسلمانوں کو گمراہ کررہا تھا، حضرتِ اقدسؒ کی توجہ سے اِمام حقانی کا نشہ بھی تیاپانچہ کردیا۔

بندہ جوکہ ایک گمنام خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور خود بھی گمنام تھا، نہ تعلیم نہ سرمایہ، نہ برادری ازم کا رُعب، صرف حضرتِ اقدسؒ کی توجہ تھی کہ جس سے پورے ملک سے اہم علماء کی توجہ کا مرکز بن گیا۔

۱۶راگست ۱۹۷۲ء کو میرا ایک ساتھی چک نمبر ۵۷،۵۸ نیوی بھکر شفٹ ہوا تھا، نہ جانے اچانک کیا دِل میں آئی میں نے بیوی سے کہا کہ ہرنولی سے ترکِ سکونت کرتے ہیں، وفا کی پتلی نے کہا کہ جہاں رکھوگے جیسے رکھوگے ساتھ ہوں، اس ساتھی کے سامان میں اپنا مختصر سا گھر کا اثاثہ ڈالا، بھکر کے علاقہ رکھ مہوٹہ خانسر بلا اطلاع سامان اُتارا، ایک جھونپڑی سی بنائی، رہائش اختیار کی، پندرہ دن بعد حضرتِ اقدسؒ کی خدمت میں خانقاہ حاضر ہوا، دِل میں یہ تھا کہ بغیر منصوبے کے کہاں آگیا، زندگی کیسے

گزرے گی؟ حضرتؒ کو اپنا ترکِ سکونت کا بتایا تو حضرتِ اقدسؒ نے کہا کہ ٹھیک جگہ پہنچ گئے ہو، کچھ دنوں بعد اس علاقے میں مرزائیت کا فتنہ پھوٹ پڑا، ایک ماسٹر شاہ عالم نامی پٹھان مرزائی ہوگیا، ایک غلام حسین جو کہ صرف ساڑے بارہ ایکڑ کا مالک تھا وہ بھی قادیانی تھا، گھر گھر پہنچ کر قادیانیت کی تبلیغ کرنے لگا، مقابلہ شروع ہوا، ہر طریقے سے مسلمانوں کا ایمان بچایا، آخر تنگ آکر حضرتؒ کی خدمت میں تمام حالات پیش کئے، حضرتِ اقدسؒ نے جو فرمایا اس پر عمل کیا، الحمدللہ! رکھ مہوٹہ خانسر میں قادیانیت کا فتنہ اپنی موت آپ مرگیا اور علاقے میں مسلمانوں ہی کا نہیں ان دونوں گھرانوں سے بھی کوئی قادیانی نہیں ہوا، بلکہ ماسٹر شاہ کی اولاد اور اس کی بیوی نے قادیانیت سے نفرت کا اس قدر اظہار کیا کہ اس کا شدید بائیکاٹ کیا، اپنی ہمشیرہ کے نکاح پر باپ کو بیٹھنے نہ دیا، اللہ تعالیٰ ان کی اس غیرت کو قبول فرماوے، آمین!

اس سلسلے میں ایک اہم کردار قابلِ ذکر ہے کہ حضرت مفتی محمودؒ کی وفات کے بعد خان پور میں اجلاس ہوا، جمعیت علمائے اسلام کے متحرک ساتھی مولانا فضل الرحمٰن کو جنرل سیکریٹری بنانا چاہتے تھے، مقابلے میں حضرت درخواستیؒ سمیت کئی ذمہ دار احباب مولانا سمیع الحق کے حامی تھے، اِختلاف ہوا، اس اِختلاف کو ہوا ایجنسیوں نے بہت زیادہ دی، مولانا فضل الرحمٰن کے خلاف اخبارات میں مہم چلائی گئی، مقصد جمعیت علمائے اسلام کی متحدہ طاقت کے حصے بخرے کرنا تھا، اِلزامات کی طور مار تھی، مگر میرے مرشد نے مولانا فضل الرحمٰن کے سر پر دستِ شفقت رکھا، بندہ بھی ان دنوں پروپیگنڈے کا شکار ہوا، مگر اپنی رہنمائی حسبِ دستور مرشد سے چاہی، ان کی خدمت میں عریضہ بھیجا، اپنے شکوک وشبہات کا اظہار کیا، عریضے کا جواب نہیں ملا تو حضرتِ اقدسؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، مجلس میں میرے حضرتؒ نے پوچھا: خط لکھا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ: جی! حضرتِ اقدسؒ نے فرمایا کہ اس نوجوان یعنی مولانا فضل الرحمٰن میں بہت صلاحیتیں ہیں۔ حضرتؒ کے اس فقرے نے تمام شکوک وشبہات دُور کردیئے، قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید۔

اب میں حالات پر نظر کرتا ہوں تو مولانا فضل الرحمٰن، حضرتِ اقدسؒ کی سرپرستی میں بین الاقوامی سیاست دان بن کر اُبھرے ہیں، ایم ایم اے کی تشکیل کے بعد سرحد، بلوچستان میں پُرامن حکومت، مرکز میں بہترین کردار ادا کررہے ہیں، اگر جماعت اسلامی حالیہ الیکشن میں ایم ایم اے کو نہ توڑتی تو اسی طرح متحدہ الیکشن لڑتی تو کوئی وجہ نہیں کہ دِینی قیادت ملک کی اہم قیادت ہوتی، جماعت اسلامی نے ایم ایم اے کو توڑ کر الیکشن کا بائیکاٹ کرکے جنرل الیکشن کو فراڈ کہہ کر اب اسی اسمبلی میں ضمنی الیکشنوں میں حصہ لے کر حافظ سلیمان بٹ جیسے قدآور لیڈر کی ضمانت تک ضبط کرابیٹھی۔ مولانا فضل الرحمٰن تو پھر اپنی پوزیشن بچاگئے، حکومت کے اتحاد میں رہ کر اِسلامی کاز پر ڈٹ جاتے ہیں، اگر یہ مختصر سی

قیادت نہ ہوتی تو آج اسمبلی میں امتناعِ قادیانیت آرڈی نینس اور اسلامی دفعات کو آئین سے نکال باہر کرتی اور آئین کو مکمل سیکولر بنادیتی۔ یہ مولانا فضل الرحمٰن کی قیادت اور میرے مرشد کی بصیرت ہے کہ آئین میں اسلامی دفعات کو نہ چھیڑا گیا۔

۱۹۸۴ء کے امتناعِ قادیانیت آرڈی نینس کے نفاذ کے بعد کلیدی اسامیوں پر فائز قادیانیوں نے پاکستان میں ایسے حالات پیدا کردیئے کہ ملک میں شیعہ سنی اِختلافات شدت سے بھڑک اُٹھے، جھنگ میں مولانا حق نواز جھنگویؒ کی شہادت کے بعد قتل وغارت گری پیدا ہوئی، بھکر، جھنگ کا سرحدی ضلع ہے، ایک منصوبے کے تحت بھکر کے قادیانی سرگرم عمل ہوئے، اتفاق سے یہاں کئی اہم پوسٹوں پر قادیانی فائز تھے، ان کے کاروبار بھی تھے، گوکہ بھکر کے مذہبی قائدین حافظ محمد ممتاز مرحوم، مولانا محمد عبداللہ اور شیعہ رہنما وزارت حسین نقوی امن پسند صلح جو تھے، مگر پھر بھی بھکر کے جلسے جلوس میں شدت آمیز مخالفانہ نعروں سے دونوں جانب تلخیاں بڑھ رہی تھیں، بھکر کے قادیانی عبداللطیف اعوان، نذیر اعوان، شیخ دبیر نمبردار، ڈاکٹر دل بندان تلخیوں کو نفرت میں تبدل کر رہے تھے، اس دور میں ممتاز اعوان ڈپٹی ڈائریکٹر زراعت اور اِرشاد اللہ جج اور اس کی بیوی دُوسرے قادیانیوں کو تحفظ دے رہے تھے، حالات خراب تھے، ان حالات میں میرے مرشدؒ نے حکم دیا کہ بھکر منتقل ہوجاؤ اور ختمِ نبوّت کے محاذ کو سنبھالو۔ بندہ نے یہ نہیں پوچھا کہ میں تہی دامن کیا کروں گا؟ البتہ اتنا عرض کیا کہ حضرت! قادیانیوں کی سازشوں کا تیاپانچہ آپ کی دُعاؤں سے کردوں گا، صرف اتنی عرض ہے کہ میری شکایت اگر کوئی کرے تو بلاوجہ پر گرفت نہ ہو، اور یہ دُعا کریں کہ مکان کرایہ پر کسی اچھے محلّہ میں مل جائے۔ حضرتِ اقدسؒ نے دُعاؤں کے ساتھ اجازت دی۔ اِبتدا میں قادیانیت کے سروے کے لئے جو دو دیسی ادویات کمپنیوں کے سیل ایجنٹ کے طور پر کام کیا، اس سے گھر کا گزارا ہوا، اور پورے ضلع میں قادیانیوں سے متعلق آگاہی ہوئی، کچھ دن کالج روڈ پر مطب کیا، مگر رکھ مہوٹہ خانسر کے عوام کی خواہش پر مطب واپس لے جانا پڑا، اب پانچ دن مطب اور دو دن ختمِ نبوّت کے لئے وقف کئے، اس دوران محمد اکرم نیازی ایک سادہ لوح انسان جس کو قادیانیوں نے اپنے جال میں پھنسا کر مرزا طاہر قادیانی سربراہ سے خط وکتابت میں پھنسادیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے اسی کا ایمان بچانا تھا، الحمدللہ! آج وہ سادہ لوح نوجوان قادیانیوں کے خلاف شدید جذبات رکھتا ہے۔ چوہدری محمود احمد ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ زراعت نے قادیانی لڑکیوں کے ذریعے بھکر کے کئی افراد کو پھنسا رکھا تھا، اس کی رپورٹ محکمہ زراعت کے ایک ملازم کے ذریعے مجھ تک پہنچی تھی، اس وقت میرے ساتھ محمد اشرف بلوچ جو کہ ملک ظہیر کے پیٹرول پمپ کا منیجر ہوتا تھا، بڑے کام کا آدمی ہے، جب موقع ملا، بندہ نے عین وقت پر ڈپٹی کمشنر کا چھاپا مروادیا، چوہدری محمود احمد بدحواس ہوکر نکل بھاگا،

باہر ختمِ نبوّت کا جیالا ورکر محمد اشرف کھڑا تھا، اس کا پیچھا کیا اور حیدر آباد تھل تک دوڑا دیا، اس کے بعد محمود احمد چوہدری بھکر نہ آیا، اپنا تبادلہ کرا گیا، اب ہم ارشاد اللہ کے پیچھے لگے، اس نے اور اس کی بیوی نے بھکر میں گہرے تعلقات بنا رکھے تھے، بڑی جدوجہد ہوئی، اس کی بیوی پرنسپل گرلز کالج تھی، اس کے خلاف انکوائری ہوئی، ایک مخصوص طبقے کے چند افراد اس کی حمایت میں پہنچ گئے، ارشاد اللہ سیال ان دنوں ایڈیشنل جج بھکر تعینات تھا، ہم نے چھاپا مروایا تو کالج کا تقریباً لاکھوں روپیہ کا سامان، فریزر اور قالین سمیت برآمد کرلیا، ارشاد اللہ بھی اپنا تبادلہ کرا کر دفع ہوا۔

دُوسری طرف ہم نے مرزائیوں کے خلاف امتناعِ قادیانیت آرڈی نینس کے تحت مقدمات کی بھرمار کردی، اب قادیانیوں کو صرف اپنی دفاع کی پڑی، وہ مسلمانوں کے خلاف کوئی تخریب کاری نہ کرسکے، مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے کارکنوں نے قادیانیت کے بارے میں لٹریچر کی بھرمار کردی کہ شاید کوئی فرد بچا ہو جس تک ختمِ نبوّت کا لٹریچر نہ پہنچا ہو، اس کا یہ فائدہ ہوا کہ مسلمانوں میں قادیانیت کے خلاف شدید نفرت پیدا ہوئی، جب ہم نے بائیکاٹ کی مہم چلائی تو بھکر میں اتنا شدید بائیکاٹ ہوا کہ قادیانیوں کی دُکانوں پر گاہک نظر نہیں آتا تھا، کاروبار تباہ ہوتے دیکھ کر قادیانیوں نے بھکر سے کوچ کرنے میں ہی عافیت سمجھی۔ بھکر میں قادیانیوں کے خلاف مقدمات تو کئی ہوئے، مگر سب سے اہم مقدمہ شیخ دبیر احمد قادیانی پر ہوا، جس نے ڈسٹرکٹ بار کونسل میں خاندانی منصوبہ بندی کے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے اسلامی شعائر کا استعمال کیا، اُس اجلاس میں محکمہ صحت، عدلیہ، وکلاء اور صحافی حضرات تھے، وہ افراد نہیں جانتے تھے کہ یہ قادیانی ہے، صرف چند صحافی حضرات جانتے تھے، یہ واقعہ ۲۹ رجون ۱۹۹۴ء کا ہے، غالباً ذوالقرنین سکندر نے مجھے فوراً خبر پہنچائی، تمام تر تفصیلات لے کر بندہ نے خانقاہِ سراجیہ رابطہ کیا، حضرتِ اقدسؒ نے مقدمہ کی فوری اجازت دی، ان دنوں ایس پی ضلع پولیس کا انچارج ہوتا تھا، میں نے فوراً درخواست دی، لیگل کے قانونی مراحل کے بعد مقدمہ درج ہوا، عوام الناس میں چہ میگوئیاں تھیں کہ محمد دِین ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھنے سے بھی روکتا ہے۔ شیخ دبیر نے ضمانت قبل از گرفتاری کرائی، مگر جب دلائل کا میدان لگا تو الحمدللہ! عدالت میں ضمانت کنفرم ہونے کے بجائے خارج ہوئی، دبیر گرفتار ہوا اخبارات میں خبر شائع ہوئی، ملک بھر میں دُھوم مچ گئی، اپنوں کی طرف سے میری حوصلہ افزائی تھی، سیّد پیر نصیرالدین شاہؒ سے ملاقات ہوئی، وہ بھی خبر پڑھ چکے تھے، انہوں نے بھی بندہ کے حق میں بہت سی دُعائیں کیں، آج شیخ دبیر مقدمہ میں اشتہاری بیرونِ ملک فرار ہے، اس مقدمے میں بھکر کے صحافی حضرات عاکف الیاس رانا، حفیظ اللہ شاہ اور ذوالقرنین سکندر کا کردار بہت اہم رہا۔

اسی دوران میانوالی کے چک نمبر ۱۵ ڈی بھی میں چار قادیانیوں نے توہینِ رسالت کی، حضرتِ

اقدسؒ نے بندہ کو جا کر مقدمے کی پیروی کا حکم دیا، قادیانیوں کی پانچ سال تک ضمانت نہ ہونے دی، پاکستان میں حقوقِ انسانی کی چمپئن عاصمہ جہانگیر بھی میدان میں آئی، میرے خلاف امریکا تک اخبارات میں شور مچا، مگر منہ کی کھائی، عاصمہ جہانگیر نے بندہ کو کمزور سمجھا تھا، مگر جو عظیم ہستی میری پشت پر تھی اس پر نگاہ نہیں گئی۔ اسی طرح ڈاکٹر اختر مجوکہ قادیانی نور پور تھل میں تحصیل ہیڈکوارٹر ہسپتال میں ۱۴ سال سے تعینات تھا، علاج سے زیادہ تبلیغِ قادیانیت سے دلچسپی تھی، میرے چچازاد بھائی کو بھی تبلیغ کی زد میں لیا، مجھ تک اطلاع پہنچی تو بندہ نے خانقاہ سراجیہ حاضر ہوکر مرشد کو حالات بتائے، حضرتِ اقدسؒ نے فرمایا: ''کچھ کرو!'' میں نے عرض کیا: ''کیا کروں؟'' آپؒ کی کھلی اجازت مرحمت فرمائی، میں نے عرض کیا کہ اے سی نور پور تھل کو خط لکھ دو، آپ نے اجازت دی، خانقاہ شریف سے کاغذ لیا حضرت کے پاس سے ڈاک کا لفافہ لیا، اے سی نور پور تھل کو اختر مجوکہ قادیانی کی قادیانیت کی تبلیغ اور اے سی کی قانونی ذمہ داری کے احساس کا خط لکھا، پانچویں دن تحصیل دار نور پور تھل جو کہ بھکر کا رہائشی تھا، کالج روڈ پر ان دنوں ختمِ نبوّت کا دفتر ہوتا تھا، اپنی گاڑی میں آیا، میرا خط ان کے ہاتھ میں تھا، میں نے خط پہچان لیا، انہوں نے کہا کہ: آپ کو اے سی نور پور تھل نے بلایا ہے، میں نے تیسرے دن پہنچنے کا وعدہ کیا، وقت پر پہنچا، رات کو اپنے چچازاد بھائی کے ہمراہ اس کی رہائش پر دو گھنٹہ ملاقات کرکے قادیانیت کی صورتِ حال بتائی، اے سی صاحب کو اللہ تعالیٰ ترقی دے، اگلے دن ڈاکٹر مجوکہ کو گرفتار کرلیا گیا، گواہیاں ہوئیں، ضمانت ہونے کے بعد اختر مجوکہ بھی ملک سے فرار ہوگیا۔

نور پور تھل ضلع خوشاب کا غلام حسین ہنجرہ نامی مسلمان کی عورت ایک مرزائی کے ساتھ بھاگ گئی، ایف آئی آر کٹوائی، مرزائیوں نے جو کہ علاقے کے بااثر زمیندار تھے، ان کے مقابلے میں غلام حسین ایک غریب آدمی تھا، عورت غائب کردی، اُلٹا دفعہ ۱۸۲ کا کیس مل ملا کر غلام حسین پر کردیا، وہ سات سال تک دھکے کھاتا رہا، حضرتِ اقدسؒ کی خدمت میں پہنچا، حالات بیان کیے، حضرتؒ نے بندہ کو حکم دیا کہ بندہ نور پور تھل اے سی سے ملے، پہلے دفعہ ۱۸۲ کا مقدمہ خارج کیا گیا، ڈی ایس پی نور پور تھل سے تحقیقات کا مطالبہ کیا، ڈی ایس پی نے ملزمان طلب کیے، قادیانیوں کو علم نہیں تھا کہ وہ اس عورت کا نکاح نامہ لے کر پیش ہوئے، میں نے مطالبہ کیا کہ یہ قادیانی ہیں، مسلمان عورت سے نکاح نہیں ہوسکتا، اگر انہوں نے عورت قادیانی کرلی ہے تو آئین کی دفعہ ۲۹۸ سی کی خلاف ورزی کی ہے، لہٰذا مقدمہ قائم کیا جائے، تحقیقات ہوئیں، مرزائی نوجوان اور عورت دونوں گرفتار ہوئے اور ایڈیشنل سیشن جج کی عدالت میں سزایاب ہوئے۔ حضرتِ اقدسؒ کی خصوصی توجہ سے سات سال کا مسئلہ دنوں میں حل ہوگیا۔

اس طرح چک نمبر ۹۳ کروڑ لعل عیسن میں قادیانیوں نے مسلمانوں کی مسجد کے بالمقابل مسجد

تعمیر کی، وہاں بھیجا گیا، ڈی سی او، ایس پی لیہ کے حکم سے اے سی کروڑ نے تحقیقات کیں، قادیانی گرفتار ہوئے اور کیفرِ کردار تک پہنچے۔ ۲۱ر جولائی ۲۰۰۷ء کو ایک دوست وکیل نے اطلاع دی کہ ارشاداللہ سیال قادیانی ڈسٹرکٹ سیشن جج بن کر بھکر چارج لینے پہنچ گیا ہے، بڑی فکر ہوئی، حضرتِ اقدسؒ سے رابطہ کیا، وہاں سے حکم آیا ڈٹ جاؤ، نہیں آئے گا۔ صبح ڈسٹرکٹ بار بھکر میں بات کی رفیق احمد خان نیازی ایڈووکیٹ متحرک ہوئے، بھکر کے ۵۳ وکلاء نے قرارداد پاس کی، قرارداد چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ بھیجی گئی، عوامی احتجاج بھی فیکس کیا گیا، اور الحمدللہ! ۲۵ر تاریخ کو اس کی تعیناتی منسوخی کے آرڈر پہنچ گئے۔ حضرتِ اقدسؒ کی علاقہ تھل پر جو نظرِ شفقت تھی میں کس کس کا ذِکر کروں؟ مضمون بہت طویل ہو گیا۔

بندہ پر میرے مرشدؒ کی خاص شفقت تھی، ایک دفعہ کوئی حاسد میرے مرشدؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میری شکایت کی کہ مرشد ہر ایک پر شفیق تھے، مسکراتے تھے، مگر پختہ اطلاع ہے کہ جب اس نے میرے خلاف بات کی، حضرتِ اقدسؒ کو سخت غصہ آیا اور فرمایا کہ میں ان باپ بیٹوں (مراد مولوی محمد علی) کی شکایت نہیں سننا چاہتا، تم ان کے مقابلے میں کام کر کے دِکھاؤ۔ شکایت کرنے والا بھری محفل میں نکو بن کر رہ گیا۔

اسی طرح ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں حضرتؒ کے چھوٹے بھائی ملک محمد افضل الیکشن میں حصہ لے رہے تھے، علووالی حضرتؒ کی صدارت میں جلسہ عام تھا، میں نے مدِمقابل کے کچھ ایسے حالات سے پردہ اُٹھایا جو کہ بالکل صحیح تھے، مدِمقابل حضرتؒ کی خدمت میں پہنچ کر شکایت کنندہ ہوا، آپ نے بڑے تحمل سے جواب دیا کہ میں نے خود تقریر سنی ہے، الیکشن میں ایسے جلسے ہوتے ہیں۔ مگر مدِمقابل اُمیدوار سخت غصّے میں کہنے لگا کہ میں دین محمد فریدی پر عزت ہتک کا دعویٰ کروں گا۔ حضرتِ اقدسؒ نے فرمایا کہ اگر میں ملک محمد افضل کے الیکشن پر پندرہ ہزار خرچ کرسکتا ہوں تو دِین محمد کی عزت بچانے کے لئے تیں ہزار روپے خرچ کردُوں گا۔ مدِمقابل اُمیدوار اپنا سا منہ لے کر چلا آیا۔

اسی طرح کی ایک اور شکایت پہنچی، آپ نے سخت غصّے میں فرمایا: ’’خاموش ہو جاؤ! اور دِین محمد فریدی اس گھر کا فرد ہے۔‘‘ مرشد کے یہ الفاظ میرے لئے بہت بڑا اِنعام ہیں۔

۳۰ر جولائی ۲۰۰۹ء کو پپلاں میں میرے اُوپر جو قیامت گزری، ڈاکو لڑکیوں اور ان کے بھائی نے جس طرح میری بیٹی اور نواسوں کو ذبح کر ڈالا، میں نے سب سے پہلے موجودہ سجادہ نشین صاحبزادہ خلیل احمد مدظلہٗ کے ذریعے مرشدؒ کو اس سانحے سے آگاہ کیا، پپلاں پہنچا، صبح دس بجے جنازہ مولانا صاحبزادہ خلیل احمد مدظلہٗ نے پڑھایا، حضرتؒ نے تسلی دی کہ قاتل جلد گرفتار ہوں گے، قاتل فرار ہو گئے تھے، خانقاہ شریف میں روزانہ صبح کی نماز کے بعد میرے لے دُعاؤں کا سلسلہ جاری تھا۔ ۱۷ر اگست

۲۰۰۹ کو صبح نمازِ فجر کے بعد ساتھیوں نے عرض کیا: آج دین محمد کی بیٹی اور نواسوں کے قاتل گرفتار ہوجائیں۔ دن میں مردوں کی گرفتاری شروع ہوئی، رات چار بجے تک راجن پور اور ملتان سے قاتل لڑکیاں بھی گرفتار ہوگئیں، دوستوں کو اندیشہ تھا کہ قاتل گرفتار نہیں ہوسکتے، کیونکہ پپلاں ایسا تھانہ ہے جہاں کا انچارج ایس ایچ او دن دہاڑے قتل ہوا، آج تک قاتل گرفتار نہیں ہوئے۔ اسی طرح چار مقتولوں کے قاتل گرفتار نہ ہوئے، میرے لئے حضرت مرشدؒ اور لاکھوں عوام کی دُعائیں ہیں کہ قاتل گرفتار ہوکر دہشت گردی کی عدالت میں کیفرِ کردار تک پہنچ رہے ہیں۔ بندہ اپنے مرشد کی قادیانیت کے خلاف قیادت اور اپنے اُوپر شفقت کا بیان کہاں تک کرے۔ مرزائی بھی آپ کی خاموش نگاہ سے خائف تھے، ایک قادیانی نے کہا کہ: سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا لال حسین اخترؒ بہترین مناظر تھے، مولانا محمد یوسف بنوریؒ عالمی شخصیت کے مالک تھے، ان (بزرگوں) نے ساری زندگی میں ہمیں اس قدر نقصان نہیں پہنچایا، مگر ختمِ نبوّت والوں کا یہ امیر نہ مقرر ہے، نہ مناظر، نہ اسکالر، مگر جس طرح خاموشی سے نگاہ اُٹھاتا ہے، ہمارا بیڑا غرق کردیتا ہے۔

❋

فقیر کیوں لکھتے ہیں؟

رانا عبدالجبار خاں صاحب نے ایک بار حضرتؒ سے پوچھا: باباجی! آپ اپنے اسم مبارک کے ساتھ فقیر کیوں لکھتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ''ہمارے حضرات سے ایسے ہی چلا آرہا ہے'' لفظ فقیر سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا میں ہے:

''فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ'' (القصص:۲۴)

''بولا اے رَبّ! تو جو چیز اُتارے میری طرف اچھی، میں اس کا محتاج ہوں۔''

جو ایک ہی در پر بھروسہ کرکے پڑا رہے تو ''اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ'' کیا اللہ کافی نہیں اپنے بندہ کو۔

اُن کے حضور میں!

مولانا شیخ ولی خان المظفر

صاحبزادہ خلیل احمد نے عاجز کا ہاتھ پکڑا اور سیدھے حضرتِ والا کے حجرے میں لے گیا، تعارف کرایا اور ان کے قدموں میں بٹھادیا، مصافحہ کے لئے میں نے دونوں ہاتھ بڑھا کر حضرت کے دستِ راست کو پکڑا اور کچھ عرض کرنا ہی تھا کہ حضرتؒ نے اپنا دستِ چپ بڑھا کر میرے ہاتھوں کو اپنے دونوں مبارک ہاتھوں سے تھاما اور "آمنت باللہ، وملائکتہ، وکتبہ ورسلہ...." پڑھانا شروع فرمادیا، میں پڑھتا گیا، آخر میں اِسلامی تعلیمات پر سختی سے عمل پیرا رہنے اور گناہوں سے بچنے کا عہد لیا۔ یوں ہم ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، ہم ہی کیا، وہاں پیچھے جتنا مجمع تھا وہ سب کے سب حلقۂ اِرادت میں داخل ہوگئے۔ ہماری اُفتادِ طبع کچھ اس طرح کی ہے کہ جہاں بھی ہمیں کوئی اللہ والا نظر آتا ہے اور وہاں اس طرح کی بیعت ہوتی ہے، دِل بلاتکلف کہتا ہے کہ نسبت کا حصول ہے اور ایک نیک عہد و پیان ہے، کیوں اس سے محروم رہا جائے؟ نیز یہ تجدیدِ عہد بھی ہے اور تذکیر بھی۔ چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا، ہمارے دِل ودِماغ کی حالت یک دم بدل گئی، اِطمینان وسرور اور عجیب قسم کے کیف سے پورا بدن معمور ہونے لگا۔

یہ ماہِ گزشتہ کا واقعہ ہے، عاجز اور پیر عزیز الرحمٰن رحمانی صاحب بائی روڈ براستہ کہروڑ پکا اور بواسطہ حضرتِ اقدس مولانا عبدالمجید لدھیانوی (شیخ الحدیث جامعہ باب العلوم) کندیاں شریف کے لئے روانہ ہوئے تھے، وہاں حضرتؒ کے پاس عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کی شوریٰ کا اِجلاس تھا، ملک بھر کے علماء ومشائخ حضرت خواجہ صاحبؒ کی بارگاہ سے باریاب ہو رہے تھے۔

یہاں بہت کچھ دیکھنے کا تھا، جامعہ عربیہ سعدیہ، خانقاہِ سراجیہ، عظیم الشان اور تاریخی جامع مسجد، ایک جامع اور لازوال کتب خانہ، اہل اللہ کا ایک قابلِ دید ولائقِ زیارت قبرستان، حضرتِ اقدس کے صاحبزادگان اور یہاں اقصائے عالم سے سالکین، صوفیاء، صلحاء اور علمائے ربانیین کی ہمہ وقت آمد ورفت، لیکن ان سب میں جو سب سے بڑی اہم، پُرکشش اور جاذب شے تھی، وہ خواجۂ خواجگان حضرت

مولانا ابوالخلیل خان محمد صاحب مرحوم ومغفور کی ذاتِ والا صفات تھی۔

کچھ سالوں قبل مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ کی دعوت پر جب حضرت خواجہ صاحبؒ کراچی تشریف لائے تھے، تب ایک ملاقات ہوئی تھی، دُوسری بار وفاق المدارس کے سالانہ پرچہ جات کی چیکنگ کے ایام میں حضرت خواجہ صاحبؒ کی طبیعت ناساز تھی، ملتان میں زیرِ علاج تھے، اس وقت بھی سماحۃ الامام حضرت شیخ سلیم اللہ خان صاحب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان وصدر اِتحاد تنظیماتِ مدارسِ دِینیہ پاکستان کے ساتھ خادمانہ حاضری کا موقع ملا تھا، اور اب ہم ان کے یہاں بالقصد واِرادہ حاضر ہوچکے تھے۔

ہر مرتبہ انہیں دیکھ کر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کا یہ مفہوم آئینۂ دِل پر دستک دیتا کہ: ''عقل مند کی زبان اس کے دِل میں اور احمق کا دِل اس کی زبان پر۔'' وہ اگر بیعت نہ کراتے تو ہم ان کی آواز کی سماعت سے محروم ہی رہتے کہ باتیں تو کرتے نہیں تھے، اِشاروں پر سارا کام چلتا اور خدام اِشاروں کے اَسرار کے ماہر، پانی، کھانا، قضائے حاجت، وضو، نماز وغیرہ اس طرح کے اعمال کے لئے ہم جیسوں کو تو بظاہر ان کا اِشارہ یکساں ہی معلوم ہوتا، مگر ان کے خواص فوراً سمجھتے اور مطلوبہ کام ہی کی انجام دہی ہوتی۔

وہ خانقاہِ سراجیہ کندیاں کے لئے حضرت خواجہ ابوالسعد احمد خان مرحوم اور حضرت خواجہ عبداللہ مرحوم، جبکہ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے لئے محدث العصر علامہ محمد یوسف بنوریؒ کا اِنتخاب تھے۔

آج کے اس پُرفتن اور پُرآشوب دور میں وہ کتنا قابلِ رشک ہے کہ اپنے ان بزرگوں کے اِعتماد کو کسی قسم کا ٹھیس پہنچائے بغیر ان کے مشن پر نہایت بالغ نظری، حکمتِ عملی اور اِستقامت وپامردی کے ساتھ ایک صدی تک چٹان کی طرح جمے رہے۔

ہمارے المظفر ٹرسٹ انٹرنیشنل کا ایک وفد مولانا عبدالہادی کی قیادت میں جنازے میں شرکت کے لئے گیا تھا، وہ وہاں سے پل پل کی خبر دے رہے تھے، بقول ان کے حضرت خواجہ صاحبؒ کا جنازہ ملک بھر وبیرون کے حکام، علماء، فضلاء، پیرانِ طریقت، اربابِ سلوک واِحسان، طلبہ، صلحاء اور عامۃ المسلمین پر مشتمل پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا۔

وہ کم خوردن، کم خفتن، کم گفتن کے عہدِ حاضر میں صحیح، مستقل اور مستقیم مصداق تھے، بالخصوص ''کم گفتن'' کے تو شاید قرونِ اَخیرہ میں وہ بے تاج بادشاہ تھے۔ سننِ ابنِ ماجہ کے ابواب الفتن کی ایک روایت: ''لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ جس میں زبان کا وار تلوار کے وار سے زیادہ تیز (خطرناک) ہوگا'' وہ دِماغ کی اسکرین پر بار بار نمودار ہورہی ہے، اور دِل بے ساختہ پکار رہا ہے کہ: اے کاش!

ہمارے نوجوان فضلاء، علماء اور خانقاہوں کے وابستگان حضرت خواجہ صاحب مرحوم کی ان صفات کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنائیں، کھانے پینے میں اِسراف، آرام وسونے میں دُنیاداروں جیسی عیش کوشی اور لایعنی وبے جا کثیرالکلامی سے بچنے میں ہمیں اپنے ان اسلاف واکابر کے نقشِ قدم پر چل کر، ان کی سیرتیں پڑھ کر، ان کے اَحوال معلوم کرکے، اس کے تناظر میں اپنی زندگی کا رُخ متعین کردینا چاہئے، کہ یہی ان کے قول وفعل اور سیرت وصورت کا انمول ولازوال سبق ہے، کیا کوئی ہے جو یہ سبق سیکھے...؟

(روزنامہ اسلام ملتان ۱۴رمئی ۲۰۱۰)

❋

طوفانی حادثہ

معروف مبلغ ختم نبوت حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی صاحب مدظلہ سرگودھوی نے سنایا کہ میری گاڑی کا ایکسیڈنٹ ایسا خطرناک ہوا جس سے گاڑی تباہ ہوگئی دیکھنے والوں کو میری موت کا یقین کامل تھا جب کار میں سے لوگ مجھے کھینچنے لگے تو میں نے کہا: ’’ابھی تو میں زندہ ہوں‘‘ آنکھ میں شیشہ لگا ڈاکٹروں نے کہا: ’’مولوی صاحب! ہمیں پچانوے فیصد یقین ہے کہ تمہاری آنکھ نہیں بچے گی صرف پانچ فی صدی چانسز آنکھ بچنے کے ہیں‘‘ حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ العالی تیمارداری کے لیے ہسپتال تشریف لائے تو میں نے عرض کیا: ’’آنکھ کے ضائع ہونے سے مرزائی خوش ہوں گے اور کہیں گے یہ ہر وقت مرزا غلام احمد قادیانی کو کانا دجال کہتا اور اس کی نقلیں اُتارتا تھا اس لئے مولوی کانا ہوگیا اور یہ کرامتِ مرزا ہے۔ (**اعاذنا اللہ تعالیٰ منھم**) ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ خیر کرسی فکر نہ کر‘‘ (اللہ تعالیٰ خیر فرمائیں گے فکر نہ کر) پھر آنکھ پر دم فرمایا اور آنکھ میں لعاب دہن ڈالا، دُعائیں دیتے ہوئے سفر پر روانہ ہوگئے، آنکھ کے آپریشن کے بعد ڈاکٹروں نے مجھے مبارک باد دی اور کہا: تمہاری آنکھ کا آپریشن کامیاب رہا ہے۔ میں نے کہا: یہ اللہ تعالیٰ کا فضلِ خاص میرے پیر ومرشد حضرت خواجہ مدظلہ العالی کی زندہ کرامت اور نبی کریم ﷺ کا معجزہ ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ آپ کا ارشاد سنتے ہی میں تو عین الیقین سے ترقی کرکے حق الیقین کی بلندیوں پر فائز ہوگیا تھا، آنکھ کے ضائع ہونے کے خدشہ اور اپنوں اور بیگانوں کے دل خراش حملوں سے اسی وقت محفوظ ہوگیا تھا جب حضور والا نے دم کیا اور دُعا فرمائی۔

مشفق ومحسن مربی کی رحلت

سیّد محمد معاویہ بخاری

کچھ ایسے بھی اُٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلوگے مگر پا نہ سکو گے

یہ دور قحط الرجال کا دور ہے، اور بقول معروف دانشور جناب اشفاق احمد مرحوم کے: ’’یہ تو ڈنگر، ڈھوروں کا دور ہے، انسان پیدا ہونے بند ہوگئے ہیں۔‘‘ ایسے حرماں نصیب دور میں شرفِ انسانیت سے ممتاز، علم وعمل کے شہسوار، ہزاروں لاکھوں کی ہدایت ورہنمائی کا باعث بننے والے رہبر واُستاذ، تزکیۂ نفس سے ارواح کو اُجالنے اور نمونۂ اخلاق واعمال سے زندگیوں میں تغیر لانے والے مخلص وبے ریا بندگانِ خدا کا اس بے ثبات دُنیا سے رختِ سفر باندھ کر عالمِ بقا (ابدی راحتوں کے مسکن) منتقل ہوجانا یقیناً اہلِ دل کے لئے بہت بڑا سانحہ ہے۔ کرۂ ارضی کو جن پاکیزہ نفوس کی بدولت بے شمار عذابوں سے محفوظ بنادیا جاتا ہے، جن کے وجود کی برکت سے خوشنما ماحول بنتے ہیں، اور جن کی مستجاب دُعاؤں کے طفیل آسمانوں پر رحم وکرم کے فیصلے باقی رکھے جاتے ہیں، جو ’’فاذکرونی اذکرکم‘‘ کا عملی مصداق بنتے ہیں، جنہوں نے ویرانوں میں پھول کھلائے، جھلستے راہ گزاروں کو گلستان میں تبدیل کیا، جو ربِّ بے نیاز کے بندۂ بے نیاز بن کر جیئے، جن کے علم، حلم، کرم کی گواہیاں بے شمار ہوں، ایسی انسان گر شخصیات کا دُنیا سے اُٹھ جانا قربِ قیامت کا اعلان ہی تو ہے۔

۵رمئی ۲۰۱۰ء بروز بدھ کو ایسی ہی ایک جہاں تاب شخصیت خانقاہِ سراجیہ کے مسند نشین شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ عالمِ فنا سے عالمِ بقا کو تشریف لے گئے، إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون!

اپریل ۲۰۱۰ء کے آخری عشرے کی بات ہے جب اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ خانقاہ سراجیہ کے مسند نشین یادگارِ اسلاف حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کو علالت کے باعث ملتان کے

ایک نجی ہسپتال (سیال ہسپتال) میں داخل کرادیا گیا ہے، حضرتؒ کی علالت کے بارے میں بتایا گیا تھا گزشتہ تین ماہ سے بیمار ہیں، اِنتہائی نگہداشت کے وارڈ میں رکھا گیا تھا۔ راقم اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ حضرت کی زیارت کے لئے ہسپتال حاضر ہوتا رہا، لیکن کیونکہ معالج حضرات نے ملاقات کی اجازت نہیں دے رکھی تھی، اس لئے محض دُور سے چہرۂ مبارک دیکھ کر دُعائے صحت کر کے واپسی ہوجاتی۔ ۲ اور ۳؍مئی کو چند قریبی احباب نے بتایا تھا کہ حضرتؒ کی صحت پہلے سے قدرے بہتر ہے، جبکہ ۴؍مئی کو اِطلاعات یہ تھیں کہ حضرتؒ نے تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد معقول ٹھوس غذا بھی لی تھی، ورنہ ادویات اور مشروبات پر ہی اِکتفا کرایا جارہا تھا۔ ۵؍مئی کی یہ اِطلاع اپنی جگہ خوش آئند تھی کہ شدید نقاہت کے باوجود حضرتؒ کی طبیعت نسبتاً ٹھیک ہے، لیکن پھر مغرب کے بعد اچانک ہی حضرت مولاناؒ کے اِنتقال کی خبر آ گئی، إنا لله وإنا إليه راجعون!

بھیرہ سے ہمارے مہربان مولانا عزیزالرحمٰن خورشید کا فون آیا تھا اور وہ اس حادثۂ فاجعہ کی تصدیق کرنا چاہتے تھے، مگر اس وقت تک میں بھی انہی کی طرح اس حادثے سے لاعلم ہی تھا، اس لئے فوراً ہسپتال کا رُخ کیا، اور وہاں پہنچ کر دیکھا کہ حضرتؒ کے جسدِ خاکی کو ہسپتال کے کمرے سے ایمبولینس میں منتقل کیا جارہا تھا۔ برادر محترم سیّد محمد کفیل بخاری، اور برادر عزیز حافظ مولوی سیّد عطاء المنان بخاری سلّمہٗ سے وہاں ملاقات ہوئی، جو حضرتؒ کے صاحبزادے کے پاس غم واندوہ کی تصویر بنے کھڑے تھے۔

ایمبولینس کے شیشے سے حضرتؒ کا نورانی چہرہ صاف نظر آرہا تھا، اور لوگ اپنے مرشد ورہنما کے چہرے کی ایک آخری جھلک دیکھنے کے لئے دیوانہ وار لپک رہے تھے، اس صورتِ حال کو بھانپتے ہوئے فوری طور پر فیصلہ کیا گیا کہ ایمبولینس کو جلد سے جلد وہاں سے روانہ کیا جائے، بصورتِ دیگر بے پناہ رش کی وجہ سے کئی مشکلات پیدا ہوسکتی تھیں۔ ذرائع ابلاغ پر حضرتؒ کے سانحۂ وفات کی خبر نشر ہونے کے بعد لوگ ہسپتال کا رُخ ہی کر رہے تھے اور جہاں ہسپتال واقع ہے اس روڈ پر سینکڑوں لوگوں کے اِجتماع کی گنجائش بالکل بھی نہیں تھی۔ چنانچہ ایمبولینس کو فوری طور پر روانہ کردیا گیا اور مشتاقانِ آخری دیدار سے معذرت کرتے ہوئے انہیں جنازے میں شرکت کے لئے خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف پہنچنے کی تلقین کی گئی۔ جنازے کے لئے ۶؍مئی بروزِ جمعرات دو بجے سہ پہر کا وقت بتایا گیا، اس اطلاع کے بعد تمام عقیدت مند کندیاں شریف کی جانب روانہ ہوگئے۔ ملک بھر سے دن رات کی تمیز کئے بغیر قافلے چل رہے تھے، بزرگ اور نوجوان فاصلوں کی طوالت خاطر میں لائے بغیر محض اللہ کے ایک برگزیدہ بندے کے جنازے میں شرکت کے لئے عازمِ سفر تھے۔ دوپہر دو بجے تک جامع مسجد کے قریب وسیع وعریض میدان میں انسانوں کا ایک سمندر جمع ہوچکا تھا، سخت گرم موسم کے باوجود لوگ خانقاہ سراجیہ پہنچ رہے تھے،

قطاریں بنائی جارہی تھیں، صفوں کو دُرست کرنے اور نظم وضبط بحال رکھنے کے اعلانات اسپیکر سے کئے جارہے تھے، عقیدت مند دیوانوں، فرزانوں پر مشتمل لاکھوں کے اجتماع کا ایک ایسا رُوح پرور منظر تھا جس کی کیفیات بیان کرنا ممکن نہیں۔ یہ سب لوگ ایک ایسی شخصیت کی محبت وعقیدت میں جمع تھے جس سے ان کی کوئی رشتہ داری نہ تھی۔ سرکاری، درباری رُسوخ اور ذاتی مفادات پر مبنی تعلقات کے برعکس ''حبی فی اللہ'' کا تعلق کتنا گہرا ہوسکتا ہے؟ اس کا اندازہ ایک مردِ درویش، فقیر منش، فنا فی اللہ اور وقت کی قطب شخصیت کی جدائی میں روتے بلکتے انسانوں کے جمِ غفیر کو دیکھ کر بخوبی لگایا جاسکتا تھا۔ حضرت مولانا خان محمدؒ کی نمازِ جنازہ آپ کے صاحبزادہ مولانا خلیل احمد صاحب نے پڑھائی، اور آپ کو خانقاہ سے ملحق آبائی تاریخی قبرستان میں ان کے مرشدِ اوّل حضرت مولانا احمد خان صاحبؒ اور مرشدِ ثانی حضرت مولانا عبداللہ صاحبؒ کے قرب میں سپردِ خاک کردیا گیا، رَحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً!

خانقاہِ سراجیہ کا قیام اور اس کا پس منظر

برصغیر پاک وہند وہ خوش نصیب خطۂ ارضی ہے جہاں اللہ عزوجل کی محبوب شخصیات نے جنم لیا، اور اِخلاص وللّٰہیت کے پیکر، ان اولیاء اللہ نے اپنے اطراف میں پھیلی کفر وشرک کی اندوہناک تاریکیوں میں ہدایت ومعرفت کے چراغ روشن کئے، وہ ظلمت کدۂ دہر، جہاں مٹی کے بھگوان پوجے جاتے تھے، گاؤ ماتا، کالی دیوی، سانپ دیوتا، برگد کے درختوں اور سورج، چاند، ستاروں کی پرستش کی جاتی تھی، اللہ کے ان بندوں نے اپنی مخلصانہ ومجاہدانہ جدوجہد اور اپنے بے مثال اخلاق وکردار سے لوگوں کے قلوب واَذہان بدل ڈالے، انہیں کفر وشرک اور بدعات ورُسومات کے اندھیروں سے نکال کر ایک پروردگارِ عالم، بزرگ وبرتر اللہ رَبّ العزت کی معرفت سے روشناس کرادیا، نیم پختہ کچی کٹیاؤں میں بنی خانقاہوں، مدارس اور مساجد سے دِینِ اسلام کی ضیاپاش کرنیں یوں پھیلیں کہ ظلمت کدوں کے مجاور حیران وششدر رہ گئے۔ آفتاب ومہتاب شخصیات کا ایک سلسلۃ الذہب جس نے آنے والے زمانے کا دُوربین تجزیہ کرکے اپنی بے لوث دِینی محنت کا آغاز کیا تھا۔ تاریخ یہی بتاتی ہے کہ اس محنت کے ثمرات کروڑوں، اربوں اِنسانوں تک پہنچے، ہدایت عام ہوئی، اللہ کا نام، اللہ کا دِین، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتیں، آپ کی عفت وعصمت کا تحفظ، ختمِ نبوّت پر اِیمان ویقین راسخ اور فداکارانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضراتِ صحابہ کرامؓ کی عزت وحرمت، ان کی محبت وخدمات کا پرچار ہوا، اور اُمتِ مسلمہ کے لئے اپنی کھوئی ہوئی پہچان برقرار رکھنے اور عظمتِ رفتہ کی واپسی کے اِمکانات کسی حد تک روشن ہوگئے۔ خانقاہی نظام نے چار صدیوں کی مشقت اور صبر آزما جدوجہد سے ایک ایسا ماحول پیدا کردیا تھا کہ جس میں تحریکِ تجدیدِ اِحیائے

دِین کو قوت و وسعت نصیب ہوئی۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس خانقاہی نظام کی تجدید نو جن مستحکم بنیادوں پر کی تھی، یہ اسی کے برگ وبار تھے کہ دیوبن جیسے کفرگڑھ میں اِحیائے علومِ اسلامیہ کے لئے انار کے ایک درخت کے سایہ تلے پہلا مدرسہ قائم ہوا جو آج ''دارالعلوم دیوبند'' کے نام سے کرۂ ارض پر جگمگا رہا ہے۔ ایک طرف علومِ دِینیہ کی ترویج کے لئے کی گئی یہ بیش بہا کوشش اللہ کے فضل وکرم اور علمائے دِین کی بے مثال مخلصانہ جدوجہد سے بارآور ہورہی تھی تو دُوسری طرف خانقاہی نظام میں بھی حضرت مجدد الف ثانیؒ کی مساعیاتِ جمیلہ کے طفیل انقلابی تبدیلیاں رُونما ہورہی تھیں، جمود اور یبوست کی دبیز پرتیں دِل ودِماغ سے پگھلنے میں گو کہ سو برس سے بھی زائد کا عرصہ لگا لیکن بہرحال خانقاہی نظام جو عیسائی رَہبانیت اور ہندو پُروہت پرستی کی راہ چل نکلا تھا، حضرت مجدد صاحبؒ کی محنت وجدوجہد سے لگنے والی ضربِ یداللّٰہی نے اسے پھر جادۂ مستقیم پر گامزن کردیا تھا، اور خانقاہیں پھر سے ان اسلاف کی ڈگر پر چل نکلی تھیں جسے اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منہج قرار دیا جاتا ہے، اور جو قرآن کے حکم: تعلیمِ کتاب وحکمت اور تزکیۂ نفس پر مبنی ہیں۔ اس حسین علمی ورُوحانی تعلیم وتربیت کے اِشتراک سے وہ جماعتِ مخلصین تیار ہو رہی تھی جسے بعد ازاں فرنگی سامراج کے ہمہ جہتی تباہ کن نظام کی راہ میں بنیان مرصوص بن کر ایستادہ ہونے کے ساتھ ساتھ متعصب ہندو کی دسیسہ کاریوں سے بھی نبرد آزما ہونا تھا۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے قافلۂ حریت کے ارکان میں سے ہی ایک فردِ جلیل نے مجددی نسبت کا سلسلہ مستحکم کرنے کے لئے دہلی میں خانقاہِ مظہریہ قائم کی تھی، اور پھر اسی کی ایک شاخ ''خانقاہ احمدیہ موسیٰ زئی شریف'' ڈیرہ اسماعیل خان میں پہنچی، اس کے بعد خانقاہ احمدیہ موسیٰ زئی شریف کے تیسرے سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد سراج الدینؒ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ نے اپنے شیخ حضرت خواجہ محمد سراج الدینؒ کی یاد میں میانوالی کے مضافات میں اپنے آبائی علاقے ورقبے پر خانقاہِ سراجیہ قائم کی۔ خانقاہِ سراجیہ کی تعمیر ۱۹۲۰ء سے پہلے شروع ہوئی تھی۔ حضرت مولانا احمد خانؒ اپنے علاقے کے بہت بڑے زمین دار تھے، لیکن دُنیوی ثروَت رکھنے کے باوجود فقیرانہ مزاج پایا تھا، دِینی تعلیم کے حصول کا بے اِنتہا شوق اور خانقاہی نظام سے وابستہ ہونے کی تڑپ تھی۔ چنانچہ اسی شوق وتڑپ کی تکمیل کے لئے نہ صرف دِینی تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد خانقاہ احمدیہ موسیٰ زئی شریف میں پہلے حضرت خواجہ محمد عثمانؒ اور پھر ان کے جانشین وفرزند حضرت خواجہ محمد سراج الدینؒ سے رُوحانی فیض وتربیت حاصل کی، اور تمام مشکل مراحل اور تکالیف کو اِنتہائی درجہ صبر واِستقامت کے ساتھ برداشت کرکے عنداللہ وعندالناس اعلیٰ مقام ومراتب حاصل کئے۔ یہ اسی فیض وتربیت کا نتیجہ تھا کہ مولانا احمد خانؒ نے متوسلینِ خانقاہِ سراجیہ طالبانِ حق کو خوب خوب فیض بہم پہنچایا، ان کی تعلیم وتربیت اور تزکیہ کے مراحل طے کرانے میں کوئی دقیقہ

فروگزاشت نہ کیا، جلد ہی خانقاہِ سراجیہ اور حضرت مولانا احمد خانؒ کے فیض وتربیت کا شہرہ برصغیر کے اطراف واکناف تک پھیلنے لگا۔ اس وقت کے اکابر علماء اور دارالعلوم دیوبند کے مشائخ خانقاہِ سراجیہ تشریف لایا کرتے تھے، حضرت مولانا احمد خان صاحبؒ نے اپنی حیاتِ سعید میں ہی اپنے تربیت یافتہ ۱۳ بزرگ حضرات کو خلافت عطا فرمادی تھی، آپؒ کا اِنتقال ۱۹۴۱ء میں ہوا، اور آپؒ کی رحلت کے بعد آپؒ کی وصیت کے مطابق ہی فہرستِ خلفاء میں سے حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ کو جانشینِ مسندِ خانقاہِ سراجیہ مقرر کیا گیا۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ ایک عالم باعمل اور تزکیۂ نفس کے خانقاہی نظام سے مصفا ہوکر نکلنے والی شخصیت تھے، چنانچہ انہوں نے بھی اپنے شیخ حضرت مولانا احمد خانؒ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے خانقاہِ سراجیہ کی روشن روایات کو پروان چڑھایا اور دِینِ اسلام کی تعلیم وتبلیغ کے لئے اپنے آپ کو وقف کئے رکھا۔ مذکورہ دونوں شخصیات کے خلوص وللّٰہیت کے طفیل ہی خانقاہِ سراجیہ کی شہرت برصغیر کی حدود سے نکل کر دُنیا بھر میں پھیلنے لگی اور حلقۂ خانقاہِ سراجیہ میں شامل ہونے والے لوگ ایک تسبیح کی طرح باہم جڑے ہوئے یک فکر ہوگئے۔

حضرت خواجہ خان محمد قدس سرہٗ کی ولادت اور خانقاہِ سراجیہ سے تعلق

برادرِ محترم جناب عبداللطیف خالد چیمہ صاحب اور محترم حافظ حبیب اللہ چیمہ صاحب کی بیان کردہ مصدقہ روایت کے مطابق حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کے شناختی کارڈ اور دیگر دستاویزات پر درج تاریخِ پیدائش ۱۹۲۰ء ہے، جبکہ ایک اور روایت کے مطابق جو کہ حضرتؒ کے فرزندانِ گرامی سے منقول ہے کہ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کی تاریخِ پیدائش ۱۹۲۰ء سے پہلے کی ہے۔ تاہم سال، مہینہ اور دِن کا تعین اس لئے ممکن نہیں کہ اس سلسلے میں کبھی تصدیق کا موقع ہی نہیں آیا، لیکن اس بات کا تعین کسی حد تک بہرحال کیا جاسکتا ہے کہ حضرتؒ کی ولادت ۱۹۱۵ء سے ۱۹۱۶ء کے درمیان کسی ماہ میں ہوئی تھی، اور یہ بات زیادہ قرینِ حقیقت اس لئے بھی معلوم ہوتی ہے کہ خانقاہِ سراجیہ کی تعمیر بھی ۱۹۲۰ء سے پہلے ہی شروع ہوگئی تھی، اور بانیٔ خانقاہ حضرت مولانا احمد خان صاحبؒ نے اپنے قریبی عزیز اور مریدِ خاص خواجمر قدس سرہٗ سے ان کے تین بیٹوں میں سے ایک بیٹے کو اپنے لئے مانگ لیا تھا، جس پر خواجمر صاحبؒ نے اپنے تینوں بیٹے مرشدِ گرامی حضرت مولانا احمد خان صاحبؒ کی خدمت میں پیش کردیئے تھے۔ حضرت مولانا احمد خان صاحبؒ نے ان میں سے ''حضرت خواجہ خان محمدؒ'' کو منتخب کرکے اپنے زیرِ سایہ ان کی تعلیم وتربیت کا اِہتمام شروع فرمادیا تھا۔ مذکورہ بالا روایت کے مندرجات کو ملحوظ رکھا

جائے تو کسی حد تک یہ طے کرنا آسان ہو جاتا ہے کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کا سنِ ولادت کیا ہے؟ کیونکہ خانقاہِ سراجیہ کی تعمیر ۱۹۲۰ء سے پہلے شروع ہوئی تھی، اور جب اس کے تعمیراتی مراحل طے ہوئے تو ۱۹۲۱ء کا زمانہ شروع ہو چکا تھا، اور اس وقت حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کی عمر ۵ سے ۶ برس کے درمیان تھی، اور یہی وہ عرصہ تھا جب وہ حضرت مولانا احمد خان صاحبؒ کے سایۂ عاطفت میں آ گئے تھے، واللہ تعالیٰ اعلم!

حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ بچپن ہی سے اِنتہائی سنجیدہ، بُردبار، صلح جو، عافیت پسند، خاموش طبع اور عمیق غور فکر جیسی امتیازی خصوصیات سے متصف تھے۔ حضرتؒ کے بچپن اور نوجوانی کے حوالے سے دستیاب مصدقہ روایات ثابت کرتی ہیں کہ مذکورہ بالا خصوصیات حضرتؒ کو فطرتاً ودیعت ہوئی تھیں، چنانچہ مرشد واُستاذ حضرت احمد خان صاحبؒ کی نظرِ دُوربین نے سعادت ونجابت کی انہی خصوصیات کی بدولت ہی آپ کا اِنتخاب کیا اور تعلیم وتربیت اپنے ذمے لے لی تھی۔

حضرت خواجہ خان محمدؒ کا تعلیمی اِنہماک، تربیت پر عمل اور عبور جیسے اوصاف جلد ہی انہیں اپنے ہم عصروں سے بہت آگے لے گئے۔ اس وقت غیر منقسم ہندوستان برصغیر میں تعلیمِ دِین کی دو سب سے بڑی یونیورسٹیاں موجود تھیں۔ اوّل: دارالعلوم دیوبند، اور دوم: جامعہ اسلامیہ ڈابھیل۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کی خوش قسمتی دیکھئے کہ انہیں علومِ اسلامیہ کی دونوں ہی یونیورسٹیوں سے اِکتسابِ علم کا بھرپور موقع ملا اور اپنے وقت کے عظیم الشان وجلیل القدر، جبالِ علوم اساتذہ سے براہِ راست علمی ورُوحانی اِستفادہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ دارالعلوم دیوبند سے سندِ فراغت حاصل کی اور سلسلۂ تعلیم مکمل ہوتے ہی آپ حضرت مولانا احمد خان صاحبؒ کے پاس خانقاہِ سراجیہ واپس تشریف لے آئے اور رُوحانی سلسلے کے مدارج طے کرنے کے ساتھ ساتھ خانقاہِ سراجیہ میں قائم مدرسہ سعدیہ میں بحکمِ مرشد تدریسی خدمات بھی سرانجام دینے لگے۔ اس کے ساتھ ہی خانقاہی اُمور کی انجام دہی بھی آپ ہی کے ذمہ تھی۔ حضرت مولانا احمد خان صاحبؒ کو حضرت خواجہ خان محمدؒ پر اس قدر اِعتماد تھا کہ حضرتؒ کی خانگی ضروریات کا اِہتمام بھی آپ ہی کیا کرتے تھے۔ قران السعدین کا عالم یہ تھا کہ ایک طرف حضرت مولانا احمد خان صاحبؒ کی نظرِ عنایت بھرپور توجہات کے ساتھ ملتفت تھی، تو دُوسری طرف حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ بھی آپ کو ہمیشہ سفر وحضر میں اپنے ساتھ رکھتے، اور اپنے شیخ حضرت مولانا احمد خان صاحبؒ کی سونپی گئی ذمہ داریوں کو بتدریج وبہ طریق احسن آپ کو منتقل کرتے رہے۔ خالص سونا کسوٹی پر اپنی چمک دِکھلانے لگا تھا، علم وعمل، تعلیم وتزکیہ اور پھر فطری خداداد صلاحیت کے سبب حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ اس کمال تک بھی پہنچ گئے جو ہر کسی کا نصیب نہیں ہوتا، مگر وسعتِ ظرف کا یہ عالم تھا کہ علم وحکمت کے سمندر پی کر

بھی طلاطم کے آثار دِکھائی نہیں دیتے تھے، سادگی، سنجیدگی اور متانت کا دامن انتہائی وسیع اور قابلِ رشک تھا، یہی وجہ تھی کہ حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی قدس سرہٗ اپنے جانشین سے انتہائی خوش اور مطمئن تھے کہ خانقاہِ سراجیہ کی مسند کے لئے ایک جوہرِ قابل تیار ہو چکا تھا۔ ۱۹۵۶ء میں حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ بھی اس دارِ فانی سے دارالبقا کو تشریف لے گئے اور حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کو بالاتفاق آپ کا جانشین مقرر کر دیا گیا۔

خانقاہِ سراجیہ کی ہمہ جہت ترقی کے لئے خدمات

حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ عام وخاص کی محبوب شخصیت تھے، وہ ایک ایسا شفیق ومہربان سائبان تھے جس کے سائے تلے ہر مکتبِ فکر کے افراد سکون واطمینان محسوس کرتے تھے، یہی وجہ تھی کہ مختلف الخیال لوگ باہمی نظریاتی اختلافات کے باوجود حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور بقدرِ ظرف واِستطاعت فیض حاصل کرتے۔ حضرتؒ انتہائی کم گو اور محتاط طبیعت کے باوجود علاقائی اور ملکی سطح پر ہونے والی مذہبی وسیاسی سرگرمیوں سے لاعلم ہرگز نہ تھے۔ عہدِ حاضر کی جدید اِصطلاح ''سوشل کنٹریکٹ'' کے تناظر میں بھی دیکھا جائے تو ایک خانقاہی مزاج رکھنے والی شخصیت کے عامۃ الناس سے اس قدر گہرے روابط پر تعجب ہوتا ہے۔ حضرتؒ اِنتہائی خندہ پیشانی سے تمام اُمور کی نہ صرف ادائیگی فرماتے بلکہ خانقاہِ سراجیہ کی تعمیر وترقی، مدرسہ سعدیہ کے نظم ونسق، طلباء وسائلینِ خانقاہ کے علاوہ علاقہ بھر کی خبر گیری کرتے، جہاں تک ممکن ہو سکتا اپنا کردار بھرپور انداز میں ادا کرتے۔ آپ کی انہی توجہات کے باعث خلقِ خدا میں آپ کو بے انتہا محبوبیت ومقبولیت حاصل ہوئی۔ ۱۹۵۶ء میں حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ کی وفات کے بعد جب آپ مسند نشین خانقاہ ہوئے تو اس وقت خانقاہِ سراجیہ ایک بے آب وگیاہ علاقے میں قائم شدہ واحد نشانِ عظمت تھی، چاروں اطراف میں کئی میل تک آبادی کا نام ونشان تک نہیں تھا۔ تاہم خانقاہِ سراجیہ اور مدرسہ سعدیہ جو حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان صاحبؒ کی علمی ورُوحانی خدمات وتوجہات کے سبب برصغیر کے علمی ورُوحانی حلقوں میں اپنی حیثیت منوا چکے تھے۔ حضرت مولانا خان محمد صاحب قدس سرہٗ نے اس باغیچۂ علم وحکمت کی خوب خوب آبیاری کی، حضرت مولانا احمد خان صاحبؒ نے اپنی حیات ہی میں خانقاہ کے ساتھ ساتھ ایک عظیم الشان لائبریری بھی قائم کی تھی، جس میں ہزاروں دستیاب ونایاب دِینی کتب کا ایک بیش قیمت ذخیرہ مہیا کیا گیا تھا، اور اس کے لئے بیرونِ ملک شائع ہونے والی کتب بھی بصد اِہتمام لائبریری کی زینت بنائی گئی تھیں، جن سے اہلِ علم وتحقیق اِستفادہ کے لئے جوق درجوق تشریف لاتے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ کے بعد حضرت خواجہ خان محمدؒ نے بھی خانقاہِ سراجیہ،

مدرسہ سعدیہ اور سراجیہ لائبریری کی وسعت میں مزید کئی گنا اضافہ کیا، یہ آپ ہی کی توجہات اور شبانہ روز محنت وجدوجہد کا ثمر ہے کہ آج نہ صرف خانقاہ ومدرسہ وسعت پذیر ہیں بلکہ اطراف میں بھی جدید عمارات، اِدارے، کالونیاں وجود میں آچکی ہیں۔ خانقاہِ سراجیہ کی ۹۰ برس قبل تعمیر شدہ مسجد، خانقاہ کے حجرے اور مدرسہ سعدیہ کی قدیم وجدید عمارت اپنے حسن وجمال کے ساتھ قائم ودائم ہیں، اور حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کے زیرِ سرپرستی وزیرِ تربیت ان کے صاحبزادگان وجماعتِ مخلصین اس کا نظم ونسق شاندار انداز میں چلاتے رہے اور اَب بھی چلا رہے ہیں۔

تحفظِ ختمِ نبوّت کے محاذ پر آپؒ کی خدمات

خانقاہِ سراجیہ کے بانی، مرشد العلماء والصلحاء حضرت مولانا احمد خان صاحبؒ کی دِینی خدمات کا دائرۂ کار صرف خانقاہ کے اِصلاحی نظامِ تربیت وتزکیہ تک ہی محدود نہ تھا، بلکہ وہ ان تمام دِینی تحریکات کے سرپرست، مؤید ومعاون بھی تھے جو مختلف عنوانوں سے برپا ہورہی تھیں، تحریکِ جدوجہد آزادی ہو یا تحریکِ خلافت ہو یا تحریکِ ختمِ نبوّت، حضرت مولانا احمد خان صاحبؒ ان تحریکات میں دامے درمے سخنے شریک رہے۔ بالخصوص تحریک تحفظِ ختمِ نبوّت میں آپ کا کردار اِنتہائی اہم اور سرپرست کا رہا۔ ۲۹ر دسمبر ۱۹۲۹ء میں تحریکِ خلافت کے چند اہم ارکان نے برصغیر کے سیاسی حالات کی نوعیت کو مدِنظر رکھتے ہوئے ایک نئی تحریکی قوت بنانے پر اِتفاق کیا تھا، امیرِ شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مولانا داؤد غزنویؒ، مولانا ظفر علی خانؒ، مولانا مظہر علی اظہرؒ، مفکرِ احرار چوہدری افضل حقؒ، شیخ حسام الدینؒ اور غازی عبدالرحمٰن امرتسریؒ سمیت دیگر چند علماء حضرات نے مشاورت سے ''مجلس احرار الاسلام'' کی بنیاد رکھی اور حضرت امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اس جماعت کے پہلے امیر مقرر کردیئے گئے۔

قیامِ جماعت کے بنیادی اہداف بڑے واضح تھے۔ اوّل: ہندوستان میں فرنگی سامراج اور اس کے زرخرید ٹاؤٹوں کے خلاف رائے عامہ کا شعور بیدار کرنا، فرنگی اِقتدار کے خاتمے اور ہندوستان کی آزادی کے لئے جدوجہد کرنا۔ دوم: فرنگی کے خودکاشتہ پودے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت کے بارے میں مسلمانوں کو آگاہ کرنا اور مرزائیت کے اِبطال کے لئے جامع کوشش کرکے مسلمانانِ برصغیر کو اس فتنۂ اِرتداد سے بچانا۔ حضرت امیرِ شریعتؒ کی زندگی بھر کی جدوجہد اور مجلس احرارِ اسلام کے زُعماء وکارکنوں کی تمام تر قربانیوں کا حاصل بنیادی طور پر یہی دو مقاصد قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ بالخصوص قیامِ پاکستان کے بعد تو فتنۂ مرزائیت کا تعاقب مجلس احرارِ اسلام کا اوّلین مقصد بن گیا۔ ۱۹۵۳ء میں برپا

ہونے والی عظیم الشان ''تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّت'' کا سہرا حضرت امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مجلس احرارِ اسلام کے سر ہے۔ یہی وہ تاریخ ساز تحریک تھی جس نے بعد ازاں مرزائیوں کی غیر مسلم حیثیت کو قانونی شکل میں ثبت کیا۔ شہیدانِ ختمِ نبوّت کا مقدس خون رنگ لایا اور ۷رستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی پارلیمان نے مرزائیوں کو متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔

۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت میں دس ہزار فدا کارانِ رسول نے اپنے آقا و مولا سرکارِ دوعالم ﷺ کی عفت و عصمت اور منصبِ ختمِ نبوّت کا تحفظ کرتے ہوئے اپنی قیمتی جانیں نچھاور کر دی تھیں۔ حضرت امیرِ شریعتؒ نے جب مجلس احرارِ اسلام کا شعبۂ تبلیغ تحفظِ ختمِ نبوّت قائم کیا تو بانیٔ خانقاہِ سراجیہ حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ نے مجلس احرارِ اسلام اور حضرت امیرِ شریعتؒ کی نہ صرف بھرپور حمایت کی بلکہ اپنا مکمل عملی تعاون بھی پیش کر دیا، اور تا دمِ آخر یعنی اپنے سالِ وفات ۱۹۴۱ء تک اس کی ہمہ جہتی سرپرستی فرماتے رہے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے جانشین حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ نے بھی اپنے مرشد گرامی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت میں بھرپور کردار ادا کیا اور خانقاہِ سراجیہ کو اس عظیم تحریک میں ایک اہم مقام حاصل تھا، ملک بھر میں پھیلے ہوئے ہزاروں عقیدت مندوں کو حکماً تحریک میں شامل ہونے کے لئے کہا گیا، حتیٰ کہ اسی تحریک میں حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ خود بھی گرفتار ہوئے، خانقاہِ سراجیہ کے تحریکِ ختمِ نبوّت، مجلس احرارِ اسلام اور حضرت امیرِ شریعتؒ اور خانوادۂ امیرِ شریعتؒ سے گہرے تعلق کا ایک الگ باب ہے، جس کا مختصر تذکرہ آئندہ سطور میں ہوگا۔

حضرت مولانا خان محمدؒ نے خانقاہِ سراجیہ کی مسندِ اِرشاد پر بیٹھ کر پچپن برس پر محیط ایک طویل عرصہ تک بے مثال خدمات سرانجام دیں۔ دِینِ اسلام کی تبلیغ اور عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ کے لئے ہر ممکن کوشش کو بروئے کار لائے اور تمام جماعتوں سے وابستہ اکابر و اصاغر علماء کی اکثریت کو تحفظِ ختمِ نبوّت کے پلیٹ فارم پر یکجا کئے رکھا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کا یہ فقید المثال کارنامہ ناقابلِ فراموش ہے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک کے دوران ۹راپریل ۱۹۷۴ء کو حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ کے شاگردِ رشید حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ نے عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کی امارت اس شرط پر قبول فرمائی تھی کہ اگر حضرت مولانا خان محمد نائب امیر بنیں تو میں بھی امارت قبول کرلوں گا۔ چنانچہ ۹راپریل ۱۹۷۴ء کو ہی حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے امیر مرکزیہ اور حضرت مولانا خان محمدؒ نائب امیر مقرر ہوئے تھے۔ حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کے انتقال کے بعد ۱۷راکتوبر ۱۹۷۷ء کو حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کو عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کا امیر منتخب کیا گیا اور پھر تا دمِ آخر امارت کا

منصب آپ کے نام ہی منسوب رہا۔ اپنے عہدِ امارت میں آپ عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ کے لئے سرگرم عمل رہے، پوری دُنیا میں سفر کئے، ۱۹۸۴ء میں قادیانی سربراہ مرزا طاہر ملک سے فرار ہوکر اپنے حقیقی آقاؤں کے دیس برطانیہ جا بیٹھا تو حضرت مولانا خان محمدؒ نے بھی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے پلیٹ فارم سے جماعت کے ذمہ داروں کو حکم فرمایا کہ قادیانیوں کا تعاقب برطانیہ جا کر بھی کیا جائے اور اس سے پہلے کہ وہ برطانیہ میں بسنے والے مسلمانوں کو فتنۂ اِرتداد میں مبتلا کردیں، برطانوی مسلمانوں میں تحفظِ ختمِ نبوّت کی اہمیت اُجاگر کی جائے اور قادیانی کے مکروہ عزائم سے انہیں ہر ممکن طریقے سے باخبر کرنے کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ آپؒ ہی کی زیرِ سرپرستی لندن میں ختمِ نبوّت کا مرکز بنا کر تحریر وتقریر کے ذریعے قادیانیوں کے باطل عقائد کی نقاب کشائی کی گئی اور ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو اس فتنۂ خبیثہ کے شاطرانہ جال سے محفوظ ومامون بنایا گیا۔

حضرت مولانا خان محمدؒ اپنی پیرانہ سالی کے باوجود دُنیا بھر میں تحفظِ ختمِ نبوّت کے عنوان سے منعقد ہونے والے اِجتماعات، کانفرنسوں اور سیمیناروں میں شرکت فرماتے رہے، بالخصوص پاکستانی علماء کی نئی پود کو اس مشن کے لئے حضرتؒ نے کمربستہ کیا اور انہیں امریکا، برطانیہ، ہالینڈ، جرمنی، فرانس، اسپین، جنوبی افریقہ، انڈونیشیا، اور تمام خلیجی ریاستوں میں وفود کی صورت میں روانہ کرکے مسئلہ ختمِ نبوّت کی اہمیت اُجاگر کرنے اور مسلمانوں تک قادیانی گروہ کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کی پُرزور مہم بھی شروع کی، جس کے نتائج انتہائی شاندار اور اِیمان افروز رہے۔ یہی وجہ تھی کہ خانقاہِ سراجیہ اور حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کو عالمی سطح پر مقبولیت حاصل ہوئی، ان کا نام اور کام ہر جگہ قابلِ ستائش وقابلِ احترام تسلیم کئے گئے۔

حضرت امیرِ شریعتؒ اور ان کے خانوادے سے تعلق

خانقاہِ سراجیہ کے بانی حضرت مولانا احمد خان صاحبؒ کا حضرت امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے بہت گہرا قلبی تعلق تھا۔ انہوں نے ہمیشہ مجلس احرار اور حضرت امیرِ شریعتؒ کی نہ صرف حمایت کی، بلکہ بھرپور انداز میں سرپرستی بھی فرمائی۔ ایسے بے شمار واقعات تاریخ کا حصہ ہیں جو دونوں بزرگ حضراتؒ کے مابین گہرے قلبی تعلق کے ثبوت کے طور پر پیش کئے جاسکتے ہیں۔ حضرت شاہ جیؒ پر قائم شدہ معروفِ زمانہ ’’سکندر حیات کیس‘‘ اس تعلق کی ان جہتوں سے متعارف کراتا ہے جو ہر کسی پر منکشف نہیں ہیں۔ ۱۹۳۹ء میں لالہ موسیٰ میں کی گئی حکومت مخالف ایک پُرجوش تقریر پر شاہ جیؒ پر بغاوت کا مقدمہ قائم ہوا، اور مظفر گڑھ سے گرفتار کرکے جیل بھیج دیئے گئے۔ فرنگی اور اس کی معنوی اولاد کو یقین تھا کہ وہ اس بار

اپنے اس ناقابلِ شکست دُشمن کو عدالت سے سزائے موت دِلوا کر ہی دَم لیں گے، لیکن ایک طرف اگر کفر اوراس کے معاونین اپنی جگہ کمر بستہ تھے تو دُوسری طرف اولیاء اللہ کو پروردگارِ عالم کے فضل وکرم، اس کی بے پناہ رحمت پر بھروسہ اور اپنے صدق ویقین پر اِیمان تھا کہ بول بالا آخر کار حق کا ہی ہوگا۔ حضرت مولانا احمد خاں صاحبؒ ان دنوں شدید بیمار تھے کہ شاہ جیؒ کو سزا دِلوائے جانے کے منصوبے کی اِطلاع حضرتؒ تک پہنچ گئی، بہت بے چین ہوئے اور اِطلاع لانے والے سے اِرشاد فرمایا: ''شاہ جی سے کہنا میں بیمار ہوں'' پھر ایک وظیفہ پڑھنے کو بتایا اور فرمایا کہ: ''اگر صحت اچھی ہوتی تو میرے لئے یہ صرف ایک رات کا کام تھا، لیکن اب میں بیماری کے سبب مجبور ہوں، شاہ جی سے کہنا کہ اس وظیفے کو تین راتوں میں پڑھیں اور پھر ہوگا تماشا!'' چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے برگزیدہ بندے کا یقین محکم ثابت ہوا، اور لاہور ہائی کورٹ میں مقدمے کی پیشی پر تماشا ہی ہوگیا، اور سرکاری گواہ ''لدھا رام'' اللہ کے فضل وکرم اور بزرگوں کی دُعاؤں سے سچ اُگلنے پر مجبور ہوگیا۔ فرنگی اور اس کے زَلّہ خواروں کو بھری عدالت میں سوائے ذِلت ورُسوائی کے کچھ ہاتھ نہ آیا، اور حضرت امیرِ شریعتؒ ۵/اپریل ۱۹۴۰ء میں لاہور ہائی کورٹ سے باعزت بَری کردیئے گئے۔

حضرت مولانا احمد خان صاحبؒ کی وفات کے بعد خانقاہِ سراجیہ کے مسند نشین حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ اور ان کے بعد حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کا تعلقِ خاطر بھی یونہی برقرار رہا ہے۔ بالخصوص حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کا فرزندانِ امیرِ شریعت حضرت مولانا سیّد ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ، حضرت مولانا سیّد عطاء المحسن بخاریؒ، حضرت مولانا سیّد عطاء المؤمن بخاری مدظلہٗ اور حضرت پیرجی سیّد عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ سے تادَمِ آخر بہت گہرا اور مضبوط تعلق قائم رہا۔ حضرت مولانا سیّد عطاء المحسن بخاریؒ سے شفقت ومحبت بھرے سلوک کے بے شمار واقعات ہیں، جن میں سے چند ایک کا راقم بھی عینی شاہد ہے۔

ستمبر ۱۹۸۷ء میں عمِ محترم حضرت مولانا سیّد عطاء المحسن بخاریؒ برطانیہ میں مقیم چند قریبی احراری ساتھیوں کی دعوت پر برطانیہ تشریف لے گئے تھے اور ان کے ہمراہ مجلس احرارِ اسلام کے موجودہ مرکزی جنرل سیکریٹری جناب عبداللطیف خالد چیمہ اور راقم بھی شریکِ سفر تھے۔ لندن پہنچ کر معلوم ہوا کہ ختمِ نبوّت کانفرنس لندن کے ویمبلے ہال میں منعقد ہورہی ہے، حضرت محسن شاہ جیؒ کو بھی کانفرنس میں شرکت کی رسمی دعوت دی گئی تھی، لیکن نامعلوم وجوہ کی بنا پر ان کا نام اِشتہار میں شائع نہ ہوسکا، حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ بھی ان دنوں وہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ عمِ محترم کو ٹیلیفون پر یاد فرمایا اور کانفرنس میں شرکت کے لئے اِصرار فرمایا۔ راقم اس وقت قریب ہی بیٹھا تھا اور ان کے مابین ہونے

والی گفتگو کم وبیش سن رہا تھا، عمِ محترم فرما رہے تھے کہ حضرت کانفرنس میں شرکت بن بلائے مہمان جیسی ہوگی، مگر حضرتؒ کا فرمانا تھا کہ آپ اسے میرا حکم سمجھیں، آپ نہ صرف کانفرنس میں شریک ہوں گے بلکہ آپ کا خطاب بھی ہوگا۔ عمِ محترم نے حکم کی تعمیل کا وعدہ کیا، چنانچہ اگلے روز ہم عرفان احمد چیمہ، عبداللطیف خالد چیمہ اور دیگر چند حضرات کے ہمراہ ''ویمبلے ہال'' پہنچے جہاں کانفرنس کا آغاز ہو چکا تھا اور متعدد حضرات خطاب فرما چکے تھے۔ جب ہال میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ اسٹیج پر حضراتِ علمائے کرام کی کہکشاں تشریف فرما تھی، اور حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ سراپا انتظار تھے، حضرتؒ نے شفقت واِکرام کا معاملہ یوں فرمایا کہ اپنی نشست سے اُٹھ کر محسن شاہ جیؒ کا اِستقبال کرنے اسٹیج کے کنارے تک تشریف لے آئے، بغل گیر ہوئے اور فرمایا: آپ نے شرکت کرکے میرا مان بڑھایا ہے، اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ کانفرنس میں محسن شاہ جیؒ کی تقریر بھی بے مثال ہوئی تھی اور حضرتؒ نے بھی اسے بے اِنتہا سراہا، پذیرائی کی اور کانفرنس سے اگلے روز ملاقات کے لئے حضرت صاحبزادہ مولانا محمد عابد صاحبؒ اور چند خدام کے ہمراہ محسن شاہ جیؒ سے ملاقات کے لئے تشریف لے آئے۔ کم وبیش تین گھنٹے تک یہ بابرکت محفل سجی رہی۔ برادرِ محترم عبداللطیف خالد چیمہ صاحب سے خانقاہی نسبت کا تعلق بھی تھا، اس لئے ان پر بھی خصوصی نوازشات تھیں، کئی اہم اُمور پر ان سے مشاورت ہوتی رہی، حضرت صاحبزادہ مولانا محمد عابدؒ کا کہنا تھا کہ حضرت خواجہ خان محمدؒ، محسن شاہ جیؒ کے کانفرنس میں شرکت اور تقریر کرنے پر اِنتہائی مسرور تھے، جس کا برملا اِظہار انہوں نے متعدد بار فرمایا۔ اسی طرح عمِ محترم حضرت سیّد عطاء المؤمن بخاری مدظلہ سے بھی حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کا اِنتہائی لاڈ پیار اور ناز برداری کا تعلق تھا۔ عمِ محترم خانقاہِ سراجیہ میں حضرت خواجہ صاحبؒ کے شاگرد بھی رہے، وہ انہیں تقریبات میں مدعو کرتے یا ان سے مشاورت کرتے تو خصوصی توجہات سے نوازا جاتا۔ خانقاہِ سراجیہ سے تعلق کی ایک اور مضبوط کڑی میرے برادرعزیز پروفیسر سیّد محمد ذوالکفل بخاری شہیدؒ تھے، وہ حضرت خواجہ صاحبؒ سے بیعت تھے، اپنے علمی ذوق اور مزاج کی متانت کی وجہ سے حضرتؒ کی خصوصی عنایات انہیں حاصل تھیں، وہ جب بھی مکہ مکرمہ سے پاکستان تشریف لاتے حضرتؒ کے ہاں حاضری ضرور ہوتی اور دُوسری جانب حضرت خواجہ صاحبؒ کی محبتیں تھیں کہ ان پر نچھاور ہو جاتی تھیں۔ یہی کیفیات برادرِ محترم حافظ سیّد محمد کفیل شاہ صاحب کے ساتھ بھی تھیں۔ اکثر کانفرنسوں اور اہم جماعتی اجلاسوں میں حضرت سے ملاقاتیں ہوتیں اور ان کی محبتیں، شفقتیں اور دُعائیں نصیب ہوتیں۔ راقم کا سلسلۂ بیعت حضرت سیّد نفیس الحسینیؒ سے تھا، لیکن حضرت خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں جب بھی حاضری ہوئی اِنتہائی مہربانی اور شفقت کا سلوک فرمایا۔

راقم کی زندگی میں ایک اہم واقعہ ۱۹۹۶ء میں پیش آیا تھا، اکتوبر ۱۹۹۵ء میں والد گرامی

حضرت سیّد ابوذر بخاریؒ کا اِنتقال ہوا تو حضرتؒ بھی تعزیت کے لئے تشریف لائے اور بے شمار دُعاؤں اور نصیحتوں سے نوازا، حوصلہ افزائی کی۔ رحیم یار خان میں میرے والد مولانا سیّد ابوذر بخاریؒ کے قریبی ساتھی اور دارالعلوم فاروقیہ کے مہتمم جناب حافظ محمد اکبر اعوان صاحب نے حضرت والد صاحبؒ کی یاد میں اپریل ۱۹۹۶ء میں ایک جلسہ منعقد کیا تھا، جس کی صدارت حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ نے کرنا تھی، جبکہ حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن درخواستی بھی شریکِ جلسہ تھے، اور راقم بھی حاضرِ خدمت تھا۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ نے منتظمِ جلسہ حافظ محمد اکبر اعوان صاحب سے فرمایا: ''اس موقع پر محمد معاویہ کی دستار بندی بھی کرادو۔'' چنانچہ حضرتؒ کے حسب الحکم فوری طور پر دستار مہیا کردی گئی اور پھر مجھے حکم فرمایا کہ اپنے والد کی یاد تازہ کرتے ہوئے کچھ بیان کرو، عرض کیا کہ حضرت! مجھے تو تقریر کرنا نہیں آتی، جس پر اپنے مخصوص شیریں لہجے میں فرمایا: ''بھئی تقریر کریسو تاں آویسی'' (بھئی تقریر کروگے تو آجائے گی)۔ یہ میری زندگی کی پہلی اور آخری گفتگو تھی جو حضرتؒ کے حکم پر اور ان کی موجودگی میں ایک بڑے اِجتماع سے کی گئی تھی، مجھے قطعاً یاد نہیں کہ میں نے اس روز کیا کہا تھا، لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ حضرتؒ نے گلے لگایا اور پھر بسم اللہ پڑھ کر مجھ سیاہ کار کے سر پر اپنے دستِ مبارک سے دستار باندھ دی تھی۔

حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ آج ہم میں موجود نہیں ہیں، مگر ان کی پاکیزہ شخصیت کا تأثر، ان کے اعلیٰ افکار کی خوشبو اور ان کے بے مثال کردار کی قوت اور ان کے اخلاقِ کریمانہ کی پُر بہار یادیں ہمارا اثاثہ ہیں، ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں، زادِ سفر ہیں، ایک بے مثال اور خاموش جدوجہد کا عملی نمونہ ہیں، ہم اہلِ غم، کشتگانِ فراقِ حبیب، حرماں نصیب تعزیت گزاروں کے لئے حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کی شخصیت جادۂ مستقیم پر بہرحال گامزن رہنے کا زندہ اِستعارہ ہے، اور ہمیں انہی کی وراثت کے امین بن کر تاج وتختِ ختمِ نبوّت کے تحفظ اور عزت وعظمت وحرمتِ ازواج واَصحابِ رسول علیہ السلام کی نگہبانی کا فریضہ پوری جانفشانی سے سرانجام دینا ہوگا۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کے اِنتقال کے بعد خانقاہِ سراجیہ کی مسند اور حضرت خواجہ صاحبؒ کی جانشینی کے لئے بزرگوں نے حضرتؒ کے فرزندِ ارجمند صاحبزادہ مولانا خلیل احمد صاحب کو منتخب کیا ہے، حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ میں دُعا ہے کہ وہ صاحبزادہ صاحب کی زندگی میں برکت عطا فرمائے، انہیں اپنے عظیم والد کے علم وعمل اور خانقاہِ سراجیہ کی روشن روایات کا صحیح وارث وامین بنادے، آمین!

❊❊❊

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ علماء ومشائخ کی نظر میں!

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

حضرت خواجہ صاحبؒ تصوف میں کس مقام پر فائز تھے؟ یہ ہم جیسے کوتاہ نظر کیا جانیں؟ ولی را ولی مے شناسد! ذیل میں چند اکابر علماء ومشائخ کی آراء ذکر کی جارہی ہیں، جن سے معلوم ہوگا کہ آپ کی شان اکابر علماء ومشائخ کی نگاہ میں کیا تھی؟

حضرت رائے پوریؒ کی نظر میں

قطب الارشاد حضرتِ اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ ہماری پوری جماعت مجلس تحفظِ ختم نبوّت پاکستان کے پیرومرشد تھے، صوفی رانا محمد شریف ساکن سیالکوٹ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ نے فرمایا کہ:

> ''ایک مرتبہ قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ اپنے خلیفہ حضرت حافظ عبدالحکیمؒ کے ہاں کلورکوٹ تشریف لائے تو میں بھی زیارت وملاقات کے لئے حاضر ہوا، اس وقت حضرت رائے پوریؒ حاضرین سمیت قالین پر تشریف فرما تھے، مجھے دیکھتے ہی انتظامیہ کو چارپائی لانے کا فرمایا، جب حسب الارشاد چارپائی لاکر بچھائی گئی تو آپ نے مجھے چارپائی پر بیٹھنے کا حکم فرمایا، میں حضرت رائے پوریؒ کی موجودگی میں چارپائی پر بیٹھنا مناسب خیال نہ کررہا تھا، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کا حق بنتا ہے، بالآخر ''الأمر فوق الأدب'' کے تحت تعمیلِ ارشاد میں چارپائی پر بیٹھ گیا، یہ واقعہ سناتے ہوئے حضرتِ والا کی آواز بھرا گئی اور آبدیدہ ہوگئے۔''

حضرت ثانیؒ کی وفات کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ اپنے گاؤں ڈنگ میں رہنے کے لئے تشریف لے گئے، اور مکان بنوانا شروع کر دیا کہ حضرت رائے پوریؒ کا قاصد پیغام لے کر حاضر ہوا کہ آپ کی یہ قیام گاہ عارضی ہے، سرزمینِ خانقاہِ سراجیہ آپ کی منتظر ہے، آپ نے وہیں جانا ہے اور کہیں نہیں۔ حضرت رائے پوریؒ کے یہ اِلہامی کلمات حرف بحرف صحیح ثابت ہوئے کہ آج سرزمینِ خانقاہِ سراجیہ...جو آپ کی منتظر تھی...نے اپنے اندر سمولیا ہے۔

حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی نظر میں

مجاہدِ ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ جمعیت علمائے اسلام کے بانی راہنما اور مجلس احرار اسلام ہند کے تربیت یافتہ جرأت مند اور نڈر عالم دِین اور بہادر لیڈر تھے۔ صوفی احمد یار ساکن موضع چاوا سرگودھا فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ثانیؒ کی وفات کے بعد پیش آمدہ حالات حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کو لکھ بھیجے، جواب میں مولانا ہزارویؒ نے فرمایا کہ:

> ''کوئی بات نہیں، بغداد کے کتب خانے دریا بُرد ہوئے، دجلہ کا پانی مہینوں سیاہی مائل بہتا رہا، پھر بہت سے کتب خانے بن گئے، حضرت خواجہ صاحب کو بہزار ہزار منّت خانقاہِ سراجیہ تشریف لے جانے کا کہا جائے گا، انشاء اللہ اب شرائط شرعی ہوں گی۔''

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ خانقاہِ سراجیہ تشریف لے آئے اور آج وہیں آرام فرما ہیں۔

حضرت مولانا غلام حبیب نقشبندیؒ کی نظر میں

حضرت مولانا غلام حبیبؒ چکوال نقشبندی سلسلے کے معروف بزرگ گزرے ہیں، مولانا محمد اقبال خان مرتب ''تحفۂ نقشبندیہ'' راوی ہیں کہ:

> ''مجھے مخاطب کر کے حضرت مولانا نے فرمایا کہ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ میرے مہربان ہیں، میں حضرت خواجہ صاحب مدظلہ کی صدارت میں چنیوٹ ختمِ نبوّت کانفرنس میں درس دے آیا ہوں، اور ہم کئی دن اِکٹھے رہے ہیں، حضرت خواجہ صاحب آدمی تو باکمال ہیں، لیکن ان پر سکوت کا غلبہ ہے۔''

حضرت بنوریؒ کی نظر میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نامور عالم دین اور محدث العصر تھے، امام العصر

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے علوم کے وارث، اور ۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت کے قائد اور حضرت خواجہ صاحبؒ کے اُستاذِ محترم بھی تھے، حضرتِ والاؒ نے ایک مجلس میں حضرت بنوریؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''حضرت بنوریؒ کی اچانک تشریف آوری سے میں ورطۂ حیرت میں ڈُوب گیا، بعد اَز ملاقات فرمایا کہ میں آپ سے ملنے آیا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ: حضرت! میں تو آپ کا شاگرد ہوں، حکم فرمایا ہوتا، میں خود حاضر ہو جاتا، آپ کو زحمت نہ اُٹھانا پڑتی۔ فرمایا: آپ میرے شاگرد کیسے ہیں؟ میں نے کہا: ڈابھیل جامعہ اسلامیہ میں آپ سے سبعہ معلقات کے اسباق پڑھے ہیں۔ میرے صاف کہنے پر آپ بہت خوش ہوئے۔''

حافظ اشفاق اللہ واجد لکھتے ہیں کہ:

''۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت کے دوران جامع مسجد کچہری بازار فیصل آباد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانے جلسہ گاہ میں حاضر تھے، حضرت بنوریؒ کراچی سے مولانا مفتی زین العابدینؒ کے ہاں تشریف لے آئے، حضرت اِمامِ زماں خواجہ خان محمد صاحب حضرت بنوریؒ کی زیارت کے لئے حضرت مفتی صاحبؒ کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے، حضرت بنوریؒ نے اُٹھ کر آپ کا اِستقبال کیا، آپ حضرت بنوریؒ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھے، حضرت بنوریؒ نے فرمایا کہ: حضرت! آپ ایسے نہ بیٹھئے گا۔ لیکن حضرت خواجہ صاحب اِختتامِ مجلس تک اپنے شیخ کے سامنے مؤدّبانہ ہیئت رہے۔ مجلس برخواست ہوتے ہی حضرت خواجہ صاحبؒ نے حضرت بنوریؒ کے جوتے پہننے کے لئے آپ کے سامنے رکھے۔''

حضرت خواجہ صاحبؒ اور حضرت امیرِ شریعتؒ

جانشین امیرِ شریعت سیّد ابوذر بخاریؒ بیان فرماتے ہیں کہ:

''جب حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ کا سانحۂ اِرتحال پیش آیا تو مریدین وخدام کا پریشان ہونا تو طبعی امر تھا، مگر اہل دِل کو اس صدمے نے ہلا کر رکھ دیا تھا، ہمارے گھر اماں جی سیّدہ اُمّ الاحرار صاحبہ حضرت ثانیؒ سے بیعت تھیں، اس لئے ہمارا گھر افسردہ تھا اور حضرت امیرِ شریعتؒ بھی اس صدمے سے چور تھے،

میں نے پوچھا: ابا جی! موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا خان محمد صاحب کیسے انسان ہیں؟ تو شاہ جیؒ نے فرمایا: وہ عظیم شان کے بزرگ ہیں، اگر ان سے کسی کو فائدہ نہ ہوا تو نقصان بھی نہ ہوگا۔ میں نے کہا کہ: ابا جی! یہ کوئی چھوٹی بات تو نہیں، فائدہ نہ ہو تو نقصان بھی نہ ہو۔''

حضرت خواجہ صاحبؒ اور حضرت دین پوریؒ

رانا مبارک علی مرحوم ...جو حضرت خواجہ صاحبؒ کے خادم تھے...نے سنایا کہ عارف باللہ حضرت مولانا میاں عبدالہادی دین پوریؒ سخت بیمار ہوئے اور بغرضِ علاج نشتر ہسپتال ملتان تشریف لے آئے، جب یہ خبر خانقاہِ سراجیہ پہنچی تو حضرتِ اقدس نے مجھے حضرت دین پوریؒ کی خدمت میں جانے کا حکم فرمایا کہ میری طرف سے تیمارداری کرو اور سلام پہنچاؤ۔ میں جب نشتر ہسپتال پہنچا تو حضرت دین پوریؒ کے خدام کا رش تھا، اپنی باری پر جب خانقاہ سراجیہ سے حاضری کا ذِکر کیا اور حضرت خواجہ صاحب کا سلام پیش کیا تو حضرت دین پوریؒ پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے، جب طبیعت سنبھلی تو فرمایا کہ آگے آجاؤ! آپ اپنے سر کا کپڑا لے کر میرے پاؤں پر رکھنے کے لئے جھکنے لگے تو میں دیوار سے جالگا، پھر فرمایا کہ: آگے آجاؤ! تو کھڑے کھڑے ہاتھ باندھ کر عرض کیا: حضور! اِرشاد فرمائیے! آپ پر گریہ طاری تھا، حاضرین دم بخود تھے، فرمایا کہ:

''اپنے سر کا کپڑا فقیر کی طرف سے حضرت خواجہ صاحب کے قدموں پر رکھ کر دُعا کی درخواست کرنا کہ اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیر فرمائے اور فقیر کو بغیر حساب لئے جنت میں داخل فرمادے۔ اگر اللہ تعالیٰ حساب لینے پر آئے تو کوئی نہیں بچ سکتا۔''

جب خانقاہِ سراجیہ پہنچ کر حضرت دین پوریؒ کا پیغام حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں پہنچایا تو آپ فوراً نشست گاہ سے اُٹھ کر گھر تشریف لے گئے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ اور مولانا خیر محمد جالندھریؒ

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ جامعہ خیر المدارس جالندھر اور ملتان کے بانی ہزاروں علمائے کرام کے اُستاذ تھے۔ نشتر ہسپتال میں آپ کا آپریشن ہوا اور خون لگانا تجویز کیا گیا تو حضرت مولاناؒ خون لگوانے سے اِنکاری تھے، حضرت خواجہ صاحبؒ عیادت کے لئے تشریف لائے اور کیفیات سنیں تو فرمایا کہ آپریشن بھی ہونا چاہئے اور خون بھی لگنا چاہئے، کیونکہ اِضطراری حالت میں جائز ہے۔ چنانچہ ایسا ہی

ہوا۔ جب حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کا آپریشن ہوگیا اور آپ ہوش میں آئے تو سب سے پہلے سوال کیا کہ خون تو نہیں لگایا؟ تو ڈاکٹروں نے دبے الفاظ میں لگانے کا بتلایا، تو حضرت جالندھریؒ کی طبیعت پر ناگوار گزرا، تو انہوں نے حضرت خواجہ صاحبؒ کا بتلایا تو حضرت کا نام سنتے ہی خاموش ہوگئے۔

حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ کی نظر میں

اِمامِ اہلِ سنت مولانا سرفراز خان صفدرؒ نے ایک مرتبہ سیالکوٹ میں اثنائے گفتگو فرمایا کہ:

”حضرت خواجہ صاحب عمر میں مجھ سے چھوٹے ہیں، مگر بزرگی میں وزنی پہاڑ ہیں۔“

حضرت سیّد نفیس الحسینیؒ کی نظر میں

حضرت سیّد نفیس الحسینیؒ کی خدمت میں بارہا درخواست کی گئی کہ وہ مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کی نائب امارت قبول فرمالیں تو اِنکار فرماتے، لیکن ایک مجلس میں فرمایا کہ سنا ہے کہ مجھے حضرت مولانا خان محمد صاحب کے حکم پر نائب امیر بنایا گیا تو فرمایا کہ اب انکار کی گنجائش نہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی نظر میں

حضرتِ اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ ملک کے نامور عالم دِین، عظیم مصنف اور عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے مرکزی نائب امیر رہے، اور ۱۸ رمئی ۲۰۰۰ء کو شقی القلب کی گولیوں سے شہید ہوگئے، ایک اجتماع کی منظر کشی کرتے ہوئے مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ لکھتے ہیں کہ:

> ”مسجد کے منبر پر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ تشریف فرما تھے کہ شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب تشریف لے آئے تو اہلِ مجلس اِحتراماً کھڑے ہوگئے، آپ آگے صف پر بیٹھ گئے، حضرت لدھیانویؒ نے فرمایا کہ آپ نیچے تشریف فرما ہوگئے ہیں اور میں اُوپر بیٹھا ہوں، یہ بے ادبی ہے۔ حضرتِ والا نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں! اس پر حضرت لدھیانویؒ نے فرمایا کہ ہمارے یہاں صدارت وامارت کا اِنتخاب مجلس شوریٰ کے ذریعے ہوتا ہے، ہم نے آج تک کسی امیر کو معزول نہیں کیا، نہ ہی کسی کو علیحدہ کرنے کی سوجھی، نہ ہم اس کے قائل ہیں، ہمیشہ امیر کے وصال پر نیا امیر منتخب کیا جاتا رہا ہے، امیر (مجلس تحفظ ختمِ نبوّت) وقت کا قطب ہوتا ہے، کام کرنے والوں سے اِلتماس ہے کہ اطاعت کا خاص خیال کیا جائے۔“

حضرت سیّد ابوذر بخاریؒ کی نظر میں

جانشینِ امیرِ شریعت حضرت مولانا ابوذر بخاریؒ آخر عمر میں سحر کے اثرات محسوس کرنے لگے تھے، سحر نے انہیں نڈھال اور کمزور کر دیا تھا، مولانا عبدالرحمٰن جامی نقشبندی جلال پور پیروالا راوی ہیں کہ شاہ صاحب نے فرمایا کہ: حضرت قبلہ میرے ہاں تشریف لے آئیں، یا کسی مجلس میں ملاقات ہو جائے تو میرے چھ ماہ آسانی سے گزر جاتے ہیں۔

❋

حضرت خواجہ مدظلہٗ اور اساتذہ دیوبند

پروفیسر علامہ میاں منظور احمد صاحب مدظلہٗ شیخ الحدیث دارالعلوم الشہابیہ سیالکوٹ کچھ عرصہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ العالی کے ہمراہ دارالعلوم دیوبند میں پڑھتے رہے، فرماتے ہیں کہ دارالعلوم (دیوبند) کے تمام اساتذہ کرام حضرت خواجہ صاحب مدظلہ العالی کا زمانہ طالب علمی میں بھی احترام فرماتے تھے اور دارالعلوم میں تو ہر خورد و کلاں (چھوٹا بڑا) کی زباں پر یہی تھا کہ یہ پنجاب کی بہت بڑی گدی کے سجادہ نشین ہوں گے۔ یہاں یہ کہاوت برموقع معلوم ہوتی ہے کہ زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو!

چنانچہ بزمانہ قیام دارالعلوم ہمیں کھانے میں بڑی سہولت رہی، جب کبھی اِدھر اُدھر جانا ہوتا تو حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ العالی ہمارے لیے لنگر خانہ سے کھانا لے کر سنبھال رکھتے اور روٹیاں گرم رکھنے کے لیے لحاف میں چھپا دیتے پھر ہمارے آنے کا انتظار کرتے، جب ہم پہنچتے تو آپ دسترخوان بچھا کر کھانا لگا دیتے۔

حضرت خواجہ مدظلہ العالی کا مزاجِ گرامی جیسا آج دیکھ رہے ہو ایسا ہی کل بھی تھا، اس وقت بھی اکثر خاموش رہتے تھے اور اب بھی یہی حال ہے، ہاں ایک بات ضرور ہے کہ آپ بات ہمیشہ مختصر مگر جامع ٹو دی پوائنٹ (موقع ومحل کے مطابق) کرنے کے عادی ہیں۔

میرے جی میں حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ العالی سے باطنی فیض حاصل کرنے کی خواہش ہے، یہ بھی یقین کامل ہے کہ آپ فی زمانہ باکمال ہیں مگر کیا کروں ہم عمری اور ہم عصری رکاوٹ بن جاتی ہے! دیکھئے اب اللہ کو کیا منظور ہے۔

پیکرِ عشق ووفا

مولانا قاضی احسان احمد

وہ تھے ایک مگر کارواں سے لگتے تھے
وہ تھے خاک نشیں مگر آسماں سے لگتے تھے
پیکرِ عشق ووفا مجسمۂ صبر ورضا
وہ اِستقامت کے کوہِ گراں سے لگتے تھے
ہزاروں گل ہیں میرے چمن کی زینت مگر
وہ ''خواجۂ خواجگاں'' تو خود گلستاں سے لگتے تھے

اُٹھتے جاتے ہیں اب اس بزم سے اربابِ نظر
گھٹتے جاتے ہیں میرے دِل کے بڑھانے والے

بندۂ ناکارہ دفترختمِ نبوّت کراچی میں موجود تھا کہ معلوم ہوا کہ شیخِ طریقت، رہبرِ شریعت میرے پیرومرشد حضرتِ اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کی طبیعت ناساز ہے، اور علاج کے لئے ملتان میں تشریف فرما ہیں۔

یہ سنتے ہی دِل ملاقات اور زیارت کے لئے بے چین ہونے لگا، برادرِ مکرم محمد انور رانا صاحب سے بات کی کہ میں ملتان جانا چاہتا ہوں، انہوں نے فوراً کہا کہ دِل تو میرا بھی بہت کرتا ہے، مگر پہلے آپ ہوآئیں، بعد میں، میں سفر کرلوں گا۔ فوراً تیاری شروع کی، جناب طارق سمیع اور سیّد انوارالحسن شاہ صاحب بھی ساتھ جانے کے لئے تیار ہوگئے۔ کراچی سے ملتان کا سفر بذریعہ ''پاکستان ایکسپریس'' شروع ہوا، اگلے روز نمازِ فجر کے وقت ملتان دفتر مرکزیہ پہنچ گئے، نماز ادا کرنے کے بعد ناشتہ کیا، اب حضرت قبلہ کی زیارت کے لئے دِل بے قرار تھا اور پیاسی نگاہیں دیدارِ شیخ کے لئے بے تاب تھیں۔ چنانچہ

فوراً ہسپتال جانے کا نظم بنایا، جیسے ہی حضرت قبلہ کی قیام گاہ (ہسپتال) پہنچے، کمرے کے باہر خدام موجود تھے، بندہ اپنے احباب سمیت آگے بڑھا، دیکھا تو دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا ہے، حضرتِ شیخ پر پہلی نظر پڑی، دِل کی دُنیا میں جل تھل ہوگیا، آنکھیں بھیگ گئیں، دِل ودِماغ پر ماضی کے حالات وواقعات ایک ایک کرکے دِماغ کی اسکرین پر یکے بعد دیگرے آنے لگے، ایک وقت تھا یہ ناموسِ رسالت کا پاسباں، زُہد وتقویٰ کا اِمام، اپنی جلالتِ شان اور سلوک واِحسان کے اُفق پر چمکتا ہوا ستارہ، تحفظِ ختمِ نبوّت کے لئے دن رات دیوانہ وار گردش میں تھا، آج نقاہت وکمزوری میں یہ حال ....! دُوسرے ساتھی انوارالحسن اور طارق سمیع بھی اندر آئے، حضرت قبلہ کی زیارت کی، بہت جلد ہم تینوں اِکٹھے کمرے سے باہر آگئے، کیونکہ زیادہ دیر اندر رُکنے کی اجازت نہ تھی۔ زیارت کے بعد ہم اپنے آنسو ضبط نہ کرسکے مگر دِل کو تسلی دی اور کہا کہ اب چلتے ہیں، پھر اِن شاء اللہ آئیں گے۔

ہسپتال سے ہم لوگ واپس دفترِ ختمِ نبوّت آگئے، اسی دوران مرکزی ناظمِ اعلیٰ حضرت مولانا عزیزالرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم بھی دفتر تشریف لاچکے تھے، انہوں نے کمالِ شفقت سے ملاقات فرمائی، خیر خیریت معلوم کی، اس مختصر ملاقات کے بعد دفتر میں حضرت کے پاس ہی بیٹھ گئے، حضرت ناظمِ اعلیٰ صاحب نے پوچھا: کیا پروگرام ہے؟ میں نے عرض کیا: حضرت قبلہ کی زیارت اور ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تھے، وہ ہوچکی ہے، اب گھر ٹوبہ ٹیک سنگھ جانے کا اِرادہ ہے، اور شام کی گاڑی سے کراچی واپسی کا بھی پروگرام ہے، حضرت نے پروگرام سنا اور چند لمحات خاموش رہنے کے بعد اِرشاد فرمایا: ''واپسی کی جلدی نہ کریں، کچھ وقت رُک جائیں، حضراتِ صاحبزادگان بھی ملتان میں موجود ہیں، ان سے بھی ملاقات ہوجائے تو اچھا ہے۔'' میں نے عرض کیا: ''بہت بہتر ہے، جیسے آپ کا حکم!'' چنانچہ فرمایا: ''اب آپ گھر چلے جائیں، شام میں واپس آجائیں، رات دفترِ ختمِ نبوّت ملتان میں قیام کریں، اگلے روز حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں اِکٹھے جائیں گے۔'' حضرت کی اس تجویز کو دِل نے بہت قبول کیا کہ حضرت ناظمِ اعلیٰ کے ہمراہ جائیں گے تو ملاقات اور زیارت کی تشنگی باقی نہیں رہے گی، بات چیت بھی ممکن ہے ہوجائے۔ چنانچہ ہم تینوں ساتھی حضرت مولانا سے اجازت لے کر گھر (ٹوبہ ٹیک سنگھ) چلے گئے۔ بندہ کے والدگرامی محترم المقام قاضی فیض احمد جو مرکزی شوریٰ کے رکن اور مجلس کے قدیم خدام میں سے ہیں، انتظار میں تھے، میرے بھائی بھی منتظر تھے، راستے میں رابطہ بھی ہوتا رہا، لمحے لمحے کی اطلاع دیتے رہے۔

نمازِ ظہر ادا کی، کھانا کھانے کے بعد کچھ دیر مہمان حضرات نے آرام کیا، بندہ کچھ ضروری کام سے باہر چلا گیا، بہرکیف والدہ صاحبہ اور دیگر عزیز واقارب سے مختصر سی ملاقات کے بعد اجازت لی،

دوبارہ سفر شروع کیا بحمداللہ! رات بعافیت ملتان دفتر پہنچ گئے۔

صبح بعد نمازِ فجر دفتر کے احباب کے ہمراہ دفتر کے چمن میں بیٹھے تھے کہ حضرت ناظمِ اعلیٰ صاحب تشریف لے آئے، علیک سلیک کے بعد حضرت کو وعدہ یاد دِلایا، حضرت ناظمِ اعلیٰ صاحب نے فرمایا: ساڑھے دس بجے حضرت قبلہ کی زیارت کے لئے ہسپتال جائیں گے۔ چنانچہ ہم تینوں ساتھی وقتِ مقررہ سے پہلے تیار ہوکر حضرت کے سامنے آکر بیٹھ گئے، حضرت ناظمِ اعلیٰ کے ساتھ ہم لوگ ہسپتال پہنچے، کیا دیکھا کہ ایک ہجوم ہے عاشقانِ خواجہ خان محمد کا جو اپنے شیخ و مربی اور محسن کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے جمع ہیں۔ شوقِ دیدار میں سب کی نگاہیں منتظر اور بے تاب تھیں۔ ہم بھی حضرت ناظمِ اعلیٰ کے ساتھ ان منتظرین میں بیٹھ گے، دِل میں آیا کہ حضرت بھی آ گے نہیں گئے، یہیں پر بیٹھ گئے، اب کیا ہوگا؟ میں ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ سامنے سے صاحبزادہ حضرت مولانا عزیز احمد صاحب آتے ہوئے دِکھائی دیئے، حضرت لالہ جی اپنے مخصوص انداز میں ملے اور محبت کا اِظہار فرمانے کے فوراً بعد حضرت ناظمِ اعلیٰ کے دائیں پہلو باادب جلوہ افروز ہوگئے، اور حضرت قبلہ کی صحت، کیفیت، ڈاکٹروں کی رائے اور علاج سے متعلق موجودہ صورتِ حال بتانے لگے۔

تقریباً آدھ گھنٹہ گزر جانے کے بعد حضرت ناظمِ اعلیٰ صاحب نے ارشاد فرمایا: ”لالہ جی! قاضی صاحب اور ان کے ساتھی کراچی سے آئے ہیں، اور آج ہی واپسی کا سفر ہے، حضرت قبلہ کی زیارت اور ملاقات کا اگر کوئی نظم ہوجائے“ لالہ جی نے مسکراتے چہرے سے میری طرف دیکھا اور آنکھوں سے اشارہ کیا اور فرمانے لگے: ”ظہر کی نماز کے بعد آنا، ابھی ڈاکٹر حضرات موجود ہیں“ یہ سن کر دِل و دِماغ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، اور اُمیدِ ملاقات نے اپنا دامن پھیلا دیا۔ چنانچہ حضرت مولانا کے ہمراہ ہم تینوں ساتھی خوش خوش دفتر واپس آگئے کہ اب تو ملاقات خوب ہوگی۔

نمازِ ظہر ادا کی، کھانا کھایا، دوبارہ ہسپتال پہنچے، وہاں جاکر دیکھا کہ دروازے کے باہر خدام موجود ہیں، مگر بظاہر ملاقات کے اسباب نظر نہیں آتے، مگر اللہ کی ذات بڑی بے نیاز ہے، میں نے لالہ جی کو فون ملایا، انہوں نے ریسیو نہیں کیا، پھر ملایا پھر بھی انہوں نے جواب نہ دیا، دِل پریشان ہوا مگر چند منٹ گزرے، لالہ جی نے خود فون کیا اور فرمایا: ”تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ، حضرت قبلہ کپڑے تبدیل کررہے ہیں، ابھی ملاقات کراتا ہوں۔“ میں نے کہا: بہت اچھا! میں باہر موجود ہوں۔ چند منٹ گزرے، کمرے کا دروازہ کھلا، لالہ صاحب نے اشارہ کیا، بندہ بہ عجلت اور لپک کر حاضر ہوا، اور شربتِ دیدار سے سیراب ہوا، آنکھوں کو ٹھنڈک اور دِل کو سرور نصیب ہوا، یوں محسوس ہوا جیسے تپتے صحراؤں کا مسافر درخت کی گھنی چھاؤں میں آگیا ہو۔ حضرت قبلہ بالکل ہشاش بشاش، اُجلا صاف ستھرا، معطر و منور لباس زیبِ تن کئے

اپنے بیڈ پر تکیہ لگائے اطمینان وسکون کے ساتھ جلوہ گر تھے۔ نہایت ادب واِحترام سے آگے بڑھا، اور اپنے مربی ومحسن کے حضور نہایت عاجزی وانکساری سے سلام پیش کیا اور اپنے ہاتھ مصافحہ کے لئے آگے بڑھائے، حضرت قبلہ نے بھی اپنے دونوں ہاتھ مبارک اُٹھائے جنہیں میں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا، حضرت کے دونوں ہاتھ جیسے گلاب کی نرم ونازک پتیاں ہوں، آج بھی ان مبارک ہاتھوں کے لمس کی حلاوت محسوس ہوتی ہے، بندہ نے نہایت دھیمی آواز میں حضرت قبلہ کی مزاج پُرسی کی، جس کے جواب میں حضرتِ شیخ نے بشاشت سے فرمایا: ''الحمدللہ!'' ابھی میں اسی حالت میں دست مبارک تھامے ہوا تھا کہ محترم اعجاز سرگانہ صاحب بولے: ''باباجی! یہ قاضی احسان ہے ٹوبہ والا'' حضرت قبلہ نے اپنی محبت بھری نظر اس ناکارہ کے چہرے پر ڈالی تو مجھے اپنی قسمت پر رشک آنے لگا، اسی دوران محترم صاحبزادہ عزیز احمد صاحب بولے: ''باباجی! یہ مولانا قاضی احسان احمد ہیں، اپنی جماعت کراچی کے مبلغ ہیں'' حضرت نے فرمایا: ''اچھا!'' لالہ صاحب مزید گویا ہوئے: ''باباجی! کراچی کے حالات اچھے نہیں ہیں، آپ اس کی لمبی عمر کی دُعا فرمادیں۔'' لالہ جی نے اس ناکارہ کے لئے اور بھی کچھ اُونچے الفاظ استعمال کئے، حضرت قبلہ نے ایک مرتبہ پھر نظریں اس ہیچ مداں کی طرف اُٹھائیں اور اِرشاد فرمایا: ''اللہ رحم کرے!'' سب نے کہا: آمین۔

حضرت شیخ قبلہ سے اجازت لے کر واپس لوٹے، اس ملاقات پر دِل خوش، طبیعت فرحت بخش، خوشی اور شادمانی سے دِل معمور، ایسے جیسے بیٹری چارج ہوجاتی ہے۔

ملتان سے بذریعہ ٹرین کراچی واپسی کا سفر شروع ہوا، ٹرین خراماں خراماں ہچکولے کھاتی ہوئی ملتان سے دُور ہوتی جارہی تھی، بعض اسٹیشنوں پر کچھ دیر رُکتی اور چل دیتی۔ مبارک پور کے اسٹیشن پر رُکی اور کچھ دیر بعد چل دی، برادر مکرم محمد یوسف ہارون کا فون آیا، دِل ودِماغ اطمینان کی کشتی پر سوار تھا، اس میں تلاطم خیز موجیں آنے کا کوئی اِمکان نہ تھا، بڑے مطمئن اور پُرجوش انداز میں، میں نے فون ریسیو کیا اور کہا: ''جی میرے حضرت! کیا حکم ہے؟ کیسے یاد کیا؟'' ہارون بھائی نے پوچھا: ''کہاں پہنچ گئے؟'' میں نے بتایا، کہنے لگے: ''آنے والے جس اسٹیشن پر گاڑی رُکے، اُتر جائیں، حضرتِ اقدس خواجہ صاحب اللہ کو پیارے ہوگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون!'' بس پھر کیا تھا، دُنیا اندھیری ہوگئی۔

بوجھل قدموں، زخمی دِل، بھیگی آنکھوں سے لیاقت پور اسٹیشن پر اُترے، دوستوں سے مشورہ کیا کہ اب کیا کریں؟ اسٹیشن سے باہر آئے، رکشہ لیا، ٹیکسی اسٹینڈ پر آئے، ٹیکسی بک کروائی اور ملتان کے لئے روانہ ہوئے، کار اپنی تمام تر تیز رفتاری کے باوجود یوں محسوس ہوتا تھا جیسے چل نہیں رہی، میری بے چینی کو ڈرائیور صاحب نے کمال تحمل سے برداشت کیا۔ بہرکیف ملتان پہنچ گئے، نیوخان سے بھائی

عزیزالرحمٰن رحمانی نے میانوالی کے لئے بکنگ کرا رکھی تھی، بھائی رمضان بھی اَڈّے پر تشریف لائے، رات بارہ بجے بس چلی، جو خانقاہ سراجیہ جانے والے عقیدت منداور دیوانوں سے بھری ہوئی تھی، نمازِ فجر کے وقت خانقاہ کی حدود میں داخل ہوئے، تا حدِ نظر کاروں، بسوں اور ویگنوں کی قطاریں نظر آنے لگی تھیں، نامعلوم کتنے عاشق، کتنے متوالے اپنے شیخ کے آخری دیدار کے لئے آئے ہوں گے، خانقاہ کے اطراف میں تاحدِ نگاہ ایک پُرسکون ہجوم تھا، انتظامات صاحبزادگان نے خوب کروار کھے تھے، مہمان حضرات کے بیٹھنے، پانی پینے کا نظم عمدہ تھا، تقریباً ۱۴۰ ایکڑ زمین پر نمازِ جنازہ ادا کرنے کا نظم بنایا گیا، دُور دُور تک سر ہی سر نظر آتے تھے، صاحبزادہ لالہ خلیل احمد صاحب نے نمازِ جنازہ پڑھائی، عقیدت مندوں نے اللہ کی امانت کو اللہ کے سپرد کر کے شیخ کے پہلو میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سلادیا، اے میرے شیخ! اللہ حافظ!!!

❊

درود تنجینا کے فضائل

قاری محمد سردار احمد بستی حضور رینالہ خورد راوی ہیں کہ فیصل آباد کے ایک مولوی صاحب نے عرض کیا: ’’میں درود تنجینا چھپوانے کی غرض سے پریس میں گیا اتفاق سے پریس کا مالک غیر مقلد تھا۔ اس نے پوچھا۔ اس درود شریف کا ثبوت ہے؟ میں نے سکوت اختیار کیا، چونکہ میرے پاس ثبوت نہیں تھا۔

حضرت قبلہؒ نے ارشاد فرمایا: درود شریف کسی بھی صیغہ سے ہو مقبول ہے۔ پھر حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ العالی نے مسکراتے ہوئے مزید فرمایا کہ ہمارے حضرات ختم (درود شریف تنجینا الخ) ۳۱۳ بار پڑھتے ہیں، جو مصائب و پریشانی میں مجرب ہے۔ اور فرمایا: وہ غیر مقلد جاہل ہو گا وگرنہ علماء اہلحدیث (غیر مقلدین) بھی اس درود شریف کو پڑھتے ہیں۔ مزید فرمایا کہ: ’’ہم سفرِ حج پر روانہ ہو رہے تھے یا واپسی کا سفر تھا (ناقل کو اب یاد نہیں کیا فرمایا) ہمارے ایک ساتھی کو کسٹم والوں نے پکڑ لیا، ہمیں دفتر سے فارغ کر کے روانہ کر دیا۔ اس کے بارے میں کسٹم والوں نے انکشاف کیا یہ ہیروئن پیتا ہے، مجھے یہ سن کر حیرانی ہوئی تو میں نے وہیں کھڑے کھڑے درود تنجینا پڑھنا شروع کر دیا۔ ابھی پندرہ یا بیس بار پڑھنے کی نوبت نہ آئی تھی کہ ساتھی دفتر سے باہر آتے ہوئے دکھائی دیا۔ اس نے آتے ہی بیان کیا کہ ڈاکٹر صاحب نے میرا قارورہ وغیرہ ٹیسٹ کر کے عملہ والوں کو بلا کر کہا کہ اسے چھوڑ دو! یہ نشہ نہیں کرتا۔ کسٹم والے تو گرفتاری کے بعد خوب پریشان کرتے ہیں اور یہ واقعہ بھی حضرت خواجہ صاحب مدظلہ العالی نے اسی مجلس میں ارشاد فرمایا۔ جو آپ کو سعودی عرب میں پیش آیا تھا۔

خواجۂ خواجگان حضرتِ اقدس مولانا خان محمد صاحبؒ

سیّد محمد اکبر شاہ بخاری، جام پور

حضرت خواجۂ خواجگان مولانا خان محمد صاحبؒ برِصغیر پاک وہند کے اکابر اولیاء اللہ میں شمار کیے جاتے تھے، وہ علمی اور رُوحانی لحاظ سے بلند مقام پر فائز رہے، عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوّت پاکستان کے امیر تھے، محدث العصر حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوریؒ کی رحلت کے بعد آپؒ مجلس تحفظِ ختم نبوّت پاکستان کے سربراہ مقرر ہوئے تھے، اور پھر آخر دَم تک مجلس کی امارت کے منصب پر فائز رہے۔

ہندوستان و پاکستان میں مرزائیت وقادیانیت کے خلاف سب سے پہلے مؤثر آواز اِمام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ نے اُٹھائی، اور پھر اُن کے قافلۂ حق میں جن اکابر علماء واولیاء نے نہایت مؤثر علمی وعملی کام کیا، اُن میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا سیّد مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑویؒ، امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا محمد اِدریس کاندھلویؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا سیّد بدرعالم میرٹھی مہاجرِ مدنیؒ اور مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ وغیرہم حضرات نے شب وروز تحریر وتقریر کے ذریعے ناقابلِ فراموش کام کیا، انہی اکابر کی محنتوں اور کاوشوں کے نتیجے میں ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت چلائی گئی، جس کے ہراوَل دستے میں مذکورہ حضرات میں سے مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، علامہ محمد اِدریس کاندھلویؒ، مولانا سیّد بدرعالم میرٹھی مہاجرِ مدنیؒ نے علمی میدان میں اپنے اساتذہ اِمام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی علمی جانشینی کا حق ادا فرمادیا، اور متعدد علمی تصانیف رَدِّ قادیانیت پر تالیف فرمائیں، اور تقاریر کے ذریعے بھی مرزائیت وقادیانیت وعیسائیت کے خلاف زبردست علمی وعملی کارنامے سرانجام دیئے۔ پھر تحریکِ ختمِ نبوّت ۱۹۵۳ء میں جن اکابر علمائے کرام کو مرزائیوں کی طرف سے کھلم کھلا مخالفت میں نشانہ بنایا گیا اور قتل کی دھمکیاں دی گئیں، اُن میں یہ سب اکابر شامل تھے، خاص طور پر مفتی محمد شفیعؒ، امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مولانا اِحتشام الحق تھانویؒ کا نام لے کر اِنتقام لینے کا اِعلان کیا گیا تھا۔

امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور اُن کے رُفقائے کار میں جو اکابر تحریکِ ختمِ نبوّت میں عملی میدان میں سب سے نمایاں تھے اور مرزائیت کے خلاف جان کی بازی لگائے ہوئے تھے، اُن میں مولانا محمد علی جالندھریؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا لال حسین اخترؒ اور دیگر ممتاز علماء مولانا سیّد داؤد غزنویؒ، مفتی محمد حسن امرتسریؒ، مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا ابوالحسنات قادریؒ، مولانا عبدالحامد بدایونیؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ اور ہزاروں مشاہیر علماء شامل تھے، بہرحال تحریکِ ختمِ نبوّت ۱۹۵۳ء میں سب ہی اکابرین نے نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں۔

۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت میں علامہ سیّد محمد یوسف بنوریؒ کی قیادت میں بھی اکابر علماء اور مشاہیر نے بڑا کام کیا ہے، علامہ شمس الحق افغانیؒ، مولانا عبداللہ درخواستیؒ، مولانا محمد مالک کاندھلویؒ، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا شاہ احمد نورانیؒ، مولانا عبدالستار خان نیازیؒ، مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹکؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا عبدالرحیم اشعرؒ، سیّد نورالحسن بخاریؒ، مفتی احمدالرحمٰنؒ، مولانا ابوذر بخاریؒ، مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ، مولانا سمیع الحق مدظلہٗ، مولانا تاج محمودؒ، مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ، ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہیدؒ اور بہت سے ممتاز علماء نے بڑی جانفشانی سے کام کیا، اور آخرکار مرزائیت وقادیانیت کا کام تمام کردیا۔

تحریکِ ختمِ نبوّت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کے ان تمام مجاہدین کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہوئے ہم خواجہ خواجگانؒ کی طرف آتے ہیں، ہمارے حضرت خواجہ خان محمدؒ بھی تحریکِ ختمِ نبوّت کے عظیم مجاہد اور اسی قافلۂ حق ختمِ نبوّت کی نابغہ روزگار شخصیات میں سے ایک تھے، آپؒ نے اپنی پوری زندگی تحفظِ ختمِ نبوّت کے لئے وقف کر رکھی تھی، اور ہر موڑ پر ملتِ اسلامیہ پاکستان کی آپؒ نے ہمیشہ دِینی رہنمائی فرمائی تھی، اپنی حیاتِ طیبہ کے طرزِ عمل سے آپؒ نے قدیم سلف صالحین کی یاد تازہ فرمادی تھی، حق تعالیٰ درجات بلند فرمائے۔

حضرت خواجہ خان محمدؒ ۱۹۲۰ء میں ضلع میانوالی کے موضع ڈنگ میں ملک خواجہ عمرؒ کے گھر میں پیدا ہوئے، ان کا تعلق راجپوتوں کی قوم تلوکر سے تھا، آپؒ نے مڈل تک تعلیم اسکول میں حاصل کی، بعد ازاں حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ نے آپؒ کو ان کے والد صاحب سے اپنی سرپرستی میں لے لیا اور دِین کی تعلیم دی۔ خواجہ صاحبؒ نے قرآن مجید کی تعلیم مولانا عبداللطیف شاہؒ سے حاصل کی، پھر فارسی، صَرف ونحو کی کتب مولانا محمد عبداللہؒ سے پڑھیں، متوسط تعلیم مدرسہ دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ میں حاصل کی، اور اس کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت انڈیا چلے گئے جہاں مشکوٰۃ شریف، جلالین، ہدایہ اور دیگر کتب اکابر علماء حضرت مولانا سیّد بدرعالم میرٹھیؒ، علامہ سیّد محمد یوسف بنوریؒ اور دُوسرے اساتذہ سے

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی زیرِ نگرانی پڑھیں، بعد ازاں ۱۳۶۲ھ میں آپؒ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور دورۂ حدیث کی کتابیں شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، شیخ الادب مولانا اِعزاز علی امروہیؒ اور علامہ محمد اِبراہیم بلیاویؒ سے پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپؒ نے اپنے محسن ومربی حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ کی خانقاہ شریف سراجیہ کندیاں کو آباد کیا، علومِ دِینیہ کی تعلیم اور تزکیۂ نفس کے لئے مدرسہ وخانقاہ کا کام باقاعدہ سنبھالا اور آخر وقت تک تعلیم وتدریس اور باطنی علوم، اِصلاح واِرشاد وتربیت میں مصروف رہے، ہزاروں افراد کی آپؒ نے اِصلاح فرمائی اور لاکھوں عقیدت مندوں کی تربیت فرمائی۔ آپؒ مولانا عبداللہ صاحبؒ کے بعد ۱۹۵۶ء میں خانقاہِ سراجیہ کندیاں شریف کے سجادہ نشین مقرر ہوئے تھے۔ آپؒ سے قبل آپؒ کے شیخ ومربی حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ سجادہ نشین تھے، جو حضرتِ اقدس مولانا ابوالسعد احمد خانؒ کے بعد خانقاہِ سراجیہ کے سربراہ مقرر ہوئے تھے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے اس خانقاہ کو علمی ورُوحانی تربیت کا عظیم مرکز بنادیا تھا۔ جس کی شہرت دُنیا بھر میں پھیلی ہوئی تھی، ہزاروں لوگ خانقاہ سے وابستہ تھے اور علمی ورُوحانی تربیت حاصل کر رہے تھے، خدا کرے کہ یہ سلسلہ اسی طرح جاری وساری رہے، اور یہ خانقاہ یونہی آباد وشاداب رہے، آمین!

۱۹۷۷ء میں علامہ محمد یوسف بنوریؒ کے بعد آپؒ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت پاکستان کے امیر مقرر ہوئے، اور پھر ساری زندگی عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ میں گزاری۔ آپؒ نے دُنیا بھر میں قادیانی فتنے کے خلاف بڑی جانفشانی سے کام کیا اور ہر ملک میں قادیانیت کے تعاقب میں جلسوں اور کانفرنسوں کا اِہتمام کیا، اور مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے ذریعے شب وروز اسی مقصد کے لئے کام کرتے رہے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کی شخصیت تمام مکاتبِ فکر کے لئے قابلِ احترام تھی اور آپؒ اس وقت مسلکِ علمائے دیوبند کی تمام جماعتوں کے سرپرست مانے جاتے تھے۔ متعدد دِینی مدارس کے آپؒ نگرانِ اعلیٰ تھے، غرضیکہ ہر لحاظ سے آپؒ قابلِ قدر بزرگ تھے۔ پوری عمر کا ہر ہر لحہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ومحبت میں گزرا، اور دِین کی خدمت واِشاعت میں پوری زندگی بسر کی، متبعِ سنت اور حق وصداقت کے علم بردار تھے، متواضع، منکسر المزاج اور لطیف الروح تھے، اخلاق وعادات میں اسلاف کا نمونہ تھے۔ احقر راقم الحروف کو کئی بار حضرت خواجہ صاحبؒ کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی، ہر بار آپؒ کو مشفق ومہربان پایا۔ ایک مرتبہ احقر آپؒ کی زیارت کے لئے کندیاں شریف حاضرِ خدمت ہوا، حضرتؒ سے شرفِ ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی اور بہت سی دُعائیں نصیب ہوئیں۔ ایک دفعہ آپؒ جامعہ اسلامیہ ڈیرہ غازی خان تشریف لائے تو حاضرِ خدمت ہوا، مولانا عبدالستار رحمانی صاحب نے تعارف کرایا، احقر ناچیز نے اپنی کئی کتب خدمتِ اقدس میں پیش کیں تو فرمایا: ماشاء اللہ! آپ نے تو اکابر سے تعلق ومحبت کا حق

ادا کر دیا۔ سر پر ہاتھ رکھا اور دُعائیں دیں۔ اسی طرح سے جامعہ خیرالمدارس ملتان کے اِجتماعات اور مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کی کانفرنسوں میں حضرتِ اقدسؒ کی متعدد بار زیارت کی سعادت حق تعالیٰ شانہٗ نے عطا فرمائی، بہرحال وہ کیا تھے؟ کتنا عظیم کام کیا؟ کتنے لوگوں کو دِین کی خدمت میں لگایا اور کتنے افراد کی اِصلاح فرمائی؟ یہ تو حق تعالیٰ ہی جانتے ہیں اور اس بارے میں بڑے بڑے حضرات ماشاء اللہ لکھ رہے ہیں، مجھ ناچیز کی یہ جرأت کہاں؟

❋

باہمی اتحاد کی افادیت

حضرتؒ تصوف کے لئے تو وقف تھے، ختمِ نبوّت کی تحریک میں دِل و جان سے حصہ لیتے تھے، لیکن سیاسی ذوق و لگن ہر عمل پر غالب رہتی تھی۔ ۱۹۸۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت کے لئے مجلسِ عمل بنائی گئی جس میں اہلِ حدیث، دیوبندی، بریلوی اور شیعہ تمام طبقوں کے سرکردہ علماء شامل تھے۔ تمام جماعتوں کے خلوص اور محنت سے تحریک کامیاب ہوگئی، بعد میں آہستہ آہستہ بریلوی، اہلِ حدیث اور شیعہ حضرات متحرک نہ رہے۔ میں نے حضرتؒ سے عرض کیا کہ ختمِ نبوّت کا سارا کام تو دیوبندی کرتے ہیں، آپ شیعوں کو اپنے ساتھ کیوں رکھتے ہیں؟ تو حضرتؒ نے فرمایا کہ: جب تک وہ ہمارے ساتھ شریکِ تحریک ہوتے ہیں تو کسی دیوبندی، بریلوی یا اہلِ حدیث کے خلاف عقیدہ کی بات نہیں کرتے۔ آپس میں اِختلافات کی آگ نہیں سلگتی، یہ کوئی کم فائدہ ہے؟ اسی طرح کوئی مکتبۂ فکر ایک دُوسرے کے خلاف تقریر نہیں کرتا۔ حضرتؒ کی یہی سوچ متحدہ مجلسِ عمل کے قیام کا سبب بنی۔ مجھے یاد ہے ایم ایم اے کے وجود سے پہلے والے الیکشن کے دِنوں میں حضرتؒ جامعہ فرقانیہ راولپنڈی میں عشاء کے بعد آرام فرما رہے تھے کہ لاہور سے کسی عباسی صاحب کا فون آیا، وہ بڑے درد سے حضرتؒ کو بتارہے تھے کہ سترہ سیٹوں پر مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا سمیع الحق کے نمائندے ایک دُوسرے کے مقابلے میں کھڑے ہیں، جس کا لازمی طور پر فائدہ تیسری جماعت کو ہوگا۔ وہ اِصرار کر رہے تھے کہ حضرت خانقاہ شریف کی بجائے سیدھا لاہور آئیں اور سیٹوں کی ایڈجسٹمنٹ کریں۔ اس الیکشن میں تو یہ خواہش پوری نہ ہوسکی مگر زمانے نے دیکھا کہ حضرتؒ کی محنت سے ایم ایم اے کو وجود ملا، اسمبلیوں اور سینٹ میں ستر کے لگ بھگ نشستیں ایم ایم اے کو ملیں اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اس باہمی اِتحاد کے دور میں کہیں شیعہ سنی قتل تو درکنار فساد بھی نہیں ہوا۔

حضرتؒ کی خندہ مزاجی

حاجی محمد یعقوب، اسلام آباد

ہمارے شیخ ومرشدؒ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے، سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی مالا کے موتی بھی، عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوّت کے ۳۳ سال تک مرکزی امیر تھے، جمعیت علمائے اسلام کے تاحیات سرپرستِ اعلیٰ تھے، الغرض بزرگی کی تمام سرحدیں اسی شخصیت پر مرکوز ہوتی تھیں، لہٰذا طبعاً وقار وسنجیدگی کا مرقع تھے، خاموشی ان کا زیور تھی، اس کے باوجود جب احباب میں تشریف فرما ہوتے تو محفل زعفران بنی رہتی۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے سیرت النبی ﷺ پر ''نبیٔ رحمت'' مرتب فرمائی ہے، جو اپنی مثال آپ ہے، اس کتاب میں صفحہ:۵۷۸ پر نبیٔ رحمت ﷺ کی محفلوں کا بیان اس طرح اِرشاد فرماتے ہیں:

> ''حضرت عبداللہ بن الحارثؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خندہ رو اور متبسم نہیں دیکھا۔ حضرت جابر بن سمرۃؓ فرماتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ کی مجلس مبارک میں سو بار سے زیادہ بیٹھنے کا اِتفاق ہوا، میں نے دیکھا کہ آپ کے اصحاب اَشعار سن رہے ہیں اور سنا رہے ہیں۔''

ہمارے حضرتؒ کی خصوصی صفت اِتباعِ سنت تھی، اس مضمون میں چند ایسی یادیں زندہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جو کل تک حضرتؒ کی محافل کی تروتازگی کا ساماں تھیں۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہؒ نے حضرت ابوالسعد احمد خان صاحبؒ کا ذِکرِ خیر فرمایا کہ حضرتؒ سفر میں تھے، آپؒ کے ساتھ سلطان فقیر صاحبؒ بطورِ خادم تھے، جب کھانا آیا تو سلطان فقیرؒ کھچے کھچے سے بیٹھے تھے، حضرتؒ نے فرمایا: ''فقیر صاحب! فقیری قسمت نال ملنی ہے، ہس کھیڈ کے وقت گزاریا کرو۔''

ایک مرتبہ حضرتِ ثانی مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ کا واقعہ سنایا کہ آپؒ گڑھی حبیب اللہ ضلع مانسہرہ میں تشریف لے گئے، وہاں کے مولانا صاحب نے کھانے کی دعوت دی، دُوسرے مولانا صاحب نے بتایا کہ حضرت مولوی صاحب کا کھانا ضرور کھانا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص فرشتے ہیں وہ اس دن

تازیانے بجاتے ہیں جب کوئی مولوی صاحب کھانا پکائے۔ اس پر حضرتؒ بہت خوش ہوئے۔

ہمارے حضرتؒ نے حضرتِ ثانیؒ کا واقعہ سنایا کہ حویلیاں میں حاجی معین الدین صاحبؒ بنوں والے پراسیکیوٹر تھے، وہ حضرتِ ثانیؒ سے بیعت ہوگئے، ان کو دیکھ کر ان کے والد صاحب بھی بیعت ہوگئے، حضرتؒ تو تشریف لے گئے مگر حاجی معین الدین صاحبؒ کے دِل پر بہت اثر ہوا، لہٰذا انہوں نے سنت سمجھ کر داڑھی رکھ لی، ان کو دیکھ کر ان کے والد صاحب نے بھی داڑھی رکھ لی۔ جب دونوں کی داڑھیاں اچھی دیدنی ہوگئیں تو حاجی صاحبؒ نے حضرتِ ثانیؒ کو خط لکھا کہ حضرت! آپ کی دُعا کی برکت سے میں سیاہ ریش ہوگیا ہوں، اور میرے والد صاحب سفید ریش ہوگئے ہیں۔ حضرتؒ بہت خوش ہوئے۔

ہمارے حضرتؒ نے حضرتِ ثانیؒ کے حج کے قافلے کا ایک واقعہ سنایا کہ ہمارے قافلے میں چیچہ وطنی والے مولوی عبدالواحد کے والد صاحب مولانا غلام محمد صاحب اور والدہ صاحبہ بھی حج میں شریک تھے۔ مولوی صاحب کی اہلیہ محترمہ نے ایک اچھا وزنی لوہے کا ٹرنک زادِ راہ کے لئے تیار کیا، جسے پورے راستے میں بیچارے مولوی صاحب ہی سر پر اُٹھاتے تھے اور قدم قدم پر اس ٹرنک کی وجہ سے میاں بیوی میں نوک جھونک لگی رہتی۔ ایک سفر کی سختی، دُوسرے غیرملکی آداب کی سختی، تیسرے قافلے کی خدمت اور سب سے زیادہ بیگم صاحبہ کی تنقید نے مولوی صاحب کا ناک میں دَم کر رکھا تھا۔ خیر خدا خدا کرکے بحری جہاز قرنطینہ پر لگا، جو سمندر کے اندر تقریباً دو میل کے فاصلے پر تھا، وہاں سے سامان اور عازمینِ حج کو چھوٹی کشتیوں کے ذریعے ساحلِ سمندر جدہ پر پہنچانا تھا۔ ایک کرین کے ذریعے حجاج کا سامان جہاز سے اُتر رہا تھا، قدرتی طور پر کرین کے جال کا وہ رسّہ ٹوٹ گیا جہاں مولوی صاحب کا ٹرنک تھا، اب ٹرنک آہستہ آہستہ جال سے نکلا، عازمینِ حج ارے ارے کرتے رہ گئے، مگر ٹرنک دھڑام سے سمندر میں گرا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ڈُوب گیا، جونہی ٹرنک گرا تو مولوی صاحب نے بڑے زور سے کہا: ’’الحمدللہ!‘‘ بیگم صاحبہ غصّے سے مولوی صاحب پر برس پڑیں۔ جس بس میں مدینہ شریف جانا تھا، اس میں قاضی شمس الدین صاحبؒ بھی تھے، درمیان سفر میں اس کا ٹائر پھٹ گیا، اب بیگم صاحبہ مولوی صاحب پر برس رہی تھیں کہ ایسی خراب بس مولوی صاحب ہی لایا ہوگا۔

بریلوی مکتبۂ فکر کے صاحبزادہ مولانا افتخارالحسن صاحبؒ قادر الکلام مقرر تھے، اور ختمِ نبوّت کے عنوان پر رات کے وقت اتنی دِلچسپ تقریر فرماتے تھے کہ گویا مردے زندہ ہوجاتے تھے۔ راقم الحروف کانفرنس کے دِن سفر کی وجہ سے بہت تھکا ہوا تھا، اس لئے عشاء کے بعد مسجد کے ہال میں سوگیا۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد اجتماع میں ایسا غلغلہ ہوا کہ سارے سونے والے جاگ گئے، میں باہر پنڈال میں گیا تو مولانا صاحب خطاب فرما رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ

ہوتا، چونکہ نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اس لئے اب کوئی نبی نہیں آئے گا، گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرما رہے تھے کہ عمرؓ میں نبوت کی تمام صفات اور اہلیت موجود ہیں مگر سلسلۂ نبوت ختم ہونے کی وجہ سے اب عمرؓ بھی نبی نہیں بن سکتا، تو مولانا اپنے خاص انداز میں ربوہ کی طرف مڑ کر پوچھنے لگے: ’’تے توں کتھوں آیا ہیں کانیا‘‘ اس پر تمام پنڈال گونج اُٹھا۔

مولانا افتخار الحسن صاحبؒ کا صاحبزادہ فوت ہوگیا تو ہمارے حضرت شیخؒ اور صاحبزادہ محمد عابد صاحبؒ تعزیت کے لئے گئے، مولانا سے تعزیت کی تو مولانا فرمانے لگے کہ افسوس تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا نہیں، اگر اس کا کوئی بیٹا فوت ہوتا تو پھر پتا چلتا، بیٹا مرنے کا کتنا دُکھ ہوتا ہے۔

جب طبیعت فریش ہوگئی تو مولانا نے حضرتؒ سے پوچھا کہ: چائے دیوبندیوں والی پیو گے یا بریلویوں والی؟ حضرتؒ نے پوچھا: اس میں کیا فرق ہے؟ تو مولانا نے کہا کہ: دیوبندیوں کی چائے فقط چائے کی پیالی آجائے گی اور بریلویوں والی چائے کے ساتھ مٹھائیوں کی پلیٹیں بھی اُڑتی چلی آئیں گی۔ گویا مولانا کا غم بھی ہنسی مذاق سے بھرا ہوتا تھا۔

مکہ مکرمہ میں صاحبزادہ محمد عابد صاحبؒ اور راقم الحروف کھانے پکانے کی چیزیں خریدنے گئے، ہمیں ایک چائنا کا مگا نظر آیا جس پر ربڑ کا ڈھکنا تھا، اور مگا خوبصورت تھا۔ صاحبزادہ صاحبؒ نے فرمایا: یہ مگا تو صرف حضرت کے لئے لے لیتے ہیں وہ اس میں چائے پئیں گے۔ ہم خوشی خوشی مگا لے کر مکان پر گئے اور حضرتؒ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے عرض کیا کہ حضرت! یہ مگا خاص آپ کے لئے ہے، کوئی اور اسے اِستعمال نہیں کرے گا۔ حضرتؒ نے فرمایا: ’’اجولاؤں میرے بھانڈے وکھرے کر رہے ہو۔‘‘ یہ سن کر ہمارے اُوپر اوس پڑ گئی۔

پٹھان سیدھے سادے مسلمان ہوتے ہیں، اور ان کے لطیفے بہت مشہور ہوتے ہیں۔ ایک ساتھی نے پٹھان کا لطیفہ سنایا کہ وہ قبرستان میں بیٹھا نشہ پی رہا تھا، تو اچانک ایک پولیس کا سپاہی ادھر آنکلا، سپاہی کو دیکھ کر پٹھان نے چیزیں ایک طرف سنبھال دیں اور ایک قبر پر پڑھنے لگ گیا۔ سپاہی نے پوچھا: کیا کر رہے ہو؟ پٹھان نے جواب دیا کہ والد صاحب کی قبر پر اِیصالِ ثواب کر رہا ہوں! تو سپاہی نے کہا: یہ قبر تو کسی بچے کی ہے! پٹھان نے جواب دیا کہ: وہ بچپن میں فوت ہوگیا تھا!

اسی طرح ہمارے حضرتؒ نے فرمایا کہ ایک پٹھان کے گھر پیر صاحب تشریف لائے، پٹھان نے اپنے دوست احباب کو بلا رکھا تھا، جب پیر صاحب بیٹھ گئے تو پٹھان نے تعارف کرانا شروع کیا کہ ہمارا پیر صاحب پانی پر چلتا ہے، ہوا میں اُڑتا ہے، اولاد دیتا ہے، صحت اور بیماری دیتا ہے۔ پیر صاحب برابر تردید کر رہے تھے کہ نہیں میں ایسا نہیں، ویسا نہیں، یہ آدمی غلط بات کر رہا ہے۔ پٹھان نے کہا کہ:

''حرامزادہ کسرِ نفسی می کندو لے خدا است۔''

ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک قبلہ حضرت صاحبؒ گزشتہ ۲۱ سال سے ہمارے غریب خانے پر تشریف لاتے، عموماً دوتین دِن قیام فرماتے۔ بعض مہینوں میں دوتین بار بھی تشریف لاتے۔ ایک دِن مجھے قریب بٹھا کر فرماتے ہیں: حاجی صاحب! ہمیں بھگانا چاہتے ہو؟ میں نے پوچھا: کیوں حضرت! فرمایا: بھگانا چاہتے تو سالن میں مرچیں دَب کے پا۔ مجھے ایسی سمجھ آئی کہ پھر کبھی مرچ زیادہ نہ ہوئی۔

حضرتؒ نے ایک حاجی صاحب کا واقعہ سنایا کہ حج سے فارغ ہوئے تو دُعا کرنے لگے: یا اللہ! ہمارے ہاں کوئی آدمی غلط کرتا ہے تو اس کے کپڑے اُتار لئے جاتے ہیں، تو نے ہمارے کپڑے اُتار دیئے ہیں، ہمیں اِحرام پہنایا۔ پھر اس مجرم کا سر مونڈ دیا جاتا ہے، تو نے ہمارا سر منڈوادیا۔ پھر اس کو گدھے پر بٹھایا جاتا ہے، تو نے ہمیں گدھے پر بٹھا کر منیٰ، عرفات کا سفر کرایا ہے۔ پھر اس کا منہ کالا کردیا جاتا ہے، یا اللہ! مہربانی فرمانا ہمارا منہ کالا نہ کرنا، اس عذاب سے بچانا، یا اللہ! تیری رضامندی کے لئے ہم نے تمام کام کئے، اب اتنی مہربانی فرما کہ مجھے یہاں حرم کی موت عطا فرما۔ ابھی اس کے لفظ ختم نہیں ہوئے کہ سخت بخار چڑھ گیا، کہنے لگا: یا اللہ! مجھے کیا پتا آپ میری دُعا قبول فرمانے کے لئے اِنتظار میں بیٹھے تھے، مہربانی فرما کر مجھے صحت عافیت سے اپنے بچوں میں پہنچا۔ حضرتؒ خوب تبسم فرمارہے تھے۔

ایک مرتبہ مسجدِ نبوی شریف میں جمعہ کی نماز کے لئے میں اکیلا حضرتؒ کے ساتھ تھا، ان دِنوں مسجد کی جدید توسیع ہورہی تھی، اور باب مجیدی کی طرف سے ہم مسجد میں تقریباً گیارہ بجے داخل ہوئے، جگہ جگہ تعمیری سامان کی وجہ سے جگہ تنگ تھی، حجاج کا اتنا ہجوم تھا کہ دروازے سے داخل ہونے کے بعد چند صفیں ایک گھنٹے میں عبور کیں۔ ایک مقام پر تھوڑی سی جگہ ملی تو حضرتؒ کو عرض کیا کہ آپ یہاں تشریف رکھیں، میں اپنے لئے جگہ ڈھونڈتا ہوں، کچھ دُور مجھے بھی جگہ مل گئی اور نمازِ جمعہ ادا کی۔ نماز کے بعد میں حضرتؒ کی خدمت میں پہنچا اور پوچھا کہ حضرت! کیا حال ہے؟ فرمایا: ''اج مزہ ای آگیا''، پھر فرمایا کہ: ''اج مزہ ای آگیا'' میں نے پوچھا: وہ کیسے؟ حضرتؒ نے فرمایا: حضرت حاجی اِمدادُاللہ مہاجرِ مکی مدنیؒ کے جسم پر کسی ساتھی نے دیکھا کہ کندھوں کے اُوپر اچانک زخم ہوگیا ہے اور خون نکل آیا ہے، ساتھیوں نے پوچھا: یہ کیا ہوا؟ فرمایا: (حضرت مولانا) محمد قاسم (نانوتوی) اور (حضرت مولانا) رشید احمد (گنگوہی) بحری جہاز پر حج کے لئے آرہے تھے کہ اچانک طوفان نے آگھیرا، اور جہاز ڈُوبنے لگا تو اس کو کندھا دینا پڑا، اس سے زخم ہوگیا۔ ساتھی ہوشیار تھا، اس نے تاریخ اور وقت نوٹ کرکے رکھ لیا۔ جب دونوں حضرات مدینہ شریف پہنچے تو ساتھیوں نے مقررہ تاریخ کا واقعہ پوچھا، تو انہوں نے فرمایا کہ ہمارا جہاز سفر میں رواں دواں تھا، لوگ باتوں میں لگے ہوئے تھے اور شور کا سماں تھا، جونہی طوفان آیا اور جہاز ڈُوبنے

لگا تو تمام لوگ غفلت سے نکلے اور ’’اللہ تو، اللہ تو‘‘ کرنے لگ گئے، دُعاؤں میں مصروف ہو گئے، تو اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا جہاز بچ گیا، حجاج بچ گئے، جہاز میں ایک مجذوب بھی سوار تھا، زور زور سے کہنے لگا: ’’اج مزہ ای آ گیا، اج مزہ ای آ گیا‘‘ لوگ واہی تباہی باتیں کر رہے تھے، ایک جھٹکا لگا سب کے سب اللہ تو، اللہ تو کرنے لگ گئے۔

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کا اِجلاس جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ کے ساتھ حضرت لاہوریؒ کی بیٹھک میں ہوا، اس میں حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحبؒ میزبان تھے، اور ہمارے حضرتؒ کے علاوہ حضرت مولانا عبدالستار نیازیؒ، علامہ علی غضنفر (ع غ کراروی)، علامہ احسان اِلٰہی ظہیرؒ اور کافی بزرگ تھے، کھانے میں راقم الحروف بھی شامل تھا، خوب مزے مزے سے کھانا کھا رہے تھے کہ علامہ اِحسان اِلٰہی ظہیرؒ نے حضرتؒ کو مخاطب کر کے کہا کہ: حضرت! اس طرح کا کھانا ہر مہینے ہونا چاہئے۔ حضرتؒ نے پوچھا کہ کیوں؟ تو علامہؒ نے جواب دیا کہ جب اس طرح اِکٹھے بیٹھ کر کھانا کھا لیتے ہیں تو پھر دو مہینے تک ایک دُوسرے کے خلاف بولنے کو جی نہیں چاہتا۔ حضرتؒ یہ بات سن کر بہت محظوظ ہوئے، تمام ساتھی خوب ہنسے۔

راولپنڈی میں حضرت مولانا سیّد عبدالمجید ندیم شاہ صاحب مدظلہٗ کی مسجد میں قبلہ حضرت صاحبؒ اور حضرت ندیم شاہ صاحب تشریف فرما تھے، چائے پی رہے تھے، میں نے حضرتؒ سے عرض کیا کہ حضرت! آپ نے پہلی دفعہ کب چائے پی تھی؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ میں نے تو جب سے آنکھ کھولی ہے گھر میں چائے موجود تھی۔ حضرت ندیم شاہ سے پوچھا تو انہوں نے عجیب واقعہ سنایا کہ جب ہمارے گھر میں پہلی دفعہ چائے پکی تو میں ایک پیالہ لے کر والد صاحب کے پاس گیا اور کہا کہ یہ پی لیں، انہوں نے پوچھا: یہ کیا چیز ہے؟ میں نے کہا کہ: چائے ہے، میٹھی ہے، گرم ہے، تھکان اُتار دیتی ہے، آپ پی لیں۔ انہوں نے فرمایا: گرم چیز پینی مکروہ ہے، میں نہیں پیتا۔ میں نے عرض کیا: ایک چھوٹا سا گھونٹ تو بھریں۔ بس چھوٹے چھوٹے گھونٹ بھرتے بھرتے پیالہ ختم کر دیا۔ دُوسرے روز بھی اسی وقت کم اِنکار سے پیالہ پی لیا اور تیسرے دِن بھی اسی وقت پیالہ پیش کیا گیا تو پی لیا۔ اگلے دن کسی وجہ سے چائے لانے میں دیر ہو گئی، جب میں کچھ دیر کے بعد چائے کا پیالہ لایا تو اباجی نے پیالہ پکڑا اور دِیوار پر دے مارا۔ فرمایا: اتنی دیر سے چائے کے اِنتظار میں بیٹھا ہوں، کوئی آتا ہے، میں سمجھتا ہوں عبدالمجید آ رہا ہے، گدھا آیا، میں نے سمجھا عبدالمجید چائے لا رہا ہے، کتا آیا، میں نے سمجھا عبدالمجید چائے لا رہا ہے۔ مولانا واقعہ سنا رہے تھے اور حضرتؒ مسکرا رہے تھے۔

ایک مرتبہ حضرتؒ پپلاں تشریف لے جا رہے تھے، آپؒ ڈرائیور کے ساتھ اگلی سیٹ پر تشریف فرما تھے، صاحبزادہ عزیز احمد صاحب اور میں پچھلی سیٹوں پر بیٹھے تھے۔ ہم دونوں آپس میں آہستہ آہستہ

باتیں کررہے تھے، کسی بات پر میں نے کہا:

توں ہیں یار میرا پیار میرے ہانیا
تینوں ایویں تے نہیں کول پٹی بٹھانی آں

صاحبزادہ عزیز احمد صاحب یہ شعر سن کر ٹھاہ ٹھاہ ہنسے، حضرتؒ نے پوچھا: کیا بات ہے مجھے بھی بتاؤ! اب میں حضرتؒ کو یہ شعر کیسے سنا سکتا تھا، میں نے فوراً کہا کہ پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کی بیٹھک میں ایک فریم پر یہ شعر لکھا ہوا تھا: ''دھاگے دریاں دے، یار گوانڈھی ہوندے بھاگے بھریاں دے۔'' حضرتؒ نے فرمایا: واہ واہ! یار ایک بار پھر سنا! پھر سنایا، فرمایا: یار ایک بار پھر سنا! تیسری بار سنا اور حضرتؒ برابر محظوظ ہورہے تھے۔ شعر دراصل اشارہ تھا حضراتِ شیخینؓ کی مبارک قبروں کا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر کے ساتھ ہونے پر۔ عام طور پر ٹرکوں کے پیچھے دلدار قسم کے شعر لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی کا شعر سنایا: ''درختاں نے رُکھ ساوے، پتہ نیہوں زندگی دا کیہڑے موڑ تے مک جاوے۔'' ایک مرتبہ ایک ٹرالی سامنے آئی، ٹرالی پر لکھا ہوا تھا: ''کملی دُنیا رِیس کریندی ڈھولے دی'' میں نے حضرتؒ کو متوجہ کیا تو آپ پڑھ کر بہت محظوظ ہوئے۔

جب کبھی ریل یا بس میں ہوتے تو اِصرار فرما کر کھانا منگواتے تاکہ ساتھی بھوکے نہ رہ جائیں، جب چائے راستے میں پینی پڑتی تو بسکٹ پکوڑے وغیرہ ضرور منگواتے تاکہ ساتھیوں کی تواضع ہوجائے۔ خانقاہ شریف میں بابو دلی والے ہوتے تھے، وہ عصر کے وقت خصوصی مصالحوں والی چاٹ بنا کر حضرتؒ کو پیش کرتے، حضرتؒ اکیلے تو کھاتے نہیں تھے، ہمیں بھی کھلاتے۔ بابو صاحب نہیں کھارہے تھے، میں نے پوچھا: بابو صاحب! آپ کیوں نہیں کھارہے؟ تو کہنے لگے: مرغ جو ہوتا ہے وہ مرغیوں کو کھلاتا ہے، خود نہیں کھاتا۔ حضرتؒ بہت ہنسے۔

حضرتؒ کا معمول تھا کہ ملک بھر سے رسالے آتے تھے، ایک مجلس میں عموماً پورا رسالہ پڑھ لیتے تھے، اگر بچ گیا تو دُوسری تیسری مجلس میں مکمل کرلیا۔ جب کہیں نفیس یا لطیف بات سامنے آتی ساتھیوں کو بلند آواز سے پڑھ کر سناتے۔ عموماً حضرت مدنی رحمہ اللہ کے اِرشادات کا مطالعہ فرماتے رہتے تھے۔ بظاہر مطالعہ فرماتے درحقیقت ساتھیوں کی قلبی اِصلاح فرمارہے ہوتے تھے۔ **رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً، اللّٰھم اجعلہ لنا أجرًا وذُخرًا واجعلہ لنا شافعًا ومشفّعًا برحمتک یا ارحم الراحمین وارزقنا شفاعۃ حبیبک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وبارک وسلم یا رَبّ العالمین!**

***

''اب دیکھنے کو جن کے، آنکھیں ترستیاں ہیں!''

سیّد محمد کفیل بخاری، ملتان

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے، وہ اکابر علمائے دیوبند کی اُن گن چنی شخصیات میں سے ایک تھے، جنہوں نے تنہا کئی اِداروں کا کام کیا۔ اُن کی زبان وقلم اور وجود سے مسلمانوں کو ہمیشہ نفع پہنچا۔ انہوں نے مایوسیوں میں اُمیدوں کے چراغ روشن کئے، مصائب ومشکلات میں صبر اور رُجوع الی اللہ کی تلقین کی۔ جہد واِستقامت اور عزم وہمت کا راستہ دِکھایا۔ کفر وارتداد کے خلاف سینہ سپر ہوئے اور فسق وفجور کی تاریکیوں کے ماحول کو اِیمان ویقین، تقویٰ وللّٰہیت اور اِتباعِ سنت کے نور سے منوّر کیا۔

حضرت خواجہ خان محمدؒ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی عظیم رُوحانی شخصیت، خانقاہِ سراجیہ کندیاں کے مسند نشین، متبحر عالمِ دِین، راہِ سلوک وتصوف کے شناور، اور سیادت وقیادت کے ماتھے کا جھومر تھے۔ دراز قد، وجیہ چہرہ، باوقار چال، گفتار وکردار میں اِتباعِ سنت کے امین اور اِشاعتِ اِسلام کی جدوجہد میں اِستقامت وعزیمت کا پہاڑ تھے، مولانا کو دیکھ کر قرونِ اُولیٰ کے مسلمان یاد آتے تھے۔

۱۹۷۰ء میں جمعیت علمائے اسلام کی آئینِ شریعت کانفرنس (لاہور) کی کارروائی اخبارات میں شائع ہوئی تو تصاویر بھی ساتھ چھپی تھیں، اسٹیج پر بیٹھے ہوئے بزرگوں میں ایک حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ تھے۔ میں نے پہلی مرتبہ اخبار کی تصویر کے ذریعے اُن کی زیارت کی۔ میرا زمانۂ طالب علمی تھا اور انہی دِنوں قرآنِ کریم حفظ کیا تھا، مولاناؒ کا چہرہ دیکھ کر فطری طور پر اُن کی شخصیت سے اُنس ہوگیا تھا۔

پہلی مرتبہ بالمشافہ ملاقات وزیارت ۱۹۷۴ء کی تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّت کے دوران فیصل آباد میں ہوئی۔ تب کل جماعتی مجلسِ عمل تحفظِ ختمِ نبوّت کا اِجلاس تھا، اسی پلیٹ فارم سے علماء اور تمام دِینی جماعتیں مشترکہ دِینی جدوجہد کرتے تھے۔ مجلسِ عمل تحفظِ ختمِ نبوّت کے اس اِجلاس کی صدارت حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کر رہے تھے۔ اور راقم، جانشینِ امیرِ شریعتؒ حضرت مولانا سیّد ابوذر بخاریؒ کی رفاقت

میں وہاں موجود تھا۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ جب تشریف لائے تو مولانا سیّد ابوذر بخاریؒ اور آغا شورش کاشمیریؒ جس اِحترام سے انہیں ملے، وہ منظر آج بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کو دیکھ کر اور ان کی مجلس میں بیٹھ کر اِیمان کو جِلا ملتی تھی، قلوب منوّر ہوتے اور آنکھیں ٹھنڈی ہوتی تھیں۔ آج یہ سب لوگ قبروں میں چلے گئے، انہیں نہ پاکر دِل سے ہوک سی اُٹھتی ہے۔ حضرت خواجہ خان محمدؒ ہمارے اسلاف کی باقیات میں سے تھے، اب وہ بھی نہ رہے، خیالات اور تصوّر میں اِک آرزو مچلتی ہے:

ہاں دِکھادے اے تصوّر پھر وہ صبح وشام تُو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تُو

محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کے اِنتقال کے بعد حضرت خواجہ خان محمدؒ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے امیر منتخب ہوئے۔ آپؒ تاحیات اس منصب پر فائز رہے اور تحفظِ ختمِ نبوّت کی عظیم جدوجہد کو بڑی شان اور وقار کے ساتھ انہوں نے جاری رکھا۔ مجھے اسلام آباد کا وہ اِجلاس یاد ہے جب محمد خان جونیجو کی وزارتِ عظمیٰ کے دور میں حضرت خواجہ صاحبؒ کی قیادت میں علماء کا ایک وفد اُن سے ملا اور تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّت کے مطالبات جس جرأت کے ساتھ اُن کے سامنے پیش کئے وہ اپنی مثال آپ تھی۔ ۱۹۸۴ء کی تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّت میں جنرل ضیاء الحق مرحوم سے ''قانونِ امتناعِ قادیانیت'' کا اِجرا بھی حضرت خواجہ خان محمد قدس سرہٗ کے زرّیں کارناموں میں سے ایک ہے۔

تحفظِ ختمِ نبوّت کی اِجتماعی جدوجہد میں حضرت خواجہ صاحبؒ کی بارہا زیارت کا موقع ملا۔ نجی محفلوں میں بھی بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی، اور آپؒ کی صدارت میں خطاب کے امتحانی مرحلے سے بھی گزرا۔ آپؒ کا چہرہ منوّر ہوتا، لبوں پر دائمی تبسم اور محبت کرنے والوں پر خاص توجہ ہوتی۔ آپؒ خطاب نہیں فرماتے تھے، میں نے کبھی انہیں تقریر کرتے نہیں دیکھا، البتہ کانفرنسوں کے اِختتام پر دُعائیہ کلمات اِرشاد فرماتے ضرور سنا۔ بس یہی آپؒ کا خطاب ہوتا تھا۔ مجلس میں عموماً خاموش رہتے، محبت کرنے والوں کی باتیں ضرور سنتے اور آخر میں فرماتے: ''اللہ تعالیٰ خیر فرمائے!'' مجالس کی کیفیت ایسی ہوتی کہ:

یاں لاکھ لاکھ سخن اِضطراب میں
واں اِک خامشی بس ترے جواب میں

لیکن حضرت خواجہ صاحبؒ کی اپنی کیفیت جو بارہا ہم نے محسوس کی، کچھ ایسی ہوتی کہ:

جو ذِکر کی گرمی سے شعلے کی طرح روشن
جو فکر کی سرعت میں بجلی سے سوا

سرگودھا میں ایک مرتبہ حضرتؒ کی صدارت میں مجھے تقریر کرنے کا امتحان دینا پڑا۔ حضرتؒ کو دیکھ کر ذہن بالکل خالی ہوگیا، لیکن تقریر کے لئے کھڑا ہوا تو حضرتؒ نے ایسی توجہ فرمائی کہ طبیعت رواں ہوگئی اور کم وبیش ایک گھنٹہ بیان کی سعادت حاصل ہوئی۔ جلسے سے فارغ ہوکر میں اپنے کمرے میں آ گیا، لیکن جب حضرتؒ واپس جانے لگے تو مجھے ملنے میرے کمرے میں تشریف لے آئے، میں نے عرض کیا: حضرت! مجھے حکم فرماتے، میں حاضر ہوجاتا، فرمایا: ''میں جا رہا تھا، سوچا تمہیں ملتا جاؤں'' اللہ اللہ یہ شفقت!

حضرت خواجہ خان محمدؒ نے ہزاروں دِینی مدارس، دِینی جماعتوں، درجنوں دِینی رسائل وجرائد کی سرپرستی فرمائی۔ حضرت خواجہ صاحبؒ اعلیٰ تحریری ذوق رکھتے تھے، اور مطالعہ بھی خوب فرماتے۔ اِبتدا میں مضامین بھی لکھتے رہے، ادب واِنشا کے رُموز واَسرار سے بخوبی واقف تھے۔ کوئی بیس برس پہلے مجلس احرارِ اسلام کے نامور رہنما مولانا محمد گل شیر شہیدؒ پر برادرِ عزیز ڈاکٹر محمد عمر فاروق کی کتاب شائع ہوئی، راقم نے حضرتؒ کی خدمت میں کتاب کے لئے مقدمہ لکھنے کی درخواست کی، جسے حضرتؒ نے قبول فرمالیا۔ چند روز بعد حضرتؒ نے مقدمہ لکھ کر اِرسال فرمایا اور ساتھ یہ ہدایت بھی تحریر تھی کہ اس تحریر کے کسی لفظ کو نہ بدلا جائے، اسے من وعن شائع کیا جائے۔ ہم تو اس گستاخی کا تصوّر بھی نہیں کرسکتے تھے، شاید کسی بدتمیز نے حضرتؒ کی کسی تحریر کو رَدّوبدل کے ساتھ شائع کیا ہوگا، اس لئے آپؒ نے یہ تنبیہ فرمائی۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کی تحریریں اِنتہائی سادہ، پُرکشش اور دِلوں میں اُترنے والی تھیں، لفظوں کی بنت اور جملوں کی ساخت، ادب کے اعلیٰ معیار کو چھوتی تھی۔

ابنِ امیرِ شریعت حضرت مولانا سیّد عطاء المحسن بخاریؒ نے ۱۹۸۸ء میں ماہنامہ ''نقیبِ ختمِ نبوّت'' کا ملتان سے اِجرا کیا تو حضرتؒ سے سرپرستی ودُعا کی درخواست کی گئی، انہوں نے دُعائیں بھی دِیں اور سرپرستی بھی قبول فرمائی۔ جس کے نتیجے میں الحمدللہ! ''نقیبِ ختمِ نبوّت'' گزشتہ ۲۳ برس سے بغیر کسی ناغے کے مسلسل شائع ہورہا ہے۔

مسجدِ اَحرار چناب نگر میں مجلس احرارِ اسلام کے زیرِ اِہتمام ۱۱، ۱۲/ربیع الاوّل اور مارچ میں سالانہ ختمِ نبوّت کانفرنسیں منعقد ہوتی ہیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ باقاعدگی کے ساتھ اِن میں شریک ہوتے اور ہم اَحرار کارکنوں کی اپنی دُعاؤں سے بھرپور حوصلہ افزائی فرماتے۔ جب تک صحت رہی یہ معمول جاری رہا، اور جب صحت سفر کے قابل نہ رہی تو آپؒ کے فرزندِ ارجمند مولانا عزیز احمد مدظلہٗ شرکت فرمانے لگے اور تاحال اس روایت کو نبھا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، آمین!

میرا بیعت کا تعلق حضرت مولانا عبدالجلیل رائے پوریؒ سے ہے، لیکن حضرت خواجہ صاحبؒ کا اِحترام ہمارے تمام خاندان اور اَحرار حلقے میں ایک مرشد کی حیثیت سے رہا۔ میرے جواں مرگ بھائی سیّد محمد ذُوالکفل بخاری شہیدؒ ہمارے خاندان کے پہلے فرد تھے جنہوں نے حضرت خواجہ خان محمدؒ سے بیعت کی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مرحوم بھائی نے مجھ سے کہا کہ آپ کی حضرت سے بے تکلفی ہے، مجھے حضرت سے بیعت کرادیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ ملتان تشریف لائے ہوئے تھے، دفتر تحفظ ختمِ نبوّت میں ہم دونوں بھائی حاضر ہوئے، حضرت خواجہ صاحبؒ نمازِ مغرب ادا کرکے مسجد سے باہر تشریف لا رہے تھے، میں نے سلام ومصافحہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد عرض کیا کہ حضرت! یہ میرا چھوٹا بھائی ہے، توبہ کے لئے حاضر ہوا ہے، اسے بیعت فرمالیں۔ حضرتؒ نے حیرانی سے دیکھتے ہوئے ایک جملہ اِرشاد فرمایا: ''ایہہ کیا پے کریندے او؟'' (یہ کیا کر رہے ہو؟) یہ معرفت کا جملہ تھا، جسے ہم دونوں بھائی ہی سمجھ رہے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ خاندانِ امیرِ شریعتؒ تو حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے وابستہ ہے اور آپ اس سلسلے کو چھوڑ کر اِدھر آنکلے ہیں۔ یہ بزرگوں کی وضع داری کے نازک معاملات ہوتے ہیں۔ بہرحال حضرتؒ سنن ونوافل سے فارغ ہوئے تو میں نے بھائی کو حضرتؒ کے سامنے آنا کا اِشارہ کیا اور حضرتؒ سے درخواست کی کہ شفقت فرمائیں اور میرے بھائی کو اپنے سلسلے میں قبول فرمائیں۔ حضرتؒ نے ایک شفقت بھری نظر سے دیکھا اور پھر بیعت کرلیا۔ بعد میں خاندان کے دیگر حضرات وخواتین نے بھی حضرتؒ سے بیعت کا تعلق قائم کیا اور اِس کا ذریعہ مرحوم بھائی ذُوالکفل ہی بنے تھے۔ ذُوالکفل تدریس کے شعبے سے متعلق تھے اور سات برس سے سعودی عرب میں انگریزی پڑھا رہے تھے، اب وہ جامعہ اُمّ القریٰ مکہ مکرمہ میں اُستاذ تھے اور حضرتؒ کے مشورے سے ہی سعودی عرب گئے تھے۔ اس عرصے میں حج کے موقع پر حضرتؒ کے ساتھ ہی حج کرتے اور آپؒ کی خدمت میں رہتے۔

ذُوالکفل ایک عرصہ تک حضرت خواجہ صاحبؒ کی مجلس میں خاموش اور چپ چاپ بیٹھتا رہا، حضرتؒ کی توجہات اور فیض خوب لوٹتا رہا:

فیضِ نظر کے لئے ضبطِ سخن چاہئے
حرفِ پریشاں نہ کہہ اہلِ نظر کے حضور

پھر وہ وقت آیا کہ حضرتؒ کی خواہش پر ذُوالکفل گفتگو کرتا تھا اور حضرتؒ سن کر محظوظ ہوتے تھے۔

۱۹۹۲ء میں مجھے حج کی سعادت نصیب ہوئی، حضرت خواجہ صاحبؒ بھی تشریف لائے ہوئے تھے، حرمِ کعبہ میں ملاقات ہوئی تو حضرتؒ نے بہت دُعائیں دیں۔ آپؒ کی عبادت میں خشوع وخضوع کی

خاص کیفیات کا مشاہدہ ہوا، ایک دو مرتبہ حرم شریف سے آپؒ کی رہائش گاہ تک ساتھ جانے کا بھی اتفاق ہوا۔ حضرت حافظ محمد عابد صاحبؒ بھی ساتھ تھے۔ حافظ صاحبؒ عجیب آدمی تھے، فنافی الشیخ تھے، حضرتؒ کو پھولوں کی طرح اُٹھائے پھرتے، کبھی حضرتؒ کی طبیعت ناساز ہوتی تو اُن کی جان پر بن جاتی۔ حافظ صاحبؒ صحیح معنوں میں حضرتؒ کے مزاج شناس تھے۔ ایک مرتبہ میں نے اُن سے عرض کیا کہ چناب نگر میں مجلسِ احرار کی سالانہ ختمِ نبوّت کانفرنس کے لئے حضرت سے وقت طے کرنا ہے۔ فرمانے لگے: فوراً جا کر نئے سال کی ڈائری خرید لاؤ اور جلسے کی تاریخ والے صفحے پر ختمِ نبوّت کانفرنس چناب نگر لکھ کر حضرت کو وہی صفحہ کھول کر پیش کر دو۔ میں نے ایسے ہی کیا۔ حضرتؒ نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا: اِن شاء اللہ ضرور شرکت کروں گا۔ جب وعدہ فرما لیتے تو اُسے بہرصورت پورا فرماتے۔ ایک مرتبہ ملتان دفتر تحفظِ ختمِ نبوّت میں سلام عرض کرنے حاضر ہوا تو حافظ عابد صاحبؒ نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت کی طبیعت ناساز ہے اور شدید بخار ہے، بعض مدارس میں اِجتماعات ہیں جن میں حضرت نے شرکت کا وعدہ کیا ہوا ہے، میں نے نہ جانے کی درخواست کی ہے، لیکن حضرت جانے پر مصر ہیں، تم کوئی منّت سماجت کر دیکھو، شاید مان جائیں۔ میں حاضر ہوا تو حضرتؒ نے اشارہ کر کے مجھے اپنے پاس بلایا اور ساتھ بٹھا لیا، یہ اُن کی بے پناہ شفقت تھی، میں نے ہمت کر کے عرض کیا کہ آپ کی طبیعت ناساز ہے، اس حالت میں جلسوں میں تشریف نہ لے جائیں، صحت ہو جائے تو سفر فرما لیں۔ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: ”میں نے ضرور جانا ہے، وعدہ کیا ہوا ہے۔“ اور پھر اسی حالت میں سب وعدے پورے کئے:

”پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ“

۱۹۸۴ء کے دور میں کل جماعتی مجلسِ عمل تحفظِ ختمِ نبوّت کا ایک اِجلاس لاہور میں منعقد ہوا، مجلس اَحرارِ اسلام کی نمائندگی حضرت مولانا سیّد عطاء المحسن بخاریؒ کر رہے تھے، برادرِ محترم عبداللطیف خالد چیمہ اور راقم بھی موجود تھے، اِحتجاج کے لئے جمعہ کا دِن طے ہو رہا تھا کہ اس دن پورے ملک میں اِحتجاج کیا جائے اور مرکزی اِجتماع لاہور میں ہو، جس میں اہم علماء وخطباء شریک ہوں۔ بعض خطباء نے اپنے اپنے علاقوں میں اپنے خطباتِ جمعہ کی اہمیت بتاتے ہوئے اس تجویز سے اِختلاف کیا کہ ہم سب جمعہ کے روز لاہور میں جمع ہوں تو اس سے ہمارے اِجتماعاتِ جمعہ کا حرج ہوگا۔ میں نے حضرت خواجہ صاحبؒ کو کبھی غصّے میں نہیں دیکھا، لیکن اس روز شدید جلال میں فرمایا کہ: ”تم لوگ اپنے جمعہ کے اِجتماعات تو چھوڑ نہیں سکتے، تحریک کیسے چلاؤ گے؟“ حضرتؒ کا یہ فرمانا تھا کہ سب لوگ خاموش ہو گئے۔

اُن کی شفقتیں غالب تھیں، میرے ساتھ تو بہت ہی محبت فرماتے، چند سال قبل علاج کی غرض سے ملتان تشریف لائے تو کم وبیش پندرہ بیس روز قیام فرمایا، میں اکثر حاضری دیتا اور دُعائیں لیتا۔

حضرتؒ کے فرزندِ اکبر، برادرِ محترم مولانا عزیز احمد مدظلہٗ مجھ سے فرمانے لگے کہ حضرت چپ چپ بیٹھے رہتے ہیں اور کوئی بات کرنے والا نہیں ہوتا، تم آجایا کرو، کوئی بات، کوئی لطیفہ سنادیا کروتا کہ حضرت کی طبیعت بہل جائے۔ چنانچہ میں ہمت کر کے کوئی لطیفہ سنادیا کرتا اور حضرتؒ کی طبیعت میں بشاشت آجاتی۔ انہی دنوں لاہور سے ہمارے احرار رہنما میاں محمد اویس بھی حضرتؒ کی تیمارداری کے لئے ملتان آئے اور میں انہیں ساتھ لے کر حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ حضرتؒ کے چھوٹے فرزند لالہ نجیب احمد جوس کا گلاس لے کر آئے اور عرض کی: باباجی! یہ نوش فرمالیں۔ انہوں نے مسلسل اِصرار کیا تو حضرتؒ نے گلاس ان سے لیا، بسم اللہ پڑھ کر ایک گھونٹ نوش فرمایا اور پھر مجھے عطا فرمایا: ''یہ پی لو!'' اللہ دے اور بندہ لے کے مصداق، میں نے تین سانسوں میں گلاس خالی کردیا۔ یہ حضرتؒ کی نظرِ کرم تھی جو مجھ عاجز کو نصیب ہوئی۔

زندگی کے آخری دنوں میں جب وہ ملتان میں زیرِ علاج تھے، حاضر ہوتا رہا، نقاہت بہت ہوگئی تھی، ایک دن طبیعت بہت بشاش تھی، میں نے اپنے والد ماجد سیّد محمد وکیل شاہ صاحب مدظلہٗ، سیّد عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ، والدہ ماجدہ اور تمام گھر والوں کی طرف سے سلام عرض کیا اور دُعا کی درخواست کی۔ حضرتؒ نے سب کے لئے دُعا فرمائی۔ دوروز بعد ۵رمئی کو بعد نمازِ مغرب اچانک حضرتؒ کے اِنتقال کی خبر سنی تو بہت صدمہ ہوا، ایسے محسوس ہوا کہ شفقت ومحبت کا ایک سایہ سروں سے اُٹھ گیا، اگلے روز خانقاہ سراجیہ کندیاں میں آپؒ کی نمازِ جنازہ میں جس طرح اللہ کی مخلوق پہنچی، اُسے دیکھ کر میں سوچ رہا تھا کہ وہ زندہ تھے تو اللہ کے بندے اُن کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے جوق درجوق آتے تھے، آج وہ اس دُنیا سے چلے تو اس سے کہیں زیادہ ہجوم انہیں رُخصت کرنے کے لئے نمازِ جنازہ میں شریک ہے، اللہ والوں کی شان ہی نرالی ہوتی ہے۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ علماء کی آبرو تھے، اُن کی زندگی میں علماء اُن کے گرد اِکٹھے ہوتے تھے، آج وہ اپنے مرشد ومربی حضرت مولانا خواجہ احمد خانؒ اور حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ کے ساتھ آسودۂ خاک ہیں۔

وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَار

***

اکابر واسلاف کی یادگار

صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی جانشین حضرت مولانا ضیاء القاسمیؒ

شیخ المشائخ، ولی کامل، حضرت خواجہ خان محمدؒ کی وفات کی خبر اُمتِ مسلمہ خصوصاً پاکستان کے مسلمانوں کے لئے نہایت ہی المناک اور اندوہناک صدمے کا باعث بنی، خانقاہِ سراجیہ کندیاں شریف کے سجادہ نشین، عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے امیر حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کی شخصیت ہر دِلعزیز رہی، اور ہمارے والد محترم حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ کے ساتھ حضرت خواجہ صاحبؒ انتہائی محبت اور شفقت فرماتے تھے۔

۱۹۸۴ء میں ختمِ نبوّت کی تحریک میں اکثر مشاوت کی میٹنگیں بیت قاسمی غلام محمد آباد، فیصل آباد میں ہوا کرتی تھیں اور اس کی صدارت حضرت خواجہ خان محمدؒ فرمایا کرتے تھے۔ مولانا تاج محمودؒ اور دیگر اکابرین کی یادیں آج بھی ہمارے ذہنوں میں نقش ہیں۔ ہماری مرکزی جامع مسجد گول غلام محمد آباد کا سنگِ بنیاد بھی حضرت خواجہ خان محمدؒ نے رکھا، انٹرنیشنل ختمِ نبوّت اکیڈمی فیصل آباد کے بھی آپ سرپرست تھے، اور اسی طرح ممتاز علمی ادارہ جامعہ قاسمیہ کی بھی آپ سرپرستی فرماتے تھے۔

ہمارے والد محترم حضرت مولانا ضیاء القاسمیؒ کو یہ اِعزاز حاصل ہے کہ شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمدؒ نے ختمِ نبوّت کانفرنس سیالکوٹ میں مولانا ضیاء القاسمیؒ کی دستار بندی فرمائی۔

اسی طرح ۱۹۸۵ء میں پہلی ختمِ نبوّت کانفرنس لندن میں مولانا ضیاء القاسمیؒ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور ان کی دستار بندی فرمائی۔

۲۰۰۰ء میں ہمارے والد محترم مولانا ضیاء القاسمیؒ صاحبِ فراش تھے، حضرت خواجہ خان محمدؒ اپنے بڑھاپے اور علالت کے باوجود ہمارے والد محترم مولانا ضیاء القاسمیؒ کی عیادت کے لئے بیت قاسمی فیصل آباد تشریف لائے اور مولانا ضیاء القاسمیؒ نے کھڑے ہو کر آپ کا اِستقبال کیا۔ اور حضرت خواجہ خان محمدؒ نے خصوصی دُعا کروائی، یہ دُعا کا منظر تاریخی تھا، اس کمرے میں موجود ہر شخص کی

آنکھوں میں آنسو تھے، اور ایسا محسوس ہو رہا تھا اس دُعا کا ایک ایک جملہ عرش کو چھو رہا ہے اور اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے۔

خواجہ خان محمدؒ کی جدائی بڑی شدت سے ہم محسوس کر رہے ہیں، بہرحال یہی دُنیا کا دستور ہے اور ہمارے رَبّ کا بھی یہی اِعلان ہے: کل نفس ذائقۃ الموت، موت کا ذائقہ ہر نفس نے چکھنا ہے، اور ہر اِنسان کو ایک دن اس دُنیا سے جانا ہے۔ شیخ المشائخ کی زندگی سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دِینِ اسلام کی خدمت خصوصاً عقیدۂ تحفظ ختمِ نبوّت اور مسلمانوں کے تحفظ اور اِصلاح کے لئے منتخب فرما تھا، آپ ایک ممتاز عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ بہت ہی عظیم مربی، رُوحانی شخصیت اور اکابر واسلاف کی یادگار رتھے۔ سنتِ نبوی پر ایسے پختہ، گویا کہ یہی آپ کی زندگی کا سرمایہ تھا۔

موجودہ پُرفتن دور میں آپ کی شخصیت ایک سایہ دار شجر کی مانند تھی، تزکیہ اور اِصلاح کے ساتھ حضرت خواجہ خان محمدؒ پوری دُنیا میں پھیلنے والے فتنوں کا بھی تعاقب کرتے تھے، ہمیشہ مسلمانوں کے ایمان کو نقصان پہنچانے والے فتنوں کے سدِ باب کے لئے گراں قدر خدمات انجام دیں۔

عقیدۂ تحفظ ختمِ نبوّت کے لئے آپ کی خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں، آپ کی امارت میں علماء نے ملکی اور عالمی سطح پر مسلمانوں کو نبوت کے جھوٹے دعویداروں سے آگاہ کرنے اور مسلمانوں میں عقیدۂ ختمِ نبوّت اُجاگر کرنے کے لئے عظیم خدمات سرانجام دیں۔ دُعا ہے اللہ رَبّ العزت ان کے مشن کو جاری رکھنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

حضرت خواجہ خان محمدؒ کے تمام پسماندگان، مریدین، متوسلین اور عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کی قیادت سے حضرت کی رحلت پر افسوس کا اِظہار کرتے ہوئے دُعا گو ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے، اور ہم سب عہد کرتے ہیں کہ عقیدۂ تحفظ ختمِ نبوّت کا جو مشن حضرت خواجہ خان محمدؒ جہاں چھوڑ کر گئے ہیں، ہم اس کو آگے بڑھائیں گے اور ختمِ نبوّت کے پرچم کو کسی صورت سرنگوں نہیں ہونے دیں گے۔

✻✻✻

خانقاہِ سراجیہ کے شیوخ

ابوزبیر قاری محمد زرین نقشبندی، راولپنڈی

بانیٔ خانقاہِ سراجیہ مولانا احمد خانؒ کا بیعت کا تعلق خانقاہ موسیٰ زئی شریف ڈیرہ اسماعیل خان کے بزرگ حضرت خواجہ سراج الدینؒ سے تھا، اس خانقاہ کے بانی حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ تھے، ان کی وفات کے بعد خواجہ محمد عثمان دامانیؒ جانشین بنے، اوران کی وفات کے بعد آپ کے بیٹے خواجہ سراج الدینؒ جانشین بنے تھے، یہ سب حضرات پشتو زبان بولتے تھے، حضرت مولانا احمد خانؒ نے ان کے دستِ مبارک پر بیعت کی، اور یہ رُوحانی اور تصوف کا تعلق اتنا گہرا اور غالب رہا کہ آخر آپؒ نے اپنے علاقے ضلع میانوالی کندیاں کے نزدیک اپنے آبائی علاقے اور زمین پر جب خانقاہِ سراجیہ کی بنیاد رکھی تو اپنے مرشد کے نام پر''خانقاہِ سراجیہ'' نام رکھا، حالانکہ آپ کی مادری زبان پنجابی تھی، لیکن تصوف وسلوک نے ان تمام علاقائی وزبانی فرق کوختم کر کے رکھ دیا۔

حضرت مولانا احمد خانؒ المعروف ''حضرتِ اعلیٰ''

آپؒ کے بیعت اور سلوک کا سلسلہ بہت وسیع ہوگیا تھا، اس وقت تقسیم سے قبل برصغیر بشمول مشرقی پاکستان موجودہ بنگلہ دیش اور پورے ہندوستان میں خصوصاً پنجاب کے علاقے جالندھر، سرہند، ملیرکوٹلہ، اور موجودہ پاکستان میں بڑے بڑے علمائے کرام نے آپؒ کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی۔ اور ان حضرات کی آمد ورفت خانقاہِ سراجیہ میانوالی رہتی تھی، آپؒ کے خلفاء میں سیّد عبدالسلام شاہ آف ڈھاکہ بہت مشہور تھے، بڑی عقیدت سے خانقاہ شریف حاضر ہوتے تھے۔

آپؒ کی وفات

آپؒ کی وفات جون ۱۹۴۱ء کو ہوئی تو آپؒ کے جانشین حضرت مولانا عبداللہؒ المعروف ''حضرتِ ثانی'' مقرر ہوئے، جن کے بارے میں آپؒ نے اپنی زندگی میں واضح ہدایت فرمائی تھی، چونکہ ان کے ہاں اصل معیار اہلیت تھی اس لئے حضرتِ ثانی آپ کے جانشین مقرر ہوئے۔

حضرتِ ثانیؒ کا دورِ خلافت

آپ حضرتِ اعلیٰؒ کی وفات کے بعد جانشین مقرر ہوئے اور آپ کا دورِ خلافت جولائی ۱۹۵۶ء تک ہے، جو تقریباً سولہ سال پر مشتمل ہے۔

علمائے کرام کا آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا

آپ کے دور میں علماء کا رُجوع خانقاہِ سراجیہ کے ساتھ بہت زیادہ رہا، آپ رمضان المبارک گرمی کے زمانے میں ڈھانگری، مانسہرہ میں گزارتے تھے۔ اس زمانے میں حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ نام نہاد پیروں کے بہت مخالف تھے، اپنے معتقدین کے ذریعے مزارات سے بدعات ختم کرتے تھے، آپ کو کسی نے بتلایا کہ مانسہرہ میں کوئی پیر آتے ہیں، چنانچہ آپ ایک مرتبہ بطورِ امتحان اور پرکھنے کے لئے حاضر ہوئے، لیکن جب زیارت ہوئی اور کچھ گفتگو کی تو حقیقت کو سمجھ گئے اور آپ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ چنانچہ مولانا ہزارویؒ کی بیعت کا شہرہ ہوا اور اس طرح ہزارہ میں جید علمائے کرام بھی حضرتِ ثانیؒ سے بیعت ہوئے۔

اس طرح آپ کی آمد راولپنڈی بھی ہوا کرتی تھی، اور آپ کا قیام مولانا محمد عمر صاحب، فاضل دیوبند جو آپ کے مرید تھے، ان کے گھر محلّہ مسلم ہا کی راولپنڈی قیام ہوا کرتا تھا، مولانا عمر صاحب اب بھی حیات ہیں۔ چنانچہ راولپنڈی کے اس وقت کے مشہور عالم دِین مولانا عبدالحنانؒ بالاکوٹی خطیب بھوسہ منڈی صدر، مولانا قاری محمد امینؒ محلّہ ورکشاپ، مولانا عبدالحکیم ہزارویؒ جامعہ فرقانیہ، مولانا حافظ ریاض احمد اشرفیؒ، مولانا محمد رمضان علویؒ بھیرہ، مولانا عبدالغفار پنڈورا راولپنڈی آپ سے بیعت ہوئے، ان حضرات کی گاہے بگاہے خانقاہِ سراجیہ آمد و رفت ہوا کرتی تھی۔

حضرتِ ثانیؒ کا وصال

آخر جولائی ۱۹۵۶ء کو آپؒ کا وصال ہوا، آپ کو حضرتِ اعلیٰؒ کے پہلو میں مزار شریف میں دفن کیا گیا، وفات کے موقع پر بہت بڑا عظیم الشان اِجتماع تھا، حضرتِ اعلیٰؒ کے بعض خلفاء اور حضرتِ ثانیؒ کے مریدین اور علماء موجود تھے، چنانچہ اس موقع پر کچھ حضرات کی رائے مخالف آئی، لیکن حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے تقریر فرمائی اور کہا کہ چونکہ اس کے لئے معیار اہلیت لازمی ہے اس لئے ہم تمام علماء حضرت مولانا خان محمدؒ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ چنانچہ سب نے حضرت خواجہ خان محمدؒ کے ہاتھ پر بیعت کی، اگرچہ بعد میں کچھ اختلاف کے سبب حضرت کو اپنے گاؤں ''ڈنگ'' میں قیام کرنا پڑا، لیکن بہت جلد آپ کو خانقاہ شریف لاکر گدی پر بٹھادیا گیا، اور یہ رُوحانی تعلق خانقاہ شریف کے ساتھ تمام مریدین کا قائم ہوگیا۔

حضرت خواجہ خان محمدؒ کا دورِ خلافت

آپؒ کا دورِ خلافت وسجادہ نشینی جولائی ۱۹۵۶ء سے شروع ہوتا ہے جو تقریباً پچپن سالہ اور بہت بہترین دور گزرا ہے، اس میں حضرت نے خانقاہ شریف کی مسجد، تسبیح خانہ اور متعلقہ مہمان خانے کی زیب وزینت اور تعمیرات میں توسیع فرمائی اور وہ تمام سہولتیں فراہم کیں جو مہمانوں کے لئے ضروری ہوا کرتی ہیں، آپ ہمہ وقت آنے والے مریدین کے ساتھ رابطے میں رہتے تھے، کسی ایک مرید کو بھی یہ شکایت نہیں ملی کہ وہ آیا ہو اور بغیر حضرتؒ کی زیارت اور ان کی صحبت میں بیٹھنا اور اپنی دِلی آرزو بتلانے اور تسلی بخش جواب سے محروم رہا ہو، آپ ہمیشہ خندہ پیشانی سے پیش آیا کرتے تھے، آپ بہت ہی کم گو تھے۔

حضرتؒ سے بیعت کا تعلق

الحمدللہ! کہ بندہ کو قبلہ حضرتؒ سے بیعت کا شرف حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ بانی جامعہ فرقانیہ راولپنڈی کے ساتھ ریل گاڑی میں سفر کر کے کندیاں اسٹیشن سے تین میل خانقاہ شریف تک تو پیدل طے کر کے ۱۹۶۱ء کو بعد نمازِ ظہر حاصل ہوا تھا۔ اس کے بعد سے یہ تعلق اتنا بڑھا کہ سال ۱۹۶۴ء کو پورے سال بندہ نے خانقاہ شریف رہ کر دِینی کتب کی تعلیم حاصل کی، اور فارغ وقت حضرتؒ کی صحبت میں رہنا نصیب ہوا۔

عقدِ مسنون

الحمدللہ! کہ بندہ کا نکاح ہمراہ دختر مولانا عبدالحکیمؒ برموقع سالانہ جلسہ ۱۹۶۴ء قبلہ حضرت صاحبؒ اور حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ نے پڑھایا تھا۔

آخری عشرۂ رمضان میں قرآنِ کریم سنانے کی سعادت

خانقاہ شریف ایک سال تعلیم حاصل کی اور حضرتؒ کی خصوصی شفقت کے نتیجے میں بندہ کو رمضان المبارک کے آخری عشرے میں قرآن سنانے کی سعادت حاصل ہوئی، اور تقریباً بارہ سال تک مسلسل بندہ یہ سعادت حاصل کرتا رہا۔ حضرتؒ کے دورِ خلافت میں خانقاہ شریف میں تین عشروں میں تین قرآن سنائے جاتے تھے، ہر چار رکعت کے بعد مراقبہ پون گھنٹہ، آدھ گھنٹہ کا ہوا کرتا تھا، اور جب وتر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوتے تو سحری کھا کے نمازِ فجر پڑھ کر پھر آرام کیا کرتے تھے۔

الحمدللہ! کہ حضرتؒ کے ساتھ حج کے موقع پر منیٰ، عرفات، مزدلفہ کے علاوہ سعی اور طواف کی سعادت بھی کئی بار حاصل ہوئی، مسجد نبوی شریف، روضۂ اقدس کے صحن میں حضرتؒ کی معیت میں بیٹھنا اور سلام پیش کرنا بھی نصیب ہوا ہے، الحمدللہ علیٰ ذالک!

حضرتؒ کے ساتھ خط وکتابت کا رابطہ

الحمدللہ! کہ بندہ کا تعلق حضرتؒ سے بذریعہ خط وکتابت ہمیشہ رہا کرتا تھا، اس وجہ سے بندہ کے پاس حضرتؒ کے دستِ مبارک کے لکھے ہوئے خطوط کثیر تعداد میں موجود ہیں، جن کو اِن شاء اللہ طبع کرانے کا ارادہ ہے۔

جامعہ فرقانیہ مدنیہ کی سرپرستی

مولانا عبدالحکیمؒ جنہوں نے حضرتِ ثانیؒ سے بیعت کی تھی اور خانقاہِ سراجیہ سے تعلق قائم ہوا تھا، اس کے سبب جب مولانا نے دِینی اِدارہ جامعہ فرقانیہ قائم کیا تو قبلہ حضرتؒ کے دستِ مبارک سے اس کی بنیاد رکھوائی اور پھر جامعہ فرقانیہ حضرتؒ کی قیام گاہ بنا، جب بھی راولپنڈی ومضافات آمد کا پروگرام ہوتا تو حضرتؒ جامعہ ہی میں قیام فرمایا کرتے تھے، یہ اِدارہ آپ کی سرپرستی میں چل رہا ہے، مولانا عبدالحکیمؒ بھی ہمیشہ خانقاہ شریف حاضر ہوتے، دو دو تین تین یوم وہاں قیام کرتے، حالانکہ ۱۹۶۸ء تک کندیاں سے تین میل سفر خانقاہ تک پیدل ہوا کرتا تھا، کوئی روڈ اور ریلوے اسٹیشن نہیں تھا۔ درمیان میں کچھ اختلاف مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور مفتی محمود صاحبؒ کے پیدا ہوئے، بعض لوگوں نے اس کو بہت اُچھالا لیکن مولانا عبدالحکیمؒ نے اپنا تعلق خانقاہ سراجیہ اور حضرتؒ سے اسی طرح قائم رکھا۔

چنانچہ مولانا عبدالحکیمؒ کی جب وفات ۱۱رفروری ۱۹۹۱ء کو ہوئی، رات کو خبر ریڈیو پر نشر ہوئی تو حضرت صاحبؒ خود راولپنڈی تشریف لائے اور مولانا کا جنازہ جو راولپنڈی میں ایک تاریخی جنازہ تھا پڑھایا تھا۔

اکیس سال بعد اولاد کی نعمت نصیب ہونا

بندہ کا نکاح تو حضرتؒ نے ۱۹۶۴ء کو پڑھایا، پھر شادی مئی ۱۹۷۶ء میں ہوئی، اس کے بعد کافی عرصے تک کوئی اولاد نہ تھی، اس کے بعد اولاد کا کچی عمر میں ضائع ہونا شروع ہوا، جس کو ''اٹھرا'' کی بیماری کہتے ہیں، آخر اللہ کریم نے فضل فرمایا اور قبلہ حضرتؒ کی خصوصی دُعاؤں اور رُوحانی علاج کے سبب بندہ کو بیٹا محمد زبیر جنوری ۱۹۸۹ء کو نصیب ہوا، اڑھائی سال کا ہوا تو حضرتؒ ہی نے اس کو بسم اللہ کروائی، الحمدللہ! یہ بیٹا حافظِ قرآن ہے، اور شادی ہونے پر اللہ کریم نے بندہ کو پوتے سے بھی نواز دیا جو حضرتؒ کی دُعاؤں کی برکت ہے۔

سالانہ ختمِ نبوّت چناب نگر میں حضرتؒ کی خصوصی شرکت اور اپنے نواسے سعد احمد کا نکاح پڑھانا

قبلہ حضرتؒ بیماری کے سبب کئی سالوں سے سالانہ ختمِ نبوّت کانفرنس چناب نگر میں شریک نہیں ہوسکے تھے، لیکن عجیب اتفاق ہے ستمبر ۲۰۰۹ء کی سالانہ کانفرنس میں آپ کے شدید اِصرار پر

صاحبزادگان آپ کو شرکت کے لئے لائے اور آپ شرکت کے لئے تشریف لاتے ہوئے سرگودھا میں جہاں صاحبزادہ خلیل حمد کے بیٹے سعد احمد جو حضرتؒ کے پوتے ہیں ان کا نکاح پڑھایا جو شاید بندہ کے علم کے مطابق آخری نکاح پڑھایا تھا، بعد میں ایک ماہ بعد ان کی شادی بھی آپ کے سامنے ہوئی۔ آپ شدید اِصرار پر کانفرنس میں شریک ہوئے، الحمدللہ! کہ بندہ کو اس موقع پر حضرتؒ کو ان کے کمرے میں دو تین نمازیں پڑھانا نصیب ہوئی تھیں۔ بعد نمازِ عشاء جب کانفرنس خوب جوبن پر تھی اور کثیر تعداد میں پورے ملک سے دِین دار طبقہ اور علمائے کرام کی بڑی تعداد شریک تھی، اچانک آپ کو کرسی پر بٹھا کر اسٹیج پر لایا گیا، آپ نے صدارت فرمائی، کافی دیر تک شریک ہوئے، پھر آپ کو واپس کمرے میں لے جایا گیا، یہ حضرتؒ کا آخری جلسہ ختمِ نبوّت میں شرکت اور کرسی صدارت پر تشریف فرما ہونا تھا۔

جب آپ ختمِ نبوّت کے امیر مرکزیہ بنے جو تقریباً تینتیس سال پر مشتمل ہے، رات دن ختمِ نبوّت اور ردِّ قادیانیت کے لئے سرگرم رہے، جتنا کام آپ کی امارت میں ہوا ہے، یہ ایک تاریخی مثال ہے۔

آپؒ کا علاج کے لئے ملتان سیال میڈیکل سینٹر منتقل ہونا

ضعف وکمزوری تو آپؒ کو کئی سالوں سے تھی، لیکن آخری ایام میں جب شدت آئی تو آپ کو خود صاحبزادگان نے خون دیا جو آپؒ کو لگایا گیا، لیکن کمزوری بڑھتی گئی، آخر آپ کو ۲۷ راپریل ۲۰۱۰ء کو بذریعہ ہوائی جہاز ملتان لے جایا گیا، اور وہاں آپ سیال میڈیکل سینٹر میں داخل کئے گئے، وہاں کے علاج سے کچھ بہتری آئی، معتقدین نے ملتان کا رُخ کیا، بندہ نے اپنے پیر بھائی حضرات سے رابطہ کیا کہ زیارت کے لئے جائیں، لیکن جب اِکٹھے جانے کی شکل نہ نکلی تو آخر بندہ راولپنڈی سے ڈائیوو بس میں ۴ رمئی رات دس بجے سوار ہوا اور چار بجے صبح ۵ رمئی کو پہنچا، اور سیدھا سیال کلینک حاضر ہوا، اس وقت صرف کھڑکی میں شیشے کے ذریعے حضرتؒ کی زیارت ہو رہی تھی، بندے نے زیارت کی اور سیدھا ختمِ نبوّت دفتر گیا، وہاں آرام کیا، مولانا عزیزالرحمٰن صاحب سے شرفِ ملاقات ہوا، اور کراچی کے احباب سے ملاقات ہوئی، جس میں مبلغ ختمِ نبوّت قاضی احسان احمد بھی موجود تھے۔

وصال کے دن زیارت اور حضرت سے ہم کلام ہونے کی سعادت

۵ رمئی کو ڈیڑھ بجے بندہ دُوسرے احباب کے ساتھ دوبارہ حاضر ہوا، عام ملاقات اسی طرح کھڑکی سے ہو رہی تھی، محترم لالہ عزیزاحمد نے پہلے قاضی احسان احمد مبلغ ختمِ نبوّت کراچی کو اندر بلایا، وہ فارغ ہوکر باہر آئے، تو بندے کو کمرے میں اندر بلایا، جب بندہ حضرتؒ کے سامنے کھڑا ہوا تو لالہ عزیزاحمد نے عرض کیا کہ قاری زرین راولپنڈی سے حاضر ہوا ہے، حضرتؒ نے نہایت شفقت اور محبت

سے دیکھا اور فرمایا: خیریت ہے! بندہ نے عرض کیا کہ خیریت ہے، سلام کے لئے اور زیارت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ پھر بندہ باہر آیا اس طرح یہ حضرتؒ کی آخری زیارت اور شرفِ ہم کلامی تھا۔ پھر بندہ واپس دفترختمِ نبوّت ان ساتھیوں کے ساتھ آیا اور ڈائیوو اڈّا سیٹ کی معلومات کیں، انہوں نے چار بجے کا بتلایا، بندہ سیدھا اڈّے پر گیا ٹکٹ لیا، ہماری بس روانہ ہوگئی۔

حضرتؒ کے وصال کی افسوسناک اطلاع

ہماری بس جھنگ صدر آٹھ ساڑھے آٹھ بجے پہنچی، وقفے کے بعد پھر روانہ ہوئی تو اس دوران محترم قاری عبدالخالق نیولالہ زار راولپنڈی نے حضرتؒ کے وصال کی اِطلاع دی اور دس منٹ بعد بندہ کے بیٹے قاری محمد زبیر نے جامعۃ الرشید کراچی سے اطلاع دی کہ میرے پاس ایک ساتھی کا یہ افسوسناک میسیج آیا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! پھر بندہ نے محترم صاحبزادہ عزیز احمد سے تصدیق کی۔ اسی بس سے ایک بجے راولپنڈی گھر آیا، آرام کیا، بعد نمازِ فجر دیگر احباب جن میں جامعہ فرقانیہ کے شیخ الحدیث مولانا قاضی مشتاق احمد، عزیزم راشد یوسف، مولانا احسان الحق، مولوی زاہد اور مولانا مشتاق صاحب کے معتقدین کی کافی تعداد تین گاڑیوں میں ہم خانقاہ شریف کندیاں کے لئے روانہ ہوئے، دس بجے جب پہنچے تو آگے خانقاہ کے چاروں طرف انسان ہی انسان اور گاڑیاں کھڑی تھیں، جیسے وقت گزرتا رہا یہ تعداد بڑھتی گئی، جنازے کا وقت دو بجے کا تھا، لیکن انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا جو قابو میں نہیں آرہا تھا، خانقاہ شریف کے اور گھروزمین سے گندم کی کٹائی ہوگئی تھی، ٹریکٹر کے ذریعے جگہ ہموار کی گئی تھی۔ حضرت کا جنازہ صاحبزادہ خلیل احمد صاحب نے پڑھایا۔

اس صدی کا تاریخی ومثالی جنازہ

جنازے میں شرکاء کی تعداد لاکھوں سے کم نہیں ہوگی، رائے ونڈ کے اِجتماع کا سماں تھا، بے شمار علماء اور حضرتؒ کے مریدین وہ تھے جنہوں نے حضرتؒ سے اپنے اپنے علاقے اور شہروں میں حضرتؒ سے بیعت کی تھی لیکن وہ موقع پر خانقاہ شریف حاضر نہیں ہوئے تھے وہ جب جنازے میں شریک ہوئے اور خانقاہ شریف کی وسیع وعریض مسجد اور ملحقہ خانقاہ کی عمارت اور منظر دیکھا تو دنگ رہ گئے، اور افسوس کرتے رہے کہ کاش! ہم پہلے کیوں نہیں حاضر ہوئے؟ اِمام احمد بن حنبلؒ کا قول اس موقع پر صادق آیا کہ ’’ہمارے حق پر ہونے کا فیصلہ ہمارا جنازہ کرے گا۔‘‘

تدفین

حضرتؒ کی تدفین مزار شریف میں حضرتِ اعلیٰؒ کے ساتھ حضرتِ ثانیؒ کی قبر کے پہلو میں جو

پہلے سے جگہ رکھی گئی تھی وہاں حضرتؒ کی تدفین ہوئی۔ یہ مزار بالکل سادہ ہے، کوئی گنبد یا کوئی امتیازی نشان نہیں لگایا گیا، صرف چار دیواری پانچ فٹ کی گئی ہے۔ مزار کے جنوب میں حضرتِ اعلیٰؒ اور حضرتِ ثانیؒ اور دیگر مریدین کی قبور ہیں، بعض ایسے خدام کی قبور بھی ہیں جنہوں نے ساری زندگی خانقاہ شریف میں گزاری اور وہیں فوت ہوئے اور اپنے بزرگوں کے قدمین میں مدفون ہوئے ہیں۔

قبلہ حضرتؒ کی کرامت

حضرتؒ کی عمر ماشاء اللہ ۹۰ سال تھی، الحمدللہ! آخر وقت تک حضرتؒ کی یادداشت، قوتِ سماعت وبصارت صحیح سالم تھی، اور آخر وقت تک نماز باجماعت کا پورا اِہتمام رہا، کوئی نماز بغیر جماعت کے نہیں پڑھی، نہ کوئی نماز قضا ہوئی۔

محترم صاحبزادہ خلیل احمد کی دستار بندی

بندہ کے ساتھ دیگر حضرات تو جنازے کے بعد واپس ہوگئے، بندہ نے خانقاہ شریف میں قیام کیا، دُوسرے روز بروز جمعہ تمام صاحبزادگان سے فرداً فرداً تعزیت کی، جمعہ کے دن بعد نمازِ عصر ختمِ خواجگان کے بعد حضرتؒ کے خلفاء: حاجی عبدالرشید صاحب رحیم یارخان، مولانا عبدالغفور ٹیکسلا، مولوی محبّ اللہ لورالائی والے، اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب تمام صاحبزادگان اور مسجد میں حاضرین کی کثیر تعداد کے سامنے صاحبزادہ خلیل احمد صاحب کی دستار بندی کی گئی اور اس طرح ان کو حضرتؒ کا جانشین مقرر کیا گیا۔ اللہ کریم خانقاہ شریف کے فیض کو اس طرح جاری وساری رکھے جس طرح پہلے بزرگوں اور خصوصاً حضرت خواجۂ خواجگانؒ کے دورِ خلافت میں فیضِ عام رہا۔

قبلہ حضرتؒ کے ساتھ ۴۹ سالہ تعلق

الحمدللہ! کہ بندہ کا قبلہ حضرتؒ سے ۱۹۶۱ء میں بیعت کے ساتھ جو تعلق قائم ہوا تھا، وہ حضرتؒ کے وصال کے دن ۵رمئی ۲۰۱۰ء بروز بدھ تک قائم رہا، حضرتؒ کی زیارت اور شرفِ کلامی کی سعادت نصیب ہوئی، اِن شاء اللہ خانقاہ سراجیہ کے ساتھ اسی طرح تعلق تا زندگی قائم رہے گا۔

آخری آرزو

بندہ کی آرزو ہے کہ جس طرح دُنیا میں قبلہ حضرتؒ کے ساتھ اتنا طویل تعلق قائم رہا، اللہ کریم محض اپنے فضل وکرم کے ساتھ آخرت میں بھی حضرتؒ کے ساتھ رکھے، آمین یا ربّ العالمین!

***

دِلوں کے حکمراں!

مولانا مشتاق احمد چنیوٹی

احقر نے جب سے ہوش سنبھالا، مخدوم العلماء حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کی زیارت کا شرف حاصل کرتا رہا، وہ اس طرح کہ چنیوٹ میں مجلس تحفظ ختم نبوّت پاکستان کے زیرِ اہتمام سالانہ تحفظِ ختمِ نبوّت کانفرنس منعقد ہوا کرتی تھی۔ یہ کانفرنس تین دن رات مختلف وقفوں کے ساتھ جاری رہتی تھی، نامور علمائے کرام، مشائخ عظام اور سیاست دان اس سے خطاب فرمایا کرتے تھے۔ احقر کے والد محترم مدظلہٗ بڑی پابندی سے ہر سال یہ کانفرنس مکمل طور پر سنتے تھے۔ احقر کا لڑکپن کا دور تھا، محترم والد صاحب مجھے بھی ساتھ لایا کرتے تھے۔ اس کانفرنس نے احقر کے دِل و دِماغ پر انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ یہ کانفرنس تقریباً ۴۰ سال آب وتاب سے منعقد ہوتی رہی۔ ۱۹۸۴ء کے بعد یہ کانفرنس مسلم کالونی چناب نگر منتقل کر دی گئی، الحمدللہ! ہر سال وہاں بھی حاضری کا موقع ملتا ہے۔ تقریباً ہر سال حضرتِ اقدس خواجہ خان محمدؒ کی زیارت کا شرف حاصل کرتا رہا۔ آپؒ کا کبرسنی، ضعف اور عوارضات کے باوجود اِستقامت کے ساتھ چار پانچ گھنٹے مسلسل کانفرنس کی صدارت فرمانا احقر کے لئے ہمیشہ حیران کن معاملہ رہا، یہ آپؒ کی رُوحانی قوت ہی تھی، ورنہ اس عمر میں اتنی مشقت عام آدمی کے بس کی بات نہیں۔

سفیرِ ختمِ نبوّت مولانا منظور احمد چنیوٹی مرحوم کے دارالعلوم دیوبند میں دیئے گئے لیکچرز پر مبنی ایک مجموعہ ''رَدِّ قادیانیت کے زَرّیں اُصول'' کے نام سے ۱۹۹۹ء میں زیرِ ترتیب تھا، اور وہ اس کتاب پر نامور علماء ومشائخ سے تقریظات لکھوا رہے تھے، آپؒ نے اپنے شاگرد حافظ محمد طارق کو مسوّدہ دے کر حضرت خواجہ صاحبؒ کے پاس خانقاہِ سراجیہ بھیجا، احقر کو علم ہوا تو میں نے اپنا ایک مسوّدہ بھی دیا۔

حضرت خواجہ صاحبؒ نے خصوصی شفقت فرمائی اور اپنے دستِ مبارک سے دونوں مسوّدوں پر تقریظیں تحریر فرمادیں۔ احقر کی کتاب جب شائع ہوگی تو اِنشاء اللہ اس تقریظ کا عکس تبرکاً ساتھ شائع کیا جائے گا۔

احقر کا یہ المیہ ہے کہ حضرت خواجہ صاحبؒ سے ذاتی طور پر اِستفادہ نہیں کرسکا، رضائے الٰہی پر راضی رہنے کے باوجود اپنی محرومی کا قلق تازیست رہے گا، فللّٰہ الأمر من قبل ومن بعد!

گزشتہ سال حضرت خواجہ صاحبؒ ختمِ نبوّت کانفرنس چناب نگر میں تشریف لائے، آپؒ کی صحت کی کیفیت معلوم ہونے کے باوجود کسی صاحب نے نمازِ جمعہ کے بعد عقیدت کے جوش میں اِعلان کردیا کہ حضرت خواجہ صاحب دُعا کرائیں گے۔ حضرتؒ نے اپنی علالت وضعف کے باعث صرف دو دُعائیہ جملے پڑھ کر دُعا ختم کردی، تب احقر کا دِل آپؒ کے بڑھاپے پر بہت افسردہ ہوا۔

تقریباً ایک ہفتہ ملتان میں زیرِ علاج رہنے کے بعد ۵ رمئی ۲۰۱۰ء کو آپؒ اِنتقال فرماگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون! نمازِ جنازہ میں شرکت کے لئے جامعہ اسلامیہ امدادیہ چنیوٹ کے ناظمِ اعلیٰ مولانا سیف اللہ خالد صاحب کی قیادت میں دو بسوں کا قافلہ چنیوٹ سے روانہ ہوا، اس قافلے میں احقر بھی شامل تھا۔ کندیاں موڑ پر پہنچے تو ہجومِ عاشقاں کا اندازہ ہوا، لیکن جنازہ گاہ میں پہنچنے کے بعد پتا چلا کہ پہلا اندازہ غلط تھا، ہرطرف سر ہی سر تھے۔ محتاط اندازہ بھی لگایا جائے تو مجمع کئی لاکھوں پر مشتمل ہوگا۔ اِمام احمد بن حنبلؒ کی طرف ایک جملہ منسوب ہے کہ ہماری وفات کے بعد لوگوں کو پتا چلے گا کہ ہم کیا تھے، بشرطیکہ صحتِ مقولہ، یہ جملہ اگرچہ اِمام احمدؒ نے اپنے متعلق کہا، لیکن درحقیقت ہر اللہ والے پر منطبق ہوتا ہے، حضرت خواجہ صاحبؒ کا جنازہ دیکھ کر بےساختہ دِل نے اس جملے کی صداقت کی گواہی دی۔

تحفظِ ختمِ نبوّت کے حوالے سے حضرت خواجہ صاحبؒ کی خدمات کا تفصیلی جائزہ دیگر اہلِ علم پیش کریں گے۔ احقر صرف اتنا عرض کرتا ہے کہ آپؒ کی خدمات کا دائرہ تمام دُنیا پر محیط ہے۔ آپؒ نے تحریکِ ختمِ نبوّت ۱۹۵۳ء میں حصہ لے کر کم وبیش تین ماہ قید کاٹی، مجموعی طور پر بھی خانقاہِ سراجیہ کے مشائخ اور ان کے مریدانِ باصفا متحرک رہے۔

خانقاہِ سراجیہ کے اس اِعزاز میں اس وقت مزید اِضافہ ہوا جب حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ نے مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کی نائب امارت قبول کی، ۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت کے وقت آپؒ مجلس کے نائب امیر، اور ۱۹۸۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت کے وقت امیرِ مرکزیہ تھے، مجلس تحفظ ختمِ نبوّت نے آپؒ کے دورِ امارت میں مثالی کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ آپؒ کی بےلوث خدمات سے تاریخ کے صفحات ہمیشہ جگمگاتے رہیں گے:

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را!

***

سایۂ رحمت

مولانا عبدالوحید قاسمی

حضرت خواجہ صاحبؒ نے جہاں عقیدۂ ختمِ نبوّت کے لئے عظیم الشان کام سرانجام دیا اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک وہاں حضرت خواجہ صاحبؒ ہزاروں مدارسِ دینیہ کی سرپرستی کرتے کرتے چل بسے۔ مدارسِ دینیہ سے قلبی لگاؤ آخری دَم تک رہا، وہ جب بھی کسی مدرسے میں حاضر ہوتے تو ان کی خوشی دیدنی ہوتی تھی اور ان کا دِل باغ و بہار کا منظر پیش کرتا، اور مدرسہ اور مدرسے کے اساتذۂ کرام اور طلبۂ عظام کو خصوصی دُعاؤں کے تحفے سے نوازتے، ان کے لئے یہ کہنا بے جانہ ہوگا:

النظم عقد الدامع من أجل غارب
وجية كريم بالمدارس راغب
زویرانہ گزر کردی عفاک اللہ وخبر ندہی
لقائے دلربا کردی مگر حال پریشانم
ہنوز خود منور کن الٰہی تربت پاکش
زنور علوش بیرہ ور فرما دل وجانم
چمن ویران است واہلِ گلشن دربدر آفتاں
چہ افتاد ست یارنم من از جان بیزارم

اے غمِ جاناں اے غمِ جانم
دِل ہے پُر خوں آنکھیں پُر نم
قطبِ زمانہ غوثِ یگانہ
رشکِ جنیدؒ وشبلیؒ وادہمؒ
فانی فی اللہ باقی باللہ
ختم انہیں پر ان کا عانم
ایسا عارف ایسا مرشد
ڈھونڈ نہ پائے عالم عالم

تجھ سا دیکھا نہ تجھ سا پایا اُتر، دکھن، پورب پچھم
لاکھوں دلبر لیکن پھر بھی تیرا عالم تیرا عالم

اور یہ حقیقت ہے:

نہ کتابوں سے نہ کالج کے دَر سے پیدا
دِین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

شیخ المشائخ، خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ امیرِ مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت پاکستان کا اس فانی وعارضی دُنیا سے کوچ کر کے عالمِ بقاء کی طرف منتقل ہونا یہ عظیم سانحہ ہے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ علمائے دیوبند کے اسلاف کا عملی نمونہ تھے، آپؒ اس وقت ملکِ پاکستان میں امن وآشتی کی بنیاد تھے، ان کی رحلت سے یہ امن وآشتی کی بنیادیں منہدم ہوگئی ہیں۔

پورے ملک اور بیرونِ ملک کی فضا، بلکہ عرب وعجم کی سوگوار فضا اس کا ثبوت ہے، اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اور واضح طور پر محسوس ہوگا، جب ہم جنازے کے لئے خانقاہ پہنچے تو خانقاہ مدرسہ اور مسجد اور حجرۂ خاص جہاں آپؒ اللہ کو یاد کیا کرتے تھے، اور تحفظِ ختمِ نبوّت اور پوری اُمتِ مسلمہ کے لئے پُرسوز دُعا کیا کرتے تھے، اور یہ سلسلہ پون صدی تک جاری رہا، جب میں نے اس سوگوار فضا کا جائزہ لیا تو یوں محسوس ہوا کہ جس کے بارے میں کیا خوب کہا گیا تھا:

ام الخیام فانہا کخیامھم
وارئ رجال الحی غیر رجالھا

اور یہ واضح حقیقت ہے کہ جو بھی اس دُنیا میں آیا وہ ضرور لوٹ کر گیا ہے، مگر موت موت میں فرق ہے، کسی کی موت تنہا ہوتی ہے، کسی کی موت پورے علاقے کی موت ہوتی ہے، کسی کی موت ایک جماعت اور گروپ کی ہوتی ہے، کسی کی موت ایک ملک کی موت ہوتی ہے، مگر خواجہ خان محمد صاحبؒ سچے عاشقِ رسولؐ جیسے عالم باعمل، باصفا، باکردار لوگوں کی موت کو یہ کہا گیا اور یہ سچ کہا گیا: موت العالِم موت العالَم۔

اس پر قرآنی حکم ہے: ”فصبر جمیل“ صبر اور سکون کا یہ عظیم نسخہ ہے، اور اسی لئے کہا گیا ہے:

لو کان فی الدنیا بقاء لساکنا
لکان رسول اللہ فیھا مخلد

حضرت خواجہ صاحبؒ سچے عاشقِ رسولؐ تھے، جن ایام میں اسلام آباد کی جماعت کی طرف سے ڈاکٹر یونس شیخ ملعون گستاخِ رسول کا مقدمہ چل رہا تھا، تو خواجہ صاحبؒ اسلام آباد تشریف لائے تو

جماعت کی طرف سے خواجہ صاحبؒ کو اس کیس کے بارے میں تفصیلاً بتایا گیا اور دُعا کی درخواست کی گئی تو خواجہ صاحبؒ نے اِرشاد فرمایا: اِرتداد موجود ہے، صدیقِ اکبرؓ موجود نہیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے دُعا فرمائی اور الحمدللہ بہت جلدی اس کو سزائے موت ہوئی۔ وہ اپنے انداز میں یوں گویا تھے:

رشتہ نہ ہو قائم جو محمد ﷺ کی وفا کا
پھر جینا بھی برباد، مرنا بھی اکارت
زندگی کچھ بھی نہیں تیری محبت کے بغیر
اور بے رُوح محبت ہے اطاعت کے بغیر

حضرت خواجہ صاحبؒ جیسے باکمال لوگ صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

❋

۹۸ فیصد عوام کی اصلاح کی ضرورت

پاکستان کی ۹۸ فیصد عوام مروّجہ تعلیم حاصل کر کے ملکی نظم و نسق سنبھالتی ہے، اور دو فیصد لوگ دِینی تعلیم حاصل کر کے قرآنی علوم اور مسجد کی تعمیر و توسیع پر مصروف ہیں۔ ۹۸ فیصد عوام کی اِصلاح کی سخت ضرورت ہے۔ آپؒ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا فرمان کئی بار سناتے تھے کہ اپنے بچوں کو فوج میں داخل کراؤ، تمہارے کام آئیں گے۔ پاکستان کی سیاسی زندگی میں ساٹھ فیصد مدت تک مارشل لاء نافذ رہا، اگر دِین دار لوگ فوج میں ہوتے تو ملک کی ترقی کا رُخ اور طرف ہوتا، لال مسجد کی تباہی فوج کے ہاتھوں نہ ہوتی۔ بلوچستان، وزیرستان اور سوات میں مساجد اور مدارس کی تباہی فوج کے ہاتھوں نہ ہوتی، لاکھوں بناتِ اسلام عارضی کیمپوں میں رہائش پر مجبور نہ ہوتیں، ملک میں انڈین فلموں، فیشنوں کو جگہ نہ ملتی، مغربی ممالک سے بے حیائی کا طوفان بلا روک ٹوک نہ آتا، قومی خزانے کے اربوں روپے فوجی افسران ہڑپ نہ کر جاتے۔

ایک چراغ اور بجھا

ڈاکٹر سیّد محبوب

مجھے ان سے براہِ راست گفتگو کا موقع تو کبھی نہ مل سکا، اور نہ ان کی صحبت سے براہِ راست اِستفادہ کرنے کا موقع مل سکا۔ بچپن سے انہیں اکثر جلسوں کی صدارت کرتے ہوئے دیکھتا رہا، ان کی شخصیت میں کمال کا رُعب، دبدبہ اور جلال ہونے کے باوجود انہیں دیکھ کر عجیب طمانیت محسوس ہوتی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ شدید گرم موسم میں ایک ٹھنڈے پانی کے چشمے کی مانند ہیں، جس سے مسافر اپنی اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ بہت خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس چشمے سے براہِ راست فیض حاصل کیا، اپنی پیاس بجھائی اور اپنی آنکھوں کو سرور پہنچایا۔ ہم جیسے نالائقوں کے لئے صرف یہی کافی تھا کہ ہم حضرت جیؒ کے وجود کو اُمت کے لئے ایک بڑی نعمت تصور کرتے تھے۔ ان سے دُور ہونے کے باوجود ان سے قربت کا اِحساس رہتا تھا۔

حضرت خواجہ خان محمدؒ ان سجادہ نشینوں سے بہت مختلف تھے جن کے شاہانہ ٹھاٹ باٹ دیکھ کر ہر کوئی حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ ایک جانب ایسے سجادہ نشینوں کی کمی نہیں جو لینڈ کروزروں میں سینکڑوں گاڑیوں کے جلوس اور اسلحہ بردار مریدوں کے جھنڈ میں سفر کرتے ہیں، جنہیں عام انسان کمّی اور گھٹیا مخلوق محسوس ہوتے ہیں۔ اعلیٰ محلات نما بنگلوں میں رہنے والے یہ سجادہ نشین مرغن غذائیں کھاتے ہیں، اور درس دیتے ہیں تصوف اور ترکِ دُنیا کا۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ قحط الرجال کے اس دور میں حقیقی اللہ والے تھے، وہ قافلۂ ولی اللّٰہی کے علمی و رُوحانی کاروان کے سالار تھے، وہ اکابر علمائے دیوبند کی نشانی اور رُوحانی سمندر کے دورِ جدید کے امیر البحر تھے۔

ان کی فقیری اور بوریا نشینی میں ایسی شاہی تھی کہ جسے صرف اہلِ دِل ہی سمجھ سکتے تھے۔ دُنیاوی آسائشوں، منصبِ جاہ وجلال کے حصول سے دُور رہنے کے باوجود وہ محض گوشہ نشین بزرگ نہیں تھے، اور جب بھی باطل کو للکارنا ہوتا تو وہ خانقاہ سے نکل کر رسمِ شبیری ادا کرتے اور باطل کے خلاف اُٹھنے والی ہر

تحریک کی سرپرستی فرماتے۔ منکرینِ ختمِ نبوّت پر تو ان کوکوڑا خصوصی طور پر برستا تھا۔ وہ حلقۂ یارانِ اہلِ حق کے لئے ابریشم کی طرح نرم اور رزمِ حق و باطل میں فولاد کی طرح تھے۔ اہلِ دولت و ثروت اور لالچ و حرص کے دریا ان کی ٹھوکر سے دو نیم تھے، اور سیاسی مرتبے کے اُونچے پہاڑوں کا رُعب و دبدبہ ان کی دِینی و رُوحانی ہیبت کے سامنے رائی کی طرح تھے۔ ان کی خاموشی سمندر کی اس تہ کی مانند تھی جس میں علم، حکمت، دانائی، خوفِ خدا، تقویٰ، للّٰہیت کے موتی ہی موتی تھے، وہ محض گھن گرج کے انسان نہیں تھے، لیکن ان کے فیض کا بادل امیر و غریب، چھوٹے بڑے، عالم جاہل، اپنے پرائے سب پر برستا تھا۔

حضرتؒ کے متعلق ثقہ لوگوں سے جتنا کچھ سنا، اس کے مطابق ان کی راتیں اپنے رَبّ کے حضور سجدوں میں اور تنہائی میں اللہ سے مانگنے، گڑگڑانے اور راز و نیاز میں گزرتی تھیں۔ میانوالی کی میٹھی ٹھنڈی سرائیکی اور دھیمے لہجے میں گفتگو کرنے والے یہ بزرگ ملک کے دِینی، علمی و رُوحانی حلقوں کے لئے روشنی کا وہ منبع تھے جن کی صحبتوں، دُعاؤں اور اقوال سے دِلوں کی تاریکیاں دُور ہوتی تھیں۔ ان کی صحبت اللہ کی جانب متوجہ کرنے، تزکیۂ نفس اور رُوحانی فیض کا بڑا ذریعہ تھی۔ ان کی وفات ملک کے علماء، صلحاء، بزرگ، مجاہدین، داعیانِ حق کے لئے بہت بڑا نقصان تو ہے ہی لیکن ان کی وفات سے ہم جیسے عامی و ناکارہ لوگوں کو بھی یہ محسوس ہوتا ہے کہ ایک سایہ تھا جو نہ رہا۔ اللہ والوں کے وجود کا اِحساس بھی دِلوں کو ٹھنڈک دیتا ہے۔ اس پُرآشوب دور میں جب ہر طرف جھوٹ، مکر و فریب کے جال بچھے ہوئے ہیں، جب دِین کو مٹانے، دِینی مدارس کے خاتمے کی تدابیر عالمی منصوبہ سازوں کے محلات سے ہدایت نامے کی شکل میں نکل کر ان کے مقامی نمک خواروں کے ذریعے وطنِ عزیز کے پالیسی سازوں کا مقصد و محوَر بن چکی ہیں، ایسے میں خواجہ خان محمد صاحبؒ کی شخصیت اُمید کی وہ چمک تھی جس کے ذریعے اِحساس ہوتا کہ ایسے اللہ والوں کی موجودگی اور دُعاؤں کے ہوتے ہوئے باطل کی سازشیں کامیاب نہیں ہوسکتیں۔

حضرتؒ کی وفات سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اِک شجرِ سایہ دار تھا جو نہ رہا۔ اب اہلِ حق کو فتنوں اور سازشوں کی دُھوپ میں اپنی دستاروں کو سنبھال کر محتاط ہوکر چلنا ہوگا۔ اپنے اِنتشار کو ختم کرکے اِتحاد و یکجہتی و یگانگت کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ اہلِ حق کو مٹانے، ختم کرنے کے کئی منصوبے تو ناکام ہوچکے ہیں، شاید اس ناکامی کی وجوہ میں علمائے حق کی عملی جدوجہد کے ساتھ ساتھ حضرتؒ کی دُعائیں بھی شامل تھیں۔ لیکن اب بھی کئی خطرناک منصوبے زیرِ غور ہیں۔ باطل ایک منصوبے کی ناکامی کے بعد آرام سے نہیں بیٹھتا، وہ اس سے زیادہ خطرناک منصوبے لے کر میدان میں آجاتا ہے۔ جب غیروں کی سازشوں کا اپنے بھی حصہ بن جائیں، جب ان کے منصوبوں کو اِیندھن اپنے ہی فراہم کرنے لگیں تو پھر ڈر لگتا ہے، اس سے اب علماء و دِینی مدارس کو زیادہ اِحتیاط سے کام لینا ہوگا۔

اس ملک میں قصرِ ابیض وقصرِ ربوہ کے نمک خواروں کی کمی نہیں، یہ نمک خوار شاہ سے زیادہ شاہ کے وفادار، میڈیا میں بھی ہیں، اور ملک کے پالیسی ساز اِداروں میں بھی، یہ تعلیمی اِداروں میں بھی ہیں، اور انہوں نے علماء کا رُوپ بھی اِختیار کیا ہوا ہے، غیروں سے زیادہ اپنوں سے اِحتیاط بے حد ضروری ہے، کیونکہ غیروں کی پہچان بآسانی ہوجاتی ہے، لیکن مسلمانوں کے رُوپ میں ان کے نمک خواروں کی پہچان مشکل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ دِینِ حق کی حفاظت فرمائے، اللہ تعالیٰ علمائے کرام کو اپنے حفظ وامان میں رکھے، خدا کرے کہ حضرت خواجہ خان محمدؒ کے فیضان کا چشمہ ان کے شاگردوں، لواحقین، مریدین کی صورت میں جاری رہے۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے لواحقین، مریدوں اور شاگردوں کو صبر، ہمت، حوصلہ عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ ہماری دِینی جماعتوں، علماء اور دِینی مدارس کو توفیق دے کہ وہ تمام چیلنجوں اور فتنوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے مکمل اِتفاق اور کامل یکجہتی کا مظاہرہ کریں، اور ذاتی، گروہی اِختلافات کو پسِ پشت ڈال کر کامل یکسوئی کے ساتھ حالات اور باطل کا مقابلہ کریں۔

(روزنامہ اسلام ملتان یکم جون ۲۰۱۰ء)

دین دار لوگ بھرتی کیے جائیں

پاکستان میں اسلام کا حال یہ ہے کہ جنرل ضیاء الحق نے اپنی حکمرانی کو طول دینے کے لئے ملک بھر میں ریفرنڈم کرایا جو اِنتخابی پرچہ تھا، اس پر لکھا ہوا تھا: ''کیا آپ اسلام چاہتے ہیں؟'' اگر چاہتے ہیں تو ضیاء الحق مزید پانچ سال کے لئے پاکستان کا صدر ہے۔ گویا اسلام نام ہی ضیاء الحق کا تھا۔ یہی حال ملک میں اُردو کا ہے، مقتدرہ قومی زبان کے نام پر بہت بڑا اِدارہ کام کر رہا ہے، مگر دفاتر میں اُردو زبان داخل نہیں ہوسکی۔ گویا حضرت خواجہؒ بھی یہی چاہتے تھے کہ ملکی اِنتظام وانصرام سنبھالنے کے لئے دِین دار لوگ بھرتی کیے جائیں جو کرپشن ولادِینی کی چھلنی کے ایک ایک سوراخ کو بند کرنے میں کردار ادا کریں گے، تب بات بنے گی۔

دِلوں کا بادشاہ

قاری عبدالرحیم رحیمی، کوئٹہ

حضرتِ اقدس خواجۂ خواجگانؒ کی ذاتِ گرامی اپنے محاسن ومناقب اور فضائل وکمالات کے اِعتبار سے عصرِ حاضر کی عظیم شخصیت تھی۔ فی الحقیقت آپ کی زندگی ایسی برگزیدہ تھی جس سے علم وعمل کا چشمہ جاری تھا، آپ کی صحبت نوجوانوں کو سمجھ عطا کرتی تھی اور ضعیفوں کو توانائی بخشتی تھی۔

یہ دُنیا ایک سرائے ہے، جس میں لوگ آتے ہیں، ٹھہرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں، یہ سرائے اپنی نوعیت کی عجیب سرائے ہے، مسافروں سے اس کا معاوضہ لینے کی بجائے ان کو بہت کچھ دیا جاتا ہے، لیکن پھر بھی مسافروں میں کچھ ایسے ہوتے ہیں جو جاتے جاتے اپنی یادوں کے ایسے نقوش چھوڑ جاتے ہیں جن کو فراموش کرنا موجود مسافروں کے لئے مشکل ہوجاتا ہے۔

آج بھی حضرت خواجہ صاحبؒ کا ذِکر آتا ہے رِقت طاری ہوجاتی ہے اور لوگوں کی نگاہیں حضرتِ اقدسؒ کو ڈھونڈتی ہیں، حضرتِ اقدس خواجۂ خواجگانؒ کے اُٹھنے بیٹھنے میں سنت کی خوشبو آتی تھی، اس لئے کہ خود متبعِ سنت تھے۔ کہتے ہیں کہ جب کسی حاکم کی صحبت میں بیٹھو تو اپنی نگاہوں کو سنبھال کر بیٹھو، کیونکہ حاکم کے علاوہ اِدھر اُدھر دیکھو گے تو وہ اپنا ڈنڈا چلائے گا اور اِختیار اِستعمال کرے گا، اگر علماء کی صحبت میں بیٹھو تو اپنی زبان کو سنبھال کر بیٹھو، اس لئے کہ اگر کوئی لفظ آگے پیچھے ہوگیا تو مفتی حضرات فتویٰ دے دیں گے، اور اگر اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھو تو اپنے دِلوں کو سنبھال کر بیٹھو۔

حضرت خواجہ صاحبؒ جب توجہ کرتے تو دِل ہل جاتا، مردہ دِل زندہ ہوجاتا، حضرت خواجہ صاحبؒ کی مجلس سے اُٹھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ آج آپ دیکھ لیں جگہ جگہ اسکول، کالج، یونیورسٹیاں بلکہ گھر گھر ٹیلی ویژن آگیا ہے، یہ لوگوں کی بدنی آسائش کے لئے ہیں، جب اسبابِ جرائم بڑھتے ہیں تو گناہ بھی بڑھتے ہیں، علم ہے، دانش بھی ہے، نظم ونسق بھی ہے، مگر پھر بھی امن کیوں نہیں ہے؟ اس کی وجہ معلوم کرنا کوئی مشکل نہیں ہے، وہ یہ کہ انسان نے باڈی پر تو محنت کی، یعنی بدنی تربیت تو حاصل کی، لیکن

رُوحانی تربیت کو چھوڑ دیا، ایک شخص اگر بس باڈی پر محنت کرتا ہے، سارا دِن اس پر رنگ وروغن کرتا رہتا ہے، اس کو خوب چمکاتا ہے، لیکن اس کا انجن ہی خراب ہے تو وہ گاڑی کیسے چلے گی؟

حضرتِ اقدس خواجۂ خواجگان مولانا خان محمد صاحبؒ کا اِنتقال ہوگیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون! بہت کم حضرات ایسے نظر آتے ہیں جو اِنسانیت کے شرف واخلاق کے امین ہوں، ایسے اکابرین کے سانحۂ اِرتحال کا ایک المناک پہلو یہ ہے کہ اُمتِ مسلمہ ان کے فیوض وبرکات سے محروم ہوتی چلی جارہی ہے، ان کی تنہائی ونصف شب کی دُعائیں، بارگاہِ ربِّ جلیل میں ان کی گریہ آہ وزاری، پوری اُمت کا غم اور دردِ دِل ان کے ساتھ ہی رُخصت ہوجاتا ہے، اور اس نقصان کی تلافی ناممکن ہوجاتی ہے۔ یہ علومِ نبوّت کے چراغ اور قندیل تھے جن کی روشنی لیل ونہار میں آفتاب ومہتاب بن کر پورے عالم کو منوّر کررہی تھیں، اہل اللہ اور اہلِ علم ہستیاں بہت تیزی سے دُنیا سے رُخصت ہوکر ہمیں داغِ مفارقت دے رہی ہیں، غروبِ آفتاب کے بعد آپ روشنی کے لئے ہزاروں قمقمے روشن کرلیں، مگر آفتاب کی روشنی کی جو حرارت وبرکت ہے، وہ نصیب نہیں ہوگی۔ اہل اللہ روشن قندیل کی مانند ہوتے ہیں جو اندھیرے اور ظلمت کو دُور کرتے ہیں، جیسے یکے بعد دیگرے قندیلیں بجھتی جائیں اور ایک بھی قندیل روشن نہ رہے تو ہر طرف اندھیرا چھا جائے گا۔ ایسے ہی اللہ والے ایک ایک کرکے جارہے ہیں اور کائنات میں علومِ نبوّت کی قندیلیں ایک ایک کرکے بجھتی جارہی ہیں، دن بدن نورانیت کم ہوتی جارہی ہے، اب اُمتِ مسلمہ کا فریضہ ہے کہ جتنے بھی دِین کے چراغ اس وقت موجود ہیں ان کی قدر کرلیں، ان کا تحفظ کریں، ان سے خوب نفع حاصل کریں۔

اللہ کریم حضرتِ اقدس خواجۂ خواجگان مولانا خان محمدؒ کو کروٹ کروٹ جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے، آمین!

❋

شیخ کا دامن

حضرتِ ثانی مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ نے حضرت رائے پوریؒ سے عرض کیا کہ اس کو کوئی نصیحت فرمائیں۔ حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا: میری یہی نصیحت ہے کہ تمہارا دِل چاہے نہ چاہے، اپنے شیخ کا دامن نہیں چھوڑنا۔ حضرت خواجہؒ نے زندگی بھر اس نصیحت پر عمل کیا اور فوت ہونے کے بعد بھی اسی نصیحت کے مطابق حضرتِ ثانیؒ کے ساتھ قبر میں مدفون ہوئے، رحمۃ اللہ علیہم اجمعین!

اِک مشفق ومہربان شخصیت

علامہ محمد احمد لدھیانوی

اللہ ربّ العزت کی محبوب ومحترم شخصیات میں سے ایک میرے محبوب ومخدوم، شیخ المشائخ، خواجۂ خواجگان، حضرت خواجہ خان محمدؒ تھے، ان کی شفقتوں اور محبتوں کو آج بیٹھ کر جب سوچتا ہوں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اب حضرتِ شیخ کی رحلت کے بعد ہم وہ شفقتیں اور محبتیں سمیٹنے کے لئے کونسی خانقاہ یا کس دروازے پر جایا کریں گے؟

میرے والد گرامی قدر حضرت حافظ صدرالدین صاحبؒ کے ساتھ حضرت خواجہ خان محمدؒ کا بہت پیار والا تعلق تھا، حضرت والد صاحبؒ کے اس پیار اور محبت کی وجہ سے میرا ذہنی میلان حضرت خواجہ صاحبؒ کی طرف تھا، میں نے پہلی بیعت اپنی تعلیم کے آغاز میں حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ سے کرلی تھی، پھر جامعہ قاسم العلوم ملتان میں تعلیم کے دوران مشکوٰۃ والے سال حضرت خواجہ صاحبؒ سے بیعت ہوگیا۔ اِصلاحی تعلق کی وجہ سے حضرتؒ کی خدمت میں آنا جانا رہتا تھا، پھر جماعتی معاملات میں مشاورت اور رہنمائی کے لئے بھی حاضری ہوتی رہتی۔ حضرتِ والاؒ میرے ساتھ خصوصی شفقت فرماتے تھے، میرے والد گرامی کی وفات ۱۹۹۵ء میں ہوئی اور والد صاحبؒ کی جدائی کا غم مجھ پر بہت زیادہ تھا کہ اچانک اطلاع آئی کہ حضرت خواجہ صاحبؒ تعزیت کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ بس حضرتؒ کا آنا تھا کہ میرے تمام غم دُور ہوگئے۔ حضرتِ والاؒ کی آمد، ان کی شفقت اور دُعاؤں کا اتنا اثر ہوا کہ غم کی وجہ سے جو نڈھالی تھی وہ دُور ہوگئی۔ حضرتؒ کی شفقت اور محبت کا تقاضا تو تو یہ تھا کہ ہم جی بھر کر ان سے فیض یاب ہوتے، مگر جماعتی مصروفیات آڑے آتی رہیں اور جس طرح اس شخصیت سے فیض یاب ہونا چاہئے تھا، اس طرح نہ کرسکے۔

اپنی ابتدائی تعلیم کا آغاز فیصل آباد سے کیا اور یہ وہ دور تھا جب تحریکِ ختمِ نبوّت کے قائدین وکارکنان سخت آلام ومصائب کی زندگی گزار رہے تھے، گرفتاریاں، جیلیں، مار پیٹ، سب کچھ ان حضرات

کے ساتھ ہو رہا تھا۔ ہم نے بھی زمانۂ طالب علمی میں ہی جمعیت طلباء اسلام کے پلیٹ فارم سے تحریکِ ختمِ نبوّت کے لئے کی جانے والی جدوجہد میں حصہ لیا۔ ۱۹۷۴ء میں میری پہلی گرفتاری بھی تحریکِ ختمِ نبوّت کی وجہ سے ہوئی اور جیل میں حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ، مولانا عبدالوارث چنیوٹی اور دیگر حضرات کی رفاقت نصیب ہوئی۔ ۱۹۹۰ء میں جب میں نے (کالعدم) سپاہِ صحابہؓ میں شمولیت اِختیار کی تو بھی حضرتِ والاؒ کی دُعائیں، شفقتیں اور ہدایات شاملِ حال تھیں۔ میری ہمیشہ یہ عادت رہی کہ جب بھی حضرتؒ کی خدمت میں حاضری ہوتی تو اس دورانیہ میں تحفظ ناموسِ صحابہؓ کے لئے جتنی کوشش کی ہوتی اس کی تمام کارگزاری حضرتؒ کے گوش گزار کرتا، حضرتؒ ہمیشہ بڑی اپنائیت کا اِحساس دِلاتے ہوئے اسے سنتے اور ڈھیروں دُعاؤں سے نوازتے۔ رَدِّ رفض پر حضرتِ والاؒ اور ان کے شیوخ و بزرگانِ دِین کی بہت بڑی خدمات تھیں، اس لئے حضرتؒ بھی اس عنوان پر خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کا تعلق سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ سے تھا، اور اس کے سرخیل حضرت مجدد الف ثانیؒ تھے، حضرت مجدد الف ثانیؒ اور دیگر اکابر سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ نے تحفظِ ناموسِ صحابہؓ اور رَدِّ رفض کے عنوان پر بہت خدمات سرانجام دی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس عنوان پر کام کرنے والوں کے ساتھ حضرت خواجہ صاحبؒ کا تعلق دیدنی ہوتا تھا۔ تحفظِ ناموسِ صحابہؓ کے عنوان پر کام کرنے والی شخصیات پر حضرتِ والاؒ کی شفقت بے مثال ہوتی تھی۔ حضرتؒ نے خود اپنی نگرانی میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فارسی زبان میں لکھے ہوئے رسالہ رَدِّ رفض کا اُردو زبان میں ترجمہ کروایا اور تائید مذہبِ اہلِ سنت کے نام سے شائع کروایا اور تقسیم کروایا۔

۱۹۹۸ء میں سابق چیف جسٹس سیّد سجاد علی شاہ صاحب نے سنی شیعہ فسادات کا اَزخود نوٹس لیا، مجھے اور اِمامِ اہلِ سنت حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ کو عدالتِ عالیہ میں طلب کیا، ہم وہاں پر پیش ہوئے اور چیف جسٹس کے سامنے حضرت حیدری شہیدؒ نے چار گھنٹے کی طویل گفتگو فرمائی، اور اپنا مقدمہ، موقف بھرپور انداز میں پیش فرمایا۔ جس کے بعد چیف جسٹس کے ریمارکس کچھ یوں تھے کہ: ''میں تو سمجھتا تھا کہ یہ لڑائی بچوں کی لڑائیوں جیسی ہوگی، اور آپ کو بلا کر ڈانٹ دُوں گا تو آپ اسے بند کر دیں گے۔ مجھے تو آج پتا چلا ہے کہ یہ تو اِنتہائی سنگین معاملہ ہے اور اس کیس کی باقاعدہ سماعت کر کے اس کا جلدی فیصلہ کرنا ضروری ہے۔'' چیف جسٹس کے سامنے جہاں اور بہت ساری چیزیں ہم نے پیش کی تھیں وہیں ہم نے اکابر علمائے کرام کے فتاویٰ جات کو بھی پیش کیا تھا، جن میں سے ایک فتویٰ حضرت خواجہ خان محمدؒ کا بھی تھا، ہم نے عدالتِ عالیہ میں جن چیدہ چیدہ شخصیات کے فتاویٰ جات اور دیگر حوالے پیش کئے تھے، ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے عرض کیا کہ آپ کا نام اور آپ کا فتویٰ ہم عدالت میں پیش کر آئے ہیں، ممکن ہے عدالت آپ کو آپ کے فتویٰ کی تصدیق کے لئے طلب کرے، آپ اپنے موقف اور

فتویٰ کو دُرست ثابت کرنے کے لئے تیار رہیں۔ اسی مقصد کے لئے ہم دونوں حضرت خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرتؒ کو عدالت کی پوری کارروائی سنائی اور بتلایا کہ آپ کا فتویٰ عدالت میں دے کر آئے ہیں، ممکن ہے عدالت آپ سے اس کی تصدیق طلب کرے۔ حضرتؒ نے جواباً اِرشاد فرمایا کہ: ''اگر عدالت نے مجھے بلایا تو میں ضرور جاؤں گا، اور انہیں یہ بتاؤں گا یہ فتویٰ میرا ہے اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں، نہ صرف عدالت کو بتاؤں گا بلکہ اس کے ثبوت میں مزید دلائل بھی دے کر آؤں گا۔'' ہماری خوشی کی انتہا نہ رہی کہ حضرت خواجہ صاحبؒ جیسی شخصیت ہمارے موقف اور مشن کی تائید کر رہی ہے اور ہماری محنت کو سراہ رہی ہے۔ اس کے بعد علامہ حیدری شہیدؒ نے حضرت خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ہماری اِصلاح فرمائیں۔ اس کے جواب میں حضرتِ والاؒ نے حضرت حیدری شہیدؒ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ: ''میری دُعائیں آپ کے ساتھ ہیں، آپ جو کچھ کر رہے ہیں وہ بالکل ٹھیک ہے، اور جس مشن پر چل رہے ہو، صبر واِستقامت کے ساتھ اس پر قائم رہنا۔'' چنانچہ ہم نے حضرت خواجہ صاحبؒ کی اس نصیحت کو اپنے پلے باندھا ہوا ہے، اور صبر واِستقامت کے ساتھ اپنے مشن وکاز پر کاربند ہیں اور اس کی تکمیل کے لئے کوشاں ہیں۔

حضرتِ والاؒ کی وفات سے چند روز قبل عمرے کی سعادت کے حصول کے لئے حرمین شریفین کا سفر کیا، مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران ایک روز حضرتِ والاؒ کی وفات کی اطلاع ملی، جنازے میں حاضری ممکن نہ تھی، فوراً بیت اللہ شریف میں حاضر ہوکر حضرت خواجہ صاحبؒ کے ایصالِ ثواب کے لئے طواف کیا اور اللہ رَبّ العزت سے دُعا کی کہ یا اللہ! حضرت خواجہ صاحبؒ ایک ایسی شخصیت تھے جو پاکستان میں اہلِ حق کی تمام جماعتوں کے سرپرست ومربی تھے، اور ایک ایسی شخصیت تھے جنہیں تمام جماعتوں کے تمام قائدین وکارکنان اپنا بزرگ اور سرپرست مانتے تھے، اور ان کی شخصیت پر سب حضرات متفق ومتحد ہونے کے لئے تیار تھے۔ یا اللہ! پاکستان میں اس وقت اِتفاق واِتحاد کی جتنی ضرورت آج ہے، شاید پہلے کبھی نہیں رہی، ہم ایسی شخصیت سے محروم ہوگئے ہیں، یا اللہ! اس خلاء کو پُر فرما اور ہم سب کو حضرتِ والاؒ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔

***

سائبانِ شفقت

سیّد مطیع الرحمٰن ہمدانی، قصور

چپ چاپ زیرِ زمیں چلے جاتے ہیں لوگ
نہیں معلوم تہہِ خاک تماشا کیا ہے؟

حضرتِ اقدسؒ، شیخ الادب حضرت مولانا اِعزاز علی صاحبؒ کے خاص شاگرد تھے، اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بے پناہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ آپؒ علم وعمل کا بحرِ بے کراں اور اِخلاص وتقویٰ کے جبلِ اِستقامت تھے۔ آپؒ ۱۹۵۶ء میں خانقاہِ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کے سجادہ نشین مقرر ہوئے، حضرت خواجہ صاحبؒ کے شیخ حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ آپؒ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ:

”جو امانتیں اور خزانے میرے شیخ سیّدی ومرشدی حضرت خواجہ ابوالسعد احمد خانؒ نے مجھے عنایت فرمائے تھے، وہ سارے کے سارے میں نے مولانا خواجہ خان محمد صاحب کے سپرد کردیئے ہیں۔“

جبکہ خود حضرت قبلہ خواجہ ابوالسعد احمد خانؒ نے اپنی زندگی میں یہ پیش گوئی فرمائی تھی کہ: ”اس خانقاہِ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کی گدی پر میرا ہم نام گدی نشین ہوگا، اس پر میرا فیضِ خاص ہوگا، وہ اِمامِ وقت ہوگا، اسے دُنیا دیکھے گی، چہاردانگِ عالم میں اس کا چرچا ہوگا“ پھر ہاتھ سے اِشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ”یہ ریتلی زمین سرسبز وشاداب ہوگی، اس کے دور میں خانقاہِ سراجیہ شریف بامِ عروج پر ہوگی، اس کا شہرہ برِصغیر ہی نہیں بلکہ ہفت اقلیم میں ہوگا، اس کے اور میرے نام میں ”الف“ اور ”میم“ کا فرق ہوگا۔“

زاہدِ خود پسند کیا جانے
وقت کا بایزیدؒ ہے ساقی

بے شک یہ ازلی حقیقت ہے کہ ہر ذِی رُوح نے اپنے وقتِ مقررہ پر اس عالمِ فانی سے رختِ

سفر باندھنا ہے، لیکن بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کے بارے میں انسان یہ سوچتا ہے کہ کاش! ان کا سایہ تادیر قائم ودائم رہے، لیکن ایسا نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ نظامِ قدرت ہے کہ:

جب سے بنی یہ دُنیا، لاکھوں کروڑوں آئے
باقی رہا نہ کوئی، مٹی میں سب سمائے

حضرتِ اقدس خواجہ صاحبؒ کا شمار بھی انہی شخصیات میں ہوتا ہے کہ جن کے دُنیا سے نہ جانے کی خواہش کی جائے۔ ۵رمئی بروز بدھ کو عشاء کی اَذان ہوچکی تھی، میں گھر سے کچھ دُور تھا کہ اچانک لاہور سے میرے اُستاذِ محترم قاری عبداللطیف صاحب کا فون آگیا، سلام کے بعد دُوسری طرف سے آواز آئی کہ: ''بھائی مطیع الرحمٰن! حضرت خواجہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلالیا ہے۔'' میری زبان پر بے ساختہ ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' جاری ہوگیا، اس کے بعد مجھے کچھ ہوش نہ رہا کہ میں کہاں کھڑا ہوں اور کیا کر رہا ہوں، آنسو تھے کہ اِک طوفان کی مانند اُمڈتے آتے تھے، زمین وآسمان گھومتے نظر آتے تھے، موبائل کی گھنٹیاں مسلسل بج رہی تھیں اور ہر آنے والا فون یہی خبر دے رہا تھا، مجھے کچھ سمجھ نہیں آتا تھا کہ یہ کیا اور کیسے ہوگیا...؟

اِلٰہی خیر! کس کو مل گیا رُخصت کا پروانہ
دگرگوں دیکھتا ہوں آج کیوں عالم کا افسانہ
فلک پر کیوں اُداسی چھا رہی ہے ہر سو آخر
نظر آنے لگا کیوں دفعتہً ہر سمت ویرانہ

میں دوڑتا ہوا گھر پہنچا اور اپنے والدِ محترم مدظلہٗ کی گود میں گرگیا اور اس کے علاوہ کچھ نہ کہہ سکا کہ: ''حضرت خواجہ صاحب چلے گئے!''

جنہیں دیکھ کر جیتے تھے ہم
وہ لوگ آنکھوں سے اوجھل ہوگئے

پھر کچھ دیر بعد جب سیلابِ اشک کچھ تھما، تو نمازِ عشاء ادا کی اور والد صاحب سے اِجازت لے کر مرشدِ پاک کے جنازے میں شرکت کے لئے روانہ ہوگیا، ۱۰ بجے رات قصور سے روانہ ہوا، ۱۱ بجے لاہور نیازی اَڈّے پہ پہنچا، جہاں حضرتِ اقدسؒ کے مریدین ومحبین کی ایک بڑی جماعت اور سب کے اُداس چہرے اور اَشک بار آنکھیں دیکھ کر ایک بار پھر ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے۔ بہرحال رات ایک بجے نیازی اَڈّے سے یہ قافلہ روانہ ہوا اور راستے بھر حضرتِ اقدسؒ کی یادیں تازہ ہوتی رہیں، اور ہر یاد کے ساتھ اشکوں کے تحفے نذرِ مرشد ہوتے رہے، آج کسی کے چہرے پہ مسکراہٹ نظر نہ آتی تھی، کسی کو سفر

پُرلطف بنانا یاد نہ تھا، اور ہر ایک بزبانِ حال یہ کہتا محسوس ہوتا تھا کہ آج:

کوئی کیوں کسی کا لبھائے دِل
کوئی کیوں کسی سے لگائے دِل
وہ جو بیچتے تھے دوائے دِل
وہ دُکان اپنی بڑھا گئے

حضرتِ اقدسؒ کا پُرنور اور معصوم چہرہ بار بار آنکھوں کے سامنے آجاتا اور اشکوں کا اِک سیلِ رواں بہہ جاتا، ذہن ودِل کسی طرح یہ بات تسلیم کرنے کو تیار نہ تھے کہ ہم اس بار سرزمین پاک خانقاہِ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ میں پہنچیں گے تو اس محبوب کو نہ دیکھ پائیں گے جس کی زیارت وملاقات کے لئے ہم خوشی خوشی اور جھومتے جھومتے جایا کرتے تھے، یہ سوچتے ہی آنکھیں اِک بار پھر تڑپ کر آنسوؤں کا نذرانہ بارگاہِ حضرت خواجہؒ میں پیش کردیتیں:

ایسا غم ہے جو کسی صورت بھی اب جاتا نہیں
اشک بار آنکھوں کو اَب کچھ بھی نظر آتا نہیں

صبح سات بجے یہ قافلہ ایشیا کی عظیم ترین خانقاہ (خانقاہِ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ) میں پہنچا، یہاں حضرتِ اقدسؒ کے مریدین، محبین اور متوسلین کا ایک جمِ غفیر پہلے سے ہی موجود تھا، جن میں سے کچھ لوگ سو رہے تھے، کچھ مختلف کونوں میں بیٹھے رو رہے تھے، اور کچھ جنازے کے لئے اِنتظامی اُمور میں شریک تھے۔ خانقاہِ پاک کے در ودیوار کی طرف دیکھا تو یوں لگا کہ وہ بھی اپنے مکین کے غم میں ڈُوبے ہوئے ہیں، حضرتِ اقدسؒ کے حجرۂ مبارک کی جانب دیکھا تو اس کا دروازہ بند پایا، شاید کہ ایسے ہی حالات کسی جگہ دیکھ کر حضرت سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ نے یہ شعر کہا ہوگا کہ:

نفیسؔ کیسا یہ وقت آیا، سلوک واحساں کے سلسلوں پہ
جہاں مشائخ کی رونقیں تھیں، وہ خانقاہیں ترس رہی ہیں

حضرتِ اقدسؒ کے دُنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد آپؒ کے غم میں شریک لوگوں اور خانقاہ شریف کے در ودِیوار کی یہ حالت دیکھ کر حضرت شاہ صاحبؒ کے یہ اشعار بھی بار بار ذہن میں گردش کر رہے تھے کہ:

دِل زخم زخم لوگو! کوئی ہے جسے دِکھائیں؟
کوئی ہم نفس نہیں ہے، غمِ جاں کسے سنائیں؟

یکا یک جو چھا گئی ہیں، غم و درد کی گھٹائیں
گیا کون اس جہاں سے کہ بدل گئیں فضائیں
اُٹھا سائبانِ شفقت، بڑی تیز دُھوپ دیکھی
نہیں دُور دُور چھاؤں، کہاں اپنا سر چھپائیں؟

حضرت اقدسؒ کی بہت سی یادوں کے ساتھ ساتھ آنکھوں میں آنسوؤں کی روانی بھی زیادہ ہوتی جاتی، میں مسجد میں بیٹھا خانقاہِ پاک کے دَر و دِیوار کو حسرت سے دیکھ رہا تھا کہ اچانک لوگ ایک کار کی طرف دوڑتے ہوئے نظر آئے، معلوم ہوا کہ حضرتِ اقدسؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالغفور صاحب دامت برکاتہم تشریف لائے ہیں۔ حضرت خلیفہ صاحب کو دیکھ کر حضرتِ اقدسؒ کی یاد نے مزید تڑپایا اور لوگ دیوانہ وار ہچکیوں سے رونے لگے، ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ حضرتِ اقدسؒ کی آخری زیارت کسی نہ کسی طرح نصیب ہو جائے، لیکن ہجوم زیادہ ہونے کی وجہ سے علمائے کرام و صاحبزادگان دامت برکاتہم نے یہ فیصلہ کیا کہ آخری دیدار نہ کروایا جائے، لیکن لوگ تھے کہ بس یہ شرف حاصل کرنے کے لئے تڑپ رہے تھے:

تیرے شہکار ترستے ہیں، تیری صورت کو
تیرے ہاتھوں کے تراشیدہ صنم روتے ہیں
دیکھ کیا حال ہوا ہے تیرے دیوانوں کا
روتے ہیں اور بصد رنج والم روتے ہیں

حضرت مولانا عبدالغفور صاحب دامت برکاتہم کی آمد کے بعد تھوڑے تھوڑے وقفے بعد علمائے کرام تشریف لاتے رہے، جن میں حضرت مولانا نذر الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب دامت برکاتہم (آف بھکر)، حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب دامت برکاتہم، خلیفہ مجاز حضرت مولانا محبّ اللہ صاحب (آف لورالائی، بلوچستان)، حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب (آف لاہور) اور بہت ساری ایسی شخصیات شامل تھیں جن سے یہ فقیر ناواقف تھا۔ جب بھی کوئی بزرگ تشریف لاتے تو دیوانے مزید تڑپ اُٹھتے، شاید کہ میری طرح باقی سب لوگ بھی یہ سوچتے ہوں گے کہ سب تو آرہے ہیں مگر وہ نظر نہیں آرہے جن کی زیارت و ملاقات کے لئے یہ سب یہاں آیا کرتے ہیں، اور آج بھی آرہے ہیں:

ڈھونڈتے پھرتے ہیں جس کو آج قرطاس وقلم
کر گیا وہ اپنی یادیں لوحِ ہستی پر رقم

دس بجے کے قریب مسجد کے اسپیکر سے یہ اِعلان ہوا کہ ''تمام حضرات مسجد کے اندر تشریف لے آئیں، یہاں علماء وصوفیائے کرام بیانات فرمائیں گے، اور حضرتِ اقدسؒ کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا جائے گا۔ اس کے بعد تقریباً ساڑھے گیارہ بجے تک علمائے کرام کے بیانات ہوتے رہے، بیانات کے بعد میں اپنے رفیقانِ سفر بھائی سیّد کاشف معروف ہمدانی صاحب، بھائی سیّد محمد عمران ہمدانی صاحب اور برادرِ مکرم حافظ مبشر متین صاحب کے ہمراہ خانقاہ شریف کے عظیم اور قدیم قبرستان میں جا کر بیٹھ گئے اور زیرِ لب سورۂ یٰسین شریف کی تلاوت کرتے رہے۔

بارہ بج کر پینتالیس منٹ پر لوگ قریبی میدان میں مختلف ٹولیوں کی شکل میں جگہ جگہ نمازِ ظہر باجماعت دا کرنے لگے، ہم چونکہ پہلے ہی سے باوضو تھے اس لئے ایک قریبی جماعت کے ساتھ شریک ہوگئے۔ نماز کے بعد ہم اس میدان میں پہنچے جو ''جنازہ گاہ'' کے لئے مخصوص کیا گیا تھا، یہاں پہلے ہی سے ہزاروں افراد پہنچ چکے تھے لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس وقت کی صفوں کی ترتیب کے مطابق ہمیں تیسری صف میں اسپیکر کے سامنے جگہ مل گئی۔ اِدھر اُدھر نظر دوڑا کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ابھی اس وسیع وعریض میدان کا بہت بڑا حصہ خالی تھا۔ اور اِنسانوں کا اِک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ابھی میدان سے باہر موجود تھا۔ کچھ ہی دیر بعد یہ وسیع وعریض میدان لوگوں سے کھچا کھچ بھر گیا حتیٰ کہ پاؤں رکھنے کی بھی جگہ نہ بچی تھی۔ یہاں ہر چہرہ اُداس اور ہر آنکھ اشک بار تھی، یہ لاکھوں انسانوں کا سمندر اپنے محبوب قائد، اپنے محبوب راہنما، سالکین کے دِلوں کی سلطنت کے حکمران کو زبردست خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے اس دارِفانی سے رُخصت کرنے کے لئے آئے تھے۔

بالآخر اِنتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور میدان کے بالکل آخری کونے سے ایمبولینس کے سائرن کی آواز سنائی دی، یہ بڑا عجیب مرحلہ تھا، لوگ دھاڑیں مار کر رو رہے تھے اور پروانہ وار ایمبولینس کے ساتھ چمٹنے کی کوشش کر رہے تھے، لیکن ایلیٹ فورس کے جوان اور مقامی رضا کار حضرات بڑی ہمت اور جواں مردی کے ساتھ ایمبولینس کو گھیرے میں لئے آگے بڑھ رہے تھے، جیسے جیسے ایمبولینس آگے بڑھ رہی تھی لوگوں کے جذبات بے قابو ہو رہے تھے، کوئی ایمبولینس کی طرف لپک رہا تھا تو کوئی سر جھکائے رو رہا تھا کہ جیسے اُس طرف دیکھنے کی ہمت نہ ہو، اور کوئی میرے جیسے لوگ رونے کے ساتھ ساتھ آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے کہ جیسے اپنے رَبّ سے کہہ رہے ہوں کہ اے ہمارے مالک! ہم سے ہمارے محبوب کو لے کر اگر تو خوش ہے تو مولا! ہم بھی تیری رضا پہ راضی ہیں، لیکن اے ہمارے مالک! اگر ہم تیری رضا پہ راضی ہیں تو ہمارے دِلوں سے صبر کیوں نہیں ہو رہا؟ مولائے کریم! ہمارے آنسو کیوں نہیں رُکنے کا نام لے رہے؟ اِلٰہی! ہم مانتے ہیں کہ ایک نہ ایک دن ہر ذِی رُوح کو اس دُنیا سے جانا ہے، لیکن اے ہمارے

رَبّ! ہمیں ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ آج ہم یتیم ہوگئے؟ ہم بے سہارا ہوگئے؟ ہمارے لئے ہر وقت، ہر لمحہ، ہر گھڑی دُعائیں کرنے والا ہمارا محبوب آج ہم سے جدا ہو رہا ہے؟ مولا! یہ کیا ماجرا ہے؟ آج سے پہلے تو ہم کبھی نہ اتنا تڑپے تھے، مولا! آج کیوں صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا؟

جا رہا ہے کون اشکوں کا طوفان چھوڑ کر
قلبِ حیراں، رُوحِ بریاں، چشمِ گریاں چھوڑ کر

ایمبولینس عاشقوں کے جھرمٹ سے گزرتی ہوئی اب میدان کے بالکل سامنے پہنچ چکی تھی، جہاں ملکِ عزیز کے اکابرین، علماء و صوفیاء پہلے سے ہی اِستقبال کے لئے چشمِ پُرنم سے کھڑے تھے:

میکدے سے اُٹھ گیا ہے وہ حسیں وہ خوب رُو
عمر بھر روئیں گے جس کو جام و مینا و سبو

لاؤڈ اسپیکر سے بار بار صفیں دُرست کرنے کا اِعلان ہو رہا تھا، لیکن کسی کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے، یوں محسوس ہوتا تھا کہ سب ہوش وحواس سے بیگانے ہو چکے ہیں، آخر پیچھے والے لوگوں نے تو صفیں بنالیں، لیکن وہ لوگ جو ایمبولینس کے قریب تھے وہ بڑی مشکل سے علمائے کرام کے بار بار منّت سماجت کرنے پر خود کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگے، اور پھر چند منٹ بعد اسپیکر سے یہ اِعلان ہوا کہ: ''حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اپنے مرشدؒ کا جنازہ پڑھائیں گے۔'' اس دوران اگلی صف کے کچھ دیوانے پھر سے بے قابو ہو کر ایمبولینس کی طرف لپکے اور اسپیکر سے ایک بار پھر اِعلان ہوا کہ ''مخدوم زادہ حضرت مولانا عزیز احمد کی طرف سے یہ اِعلان ہے کہ نمازِ جنازہ (شہزادۂ اہلِ سنت، جانشین قطب الاقطاب) حضرت مولانا صاحبزادہ خواجہ خلیل احمد صاحب پڑھائیں گے۔'' اس اِعلان کے بعد پھر سے منتشر لوگوں کو صفیں بنانے کا کہا جانے لگا۔ پھر چند منٹ بعد اِعلان ہوا کہ تمام حضرات نمازِ جنازہ کی نیت کر لیں اور اس کے ساتھ ہی ''اللہ اکبر'' کی صدا سے فضا گونج اُٹھی۔ نمازِ جنازہ ختم ہوئی تو لوگ ایک بار پھر ایمبولینس کی طرف لپکے، اب کی بار تو میرے ضبط کا بندھن بھی ٹوٹ گیا اور میں بھی اپنی پوری قوت سے لوگوں کے درمیان سے ہوتا ہوا ایمبولینس کے ساتھ جا چمٹا، لیکن یہ حالت چند سیکنڈ بھی نہ رہ سکی اور ایمبولینس آگے بڑھ گئی اور میں دَم بخود کھڑا اپنے محبوب کے جانے کا منظر دیکھتا ہی رہ گیا:

وہ جا رہے تھے، میں رو رہا تھا
قضا کھڑی مسکرا رہی تھی

ایمبولینس بادشاہِ وقت کو لئے آگے بڑھ رہی تھی اور لوگ پروانہ وار لپک لپک کے ایمبولینس کو چوم رہے تھے، میں یہ منظر دیکھ رہا تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے صرف میں ہی نہیں بلکہ ہر کوئی یہ منظر

ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا ہے اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ ساتوں آسمانوں کے فرشتے بھی یہ منظر دیکھنے کے لئے بہت نیچے آگئے تھے اور ان کے پروں میں سورج بھی چھپ چکا تھا، لیکن وہ بھی اس عظیم شخصیت کی رُخصتی کا یہ عظیم منظر دیکھنا چاہتا تھا، اس لئے تھوڑی تھوڑی دیر بعد کہیں نہ کہیں سے جھانکنے لگتا:

الٰہی دیکھ کر حیراں ہیں سب دیر وحرم والے
ترے درویش کی میّت کا یہ اندازِ شاہانہ
کیا رُخصت شہنشاہِ قلوبِ اہلِ عالم کو
تو حوروں نے کہا: صد مرحبا اے جانِ جانانہ!
بھرے گا کون اب پے بہ پے رِندوں کا پیمانہ
چلا جاتا ہے کس پر چھوڑ کر ساقی یہ مے خانہ!

ایمبولینس عاشقوں اور پروانوں کے ہجوم میں ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوگئی تو ہم واپس خانقاہِ پاک کے اِحاطے کی جانب چل دیئے، جہاں علم وتقویٰ کے اس جبلِ اِستقامت کی آخری آرام گاہ باہیں کھولے اپنے مکین کا اِنتظار کر رہی تھی:

کفن قسمت پہ نازاں ہے کہ ایسا گل عزار آیا
لحد سرمست ہے جس کو ملا ہے ایسا مستانہ

ہم روتے دھوتے خانقاہِ پاک کے اِحاطے کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ ایمبولینس ابھی تک وہاں نہیں پہنچی، ہم قبرستان کی دیوار کے ساتھ کھڑے ہوگئے، جہاں عوام، اِنتظامیہ اور رضا کاروں کے درمیان کشمکش جاری تھی، ہر کوئی یہ چاہتا تھا کہ قبرستان کے اندر داخل ہوجائے، لیکن قبرستان کا اِحاطہ چھوٹا تھا، اس وجہ سے اِنتظامیہ چاہتی کہ کسی کو اندر نہ جانے دیا جائے، اگر کچھ لوگ بھی اندر چلے گئے تو پھر ہر شخص اندر داخل ہونے کی کوشش کرے گا، اور تدفین کے مرحلے میں پھر مشکل کا سامان کرنا پڑے گا۔ ہم پروانوں اور محافظوں کے درمیان ہونے والی یہ کشمکش دیکھ رہے تھے کہ اسی دوران ایمبولینس ہمارے قریب پہنچ گئی اور اس فقیر کو ایک مرتبہ پھر سے ایمبولینس کو چھونے کا شرف حاصل ہوگیا۔ ایمبولینس کے اندر حضرتِ اقدسؒ، حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہٗ موجود تھے۔ ہم اس ہجوم اور ایمبولینس کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے گئے اور اس دیوار کے ساتھ جا لگے جہاں سے اسٹریچر کو ایمبولینس کے اندر سے نکال کر قبرستان میں پہنچایا جانا تھا۔ محافظوں نے لوگوں کو وہاں سے دھکیلنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگادی مگر ناکام رہے۔ آخرکار اسی دھکم پیل میں ایمبولینس کا پچھلا دروازہ کھول دیا گیا، باہر کھڑے محافظوں اور حضرتِ اقدسؒ کے دیوانوں، پروانوں،

مستانوں، غلاموں نے لپک کر اسٹریچر کو اُٹھالیا، ایمبولینس کے اندر سے حضرت صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم نے اسٹریچر کو تھام رکھا تھا اور اسی طرح ایمبولینس سے باہر نکلے، اسی اثنا میں، میں ایک دھکے کے ساتھ اسٹریچر کے قریب پہنچ گیا اور حضرتِ اقدسؒ کے کفن مبارک کو ہولے سے چھولیا اور مجھے یوں لگا جیسے تمام کائنات کی دولت میرے ہاتھ میں آ گئی، لیکن اسی لمحے دیوار کے اُوپر کھڑے رضا کاروں نے اسٹریچر اُوپر اُٹھالیا۔ اب وہ اسٹریچر جس کے اُوپر وقت کے قطب الاقطاب آرام فرما تھے زمین سے تقریباً بارہ فٹ کی بلندی پر تھا، یہ ایک عجیب لمحہ تھا، ہر شخص اپنے مرشد اپنے قائد کو دُنیا سے جاتے ہوئے بآسانی دیکھ سکتا تھا، مجمع میں ایک بار پھر کہرام مچ گیا، لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے، اور ہاتھ ہلا ہلا کر اپنے محبوب کو الوداع کہنے لگے، یوں محسوس ہوتا تھا کہ کائنات کا سارا نور اور ساری نوری مخلوق اس جگہ جمع ہوگئی ہے، اور ہر طرف اس قدر نور اور خوشبو پھیل گئی کہ ہر دِل اپنے قائد کی اس شاندار رُخصتی پر جھوم اُٹھا۔ کچھ ہی دیر بعد اسٹریچر قبرستان میں اُتارا جا چکا تھا اور پھر میں کچھ دیر وہاں کھڑا رہنے کے بعد مسجد کی گیلری میں چلا گیا جو کہ قبرستان سے قدرے بلند تھی، جب میں وہاں پہنچا اور قبرستان کی جانب دیکھا تو حضرتِ اقدسؒ کے جسدِ اَطہر کو اسٹریچر سے اُٹھا کر قبر میں اُتارا جا رہا تھا، اچانک میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، زمین و آسمان گھومتے نظر آ رہے تھے، مجھے لگا کہ میں ابھی یہاں سے نیچے صحن میں گر جاؤں گا، اس لئے میں خود سنبھالتا ہوا آہستہ آہستہ پیچھے ہٹا اور مسجد کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کے نیچے بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد سر اُٹھایا تو آنکھیں اِک بار پھر چھلک پڑیں، یہ دیکھ کر کہ ایک جانب اس دُنیا کا سورج غروب ہو رہا تھا، تو دُوسری طرف علم وتقویٰ کا ماہِ عالم تاب اپنی پوری آب وتاب سے چمکنے اور جہان بھر کو اپنی روشنی سے منوّر کرنے کے بعد پوری شان وشوکت کے ساتھ اپنے رَبّ کی بارگاہ میں حاضر ہو رہا تھا:

چھپ گیا آفتاب، شام ہوئی
اِک مسافر کی رہ تمام ہوئی
شب سیہ پوش ہوگئی غم سے
صبح کی آنکھ لالہ فام ہوئی

وہ جا چکے تھے ہم سے بہت دُور جا چکے تھے، لیکن دِل تھا کہ کسی صورت یہ بات ماننے کو تیار ہی نہ تھا، وہ دِل جس نے تڑپ تڑپ کے اور بلبلا کے اپنے رَبّ کے حضور اس ہستی کی صحت وسلامتی کے لئے دُعائیں کی تھیں، وہ کیسے مان لیتا کہ وہ ہستی جا بھی چکی تھی۔ اس دِل کو یہی سمجھانے اور یقین دِلانے کے لئے ایک مرتبہ پھر سے مرشدِ پاکؒ کی آخری آرام گاہ کی طرف الوداعی نظر ڈالی اور پھر جگر تھام کے خانقاہِ

پاک کی سونی سونی دیواروں اور درختوں پہ نگاہِ حسرت دوڑاتے ہوئے واپسی کو چل پڑے، ہماری واپسی کہ اس منظر کی عکاسی شاید کہ حضرت بابا فریدؒ کے اس شعر سے ہوسکے کہ:

اُچیاں لمیاں لال کھجوراں پتر جنہاں دے ساوے
اُس دم نال سانجھ اساڈی، جو دم نظر نہ آوے
گلیاں سونجھ اُجاڑ دسیون تے ویہڑا کھاون آوے
غلام فریدا! اوتھے کی وسناں جتھے یار نظر نہ آوے

پکی سڑک پہ پہنچ کر ہم نے خانقاہِ پاک اور قبرستان پر الوداعی نظر ڈالی اور جانے والے کی رُوح سے یوں مخاطب ہوئے کہ:

ہاتھ میں تیرے ہاتھ دیا ہے
لاج بھی تیرے ہاتھ ہے ہمدم
حشر میں ہم کو بھول نہ جانا
یاد کے لائق اگرچہ نہیں ہم

❋

اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا طریقہ

اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا طریقہ حضرتِ خواجہؒ نے فرمایا کہ آج بی بی کلثوم (حضرتؒ کی صاحبزادی) میرے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ باباجی گرمی بہت زیادہ ہے، میرے کمرے میں اے سی لگوادیں، پھر چلی گئیں، اور واپس آکر کہنے لگیں: باباجی گرمی بہت زیادہ ہے، میرے کمرے میں اے سی لگوادیں۔ کئی بار میرے پاس آئیں اور مجھے آمادہ کر کے چھوڑا۔ بس یہی طریقہ دُعا مانگنے کا ہے کہ اللہ کریم کی بارگاہ میں لجاجت سے اپنی حاجت پیش کریں، پھر پیش کریں، پھر پیش کریں، حتیٰ کہ وہ کریم ذات جل شانہٗ آمادہ ہوجائے اور بندے کی دُعا کو شرفِ قبولیت عنایت فرمائے۔

ولیٔ کامل اور صوفی باصفا

حافظ محمد طاہر محمود اشرفی

۵ رمئی کی شام عالمِ اسلام کے لئے عجیب ہی اِضطراب اور غم کی شام بن کر آئی، بلاشبہ جو اِنسان اس کائنات میں آیا ہے اس کو اس کائنات سے رُخصت بھی ہونا ہے، اگر رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ پاک اس فانی دُنیا سے پردہ فرمالیتی ہے تو پھر کس کو یہاں دوام ہے؟ بقا تو صرف اللہ رحمٰن ورحیم کی ذات کو ہے، اور اَزل سے ابد تک اسی نام کو باقی رہنا ہے، مگر کچھ شخصیات ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی اس دُنیا سے رُخصتی سے آسمان بھی آنسو برساتا ہے اور زمین کے ذَرّے بھی ہل جاتے ہیں۔ بلاشبہ زمین کا اِستقرار اور قرار صرف اللہ کی وحدانیت اور محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ختمِ نبوّت پر کامل یقین رکھنے والوں کی وجہ سے ہے۔

حضرت خواجۂ خواجگان مولانا خان محمدؒ بھی ان ہی افراد میں سے ایک تھے۔ میانوالی کے مضافات میں قائم خانقاہِ سراجیہ کندیاں شریف سے متصل مولانا خواجہ خان محمدؒ کے والد کے مرشد نے جب ان سے اپنے تین بیٹوں میں سے کسی ایک کو خانقاہ کے لئے مانگ لیا تو خواجعمرؒ نے اپنے تینوں بیٹے اپنے مرشد کی خدمت میں پیش کردیئے، جن میں سے حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کا اِنتخاب ہوا۔ حضرت خواجہ خان محمدؒ نے اپنی ابتدائی تعلیم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے حاصل کی اور دارالعلوم دیوبند سے سندِ فراغت حاصل کی، اور پھر خانقاہ واپس آکر نہ صرف تدریسی خدمات سرانجام دیں بلکہ خانقاہ کے اُمور میں بھی بھرپور دِلچسپی لی۔ حضرت خواجہؒ کے مرشد ان کو اپنے سفر وحضر میں ساتھ رکھتے اور اس بات کا اِہتمام فرماتے کہ ہر اِعتبار سے حضرت خواجہؒ کی تربیت ہو۔

آپؒ کے مرشد حضرت مولانا عبداللہؒ زندگی کے آخری ایام میں اس لئے مطمئن نظر آتے تھے کہ انہوں نے جس شخص کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے، وہ ہر اِعتبار سے اس کا اہل ہے۔ ۱۹۵۶ء میں مولانا عبداللہؒ اس دُنیا سے رُخصت ہوئے تو ان کی جانشینی حضرت خواجہ خان محمدؒ کے سپرد ہوئی۔ مولانا خان محمدؒ اپنے اکابر کے صحیح وارث تھے، آپؒ تصوف کی دُنیا کے وہ چمکتے ستارے تھے جن سے کل عالم سے عالمِ

انسانیت نے شرف حاصل کیا، کوئی بھی دینی تحریک ہو، حضرت مولانا خان محمدؒ اس کی سرپرستی اور تائید فرماتے۔ تمام مکاتبِ فکر کی مشترکہ تنظیم عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے پلیٹ فارم کو ان کی امارت میں بہت بڑے اعزازات اور کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ ختمِ نبوّت کی کوئی بھی تحریک، کوئی بھی محاذ ہو، حضرت خواجہؒ نے ہمیشہ اس کی نہ صرف سرپرستی کی، بلکہ عملی تعاون بھی کیا۔ مجلس احرار ہو، انٹرنیشنل ختمِ نبوّت موومنٹ ہو یا کوئی اور محاذ، حضرت خواجہؒ کی تائید ہمیشہ ان تمام تنظیموں کو حاصل رہی، راقم الحروف کا خیال ہے کہ اس صدی میں عاشقانِ ختمِ نبوّت کے سرخیلوں میں حضرت خواجہؒ کا نام سرفہرست ہوگا۔ سلسلۂ نقشبندیہ سے متصل اس صوفی نے پون صدی تک انسانیت کی رہنمائی کی بھرپور کوشش کی، ایسی خوبیوں اور صفتوں کا مالک کائنات میں کم ہی دیکھا جاتا ہے جو حضرت خواجہؒ میں تھیں۔ آپؒ ایک طرف حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد تھے تو دُوسری طرف مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا بنوریؒ سے بھی علم کی پیاس بجھا چکے تھے۔ چشمِ تصوّر میں وہ منظر لائیے کہ جب ایک اُستاذ اپنے شاگرد کی پیاس رُوحانی بجھانے کے لئے آیا ہو اور شاگرد اس کو بتلائے کہ اُستاذِ محترم! میں تو آپ کا ہی شاگرد ہوں، آپ کیوں آئے؟ مجھے بلالیا ہوتا۔ یہ تھے خواجہ خان محمدؒ! مولانا یوسف بنوریؒ جب طویل سفر کے بعد رُوحانی فیوض کے حصول کے لئے کندیاں شریف پہنچے تو حضرت خواجہؒ نے عرض کیا: میں تو آپ کا شاگرد ہوں، مجھے بلالیا ہوتا۔ دارالعلوم دیوبند سے ۱۹۴۱ء سے فارغ التحصیل ہونے والے خواجہ خان محمدؒ کی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا، محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختمِ نبوّت کے تحفظ اور اَصحابِ رسولؐ کے طریقوں پر چلنے میں گزری۔ حضرت مولانا یوسف بنوریؒ کے اِنتقال کے بعد آپؒ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے امیر مقرر ہوئے، آپؒ اپنی ذات کی نفی کر کے دُوسروں کو تسلیم کرنے والے اِنسان تھے، ان کی تقریباً ایک صدی کی زندگی میں کوئی شخص ایسا نہیں ملے گا جو یہ کہے کہ اس کو حضرت خواجہؒ کی ذات سے کسی بھی طرح کوئی نقصان پہنچا ہے۔ وہ کم گو اور ذِکر اللہ میں اپنے آپ کو گم کر چکے تھے۔ الحمدللہ! راقم الحروف کو بمع اہل وعیال حضرت خواجہؒ کی سرپرستی میں اور حضرت مولانا محمد مکی حجازی کی زیرِ نگرانی حج کے مواقع ملے، میں نے ان کو اس بڑھاپے میں بھی نوجوانوں سے زیادہ محنت کرنے والا پایا۔ عرفات کا میدان ہو یا مکۃ المکرّمہ بیت اللہ کے طواف ہوں، یا صفا و مروہ کی سعی، ان کو ہر دیکھنے والے نے ہمیشہ نظریں جھکائے اللہ اللہ کی ضربیں لگاتے ہی دیکھا ہوگا۔ رُوحانیت کا میدان ہو، ختمِ نبوّت کا دِفاع ہو، اَصحابِ رسولؐ کی عظمت و ناموس کے دِفاع کا معاملہ ہو، حضرت خواجہؒ کے عشاق اور مریدین نے ہر محاذ پر اپنی ذمہ داری نبھائی ہے۔ جہاد اور اہلِ جہاد بھی حضرت خواجہؒ کی شفقت سے محروم نہ تھے۔ تصوف کی دُنیا میں وہ ثقہ سمجھے جاتے تھے، تصوف کے اَسرار و رُموز سے وہ ہر طرح سے آشنا تھے۔ حضرتؒ کے صاحبزادگان اور لاکھوں متعلقین اس وقت اپنے آپ کو

ایک ایسے صحرا میں اکیلا دیکھتے ہیں جہاں نہ آسمان ہے، اور نہ چھت۔ علمائے حق کی وہ آخری نشانی کہلاتے تھے، ان کی شخصیت میں عزیمت تھی، محبت تھی، پیار تھا، غیرت تھی، حمیت تھی، وہ اہلِ اسلام کے لئے ریشم کی طرح نرم تھے، اور اہلِ کفر کے لئے ان کے دِل میں وہ کیفیت تھی جو قرآنِ کریم نے اہلِ اِیمان اور اَصحابِ رسولؐ کی شان میں بیان کی ہیں۔ ان کے جنازے نے بھی ان کی شخصیت کو لوگوں کے لئے کھول دیا، لاکھوں اِنسانوں کا سمندر اس قصبے کی طرف رواں دواں تھا جسے کندیاں شریف کہتے ہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن سے مولانا سلیم اللہ خان تک، قاری حنیف جالندھری سے مولانا زاہد محمود قاسمی تک، مولانا عبدالرزاق اسکندر سے لے کر پیر سیف اللہ خالد تک ہر کوئی اس مردِ قلندر کی نمازِ جنازہ میں شرکت کے لئے پہنچا ہوا تھا۔ اہلِ کندیاں آنے والوں کو ٹھنڈا پانی پلا رہے تھے، ہر طرف آہیں اور سسکیاں تھیں، کہنے والے کہتے ہیں اور بتانے والے بتاتے ہیں کہ گرمی کی سختی کے باوجود آسمان تپش کی بجائے سرد ہوائیں برسا رہا تھا، موسم سوگوار ضرور تھا، مگر تلخ نہ تھا۔ حضرت خواجہؒ کی جگہ کیسے پُر ہوگی؟ اس کا تصوّر محال ہے! مگر فی الوقت عالمی مجلس کا قائم مقام امیر ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر (جن سے مجھے ذاتی تعلق اور عقیدت واِحترام کا رشتہ ہے) بھی حضرت خواجہؒ کی طرح اس مشن کو لے کر آگے بڑھیں، جس پر نقب لگانے والے تیاریاں کئے بیٹھے ہیں، اور بعض نادان ان نقب لگانے والوں پر نظر رکھنے کے بجائے اس مشن کو اپنی ذاتوں کے اردگرد پھیلانا چاہتے ہیں۔ حضرت خواجہؒ کی موجودگی میں تو ایسا ممکن نہیں تھا، اللہ نہ کرے کہ اب کوئی ایسا کرسکے، اللہ حضرتؒ کے صاحبزادگان کو اپنے والد کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے اور وہ خانقاہ جو ایک صدی سے انسانیت کی ہدایت کے لئے سرگرمِ عمل ہے اس کا فیض انسانیت کی رہنمائی کے لئے جاری رہے۔ (روزنامہ جناح اسلام آباد ۸رمئی ۲۰۱۰ء)

*

آدابِ اسلامی کا خیال

حضرتؒ آدابِ اسلامی کا بہت خیال رکھتے، آپؒ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ نے کسی بزرگ کی شہرت سنی، تو ایک ساتھی کو لے کر ان سے ملاقات کے لئے گئے، جب ان کے مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ قبلہ رُخ ناک صاف کررہے ہیں، حضرت احرارؒ واپس لوٹ آئے اور فرمایا: جو آدمی اتنے آداب کا خیال نہیں رکھتا، وہ اسرارِ اِلٰہی کو کس طرح اپنے سینے میں محفوظ رکھ سکتا ہے۔

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے سرخیل

محمد نذیر رانجھا

بروز بدھ مؤرخہ ۵ رمئی ۲۰۱۰ء کو رات آٹھ بج کر بیس منٹ پر فون کی بل بجی، دیکھا تو ’’محمد ریاض درانی‘‘ تحریر تھا، آن کیا اور کہا: ’’السلام علیکم‘‘ جواب ملا: ’’وعلیکم السلام!‘‘، ’’بھائی جان! کیا حال ہے؟ خیریت ہے؟‘‘ احقر نے عرض کیا، ’’اِنَّـا لِلّٰهِ وَاِنَّـا اِلَیْـهِ رٰجِعُوْنَ‘‘ انہوں نے پڑھا، ناچیز نے بے ساختہ کہا: ’’کیوں بھائی جان! حضرتِ اقدس کا اِنتقال ہوگیا؟‘‘، ’’جی بھائی صاحب! کوئی پانچ منٹ پہلے حضرتِ اقدس اِنتقال فرما گئے ہیں، میرا رابطہ ہوا ہے۔‘‘ درانی صاحب نے کہا۔

اس کے بعد کیا کہا اور کیا سنا، لوحِ حافظہ سے محو ہو چکا ہے۔ آج ہی مغرب سے پہلے اس نا کارۂ جہان کی حضرت مخدوم زادہ خلیل احمد سے فون پر بات ہوئی تھی اور آپ نے فرمایا تھا کہ حضرت آج پہلے سے بہتر ہیں۔ اور اب ...؟ ایسے لگا جیسے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی اور سر سے چھپّر ہٹ گیا، ’’کریم ربّ! تو میرے مرشد کے درجات بلند فرما اور اپنے قرب کے اعلیٰ ترین مدارج میں آپ کو آسودہ فرما‘‘ زبان سے نکلا اور پھر اِنتہائی کرب و دُکھ کی کیفیت میں یہ مصرع دیوانہ وار بلند کرنے لگا:

اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رُخِ زیبا لے کر!

بس اب کوئی آدھ منٹ بعد ہی احقر نے محترم حاجی محمد یعقوب صاحب (اسلام آباد) کو فون کیا اور عرض کیا کہ حضرتِ اقدس اِنتقال فرما گئے، وہ ابھی تک بے خبر تھے، عالم تعجب و صدمے کی کیفیت میں کہنے لگے: ’’حضرتِ اقدس اِنتقال فرما گئے!‘‘

ناچیز کے اہل خانہ گفتگو سن کر غمگین ہو گئے، سوچا کہ عشاء کی نماز پڑھ کر کسی ساتھی کے ہمراہ خانقاہ شریف چلا جائے، سوئے اتفاق سے کوئی بھی ساتھی نہ ملا، مغموم و مضطرب حالت میں نماز پڑھائی، بعد میں اپنے شیخ و مرشد محترم و مکرم نور اللہ مرقدہ کے لئے دُعا کرائی اور جلدی جلدی گھر واپس آیا، اہلیہ نے بتایا کہ دو فون آئے تھے، دیکھا تو پہلا قاری محمد زرین صاحب (راولپنڈی) کا تھا، انہیں فون کیا تو انہوں

نے بتایا کہ: حضرتِ اقدس انتقال فرما گئے ہیں اور دو بجے جنازہ ہوگا، میں ملتان حضرت کی زیارت کے لئے گیا تھا، کل کھڑکی سے زیارت کا موقع ملا اور آج بالمشافہ زیارت اور کلام کا موقع نصیب ہوا، ابھی جھنگ کے قریب راستے میں ہوں، اب راولپنڈی کے بجائے خانقاہ سراجیہ چلا جاؤں گا۔ بات ختم ہوئی تو احقر رو پڑا اور اپنی نالائقی اور محرومی پر بحرِ ندامت میں مستغرق ہوکر یہ شعر پڑھا:

ایک بھی تو نہ ہوا حقِ محبت پورا
ہم سمجھتے تھے کہ ہم بھی ہیں وفاداروں میں!

جی ہاں! اے ناکارہ! گندے اور نکمّے! تو کیا اور عقیدت ومحبت کے تیرے دعوے کیا؟ جو پیر ومرشد کی محبت وعقیدت میں سچے تھے وہ زیارت کے لئے ملتان جا پہنچے اور اب خبرِ وصال سن کر سیدھے خانقاہ شریف جارہے ہیں، اور تو گھر میں پڑا ہے!! وائے حسرتا! وائے محرومی!!

دُوسرا فون دیکھا تو ''صفدر ملک صاحب'' (راولپنڈی) کا تھا، ان سے رابطہ کیا تو افسردہ انداز میں بولے: ''حضرت صاحب فوت ہوگئے ہیں، سنائیں کیسے جارہے ہیں؟'' ناچیز نے عرض کیا کہ حاجی محمد یعقوب صاحب نے بتایا تھا کہ آخری بس پیرودھائی اڈّا (راولپنڈی) سے رات گیارہ بجے نکلتی ہے، خیال تھا کہ کوئی ساتھی مل جائے تو ابھی نکلا جائے، لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ جنازہ دو بجے ہوگا، لہٰذا اگر صبح پہلی بس میں جائیں تو اِن شاء اللہ بارہ بجے تک پہنچ جائیں گے، بس اس پر اِتفاق ہوگیا، اور طے پایا کہ ملک صاحب صبح کی نماز احقر کے ہاں پڑھیں گے اور پھر یہاں سے نکل جائیں گے۔

اس کے ساتھ ہی حضرت اقدس کے ایک دیرینہ مخلص مرید برکت حسین صاحب کا فون آگیا، ان سے تفصیلی بات ہوئی، تو انہوں نے بھی صبح کی نماز پر احقر کے گھر پہنچ جانے کا وعدہ فرمایا۔

افسردگی اور غم یوں چھایا کہ کچھ کہنے سننے اور کرنے کی ہمت نہ رہی، ایسے ہی عالم میں رات کٹی، اور پھر مؤرخہ ۶رمئی ۲۰۱۰ء کی اَذانِ فجر بلند ہوئی، اٹھا ہی تھا کہ صفدر ملک صاحب کی موٹرسائیکل دروازے پر رُکی، نیچے جاکر دروازہ کھولا، موٹرسائیکل اندر کی، اور دونوں مسجد چلے گئے، نماز پڑھ کر لوٹے، ملک صاحب کو ناشتہ دیا، اتنے میں برکت حسین صاحب بھی آگئے، اور پھر ہم اَڈّے کی طرف روانہ ہوگئے۔ پیرودھائی پہنچے تو ڈیرہ اسماعیل خان جانے والی پہلی بس کا ٹائم آٹھ بجے تھا اور ابھی ساڑھے چھ ہوئے تھے! کوئی اور بس یا ٹائم نہیں تھا، لہٰذا ٹکٹ لے لئے، احقر نے بکنگ کلرک سے پوچھا کہ بھائی جان بس کس وقت تک خانقاہ سراجیہ شریف کے موڑ پر پہنچے گی؟ کیونکہ ہم حضرتِ اقدس کے جنازے پر جارہے ہیں! اِن شاء اللہ بارہ بجے پہنچ جائے گی کیونکہ اس نے ایک بجے ڈی آئی خان پہنچنا ہے اور دو بجے واپس ہونا ہے۔ ساتھ ہی اس نے افسردہ ہوکر پوچھا: ''حضرت خان محمد صاحب فوت ہوگئے ہیں؟''

میں نے کہا: ’’جی ہاں!‘‘ اس نے غمزدہ ہو کر ساتھی سے کہا: ’’حضرت خواجہ صاحب فوت ہو گئے ہیں، ڈی آئی خان آفس فون کرو جے ساتھی جنازے تے پہنچ وجن!‘‘ یہ سن کر احقر نے زبانِ دِل سے کہا: ’’جی ہاں! حضرتِ خواجہ! حضرت خان محمد صاحبؒ! ہدایت وارشاد کے مرکز ومرجع، علمائے ربانی کے سرتاج، اِخلاص وللّٰہیت اور وادیٔ اِحسان کے لئے وجہِ اِمتیاز، طہارت وتقویٰ اور زُہد واِیثار، اِیمان ویقین، تسلیم ورضا کے پیکر، رُوحانی مجالس، مراقبوں اور حلقوں کی آن وشان، صبر وشکر، علم وعمل، قناعت وبےنفسی کے نشان، مسندِ اِرشاد وسلوک کی رونق وجان، کتاب اللہ کے عامل اور سنتِ نبوی کے نمونہ اور خاص وعوام کے پیر ومرشد اور شیخ وہادی، ۹۰ برس سے زیادہ اُفقِ خانقاہِ سراجیہ سے طلوع ہونے والے آفتاب، رُوحانیت اور ماہتابِ طریقت آج اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں۔‘‘

بس فراٹے بھرتی ہوئی جارہی تھی اور سفر تھا کہ جیسے ختم نہیں ہو رہا تھا، گم صم، گونا گوں خیالوں میں کھویا ہوا اور نعمتِ عظمیٰ کے کھو جانے پر اندر سے ٹوٹا ہوا دِل، اور جسم وجان! کبھی حضرت شیخ کے حضور اور کبھی آپ سے کوسوں دُور، اس مسکراتے ہوئے رُخِ انور سے جھڑتے ہوئے موتیوں کی جھنکار، اس سروقد وقامت کی خنک رفتار، اس مرشدِ عالی مقام کی مجلسِ سلوک وتصوف کی برکات، اس رہبر وہادیٔ بےمثال کی محفلِ وعظ وتذکیر کی تأثیر، اس شیخِ کامل مکمل کے مراقبہ وحلقہ کا فیض ناچیز کے دِل ودِماغ پر چھایا تھا۔

ناگاہ خیالوں کا بندھن ٹوٹا تو بس کے مسافروں کی جانب نظر اُٹھی سوائے چند کے باقی سب حضرت خواجہؒ کے سوگوار پائے۔ میانوالی داخل ہوئے تو اَڈّے پر متشرّع لوگوں کی ٹولیوں کی ٹولیاں بسوں سے اُترتی اور بسوں پر چڑھتی ہوئی دِکھائی دیں، اَڈّے سے نکل کر کندیاں کے روڈ پر آئے تو بسیں، کوچیں، کاریں، ویگنیں، اور دُوسری ٹرانسپورٹ کو اپنے شیخ ومرشد کے عقیدت مندوں سے لدا ہوا پایا، چھتیں اور پائیدان تک پُر تھے، ہر چہرہ مغموم اور افسردہ۔ کندیاں موڑ پر آئے تو درختوں، کھیتوں، کھلیانوں میں انسان ہی انسان، درختوں، مکانوں اور دیواروں کے سائے آج انسانوں کو جگہ مہیا کرنے سے عاری نظر آرہے تھے۔ جی ہاں! حضرت خواجہؒ کے چھپّر کا سایہ جو دُوسروں سے اُٹھ گیا تھا، رُوحانیت کا سایہ نہ رہے تو دُنیاوی سائے بھی سکڑ جاتے ہیں۔

کندیاں موڑ پر بس سے اُترے، دن کے بارہ بج رہے تھے، رکشے میں بیٹھے اور خانقاہ سراجیہ شریف کے موڑ پر پہنچے تو اچھی بھلی کھلی شاہراہ تنگیٔ داماں کا شکار تھی، ٹریفک کا رش اپنی جگہ، لیکن پیدل چلنے والوں کا چیونٹیوں کی مانند سڑک پر قطار در قطار حضرت خواجہؒ کے حضور رواں دواں ہونے کا سلسلہ اتنا وسیع وعریض کہ نہر تک پہنچنا محال ہو گیا، لہٰذا کنارے پر چند گز جانے کے بعد مجبوراً رکشے سے اُترنا پڑا، نہر کے

کنارے پر ملحقہ ڈیرے، گھر، حویلی، حتیٰ کہ کھیتوں کھلیانوں میں انسانوں، بسوں، گاڑیوں اور ٹریفک کا ہجوم ہی ہجوم! خانقاہ شریف تک پیدل پہنچے، ڈیڑھ بج گیا تھا، وضو کی جگہ اور استنجا خانوں کا رش، میلوں تک نہر کے دونوں کنارے پر وضو کرتے ہوئے اہل ایمان، انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر، ہر طرف سر ہی سر، جی ہاں! مرشدِ عالی مقام کی پچپن سال کی بانٹی ہوئی شفقتوں، عنایتوں، محنتوں، ریاضتوں اور خلقِ خدا کے ساتھ مہر و وفا کی حقیقت نکھر کر آنکھوں کے سامنے آگئی ہے۔ تبھی تو مرید، عقیدت مند، اپنے پرائے، علماء و مشائخ، خاص و عام اور حاکم و محکوم سبھی ایک ساتھ یہاں آگئے تھے۔ ضعیف و نحیف جسم والے ایک پچھتّر سالہ خمیدہ کمر بوڑھے کہہ رہے تھے کہ حضرت خواجہؒ کی وفات کا سن کر رات خانیوال سے چلا ہوں۔ پنجاب ہی سے نہیں، کوئی کشمیر و سرحد سے آیا ہے، تو کوئی بلوچستان و سندھ سے، اور ہر ایک کہتا پھرتا ہے:

ہر ذرّہ تیرے کوچے کا آنکھوں سے لگالوں!
ممکن ہے کسی پر ترا نقشِ کفِ پا ہو

دیکھتی آنکھوں نے دیکھا اور سنتے کانوں نے اسپیکر سے ہونے والی اس اپیل کو سنا: ''سیاہ رنگ کی کار میں ہمارے بزرگ حضرت ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب آرہے ہیں، پولیس والوں سے درخواست ہے کہ ان کی گاڑی کو آنے دیں۔'' بعض حضرات بیرونِ ممالک سے جہازوں پر پاکستان پہنچ کر جنازے میں شریک ہوئے، جنازہ گاہ کے لئے تیس ایکڑ سے زیادہ جگہ مختص کی گئی تھی، لیکن اس سے آگے نہر کا ایک کنارہ، پھر دُوسرا کنارہ، تا حدِ نگاہ اہل ایمان کا اِجتماع، ہر دِل غم زدہ، ہر آنکھ اشکبار، میرے پیر، میرے شیخ، ہمارے مرشد، ہمارے خواجہ کی ہر سو صدائیں، نمازِ جنازہ کا وقت دو بجے مقرر تھا، صفوں کی دُرستگی کا عمل جاری ہوا، اپیل پر اپیل ہو رہی تھی کہ صفیں دُرست کی جائیں، لوگوں کا ہجوم بڑھتا ہی گیا، بالآخر اِعلان ہوا کہ حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب نے حکم فرمایا ہے کہ مخدوم زادہ خلیل احمد صاحب نمازِ جنازہ پڑھائیں گے، پھر لاکھوں اہل ایمان نے فضیلت پناہ بلند مراتب حضرت مخدوم زادہ خلیل احمد صاحب کی اقتدا میں حضرت خواجہؒ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

بعد ازاں خانقاہ شریف کی مسجد کے شمال مغربی کونے سے ملحقہ ''احاطہ مزارات'' میں اپنے شیخ و مرشد حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ کے پہلو میں مغربی جانب حضرت خواجہؒ کو آسودۂ خاک کیا گیا۔ جہاں قریب ہی حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی قدس سرہٗ کے پہلو میں مشرقی جانب بانی خانقاہ سراجیہ حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ محوِ اِستراحت ہیں، جس طرح کریم ربّ نے حضرت خواجہؒ کو دُنیا میں اپنے شیخ اور ان کے شیخ کا ساتھ نصیب کیا تھا، آخرت کے لئے بھی اس ساتھ کی دائمی صورت اہل دُنیا کو دِکھلا دی گئی ہے، فَرَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ وَنَوَّرَ اللهُ مَرْقَدَهُمْ۔

عصر سے قبل تک تدفین کا عمل جاری رہا، اذانِ عصر سے قبل حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب نے تدفین کے بعد کی دُعا کرائی۔

خانقاہ شریف پر ایک رجسٹر رکھا گیا تھا، جس پر حضرت خواجہؒ کے سوگوار اپنے اپنے جذبات تحریر کرتے رہے، نمازِ عصر ہوئی، بعد ازاں حضرت صاحبزادہ خلیل احمد صاحب نے حلقہ کرایا اور دُعا فرمائی، جس کے بعد عقیدت مند حضرت صاحبزادہ خلیل احمد صاحب کی طرف پروانہ وار لپکنے لگے، جب آپ سے مصافحہ ودست بوسی کے لئے خلقت کی کثیر تعداد نے رجوع کیا تو اس گندے اور نکمّے نے زبانِ دِل سے کہا: میرے کریم رَبّ کے راز نرالے ہیں، اس نے اپنے بندے اور ہمارے حضرت خواجہؒ سے فرمایا ہے کہ اے میرے بندے! تو میرے پاس آجا اور میری جنت میں داخل ہوجا، اور دیکھ لے کہ ہم نے تیرے بعد رُشد وہدایت کا وہی حسین وعظیم سلسلہ تیری اولاد میں جاری وساری کردیا ہے، ہم اپنے اطاعت گزار بندوں کو ایسا ہی صلہ عطا کرتے ہیں، لاریب۔

حضرت خواجہؒ کی حیات میں خانقاہ شریف کی راتیں بڑی منور وروشن دِکھائی دیتی تھیں، آپ کے اِنتقال فرما جانے کے بعد آج دن کے وقت بھی اندھیرا چھایا تھا، لوگ جوق درجوق حضراتِ صاحبزادگان کے حضور آکر اِظہارِ غم اور دُعا کے لئے عرض کررہے تھے اور حضراتِ صاحبزادگان کرام غم کی تصویر بنے ہوئے تھے۔ حضرت خواجہؒ کے کمرہ مبارک کو تالا لگا تھا، اس کے سامنے والی دیوار کے دروازے سے آگے مغرب کی جانب مخدوم زادگان حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب، حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ سعید احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ رشید احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ نجیب احمد صاحب اوٹ لگائے ہوئے بیٹھے تھے، ہر ایک کے چہرۂ مبارک پر بے پناہ غم واندوہ چھایا تھا، لیکن حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب کا دُکھ اور افسردگی سوا تھی، حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ رشید احمد صاحب بہت ہی زیادہ مغموم تھے، حضرت صاحبزادہ سعید احمد صاحب کا رونا دیکھا نہیں جارہا تھا، اور حضرت صاحبزادہ نجیب احمد صاحب حیرت زدہ تھے کہ یہ کیا ہوگیا۔ کیوں نہیں، جن کے سروں سے شفقتوں اور محبتوں کا چھپّرہٹ جائے وہ یونہی مضطرب وغمگین ہوتے ہیں، ہر چہرہ اور ہر شکل اداس تھی، حضرت خواجہؒ کے مجاز خلفائے عظام کی حالت دیدنی تھی، خانقاہ شریف اور مسجد میں جیسے اپنے شیخ کو تلاش کرتے پھرتے تھے، حضرت حاجی عبدالرشید صاحب، حضرت مولانا نذرالرحمٰن صاحب، حضرت مولانا عبدالغفور صاحب، حضرت مولانا محبّ اللہ صاحب اور حضرت مولانا گل حبیب صاحب غم سے نڈھال تھے۔

جی ہاں! سب کے پیر ومرشد اور شیخ وخواجہ ان سے دُور چلے گئے تھے، وہ جو واردین وزائرین

کی خبر گیری و تواضع فرماتے تھے، ہر آنے جانے والے سے بلا اِمتیاز محبت و شفقت کا سلوک فرماتے، اپنے پرائے کے دِل کو اللہ اور اس کے رسولِ مقبول ﷺ کی محبت سے یوں لذت آشنا کرتے کہ وہ چال ڈھال اور حال قال میں متبع سنت بن جاتا۔ بے نور چراغ میں نور بھر دیتے، اور تہی دست و دامن کو تقویٰ وخشیت اور انابت کی دولت سے مالا مال فرما دیتے تھے، وہ خود زُہد و اِخلاص کے اوج پر تھے، لہٰذا اپنے پاس ہر آنے والے کے دِل میں محبتِ اِلٰہی کی چنگاری جلا کر اسے متقی اور پرہیز گار بنا دیتے تھے۔ دُنیا اور اہلِ دُنیا کی محبت میں گھائل لوگوں کو محبوبِ حقیقی کا دیوانہ اور عاشقِ صادق بنا ڈالتے۔ مشائخ نقشبندیہ کے طریق اور مسلک و مشرب کے مطابق مسترشدین اور حق کے طالبوں کی تربیت فرماتے، تصوف کی اُلجھی ہوئی گتھیاں سلجھاتے، دِل سوزی کے ساتھ خلقِ خدا کو صراطِ مستقیم پر گامزن فرماتے، عوام اور اہلِ دِل کو ذِکر و اِحسان کی دولت سے لذت آشنا کرتے، اِفتراق و تشتت کی مسموم فضا میں اِتحاد و اِتفاق کی علامت تھے، لیکن مسلک یا ضمیر کا سودا کرنے کی اجازت ہرگز نہیں دیتے تھے۔ علومِ دینیہ کی ترویج و اِشاعت اور علماء و صلحاء اور سالکین کی اصلاح و تربیت کا فریضہ شب و روز اور سفر و حضر میں جاری و ساری رکھتے، جن کے عمل میں اسلافِ اُمت کی طرح اِستقامت و صلابت تھی، جن کی نکتہ رسی اور نکتہ آفرینی کی داد اپنے پرائے دیتے تھے، جو علماء و مشائخ دیوبند کے قدر دان اور ان کے قول و فعل کا عملی نمونہ تھے، ان کی ذات مرجع خاص و عام تھی، جو قول و فعل اور عمل و کردار سے اہل سنت والجماعت کے ترجمان تھے، خاموشی اور کم گوئی ان کا وصفِ زرّین تھی، جن کی زبان نرم، لہجہ شائستہ، انداز دھیما اور اُسلوب پُرکشش و دِلنشین تھا، جو رُسوخ فی العلم اور تصلب فی الدین اور اِستحضار دلائل و براہین میں یکتا و ممتاز تھے، تمام دِینی اداروں، تحریکوں اور شخصیات و افراد کے خیر خواہ اور ان کی ترقی و بقا کے لئے دُعا گو رہتے تھے۔

جو مصلحت و رواداری اور چشم پوشی کے قائل نہ تھے، لیکن شدت پسندی یا جذباتیت کی حمایت نہیں کرتے تھے، سنجیدگی، فہم و تدبر اور متانت کا مجسمہ تھے، قافلہ دعوت و عزیمت کے چراغِ رُشد و ہدایت تھے، فتنوں کی کڑکتی دُھوپ میں ایسا شجرِ سایہ دار تھے جس کی چھاؤں میں اَفرادِ ملت کو سکون و قرار میسر آتا تھا، جن کی نظرِ کیمیا اثر سے ہزاروں انسانوں کو معرفت و رُوحانیت کی روشنی اور نورِ یقین نصیب ہوا، جن کے سلوک و طریقت اور تصوف و اِصلاحِ نفس کا چرچا چار دانگ عالم میں ہر سو پھیلا، جن کی خانقاہ معلیٰ کی جانب مرید و عقیدت مند، زائرین و خستہ دِل سالکین اور محبوبِ حقیقی کے طالب و دیوانے پروانہ وار مور و ملخ بن کر شب و روز رواں دواں رہتے تھے، ان کے اِنتقال پر پوری اُمتِ مسلمہ مستحقِ تعزیت ہے۔

عصرِ حاضر کے فتنوں کے خلاف یورش کا مسئلہ ہو یا مسلک و عقیدہ کے تحفظ کا میدان، حضرت خواجہؒ نے اپنے مسلک و عقیدے پر رہتے ہوئے ایک کامل مکمل شیخ کے پیکر میں اہل سنت والجماعت کا

موقف وکردار نہایت جرأت وتصلب کے ساتھ پیش کیا، لاکھوں افراد آپؒ کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے، خاص وعام، اپنے پرائے، حاکم ومحکوم، علماء وصلحاء، مشائخ ومرشدین، اور خاصانِ خدا کی یہ کثرت آپ کے مراتب کی بلندی اور کمالِ عظمت کا نشان ہے۔

مئی کی بلا کی گرمی میں رحمتِ خداوندی کا نزول یوں ہوا کہ حضرت خواجہؒ کی تدفین کے دوران آسمان پر دن بھر بادل چھائے رہے اور پھر بادل کی گرج چمک اور ٹھنڈی ہوا کا سلسلہ شروع ہوگیا، اور تدفین کی دُعا کے ساتھ ہی ہلکی بوندا باندی جاری ہوگئی، شام تک موسم نہایت خوشگوار ہوگیا، حضرت خواجہؒ کی نمازِ جنازہ اور تدفین کے بعد سوگواروں کی واپسی شروع ہوگئی جو دُوسرے روز صبح کے ناشتے کے بعد بھی ویسے ہی جاری رہی، تدفین کے بعد ہی مرید، عقیدت منداور دُوسرے سوگوار حضرت خواجہؒ کی قبر مبارک کی زیارت اور فاتحہ خوانی کے لئے گروہ در گروہ آنے لگے، اور صبح تک آتے جاتے رہے، نمازِ فجر کے بعد یہ ناکارۂ جہان بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حضرت خواجہ صاحبؒ کی مرقد شریف پر حاضر ہوا، سوگواروں کی صف میں شامل ہوکر فاتحہ پڑھی۔

❋

تسبیح اور بلیڈ

خانقاہ شریف پر صوفی اشفاق اللہ واحد صاحب گوجرہ والے اور غلام شبیر صاحب دونوں حضرات کافی مدت تک لنگر کی خدمت کرتے رہے، باوجودیکہ غلام شبیر صاحب کو حضرتؒ کا قرب حاصل رہا، مگر انہوں نے داڑھی نہ رکھی، ہمیشہ داڑھی منڈواتے ہی رہے۔ ایک مرتبہ حضرتؒ حج سے واپس تشریف لائے تو صوفی اشفاق اللہ صاحب کو تسبیح عنایت فرمائی، وہ تو صوفی بن گئے، اور غلام شبیر صاحب کو بلیڈ دیا، بس وہ امریکا چلے گئے، ابھی تک باقاعدہ حج پر آتے ہیں اور خانقاہ شریف سے تعلق رابطہ بھی برابر ہے، مگر بدقسمتی سے بلیڈ ان کی زندگی سے علیحدہ نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کو ظاہری سنت والی زندگی عنایت فرمائے اور باطنی فضائل سے مالامال رکھے۔ لہٰذا فقیروں کے پاس گستاخی والا عمل نہیں کرنا چاہیئے۔

میرے خواجہؒ... اللہ کے ولی

ملک خالد مسعود ایڈووکیٹ

میں تصوف کی لائن کو اپنانے کے لئے مختلف خانقاہوں پر گیا، لیکن وہاں کے حالات اور ماحول کو دیکھ کر دِل نہ لگا، اور نئی جگہ کی تلاش کے لئے سوچنے لگا، آخر کار میاں ضیاء الرحمٰن اور حاجی عبدالرحمٰن صاحب کے ساتھ جب پہلی دفعہ خانقاہ سراجیہ جانے کا موقع ملا، تو وہاں جاکر یہ دیکھا کہ بدعات نام کی کوئی چیز یہاں نہیں ہے۔ اسی سال رمضان میں جب ایک رات خانقاہ پر گزارنے کا موقع ملا تو دِل نے گواہی دی کہ اسلاف کی باقیات میں اگر کوئی جگہ ہے تو یہی خانقاہِ سراجیہ ہے۔

خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ عشاء کی نماز کے وقت مسجد میں تشریف لائے اور پوری رات حضرتؒ نے مسجد میں گزار دی، میرے جیسا نالائق شخص ہر چار رکعت نمازِ تراویح کے بعد کبھی وضو کرنے کے بہانے اُٹھ جاتا اور کبھی آخری صف میں آکر دس منٹ کے لئے لیٹ جاتا، لیکن قربان جاؤں حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ پر، کہ بڑھاپے کے باوجود آپ اپنی جگہ سے نہیں اُٹھے۔ چار رکعت تراویح کے بعد حضرتؒ اپنی جگہ مراقبہ فرماتے اور رات تین بجے جب نماز تراویح ختم ہوئی تو حضرتؒ سحری کے لئے تشریف لے گئے اور نمازِ فجر کی ادائیگی کے لئے دوبارہ تشریف لے آئے، نماز کے بعد ذِکر کی محفل ہوئی اور حضرتؒ اِشراق پڑھنے کے بعد گھر تشریف لے گئے۔

اگلے سال جب حضرتؒ حج کے لئے تشریف لے جارہے تھے تو مدرسہ ظہور اسلام تلہ گنگ میں حضرتؒ رُکے اور میاں ضیاء الرحمٰن نے عرض کی کہ بھائی خالد بیعت کرنا چاہتے ہیں، خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ حج کے بعد خانقاہ آجائیں وہاں بیعت کرلیں گے، لیکن میرے اصرار پر حضرتؒ نے میرے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر مجھے بیعت فرمایا، یہ میری خوش نصیبی تھی کہ میں نے شیخؒ کے ہاتھوں میں اپنے ہاتھوں کو دِیا اور وہ لمحات میرے لئے زندگی کے بہترین لمحات تھے۔ میرے ہاتھ صرف شیخؒ کے ہاتھوں میں نہ تھے بلکہ میں نے اپنے آپ کو اپنے شیخؒ کے حوالے کردیا تھا اور شیخؒ نے بھی مجھے اپنا بنالیا تھا،

جس کو میں نے کئی دفعہ محسوس بھی کیا۔

مجھے اپنی قسمت پر رشک بھی آتا تھا اور حضرت میاں محمد بخشؒ کا شعر مجھے اکثر یاد آتا ہے اور سوچتا ہوں کہ کہاں میں اور کہاں شیخ، یہ صرف اور صرف ان کی مہربانیوں، نوازشوں اور محبتوں کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دُنیا میں عزت اور سرفرازی عطا فرمائی ہے۔

میں نیواں میرا مرشد اُچا تے میں اچیاں دے سنگ لاہی
صدقے تھیواں انہاں اُچیاں تو جنھاں نیویاں نال نبھاہی

حضرت خواجہ محمد صاحبؒ کو اللہ پاک نے بچپن ہی سے بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا، جب حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ میں زیر تعلیم تھے تو اس وقت حضرت مطبخ کے انچارج بھی تھے، ورنہ عموماً مطبخ کا انچارج کسی طالب علم کو نہیں بنایا جاتا ہے۔ رُشد وہدایت کے چراغ میرے مرشد نے لاکھوں انسانوں کے دِلوں کو اللہ کی طرف راغب کیا، حضرتؒ مراقبے میں بیٹھے ہوئے جب نظر اُٹھا کر سامنے بیٹھے ہوئے مریدوں کو دیکھتے تو دوزانو بیٹھے ہوئے مریدوں کی کیفیت ہی کچھ اور ہو جاتی۔

مجھے ہر ماہ کم از کم ایک دفعہ یا کبھی کبھی دو دفعہ خانقاہ جانے کا اتفاق ہوتا، لیکن میں جب بھی خانقاہ جاتا، اسی طرح محسوس ہوتا کہ میں اصل رہنے والا تو خانقاہ کا ہوں، باہر تو صرف دُنیا کے کام کاج کی ضرورت کے تحت جاتا ہوں، یہ میرے شیخؒ کی محبت اور توجہ کی وجہ سے ایسا تھا۔

حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کو نبی ﷺ سے بے پناہ محبت تھی اور آپ ﷺ کے دُشمنوں سے سخت نفرت تھی، اس لئے حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنی زندگی کو قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں کے خلاف وقف کر رکھا تھا، ملک اور بیرونِ ملک قادیانیت کا پیچھا کیا۔

۱۹۵۳ء کی تحریک میں بھی آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اور ۱۵/اپریل ۱۹۵۳ء کو میانوالی جا کر گرفتاری پیش کی۔ ۱۹/اپریل ۱۹۷۴ء کو حضرت خواجہ صاحب کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کا نائب امیر مقرر کیا گیا اور ۱۷/اکتوبر ۱۹۷۷ء کو مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کے بعد آپ کو مجلس کا امیر منتخب کیا گیا، آپ کی امارت میں ۲۶/اپریل ۱۹۸۴ء میں صدرِ پاکستان جنرل ضیاء الحق نے امتناعِ قادیانیت آرڈی نینس جاری کیا۔

پاکستان اور پوری دُنیا میں جہاں بھی عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوّت کانفرنس کا اِنعقاد کرتی آپؒ خود تشریف لے جاتے، اور کانفرنس میں آخر تک شرکت فرماتے، بقول مولانا اللہ وسایا کہ میں نے چالیس سال حضرت خواجہ صاحبؒ کے ساتھ ختمِ نبوّت کا کام کیا، جب بھی حضرت خواجہ صاحبؒ کو ختمِ نبوّت کے کسی کام، کسی کانفرنس یا جلسے کے لئے کہا جاتا، حضرت خواجہ صاحبؒ اپنی تمام مصروفیات کو آگے پیچھے

کر کے ختمِ نبوّت کے کام کو اہمیت دیتے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ ختمِ نبوّت کا کام شفاعتِ نبوی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنی زندگی کی جو آخری اپیل کی تھی وہ بھی علمائے کرام کے نام تھی کہ مہینے میں کم از کم ایک جمعہ ختمِ نبوّت کے لئے وقف کریں اور اس میں ختمِ نبوّت کی اہمیت پر عوام الناس کو بتائیں۔

میرے خواجہؒ پُرانے تعلقات کو نبھانے والے اپنے پُرانے دوستوں اور ساتھیوں کا خیال رکھنے والے تھے، یوں تو کئی واقعات ہیں، لیکن صرف ایک واقعہ درج کیا جارہا ہے:

''حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کے ساتھ مولانا افتخار احمد بگویؒ کے دوستانہ تعلقات تادمِ آخر قائم رہے، حضرتؒ جب بھی بھیرہ کے علاقے میں تشریف لاتے، ضرور دارالعلوم عزیزیہ میں قدم رنجہ فرماتے، جامع مسجد میں وقت کی نماز یا نفل ادا کرتے اور اِلتزام سے خانقاہ بگویہ پر حاضری دیتے، مراقبہ کرتے اور مغفرت کی دُعائیں کرتے۔ بھیرہ میں قیام کے دوران مشائخ اور علماء بگویہ کا تفصیل سے اور محبت وعقیدت سے تذکرہ فرماتے، ان کی بیش بہا علمی، دِینی اور رُوحانی خدمات بیان کرتے۔'' (تذکار بگویہ جلد دوم ص:۶۰)

میرے خواجہ، اللہ کے ولی تھے، اپنے مریدوں اور چاہنے والوں کا خیال رکھنے والے تھے، بیماری کی حالت میں بھی اپنی رہائش سے خانقاہ ضرور تشریف لاتے کہ لوگ ملاقات کے لئے دُور دُور سے آئے ہوئے ہیں، حالانکہ ڈاکٹروں نے آرام کا مشورہ دیا تھا۔

آخری دنوں میں حضرتؒ کے گھر ملاقات کا سلسلہ جاری رہا، جب بھی لوگ ملاقات کے لئے تشریف لاتے، حضرتؒ پوچھتے کہ کہاں سے تشریف لائے ہیں اور گھر میں خیریت ہے۔

بیماری جب بڑھتی گئی تو آخرکار آپ کو میانوالی سے ملتان بذریعہ خصوصی طیارہ لے جایا گیا اور حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ سیال ہسپتال میں داخل ہوئے، اور پھر وہ وقت بھی آگیا جو حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کے مریدوں، چاہنے والوں اور خصوصاً اہلِ خانہ کے لئے قیامت سے کم نہیں تھا کہ حضرت ۵رمئی ۲۰۱۰ء کو مغرب کے بعد اپنے اللہ کریم کے پاس چلے گئے، تقریباً ۵۵ سال تک لوگوں کے دِلوں کو سیراب کرنے والے خواجہ خان محمد صاحبؒ کے چلے جانے سے اس طرح معلوم ہوا کہ جیسے ہم سب یتیم ہوگئے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کا جنازہ ۶رمئی ۲۰۱۰ء کو بعد نمازِ ظہر خانقاہ سراجیہ میں آپ کے فرزند اور خانقاہ سراجیہ کی مسند پر نئے جلوہ افروز ہونے والے حضرت خلیل احمد صاحب نے پڑھائی، حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کی نمازِ جنازہ میں لاکھوں افراد نے شرکت کی، اور پورا دن موسم خوشگوار تھا،

جواس بات کی نشاندہی کر رہا تھا کہ اللہ ربّ العزت اپنے بندوں کو جب اپنے پاس بلاتے ہیں تو ان کا سفرِ آخرت بھی انسانیت کے لئے ہدایت کا سماں پیدا کر دیتا ہے۔

جب خانقاہ سراجیہ کی مسجد کی تعمیر آخری مراحل میں تھی تو کسی نے کہا کہ اگر یہ مسجد کسی شہر میں ہوتی تو کیا اچھا ہوتا، اس پر حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ نے فرمایا کہ مسجد کسی شہر میں ہو یا جنگل میں، اس کی اصل زیب وزینت نمازیوں کے دم قدم سے ہے، اِن شاء اللہ ہماری مسجد قیامت تک آباد رہے گی۔

حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کی اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ ربّ العزت قیامت تک خانقاہِ سراجیہ اور اس کی مسجد کو آباد رکھیں گے، آخر میں دُعا ہے کہ اللہ ربّ العزت حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کو ہمت اور توفیق عطا فرمائیں کہ وہ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کے مشن کو آگے بڑھا سکیں۔

❋

گول گول......

ایک مرتبہ حضرتؒ خانقاہ شریف میں تشریف فرما تھے کہ ایک صاحب نے حضرتؒ سے عرض کیا کہ میرے دوستوں کو فرمائیں، میرے لئے بیٹا ملنے کی دُعا کریں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ: ان کو گول گول دو! پوچھا گیا: حضرت! گول گول کیا ہیں؟ فرمایا کہ حضرت شاہ اِسماعیل شہیدؒ جب بالاکوٹ میں لڑ رہے تھے تو دُشمن کا پلہ بھاری تھا، حضرت شہیدؒ کو کسی نے بتایا کہ ایک مجذوب دُشمن کے لئے دُعائیں کر رہا ہے، اس لئے وہ غالب آرہے ہیں۔ حضرتؒ موقع پاکر اس مجذوب کے پاس پہنچے اور شکایت کی کہ آپ مسلمانوں کے لئے دُعا نہیں کر رہے اور سکھوں کے لئے دُعا کر رہے ہیں، تو اس نے جواب دیا کہ وہ مجھے مٹھائی کے گول گول لڈو پیش کرتے ہیں، اس لئے اُن کے لئے دُعا کرتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت شہیدؒ نے باقاعدہ لڈوؤں کے ڈبے بھیجنے شروع کئے، پھر کام بنا۔ اس واقعے میں بہت سی ہدایات اور آداب پوشیدہ ہیں، مسلمانوں کو اپنے کام نکلوانے کے لئے فقراء کو ہدایا دینے میں کسر نہیں چھوڑنی چاہئے، اپنے اساتذہ بزرگوں کو ہدایا پیش کرنے چاہئیں۔ جہاں دِینی کام ہو رہے ہیں ان اِداروں کی مدد کرنی چاہئے، بیماروں، لاوارثوں، یتیموں، مسکینوں کا خیال رکھنا چاہئے، ان کا خیال رکھنے سے اللہ تعالیٰ ہمارا خیال رکھتے ہیں۔

مردِ خدا شناس!

ڈاکٹر دین محمد فریدی

۱۹۲۰ء میں موضع ڈنگ ضلع میانوالی میں حضرت خواجعمرؒ کے آنگن میں طلوع ہونے والا آفتابِ علم وعرفاں جس نے فلکِ رُشد وہدایت پرطلوع ہوکر چون سال تک عالمِ ہست وبود کواپنی ضیاپاش شعاعوں سے منور کیا تھا، عمر کی نوے منزلیں طے کرکے پانچ مئی ۲۰۱۰ء کی المناک شام کوغروب ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جب یہ خبر کانوں میں پڑی تو حواس ختم، عقل گم، زباں گنگ اور شعور معطل ہوگیا، آنکھوں سے آنسواور زبان سے آہیں جاری ہوگئیں، ہرشخص اپنی جگہ مجسمہ حیرت اور سراپاغم والم بنا ہوا تھا، واقعی اگر خدا کی طرف سے صبر نہ ملتا تو نہ معلوم کتنے دھڑکتے دِل بند ہوجاتے، کتنے ہی مسکراتے چہرے ماند پڑجاتے ہیں۔

آج اگر بھٹکتی، سسکتی اورتڑپتی دُنیا میں کسی کا رہنا ضروری تھا تو واللہ! وہ حضرت خواجہ خان محمدؒ کی ذات تھی، وہ کیا تھے؟ زبان کی فصاحت، قلم کی روانی، لفظوں کے بندھن اورتحریر وتقریر کی رسمیں ان کی ذاتِ گرامی کوخراجِ تحسین پیش کرنے سے عاجز رہیں گی، حضرت صاحبؒ برہانِ حق تھے، ان کا وجوداہلِ حق کے لئے باعثِ رحمت اور اُمتِ مسلمہ کے لئے سعادت تھا، اب کون ہمارا پُرسانِ حال ہے؟ یہ وہ سوال ہے جواہلِ حق کے سامنے کھڑا ہے اورمحروم ہوجانے والی ترستی نگاہوں سے اس کا جواب تلاش کر رہے ہیں، کہنے والے کہتے ہیں کہ ہم یتیم ہوگئے ہیں، ہمارا اثاثہ چھن گیا ہے، یقیناً اس محرومی کا اِزالہ بہت مشکل ہے۔

ہمارے بعد کہاں وفا کے ہنگامے
کوئی کہاں سے ہمارا جواب لائے گا

جب آپؒ سن بلوغت کو پہنچے تو حضرت اعلیٰ نے اپنی صاحبزادی کی شادی آپؒ سے کردی، اس

اہلیہ کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو تین صاحبزادے: عزیز احمد، خلیل احمد، رشید احمد اور ایک صاحبزادی عطا فرمائی۔ اہلیہ محترمہ کے وصال کے بعد تجرد کا اِرادہ فرمالیا، مگر اِرادت مندوں کے اِصرار پر نکاحِ ثانی فرمایا، دُوسری اہلیہ محترمہ سے اللہ تعالیٰ نے دو صاحبزادے سعید احمد اور نجیب احمد عطا فرمائے۔

آپؒ سالہا سال حضرت اعلیٰ خواجہ ابوالسعد احمد خانؒ کی خدمت میں رہے، حضرت اعلیٰ کے وصال کے بعد مسلسل پندرہ سال حضرت اقدس مولانا محمد عبداللہؒ کی خدمت میں رہے، آپؒ نے تکمیل مقامات، دعوت وارشاد، سیر وسلوک، حضرت اقدس مولانا محمد عبداللہؒ سے پایۂ تکمیل کو پہنچایا اور سلاسل اربعہ میں حضرتِ اقدسؒ سے اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے، ہفت سلاسل نقشبندیہ مجددیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، قلندریہ، عطاریہ اور کبرویہ کی اجازت وخلافت حضرت پیر سیّد عبداللطیف شاہؒ، احمد پور سیال ضلع جھنگ سے عطا ہوئی، حضرت ثانی حضرت مولانا محمد عبداللہؒ ۷؍جون ۱۹۵۶ء کو خالقِ حقیقی سے جاملے۔ حضرت ثانی کے وصال کے بعد حضرت خواجہ خان محمدؒ خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین مقرر ہوئے اور تادَمِ آخر طلبگارانِ حق کے دِلوں کو منور فرماتے رہے۔

آپؒ نے تمام زندگی ایک سچے عاشق رسول کی طرح والہانہ عشق ومحبتِ رسول سے لبریز ہوکر تحفظ ختمِ نبوّت کی کوششوں میں گزاری، دُنیا بھر میں قادیانی فتنے کے خلاف اور عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ کے لئے جدوجہد کی، کوئی محاذ ایسا نہ تھا جہاں آپؒ قادیانیت کے تعاقب میں نہ گئے ہوں، آخری دنوں میں بھی ختمِ نبوّت کے تحفظ کے لئے فکرمند تھے، ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظِ ختمِ نبوّت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کیا، اس طرح آپ کو سیفٹی ایکٹ کے تحت میانوالی جیل بھیج دیا گیا۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے انتقال کے بعد ۱۹۷۷ء میں عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے ساتویں امیر بنے، ناموسِ رسالت کے لئے اُمتِ محمدیہ کے تمام طبقات کو ایک لڑی میں پرو دیا اور چاردانگِ عالم میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وصحابہ کرامؓ کی عزت وناموس کا پھریرہ بلند کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آپؒ کے دورِ امارت میں عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت نے عقیدۂ ختمِ نبوّت کے سلسلے میں شاندار کامیابیاں حاصل کیں جو کہ اسلامی تاریخ کا ایک گرانقدر سرمایہ ہیں اور جنہیں تاریخ میں سنہری الفاظ سے لکھا جائے گا۔ آپ کے دورِ امارت میں پہلی مرتبہ چناب نگر میں ختمِ نبوّت کانفرنس ۶-۷؍ستمبر ۱۹۸۲ء کو منعقد ہوئی، جس میں تمام مکاتبِ فکر کے راہنماؤں نے شرکت کی، یہ کانفرنس آغاز سے لے کر اَب تک نہایت تزک واحتشام سے منعقد ہوتی ہے، چناب نگر میں ہونے والے مرزائیوں کے سالانہ اجتماع پر ۱۹۸۳ء میں پابندی لگادی گئی، ۱۴۰۸ھ میں آپؒ نے روئیداد عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کا مقدمہ لکھ کر گویا سمندر کو کوزے میں

بند کردیا۔ جس میں مرزا غلام احمد قادیانی ملعون اور ابتدائے تحریک تحفظِ ختم نبوّت کے حالات بیان کئے گئے ہیں، اس سے آپ کا عقیدۂ ختمِ نبوّت کے ساتھ عشق ومحبت اور والہانہ لگاؤ کا پتا چلتا ہے، انہی عظیم المرتبت قربانیوں کی کوششوں سے ۷رستمبر ۱۹۷۴ء کو نیشنل اسمبلی آف پاکستان نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا، اس عظیم کارنامے میں تمام مکاتبِ فکر کی برگزیدہ شخصیات کی کوششیں شاملِ حال تھیں، ان میں مفکرِ اسلام مفتی محمودؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا شاہ احمد نورانیؒ مولانا عبدالحقؒ، پروفیسر غفور احمد، مولانا عبدالمصطفیٰ ازہریؒ، مولانا عبدالحکیمؒ، مولانا سیّد محمد یوسفؒ اور مولانا غضنفر علی کراروی شامل تھے۔

۱۹۸۴ء کی تحریک امتناع قادیانیت آرڈی نینس میں آپ نے بنفس نفیس شرکت کی اور اپنے بوڑھے بدن پر لاٹھیاں کھائیں، آپؒ کی کوششیں اور جدوجہد رنگ لائی اور ۲۶راپریل ۱۹۸۴ء کو امتناعِ قادیانیت آرڈی نینس جاری ہوا، جس کی رُو سے قادیانیوں کو مسلمان کہلانے، اَذان دینے، اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کہنے، اور اِسلامی شعائر کے اِستعمال سے روک دیا گیا، نیز ان کی تبلیغی اور اِرتدادی سرگرمیوں پر پابندی لگادی گئی۔ حضرتؒ کے بارے میں پہلے ہی عرض کرچکا ہوں کہ ان جیسی عظیم ہستی پر تحریر وتقریر کی تمام رسمیں دم توڑ جائیں گی، اور یہ حقیقت بھی ہے کہ مجھ جیسا پُرتقصیر اور ناکارہ انسان حضرت جیؒ کے بارے میں کیا کچھ لکھ سکتا ہے، بہرحال اللہ تعالیٰ جو کچھ لکھا اس کو اپنے دربار میں قبول فرمائیں، اور بخشش کا ذریعہ بنائیں۔ ۵رمئی کا دِن پاکستان کی رُوحانی اور دِینی تاریخ میں ایک المناک سانحہ اور جاں گداز المیہ کی حیثیت سے یادرہے گا، جس دن گلشنِ دِین کا باغباں، حریمِ نبوت کا پاسباں اور علم ومعرفت کا بحرِ موّاج اس دُنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رُخصت ہوگیا، اللہ تعالیٰ ان جیسی عظیم ہستیوں پر جن سے ہماری تاریخ کی عظمتیں وابستہ ہیں ان کے مرقد مبارک پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے جن کا رُوحانی فیض آج بھی بھٹکے ہوئے مسافروں کے لئے روشنی کا مینار ہے۔

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

***

قطب الاقطابؒ کی رحلت

مولانا محمد عرفان، کراچی

حضرتِ اقدس خواجہ خان محمد صاحبؒ گلستانِ رُوحانیت کی ایک عظیم عبقری شخصیت، اپنے وقت کے کامل واکمل مرشدِ ربانی اور اپنے وقت کے قطب الاقطاب ومخدومِ زماں تھے۔ آپؒ کی شخصیت فیوض وبرکاتِ عالیہ کا مرکز کہلاتی تھی، آپ کی شخصیت پر اکابر علمائے دیوبند کو ناز تھا، آپ کی پوری زندگی کمالات سے عبارت تھی، آپؒ ہمیشہ اِخلاص، للّٰہیت اور تقویٰ کی راہ پر گامزن رہے۔ علمائے دیوبند کے مسلک اور عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت سے مضبوط وابستگی اور ان سے گہری عقیدت آپؒ کے کمال کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ آپؒ اپنے اسلاف کی مکمل تصویر تھے، اس پُرفتن دور میں لاکھوں لوگوں کو آپؒ کے ذریعے راہِ حق کی طرف راہنمائی ملی۔

حضرت علقمہ بن قیس کوفیؒ جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مشہور شاگرد اور مشہور تابعی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت قریب سے دیکھا ہے، ان کی مثال ان چشموں کی سی ہے جن سے لوگ سیراب ہوتے ہیں، پھر ان چشموں میں سے بعض تو وہ ہوتے ہیں جن سے دس آدمی سیراب ہوتے ہیں، بعض سے پچاس، بعض سے سو، اور بعض وہ ہیں کہ اگر ساری دُنیا بھی آجائے تو ساری دُنیا کو سیراب کردیں۔ پھر فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان چشموں میں سے تھے جو ساری دُنیا کو سیراب کرنے والے ہوتے ہیں۔ بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اکابر علمائے دیوبند میں سے آپؒ کو بھی اس کا مصداق بنایا تھا، آپؒ سے لاکھوں لوگوں نے کسبِ فیض کیا، جو بھی آپؒ کے پاس آتا وہ اپنے قلب کو انوارِ ہدایت سے منوّر کرکے جاتا، اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق آپؒ سے فیض ضرور حاصل کرتا، لاکھوں لوگوں نے آپؒ کے دست مبارک پر بیعت کی اور اپنی زندگیوں کو بدل ڈالا، کوئی شخص آپؒ سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہتا تھا، آپؒ سے ملاقات کرلینے کو ہر شخص اپنے لئے باعثِ شرف اور

خوش نصیبی سمجھتا تھا، گویا زبانِ حال سے یوں کہتا:

وَجَدْنَا اِمَامَ الْعَارِفِيْنَ بِأَرْضِنَا
سِرَاجِيَّةِ الْعُلْيَا بِأَلْطَافِ سَرْمَدِ
لَنَا بُو الْخَلِيْلِ الشَّيْخُ يُظْهِرُ نُوْرَهُ
فَطُوْبٰى لِمَنْ يَّأْوِيْ اِلَيْهِ وَيَهْتَدِيْ

ترجمہ:... ’’ہم نے سرزمینِ خانقاہِ سراجیہ عالیہ میں اِمام العارفین حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کو ذاتِ لم یزل کے الطاف دامن میں سمیٹے ہوئے پایا، ہمارے شیخ حضرت ابوالخلیلؒ ہیں جو اپنے انوار پھیلا رہے ہیں، پس اس شخص کو خوشخبری ہو جو ان کی پناہ میں آئے اور ہدایت پائے۔‘‘

مولانا خواجہ خان محمدؒ اپنے وقت کے مجددی نسبت کے کامل امین تھے، اسی مجددی نسبت کی خصوصیت کی بنا پر ہر باطل قوت سے ٹکرا جاتے کہ باطل پاش پاش ہو جاتا تھا، واقعات اس بات کے گواہ ہیں:

ایں سعادت بزورِ بازُو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت وعشق کی دولت سے نوازا تھا، آپؒ کا سینہ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لبریز تھا، چنانچہ جب کبھی نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؒ کے سامنے پڑھی جاتی تو آپؒ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے، نعت کو پوری توجہ کے ساتھ سنتے جاتے اور آنسو بہاتے جاتے، حضرت حسان بن ثابت انصاریؓ کے وہ اَشعار جو آپؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد میں کہے، گویا آپؒ زبانِ حال سے وہ اَشعار کہتے:

يَا أَفْضَلَ النَّاسِ اِنِّيْ كُنْتُ فِيْ نَهَرٍ
اَصْبَحْتُ مِنْهُ كَمِثْلِ الْمُفْرَدِ الصَّادِيْ
أَمْسَى نِسَاءُكَ عَطَّلْنَ الْبُيُوْتَ فَمَا
يَضْرِبْنَ فَوْقَ قَفَا سِتْرٍ بِأَوْتَادِ
مِثْلُ الرَّوَاهِبِ يَلْبَسْنَ الْمُسُوْحَ وَقَدْ
أَيْقَنَّ بِالْبُؤْسِ بَعْدَ النِّعْمَةِ الْبَادِيْ

ترجمہ:...’’اے ساری مخلوق میں سب سے افضل! میری مثال ایک شدید پیاس کے مارے شخص کی تھی، اور آپ نے ایک صاف ستھری ٹھنڈی نہر کی طرح اسے سیراب کردیا، آپ کی وفات کے بعد آپ کے حجرے ویران ہوگئے، اب وہاں کوئی نہیں جاتا، اور آپ کی ازواجِ مطہراتؓ نے آپ کے غم میں ہر طرح کی زینت اور آرائش کو ترک کردیا ہے، اور وہ یقین کرچکی ہیں کہ آقا کے وصال کے بعد نعمتیں اور خوشیاں بھی رُخصت ہوگئیں۔‘‘

آپؒ ہر سال حجِ بیت اللہ اور مدینہ منوّرہ کی حاضری کے لئے بے تاب رہتے، آپؒ کی کوشش یہ ہوا کرتی کہ مدینہ منوّرہ میں حاضری پہلے ہو، اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو ہر سال حرمین شریفین کی زیارت نصیب فرمائی، آپؒ کی زندگی کا ہر نقش حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتِ مبارکہ کا روشن ستارہ تھا، اور آپؒ کی زندگی کے ہر گوشے میں سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جھلک نظر آتی تھی۔

حضرت مولانا مفتی محمودؒ فرمایا کرتے تھے: ’’آپ اِمامِ وقت ہیں، اور آپ مجددی دربار میں ہمیشہ ہی آگے رہتے ہیں، آپ بادشاہِ وقت ہیں۔‘‘ شہیدِ اِسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ فرمایا کرتے تھے: ’’حضرت خواجہ قبلہ خان محمد صاحب اس وقت قطب الاقطاب ہیں۔‘‘

اہلِ ارادت نے آپؒ کی بے شمار کرامات مشاہدہ کیں، لیکن آپؒ نے کرامات کو خاص اہمیت نہیں دی اور نہ ان کا تذکرہ پسند فرماتے۔ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ: ’’حضرت خواجہ صاحب کی زبان پر تقدیر بولتی ہے۔‘‘ آپؒ مستجاب الدعوات تھے، حضرتِ اقدس مولانا محمد یوسف بنوریؒ فرمایا کرتے تھے: ’’حضرت خواجہ خان محمد صاحب سے بڑا مستجاب الدعوات برِصغیر میں کوئی نہیں ہے۔‘‘

آپؒ کئی ماہ سے بیمار چلے آرہے تھے، کمزوری کافی ہوچکی تھی، علاج معالجہ ساتھ ساتھ ہوتا رہا، بالآخر ۵رمئی ۲۰۱۰ء مغرب وعشاء کے درمیان معمولی غنودگی ہوئی اور رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی، اناللہ وانا الیہ راجعون!

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

***

خاموش مجاہدؒ

مولانا فیض محمد، کراچی

قطبِ زماں، سلوک وتصوف کے مہرِ تاباں، علم وعمل کے خورشیدِ درخشاں، سرتاج العلماء والصلحاء، اِمام الاولیاء والاتقیاء، پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، قافلۂ حق وصداقت کے سالارِ ذِی وقار، مجاہدِ بے بدل، خواجۂ خواجگان حضرتِ اقدس مولانا خان محمد صاحب نقشبندی مجددیؒ اس قحط الرجال کے دور میں ایسے اوصافِ حمیدہ ومحاسنِ جمیلہ کے مالک تھے کہ اب ان کا تصوّر بھی محال ہے، مثلاً آپ علم وعمل میں، عبادت وریاضت میں، زُہد وقناعت میں، اِخلاص وتقویٰ میں، محبت ومعرفت میں، شفقت وعنایت میں، توکل وتحمل میں، تسلیم ورضا میں، تدبر وتفکر میں، تواضع وایثار میں، جہد وجہاد میں، مقبولیت ومحبوبیت میں، عظمت وعزت میں، عزم وہمت میں، قرونِ اُولیٰ کی یادگار، سلفِ صالحین کا کامل نمونہ اور نادرۂ روزگار تھے۔ جہاں آپؒ جید عالم تھے وہاں آپؒ شریعتِ مطہرہ پر بھی پوری طرح پابند۔ اگر آپ قلوب کے تزکیہ کے لئے تخلیہ وتنہائی کو بہتر جانتے تھے تو دُوسری طرف تحریک وتنظیم کے بھی قائل تھے۔ خانقاہوں کا تقدس ضروری سمجھتے تھے، تو مدارسِ دینیہ کی بھی اہمیت کے قائل وقدرداں۔ اِتحاد واِتفاق کے حامی، اِنتشار واِفتراق کے مخالف، وقت کے تقاضوں سے باخبر، سیاست سے بھی واقف کار۔ حضرتِ اقدسؒ کو علم میں رُسوخ اور تصوف میں مہارتِ تامہ حاصل تھی، لیکن اس کے باوجود نہ وعظ، نہ تقریر، نہ پند ونصائح کی مجالس، نہ علم وکمال کا اِظہار، نہ کسی سے بحث وتکرار۔ خانقاہ ہو یا مدرسہ، جلسہ ہو یا کانفرنس، ہر جگہ مستقل مزاجی سے خاموشی برقرار۔ حضرتِ اقدسؒ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانِ گرامی: ”مَنْ صَمَتَ نَجَا“ (جو چپ رہا اس نے نجات پائی) کے حقیقی مصداق وعامل تھے۔ ایک موقع پر حضرت عقبہ بن عامرؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: ”مَا النَّجَاةَ؟“ حضرت! نجات حاصل کرنے کا گُر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: ”اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ“ اپنی زبان پر قابو رکھو، کیونکہ زیادہ تر زبان کی بے باکی ہی جہنم میں گرانے کا سبب بنتی ہے۔

حضرتِ اقدس خواجہ صاحبؒ نے جس طرح ان احادیث کو سمجھا اوران پر عمل کیا، اس کی مثال مشکل ہے، لیکن آپؒ کا یہ سکوت، زبان کی یہ بے مثال خاموشی آپ کو ربطِ ملت سے دُور نہ رکھ سکی، آپؒ نے تحریکوں میں حصہ لیا، جلوسوں کی قیادت کی، جلسوں کی صدارت کی، ہر موقع پر علمائے حق کی سرپرستی کی، دینِ حق کی سربلندی کے لئے کی جانے والی ہر کوشش، ہر جدوجہد میں آپؒ شامل رہے۔ تحریکِ ختمِ نبوّت میں آپؒ نے قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں، عین پیرانہ سالی میں گرفتار ہوئے، حوالات میں بند ہوئے، لیکن پوری ہمت واِستقامت سے قادیانیت کا تعاقب جاری رکھا۔ ہزاروں علماء ومبلغین آپؒ کی قیادت اور آپؒ کی سرپرستی میں اس فتنے کے تعاقب میں سرگرمِ عمل رہے۔ آپؒ طبعاً خاموش مزاج اور عملاً طریقِ صوفیاء سے وابستہ تھے، لیکن آپؒ نے اپنے آپؒ کو صرف خانقاہ اور ذِکر وفکر تک محدود نہیں کیا تھا، صرف پیری مریدی پر آپؒ نے اِکتفا نہیں کیا، اپنے مریدین ومتعلقین کو صرف عبادت وریاضت پر نہیں لگائے رکھا، بلکہ آپؒ کی ذات میں اِجتماعیت تھی، آپؒ دِین کے اِجتماعی مسائل وفوائد کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: ”اِتَّقُوْا بِفَرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللهِ“ (مؤمن کی فراست سے ڈرو! اس لئے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے)۔ آپؒ کی عظمت کو سب سے پہلے اگر کسی نے پہچانا تو وہ آپؒ کے محبوب اُستاذ، آپؒ کے مشفق ومحسن، علامۃ الدہر، محدث العصر، شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ تھے، حضرت الشیخ بنوریؒ اعلیٰ درجے کے مردم شناس تھے، آپؒ کی عقابی نگاہوں میں اللہ تعالیٰ نے حسنِ انتخاب کی دولت ودیعت فرمائی تھی، جس پر ہاتھ رکھا وہی لعلِ بدخشاں بن گیا، جسے چنا وہی محبوبِ جہان بن گیا، صحراؤں میں روپوش، ردائے سکوت میں ملبوس، علم معرفت کے اس خورشیدِ درخشاں کو حضرت بنوریؒ نے ڈھونڈ نکالا، صحراء میں چمکنے والے چاند کو ماہتابِ عالم بنا چھوڑا، آپؒ کی عظمت ورفعت کو پہلے آپؒ کے اُستاذ نے جانا، پھر ساری دُنیا نے مانا۔ حضرت الشیخ بنوریؒ کو جب مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کی قیادت وسیادت قبول کرنے کے لئے مجبور کیا جاتا ہے، تو حضرت الشیخ بنوری اراکینِ مجلس کو قطبِ دوراں، اِمامِ عارفاں کو اپنی نیابت ورفاقت قبول کرنے کے لئے رضامند کرنے کو مجبور کرتے ہیں، بلکہ اپنی امارت کو حضرتِ اقدسؒ کی نیابت سے مشروط کردیتے ہیں۔ مشنِ صدیقی کی تکمیل کے لئے مستقبل کے فیصلے کئے، ماضی کی یاد تازہ ہورہی ہے، عقیدۂ ختمِ نبوت کے پاسبانِ اوّل جناب سیّدنا صدیقِ اکبرؓ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپؓ نہ خلافت کے اُمیدوار تھے، نہ طلب گار، لیکن قدسیوں کی جماعت، جماعتِ صحابہؓ میں علم وفضل میں، اِخلاص واِیثار میں، قربانی وکردار میں، تقویٰ وطہارت میں، فہم وفراست میں، قدر ومنزلت میں، عزم وہمت میں، جرأت وبہادری میں سیّدنا صدیقِ اکبرؓ کا کوئی ہم پلہ نہ تھا، موفق وملہم من اللہ سیّدنا فاروقِ اعظمؓ نے تائیدِ ایزدی سے سیّدنا

صدیقِ اکبرؓ کا ہاتھ تھام کر آپ کی بیعت و خلافت کا اعلان کیا۔ تمام جماعتِ صحابہؓ نے آپؓ کی موافقت کی، بس پھر کیا پوچھنا! سیّدنا صدیقِ اکبرؓ نے اپنے آپ کو بھلا کر اپنی فراست کو ہمہ تن دینِ اسلام کی خدمت و پاسبانی کے لئے وقف کر دیا، فراقِ رسولؐ سے نڈھال یارانِ رسولؐ کو سہارا دیا، منکرینِ ختمِ نبوّت، منکرینِ زکوٰۃ کا قوتِ ایمان سے استیصال کیا، تمام فتنوں کا سدِ باب کیا، دینِ اسلام کو تحریف و تنقیص سے بچایا، یہاں تک کہ دینِ اسلام کو اپنی اصلی حالت پر قائم رکھنے میں کامیاب ہوئے، اُمتِ مسلمہ پر آپؓ کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ آپؓ نے بلاتردّد و بلاتوقف منکرینِ ختمِ نبوّت و منکرینِ زکوٰۃ کو تہ تیغ کر کے اسلام کو ہر قسم کی قطع و برید سے محفوظ کر دیا، فجزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء!

حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کی رحلت کے بعد مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے ذمہ داران کو بھی کچھ ایسی ہی صورتِ حال کا سامنا ہے کہ اب میرِ کارواں کون ہوگا؟ قافلۂ عشق و وفا کا سردار و سالار کسے بنائیں؟ بہت سے پاکیزہ رُو اور پاکیزہ خو سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں، سب کی نظروں کا محوَر و مرکز، علم کا بحرِ بے کنار، نسبتِ حسینی کا علم بردار، غیرت و حمیت سے سرشار حضرت العلامہ مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کا وجودِ مسعود تھا، اُن نفوسِ قدسیہ نے اپنی قیادت و سیادت کے لئے باصرار حضرت بنوریؒ کو چنا تو حضرت بنوریؒ نے اپنی نیابت و رفاقت اور اپنے بعد مجلس کی امارت کے لئے خاموش مجاہد، اِمامِ وقت، سلوک و تصوف کے بے تاج بادشاہ حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کو چنا، کیا سعید گھڑی تھی جس میں یہ حسنِ انتخاب ہوا، اُستاذ شاگرد دونوں ہی نہ اُمیدوار، نہ طلب گار، مگر اہلِ علم کا قبولِ منصب کے لئے بے حد اِصرار، کیسا حسنِ اتفاق ہے، دورِ آخر کی دورِ اوّل سے کیسی زبردست مناسبت و مماثلت ہے، وہاں صدیقؓ و عمرؓ کا اِنتخاب تھا، یہاں یوسفِ صدیقؒ اور ابنِ عمر، خان محمدؒ کا اِنتخاب ہے، سبحان اللہ! قدرت کی طرف سے صدیقی مشن کے لئے صدیقی نسبت کا حسنِ اِنتظام ہو رہا ہے، سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے اِمامِ اوّل سیّدنا صدیقِ اکبرؓ ہیں، اور اِمامِ وقت حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ ہیں، مہربان اُستاذ کا حکم، علمائے حق کی درخواست، قبول ہو جاتی ہے، یوں قافلۂ حق و صداقت، کاروانِ عشق و وفا کی ترتیب بن جاتی ہے، علم و فضل کا بحرِ بے کراں حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ امیرِ کارواں، تصوف و توکل کا خورشیدِ درخشاں خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خان محمدؒ نائب امیرِ کارواں۔ ایسی بے مثال و بے لوث قیادت میں کاروانِ ختمِ نبوّت حصولِ منزل کے لئے رواں دواں ہوا، بالآخر حق تعالیٰ نے ان متوکلانِ راہِ حق کو سرخرو کیا، حضرت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی جدوجہد رنگ لائی، خونِ شہیداں کی برکت سے حضرت سیّد انور شاہ کشمیریؒ کی شروع کی ہوئی تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی، طویل ترین جدوجہد، بے اِنتہا مصائب و آلام، بے شمار قربانیوں اور صبر آزما حالات کے بعد منزلِ مقصود حاصل ہوئی، قادیانیت کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار

دیا، مرزا غلام احمد قادیانی قانونی طور پر ختمِ نبوّت کا منکر اور کافر ٹھہرا، خزلھم اللہ ومن تبعھم فی الدنیا والآخرۃ۔

حضرت بنوریؒ نے اپنے محبوب اُستاذ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے بعد آئندہ کے لئے مشن اپنے محبوب و معتمد شاگرد مولانا خواجہ خان محمدؒ کے سپرد کر دیا، اس عظیم مشن کا تقاضا بھی یہی تھا کہ کسی عظیم مستقل مزاج ہستی کو یہ امانت سونپی جائے، جو سب کے لئے باعثِ تعظیم وتکریم ہو، دیکھا جائے تو اس لحاظ سے حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ سے بہتر کوئی شخصیت نہیں تھی، آپ ہر لحاظ سے حضرت بنوریؒ کی جانشینی کے لئے موزوں تھے، نہ صرف موزوں بلکہ کماحقہٗ حق دار تھے، تحریکِ ختمِ نبوّت میں حضرت بنوریؒ اور حضرت خواجہ خان محمدؒ قریہ قریہ، بستی بستی پھرے، علم وعمل کے آفتاب ومہتاب اگر ایک طرف اکابر کا قرض چکا رہے تھے تو دُوسری طرف اصاغر کو مستقبل کا فرض یاد دِلا رہے تھے، حضرت بنوریؒ تحریر وتقریر کے بادشاہ، حضرت خواجہؒ سلطنتِ سکوت وخاموشی کے بادشاہ، حضرت بنوریؒ تحریر وتقریر میں علم کے دریا بہا رہے تھے، تو آپ کے شاگردِ رشید حضرت خواجہؒ کمالِ خاموشی سے اپنے سینۂ بے کینہ میں اس تلاطمِ علم کو جذب کر رہے تھے، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں جس اِفادہ واِستفادہ کی اِبتدا ہوئی تھی، اب اس کی اِنتہا ہو رہی ہے، وہاں اِفادہ واِستفادہ کا ذریعہ کتاب تھی، یہاں اِفادہ واستفادہ براہِ راست قلوب سے ہو رہا ہے، وہاں علم کسبی تھا، یہاں علم وہبی نصیب ہو رہا ہے، وہاں قرطاس پر پڑھا جا رہا تھا، قرطاس پر لکھا جا رہا تھا، یہاں لوحِ دِل سے پڑھا جا رہا ہے، لوحِ دِل پر لکھا جا رہا ہے، ایک دِل سے امانت دُوسرے دِل میں منتقل ہو رہی ہے، کبھی اُستاذ ملنے آ رہا ہے، کبھی شاگرد ملنے جا رہا ہے، قدرتِ حق اس طرح حضرت بنوریؒ کا جانشین تیار کر رہی تھی، یہاں تک کہ حضرت بنوریؒ سفرِ آخرت پر رُخصت ہوگئے اور آپؒ حضرت بنوریؒ کے جانشین بن گئے، حضرت بنوریؒ کا جانشین آپؒ کے مشن کا امین، آپؒ کے جانے کے بعد بھی بدستور خاموش رہا، اپنی خاص قلبی توجہات وتصرفات سے اپنے علوم ومعارف کی ترجمانی کے لئے سلطان القلم، حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کو منتخب کیا، حضرت خواجہؒ نے فرمایا: جسے مجھے سننا ہو، وہ مولانا محمد یوسف لدھیانوی کو سنے، وہ میرے ترجمان ہیں۔ یوں آپ کی کرامت واِستقامت سے تحریر وتقریر کا فیض جاری وساری رہا۔ آپؒ دیوبندی نقشبندی مجددی تینوں نسبتوں کے حامل تھے، ان تینوں نسبتوں کا تقاضا کہ آپ ہر باطل کی سرکوبی کرتے، ہر فتنے کا تعاقب کرتے، شرک وبدعت کا رَدّ کرتے، سنت ومذہب کو رِواج دیتے، رُسوم ورِواج کا قلع قمع کرتے، غلبۂ اِسلام کے لئے، غلبۂ حق کے لئے، دِفاعِ دِینِ اسلام کے لئے بھرپور جدوجہد کرتے، چنانچہ آپ کی دُعا وتوجہ سے آپؒ کے مریدین ومتعلقین نے ہر میدان میں نمایاں کردار ادا کیا، مرزائیت کے رَدّ میں آپؒ کی ترجمانی آپؒ کے مرید ومخلص مجاہدِ اِسلام حضرت مولانا غلام غوث

ہزارویؒ کرتے رہے، شرک وبدعت کے رَدّ میں آپ کے مرید ومحبّ خطیب العصر مولانا سیّد عبدالمجید ندیم نے نمایاں خدمات انجام دیں، فتنۂ رفض کے رَدّ میں آپ کے مرید ومقرب عظمتِ صحابہؓ کے نقیب شہیدِ اِسلام مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ اور مؤرّخِ اسلام حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ نے بے مثال خدمات انجام دیں۔ یہ سب حضرتؒ کی دُعا اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی صدیقی مجددی نسبت کا ثمرہ اور خاصہ تھا۔ پاکستانی سیاست میں سیکولر اور بے دِین عناصر کا مقابلہ کرنے والی اکابر کی سیاسی جماعت ''جمعیت علمائے اسلام'' کے آپؒ رُکن رکین تھے، جمعیت کی ہمیشہ سرپرستی کی، آپؒ کی طرف سے سیاست میں نمائندگی حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور مولانا مفتی محمودؒ کرتے، اور ان کے بعد حضرت مفتی محمودؒ کے فرزندِ ارجمند میدانِ سیاست کے شہسوار حضرت مولانا فضل الرحمٰن، حضرتؒ کی طرف سے نمائندگی کرتے رہے، اور حضرتؒ بھی اُن کی بھرپور سرپرستی فرماتے رہے، مولانا سمیع الحق پر بھی برابر شفقت ومہربانی فرماتے رہے، تبلیغی جماعت کے مبلغین فی سبیل اللہ ہوں یا مجاہدین فی سبیل اللہ ہوں، سب پر آپؒ کی عنایت وشفقت ہوتی، آپؒ سب اہلِ حق کی برابر سرپرستی فرماتے، سب کے سروں پر دستِ شفقت رکھتے۔ حضرتِ اقدسؒ کے اس خاموش مجاہدانہ ومخلصانہ کردار کی ایک جھلک خطیبِ پاکستان حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ کی ایک تحریر میں دیکھی جاسکتی ہے، مولانا قاسمیؒ لکھتے ہیں:

''مجلس تحفظ ختمِ نبوّت پاکستان کے امیر پیرِ طریقت حضرت مولانا خواجہ خان محمد ملک کی تمام دِینی تحریکوں کی ہمیشہ سرپرستی فرماتے ہیں، مولانا خان محمد کی یہ منفرد خصوصیت ہے کہ انہوں نے ہمیشہ حق کا اور حق پرستوں کا ساتھ دیا ہے، جب بھی اہلِ حق ظالم حکمرانوں یا وقت کے فرعونوں کے مقابلے میں نکلے ہیں، مولانا خان محمد نے ان کا بھرپور ساتھ دیا ہے۔''

مولانا قاسمیؒ کی اس مختصر تحریر میں حضرتِ اقدسؒ کی مجاہدانہ وبے باکانہ زندگی کا ایک جامع نقشہ سامنے آجاتا ہے، جس سے پتا چلتا ہے کہ آپ نے ہمیشہ اہلِ حق کی سرپرستی کی، اہلِ حق کا ساتھ دیا، اپنی خداداد بصیرت سے اُن کی راہنمائی کی، اپنی دُعاؤں سے انہیں نوازا، ان کے کام کو قدر کی نگاہ سے دیکھا، ان کی خوب حوصلہ افزائی فرمائی۔

اصحابِ مدارس ہوں یا خدامِ مساجد، آپؒ سب کی دِلجوئی کرتے، کسی کی تذلیل وتحقیر کا آپؒ کے ہاں دستور ہی نہیں تھا، یہی وجہ ہے کہ ہر طبقے کے علماء ہوں یا عوام ہوں، آپؒ کے دامنِ فیض سے وابستگی کو اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتے ہیں، نامور علماء ہوں یا مشہور ومعروف خطباء ہوں، یا صفِ اوّل کے مناظر ہوں، یا دِل موہ لینے والے مبلغین ہوں، ماہر مفتی ہوں یا مایۂ ناز محقق ومصنف ہوں، جماعتوں کے سربراہ ہوں یا کارکنان ہوں، دِین دار ہوں یا دُنیادار، سب ہی آپؒ کو اپنا اِمام، اپنا پیشوا، اپنا ملجا وماویٰ

سمجھتے تھے، آپؒ کی اطاعت کو اپنے لئے باعثِ نجات سمجھتے تھے، اس خاموش مجاہد نے خاموشی کے پردے میں کیا کیا کارہائے نمایاں انجام دیئے، کہاں کہاں اپنی محبتوں کے چراغ جلائے، نہ تو ان تمام باتوں کا اِحاطہ کیا جاسکتا ہے نہ اندازہ کیا جاسکتا ہے، اس لئے کہ آپ نے بہت کچھ پردۂ اِخفاء میں رکھا، اس پر مزید یہ کہ سکوت وخاموشی کی وسیع وعریض چادر اوڑھ رکھی تھی، رازداری وروا داری سے سب کچھ ہوتا رہا۔

مختصراً یہ کہ آپؒ نے تحریکوں میں حصہ لیا مگر خاموشی سے، ہر باطل کی سرکوبی کی مگر خاموشی سے، جلوسوں کی قیادت کی مگر خاموشی سے، جلسوں کی صدارت کی مگر خاموشی سے، علمائے حق کی سرپرستی کی مگر خاموشی سے، مدارس کی سرپرستی کی مگر خاموشی سے، مساجد کی آبادی کی مگر خاموشی سے، خانقاہوں کو رونق بخشی مگر خاموشی سے، مریدوں کی تربیت کی مگر خاموشی سے، بندگانِ خدا کی اِصلاح کی مگر خاموشی سے، ٹوٹے ہوئے دِلوں کو اللہ سے جوڑا مگر خاموشی سے، غریبوں، محتاجوں کی مدد کرتے مگر خاموشی سے، احباب کی خبرگیری کرتے مگر خاموشی سے، مکے مدینے کی حاضری ہوتی مگر خاموشی سے، ہر عمل میں سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی کرتے مگر خاموشی سے، ہر دَم اپنے اللہ کو یاد کرتے مگر خاموشی سے، زندگی میں طویل سفر کئے مگر خاموشی سے، بالآخر اسی خاموشی سے رختِ سفر باندھ کر دُنیائے فانی سے آخرت کے طویل سفر پر روانہ ہوگئے۔

اس خاموشی پسند مجاہد نے ہمیشہ کے لئے شہرِ خموشاں میں سکونت اِختیار کرلی، سعدی شیرازی فرماتے ہیں:

اے مرغِ سحر عشق زپروانہ بیاموز
ماں سوختہ را جاں شد وآواز نیامد

اے صبح کے پرند! عشق پروانے سے سیکھ کہ اُس دِل جلے کی جان چلی گئی اور آواز نہ نکلی، صدیوں پہلے کا یہ شعر آپؒ کی شخصیت کی بہترین عکاسی کرتا ہے۔

آپ تو اپنے محبوبِ حقیقی کے پاس چلے گئے، لیکن آپ کے بعد چمن کی کیا حالت ہے؟ یہ ایک شعر حقیقت بیان کرتے:

ہمارے بعد اس چمن میں ہزاروں بلبلیں ہوں گی
پھر بھی شاہین تڑپے گا اُداس رہے گا زمانہ

***

خانقاہِ سراجیہ - ایک تعارف و تاریخ

حافظ حبیب اللہ چیمہ

برِصغیر پاک وہند میں اِشاعتِ اسلام میں بزرگ اولیاء اللہ اور خانقاہوں کے صوفیائے کرام کا کردار بہت بلند ہے کہ اپنے قول وفعل اور کردار کے ذریعے کروڑوں انسانوں کو دِینِ اسلام سے روشناس کرایا۔ انہی خانقاہوں میں ہندوستان کے شہر سرہند شریف میں حضرت اِمامِ ربانی مجدد الف ثانیؒ کی نسبت سے دہلی میں قائم خانقاہِ مظہریہ اور وہاں سے خانقاہ احمدیہ موسیٰ زئی شریف ڈیرہ اسماعیل خان کے تیسرے سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد سراج الدینؒ کے محبوب خلیفہ حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ نے اپنے شیخ سے محبت اور ان کی یاد میں میانوالی کے مضافات میں اپنے آبائی رقبے پر خانقاہِ سراجیہ قائم کی، جس کی تعمیر ۱۹۲۰ء سے پہلے شروع ہوئی۔ حضرت مولانا احمد خانؒ اپنے علاقے کے بہت بڑے زمیندار تھے، لیکن اس سب کچھ کے باوجود دِینی تعلیم کے حصول اور اس کے بعد خانقاہ احمدیہ موسیٰ زئی شریف میں حضرت خواجہ محمد عثمانؒ اور ان کے بعد ان کے جانشین وفرزندِ ارجمند خواجہ محمد سراج الدینؒ سے رُوحانی فیوض حاصل کرنے کے لئے ہر طرح کی تکالیف صبر واِستقامت کے ساتھ برداشت کیں، اور اپنے مشن میں کامیاب ہوئے۔ آپؒ نے طالبینِ حق کی خوب سے خوب تر تربیت کی اور جلد ہی خانقاہِ سراجیہ کا فیض پورے برِصغیر میں پھیلنے لگا۔ اس وقت کے اکابر علمائے حق اور دارالعلوم دیوبند کے مشائخ خانقاہِ سراجیہ تشریف لاتے رہے، آپؒ نے اپنی زندگی میں اپنے ۳۱ مریدین کو رُوحانی تربیت کی تکمیل پر اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا۔

۱۹۴۱ء میں آپؒ کے اِنتقال کے بعد آپؒ کی وصیت کی روشنی میں آپؒ کے خلیفہ حضرت مولانا عبداللہؒ آپ کے جانشین ہوئے، حضرت مولانا محمد عبداللہؒ نے بھی اپنے شیخ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دِینِ اسلام کی ترویج واِشاعت میں پورا پورا حق ادا کیا اور ان دو حضرات کے خلوص اور جذبۂ خدمتِ دِین کی بدولت خانقاہِ سراجیہ کا روشن ستارہ چاند کی مانند برِصغیر سے نکل کر پوری دُنیا میں جگمگانے

لگا۔ بانیٔ خانقاہِ سراجیہ نے جہاں اپنے مرید حضرت مولانا محمد عبداللہؒ کو باکمال بنانے میں بھرپور توجہ دی تو اس کے ساتھ ساتھ اپنے عزیز اور مرید خاص خواج محمد عمرؒ سے ان کے تین بیٹوں میں سے ایک بیٹے کو اپنے لئے مانگ لیا۔ جس پر خواج محمد عمرؒ نے اپنے تینوں بیٹے حاضرِ خدمت کردیئے، حضرتِ اقدسؒ نے اُن میں ایک بیٹے (حضرت خواجہ خان محمدؒ) کو منتخب کرلیا، جس کے بعد حضرت مولانا خان محمدؒ کی دِینی تعلیم پر بھرپور توجہ فرماتے رہے اور دِین کی اعلیٰ تعلیم آپ نے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں اور دارالعلوم دیوبند سے سندِ فراغت حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپؒ حضرت مولانا محمد عبداللہؒ کے پاس رہ کر رُوحانی تربیت کے ساتھ ساتھ خانقاہ شریف میں قائم مدرسہ سعدیہ میں تدریسی خدمات اور خانقاہی اُمور کی انجام دہی میں مصروف ہوگئے اور حضرت مولانا احمد خانؒ کی خانگی ضروریات کا اِہتمام بھی آپ کے ذمے تھا۔ مولانا محمد عبداللہؒ المعروف حضرت ثانیؒ سفر و حضر میں حضرت خواجہ خان محمدؒ کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے اور ان کی تربیت کی، اپنے شیخ کی سونپی گئی ذمہ داری کو بطریقِ احسن سنبھالتے رہے۔

اپنی زندگی کے آخری دنوں میں حضرت مولانا محمد عبداللہؒ اپنی اس محنت جو کہ انہوں نے خواجہ خان محمدؒ پر کی تھی کی کامیابی پر مکمل طور پر مطمئن اور شاداں تھے، اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے بعد مولانا محمد عبداللہ ۱۹۵۶ء میں اس دارِ فانی سے رُخصت ہوگئے اور مولانا خواجہ خان محمدؒ آپؒ کے جانشین نامزد ہوئے۔ حضرت الشیخ مولانا خواجہ خان محمدؒ کے مفصل حالات سے پہلے میں عرض کردوں کہ میرا تعلق چار پشتوں سے خانقاہِ سراجیہ سے ہے کہ میرے پردادا حاجی غلام نبی چیمہ نے حضرت مولانا احمد خانؒ کی بیعت کی، مولانا احمد خانؒ اور مولانا محمد عبداللہؒ نے ضلع ملتان، فیصل آباد، ساہیوال میں اپنا نائب حضرت حاجی جان محمد (باگڑ سرکانہ) کو مقرر کیا، میرے والد محترم حضرت حافظ عبدالرشیدؒ (مدفون مدینہ منورہ) نے پہلی بیعت حضرت حاجی جان محمدؒ سے کی۔ حاجی جان محمدؒ نے میرے والدِ محترمؒ کو خلافت سے نوازا، ان کے انتقال کے بعد والدِ محترمؒ نے حضرت خواجہ خان محمدؒ سے تجدیدِ بیعت کی تو حضرت خواجہ صاحبؒ نے بھی میرے والدِ محترمؒ کو اپنی خلافت سے نوازا۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ برسوں پُرانی روایات کے سچے امین تھے، اپنے دور کے تمام اہلِ علم سے محبت فرماتے اور تمام اہلِ فضل و دانش حضرتؒ کا دَم بھرتے تھے۔ آپؒ کی شخصیت مرجعِ خلائق تھی، نہ صرف پاکستان بلکہ دُنیا بھر سے علم و فضل اور تصوف وسلوک کے پیاسے آپؒ کے گرد جمع ہوکر اپنی پیاس بجھاتے تھے، آپؒ کا حلقۂ ارادت پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، افغانستان، انگلینڈ سمیت پوری دُنیا میں پھیلا ہوا ہے، بڑے بڑے اہلِ علم آپؒ سے ملاقات کو ایک شرف سمجھتے تھے۔

آپؒ اپنے زمانے کی تمام دِینی تحریکات کے سرپرست تھے۔ پاکستان کی وہ مذہبی جماعتیں جن

کاتعلق دیو بند مکتبِ فکر سے ہے، وہ تمام جماعتیں اور اِدارے آپؒ کو اپنا بڑا سمجھتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے علاوہ جتنی بھی جماعتیں اور اِدارے مسئلہ ختمِ نبوّت کے تحفظ کے لئے کوشاں ہیں، حضرتؒ ان سب کی سرپرستی فرمایا کرتے تھے، مجلس احرارِ اسلام کے اکابر حضرت امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور ان کے خانوادے سے حضرت خواجہ صاحبؒ کا گہرا تعلق تھا۔ آپؒ ہمیشہ حضرت امیرِ شریعتؒ کے فرزندان اور ان کے خاندان کے ساتھ انتہائی شفقت ومحبت سے پیش آتے تھے۔ مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے ترجمان ماہنامہ ''نقیب ختم نبوّت'' کی تاحیات سرپرستی فرماتے رہے، پاکستان کی سب سے بڑی مذہبی وسیاسی جماعت جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے بھی حضرت خواجہ صاحبؒ ہی سرپرست اور مؤید تھے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کی وفات سے عظیم رُوحانی خانقاہی نظام کی مسند اُداس ہوگئی ہے، یہ کہنا کہ آپ کا خلا مدتوں بعد پورا ہوگا، ایک رسمی سی بات ہوگی، جن لوگوں کا تذکرہ کتابوں میں پڑھ کر اِیمان کو جِلا ملتی ہے حضرت خواجہ خان محمدؒ اس کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ اللہ کرے کہ خانقاہِ سراجیہ کی رونقیں زندہ وتابندہ رہیں اور تحریکِ ختمِ نبوّت اپنے اہداف کی طرف بڑھتی رہے، آمین یا ربّ العالمین!

(روزنامہ اسلام ۷؍مئی ۲۰۱۰ء)

*

یہ لو اپنا کرایہ...

حضرتؒ نے ایک بزرگ کا واقعہ سنایا (جو بعد میں پتا چلا کہ آپؒ کے والد صاحبؒ تھے) کہ وہ لاہور میں کسی تاریخ کے لئے تشریف لے گئے، جب تاریخ سے فارغ ہوئے تو سوچا کہ آدھا سفر ہوچکا ہے کیوں نہ سرہند شریف چلا جاؤں۔ ٹکٹ لیا اور سرہند شریف چلے گئے، جب واپس ہوئے تو ریل میں سوار ہوئے، راستے میں نیند آگئی، خواب میں دیکھا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی زیارت ہوئی، آپؒ فرمارہے تھے کہ لاہور اپنا کام آئے تھے اور ہمارے اُوپر اِحسان کرچلے ہو، ہمیں یہ آنا قبول نہیں، یہ لو اپنا کرایہ۔ جب آنکھ کھلی تو دیکھا جتنا آنے جانے کا کرایہ تھا وہ سرہانے پڑا ہوا تھا۔

پیکرِ صدق وصفا

مولانا غلام مصطفیٰ، چناب نگر

بیس سال سے زائد عرصہ ہوگیا، حضرتِ اقدس خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کے زیرِ سایہ کام کرتے ہوئے، مگر آج یوں محسوس ہوتا ہے کہ چھت نہیں رہی، جامع مسجد ختمِ نبوّت مسلم کالونی کے عقب میں میرا مکان واقع ہے، سالہاسال کانفرنس کے موقع پر حضرتِ اقدسؒ اس مکان میں رونق افروز ہوتے رہے، مرورِ وقت سے حضرت پر ضعف ونقاہت آئی تو مکان کے دروازے کے سامنے مسجد کے محراب میں ایک دروازہ کھول دیا گیا تاکہ حضرتِ اقدسؒ بسہولت نماز کے لئے مسجد میں تشریف لاسکیں اور اسٹیج پر صدارت کے لئے رونق افروز ہوسکیں، جب حضرتؒ کانفرنس سے خانقاہ تشریف لے جاتے تو پورا سال اپنے مکان میں انوارات اور حضرت کی برکات محسوس کرتا تھا، حسبِ معمول اس آخری مرتبہ ۱۵، ۱۶/اکتوبر ۲۰۰۹ء بروز جمعرات، جمعہ بھی تشریف لائے اور میرے مکان کو رونق بخشی، بحمداللہ! دو دِن تک واردین وصادرین، زائرین ومریدین کا ہجوم اور ایک اُمنڈتا ہوا سیلاب دیکھائی دیتا رہا: ''یہ رُتبہ بلند ملا، جس کو مل گیا!''۔

حضرتِ اقدسؒ کی یادیں اب دل کو ٹیسیں پہنچاتی ہیں، ضبطِ غم کے باوجود آنکھیں پُرنم کرلیا کرتا ہوں، خصوصاً ایک دو واقعے تو بہت ہی یاد رہتے ہیں، بلکہ اب ہمہ وقت یاد رہتے ہیں، آپ کو محظوظ کرنے کے لئے لکھ دیتا ہوں۔

پہلا واقعہ

جماعت کی طرف سے بغرضِ حج سفرِ حرمین شریفین کا فیصلہ ہوا، بندہ کی غایت سعادت کہ حضرتِ اقدسؒ کی معیت میں، بہت ہی کم ایسے حضرات ہوں گے جنہیں اپنے شیخ کے ساتھ سفر اور بالخصوص ایسا مبارک سفر نصیب ہوا ہوگا، انہی خوش نصیبوں میں ایک بندۂ حقیر بھی ہے، حضرتؒ کے ساتھ سفر کی خبر سن کر مسرتوں کی انتہا نہ رہی، دن رات اِنتظار میں گزرتے کہ وہ نیک لمحات کب آئیں اور حضرت کے ساتھ سفر کروں۔ خیر! اللہ اللہ کرتے وہ دن آگیا اور ۲۰/ذیقعدہ ۱۴۱۷ھ بمطابق مارچ

۱۹۹۷ء کو یہ کارواں اپنے امیر کی زیرِ قیادت لاہور سے بسوئے جدہ روانہ ہوگیا، سب سے پہلے مدینہ منورہ حاضری ہوئی، ۲۱/ذیقعدہ تا ۶/ذی الحجہ تقریباً سولہ دن حضرتِ اقدسؒ کی خدمت میں رہنے اور خدمت کی سعادت حاصل ہوئی، عجب وہ لمحات تھے جو بھلائے بھولے نہیں جاتے، ایک دن کھانے کی مجلس ہوئی، دسترخوان چنا گیا، حجازِ مقدس میں دسترخوان پر بجائے پانی کے، بوتل کا زیادہ رواج ہے، پینے کے لئے مجھے بھی بوتل گلاس میں ڈال کر دی گئی تو میں نے عذر کیا کہ بوتل ٹھنڈی ہے، گلا خراب ہوجائے گا، حضرتؒ نے سن لیا، فوراً فرمایا: پی لو مولوی صاحب! آپ کے گلے کی ضرورت تو چناب نگر میں پڑے گی، بوتل پینے سے کچھ نہیں ہوتا۔ میں نے تعمیلِ حکم کرتے ہوئے بوتل نوش کی۔ مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے اور وہاں کی برکات حاصل کرتے ہوئے سوچا تکمیلِ برکات کیوں نہ کرلوں، اور حضرتؒ سے شرفِ بیعت کیوں نہ حاصل کروں؟ چنانچہ عزمِ مصمم لے کر حضرت کی خدمت میں عرض کیا، شفقت فرمائی اور اپنے حلقۂ ارادت میں سمو لیا۔ مدینہ منورہ ایام پورے کرکے مکۃ المکرّمہ حضرتؒ تشریف لائے تو ہم خدام بھی حضرتؒ کی معیت میں بیت اللہ شریف کی حاضری سے بہرہ مند ہوئے۔ ۷/ذی الحجہ سے یکم محرم الحرام ۱۴۱۸ھ تک مکۃ المکرّمہ رہے اور حج کی سعادت حاصل کی۔ مکۃ المکرّمہ اور مدینہ منورہ کی کیفیات اور پھر حضرتِ اقدسؒ کے زیرِ سایہ رہ کر جو نصیب ہوئیں وہ دِل ہی دِل میں ہیں، نہ زبان میں طاقت کہ بیان کرے اور نہ قلم کی ہمت کہ زیبِ اوراق کرے۔ یہ سعادتوں بھرا سفر اللہ کے فضل وکرم سے پورا کرکے اپنے وطن واپس آئے تو حضرتؒ نے فرمایا: پورے کارواں کو میری طرف سے دعوت ہے، سبھی حضرات خانقاہ شریف چلیں، کسی کو دعوت سے پہلے جانے کی اجازت نہیں۔ چنانچہ تعمیلِ ارشاد میں پورا کارواں خانقاہ سراجیہ حاضر ہوا، دعوت سے فراغت پر حضرتؒ بمعہ قافلہ موسیٰ زئی شریف تشریف لے گئے، وہاں سے فراغت کے بعد اجازت ملی، غرضیکہ تمام سعادتیں حجازِ مقدس، مدینہ منورہ مکۃ المکرّمہ، خانقاہ شریف، موسیٰ زئی شریف اور پھر حضرتؒ کی معیت میں حاصل کرکے چناب نگر پہنچا۔ فیصلہ آپ کریں کہ میرے دِل پر آج کیا بیت رہی ہوگی...؟

دُوسرا واقعہ

ایک دفعہ جامعہ اسلامیہ صادقیہ عباسیہ منچن آباد ضلع بہاولنگر کے سالانہ جلسے پر حضرتؒ تشریف لائے، چونکہ میرا آبائی وطن بھی وہی ہے اور جلسے میں شرکت بھی کرنی تھی تو وہاں حاضر ہوا، اور موقع کو غنیمت جانا کہ حضرتؒ کو اپنے گاؤں لے جاؤں، مولانا اللہ وسایا صاحب اور لالہ جی حافظ محمد عابد صاحبؒ بھی ساتھ تھے، تو میں نے مولانا اللہ وسایا صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ حضرتؒ سے عرض

کریں، میں بھی کہتا ہوں، دونوں حضرات نے کرم نوازی فرمائی، حضرتؒ سے عرض کیا، حضرتؒ نے منظور فرمالیا، چنانچہ حضرتِ اقدسؒ بمعہ اپنے خدام ومریدین ہمارے گاؤں تشریف لائے:

وہ آئے گھر میں ہمارے، خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم اُن کو، کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں!

مغرب کی نماز ہمارے گاؤں کی مدنی مسجد میں ادا فرمائی، بعد نمازِ مغرب مدرسہ کا سنگِ بنیاد رکھا، حضرتِ اقدسؒ نے چار اینٹیں اپنے دستِ مبارک سے رکھ کر فرمایا: یہ چار اینٹیں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کی نسبت سے رکھی ہیں، اس کے بعد دُعا فرمائی اور واپس بہاولنگر تشریف لے گئے۔

آخری بات

۵رمئی کی شام بعد از مغرب اور عشاء کی نماز سے تھوڑا پہلے فون پر اِطلاع ملی کہ پیکرِ صدق وصفا، مجسمۂ اخلاق، قطب الاقطاب، حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کا وصال مبارک ہوگیا ہے، یہ جان لیوا خبرسن کر پاؤں تلے سے زمین نکل گئی، مولانا غلام رسول دین پوری ودیگر احباب کو اِطلاع دے کر یک فکر وغم ہوا پھر نمازِ عشاء کے بعد دِل پر ہاتھ رکھ کر حضرتؒ کے جنازے کا اعلان جامع مسجد ختمِ نبوّت میں کیا، ساتھ سوچتا بھی تھا کہ لوگ مذاق نہ اُڑائیں کہ مولوی صاحب کو کیا ہوگیا کل تو حضرت کانفرنس کی صدارت فرمارہے تھے، آج یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ خیر لرزیدہ دِل ہوکر اعلان مکمل کیا، اب احباب آنے لگے اور جنازے میں شرکت کی ترتیب اور جانے کا سوچنے لگے، احباب کے مشورے پر دو گاڑیوں کا انتظام کیا گیا، ایک میں مدرسے کے اساتذہ وطلبہ ودیگر حضرات، اور دُوسری میں بندہ فقیر اور مولانا دین پوری اور برادرم ظفر وڑائچ صاحب جائیں گے۔ صبح ۷ بجے دونوں گاڑیاں اللہ کا نام لے کر خانقاہ شریف کی طرف چلیں، ابھی سڑک پر چڑھے ہی تھے، جس گاڑی پر نظر پڑتی وہی خانقاہ شریف جانے والی نظر آتی تھی۔ ٹھہرتے، چلتے ساڑھے بارہ بجے خانقاہ شریف پہنچے، خانقاہ شریف کی فضا تو پُرانوار تھی ہی مگر کائنات کی فضا خنکی بھری نظر آرہی تھی، ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا، نہ مکمل سورج کا چہرہ دِکھائی دیتا، نہ رات معلوم ہوتی، گویا کہ جنت کا پُرکیف منظر تھا جو دیکھنے کے قابل، بیان سے باہر تھا، ہزاروں انسانوں کا ایک سیلاب، جہاں نظر جاتی انسان ہی نظر آتے، کیا کیا لکھوں، کہیں پڑھنے والے اُکتا نہ جائیں، انہی الفاظ پر اِجازت کا خواستگار ہوں، جنازہ پڑھا، حضرت کو اللہ رحیم وکریم کے سپرد کیا اور اشک بار آنکھوں سے خانقاہ شریف کا نظارہ کرتے ہوئے واپس ہوئے، إنّ للہ ما أخذ ولہ ما أعطیٰ! اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبرِ جمیل کی توفیق بخشیں، آمین ثم آمین!

اولیاء اللہ کے سرتاج

صاحبزادہ محمد زکریا نقشبندی، ٹیکسلا

حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کو حضرتِ ثانی مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ کی صحبت وتربیت نے اکابر کی شاندار روایت کا ایسا امین بنایا کہ دورِ حاضر کے مشائخ اُمت کو آپؒ کے سامنے زانوئے تلمذ کرتے ہوئے دیکھا۔ شیوخ میں سے جو بھی آتا، جاتے ہوئے دُعائیں دیتا اور کلمۂ شکر اَدا کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے سر پر اِمامِ وقت، قطب الاقطاب کا سایہ قائم رکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی پر قربان کہ حضرت خواجہؒ کے مزاج میں خواجہ عبیداللہ احرارؒ کی شان، خواجہ سیف الدینؒ کی سیفی آن، خواجہ مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ کے کمالِ اِتباعِ سنتِ مصطفوی کا رنگ، حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کی شانِ اِنکساری، حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ جیسی دولتِ خدمت، خواجہ سراج الدینؒ کی طرح مقبولیتِ عامہ اوّل روز سے ودیعت فرمادی تھی، بلکہ اکابرینِ سلسلۂ نقشبندیہ کا فیض جیسے اطرافِ عالم میں پھیلا، بالکل اسی طرح حضرتؒ کا فیض بھی اکنافِ عالم میں پھیلا۔ سلسلۂ نقشبندیہ کو اللہ تعالیٰ نے چار چاند لگائے، خانقاہِ سراجیہ کے در و دیوار کو دورِ حاضر کے لئے منبعِ رُشد وہدایت بنادیا۔ پچپن برس تک خانقاہ کی خدمت کی، تازیست دِینِ اسلام کی اِشاعت، ترویجِ قرآن وسنت، تردیدِ فرقِ باطلہ، خاص کر عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ کے لئے اپنے آپ کو، خلفائے متوسلین ومریدین کو وقف کر رکھا تھا، تحفظ ختمِ نبوّت کے کام کو شفاعتِ محمدی کے حصول کا ذریعہ سمجھ کر اس پر ہر لمحہ صَرف کیا۔

خواجہ صاحبؒ ہمہ جہت شخصیت تھے، تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۷۴ء، تحریکِ نظامِ مصطفیٰ، تحریکِ ختمِ نبوّت ۱۹۸۴ء میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ خواجہ صاحبؒ مستجاب الدعوات، صاحبِ کشف، صاحبِ نظر بزرگ تھے، حضرتِ والاؒ خاموش طبیعت کے مالک تھے، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی خاموشی میں وہ تأثیر ودیعت فرما رکھی تھی جو بہت سے زبان والوں کی زبان میں نظر نہیں آئی۔ جس پہ توجہ کی، یا دُعا فرمادی، اس کی قسمت کو جگادیا۔ ہاتھ میں وہ برکت تھی جو بیان سے بالاتر ہے، نرم مزاج کے حامل،

چھوٹوں کو بڑا اور پتھر کو ہیرا بنانے کے خوگر، حضرتؒ کی برکت سے کئی ایک کو قیادت وسیادت ملی، کئی ایک کو خطابت وفصاحت ملی، اور کئی ایک کو امامت وخلافت سے نوازا گیا۔ راقم کو اس سال ماہِ شوال میں دورۂ حدیث شریف کا اِفتتاح بخاری شریف کی پہلی حدیث پڑھا کر دُعا فرمائی، یہ سعادتیں اور ساعتیں اب کہاں؟ ہزار ہا دِینی مدارس ومراکز کی کامیابی کا راز آپ کی سرپرستی میں مضمر تھا۔ تمام دِینی جماعتیں اور قائدین آپ ہی کے دم سے دَم بھرتے تھے۔ خواجہ صاحبؒ مرجع الخلائق تھے، خانقاہِ سراجیہ لوگوں کا ہجوم دُور دَراز کا سفر کر کے قطاروں میں دیوانہ وار کھڑے ہوئے صرف ایک نظر چہرۂ انور کی زیارت کو ترستے تھے۔ ہر آدمی کو حضرتؒ کے ہاں پہنچ کر ہی سکون ملتا تھا، جیسے ماہی کو آب کے بغیر زندگی مشکل تصوّر ہوتی ہے، ایسے ہی دردِ دِل رکھنے والے انسان کو بھی حضرتؒ کے بغیر زندگی کا تصوّر محال ہوتا ہے۔

❊

اچھی بیوی کی خصوصیات

ایک مرتبہ حضرت خواجہؒ سے عرض کیا کہ بچیوں کی تعلیم وتربیت کیا ہونی چاہئے؟ قرآن مجید حفظ کرایا جائے یا عالمہ بنایا جائے؟ حضرتؒ نے فرمایا: عورت کی خصوصیت زنانہ اُمور خوش اُسلوبی سے ادا کرنا ہے، ضروری نہیں کہ حافظہ یا عالمہ اچھی بیوی بھی ہو۔ حضرتؒ کی یہ نصیحت رہ رہ کر یاد آتی ہے کہ بیوی کی خصوصیت اپنے خاوند اور سسرال سے محبت اور خدمت کرنا ہے، مہمانوں کی خدمت کرنا، گھر کی صفائی ستھرائی، بچوں کی پرورِش، لباس کی سلائی دُھلائی، کھانے کی عمدہ پکوائی ہے، یہ وہ اُمور ہیں کہ دس بارہ گھنٹے روزانہ سخت محنت کر کے ایک خاتون اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوتی ہے۔ خود حضرت خواجہؒ کی پہلی اہلیہ محترمہؒ کا اِنتقال ہوگیا تو رشتہ داروں نے دُوسری عزیزہ سے نکاح کا اِصرار کیا، اس وقت بھی حضرتؒ کا یہی تقاضا تھا کہ ایسی بیوی سے شادی کروں گا جو میرے مہمانوں کی خدمت میں کسر نہ اُٹھائے۔ دُوسری اہلیہ محترمہؒ صاحبزادگان نجیب احمد اور سعید احمد مدظلہما کی والدہ محترمہ تھیں۔ ان کی پوری زندگی میں مہمانوں کے بستر ے صاف ستھرے، اور کھانے حسبِ توفیق نہایت عمدگی سے تیار ہوتے تھے۔ بعض ساتھی دُور دراز سے سفر کر کے رات کے وقت خانقاہ شریف میں پہنچتے تھے، ان کے لئے سالن موجود نہ ہوتا تو لانگری کے پاس روٹیاں اور اچار رکھوا دیتیں تا کہ میرے بیٹے بھوکے نہ سو جائیں، رحمۃ اللہ علیہا رحمۃ واسعۃ!

عظیم رُوحانی و مذہبی رہنما

مولانا محمد عثمان، لیہ

بے خبر دُنیا کو کیا خبر کہ میانوالی کے مضافات میں ڈنگ، کھولہ کے مقام پر تلوکر خاندان کے چشم و چراغ ملک خواجمر صاحبؒ کے گھر میں پیدا ہونے والا بچہ جو" خان محمد" کے نام سے پہچانا جاتا ہے، آنے والے وقت میں خانقاہِ سراجیہ نقشبندیہ کی مسند پر بیٹھ کر ہزاروں نہیں، لاکھوں انسانوں کے دِلوں پر اپنی فقیری کا سکہ منواتے ہوئے عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کا امیر بن کر پوری دُنیا پر چھا جائے گا۔

ایسا ہی ہونا تھا کیونکہ میرے اللہ کی تقدیر میں یہ بات لکھی ہوئی تھی کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ اولیاء کا اِمام اور قطب الاقطاب بنے گا۔

اِنتخابِ لاجواب

بانیٔ خانقاہ سراجیہ قطبِ زماں حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ نے ولایت کی آنکھ سے دیکھتے ہوئے میرے حضرتِ اقدسؒ کا اِنتخاب کیا، حضرت مولانا عبداللہؒ المعروف حضرتِ ثانی نے تربیت کی، اور اپنی حیات میں خلافت سے سرفراز فرمایا۔

میرے حضرتِ اقدسؒ نے دارالعلوم دیوبند سے سندِ فراغت حاصل کرتے ہوئے حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ جیسے اساتذہ سے شرفِ تلمذ حاصل کرنے کے بعد ۱۹۵۶ء میں خانقاہِ سراجیہ کی عظیم مسند پر جلوہ افروز ہوکر لوگوں کو ہدایت کا جام پلاتے رہے اور خانقاہِ سراجیہ کی مسند کا امین بن کر امانت کا حق ادا کرتے رہے۔

"اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ" کا مصداق تھے، اپنے عمل سے یہ ثابت کیا کہ نبی علیہ السلام کا سچا عاشق، نبی علیہ السلام کی ہر ہر ادا کو اپناتا ہے، جس کو جتنی زیادہ محبت ہوگی محبوب کے ساتھ، وہ اُتنا ہی محبوب کی ادا پر عمل کرے گا۔ میرے حضرتِ اقدسؒ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ طیبہ کو مشعلِ راہ بنایا،

اپنی زندگی کے ہر ہر لمحے میں پیغمبر پاک ﷺ کی مبارک سنت پر عمل کیا، کوئی کام سنت کے مخالف نہیں کیا، شب وروز کی زندگی کا اگر جائزہ لیا جائے تو اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، گفتگو کرنا، جلوَت خلوَت، تلاوت، ذِکر واَذ کار میں سنتِ مبارکہ کی جھلک نمایاں تھی۔

آخری عمر میں جب بڑھاپا چھا گیا، کمزوری غالب آگئی تو بھی حضرتِ اقدسؒ کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا۔

زندگی دِینِ حنیف کی اِشاعت کے لئے وقف تھی

حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کی وفات کے بعد مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت پاکستان کے امیر کی حیثیت سے سامنے آئے، عقیدۂ ختمِ نبوّت کی حفاظت اور باغیانِ ختمِ نبوّت کا تعاقب کرتے ہوئے چناب نگر (ربوہ) میں قادیانیوں کے سینے پر کھڑے ہوکر سالانہ ختمِ نبوّت کانفرنس کا اِعلان کردیا، میرے اللہ کی قدرت رنگ لائی، جاں نثارانِ ختمِ نبوّت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر عقیدۂ ختمِ نبوّت کی حفاظت کے لئے چناب نگر پہنچا، فضا ''ختمِ نبوّت زندہ باد، مرزائیت مردہ باد'' کے نعروں سے گونج اُٹھی۔

مرزائیت نے دَم توڑا اور راہِ فرار اِختیار کرنے کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھ کر لندن میں انگریز کی آغوش میں بیٹھ کر اپنے پاؤں مضبوط کرنا شروع کئے، تو میرے حضرتؒ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے باغیانِ ختمِ نبوّت کا تعاقب کیا اور مرزائیت کے ہیڈکواٹرز لندن میں سالانہ عظیم الشان ختمِ نبوّت کانفرنس کا اِعلان کرکے انگریز کی ذُرّیت کو ورطۂ حیرت میں ڈال کر یہ پیغام دیا کہ محمدِ عربی ﷺ کی ختمِ نبوّت کا منکر جہاں بھی جائے گا اُس کا تعاقب کیا جائے گا۔

مجلس کی امارت کا عہدہ ملنے کے بعد حضرتؒ کی خاموشی نے عجیب رنگ دِکھایا کہ بہت جلد مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت پاکستان ''عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت'' کی حیثیت سے پوری دُنیا پر اپنی عظمت کا سکہ منوا چکی ہے، آج پوری دُنیا میں محمدِ عربی ﷺ کی ختمِ نبوّت کا پھریرا بلند ہورہا ہے۔

***

خانقاہِ سراجیہ کے مسند نشین

مولانا عبدالحکیم نعمانی، چیچہ وطنی

یہ دور قحط الرجال کا دور ہے، صاحبِ علوم وفنون اور شیوخ کے چلے جانے سے علم ورُوحانیت اور تزکیۂ نفوس بھی مرتفع ہوکر علاماتِ قیامت کی تکمیل کا ذریعہ بنتا جارہا ہے۔ مخدوم المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کا وصال پُر ملال بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ مؤرخہ ۵رمئی بدھ کی شام بعد نمازِ مغرب موبائل کی گھنٹی بجی، دیکھا تو خانقاہ عزیزیہ چک گیارہ، گیارہ ایل چیچہ وطنی کے سجادہ نشین حضرت مولانا پیر جی عبدالحفیظ صاحب مدظلہٗ کا پرسنل نمبر اسکرین پر آرہا ہے، فوراً ماتھا ٹھنکا یا اللہ خیر! کہاں میں گناہوں کا پتلا اور کہاں پیر جی جیسی شخصیت۔ موبائل فون کی کال وصول کی تو حضرت پیر جی بڑی دھیمی آواز اور لرزتی زبان سے فرمانے لگے کہ ملتان سے ایک دوست نے حضرت خواجہ صاحبؒ کی وفات حسرت آیات کی خبر دی ہے۔ پیر جی کے فون آنے تک بندہ بھی لاعلمی میں تھا، تو نیازمندی میں گزارش کی ابھی تھوڑی دیر بعد تمام صورتِ حال عرض کئے دیتا ہوں۔ ماتھے پر پشیمانی اور اُداسی کا پسینہ ظاہر ہونے لگا، جلدی سے دفتر مرکزیہ ملتان کی لائبریری کے انچارج جناب ماسٹر عزیزالرحمٰن رحمانی کا موبائل ملایا تو انہوں نے بلکتے انداز میں حضرت خواجہ صاحبؒ کی وفات کی رُوح فرسا خبر دی۔ پیر جی سے رابطہ کرکے عرض کیا کہ آپ کی معلومات سو فیصد دُرست ہیں۔ سب نے مل کر ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا، بس پھر کیا تھا، صفِ ماتم اور کہرام برپا ہوگیا، کھانا پینا چھوٹ گیا، طبیعت حزن وملال اور فراقِ مرشد کے غم میں گرفتہ ہوگئی۔ ہم سب دِل گرفتہ، دِل شکستہ، دِل برداشتہ اور دِل خراش ہوکر جنازے میں شرکت کے لئے خانقاہِ سراجیہ کندیاں کے سفر کی تیاریوں میں مصروف ہوگئے۔ چیچہ وطنی اور قرب وجوار کے علاقہ جات میں حضرت خواجہ صاحبؒ کے مریدین کا وسیع وعریض حلقہ ہے، تمام دوستوں اور مریدین نے اِنفرادی واِجتماعی حالت میں سفر شروع کردیا، چیچہ وطنی کی تمام مذہبی قیادت پیر جی عبدالحفیظ، پیر جی عبدالجلیل، پیر جی عبدالرحمٰن، پیر جی قاری شبیر احمد، شیخ الحدیث مولانا محمد نذیر، مولانا مفتی محمد عثمان اور عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے مقامی امیر

اور جامع مسجد بلاک نمبر ۱۲ کے خطیب مولانا محمد ارشاد، قاری محمد اصغر عثمانی، مولانا قاری زاہد اقبال، مولانا کفایت اللہ حنفی، جناب حاجی محمد ایوب اور چوہدری زاہد اقبال ایم این اے کے علاوہ سینکڑوں متعلقین ومریدین نے جنازے میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

مخدوم المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کا وجودِ مسعود مسلمانوں کے لئے عطیۂ خداوندی اور نعمتِ عظمیٰ سے کم نہ تھا، تمام دینی جماعتوں اور اسلامی تحاریک کی نہ صرف سرپرستی فرماتے رہے، بلکہ تمام اکابرین واصاغرین سے بے پناہ محبت کرنے والی عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ آپؒ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے امیر مرکزیہ، خانقاہ سراجیہ کے مسند نشین، جمعیت علمائے اسلام کے سرپرست اور ہزاروں مساجد ومدارس کی علمی وفکری وتعمیری ترقی کے لئے ہمیشہ دُعاگو رہتے تھے۔ آپؒ کے مریدین ومخلصین کا حلقۂ اثر پاکستان سمیت متعدّد بیرونی ممالک تک محیط اور پھیلا ہوا ہے۔

راقمِ اثیم کے والدِ گرامی حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے شاگردوں میں سے ہیں، اور قاسم العلوم ملتان کے قدیمی فضلاء میں سے ہیں۔ والدِ محترم جب بھی کسی جلسہ یا دینی تقریبات میں شرکت کے لئے تشریف لے جاتے تھے، تو ہم سب بھائیوں کو ساتھ لے لیتے تھے، تاکہ بچپن ہی سے عقائد ونظریات اور اعمالِ صالحہ میں پختگی آئے، اور اکابر علمائے دیوبند سے عقیدت ومحبت بھی پیدا ہو۔ یاد پڑتا ہے کہ والدِ گرامی ایک مرتبہ مدرسہ دینی درسگاہ خان گڑھ کے تین روزہ سالانہ جلسے میں شرکت کے لئے ساتھ لائے، جہاں متعدّد مقررین، خطباء، واعظین اور مشائخِ عظام کے حکمت سے معمور مواعظ اور پند ونصائح سننے اور ان کی زیارت کا نادر موقع میسر آیا۔ وہاں پر پہلی مرتبہ ہم سب بھائی حضرت خواجہ صاحبؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ ظہر کی نشست کے موقع پر کرسیٔ صدارت پر جلوہ افروز ہوئے، نگاہیں نیچی، چلنے میں متانت اور وقار تھا۔ آپؒ کی وضع قطع، نمود ونمائش اور ملمع سازی سے کوسوں دُور تھی۔ ہماری نگاہیں حضرتؒ کے منوّر ونورانی چہرے کا دیدار مزید کرتی رہیں۔ کرسیٔ صدارت پر جلوہ فگن ہونے کے بعد انتہائی سادہ مگر پُرخلوص الفاظ سے مرقع دُعا فرمائی، اور اگلے سفر کے لئے روانہ ہوگئے۔ ہمیں تو بچپن میں شعلہ نوا، جوشیلے اور ترنم والی تقاریر سننے کا چسکا لگا ہوا تھا، تو راقم نے والدِ گرامی سے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے؟ یہ کیسے بزرگ ہیں جو تقریر نہیں فرماتے؟ تو والدِ گرامی نے ارشاد فرمایا: بیٹا! آپ لچھے دار تقاریر سننے کی بجائے سادہ وسلیس گفتگو کرنے والے مقررین کی طرف رُجحان ومیلان پیدا کریں، ان سے آپ کو علومِ دینیہ کے خزینے ملیں گے۔ اور فرمایا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ بہت بڑے بزرگ اور رُوحانیت کے حوالے سے گوہرِ یکتا ہیں، صوفیا کرام کے خانوادے کے چشم وچراغ اور نایاب موتی ہیں، دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل اور چوٹی کے بزرگ ہیں، ان کی پُرسوز دُعائیں تمام دینی

تحریکات کے لئے خاموش جہاد کا کام کرتی ہیں۔ یقین جانئے اُس وقت سے طبیعت کا میلان حضرت خواجہ صاحبؒ کی طرف ہوگیا۔ راقم نے جامعہ خیرالمدارس ملتان سے دورۂ حدیث کی تکمیل کے بعد حضرتؒ سے بیعت کا سلسلہ جوڑ لیا، بارہا مرتبہ خانقاہِ سراجیہ کا سفر ہوا۔

ایک مرتبہ گھریلو پریشانی پر حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور گزارش کی کہ حضرت خصوصی توجہات وعنایات سے نوازیں۔ حضرتؒ کی دُعا کی برکت کی بدولت تھوڑے ہی دنوں میں وہ پریشانی کافور ہوگئی۔ حضرت خواجہ صاحبؒ ملک کے عظیم وممتاز مذہبی رہنما اور رُوحانی پیشوا تھے۔ وہ اس دُنیا میں علمائے ربانیین کی نشانی وعلامت سمجھے جاتے تھے۔ وہ ایک عبقری اور نابغہ فہم وفراست کے حامل اور مسلکِ دیوبند کے لئے عظیم سرمایہ تھے۔ تحریکِ ختمِ نبوّت کی کامیابی، عروج وپھیلاؤ ان کے مافوق الفطرت کارنامے ہیں۔ آپؒ کے قلب ودِماغ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے تکوینی واصطفائی اُمور ودیعت رکھے ہوئے تھے، جن کی نظیر اس پُرآشوب زمانے میں ملنا اِنتہائی مشکل ہے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنی حیاتِ مستعار اور بے ثبات زندگی میں خانقاہی ورُوحانی فیض سے لاکھوں انسانوں کے قلوب واذہان کا تزکیہ کیا۔ ان کے اعمال واخلاق کو اِسلامی سانچے میں ڈھالا، پچپن برس کا طویل ومحیط عرصہ آپؒ نے خانقاہِ سراجیہ کی مسندِ اِرشاد پر بیٹھ کر ایسی بے مثال ولازوال سنہری خدمات سرانجام دیں، جن کا اِحاطہ کرنا اِنسانوں کے بس میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے فیض کو تاقیامِ قیامت جاری وساری فرمائیں، ان کی قبر کو بقعۂ نور بنائیں۔ بڑے ہی عظیم آدمی تھے۔ علمائے دیوبند کے معتدل مزاج مسلک کے سچے امین اور حقیقی وارث تھے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ان کی وفات کے بعد ہم تمام مبلغینِ ختمِ نبوّت وکارکنانِ ختمِ نبوّت، تحریکی اور تبلیغی اور رُوحانی طور پر بے سہارا اور یتیم ہوگئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبرِ جمیل کی توفیق سے نوازیں۔

❋

اِنعام والی رات میں جگانے کا اِہتمام

رمضان المبارک کی حضرتؒ کی مصروفیت خصوصی حیثیت رکھتی تھی، پورا مہینہ روزہ دار، معتکف اور ذاکرین ذِکر ومراقبہ اور تلاوتِ قرآن مجید میں مصروف رہتے تھے، رات بھر کی تھکان ہوتی، دِن کو آرام کا موقع ملتا تھا، عام طور پر حضرتؒ کسی عبادت کے لئے ساتھیوں کو نہ ترغیب دیتے، نہ مجبور کرتے، البتہ چاندرات کو ساتھیوں کو جگانے کا اِہتمام فرماتے۔ ایک مرتبہ میری بھی ڈیوٹی لگائی تھی کہ ساتھیوں کو تہجد کے وقت جگانا ہے تاکہ اِنعام والی رات میں غفلت میں نہ رہ جائیں۔ یہ حضرتؒ کی شفقت رہ رہ کر یاد آئے گی، رحمۃ اللہ علیہ۔

گلشنِ طریقت کا مہکتا پھول مرجھا گیا

مولانا حمزہ حبیب لاہوری

برِصغیر پاک وہند کی سرزمین کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہاں ایسی نابغہ روزگار شخصیات پیدا ہوئیں جنہوں نے دِینِ اسلام کے پیغام کو عام کرنے اور اِحیائے دِین کے لئے اپنا تن من دھن قربان کردیا۔ مسلمانوں پر جب بھی کوئی مشکل پیش آئی ان ہستیوں نے آگے بڑھ کر مسلمانوں کو تنہا چھوڑنے کی بجائے ان کی رہنمائی فرمائی اور اپنے طرزِ عمل سے ایسی مثالیں قائم کیں جو تاریخ کا روشن باب ہیں۔ تمام مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں، اور آپؐ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا، جب کوئی اس بنیادی عقیدے کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے اور اس فتنے کے تدارک کے لئے آگے بڑھنا چاہئے۔ ایسی ہی شخصیات میں سے ایک شخصیت حضرت خواجہ خان محمدؒ کی بھی ہے، جنہوں نے اپنی پوری زندگی تحفظِ ختمِ نبوّت کے لئے وقف کئے رکھی۔ عالمِ اسلام کی یہ عظیم رُوحانی شخصیت عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے امیر حضرت مولانا ابوالخلیل خواجہ خان محمدؒ بھی دارِ فانی سے کوچ کرگئے۔ انہوں نے پسماندگان میں پانچ صاحبزادے، ایک صاحبزادی اور دُنیا بھر میں لاکھوں مریدین چھوڑے ہیں۔ ان کی نمازِ جنازہ ۶ رمئی ۲۰۱۰ء بروز جمعرات بعد از نمازِ ظہر خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف میں ادا کی گئی، جس میں لاکھوں افراد نے شرکت کی۔

تعلیم مکمل کرنے کے بعد خانقاہ شریف آکر علومِ دِینیہ پڑھانے اور تزکیۂ باطن کا کام شروع کیا، بڑی تعداد میں بڑے بزرگوں کے مکتوبات اور کتب کا مطالعہ کیا حتیٰ کہ اِمامِ ربانی مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات تین بار پڑھے۔ خواجہ خان محمدؒ سلوک کے چاروں سلسلوں نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ میں بیعت کرتے تھے۔ ان کی بہت سی کراماتیں بھی لوگوں کے سامنے آئیں، اور اہم شخصیات نے اپنی تحریروں میں ان کا ذِکر کیا ہے۔ خواجہ خان محمدؒ نے ختمِ نبوّت کی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ختمِ نبوّت کاز کے لئے دُنیا بھر میں دورے کئے، جن میں برطانیہ، ڈنمارک،

سویڈن، ماریشس، ناروے، کینیڈا، اسپین، فرانس، جنوبی افریقہ، سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات شامل ہیں۔آپؒ شدید علالت میں بھی برطانیہ سمیت دیگر ملکوں میں ہونے والی سالانہ ختم نبوّت کانفرنسوں میں تشریف لے جاتے تھے۔ ۵ربیع الاوّل ۱۳۹۴ھ بمطابق ۹راپریل ۱۹۷۴ء کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے نائب امیر اور ۳رذیقعدہ ۱۳۹۷ھ بمطابق ۱۷را کتوبر ۱۹۷۷ء کو مجلس کے امیر مقرر ہوئے، اور تاحیات اس منصب پر قائم رہے۔خواجہ خان محمدؒ کے خلفاء میں مولانا انورشاہ کشمیریؒ کے صاحبزادے مولانا انظر شاہ کشمیریؒ سمیت پاکستان، بھارت اور دیگر ملکوں کے ہزاروں جید علمائے کرام شامل ہیں۔ روایت ہے کہ خواجہ خان محمدؒ کو اپنی زندگی میں درجنوں مرتبہ حضرت محمد ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔آپؒ کی خاموش تبلیغ سے سینکڑوں قادیانی واپس دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔خواجہ خان محمدؒ کندیاں شریف کی خانقاہِ سراجیہ کے سجادہ نشین اور کئی عشروں سے عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوّت کے امیر تھے۔

مولانا خواجہ خان محمدؒ نے اپنی پوری زندگی دِینی خدمات بالخصوص ختمِ نبوّت کے لئے صَرف کی، ان کی کمی ہمیشہ محسوس کی جائے گی۔آپؒ کا شمار نہ صرف پاکستان بلکہ عالمِ اسلام کے صفِ اوّل کے علماء میں ہوتا تھا۔مولانا مرحوم عالمِ اسلام کا ایک بیش قیمت اثاثہ تھے، جن کی دِینی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ (روزنامہ خبریں ملتان ۷رمئی ۲۰۱۰ء)

❋

’’ہائے دُنیا... ہائے دُنیا‘‘

حضرت خواجہؒ نے ایک تاجر کے بیٹے کا واقعہ سنایا کہ تاجر نے اسے قاری صاحبؒ کے پاس قرآن مجید حفظ کرنے کے لئے بٹھایا۔قاری صاحبؒ نے بچے کو سبق دیا کہ پڑھو: ’’ہائے دُنیا، ہائے دُنیا‘‘ بچہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوگیا، اور پڑھنے لگ گیا: ’’ہائے دُنیا، ہائے دُنیا، ہائے دُنیا.....‘‘ اگلے ہفتے بچہ گھر گیا اور والد صاحب نے فرمائش کی کہ ہمیں جو کچھ قرآن مجید پڑھا ہے سناؤ، تو بچہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوگیا اور پڑھنے لگا: ’’ہائے دُنیا، ہائے دُنیا، ہائے دُنیا.....‘‘ بچے کے والد صاحب قاری صاحبؒ سے ملے اور ’’ہائے دُنیا‘‘ والے سبق کی شکایت کی کہ ہم نے تو بچے کو قرآن مجید پڑھنے کے لئے بھیجا تھا، یہ کیا یاد کر رہا ہے؟ قاری صاحبؒ نے فرمایا کہ میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر آپ کے بچے کو قرآن مجید پڑھاؤں اور جب وہ ماہر حافظ بن جائے تو آپ اسے دُکان پر بٹھادیں گے، اس لئے میں نے شروع ہی سے وہی سبق دِیا ہے جو تین سال بعد آپ نے دینا ہے۔حضرت خواجہؒ کا مقصود یہ تھا کہ بچے کو قرآن مجید یاد کرانے کے بعد روزی کمانے کے پیشوں پر نہیں لگانا چاہئے۔

موضوعِ ختمِ نبوّت کا تابندہ ستارہ

عطاء اللہ علوی

وہ اپنی ذات میں ایک تحریک تھا، جس کی عزت وعظمت، فہم وبصیرت، زُہد وتقویٰ، اِخلاص وللّٰہیت، جہد واِستقامت اور زُہد واِستغناء کو صرف اپنے ہی نہیں، غیر بھی تسلیم کرتے تھے۔ وہ اس اِستحصالی نظام میں طبقاتی تعصب، فرقہ وارانہ اقدامات سے الگ تھلگ اور منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے ایسا کمربستہ تھا کہ غیر بھی اس کے ساتھ چلنا اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے۔ وہ اپنی ذات میں ایک ایسی انجمن تھا جس نے ساری زندگی پیرگری کرکے جعلی پیروں کے چہروں سے نقاب کشائی کرتے ہوئے عوام کو حقیقتِ اسلام سے آگاہ کرڈالا تھا۔ وہ ایسا مردِ جری تھا جس کا نام سنتے ہی قادیانی انگشت بدنداں اور سرتاپا ہراساں ہوکر کفر کے فتوے اپنے ہاتھوں میں لئے اپنی بلوں میں گھسنے لگتے تھے۔ وہ اِک ایسا مردِ درویش تھا جو اِسلامی سرحدوں کی حفاظت کے لئے تنہا، ختمِ نبوّت کے برطانیہ میں بھاگے ہوئے ڈاکوؤں کے خلاف برسرِ پیکار نظر آتا ہے۔ وہ ایسا باہمت اور غیور اِنسان تھا جو کبھی باطل قوتوں کے ہاتھوں نہ بکا اور نہ ان کے سامنے جھکا۔ وہ ایک ایسا نڈر اور بے باک قائد تھا جو مصائب وآلام کی چلتی ہوئی ہواؤں میں بھی اہلِ حق کا قائد بن کر قوموں کو جرأت وہمت کا پیغام دیتا نظر آتا ہے۔ وہ پنجاب سے ایسا پیرگر بن کر اُٹھا جس نے قوموں کو پیروں کی حقیقت سے آگاہ کیا اور جعلی پیروں کے جھوٹے دعوے خاک میں ملا ڈالے۔ اس نے لوگوں کو حقائق سے آگاہ کرتے ہوئے مزاروں پر کاروبار کرنے والوں کی قلعی کھول ڈالی۔ دُنیائے اسلام اس عظیم مردِ قلندر کو حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ خان محمدؒ کے نام سے یاد کرتی ہے۔

آپؒ کی ساری زندگی اِسلامی قانون کے نفاذ، اِسلامی سرحدوں کی حفاظت، ختمِ نبوّت کی چوکیداری، اور اس کی راہ میں آنے والی پریشانیوں پر صبر واِستقامت اور جہدِ مسلسل اور پیہم کوششوں کے جاری رکھنے سے عبارت تھی۔ آپؒ کی شخصیت کا نظارہ کرنے والوں کے بقول چال میں متانت وسنجیدگی، گفتگو میں لطافت اور روانی، عزائم میں سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا جذبہ جھلکتا تھا۔ آپؒ نے علمائے حق کا سچا جانشین

بن کر جب پاکستان کی دھرتی پر ختمِ نبوّت کا پرچم تھاما تو اس وقت بے پناہ مصائب و پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا، مگر خلاقِ عالم نے آپؒ کو اِستقامت عطا فرمائی۔ آپؒ کے اِنتقال سے عالمِ اسلام میں پیدا ہونے والا خلا صدیوں تک پُر کیا جانا مشکل ہے۔ پاکستان کی تقریباً تمام دِینی تحریکوں، ہزاروں دِینی مدارس ومساجد اور خانقاہیں، لاکھوں عقیدت مند آپؒ کے زیرِ سر پرستی باطل طاقتوں اور سامراجی نظام سے ٹکرانا اپنے لئے سعادت مندی سمجھتے تھے۔ پاکستان کے بڑے بڑے علمائے کرام کی طرف سے تعزیت کا اِظہار اور آپؒ کی نمازِ جنازہ میں شرکت آپؒ کی اہمیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ پاکستان میں دِینی مدارس کے سب سے بڑے بورڈ کے صدر حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان کی طرف سے تین روزہ سوگ کا اِعلان اور قرآن خوانی کی اپیل آپؒ کے اِنتقال پر عالمِ اسلام کی یتیمی کا اِظہار، آپؒ کی جلالتِ شان کا سب سے بڑا مظہر ہے۔

جعلی پیروں کے چہروں سے نقاب کشائی: آپؒ نے ساری زندگی تصوف کی راہ سے دِین میں گھسنے والے جعلی پیروں کی سرکوبی کی اور ہر موڑ پر ان کی حوصلہ شکنی کو اپنی زندگی کا مشنِ اوّل سمجھا۔ آپؒ نے توحید کی نشر واِشاعت اور شرک وبت پرستی کے خلاف ایسا کام کیا کہ پاکستان کی دھرتی پر آپؒ کا نام موحدین کی صفِ اوّل کا نام ہوگا۔ آپؒ ہمیشہ امن وامان کے داعی، فرقہ وارانہ فسادات کے دُشمن اور اِتفاق واِتحاد کے خواہاں تھے۔ آپؒ نے مسلمانوں کو متحد کرتے ہوئے انہیں ان کے حقیقی دُشمن کی نشاندہی کروائی اور سامراجی طاقتوں اور باطل پرستوں سے ٹکرانے کی راہ دِکھائی۔

ختمِ نبوّت کے لئے کوششیں: آپؒ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے سرپرستِ اعلیٰ اور کندیاں شریف خانقاہِ سراجیہ کے صدر نشین تھے۔ آپؒ نے جب سے ختمِ نبوّت کے پرچم کو اپنے دست مبارک میں لیا اور قوموں کی سرپرستی کا بیڑا اُٹھایا تو قادیانیت جو آپؒ کا ہدفِ اوّل تھا، اسے منہ کی کھانی پڑی، اور ہر میدان میں انہیں شکست خوردہ ہوکر ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا۔

پسماندگان: آپؒ نے اپنے پسماندگان میں پانچ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی، ہزاروں عقیدت مند، لاکھوں مریدین ومتعلقین چھوڑے ہیں۔ واقعی آپؒ کی وفات سے پیدا ہونے والے خلا کو صدیوں تک پُر نہیں کیا جاسکے گا۔ اللہ تعالیٰ آپؒ کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، آمین!

(روزنامہ اسلام ۷رمئی ۲۰۱۰ء)

***

تحریکِ ختمِ نبوّت کے مرکزی امیرؒ

ابوسعید

حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کا رُوحانی سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ (موسیٰ زئی شریف)، حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ (دہلی)، حضرت مجدد الف ثانیؒ (سرہند شریف)، حضرت سیّد بہاء الدین نقشبندیؒ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے واسطے سے ۳۷ ویں سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جاملتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سب سے پہلے منکرینِ ختمِ نبوّت کے خلاف جہاد کیا اور اس طرح آپؓ تحریکِ ختمِ نبوّت کے پہلے امیر ہوئے، اور آج کے دور میں تحریکِ ختمِ نبوّت کی سربراہی بھی آپؓ کے رُوحانی جانشین حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کے سپرد ہوئی۔ خانقاہِ سراجیہ کی اِبتداء ۱۹۲۰ء سے ہوئی، اس کے بانی حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ نے تحریکِ ختمِ نبوّت کی بھرپور سرپرستی کی، ۱۹۲۹ء میں امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے مجلس احرارِ اسلام کی بنیاد رکھی، جس نے تحریکِ آزادی، تحریکِ کشمیر اور تحریکِ ختمِ نبوّت میں اہم کردار ادا کیا۔ مجلس احرارِ اسلام کے زیرِ اِہتمام باقاعدہ شعبۂ تبلیغ قائم ہوا تو بانیٔ خانقاہِ سراجیہ مولانا ابوسعد احمد خانؒ نے مجلس احرارِ اسلام کی بھرپور سرپرستی کی اور جماعت کو اپنا مکمل تعاون پیش کیا۔ امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تحریروں میں بھی خانقاہِ سراجیہ اور بانیٔ خانقاہِ سراجیہ حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ اور آپؒ کے جانشین حضرت مولانا محمد عبداللہؒ المعروف حضرت ثانی کا ذِکر ملتا ہے۔ ۱۹۴۱ء میں مولانا احمد خانؒ کے اِنتقال کے بعد مولانا محمد عبداللہؒ نے بھی اپنے شیخ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے تحریکِ ختمِ نبوّت کی سرپرستی فرمائی، اور ۱۹۵۳ء میں چلنے والی تحریکِ ختمِ نبوّت میں خانقاہِ سراجیہ کے حضرت مولانا محمد عبداللہؒ اور حضرت مولانا خاجہ خان محمدؒ نے بھرپور کردار ادا کیا، خانقاہِ سراجیہ کو اس تحریک میں ایک اہم مقام حاصل تھا، ملک بھر میں پھیلے ہوئے لاکھوں عقیدت مندوں کو حکماً تحریکِ ختمِ نبوّت میں کردار ادا کرنے کا حکم دیا گیا، اس تحریکِ ختمِ نبوّت ۱۹۵۳ء میں حضرت خواجہ خان محمدؒ نے خود

بھی گرفتاری دی جو کہ تحریکِ ختمِ نبوّت، مجلس احرارِ اسلام اور امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے خانقاہِ سراجیہ کے تعلق کا ایک اہم باب ہے۔ ۱۹۵۶ء میں حضرت مولانا محمد عبداللہؒ کے اِنتقال کے بعد اکابر علمائے کرام، حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ اور حضرت مولانا محمد عبداللہؒ کے خلفائے عظام نے حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کو سجادہ نشین مقرر کیا۔ آپؒ کے دور میں خانقاہِ سراجیہ کے فیوض و برکات پوری دُنیا میں پھیل گئے، حضرت خواجہ خان محمدؒ نے ۵۵ برس تک اس عالی شان مسند پر بیٹھ کر دینِ اسلام کی خدمت کی اور عقیدۂ ختمِ نبوّت کا تحفظ جس خوبصورت انداز میں کیا، دُنیا اس کی مثال دینے سے قاصر ہے۔ ۹/اپریل ۱۹۷۴ء کو حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ نے عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کی امارت اس شرط پر قبول کی کہ اگر حضرت مولانا خواجہ خان محمد میرے نائب امیر بنیں۔ اس طرح حضرت خواجہ خان محمدؒ ۹/اپریل ۱۹۷۴ء کو عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے نائب امیر مقرر ہوئے اور حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کے اِنتقال کے بعد ۱۷/اکتوبر ۱۹۷۷ء کو حضرت خواجہ خان محمدؒ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے امیرِ مرکزیہ منتخب ہوئے اور آخری دَم تک امیرِ مرکزیہ رہے۔ اس دوران آپؒ نے عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ کے لئے پوری دُنیا میں سفر کئے، آپؒ نے تحریکِ ختمِ نبوّت ۱۹۷۴ء، تحریکِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ اور تحریکِ ختمِ نبوّت ۱۹۸۴ء میں اہم کردار ادا کیا۔ ۱۹۸۴ء میں قادیانی سربراہ مرزا طاہر ملک سے فرار ہو کر لندن جا بیٹھا تو حضرت خواجہ خان محمدؒ نے بھی عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کا دفتر لندن میں بنا کر قادیانیوں کا تعاقب شروع کیا۔ حضرت خواجہ خان محمدؒ جمعیت علمائے اسلام کے سرپرستِ اعلیٰ تھے، مولانا مفتی محمودؒ کے ساتھ آپؒ کے انتہائی قریبی تعلقات تھے۔ مولانا مفتی محمودؒ نے ایک مرتبہ حضرت خواجہ خان محمدؒ سے کہا کہ زندگی موت کا علم نہیں، لیکن میرے بعد فضل الرحمٰن (موجودہ قائدِ جمعیت مولانا فضل الرحمٰن گروپ) کا خیال رکھنا۔ اور پھر دُنیا نے دیکھا کہ مولانا مفتی محمودؒ کے اِنتقال کے بعد حضرت خواجہ خان محمدؒ کی محنت اور دُعاؤں سے مولانا فضل الرحمٰن اپنے بیگانوں کی مخالفت اور رُکاوٹوں کے باوجود ترقی کی سیڑھیوں پر چڑھتے ہی گئے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ نے مولانا مفتی محمودؒ سے کیا ہوا وعدہ نبھانے کا حق ادا کر دیا۔ حضرت خواجہ خان محمدؒ نے تحریکی مصروفیات کے باوجود خانقاہی معمولات میں کوئی کمی نہ آنے دی، پوری دُنیا سے آنے والے لاکھوں مریدین کو رُوحانی فیض پہنچا کر سجادہ نشینی کا حق ادا کیا، یہی وجہ ہے کہ آج برِصغیر پاک و ہند سمیت دُنیا بھر میں تصوف کے حوالے سے خانقاہِ سراجیہ کندیاں شریف کا بلند ترین مقام ہے۔ آپؒ کے بڑے صاحبزادے مولانا صاحبزادہ عزیز احمد اپنے والد گرامی کی ضعیفی و پیرانہ سالی میں عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے معاون امیر مرکزیہ کی ذمہ داری اور بیرون ممالک کے اُمور کی انجام دہی پر مأمور ہیں۔ آپؒ کے دُوسرے صاحبزادے مولانا صاحبزادہ خلیل احمد خانقاہِ سراجیہ میں خانقاہی معمولات

سرانجام دے رہے ہیں، آپؒ کے تیسرے صاحبزادے مولانا رشید احمد لاہور میں مرکز سراجیہ کے مدیر ہیں، جہاں سے ختمِ نبوّت کے لٹریچر کی اشاعت اور اُمور کی نگرانی کرتے ہیں۔ آپؒ کے چوتھے صاحبزادے صاحبزادہ سعید احمد میانوالی کی علاقائی سیاست میں سرگرمِ عمل ہیں، جبکہ آپؒ کے پانچویں اور سب سے چھوٹے صاحبزادے جناب نجیب احمد خانقاہ میں ہمہ تن خدمتِ خلق اور خانگی اُمور کی انجام دہی میں مشغول ہیں۔

حضرت خواجہ خان محمدؒ کی نمازِ جنازہ خانقاہِ سراجیہ میں آپؒ کے صاحبزادے مولانا صاحبزادہ خلیل احمد نے پڑھائی اور آپؒ کو شیوخ حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ اور حضرت مولانا محمد عبداللہؒ کے غربی جانب سپردِ خاک کیا گیا ہے، کروڑوں رحمتیں ہوں اس مردِ قلندر کی لحد پر۔

(روزنامہ جناح اسلام آباد ۸ رمئی ۲۰۱۰ء)

❊

ہدایا... دِلوں کے تالوں کو کھولنے کی چابی

تبلیغی جماعت کے حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ مدینہ شریف میں طویل مدت سے مقیم تھے، وہ حضرت خواجہؒ کی آمد کے منتظر رہتے تھے، جب پتا چلتا کہ حضرت خواجہؒ مدینہ تشریف پہنچ گئے ہیں تو دو خدام کو رباطِ مکی میں بھیجتے کہ حضرتؒ کا معمول معلوم کرلیں تاکہ ملاقات کے لئے آسکیں۔ جب حضرتؒ کو پتا چلتا کہ مولانا سعید احمد خان صاحب ملاقات کے لئے آنا چاہتے ہیں تو خود ہی وہاں پہنچ جاتے اور ملاقات ہوتی۔ ایک دو مرتبہ مجھے بھی حضرتؒ کے ساتھ حاضر ہونے کا موقع ملا۔ مولانا سعید احمد خان صاحبؒ خوب اِکرام وتواضع فرماتے اور حضرتؒ کو ہدایا پیش کرتے، ساتھ ساتھ ہدایا دینے کے لئے اپنا معمول بتارہے تھے کہ میں جب بھی پاکستان جاتا ہوں تو تمام رشتہ داروں اور احباب کے گھروں میں جاکر ملاقات کرتا ہوں، اور کچھ نہ ہو تو چند کھجوریں ہی ہدیہ کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ فرمانے لگے: ہدایا دِلوں کے تالوں کو کھولنے کی چابی ہوتے ہیں۔ یہ بات حضرت خواجہؒ پر بہت اثر کرگئی۔ جب واپس قیام گاہ پہنچ گئے تو بھی گاہے بگاہے یہ جملہ دُہراتے تھے کہ ہدایا دِلوں کے تالوں کو کھولنے کی چابی ہوتے ہیں۔

جو شجرِ سایہ دار تھے، نہ رہے

حافظ طاہر محمود اشرفی

قارئین! گزشتہ رات اور گزشتہ دن میرے لئے نہیں پورے عالمِ اسلام کے لئے غم اور افسوس کا دِن رہا، گزشتہ رات جب اپنے عروج کی طرف جا رہی تھی تو لاکھوں انسانوں کے مرشد اور رُوحانی باپ حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کے اِنتقال کی خبر موصول ہوئی۔ بلاشبہ خواجہ خان محمدؒ گزشتہ کچھ عرصے سے علیل تھے، ہفتہ قبل ان کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی، مگر گزشتہ روز ہی صبح ان کی طبیعت ٹھیک ہونے اور کچھ بہتر ہونے کی اطلاعات تھیں۔ موت تو ایک ایسی چیز کا نام ہے جس کو ہر کسی کے پاس آنا ہے اور اپنے ساتھ لے کر جانا ہے۔ ابھی حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کے اِنتقال کی خبر سے باہر نہیں نکل پایا تھا کہ اِطلاع ملی کہ ہمارے نانا جی بھائی شبیر احمد جو کہ تبلیغی جماعت لاہور کے امیر تھے، اور عالمی اُمور کو بھی دیکھتے تھے، بھی اس فانی دُنیا سے رُخصت ہوگئے ہیں۔ ان دونوں اکابرین کی رُخصتی سے ایسا لگ رہا ہے جیسے فضا میں سے بھرپور شجرِ سایہ دار اُٹھا لئے گئے ہیں، گزشتہ چند ماہ کے دوران اہلِ توحید پر کڑے اِمتحان کا وقت ہے، بڑے بڑے اکابر رُخصت ہو رہے ہیں، اللہ پاک خیر فرمائیں۔ وہ ہاتھ جو ربِّ کریم کے دربار میں ہمارے لئے ہر وقت دُعاؤں میں مصروف رہتے تھے، وہ لب جن سے ہمارے لئے خیر کی دُعائیں نکلتی تھیں، وہ رُخصت ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ قربِ قیامت کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ اہل اللہ اور اہلِ علم دونوں تیزی سے اُٹھا لئے جائیں گے۔ اس وقت جبکہ اہلِ حق اِمتحان اور کرب کی کیفیت میں مبتلا ہیں، آزمائشوں اور اِمتحانوں کا سلسلہ جاری ہے، ان اکابرین کا اُٹھ جانا جن کی دُعاؤں سے ہمت وحوصلہ ملتا تھا، مزید آزمائش ہے۔ اللہ کریم اہلِ اسلام کو اس آزمائش سے سرخ رُو کرکے نکالے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ سے میرا رُوحانی تعلق ہونے کے ساتھ ساتھ ذاتی تعلق بھی تھا۔ حضرت خواجہؒ کے ہمراہ مجھے اپنے بچوں اور بیوی کے ساتھ حج اور عمروں کا موقع ملا ہے، اور اکیلے بھی حضرت خواجہؒ کے ہمراہ حج کی سعادت حاصل کی ہے۔ حرم شریف میں مقبول ترین درس دینے والے

حضرت مولانا محمد مکی حجازی کی زیرِ نگرانی اور حضرت خواجہ خان محمدؒ کی سرپرستی میں متعدّد مرتبہ حج کی سعادت میری زندگی کے ان اثاثوں میں سے ہے جن کو میں اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کی زندگی میں وہ لمحہ بہت کم ہوگا جس میں اللہ کا ذِکر نہ ہو۔ ختمِ نبوّت کے میدان میں انہوں نے اپنی ساری زندگی گزار دی، اس عظیم مشن کے لئے انہوں نے ہمیشہ ہر چھوٹے بڑے کی سرپرستی کی۔ لندن میں جب انٹرنیشنل ختمِ نبوّت موومنٹ کے قیام کا فیصلہ کیا گیا تو اس کے لئے شرط رکھی گئی کہ اس کے لئے حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ اور مولانا اسعد مدنی سے اجازت لی جائے۔ حضرت مولانا اسعد مدنیؒ سے لندن میں ہی حضرت مولانا ضیاء القاسمیؒ کے ہمراہ اکابرین نے ملاقات کی تو انہوں نے حوصلہ افزائی فرمائی اور پھر حضرت خواجہ خان محمدؒ نے نہ صرف اِجازت دی بلکہ انٹرنیشنل ختمِ نبوّت موومنٹ کے لئے دُعا بھی فرمائی۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ حضرت مولانا خان محمدؒ کی تمام زندگی کی گفتگو کے الفاظ کو جمع کیا جائے تو ایک تہائی بھی دُنیا کے متعلق الفاظ نہ ہوں گے۔ اہل اللہ اور اہلِ علم اُٹھتے چلے جارہے ہیں، حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کے بعد بھائی شبیر احمد جن کو ہم بچپن سے اپنے آپ کو تبلیغی جماعت کے لئے وقف دیکھا، ظہر تک سرکاری نوکری اور اس کے بعد اللہ کی رضا کے لئے مسجد بلال پارک میں عشاء تک اپنے آپ کو وقف کردینے والے بھائی شبیر احمد لاکھوں ہزاروں انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کا ذریعہ بنے۔ اللہ نے ان کو یہ صلاحیت دے رکھی تھی کہ وہ اپنی محبت اور اخلاق سے دُور ہونے والوں کو قریب کرتے، چھوٹوں کو اتنی شفقت دیتے کہ وہ اپنے آپ کو بڑا محسوس کرتے، ان کے دسترخوان کی وسعت اور ان کی رات کی تہجد کی مثال پورے عالم میں اور تبلیغی مرکز میں دی جاتی تھی، بیماری اور بڑھاپے کے باوجود ساری زندگی اللہ کے راستے میں وقف کرنے والے حاجی شبیر احمد نے اپنی اولاد کی تربیت میں بھی کوئی کمی نہیں کی تھی، الحمدللہ! آج ان کی اولاد میں دِین اسی طرح پایا جاتا ہے جس طرح ان کو اپنے آباء واجداد سے ملا تھا۔ ان کے صاحبزادے مفتی ضیاء الحق مرحوم سے لے کر مولوی زکریا، مولوی انعام الحق، مولوی عطاء الحق سب کو دِین سے اسی طرح لگاؤ ہے جس طرح ان کے باپ کو تھا۔

بتانے والے بتارہے ہیں کہ دونوں اکابرین کا معمول اللہ اللہ کی صدائیں بلند کرنا تھا، آج ان کے جنازے بھی ان ہی اللہ اللہ کی صداؤں میں رُخصت ہو رہے ہیں۔ آسمان پہ بادل بھی گزشتہ رات سے تھوڑی تھوڑی دیر سے برس رہا ہے، خزاں میں پرندے بھی آج اور ہی آواز میں بول رہے ہیں، اور میں قلم ہاتھ میں لئے اس سوچ میں مبتلا ہوں کہ میں کیا لکھوں؟ میرے لئے تو وہ اللہ کریم کے بعد ہمیشہ سہارا تھے۔ جب کئی کرم کرنے والے میرے حوالے سے اپنی کرم نوازیاں کرتے تو مجھے اپنے پاس بلاکر وضاحت کے بجائے پیار کرکے مجھے یہ حوصلہ دے کر روانہ کرنے والے بھائی شبیر جو کہ ہمیشہ کہتے: اگر تم

اللہ کے دِین پہ قائم ہو، محمد عربی ﷺ کی ختمِ نبوّت پر تمہارا ایمان ہے اور صحابہ رسولؐ کی جماعت سے تمہاری محبت ہے تو پھر اللہ کے دِین کی دعوت لے کر چلتے رہو۔ کسی ظالم کا ظلم، کسی غاصب کا غصب، کسی شریر کا شر، کسی نقصان پہنچانے والے کی نقصان پہنچانے کی کوشش تم کو غم میں مبتلا نہ کر سکے گی۔ آج جب حالات کے کرب میں ہمیں ایسے شجرِ سایہ دار کی ضرورت تھی، اللہ کریم نے تپتے صحرا اور آسمان کی تپش کے نیچے اگر ہمیں کھڑا کر دیا ہے تو اس میں بھی بہتری ہوگی۔ سوچنے کی بات تو ان لوگوں کے لئے ہے جن کو ان اکابر کے بعد اللہ نے بڑا بنایا ہے تو وہ ان اکابرین کی طرح شجرِ سایہ دار بنیں۔

آخر میں میری عقل اور میرا فہم، میرا دِل مجھے یہ بات لکھنے کا حوصلہ نہیں دے رہا کہ میں کس سے تعزیت کروں؟ حضرت خواجہؒ کے صاحبزادگان سے؟ بھائی شبیر کے اہل وعیال سے؟ یا اپنے آپ سے؟ بے شک ہم سب ہی یتیم ہوگئے ہیں اور ہمارے لئے حوصلے کی بات یہی ہے کہ یتیموں کے سردار قیامت کے روز محمد رسول اللہ ﷺ ہوں گے۔ (روزنامہ جناح اسلام آباد ۸رمئی ۲۰۱۰ء)

❋

وتروں میں دُعائے قنوت

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرتِ ثانیؒ وتروں میں دُعائے قنوت:

" اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُکَ وَ نَسْتَغْفِرُکَ وَ نُؤْمِنُ بِکَ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَيْکَ وَ نُثْنِىْ عَلَيْکَ الْخَيْرَ. وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَ نَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ يَّفْجُرُکَ. اَللّٰهُمَّ اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّىْ وَ نَسْجُدُ وَاِلَيْکَ نَسْعٰى وَ نَحْفِدُ وَ نَرْجُوْ رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰى عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ."

پڑھنے کے بعد:

"اَللّٰهُمَّ اهْدِنِىْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِىْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِىْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِکْ لِىْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنِىْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ، اِنَّکَ تَقْضِىْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْکَ، اِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ، تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَيْکَ."

پڑھا کرتے تھے۔

عظیم سفر، تاریخ ساز شخصیت کے ساتھ

محمد عادل، وہاڑی

یہ ۱۷رجنوری ۲۰۰۵ء تھا (۶رذوالحجہ ۱۴۲۵ھ) شام کے سات بجے تھے، سعودی ایئر لائن کی اسپیشل پرواز نے اسلام آباد انٹرنیشنل ایئرپورٹ سے جدہ ایئرپورٹ کے لئے پرواز بھری، اس پرواز میں حرمین کو سفر کرنے والے تقریباً ۳۰۰ سے زائد مسافر تھے۔ ۱۱:۳۰ پر جہاز نے جدہ ایئرپورٹ پر لینڈ کیا۔ امیگریشن کے مراحل سے گزرتے گزرتے نمازِ فجر کا وقت ہو چلا تھا، ادائیگی نماز اور معمولاتِ سحر کے بعد ہم وادئ نور مکہ مکرمہ کی جانب رواں دواں تھے۔ شہرِ اَمن میں ایک دن ہی گزرا تھا کہ مولانا محمد مکی حجازی دامت برکاتہم سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ مکی کو میرے محسنِ عظیم مولانا ظفر احمد قاسم اور جامعہ خالد بن ولید سے قلبی وجگری تعلق چلا آرہا ہے۔ انہوں نے اُستاذ جی کو حج کے ارکان ساتھ ادا کرنے کی دعوت دی۔ اُستاذ جی نے کہا کہ میرے ساتھ میرے بیٹے مفتی عزیز الرحمٰن، مولانا عبید الرحمٰن ہیں، اور راقم الحروف کا نام بھی پیش کیا۔ چنانچہ میدانِ عرفات میں حضرت شیخ مکی کے خاص حلقے میں جب پہنچے تو خوشی کی انتہا نہ رہی کہ وہاں عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے مرکزی امیر، فاضلِ دارالعلوم دیوبند، شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمدؒ تشریف فرما تھے۔ حضرت خواجہؒ کی اس قدر طویل صحبت نہ تو اس سے پہلے نصیب ہوئی اور نہ ہی اس کے بعد۔ غروبِ آفتاب کے بعد جب عرفات سے منیٰ کی طرف جانے کے لئے گاڑی پر سوار ہوئے تو خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ہمیں حضرت خواجہؒ کی گاڑی میں جگہ مل گئی۔ عرفات سے منیٰ کا سفر تقریباً ۴:۳۰ گھنٹے میں طے ہوا، مگر سفر کے دوران اکابر کی اس مجلس میں بے شمار ایمان افروز واقعات سننے کو ملے۔ ان میں سے ایک واقعہ جو اُستاذ مولانا ظفر احمد قاسم نے حضرت خواجہ خان محمدؒ کی خدمت میں پیش کیا، وہ قارئین کی نذر کرتا ہوں:

۱۹۷۴ء میں ختمِ نبوّت کی تحریک چل رہی تھی، عشاقِ رسول دیوانہ وار تحفظِ ختمِ نبوّت کے لئے ہر قسم کی قربانیاں دے رہے تھے، ملک کے مختلف شہروں کی طرح شاہینوں کے شہر سرگودھا میں بھی کرفیو لگا

ہوا تھا، تحریک تحفظِ ختمِ نبوّت کے ایک مجاہد نے کرفیو کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایک بڑے چوراہے کی بلند عمارت پر کھڑے ہوکر تقریر شروع کردی، ۷ فٹ قد، چوڑی چھاتی، لال سرخ چہرہ، آناً فاناً ہزاروں لوگ اکٹھے ہوگئے۔ اچانک اتنے بڑے مجمع پر فائر چلانا فوج کے لئے دُشوار تھا، کیپٹن نے اس مجاہد خطیبِ ختمِ نبوّت کی گرفتاری کا آرڈر جاری کردیا۔ فوجی جوان عوام کے جمِ غفیر کو چیرتے ہوئے اس دومنزلہ عمارت تک پہنچتے، اتنے میں ختمِ نبوّت کا مجاہد اس عمارت کی پچھلی جانب سے کود پڑا اور قریبی ریلوے اسٹیشن سے ریل پر سوار ہوگیا۔ اگلا اسٹیشن ہنڈلے والی تھی (جسے اب شاہین آباد کہتے ہیں) پولیس اور فوج اسٹیشن پر الرٹ کھڑی تھی، جونہی ٹرین پہنچی فوج کے جوان شہد کی مکھیوں کی طرح ٹرین پر لپکے اور ختمِ نبوّت کے مجاہد کو ہتھکڑی لگادی گئی۔ اس عظیم مجاہد نے گرجدار آواز میں نعرہ لگایا: ''ختمِ نبوّت زندہ باد!'' اور ہتھکڑی ٹوٹ گئی۔ دُوسری بار ہتھکڑی لگائی گئی، مردِ قلندر نے نعرہ لگایا: ''ختمِ نبوّت زندہ باد!'' ہتھکڑی ٹوٹ کر دُور جاگری، پھر جب تیسری بار ہتھکڑی لگائی گئی تو مردِ آہن نے نعرہ بلند کیا: ''ختمِ نبوّت زندہ باد!'' ہتھکڑی ٹوٹ گئی، ہتھکڑیاں لگانے والے قدموں میں گر پڑے تو تحریکِ ختمِ نبوّت کے عظیم مجاہد مولانا سیّد نیاز احمد شاہ گیلانیؒ نے کندھے سے اپنا رُومال اُتار کردیا اور کہا کہ ختمِ نبوّت کے پروانے کو اس رُومال سے باندھ کرلے جاؤ۔ گاڑی اللہ اکبر، اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اُٹھی۔ حضرت خواجہ صاحبؒ بھی وجد میں آگئے اور بلند آواز سے نعرۂ تکبیر کہا، آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، آج جب اُمتِ مسلمہ سے اس عظیم تاریخ ساز شخصیت کا سایہ اُٹھ گیا ہے تو حضرت شیخ کے ساتھ گزرے وہ لمحات رہ رہ کر یاد آتے ہیں۔

آپؒ میانوالی کے نواحی قصبے موضع ڈنگ میں ۱۹۲۰ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۱ء میں دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث کیا۔ ۷؍جون ۱۹۵۶ء میں حضرت مولانا عبداللہؒ نے وصال فرمایا، آپؒ کی تدفین کے بعد حضرت چن پیر صاحب خوشابیؒ، ڈاکٹر محمد شریفؒ، حضرت حکیم عبدالمجید سیفیؒ اور حضرت مولانا مفتی عطاء محمد جیسے بزرگوں نے دوطرفہ پگڑی کو پھیلاتے ہوئے مجمعِ کثیر کی موافقت سے خواجۂ خواجگان قطب الاقطاب خواجہ خان محمدؒ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

۹؍اپریل ۱۹۷۴ء کو حضرتِ اقدس مولانا خان محمدؒ مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے نائب امیر مقرر ہوئے، اور ۱۷؍اکتوبر ۱۹۷۷ء کو آپؒ مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے ساتویں امیر مقرر ہوئے۔ آپؒ کے دورِ امارت میں اللہ تعالیٰ نے مجلس کو بے شمار کامیابیاں نصیب فرمائیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحقؒ نے ۲۶؍اپریل ۱۹۸۴ء کو ایک آرڈی نینس جاری کیا جس کے ذریعے قادیانیوں کو مسلمان کہلانے، اَذان دینے، اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کہنے اور اِسلامی شعائر کے اِستعمال کرنے سے روک دیا گیا۔ نیز ان کی تبلیغی وارتدادی سرگرمیوں پر پابندی لگادی گئی۔ غرضیکہ تحریکِ ختمِ

نبوّت کے سلسلے میں آپ نے قائد کی حیثیت سے بے مثال خدمات سرانجام دیں۔ آپؒ کی قائدانہ صلاحیتوں کی بدولت قادیانیت کے گروہ سے نقاب اُٹھ گیا، آپؒ نے اس مشن کے لئے برطانیہ، امریکا، سعودیہ، کویت، دُبئی، ہندوستان اور بنگلہ دیش کے سفر کئے۔ اللہ ربّ العزت اس سعیٔ جمیلہ کو قبول فرمائیں اور جنت الفردوس میں تاجدارِ ختمِ نبوّت ﷺ کا قرب نصیب فرمائیں، آمین!

(روزنامہ اسلام ملتان ۱۱رمئی ۲۰۱۰ء)

تجھ کو ناز ہے جنت پہ اے رضوان!

ایک مرتبہ حضرتؒ نے جناب نبی کریم ﷺ کا ذِکرِ خیر کیا اور فرمایا کہ آپ رحمۃ للعالمین تھے، صرف مسلمانوں کے لئے رحمت نہیں، بلکہ تمام مخلوقات اور تمام غیر مسلموں کے لئے بھی رحمت ہیں۔ ایک ہندو شاعر (شاید بھیم داس نرائن) حج کے موسم میں ایک حاجی کے پاس کسی کی مدد سے پہنچا، کیونکہ وہ نابینا ہو چکا تھا، حاجی کو بتایا کہ میں ہندو ہوں، لیکن نبی کریم ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں، مجھے اُمید ہے اللہ تعالیٰ مجھے اس رحمت سے محروم نہیں رکھیں گے، لہٰذا میں ایک نعت لکھ کر لایا ہوں، یہ حضورِ اقدس کے روضۂ اطہر پر پڑھنا، میں آپ کا ممنون ہوں گا۔ کافی دِنوں بعد یہ ہندو اپنی محفل میں بیٹھا تھا کہ اچانک کہنے لگا کہ آج میری نعت روضۂ اطہر پر پڑھی جارہی ہے۔ لوگوں نے پوچھا: کیسے محسوس ہوا؟ ہندو نے جواب دیا کہ میری نظر واپس آرہی ہے، جب نعت پوری ہوئی تو نظر بھی پوری ہوگئی۔ اس نعت کا ایک شعر یہ ہے:

تجھ کو ناز ہے جنت پہ اے رضوان!
کیا چیز ہے وہ روضۂ اطہر کے سامنے

صاحبزادہ محمد عابد صاحبؒ کی فرمائش پر یہ نعت میں خوشخط لکھ رہا تھا، سردی کا موسم تھا، خالد حسین طور صاحبؒ کے گھر ساتھی چلغوزے کھارہے تھے، مجھے مصروف دیکھ کر حضرتؒ چلغوزے نکال رہے تھے اور چُلّو بھر کر مجھے عنایت فرمارہے تھے، اللہ کرے ساقیٔ کوثر علیہ السلام کے حوض پر بھی یہ چُلّو نصیب ہو، **اللّٰھم صل علیٰ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہٖ وأصحابہ أجمعین وبارک وسلم۔**

آہ! حضرت خواجہ خان محمد مرحوم

مولانا عبداللہ خادم

زندگی کیا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ یہ کیسے گزرنی چاہئے؟ یہ وہ اسباق ہیں جو اللہ والے اپنی خانقاہ میں بیٹھ کر اپنے مریدوں کو سمجھاتے رہتے ہیں۔ اگر زندگی قرآن وسنت کے وضع کردہ اُصولوں کے مطابق گزاری جائے تو دُنیا میں بھی عزت ومقام ملتا ہے، اور مرنے کے بعد بھی آرام وسکون ملتا ہے۔ اس مستعار زندگی کو چھوڑ کر جانے والے کچھ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو زمانہ روتا ہے، ان کی خدمات کا اِعتراف کرتا ہے، ان کے درجات کی بلندی اور مغفرت کے لئے بے اِختیار لاتعداد ہاتھ اُٹھ جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت خواجہ مولانا خان محمد مرحوم سجادہ نشین خانقاہِ سراجیہ آف کندیاں شریف بھی تھے۔ وہ تصوف کی سلطنت کے بے تاج بادشاہ تھے۔ وہ عالم بھی تھے، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ جن کو کئی سال تک مسجدِ نبوی میں احادیثِ رسول پڑھانے کا اِعزاز بھی حاصل ہے اور قافلۂ حق کے میرِ کارواں کا بھی، جن کی ولایت وسیادت پر سبھی علمائے کرام متفق ومتحد رہے ہیں۔ ان کی نظرِ عمیق نے یہ بھانپ لیا تھا کہ یہ شاگرد عام شاگرد نہیں بلکہ اس کے اندر پائے جانے والے جوہر اپنے وقت پر ظاہر ہوں گے، اور ایک زمانہ ان سے فیض یاب ہوگا۔ معروف مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند سے ۱۹۴۱ء میں سندِ فراغت حاصل کی۔ دارالعلوم جس طرح مرقع کمال وجمال ہے اسی طرح اس سے تربیت یافتگان بھی اپنے اپنے شعبے میں کامیاب وکامران ہیں، اور ان کی علمی وتحقیقی ورُوحانی انوار کی کرنیں پھیلتی ہی رہتی ہیں۔ اسلاف کے قواعد وضوابط کے مطابق خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خان محمد مرحوم ومغفور بھی ۱۹۵۶ء میں جنوبی پنجاب کے ایک ضلع میانوالی خانقاہ سراجیہ کے باضابطہ سجادہ نشین مقرر ہوئے تو پھر آپؒ نے رُوحانیت، طریقت وشریعت کی حقیقت کو تربیت کا ذریعہ بنایا۔ یہ بھی ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ صحیح معنوں میں اللہ والے شعبدہ بازی، فرسودہ رُسومات اور خودساختہ کرامات سے ہمیشہ دُور رہتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کے دِلوں میں اللہ کی لولگانے کی کوشش کرتے

ہیں۔ جیسے ایک شاگرد کو اُستاذ سبق یاد کرانے کی سعی کرتا ہے تاکہ شاگرد یہ سبق اس طرح یاد کرے کہ اسے زندگی بھر یہ سبق نہ بھولے، اسی طرح اللہ والے بھی اللہ سے محبت کرنے کے لئے ایسے رُوحانی اسباق دیتے ہیں تاکہ زندگی بھر ان کو یہ اسباق نہ بھولیں۔

خواجہ خان محمد مرحوم عام رُوحانی پیشواؤں کی طرح پیشہ ور پیر نہ تھے، بلکہ صحیح معنوں میں اللہ کے در کے فقیر تھے، شاید شاعرِ مشرق حضرت علامہ اقبال نے غلط وصحیح کے مابین امتیاز کرنے کے لئے فرمایا تھا:

خداوند تیرے یہ سادہ دِل بندے کدھر جائیں
سلطانی بھی عیاری ہے، درویشی بھی عیاری

ان فتنہ پرواز سلطانوں اور درویشوں سے مولانا خان محمد مرحوم ہمیشہ دُور رہے، بلکہ متفق علیہ فتنہ پرداز، فرنگی کے گماشتے قادیانیوں کے فتنے کو ختم کرنے کے لئے ہمیشہ فکرمند رہے۔ ۱۹۷۷ء میں حضرت علامہ محمد یوسف بنوریؒ کے بعد تادَمِ مرگ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے امیر رہے۔ یعنی تحفظِ ناموسِ رسالت کے لئے نہ صرف عوام بلکہ علمائے کرام بھی آپ کے دستِ حق پر بیعت کر چکے تھے۔ اس طرح حضرت خواجہ مرحوم کا عشقِ رسالت بھی ظاہر ہوتا ہے اور تاجدارِ ختمِ نبوّت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منکرین کے خلاف عزمِ صمیم بھی۔ مولانا خان محمد مرحوم بے شمار خوبیوں کے مالک تھے، بلاشبہ ان سے ہزاروں لوگوں نے اپنی علمی ورُوحانی پیاس بجھائی۔ قوانینِ خداوندی کبھی تبدیل نہیں ہوا کرتے، موت بھی اللہ تعالیٰ کا امر وقانون ہے، وہ آکر ہی رہتی ہے، کیونکہ موت کے بعد ہی حیاتِ جاودانی ملتی ہے۔ حضرت خواجہ خان محمد مرحوم نے ۴۵ مرتبہ تواتر سے حج کی سعادت حاصل کی۔ ۵ رمئی ۲۰۱۰ء بروز بدھ شام آٹھ بج کر پندرہ منٹ پر ۹۸ سال کی عمر میں اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے، جہاں سے آج تک اس دُنیا میں کوئی واپس نہیں آیا، سچ کہا گیا ہے:

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ، کل ہماری باری ہے

(روزنامہ خبریں ملتان ۱۱رمئی ۲۰۱۰ء)

***

جنت کا راہی

محمد قاسم احمد

عشاء کی نماز میں چند منٹ باقی تھے، بندہ مسجد کے صحن میں کھڑا تھا، اچانک ایک ساتھی پاس آیا اور ایک اندوہناک خبر سنانے لگا، خبر سن کر ایسا لگا جیسے دِل کی دُنیا اندھیری ہوگئی ہو، یقین نہیں ہو رہا تھا، لیکن یقین کرنا پڑا، کیونکہ موت ایک اٹل حقیقت ہے، کسی بشر کو اس سے مفر نہیں، ہر انسان کا ایک وقت مقرر ہے، اور اس کو اپنے وقت پر جانا ہے، خواہ وہ عالم ہو یا جاہل، بڑا آدمی ہو یا چھوٹا آدمی، مشہور ہو یا گمنام، نیک ہو یا بد، ایک عام مسلمان ہو یا ولیٔ کامل، یہ سب موت کے سامنے برابر ہیں، موت کا ذائقہ چکھنے پر مجبور: ''کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ'' ہر اِنسان کو موت کا سامنا کرنا ہے۔

''قطب الاقطاب، ابدالِ وقت، ولیٔ کامل، خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے'' یہ وہ خبر تھی جسے سن کر چہار سو اندھیرا چھا گیا، ابھی عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کراچی کے امیر حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ کی جدائی کا زخم نہیں بھرا تھا کہ امیرِ مرکزیہ بھی داغِ مفارقت دے گئے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے پانچویں امیر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے بعد امیر مقرر ہوئے، اس سے پہلے آپؒ نائب امیر تھے، اور حضرت بنوریؒ نے مجلس کی امارت اسی شرط پہ منظور کی تھی کہ حضرت خواجہ صاحبؒ نائب امیر کا منصب سنبھال لیں۔ چنانچہ حضرت بنوریؒ کی حیات میں آپؒ نائب امیر اور وفات کے بعد امیر مقرر ہوئے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنے تین نائب امیروں کی جدائی سہی ہے۔ پہلے حضرت مفتی احمد الرحمٰنؒ، پھر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ اور پھر حضرت سیّد نفیس شاہ الحسینیؒ آپ کی آنکھوں کے سامنے اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے۔ اس وقت نائب امیر حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہ العالی ہیں۔

بندہ کو اچھی طرح یاد ہے بچپن میں، جب عقل وشعور کی دہلیز پر قدم رکھا ہی تھا، حضرت خواجہ صاحبؒ جامع مسجد فلاح نصیر آباد کراچی میں تشریف لائے، اسی طرح آپؒ کے چہرے کے نقوش بھی

ورقِ ذہن سے محو ہو چکے ہیں، لیکن یادداشت اتنا ساتھ دیتی ہے کہ کبھی آپؒ سے ملاقات کی سعادت رہی ہے۔ بڑی خواہش تھی کہ کبھی دوبارہ زیارت کا موقع نصیب ہو، لیکن موت کا اٹل ہاتھ ہماری معصوم خواہشات کا گلا گھونٹ کے چلا گیا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کو زیادہ بیان کرنے کی عادت نہیں تھی، آپؒ کم گو اور خاموش طبع واقع ہوئے تھے، احباب کبھی تقاضا کرتے کہ آپ بھی بیان فرمایا کریں تو اِرشاد فرماتے:

''میری زبان یوسف لدھیانوی ہے، جس نے مجھے سننا ہو وہ یوسف لدھیانوی کو سن لے۔''

حضرت خواجہ صاحبؒ بہت بڑی شخصیت تھے، ایک بلند پایہ عالمِ دِین اور مجلس کے امیرِ مرکزیہ ہونے کے ساتھ آپؒ ولایت کے اعلیٰ مقام پر بھی فائز تھے۔ صحیح معنوں میں اللہ والا اور اللہ کا دوست جسے کہا جائے، وہ آپ ہی کی ذاتِ گرامی تھی۔ جن اہلِ سلوک کے ایک اِشارے سے بھٹکے ہوؤں کو دَرِ توحید مل جائے، جن اہلِ تصوف کی دُعاؤں سے کایا پلٹ جائے، جن اہلِ قلب کی صداؤں سے قلبِ ناداں کو عقل وشعور مل جائے اور جن اہلِ نظر کی ایک نظر سے پورا کا پورا انسان بدل جائے، بے شک حضرت خواجہ صاحبؒ انہی اہل اللہ میں سے تھے۔

آج اُمتِ مسلمہ قحط الرجال کا شکار ہے، ایک ایک کر کے علماء داغِ مفارقت دیتے جارہے ہیں اور علم بھی اُٹھتا جارہا ہے۔ ہم مسلمان قیامت کی اس واضح علامت کو دیکھ کر بھی غفلت کا شکار ہیں اور آخرت کی فکر سے بہت دُور ہیں، اللہ رَبّ العزت تمام مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے اور علمائے حق کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم فرمائے، ہمیں قیامت کی ہولناکی سے محفوظ اور یومِ آخرت کی تیاری میں مشغول فرمائے، آمین!

(روزنامہ اسلام ملتان ۱۴رمئی ۲۰۱۰ء)

''خاموش شیخ''

حضرت قبلہؒ کی نگاہ مسلمانوں کے سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی ہر قسم کے حالات پر رہتی۔ اِجتماعات سے خطاب آپؒ کا معمول نہیں تھا، البتہ اِختتامی دُعا سادگی سے فرماتے۔ اِنفرادی زندگی میں بات کرنے کی بجائے سننے کو ترجیح دیتے تھے۔ جب کبھی بولتے تو سابقہ زندگی کے تجربے کا نچوڑ پیش فرماتے۔ اسی لئے لوگ آپ کو ''خاموش شیخ'' کے نام سے یاد کرتے۔ فرماتے تھے: بزرگوں نے ختمِ نبوّت کی ڈیوٹی لگادی ہے، ورنہ جی چاہتا ہے کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر خانقاہی ذمہ داری میں مصروف رہوں۔

ایک شخصیت، ایک تحریک

محمد امیر معاویہ

بروز بدھ بعد نمازِ مغرب میرے موبائل پر ایس ایم ایس آیا، میں نے میسج پڑھا تو ہوش وحواس گم ہوگئے، پاؤں تلے سے زمین نکل گئی، کیونکہ موبائل میں یہ پیغام تھا: ’’عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے امیر، ولیٔ کامل حضرت خواجہ خان محمد صاحب اِنتقال فرماگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون!‘‘

ایک بڑا مشہور مقولہ ہے: ’’موت العالِم موت العالَم‘‘ عالم کا فوت ہوجانا پورے عالَم کی موت ہے، کیونکہ ایک ولیٔ کامل کی برکات، تربیت، تقویٰ اور انوارات پوری دُنیا پر اَثرانداز ہوتی ہے۔ حضرتؒ نے خانقاہِ سراجیہ میں بیٹھ کر پوری دُنیا کے قادیانیوں کو لگام دے رکھی تھی، پوری زندگی حضرتؒ نے ناموسِ رسالت کے لئے وقف کردی تھی۔ عمر کے تقاضے کو مدِنظر رکھے بغیر دِین کے کاموں کے لئے سفر کرتے تھے، پاکستان میں چلنے والی ہر تحریک کے سر پر دستِ شفقت رکھا ہوا تھا۔

حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ نے ۱۹۴۱ء میں دارالعلوم دیوبند سے سندِ فراغت حاصل کرکے دِین ہی کے لئے زندگی نام کردی۔ حضرتؒ نے بلاناغہ ۴۵ مرتبہ حج کئے، پہلا حج ۱۹۴۷ء میں ادا کیا، انہوں نے ۱۹۵۶ء میں خانقاہِ سراجیہ کی سجادہ نشینی سنبھالی، تاہم ۱۹۷۷ء میں عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے امیر بنے اور پوری دُنیا میں قادیانیت کے خلاف بھرپور جدوجہد کی، ہر میدان میں دُشمنانِ رسول کو شکست دی۔

خانقاہِ سراجیہ حضرت پیر سراج الدینؒ کے نام سے معروف ہوئی، جو خواجہ خان محمد صاحبؒ کے شیخ وسسر مولانا احمد خانؒ کے پیر ومرشد تھے۔ حضرتؒ صرف ایک شخصیت نہیں بلکہ تحریک تھے، جس کے جیالے پوری دُنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، حضرتؒ وہ تن آور درخت تھے جس کی جڑوں نے قادیانیوں کے دِل ودِماغ میں گھس کر ان کو لرزہ براندام کیا ہوا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت کی نشانیوں میں ایک نشانی یہ بھی بتلائی تھی کہ قربِ قیامت میں علم اُٹھالیا جائے گا، اور علم اُٹھانے کا طریقہ یہ ہوگا کہ وقفے وقفے سے علمائے کرام دُنیا سے منہ موڑتے

جائیں گے، پھر جہلاء اس قوم کے بادشاہ وسردار ہوں گے۔

پچھلے سال میرے ایک ساتھی نے کہا: ''اس سال حضرتؒ نے رمضان کے مہینے میں اپنے مریدین اور خانقاہ میں موجود افراد پر خصوصی توجہ ڈالی ہے جو آج سے پہلے اس انداز میں نہیں ڈالی، جس کی وجہ سے خانقاہ میں موجود بزرگوں نے کہا کہ لگتا ہے کہ حضرت کا یہ آخری رمضان ہے۔'' یہ بات آج مجھے لکھتے ہوئے بڑی شدت سے یاد آرہی ہے، کیونکہ اس کی کہی ہوئی بات حقیقت میں تبدیل ہوگئی ہے، اس لئے کہ حضرتؒ کا اِنتقال تو اس سال کے آنے والے رمضان سے پہلے ہی ہوگیا جو ساری اُمت کے لئے ایک بہت بڑا خسارہ ہے، ایک وقت میں ایک عالم، پیر ومرشد، سپاہی ناموسِ رسالت، ولیٔ کامل اور زبردست عالم کی موت ہوئی ہے۔ صرف خواجہ خان محمد صاحبؒ کا اِنتقال نہیں ہوا، بلکہ خواجہ خان محمد صاحبؒ اپنے ساتھ بہت ساری چیزیں لے کر چلے گئے۔ یہ تو اٹل حقیقت ہے، موت نے تو ابنِ تیمیہؒ وابنِ حجرؒ کو نہیں چھوڑا، بڑے بڑے علماء، بادشاہ، وزراء، فقراء اس کی بھینٹ چڑھ گئے، مسلمانوں کے پاس سوائے صبر کے ہے کیا؟ جب اللہ تعالیٰ نے صبر کا قلم دے دیا تو اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہوسکتی ہے؟ بس یہی دُعا کرتے ہیں اللہ رَبّ العزت حضرتؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان کا نعم البدل دُنیا وآخرت میں نصیب فرمائے، آمین!

(روزنامہ اسلام ملتان ۱۴؍مئی ۲۰۱۰ء)

''اللہ تعالیٰ رحم وکرم فرمائے گا''

حضرت خواجہؒ عموماً ساتھی کی بات سن کر فرماتے: ''اللہ تعالیٰ رحم وکرم فرمائے!'' وہ ساتھی کہتا: حضرت! دُعا فرمائیں، حضرتؒ پھر یہی فرماتے: ''اللہ تعالیٰ رحم وکرم فرمائے!'' وہ ساتھی پھر زور دے کر عرض کرتا کہ: حضرت! میری پریشانی کو دیکھیں، آپ سے خصوصی دُعا کی اِلتجا ہے، حضرتؒ پھر یہی فرماتے: ''اللہ تعالیٰ رحم وکرم فرمائیں!'' بالآخر وہ ساتھی بول پڑتا کہ: حضرت! میں دُعا کی اِلتجا کر رہا ہوں اور بس یہی فرمادیتے ہیں اللہ تعالیٰ رحم وکرم فرمائے، کوئی خصوصی دُعا فرمائیں۔ تب حضرتؒ اَزراہِ شفقت فرماتے کہ: میرے پاس اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم طلب کرنے سے بڑھ کر اور کوئی دُعا نہیں! تب جاکر ساتھی کو سمجھ آتی کہ ''اللہ تعالیٰ رحم وکرم فرمائے'' بھی دُعا ہے۔

اب اُنہیں ڈھونڈ چراغِ رُخِ زیبا لے کر

عمر جھنگوی

علم اُٹھتا جارہا ہے، علماء کم ہو رہے ہیں، منبر و محراب کی خاموشی، قلم و اوراق کی محرومی، مسندوں کی ویرانی، درسگاہوں کی بے چارگی، اسٹیج اور مجلسوں کی سنسانی اور خانقاہوں کی خزاں زدگی میں دن بہ دن اِضافہ ہو رہا ہے۔ ابھی مولانا جلال پوری شہیدؒ کی شہادت کے زخم ہرے ہی تھے کہ مولانا عبدالغفور ندیمؒ بھی جامِ شہادت نوش فرما گئے، ابھی مولاناؒ کی یادیں تڑپا رہی تھیں کہ مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے مرکزی امیر مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ بھی دُنیا کو الوداع کہہ گئے۔

مولاناؒ کی وفات یقیناً عالم اسلام کے لئے ایک دھماکے سے کم نہ تھی، ایسی ہستیاں مائیں صدیوں کے بعد جنا کرتی ہیں، وہ علم وعمل کے پیکر، دیارِ مہر و وفا کے سپاہی تھے۔ انہوں نے اپنی ۹۸ سالہ حیاتِ مستعار اِنسانوں کی بستی میں اُجالے بوتے اور روشنی فروزاں کرتے کرتے گزار دیئے۔ اپنی تمام تر توانائیوں کو، فکر و دانش کی تمام صلاحیتوں کو اِسلام کے لئے وقف کر رکھا تھا، آپؒ کا وجود اِسلام کے لئے باعثِ فخر اور آپؒ کی موت ایک ہنگامہ تھی۔

۱۹۲۰ء میں آپؒ کی پیدائش موضع ڈنگ، ضلع میانوالی میں ہوئی، آپؒ کے والد ماجد خواجہؒ ایک خداترس سچے اللہ والے انسان تھے، جب آپؒ سن شعور کو پہنچے تو مڈل اسکول کھولہ میں داخل ہوئے، وہاں آپؒ نے چھٹی جماعت تک تعلیم حاصل کی۔

اس کے بعد مولانا سیّد عبداللطیف صاحبؒ سے قرآنِ کریم پڑھا، اس کے بعد دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ میں داخل ہوئے، اور اِبتدائی کتابیں پڑھیں، اور پھر وہاں سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت انڈیا میں منتقل ہوگئے، وہاں عربی ادب اور تفاسیر کی کتب پڑھیں، بالآخر ۱۳۶۲ھ میں دورۂ حدیث کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لائے، وہاں مولانا اِعزاز علیؒ اور دیگر مشہور شخصیات کے سامنے زانوئے تلمذ

تہ کئے۔ یہاں تک کہ آپ معقولات ومنقولات میں کامل ہوگئے، اور آپؒ کا شمار علماء کی صفِ اوّل میں ہونے لگا۔ اب علومِ باطنہ، تزکیہ اور تصوف کے لئے زمین ہموار تھی، عرفانِ الٰہی کی منزل قریب تر نظر آرہی تھی، تاہم ہنوز سفر باقی تھا، لہٰذا آپؒ نے علومِ باطنہ پر پوری قدرت حاصل کی، یہاں تک کہ وہ اُفق پر ایک ایسا تارا بن کر نمودار ہوئے جس نے ہزاروں کی زندگی روشن کی۔

حضرتؒ سلسلۂ نقشبندیہ کے مشہور مرشد تھے، حضرتؒ کے ہزاروں مرید تھے، جن پر آپؒ کی نظرِ شفقت نے ان کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔

حضرتؒ کی خانقاہ پر دیوانوں کا ایسا ہجوم ہوتا تھا جیسے پروانے شمع کے گرد جمع ہوتے ہیں۔ اسی کے ساتھ مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے مرکزی امیر بھی تھے، قادیانیت اور مرزائیت کے خلاف وہ عصا موسوی سمجھے جاتے تھے، آپؒ نے رسول اللہ ﷺ کی عزت کی خاطر ہر تکلیف برداشت کی، ناموسِ رسالت کے دُشمنوں کا سینہ تان کر مقابلہ کیا۔

۵رمئی بروز بدھ ایک طرف کائنات کا سورج ڈُوب رہا تھا، اور دُوسری طرف اسلام کا ایک سورج تقریباً ایک صدی جگمگانے کے بعد دَم توڑ رہا تھا: ”یٰٓاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ، ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً، فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ، وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ“۔

بروزِ جمعرات جب حضرتؒ کا جنازہ اُٹھایا گیا تو لاکھوں دیوانے جمع تھے، ہر طرف آہ وبکا تھی، لوگوں کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں، دفن کے بعد یوں لگا جیسے ہم نے ایک عالم کو نہیں عالَم کو سپردِ خاک کیا ہے۔ آپؒ کے بعد صرف میانوالی ہی نہیں بلکہ پوری دُنیا ویران ہوگئی، ہائے! اب پروانے تو ہیں مگر شمع نہیں رہی، دیوانے تو ہیں مگر محبوب نہیں، کارکن تو ہیں مگر وہ قائد ہی چلے گئے، اقبال نے کہا تھا:

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر
اب ڈھونڈ انہیں چراغِ رُخِ زیبا لے کر

(روزنامہ اسلام ملتان ۱۴رمئی ۲۰۱۰ء)

***

اِک روشن ستارہ

محمد بلال معاویہ

۵؍مئی ۲۰۱۰ء بروز بدھ شام آٹھ بجے کے لگ بھگ خواجۂ خواجگان، قطب الاقطاب حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ طویل علالت کے بعد داغِ مفارقت دے کر اللہ کے حضور اِنعام واِکرام کے لئے چلے گئے۔

شب وروز کے ہنگاموں میں نہ جانے کتنوں کے بارے میں خبر ملی ہے کہ وہ ہم سے رُخصت ہوگئے، بہت سوں کے چھوٹ جانے سے دِل شدید رنج والم بھی محسوس کرتا ہے، لیکن ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں جن کی وفات کی خبر دِلوں پر بجلی سی گرادے۔ جن کا آفتابِ زندگی مشرق میں غروب ہوتو مغرب والے اندھیرا محسوس کریں، جن کی یاد ان لوگوں کے دِلوں میں بھی ایک ہوک پیدا کردے جو ان سے تعلقِ خاطر کا رسمی رابطہ بھی نہیں رکھتے۔

برِصغیر کے جن اہلِ علم وتقویٰ نے اس خطے کو اِیمان ویقین، عقائد اور معرفتِ اِلٰہیہ جیسے علوم سے روشناس کرایا تھا، وہ ایک ایک کرکے اُٹھتے چلے جارہے ہیں۔ چند سال سے یہ بساط اتنی تیزی سے لپٹ رہی ہے کہ جدھر نظر اُٹھاؤ سناٹا ہی سناٹا نظر آتا ہے۔ ان پے درپے حادثات نے علم وعمل، سلوک ومعرفت کے دوائر میں جو مہیب خلا پیدا کردیا ہے، اس کا تصور کرکے بے ساختہ زبان پر یہ دُعا جاری ہوتی ہے: ”ربّنا ولَا تحمّلنا ما لَا طاقة لنا به واعف عنّا واغفر لنا وارحمنا انت مولَانا فانصرنا على القوم الكافرين“۔

جن کے لئے زندگی بھر قلم وزبان ”اطال اللہ عمرہٗ، دامت برکاتہم“ جیسے دُعائیہ الفاظ استعمال کرتے رہے، آج ان کے نام کے ساتھ ”رحمہ اللہ، نوّراللہ مرقدہٗ“ جیسے الفاظ لکھتے ہوئے کلیجہ منہ کو آرہا ہے، لیکن کیا کریں، اللہ ربّ العزت حاکم بھی ہے، حکیم بھی، اس کے فیصلوں کی حکمتیں ہمارے وقتی جذبات وخواہشات سے ماوراہیں، اللہ کی مشیت کے آگے کسی کو دَم مارنے کی اجازت نہیں۔

حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ ۱۹۲۰ء میں پیدا ہوئے، اِبتدائی کتب اپنے علاقے میں پڑھیں، مزید دِینی تعلیم کے لئے برِصغیر کی عظیم دِینی ورُوحانی درس گاہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور حضرت مدنیؒ، مولانا اِعزاز علیؒ، مولانا اِبراہیم بلیاوی صاحبؒ جیسے جبالِ علم کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے، اور اِنہیں حضرات سے دستارِ فضیلت حاصل کر کے علومِ دِینی کی تکمیل کی۔ ظاہری علوم وفنون سے فراغت کے بعد باطنی علوم ومعارف کے حصول میں کوشاں ہوگئے اور اس وقت کے سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے اِمام حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ کی خدمت میں کئی سال گزارے، ان کی وفات کے بعد مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ سجادہ نشین ہوئے تو آپؒ نے ان کی خدمت میں مسلسل پندرہ سال گزار کر جملہ منازلِ سلوک نقشبندیہ ومجددیہ طے فرمائیں۔ اس کے بعد اپنے سلسلے کے شیخ کی نسبت اس قدر حاصل کرلی کہ آپؒ کی صورت ایسی ہوگئی کہ دیکھ کر خدا یاد آئے، صحت پُرانوار وپُرتاثیر، تواضع اَدا اَدا سے نمایاں، اپنے مرشد سے حاصل کئے فیوض حرزِ جان، حق کی خاطر صراطِ مستقیم پر پوری طرح ثابت قدم اور اس ثابت قدمی پر سکینت وطمانیت کی دولت سے مالامال، غرض ان تمام آثار کے امین جو اِتباعِ سنت اور انابت الی اللہ کے سانچے میں ڈھلے بزرگوں کا طرۂ امتیاز ہوتے ہیں۔

یہ قانونِ فطرت ہے، رَبِّ کریم جب کسی کو اِفادۂ حق کے لئے چنتے ہیں تو اس کے دِل میں اپنی مخلوق کی غیر معمولی شفقت ومحبت پیدا فرمادیتے ہیں، اسے اُمت کے ہر فرد کے ساتھ ایسا تعلق ہوجاتا ہے کہ وہ ہر شخص کے دُکھ کو اپنا دُکھ، اور ہر ایک کی راحت کو اپنی راحت تصور کرلیتا ہے۔ حضرتؒ کا معاملہ بھی یونہی تھا، آپؒ نے مخلوقِ خدا کے دِلوں کو کفر وشرک کے زنگ سے پاک کر کے توحید ومعرفتِ اِلٰہی سے صیقل کیا، ان کے متعلقین ومتوسلین اور محبت کرنے والوں کی تعداد بلامبالغہ لاکھوں میں تھی، آپؒ کی وفات سے اس شیخ ومربی کا سایہ ہمارے سروں سے اُٹھ گیا جس کی زندگی کی ہر سانس خدمتِ دِین اور متعلقین کی اِصلاح وفکر کے لئے وقف تھی۔ ان کی مثال ایسے گھنے سایہ دار درخت کی سی تھی جس کی چھاؤں میں اُمت کے تمام اور خصوصاً اہلِ علم ودِین کو آغوشِ مادر کا سکون وسرور میسر تھا۔

حضرتؒ نے راہِ طریقت میں قدم رکھنے کے ساتھ ساتھ آقا کریم علیہ السلام کی نبوت کے تحفظ کی خاطر تن، من، دھن کی بازی لگانے سے بھی گریز نہیں کیا، ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت میں اپنے اساتذہ، مشائخ اور کبار علماء کی سرپرستی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

ناموسِ آقاؐ کے تحفظ کے جرم میں چھ ماہ تک مسلسل قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ مشنِ تحفظِ ختمِ نبوّت کے ساتھ عشق کی حد تک وابستگی ہی تھی کہ ۱۹۷۸ء میں آپ کو ''عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت'' کا امیر بنادیا گیا، آپؒ نے اس امارت کا حق آخری سانس تک نبھایا۔ تحفظِ ختمِ نبوّت کے حوالے سے آپ

کا کردار اور خدمات تاریخ کا سنہرا باب ہیں جو ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

طریقت و معرفت، علم و فضل اور خلوص وللّٰہیت کی دُنیا میں کبھی کمی نہیں رہی لیکن سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کو شاید اس جیسا سرخیل میسر نہ آئے۔ اس اِعتبار سے حضرتؒ کی وفات ملت کا ایسا نقصان ہے جس کی تلافی ممکن نہیں، اللہ رَبّ العزت حضرتؒ کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور آپؒ کی قبر کو نور سے بھر دے۔ آپؒ کو دارِ آخرت کا چین وسکون اور راحت نصیب فرمائے۔ حضرتؒ کے صاحبزادگان عالمِ دِین ہیں، جو حضرتؒ کے لئے توشۂ آخرت ثابت ہوں گے۔ اللہ رَبّ العزت حضرتؒ کے اعزا و اقارب اور لاکھوں مریدین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور خدمتِ دِین کی توفیق نصیب فرمائے۔

(روزنامہ اسلام ملتان ۱۴؍مئی ۲۰۱۰ء)

❋

نماز باجماعت کا اہتمام

حضرت قبلہؒ فرماتے تھے کہ حضرتِ اعلیٰؒ بعض اوقات فجر کی اَذان ہوتے ہی مسجد میں تشریف لاتے اور اندھیرے اندھیرے میں صبح کی نماز اَدا کی جاتی، اسی اِتباع میں حضرتؒ بھی کبھی کبھی صبح کی نماز کے لئے اَذان کے تھوڑی دیر بعد پہنچ جاتے اور نماز باجماعت ادا فرماتے۔ آپؒ نمازوں میں خود بھی پابندی فرماتے تھے اور کوئی اور اِمام صاحب ہوتے تو ان کو بھی تاکید فرماتے کہ فرض نمازوں میں طوالِ مفصل، اوساطِ مفصل اور قصارِ مفصل کی ترتیب کے لحاظ سے پوری سورت تلاوت کرتے۔ کسی کو اَدھوری سورت پڑھنے کی اِجازت نہ دیتے۔ رُکوع اور سجود میں تسبیحات تین سے زیادہ مرتبہ پڑھنے کی اِجازت نہ دیتے۔ طوالِ مفصل میں سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک کی سورتیں ہیں، جن کا پڑھنا مقتدی پر شاق نہیں ہوتا، اور اِمام صاحب آسانی سے پڑھ سکتے ہیں۔ فجر کی نماز میں ان سورتوں کے پڑھنے اور سننے کی علیحدہ لذت ہے۔ مگر ظہر کی نماز میں ان سورتوں کے پڑھنے سے قیام قدرے طویل معلوم ہوتا ہے، جس کی علیحدہ شان ہے۔ اسی طرح عصر اور عشاء کی نمازوں میں اوساطِ مفصل یعنی سورۃ الطارق سے لے کر البینہ تک اور مغرب کی نماز میں باقی ماندہ سورتیں تلاوت فرماتے۔ آپؒ جماعت کے ساتھ نماز کی پابندی سفر اور حضر میں فرماتے ہی تھے، لیکن بیماری اور ضعف و پیرانہ سالی میں بھی اس کا خاص اِہتمام فرماتے، حتیٰ کہ مرض الوفات میں جب ملتان کے سیال میڈیکل سنٹر میں آپؒ نماز پڑھتے تو اس میں بھی جماعت کا اِہتمام فرماتے۔

خواجۂ خواجگان بھی چل بسے

حافظ نصیر احمد احرار

ہر ذِی رُوح کو ایک دِن جانا ہے، اس اٹل فیصلے پر ایمان نہ رکھنے والے اور ایمان رکھ کر غفلت برتنے والوں کو سمجھ نہ آئے تو ۶؍مئی ۲۰۱۰ء بروز جمعرات کو ضلع میانوالی کی بستی کندیاں میں اُمڈ آنے والے لاکھوں انسانوں سے اس کی تصدیق کروالیں۔ اگر آج بھٹکتی، سسکتی اور تڑپتی دُنیا میں کسی کا رہنا ضروری تھا تو واللہ! وہ حضرت خواجۂ خواجگانؒ کی ذاتِ گرامی تھی۔

وہ کیا تھے؟ زبان کی فصاحت، قلم کی روانی، لفظوں کے بندھن اور تحریر و تقریر کی رسمیں ان کی ذاتِ گرامی کو خراجِ تحسین پیش کرنے سے عاجز رہیں گی۔ یہ فیصلہ تو صدیوں پہلے اِمام احمد بن حنبلؒ نے ہی کر دیا تھا: ''اہلِ حق اور اہلِ بدعت کے فیصلے ان کے جنازوں پر ہوں گے۔'' خانقاہِ سراجیہ کے دامن میں انسانوں کا تا حدِ نگاہ پھیلا سمندر ''ابنِ حنبلؒ'' کے قائم کردہ معیار پر گواہی دے رہا تھا۔

خواجہ صاحبؒ ''برہانِ حق'' تھے، ان کی ذات حق کا نشان اور حق کی علامت تھی، ان کا وجود اہلِ حق کے لئے باعثِ رحمت اور اُمتِ مسلمہ کے لئے سعادت تھا۔ سب جانتے ہیں کہ وہ کیا تھے؟ اور جن کو شک و شبہ رہا وہ عنقریب اُمت کی اس محرومی کو جان لیں گے کہ وہ کیا تھے؟

ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں
بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کے لئے!

شورش کاشمیری مرحوم کے الفاظ میں:

ہمارے بعد کہاں وہ وفا کے ہنگامے
کوئی کہاں سے ہمارا جواب لائے گا؟

اب کیا ہوگا؟ کون ہمارا پُرسانِ حال ہوگا؟ یہ سوال ہے جو خواجۂ خواجگانؒ کی رحلت سے پھر اہلِ حق کے سامنے کھڑا ہے، اور محروم ہو جانے والے ترستی نگاہوں سے اس کا جواب تلاش کر رہے ہیں۔

کہنے والے کہتے ہیں: ''ہم یتیم ہوگئے، ہمارا اثاثہ چھن گیا، علم وعمل اور شفقت ورحمت کے سائے اُٹھتے چلے جاتے ہیں۔'' کچھ ایسی ہی کیفیت تھی حضرت نفیس الحسینیؒ کی وفات پر۔

اب بھی یقیناً اس محرومی کا اِزالہ بڑا مشکل ہے، گزشتہ سالوں میں پے در پے پیش آنے والے صدمات نے ہماری کمر توڑ کر رکھ دی ہے، لیکن نا اُمیدی و مایوسی کے اندھیروں میں بھٹکنے کے بجائے تلاش وجستجو کی کرنیں منوّر رہنی چاہئیں۔ جانے والے مکمل نہ ہونے والا خلا تو چھوڑ گئے مگر ان کا فیض جاری رہا، ہمیشہ ان کے نقوشِ پا پر چلنے والے ہی ان کا متبادل قرار دیئے گئے۔

امیر شریعتؒ کی وفات ہوئی تو قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے امیر چنے گئے، قاضی صاحبؒ نے کیا خوبصورت تبصرہ فرمایا: ''ہاں! بڑوں کی موت نے ہمیں بڑا بنادیا۔'' جامعہ اشرفیہ لاہور کے تاریخی علماء کنونشن میں آزاد کشمیر سے آئے معزز مہمان قاضی محمودالحسن نے بہت خوبصورت جملہ فرمایا: ''ہمارا مسئلہ یہ نہیں کہ بڑے نہیں رہے، بڑے تو ہمارے سامنے (اکابرین کی طرف اِشارہ کرکے) موجود ہیں، مسئلہ یہ ہے کہ چھوٹے خود بڑے بن گئے ہیں۔''

ہمارے والد صاحبؒ فرماتے تھے: ''بڑوں کی موجودگی میں چھوٹے بڑے بن جائیں تو پھر خیر وبرکات باقی نہیں رہتیں۔''

خواجۂ خواجگانؒ کے جنازے پر لاہور کے ''دوستوں'' میں ''بڑوں'' کی صفات ومقام کا تذکرہ چلا تو ایک برادر عزیز کا کہنا تھا: ''ہم کیسے ان کی طرح ہوسکتے ہیں؟ یہ ناممکن ہے۔''

عرض کیا: یہ مادرزاد ولی تو نہ تھے؟ محنت، طلب اور دِین کی سچی محبت سے یہ مقام مل گیا۔ کب کہا ہے کہ کوئی کرامت ہی دِکھلاؤ تو مانیں گے، عمل میں پختگی اور نیت میں للّٰہیت پیدا کرلو سبھی کچھ تو مل گیا۔

زمانۂ طالب علمی کا وہ واقعہ بھی حاشیۂ خیال میں موجود ہے، مدینہ منورہ سے تشریف لائے، مولانا الیاس فیصل مدظلہٗ کے سامنے آٹوگراف بک رکھی تو موصوف نے لکھا: ''دُنیا میں قابلیت شرط ہے، اور دِین میں قبولیت!''

معیارِ قابلیت کا فیصلہ اہلِ دُنیا کرتے ہیں، اس لئے قابلیت میں ہر ایک مقدر کا سکندر نہیں بن پاتا۔ قبولیت تو بارگاہِ اِلٰہی میں ہوتی ہے اور بقول حضرت مدنیؒ: ''تمہارا کام یہ ہے کہ اس کریم کے دروازے کو کھٹکھٹاتے رہو، کیونکہ جو دروازے پر دستک دیتا رہتا ہے لامحالہ کھول دیا جاتا ہے۔''

حضرت نفیس الحسینیؒ کیا خوب فرماگئے: ''لوگ بڑوں کی زندگی کے آخری حالات پر رشک تو کرتے ہیں، لیکن ان کی زندگی کے آغاز واِبتدا سے سبق نہیں سیکھتے۔''

یہ ’’سبق‘‘ ہی تو ہے جو ہماری تمام محرومیوں کو دُور کرسکتا ہے، ہمارے اُستاذِ محترم حضرت مولانا محبّ النبی دامت فیوضھم تو اس مسئلے کو یوں حل کرتے ہیں: ’’ہاں! بڑے تو رُخصت ہو رہے ہیں اور ہم میں سے کوئی اب بڑا بننا نہیں چاہتا۔‘‘ اللہ اکبر! قادر الکلامی کا نمونہ ہے یہ جملہ!

نوجوان کا سوال تھا: ’’کوئی خواجہ صاحب سے بھی بڑا ہے؟‘‘ عرض کیا: بڑا ہے یا نہیں، لیکن اس وقت تو سب ’’بڑے‘‘ انہی کے سفرِ آخرت کے اِحترام میں کھڑے ہیں، پھر وہ خود اتنے بڑے تھے کہ بے شمار کو ان کے فیضِ نظر نے بڑا بنا دیا۔ اب یہی بڑے ہمارے مقتدا اور رہنما ہیں، انہی کے دامن سے وابستگی ہماری تشنگیوں کو دُور کرسکتی اور ہمارے پیاسے دِلوں کی تسکین کا سامان کرے گی۔

خواجہ حسن بصریؒ کی خدمت میں کسی شخص نے دس سال گزارے اور بالآخر بیزار ہوکر جانے لگا، حسن بصریؒ نے پوچھا: ’’وجہ کیا ہے؟‘‘ بولا: ’’کیسے بزرگ ہو؟ دس سال میں کوئی کرامت ہی دیکھنے کو نہ ملی!‘‘ حسن بصریؒ نے فرمایا: ’’نادان! دس سالوں میں کیا حسن سے کوئی خلافِ سنت عمل بھی سرزد ہوا؟‘‘ کہا: ’’نہیں!‘‘ فرمایا: ’’اس سے بڑھ کر اور کیا کرامت دیکھنا چاہتے ہو...؟‘‘

لاریب! اصل کرامت تو عمل ہے، عمل کی دولت سے جو دامن مالا مال ہیں، انہی کو پکڑیں گے تو دِین و دُنیا کی سرخ رُوئی حاصل ہوگی۔

یقین مانئے! خواجۂ خواجگانؒ کی رحلت ناقابلِ فراموش صدمہ ہے، لیکن ان کا فیض چہارسو موجود ہے، جہاں سے ان کے فکر کی خوشبو پھوٹتی اور نقوشِ پا تو ملتے ہیں، ظاہری آنکھوں سے ان کو تلاش کرکے نہ پانے والے، ذرا دِل کی آنکھوں سے شورش مرحوم کے یہ اشعار ضرور پڑھ لیں:

ابھروں گا سر پردۂ آفاق سے بے روک
خورشیدِ جہاں تاب ہوں درخشندہ رہوں گا
تاریخ مرے نام کی تعظیم کرے گی
تاریخ کے اوراق میں آئندہ رہوں گا
اَحرار سمجھتے ہیں مری بات کو شورشؔ
ناموسِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم! زندہ رہوں گا

(روزنامہ اسلام ملتان ۱۴؍مئی ۲۰۱۰ء)

***

مولانا خواجہ خان محمدؒ کی رحلت ...ایک عظیم سانحہ

مبشر اقبال لون، استادانوالہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے مرکزی امیر، شیخ المشائخ، مولانا خواجہ خان محمدؒ اِسلام کا قیمتی سرمایہ تھے۔ ختم نبوّت اور تحفظِ ناموسِ صحابہؓ کے لئے ان کی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ ان خیالات کا اِظہار مکہ مکرمہ میں انٹرنیشنل ختم نبوّت موومنٹ کے زیر اِہتمام تعزیتی سیمینار سے مقررین نے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ پاکستان کمیونٹی مکہ مکرمہ کے رہنما سہیل بٹ نے کہا کہ مولانا خواجہ خان محمدؒ کے اِنتقال سے عالمِ اسلام ایک بزرگ اور تجربہ کار دِینی وعلمی شخصیت سے محروم ہوگیا ہے۔ مولانا عبدالرزاق نے کہا کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ نے قادیانی فتنے کی سرکوبی واِنسداد کے لئے مؤثر کوششیں کرکے تاریخی کارنامے انجام دیئے۔ مولانا عبدالرؤف ملک نے کہا کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ اِتباعِ سنت کا کامل نمونہ تھے، وہ بیک وقت جید عالم، بے باک مجاہد اور کامل صوفی تھے، جن کی صحبت سے لاکھوں انسانوں نے اپنے ایمان وعمل کی اِصلاح کی۔ مولانا اسعد محمود نے کہا کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ ایک بلند پایہ علمی شخصیت تھے، ان کے اِنتقال سے عالمِ اسلام ایک ممتاز مبلغِ اسلام اور عظیم سفیرِ ختمِ نبوّت سے محروم ہوگیا ہے۔ انٹرنیشنل ختمِ نبوّت موومنٹ کے نائب امیر وممتاز اسلامی مفکر مولانا ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ نے کہا کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کے اِنتقال سے علم وعرفان کا ایک نہایت روشن باب اِختتام پذیر ہوگیا۔ خواجہ خان محمدؒ گزشتہ صدی کے بزرگوں کی آخری نشانیوں میں سے تھے، اور وہ ماضی کے علمائے سلف کے زُہد وتقویٰ، پرہیزگاری، شرافت اور علم وعمل کی روایات کے امین تھے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا موصوفؒ نے زندگی تبلیغِ اسلام کے لئے وقت کر رکھی تھی، خصوصاً ختمِ نبوّت کے لئے ان کی کاوشیں بے مثال تھیں اور قادیانیوں کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا مقابلہ ان کی حکمتِ عملی سے ہی ممکن ہوسکا۔ ان کی جدائی سے جو خلا پیدا ہوا وہ مشکل سے ہی پُر ہوگا۔ انہوں نے اُمید ظاہر کی ہے کہ مولانا عزیز احمد اور مولانا خلیل احمد اپنے والدِ محترم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اِسلام کی سربلندی کے لئے بھرپور کردار ادا کریں گے۔

انٹرنیشنل ختمِ نبوّت موومنٹ کے امیر مرکزیہ فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالحفیظ مکی نے حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ نے ساری زندگی اسلام کی تبلیغ کے لئے وقف کر رکھی تھی اور دِینِ حق پھیلانے میں مصروف تھے۔ آپؒ کی ساری زندگی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنتوں کو زندہ کرنے کے پیغام کو پھیلانے میں گزری۔ انہوں نے کہا کہ مولانا مرحوم نے خانقاہی نظام کی بھی آبیاری کی، جبکہ سیاسی میدان میں بھی انہوں نے علمائے کرام کی بھرپور رہنمائی کی اور مذہب کو سیاست سے جدا نہیں کیا۔ ان کے اِنتقال پر عالمِ اسلام ایسی برگزیدہ ہستی کی برکات سے محروم ہوگیا جس کی دُعائیں مسلم اُمہ کے سر پر سایہ فگن رہتی تھیں۔ شیخِ حرم مولانا محمد مکی حجازی نے حضرت خواجہ خان محمدؒ کی دِینی، ملّی اور اِصلاحی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ ان کی رحلت سے عالمِ اسلام ایک مدبر بزرگ اور ممتاز عالمِ دِین سے محروم ہوگیا ہے، ان کی دِینی خدمات کو صدیوں یاد رکھا جائے گا، اللہ رَبّ العزت مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائیں۔

تعزیتی سیمینار میں پاکستانیوں سمیت دیگر اسلامی ممالک کے ہر طبقۂ فکر کے لوگوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ بعد ازاں تمام شرکاء نے مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لئے بیت اللہ شریف کے طواف اور نوافل ادا کئے۔ (روزنامہ نوائے وقت ملتان ۲۳رمئی ۲۰۱۰ء)

❋

انسان اپنے طور پر کچھ بھی نہیں

ایک مرتبہ نفی اِثبات کے بارے میں فرمایا کہ جب آدمی کلمہ طیبہ کی ''لا'' کرتا ہے تو اس سے اپنی نفی کرنی چاہئے کہ میں کچھ بھی نہیں، اس کے بعد باقی موجودات کی نفی کی باری آتی ہے، جب تک آدمی اپنی نفی کا اِقرار نہیں کرتا، اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے اِثبات کا اِقرار نہیں ہوسکتا۔ جب انسان پیدا نہیں ہوا تھا، اس وقت بھی اس کا وجود نہیں تھا، اور جب مرجائے گا تو اس وقت بھی اس کا وجود نہیں رہے گا۔ دُنیا میں چلتا پھرتا اِنسان اپنی مرضی سے زندہ نہیں ہوتا، مرنے والا اپنی مرضی سے نہیں مرتا، موت تو درکنار اِنسان کو بیماری بھی اپنی مرضی سے نہیں آتی۔ اگر بیماری آجائے تو شفا اس کی اپنی مرضی سے نہیں آتی، جسم کے اندر جتنے اعضائے رئیسہ کام کر رہے ہیں، ان کے عمل میں انسان کو دخل نہیں ہے۔ کئی مرتبہ دیکھا گیا ہے کہ آنکھ ہوتی ہے، مگر دیکھ نہیں سکتی، کان ہوتے ہیں، مگر سن نہیں سکتے، زبان ہوتی ہے، مگر بول نہیں سکتی، پورے کا پورا اِنسان اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم پر چل رہا ہے، اور اپنے طور پر ہے کچھ بھی نہیں، یعنی ''لا'' ہے۔

ختمِ نبوّت کے عظیم مجاہد

محمد اشفاق

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم رُوحانی پیشوا، سجادہ نشین خانقاہِ سراجیہ کندیاں شریف ضلع میانوالی، عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے امیرِ مرکزیہ، سینکڑوں مدارس اور تنظیموں کے سرپرست، قطبِ وقت، شیخ المشائخ، سلطان الاولیاء، خواجۂ خواجگان، میرے مربی و شیخ، میرے قائد حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ یوں تو بے شمار اوصاف کے مالک تھے، ان کی زندگی کے ہر گوشے پر لکھنے کو جی چاہتا ہے، مگر ان کی زندگی اتنی متنوع اور کثیر الجہت تھی کہ کسی ایک پہلو کو بھی کماحقہٗ بیان کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں، بلکہ ان کی شخصیت ہمارے ان الفاظ کی محتاج ہی نہیں، وہ تو خدا کے ہاں اپنا اجر پا چکے، ختمِ نبوّت کے مجاہد اور عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے امیرِ مرکزیہ ہونے کے ناطے اس محاذ پر ان کی خدمات کا اِجمالی خاکہ پیشِ خدمت ہے۔

قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی حضرت امیرِ شریعتؒ نے مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے نام سے قادیانیت کے اِحتساب کا عمل تیز کردیا تھا۔ ۱۹۵۲ء میں کوئٹہ کے اِجلاس میں قادیانیوں کے نام نہاد خلیفہ مرزا محمود نے اعلان کیا کہ ہم ۱۹۵۲ء میں تمام بلوچستان کو احمدی صوبہ بنادیں گے۔ یہ اِعلان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے والہانہ عقیدت رکھنے والے علمائے کرام پر صاعقہ بن کر گرا۔ اب اس بات کی ضرورت تھی کہ اس فتنے کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک مستقل جماعت ہو، جبکہ اس فتنے کی سرپرستی امریکا، فرانس، برطانیہ، اسرائیل اور رُوس وغیرہ تمام غیرمسلم کر رہے تھے۔ ان حالات میں بطلِ حریت، امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے قدم اُٹھایا، علماء کو اِکٹھا کیا اور مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کا باضابطہ قیام فرمایا۔ جس کا مقصد عقیدۂ ختمِ نبوّت کی ترویج اور فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی اور مسلمانوں کو اس فتنے کے جال سے بچانا تھا، جو کہ قادیانی، تعلیم یافتہ نوجوان کو نوکری اور چھوکری کے لالچ میں ورغلا کر دِین وایمان سے خالی کر رہے تھے۔ اس جماعت کی بے سروسامانی اور جماعت کے رہنماؤں کے توکل علی اللہ کی اِنتہا دیکھئے کہ قادیانیت جس

کی سر پرستی بیک وقت کئی سلطنتیں کر رہی تھیں، مجلس کے لئے دفتر کرائے پر لیا گیا اور کام شروع کر دیا گیا۔ پورے پاکستان میں قادیانیوں کا تعاقب کیا گیا، عوام الناس کو اس فتنے کے عقائد وعزائم سے آگاہ کیا گیا، ملک گیر تحریکیں چلائی گئیں۔

تحریکِ ختمِ نبوّت ۱۹۵۳ء سے فارغ ہوتے ہی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کا دستور مرتب کیا گیا اور باضابطہ اِنتخاب کرایا گیا، چنانچہ:

ا:... ۱۶ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ بمطابق ۱۳ردسمبر ۱۹۵۴ء کو حضرت امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ امیرِ اوّل مقرر ہوئے۔

۲:... ۱۲رشوال المکرّم ۱۳۸۲ھ بمطابق ۹رمارچ ۱۹۶۳ء کو خطیبِ پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ امیرِ دوم مقرر ہوئے۔

۳:... ۹رشعبان ۱۳۸۶ھ بمطابق ۲۳رنومبر ۱۹۶۶ء کو مجاہدِ ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ امیرِ سوم مقرر ہوئے۔

۴:... ۲۴رصفر ۱۳۹۱ھ بمطابق ۲۱راپریل ۱۹۷۱ء کو حضرت مولانا لال حسین اخترؒ امیرِ چہارم مقرر ہوئے۔

۵:... ۲۹ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ بمطابق ۱۱رجون ۱۹۷۳ء کو فاتحِ قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ امیرِ پنجم مقرر ہوئے۔

۶:... ۵ربیع الاوّل ۱۳۹۴ھ بمطابق ۱۹راپریل ۱۹۷۴ء کو حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ امیرِ ششم مقرر ہوئے۔

۷:... ۵ربیع الاوّل ۱۳۹۴ھ بمطابق ۱۹راپریل ۱۹۷۴ء کو قبلہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ نائب امیرِ اوّل مقرر ہوئے۔

۸:... ۳رذیقعدہ ۱۳۹۷ھ بمطابق ۱۷راکتوبر ۱۹۷۷ء کو قبلہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ امیرِ ہفتم مقرر ہوئے۔

یہ تمام حضرات اپنے اپنے دورِ امارت میں بھرپور جدوجہد کرتے رہے، جس کے نتیجے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ اور شیخ المشائخ حضرت قبلہ مولانا ابوالخلیل خواجہ خان محمد صاحبؒ کے دور میں عظیم الشان کامیابیاں عطا فرمائیں:

ا:... ۱۹۷۴ء میں تحریکِ ختمِ نبوّت چلائی گئی جس کے نتیجے میں پاکستان کی منتخب اسمبلی نے مسلمانوں کا دیرینہ مطالبہ تسلیم کر کے قادیانیوں کے کفریہ عقائد کی بنا پر انہیں ۷رستمبر ۱۹۷۴ء کو غیرمسلم

اقلیت قرار دِیا۔

۲:...جنوری ۱۹۷۵ء میں چناب نگر (ربوہ) کو کھلا شہر قرار دِیا گیا جو کہ پاکستان بننے سے لے کر اس وقت تک قادیانیوں کی ریاست تھی اور کوئی مسلمان وہاں نہیں جاسکتا تھا، الحمدللہ! جنوری ۱۹۷۵ء کا پہلا جمعہ مجلس تحفظِ ختم نبوّت پاکستان کے مبلغ نے دفتر ٹاؤن کمیٹی کے باہر لان میں پڑھایا۔

۳:...حکومت نے مسلم کالونی چناب نگر کے لئے کافی رقبہ مختص کیا، جس میں مساجد، ڈاک خانہ اور اسکولز کے پلاٹ تھے، مجلس کو ۹ کنال اراضی برائے تعمیرِ جامع مسجد ومدرسہ عربیہ الاٹ کر کے قبضہ دے دیا۔ ریلوے اسٹیشن پر مجلس نے عظیم الشان مسجد تعمیر کی اور ۹ کنال اراضی پر بھی مسلم کالونی میں مدرسہ اور مسجد تعمیر کی جو الحمدللہ! چناب نگر میں اہلِ اسلام کی سب سے بڑی مسجد ہے، دومنزلہ عمارت ہے، سینکڑوں مسافر بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں، بچیوں کے لئے علیحدہ اِنتظام ہے، یہ مدرسہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے ملحق ہے، مسلم کالونی چناب نگر میں دارالمبلّغین کا شعبہ قائم ہے، ہر سال ۵رسے ۲۸رشعبان تک سینکڑوں طلباء کو رَدِّ قادیانیت کا کورس کرایا جاتا ہے، ہزاروں علماء وطلباء اس سے فیض یاب ہوچکے ہیں۔

۴:...اسی سال جداگانہ اِنتخاب کا طریقہ رائج ہوا، مجلس کی مساعی سے قادیانیوں کے ہر دو فریق: لاہوری اور قادیانی کے لئے علیحدہ اقلیت کے ووٹ فارم طبع ہوئے اور مسلمانوں کے ووٹ فارم پر ترمیم ۱۹۷۴ء کے الفاظ کا حلف نامہ دیا گیا۔

۵:...قومی اسمبلی پاکستان کے ۷رستمبر ۱۹۷۴ء کے تاریخ ساز فیصلے کے بعد عالمِ اسلام نے حکومتِ پاکستان کو مبارک باد کے تار دیئے اور اکثر اسلامی ممالک نے یکے بعد دیگرے قادیانیوں کے غیرمسلم ہونے پر پاکستان کا ساتھ دیا اور اپنے اپنے ممالک میں قادیانیوں کو غیرمسلم قرار دِیا، اور صرف یہی نہیں بلکہ بے شمار مسلم ممالک میں قادیانیوں کے داخلے پر پابندی لگ گئی۔

اس کے بعد شیخ المشائخ حضرت قبلہ مولانا ابوالخلیل خواجہ خان محمد صاحبؒ کے دور میں اللہ تعالیٰ نے مزید بے شمار کامیابیاں عطا فرمائیں۔

۶:...چناب نگر (ربوہ) میں پہلی ختمِ نبوّت کانفرنس اکتوبر ۱۹۸۲ء کو مسلم کالونی میں منعقد ہوئی جس میں دیوبندی، بریلوی، شیعہ اور اہل حدیث سمیت تمام دِینی جماعتوں کے سربراہ اور نمائندگان، سندھ، سرحد، بلوچستان اور پنجاب کے نامور خطیب وسجادہ نشین اور مشائخ کرام، اکابرِ ملت، جج، وکلاء، دانشور، صحافی اور سعودی عرب کے مشائخ ونمائندگان، وفاقی کونسل کے اراکین، حکومتِ پاکستان کے نمائندگان شریک ہوئے، چناب نگر کی تاریخ میں یہ پہلی مثالی کانفرنس ہوئی، اِتحادِ اُمت کا زبردست

مظاہرہ ہوا۔ الحمدللہ! ۱۹۸۲ء سے لے کر آج تک ہر سال نہایت شان وشوکت کے ساتھ بدستور اکتوبر میں سالانہ ختم نبوّت کانفرنس یہاں منعقد ہورہی ہے اور اِن شاء اللہ تعالیٰ ہوتی رہے گی۔

۷:...قیامِ پاکستان ۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۹۸۳ء تک ہر سال چناب نگر (ربوہ) میں مرزائیوں کا سالانہ اجتماع ہوتا تھا جسے وہ ظلّی حج کہتے تھے، اس پر پابندی لگ گئی اور وہ ہمیشہ کے لئے بند کردیا گیا۔

۸:... عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے ساتویں امیر قبلہ حضرت مولانا ابوالخلیل خواجہ خان محمد صاحبؒ کی زیرِ قیادت ۱۹۸۴ء میں تیسری بار تحریکِ ختمِ نبوّت چلی، بالآخر صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے ۲۶/اپریل ۱۹۸۴ء کو اِمتناعِ قادیانیت آرڈی نینس جاری کیا، جس کے ذریعے قادیانیوں کو مسلمان کہلانے، اَذان دینے، اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کہنے اور اِسلامی شعائر کے اِستعمال سے روک دیا گیا، نیز ان کی تبلیغی وارتدادی سرگرمیوں پر پابندی لگادی گئی۔

۹:... یکم مئی ۱۹۸۴ء کو ختمِ نبوّت کے سب سے بڑے مجرم اور قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر نے پاکستان سے مجرمانہ اور بزدلانہ طور پر فرار ہوکر لندن میں اپنے اصلی آقا انگریزانِ برطانیہ کے پاس پناہ لی اور وہاں اپنی شیطنت کا سلسلہ شروع کیا۔

۱۰:... قادیانیوں کے تعاقب میں مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے تین وفد یکے بعد دیگرے ۱۹۸۵ء میں لندن گئے، جن میں مجلس کے امیر مرکزیہ قبلہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ، مولانا مفتی احمدالرحمٰن صاحبؒ نائب امیر مجلس تحفظ ختمِ نبوّت، مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ، مولانا صاحبزادہ محمد عابدؒ خانقاہ سراجیہ، مولانا منظور احمد الحسینیؒ، عبدالرحمٰن یعقوب باوا اور مولانا اللہ وسایا شامل تھے، ہرسہ وفود نے لندن سے گلاسکو تک پورے اِنگلستان کا دورہ کیا، ہر مقام پر عظیم الشان اِجتماع ہوئے، اس طرح اِنگلستان کے لاکھوں مسلمانوں تک عقیدۂ ختمِ نبوّت کا پیغام پہنچایا گیا اور فتنۂ قادیانیت کے مکروہ عزائم سے آگاہ کیا گیا۔

۱۱:... ۸۶-۱۹۸۵ء میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ، حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ، الحاج عبدالرحمٰن یعقوب باوا، حضرت مولانا اللہ وسایا، حضرت مولانا منظور احمد الحسینیؒ ان حضرات نے فتنۂ قادیانیت کے سلسلے میں برطانیہ، موریشس، ڈنمارک، سویڈن، ناروے، کینیڈا، اسپین، فرانس، جنوبی افریقہ، سعودی عرب، عرب امارات، قطر اور ابوظہبی کا تبلیغی دورہ کیا۔ حضرت قبلہ مولانا خواجہ خان محمدؒ امیرِ مرکزیہ اور حضرت مولانا مفتی احمدالرحمٰن نائب امیر مرکزیہ بھی وفد کی معاونت کے لئے بعض ممالک میں تشریف لے گئے، ہر ملک میں عام اِجتماعات سے خطاب ہوئے، تعلیمی لیکچرز ہوئے اور مساجد میں حلقہ ہائے درس قائم کئے گئے اور خصوصی مجالس منعقد ہوئیں، جن میں سوالات اور جوابات کا

سلسلہ ہوتا رہا، چنانچہ بہت سے متذبذب لوگ پختہ مسلمان ہوگئے، اور کچھ قادیانی مطمئن ہوکر مسلمان ہوگئے، الحمدللہ!

۱۲:...اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کوئی بھی ایسا براعظم نہیں جہاں مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے زیرِ اہتمام عقیدۂ ختمِ نبوّت کا کام نہ ہو رہا ہو، یورپ، ایشیا، جنوبی امریکا، شمالی امریکا، آسٹریلیا، افریقہ گویا چہار دانگِ عالم میں رحمۃ للعالمین ﷺ کی عزت وناموس کے تحفظ کا شرف مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کو حاصل ہے، اور اسی لئے اس کا نام ''عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت'' رکھ لیا گیا ہے۔

کروڑوں رحمتیں ہوں ان تمام مقدس حضرات خصوصاً حضرت خواجہ صاحبؒ پر جنھوں نے ناموسِ رسالت کے تحفظ اور عقیدۂ ختمِ نبوّت کی پاسبانی کا حق ادا کردیا، جنھوں نے ہر محاذ پر فتنۂ قادیانیت کا مقابلہ کرکے پوری اُمت کی طرف سے فرضِ کفایہ ادا کردیا، جنھوں نے اپنے جذبۂ ایمانی سے تحفظِ ختمِ نبوّت کے معرکے کو اس طرح سر کیا کہ مرزائیت کے خلاف ایسا اِحتسابی شکنجہ تیار کیا کہ تحریر وتقریر، مناظرے اور مباہلے اور آئینی محاذ پر مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو چاروں شانے چت کیا، جنھوں نے پوری اُمت کو ایک پلیٹ فارم پر اِکٹھا کرکے مرزائیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکا، جن کے اِحتسابی شکنجے اور آئینی گرفت سے مرزائیت بوکھلا اُٹھی، جو تکوینی طور پر ختمِ نبوّت کے محاذ کے اِنچارج تھے، جنھوں نے قادیانیت کے تعاقب میں غیرفانی کردار ادا کیا اور یوں اپنے فرض کی تکمیل کرکے پوری اُمت کی طرف سے شکریے کے مستحق قرار پائے، جن کی شب وروز کی اِخلاص بھری محنت رنگ لائی اور آج قادیانی پوری دُنیا میں رُسوا ہو رہے ہیں۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کا ایک کشف ہے کہ: ایک وقت آئے گا کہ پوری دُنیا میں مرزائیت نام کی کوئی چیز تلاش کرنے کے باوجود نہیں ملے گی۔ وہ وقت قریب آن پہنچا ہے کہ مرزائیت کا فتنہ دُنیا سے نیست ونابود ہونے والا ہے۔ اسلامیانِ عالم ہمت کریں، منزل قریب تر ہے...!

(ہفت روزہ القلم پشاور ۲۱ر مئی ۲۰۱۰ء)

***

موت العالِم موت العالَم

محمد مشتاق احمد سیال

رَبِّ رحمٰن نے انسانیت کی رہنمائی کے لئے اپنے برگزیدہ پیغمبر دُنیا میں مبعوث فرمائے جنہوں نے بھٹکی ہوئی خدائی کو خدا کا راستہ دِکھایا اور صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی فرمائی۔ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کے ساتھ ہی رہبری و رہنمائی کا پیغمبری سلسلہ منقطع ہوگیا۔ اب یہ پیغمبرانہ کام اُمتِ محمدیہ کے صلحاء اور اللہ کے محبوب و برگزیدہ بندوں کے ذمے ہے جو پوری دُنیا میں جاری وساری ہے اور اللہ کے ولی رُشد وہدایت کی شمع کو فروزاں کیئے ہوئے ہیں۔ خطہ پاک وہند اس لحاظ سے بڑا زرخیز تھا کہ یہاں اللہ کے کامل ولی کم وبیش ہر علاقے میں موجود رہے اور دعوت وتبلیغ کا کام سرانجام دیتے رہے۔ ایسی ہی ایک پاک ہستی تاج العارفین، شیخ العرب والعجم، دُنیائے اسلام کے بے تاج بادشاہ حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ سجادہ نشین خانقاہِ سراجیہ عالیہ کندیاں شریف ہیں جن کا ۵ رمئی کو ملتان کے ایک پرائیویٹ ہسپتال ''سیال کلینک'' میں عارضۂ جگر کی وجہ سے اِنتقال ہوا، اور اگلے روز خانقاہِ سراجیہ میں آپؒ کے فرزندِ ارجمند خواجہ خلیل احمد نے جنازہ پڑھایا۔ آپؒ کی وفات سے عالمِ اسلام ایک بہت بڑے عالم، صوفی، بزرگ، رہبر، مصلح اور ولی اللہ سے محروم ہوگیا، اور رُوحانی طور پر یتیم ہوگیا۔ آپؒ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے تاحیات صدر تھے، اور ہر سال لندن میں منعقد ہونے والی بین الاسلامی وبین الاقوامی کانفرنس میں نہ صرف شرکت فرماتے، بلکہ اس کی صدارت کا اِعزاز بھی حاصل فرماتے، اور تمام ممالکِ اسلامیہ کے علماء وفضلاء کو آپؒ کی صحبت کا موقع ملتا جو آپؒ کو بے پناہ قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپؒ کا حلقۂ رُشد وہدایت پوری دُنیا میں پھیلا ہوا ہے، حتیٰ کہ سعودی عرب میں بھی آپؒ کے ہزاروں عقیدت مند موجود ہیں، جو آپؒ کے ہاتھ پر بیعت تھے۔

حضرت خواجہ خان محمدؒ ۱۹۲۰ء میں موضع ڈنگ ضلع میانوالی خواجہ محمد عمرؒ کے گھر میں تولد ہوئے، ابتدائی تعلیم لوئر مڈل اسکول کھولہ سے حاصل فرمائی۔ وہیں مولانا سیّد عبداللطیفؒ سے قرآن پاک کی تعلیم

حاصل فرمائی۔ بعد ازاں کندیاں شریف میں خانقاہِ سراجیہ عالیہ میں تاج العلماء حضرت مولانا احمد خانؒ کے زیرِ سایہ آگئے اور یہیں مولانا محمد عبداللہؒ سے فارسی، عربی اور صَرف ونحو کی تعلیم لی۔ بعد اَزاں اسلامی تعلیم کے حصول کے لئے ہندوستان تشریف لے گئے اور اَحادیث کی کتب مشکوٰۃ شریف اور بخاری شریف کا ختم کیا، اور عربی کی دُوسری کتب جلالین اور ہدایہ مکمل فرمائیں۔ ۱۹۴۰ء میں آپ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور وہاں فقہ وحدیث کے علوم میں دسترس حاصل کی۔ اس کے ساتھ ہی واپس خانقاہِ سراجیہ تشریف لے آئے اور یہاں کے مدرسہ سراجیہ میں دِینی علوم کی تدریس میں مشغول ہوگئے، ساتھ ہی رُشد وہدایت کا سلسلہ شروع فرمایا۔ باقاعدہ بیعت کا سلسلہ جاری فرمایا اور مریدین کی رُوحانی اِصلاح وتزکیۂ نفس پر کمربستہ ہوگئے۔ آپؒ چاروں سلسلوں میں بیعت فرماتے تھے۔ یہاں آپؒ نے شب وروز مخلوقِ خدا کی اِصلاح اور ان کے قلوب کو خالقِ کائنات کے قریب کرنے کا کام جاری رکھا۔ مولانا خواجہ خان محمدؒ نے پوری زندگی قادیانیت کے فتنے کے خلاف جہاد فرمایا۔ اپنی زندگی اس کام کے لئے وقف فرمائی اور پورے عالمِ اسلام میں دورے فرماکر اِرتدادِ قادیانیت کے خلاف علم بلند فرمایا۔ کئی قادیانیوں نے آپ کے ہاتھ پر اِسلام قبول کیا۔ آپؒ ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت کے سرخیل تھے اور میرِ کارواں کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپؒ نے قید وبند کی طویل صعوبتیں برداشت فرمائیں اور راہِ حق میں اسیر رہے۔ میانوالی سنٹرل جیل اور لاہور سنٹرل جیل میں جلیل القدر علماء جن میں سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ شامل ہیں، آپؒ کے ہم رکاب تھے۔ تحریکِ ختمِ نبوّت میں آپؒ کی خدمات رہتی دُنیا تک یادگار رہیں گی اور تحفظ ناموسِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے امیر کی حیثیت سے آپؒ کا نام ہمیشہ جاوداں رہے گا۔

خواجہ خان محمد صاحبؒ چھ فٹ کے دراز قد وقامت کے وجیہ انسان تھے، عظمت، وجاہت اور نور آپؒ کے چہرۂ مبارک پر جھلکتا تھا، رُعب ودبدبہ اور تمکنت چہرے پر عیاں تھی۔ اس کے باوجود انتہائی حلیم الطبع اور نرم طبیعت کے مالک تھے۔ آپؒ کی شخصیت میں بلا کی جاذبیت اور کشش تھی، جو اللہ کے ولیوں میں وراثتاً موجود ہوتی ہے۔ آپؒ اپنے تابعین ومریدین کی اِصلاح وتزکیۂ نفس کے لئے صبح وشام مجالس کا اہتمام فرماتے تھے۔ نمازِ فجر اور نمازِ عصر کے بعد باقاعدہ ختمِ خواجگان کی محفل جمتی تھی اور دونوں اوقات میں باقاعدہ مریدین کی اِصلاح اور رہنمائی کے لئے مجلس ہوتی جس میں مرشد اپنے حلقۂ مریدین کے مسائل دِینی ودُنیوی کی سماعت فرماتے اور رُوحانی حل اور علاج فرماتے تھے۔ ایک بڑی خلقت فیض یاب ہوتی۔ انہی مجالس میں بیعت کی خواہش رکھنے والے احباب حاضر ہوتے اور آپؒ کے دستِ مبارک پر بیعت کرتے۔ آپؒ نمازِ پنج گانہ کی ادائیگی کی خصوصی ہدایت فرماتے تھے۔ آپؒ سچے عاشقِ رسول تھے اور ہر سال حجِ بیت اللہ کے لئے اور سال میں دو مرتبہ رمضان المبارک میں اور وسط میں دُوسری مرتبہ

عمرے کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ آپؒ کی معیت میں درجن بھر مصاحبین اپنے خرچ پر ساتھ جاتے اور آپؒ کی خدمت پر مامور رہتے۔ ۱۹۹۱ء میں راقم کو حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی اور حرمِ پاک میں ہی آپؒ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ فرمایا: آپ نے حج پر جانے کا ذِکر تک نہ کیا، میرے ہمراہ آجاتے۔ اللہ اللہ اپنے نالائق مریدوں کا اس قدر خیال...! آپؒ حرمِ پاک میں مخصوص مقام پر تشریف فرما ہوتے اور نوافل، ذِکر، تلاوت اور خانۂ کعبہ کی طرف ٹکٹکی باندھ کر زیارت سے بہرہ ور ہوتے۔ بارہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آپؒ کو زیارت نصیب ہوئی۔ آپؒ نے اپنی زندگی میں کم وبیش ۴۵ حج ادا فرمائے۔ باوجود تکلیف کے آپؒ پوری دُنیا کے ممالک میں تبلیغ کی غرض سے سفر فرماتے تھے۔ علمائے کرام میں آپ کی بڑی قدر ومنزلت تھی، خصوصاً علمائے دیوبند میں آپؒ عالی مقام تھے۔ آپؒ فرسودہ رُسومات کے سخت خلاف تھے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کی چلتی پھرتی تصویر تھے، اللہ نے آپؒ کی دُعا میں بڑی تاثیر رکھی تھی۔

اس قدر عالی مرتبت، ہادی ورہبر اور عالی شان رُوحانی ہستی کی ساری زندگی اِنتہائی عاجزی اور فقیرانہ گزری، ہمیشہ گردن جھکی ہوتی تھی۔ مرض الموت میں بھی خواص وعوام کو زیارت سے شرف یاب کرتے رہے حتیٰ کہ ہسپتال میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ ۶رمئی ۲۰۱۰ء کو اس عظیم المرتبت عالمِ دِین کو خانقاہِ سراجیہ میں اپنے بزرگان کے پہلو میں جب سپردِ خاک کیا گیا تو اِنسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا، ہرطرف سرہی سرنظر آرہے تھے، اور ہر چہرہ غمزدہ تھا۔ (روزنامہ خبریں ملتان ۷ ۲رمئی ۲۰۱۰ء)

❋

ذوقِ مطالعہ

حضرت خواجہؒ مطالعہ بہت تیز فرماتے تھے، بلکہ یہی مطالعے کا وقت ہی مریدوں کے تزکیہ کا وقت ہوتا تھا، حضرتؒ مطالعے میں مصروف رہتے، ملک بھر سے ہفت روزہ رسالے اور ماہنامے آپؒ کے پاس پہنچتے تھے، آپؒ ایک محفل میں ایک رسالے کا مطالعہ فرمالیتے تھے، اگر بچ جاتا تو دُوسری محفل میں اس کو مکمل کردیتے تھے۔ آپؒ بظاہر مطالعے میں مصروف رہتے اور مرید آپؒ کی محفل میں خاموش اپنے قلب کی طرف متوجہ رہتے، عام طور پر اخبار کا مطالعہ فرماتے تھے اور ملکی وغیرملکی مسلمانوں کے حالات پر پوری نگاہ رکھتے تھے اور دردِ دِل سے دُعا فرماتے تھے۔

خانقاہِ سراجیہ کا سراجِ منیر

ڈاکٹر محمد اجمل نیازی

پی اے ایف ایئربیس میانوالی کے چھوٹے سے عسکری ہوائی اَڈّے پر جہاز اُترا، میانوالی کے ایک جید بزرگ عالمِ دِین اور اللہ کے ولی، بہت بڑے صوفی خانقاہِ سراجیہ کے حضرت خواجہ خان محمد صاحب کو لے کر ملتان روانہ ہوگیا۔ حضرت خواجہ صاحب کی عمر ۹۸ برس ہے، وہ بہت بیمار ہیں، انہیں موٹر گاڑی کے ذریعے کہیں منتقل کرنا ممکن نہ تھا، دو دِن پہلے چودھری شجاعت اور چودھری پرویز الٰہی ان کی عیادت کے لئے خانقاہِ سراجیہ آئے تھے۔ عیادت اور عبادت میں کوئی فرق نہیں، حقوق اللہ اور حقوق العباد اصل میں ایک ہیں۔ یہ سیاست سے ماورا کوئی عمل ہے، سیاست بھی عبادت ہے مگر ہمارے سیاست دان سیاست کی اصل سے واقف نہیں۔ ان باتوں پر چودھری صاحبان کو جتنا خراجِ تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ وہ حضرت خواجہ صاحب کے معتقد ہیں اور یہ بہت بڑا اخراجِ عقیدت ہے۔ حضرت خواجہ صاحب سیاست میں بالکل دِلچسپی نہیں رکھتے، ان کے بڑے بیٹے عزیز احمد مولانا فضل الرحمٰن کے ساتھ بہت دوستی رکھتے ہیں، اور دُوسرے بیٹے سعید احمد، عمران خان سے محبت رکھتے ہیں، یہ دونوں رابطے کی سیاست سے بالاتر ہیں، ایسے میں چودھری پرویز الٰہی کا یہ فراخدلانہ اور عقیدت مندانہ رویہ بے حد قابلِ تعریف ہے۔ عمران خان اور مولانا فضل الرحمٰن کی طرف سے ابھی ایسی کوئی خبر نہیں آئی کہ انہوں نے حضرت خواجہ صاحب کے صاحبزادوں سے بھی کوئی رابطہ کیا ہو۔ مجھے اُمید ہے کہ دونوں اس حوالے سے خبرگیری کریں گے۔ مولانا مفتی محمودؒ، حضرت خواجہ صاحب کے دوستوں میں سے تھے، مولانا سلیم اللہ کا رابطہ بھی خانقاہ سراجیہ سے ہے۔ حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی بھی یہاں آیا کرتے تھے۔ ان کا طرہ مولانا نیازی کی یاد دِلاتا ہے۔ وہ جو حکومتوں کو کرنا چاہئے، وہ ایک سیاست دان نے کردیا ہے۔ ثابت ہوتا ہے کہ سیاست دان بھی بڑا اور سچا انسان ہوسکتا ہے، اس بات کے ذریعے میں کسی سیاست کی بات نہیں کررہا ہوں، یہ چودھری گھرانہ رِیت روایت، ادب آداب اور محبت مروّت کے جذبوں سے سرشار ہے۔

خانقاہِ سراجیہ میں مسلم ایشیا کی سب سے بڑی اسلامی لائبریری ہے، جہاں خانقاہ سراجیہ کے

مرشد اوّل حضرت احمد خان صاحبؒ نے تقریباً پوری دنیا کی لائبریریوں سے لاکھوں اسلامی کتب اکٹھی کیں، اس روایت کو حضرت خواجہ خان محمد صاحب نے آگے بڑھایا، یہاں سے کوئی کتاب کسی کو ایشو نہیں ہوتی، قیام و طعام کا بہترین انتظام ہے، کوئی جتنا عرصہ یہاں رہے اور استفادہ کرے۔ یہاں ہر وقت علوم اسلامیہ اور روحانی علوم کے مسافروں کا میلہ لگا رہتا ہے، پوری دنیا سے لوگ آتے ہیں اور فیضیاب ہوتے ہیں، عالم اسلام اور دیارِ حجاز سعودی عرب میں جن چند دینی اور روحانی شخصیات کی بہت عزت ہے، ان میں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور خواجہ خان محمد مدظلہٗ بھی شامل ہیں، خواجہ خان محمد صاحب کے مرشد اور سسر حضرت احمد خان صاحبؒ کے پیر سراج الدینؒ کا تعلق سون سیکسر سے تھا، انہی کی نسبت سے خانقاہ سراجیہ معروف ہوئی ہے، مجھے وہاں حاضر ہونے کی توفیق ملی ہے بہت کم جگہیں تھیں کہ جہاں حاضری اور حضوری ایک ہوگئیں۔ حضرت سلطان باہوؒ کے مزار پر بہت دیر پہلے جانے کا موقع ملا تھا۔ داتا دربار جاکے درد کے ماروں کے ہجوم میں اکیلا ہوتا ہوں، پاکپتن شریف جاکے بھی دل کو بہت قرار آیا، بہشتی دروازے سے گزر کر مجھ جیسے گناہگار کو محسوس ہوا کہ شاید میرے لئے بھی بہشت بریں کا دروازہ کھل گیا ہے۔

دل والوں کی محفل بھی آباد تھی اور مرقد بھی آباد ہے، خانقاہی نظام ایک باقاعدہ روایت تھی، جہاں لوگ ٹھکانہ کرتے تھے، دلوں کی ویرانیوں سے بچاتے تھے، لائبریریاں تھیں، قیام و طعام کا کھلا اہتمام تھا، لنگر تقسیم ہوتا تھا، لنگر میں دل کی کیفیتیں اور بے قراریاں بھی ملتی ہیں، جس کا جتنا ظرف ہوا تنا ہی اس کو عطا ہوتا ہے سب کچھ عطا ہوتا ہے۔ امیری بھی فقیری بھی اور بادشاہی بھی خانقاہی بھی، کئی لوگ پوری پوری زندگی یہاں گزار دیتے تھے، دوسری اچھی سچی باتوں کی طرح یہ صورتِ حال بھی برباد ہوگئی ہے اب صرف ایک خانقاہ سراجیہ ہے جو خانقاہی نظام کی بچی کھچی نشانی ہے۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحب اس کے نگہبان ہیں، اللہ انہیں سلامت رکھے۔ ایک پوری صدی کی گواہی کے لئے ان کے صرف دو سال باقی ہیں، ایسے کئی سال انہیں نصیب ہوں۔ (افسوس کہ حضرت خواجہؒ کا وصال ہوگیا...مرتب)۔ آسمانوں سے بھی سربلند لوگ دھرتی کو دل دھرتی بنانے والے لوگ اس بدقسمت زمانہ میں اور بدقسمت زمین پر کتنے رہ گئے ہیں۔ اللہ اپنے محبوب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر قائم ہونے والے ملک کو قائم رکھے۔ خانقاہ سراجیہ اب اس ملک کی امانت ہے دور آباد بستی میں کیسی کیسی سرمستی کا سامان موجود ہے:

یہ آپ ہم تو بوجھ ہیں زمین کا
زمین کا بوجھ اٹھانے والے کیا ہوئے

قابلِ رشک

حافظ محمد طیب زاہد، پسرور

حضرت خواجۂ خواجگان، قطب الاقطابؒ عہد ساز اور ہمہ گیر شخصیت کے حامل تھے، جن پر اکابرِ اُمت کو ناز تھا، دِینِ حق کی خدمات کے میدان میں آپؒ کی خدماتِ عالیہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ آپؒ نے جس میدان میں قدم رکھا، اللہ تعالیٰ نے بھرپور کامیابی سے نوازا۔ خدماتِ دِین کا یہ سلسلہ آپؒ نے پوری ثابت قدمی کے ساتھ آخری دَم تک جاری رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام صلاحیتوں اور اِستعدادوں کو اُجاگر کیا، خلوص، للّٰہیت کے پیکر تھے، کیوں نہ ہوتے کہ آپؒ کے ہر کام میں تائیدِ الٰہی شامل رہی۔

اِصلاح وتربیت کے شعبے میں حضرتؒ نے اعلیٰ منازل طے کیں، اس میدان میں آپؒ کی علوِ شان کے لئے یہی کافی ہے کہ آپؒ اپنے اکابر ومشائخ رحمہم اللہ کے منظورِ نظر تھے۔

میدانِ عمل میں حضور اکرم ﷺ سے محبت کے تقاضے کے پیشِ نظر ضعف وپیرانہ سالی کے باوجود فتنۂ قادیانیت کے تعاقب کے لئے سرگرمِ عمل رہے۔

۳۳ سالہ دورِ امارت میں عقیدۂ تحفظِ ختمِ نبوّت کے لئے پوری دُنیا میں اُمتِ رسولِ ہاشمی کو بیدار رکھنے کے لئے سینکڑوں سے متجاوز ختمِ نبوّت کانفرنسوں کا اِنعقاد عقیدۂ ختمِ نبوّت سے والہانہ محبت کا ثبوت ہے۔

آپؒ کے دورِ امارت میں آپؒ کی وفات کے ٹھیک ایک ماہ قبل ۴/اپریل ۲۰۱۰ء کو شہرِ اقبال سیالکوٹ میں قومی تاریخی ختمِ نبوّت کانفرنس کا اِنعقاد زندہ دِلانِ سیالکوٹ کے لئے عقیدۂ ختمِ نبوّت سے عقیدت ومحبت کے اِظہار کے لئے سنگِ میل ثابت ہوئی۔

حضرت خواجہ صاحبؒ پیرانہ سالی کے باعث تشریف نہ لاسکے، آپ کی طرف سے صاحبزادہ حضرت خواجہ عزیز احمد صاحب نے نمائندگی فرمائی۔

الحمدللہ! (تحدیث بالنعمۃ) امیر جمعیت علمائے اسلام ضلع سیالکوٹ قاری غلام فرید اعوان کی طرف سے حضرت خواجہ صاحبؒ کی خدماتِ عالیہ کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لئے ختمِ نبوّت ایوارڈ تیار کروایا گیا جو راقم الحروف نے حضرت خواجہ عزیز احمد صاحب کو پیش کیا تو صاحبزادہ صاحب نے بڑی محبت ومسرّت سے حضرت خواجہ صاحبؒ کے لئے قبول فرمالیا۔

ختمِ نبوّت کے میدان میں آپؒ کی خدمات یادرکھی جائیں گی۔ حضرتِ والاؒ کی ساری زندگی دعوت وتبلیغ، تزکیہ واحسان اور تمام دِینی تحریکوں کی سرپرستی میں گزری۔ بالخصوص جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے یومِ تاسیس (۸/اکتوبر ۱۹۵۶ء) تاوصال (۵/مئی ۲۰۱۰ء) تک وابستگی، سرپرستی وتائید، اکابرین وقائدینِ جمعیت کے لئے بہت بڑا سرمایہ ہے۔

حضرتؒ کے اسی اِحسان کے پیشِ نظر قائدِ جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم نے اپنائیت کا ثبوت دیتے ہوئے مسلسل تین یوم (۶،۷،۸/مئی ۲۰۱۰ء) خانقاہ شریف میں گزارے، اور اپنے دستِ مبارک سے حضرت خواجہ صاحبؒ کے جانشین صاحبزادہ حضرت خواجہ خلیل احمد صاحب مدظلہٗ کی دستاربندی فرمائی۔ قائدِ جمعیت نے تعزیتی کلمات اِرشاد فرماتے ہوئے کہا کہ میں آج یتیم ہوگیا ہوں، اور یہی احساس دِینی طبقہ بالخصوص جمعیت علمائے اسلام سے وابستگان کا ہے۔

❊

آنکھ میں سرمہ ڈالنے کے آداب

حضرت خواجہؒ جب سرمہ ڈالتے تو اس کے دو آداب کا خیال رکھتے، ایک تیامن کا، اور ایک طاق عدد کا، پہلے دائیں آنکھ میں سرمہ ڈالتے، پھر بائیں آنکھ میں، پھر دائیں آنکھ میں پھر بائیں آنکھ میں، اور آخر میں دائیں آنکھ میں تیسری سلائی ڈالتے۔ کھانا کھاتے وقت دائیں ہاتھ سے کھاتے۔ بزرگوں سے سنا ہے کہ دائیں ہاتھ کو اعلیٰ کاموں کے لئے اِستعمال کرنا چاہئے، اوراس کی پکی عادت بنالینی چاہئے تاکہ کل حشر کے دن اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں نصیب ہو۔ حضرت خواجہؒ تیامن کا اتنا خیال فرماتے کہ چائے کی پیالی میں چمچ بھی دائیں سے بائیں گھماتے اور فرماتے طوافِ کعبہ بھی اسی رُخ پر کیا جاتا ہے:

خوبی ہمیں کرشمہ وجمال خرام نیست
ہزار شیوہ ہای است بتاں را کر نام نیست

یادگارِ سلف کا وہ اِک نشاں چلا گیا......

مولانا محمد حذیفہ، سرگودھا

اس دن موسم کچھ بدلا بدلا سا تھا، حالانکہ ایک دن پہلے شدید گرمی پڑی تھی، پھر نجانے کیوں یک لخت موسم میں تبدیلی رُونما ہوئی اور آگ برساتی دُھوپ کی جگہ ٹھنڈی اور خوشگوار ہوا نے لے لی، روزانہ کی طرح اس دن بھی میں جامعہ میں حاضر ہوا اور نمازِ مغرب کے بعد بخاری شریف کے درس میں شرکت کے لئے دارالحدیث پہنچا، میرے تمام رُفقاء بھی نماز سے فراغت کے بعد دارالحدیث پہنچ رہے تھے، اور اپنی اپنی نشستوں پر براجمان ہورہے تھے، کسی کے حاشیۂ خیال میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ شاید ابھی کچھ ہونے والا ہے، تمام ساتھی اپنی نشستوں پر بیٹھ چکے تھے اور شیخ الحدیث مفتی محمد طاہر مسعود صاحب کی آمد کے منتظر تھے، تھوڑی دیر بعد حضرت مفتی صاحب تشریف لائے اور مسندِ حدیث پر جلوہ افروز ہوئے۔ حسبِ سابق حاضری کی کارروائی مکمل ہوئی اور ادھر بخاری شریف کی عبارت کی تلاوت شروع ہوگئی، ابھی چند سطور کی تلاوت کی ہوگی کہ پورے ۷:۵۰ پر مفتی صاحب کے موبائل فون کی گھنٹی بجی، دارالحدیث میں جیسے سناٹا چھا گیا، مفتی صاحب نے فون سننے کے بعد ایک آہ بھری اور فرمایا: ’’بھئی حضرت کا اِنتقال ہوگیا۔‘‘ پورے دارالحدیث میں کئی آوازیں ایک ساتھ اُبھریں: ’’إنا لله وإنا إليه راجعون!‘‘ نجانے یک دم مجھے کیا ہوگیا تھا، جیسے کسی نے دل پر ہاتھ دے مارا، اور اس کو چیر کر اندر سے کچھ نکال لیا، اور اندر کی دُنیا کو ویران کردیا، بس! اس وقت کا حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے، میرے لئے اس حالت کو زیبِ قرطاس کرنا، ناممکن، بلکہ محال ہے۔ اور ایسی حالت پیدا بھی کیوں نہ ہوتی جبکہ:

شیخ المشائخ، پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، خواجۂ خواجگان، حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ بعد اَز نمازِ مغرب داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے عالمِ فانی سے عالمِ باقی کی طرف رحلت فرماگئے، إنّا لله وإنّا إليه راجعون، اللّٰهم اجرنا في مصيبتنا وعوضنا خيرًا منها وإنّا بفراقك يا شيخ لمحزونون!

اس موقع پر یہ غمناک خبر جس جس تک پہنچتی گئی اس کی آنکھیں اَشک بار ہوتی گئیں، حتی کہ اس وقت فلک بھی یہ منظر برداشت نہ کرسکا اور کچھ دیر کے لئے اس نے بھی ہلکی بارش کی صورت میں آنسو بہا کر اپنے غم کا اِظہار کردیا:

فضائیں سوگوار ہیں اور آسمان اشک بار
نفس نفس کی ہے فغاں کہ خواجۂ جہاںؒ چلا گیا

نمازِ عشاء کے بعد جامعہ کی طرف سے خانقاہ روانگی کے پروگرام کو حتمی شکل دی گئی اور صبح نمازِ فجر کے بعد چھ بسوں پر مشتمل جامعہ کے اساتذہ اور طلباء کا یہ قافلہ دُنیا کے ایک عظیم مہمان کو الوداع کرنے خانقاہِ سراجیہ، کندیاں کی جانب رواں دواں ہوگیا۔

ہمارے جامعہ کی ہر سال یہ ترتیب رہی ہے کہ دورۂ حدیث شریف اور درجہ موقوف علیہ کے طلباء صحیح بخاری اور مشکوٰۃ المصابیح کی پہلی حدیث حضرت خواجہ صاحبؒ سے پڑھنے خانقاہِ سراجیہ جاتے رہے ہیں، اور اس سال کے شروع میں بھی حسبِ سابق خانقاہِ سراجیہ کا اِجتماعی سفر کیا گیا، پر اس وقت کون جانتا تھا کہ اس سفر کے بعد اسی سال ایک اور اِجتماعی سفر پیش آنے والا ہے، جس میں حدیث پڑھنے کے بجائے، جنازہ پڑھا جائے گا، اللہ اکبر!

آ عندلیب! مل کر کریں آہ وزاریاں
تو ہائے گل پکار، میں چلاؤں ہائے دِل!

طلباء کی بسوں کا قافلہ خانقاہ کے قریب پہنچا تو عجیب سماں تھا، جنگل میں منگل کی کیفیت تھی، بایں معنی کہ انسانوں کا ایک انبوہ تھا، رش تھا، بھیڑ تھی، اور ایک سیلِ رواں تھا جو بہا چلا آرہا تھا، گاڑیاں کافی پیچھے ہی کھڑی کرلی گئی تھیں، اور خانقاہ تک کا سفر پیدل کیا گیا، جوں جوں آگے بڑھ رہے تھے، ہجوم میں بے پناہ اِضافہ ہوتا جارہا تھا، نجانے اتنی خلقت کہاں سے آگئی، اور آتی بھی کیوں نہ؟ جانے والے مہمان کو بے مثال انداز میں رُخصت جو کرنا تھا، بالآخر چلتے چلتے خانقاہ کی مسجد کے گنبد نظر آنے لگے۔

دِماغ فوراً ماضی کے دھندلکوں میں کھوگیا، ابھی چند ماہ پہلے تعلیمی سال کے آغاز پر تو یہاں آئے تھے، پر اس وقت یہ ہجوم کہاں، اور یہ گاڑیاں کہاں؟ دِماغ میں گویا ایک منظر سا گھوم گیا، مسجد کے دائیں جانب حضرت خواجہ صاحبؒ کا چھوٹا سا کمرہ آج بھی وہ منظر یاد دِلا رہا ہے کہ کبھی تم یہاں بخاری شریف کے نسخے لئے جمع تھے اور حضرت خواجہ صاحبؒ کے گھر سے آنے کے منتظر تھے، جونہی حضرت خواجہ صاحبؒ گھر سے تشریف لائے اور اپنے مخصوص چھوٹے سے کمرے میں جلوہ افروز ہوئے، تم اپنی اپنی کتابیں لئے پروانہ واران کے اِردگرد بیٹھ گئے، اور حضرتؒ سے اپنی پہلی حدیث کا سبق لیا۔ کیسا دِلفریب

اور پُرسکون ماحول تھا، سبق کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ دُعا فرماتے اور باہر سے آنے والے حضرات کو بیعت فرماتے۔ اس کے بعد مصافحہ ہوتا اور باری باری سب حاضرین حضرتؒ سے مصافحہ کرتے، مصافحے کے دوران اگر کوئی حضرت خواجہ صاحبؒ سے دُعا کے لئے عرض کرتا تو حضرتؒ اپنے مخصوص انداز میں فرماتے ''اللہ رحم کرے!'' نجانے کیسا مٹھاس بھرا جملہ ہوتا تھا، اور جس کو سنتے ہی سامع کا آدھا غم کافور ہوجاتا تھا:

اُلفت میں برابر ہے جفا ہو کہ وفا ہو
ہر چیز میں لذت ہے اگر دِل میں مزا ہو

میں انہی رعنائیوں میں گم تھا کہ اچانک ایک دھچکا سا لگا اور ذہن واپس ان گل گوں یادوں سے ہجومِ بے کراں میں آگیا، لیکن اب اس ہجوم کے باوجود میں تنہا تھا، ایسی تنہائی کہ جس میں حضرت خواجہ صاحبؒ کی یادیں ہی فرحت وسکون کا سامان تھیں:

ہاں! مجھے اب اپنی ان تنہائیوں سے پیار ہے
یہ جو میرے ساتھ ہیں ترے چلے جانے کے بعد

اِعلان کے مطابق جنازہ ظہر کی نماز کے بعد تین بجے پڑھایا جانا تھا، اور خلقِ خدا جوق در جوق خانقاہِ سراجیہ میں جمع ہورہی تھی، میں ماضی کی یادوں کو تازہ کرنے کے لئے خانقاہ کے اِردگرد چکر لگانے لگا، جہاں کچھ عرصہ قبل حضرتؒ کے مریدین کا جمگھٹا سا لگا رہتا تھا، بالکل ایسے جیسے شمع کے گرد پروانے، شمع جیسے ہی روشن ہوئی، پروانوں نے اسے گھیر لیا، بس! یہی مثال بلکہ یہی منظر ہمارے حضرت خواجہ صاحبؒ کے ساتھ تھا۔ شاید ہی کوئی دِینی جماعت یا اِدارہ ہو جس کی حضرتؒ نے سرپرستی نہ فرمائی ہو۔ دورِ حاضر کے سب سے بڑے فتنے مرزائیت کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار تھے، اور عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے مرکزی امیر، ساتھ ہی ساتھ دورِ حاضر میں علمائے دیوبند کی تمام جماعتوں کے لئے آپؒ کی رُوحانی نگاہیں اور دُعائیں ایک سہارا تھیں، ایسا سہارا جو مضبوط چٹان کی مانند تھا، اور اگر کسی چیز کا سہارا وہاں سے ہٹ جائے تو وہ چیز ضرور ڈگمگانے لگے گی، تاوقتیکہ اس کے مناسب کوئی سہارا اس کو نہ دیا جائے۔ میں تو کبھی کبھی یہ سوچتا ہوں کہ ہمارا یہ ملک پاکستان جو ہماری شامتِ اعمال کی وجہ سے کئی مصیبتوں اور مسائل سے دوچار ہے، نجانے حضرتؒ کی قلبی دُعاؤں اور آہِ سحرگاہی کی برکت سے من جانب اللہ کتنی آزمائشیں اور مصائب اس سے ٹلتے ہوں گے، اور واقعی یہ حقیقت ہے کہ:

واقف ہو اگر لذتِ بیداریٔ شب سے
اُونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاکِ پُراسرار

نمازِ ظہر کی ادائیگی کے بعد جنازے کے لئے ایک وسیع میدان میں صفیں تیار ہونے لگیں، ہجوم کا ایک سمندر تھا جو جنازہ گاہ کی جانب بڑھ رہا تھا، دُور دُور تک سر ہی سر نظر آرہے تھے، لوگوں کو بار بار خاموش رہنے اور صفیں دُرست کرنے کی ہدایات دی جارہی تھیں۔ ایک خبر کے مطابق ضلع میانوالی کی تاریخ کا سب سے بڑا مجمع اس سے پہلے دیکھنے میں نہیں آیا۔ اس موقع پر بھی اللہ رَبّ العزت کی جانب سے رحمتوں اور انوارات کا نزول جاری رہا، اور مئی کی دوپہریں جو میدانی علاقوں کی گرمی کے لئے ضرب الامثال ہیں، اس دوپہر اَبرِ رحمت کالی گھٹا کی شکل میں چھایا رہا اور ساتھ میں ٹھنڈی ہواؤں نے بھی ماحول کو پُر کیف بنادیا، جس کو وہاں پر موجود ہر شخص نے محسوس کیا، اور اس وقت شاید چند لوگوں نے یہ نظارہ بھی کیا ہو کہ پرندوں کا بھی ایک غول اس مجمع کے اُوپر منڈلا رہا ہے۔ شاید وہ بھی ان رحمتوں اور انوارات کے حصول کے لئے اِکٹھے ہوگئے تھے، گویا جنازے کا جتنا اِنتظام خانقاہ اِنتظامیہ کی جانب سے کیا جاسکتا تھا وہ کیا گیا، اور جو اِنتظام رہ گیا، اُس کو ''منتظمِ اعلیٰ'' نے ان دُور دُور سے آنے والے مریدین کے لئے پورا فرمادیا جو اپنے مرشد کو اس کے ہاں رُخصت کرنے کے لئے جمع تھے:

بڑے کرم کے ہیں یہ فیصلے، یہ بڑے نصیب کی بات ہے!

❊

دُعا ذرا تأخیر سے قبولیت کا شرف حاصل کرتی

حضرت خواجہؒ عموماً جو دُعا فرماتے وہ ذرا تأخیر سے قبولیت کا شرف حاصل کرتی، تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ حضرتؒ ہی سب کچھ کرنے والے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک مجذوب کا واقعہ سنایا کہ لوگوں نے ان سے بارش کے لئے دُعا کرنے کی درخواست کی۔ مجذوب نے کہا: آج کل اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ناراض ہے، کسی اور سے دُعا کراؤ۔ لیکن غرض مند تو دِیوانے ہوتے ہیں، وہ برابر اِصرار کرتے رہے کہ حضرت! دُعا فرمائیں۔ مجذوب نے کہا کہ میری ٹوپی دھوکر دُھوپ پر سوکھنے کے لئے ڈالو، جونہی ٹوپی دھوکر دُھوپ میں ڈالی گئی آناً فاناً بادل چھاگئے اور بارش شروع ہوگئی۔ مجذوب نے کہا: میں نے نہیں بتایا کہ آج کل اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ناراض ہے، لو دیکھو میں نے ٹوپی سوکھنے کے لئے دُھوپ میں ڈلوائی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے سوکھنے نہیں دیا۔ لوگوں کو بارش بھی مل گئی اور اپنی طرف بات بھی نہیں آنے دی۔ یہی کیفیت ہمارے حضرت خواجہؒ کی تھی، رحمة الله عليه رحمةً واسعةً!

خانقاہِ سراجیہ کا میرِ کارواں

بنتِ نصیر الدین، تلہ گنگ

وہ بطلِ جلیل، وہ گلستانِ رُوحانیت کا گل دِل نشیں، وہ پیکرِ اِتباعِ رسولِ امیں، وہ علم وفضل اور اِخلاص وعمل کا اِمتزاجِ حسین، وہ سادگی وقناعت کی بلند صفات والا کم گفتار، جس کا بیاں ہوتا تھا دِل نشیں وشیریں، وہ انوارِ باطن سے آراستہ حلم وبُردباری اور اخلاق وتقویٰ کا پیکر، مخدومِ زماں، مخدوم العلماء والصلحاء، حضرتِ اقدس خواجۂ خواجگان حضرت مولانا ابوالخلیل، جنہیں دُنیا ''حضرت خواجہ خان محمدؒ'' کے نام سے جانتی تھی، جو کل تک ''مدظلہ العالی'' تھے، اب ''رحمۃ اللہ علیہ'' ہوگئے۔ شجرۂ عالیہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نامِ مبارک سے شروع ہونے والی حسین وجمیل تسبیح کے ایک دُرِّ آب دار، سیّدی مرشدی ومولائی قبلہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ آج ہم سے رُخصت ہوگئے۔

جی ہاں! ہمارے پیارے حضرت جیؒ ہم سے جدا ہوگئے، لوگ حضرت جیؒ کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوتے، اپنے دُکھڑے سناتے، پریشانیاں بتاتے، بیماریوں، مصائب وآلام کے لئے دُعاؤں کی درخواست کرتے، حضرتِ اقدسؒ توجہ سے سنتے اور نہایت شفقت بھرے انداز میں فرماتے کہ: ''اللہ رحم کرے!'' ہر مرید، ہر طالب کو یہی محسوس ہوتا کہ حضرتِ اقدس میری ہی طرف متوجہ ہیں، اس وقت یہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ یہ مردِ درویش اپنی ذات میں ایک تحریک ہے، عزت وعظمت، آپؒ کی فہم وبصیرت، آپ کا زُہد وتقویٰ اپنی مثال آپ ہے۔ اِسلام کا یہ خاموش مبلغ ایسا مردِ جری تھا کہ قادیانی آپؒ کا نام سن کر انگشت بدنداں ہوجاتے۔ آپؒ تاج وتختِ ختمِ نبوّت کے مکمل پہرے دار تھے، وطنِ عزیز میں نفاذِ اِسلام کی جدوجہد اور ختمِ نبوّت کی چوکیداری کرتے ہوئے لاتعداد پریشانیوں اور تکلیفوں کو صبر واِستقامت سے برداشت کیا۔ تحریکِ ختمِ نبوّت کے دوران اپنے ہم عصر ساتھیوں اور اکابرین کے ساتھ پسِ دیوارِ زنداں چلے گئے۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

محبوبِ رَبِّ کائنات ﷺ کی ختمِ نبوّت سے عشق ومحبت اور سنتِ رسول ؐ کی کامل اِتباع عشقِ رسول ؐ کے بغیر ممکن نہیں۔ حضرتِ اقدسؒ سفرِحجاز اور سفرِختمِ نبوّت کے لئے ہمیشہ تیار رہتے۔ غالبًا ۴۲ بار حجِ بیت اللہ کی سعادت حاصل کی، عمرے کے اَسفار الگ تھے۔ آپؒ کی رفعتوں، عظمتوں اور بلندیوں کی ایک داستان ہے۔ حضرتِ اقدسؒ کی مدح سرائی میری سعی ہے، ممدوح شخصیت کی مدح بذاتِ خود ایک سعادت اور نعمت ہے، ان کے مشن کے پیروکار بننے کا عزم بھی سرمایۂ زیست ہے:

تو میرے سامنے نہیں میرے رہبرِ حیات
لیکن تیری بتائی ہوئی راہ گزر تو ہے

میرے حضرتِ اقدسؒ نے دِینی علوم کی ترقی وترویج کو اپنا نصب العین بنایا۔ سالارِ قافلۂ علمائے حق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے افکار ونظریات کو خوب پھیلایا، اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کے مشن کو جاری وساری رکھا۔ وابستگانِ سلسلہ کو نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض وبرکات سے خوب لذت آشنا کیا، آپؒ کے زمانۂ خلافت میں خانقاہِ سراجیہ کی شہرت چہاردانگِ عالم میں پھیل گئی۔ اہلِ حق کی سب سے زیادہ تعداد اور علمائے حق کا سب سے بڑا مجمع خانقاہِ سراجیہ سے وابستہ رہا۔ علمائے حق کی تمام تنظیمیں، جماعتیں، اِدارے، رسائل، دِینی کاز اور محنتیں حضرتِ اقدسؒ کو اپنا بڑا اور سرپرست سمجھتے تھے۔ اثر جون پوری نے کیا خوب لکھا ہے:

رہبرِ کامل شیخِ طریقت حضرت خواجہ خان محمدؒ
اِک تحریکِ رُشد وہدایت حضرت خواجہ خان محمدؒ
ہر رُخ سے پابندِ شریعت حضرت خواجہ خان محمدؒ
ظاہر باطن صورت سیرت حضرت خواجہ خان محمدؒ

آپؒ ہمیشہ عربی مدارس کی سرپرستی فرماتے، اور اگر مدارس کے نظم ونسق میں کہیں کمی وِرُکاوٹ محسوس فرماتے، جو تعاون درکار ہوتا مدد فرماتے۔ آپؒ ساری عمر فتنۂ مرزائیت کی سرکوبی اور عقیدۂ ختمِ نبوّت کی حفاظت کے لئے سرگرداں رہے۔ اس کے لئے آپؒ نے پوری دُنیا کے اسفار کئے، ہر قسم کے حالات میں آپؒ نے اس فتنے کے خلاف آواز اُٹھائی، اور خاص طور پر مجاہدینِ ختمِ نبوّت کی ہر لمحہ سرپرستی فرماتے رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت نے آپؒ کی قیادت میں افریقی اور یورپی ممالک میں عقیدۂ ختمِ نبوّت کے پرچم لہرائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو تمام اوصافِ حمیدہ سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا، آپؒ کی

ذات کا مشاہدہ کیا جائے تو ہر وصف نمایاں نظر آتا ہے، اس کے باوجود تواضع ان میں کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی تھی۔ اسلامیانِ پاکستان کی بدقسمتی کہ علم وعمل کا یہ آفتاب ومہتاب زیرِ زمین چلا گیا، عالمِ اسلام کی متاعِ عزیز ہم سے جدا ہوگئی، بقول شاعر:

زندگی جس کے تصور سے جلا پاتی تھی
ہائے کیا لوگ تھے جو دامِ اجل میں آئے

لو خانقاہِ سراجیہ کا روشن چراغ، بلکہ ماہِ کامل داغِ مفارقت دے گیا: ''اِک دِیا اور بجھا، اور بڑھی تاریکی'' آہ! ہمارے مرشد ومولا قبلہ حضرت صاحبؒ ہم سے جدا ہوگئے:

ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے
عالم میں تجھ سے لاکھ سہی تو مگر کہاں؟

۵ رمئی ۲۰۱۰ء رات عشاء کی نماز کے لئے وضو کیا کہ فون پر رُوح فرسا خبر سنی، خبر سن کر ایک دم آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا، دِماغ ماؤف ہوگیا، زبان جیسے گنگ ہوگئی، ہوش وحواس کو مجتمع کیا، آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور زبان پر: اناللہ وانا الیہ راجعون!

جانے والوں کو کب روک سکا ہے کوئی
تم چلے ہو تو کوئی روکنے والا بھی نہیں

عشاء کی نماز ادا کی، اللہ تعالیٰ سے صبر کی دُعا کی، اور پھر ۱۹۷۸ء سے آج تک حضرتؒ کے دِل نشین، جاں آفرین، پُر وقار نظارے آنکھوں کے آگے آنے لگے، جونہی حضرت جیؒ کی خدمت میں حاضری ہوتی، یہ جاں افزا فقرہ سنائی دیتا: ''کدوں آئیو کیندے نال آئیو'' دسمبر ۱۹۷۸ء والد مرحوم کی وفات پر حضرت جیؒ نے کمالِ شفقت فرمائی، نمازِ جنازہ پڑھانے کے لئے تشریف لائے، دسمبر کی سردی، صبح سات بجے کا وقت، حضرتِ اقدسؒ ہمارے گاؤں پہنچ گئے، پھر حضرتؒ کا دستِ شفقت اور تسلی دینے کا انداز میرے بے حد وحساب غم کو بہت کم کرگیا، اس کے بعد جب بھی حاضری ہوتی، بہت توجہ اور شفقت فرماتے۔ اباجیؒ کا ذِکر نہایت اچھے الفاظ میں فرماتے، والدہ، بہن بھائیوں کا حال دریافت فرماتے، ڈھیروں پریشانیوں کو کمالِ شفقت سے سنتے، اور اپنی مخصوص دُعا: ''اللہ رحم کرے!'' سے نوازتے، کچھ دیر کے لئے سب غم والم ختم ہوجاتے، ایسا لگتا کہ میرے رُوحانی باپ نے میرے سب غم سمیٹ لئے ہوں۔ حضرت خواجۂ خواجگانؒ تازیست قافلۂ علمائے حق کے میرِ کارواں رہے، اپنے اکابر علمائے دیوبندؒ کے علم وعمل کی خوب لاج رکھی، آپؒ رُوحانیت میں سلسلۂ نقشبندیہ کے اَسرار ورُموز کے شمسِ منیر تھے، حضرت ابوالسعد احمد خانؒ کی بشارتِ خاص تھے، حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ کی

صحبت وتربیت نے آپؒ کو اکابر کی شاندار روایات کا امین بنادیا۔ آپؒ نے حضرت خواجہ حاجی سراج الدینؒ کے نام پر قائم ہونے والی خانقاہ کو آپؒ نے منبع رُشد وہدایت بنادیا۔ شاگردِ رشید محدثِ کبیر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ حضرت شیخ محمد یوسف بنوریؒ کی رحلت کے بعد آپؒ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے امیر بنے، اور آپؒ نے امارت کو خوب نبھایا۔ آپؒ تاج وتختِ ختمِ نبوّت کے حقیقی پہرے دار ثابت ہوئے، کسی کی جرأت نہ تھی کہ وہ اس دولتِ عظمیٰ میں نقب لگا سکے۔ تحریکِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ میں بھی میرے حضرت جیؒ نے قائدانہ کردار ادا کیا۔

حضرتِ اقدسؒ کو اللہ رَبّ العزت نے وہ بلند مقام عطا کیا تھا کہ دیکھنے والے بڑے بڑوں کی پگڑیاں سر سے گرتی نظر آتیں۔ آپؒ مرجع الخلائق تھے، خانقاہِ سراجیہ میں دُور دَراز سے سفر کر کے آنے والے لوگوں کا ہجوم رہتا اور لوگ قطاروں میں دیوانہ وار کھڑے رہتے، اور ایک نظر حضرت جیؒ کے چہرۂ انور کی زیارت کے مشتاق ہوتے، اور زیارت کر کے سکون محسوس کرتے۔ ۶؍مئی کو تمام راستوں پر قافلے خانقاہِ سراجیہ کی طرف رواں دواں تھے، کاریں، بسیں، کوچز غرض ہر قسم کی گاڑیاں، علمائے حق وطلبہ کے کارواں، مرشد ومربی، اُمتِ مسلمہ کی متاعِ عزیز، ملتِ اسلامیہ کی عظیم شخصیت کو الوداع کہنے اور ان کی نمازِ جنازہ میں شرکت کرنے کے لئے جارہے تھے۔ خانقاہ سوگوار تھی، ہر شخص پریشان حال اور مغموم تھا۔ ہر شخص دُوسرے کے ساتھ آہ اور آنسوؤں سے تعزیت کر رہا تھا، مگر کوئی غیر شرعی عمل دیکھنے میں نہیں آیا۔ خوشگوار ٹھنڈی ہوائیں، تاحدِ نظر سفید لباس، سفید عماموں اور سنتِ نبوی چہروں پر سجائے بے حد وحساب افراد نمازِ جنازہ کے لئے تیار کھڑے تھے۔ ایمبولینس پر حضرتِ اقدسؒ کو لایا گیا، ایک عجیب منظر دیکھنے میں آیا، چھوٹے چھوٹے پرندے اُوپر اُڑتے نظر آئے۔ مولانا عبدالکریم ندیم صاحب اور پھر سفیرِ اسلام سیّد عبدالمجید ندیم شاہ صاحب حاضرین کو نظم وضبط کی تلقین کر رہے تھے، افراد کا سیلِ رواں تھا جو کہ تھمتا نہ تھا:

موت اس کی ہے کرے جس پہ افسوس زمانہ
یوں تو دُنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لئے

نمازِ جنازہ کے لئے صف بندی ہوئی تو کہتے ہیں کہ مولانا عبدالکریم ندیم صاحب نے کہا:

مٹی سمجھ کر دفن نہ کرنا دوستو!
یہ تو گنجینۂ علم وعرفاں ہے!

***

میرے مرشدؒ

اعجاز احمد، ایبٹ آباد

۹رمئی ۲۰۱۰ء کو ایبٹ آباد میں عظیم الشان ختمِ نبوّت کانفرنس منعقد ہونا تھی، اِس کی تیاری عروج پر تھی، سارا شہر ختمِ نبوّت کے قدآدم بورڈوں، بینروں، پوسٹروں اور پٹیوں سے سجا تھا، مقررین کے نام نہیں لکھے گئے تھے، تاہم ایک نام ہر جگہ جگمگا رہا تھا، اور وہ تھا: ’’زیرِ سرپرستی شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ العالی‘‘ (اور اب رحمۃ اللہ علیہ)۔ اِسی سلسلے میں ۵رمئی کو مانسہرہ میں ختمِ نبوّت کانفرنس منعقد ہورہی تھی، میں اُس میں شرکت کے اِرادے سے نکلا، مگر اڈّے سے گاڑی نہ ملی اور واپس گھر آگیا، کچھ ہی دیر گزری تھی کہ ایک فون آیا، اور پھر کئی فون اور میسج آئے، سب میں ایک ہی بات تھی کہ حضرت خواجہ صاحبؒ رحلت فرماگئے، اِس خبر نے حیران و پریشان کردیا، میں تصور کی دُنیا میں چلا گیا اور وہ بھی ۲۱ برس پہلے:

ہاں دِکھادے اے تصور پھر وہ صبح وشام تُو!
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تُو!

جب میں اسکول کا طالبِ علم تھا، ایک دن گھر سے نکل کر بازار کسی کام کے لئے جارہا تھا کہ راستے میں شیخ صاحب مل گئے، وہ کچھ لوگوں کے ساتھ کچھ اِشتہارات دِیواروں پر چسپاں کررہے تھے، مجھے دیکھا تو دو ایک اِشتہار مجھے بھی دے دیئے اور فرمایا کہ: البدر پر لگادینا۔ میں یہ اِشتہار لے کر واپس گھر آگیا، اِشتہار ختمِ نبوّت کانفرنس کا تھا، جس میں ملک کے جید علمائے کرام کے نام لکھے تھے اور سب سے نمایاں نام ’’حضرتِ اقدسؒ‘‘ کا تھا، گھر میں سب بڑوں نے حضرتِ اقدسؒ کا ذِکرِ خیر کیا اور اُن کی آمد پر خوشی کا اِظہار کیا۔ خیر میں نے گوند سے اِشتہار تو چسپاں کردیا اور صرف یہی نہیں، بلکہ ۲۶رمارچ ۱۹۸۹ء کو جناح باغ ایبٹ آباد میں ہونے والی اس ختمِ نبوّت کانفرنس میں بھی شرکت کی۔ تحفظ ختمِ نبوّت یوتھ فورس کے زیرِ اِہتمام ایبٹ آباد میں یہ پہلی ختمِ نبوّت کانفرنس تھی۔ اس میں حضرتِ اقدسؒ کے دیدار کے علاوہ سیّد امین گیلانیؒ، مولانا اللہ وسایا مدظلہٗ، مولانا چنیوٹیؒ، مولانا عبداللہ شہیدؒ، مولانا عبدالرؤف جتوئیؒ،

اور مولانا چراغ الدین شاہ مدظلہٗ کو سننے کا موقع ملا۔ یہ حضرتِ اقدسؒ کا فیضانِ نظر تھا کہ صرف تین ماہ بعد میں بھی اِسی قافلے کا سپاہی بن چکا تھا۔ ۱۱رستمبر ۱۹۸۹ء کو میرے گہرے دوست راشد خان نے بتایا کہ آج حضرتِ اقدسؒ دفترِ ختمِ نبوّت میں آنے والے ہیں، وہاں جا کر دیکھا تو تمام کارکنوں کے علاوہ جید علمائے کرام حضرتؒ کا اِنتظار کررہے تھے، پھر پتا چلا کہ حضرتؒ کا دیدار چٹہ پل پر تحصیل دار صاحب کے یہاں ہوگا، ہم سب وہاں چلے گئے، حضرتؒ ایک پلنگ پر رونق افروز تھے جبکہ اُن کے قدموں میں یوتھ فورس کے نوجوان اور جید علمائے ہزارہ بیٹھے تھے، جن میں مولانا قاضی ضیاء الدینؒ، مولانا حبیب الرحمٰنؒ اور مولانا محمد ایوب الہاشمیؒ شامل تھے، اِس موقع پر میں نے اپنے قائد وقار خان جدون سے حضرتؒ کے آٹوگراف کی گزارش کی، وقار صاحب نے حضرتؒ سے گزارش کی اور حضرتؒ نے میری ڈائری گود میں رکھی، کچھ احادیث مع ترجمہ اور چند نصائح لکھ کر دستخط کردیئے، میری تو عید ہوگئی، جبکہ دُوسرے کارکن بھی حضرتؒ کی اِس تحریر پر بہت خوش ہوئے:

مری آرزو نے مجھے معجزہ دِکھایا
مرے سامنے یکا یک کوئی مسکرایا

حضرتِ اقدسؒ اپنے دیرینہ مرید مولانا قاضی ضیاء الدینؒ کے جلسۂ دستار بندی پر ہری پور اکثر تشریف لاتے، وہ مناظر اب بھی نگاہوں کے سامنے گھومتے ہیں کہ جب حضرتِ اقدسؒ دوزانو بیٹھے، سر جھکائے اپنے معبود اور محبوبِ حقیقی کی یاد میں کھوئے رہتے، جبکہ حضرتؒ کے دیوانے شربتِ دیدار سے اپنی آنکھوں اور دِل کی پیاس بجھاتے۔ ایسے ہی ایک موقع پر یکم اپریل ۱۹۹۴ء کو نمازِ فجر کے بعد حضرتؒ سے لوگ بیعت ہونے لگے تو ساجد اعوان صاحب اور میں بھی حضرتِ اقدسؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوگئے۔

جب قومی شناختی کارڈ میں مذہب کے خانے کے اِندراج کے حوالے سے ہماری تحریک زوروں پر تھی اُس وقت حضرتؒ ایبٹ آباد تشریف لائے، ۲۲رفروری ۱۹۹۲ء کو پی ایم اے کاکول کی مسجدِ مزمل میں دستار بندی کی محفل میں رونق افروز ہوئے، اگلے روز ماؤنٹ ویو ہوٹل میں حضرتؒ کی پریس کانفرنس تھی، کئی کارکن بہت خوش تھے کہ آج حضرتؒ کا بیان سننے کا موقع ملے گا، بعض تو ٹیپ ریکارڈر بھی ساتھ لائے تھے، مگر یہ کیا؟ حضرتؒ نے لکھا لکھایا بیان ساجد صاحب کو پڑھنے کے لئے دے دیا اور ہمارے ارمانوں پر اوس پڑگئی۔

مجھے وہ لمحات بھی شدت سے یاد آتے ہیں جب حضرتؒ ہمارے گھر تشریف لائے تھے، یہ ۷رمئی ۱۹۹۲ء کا وہ مبارک دن تھا جب آسمانِ ولایت کا آفتاب ہمارے غریب خانے کو منور کرنے آیا تھا، حضرتؒ کے ہمراہ مقامی علمائے کرام، کارکنوں کے علاوہ مولانا اللہ وسایا مدظلہٗ اور مولانا اکرم طوفانی مدظلہٗ بھی تھے:

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم اُن کو، کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں!

چشم تصور مجھے ماضی کے اُن لمحات میں لے گئی جب میں پہلی دفعہ خانقاہِ سراجیہ گیا تھا، چناب نگر کی سالانہ ختمِ نبوّت کانفرنس سے واپسی پر میں ۱۴راکتوبر ۱۹۹۵ء کو خانقاہِ سراجیہ حاضر ہوا تھا، حضرتؒ کی اُس محفل کی یادیں اب بھی دِل کو منور کئے ہوئے ہیں۔ خانقاہِ سراجیہ شہری آبادی سے دُور اللہ والوں کی بستی ہے، ایسے محسوس ہوا کہ یہاں کا ذرّہ ذرّہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں ڈُوبا ہوا ہے، شجر، ٹہنیاں، پتے، پھول، مٹی، پتھر، سبھی پر ایک جذب وکیف طاری ہے، اِنسانوں کے دِل یادِ اِلٰہی سے منور ہوتے ہیں، لوگ معرفتِ خداوندی سے جھولیاں بھر بھر کے خانقاہِ سراجیہ سے گھروں کو لوٹتے ہیں:

برسا ہے یہاں وہ اَبرِ کرم، اُٹھا تھا جو سوئے یثرب سے
اِس وادی کا سارا دامن سیراب ہے جوئے یثرب سے
جو وادیٔ فاران سے اُٹھی گونجی ہے وہی تکبیر یہاں
ہستی کے صنم خانوں کے لئے ہوتا ہے حرم تعمیر یہاں

حضرتِ اقدسؒ آخری بار ۱۹۹۹ء میں ختمِ نبوّت کانفرنس ایبٹ آباد میں تشریف لائے، ۵رستمبر کو ایبٹ آباد اور ۶رستمبر کو منڈیاں میں ختمِ نبوّت کانفرنسوں کی صدارت فرمائی۔ مئی ۲۰۰۳ء میں تحفظِ ختمِ نبوّت یوتھ فورس نے ایبٹ آباد میں دس مقامات پر ختمِ نبوّت کانفرنسیں رکھیں، سب کی صدارت حضرتؒ نے فرمانا تھی، مگر حضرتؒ بوجہ بیماری تشریف نہ لا سکے۔ آخری بار ایبٹ آباد کی مٹی نے حضرتِ اقدسؒ کے قدم ۲۹رفروری ۲۰۰۴ء کو چومے، جب اقرأ روضۃ الاطفال کی تقریب میں حضرتِ اقدسؒ کے علاوہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ اور مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ بھی موجود تھے، یہ اِن تینوں حضراتؒ کی ہزارہ میں آخری بار آمد تھی:

وہ جن کے دَم سے جنسِ وفا تھی گراں بہا
وہ لوگ بزمِ دہر سے نایاب ہوگئے

اب وہ لمحات خواب وخیال کی طرح لگتے ہیں، جب حضرتِ اقدسؒ تشریف لاتے تھے اور مشتاقانِ دیدار اپنے قلب ونگاہ کو منور کرتے تھے، حضرتؒ کی اِمامت میں کتنی ہی بار نمازیں پڑھنے اور خصوصاً نمازِ جمعہ پڑھنے کی سعادت ملی، اُن نمازوں کا کیسا سرور ولطف تھا جب حضرتِ اقدسؒ اِمامت کرتے تھے۔ مانسہرہ میں حضرتِ اقدسؒ کا قیام اکثر عبدالرؤف روفی کے گھر، ایبٹ آباد میں قاضی شاہد اقبال کے گھر اور ہری پور میں مولانا قاضی ضیاء الدینؒ کے یہاں ہوتا تھا:

ضرب المثل تھیں جن کی بلا نوشیاں نفیسؔ
ساقی کے دردِ جام سے سیراب ہوگئے

۱۱ر ستمبر ۲۰۰۰ء ہزارہ کے لئے وہ اہم دن تھا کہ جب ہزارہ کے بزرگ اور نامور علمائے کرام حضرتِ اقدسؒ کے دامن سے وابستہ ہوگئے، خطیبِ ہزارہ مولانا شفیق الرحمٰن مدظلہٗ سمیت جید علمائے کرام نے حضرتؒ کی بیعت کرلی، میری نگاہوں میں جون ۲۰۰۱ء کا وہ حسین منظر بھی گھومتا ہے کہ جب ہم بحالی میں ختمِ نبوّت کے پروگرام سے واپس آکر قلندر آباد پہنچے تھے کہ مانسہرہ سے حضرتِ اقدسؒ کی گاڑی بھی آ پہنچی، کارکنوں نے گاڑی رُکوا کر حضرتؒ سے مصافحہ کرنا شروع کیا، عوام الناس کو حضرتؒ کا پتا چلا تو سڑک پر اس قدر بھیڑ ہوگئی کہ ٹریفک جام ہوگئی:

نگاہِ شوق سے اب کو کس کو دیکھوں؟
نظر کے سامنے کوئی نہیں ہے!
نفیسؔ اُن کے بغیر اب زندگی کیا
طبیعت سرد، دِل اندوہ گیں ہے!

بعض دفعہ حضرتِ اقدسؒ نے کسی پر خصوصی شفقت بھی فرمائی، یکم نومبر ۲۰۰۲ء کو ختمِ نبوّت کانفرنس چناب نگر کے دُوسرے روز نمازِ جمعہ کے بعد والی نشست میں حضرتِ اقدسؒ نے خطیب العصر مولانا سیّد عبدالمجید ندیم شاہ صاحب کی دستار بندی کی۔ اِسی طرح ۲۰۰۸ء کی کانفرنس میں حضرتِ اقدسؒ کی طرف سے صاحبزادہ عزیز احمد صاحب نے حضرت صاحبزادہ سیّد سلیمان بنوری مدظلہٗ کی دستار بندی کی، اِس موقع پر صاحبزادہ بنوری صاحب آبدیدہ ہوگئے تھے۔ حضرتِ اقدسؒ کی دُعا سے ہمیشہ چناب نگر کی کانفرنس شروع ہوتی تھی، تاہم بیماری اور ضعف کی وجہ سے یہ معمول ۲۰۰۴ء سے جاری نہ رہ سکا، حضرتؒ اب زیادہ دیر تشریف نہیں رکھ سکتے تھے، اور بہت مختصر وقت کے لئے عقیدت مندوں کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرتے۔

۲۰۰۸ء کی کانفرنس میں حضرتِ اقدسؒ تشریف نہ لاسکے، حضرتؒ کے دیدار سے محرومی نے ہمارا دِل مغموم کردیا۔ تاہم ۲۰۰۹ء کی کانفرنس میں حضرتِ اقدسؒ کے تشریف لانے کی خبر سن کر جو خوشی ملی وہ بیان سے باہر ہے۔ ۱۶ر اکتوبر ۲۰۰۹ء کو مجلسِ عمومی کے اِجلاس میں حضرتِ اقدسؒ کو آئندہ تین برس کے لئے امیرِ مرکزیہ چنا گیا، کسے معلوم تھا کہ یہ تین سال پورے نہ ہوسکیں گے۔ وہاں حضرتِ اقدسؒ کو کرسی پر بٹھا کر اِجلاس میں لایا گیا، آہ! مجھے کیا معلوم تھا کہ حضرتِ اقدسؒ کا یہ آخری دیدار ہے، اب نگاہیں اِس چہرے کے دیدار کو ہمیشہ ترستی رہیں گی:

بجھی بجھی سی طبیعت ہے بادہ خواروں کی
اُداس اُداس ہیں مینا وجام تیرے بعد
ملا نہ پھر کہیں لطفِ کلام تیرے بعد
حدیثِ شوق رہی ناتمام تیرے بعد

۹رمئی ۲۰۱۰ء کی عظیم الشان ختمِ نبوّت کانفرنس گزر چکی ہے، ملک بھر کی دِینی قیادت نے اس میں شرکت کی، ہزارہ کے طول وعرض سے قافلوں کی صورت میں لوگ آئے، یہ ایبٹ آباد کی تاریخ کا سب سے بڑا اِجتماع ثابت ہوا۔ شہر کے دَر و دِیوار پر ختمِ نبوّت کے پوسٹر، اسکرین پرنٹنگ والے بینرز اور بورڈز اب بھی اپنی بہار دِکھا رہے ہیں، اِن سب پر حضرتِ اقدسؒ کا نامِ نامی جگمگا رہا ہے، یہ اِشتہار اور بینرز دیکھ کر جہاں کانفرنس کی کامیابی پر ہمارے دِل خوشی سے بھر جاتے ہیں، وہاں حضرتِ اقدسؒ کا نام دیکھ کر اِحساسِ جدائی سے دِل بھر آتا ہے:

جس میں کوئی مکیں نہ رہتا ہو
دِل وہ سونی گلی ہے تیرے بعد

اے اللہ! ہمارے حال پر رحم فرما، اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت پر رحم فرما، اور حضرتِ اقدسؒ کی کمی پوری فرما، اُمت کو اُن کا نعم البدل عطا فرما، اور ہمیں مرتے دَم تک ختمِ نبوّت کے مشن پر چلتے رہنے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!

❋

ہندوپاک کے حجاج کے شان

حضرتؒ نے فرمایا کہ نواب بہاولپور خصوصی شان وشوکت سے حج کے لئے تشریف لے جاتے، منیٰ میں شاہ عبدالعزیز ان کو خیمے میں ملنے کے لئے گئے، واپسی پر ان سے درخواست کی کہ پاکستان جاتے وقت یہ رنگین خیمے ہمیں عنایت کر جانا۔ بادشاہ کی درخواست کو نواب صاحب نے بخوشی قبول کرلیا۔ شاہ فیصل مرحوم نے ایک مرتبہ پوچھا کہ پوری دُنیا سے حجاج تشریف لاتے ہیں، مگر پاکستان، ہندوستان کے حجاج کی شان علیحدہ ہوتی ہے، تو جواب دیا گیا کہ وہاں دِینی مدرسے ہیں، ان کی وجہ سے حجاج کی شان علیحدہ ہوتی ہے۔

ایک شخصیت دو اِعلان

محمد طاہر مسعود ناصر، جامعہ بنوری کراچی

یہ ۵رمئی ۲۰۱۰ء بدھ کا دِن تھا، اس دن کا منظر نامہ کچھ یوں تھا:

دُور، بہت دُور، اُفق کے اُس پار ایک مجمع جمع ہو رہا تھا، روشن اور چمکتے چہروں والے لوگ جوق درجوق چلے آرہے تھے، ایک جشن کا سماں تھا، ایسا لگتا تھا جیسے کسی کے اِستقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ آہستہ آہستہ دوست احباب کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جارہا تھا، تیاریاں اپنے عروج پر تھیں۔ راستے میں دو رویہ ایک لمبی قطار تھی، تاحدِ نگاہ زائرین کے سر ہی سر نظر آرہے تھے، تقریباً سارے مہمان آچکے تھے، اب بس مہمانِ خصوصی کی آمد کا اِنتظار تھا۔ ہر ایک کے دِل میں ان کو دیکھنے کی چاہت اور ان سے ملنے کی تمنا تھی، عرصے سے بچھڑے ہوئے ساتھی بھی دیدہ و دِل فراش کئے ہوئے تھے، ہر ایک کی نگاہیں راستے کی طرف لگی ہوئی تھیں، معمولی سی آہٹ پر بھی سب کے کان کھڑے ہوجاتے، ایک وفد مہمانِ خصوصی کو لینے چلا گیا، وفد کے تمام اراکین شاندار لباس میں ملبوس تھے، ان کے جسم سے پھوٹنے والی خوشبوئیں مشامِ جان کو معطر کئے جارہی تھیں۔ وہ اپنے ہاتھوں میں خوبصورت گلدستے اور قسما قسم کے تحائف لئے ہوئے تھے، وہ اپنے سردار کی زبان سے جلد از جلد یہ مژدۂ جاں فزا سننا چاہتے تھے:

”یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً“

دُوسری طرف سیال کلینک ملتان میں بھی صبح سے ہی ایک مجمع لگنا شروع ہوگیا، مگر یہاں کا نقشہ کچھ مختلف، یہاں ہر چہرہ افسردہ، ہر دِل غمگین، سب کے لبوں پر اپنے محبوب کی صحت یابی کی دُعائیں، مسجد و خانقاہ سے حرمین تک ہر جگہ ان کی شفایابی کی دُعائیں اور درازیٔ عمر کی اِلتجائیں، رَبِّ کریم کے دَرِ رحمت پر دستک دے رہی تھیں، ان کے بچھڑ جانے کے تصور سے ہی دِل و دِماغ پر ٹنوں بوجھ محسوس ہونے لگتا۔ ڈاکٹر حضرات پوری تندہی کے ساتھ علاج میں مصروف تھے۔ سورج دن بھر پوری آب و تاب کے ساتھ چمکنے کے بعد تیزی سے مغرب کی طرف رواں دواں تھا، بالآخر دن بھر کا تھکا ہارا سورج مغرب میں

چھپ گیا، جاتے جاتے وہ اپنے طرزِ عمل سے یہ پیغام دے رہا تھا کہ شاہراہِ زندگی کا یہ مسافر بھی تھک چکا ہے، اسے بھی اب آرام ی ضرورت ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تاریکی پھیلتی اور مایوسی بڑھتی جارہی تھی، ایک ناخوشگوار خبر کے اِحساس سے دِل ودِماغ معطل اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا ہی اندھیرا محسوس ہونے لگتا، یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ ہمیں اس طرح بے سہارا چھوڑ کر چلے جائیں گے، لیکن قضا وقدر کے فیصلوں کو ٹالنا کسی کے بس میں نہ تھا۔ آخر وہی ہوا جس کا ڈَر تھا، سوا آٹھ بجے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ غالب آگیا، لاکھوں لوگوں کی عقیدتوں کا مرکز ومحوَر دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف کوچ کرگیا:

بچھڑا کچھ اس اَدا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اِک شخص سارے جہان کو ویران کرگیا

داغِ مفارقت دینے والے یہ محبوب، جہاں مختلف الانواع صفات وخصوصیات کے حامل انسان تھے، ایک طرف شیخِ طریقت، دُوسری طرف عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے مرکزی امیر، یہ سب جماعتوں اور تنظیموں کے لئے اَبرِ رحمت تھے۔ سب لوگ اپنے اِختلافات بھلاکر ان کی قیادت میں ایک اسٹیج پر جمع ہوتے اور ناموسِ رسالت کے لئے تن من دھن نچھاور کرنے کا عزم کرتے۔ ایک طرف وہ لوگوں کے اِیمان کے تحفظ میں مصروف، دُوسری طرف بھٹکے ہوئے آہوؤں کو سوئے حرم لے جانے کا سلسلہ۔ ایک طرف شیخ ومربی، دُوسری طرف قائد وسپہ سالار۔ ایک طرف مسجد وخانقاہ کا عابد وزاہد، دُوسری طرف ختمِ نبوّت کا مجاہد۔ ایک طرف خانقاہ کی خلوَت، دُوسری طرف قادیانیت کے تعاقب کی جلوَت۔ ایک طرف رُشد وہدایت بانٹنے کی فکر، دُوسری طرف تحفظِ ختمِ نبوّت کے مشن کو پوری دُنیا میں پھیلانے کا جذبہ۔

ایک طویل عرصہ مصروف زندگی گزارنے کے بعد فانی زندگی کا یہ مسافر تھک چکا تھا، کافی عرصے سے صحت بھی گرتی جارہی تھی، اب اسے آرام کی ضرورت تھی، کام بہت ہوچکا تھا، اب اِنعام کی باری تھی، چونکہ دُنیا دارُ العمل ہے نہ کہ دارُ الجزاء، اس لئے اِنعام واِکرام کے لئے بہرحال دُوسرے جہان میں جانا ہی پڑتا ہے، اس کے بغیر وہاں کی نعمتیں حاصل نہیں ہوسکتیں۔ ہر اِنسان کی زندگی کے سفر کی اِبتدا واِنتہا تو قسامِ اَزل نے پہلے ہی طے کردی ہے، ہم خودغرض لوگ تو اپنا نفع ہی دیکھ رہے تھے، ہم تو یہی چاہتے تھے کہ وہ ہمارے پاس ہی رہیں، لیکن حکیم وعلیم رَبّ پر قربان! کہ جس نے ایک طویل عرصہ ہمیں ان کی صحبت سے مالا مال فرمایا، پھر انہیں اِنعام واِکرام سے نوازنے کے لئے اپنے پاس بلالیا۔

عجیب بات یہ ہے کہ جانے والی شخصیت ایک ہی ہے، جب وہ جاچکے تو دو مختلف اِعلان ہو رہے تھے، اُفق کے اُس پار کسی نے دُور سے انہیں آتے دیکھ کر خوشی ومسرّت سے اُچھلتے ہوئے بلند آواز میں حاضرین کو اُن کی آمد کی اِطلاع دیتے ہوئے بلند آواز سے کہا: ''وہ آگئے خان محمد!'' اس کے ساتھ ہی

پوری محفل میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، حاضرین جلدی سے ان کے اِستقبال میں کھڑے ہوگئے، ان کی نگاہیں حضرتؒ کے چہرے پر گڑ گئیں۔

دُوسری طرف سیال کلینک میں موجود مجمع غم واندوہ کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈُوب چکا تھا، سب لوگ اپنے محبوب کی جدائی پر دِل برداشتہ تھے، اس طرف کوئی بوجھل دِل، غم میں ڈُوبی ہوئی آواز میں اِعلان کر رہا تھا: ''نہایت افسوس کے ساتھ اِعلان کیا جاتا ہے کہ شیخ المشائخ، خواجۂ خواجگان، عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے مرکزی امیر حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ اِنتقال فرماگئے۔'' إنّا لله وإنا إليه راجعون! اللّٰهم لَا تحرمنا أجره ولَا تفتنّا بعده، آمین!

*

ذکر اللہ کی اہمیت

حضرت خواجہؒ ہمیشہ شکوہ فرماتے تھے کہ ہمارے صوفی محنت نہیں کرتے، ہم سوتر (زیادہ سونے والے) لوگ ہیں، ہمیں محنت کرکے ترقی کرنی چاہئے۔ فرمایا: مختلف مذاہب میں باطنی صفائی کرنے والے لوگ ہوتے ہیں، جس طرح مسلمان اپنے طریقے سے باطنی صفائی کرتے ہیں، عیسائی، ہندو وغیرہ اپنے اپنے طریقے سے باطنی صفائی کرتے ہیں۔ ہندو مذہب میں ایسے لوگ ''سادھو'' کہلاتے ہیں۔ ایک سادھو کا واقعہ سنایا کہ وہ سخت گرمی کے موسم میں ایک سایہ دار درخت کے پاس پہنچا تا کہ سایہ میں آرام کرے، وہاں ایک مسلمان لیٹا ہوا تھا، اب سادھو اس سایہ میں جانا نہیں چاہتا جہاں مسلمان بیٹھا ہے یا سویا ہوا ہے، مسلمان کہتا ہے کہ دُھوپ میں کیوں جل رہے ہو، سائے میں آجاؤ! تو سادھو نے کہا: میرا مذہب اجازت نہیں دیتا، لیکن ایک بات بتاؤ کہ تمہارے دِل میں اتنا سکون اور اِطمینان دیکھ رہا ہوں، یہ کہاں سے حاصل کیا ہے؟ مسلمان نے جواب دیا: کوئی خاص بات نہیں، میں تو سیدھا سادا اِنسان ہوں، اتنی محنت مشقت والا آدمی نہیں ہوں۔ سادھو نے کہا: بالآخر یہ اِطمینان اور سکون یونہی تو نہیں آگیا، کیا کسی بڑے آدمی سے یہ بات حاصل کی ہے؟ مسلمان نے جواب دیا: ایک بزرگ نے میرے دِل پر اُنگلی رکھ کر اللہ اللہ کیا تھا، یہ جو اَثر آپ محسوس کر رہے ہیں، یہ اسی کی وجہ سے ہے۔ تو سادھو نے کہا: آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ ہمارے بزرگان اپنے مریدوں کو لطائف پر اُنگلی رکھ کر اللہ اللہ سکھاتے ہیں، جس سے قلوب کا تزکیہ ہوتا ہے، اب مرید کا کام ہے کہ محنت کرکے ترقی حاصل کرے۔ یہ جو قرآن مجید میں اِطمینانِ قلوب کا ذِکر ہے وہ اللہ تعالیٰ کے پاک ذِکر کی طرف اِشارہ ہے۔ ہمارے مسلمان اس کی قدر نہیں کرتے، مگر ہندو سادھو اس کو محسوس کر رہا تھا۔

حضرتؒ کی دُعا کے اثرات

واجد محمود سرگانہ

میں اوائلِ عمری ہی میں گھٹنوں کے درد کا مریض ہوں، میں نے علاج معالجے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، اور علاج کے سلسلے میں جس ڈاکٹر، حکیم یا ہومیو پیتھک سے رُجوع کیا، اُس کی اِنتہا دیکھی۔ مثلاً ملتان کے ایک مشہور حکیم جو دِلّی طبیہ کالج کے فارغ التحصیل تھے، اپنے وقت کے مستند حکیم تھے، آخرکار انہوں نے میرے علاج کے سلسلے میں مایوسی کا اِظہار فرمایا۔

اِسی طرح جب ہومیوپیتھی ڈاکٹر جو اِنگلینڈ سے پڑھ کر آئے تھے، علاج کرتے کرتے مجھے ایک دِن کہنے لگے: میں ایک تمہارے ساتھ علاج کے سلسلے میں واردات کرنا چاہتا ہوں، اِجازت ہے؟ میں نے پوچھا: کیسے؟ کہنے لگے: یا تو تمہاری موت واقع ہوجائے گی یا ٹھیک ہوجاؤ گے۔ میں نے اجازت دے دی۔ ڈاکٹر صاحب نے دوائی دِی، میں نے اِستعمال کی، جب ڈاکٹر صاحب کے ہاں حاضری دِی تو مجھے دیکھ کر کہنے لگے کہ: دوائی اِستعمال کی؟ میں نے عرض کیا: جناب! آپ کی ہدایت کے مطابق دوائی اِستعمال کرآیا ہوں، زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے، آرام قطعاً نہیں آیا۔ کہنے لگے: میرے پاس اب تمہارے لئے علاج کی کوئی دوائی نہیں ہے۔

اِسی طرح ملتان کے چوٹی کے نشتر ہسپتال کے پروفیسروں سے علاج کراتا رہا، اِس کے علاوہ کئی پیروں، فقیروں اور سنیاسیوں سے بھی علاج کراتا رہا۔ اِسی علاج کے سلسلے میں مردان کے ایک پیر صاحب کے دَر پر کئی مرتبہ جانا ہوا۔

اب میں چاروں طرف سے مایوس ہوکر چارپائی پر بیٹھ گیا، یہ مرض سولہ سال کے عرصے پر محیط رہا، اِسی دوران سرگانہ منزل ملتان حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ، اللہ کی ذات اُن کی قبرِ مبارک پر اپنی رحمتوں کی موسلادھار بارش کرے، تشریف لائے، میں بھی آپؒ کی مجلس میں بیٹھا رہا، جب رات گئے آرام کا وقت ہوا تو پھر بھی میں بیٹھا رہا، حتیٰ کہ سب لوگ چلے گئے، میں نے حضرتؒ کے پاؤں کو دبانا

شروع کیا اور ساتھ ہی اپنی بیماری کا دردناک قصہ شروع کیا، حضرتؒ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ مہربانی کرسیں!‘‘ (بھائی اللہ تعالیٰ مہربانی کرے گا) اور میرے دونوں گھٹنوں پر دَم کیا، اِسی طرح دُوسرے دِن اور تیسرے دِن آخری دَم کیا، اور دُعا بھی فرمائی۔ سنا تھا حضرت خواجہ صاحبؒ کی مانگی ہوئی دُعا کو اللہ تعالیٰ رَدّ نہیں فرماتے، آج بیس سال گزر گئے، مجھے احساس ہی نہیں کہ کبھی مجھے گھٹنوں کا درد ہوا تھا۔ جب بھی اُن دِنوں کو یاد کرتا ہوں، حضرت خواجہ صاحبؒ کے الفاظ کانوں میں رس گھولتے ہیں کہ: ’’اللہ تعالیٰ مہربانی کرسیں!‘‘۔

❊

عامۃ المسلمین کے لئے راہ نما اُصول

فرمایا: حضرت اِمام ابوحنیفہؒ حج پر تشریف لے گئے، اور حضرت اِمام جعفر صادقؒ سے ملاقات ہوئی، تعارف شروع ہوا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ فرمایا: نعمان بن ثابت کوفہ سے۔ پوچھا: آپ وہی نعمان بن ثابت ہیں جنھوں نے میرے نانا کے دِین میں اپنی مرضی سے تبدیلی کی ہے؟ عرض کیا: معاذ اللہ! میں کون ہوں جو دِین میں اپنی رائے کو دخل دُوں۔ پھر وضاحت کی کہ پیشاب منی سے زیادہ ناپاک ہے، آپ کے نانا ﷺ نے منی نکلنے پر غسل فرض قرار دیا ہے، اگر میں عقل سے بات کرتا تو زیادہ ناپاک چیز (پیشاب) کے نکلنے پر غسل فرض قرار دیتا۔ پھر عرض کیا کہ روزہ سال میں ایک مہینہ فرض ہے، اور نماز دِن میں پانچ مرتبہ فرض ہے۔ آپؒ کے نانا محترم ﷺ نے ناپاکی کے ایام میں عورتوں پر رمضان کے روزوں کے چھوٹ جانے پر قضا کا حکم دیا ہے، اگر میں عقل کے ساتھ فیصلہ کرتا تو نماز کے چھوٹنے پر قضا کا حکم دیتا کیونکہ نماز، روزے کی نسبت اہم فریضہ ہے۔ پھر عرض کیا کہ آپ کے نانا ﷺ نے سفر کے دوران آنے والے روزوں کو قصر کرنے کا حکم نہیں دیا، جبکہ نماز کو قصر کرنے کا حکم دیا ہے، اگر میں عقل سے فیصلہ کرتا تو روزوں کو قصر کرنے کا حکم دیتا، کیونکہ یہ نماز کے مقابلے میں کم اہمیت رکھتے ہیں۔ اس لئے میں نے دِین کے مسئلے میں عقل کو دخل نہیں دیا۔ حضرت اِمام جعفر صادقؒ ان دلائل پر خوش ہوئے تو فرمایا: کیا میں آپ کا اِمتحان لے سکتا ہوں؟ عرض کیا: جی ہاں! پوچھا کہ: مسلمان کی کیا تعریف ہے؟ عرض کیا کہ: جو خیر اور شر میں تمیز کرلے۔ فرمایا: جواب دُرست ہے، لیکن تھوڑا سا اِضافہ کرلیں کہ جو آدمی دو خیروں اور دو شروں میں تمیز کرلے، وہ مسلمان ہے، دو خیریں پیش آجائیں تو بڑی خیر کو اِختیار کرے، اور دو شروں سے واسطہ پڑجائے تو ہلکے شر کو قبول کرے۔ ہمارے حضرتؒ نے دو عظیم شخصیات کے تعارف کو عامۃ المسلمین کے لئے رہنما اُصول بنا کر پیش فرمایا۔

گلشنِ خیر الوریٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مہکتا ہوا پھول

محمد عرفان لدھیانوی

اس دور میں اللہ تعالیٰ نے علم وعمل، زُہد وتقویٰ، حکمت وبصیرت، جرأت وشجاعت، حسن وجمال، ان سب چیزوں کو ایک جگہ جمع کر کے ایک انسان کی تخلیق فرمائی، جب وہ عالمِ انسانی کے منصۂ شہود میں آئے تو دُنیا نے ان کو ''خان محمد'' کا نام دیا، جی ہاں! ہمارے حضرتِ والا، شیخ المشائخ، قطب الاقطاب، سلطان الاولیاء، رئیس الاتقیاء، قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، سیّد العلماء والصلحاء، ولیٔ کامل، علومِ نبویہ کے مخزن، تمام دِینی جماعتوں، تحریکوں، مراکز ومدارس پر دستِ شفقت فرمانے والے، حضرتِ اقدس خواجۂ خواجگان خواجہ خان محمد طیب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ، علم وعمل کے پیکر، زُہد وتقویٰ کے خوگر، حکمت وبصیرت کے منبع، جرأت وشجاعت سے مرصع، ایک باکمال عالمگیر شخصیت تھے۔

اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس نے دیگر کمالات کے ساتھ، بے مثال قائدانہ صلاحیت بھی حضرتِ والاؒ میں جمع فرمائی تھی، آپؒ تمام دِینی اور مذہبی تنظیموں وتحریکوں کے دُعا گو اور سرپرست تھے، اور عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے آخری دَم تک امیرِ مرکزیہ رہے۔ پاکستان میں بلکہ عالمِ اسلام میں دیوبند مکتبِ فکر کی کوئی ایسی تنظیم اور تحریک نہیں تھی جس کی سرپرستی، اِنتظام واِہتمام میں حضرتِ والاؒ کا حصہ وافر نہ ہو، یہی وجہ تھی کہ بڑے بڑے مذہبی راہنما تو حضرتِ والاؒ کے مریدین اخص میں سے تھے ہی، بلکہ کئی سیاسی جماعتوں کے رہنما بھی حضرتِ والاؒ کی خدمت میں دُعاؤں کے لئے حاضر ہوتے تھے، حضرتِ والاؒ ان تمام حضرات سے شفقت والا معاملہ فرماتے تھے، مگر اس کے ساتھ ساتھ حضرتِ والاؒ میں شانِ بے نیازی بھی تھی، یہی وجہ تھی کہ جب وقت کے صدرِ پاکستان جنرل ضیاء الحق نے دو مرتبہ حضرتِ والاؒ سے ملاقات کی اجازت مانگی تو حضرتِ والاؒ نے ضیاء الحق سے ملاقات کا اِنکار کردیا، یہ اللہ والوں کی ایک عجیب وغریب خصلت ہے کہ وہ صاحبِ اِقتدار سے بے نیاز رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ میں تو حضرتِ والاؒ کا ایک ادنیٰ مرید وخادم ہوں، میری کیا جرأت کہ حضرتِ والاؒ کی شان میں کچھ لکھوں، لیکن حضرتِ والاؒ سے محبت

کے تقاضے کی وجہ سے قلم وقرطاس کو کھپا رہا ہوں، مجھ جیسے گناہگار کو حضرتِ والاؒ سے بیعت کرنے کا بھی شرف حاصل ہے، جس پر مجھے تمام زندگی فخر رہے گا۔

حضرتِ والاؒ اپنی مصروفیات کی کثرت کی وجہ سے بھی اپنے معمولات میں کمی نہیں آنے دیتے تھے، یہی اہل اللہ کی نشانی ہے: ''رجال لَا تلھیھم تجارة ولَا بیع عن ذِکر اللّٰہ واِقام الصلٰوة واِیتآء الزکٰوة'' تاریخ میں کئی اہلِ علم وتقویٰ کے بارے میں پڑھا اور سنا کہ وہ لوگ دِن بھر کی مصروفیت اور تھکن کے باوجود رات کو یادِ اِلٰہی میں مشغول ہوجاتے تھے، حضرت اِمامِ اعظم ابوحنیفہؒ کے بارے میں کون نہیں جانتا کہ چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے اور ساری رات عبادت وریاضت میں مصروف رہتے۔ میری نظر متلاشی تھی موجودہ زمانے میں کسی ایسی ہی شخصیت کی زیارت مجھے بھی نصیب ہو، بعض اوقات دِل ایسی تاریخی حقیقت کو ماننے سے اِنکاری ہوجاتا کہ ایسا ناممکن ہے، لیکن جب میں نے حضرتِ والاؒ کے بارے میں پہلے سنا اور پھر کئی مرتبہ چناب نگر ختمِ نبوّت کانفرنس کے موقع پر حضرتِ والاؒ کا خادم ہونے کی حیثیت سے خود دیکھا تو دِل نے بے ساختہ یہ کہا کہ یہ شخص سابقون الاوّلون کا مظہرِ اَتم ہے، صحت ہو یا بیماری، سفر ہو یا حضر، جوانی ہو یا بڑھاپا، سردی ہو یا گرمی، طبیعت میں چستی ہو یا سستی، میرے مرشدِ کامل کبھی بھی اپنے اس معمول سے اور یادِ اِلٰہی سے ذرّہ بھر بھی غافل نہ ہوئے۔ میں جب بھی کبھی کسی پریشانی میں مبتلا ہوتا، کبھی بے چین وبے تاب ہوتا تو حضرتِ والاؒ کی زیارت کو چل دیتا، جب زیارت کی مشتاق نظریں نورانی چہرے پر پڑتیں تو خدا یاد آجاتا، اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی یہی نشانی ہوتی ہے کہ انہیں دیکھ کر خدا یاد آجاتا ہے۔ آج جب میں بے چین ہوتا ہوں تو اِدھر اُدھر دیکھتا ہوں تو مشرق سے مغرب تک تاریکی ہی تاریکی نظر آتی ہے، دِل فراق کے لمحوں میں غمگین ہوجاتا ہے، اور رُوح جسم سے نکلنے کو ہوجاتی ہے، اور میں اپنے شیخ کی یادوں میں گم ہوجاتا ہوں۔

۵رمئی کی رات دفترِ ختمِ نبوّت شیخوپورہ میں موجود تھا کہ حضرتِ والاؒ کے اِنتقال پُرملال سانحۂ اِرتحال کی خبر ملتان مرکزی دفتر سے ملی، خبر کا سننا تھا کہ آسمان ٹوٹتا ہوا نظر آنے لگا، دِماغ سن ہوگیا، جسم منجمد ہوگیا، آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا، مجھ سے میری محبوب ترین شخصیت جدا ہوگئی، اناللہ وانا الیہ راجعون!

اگلے دن خانقاہ سراجیہ میں آپؒ کا جنازہ تھا، جنازے پر گاڑی میں جاتے ہوئے جو بھی گاڑی ہم کو کراس کرتی یا جس گاڑی کو ہم کراس کرتے، سب ہی کندیاں شریف جاتے نظر آتے، ایک حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ کئی جنازے ایسے ہوتے ہیں کہ جنازہ پڑھنے والوں کی وجہ سے میّت کی بخشش ہوجاتی ہے، اور کئی جنازے ایسے ہوتے ہیں میّت کی وجہ سے جنازہ پڑھنے والوں کی بخشش ہوجاتی ہے۔

یقیناً حضرتِ والاؒ کا جنازہ ایسا ہی جنازہ تھا جس میں شرکت کرنے والوں کی بخشش کردی جاتی ہے۔

تاریخِ انسانی کا سب سے بڑا جنازہ جبلِ اِستقامت اِمام احمد بن حنبلؒ کا تھا، جس میں کم وبیش دس لاکھ افراد نے شرکت کی، اور حضرت اِمام احمد بن حنبلؒ کا قول تھا کہ ہمارا اور اہلِ بدعت کا فرق ہمارا جنازہ کرے گا، اس کے بعد تاریخِ اسلام کا دُوسرا بڑا جنازہ اور برِصغیر کا سب سے بڑا ہمارے شیخؒ کا ہوا، جس میں کئی لاکھ علماء، فقہاء، مفسرین ومحدثین، اولیائے عظام نے شرکت کی اور ہر ایک نے یقیناً یہ سوچ کر شرکت کی کہ حضرتِ والاؒ کا جنازہ یقیناً ایسا جنازہ ہے جس میں شرکت کرنے والوں کی بخشش کردی جائے۔

اللہ تعالیٰ اپنی کروڑوں رحمتیں نازل کرے حضرتِ والاؒ کی قبر پر!

❋

دائیں ہاتھ سے شروع کرنا

حضرت خواجہؒ فرماتے تھے کہ ''تیامن'' سنت ہے، اس کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔ تیامن کہتے ہیں دائیں ہاتھ سے شروع کرنا۔ اسی لئے آپؒ کوئی چیز عطا فرماتے تو دائیں ہاتھ سے دیتے اور اپنے دائیں ہاتھ والے کو پہلے دیتے، پھر اُس کے دائیں ہاتھ والے کو، پھر اُس کے دائیں ہاتھ والے کو۔ اسی طرح کوئی چیز وصول فرماتے تو دائیں ہاتھ سے، پگڑی پہنتے تو دائیں سے بائیں رُخ پر بل دیتے۔ جوتا پہنتے تو پہلے دایاں پاؤں پہنتے پھر بایاں۔ قمیص پہنتے تو پہلے دایاں بازُو، پھر بایاں بازُو پہنتے، شلوار پہنتے تو پہلے دایاں پاؤں پھر بایاں پاؤں، اُتارتے وقت تمام کام پہلے بایاں پھر دایاں۔ بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں رکھتے، مگر مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں اندر رکھتے اور نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں باہر رکھتے۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت دو مستحب کام اِکٹھے ہوجاتے ہیں، یعنی جوتے کا اُتارنا اور مسجد میں داخل ہونا۔ جوتا اُتارتے وقت پہلے بایاں پاؤں اُتارتے اور جوتے کے اُوپر رکھ لیتے، پھر دایاں پاؤں اُتار کر پہلے مسجد میں رکھتے پھر بایاں پاؤں رکھتے۔ بعض ساتھی اس باریکی کو نہیں سمجھتے، اس کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔

حضرت خواجہؒ اور قائدِ جمعیت

حاجی محمد یعقوب، اسلام آباد

لکی مروت والے حاجی محمد نواز صاحبؒ عموماً حضرت صاحبؒ سے ایسے سوالات کرتے رہتے تھے جس سے حضرتؒ کی ترجیحات کا ساتھیوں کو علم ہوتا رہتا تھا۔ ایک دن سوال عرض کیا کہ حضرت! جمعیت علمائے اسلام کے تین گروپ بن گئے ہیں، ایک مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا، دُوسرا مولانا سمیع الحق صاحب کا اور تیسرا میاں محمد اجمل قادری صاحب کا، تو ان تینوں میں سے ہم کس کا ساتھ دیں؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ: میں تو مولانا فضل الرحمٰن کے ساتھ ہوں!

مولانا فضل الرحمٰن صاحب عموماً ملاقات اور زیارت کے لئے خانقاہ شریف میں حاضر ہوتے رہتے تھے، اور حضرتؒ سے رہنمائی حاصل کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرتؒ نے سفر پر جانا تھا اور گاڑی پر پاؤں رکھنے ہی والے تھے کہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب پہنچ گئے، حضرتؒ ان کے ساتھ واپس کمرے میں تشریف لائے اور تقریباً پون گھنٹہ خلوَت میں گفتگو جاری رہی، اس کے بعد حضرتؒ سفر پر روانہ ہوئے۔ بندہ بھی حضرتؒ کا شریکِ سفر تھا، گاڑی میں بیٹھتے ہی حضرتؒ نے فرمایا کہ مولانا کی اتنی طویل گفتگو صرف ایک نکتے پر مرکوز تھی کہ جیسے بھی ہو، جو بھی شرط ہو، میری اور مولانا سمیع الحق صاحب کی صلح کرائی جائے، اگرچہ مولانا کو امیر بنایا جائے، میں ان کے تابع ہوکر کام کروں گا، مگر صلح ضرور کروائی جائے۔ حضرتؒ کو مولانا کی اس خواہش کا بہت اِحساس بھی تھا اور اِحترام بھی تھا، چنانچہ صاحبزادہ عزیز احمد صاحب مدظلہ کے مشورے سے صلح کا دور شروع ہوا، اور اس کی پہلی ملاقات حضرتؒ نے بندہ کے غریب خانے (اسلام آباد) پر تجویز فرمائی، جس میں جانبین سے دو دو ساتھیوں کو بھی شرکت کی اجازت دی گئی۔ ملاقات اتنی پیار محبت والی تھی کہ کئی بار محفل کشتِ زعفران بن گئی۔ اس کے بعد اگلی میٹنگ مسجد دارالسلام اسلام آباد میں رکھی گئی، یہ سلسلہ جاری رہا، مگر ہمارے حضرتؒ صلح کی حسرت اپنے سینے میں لے کر سفرِ آخرت پر روانہ ہوگئے اور ان کی زندگی میں یہ صلح نہ ہوسکی۔

کئی سال قبل الیکشن کے دِنوں میں سیاسی لیڈر ووٹوں کے پیچھے بھاگ رہے تھے کہ ڈیرہ اسماعیل خان میں مفتی محمودؒ کانفرنس کی تاریخ آ گئی، اور ساتھ ہی ساتھ مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا سمیع الحق مدظلہما کے درمیان صلح کی تحریک بھی زور پکڑ گئی۔ دونوں حضرات کے درمیان صلح کرانے کے لئے حضرت مولانا فقیر محمد صاحبؒ کی خانقاہ فقیرآباد، پشاور میں ملاقات طے پائی۔ ہمارے حضرتؒ صبح سویرے خانقاہِ سراجیہ سے بذریعہ کار براستہ چکدرہ پشاور پہنچے، حضرت مولانا فقیر محمد صاحبؒ جو حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ اور پشاور کی قدآور شخصیت تھے، ان کی خانقاہ میں ایک درجن سے زیادہ عظیم شخصیات ملک کے طول وعرض سے جمع تھیں، پشاور پہنچنے سے پہلے راستے میں مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا کاروان جو اِنتخابی مہم کے لئے گزر رہا تھا، ان سے ملاقات ہوئی، انہوں نے بتایا کہ حضرت! آپ کو معلوم ہے آج الیکشن کی مہم بھی زوروں پر ہے، مفتی محمودؒ کانفرنس بھی ہورہی ہے، میں آپ کو اپنا نمائندہ بناتا ہوں، آپ جو فیصلہ کریں گے، مجھے منظور ہوگا، اس لئے مجھے ڈیرہ جانے کی اجازت دے دیں۔ پشاور میں بزرگ شخصیات کا مجمع تھا، حضرت مولانا فقیر محمد صاحبؒ کی زیارت ہوئی، نمازِ ظہر اور عصر وہیں پڑھی، نماز میں حضرت مولانا فقیر محمد صاحبؒ میرے نزدیک کھڑے تھے، اچانک زور زور سے رونے لگ گئے اور تقریباً ہر رکعت میں ان کی یہی کیفیت رہی، یہ بات میرے لئے نئی تھی، بعد میں علم ہوا کہ یہ رونا بے اِختیار ہوتا ہے۔ سب اِنتظار میں تھے، مگر مولانا سمیع الحق صاحب تشریف نہ لائے، سب پر مایوسی طاری تھی، اسی اثناء میں کسی نے خبر اُڑادی کہ حضرت مولانا خان محمد صاحب، مولانا فضل الرحمٰن سے ناراض ہوگئے ہیں، اس لئے وہ مفتی محمودؒ کانفرنس میں شرکت نہیں فرمائیں گے۔ جب حضرتؒ کو یہ پتا چلا تو مغرب سے کچھ دیر پہلے تمام بزرگوں سے اِجازت لی اور ڈیرہ کے لئے عازمِ سفر ہوئے، مغرب کی نماز درہ آدم خیل سے پہلے مسجد میں پڑھی، اور سفر جاری رکھا، رات بارہ بجے کے قریب کانفرنس میں پہنچ گئے اور یہ ثابت کیا کہ مولانا فضل الرحمٰن کے ساتھ کوئی ناراضگی نہیں، یہ جھوٹی افواہ تھی۔ کانفرنس کے بعد ڈھائی بجے عشاء کی نماز باجماعت پڑھی، پھر کھانا کھایا اور آرام کیا۔ مجھے سخت نیند آئی ہوئی تھی، حضرتؒ نے مجھے آوازیں دے کر جگایا تو صبح کی اَذان ہوچکی تھی، باجماعت نماز ادا کی۔

ایک مرتبہ حضرتؒ نے تفصیل سے واقعہ سنایا کہ جامعہ علومِ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے سترہ علماء اور طلباء جن میں مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ بھی تھے، شیعہ سنی جھگڑے کی وجہ سے گرفتار ہوگئے اور جیل میں تھے، ان کی رہائی کے لئے مولانا فضل الرحمٰن صاحب پیرپگاڑا صاحب کے پاس تشریف لے گئے اور اپنا مطالبہ پیش کیا، پیرپگاڑا صاحب نے اس وقت کے وزیرِاعظم محمد خان جونیجو صاحب کو فون کیا اور بتایا کہ میرے پاس چھوٹے مفتی صاحب (مولانا فضل الرحمٰن صاحب) آئے ہوئے ہیں، ان کا مطالبہ ہے

کہ سترہ افراد کو رہا کیا جائے، اور دُوسرا مطالبہ ہے کہ ابھی رات کے وقت ان سے ملاقات کا بندوبست کیا جائے، کیونکہ جیل والوں کے ساتھ مغرب کے بعد ملاقات ممنوع ہے۔ خیر ملاقات کا بندوبست تو اسی رات کر دیا گیا، البتہ رہائی کا معاملہ طول پکڑ گیا۔ ان دِنوں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا اسعد مدنی صاحبؒ جمعیت علمائے اسلام کے دو دھڑوں (حضرت درخواستی گروپ اور مولانا فضل الرحمٰن گروپ) میں مفاہمت کے لئے پاکستان تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس مقصد کے لئے آپؒ نے ملک کے طول وعرض کا دورہ کیا اور بہت سے علمائے کرام کو جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور میں جمع کیا، جو حضرت مولانا حامد میاں صاحبؒ کی مسجد، جامعہ اور جمعیت علمائے اسلام کا مرکز ہے۔ اس اِجلاس میں حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستیؒ اور درخواستی گروپ کے نامور علمائے کرام موجود تھے، ادھر فضل الرحمٰن گروپ کے نامور علمائے کرام موجود تھے، دفتر کا ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، صلح کی باتیں شروع تھیں کہ کراچی کے ہوم سیکریٹری کا سترہ علماء کی رہائی کے لئے مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو فون آیا، (واضح رہے کہ ان دِنوں موبائل فون نہیں تھے) مولانا نے فون پر بات شروع کی اور مجمع خاموش ہو گیا، تقریباً ۴۵ منٹ تک گفتگو جاری رہی، تمام اکابرین غور سے سنتے رہے، جب فون بند ہوا تو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ نے اِعلان فرمایا کہ جو آدمی اس قسم کی گفتگو حکمرانوں سے کرسکتا ہے، ہم نے ایک طرف کی گفتگو سنی ہے، دُوسری طرف کی نہیں سنی، میں ایسے آدمی سے اِختلاف نہیں رکھ سکتا، لہٰذا آج سے میں جمعیت علمائے اسلام درخواستی گروپ کو فضل الرحمٰن گروپ میں ضم کرنے کا اِعلان کرتا ہوں، اور میں فضل الرحمٰن کو اپنا نمائندہ تسلیم کرتا ہوں۔ پورا ہال فرطِ مسرّت سے گونج اُٹھا۔ مبارک بادیں شروع ہوگئیں، مگر چند حضرات نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ ہم تین دِن کی مہلت مانگتے ہیں، تین دِن کے بعد ایک اور گروپ وجود میں آ گیا۔

حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے وقت میں بھی جمعیت علمائے اسلام کے دو دھڑے تھے، ایک ہزاروی گروپ، اور ایک مفتی محمود گروپ، اسی مفتی محمود گروپ کے نائب امیر حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ تھے، مولانا غلام غوث ہزارویؒ کا حضرتؒ کے ساتھ تعلق کیسا تھا، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا غلام غوث ہزارویؒ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کے شیخ ومربی حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ کے خلیفہ تھے۔ اسی چھوٹے سے نکتے میں باقی تفصیلات مضمر ہیں۔

حضرت ہزارویؒ کے بے شمار واقعات خوب خوش ہو ہو کر ہمارے حضرتؒ سنایا کرتے تھے۔ جب اتنا زیادہ تعلق ہو تو حضرتِ ثانیؒ کے مجاہد خلیفہ اور دوست کو چھوڑ کر حضرت خواجہؒ نے مفتی محمود گروپ کو کیوں اِختیار کیا؟ حضرت مفتی صاحبؒ کے اِنتقال کے بعد مولانا فضل الرحمٰن کو مفتی محمود گروپ کا امیر

بنادیا گیا اور حضرت ہزارویؒ کا بھی اِنتقال ہوگیا۔ راقم الحروف نے حضرتِ ثانیؒ کے دُوسرے خلیفہ قاضی شمس الدین صاحبؒ درویش والوں سے سوال کیا کہ حضرت ہزارویؒ کے بعد ہزاروی گروپ کا کیا بنا؟ تو حضرت قاضی صاحب نے فرمایا کہ: میں ہزاروی گروپ کا جنرل سیکریٹری تھا، میں نے مولانا فضل الرحمٰن گروپ میں شمولیت کرلی، اس طرح ہزاروی گروپ، فضل الرحمٰن گروپ میں ضم ہوگیا۔

قارئینِ کرام! حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کا مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے ساتھ اتنا گہرا تعلق تھا کہ قالب اور رُوح کی مثال دی جائے تو غلط نہ ہوگی، اور یہ مضمون اتنا دِلچسپ ہے کہ اس پر ایک ضخیم کتاب مرتب کی جاسکتی ہے۔

بڑے بڑے علمائے کرام حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کے دیرینہ مرید تھے، مگر ان کا سیاسی لگاؤ کسی اور جماعت کے ساتھ ہوتا تھا، یا جمعیت کے دُوسرے گروپ کے ساتھ ہوتا تھا، پھر بھی حضرتؒ ان سے خوش گوار تعلقات رکھتے تھے، اور پیری مریدی میں کوئی فرق نہیں آنے دیتے تھے۔ متذکرہ بالا الیکشن کی بات ہے، میں حضرتؒ کے ساتھ کسی سفر میں تھا، واپسی پر میں نے اسلام آباد آنا تھا، اس لئے جب حضرتؒ کی کار ایم ایم روڈ پر بڑے نہر پر پہنچی اور خانقاہ شریف کو مڑنے لگی تو میں نے اجازت مانگی، حضرتؒ نے دُعائیں فرماکر اجازت دی اور فرمایا کہ ایک کام کرو، راولپنڈی میں قاری محمد امین صاحب (ورکشاپی محلّہ کی مسجد کے خطیب) کے پاس جاکر میرا اسلام دو، اور انہیں بتاؤ کہ مولانا شیر علی شاہ صاحب کی الیکشن میں مدد کریں جو مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے ٹکٹ پر الیکشن لڑ رہے تھے۔ میں نے پہنچتے ہی حضرت قاری محمد امین صاحبؒ سے ملاقات کی اور حضرتؒ کا پیغام پہنچایا۔ بعد میں قاری صاحب نے بتایا کہ میں نے خاطر خواہ رقم لے کر شاہ صاحب کو پہنچائی ہے، اور اپنی مدد کا وعدہ کیا ہے۔ یہ قاری محمد امین صاحبؒ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کے گروپ کے عظیم رُکن ہیں اور مولانا شیر علی شاہ صاحب اکوڑہ خٹک کے اُستاد ہیں۔

ہمارے حضرتؒ تادَمِ واپسیں جمعیت علمائے اسلام مولانا فضل الرحمٰن گروپ کے سرپرستِ اعلیٰ رہے، آخری سفر میں جب حضرتؒ ملتان کے سیال میڈیکل سنٹر میں زیرِ علاج تھے، تو مولانا فضل الرحمٰن اپنی تمام مصروفیات چھوڑ چھاڑ کر ملتان پہنچتے رہے تھے، جب اِنتقال ہوگیا تو چھ، سات اور آٹھ مئی کو ہر روز صبح ڈیرہ سے خانقاہ شریف حاضر ہوتے، مؤثر کردار ادا کرتے، مشورے دیتے، رہنمائی کرتے اور شام کو واپس ڈیرہ تشریف لے جاتے۔ قارئین یہ تو جانتے ہیں کہ خانقاہ سراجیہ کی مسجد عظیم مسجد ہے، جس کی تعمیر نہایت شوق ومحبت سے کی گئی ہے، اس کے محراب میں ایک منبر بھی ہے جو سنگِ مرمر کا بنایا گیا ہے، اور شاید گزشتہ نصف صدی سے کسی مقتدر شخصیت کو اس پر بیٹھ کر وعظ ونصیحت کا موقع نہیں ملا، کیونکہ خانقاہِ

سراجیہ چند گھروں پر مشتمل ہے، یہاں نہ تو نمازِ جمعہ ہوتی ہے نہ عیدین، البتہ رمضان المبارک میں سینکڑوں ساتھی قرآن مجید کی سماعت فرماتے ہیں اور ذکر و مراقبہ میں شامل ہوتے ہیں۔ ہر دس دِن کے بعد قرآن مجید کا ختم شریف ہوتا ہے، جس میں مولانا فضل الرحمٰن صاحب بھی شرکت کرتے رہے ہیں، چند سال قبل آپ کو حضرتؒ نے فرمایا کہ اسٹیج پر بیٹھ کر رات سحر کے وقت خطاب فرمائیں، البتہ مولانا اللہ وسایا صاحب دامت برکاتہم کو بھی حضرتؒ نے وعظ و نصیحت کا فرمایا، اور اس منبر سے خطاب فرمایا، ان کے علاوہ حضرات کی ابھی اِطلاع نہیں ملی، اس سے بھی مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے ساتھ حضرتؒ کے قلبی تعلق کا پتا ملتا ہے۔

مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے دفن کے دُوسرے دِن مسجد کے اندر خطاب فرمایا کہ میں آج دُوسری مرتبہ یتیم ہوا ہوں، ایک اپنے والد صاحبؒ کی وفات کے وقت اور ایک حضرتؒ کی وفات کے وقت۔ میں اپنے آپ کو حضرتؒ کے خاندان کا ایک فرد سمجھتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرتؒ کا جنازہ ایمبولینس میں رکھ کر جنازہ گاہ لے گئے تو اس میں مولانا فضل الرحمٰن بھی سوار تھے:

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے، یہ بڑے نصیب کی بات ہے!

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے بڑے حضرات اپنے مریدوں کو نصیحت فرماتے تھے کہ اولیائے کرام کے دِلوں میں جگہ حاصل کرو، بعض ساتھی پوچھتے ہیں: دِلوں میں جگہ کس طرح حاصل کی جاسکتی ہے؟ تو ان کے لئے یہ چند سطریں لکھ دی ہیں کہ جس طرح مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے حضرتؒ کے دِل میں جگہ حاصل کی ہے، اسی طرح جگہ حاصل کی جاتی ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن وہ شخصیت ہیں کہ جن سے وقت لینے کے لئے مہینوں کے بعد وقت ملتا ہے، مگر حضرتؒ کی خدمت میں ہفتہ وار حاضری کے لئے وقت نکالنا وہ صرف اپنی نہیں، پوری جمعیت علمائے اسلام کی سعادت سمجھتے ہیں۔ بعض نادان لوگ ذاتی ترجیحات کی بنیاد پر مولانا فضل الرحمٰن کی شان میں غلط جملے بولتے ہیں، میں ان کو خلوصِ نیت سے مشورہ دیتا ہوں کہ پاکستان میں جس جماعت کے ساتھ جی چاہے کام کرو، کوئی ممانعت نہیں، مگر مولانا فضل الرحمٰن کی شان میں غلط جملہ نہ بولنا، ایسا بولنے سے وہ بے زبان پربت (خواجۂ خواجگان) بول اُٹھے گا کہ یا اللہ! میرے پیارے کو یہ لوگ کیوں گالیاں دیتے تھے؟ پھر کس کو منہ دِکھاؤ گے؟ وہاں تو بادشاہی اللہ کی ہوگی اور خدام اللہ والے ہوں گے۔ بالفاظِ دیگر اللہ والوں کی چلتی ہوگی، ان کو ناراض کرکے کونسے دروازے سے جنت میں داخل ہوگے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں عقلِ سلیم عطا فرمائے، آمین!

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خاتم النبیین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

وبارک وسلم

حضرت خواجہ صاحبؒ کی شفقت

مولانا عبدالستار شاہ بخاری، بنوں

ستمبر ۱۹۸۲ء میں ایک وفد بارہ بجے آیا، وفد میں چھ افراد شامل تھے، جس کی قیادت مجاہدِ ملت وکیلِ ختمِ نبوّت حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ کر رہے تھے، اس وفد میں ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے مبلغین بھی شامل تھے، یہ وفد پہلے ہمارے قریبی دوست راہنما جمعیت علمائے اسلام اور سابق ایم این اے حضرت مولانا احمد جانؒ غزنی خیل لکی مروت سے ملے، پھر اِدھر ہمارے ہاں بنوں آئے، اور راقم الحروف (مولانا عبدالستار شاہ بخاری) امیر ضلعی عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت سے ملاقات کی، وفد میں شامل ارکان نے کہا کہ حضرت خواجہ خان محمد نے حکم فرمایا ہے کہ بنوں کی سرزمین پر ختمِ نبوّت کانفرنس منعقد کی جائے۔ کانفرنس سے قبل ۱۴ مبلغین ختمِ نبوّت بنوں آئے اور انہوں نے جنوبی اضلاع میں کانفرنس کی مہم چلائی، اس کانفرنس کے لئے اِشتہارات کا خرچہ مرکزی دفتر نے اُٹھایا، چونکہ ہمارے ہاں جگہ کی قلت تھی کیونکہ اس وقت ہمارا اِدارہ نیا تھا، اس لئے مسجد جعفر خان کو منتخب کیا، لیکن وہ بھی تنگ تھی، پھر مسجد حافظ جی جو رقبے کے لحاظ سے بنوں کی سب سے بڑی مسجد ہے منتخب کیا، ختمِ نبوّت کانفرنس کا منتظم راقم الحروف تھا، اسی سال حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ حج پر چلے گئے تھے، حج سے واپسی پر وہ ملتان پر اُترے، پھر کندیاں شریف چلے گئے، ملتان میں قیام کے دوران دوستوں سے فوراً بنوں ختمِ نبوّت کانفرنس کے بارے میں پوچھا، کندیاں شریف میں ایک دن قیام کے بعد فوراً بنوں آئے، کانفرنس میں تمام شرکاء کے قیام وطعام کا خرچہ ضلعی دفتر نے اُٹھایا، اور حضرت خواجہ صاحبؒ نے ہمارے ہاں جامعہ میں دو دِن رہائش کی، یہ ہمارے لئے باعثِ مسرت ہے۔ کانفرنس میں عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے دیگر مرکزی قائدین نے بھی شرکت کی، کانفرنس کے لئے جو سرمایہ جمع تھا وہ راقم الحروف نے حضرت خواجہ صاحبؒ کو مرکزی فنڈ کے لئے دیئے، پھر حضرتؒ نے ایک ہزار روپے ضلعی فنڈ کے لئے دیئے کل رقم دو ہزار تھی، تمام مقررین نے کانفرنس کی بہت تعریف کی اور پشتون قوم کی بہت تعریف کی کہ اس نے ہمارا بہت اِکرام

کیا۔ انتظامات کانفرنس میں حاجی مؤمن شاہ، گل سردار، حاجی خان محمد عرف خونی خٹک، مولانا عبدالستار شاہ بخاری، حاجی خان میرشاہ، حاجی فاروق زمان، حاجی عبداللطیف، حاجی نندا خان، مولانا واحد علی شاہل، مولانا علی شیرخان، مولانا احمد جانؒ اور ڈاکٹر نواب خٹک شامل تھے۔ ان تمام افراد نے ختمِ نبوّت کانفرنس کے لئے بہت تعاون کیا تھا۔ راقم الحروف نے کہا کہ ایک مرتبہ بنوں میں ایک مدرسہ نے جلسے کا پروگرام بنایا، پھر اس جلسے میں شرکت کے لئے ایک وفد حضرت خواجہ صاحبؒ کے پاس گیا کہ وہ اس جلسے میں شرکت فرمائیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کی راقم الحروف سے محبت کا یہ بھی ایک ثبوت ہے کہ حضرت خواجہ صاحبؒ نے کہا کہ آپ لوگ بنوں میں شاہ صاحب یعنی راقم الحروف سے پوچھ لیں۔ ایک دفعہ پارلیمنٹ کے سامنے مظاہرہ کرنا تھا، تو لال مسجد میں کثیر تعداد میں لوگ جمع تھے اور اس دن بارش بھی برس رہی تھی، تو حضرت صاحبؒ کا میں نے ہاتھ پکڑا تھا، یعنی ہم ایک ساتھ چلتے تھے کیونکہ حضرت صاحبؒ نے کہا کہ شاہ صاحب آگئے آؤ۔ ڈی آئی خان میں مفتی محمود کانفرنس تھی تو حکومتِ وقت نے پابندی لگائی باہر سے آنے والے قائدین پر، پھر میں اور ملک سردار خان بھی بنوں سے روانہ ہوگئے، اور پہلے مولانا احمد جان کی کوٹھی پر گئے، جو لکی مروت میں واقع ہے، کیونکہ اُن کو بھی ساتھ لے جانا تھا، لیکن پولیس نے ہم تینوں کو مولانا احمد جانؒ کے گھر پر نظر بند کیا، اور مفتی محمود کانفرنس میں جانے کی اجازت نہیں دی، اور پولیس نے کانفرنس کے چاروں طرف ناکے لگائے تھے کہ مولانا خواجہ صاحبؒ کو کانفرنس میں شرکت سے روکیں۔ لیکن خدا کے فضل وکرم سے پولیس کھڑی تھی اور حضرت خواجہ صاحبؒ کانفرنس میں پہنچ گئے اور اللہ تعالیٰ نے پولیس کی نظر ان پر بند کردی، تو اُس وقت کے ایس پی نے پولیس اہلکاروں کو ڈانٹ پلادی کہ آپ کے کھڑے ہوتے ہوئے حضرت صاحبؒ جلسے میں پہنچ گئے، پولیس اہلکاروں کو علم بھی نہیں تھا کہ کس طریقے سے پہنچ گئے، اور سارے اہلکاروں کو معطل کردیا۔ ایک دن سخت گرمی تھی شاہ صاحب سویا ہوا تھا کہ ایک شخص نے جامعہ کا دروازہ کھٹکھٹایا تو جب دروازہ کھولا تو انہوں نے کہا کہ میں ابھی حضرت خواجہ صاحبؒ کی زیارت کی اور انہوں نے کہا کہ جب بنوں پہنچ جاؤ گے تو شاہ صاحب کو سلام کہنا۔ ختم شد۔

آخر میں مولانا عبدالستار شاہ صاحب نے کہا کہ ہمیں تمام قائدین پر پورا پورا اِعتماد ہے، اور جو حکم وہ کریں گے ہمارے سر آنکھوں پر ہوگا۔

❊❊❊

مجددِ وقت

جناب محمد اشتیاق صاحب، سرگودھا

راقم، حضرت خواجہ خان محمدؒ کا مرید ہے، اِنتہا کی محبت اور عقیدت رکھتا ہے، کئی بار حضرتؒ کی مجلس سے فیض یاب ہو چکا ہے، بات عرض کرنی ہے حضرتؒ کی محبت اور عقیدت کی، جب یہ محبت انتہا کو پہنچتی تو دوستوں سے خانقاہِ سراجیہ کے سفر سے متعلق تبادلہ خیال ہوتا، مشورہ ہوتا اور صبح ہوتے ہی نمازِ فجر کے بعد سفر شروع کر دیتے، تمام سفر حضرت خواجہ خان محمدؒ سے متعلق باتیں ہوتی تھیں۔ خانقاہ پہنچتے ہی دِل کی حالت ایسی ہوتی جیسے دِل کو کچھ ہو گیا ہے، اور یہ دِل اپنی دوا چاہتا ہے، حضرتؒ کی جبینِ انور سے نکلنے والا نور اہلِ مجلس کے قلوب کی تاریکی کو ایسے روشن کرتا جیسے سورج رات کی تاریکیوں کو روشنیوں میں بدلتا ہے، تاریک دِلوں کو حضرتؒ کا قلبی فیض منور کرتا، ہر کوئی اہلِ مجلس اپنے دِل کی دوا لیتا رہتا۔

حضرت خواجہ خان محمدؒ بلاشبہ اس عالم کے ولیٔ کامل اور مجددِ وقت ہیں، حضرت خواجہ شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ المعروف حضرت مجدد الف ثانی نے سلسلۂ نقشبندیہ میں لفظ ''مجددیہ'' کا اِضافہ کرکے اس سلسلے کو تصوف وطریقت کے سلسلوں میں ٹاپ پر پہنچا دیا ہے۔ حضرت خواجہ شیخ احمد فاروقیؒ اُس دور کے ولیٔ کامل حضرت خواجہ باقی باللہؒ سے بیعت تھے، حضرت خواجہ باقی باللہؒ اہلِ دِل، اہلِ نظر اور کمال درجے کے رُوحانی پیشوا تھے، آپؒ کی صحبت اور رُوحانی تربیت نے حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ کو مجددِ وقت بنا دیا تھا۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے اپنی رُوحانی قوت سے اپنے شاگرد حضرت احمد فاروقی سرہندیؒ کے بارے میں جو پیش گوئی کی تھی، اللہ تعالیٰ نے حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی محنت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمایا اور آپؒ کے شاگرد ومرید حضرت شیخ احمد فاروقیؒ کو اپنے دِین کی تجدید کے لئے قبول فرمایا۔

آپؒ کے دور میں اس وقت کے بادشاہ اکبر نے دِینِ اِلٰہی کو اپنی عقل کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی، عقل کو وحی پر مقدم کیا گیا، بادشاہِ وقت کے لئے سجدہ لازم قرار دِیا گیا، بادشاہ کی عقل کو عقلِ کل کہا گیا، ان تمام اُمور کو جائز قرار دینے کے لئے اس دور کے دو مشہور ومعروف عالم ابوالفضل اور علامہ

فیضی نے اکبر بادشاہ کی ہاں میں ہاں ملانی شروع کردی، اور دلائل کے ذریعے بادشاہ کو قائل کیا کہ بادشاہ ہونے کے ناطے آپ کو یہ اِختیار حاصل ہے کہ رعایا آپ کی بات کو تسلیم کرے، کیونکہ بادشاہ کی عقل، عقلِ کل ہے، ان تمام باتوں کی وجہ سے دِین میں عقل کا عنصر غالب آ گیا۔

حضرت شیخ احمد فاروقی المعروف مجدد الف ثانیؒ نے جہانگیر بادشاہ کے دور میں دِین کی محنت کا کام شروع کیا، آپؒ نے آزاد خیال علماء پر محنت فرمائی اور انہیں شریعت پر کاربند رہنے اور اسلاف کے نقوش پر چلنے کی دعوت دی، اسی طرح سلطنت کے اراکین اور خواص تک دِین کی صحیح تعلیم پہنچانے کا فریضہ سرانجام دیا، اور عوام الناس کی علمی و عملی راہنمائی فرمائی، آپؒ کے پاس نہ لشکر تھا، نہ مالی قوت، بلکہ تنہا یہ کام شروع کیا، اس دور کے لوگ جو عقل کو وحی پر مقدم سمجھتے تھے کہ عقل خطا سے بچانے والی بھی ہے اور خطا سے بچی ہوئی بھی ہے، حالانکہ اس بات کا غلط ہونا اس سے ظاہر ہے کہ تقریباً سوا لاکھ انبیائے کرام علیہم السلام مختلف اوقات میں مختلف جگہوں پر مبعوث ہوئے، تمام انبیائے کرام علیہم السلام تین باتوں میں متفق تھے: توحید، رِسالت اور آخرت۔ ان تینوں چیزوں کا علم عقل کے ذریعے حاصل نہیں کیا جا سکتا، عقل پرستی کے اس خطرناک دور میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے وعظ و تذکیر، خط و کتابت اور تمام ممکنہ وسائل کے ذریعے پوری قوم کی راہنمائی فرمائی حتیٰ کہ عوام الناس اور حکمرانوں کا طبقہ اپنے غلط نظریات سے تائب ہو گیا اور جہانگیر بادشاہ نے اپنے بیٹے شاہ جہاں کو حضرتؒ کے ہاتھ پر بیعت کرایا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے تھے کہ میں نے تصوف کی اِبتدا کو بھی دیکھا اور تصوف کی اِنتہا کو بھی دیکھا، تصوف کی اِبتدا سنت سے شروع ہو کر سنت پر ختم ہوتی ہے۔ آپؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے سلسلۂ نقشبندیہ کے وہ تمام افراد دِکھائے ہیں جو کہ میرے سلسلۂ نقشبندیہ میں داخل ہوئے اور جو آئیں گے اور میں ان سب کی سفارش کرنے والا ہوں گا۔

حضرت خواجہ احمد خانؒ نے جو پیش گوئی حضرت خواجہ خان محمدؒ کے بارے میں فرمائی تھی وہ حرف بہ حرف پوری ہوئی، حضرت خواجہ خان محمدؒ نے اپنے قلبی فیض سے اُمت کی اِصلاح فرمائی اور اپنے علم و عمل سے شریعتِ محمدی پر کاربند رہنے کا درس دیا اور اپنے اسلاف کی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے عقیدۂ ختمِ نبوّت اور تحفظِ ناموسِ رِسالت کے لئے اپنی پوری زندگی وقف کردی، بلاشبہ ہمارے حضرت خواجہ خان محمدؒ اسلاف کی نشانی اور یادگار تھے۔

وہ تمام انسان جنہوں نے حضرت سے اِصلاحی تعلق قائم کیا اور حضرتؒ کے سلسلے سے کسی بھی طرح سے وابستہ رہے بروزِ محشر حضرتؒ کے ساتھ ہوں گے، حضرتؒ کی مجلس سے فیض یاب ہوں گے، اور

حضرتؒ ان کے لئے سفارش فرمائیں گے۔

مجھے کئی بار حضرتؒ کی مجلس میں بیٹھنے کا موقع ملا، میں نے حضرتؒ کے رُوحانی فیض کو محسوس کیا ہے، خانقاہ حاضری پر حضرتؒ سے کوئی نہ کوئی دُعا کرواتا، ایک بار اہلِ مجلس میں سے کسی نے کہا کہ حضرت! دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت بھی ہم سب کو آپ کی مجلس میں بیٹھنے کی توفیق دے، سب نے کہا: آمین!

ایک بار نائب تحصیل دار کے امتحان کی تیاری کر رہا تھا، خانقاہ میں حضرتؒ کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ اچانک خیال آیا کیوں نہ حضرت سے دُعا کروالوں، تو مجلس برخاست ہونے پر واپسی کی اجازت اور سلام کے بعد کہا: حضرت! دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے نائب تحصیل دار ہی بنادے۔ حضرتؒ نے تبسم فرمایا اور آمین نہیں کہا، میں نے اندازہ لگایا کہ حضرتؒ نے آمین نہیں کہا، ضرور کوئی حکمت ہے کہ شاید یہ بندہ دُنیا کا اتنا طالب ہے کہ اس دُنیا کے مانگنے والوں پر ہنسا ہی جاسکتا ہے، یہ دُنیا فانی ہے اس کی رونقیں بھی فانی ہیں۔ میرے ساتھ بیٹھا ایک شخص جو غالباً سعودی عرب سے آیا تھا، حضرتؒ سے حال احوال پوچھنے کے بعد فرمایا کہ: حضرت دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دُنیا اور آخرت کی بھلائیاں عطا فرمائے، حضرتؒ نے فرمایا: آمین! اور سب مجلس نے بھی کہا آمین، میں سمجھ گیا کہ یہی دُعا جامع ترین ہے، اور میں اپنی دُعا پر شرمندہ تھا۔

حضرتؒ کے پاؤں میں بیٹھ کر پاؤں دبانے کی سعادت تو نصیب ہوئی تھی، ایک بار دِل میں خیال آیا کہ کیوں نہ حضرتؒ کے ہاتھ پکڑ کر حضرتؒ کو ان کے حجرے سے ان کی رہائش گاہ کے دروازے تک چھوڑ کر آؤں، حضرتؒ کی مجلس میں بیٹھا تھا، جیسے ہی مجلس ختم ہوئی حضرتؒ حجرے سے باہر آئے تو میں فوراً حضرتؒ کا ہاتھ پکڑنے کے لئے آگے بڑھا، تو حضرتؒ کے خادم نے مجھے ایسا کرنے نہ دیا، حضرتؒ نے شاید میرے جذبات کو محسوس کرلیا تھا، میں اپنی اس خواہش کے پورا نہ ہونے پر صبر کرگیا، اور گھر آگیا، اسی دِن رات کو حضرتؒ خواب میں تشریف لائے، خانقاہ کا وہی منظر جو دِن میں تھا، میں آپؒ کے حجرے کے باہر ہوں، دُعا کے بعد مجلس ختم ہوئی، حضرتؒ باہر آئے، اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں پکڑا دیا، اور میں حضرتؒ کو ان کی رہائش گاہ کے دروازے تک چھوڑ کر آیا۔ صبح ہوئی، حضرتؒ کے خواب کو یاد کیا، اور سوچ میں پڑ گیا کہ یہ اللہ والے اپنے مریدین، اپنے چاہنے والوں کا کتنا خیال رکھتے ہیں کہ بن بلائے، بن بتائے ہمارے اِرادوں کو محسوس کرلیتے ہیں۔ یہ اہل اللہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم اہلِ دِل، اہلِ نظر اور اہلِ درد کہتے ہیں۔

اہلِ دِل اس لئے کہ ان کی اِصلاح کا مرکز دِل ہے، حقیقت میں یہ طریقت ہے ہی دِل کی دُنیا۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی بارش اپنے ولی کے قلب پر کرتا ہے اور یہ اللہ والے اپنے قلوب سے اللہ کے بندوں کے دِلوں کو سیراب کرتے ہیں۔ اہلِ نظر اس لئے کہ اللہ والوں کی نظر، بندوں کے قلوب پر ہوتی ہے، دِل کی بھی آنکھیں ہوتی ہیں، ہمارے دِل کی آنکھیں بند ہیں، یا کھلی ہوئی؟ کوئی اہلِ نظر ہی دیکھ کر یہ بتا سکتا ہے، اور یہ اللہ والے ہی کرتے ہیں۔ اہلِ درد اس لئے کہ یہ اللہ والے اللہ کے بندوں کی اِصلاح کا درد رکھتے ہیں، فکرمند ہیں، انسانیت کی صلاح کے لئے۔

حقیقت میں یہ اللہ والے معالج ہیں رُوحانی امراض کے، اور یہ خانقاہیں لیبارٹریاں ہیں رُوحانی امراض کی، جہاں ان خانقاہوں میں بیٹھے معالج دِل کی ہر بیماری، جھوٹ، حسد، تکبر، غرور، کینہ، غیبت، دھوکا دہی، اخلاقی پستی، بدخلقی، معاملات کا شفاف نہ ہونا، دِین سے دُوری ہونا اور اسی طرح دُوسرے امراض وغیرہ کا علاج کرتے ہیں۔ درجہ کمال تک پہنچنے کے لئے اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنا ضروری ہوتا ہے، ان کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے کر اِصلاحی تعلق قائم کرنا ہوتا ہے، ان کا ہاتھ ہمارے ہاتھ میں لگنے سے ہمارے راستے کی رُکاوٹیں دُور ہوتی ہیں، کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے کہ:

مجھے مل گئیں منزلیں کہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے
تیرا ہاتھ ہاتھ میں آ گیا تو چراغ راہ کے جل گئے

اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے مختلف ذرائع ہیں، اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنے سے اللہ کی محبت دِل میں پیدا ہوتی ہے، دِین پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، آپ ﷺ کی اِتباعِ سنت اپنانے کا ذوق وشوق بڑھتا ہے، بندہ علم وعمل والا بن جاتا ہے، کتابیں پڑھنے سے انسان علمی کمال تو حاصل کر لیتا ہے مگر عمل کی قوت اللہ والوں کی سنگت اور اللہ والوں کی صحبت کے بغیر ممکن نہیں، اپنی بات کو اس شعر کے ساتھ ختم کرتا ہوں

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زَر سے پیدا
دِین ہوتا ہے بزرگوں کے نظر سے پیدا

❊❊❊

آفتابِ ولایت

محمد طفیل اویسی، جنڈانوالہ

بے شک یہ کائنات اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہے، اور وہی اس کا نظام چلا رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ دیا ہے، اللہ کا سب سے بڑا اِحسان حضرتِ انسان پر، اور اس آخری اُمت پر یہ ہے کہ اللہ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خاتم النبیین بنا کر اس اُمت میں بھیجا ہے، اس لئے یہ اُمت باقی اُمتوں سے افضل و بہتر ہے:

کائناتِ حسن جب پھیلی تو لا محدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام بن کے رہ گئی

اللہ تعالیٰ نے اس نظامِ کائنات کو چلانے کے لئے پہلے نبوت کا سلسلہ شروع کیا، اور نبوت کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر آکر ختم ہوتا ہے، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس آخری اُمت پر اپنا فضل کیا اور ولایت کا سلسلہ شروع کر دیا، جن کے بارے میں اِرشادِ ربانی ہے: ”نہ ان کو کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم ہوگا۔“

کبھی تو آفتابِ ولایت بایزید بسطامیؒ کی شکل میں چمکا، کبھی ابوالحسن خرقانیؒ کی شکل میں چمکا، کبھی عبدالقادر جیلانیؒ کی صورت میں چمکا، کبھی عبیداللہ احرارؒ کی صورت میں چمکا، کبھی پیر سیّد مہر علی شاہؒ کی صورت میں چمکا، کبھی مجدد الف ثانیؒ کی شکل میں چمکا، کبھی خواجہ معین الدین چشتیؒ کی شکل میں چمکا، کبھی فقر کے شہنشاہ سلطان باہوؒ کی شکل میں چمکا، کبھی ابوالسعدؒ کی شکل میں چمکا اور کبھی خواجہ سراج الدینؒ کی شکل میں چمکا اور کبھی میرے مرشد خواجۂ خواجگان خواجہ خان محمدؒ کی شکل میں نمایاں جگمگاتا نظر آیا:

ہمت ہو تو ڈھونڈ وہ فقر، جس فقر کی اصل ہے حجازی
اس فقر سے آدمی ہے پیدا، اللہ کی شانِ بے نیازی

عجز و انکساری کا مجسمہ، شرم وحیا کا پیکر، تصوفِ باطنیہ کا بے تاج بادشاہ، علومِ مجددیہ کا وارث،

مے خانۂ طریقت کا بادہ خوار، حوصلہ وجرأت کے کوہِ گراں، شریعتِ مطہرہ کے شناور، جامِ عشق کے مختار، سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے تاجدار، نسبتِ صدیقیہ کے سالار، قادیانیت کے لئے تلوار، واقف اسرارِ حقیقت، معرفتِ الٰہی کا سرچشمہ، عشقِ محمد ﷺ سے سرشار، آسمانِ ولایت کا درخشاں آفتاب، فقر کے سر کا تاج، فخرِ ملکوت، رشکِ ارض وسما، کمالاتِ ولایت کا منبع، تصرفات میں لاثانی، صراطِ مستقیم کا ہادی، مجددِ ثانی، چشمِ باطنی مستانی، مقبولِ یزدانی، روشِ قلندرانی، نگاہِ وسعتِ لامکانی، بت شکن میں عکسِ حیدری، سخاوت میں حاتم ثانی، لمسِ برہانی، اِمامِ ربانی، مجدد زمانی، اِمام الاولیاء حضرتِ اقدس خواجۂ خواجگان خواجہ خان محمد، بندۂ ناچیز حضرتِ اقدس کا نہایت ہی ادنیٰ ونکما مرید ہے۔

اللہ اللہ کا مزہ مرشد کے مے خانے میں ہے
دونوں عالم کی حقیقت ایک ہی پیمانے میں ہے

میرے والد گرامی محمد یٰسین نقشبندی مجددی شروع ہی سے حضرتِ اقدسؒ کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کر چکے تھے، اور والدِ محترم کو اس نسبت پر فخر ہے، اور ہونا بھی چاہئے کہ جس کے مرشد کو دُنیا اور اہلِ دِل شہنشاہِ طریقت مانتے ہوں تو پھر اس نسبت پر رشک کرنا ایک فطری امر محسوس ہوتا ہے:

رہے تمہاری نسبت میرا تو بس اِک آسرا یہی ہے

بندۂ ناچیز اُس وقت ایف اے کا طالب علم تھا، ایک دِن جب میں کالج جانے والا ہی تھا، میرے والد (محمد یٰسین) نے کہا کہ آج ہمارے پیر ومرشد خان محمد صاحب تشریف لارہے ہیں اور تم بھی زیارت کرنا اور اس وقت مجھے خود معلوم نہیں تھا کہ پیر ومرشد کیا ہوتا ہے؟ میں نے کہہ دیا کہ ٹھیک ہے۔ جب میں ظہر کی نماز کے بعد مقررہ مدرسہ میں گیا تو معلوم ہوا کہ حضرتِ اقدسؒ اندر کمرے میں تشریف فرما ہیں، لوگ آرہے تھے اور حضرتِ اقدسؒ کی زیارت کررہے تھے، اس وقت میں ان معاملات سے بے خبر اور لاعلم تھا، پھر میرے والد نے کہا کہ تم بھی اندر کمرے میں چلے جاؤ، حضرتِ اقدس اب بیعت کرنے والے ہیں تم بھی بیعت ہوجاؤ، میں اندر کمرے میں داخل ہوگیا، جب میں نے پہلی مرتبہ حضرتِ اقدسؒ کو دیکھا تو اس وقت دِل نے خود گواہی دے دی کہ آج کوئی ولی اگر دُنیا میں ہے تو وہ حضرتِ اقدس خواجہ خان محمد صاحب کا وجودِ مسعود ہی ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ: ولی وہ ہے جس کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آجائے۔ اس کے بعد حضرتِ اقدسؒ نے بیعت کے کلمات پڑھائے اور اس وقت مجھے ایسا محسوس ہورہا تھا کہ جیسے یہ شخصیت کوئی بشر نہیں بلکہ کوئی فرشتہ بیٹھا ہوا ہے، یہ تو بعد میں معلوم ہوا کہ یہ تو وہ ہستی ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی رشک کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرتِ اقدسؒ نے دُعا کے لئے دستِ مبارک بلند کردیئے۔ بیعت کے کلمات پڑھنے کے بعد میرے اندر ایسا نشہ سا پیدا ہوا کہ دِل

خودبخود عبادت کی طرف گامزن ہوگیا۔ اور پھر وقوفِ قلبی کی طرف توجہ رہنے لگی اور دِل چاہتا کہ ابھی اَذان ہوجائے اور مسجد میں چلا جاؤں اور اپنے اللہ کے سامنے سربسجود رہوں، یا پھر تصورِ شیخ میں بیٹھا رہوں، اور کوئی مجھے کچھ نہ کہے، جو کیفیات ان دنوں میں تھیں، وہ الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں، کیونکہ یہ تو وہ پاکیزہ نشہ تھا جو کہ چشمہ طریقت سے پلانے والے نے پلا دیا تھا، اس کا مزہ پینے والا جانے یا پھر ساقئ مے خانہ جانے، جبکہ یہاں پینے والا کچھ بھی نہیں جانتا، کیونکہ بندۂ ناچیز کا علم وعمل تو نہ ہونے کے برابر ہے۔

اس کے بعد مجھے اولیائے کرامؒ کے حالات وواقعات پڑھنے کا ذوق وشوق پیدا ہوگیا، اور پھر میں جو بھی کتاب کسی بزرگ کے بارے میں لکھی ہوئی دیکھتا اُسے خرید لیتا، اور مطالعہ کرتا، پھر بندۂ ناچیز نے اپنے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے کامل شجرہ شریف پر مشتمل کتاب ''خاندان اولیائے نقشبندیہ مجددیہ'' خانقاہ سراجیہ سے خرید لایا، اور مطالعہ کیا، اس کے علاوہ، نصحات الانس، تذکرۃ الاولیاء، رومی کا نظریۂ عشق، کشف المحجوب، مثنوی رُومی، ایضاح الطریقہ، جیسی معتبر کتب کا مطالعہ کیا تو جہاں بھی حضرت اویس قرنیؒ کا ذِکر آتا تو دِل میں کچھ جذباتی کیفیات پیدا ہوجاتی تھیں، اور پھر یہ نام ''اویس'' مجھے اچھا لگنے لگا، اور میں نے اسے اپنے نام کا حصہ بنالیا۔

اس کے بعد ایک اور مرتبہ حضرتِ اقدسؒ ہمارے شہر (جنڈانوالہ) میں تشریف لائے تھے، اور ہم اللہ تعالیٰ کی اس برگزیدہ ہستی کے سامنے دوزانو ہوکر بیٹھے تھے اور اس مجلس کی جو کیفیات تھیں وہی جان سکتا ہے جو حضرتِ اقدسؒ کی مجلس میں کبھی بیٹھا ہو:

اُن کی محفل میں بیٹھ کے دیکھو
زندگی کتنی حسین ہے
یک زمانہ صحبتِ بااولیاء
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

حضرتِ اقدسؒ کی مجلس میں بیٹھنے سے اس کا اِدراک عملی طور پر ہوتا تھا۔ بندۂ ناچیز جب پہلی مرتبہ والدِ محترم کے ساتھ خانقاہِ سراجیہ گیا اور جب ہم حضرتِ اقدسؒ کے اِنتظار میں برآمدے میں کھڑے تھے جب حضرتِ اقدسؒ سامنے آئے تو سب لوگ کھڑے ہوگئے، جب بندۂ ناچیز حضرتِ اقدسؒ کے قریب آیا، میں نے فرطِ جذبات میں حضرتِ اقدسؒ کے دست مبارک کو بوسہ دیا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرے قلب پر بھی کسی نے ہاتھ رکھ دیا ہو، جس کا اِحساس مجھے آج تک ہے، اس کے بعد یہ حالت کبھی بھی کسی سے ملتے ہوئے محسوس نہیں ہوئی۔

ایک مرتبہ جب بندۂ ناچیز خانقاہِ سراجیہ پہنچا، اُس وقت نمازِ ظہر ہونے والی تھی، میں وضو کرنے جا ہی رہا تھا کہ دِل میں خیال آیا کہ نہ جانے حضرتِ اقدس آج کہیں کسی شہر چلے نہ گئے ہوں، اس بارے میں کسی سے پوچھ لینا چاہیئے، میں حضرتِ اقدسؒ کے کمرے کی طرف منہ کرکے کھڑا ہوا ہی تھا کہ ایک ہوا کا معطر اور خوشبودار جھونکا آیا جس میں ویسی ہی خوشبو تھی جو حضرتِ اقدسؒ کی محفل میں بارہا اس بندۂ ناچیز نے محسوس کی ہے جس کے بعد میں نے سمجھ لیا کہ حضرتِ اقدسؒ خانقاہ میں موجود ہیں، اور ایسا ہی ہوا، کسی سے پوچھنے کی ضرورت محسوس ہی نہ ہوئی۔

ایک مرتبہ بندۂ ناچیز خانقاہ کے کمروں میں سے ایک کمرے میں لیٹا ہوا تھا، تو اچانک قلب میں تیزی سے حرکت پیدا ہوئی (جیسے بجلی کا کرنٹ اچانک لگتا ہے) میں اُٹھ بیٹھا، اور جب کمرے سے باہر نکلا تو حضرتِ اقدسؒ اپنی نشست کی طرف رواں دواں آرہے تھے، اور یہ کیفیت حضرتِ اقدسؒ کی آمد کے سلسلے میں پیدا ہوئی تھی۔

جب بھی کوئی خانقاہ سراجیہ کی حدود میں داخل ہوجاتا تھا، اُس کے لطائفِ باطنیہ جاری ہوجاتے تھے، کیونکہ حضرتِ اقدسؒ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے سالارِ اعظم تھے، اور اس کے علاوہ حضرتِ اقدسؒ کی مجلس میں مکمل خاموشی ہوتی تھی اور اس خاموشی سے حضرت باقی باللہؒ کی مجلس کا نظارہ سامنے آجاتا ہے۔ ایک مرتبہ ایک عقیدت مند نے حضرت باقی باللہؒ سے عرض کیا: حضرت! کوئی نصیحت فرمائیں تاکہ باقی لوگوں کو فائدہ ہو۔ تو حضرت باقی باللہؒ نے فرمایا کہ: جس نے ہماری خاموشی سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا، وہ ہمارے کلام و نصیحت سے بھی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ اور حضرتِ اقدسؒ کی محافل میں بھی یہی کیفیات ہوتی تھیں کہ بس حضرتؒ ایسے ہی بیٹھے رہیں اور سب حضرتِ اقدسؒ کے گرد پروانہ وار بیٹھے رہیں، اور حضرتِ اقدسؒ یونہی بیٹھے بیٹھے فیض کا خزینہ لٹاتے رہیں، حضرتِ اقدسؒ کو بہت کم گفتگو کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے، کم گو تھے، اور مختصر جواب عنایت فرماتے، اس کے علاوہ حضرتِ اقدسؒ کی مجلس میں چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ، اویسی سلسلہ کے وابستگان تشریف لاتے تھے، اور اس رُوحانی مجلس سے فیض اُٹھاتے تھے۔

مقامِ خواجہ

ایک مرتبہ والد محترم محمد یٰسین نقشبندی کو پیر سیّد نصیر الدین شاہ صاحب جو کہ گولڑہ شریف کے گدی نشین اور اپنے وقت کے اِمامِ وقت تھے، خواب میں ان کی زیارت ہوئی تو پیر سیّد نصیر الدین شاہ صاحب نے فرمایا کہ: ’’تمہارے مرشد حضرتِ اقدس خواجۂ خواجگان خان محمد صاحب اس وقت ولایت

کے اِنتہائی بلند مقام پر فائز ہیں۔“

اس کے علاوہ بھی پیر سیّد نصیر الدین شاہ صاحب حضرتِ اقدسؒ سے اِنتہائی محبت وعقیدت رکھتے تھے، جبکہ خانقاہِ سراجیہ سے کوئی صاحبزادہ ختمِ نبوّت کے کسی اہم کام کے لئے پیر سیّد نصیر الدین کے پاس جاتے تو وہ ہمیشہ حضرتِ اقدسؒ کے بارے میں ہی پوچھتے رہتے تھے اور دُعاؤں کی درخواست کیا کرتے تھے، اس سے بھی حضرتِ اقدسؒ کے رُوحانی مقام ومرتبہ کا علم ہوتا ہے کہ ایک سیّد اور پھر پیر مہر علی شاہ کے دربار کا اپنے وقت کا پیرِ طریقت بھی حضرتِ اقدسؒ کا اتنا ادب واِحترام کرتے تھے، اور سچ ہے کہ حضرتِ اقدسؒ کے مقام ومرتبہ کو کوئی کامل پیرِ طریقت ہی سمجھ سکتا تھا:

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

اس کے علاوہ پیر سیّد انور شاہ گیلانی گدی نشین سدرہ شریف والے وہ بھی حضرتِ اقدسؒ کا بڑی عقیدت ومحبت سے ذِکر کرتے ہیں اور اکثر حضرتِ اقدسؒ کی صحت یابی کے لئے دُعا کرتے تھے، اور اپنے سالانہ اِجتماع کے موقع پر بھی اختتامیہ دُعا میں حضرتِ اقدسؒ کے بارے میں دُعائے خیر کی دُعا کرتے نظر آتے ہیں۔

ایک مرتبہ خانقاہِ سراجیہ میں ایک ساتھی سے ملاقات ہوئی، معلوم ہوا کہ وہ پیرِ طریقت مولانا حافظ ذوالفقار نقشبندی کا مرید ہے، اس نے کہا کہ میں صرف حضرتِ اقدسؒ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا ہوں، کیونکہ میں نے سنا ہے کہ حضرتِ اقدسؒ جس کسی کی طرف اپنی ایک نگاہِ فیض سے دیکھ لیں اُس کے دِل کی بستی آباد ہوجاتی ہے۔

ایک ہمارے دوست ہیں اِنتظار وہ کہتے ہیں کہ ایک بار لاہور گیا تو مجھے ایک نورانی صورت والے بزرگ ملے، میں نے اُس سے پوچھا کہ اس وقت دُنیا میں کوئی کامل ولی بھی ہے؟ تو اُس نے کہا کہ صرف ایک ہی ہستی ہے اور وہ حضرتِ اقدس خواجہ خان محمد صاحب خانقاہِ سراجیہ (کندیاں) والے ہیں۔

پوچھنے والے پوچھتے ہیں کہ کوئی کامل مرشد کون ہے؟ اس کا جواب تو یہی ہے کہ اُس کو تلاش کیا جائے کیونکہ اس کے بارے میں اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ:

قدم خود در تلاشِ آدمی زن
خدا ہم در تلاش آدمی است

ترجمہ: کامل کی تلاش ہے تو کمرِ ہمت کس اور تلاش میں نکل، کیونکہ خدا بھی کاملین کی تلاش میں ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تجھ سے پہلے خدا اُسے تلاش کرکے لے جائے۔ جیسے خواجہ اقدسؒ اب ہماری

آنکھوں سے اوجھل ہوگئے ہیں اور وہ لوگ خوش نصیب ہیں جو حضرتِ اقدسؒ کی نسبتِ خاص سے جڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ اسی نسبت میں رہنے کی راہ چلنے کی اِستقامت نصیب فرمائے آمین۔

آخرکار یہ آفتابِ ولایت ۵ رمئی کو غروب ہوگیا، اور ۵۵ برس تک طریقت کی کرنیں بکھیرتا رہا، اللہ تعالیٰ حضرتِ اقدسؒ کے مراتب ودرجات بلند فرمائے، آمین!

میرے لجپال میری لاج کو پالو خواجہ
آپ کا ہوں مجھے دامن میں چھپالو خواجہ
یوں تو میں قابلِ دربار نہیں ہوں لیکن
لوگ کہتے ہیں مجھے تیرا نبھالو خواجہ

سفرِ آخرت کی طرف اِشارہ

ایک ساتھی سے آج ہی ملاقات ہوئی تو اُس نے بتایا کہ حضرتِ اقدسؒ کے پردہ فرمانے سے دو ماہ پہلے کی بات ہے کہ میرا بھائی بیمار ہوگیا، میں اُسے حضرتِ اقدسؒ کے پاس خانقاہِ سراجیہ لے گیا، تو حضرتِ اقدسؒ نے میرے بھائی کے لئے دُعا فرمائی اور مجھے کہا کہ: ''اللہ خیر کرے گا!'' بندہ نے حضرتِ اقدسؒ کے حضور یہ گزارش پیش کی کہ ہماری باطنی اِصلاح وراہنمائی تو حضرتِ اقدس خود ہی کریں، تو حضرتِ اقدسؒ نے اِرشاد فرمایا: ''فقیر یہ کام تو کر رہا ہے، لیکن فقیر کا سفر مکمل ہو چکا ہے۔''

اس سے حضرتِ اقدسؒ نے اپنے سفرِ آخرت کی طرف اشارہ فرمادیا تھا، اور حضرتِ اقدسؒ کا یہ مرید بھی حضرتِ اقدسؒ کی بات سمجھ چکا تھا کہ لگتا ہے آج کے بعد شاید ہی حضرتِ اقدسؒ کی زیارت نصیب ہو۔

❊

خالی ہاتھ جاؤ گے تو......

ایک بات حضرت قاضی شمس الدین صاحب درویشؒ (ہری پور والے) فرماتے تھے، ایک مرتبہ ایک صاحب ان کو ملے کہ میں خانقاہِ سراجیہ جا رہا ہوں، حضرت قاضی صاحبؒ نے اپنی جیب سے مبلغ پانچ روپے نکال کر اس صاحب کو دیئے کہ حضرت کی خدمت میں میری طرف سے پیش کرنا۔ مزید اس ساتھی کو نصیحت فرمائی کہ خالی ہاتھ جاؤ گے تو خالی ہاتھ آؤ گے۔ جب بھی حضرت کی ملاقات کے لئے جاؤ تو حسبِ توفیق ہدیہ ضرور پیش کرنا چاہئے۔ شاید وہ بھی اسی بات کی طرف اِشارہ کر رہے تھے کہ ہدایا دِلوں کے تالوں کو کھولنے کی چابی ہوتے ہیں، جس کے لئے صوفیا محنتیں کرتے رہتے ہیں۔

کراماتِ اِمامُ الاولیاءؒ

مولانا عبدالعزیز لاشاری

حضرت قبلہ خواجۂ خواجگان اِمام الاولیاء مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ ہم سے ۵ رمئی ۲۰۱۰ء کو جدا ہوگئے۔ دسمبر ۱۹۷۴ء میں دارالعلوم کبیروالا میں زیرِ تعلیم تھا کہ حضرتِ والاؒ کی پہلی زیارت نصیب ہوئی۔ ۱۹۷۶ء میں کراچی میں بطور مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تعیناتی ہوئی تو حضرت بنوریؒ جماعت کے امیرِ مرکزیہ، حضرت خواجہ صاحبؒ نائب امیر، مولانا محمد شریف جالندھریؒ ناظمِ اعلیٰ تھے۔ ان بزرگوں کے زیرِ سرپرستی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ دراصل ختم نبوّت کا کاز ایک ایسا اعلیٰ منصب ہے، اِس منصب کی نگرانی کے لئے اللہ پاک اپنے مقبول بندوں کا اِنتخاب فرماتے ہیں، جو اپنے وقت کے اعلیٰ بزرگ اور جن کے دِل میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے، ہمارے شیخ حضرت لدھیانوی شہیدؒ فرمایا کرتے تھے: ''ختمِ نبوّت کی جماعت کو اللہ پاک نے یہ اِعزاز بخشا ہے کہ اس جماعت کی قیادت وقت کے قطب اور غوث کے ذمہ ہوتی ہے۔'' عام لوگ قطب، غوث کی پہچان کے لئے کرامات کو اوّلیت کا درجہ دیتے ہیں، حالانکہ ولی اللہ کی پہچان اِتباعِ سنت ہوتی ہے۔

ایک حکایت مشہور ہے کہ ایک شخص اپنے شیخ کی کرامت ظاہری دیکھنے کے لئے ایک سال تک خانقاہ میں بیٹھا رہا، دورانِ سال اُس نے کوئی کرامت نہ دیکھی اور نا اُمید ہوکر جا ہی رہا تھا کہ کسی نے اُس سے پوچھا: کیا پایا؟ اس مرید نے کہا: کچھ نہ دیکھا! سوال کیا: اس شیخ کو خلافِ سنت پایا؟ کہا: نہیں! پس شیخِ کامل ہونے کی بڑی کرامت اِتباعِ سنت ہے۔

ہمارے حضرت خواجہ صاحبؒ اِتباعِ سنت کے مجسّمے تھے۔ شانِ خداوندی! حضرتِ والاؒ، جید عالمِ دِین، فاضلِ دیوبند، خانقاہِ موسیٰ زئی شریف کے کامل پیر، مگر خاموش۔ اس خاموشی کے باوجود لاکھوں عقیدت منداور مخلوقِ خدا فیض حاصل کر رہی تھی۔

ایک دفعہ حضرتؒ برطانیہ کے دورے پر تھے، حضرتؒ کا نام اخبارات میں آیا تو عقیدت مند جمع

ہوگئے، کسی نے حضرتِ والاؒ سے عرض کیا کہ حضرت! آپ ہمیں کچھ بیان ہی کردیں۔ حضرتِ والاؒ نے مسکرا کر حضرت لدھیانوی شہیدؒ کی طرف اِشارہ کرکے فرمایا کہ: یہی میرا بیان اور زبان ہیں۔

حضرتؒ کے وصال کے بعد مرکزی دفتر ختمِ نبوّت ملتان میں جانا ہوا تو میں نے شاہینِ ختمِ نبوّت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہٗ سے دریافت کیا کہ حضرتِ والاؒ کا کوئی بیان بھی حاصل ہوسکتا ہے؟ شاہینِ ختم نے فرمایا: بالکل نہیں، البتہ حضرتؒ کی دُعا کی ٹیپ ریکارڈ بطورِ یادگار موجود ہے۔

دراصل دُنیا میں خاموشی ہی سب سے بڑی عبادت ہے، حضرتِ والاؒ کی سب سے بڑی کرامت بھی یہی تھی، تمام مکاتبِ فکر کے علمائے کرام، بزرگ، حضرتِ والاؒ کا اِحترام کرتے تھے۔ اللہ پاک نے آپؒ کے اندر ایسی تسخیر پیدا فرمائی تھی کہ ہر بندہ آپؒ کا اِحترام کرتا تھا۔ ایک دفعہ حضرتِ والاؒ اجمیر شریف عرس کے موقع پر تشریف لے گئے، حضرتؒ اس اِجتماع میں گم نامی کی حالت میں کسی کونے میں جاکر بیٹھ گئے۔ کسی نے اجمیر شریف کی خانقاہِ عالیہ کی انتظامیہ کو جاکر خبر دے دی کہ پاکستان سے کندیاں شریف سے خواجہ خان محمد صاحبؒ تشریف لائے ہیں۔ اجمیر شریف کی اِنتظامیہ حضرتؒ کو ملنے کے لئے سرگرداں تھی، کافی دیر کے بعد جب ملے تو حضرتِ والاؒ کو اپنے وی آئی پی سیکٹر میں لے گئے، اور حضرتؒ کے اِحترام میں قوالی بندی کرادی گئی۔

ہمارے علاقے تونسہ شریف بستی بزدار میں ایک بزرگ پیر نذر حسین صاحب رہتے ہیں، اُن کا شجرہ بھی موسیٰ زئی شریف سے جاملتا ہے، میں اُن کی زیارت کے لئے گیا، اپنے تعارف میں یہ بھی کہا کہ میں حضرت خواجہ صاحبؒ سے بیعت ہوں، حضرت پیر صاحبؒ کی زبان سے بے ساختہ نکلا: مبارک ہو! مبارک ہو! حضرتِ والاؒ کا نام ہی ہمارے لئے سایہ تھا۔ آپؒ صرف ولی ہی نہیں بلکہ اِمام الاولیاء بھی تھے۔ میرے فون پر اکثر وبیشتر پیغام آتے رہتے ہیں، ایک دفعہ ایک پیغام آیا کہ اس وقت دیوبندی مسلک کی دِینی وسیاسی جماعتیں کس شخصیت کی قیادت میں اِتحاد کرسکتی ہیں؟ جبکہ حضرت نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ، حضرت شیخ مولانا سرفراز خان صفدر صاحبؒ، حضرت لدھیانوی شہیدؒ جیسی ممتاز شخصیات زندہ تھیں، تو جواب میں میں نے کہا کہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب۔ فوراً صاحبِ پیغام نے خوش آمدید کا پیغام دوبارہ بھیجا۔ میری عمر اب آدھی صدی سے تجاوز کرتی جارہی ہے، اندرونِ ملک، بیرونِ ملک سفر کرنے کا موقع ملا، بلکہ یورپ سمندر پار بھی سفر ہوا، جہاں گئے، وہاں حضرتِ والاؒ کے عقیدت مند پائے۔

۱۹۹۹ء میں ختمِ نبوّت کے ساتھیوں کے ساتھ عمرہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، جب مدینہ منورہ گئے تو رہائش کے لئے مسئلہ پیش آرہا تھا، جب ہمارے اس مسئلے کا علم حضرت مولانا محمد مکی حجازی صاحب دامت برکاتہم کو ہوا کہ حضرت خواجہ صاحب کی جماعت کے ساتھی رہائش کے لئے پریشان ہیں،

حضرت حجازی صاحب نے اپنے ہاں ہماری رہائش کا بندوبست کردیا۔ ایک اجنبی آدمی آیا، آکر رباطِ مکی میں پوچھا کہ یہاں حضرت خواجہ صاحب کے مہمان آئے ہوئے ہیں؟ ہم نے کہا ہم حضرت کے خدام ہیں، اس نے بطور ہدیہ ۵، ۵ کلو کھجور، ایک ایک جائے نماز اور ایک ایک عطر کی شیشی عطا کی۔

۱۹۸۴ء میں اسلم قریشی کے اغوا کے خلاف مجلسِ عمل تحفظِ ختمِ نبوّت کا مظاہرہ تھا، جس کی قیادت حضرت خواجہ صاحبؒ کررہے تھے۔ لاکھوں کی تعداد میں ملک کے چاروں صوبوں سے عوام پہنچ چکی تھی، جنرل ضیاء الحق کی اسمبلی کے باہر بطورِ اجتماع مظاہرہ تھا، کچھ نوجوان جذبات میں آکر پولیس کا گھیرا توڑ کر اسمبلی کے اندر جانے کی کوشش کررہے تھے، اِدھر ختمِ نبوّت کے کارکن نعرۂ تکبیر اللہ اکبر، ختمِ نبوّت زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے، پولیس کی ٹھاہ، ٹھاہ، ٹھاہ، کارکنوں کی طرف سے ختمِ نبوّت زندہ باد، بس ایک مقابلہ شروع ہوگیا، اللہ پاک کا فیصلہ دیکھو، فوراً بارانِ رحمت شروع ہوگئی، بارش کی وجہ سے پولیس کے آنسوگیس کے گولے بے کار ہوگئے، حکومت ہارگئی، حضرتِ والاؒ کی کرامت جیت گئی۔ حکومتِ وقت کے سرکردہ راہنما حضرت خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں آکر مذاکرات کی پیشکش کرنے لگے۔

حضرت مولانا نذیر احمد تونسوی شہیدؒ نے واقعہ بیان کیا تھا کہ ملتان کے ایک بزرگ مکہ مکرمہ میں مستقل رہتے ہیں، حج کے ایام میں اس نے طواف کے بعد دُعا کی: یا اللہ! اس مقدس موقع پر جو تیرا مقبول بندہ ہے، اس کی مجھے زیارت کرادے۔ اس بزرگ نے کہا کہ میں حرمِ مکہ سے باب عبدالعزیز کی طرف باہر نکلا ہی تھا کہ سامنے سے دیکھا ہوں کہ حضرت خواجہ صاحب تشریف لارہے ہیں۔ حضرت کی زیارت کرکے فوراً میرا خیال اپنی دُعا کی طرف گیا، الحمدللہ! میری دُعا قبول ہوگئی۔

میرے تجربے میں ایک واقعہ پیش آیا، میرے بچے عمر فاروق نے اسلام آباد سے فون کیا کہ اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں ایم اے میں داخلے کا مسئلہ درپیش ہے، میرٹ پر آنے کے باوجود میرا داخلہ نہیں ہورہا۔ دوستوں نے مشورہ دیا ہے کہ وائس چانسلر ڈاکٹر محمود غازی سابق وفاقی وزیر مذہبی اُمور کے نام مولانا فضل الرحمٰن یا قاضی حسین احمد کا خط آجائے تو کام ہوجائے گا۔ یہ سب سن کر میں بڑا پریشان ہوا، یا اللہ! حضرت مفتی محمد جمیل شہیدؒ بھی ہم میں موجود نہیں، اب ان حضرات تک میری رسائی کا بھی کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا۔ کراچی کے دوستوں سے فون پر مشورہ کیا، دوستوں کا مشورہ ہوا کہ اس مشکل مسئلے کا حل صرف صاحبزادہ عزیز احمد صاحب نکال سکتے ہیں۔ میں نے اپنا مسئلہ حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب کے سامنے پیش کیا، صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ آپ خانقاہ سراجیہ آجائیں حضرتِ والا سے یہ ڈاکٹر محمود غازی کے نام خط لکھوادیتے ہیں۔ میں نے اسلام آباد رابطہ کیا اور تمام صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ جواب آیا کہ اگر ایسا ہوتا ہے تو پھر کیا پریشانی ہے۔ میں خانقاہِ عالیہ پہنچا، حضرتِ والاؒ ظہر کی نماز

کے بعد اپنے کمرے میں تشریف لائے، صاحبزادہ عزیز احمد صاحب، صاحبزادہ سعید احمد صاحب نے میری سفارش اس انداز میں کی کہ آپ جانتے ہیں لاشاری صاحب ہمارے پُرانے ساتھی ہیں، حضرت مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ کے ساتھیوں میں سے ہیں، ڈاکٹر محمود غازی کے نام آپ خط لکھ کر سفارش فرمائیں۔ حضرتِ والاؒ نے سب سن کر میری طرف دیکھا، جب حضرتؒ نے مفتی جمیل شہیدؒ کا نام سنا تو میں دیکھتا ہوں کہ حضرتِ والاؒ کے آنسو گر رہے تھے۔ حضرتِ والاؒ نے ایک پُرمغز خط لکھ دیا، میں نے خط لے کر حضرتِ والاؒ سے دُعا کرائی کہ حضرت میرے بچے کے لئے اِخراجات کے پیسے بھی نہیں ہیں، حضرتؒ نے فرمایا: اللہ پاک آسانی پیدا فرمادیں گے۔ جب میرا بچہ عمر فاروق اور میرا داماد مولانا حفیظ الرحمٰن لغاری یہ خط لے کر اسلامی یونیورسٹی گئے تو گیٹ پر زبردست سیکورٹی تعینات تھی، جب کہا گیا کہ حضرتِ والا کا خط آیا ہے تو تمام سیکورٹی ہٹا کر ان دونوں کو ڈاکٹر صاحب تک پہنچادیا گیا۔ ڈاکٹر محمود غازی خط پڑھتے ہی موم ہوگیا، اور کہا کہ افسوس! آپ لوگ حضرت کا خط دو دِن لیٹ لائے ہیں، اب میں داخل ہونے والے طلباء کی فہرست آؤٹ کر چکا ہوں، چھ ماہ بعد دوبارہ داخلہ شروع ہوگا، آپ تشریف لائیں حضرت کے حکم کی تعمیل ہوگی۔ میں نے یہ کہانی حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب کو فون پر سنائی، حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا: اللہ پاک اس سے بہتر اِنتظام فرمادیں گے۔ وہی ہوا، پندرہ دن بعد میرے بچے کا داخلہ وفاقی اُردو یونیورسٹی اسلام آباد میں ہوا، حضرتِ والاؒ کے ایک عقیدت مند نے اِخراجات کا ذمہ بھی اُٹھالیا۔ اب بچہ اپنی ڈگری لے کر اسلام آباد میں ملازمت کر رہا ہے۔ بے شک جانے کا وقت مقرر ہے، مگر جب اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کو بلاتا ہے تو اپنی حکمت سے ہی بلاتا ہے۔ خانقاہِ سراجیہ کا دیہاتی ماحول کاشتکاری علاقہ اگر حضرتِ والاؒ کا فصلوں کی موجودگی میں وصال ہوتا تو لاکھوں آدمیوں کی جنازے میں شرکت کے وقت کاشتکاری کا نقصان ہوتا، شانِ خداوندی کہ گندم کی کاشت کی کٹائی ہوچکی تھی، ابھی آنے والی فصل کاشت نہیں ہوئی تھی کہ حضرت وصال فرماگئے۔ مئی کا گرم ماہ، لیکن آسمان پر ٹھنڈے بادل، بارش کی رم جھم پورا علاقہ فصلوں سے خالی، چالیس ایکڑ زمین جنازے کے لئے تیار کی گئی، صفیں سیدھی، پُرسکون ماحول میں حضرتؒ کا جنازہ، ان سب اسباب کو دیکھ کر ثابت ہوتا ہے کہ حضرتِ والاؒ وقت کے قطب، غوث اور باکرامت اِمام الاولیاء تھے۔

***

آفتابِ ولایت کے شب وروز

مولانا عبدالرحیم، مدرّس خانقاہ سراجیہ

حضرتِ شیخؒ کی عبادت

عبادت کا مفہوم ویسے تو بہت وسیع ہے، ہمہ قسم کی عبادات کو شامل ہے، خواہ عبادتِ بدنیہ ہوں یا مالیہ ہوں، یا ہر دونوں سے مرکب ہوں، یہاں ہر ایک کا اِحاطہ مقصود نہیں، ان میں سے چند کو بیان کیا جاتا ہے۔

وضو

حضرتِ والاؒ جب وضو کرنے کے لئے اپنے کمرے میں بنی ہوئی جائے وضو پر رکھی ہوئی چوکی پر تشریف رکھتے تو بڑے اِطمینان کے ساتھ وضو کرنا شروع فرماتے، تو وضو کے ہر عضو پر حکمِ وضو کو بجالانے کے لئے فرائض، سنن، مستحبات وآداب کی خوب رعایت فرماتے تھے۔ مسواک ہر وضو میں تین مرتبہ کرتے، ایک مرتبہ کلی کرنے سے پہلے مسواک کو گیلا کرکے، اور دُوسری مرتبہ کلی کرنے کے بعد مسواک کرتے، اور پھر کلی کرتے، اسی طرح تیسری مرتبہ مسواک کرتے اور پھر کلی کرتے تھے۔ داڑھی مبارک کا خوب خلال کرتے، اور داڑی مبارک کے بالوں کو ملتے رہتے، اسی طرح ہاتھ پاؤں کی اُنگلیوں کا خلال کرتے، آپؒ وضو میں تقریباً ڈیڑھ لوٹا پانی استعمال فرماتے تھے۔ خادم توجہ سے پاس کھڑا رہتا تھا، جب آپؒ سر کا مسح فرماتے تو خادم دُوسرے لوٹے میں موجود پانی کو وضو والے لوٹے میں ڈال دیتا، جس سے آپؒ پاؤں کو دھوتے تھے، وضو کرنے کے بعد اعضاءِ وضو کو خشک کرنے کے لئے آپؒ تولیہ اِستعمال فرماتے تھے اور پھر ٹوپی پر بندھی ہوئی دستار اپنے سر مبارک پر سجالیتے تھے۔

مسجد کی طرف روانگی

آپؒ دائیں بائیں دو آدمیوں کے سہارے پہ مسجد کی طرف چل پڑتے، سر جھکا ہوا، نظر قدموں پر، نورانی چہرہ، سر پر دستار سجائے ہوئے یوں لگتے جیسے چاند دو بدلیوں کے درمیان چمکتا آرہا ہے، خانقاہ

شریف کے برآمدے کی سیڑھیوں سے جب نیچے اُترنے لگتے تو ہر سیڑھی پر قدم رکھتے ہوئے ’’سبحان اللہ‘‘ فرماتے تھے، اور جب مسجد کی سیڑھیوں سے مسجد کی طرف چڑھنا شروع فرماتے تو ہر سیڑھی پر قدم رکھتے وقت ’’اللہ اکبر‘‘ فرماتے تھے۔ لیکن جب مسجد سے واپس تشریف لاتے تو اس عمل کا عکس کر لیتے تھے، یعنی مسجد کی سیڑھیاں اُترتے ہوئے ’’سبحان اللہ، سبحان اللہ‘‘ کہتے جاتے اور برآمدے کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے ’’اللہ اکبر، اللہ اکبر‘‘ فرماتے تھے۔

مسجد میں دُخول وخروج

حضرتِ والاؒ سنت کے مطابق بایاں پاؤں جوتے سے نکال کر جوتے کے اُوپر رکھ دیتے تھے، اور دایاں پاؤں جوتے سے نکال کر مسجد میں رکھتے تھے، اور یہ دُعا پڑھتے تھے: ’’اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ‘‘ اور جب اپنے معمولات سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر تشریف لاتے تو پہلے بایاں پاؤں باہر نکال کر جوتے پر رکھ دیتے، اور پھر دایاں پاؤں نکال کر جوتے میں داخل کر دیتے، پھر بایاں پاؤں داخل کرتے تھے، اور مسجد سے باہر نکلنے کی دُعا پڑھتے تھے: ’’اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ‘‘۔

واقعۂ جھنگ

مواظبت علی السنۃ کا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔ ایک مرتبہ حضرتِ والاؒ کے ساتھ جھنگ جانا ہوا، مخدوم ومکرم صاحبزادہ رشید احمد صاحب اس سفر میں ساتھ تھے، خدمت کی ذمہ داری بندہ کی تھی، صاحبِ دعوت نے ایک مقام پر حضرتؒ کے آرام کا بندوبست کیا ہوا تھا، حضرتؒ نے وضو فرمایا، جب مسجد کی طرف جانے کے لئے تیار ہوئے اُس وقت آپؒ چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے، بندہ نے عجلت میں پہلے بائیں پاؤں کا جوتا آگے کیا، حضرتِ والاؒ نے اپنے بائیں پاؤں کے انگوٹھے سے جوتے کی ایڑھی والی جگہ دبا دی، اب بندہ جوتے کو پاؤں میں ڈالنے کی کوشش میں ہے جبکہ حضرتِ اقدسؒ اس کو دبائے ہوئے ہیں، اور پھر خاموش بھی ہیں، تھوڑی دیر بعد بندہ نے سر اُٹھایا اور حضرتؒ کے رُخِ انور کو دیکھا تو جلال کے آثار معلوم ہوئے اور قدرے تیز آنکھ سے دیکھا تو مجھے پسینہ شروع ہو گیا، اور فوراً مسئلہ بھی سمجھ آ گیا، اس جوتے کو چھوڑ کر دائیں پاؤں والے جوتے کو پاؤں میں ڈالا، حضرتِ والاؒ نے پہلے اسے پہنا اور پھر بائیں پاؤں میں جوتا پہنا، یہ ہے قدردانی!

حاضرینِ مسجد پر سلام

حضرتِ والاؒ جب مسجد میں تشریف لاتے تو تمام حاضرینِ مسجد صفوں میں کھڑے ہو جاتے تو آپ مسجد میں داخل ہونے کے بعد ’’السلام علیکم‘‘ فرماتے، آپؒ کا سلام کرنا مختلف طریق پر دیکھنے میں آیا

ہے، کبھی تو ایک مرتبہ سلام کرتے، کبھی دو مرتبہ اور کبھی تین مرتبہ بھی سلام فرماتے تھے۔

اِقامتِ صلوٰۃ

آپؒ کی آمد پر اِقامت کہی جاتی تھی، جب صحت بحال تھی تو ظہر وعصر کی اِمامت خود فرماتے تھے، اور جب ضعف بڑھ گیا تو پھر سب نمازوں میں حضرت الاستاذ حضرت قاری مفتاح الاسلام صاحب اِمامت کرتے تھے، جو کہ تاحال منصبِ اِمامت پر فائز ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اِستقامت عنایت فرمائیں۔

کیفیتِ نماز

آپؒ نماز کو سنن، مستحبات وآداب کی رعایت رکھ کر ادا فرماتے تھے، ہر ہر رُکن کو بڑے اِطمینان کے ساتھ بجالاتے تھے، حالتِ قیام میں بالکل سکون ہوتا تھا جیسے ایک مضبوط ستون اپنے مقام پر کھڑا ہے، اور حضرت جیؒ سر جھکائے سیدھے کھڑے ہوکر اپنے ربّ کے ساتھ محوِ راز و نیاز ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا انیس الرحمٰن صاحبؒ نے نمازِ عشاء پڑھائی، پہلی رکعت میں سورۂ الم نشرح اور دُوسری میں والتین والزیتون تلاوت کی، سلام کے بعد حضرتِ شیخؒ نے فرمایا: پہلی رکعت میں چھوٹی سورۃ پڑھی ہے اور دُوسری میں بڑی۔ اندازہ لگائیں کہ مستحب پر کس قدر مواظبت تھی۔ ہمیشہ آپؒ نے نماز باجماعت ادا فرمائی ہے، چاہے حضر کا زمانہ ہے یا سفر کا، صحت کا زمانہ ہے یا مرض کا، جوانی کا زمانہ ہے یا بڑھاپے کا، حتیٰ کہ آخری نماز، نمازِ عصر بھی جماعت سے ادا فرمائی اور مغرب سے پہلے اپنے معبودِ حقیقی کے پاس جا پہنچے، انا للہ وانا الیہ راجعون!

ختمِ خواجگان وختمِ مجددیہ ومعصومیہ

نماز سے فراغت کے بعد حضرت الشیخؒ ختمِ خواجگان خود کراتے تھے، چار ختم ہوتے تھے، ایک صبح کی نماز کے بعد اور دو ظہر کی نماز کے بعد اور ایک عصر کی نماز کے بعد ہوتا تھا، اور ہوتا ہے۔ آپؒ صبح کے بعد اور عصر کے بعد والے ختمِ خواجگان میں ختم سے پہلے اور بعد طویل دُعا منگواتے تھے، اور ظہر کے بعد والے ختم ہائے مجددیہ ومعصومیہ میں صرف بعد میں دُعا منگواتے تھے، ان مبارک ختموں کا معمول اور دُعاؤں کا سلسلہ اب تک جاری وساری ہے، اللہ تعالیٰ تاقیامِ قیامت جاری وساری رکھے، آمین!

مراقبہ

ختمِ خواجگان کے بعد آپؒ مراقبہ کرواتے تھے اور مراقبے کا سلسلہ حضر وسفر میں جاری رہتا تھا، تقریباً آدھ گھنٹہ مراقبہ چلتا، وقتِ اِشراق پر مراقبہ ختم فرماتے، اور دُعا فرماکر اپنے خانۂ مبارک کی طرف

تشریف لے جاتے اور حاضرین اپنے اپنے اِنفرادی معمولات میں شروع ہوجاتے۔

شیخؒ اپنے مریدوں میں

حضرتِ شیخؒ ناشتہ کرنے کے بعد ۸،۹ بجے تک اپنے کمرے میں تشریف لے آتے، متوسلین وزائرین کا جمِ غفیر پہلے ہی سے موجود ہوتا تھا، اس وقت حضرتؒ جہاں مریدین کی طرف سے آئے ہوئے خطوط کے جوابات لکھ رہے ہیں، تو وہاں حاضرین کی عرضیں بھی سنتے تھے، پھر کمال یہ کہ مجلس میں مختلف المزاج لوگ تشریف رکھتے تھے، ان میں جہاں سالکین بیٹھے ہوئے ہیں جو اپنے رُوحانی سفر کو طے کررہے ہیں اور شیخؒ کے پاس ان کے اسباق جاری ہیں، یہ اپنی عرضیں پیش کررہے ہیں، مریض اپنے مرض کا رونا رورہا ہے، دَم کروانے والے اپنے تیل، چینی اور پانی کو دَم کروارہے ہیں، گھریلو پریشانیوں والے اپنا دُکھڑا سنارہے ہیں، نوکریوں کے خواہش مند اپنی نوکریوں کے لئے دُعائیں کروارہے ہیں، دُنیاوی ڈگریاں حاصل کرنے والے اپنے مقصد کے لئے دُعا کروارہے ہیں، اور ادھر ایک حضرتؒ ہیں جو سب کی عرضیں سن کر دُعائیں دے رہے ہیں اور دِلوں کو جیت رہے ہیں، لیکن مجال ہے کہ رُخِ دِلربا پر ملال کے آثار ظاہر ہوں، بلامبالغہ کہا گیا ہے کہ حضرتؒ ایک سمندر ہیں جو اپنے اندر موافق ومخالف، رطب ویابس، ترش وشیریں کو سمٹے ہوئے ہے، زیارت کے لئے تشریف لانے والے مختلف حضرات کا بیان ہے کہ حضرتِ اقدسؒ کے رُخِ دِلربا میں اور آپؒ کی زیارت میں اتنی برکتیں ہیں کہ صرف زیارت سے ہی پریشانیاں دُور ہوگئی ہیں، سینکڑوں میلوں کی تھکاوٹیں کافور ہوگئی ہیں۔ ایک مرتبہ اُستاذِ محترم جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا شبیرالحق کشمیری دامت برکاتہم اُستاذ الحدیث جامعہ خیرالمدارس ملتان تشریف لائے، سارے دِن کا سفر کئے ہوئے تھکے ماندے جب حضرتؒ کی زیارت کرچکے تو فرماتے ہیں کہ میں جب حضرتؒ کی زیارت کرچکا تو طبیعت پُرسکون ہوگئی اور سب تھکاوٹیں ختم ہوگئیں۔

بایں ہمہ حضرتِ والاؒ اپنی مجالس میں خاموش رہتے بلکہ مراقبے کی حالت میں رہتے، ایک مرتبہ ایک آدمی نے مجلسِ اقدس میں کچھ اپنے واردات کو بیان کرنا شروع کردیا، جن سے خودثنائی ٹپکتی تھی، حضرتؒ نے فرمایا: ''بھائی! اپنے جذبات کو جذب کرو'' اور پھر خاموش ہوگئے۔

سوالات کے جوابات

حضرتِ والاؒ مجلس میں سوالات کے جوابات بھی دیتے تھے، ایک مرتبہ کسی نے سوال کیا کہ حضرت! مولانا فضل الرحمٰن صاحب اسمبلی سے استعفیٰ کیوں نہیں دیتے جبکہ باقی جماعتوں کے لوگ استعفیٰ پیش کررہے ہیں؟ تو فرمایا کہ: ''تیرا خیال ہے کہ اسمبلی میں کوئی مولوی نہ رہے اور لوگ اپنی من مانیاں کریں۔''

ایک مرتبہ ایک آدمی نے سوال کیا کہ: آپ کا عقیدہ حیاتِ انبیاء علیہم السلام کا ہے، اس پر آپ کے پاس قرآن سے کیا دلائل ہیں؟ تو آپؒ نے فرمایا کہ: ’’میرے اکابر میری دلیل ہیں!‘‘ حضرتِ والاؒ کے اس جواب سے معلوم ہوا کہ اکابرین کو چھوڑ کر نہ قرآن مل سکتا ہے، نہ حدیث، نہ اللہ مل سکتا ہے اور نہ اللہ کا رسول ﷺ۔

ایک مرتبہ کسی نے سوال کیا کہ حضرت! جمعیت کے بارے میں آپ کیا موقف ہے؟ فرمایا: ’’میں خود جمعیت کا سرپرست ہوں!‘‘ بہرحال طرح طرح کے سوالات ہوتے اور آپؒ جوابات اِرشاد فرماتے، آپؒ کا رُخِ انور ہنس مکھ، مظہرِ جمال تھا، ایسا لگتا تھا جیسے پھول کھلا ہوا ہے۔

آپؒ کا مطالعہ

آپؒ مجلس میں کسی نہ کسی کتاب کا مطالعہ بھی فرماتے تھے اور اتنے اِنہماک سے مطالعہ فرماتے کہ مکمل کتاب کے ہو کر رہ جاتے تھے، ماسوا کی کوئی خبر نہ ہوتی تھی، بعض اوقات تو لگاتار گھنٹوں مطالعہ فرماتے، خادم کو وقت کے بارے میں بتانا پڑتا تھا، کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ حاضرینِ مجلس کو کتاب یا رسالے سے کوئی واقعہ خود سنانا شروع فرمادیتے تھے، اور پھر پڑھتے پڑھتے خود بھی رو پڑتے اور حاضرینِ مجلس کو رُلاتے تھے، آنسو موتیوں کی لڑی سے گرنے کی طرح گرتے تھے۔ کبھی حضرتِ والاؒ مجلس میں کسی بات پر ہنس بھی پڑتے تھے، اکثر آپؒ خاموش رہتے تھے اور متوجہ الی اللہ رہتے تھے۔

تصور میں تجھے لاکر ہمہ تن گوش رہتا ہوں
مثلِ شمع جلتا ہوں مگر خاموش رہتا ہوں

آپؒ کا رمضان المبارک

حدیث شریف میں ہے کہ جب رمضان المبارک آتا تو آپ ﷺ اپنے تہبند کو کس لیتے تھے، جو اس بات سے کنایہ ہے کہ آپ علیہ السلام رمضان کو خوب اِہتمام اور مجاہدوں میں گزاریں گے، اور گھر والوں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔ اس مبارک سنت کا عکس حضرتِ والاؒ کی زندگی میں دیکھا گیا ہے، آپؒ رمضان شریف کو خوب اِہتمام اور مجاہدات سے گزارنے کے لئے اپنے تہبند کو کس لیتے تھے، یعنی خوب تیار ہوجاتے تھے۔

اس اِجمال کی تفصیل

جب رمضان المبارک کا چاند نظر آجاتا تو نمازِ عشاء اپنے مقررہ وقت سے آدھا گھنٹہ مؤخر ہوجاتی، نمازِ عشاء کو مستحب تک کی رعایت رکھ کر اَدا فرمانے کے بعد تقریباً پانچ سات منٹ بعد تراویح کی

جماعت کھڑی ہوجاتی، حضرتِ والاؒ کے سامنے ٹائم پیس رکھا ہوتا تھا، تراویح شروع ہونے سے وقت کا خیال فرمالیتے تھے، اور جب چار رکعت تراویح پڑھ لیتے تو پھر وقت کو دیکھتے تو اب جتنا وقت چار رکعت تراویح پڑھنے پر صَرف ہوا، کم وبیش اتنی دیر مراقبہ فرماتے تھے۔ اس لحاظ سے بیس رکعات تراویح ادا فرماتے تھے۔ ہر رات تین پارے قرآن پاک پڑھا جاتا، حضرتِ والاؒ مکمل تراویح میں قیام کرتے تھے، جب ضعفِ بدن بڑھ گیا تو مراقبات میں بھی قدرے تخفیف آگئی اور قیام میں بھی کبھی کبھی بیٹھ جاتے، لیکن جب محسوس فرمالیتے کہ قاری صاحب رُکوع کرنے والے ہیں تو کھڑے ہوجاتے، حالتِ قیام سے رُکوع میں جاتے، کم وبیش پانچ گھنٹے تک یہ سلسلۂ تراویح چلتا رہتا، رات کے دو ڈیڑھ بج جاتے، پھر آخر میں حضرتِ والاؒ دُعا فرما کر گھر تشریف لے جاتے۔ رمضان المبارک میں تین ختمِ قرآن کا معمول تھا، لیکن حضرتِ والاؒ کی طبیعت میں شدید ضعف کی وجہ سے گزشتہ سال سے قبل دو سال، دو دو ختم ہوئے، جب حضرتِ والاؒ نے تراویح اپنے کمرے میں ادا فرمانا شروع فرمایا تو پھر گزشتہ سال سے تین ختمِ قرآن کا معمول دوبارہ جاری ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ اس مبارک معمول کو جاری وساری رکھے، یہ خانقاہ شریف کا طرۂ امتیاز ہے۔ سحور تک سلسلۂ تراویح جاری رہتا ہے جو آپ ﷺ اور حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت کا عکس ہے۔ بحمداللہ! اس مبارک معمول کی برکت سے خانقاہ شریف کے رمضان کو بہت شہرت حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ رمضان المبارک میں سینکڑوں افراد کا اِجتماع ہوتا ہے، جبکہ آخری عشرے میں تو مسجد شریف بھری ہوتی ہے، صرف معتکفین حضرات کی تعداد ڈیڑھ سو تک ہوجاتی ہے۔

اِضافی معمولات

رمضان شریف میں صبح کے ختمِ خواجگان کے بعد شمائل ترمذی کا درس ہوتا ہے، اور اس کو اتنی مقدار سے چلایا جاتا ہے کہ آخری عشرے کے اَواخر میں کسی دن شمائل مکمل ہوجاتی ہے، اگر کچھ دن باقی ہوں تو ریاض الصالحین کا درس شروع فرمادیتے تھے۔ ظہر کے ختم ہائے مجددیہ اور معصومیہ کے بعد ایضاح الطریقہ پڑھا جاتا ہے، اور اس کی بھی اندازاً اتنی مقدار رکھی جاتی ہے کہ اَواخرِ رمضان تک ختم ہوجائے۔ عصر کے ختمِ خواجگان کے بعد مکتوبات شریفہ پڑھے جاتے ہیں۔

یہ وہ معمولات ہیں جو آپؒ کے خانقاہ شریف کے حوالے سے ذِکر کئے گئے ہیں، گھریلو معمولات میں تلاوت، تہجد، اِشراق، چاشت اور اَوّابین وغیرہ شامل ہیں، **فللّٰہ الحمد أوّلًا و آخرًا۔**

آپؒ کا حج

جس تاریخ کو حج کا مبارک سفر شروع کرنا ہوتا تو صبح کے معمولات سے فراغت کے بعد گھر

تشریف لے جاتے اور پھر سفر کی تیاری فرما کر تقریباً ۹ بجے تک باہر تشریف لاتے، کُرتا وشلوار پہنے ہوئے، سر پر دستار سجائے ہوئے، ہاتھ میں عصا مبارک لئے ہوئے، پاؤں میں سیاہ چمڑے کے بوٹ ڈالے، محوَرِ انوارات بنے ہوئے سیدھے اپنے شیوخؒ کے مزارات پر تشریف لے جاتے، فاتحہ پڑھتے، دُعا مانگتے اور مزارات کے اِحاطے سے باہر تشریف لاتے، اپنے شیخِ اقدسؒ کو سفرِ حج کے لئے رُخصت کرنے کو مریدین ومتوسلین کا جمِ غفیر خانقاہ کے سامنے اِحاطے میں جمع ہوتا، حضرتِ والاؒ ہر ایک سے تبسم بھرے چہرے کے ساتھ مصافحہ کرتے، اور کار میں لاہور کی طرف روانہ ہوجاتے۔ وہاں سے اگلے دن کی فلائٹ پر حجازِ مقدس کی طرف روانہ ہوجاتے۔ ہمارے شیخِ اقدسؒ کا سفرِ حج ہر سال ہوتا تھا، بحمداللہ! حضرتؒ نے ۴۵ کے قریب حج کئے، جبکہ عمرے تو کہیں زیادہ ہیں، **ذٰلک فضل الله یؤتیه من یشآء!**

جب ضعفِ بدن بہت بڑھ گیا تو بامرِ مجبوری سفرِ حج بھی موقوف کرنا پڑا۔ لیکن یادیں حرمین شریفین کی دِل میں بسائے ہوئے تھے۔

حج سے واپسی

شیخِ اقدسؒ سفرِ حج سے واپسی پر پہلے خانقاہ شریف کی طرف آتے، حاضرین سے مصافحہ فرماتے اور سیدھے مزارات پر تشریف لے جاتے، فاتحہ پڑھتے، اس کے بعد کچھ وقت اپنے کمرے میں تشریف رکھتے، پھر آپؒ گھر تشریف لے جاتے، سبحان اللہ!

حضرتِ والاؒ کے ہم سفر

حضرتِ والاؒ کے سفرِ حج میں آپؒ کے ہمراہ مخدوم زادگان یعنی حضرت مولانا عزیز احمد، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب، حافظ رشید احمد صاحب، صاحبزادہ سعید احمد صاحب اور محترم ومکرم نجیب احمد صاحب میں سے ایک تو ضرور ساتھ تشریف لے جاتے تھے، کبھی ان میں سے دو ساتھ ہوتے، اور کبھی تو سب ساتھ تشریف لے جاتے، بحمداللہ! اب بھی مخدوم زادگان کا حرمین شریفین کی طرف جانا آنا باقی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی برکات سے ہم سب کو نوازیں، آمین!

حضرتِ والاؒ کے مجاہدات

حضرتِ والاؒ کی پوری زندگی پر نگاہ دوڑائی جائے تو پوری زندگی ریاضات، مجاہدات سے عبارت نظر آتی ہے، پورے زمانۂ صحت میں طے شدہ معمولات پر بڑی قوت سے ثابت قدم رہے، اِس سے بڑھ کر کمال یہ کہ زمانۂ مرض میں بھی حتی المقدور اپنے معمولات میں فرق نہیں آنے دیا، اس پر ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ حضرتِ شیخؒ کو گھٹنے کی اندرونی جانب ایک گلٹی نکل آئی جو بہت درد کرتی تھی، ایک دفعہ اس میں شدید درد تھا، ادھر حضرتِ والاؒ کا معمول یہ تھا کہ ختمِ خواجگان دوزانو ہوکر پڑھانا ہوتا تھا، تو آپؒ بڑی مشقت سے دوزانو بیٹھے اور گلٹی کو خوب دبایا، لیکن جب ختم شریف کے بعد اُٹھنے کی نوبت آئی، اگرچہ ساتھیوں نے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اُٹھایا، شدتِ درد کی وجہ سے چہرۂ انور پر اثرات نمایاں تھے، لیکن زبان سے کوئی کلمہ نہیں نکالا جو درد وتکلیف پر دلالت کرتا ہو۔ چند سال قبل آپؒ کو پاؤں کی تکلیف شروع ہوئی جو کافی عرصہ رہی، ملتان ہسپتال میں آپ کو داخل رہنا پڑا، آپریشن بھی ہوا، لیکن اتنی طویل مشکل میں آپؒ کی نماز باجماعت قضا نہیں ہوئی اور زبان سے کوئی ایسا کلمہ نہیں نکالا جو تکلیف کو بیان کرے۔

حضرت جیؒ کا صبر

ان واقعات سے جہاں آپؒ کے مجاہدات معلوم ہوتے ہیں، وہاں حضرتِ والاؒ کا بے پناہ صبر بھی سامنے آتا ہے، صبر کے مفہوم میں تین صورتیں آتی ہیں:

۱:...صبر علی الطاعۃ: یعنی نیکیوں پر اپنے آپ کو جما دینا۔

۲:...صبر عند المصیبۃ: یعنی مصیبت کے وقت صبر کرنا، جزع فزع نہ کرنا، کوئی ایسا کلمہ زبان سے نہ نکالنا جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بن جائے۔

۳:...صبر عن المعصیۃ: یعنی اپنے آپ کو معصیت وگناہ سے دُور رکھنا۔

حضرتِ والاؒ کا وجودِ مسعود صبر کی ان تینوں صورتوں کو اپنے اندر راسخ کئے ہوئے تھا، تاہم صبر عند المصیبۃ کے لئے بہ نسبت باقی دو صورتوں کے طاقت زیادہ چاہئے، کیونکہ اس کے بارے میں فرمایا گیا: ”الصبر عند صدمۃ الأولیٰ“ یعنی جب کوئی مصیبت آئے تو اس کے اوّلِ وہلہ میں صبر ہونا چاہئے، اگر اوّلِ وہلہ میں تو جزع فزع اور ہائے ہائے کا عالم ہو، اور کچھ دن بعد صبر کرلینا تو یہ کوئی صبر نہیں، کیونکہ اس صبر نے تو بعد میں آنا ہی تھا، صبر کا مقام اصل میں تو عند صدمۃ الاولیٰ ہے۔ اس بات کو سامنے رکھ کر حضرتِ والاؒ کے عند صدمۃ الاولیٰ صبر کرنے کو معلوم کرلیتے ہیں۔

بندۂ ناچیز کو وہ واقعہ بھی یاد ہے جب حضرتِ والاؒ کی ہمشیرہ فوت ہوئیں، اور وہ واقعہ بھی یاد ہے جب حضرتِ والاؒ کی اہلیہ محترمہؒ مخدوم ومکرم حضرت صاحبزادہ سعید احمد ونجیب احمد صاحبان کی والدہ ماجدہ اللہ تعالیٰ کو پیاری ہوئیں، اُس وقت حضرتِ والاؒ بیرونِ ملک سفر پر تھے، حضرت سعید احمد اور نجیب احمد صاحبان بھی ساتھ تھے، دُور دراز کی طویل مسافت طے کرکے حضرتؒ واپس تشریف لائے تھے، ہماری

اماں جیؒ کا جنازہ حضرت جیؒ نے خود پڑھایا تھا، وہ منظر بھی سامنے ہے۔ جب آپؒ پشاور خدماتِ دارالعلوم دیوبند کانفرنس پر تشریف لے گئے تھے اور آپؒ کے بھائی محترم ملک محمد افضل صاحبؒ کی وفات کی اطلاع ملی، حضرتؒ واپس تشریف لائے تھے، بہن، اہلیہ، بھائی کی جدائی کے صدمات معمولی نہیں تھے، ان کا شمار عظیم صدمات میں ہوتا ہے، لیکن ایک حضرتِ والاؒ ہیں کہ زبان پر اُف نہیں، ہائے نہیں، بلکہ خاموش ہیں، ان کو اپنے اللہ کے سپرد کر کے پھر اپنے معمولات پر رواں دواں ہیں، مجال ہے کہ سرِمو ان میں فرق آنے دیا ہو۔

اسی طرح گھٹنے میں گلٹی، پاؤں پر زخم جس کی وجہ سے کافی تکلیف ہوتی، پھر آخری عمر میں صاحبِ فراش بن جانا، اسی دوران دِل کا عارضہ، جگر کا عارضہ، یرقان کی شکایت، اور بہت سے عوارض لاحق تھے، لیکن کوئی آدمی یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ حضرتِ والاؒ نے کبھی کہیں کوئی جملہ بے صبری کا فرمایا ہو، جزع فزع کیا ہو، ہائے ہائے کا عالم ہو۔ اے شیخِ محترم! اللہ آپ کی تربت پہ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، اب دُنیا آپ کے دیدار کو ترسے گی ضرور، لیکن آپ کا ثانی نہیں لاسکے گی، **فجزاکم اللہ عنّا أحسن الجزاء!**

آپؒ کی تواضع

اس سلسلے میں آپؒ کی ذاتِ والا صفات سے کئی اُمور دیکھنے میں آئے ہیں:

۱:... حضرتِ والاؒ جب بھی اپنے کمرے میں مسندِ مبارک پر تشریف فرما ہوتے تو اِنتہائی سکڑ کر بیٹھتے تھے، کبھی بھی پاؤں دراز کر کے نہیں بیٹھے۔

۲:... اولادِ شیخ اور اپنے اساتذہ کرام کا بہت ادب واِحترام کرتے تھے، صاحبزادہ حضرت محمد عابد صاحبؒ جب بھی خانقاہ تشریف لاتے تو آپؒ ان کو دیکھتے ہی اِحتراماً کھڑے ہوجاتے، اسی طرح اپنے اساتذہ کرام کی اولاد کا بھی بہت اِحترام کرتے تھے، ان کے لئے بھی کھڑے ہوجاتے اور دوزانو ہوکر بیٹھ جاتے، یہی برتاؤ اکابرینِ موسیٰ زئی شریف کے ساتھ تھا۔

واقعہ

ایک مرتبہ آپؒ کی ہمشیرہ کے اِنتقال کی تعزیت پر اِمامِ اہلِ سنت سلطان المناظرین حضرت مولانا عبدالستار تونسوی صاحب دامت برکاتہم تشریف لائے، حضرتِ والاؒ کھڑے ہوکر حضرت تونسوی کو گلے ملے اور پھر اپنی مسند چھوڑ کر جنوبی طرف حضرت تونسوی کے سامنے دوزانو بیٹھ گئے، آپؒ کا رُخ

حضرت تونسوی کی طرف اور اُن کا رُخ آپؒ کی طرف، دونوں بزرگوں پر خاموشی طاری، اللہ جانتا ہے اس خاموشی میں کیا کچھ ہوا، تقریباً بیس پچیس منٹ کے بعد حضرت تونسوی صاحب دامت برکاتہم نے اجازت طلب فرمائی، فرمایا: ’’بہت اچھا!‘‘ آپ اندازہ لگائیں حضرتِ والاؒ کے قلب میں ان کی کتنی قدر تھی۔ بالکل اسی طرح کا واقعہ پیرِ طریقت حضرت مولانا میاں سراج احمد صاحب دین پوری دامت برکاتہم کے سامنے بھی ہوا، جب آپؒ رحیم یارخان تشریف لے گئے تھے اور رحیم یارخان سے ملحق اُن کے مرکز میں تشریف لے گئے تھے، یہ بندۂ ناچیز اُس وقت ساتھ تھا، آپؒ حضرت دین پوری کے سامنے دوزانو بیٹھ گئے، بلکہ بیٹھنے سے پہلے آپؒ کی نشست کے لئے بچھائی گئی جائے نماز بھی آپؒ نے اُٹھالی تھی اور ایسے ہی دوزانو بیٹھ گئے۔ اس طرح کے واقعات بہت مرتبہ دیکھنے میں آئے، اِحاطہ نہیں کیا جاسکتا۔

۳:... حضرتِ والاؒ نے کبھی بھی اپنے آپؒ کو جمع کے صیغے کے ساتھ ظاہر نہیں فرمایا، یعنی کبھی بھی اپنے بارے میں ’’ہم، ہمیں، آپ‘‘ وغیرہ الفاظ اِستعمال نہیں فرمائے۔ ایک مرتبہ آپؒ باگڑ سرگانہ سے واپس تشریف لائے، دُوسرے دن ایک آدمی باگڑ سے آپؒ کو ملنے آیا، تو حضرتؒ نے فرمایا: میں تو کل باگڑ تھا۔ مقصد یہ تھا کہ تکلیف کرکے آئے ہیں، وہیں مل لیتے۔ دیکھئے آپؒ نے مفرد کا صیغہ اِرشاد فرمایا، یوں نہیں فرمایا کہ ’’ہم تو کل باگڑ میں تھے۔‘‘

آپؒ نے اپنے جھنگ کے سفر میں عجیب جملہ ارشاد فرمایا، ہوا یوں کہ وہاں کے متعدد حضرات کی خواہش تھی کہ حضرتؒ ہمارے ہاں تشریف لے آئیں۔ حضرتِ والاؒ ایک دو کے گھر تو تشریف لے گئے، لیکن آگے جب اِصرار بڑھا تو آپؒ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا: ’’بھئی میکوں دَر دَر تے نہ پھراؤ‘‘۔ اللہ اکبر! کیا عاجزی تھی، کیا تواضع تھی، **من تواضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ!**

قناعتِ شیخ

حضرتِ والاؒ نے کبھی دسترخوان پہ اپنی خواہش ظاہر نہیں فرمائی، جو موجود ہوتا تناول فرمالیتے۔ وارثِ مسندِ شیخِ طریقت صاحبزادہ خلیل احمد صاحب مدظلہ نے ایک مرتبہ اِرشاد فرمایا کہ ہمارے والدِ گرامی نے زندگی ساری اپنی خواہشوں کے خلاف گزاری، البتہ حضرتِ والاؒ کا خورونوش بھی معمول کے مطابق تھا، حضرتؒ شہد پانی میں حل کرکے پیتے تھے، اس کا وقت مقرر تھا، خادم خود حضرتؒ کے لئے اس کو تیار کرکے خدمت میں پیش کرتا تھا، یہی حال آپؒ کے ناشتے، دوپہر اور شام کے کھانے کا تھا، آپؒ کھانا بہت کم تناول فرماتے، البتہ چائے عمدہ بنی ہوتی، دو دو کپ نوش فرمالیتے تھے۔ دسترخوان پہ حاضرین کی دِلجوئی کے لئے آہستہ آہستہ کھانا تناول فرماتے تھے۔

مدارسِ اسلامیہ

حضرتِ اقدسؒ سینکڑوں مدارس اور جامعات کی سرپرستی فرما رہے تھے، صرف اندرونِ ملک نہیں بلکہ بیرونِ ملک بھی کئی مدارس آپؒ کے زیرِ نگیں تھے، جبکہ اپنے اور جامعہ عربیہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ کے صرف سرپرست ہی نہیں بلکہ عرصہ دراز تک آپؒ اس کے مہتمم رہے اور پھر ذمہ داری اپنے صاحبزادے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہم کے سپرد فرمادی تھی، جو اس وقت جہاں اِدارے کے مہتمم ہیں وہاں وارثِ مسندِ شیخ بھی ہیں، **اللّٰھم زد فزد!**

بحمداللہ! جامعہ عربیہ سعدیہ میں حفظ وناظرہ، تجوید، درجہ فارسی سے لے کر موقوف علیہ تک تمام درجات مربوط نظامِ تعلیم سے وابستہ ہوکر منزل کی طرف رواں دواں ہیں، دُعا فرمائیں اللہ تعالیٰ خانقاہ شریف کے ساتھ ساتھ اِدارے کو بھی اپنے مقاصد میں کامیاب فرمائیں۔

دِینی جماعتیں اور حضرت الشیخؒ

حضرتِ والاؒ کی پوری زندگی دِینی جماعتوں کی بلاامتیاز سرپرستی فرماتے ہوئے گزری ہے، ہر جماعت کے قائد حضرتِ والاؒ کے سامنے باادب بیٹھے ہوتے اور اپنے اپنے مشن کے لئے دُعائیں کرواتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت اور حضرت الشیخؒ

عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ختمِ نبوّت کے تحفظ کے لئے دُنیا کے ہر ملک میں سرگرمِ عمل ہے، اور دُشمنانِ ختمِ نبوّت (مرزائی، قادیانی) کو لوہے کی لگام چڑھانے اور پھر ان کی باگیں کھینچنے میں روزِ اوّل سے لے کر آج تک اپنی وسعت میں اس میدان کے شاہسوار رکھتی ہے، یہ مجلس کا طرۂ اِمتیاز ہے کہ ہر دور میں اس کی امارت کی ذمہ داری نابغہ روزگار، پیکرِ شریعت وطریقت ذواتِ قدسیہ کے ہاتھ میں رہی ہے، حضرت قبلہؒ کی شخصیت اُمراء مجلس میں سے ایک ہے، جن کی امارت کا پینتیس سالہ دور مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کی فتوحات اور بے پناہ وسعتوں کا دور ہے، جس میں آپؒ نے اپنی زندگی کا چین، سکون، راحت وآرام بس مجلس ہی کو بنا رکھا تھا، آپؒ نے اس منصب کو خوب سنبھالنے کے لئے پوری زندگی وقف کردی تھی، طویل مشکلات جھیلیں، پے درپے اسفار کئے، ماریں کھائیں، گرفتار ہوئے، الغرض اس راہ پہ ترش وشیریں، رطب ویابس کو برداشت کیا، بالآخر اسی منصب پر فائز رہ کر راہِ آخرت کو اِختیار فرمالیا۔ جب سے حضرتِ والاؒ کی طبیعت میں ضعف بڑھا اور سفر کرنے کی سکت نہ رہی تو

جماعتی ذمہ داریاں مخدوم ومحترم حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب نے نبھائیں، اس کے لئے طویل اسفار کئے، اندرون وبیرونِ ملک ختمِ نبوّت کانفرنسوں کی صدارت فرمائی، اللہ تعالیٰ آپ کو اس میدان میں مزید ترقی عطا فرمائے، آمین!

جمعیت علمائے اسلام اور حضرت الشیخؒ

حضرتِ والاؒ نے ہمیشہ جمعیت علمائے اسلام کی سرپرستی فرمائی، اور اپنے آپ کو سیاسی حوالے سے جمعیت کے ساتھ وابستہ رکھا، اور قائدینِ جمعیت کے لئے دُعا گو رہتے۔

خلاصۂ کلام

حضرتِ شیخؒ کا وجودِ مسعود جامعِ طریقت وشریعت تھا، عزیمت پر رہتے ہوئے ہر کام کی عملی صورت پیش کرتا تھا، آپؒ خاموش رہتے تھے، چنانچہ جب آپؒ سے یہ سوال ہوا کہ آپ وعظ کیوں نہیں فرماتے؟ تو فرمایا کہ جو میری خاموشی سے فائدہ نہیں اُٹھاتا وہ میرے بولنے سے کیا فائدہ اُٹھائے گا؟ پوری زندگی عزیمت پر عمل کرتے ہوئے اِستقامت کے ساتھ گزار دی، ایک بال کے برابر فرق نہیں آنے دیا، ذٰلک من عزم الأمور!

شیخؒ کی نمازِ جنازہ

شیخِ اقدسؒ کی نمازِ جنازہ میں علمائے کرام، مشائخِ عظام، سیاسی ومذہبی زُعماء وقائدین، دانشور، دِین دار ودُنیادار، تاجر، مزدور، زمیندار، ہر طبقے کے انسانوں نے شرکت کی، وسیع وعریض میدان میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی، نمازِ جنازہ حضرت الشیخؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا خلیل احمد نے پڑھائی جو اَب مسندِ شیخ کے سجادہ نشین ہیں۔ نمازِ جنازہ میں لاکھوں افراد نے شرکت کی، حضرت الشیخؒ کے جنازے پر بادلوں نے سایہ کردیا تھا، گرمی کا نام نہ تھا، تواتر کے ساتھ یہ خبر موصول ہوئی کہ ابابیل نے پورے اِجتماع کا چکر لگایا، پھر حضرتؒ کے جنازے پر اُڑتے رہے،، ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے انسانوں نے آہوں، سسکیوں، نہ رُکنے والے آنسوؤں اور غم زدہ دِلوں کے ساتھ اپنے شیخِ مکرم کو رُخصت کیا، ایسے ہی چرند پرند، زمین وآسمان بھی آہ وفغاں کے عالم میں تھے، کیوں نہ ہوتے خود ختمی مرتبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اِرشادِ گرامی ہے کہ: "مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمْ" اور یہ بھی عالَم کا حصہ ہیں، تو عالِم کی موت کا اثر ان پر بھی ضرور پہنچا ہوگا۔

تدفینِ شیخؒ

بالآخر حضرتِ والاؒ کو اپنے شیخ ومرشد، حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ کے پہلو میں ان کی مغربی جانب سپردِ خاک کر دیا گیا ہے، آپؒ کو مرقد مبارک میں مخدوم زادگان محترم مولانا حافظ رشید احمد صاحب اور محترم جناب سعید احمد صاحب نے اُتارا، اور پھر مرقدِ مبارک کو بند کرنے کے لئے اِینٹیں اور گارا مخدوم ومحترم صاحبزادہ نجیب احمد صاحب دے رہے تھے، حضرت الشیخ مولانا خلیل احمد صاحب، حضرت مولانا مفتی شاہد مسعود صاحب نے تلاوت فرمائی، آخر میں بارگاہِ اِلٰہی میں دستِ دُعا بلند فرمائے عزت مآب مخدوم ومکرم وحضرتِ والاؒ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا عزیز احمد صاحب نے، اللہ تعالیٰ حضرتِ اقدسؒ کو کروَٹ کروَٹ درجاتِ عالیہ سے نوازیں اور حضرتؒ کے فیوض وبرکات سے ہم سب کو نوازیں۔

❋

توجہ مرکوز کرنے کا عمل

دیگر مذاہب کے لوگ توجہ مرکوز کرنے کا عمل کر کے مختلف خوارقِ عادت پیش کرتے ہیں، جس سے سادہ لوح مسلمان بہک جاتے ہیں۔ بھائی انواراللہ خان صاحب جاپان گئے، وہاں گھوم پھر رہے تھے کہ ایک عیسائی خاتون اِن کو پادری سے ملنے کا کہتی ہے، یہ اندر گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ عیسائی پادری تشہد کی حالت میں بیٹھا ہے، وہ دیگر مذہب کے کسی آدمی کو اپنے سامنے اسی طرح گھٹنوں کے بل بٹھا کر توجہ کرتا ہے تو وہ آدمی تختے کی طرح ایک جانب جا گرتا ہے، اس کو دیکھ کر لوگ اس کی عظمت کے قائل ہو رہے تھے۔ مجھے بھی بلایا اور اپنے سامنے بٹھایا، میں نے اپنے حضرت خواجہؒ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اپنے دِل پر یہ خیال کیا کہ میرا دِل اللہ اللہ کرتا ہے، اب پادری بار بار توجہ کر رہا ہے اور مجھ پر کوئی اثر نہیں ہو رہا، کافی دیر کے بعد مجھے کہتا ہے کہ تم چلے جاؤ، ہمارے پاس تمہارے لئے کچھ نہیں۔ بھائی انواراللہ خان صاحب نے یہ واقعہ حضرت خواجہؒ کو سنایا، حضرت خواجہؒ حسبِ معمول خاموش رہے اور یہ فرمایا کہ: اللہ رحم کرے!

ادب وآداب کا سلیقہ

حاجی محمد یعقوب، اسلام آباد

زیرِ مضمون میں ہم خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ کے طور واطوار اور طریقے، سلیقے اور ادب آداب کا ذِکرِ خیر کریں گے۔ اور ان کو آئینۂ نبوت سے پرکھیں گے، تو عوام الناس کے کروڑوں فرزندان کو اِسلامی طور طریقے صرف یک فرد کے ذِکرِ خیر میں پوشیدہ نظر آئیں گے۔ جہاں عوام الناس کو شمائلِ نبوی معلوم ہوجائیں گے، وہاں یہ بھی معلوم ہوجائے گا کہ چودہ سو سال گزرنے کے بعد اس نمونۂ خیر وبرکت پر چلنے میں کوئی دِقت نہیں، ہر فرد اس محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر آسانی سے عمل کرسکتا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا ورحمت حاصل کرسکتا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی معلوم ہوجائے گا، بلکہ کھلی آنکھوں دیکھ سکیں گے کہ کوئی عاشقِ رسولؐ نہ تو دُنیاوی عزت ووقار سے محروم رہا ہے، اور نہ آخرت کے سودے میں گھاٹا اُٹھایا ہے۔ یوں تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ''علیہ السلام'' اور ''رضی اللہ عنہ'' اور ''رحمۃ اللہ علیہ'' کا خطاب حاصل کرنے والی شخصیات خوراک پوشاک میں نہ پُرتکلف تھیں، نہ فضول خرچ، ان کے مقابلے میں ہزاروں روپے کی خوراک کھانے والے اور قیمتی پوشاکیں پہننے والے، کروڑوں کی کوٹھیاں اور کاریں رکھنے والوں کے پاس اس بات کی کوئی گارنٹی نہیں کہ ان کے مرنے کے بعد ان کو ''رحمۃ اللہ علیہ'' کہہ کر یاد کیا جائے گا۔ مستقبل کے سوچ وفکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں، پچھلے پچاس سال میں جتنے امیر ترین آدمی لقمۂ اجل بنے ہیں، ان کا ریکارڈ اُٹھا کر دیکھ لیجئے کہ کتنے ناموں کے ساتھ قیامت تک کے لئے ''رحمۃ اللہ علیہ'' کا خطاب لگ گیا ہے۔ جس خاموش فقیر کو آج ہم اِتباعِ سنت کے پیمانے پر پرکھنا چاہ رہے ہیں، وہ مسکینوں کے پیر تھے، غریبوں کے اُستاذ تھے، بیواؤں کا سایہ تھے، یتیموں کا آسرا تھے۔ ان کے جنازے میں علماء، طلباء اور غرباء کی کثرت غالب تھی، جو آپ کو قیامت تک ''رحمۃ اللہ علیہ'' کے خطاب سے نوازتے رہیں گے، بلکہ ''رحمۃ اللہ علیہ'' کا نذرانہ پیش کرتے رہیں گے۔ اپنے مضمون پر آنے سے پہلے قارئین کو یہ بتانا بے جا نہ ہوگا کہ ہمارے مخدومؒ کو انگریزی کا ایک حرف بھی

لکھنا نہیں آتا تھا، اور نہ پڑھنا آتا تھا۔ تقریباً ۱۹۲۷ء میں چھٹی جماعت میں اسکول سے نکال کر مسجد ومدرسہ میں بٹھادیئے گئے تھے۔ نہ انہیں کاروبار سکھایا گیا اور نہ کوئی کاروبار کیا، نہ تقریر اور خطاب سکھایا گیا، نہ تقریرِ دِل پذیر کا طریقہ سیکھا، مگر آج کے ماہرینِ معاشیات کالجوں، یونیورسٹیوں کے پڑھے ہوئے ہزاروں اور لاکھوں افراد، مرد اور عورتیں، بچے اور بوڑھے سب اسی خاموش فقیر سے دُنیا کے سکون کا سبق حاصل کرنے آتے تھے، جو موجودہ رسم ورِواج میں دُوربینوں سے بھی نہیں دیکھا جاسکتا۔

۱۹۸۰ء میں حضرت مولانا نور محمد صاحبؒ اسلام آباد والے حج پر تشریف لے گئے تھے، وہ مجھے صبح کی نماز کے بعد مسجدِ حرام کی پہلی منزل پر میزابِ رحمت کے سامنے والے حصے میں لے گئے، جہاں قبلہ حضرت صاحبؒ مراقبے میں مشغول تھے، صاحبزادہ محمد عابد صاحبؒ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب، ڈاکٹر حمیداللہ خاکوانی صاحب، حضرتؒ کے پاس موجود تھے۔ حضرتؒ کا معمول تھا کہ صبح کی نماز کے بعد نہیں سوتے تھے، بلکہ ذکر وشغل میں اِشراق تک مصروف رہتے تھے۔ اِشراق کی نماز کے بعد بندہ حضرتؒ سے بیعت ہوا، آپؒ نے بیعت فرمانے کے بعد سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے اَذکار کا طریقہ تلقین فرمایا اور دُعاؤں سے نوازا۔ حضرتؒ کا یہ ذِکر اَذکار کا معمول تقریباً ۱۹۵۳ء سے پہلے کا جاری تھا۔ حاجی گل محمد سرگانہؒ نے اُنہی دِنوں کا ایک واقعہ سنایا کہ میں باگڑسرگانہ سے خانقاہ شریف حاضر ہوا، مجھے سونے کے لئے مسجد کے جنوبی صحن میں ایک ٹوٹا ہوا پلنگ ملا، میں تھکا ہوا تھا، بس سر رکھا اور سوگیا۔ صبح کی اَذان کے وقت ہمارے حضرت صاحبؒ جو دُبلے پتلے نوجوان تھے اور طویل القامت تھے، آپؒ کے ہاتھ میں تانبے والا پانی کا لوٹا تھا جس میں سے تھوڑا سا میرے اُوپر پانی گرایا، میں تیزی سے اُٹھا تو لوٹے کے پیندے کی اَنّی میری پیشانی پر لگی، زخم ہوگیا اور خون بہنے لگا، حضرتؒ نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ اور کیا کام ہے؟ میں نے تعارف کرایا اور بتایا کہ اللہ اللہ سیکھنے آیا ہوں۔ حضرت فرمانے لگے: بھٹی میں سر دینا چاہتے ہو! پھر اس کے بعد تقریباً ۵۷ سال تک حضرت صاحب اس آتشِ عشق سے مستفیض ہوتے رہے اور لوگوں کو مستفیض کرتے رہے۔ حضرتؒ کی حیاتِ طیبہ کا اصل میدان تو یہی تھا۔ اس کے علاوہ تاحیات جمعیت علمائے اسلام مولانا فضل الرحمٰن گروپ کے سرپرستِ اعلیٰ رہے، تاحیات عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے مرکزی امیر رہے، سینکڑوں دِینی مدارس کے سرپرست یا مجلسِ شوریٰ کے رُکن رہے جن میں سے خانقاہ کا مدرسہ بھی شامل ہے۔ ایک ایک بات کی اِصلاح اور معیار کے مطابق پیش کرنا حضرتؒ کا ذاتی وصف تھا۔ ۱۹۵۳ء کی ختمِ نبوّت کی تحریک میں قاری رحیم بخش صاحب پانی پتیؒ بھی آپؒ کے جیل کے ساتھی تھے۔ ایک مرتبہ حضرت قاری صاحبؒ نے خانقاہ شریف کی مسجد میں قاری غلام ربانی صاحبؒ کی اِقتدا میں نماز پڑھی، نماز پڑھ کر ہمارے حضرتؒ کے پاس آکر بیٹھے تو فرمانا شروع کیا: جو اِمام اس طرح

قرآن مجید پڑھتا ہو اس کا نماز پڑھانا حرام، اس کے پیچھے نماز پڑھنا حرام، اس کو تنخواہ دینا حرام، اس کا تنخواہ لینا حرام۔ ہمارے حضرتؒ نے فرمایا کہ آپ ہمارے قاری صاحب کو اپنے مدرسہ خیرالمدارس ملتان لے جائیں، اس کے گھر بار کی کفالت ہم جاری رکھیں گے۔ بالآخر قاری غلام ربانی صاحب نے حضرت قاری رحیم بخش صاحبؒ سے سال بھر قرآن پڑھنا سیکھا، اور واپس آ کر اِمامت جاری فرمائی۔ قاری غلام ربانی صاحب اس سے پہلے مشہور قاری تھے، ان کے شاگرد اُن کو ملنے کے لئے خیرالمدارس جاتے تو ملاقات کے دِلچسپ واقعات سناتے تھے جو حضرت قاری رحیم بخش صاحبؒ کے مثالی نظم وضبط سے لبریز ہوتے تھے۔ وہ اپنی جگہ ایک طویل کہانی ہے، ہمارے حضرتؒ بھی آخری عمر تک نماز پڑھاتے تھے اور بہت عمدہ قراءت فرماتے تھے۔

آپؒ کا لباس کُرتا چادر اور عمامے پر مشتمل ہوتا تھا، کبھی کبھی شلوار بھی پہنتے تھے۔ میانوالی کے معروف کُرتے سے آپؒ کُرتا قدرے مختلف ہوتا تھا کہ آپ کے بازو پر بٹن والے کف نہیں ہوتے تھے، بلکہ گول کف ہوتے تھے۔ میانوالی کے خوانین جو سفید چادر پہنتے ہیں، اس کا انداز کچھ اس طرح ہوتا ہے کہ اس کے لمبے پلّو ہوتے ہیں اور چادر ٹخنوں سے کافی نیچے ہوتی ہے جبکہ ہمارے حضرت کی چادر عموماً نیلگوں رنگ کی ہوتی، اس طرح پہنی جاتی کہ اس کا نیچے والا کنارہ تقریباً گول دِکھائی دیتا، اور ٹخنوں سے دو تین اِنچ اُونچا ہوتا، بعض اوقات موٹی پنڈلی بھی نظر آتی۔ چادر کے پلّو مختصر ہوتے جو باندھتے ہی لپٹے جاتے اور نظر نہ آتے۔ آپؒ کا عمامہ سفید رنگ کا ململ کا ہوتا، جس کو کلف لگا کر باندھتے، لیکن باندھنے کا طریقہ میانوالی کے علاقائی طریقے سے قدرے مختلف ہوتا۔ علاقائی انداز سے نماز میں عمامہ کے بل پر سجدہ ہوتا ہے، مگر حضرتؒ ٹوپی کے اُوپر عمامہ اس طرح دائیں سے بائیں پہنتے کہ پیشانی پر ۸ کا نشان بنتا تاکہ سجدہ کرتے وقت عمامے کے بل پر سجدہ نہ آئے۔ یہاں مجھے ایک نصیحت یاد آئی جو ایک عمر رسیدہ نمازی نے کی، ان صاحب نے فرمایا کہ جب عمامہ باندھو تو پیشانی کے اُوپر والے ایک دو بال ننگے ہونے چاہئیں جو درحقیقت عمامہ کے بل پر سجدہ کرنے کی کراہت سے بچنے کا بہترین طریقہ ہے۔ حضرتؒ آدھے بازو والی بنیان بھی زیبِ تن فرماتے، کبھی کبھی سر پر کپڑے کی ٹوپی بھی پہنتے جو سفید رنگ کی ہوتی، اس ٹوپی کی سلائی طاق پاٹوں سے تیار ہوتی ہے، اگر یہ سبز رنگ کی ہو تو گنبدِ خضراء سے بہت مناسبت ہو۔ حضرتؒ اپنے ہاتھ میں ایک مختصر سا کپڑا رکھتے تھے جو عموماً انڈیا یا بنگلہ دیش سے ساتھی لاتے تھے، یہ کپڑا نفیس سوت کا خانے دار ہوتا ہے، اور دو چھوٹے رُومال یعنی پون گز در ڈیڑھ گز کے سائز کا ہوتا ہے۔ اس کو عام طور پر مدراسی کہا جاتا ہے۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اس اضافی کپڑے کی بہت صفات بیان کرتے اور اس کو سنت سے مشابہ ہونے کی بنیاد پر فرماتے تھے کہ میں اس پر دو گھنٹے بیان کرسکتا ہوں۔

ایک مرتبہ ان کا یہ کپڑا گم ہوگیا تو فرمانے لگے میرا جائے نماز گم ہوگیا، میری چادر گم ہوگئی، میری دھوتی گم ہوگئی، میرا تولیہ گم ہوگیا۔ حالانکہ گم تو صرف ایک کپڑا ہوا تھا، جس سے سارے کام کیئے جاتے تھے۔

ہمارے حضرتؒ جب باتھ رُوم میں جاتے تو ٹوپی یا عمامہ کے بجائے یہی رُومال باندھ کر جاتے، باتھ رُوم (بیت الخلا) میں اپنے ساتھ مٹی کے ڈھیلے طاق عدد میں لے جاتے اور ساتھ ہی پانی کا لوٹا ہوتا۔ حضرتؒ سفر حضر میں نرم مٹی کے ڈھیلے ساتھ رکھتے تھے جو معمولی پانی میں گھل جاتے، بعد میں ٹشو پیپر آسانی سے ملنا شروع ہوگیا تو اس نے ڈھیلوں کی جگہ لے لی۔ لیکن حضرتؒ ٹشو پیپر کے تین یا پانچ ٹکڑے اپنے ساتھ رکھتے کیونکہ فراغت کے بعد بائیں ہاتھ سے طاق ڈھیلوں سے اِستنجا ضروری ہوتا ہے۔ آپؒ ٹشو سے اِستنجا کرنے کے لئے ٹشو کو تہہ دے دیتے اور صرف پیشاب بھی کرتے تو بائیں ہاتھ میں ٹشو لے کر اس سے اِستنجا فرماتے۔ پھر پیشاب پاخانہ بہادیتے اور پانی کے ساتھ اِستنجا کرتے۔ پاخانے کے اُوپر سے پانی سے اِستنجا نہیں کرتے تھے۔ اس کے بعد ہاتھ گٹوں تک دھو لیتے۔ وضو کرنے کے لئے آپؒ اپنا لوٹا اِستعمال فرماتے تھے، اور مسواک جو پیلو کی ہوتی ہے، وضو کے ساتھ اِستعمال فرماتے۔ بغیر مسواک کے وضو کرتے نہیں دیکھا گیا۔ حضرتؒ میانوالی کی مشہور سوغات ''نسوار'' سے نابلد تھے، نہ تمباکو اِستعمال فرماتے، نہ حقہ، نہ سگریٹ، نہ پان:

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

آپؒ کے وضو کے لئے پانی کا لوٹا بھرا ہوا ہوتا تھا جس کو لکڑی کے خوبصورت لٹو نما ڈھکنے سے ڈھک دیا جاتا تھا، غسل کرنے کے لئے وضو اچھی طرح کرکے پورے جسم پر پانی بہاتے اور صابن کا اِستعمال کرتے۔

آپؒ لکڑی کی چوکی پر قبلہ رُو بیٹھ کر وضو فرماتے، مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ پہلے کلی کرتے، پھر مسواک دھوکر اِستعمال فرماتے، اور یہ عمل تین مرتبہ کرتے، سنت کے مطابق وضو فرماتے۔ دائیں ہاتھ سے ناک میں پانی ڈالتے، اور بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے تین مرتبہ صاف کرتے۔ چہرہ مبارک دھوتے وقت پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان سے دُوسرے کان تک احتیاط سے پانی پہنچاتے، پھر بازو کہنی سمیت دھوتے، چلو میں پانی لے کر کہنی تک چلاتے اور ساتھ ساتھ دُوسرا ہاتھ پھیرتے۔ اور تازہ پانی لے کر سر کا مسح فرماتے، اور کانوں کا مسح کرنے کے لئے تازہ پانی نہ لیتے، اور گردن کا مسح ہاتھ کی اُنگلیوں کی پشت سے اس طرح فرماتے کہ دائیں کان سے نیچے دائیں ہاتھ سے اور بائیں کان کے نیچے بائیں ہاتھ سے گردن پر پھیرتے۔ بعض لوگ ہاتھ کی اُنگلیوں کو سیدھے رُخ سے

گردن کے پچھلے حصے پر پھیرتے ہیں، یہ ٹھیک نہیں ہے۔ پاؤں دھوتے وقت خوب اِحتیاط فرماتے اور بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے پاؤں کی اُنگلیوں کا خلال اس طرح فرماتے کہ دائیں پاؤں کی چھنگلیا کے نیچے سے خلال کرتے کرتے بائیں پاؤں کی چھنگلیا پر ختم فرماتے۔ اس کے بعد ہاتھ دھولیتے اور تولیے سے چہرہ، ہاتھ اور پاؤں خشک فرمالیتے، تب چپل پہن لیتے۔ زندگی کے آخری ایام میں کمزوری کا زور تھا تو نہایت اِحتیاط سے تیمّم فرماتے

حضرتؒ سفر حضر میں جائے نماز بھی اپنے ساتھ رکھتے، لوٹا، عصا، اُگالدان، جائے نماز، مسوک، سرمہ، ٹشو پیپر کے بغیر آپ کا سفر نہیں ہوتا تھا۔ اسی طرح بغیر جماعت کے نماز نہیں پڑھتے تھے، خواہ سفر ہو، خواہ گھر ہو، خواہ بیماری ہو، خواہ تندرستی ہو، نماز باجماعت ہی پڑھتے تھے۔ زندگی کے آخری تین چار سال تو اپنے کمرے میں چارپائی پر بیٹھ کر باجماعت نماز ادا فرماتے۔ نماز میں سنن اور مستحبات کا خاص خیال رکھتے۔ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو آپؒ کے پاؤں میں تقریباً چار اُنگل کا فاصلہ ہوتا، اور دونوں پاؤں متوازی قبلہ رُخ ہوتے، نماز شروع کرنے کے لئے ہاتھ کانوں تک اُٹھاتے تو آپؒ کے انگوٹھے کانوں کی لَو کی سیدھ میں ہوتے، ہاتھوں کی ہتھیلیاں قبلہ رُخ ہوتیں اور ہاتھوں کی اُنگلیاں آسمان کی طرف ہوتیں۔ آپؒ ''اللہ اکبر'' کہہ کر ہاتھ ناف سے نیچے اس طرح باندھتے کہ بائیں ہاتھ کی پشت پر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی ہوتی، دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھنگلیا سے حلقہ بنا کر بائیں ہاتھ کی کلائی پکڑتے اور باقی تین اُنگلیاں بائیں بازو پر سیدھی ہوتیں۔ آپؒ تکبیرِ تحریمہ کہتے ہوئے سر کو نہ جھکاتے۔ قیام کی حالت میں آپؒ کی نگاہ سجدے کی جگہ پر ہوتی۔

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ ایک عجیب نکتہ بیان فرماتے ہیں کہ قیام کی حالت میں سجدے کی جگہ پر نظر رکھو تو یوں خیال کرو کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں، اور عمر بھر یہ عمل جاری رکھیں تو مرنے کے بعد اس کا ثمر دیکھ لوگے۔

آپؒ ثنا پڑھنے کے بعد تعوّذ پڑھتے، پھر ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھ کر سورۂ فاتحہ تلاوت فرماتے، اس کے بعد ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھ کر پوری سورت کی قراءت فرماتے۔ آپؒ فرماتے تھے کہ ہم قرآن مجید کی تلاوت اِمام عاصمؒ کی روایت پر کرتے ہیں، ان کے نزدیک ''بسم اللہ'' سورۂ فاتحہ کی آیت ہے، اس لئے ہمیں بسم اللہ کسی حالت میں نہیں چھوڑنی چاہیئے، بلکہ ہر رکعت میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھ کر سورۃ الفاتحہ کی قراءت شروع کی جائے۔ اس کے بعد طوالِ مفصل، اَوساطِ مفصل، اور قصارِ مفصل سورتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے قراءت فرماتے۔ طوالِ مفصل قرآن مجید کی سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک کی سورتیں ہیں، اور یہ فجر اور ظہر کی نماز میں پڑھتے۔ اَوساطِ مفصل سورۃ الطارق سے سورۃ البینہ

تک ہیں، اور ان کی قراءت نمازِ عصر اور عشاء میں کی جاتی ہے۔ اور اس کے بعد آخری سورتیں قصارِ مفصل کہلاتی ہیں، ان کی قراءت مغرب کی نماز میں کرتے۔ آپؒ کبھی بھی ادھوری سورت نہ خود پڑھتے، نہ کسی اِمام صاحب کو پڑھنے دیتے۔ البتہ بیماری اور ضعف کے سالوں میں جب آپؒ چار پائی پر بیٹھ کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے تو اِمام صاحب چھوٹی سورتوں سے نماز پڑھاتے۔ حضرتؒ تندرستی کی زندگی میں رمضان المبارک میں تین بار قرآن مجید سنتے تھے، لیکن بیماری کے دِنوں میں قاری صاحب ایک ختم پڑھتے تھے۔ حضرتؒ عام طور پر صبح کی نماز کے لئے پون گھنٹہ طلوعِ آفتاب سے پہلے تشریف لاتے تھے، نماز قاری صاحب پڑھاتے، یا حضرتؒ خود پڑھاتے، نماز تعدیلِ اَرکان کے ساتھ خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے۔ رُکوع میں آپؒ ہاتھوں کی اُنگلیاں کھول کر گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑتے اور بازو سیدھے رکھتے، سر اور کمر سیدھے ہوتے، آپؒ دائیں پاؤں کا انگوٹھا کسی حالت میں اپنی جگہ سے نہیں ہلنے دیتے تھے۔ جب تشہد میں بیٹھتے تو دائیں پاؤں کی اُنگلیاں قبلہ رُخ ہوتیں اور پاؤں عموداً کھڑا ہوتا، اور بائیں پاؤں پر اس طرح بیٹھتے کہ بائیں پاؤں کی اُنگلیاں بھی دائیں پاؤں کی مدد سے قبلہ رُخ کر لیتے۔ آپؒ قومہ اور جلسہ میں نہایت تسلی سے سیدھے ہوتے اور تشہد کی حالت میں نگاہ گود پر رکھتے۔ رُکوع اور سجود میں تسبیحات تین مرتبہ پڑھتے اور تشہد میں دُرود شریف اور دُعا کے بعد سلام پھیرتے۔ سلام پھیرنے کے لئے زیادہ منہ اُٹھا کر دائیں بائیں نہیں پھیرتے تھے، بس نرمی سے دائیں طرف سلام پھیرتے تو آپؒ کی نگاہ تقریباً تیسرے آدمی کی گود تک جاتی، اسی طرح بائیں طرف سلام پھیرتے۔ آپؒ تشہد کے وقت اُنگلی نہیں اُٹھاتے تھے۔ آپؒ سے پوچھا گیا کہ آپ تشہد میں اُنگلی کیوں نہیں اُٹھاتے؟ تو فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ حضرت اِمام ابوحنیفہؒ کی اِتباع میں اُنگلی نہیں اُٹھاتے تھے، اس لئے میں بھی یہ اُنگلی نہیں اُٹھاتا۔

ظہر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کے بعد مختصر اور آہستہ دُعا پڑھ کر سنتیں پڑھنے لگ جاتے، جبکہ باقی نمازوں میں سلام پھیرنے کے بعد آیۃ الکرسی اور تسبیحاتِ فاطمہؓ پڑھ کر دُعا فرماتے۔ نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا فرماتے۔ ظہر، مغرب اور عشاء کی دو سنتوں کے پڑھنے کے بعد آیۃ الکرسی اور تسبیحاتِ فاطمہؓ پڑھتے۔ آپؒ نماز کے بعد تسبیحاتِ فاطمہؓ کی بہت تاکید فرماتے تھے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی فرماتے کہ فرض نماز میں تھوڑی بہت کوتاہی ہو تو ان تسبیحات سے پوری ہوجائے گی۔ عام طور پر رات کو سونے کے لئے لیٹ کر تسبیحاتِ فاطمہؓ پڑھتے تھے۔

آپؒ صبح اور عصر کی نماز کے بعد ختمِ خواجگان کراتے، وہ اس طرح ہے: سورۂ فاتحہ ۷ مرتبہ، دُرود شریف ۱۰۰ مرتبہ، سورۂ الم نشرح ۷۹ مرتبہ، سورۃ الاخلاص بسم اللہ سمیت ۱۰۰۰ مرتبہ، سورۂ فاتحہ ۷ مرتبہ، دُرود شریف ۱۰۰ مرتبہ، ”**یا قاضی الحاجات، یا کافی المهمات، یا دافع البلیات، یا**

شافي الأمراض، يا رفيع الدرجات، يا مجيب الدعوات، يا ارحم الراحمين“ ہرایک ۱۰۰، ۱۰۰ مرتبہ پڑھتے، پھر دُعا فرماتے۔

ظہر کی نماز کے بعد ختم حضرت مجدد الف ثانیؒ اور ختم حضرت خواجہ محمد معصوم صاحبؒ پڑھتے، وہ اس طرح کہ پہلے ۱۰۰ مرتبہ دُرود شریف، پھر ۵۰۰ مرتبہ ”لَا حول ولَا قوّة اِلّا باللّٰہ“، پھر دُرود شریف ۱۰۰ مرتبہ، ۵۰۰ مرتبہ آیتِ کریمہ: ”لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ“، پھر دُرود شریف ۱۰۰ مرتبہ پڑھ کر دُعا کرتے۔ ختم شریف کے بعد نمازِ فجر کے بعد اِشراق تک اور نمازِ عصر کے بعد آدھ گھنٹہ تک مراقبہ فرماتے۔

اِشراق کے بعد اپنے کمرے میں آدھ پون گھنٹہ تک تشریف رکھتے، پھر چائے کے لئے گھر تشریف لے جاتے۔ چائے کے بعد تقریباً ۹ بجے واپس کمرے میں تشریف لاتے، دوڈھائی گھنٹے ساتھی آپؒ کی مجلس میں بیٹھ کر فیض حاصل کرتے۔ کچھ لوگ تعویذ یا دُعا کی درخواست کرتے، حضرتؒ بظاہر گفتگو یا مطالعے میں مصروف نظر آتے، درحقیقت ساتھیوں کی باطنی تربیت فرمارہے ہوتے تھے۔ بعض ساتھیوں کو آگے سبق عنایت فرماتے، اور بعض کے حال اَحوال معلوم فرماتے۔ جب یہ مجلس ختم ہوتی تو گھر جانے سے پہلے چپل اس طرح پہنتے کہ پہلے دایاں جوتا، پھر بایاں جوتا پہنتے۔ آپؒ تیامن کا خاص خیال رکھتے، یعنی دائیں طرف سے شروع کرنا۔ جوتا، قمیص، شلوار پہنتے وقت پہلے دایاں پہنتے، پھر بایاں۔ کسی سے کوئی چیز لیتے تو دائیں ہاتھ میں لیتے، اور دیتے تو بھی دائیں ہاتھ میں دیتے، تاکہ کرتے کرتے حشر کے دِن اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں لینا نصیب ہو۔ کوئی چیز تقسیم فرماتے تو پہلے دائیں ہاتھ والے کو دیتے، پھر آگے دیتے جاتے، حتیٰ کہ جب چائے میں چمچ ہلاتے تو طواف کے رُخ پر دائیں سے بائیں پھیرتے، اور سات چکر دیتے تاکہ طواف کی یاد تازہ ہوجائے۔

پگڑی پہنتے وقت دائیں سے بائیں بل دیتے، جس طرح خانۂ کعبہ شریف کے طواف کی ترتیب ہے۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں جوتا اُتار کر پاؤں جوتے پر رکھتے، پھر دایاں پاؤں نکال کر مسجد میں رکھتے، پھر بایاں پاؤں مسجد میں رکھتے۔ مسجد سے نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں نکال کر پاؤں جوتے کے اُوپر رکھتے، پھر دایاں پاؤں مسجد سے نکال کر پہلے جوتے کا دایاں پاؤں پہنتے، پھر بایاں پاؤں پہنتے۔ آپؒ مسجد کے صحن کو راہ گزر نہ بناتے۔

دوپہر کو گیارہ ساڑھے گیارہ بجے مجلس ختم کرکے کھانے کے لئے تشریف لے جاتے۔ کھانے پینے میں کوئی خاص تکلف نہیں تھا، البتہ ٹھنڈا پانی اور گرم چائے مرغوب تھے۔ کھانا کھانے سے پہلے تاکید سے ہاتھ دھوتے اور تولیے سے صاف نہ کرتے تھے، البتہ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ صابن سے دھوتے

اور تولیے سے صاف کرتے تھے۔ کھانے کے بعد خلال بھی اِستعمال فرماتے تھے۔ حضرتؒ کھانا کھانے میں بچپن ہی سے محتاط تھے، کھانا کھانے کے درمیان کبھی کبھار ایک دو گھونٹ پانی پی لیا کرتے، لیکن کھانا کھانے کے بعد کبھی پانی نہیں پیتے تھے۔ ایک دو گھنٹے گزرنے کے بعد پانی پیتے تھے۔ آپؒ پلیٹ میں تھوڑا سا سالن ڈال کر کھانا شروع فرماتے، اگر ضرورت ہوتی تو دوبارہ ڈال لیتے، ورنہ برتن کو اچھی طرح صاف فرماتے۔ آپؒ کھاتے وقت صرف تین اُنگلیوں سے کھاتے، جو کھانے کے باوجود صاف رہتی تھیں۔ کھانے کے بعد اُنگلیاں چاٹ لیتے تھے اور جو تھوڑی بہت تری اُنگلیوں پر بچ جاتی وہ پاؤں کی اُنگلیوں کے نچلے حصوں سے صاف فرماتے، اس کے بعد ہاتھ دھوتے۔

ایک مرتبہ آپؒ نے حضرتِ ثانیؒ کا واقعہ سنایا کہ آپؒ کافی مریدوں کے جلو میں بھیرہ کے مشہور حکیم شاہ محمد صاحب کے پاس ہاضمے کی شکایت لے کر گئے۔ جب حکیم صاحب فارغ ہوئے تو حضرتِ ثانیؒ کی طرف متوجہ ہوئے، حضرتؒ نے ہاضمے کی شکایت کی، تو حکیم صاحب کہنے لگے: آپ ٹھیک نہیں ہو سکتے، کیونکہ مجھے معلوم ہوتا ہے آپ بہت بڑے پیر ہیں اور ہر مرید کے پاس ایک ایک دانہ بھی کھاؤ تو میری پرہیز کی حد سے بڑھ جاؤ گے۔ شاید ہمارے حضرتؒ نے یہ بات پلّے باندھ لی تھی کہ کھانا بہت کم کھانا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپؒ کبھی ڈکار نہیں مارتے تھے، کیونکہ اس کی ممانعت آئی ہے۔ کھانے کے ساتھ کھجور نہایت رغبت سے تناول فرماتے تھے۔ عام طور پر لوگ حضرتؒ کو اپنے گھر لے جاتے تو آپؒ اِنکار نہیں فرماتے تھے، کیونکہ کھانے پینے کا تو بہانہ ہوتا تھا، دراصل اہلِ خانہ نے اپنی کسی پریشانی کے متعلق حضرتؒ کو عرض کرنا ہوتا تھا، جو تنہائی میں ہی بیان کی جاسکتی ہے۔

دوپہر کے کھانے کے بعد آپ کچھ دیر قیلولہ فرماتے، پھر ظہر کی اَذان ہوتے ہی تیاری فرما کر مسجد میں تشریف لے جاتے۔ ظہر کی نماز کے بعد اپنے کمرے میں ساتھیوں کے پاس تشریف فرما ہوتے۔ اگر کسی ساتھی کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو عرض کر دیتا، ورنہ پورا مجمع خاموش بیٹھا رہتا اور حضرتؒ اپنے ذِکر اَذکار میں مستغرق رہتے۔ کبھی کبھار ہفتہ وار اور ماہنامہ رسالے جو ملک بھر سے اور انڈیا سے آتے تھے، حضرتؒ ان کا مطالعہ فرماتے۔ آپؒ اخبار کا مطالعہ بھی فرماتے اور ساتھیوں سے ملکی حالات تفصیل سے پوچھتے رہتے تھے۔ اور دُنیا بھر کے مسلمانوں کی پریشانیوں پر دُکھ درد کا اِظہار فرماتے۔

آپ کو نزلہ، زُکام بلغم کی تکلیف بھی عموماً رہتی تھی، اس لئے اُگالدان اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ آپؒ نے کبھی بھول کر بھی قبلہ رُخ نہیں تھوکا، اور نہ ہی قبلے کی طرف منہ کر کے ناک صاف کی۔ آخری عمر میں عصا اور اُگالدان کا اِستعمال آہستہ آہستہ ختم ہوگیا، کیونکہ ضعف کی وجہ سے چلنا پھرنا بھی نہیں ہوتا تھا، اور نزلہ زُکام بھی تقریباً ختم ہوگیا تھا۔ ظہر کے اِجلاس کے بعد آپؒ گھر چائے کے لئے تشریف لے

جاتے، چائے میں حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی طرح حضرتؒ کا خاص ذوق تھا۔

آپؒ نے ایک مرتبہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کی چائے کا ذِکر کیا کہ خادم چائے لاتا تو آپؒ فرماتے: پانی کچا رہ گیا! دوبارہ جب چائے بنتی تو پانی کو بار بار اُبالا جاتا مگر پھر بھی پانی کچا ہوتا تھا۔ ایک دِن خادم نے چائے ڈالتے وقت دیکھا کہ پیالی میں چند قطرے پانی ہے، انہوں نے قطرے اُنڈیل دیئے اور پیالی کو چولہے پر گرم کرکے خشک کردیا۔ اب جو چائے لے کر گئے تو فرمایا: آج پانی پکا ہوا ہے۔

خانقاہ سراجیہ میں تقریباً ساٹھ سال سے تمام مہمانوں کو صبح سات بجے اور عصر سے پہلے ساڑھے تین بجے چائے ملتی ہے۔ چائے پینے کے بعد ساتھی ذِکر اذکار، تلاوت اور اِنفرادی اعمال میں مصروف ہوجاتے ہیں۔

اسی طرح خانقاہ میں صبح کا ناشتہ سات بجے، دوپہر کا کھانا ساڑھے گیارہ بجے، اور رات کا کھانا مغرب کی نماز کے بعد ملتا ہے۔ مہمانوں کی تعداد عام طور پر پچاس سے لے کر دو ہزار تک گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ ہمارے حضرتؒ کی خوشی مہمانوں کو کھانا کھلانے میں ہوتی ہے، بلکہ جب حضرتؒ کی پہلی اہلیہ محترمہؒ کا اِنتقال ہوگیا، جو حضرت ابوالسعد احمد خان صاحبؒ کی صاحبزادی تھیں، تو ساتھیوں نے عقدِ ثانی کے لئے اِصرار کیا، حضرتؒ نے فرمایا: ایسی بیوی ہو جو مہمانوں کے کھانے اور خدمت سے نہ گھبرائے۔ اللہ کی شان! دُوسری اہلیہ محترمہؒ پہلی کی بھتیجی ایسی خدمت کرنے والی خاتون تھیں کہ جب ان کا اِنتقال ہوا تو مہمانوں کو صبح ناشتے میں پراٹھا بند ہوگیا، تو پُرانے ساتھی کہتے کہ: ''پراٹھے دینے والی ماں فوت ہوگئی ہے!''

ہمیں یاد ہے کہ رات گئے خانقاہ پہنچتے تو لانگری کے پاس روٹی سالن یا کم از کم اچار ضرور مل جاتا تھا، حضرتؒ کی شفقت جس طرح خواص پر ہوتی تھی، اسی طرح عام فقیروں پر ہوتی تھی، کھانا پکانے والی خواتین پر خصوصی توجہ فرماتے، رمضان المبارک میں ہجوم بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے، تو خواتین عشاء کے بعد سحری تک کھانے پکانے میں مصروف رہتیں، بلکہ مریضوں کے لئے ان کی ضرورت کی کھچڑی یا نرم روٹی تیار کرتی ہیں۔ حضرتؒ کبھی کبھار ان کے لنگر خانے میں تشریف لے جاتے اور فرماتے: جس طرح ساری رات نمازِ تراویح اور مراقبات والوں پر میری توجہ ہوتی ہے، اسی طرح آپ خواتین پر بھی میری توجہ ہوتی ہے، آپ مطمئن رہیں۔

خانقاہ شریف میں گرمیوں کے لئے صاف ستھرے کھیس اور تکیے ملتے ہیں، اور سردیوں کے لئے

رضائی گدے ملتے ہیں۔ آپؒ اپنی رقم وغیرہ بریف کیس میں رکھ کر اس کی چابی حفاظت سے جیب میں رکھتے اور یہ عمل مرض الموت تک جاری رہا۔ حضرتؒ کی جیب میں چابیاں موجود رہتی تھیں، ایک مرتبہ اسلام آباد ہمارے گھر تشریف لائے تو میرے بکسے کی چابی نہیں مل رہی تھی، آپؒ نے اپنی جیب سے چابیوں کا گچھا نکالا اور ایک چابی سے تالا کھولا، جونہی تالا کھلنے کی کڑک کی آواز آئی، مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرے دِل کا تالا کھلا ہے۔ وہ کیفیت اب تک یاد ہے۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنی تصنیف ''نبیٔ رحمت'' میں نبی کریم ﷺ کی مجالس کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ ساتھیوں کے ساتھ تشریف فرما ہوتے تو اُمیہ بن الصلت کے اَشعار سننے کی فرمائش کرتے، جو آپ ﷺ کو سنائے جاتے۔ ہمارے حضرتؒ اس سنت کے اِتباع میں پیچھے نہیں تھے، ایک مرتبہ فرمایا کہ مسلم لیگی وزیر (فیروز خان نون) نے حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کو اپنی طرف قائل کرنے کے لئے بھیرہ کے مولانا ظہور احمد بگویؒ کے ذریعے ملاقات کا بندوبست کیا۔ رات بھر باتیں ہوتی رہیں، سحری کے وقت حضرت شاہ جیؒ باہر تشریف لائے، ساتھیوں نے پوچھا: کیا بنا؟ تو حضرت شاہ جیؒ نے یہ شعر پڑھا:

تھی پہلے ہی کونسی وہاں اپنی قدر ومنزلت
پر رات کی منتوں نے گنوادی رہی سہی

فرمایا: ایک مرتبہ حضرتِ اعلیٰ ابوالسعد احمد خان صاحبؒ کوئٹہ تشریف لے گئے، جس کمرے میں تشریف فرما تھے، وہ ساتھیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، کھڑکی میں ایک عورت آکر کھڑی ہوئی اور یہ شعر پڑھنے لگی:

ما و تو از یک گلستانیم از مار و متاب
آنکہ از قدرتش ترا گل کردہ ما را خار ساز

حضرتؒ نے فرمایا کہ اس عورت کو اندر لائیں، وہ آئی اور عرض کرنے لگی: میں ایک گنہگار عورت ہوں، بدی کر کے پیٹ پالتی ہوں، میری بیٹی فوت ہوگئی ہے، مگر شہر کا کوئی مولوی صاحب اس کا جنازہ پڑھنے کے لئے تیار نہیں، اگرچہ میں ان کے اعمال کو جانتی ہوں۔ حضرتؒ نے پوچھا کہ: آپ یہ پیشہ چھوڑ کیوں نہیں دیتیں؟ تو جواب دیا کہ: یہ لوگ ہمارے پاس آتے ہیں، منّت خوشامد کرتے ہیں، پیسے دیتے ہیں، تو ہم بھی مروّت میں پھنس جاتے ہیں۔ حضرتِ ثانی مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ یہ شعر پڑھتے تھے:

ہوا مخالف، گل بے وفا، یار بیگانہ
دریں چمن بہ چہ امید آشیاں بندم

بر سر قبر من بیا نغمہ عشق را برا
کز جذبات شوق تو نعرہ زخاک برزنم
بعد از ہزار سال بر لحد گزر کنی
مشک شود غبار من روح شود ہمہ تنم
گوئے توفیق وکرامت درمیاں افگندہ اند
کس بمیداں درنمی آید یاراں را چہ شد

ایک مرتبہ میں نے حضرتؒ کو عرض کیا کہ پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کی بیٹھک میں فریم میں یہ شعر لکھا ہوا تھا:

دھاگے دریاں دے
یار گوانڈھی ہوندے
بھاگے بھریاں دے

حضرتؒ کو یہ شعر اتنا پسند آیا کہ بار بار سننے کی فرمائش فرمارہے تھے۔ دراصل اس شعر میں نبی کریم ﷺ اور حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما کے مزارات کے قرب کی طرف اِشارہ ہے۔

حضرتؒ عصر کی نماز کے بعد فارغ ہوکر اپنے کمرے میں تشریف لاتے تو مغرب تک خاموشی کی محفل جاری رہتی، نئے آنے والے حضرات ملاقات کرکے عرض معروض پیش کرتے، اور پُرانے ذِکر کی طرف متوجہ رہتے۔ عصر کی مجلس کے بعد حضرتؒ مغرب کی نماز کی تیاری فرماتے اور ساتھی وضو کے لئے چلے جاتے۔ مغرب کی اَذان کے دوران مسجد میں تشریف لے جاتے اور نماز پڑھتے، مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد گھر تشریف لے جاتے اور کھانا کھاکر عشاء کی نماز سے آدھا پونا گھنٹہ پہلے اپنے کمرے میں واپس تشریف لے آتے۔ نئے آنے والے ملاقات کرتے اور جانے والے روانگی کے لئے اِجازت اور دُعا طلب کرتے۔ عشاء کی نماز کے بعد پھر حضرتؒ اپنے کمرے میں ساتھیوں کے پاس تشریف فرما ہوتے اور آدھ پون گھنٹہ کے بعد تشریف لے جاتے۔ گھر جانے سے پہلے ساتھی حضرتؒ کو سرمہ پیش کرتے، حضرتؒ سرمے کی ایک ایک سلائی پہلے دائیں آنکھ میں، پھر بائیں آنکھ میں ڈالتے، پھر ایک ایک سلائی ڈالتے اور آخر میں دائیں آنکھ میں تیسری سلائی اِستعمال فرماتے۔

ان مجالس میں اور کاموں کے ساتھ خطوط کے جواب تحریر فرماتے تھے، جن ساتھیوں نے بیعت ہونا ہوتا وہ مسجد میں بیعت ہوتے، بعض اوقات ساتھیوں کو جلدی ہوتی تو اپنے کمرے میں بھی بیعت فرمالیتے تھے۔ ان کثیر مہمانوں کی آمد ورفت کے ساتھ ساتھ حضرتؒ کے درونِ ملک وبیرونِ ملک کے

اسفار بھی جاری رہتے، بیرونِ ملک کے سفر یا تو حج اور عمرہ کے ہوتے، یا ختمِ نبوّت کی کانفرنسوں میں شرکت کے ہوتے تھے۔ اور اندرونِ ملک سفر مدارس، مساجد کے جلسوں وغیرہ کے لئے ہوتے، یا پھر ختمِ نبوّت کی کانفرنسوں میں شمولیت کے لئے ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرتؒ نے خانقاہ شریف سے اسلام آباد کا سفر صرف اس لئے کیا کہ راجہ ظفر الحق صاحب کی اِنتخابی مہم میں ان کی مدد کی جائے۔ اسلام آباد سے علمائے کرام کی پوری ویگن بھر کر اِنتخابی مہم کے لئے کہوٹہ اور مری کے علاقوں میں حضرتؒ تشریف لے گئے۔ ویگن میں لال مسجد کے خطیب حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب شہید، ہلال مسجد کے خطیب حضرت مولانا غلام حیدر صاحب، مسجد دارالسلام کے خطیب حضرت مولانا نور محمد صاحب، مجلس تحفظ ختمِ نبوّت اسلام آباد کے مبلغ حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب رحمہم اللہ تھے۔ اِنتخابی حلقے میں جگہ جگہ تشریف لے گئے، بگھار شریف میں صاحبزادہ محمد یعقوب صاحبؒ نے کھانا پیش کیا، جو خانقاہ موسیٰ زئی شریف کے سلسلے سے ہیں، ڈاکٹر ساجدالرحمٰن اسلامی یونیورسٹی والوں کے والد صاحب ہیں۔ وہاں حضرتِ اعلیٰؒ کے ایک خلیفہ صاحب کا بھی مزار شریف ہے، دورانِ سفر مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ اور مولانا غلام حیدر صاحبؒ نے اپنا حج کا وہ سفر بھی سنایا جس میں ان کی ویگن برفانی تودے میں دَب گئی، تمام حضرات نے قبر میں داخلے کی دُعائیں پڑھ لیں، رات بھر برف میں دبے رہے، دن چڑھے جب سڑک صاف کرنے کے لئے بلڈوزر آیا تو ویگن برف سے نکلی۔ میں نے ایک موقع پاکر حضرتؒ سے عرض کیا کہ حضرت! راجہ ظفر الحق صاحب تو آپ کی ملاقات کے لئے نہیں آئے، جبکہ آپ میانوالی سے یہاں اس کی اِنتخابی مہم کے لئے تشریف لائے ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا: ہمیں راجہ صاحب ملیں یا نہ ملیں، ہم نے ان کا ایک دِن دینا ہے، جس کے لئے ہم یہاں آئے ہیں، محمد اسلم قریشی کے کیس میں جب مجلس تحفظ ختمِ نبوّت نے وکیل کرنا تھا تو کوئی وکیل پیسے لے کر بھی وکالت کرنے کو تیار نہیں تھا، جبکہ راجہ صاحب نے مفت وکالت کی تھی، اس کا بدلہ دینے کے لئے ہم یہاں حاضر ہوئے ہیں۔'' میں نے چپکے سے ساتھیوں کو بتایا کہ راجہ صاحب الیکشن میں ہار جائیں گے۔ انہوں نے پوچھا: کیوں؟ میں نے کہا کہ ہمارے حضرت کی دُعاؤں میں اتنا اِخفاء اور ستر ہوتا ہے کہ وہ کسی کامیابی کا سہرا اپنے سر نہیں لینا چاہتے۔ ہوا بھی یہی کہ راجہ صاحب الیکشن میں ہار گئے۔ لیکن اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ ان کو مسلم لیگ کا جنرل سیکریٹری بنا دیا گیا۔ راجہ صاحب کے مدِمقابل خاقان عباسی تھے جو مال کے بل بوتے پر اِلیکشن جیتتے تھے، انہوں نے جنرل ضیاء الحق سے شکایت کی کہ میں جیت گیا تھا، پھر بھی میری کار پر ایک جھنڈا بھی نہیں لگا، مگر راجہ صاحب ہار گئے تھے تو ان کی کار پر دو جھنڈے لگے ہوئے ہیں، یہ میری بے عزتی ہے۔ خاقان عباسی صاحب کے دباؤ پر راجہ صاحب کو مصر کا سفیر بنا کر ملک سے باہر بھیجا

گیا، مگر جب تین چار ماہ کے بعد راجہ صاحب اسلام آباد پہنچے تو ان کا اِستقبالی جلوس اتنا لمبا تھا کہ اس کی اِبتدا راولپنڈی صدر میں تھی اور اِنتہا ایئر پورٹ پر تھی، تقریباً چار میل لمبا جلوس تھا۔ یہ جلوس دیکھ کر خاقان عباسی صاحب بہت پریشان تھے۔ بالآخر اوجڑی کیمپ کے دھماکے میں میزائل چلے اور ایک میزائل خاقان عباسی کی کار میں لگا، وہ فوت ہوگئے۔ خاقان عباسی صاحب کا ایک بیٹا بھی اسی کار میں زخمی ہوا تھا، وہ تقریباً پچّیس سال تک مصنوعی تنفس میں رہا، بالآخر فوت ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون!

اسی طرح اِخفاء کا ایک واقعہ اسلام آباد میں بھی پیش آیا، شاہ فیصل مسجد سے زیرو پوائنٹ آتے ہوئے سڑک کے کنارے پر ایف-۸ میں ایک چھوٹی سی مسجد تھی جس میں قاری احسان اللہ صاحب خطیب ہیں، اس مسجد کے مغربی جانب قادیانیوں کے نام نہاد خلیفہ مرزا ناصر احمد کی کوٹھی ہے، قاری احسان اللہ صاحب نے اس مسجد میں مغرب کی نماز کے بعد ختمِ نبوّت کانفرنس رکھی اور لاؤڈ اسپیکر کے آٹھ ہارن مرزا ناصر احمد کی کوٹھی کی طرف لگائے، تقریباً چار سو پولیس کی نفری کوٹھی کی حفاظت پر مقرر تھی۔ اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ مغرب سے پہلے آندھی اور طوفانی بارش ہوئی، جس وجہ سے سامعین کی تعداد سو، سوا سو سے زیادہ نہ تھی، گویا جلسہ صرف قادیانیوں کو سنانے کے لئے تھا، جلسے میں حضرت مولانا عبدالشکور دِین پوریؒ اور حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہم العالی کے ایسے خطاب ہوئے جو پہلے کبھی نہیں سنے گئے تھے۔

مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہٗ یوں خطاب فرمارہے تھے: جناب مرزا ناصر احمد صاحب! لوگ چار آنے کی مٹی کی کٹوری لیتے ہیں تو اس کو ٹھونک بجا کر لیتے ہیں، ہم آپ کی خلافت کو کیوں ٹھونک بجا کر نہیں دیکھیں گے؟ جناب مرزا ناصر احمد صاحب! میں ربوہ میں ایک مسافر ہوں، میں نے ربوہ کی بہن کو بہن اور بیٹی کو بیٹی سمجھا ہے، آپ ربوہ کے خلیفہ اور اِمام ہیں، آپ بھی یہی بات کہہ دیں کہ میں نے ربوہ کی بہن کو بہن اور بیٹی کو بیٹی سمجھا ہے، تو میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلوں گا۔ (بات چونکہ پُرانی ہوچکی ہے، شاید قارئین کو یاد ہو کہ ربوہ میں ایک یاسمین نامی عورت کو زنا کے بعد قتل کرکے دفن کردیا گیا تھا، جس میں خلیفہ صاحب پر اِشارہ تھا)۔ جب رات گئے جلسہ ختم ہوا تو پولیس نے تمام سامعین اور مقررین کو گرفتار کرکے ویگنوں میں بٹھانا شروع کردیا۔ ہم نے پولیس والوں سے پوچھا کہ گرفتاری کیوں کررہے ہو؟ کیا قصور ہوا ہے؟ تو پولیس والوں نے بتایا کہ تقریر کے دوران دو مرتبہ مرزا ناصر احمد کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے اور اسے ہسپتال لے گئے ہیں، بس یہی قصور ہے! قبلہ حضرت صاحبؒ اور حضرت دِین پوریؒ اور مولانا قاری محمد امین صاحب ورکشاپی محلے والے سب لوگ تھانے میں بھر دیئے گئے، صبح کے وقت چھٹکارا ہوا۔

مذکورہ مسجد کی تعمیر کے لئے قبلہ حضرت صاحبؒ سے اِفتتاحی اِینٹ رکھوائی گئی، میں نے ساتھیوں کو کہا کہ مسجد تو بنے گی مگر بہت مشکل سے، کیونکہ حضرت نے اِینٹ رکھی ہے۔ سالہا سال تک

مسجد کی تعمیر نہ ہوسکی، پاکستان کے اس وقت کے صدر جنرل ضیاء الحق سی ڈی اے ہسپتال کا اِفتتاح کرنے آئے تو سی ڈی اے کے افسران نے اس کے کان بھرے کہ مولوی ضد کررہا ہے سڑک کے اُوپر مسجد اور مدرسہ بنارہا ہے۔ جنرل ضیاء الحق کو طیش آگیا، فوراً موقع پر پہنچنے کا حکم دیا، گاڑیاں فراٹے بھرتی ہوئی مسجد کے پاس جارُکیں، قاری صاحب سے جنرل ضیاء الحق نے پوچھا: یہ مسجد کون بنارہا ہے؟ قاری صاحب آگے ہوئے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا: جی میں قاری احسان اللہ بنارہا ہوں! تو جنرل نے بھی سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ میں مولوی ضیاء الحق حکم دیتا ہوں کہ اس کو بلڈوز کردو۔ حکم دے کر چلے گئے، مگر مسجد نہ گرسکی۔ بعد میں تعمیر شروع ہوئی اور ایسی عالی شان مسجد بنی کہ اس کے لئے ساگوان کی لکڑی کوئٹہ سے منگوائی گئی، جو اس وقت ۲۶ لاکھ روپے میں آئی۔ عالی شان مدرسہ بھی اس وقت سے آباد ہے۔

خانقاہ سراجیہ میں دس بارہ گھروں پر مشتمل آبادی ہے، جہاں ابھی تک جمعہ کی نماز نہیں ہوتی، نہ ہی عیدین کی نماز ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ حضرت صاحبؒ کے ساتھ سفر سے واپسی پر عشاء کے وقت جنوبی طرف بڑی نہر کا پل کراس کیا جو خانقاہ شریف سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، پل سے گزرتے ہی حضرتؒ نے فرمایا کہ: گاڑی روکو! خانقاہ شریف پر پہنچ کر عشاء کی نماز پڑھی تو تکلّفات میں پڑجائیں گے، اس لئے گھر پہنچنے سے پہلے ہی سفری نماز پڑھ لیتے ہیں۔ اور عشاء کی قصر نماز پڑھی۔ اسی اثنا میں خانقاہ شریف کی اَذان سنائی دی جو بنگالی ساتھی دے رہا تھا، اَذان بہت ہی خوش الحانی سے تھی، حضرتؒ نے فرمایا: اَذان سن کر مزہ آگیا ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ حضرتِ ثانیؒ بھی جب ریلوے اسٹیشن سے اُترتے تو قصر نماز راستے میں ہی باجماعت ادا فرماتے تاکہ آدمی ہلکا پھلکا گھر پہنچے۔ صاحبزادہ محمد عابد صاحبؒ حضرتؒ کے ساتھ ہر دَم سفر میں رہتے تھے، جب راستے میں عشاء کی نماز باجماعت ادا کرلیتے تو فرماتے: آدمی عشاء کی نماز پڑھ لے تو سلطان اللیل ہوجاتا ہے۔

حضرتؒ کی آخری زندگی کا سفر تو ہوائی جہاز پر ہوتا تھا، شروع میں عموماً ریل کے سفر کو ترجیح دیتے، مقامی طور پر تھوڑا سفر کبھی گھوڑی پر فرماتے، کبھی ٹریکٹر کی ٹرالی پر، کبھی جیپ یا موٹر سائیکل پر، بعد میں ۱۹۸۲ء میں حضرتؒ کی ایک پُرانی سی کار تھی جس کے دورانِ سفر بعض اوقات چاروں ٹائر پنکچر ہوجاتے تھے۔

حضرت آداب کا بہت خیال رکھتے، عام طور پر اپنے کمرے میں ساتھیوں کے ساتھ مربع شکل میں یعنی چوکڑی مار کر بیٹھتے، مگر کوئی برگزیدہ شخصیت آجاتی تو دوزانو بیٹھتے، خواہ دو گھنٹے ہی کیوں نہ ہوجاتے۔ آپؒ گھٹنوں کو سینے سے لگاکر ہرگز نہیں بیٹھتے تھے، نہ مسجد میں پنجے میں پنجہ ڈال کر بیٹھتے اور نہ مسجد سے باہر۔ نہ مسجد میں اُنگلیاں چٹخاتے تھے اور نہ مسجد سے باہر۔ آپؒ چلتے ہوئے نظر برقدم کا نمونہ

ہوتے تھے۔ نظر نیچی رکھنے کے بے شمار فوائد ہیں، ایک تو کوئی کیڑا مکوڑا پاؤں کے نیچے نہیں آتا، دُوسرے دُنیا والوں کی طرف نگاہ نہیں اُٹھتی، تیسرے غیر محرَم خواتین کی طرف توجہ نہیں ہوتی، چوتھے کوئی تکلیف دہ چیز سامنے ہو تو آدمی محفوظ رہتا ہے۔ آپ ہرگز ہرگز اپنے ہاتھ پیٹھ پر باندھ کر نہیں چلتے تھے۔

گوجرانوالہ سے ایک پیر بھائی خانقاہ شریف میں آئے، وہ کبوتروں کے شوقین ہیں، انہوں نے بتایا کہ میں نے دو کبوتر تین لاکھ روپے میں خریدے۔ سخت گرمی کے موسم میں ہم ان کبوتروں کو فضا میں چھوڑ دیتے ہیں اور نیچے بیٹھ کر ان کو دیکھتے رہتے ہیں، یہ کبوتر ایک ہی سیدھ میں اُوپر نیچے آتے جاتے رہتے ہیں، اور تقریباً بارہ چودہ گھنٹے اُڑتے رہتے ہیں، جب شام کو اُترتے ہیں تو ہم ان کو پکڑ کر پیار کرتے ہیں، مٹھی میں لیتے ہیں تو بس پَر ہی پَر ہوتے ہیں، گوشت نہیں ہوتا۔ میں نے پوچھا کہ: آپ کبوتروں کو کیا کھلاتے ہیں؟ تو وہ کہنے لگے کہ: صرف خونِ جگر نہیں دیتے، باقی ہر قیمتی سے قیمتی چیز جیسے شنگرف وغیرہ کھلاتے ہیں۔ میں نے یہ بات حضرت صاحبؒ کو بتائی، آپؒ نے فرمایا کہ: پیر تو اپنے مرید کو خونِ جگر بھی پلاتا ہے۔ جب پیر اپنے مرید کو خونِ جگر دینے سے دریغ نہیں کرتا تو مرید کے معمولی خلافِ سنت عمل پر بھی پیر صاحب کو غصہ آنا برحق ہے۔ حضرتؒ کی علالت کے آخری ایام میں ایک سفید ریش ساتھی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے، ان کی مونچھوں کے بال حضرتؒ کو نظر نہ آئے، حضرتؒ بہت ناراض ہوئے کہ اب بھی کوئی وقت باقی ہے کہ آدمی سنت پر عمل نہ کرے؟

قبلہ حضرت صاحبؒ نے ۴۲ مرتبہ حج ادا کئے، عمرے اس کے علاوہ ہیں، ایک مرتبہ ایک صاحبؒ نے آپؒ کے ساتھ حج کیا، طوافِ زیارت کا ہجوم کہ ایک قدم دو منٹ میں اُٹھایا جاسکے، صفا مروہ کی سعی کا ہجوم علیحدہ، تھکان علیحدہ، قربانی کے لئے مشقت علیحدہ، منیٰ عرفات آنے جانے کی تکلیف علیحدہ، ساری مشقت اُٹھانے کے بعد قبلہ حضرت صاحبؒ سے پوچھنے لگے: آپ ہر سال اسی طرح مشقت سے حج ادا کرتے ہیں؟ حضرتؒ نے فرمایا: ''ہاں!'' اس نے ابھی حضرتؒ کی رُوحانی محنت مشقت کا حال دریافت نہیں کیا تھا، مجھے عموماً حضرتؒ کے ساتھ حج کرنے کی سعادت حاصل ہوتی تھی، جس پر میں اللہ کریم کا شکرگزار ہوں۔ میں نے حضرتؒ سے عرض کیا کہ: حضرت! حج میں کونسا عمل خاص طور پر کرنا چاہیے؟ حضرتؒ نے فرمایا: ''خاموشی!'' (حضرت قبلہؒ نے حاجی صاحب یعنی صاحبِ مضمون کے لئے تیر بہدف نسخہ تجویز فرمایا... مرتب) آپؒ روزانہ بارہ تیرہ گھنٹے حرم شریف میں مراقب رہتے، یہی وہ لطف تھا جسے حاصل کرنے کے لئے ۴۲ سال حرم شریف میں پہنچنے کی مشقت اُٹھاتے رہے، عمرے کے اسفار اس کے علاوہ ہیں۔

آپؒ پورا سال رمضان المبارک کے اِنتظار میں تیاری فرماتے، تین قاری صاحبان منتخب کئے

جاتے جو تین پارے روزانہ تراویح میں پڑھتے۔ قاری صاحب کو اپنی مرضی سے تراویح پڑھانی پڑے تو آسانی سے ڈیڑھ دو گھنٹے میں بیس تراویح میں تین پارے سنا سکتے ہیں، لیکن خانقاہ شریف میں چار تراویح کے بعد آدھ پون گھنٹہ مراقبہ ہوتا، جس میں قاری صاحب کو اِنتظار کی مشقت علیحدہ اُٹھانی پڑتی اور سبق کو اَزبر کرنے کی مشقت علیحدہ، کیونکہ نہ معلوم کس وقت حضرت صاحبؒ نمازِ تراویح کے لئے کھڑے ہوجائیں۔ عشاء کی نماز خانقاہ شریف میں قدرے دیر سے ہوتی ہے، لیکن رمضان شریف میں مزید دیر سے ہوتی ہے، کیونکہ پانچ سو سے لے کر پندرہ سو تک نمازیوں نے نماز کی تیاری کرنی ہوتی ہے، صبح ڈھائی بجے تراویح مکمل ہوتی ہے، اس کے بعد تمام مہمانوں کو لنگر خانے سے سحری کا کھانا ملتا ہے۔ کھانے کے بعد ہر مہمان کو دو کپ چائے ملتی ہے، پھر تھوڑی دیر ستا لیتے ہیں تو صبح کی اَذان ہوتی ہے۔ خلافِ معمول رمضان المبارک میں صبح کی جماعت ذرا جلدی کھڑی ہوتی ہے، جس طرح رمضان المبارک میں سنت اور نفل کو خصوصی اِہتمام سے ادا کیا جاتا ہے، اسی حساب سے فرائض کی ادائیگی میں بھی مزید اِہتمام کیا جاتا ہے۔ نمازِ فجر کے بعد ختم شریف اور پھر شمائل ترمذی پڑھی جاتی ہے، کتاب پڑھنے کے بعد طویل مراقبہ ہوتا ہے حتیٰ کہ اِشراق کا وقت ہوجاتا ہے، اِشراق پڑھنے کے بعد زیادہ تر ساتھی آرام کے لئے اپنے کمروں میں چلے جاتے اور حضرت صاحبؒ اپنے کمرے میں مزید ایک گھنٹہ اپنی ڈیوٹی ادا کرتے، اس کے بعد گھر تشریف لے جاتے، اور پھر ظہر کی نماز سے آدھ پون گھنٹہ پہلے کمرے میں تشریف لاتے۔ رضائے اِلٰہی کے طالبین حضرتؒ کی کمرے میں نشست کو غنیمت جانتے ہیں اور جس قدر ہوسکے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ ظہر کی نماز کے بعد ختم شریف اور پھر مکتوبات شریف پڑھے جاتے ہیں۔ تقریباً آدھ پون گھنٹے کا عمل ہے، اس کے بعد حضرت صاحبؒ اپنے کمرے میں تشریف فرما ہوتے اور فیض کے طالب ساتھی اِردگرد گردنیں جھکائے بیٹھے ہوتے، کیونکہ فیض ناگاہ می آید و بردل آگاہ می آید۔ امیر خسروؒ نے شاید اسی کیفیت پر فرمایا کہ:

ہم آہونِ صحرا سرِ خود نہادہ بر کف
بہ اُمید آنکہ روزی بشکار خواہی آمد

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی ایک خاص صفت وقوفِ قلبی ہے، حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے تھے کہ میں ایک ایسے آدمی کو جانتا ہوں جسے عمرِ نوحؑ بھی مل جائے تو ایک لمحے کے لئے بھی حضور آگاہی سے غافل نہ ہو۔ چونکہ رمضان المبارک میں سہ پہر کی چائے نہیں ہوتی اس لئے حضرتؒ تقریباً ساڑھے تین بجے گھر تشریف لے جاتے اور عصر کی نماز پر تشریف لاتے۔ گھر میں حضرتؒ کی مصروفیات علیحدہ ہوتیں۔ عصر کی نماز کے بعد ختم شریف اور پھر مکتوبات شریف یا کوئی منتخب کتاب پڑھی جاتی۔ اس کے بعد کچھ دیر

مراقبہ رہتا اور غروب سے تقریباً آدھ گھنٹہ پہلے اپنے کمرے میں تشریف لے جاتے، جہاں ساتھی اپنی خصوصی عرض معروض پیش کرتے، اس کے بعد اِفطاری ہوتی۔ سب سے پہلے مسجد میں معتکف حضرات کو اِفطاری پہنچائی جاتی، جن کی تعداد سینکڑوں میں ہوتی، معتکف لوگوں کے لئے علیحدہ علیحدہ کپڑے نہیں لگائے جاتے، بس پوری مسجد ہی اِعتکاف کا کمرہ ہوتی ہے۔ اس کے بعد ہر کمرے میں کھجوریں اور شربت اِفطاری کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ اِفطاری کے لئے حضرتؒ اپنے کمرے ہی میں چند ساتھیوں اور خلفاء حضرات کے ساتھ مل کر اِفطاری کرتے۔ اِفطاری کے دس بارہ منٹ بعد مغرب کی جماعت کھڑی ہوتی، اور نماز سے فارغ ہونے کے پانچ دس منٹ بعد مغرب کا کھانا اسی ترتیب سے بھیجا جاتا۔ جو لوگ زیادہ دِنوں کے لئے آتے، ان کو کمرے الاٹ ہوتے ہیں، اور جو ایک آدھ دِن کے لئے تشریف لاتے وہ عمومی دسترخوان پر بیٹھ کر مغرب کا کھانا کھاتے، اس کے بعد تمام روزہ داروں کو چائے پیش کی جاتی، تاکہ تھکان بھی اُتر جائے اور آنے والی رات کے عمل کے لئے ہوشیار بھی ہوجائیں۔ حضرتؒ عام طور پر عشاء کی اَذان سے پہلے اپنے کمرے میں تشریف لاتے، جہاں ساتھیوں سے حسبِ معمول ملاقات کا سلسلہ جاری رہتا۔ عشاء کی نماز کے بعد:

دِل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن
بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کئے ہوئے!

ہمارے حضرتِ ثانیؒ کے خلیفہ قاضی شمس الدین صاحبؒ درویش والے اس بات کا خاص اِہتمام کرتے کہ جب کوئی دوست خانقاہ شریف جاتا ہوا نظر آتا تو کچھ ہدیہ اس کے ہاتھ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں بھیجتے، اور ساتھ ہی اس کو تاکید کرتے کہ خالی ہاتھ جاؤ گے تو خالی ہاتھ آؤ گے۔

یہاں چلتے چلتے قاضی شمس الدین صاحبؒ کی ایک بات یاد آگئی۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے بخار ہوگیا، میں کپڑا اوڑھے ہوئے بخار کی تکلیف میں پڑا تھا کہ کسی ساتھی کے چلنے کی آواز آئی، میں نے سمجھا صوفی عبداللہ صاحبؒ ہیں، میں نے آواز دی: صوفی عبداللہ! صوفی عبداللہ! ذرا میرے سر اور پاؤں کو دبائیں۔ انہوں نے میرے سر اور پاؤں کو خوب دبایا، پھر میں نے کہا کہ مجھے ایک پیالی چائے کی بنا کر دو۔ وہ چلے گئے اور آگ جلائی، چائے کا سامان اِکٹھا کیا، چائے بنائی اور تیار کر کے میرے پاس لائے اور مجھے آواز دی کہ قاضی صاحب اُٹھو میں چائے لایا ہوں! تو قاضی صاحب کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا یہ صوفی عبداللہ صاحب کی بجائے حضرتِ ثانی مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ ہیں، مجھے بہت شرمندگی ہوئی اور حضرتؒ کو بہت خوشی ہو رہی تھی، اس لئے قاضی شمس الدین صاحبؒ فرماتے تھے کہ خالی ہاتھ جاؤ گے تو خالی ہاتھ آؤ گے۔

ہمارے مخدوم ومحترم حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ گھر سے وضو فرما کر مسجد میں تشریف لے جاتے تھے، فجر اور ظہر کی سنتیں بھی گھر سے پڑھ کر مسجد جاتے، آپؒ کو مسجد میں وضو، اِستنجا کرتے کبھی نہیں دیکھا گیا، بظاہر یہ چھوٹا سا عمل ہے، لیکن بہت سے اسرار اپنے اندر چھپائے ہوئے ہے۔

آپؒ خطوط کے جوابات نمازِ اِشراق کے بعد والی نشست میں دیتے تھے، جو بچ جاتے تھے وہ صبح نو بجے والی نشست میں مکمل کرتے تھے۔ روزانہ اوسطاً دس سے زیادہ خطوط کے جواب اِرسال فرماتے تھے۔ عصر کے بعد لکھائی کا کام نہیں فرماتے تھے۔ آپؒ سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہ کا ایک اِرشاد فرماتے تھے کہ: "**من احبَّ کریمتیہِ فلا یکتب بعد العصر**" یعنی جو کوئی اپنی آنکھوں سے محبت رکھتا ہے، وہ عصر کے بعد لکھائی نہ کیا کرے۔ سیّدنا حضرت علیؓ کا ایک اور اِرشاد بھی ہے کہ: "**اکرموا أولادکم بحُسن الخط فإنه من مفاتیح الرزق**" اپنی اولاد کو خوبصورت لکھائی سکھاؤ، کیونکہ یہ رزق کی چابیوں میں سے ایک ہے۔ حضرتؒ کو ملک بھر سے خطوط آتے رہتے تھے، اس کے علاوہ بنگلہ دیش، برطانیہ، امریکا اور دیگر ملکوں سے بھی ساتھی خطوط بھیج کر حضرتؒ کی دُعائیں اور ہدایات حاصل کرتے رہتے تھے۔ حضرتؒ کی سال بھر کی مصروفیات اس طرح ہوتی تھیں کہ رمضان المبارک سے ایک ہفتہ قبل اور ایک ہفتہ بعد تک رمضان المبارک کی مصروفیت ہوتی تھی، تقریباً ڈیڑھ ماہ سفرِ حج کی مصروفیت ہوتی تھی۔ تقریباً ڈیڑھ ماہ بیرونِ ملک کے اسفار ہوتے، تقریباً تین ماہ اندرونِ ملک کے سفر ہوتے تھے اور باقی وقت خانقاہ شریف میں قیام ہوتا تھا۔ دو دِن خانقاہ شریف میں قیام کیا تو تین دِن کے لئے شمالی علاقہ جات کا سفر ہوتا، واپس آتے دو تین دِن قیام کیا تو تین چار دِن کے لئے جنوبی علاقہ جات کا سفر ہوتا۔ کبھی ختمِ نبوّت کے اِجلاس ہوتے، کبھی مدارس کی تقریبات میں شمولیت ہوتی، کبھی سلسلۂ پاک کے لئے سفر ہوتا۔ غیرملکوں میں عراق، شام میں بزرگانِ دِین کے مزارات پر حاضری دیتے، ایک مرتبہ فرما رہے تھے کہ: مزارات تو سارے بہت عالی شان تعمیر کئے گئے ہیں، مگر حضرت اِمام ابوحنیفہؒ کے مزار کی شان ہی نرالی ہے۔

اس کے علاوہ ہندوستان میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مزارِ اقدس کی زیارت کے لئے سرہند کا سفر بھی کبھی کبھار ہوتا رہتا تھا۔ دہلی میں حضرت شاہ ابوسعید، حضرت شاہ غلام علی، حضرت مرزا جانِ جاناں شہید، حضرت خواجہ نور محمد بدایونی اور حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہم تو سلسلۂ پاک کے بزرگ تھے، حضرت شاہ ولی اللہؒ کا خاندان جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلیفہ اجل حضرت آدم بنوریؒ کی شاخ سے ہے، ان کے علاوہ سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے بہت سے خواجگان جن میں حضرت خواجہ بختیار کعکیؒ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، حضرت امیر خسروؒ کے علاوہ دہلی شہر کے چپے چپے پر اکابرینِ دِین کے

مزاراتِ عالیہ ہیں، وہاں حاضری کے لئے تشریف لے جاتے۔ حضرتؒ خانقاہ شریف سے جب بھی سفر کے لئے جاتے تو آخری عمل حضرتِ ثانی محمد عبداللہ صاحبؒ اور خواجہ ابوالسعد احمد خان صاحبؒ کے مزارات پر حاضری دیتے، اس کے بعد سفر شروع فرماتے۔ اسی طرح جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے مزارات پر حاضری دیتے۔

خانقاہ شریف چونکہ چھوٹی آبادی میں ہے، اس لئے عید کی نماز نہیں ہوتی، اس لئے صبح کی نماز سے پہلے غسل فرماتے، کپڑے تبدیل کرتے اور نمازِ فجر کے بعد ختم شریف سے فارغ ہوکر مزارات پر حاضری دیتے۔ خانقاہ شریف پر لنگر کی تفصیل تو پہلے بیان ہوچکی ہے، البتہ عید کے دن لنگر میں سویاں اور چائے کی ضیافت ہوتی، جمعرات اور سوموار کو گوشت پکتا تھا، باقی دِنوں میں حسبِ معمول کھانا چائے ملتے تھے، بلکہ مل رہے ہیں۔

خواتین کی تربیت کے لئے حضرتؒ کا فارمولا یہ تھا کہ مردوں پر محنت کی جائے وہ انجن ہوتا ہے، جب انجن ٹھیک راستے پر ہو تو پچھلے ڈبے بھی صحیح راستے پر ہوتے ہیں۔ حضرتؒ خواتین کو اس طرح بیعت فرماتے تھے کہ پردے کے پیچھے خواتین کو بٹھاتے اور ان کو چادر پکڑا کر سلسلۂ پاک میں داخل فرماتے۔ ہمارے غریب خانے پر حضرتؒ سینکڑوں مرتبہ تشریف لائے ہوں گے، اس وقت میری تین بیٹیاں غیر شادی شدہ تھیں اور بیوی چاروں مل کر آدھے گھنٹے میں پندرہ بیس افراد کا کھانا تیار کردیتی تھیں، کچھ گھر والوں میں حضرتؒ کی آمد کی وجہ سے خوشی کی لہر ہوتی تھی، کچھ حضرتؒ کی برکت ہوتی تھی کہ سارے کام خوش اُسلوبی سے طے ہوجاتے۔ بعد میں بچیوں کی شادیاں ہوگئیں اور وہ اپنے گھروں میں چلی گئیں۔

پردہ کرانے کے لئے میرا انداز وہی تھا کہ توپ کا لائسنس مانگو تو بندوق کا لائسنس ملے گا۔ میں خواتینِ خانہ سے کبھی ٹوپی والے برقع سے کم پر راضی نہیں ہوا۔ گھر سے باہر نکلنا ہے تو ٹوپی والا برقع پہن کر نکلو، اگر شرم محسوس ہوتی ہے تو باہر مت نکلو۔ میں نے اپنے گھر کی خواتین کو کبھی بازار سے سودا سلف لانے کی نہ اجازت دی، نہ ضرورت سمجھی۔ گھر میں چھوٹے بچے، بچیاں یا ان کی مائیں پڑھنے کے لئے آتے ہیں، ان کے ذریعے کوئی چیز منگوانے کی ضرورت ہے تو منگوالی۔ یہی وجہ تھی کہ ہمارے بچے سات آٹھ سال کے ہوجاتے تو انہیں معلوم ہوتا تھا کہ محرَم کون ہے اور غیر محرَم کون ہے؟ گھر میں خواتین کے پاس کون آسکتا ہے اور بیٹھک میں کس کو بٹھانا ہے؟ یہ سب ہمارے حضرت صاحبؒ کی برکت تھی کہ خواتین نے گھر بیٹھنے کو کبھی قید خانے سے تشبیہ نہیں دی، اور مجبوراً گھر سے باہر گرمی کے موسم میں بھی نکلنا پڑے تو اس کو گھٹن محسوس نہیں کیا۔

ہمارے حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی مقتدی خاتون اِمام صاحب کو (لقمہ دینا چاہے)

غلطی سے آگاہ کرنا چاہے تو ''اللہ اکبر'' یا ''سبحان اللہ'' کہہ کر خبردار نہیں کرسکتی، بلکہ بائیں ہاتھ کی پشت پر دایاں ہاتھ مارے، اس آواز سے اِمام صاحب کو غلطی کا اِحساس ہوجائے گا۔ اس پر حضرتؒ نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک نعت خوان حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی خدمت میں آیا اور نعت سنانے کی خواہش ظاہر کی، حضرتؒ اس کو اپنے کمرے میں لے گئے اور نعت سُنی شروع کی، جب نعت خوان جوش میں آیا تو تالی کولے کے ساتھ ملایا، حضرتؒ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور نعت پڑھنے سے منع کیا اور فرمایا: اگر شریعت میں تالی بجانے کی اجازت ہوتی تو عورت کو نماز میں اُلٹے ہاتھ پر سیدھا ہاتھ مارنے کا حکم نہ ہوتا۔

آپؒ سفر میں تشریف لے جاتے تو خواتین کی نماز کا خاص خیال رکھتے اور فرماتے کہ اپنے سفر کو اس طرح ترتیب دینا چاہئے کہ خواتین کی نماز ضائع نہ ہو۔ بچوں کی تربیت پر خصوصی توجہ فرماتے تھے، ایک دِن حضرت صاحبؒ فرمانے لگے کہ: آج میں نے نجیب احمد پر نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے لاٹھی والی سنت پر عمل کیا ہے۔ حضرتؒ اتنا خاموش رہتے تھے کہ ان کی بات بھی بہت وزنی ہوتی تھی، مگر لاٹھی والی سنت پر عمل کیا ہوگا تو یا حضرتؒ جانیں یا نجیب احمد صاحب جانیں...!

قارئینِ محترم! حضرت صاحبؒ کی نوّے سالہ زندگی کو نوّے منٹ کے مضمون میں کیسے سمویا جاسکتا ہے؟ بس چند سرخیاں اکٹھی کردی ہیں تاکہ پڑھنے والوں کے لئے مشعلِ راہ بنیں۔ حضرتؒ کی باطنی خصوصیات کو نہ ہم سمجھ سکے، نہ ہمیں معلوم ہیں۔ یوں سمجھیں کہ خوشبو والی شیشی کو باہر سے سونگھ لیا ہے، شیشی کے اندر پہنچنا ہماری پہنچ سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرتؒ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی محبت و معرفت سے ہمارے باطن لبریز فرمائے، آمین! اسی طرح قیامت تک جتنے لوگ حضرتؒ کے طفیل اُسوۂ حسنہ پر عمل کرنے والے بن گئے، اللہ تعالیٰ ان کی عبادات کے طفیل حضرتؒ کے درجات بلند فرمائے اور ہم سب کو حضرتِ کی قیادت سیادت میں حوضِ کوثر سے ساقیٔ کوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں سیراب فرمائے اور ان کی شفاعت سے ہمارے اُوپر راضی ہوجائے۔

اللّٰھم صلّ علٰی سیّدنا محمد وعلٰی آلہٖ وأصحابہٖ أجمعین

***

واہ خواجہ صاحب!

مولانا قاری منصور احمد

فطری تقاضے کی ادائی میں کچھ تاخیر ہوگئی، ورنہ شروع رمضان سے پہلی صف میں اِمام کے پیچھے جگہ پاتا تھا، وضو سے فارغ ہوکر مسجد میں پہنچا تو پہلی صف مکمل ہوچکی تھی اور میری جگہ پر بڑی گھیردار پگڑی باندھے، کلف لگے شلوار کُرتے میں ملبوس، کوئی جاگیردار ٹائپ ملک یا خان صاحب قابض تھے، چپ چاپ پچھلی صف میں نیت باندھ لی۔ اِمام نے سلام پھیرا تو خواجہ صاحب نے خلافِ عادت پیچھے مڑکر دیکھا اور اپنے پاس بیٹھے خاص عقیدت مند بڑے زمیندار کو باآواز بلند کہا: ''ملکا! پچھے ہٹ ونج!'' اور ساتھ ہی مجھے آگے بڑھنے کا اِشارہ کیا۔

یہ میرے لئے بڑا اِعزاز تھا کہ میں اس وقت محض ایک طالب علم تھا، کچھ خاص شناخت نہ تھی، سوائے اس کے کہ میں روزانہ وقت سے پہلے، پہلی صف میں موجود ہوتا تھا اور آج اگر کچھ تأخیر ہوئی تو کچھ باعثِ تأخیر بھی تھا، صاحبِ نظر سے یہ بات پوشیدہ نہ تھی۔

یہ ۱۹۷۸ء کی بات ہے، گویا ۳۲ سال پہلے کی، گرمیوں کا رمضان تھا، شاید جون کا مہینہ، کسی نے بتایا تھا کہ خانقاہِ سراجیہ میں پورا رمضان شب بیداری ہوتی ہے، وہ بھی عین مسنون طریقے پر، یعنی سحری تک تراویح میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔ سوچا کہ ایک ایسا رمضان زندگی میں نصیب ہوجائے جس میں حصولِ لیلۃ القدر یقینی ہو، وہ بھی اس حالت میں کہ رمضان کی اعلیٰ ترین عبادت میں بسر ہو، آتش جوان تھا، اور یہ شوق بھی کہ پہلی صف میں خواجہ صاحب کے قریب جگہ مل جائے۔ اور اس رات مجھے اپنی طالب علمانہ نسبت پر بہت رشک آیا جب ایک بڑے دُنیادار سے میرے لئے جگہ خالی کروائی گئی، اور اپنے اکابر کا دِین کو دُنیا پر ترجیح دینے کا ذوق بھی دِل پر نقش ہوگیا، حالانکہ میں خواجہ صاحب کا مرید تھا، نہ حاضر باش، واقفیت کیا، پورا تعارف بھی نہیں تھا، حضرت خواجہ کی اس نظرِ شفقت کے بعد میں خود بہت

سے حاضرین کی نظر میں قابلِ رشک ہوگیا۔

اب قریب میں میرا جانا نہیں ہوا، ۳۲ سال پہلے خانقاہِ سراجیہ جانے والے اکثر مسافر کندیاں جنکشن پر اُتر کر تقریباً تین میل پیدل چلنے کے بعد خانقاہ پہنچتے، خانقاہ سراجیہ کے نام سے اسٹیشن تو شاید اس وقت بن چکا تھا مگر کوئی ایک آدھ لوکل ٹرین ہی وہاں رُکتی تھی۔ زائرین اس اِنتظار کا تکلف نہ کرتے اور اکثر پیدل ہی حاضر ہوتے۔ اسٹیشن سے خانقاہ تک ریت ہی ریت تھی، خانقاہ کی حدود میں پہنچ کر ایک سکون اور طمانیت دِل پہ چھا جاتی۔ سوائے مسجد کے ہر چیز سادہ تھی، مسجد کی کرسی زمین سے خاصی بلند تھی، میں نے پہلی مرتبہ یہ مسجد دیکھی تھی تو اس وقت میں یہ سمجھتا تھا کہ شاید اس سے خوب صورت مسجد دُنیا میں نہیں ہے، گو اس کے بعد بہت سی خوب صورت مساجد دیکھیں مگر وہ ''فرسٹ اِمپریشن اِز لاسٹ اِمپریشن'' والی بات اب بھی ہے۔

قریب میں زیادہ آبادی نہ تھی، مسجد کی شمالی سمت لائبریری اور مہمان خانہ۔ جنوبی سمت سالکین کے چند کمرے۔ خواجہ صاحبؒ کی رہائش بھی مہمان خانے کے پیچھے ہی تھی۔ باقی دُور دُور تک ریگستان۔ دن کو لُو کے تھپیڑے اور رات کو بادِ نسیم کے جھونکے، ہر قسم کی رُسوم و قیود و تکلفات سے آزاد فضا۔

اگر اِبتدائے شباب میں یہ خانقاہ اور خواجہ صاحبؒ کو نہ دیکھا ہوتا تو کتابوں میں لکھے پُرانے بزرگوں کے قصے، محض کہانیاں اور اَفسانے معلوم ہوتے، محض دماغ کو پیمانہ بنانے والوں کو اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا عشاء کے وضو سے مسلسل کئی برسوں تک فجر کی نماز ادا کرنا کبھی ہضم نہیں ہوتا، مگر میں بغیر کسی تحقیق کے اس کو اس لئے قابلِ عمل مانتا ہوں کہ میں نے خواجہ صاحبؒ کو کم از کم ایک ماہ اپنی ان آنکھوں سے ایسا کرتے دیکھا ہے۔

خواجہ صاحبؒ کا معمول رمضان میں یہ تھا کہ آپ عشاء کی نماز کے لئے تشریف لاتے تو اِمام کے پیچھے کھڑے ہوجاتے، چار تراویح کے بعد عموماً ۲۰ سے ۲۵ منٹ کا وقفہ ہوتا تھا۔

تمام لوگ اس وقفے میں مختلف کاموں میں مشغول ہوجاتے، جبکہ خواجہ صاحبؒ اسی طرح دوزانو حالتِ تشہد میں مراقب بیٹھے رہتے، پوری رات نہ لیٹتے، نہ کسی چیز سے ٹیک لگاتے، نہ چوکڑی مار کر بیٹھتے، نہ اپنی جگہ سے حرکت کرتے، مختصر سی سحری کے بعد پھر مسجد میں۔ شب بیداری کے باوجود نمازِ فجر عام معمول کے مطابق اِسفار میں ادا کی جاتی، پھر اِشراق تک خواجہ صاحبؒ ذِکر و اَذکار اور مراقبے میں مشغول رہتے اور اِشراق کے نوافل ادا کرنے کے بعد آرام کے لئے گھر تشریف لے جاتے۔ اپنی زندگی کے کتنے رمضان ایسے گزارے ہوں گے...!

میں سوچتا ہوں! ان کو کتنی لیلۃ القدریں نصیب ہوئی ہوں گی کہ وہ اس آیت کا مصداق ہوں: ”تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا“۔

یہ تھے خواجہ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ جو اِن مشقتوں کا بدلہ پانے اپنے رحیم وکریم رَبّ کے حضور پہنچ چکے۔ یہ سوچ کر میں بڑا مطمئن اور خوش ہوتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسے بڑے عطا فرمائے۔ کبھی کبھی یہ نعرۂ مستانہ لگانے کو بھی جی چاہتا ہے: ”کوئی ایسا ہو تو سامنے آئے...!“

❋

قرآن، ذوق وشوق اور لگن سے پڑھنا چاہئے

آپؒ محنتی آدمی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور بڑے آدمیوں کی مثالیں دے کر محنت کے ثمر کا اِظہار فرماتے۔ ۱۹۵۳ء میں ختمِ نبوّت تحریک کے سلسلے میں جب جیل جانا پڑا تو آپ کے ساتھ حضرت قاری رحیم بخش صاحب پانی پتیؒ بھی تھے، اور ان کے اِکرام اور خدمت کے لئے دو شاگرد بھی ساتھ تھے۔ قاری صاحبؒ دونوں شاگردوں سے پندرہ پندرہ پارے ہر روز سنتے تھے، حضرت خواجہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے قاری صاحب کو کہا کہ ایک تو جیل کی سختی ہے اور دُوسرے آپ ان بچوں سے روزانہ پندرہ پندرہ پارے سنتے ہیں (اس میں نرمی کریں)۔ تو قاری صاحبؒ نے جواب دیا کہ جب میں نے حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتیؒ سے قرآن مجید ختم کیا تو قاری فتح محمد صاحبؒ نے فرمایا کہ کل ایک پارہ تیار کر کے سنانا، میں خوش ہوگیا اور اگلے دن ایک پارہ سنایا، تو حضرت قاری صاحبؒ نے فرمایا: کل دو پارے سنانا، لہٰذا اگلے دن دو پارے سنائے۔ اسی طرح ہر روز ایک پارہ بڑھاتے گئے حتیٰ کہ ۲۹ر دن فرمایا: کل تیس پارے سنانا۔ میں نے اگلے روز تیس پارے سنائے۔ اب میں سوچ رہا تھا کہ شاید اگلے دن سے حضرت ایک ایک پارہ کم کرنا شروع کردیں گے، مگر ایسا نہ ہوا۔ جب تیس پارے سنادیئے تو حضرت قاری صاحبؒ نے فرمایا: کل تیس پارے سنانا، بس اب ہر روز یہی فرماتے کہ کل تیس پارے سنانا اور میں ایک سال تک روزانہ تیس پارے سناتا رہا۔ جب سال ختم ہوا تو حضرت قاری صاحبؒ نے فرمایا: لو قاری صاحب! اب تم فارغ ہو، اب قرآن مجید کو بھلانا بھی چاہو گے تو نہیں بھلا سکو گے۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ قاری رحیم بخش صاحبؒ اُلٹا قرآن مجید روانی سے پڑھ سکتے تھے، مثلاً آخری آیت پڑھی، پھر اس سے پہلی، پھر اس سے پہلی اور پڑھتے چلے جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہر جگہ آپؒ کے لہجے میں رنگے ہوئے شاگرد ملتے ہیں۔ ہمارے حفاظ کو قرآن مجید اسی ذوق شوق اور لگن ومحنت سے پڑھنا چاہئے تا کہ کل اس کی خدمت کرسکیں۔

روایاتِ سلف کے امین

جناب خالد عمران صاحب

نہ ان کی شہرت، شیریں بیان واعظ ومقرر کی تھی، نہ وہ ایسے ادیب وخطیب تھے کہ الفاظ جن کے ہاتھ کی چھڑی اور کلائی کی گھڑی قرار دیئے جاتے ہوں، لیکن گزشتہ ۳۳ برس سے وہ اس جماعت کے امیر تھے جس کے بانی امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ جیسے بے مثال خطیب تھے، اور پھر جس کے امیر قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا لال حسین اختر، مولانا محمد علی جالندھری اور علامہ یوسف بنوری...رحمہم اللہ... جیسے لوگ رہے تھے، جنہوں نے خطابت کو نئے نئے اُسلوب بخشے۔ مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کی وہ مسندِ امارت جس نے کبھی بخاری کی خطابت کی روانیاں دیکھیں، کبھی قاضی احسان احمد شجاع آبادی کی واعظانہ شیریں مقالی، کبھی مولانا لال حسین اختر کے مناظرانہ طرزِ خطاب اور مولانا جالندھری کی خطابت کی جولانیاں دیکھیں اور کبھی سیّد بنوری کی عالمانہ گفتگو کے نرالے انداز دیکھے تھے، ۱۹۷۷ء کے آخر میں اس مسند پر فروکش ہونے والا خانقاہِ سراجیہ کا سجادہ نشیں وہ مردِ حق آگاہ تھا جس کے متعلق بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے:

خاموش لوگ بھی بلا کے خطیب ہوتے ہیں!

اہلِ حق کی سرپرستی کا سلسلہ تو خانقاہِ سراجیہ کے مؤسسِ اوّل حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ کے دور ہی سے جاری ہوگیا تھا، جب ۱۹۳۹ء میں متحدہ پنجاب کے وزیر اعظم سرسکندر حیات نے امیرِ شریعت کے خلاف بغاوت کا مقدمہ بنوایا تھا، یہ وہی مقدمہ ہے جو تاریخ میں ''لدھارام کیس'' کے نام سے مشہور ہے، امیرِ شریعت کی صاحبزادی سیّدہ اُمّ کفیل بخاری رقم طراز ہیں:

> ''اس مقدمے کے دوران خانقاہِ سراجیہ کندیاں والے حضرت مولانا احمد خانؒ کو جب اباجی نے دُعا کے لئے پیغام بھیجا تو انہوں نے وظیفہ پڑھنے کے لئے بتایا اور ساتھ فرمایا: ''جے میں ول ہوندا تے میری اِک رات دا کم سی، شاہ جی نوں

آکھوتن راتاں پڑھن تے ہوئے گا تماشا'' (میری طبیعت اچھی ہوتی تو یہ میری بس ایک رات کا کام تھا، شاہ جی سے کہو تین راتیں یہ پڑھ لیں پھر تماشا ہوگا)۔

پھر تماشا ہی ہوا کہ سرکاری رپورٹر لدھارام نے ہی جعلی تحریر کا بھانڈا پھوڑ دیا، اباجی فرمایا کرتے تھے: میں بیٹھا پڑھ رہا تھا، آنکھیں بند کیں تو تلوار چلتی دیکھی۔'' (سیّدی وابی ص:۹۶)

اور پھر جب ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظِ ختم نبوّت میں مولانا غلام غوث ہزارویؒ کو دیکھتے ہی گولی مار دینے کا حکم صادر ہوا تو خانقاہ سراجیہ کے دُوسرے سجادہ نشین حضرت ثانی مولانا عبداللہ لدھیانویؒ نے حضرت ہزارویؒ کو اپنے سایۂ شفقت میں پناہ دی۔

۱۹۵۶ء میں حضرت ثانیؒ کی رحلت کے بعد خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین بنے تو آپ نے نہ صرف تصوف وطریقت کے مے خانے کی ساقی گری سنبھالی، بلکہ اہلِ حق کی ہر جماعت وتنظیم کی سرپرستی فرمانا شروع کردی۔ توحید وسنت، عظمتِ صحابہؓ واہل بیتؓ، تبلیغ وتدریس، تعلیم وجہاد اور سیاست کے میدان میں جدوجہد کے لئے اُترنے والے اہل حق کے ہر فرد، گروہ، جماعت اور تنظیم کی آپ نے بھرپور سرپرستی فرمائی، حضرت مولانا ضیاء القاسمیؒ رقم طراز ہیں:

''حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہٗ ایسی شخصیت ہیں جن کے جسم میں ایسا دِل ہے جو ہر دِینی تحریک کے لئے دھڑکتا ہے، اور ہر باطل تحریک کے اُبھرنے سے ان کے دِل کو صدمہ پہنچتا ہے، اور انہیں ٹیس سی لگتی ہے، اس وقت ملک کی تمام دِینی تحریکوں کی سرپرستی فرمارہے ہیں، کام دِین کا ہو، اِخلاص سے اس کی بنیاد اُٹھائی جائے، حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہٗ اس کے لئے اپنی تمام توانائیاں صَرف فرمادیتے ہیں۔ مولانا خان محمد صاحب روایاتِ سلف کے امین اور قافلۂ حق وصداقت کے پاکستان میں حدی خواں ہیں۔''

(سوانح حیات مولانا حق نواز شہیدؒ ص:۱۶۲)

تحفظِ ختم نبوّت کا محاذ تو تھا ہی آپ کے سپرد، اہلِ حق کے دیگر مورچوں کو بھی آپ کی بھرپور نصرت واعانت حاصل رہی۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ حق کے تمام طبقات کے لئے آپ کی سرپرستی سند کا درجہ رکھتی تھی۔ حضرت خواجہ صاحبؒ جیسی کامل مقبولیت کی مثال ماضی قریب میں نہیں ملتی۔ آپ نے ایک ایسے ساقی کے فرائض سرانجام دیئے کہ مے خانۂ حق کے کسی مے خوار کو کبھی آپ سے تشنہ لبی کی شکایت نہیں ہوئی۔ حضرت کی مسکراہٹ، توجہ اور دُعا ایسے ہتھیار تھے، جنہوں نے ہر محاذ پر اہلِ حق کو سرخ رُو کیا،

چند افراد کی مجلس ہو یا ہزاروں کا مجمع حضرت ہمہ وقت خاموشی کے ساتھ متوجہ رہتے اور اپنی پسندیدگی ورضامندی کا اِظہار مسکراہٹ سے یا سر ہلا کر فرمادیتے۔

راقم کو حضرت کی زیارت کا شرف غالبًا ۱۹۸۲ء یا ۱۹۸۳ء میں گوجرہ کی تاریخی ختمِ نبوّت کانفرنس کے موقع پر حاصل ہوا، پھر متعدد بار اندرون وبیرون ملک حضرت کی مجالس میں حاضر ہونے کے مواقع ملتے رہے، اور بیعت کا شرف بھی حاصل ہوا۔

۵رمئی بروز بدھ کو قدرت کے تکوینی نظام کے تحت جب حضرت خواجہ صاحبؒ نے ملتان کے سیال کلینک میں موت کا ذائقہ چکھا تو خبر آناً فاناً پوری دُنیا میں پھیل گئی اور اہلِ حق کو یوں محسوس ہوا جیسے ان کے سروں سے سایہ شفقت ہٹ گیا ہو۔ اہلِ حق کے تمام گروپوں، جماعتوں اور تنظیموں نے یوں جانا، جیسے وہ یتیم ہوگئے ہوں۔ اگلے دن ظہر کے بعد خانقاہ سراجیہ میں جب حضرت کی نمازِ جنازہ میں ملک بھر سے لاکھوں افراد شریک ہوئے تو اِمام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ایک بار پھر اپنی پوری صداقتوں کے ساتھ واضح تھا کہ ''ہمارے حق پر ہونے کا فیصلہ ہمارے جنازے کریں گے۔''

❊

داڑھی اور مونچھوں کے بال کتروانے کا طریقہ

حضرت خواجہؒ عموماً کسی ساتھی کو برملا نصیحت نہیں فرماتے تھے، بس وقت گزرتے گزرتے جب ساتھی مانوس ہوجاتا تو خودبخود سمجھ جاتا اور عمل شروع کردیتا۔ لیکن وفات سے چند ماہ قبل ایک باباجی حضرتؒ کو ملنے آئے جن کے لب باریک کترے ہوئے تھے، جب حضرتؒ سے مصافحہ کیا تو حضرتؒ نے فرمایا کہ: ابھی کچھ عمر باقی ہے کہ سنت کے مطابق مونچھ نہیں رکھتے۔ حضرتؒ کا معمول مبارک یہی تھا کہ مونچھیں قینچی سے اس طرح کترواتے تھے کہ دُور سے نظر آتیں، اور دائیں بائیں طرف کے بال داڑھی مبارک کے ساتھ رہ جاتے۔ بالوں کی حجامت کے لئے طریقہ اس طرح ہے کہ سر کے بال کتروا بھی سکتے ہیں اور منڈوا بھی سکتے ہیں، کتروانے کو قصر اور منڈوانے کو حلق کہتے ہیں۔ داڑھی کے بال مٹھی بھر سے زیادہ ہوں تو قینچی سے برابر کرسکتے ہیں، لبوں (مونچھوں) کے بال قینچی سے کتروانے چاہئیں۔ بغلوں کے بال نوچنے چاہئیں، اور زیرِ ناف بال اُسترے یا بلیڈ وغیرہ سے مونڈنے چاہئیں، ہاتھوں اور پاؤں کے ناخن قلم کرنے چاہئیں۔

ایک دیا اور بجھا، اور بڑھی تاریکی

حافظ محمد امین کراچی

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا چمن میں دیدہ ور پیدا

۵ مئی ۲۰۱۰ء رات ساڑھے آٹھ بجے یہ خبر بجلی بن کر میرے اعصاب پر گری کہ میرے محسن ومربی قطب العالم خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ کے سجادہ نشین حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت انتقال فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ خبر مجھے گوجرہ سے میری بیٹی نے ٹیلیفون پر بتائی تو میں سکتے میں آگیا، میں نے تصدیق کے لئے خود فون کر کے معلوم کیا تو پتا چلا کہ مولانا محمد اسلم صاحب نے اسپیکر پر خود یہ خبر لوگوں کو بتائی ہے، تب یقین ہوگیا کہ خبر صحیح ہے۔ دو سال پہلے میں گوجرہ سے خانقاہ کندیاں شریف ایک گروپ کے ساتھ پہلی دفعہ حاضر ہوا تھا، تو وہاں جنگل میں منگل اور اس میں ایک مردِ درویش کا قیام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی تھی، اور اس وقت حضرت کی کمزوری دیکھ کر بار بار یہ خیال آتا تھا یہ چراغ سحری کہیں بجھ نہ جائے، ہر وقت یہی خیال دامن گیر رہتا تھا، آخر وہ خدشہ سانحے کی شکل میں رُونما ہو ہی گیا۔

بتیس سال پہلے کا وہ نقشہ میری آنکھوں میں ایسے گھوم گیا جیسے کل کی بات ہو، آپ نے مجھے حکماً یاد فرمایا، جب میں حاضر خدمت ہوا تو فرمایا کہ ساری زندگی تحفظ ختم نبوت کے بزرگوں اور ساتھیوں کے ساتھ گزارنے کے بعد آپ کیسی جماعت میں چلے گئے جس کا دِین سے کوئی تعلق نہیں۔ حضرت کے فرمان کے آگے سرِ تسلیم خم کیا اور پھر اپنی پیدائشی جماعت مجلس احرار اسلام اور تحفظ ختم نبوت کے ساتھیوں کے ساتھ اسی قافلے میں شامل ہو کر رواں دواں ہوگیا، یہ میری خوش قسمتی تھی کہ حضرت کے فرمان نے میرا رُخ جلدی بدل دیا۔

اسی روز جب برخوردار محمد اشفاق کے گھر سے واپسی پر میری دُکان کے سامنے سے گزرنے

والے تھے تو میں نے صوفی غلام رسول صاحب جن کو حضرت اقدس نے جماعت کا صدر اور راقم کو جنرل سیکریٹری نامزد فرمایا تھا، سے عرض کیا: حضرت جب ادھر سے واپس تشریف لے جائیں گے تو میری دُکان پر حضرت سے دُعا کرا دینا، آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ جب حضرت دُکان کے قریب پہنچے تو صوفی صاحب نے حضرت سے میرا مدعا بیان کیا تو حضرتِ اقدس بلاتوقف میری دُکان پر تشریف فرما ہوئے اور اپنے دست مبارک بلند فرما کر دُعا فرمائی۔ صوفی صاحب نے مجھے یہ بتا دیا تھا کہ آپ لوگ صرف آہستہ آہستہ آمین کہتے رہنا حضرت بھی آہستہ دُعا فرمائیں گے، ہم نے بھی حضرت کی دُعا میں صوفی صاحب کے حکم کو پیشِ نظر رکھا اور دُعا ختم کے بعد حضرت اپنی منزل پر تشریف لے گئے، تھوڑے ہی عرصہ بعد حضرت قبلہ کی دُعا کا یہ اثر ہوا کہ مجھے گوجرہ چھوڑ کر کراچی آنا پڑا، بلکہ بال بچوں کو بھی کراچی میں لے آیا، بظاہر یہ ہجرت میرے اور بچوں کے لئے بڑی عجیب اور تکلیف دہ تھی، کیونکہ پاکستان میں اس کے بعد سے گوجرہ میں تقریباً تیس سال فعال زندگی گزاری، مہاجرین کی بحالی کے بعد فلاحی، دینی، سیاسی، سماجی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا، اور جلسے جلوس، تحریک ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور تحریکِ نظامِ مصطفیٰ حتیٰ کہ ہر تحریک کے ہراول دستے میں شرکت سے گوجرہ سے ایسی وابستگی ہوگئی تھی کہ اسے چھوڑنا میرے لئے بڑا مشکل مرحلہ تھا۔ مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا، حضرت کی دُعا کے اثرات مجھ پر آہستہ آہستہ ظاہر ہونے لگے، جو شخص مجھے گوجرہ سے کراچی لے کر آیا تھا اسے میرے کراچی آنے کے چند دن بعد ہی سعودی عرب میں بجلی کی ٹرانسمیشن لائن کا کام مل گیا، مدینہ الیکٹرک کمپنی نے B.I.C.C کمپنی برطانیہ کو دیا برطانیہ نے پاکستان میں یہ کام گدیوز کاٹن کمپنی جو غلام فاروق کی کمپنی ہے اس کو دے دیا، انہوں نے ہمارے بھائی اشتیاق صاحب کو دیا جس کی بدولت اس غریب الدیار کو دیارِ حبیب میں تقریباً گیارہ ماہ گنبدِ خضرا کی حسین ترین وادی مدینہ منورہ میں پذیرائی نصیب ہوئی، پھر ایک بیٹا جاوید ''جفالی'' کمپنی میں جدہ پہنچ گیا، ۱۹۹۵ء میں حضرتِ اقدس کی معیت میں حضرت لدھیانویؒ اور دیگر بزرگانِ ختمِ نبوّت کے قافلے کے ساتھ راقم کو بھی حضرت کی دُعا کی بدولت برمنگھم تحفظ ختمِ نبوّت کانفرنس میں شرکت کی دعوت نصیب ہوئی اور تقریباً چھ ماہ یوکے میں قیام رہا، پھر حضرت قبلہ کی دُعا کی وجہ سے میری اہلیہ اور برخوردار حفیظ الرحمٰن ۱۹۹۶ء میں رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں عمرے کی سعادت سے فیض یاب ہوئے۔ میری سولہ سال پہلے ۱۹۷۹ء میں حرم شریف میں دُعا کی قبولیت ایسے ہوئی کہ میں، میری اہلیہ، بڑا بیٹا بابو، چھوٹا بیٹا جاوید، چاروں عمرے کی ادائیگی کے لئے مکہ معظّمہ حاضر ہوئے، یہ مجھ غریب کی بساط کہاں تھی کہ ہم غریب لوگ چار افراد یکمشت اللہ کے گھر میں حاضری دے سکیں، یہ تو مجھ پر انہی بزرگوں کی دُعا اور تحفظ ختمِ نبوّت کے کام کی برکت کا ثمر تھا جو مجھے اور میرے بچوں کو نصیب ہوا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختمِ

نبوّت میں جو صعوبتیں، پریشانیاں، جلاوطنی مجھے اور میرے خاندان کو برداشت کرنی پڑیں، یہ سب اسی کے طفیل اور حضور ﷺ کی ختم المرسلینی کا صلہ تھا، ورنہ میں کہاں اور میری اوقات کیا:

نگاہِ مردِ مؤمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں!

۱۹۵۳ء کی تحریک کے سب ساتھی چلے گئے، آج میں دیکھتا ہوں کوئی ساتھی دُنیا میں مجھے نظر نہیں آرہا، جن کے ساتھ تحریک میں ہمہ تن جوش وخروش، ولولے اور جذبے کے ساتھ مصروف رہے وہ آج نظر نہیں آرہے، حضرتِ اقدسؒ نے سب بزرگوں کے چلے جانے کے بعد اس قافلے کی سالاری سنبھالی اور پوری دُنیا میں اس فتنے کی سرکوبی کے لئے اپنے مبلغوں کا جال بچھا کر اس دجال کے فتنے سے مسلمانوں کو آگاہ کیا، آخر اس دجال کے چیلے راہِ فرار اِختیار کرکے اپنے آقا جس کی پیداوار تھے اسی کے پاس پہنچ گئے:

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا!

تحریک ۱۹۵۳ء سے پہلے عام مسلمان یہ سمجھتا تھا کہ قادیانی بھی مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے، جیسے شیعہ سنی وغیرہ، جب تحریک تحفظ ختم نبوّت میں دس ہزار شہداء نے اپنے آقا ﷺ کی عزت وناموس اور تحفظِ ختم نبوّت پر اپنی جانیں قربان کیں تو دُنیا کے لوگوں کو پتا چلا کہ یہ مسلمانوں کا ایک فرقہ نہیں بلکہ ایک خطرناک چال ہے جو مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے مسلمانوں جیسے نام اور حلیہ کے ساتھ عام مسلمانوں کو اپنے جال میں پھنسا کر جہنم کا راستہ دِکھاتے ہیں۔

غلام احمد قادیانی دجال نے اپنے آباء، سلطنتِ برطانیہ کے اِشارے پر ایک صدی پہلے یہ رُوپ دھارا تاکہ مسلمانوں کو جذبہ جہاد سے متنفر کیا جائے، علمائے حق نے جب اس مردار کی چال کو سمجھا تو فوراً اس کے خلاف اپنا علمِ جہاد بلند کرکے اس کی سرکوبی کا سلسلہ شروع کیا جو آج تک پوری دُنیا میں قائم ہے، اور مبلغین تحفظِ ختمِ نبوّت دُنیا کے کونے کونے میں ان کے خلاف سینہ سپر ہیں، اللہ کرے زورِ جہاد وتبلیغ اور زیادہ۔

حضرت قطب العالم رحمہ اللہ کی کرامات کے بہت سے واقعات بزرگوں، دوستوں کو یاد ہیں، میں تو آپ کا ایک ادنیٰ غلام ہوں، مجھ پر جو عنایات آپ نے فرمائیں میں اس پر آپ کا ہمیشہ شکرگزار رہوں گا، بہرحال حضرتؒ کے وصال کے بعد اس قافلے کی سالاری کا مسئلہ بڑا اہم ہے، دیکھو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی قیادت کس کے سپرد کرتے ہیں؟ دُعاگو ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے جوارِ رحمت میں اعلیٰ علیّین میں جگہ عطا فرمائے، آمین!

***

مستجاب الدعوات شخصیت

مولانا محمد علی صدیقی، میر پور خاص

۱۹۷۸ء کا واقعہ ہے، راقم چھٹی کلاس کا طالب علم تھا، اور ضلع بھکر کے ایک چک نمبر ۴ میں رہائش تھی، گورنمنٹ ہائی اسکول دلیوالہ میں زیر تعلیم تھا، ایک دن بس سے اسٹاپ پر اُترا تو ایک بینر پر نظر پڑی جس پر لکھا ہوا تھا کہ: ''حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلۂ فلاں محلے میں ظہر کے وقت تشریف لائیں گے۔'' چونکہ والد صاحب کا تعلق حضرتؒ سے ۱۹۶۲ء سے تھا، اس لئے گھر میں تذکرہ بھی رہتا تھا، تحریکِ نظامِ مصطفیٰ ۱۹۷۷ء میں حضرتؒ ہمارے چک تشریف بھی لاچکے تھے، اسکول سے چھٹی کے بعد سیدھا اس محلے میں پہنچا، حضرتِ اقدسؒ وضو فرمارہے تھے، بستہ میرے کاندھے پر، حضرتِ اقدسؒ سے نظریں ملیں، وضو کے بعد مصافحہ ہوا، پوچھا: ''کس کے بیٹے ہو؟'' عرض کیا کہ ڈاکٹر دین محمد فریدی کا، مسکراکر اور قریب کیا، کیا مسکراہٹ اور شفقت تھی جس نے پوری زندگی کے لئے گرویدہ بنادیا، پوچھا: ''کیا پڑھتے ہو؟'' عرض کیا کہ چھٹی کلاس میں، فرمایا: ''بہت اچھا، ہمارا بھی خیال رکھنا۔'' نماز ادا کی گھر واپس آگیا، والد صاحب کو حضرتؒ کی ملاقات کا عرض کیا، بہت خوش ہوئے۔

بچہ تھا بات آئی گئی ہوگئی، اچانک ساتویں کلاس سے دِل اُچاٹ ہوگیا، اسکول چھوڑ کر گھر آگیا، والد صاحب کے تیور دیکھے، لیکن اسکول جانے سے صاف انکار کردیا، کچھ دن بعد والد صاحب نے پوچھا: کیا کرنا ہے؟ عرض کیا کہ مدرسے میں پڑھنا ہے، والد صاحب خانقاہ سراجیہ کے لئے براستہ کندیاں روانہ ہوئے، تو کندیاں میں مخدوم زادہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ العالی (موجودہ جانشین) سے ملاقات ہوئی اور وہ پہلی ملاقات تاہنوز یاد ہے، کار میں خانقاہ سراجیہ حاضری ہوئی تقریباً گیارہ بجے، حضرت قبلہؒ باہر کمرے میں تشریف فرما تھے، والد صاحب کے ہمراہ مصافحہ ہوا، حضرت قبلہؒ نے پوچھا: ''ڈاکٹر صاحب! کیسے آنا ہوا؟'' میری طرف اشارہ کرکے والد صاحب نے عرض کیا کہ اس کو مدرسے میں داخل کرنا ہے، پوچھا کیا نام ہے؟ عرض کیا: شوکت علی، تو حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ داخلہ نہیں ہے۔

مزید فرمایا کہ اس کا نام تبدیل کریں، والد صاحب نے عرض کیا کہ جو آپ رکھ دیں، حضرت نے فرمایا کہ آج کے بعد اس کا نام محمد علی ہے۔ اس کے بعد راقم سے مخاطب ہوئے: کیا پڑھنا ہے؟ بندہ نے عرض کیا کہ حفظ کرنا ہے، فرمایا کہ نہیں ناظرہ قرآن مجید پڑھو، اس کے بعد کتب مکمل کریں، اور پھر مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کا مبلغ بننا ہے۔

حضرتؒ کے حکم پر پڑھائی شروع ہوئی، اکثر کتابیں مدرسہ عربیہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ میں پڑھیں، حضرت مخدوم زادہ مولانا عزیز احمد صاحب مدظلہ العالی اور مرشدی حضرت صاحبزادہ مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہٗ سے شرفِ تلمذ ہوا، حضرتِ اقدسؒ کے مشورے پر مدرسہ اسلامیہ فاروق آباد ضلع شیخوپورہ میں دورۂ حدیث شریف کی تعلیم مکمل ہوئی، دورانِ تعلیم شعبان رمضان کی چھٹیاں ابتدائی سالوں میں تو خانقاہ سراجیہ میں ہی گزرتی تھیں، اور درجہ رابعہ کے بعد مسلسل دفتر عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت میں حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری صاحب کی نگرانی میں کبھی ملتان، کبھی چناب نگر، دورۂ حدیث والے سال اُستاذِ محترم مولانا محمد یعقوب صاحب نے خواہش ظاہر کی کہ آپ تعلیم مکمل کرنے کے بعد مدرسے سے منسلک ہوجائیں، راقم نے صورتِ حال عرض کی کہ حضرت کا حکم ہے کہ مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کا مبلغ بننا ہے، اُستاذِ محترم حضرتِ والاؒ سے بیعت تھے، فرمانے لگے کہ حضرتِ والا سے اجازت لے لیتے ہیں، پوری صورتِ حال عرض کی، حضرت قبلہؒ نے سن کر فرمایا: مولانا محمد یعقوب صاحب! ان کو مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کا مبلغ بنانا ہے، دورۂ حدیث شریف کے بعد باضابطہ مبلغ کے لئے تقرری ہوئی، ابتدائی تین ماہ بہاولنگر اور چناب نگر اس کے بعد مجلس نے فیصلہ کیا کہ راولپنڈی، الحمدللہ! حضرت کی دُعاؤں سے ۱۹۹۱ء سے ۱۹۹۵ء تک کام کیا، جو کچھ کیا اس کے تحریر کی ضرورت نہیں، اسی دوران ضلع چکوال کے ایک گاؤں دوالمیال میں قادیانیوں کی سرگرمیاں زیادہ ہوئیں، ہمارے معاون نہ ہونے کے برابر، وہاں آنا جانا شروع ہوا، مکرمی حاجی حبیب الرحمٰن شاہ صاحب جو حضرت سیّد لعل محمد شاہؒ کی اولاد سے تھے، انہوں نے سرپرستی فرمائی، اپنا گھر مجلس کے حضرات کے لئے کھول دیا، گھر بھی اور دِل بھی، اللہ کا نام لے کر کام شروع کیا، ہر ماہ حضرت قبلہؒ کو اس جگہ کی رپورٹ اور اس کے ساتھ دُعا کی درخواست، کام بڑھتا گیا، ساتھیوں نے ایک روزہ پروگرام رکھا، مجلس کے بڑے حضرات نے آنا قبول فرمایا، کام کی تیاری شروع کی، پیپلز پارٹی کا دور، اس جگہ قادیانیوں کا امیر ممتاز ملک نامی، نصیراللہ بابر خان جو اس وقت وزیر داخلہ تھے، اس کا کلاس فیلو، اس نے اپنا اثر دِکھلایا، پروگرام پر پابندی ڈپٹی کمشنر نے لگادی، کارکنوں کو گرفتار کرلیا، مجھے اطلاع راولپنڈی ملی، حضرت قبلہؒ پشاور سے راولپنڈی جہاز میں تشریف لا رہے تھے، سیدھا ایئرپورٹ، حضرت قبلہؒ باہر تشریف لائے، مجھے ایئرپورٹ پر دیکھ کر فرمایا کہ آپ کو تو پروگرام کے لئے

دوالمیال ہونا چاہئے تھا، میں نے عرض کیا کہ گاڑی میں تشریف رکھیں، عرض کرتا ہوں، حالات گاڑی میں عرض کئے، حضرتؒ نے قاری فضل ربی صاحب کی بچی کا نکاح پڑھنا تھا، ان کے مکان پر گاڑی سے اُترنے لگے تو پھر راقم نے عرض کیا کہ حضرت! پروگرام ہونا چاہئے اور ساتھی بھی رہا ہونے چاہئیں، فرمایا: ''ایسے ہی ہوگا، آپ دوالمیال جائیں!'' راقم نے حضرتؒ سے اجازت لی، دفتر راولپنڈی سے ابھی تیاری کر ہی رہا تھا کہ دوالمیال سے اطلاع آئی کہ ڈپٹی کمشنر خود دوالمیال آئے اور تمام ساتھیوں کو رہا بھی کر دیا اور پروگرام کی اجازت بھی دے دی، اور پروگرام بھی خوب ہوا۔

ہمارے حضرت کو عقیدۂ ختم نبوّت سے کس حد تک والہانہ محبت تھی، عقیدۂ ختم نبوّت آپ نے حرزِ جان بنالیا تھا، آپ طالب علموں کے لئے جلسہ جلوس میں شریک ہونے کو اچھا نہیں فرماتے تھے، ان کو کہتے تھے کہ تعلیم پر توجہ دو، تعلیم کے بعد میدان فارغ، لیکن ختمِ نبوّت کے لئے اپنے مدرسے کے طلبا کو اپنے اِخراجات پر خود شریک فرماتے، اور ان پر نظر بھی رکھتے تھے۔

ایک بار راقم کسی وجہ سے کانفرنس چناب نگر میں شریک نہ ہوسکا، کچھ دن بعد ملاقات ہوئی، فرمایا کہ: آپ کانفرنس میں نہیں تھے! راقم نے عذر پیش کیا، فرمایا کہ ختمِ نبوّت کانفرنس میں شریک ہوا کرو، یہی تو بخشش کا ذریعہ ہے۔

طالب علمی کا زمانہ بڑا عجیب ہوتا ہے، اس طالب علمی کے زمانے میں حضرتؒ کی دو ڈانٹ بہت اچھی طرح یاد ہیں، اور پوری زندگی یاد رہیں گی۔ خانقاہ سراجیہ کے مؤذّن نے حضرتؒ سے رُخصت چاہی، آپؒ نے فرمایا کہ اَذان کی ڈیوٹی کس کی لگائی؟ میں قریب بیٹھا تھا، اس نے فوراً میرا نام لے دیا کہ محمد علی اَذان دے گا۔ فرمایا کہ اس کو کمرے کی چابی دے دو۔ پہلے دن فجر کی اَذان راقم نے دس منٹ تاخیر سے دی، دُوسرے دن ابھی اَذان میں کافی وقت تھا کہ میرے دروازے پر زور سے دستک ہوئی، تھوڑی دیر بعد اُٹھ کر دروازہ کھولا تو حضرت قبلہؒ کھڑے تھے، اور فرمایا کہ: اَذان نہیں دینی؟ کمرے کی لائٹ جلانے لگا، فرمایا: بغیر وضو اَذان نہیں دینی، سردیوں کے دن، وضو کیا اَذان دی، ظہر میں نماز کے لئے تشریف لائے، مسجد کی سیڑھیاں حضرت راقم کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر چڑھتے تھے، بندے نے کندھا پیش کیا، ہلکا سا طمانچہ مار کر فرمایا کہ: ''بغیر وضو اَذان نہیں دیا کرتے۔''

اسی طرح کا ایک طمانچہ چائے میں چینی ملانے پر حضرتؒ کا کھایا، دورۂ حدیث کے سال دستار بندی پر حضرتؒ تشریف لائے، صبح ناشتے میں چائے بنا کر پیش کر رہا تھا، جب چینی ملانے لگا تو چائے میں چمچ اُلٹی چلائی تو حضرتؒ نے فرمایا کہ چمچ ایسے چلاؤ جیسے طواف چلتا ہے، اس کے بعد دُوسری چائے کی پیالی طلب فرمائی، پھر بنانے کے لئے چینی ملانے لگا تو پھر اُلٹی چمچ چلائی، پھر ہلکا سا طمانچہ مار کر

فرمایا: بھول گئے ہو؟ وہ دن اور آج کا دن پھر دوبارہ اُلٹی چمچ چلانے کا خیال تک نہیں گزرا۔

میرے حضرتؒ کی عنداللہ مقبولیت کا اندازہ اس واقعے سے واضح ہے کہ بارگاہِ اِلٰہی میں کس قدر مقبول تھے۔ میرپورخاص کے ایک ڈاکٹر اِمداداللہ احمدانی جو عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے مشن سے والہانہ محبت بھی رکھتے ہیں، ایک بار حج پر تشریف لے گئے اور روضۂ رسول اللہ ﷺ پر دُعا کی کہ: ''اے اللہ! تیرا جو مقبول ترین بندہ ہے اس سے ملاقات کرادے''، ابھی دُعا کرکے اس جگہ سے روانہ ہی ہوئے تھے کہ ایک دوست مولانا محمد حنیف لغاری صاحب جو مدینہ یونیورسٹی کے طالب علم تھے انہوں نے کہا کہ: مواجہ شریف کے قریب حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب تشریف فرما ہیں، چلیں ملاقات کرلیں۔ ڈاکٹر اِمداداللہ احمدانی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے دِل میں کہا کہ یہ تو نقد دُعا کا اثر ہے، اس مقام پر حضرتِ اقدسؒ نہایت ادب سے بیٹھے تھے، ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ ہم جب قبل عصر وہاں پہنچے تو حضرت خواجہ صاحبؒ دوزانو روضۂ رسول اللہ ﷺ کی طرف رُخ کئے تشریف فرما تھے، یہاں تک کہ عصر ہوگئی اس کے بعد مغرب تک یہی کیفیت رہی، اس کے بعد عشاء تک اور پھر عشاء کی نماز ادا کی اس کے بعد بھی اسی کیفیت میں دوزانو روضہ رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوکر دُرود وسلام پیش فرمارہے تھے، اور ہم آپ کے پیچھے بیٹھے اپنی قسمت پر ناز کررہے تھے، عشاء کے بعد ملاقات مصافحہ اور تعارف ہوا۔

میرے حضرتؒ جہاں عنداللہ مقبول بندے تھے، وہاں بہت ہی مستجاب الدعوات بھی تھے، واقعات تو بہت ہیں، بس ایک ہی درج کرتا ہوں۔ گزشتہ شعبان ۱۴۳۰ھ میں راقم کی ہمشیرہ کو پپلان میں دو بچوں کے ساتھ قتل کردیا، اور قاتل اپنے تمام نشان قتل کے بعد مٹا کر گئے، اہلِ محلّہ نے چپ سادھ لی، شاید قاتلوں سے خوف زدہ تھے، واقعے کی اطلاع حضرت کو دی، خود سفر نہیں کرسکتے تھے، مرشدی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ نے نمازِ جنازہ پپلان شہر میں پڑھائی، تین دن بعد والد صاحب اور بہنوئی کے ہمراہ ہمشیرہ کے آٹھ ماہ کے بچ جانے والے بچے کو لے کر حاضری دی، اور اس وقت تک کیس کی صورتِ حال برستی آنکھوں سے کچھ راقم نے، کچھ والد صاحب نے عرض کی، اور عرض کیا کہ اس کیس کو اندھا قتل بنایا جارہا ہے، کافی دیر حضرت کی خدمت میں رہے، حضرتؒ نے مرحومہ ہمشیرہ اور اس کے بچوں کی بلندیٔ درجات کی دُعا فرمائی، اِجازت لی، مصافحہ کیا تو حضرتؒ نے والد صاحب کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ خون ہے اور خون چھپتا نہیں ہے، خود بولتا ہے۔ واپس آئے تو حضرت قبلہؒ کی دُعاؤں سے کیس کی کڑیاں ملتی گئیں اور ہم مجرموں تک پہنچ گئے۔ الحمدللہ! دس ماہ میں مجرم سرگودھا کی خصوصی عدالت سے موت کی سزا پاکر جیل میں ہیں، یہ سب میرے حضرتؒ کی دُعاؤں کا اثر ہے۔

۲۷/اپریل کو حضرت کی علالت کی خبر ملی کہ ملتان سیال کلینک میں داخل ہیں، دِل بے چین کسی

پل بھی چین نہیں مل رہا تھا، دِل کرتا تھا کہ جتنی جلدی ممکن ہو عیادت کے لئے حاضری دو، فون کر کے ناظمِ اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری صاحب سے اجازت بھی حاصل کرلی، کنری سے برادرم محمد رفیع تیار ہوگئے، میر پور خاص سے برادرم شیر محمد عرف محمد بھائی، مؤذّن مدینہ مسجد، سیّد مفتی مولانا عبدالقادر شاہ صاحب، محترم محمد جمیل بلوچ ۲رمئی کو ملتان عیادت کے لئے روانہ ہوئے، ۳رمئی ملتان دفترِ ختمِ نبوّت پہنچے، وہاں سے سیال کلینک زیارت کی، شام کو پھر حاضری دی، بعد نمازِ عشاء پھر حاضری دی، صبح تمام دوستوں کے ہمراہ ملتان اسٹیشن پر آیا دوستوں کے لئے حیدرآباد کی ٹکٹیں لیں لیکن اپنی ٹکٹ لینے کی ہمت نہیں ہوئی، دوستوں سے اجازت لے کر ایک دن کے لئے بھکر بچوں میں آگیا۔

۵رمئی کی شام روانہ ہوا حیدرآباد کے لئے، قبل عشاء لیہ کے قریب عزیزم جمال عبدالناصر کا فون آیا کہ حضرتؒ انتقال فرماگئے، بے ساختہ انا للہ وانا الیہ راجعون جاری زبان پر ہوگیا، لیہ اُتر کر خانقاہ سراجیہ کی طرف عازمِ سفر ہوا، اور رات ڈیڑھ بجے خانقاہ سراجیہ پہنچا، تمام فضا سوگوار تھی، خانقاہ سراجیہ کے لئے تیسرا بڑا صدمہ تھا، تمام دوست ایک دُوسرے سے تعزیت کر رہے تھے، رات تین بجے حضرتؒ کی میّت حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب اور مرشدی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب لے کر پہنچے، الحمدللہ! اتنے بڑے صدمے کے باوجود سب پر ایک ضبط کی کیفیت تھی، حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب کی شفقت سے حضرتؒ کا آخری دیدار بھی نصیب ہوا، اور چارپائی دُرست کرنے کی سعادت بھی ملی، احباب جوق در جوق تشریف لارہے تھے، عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے مرکزی ناظمِ اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری ملتان سے فجر کی نماز کے وقت پہنچے، مولانا اللہ وسایا صاحب مانسہرہ میں تھے، احباب کے ساتھ فجر کے بعد پہنچے، برادرم مکرم مولانا قاضی احسان احمد بھی عیادت کے لئے آئے تھے، اور ۵رمئی کو واپسی کا سفر کراچی شروع کیا تھا، لیاقت پور کے قریب اطلاع ہوئی، مولانا اسحاق ساقی کے ہمراہ واپسی کا سفر کرکے خانقاہ سراجیہ سوگواروں میں شامل ہوئے، سوا بارہ بجے کے بعد احباب جنازہ گاہ میں جمع ہونے شروع ہوگئے تھے، تقریباً تیس پینتیس ایکڑ سے زیادہ جگہ نمازِ جنازہ کے لئے بنائی گئی تھی، جو اپنی تمام وسعتوں کے باوجود تنگیٔ داماں کی شکایت کر رہی تھی، اس کے ساتھ مدرسہ مسجد اور اس کے دالان سوگواروں سے بھر گئے تھے، ۲ بج کر ۵۰ منٹ پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے نمازِ جنازہ پڑھائی، لاکھوں لوگ نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے، اور لاتعداد ٹریفک جام ہونے پر شریک نہ ہوسکے، یوں عصر تک تدفین مکمل ہوئی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد عبداللہ المعروف حضرت ثانیؒ کے پہلو میں آسودۂ خاک ہوئے، رَحِمَہُ اللّٰہُ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً!

حضرتِ خواجہؒ کی شفقتیں

صاحبزادہ حافظ مبشر محمود

خواجۂ خواجگان حضرتِ اقدس مولانا خواجہ خان محمدؒ کے حوالے سے چند بے ربط جملوں پر مشتمل تأثرات پیشِ خدمت ہیں۔

میرے دادا جان مجاہدِ ختم نبوّت حضرت مولانا تاج محمودؒ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے بانی رہنماؤں میں سے تھے، آپ کو امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا رفیق ہونے کی سعادت حاصل تھی، عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے پہلے اجلاس سے لے کر اپنی وفات تک دادا جان مرکزی مجلس شوریٰ کے ممبر رہے، آپ کا شمار عالمی مجلس تحفظ نبوت کے پالیسی ساز رہنماؤں میں ہوتا تھا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ نے اپریل ۱۹۷۴ء کے اجلاس میں جب شیخ المشائخ مولانا خواجہ خان محمدؒ کو عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کا نائب امیر منتخب کیا تو اس دن سے لے کر روزِ وصال تک دادا جان مرحوم کا خواجہ صاحبؒ کے ساتھ محبت وعقیدت کا تعلق رہا۔

۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت کے آغاز کا سہرا دادا جان مرحوم کے سر ہے، فیصل آباد کے ریلوے اسٹیشن کی دیوار پر کھڑے ہو کر آپ نے نشتر میڈیکل کالج ملتان کے زخمی طلباء سے خطاب کرتے ہوئے یہ عہد کیا تھا کہ اب ہم قادیانیت کو غیر مسلم اقلیت قرار دِلوا کر ہی دم لیں گے۔

تحریک کے آغاز سے لے کر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء تک آپ کو حضرت خواجہ خان محمدؒ کی رفاقت نصیب رہی، تمام اجلاسوں اور کانفرنسوں میں اِکٹھے شریک ہوتے رہے، دادا جانؒ کو محدث العصر مولانا محمد یوسف بنوریؒ کا بھی خصوصی قرب اور اِعتماد حاصل تھا، اس لئے تحریک کے حوالے سے جتنے بھی فیصلے ہوئے ان میں دادا جان مرحوم کی رائے کو عزت واِحترام کی نگاہ سے دیکھا گیا، اور حضرت خواجہ صاحبؒ نے بھی آپ کی ہر رائے کی تائید وتصویب فرمائی۔

۱۹۸۴ء کی تحریکِ ختم نبوّت کے رُوحِ رواں بھی حضرت داداجیؒ ہی تھے۔ حضرتِ اقدس خواجہ خان محمدؒ کی امارت وقیادت میں آپ نے اس تحریک کا آغاز کیا، اس تحریک کے حوالے سے آپ کے تمام فیصلوں کو حضرت خواجہ صاحبؒ کی تائید حاصل تھی، اسی تحریک کے حوالے سے داداجان مرحوم کی آخری پریس کانفرنس مولانا ضیاء القاسمی مرحوم کے گھر غلام محمد آباد فیصل آباد میں ہوئی، حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ اس میں بھی شریک تھے۔

۱۸ر جنوری ۱۹۸۴ء کی اس پریس کانفرنس کے بعد ہی ۲۰ر جنوری کو داداجیؒ کا انتقال ہوا، اور ۲۱ر جنوری کو مولانا خواجہ خان محمدؒ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی، رات تعزیتی جلسے کی صدارت فرمائی اور جب میرے والد گرامی صاحبزادہ طارق محمودؒ نے تعزیتی جلسے سے خطاب کیا تو حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر آپ کو تھپکی دی اور حضرت مولانا تاج محمودؒ کی مسند سنبھالنے کا حکم ارشاد فرمایا، یہ حضرت خواجہ صاحبؒ کی توجہات کی برکت اور آپ کی کرامت ہی تھی کہ والد گرامی نے داداجیؒ کی مسند کو پھر سنبھالا ہی نہیں سنبھالنے کا حق ادا کیا، فالحمدللہ!

داداجیؒ کی زندگی میں اور بعدازاں والد گرامی کی وفات تک حضرتِ اقدسؒ جب بھی فیصل آباد یا اس کے گردونواح میں تشریف لائے تو ہمارے غریب خانے کو ضرور رونق بخشی۔

والد گرامی صاحبزادہ طارق محمودؒ نے داداجی کی یاد میں جب ''لولاک'' کی خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا تو حضرتؒ نے اس پر اپنے درج ذیل تأثرات لکھے جو اس خصوصی اشاعت کے صفحہ نمبر ۱۰ پر شائع ہوئے:

> ''حضرت مولانا تاج محمود مرحوم ومغفور کی یاد میں ''لولاک'' کا مولانا تاج محمود نمبر شائع ہو رہا ہے، اس نمبر میں مولانا مرحوم ومغفور کے دِینی وسیاسی وسماجی اور ملکی کارہائے نمایاں کا تذکرہ اور تفصیل دی جاوے گی، یہ یادگار نمبر مولانا مرحوم ومغفور کی تاریخی سوانح حیات کا حامل ہوگا، اللہ تعالیٰ اس نمبر کو مقبول بناوے اور مسلمانوں کی نوجوان نسل کی ہدایت کا ذریعہ بناوے، اور طارق محمود کی اس سعی وکشش کو اپنی رضامندی وخوشنودی کا سبب بناوے، آمین!''

داداجیؒ کی وفات کے بعد حضرتِ اقدس مولانا خواجہ خان محمدؒ نے والد گرامی مولانا صاحبزادہ طارق محمودؒ کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کی مرکزی مجلس شوریٰ کا ممبر نامزد فرمایا، بعدازاں مرکزی سیکریٹری نشر

واشاعت بھی بنایا اور والد گرامی صاحبزادہ طارق محمود مرحوم کی ہر معاملے میں سرپرستی فرمائی۔

داداجانؒ کے انتقال کے بعد سیالکوٹ کی ختمِ نبوّت کانفرنس میں والد گرامی نے خطاب کیا تو حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ نے ان کو تھپکی دی اور فرمایا: واہ بیٹا! تم نے تو مولانا تاج محمودؒ کی یاد تازہ کردی۔ (حیات وخدمات صاحبزادہ طارق محمودؒ ص:۴۲۰)

والد گرامی صاحبزادہ طارق محمودؒ نے جب اپنے خطبات پر مشتمل کتاب ''صدائے محراب'' تیار کی تو اس کا مقدمہ بھی حضرتِ اقدسؒ نے تحریر فرمایا جو کہ درج ذیل ہے:

''خطابت سنتِ انبیاء ہے، تمام انبیاء علیہم السلام خطیب تھے، سرکار دوعالم ﷺ دُنیا وآخرت کے سب سے بڑے خطیب ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت کے دن بھی ایسے خطیب ہوں گے جب کائنات کا ذرّہ ذرّہ مہر بہ لب ہوگا، سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا: العلماء ورثة الأنبیآء، میری اُمت کے علماء انبیاء کے وارث ہیں، چنانچہ یہ شرف اور اعزاز علماء کو حاصل ہوا کہ انہیں ان کے ظرف اور کمال کے مطابق حضورِ اقدس ﷺ کی صفتِ خطابت کا حصہ ملا ہے۔

برصغیر پاک وہند میں مجلس احرار اِسلام شعلہ بیان مقرروں کی ایک مثالی جماعت تھی، مولانا تاج محمودؒ بھی اسی جماعت کے عظیم رہنما تھے، مولانا مرحوم کی رحلت کے بعد ان کے فرزند صاحبزادہ طارق محمود نے خطابت اور صحافت دونوں محاذوں پر اپنے والد گرامی کی اعلیٰ روایات کو زندہ وتابندہ رکھا ہے، گو وہ مولانا تاج محمودؒ کی وفات کے بعد اس محاذ پر آئے لیکن بہت کم مدت میں انہوں نے صلاحیتوں کے ذریعے اپنا مقام پیدا کیا، خطابت ایک خداداد جوہر ہے اور بلاشبہ یہ جوہر صاحبزادہ طارق محمود کو وراثت میں ملا ہے، موصوف منبر ومحراب پر اپنے والد گرامی حضرت مولانا تاج محمودؒ کی عشق رسالت میں ڈُوبی ہوئی خطابت کے امین ہیں تو اسٹیج پر بطلِ حریت آغا شورش کاشمیریؒ کی خطابت کا پرتو ہیں، انہوں نے وارثت میں ملنے والے علم وفن کی دولت کو اپنے تک محدود نہیں رکھا بلکہ آگے منتقل کرکے احسن فریضہ سرانجام دیا ہے۔''

اسی طرح والد گرامی نے قادیانیت کے سیاسی تجزیہ پر جب ۹۷۶ صفحات پر مشتمل ایک ضخیم

کتاب تیار کی تو اس پر تقریظ بھی حضرت اقدسؒ نے لکھی جو کہ پیشِ خدمت ہے:

''یہ اللہ ربّ العزت کا خصوصی فضل وکرم ہے کہ اس نے مجلس تحفظ ختمِ نبوّت پاکستان کو اندرون وبیرونِ ملک عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ اور قادیانی فتنے محاسبہ کی تحریک میں علم بردار اور داعی کی حیثیت عطا کر رکھی ہے، برصغیر پاک وہند میں قادیانیت کے خلاف تقریر وتحریر، مناظرہ ومباہلہ کے علاوہ عوام کی عدالت سے لے کر عدالتِ عظمیٰ تک ہر محاذ پر شکستِ فاش دی جاچکی ہے۔ گزشتہ چند برسوں سے مجلس کے شعبہ نشر واشاعت نے تردیدِ مرزائیت کے سلسلے میں تصنیف وتالیف کا کام شروع کر رکھا ہے، مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے مذہب اور اس کے عقائد کو بے نقاب کرنے میں مجلس تحفظ ختمِ نبوّت نے قلم کے میدان میں بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، مرزا غلام احمد قادیانی کی شخصی زندگی سے لے کر اس کے مذہبی عقائد کے محاسبہ تک بے شمار کتابیں لکھی جاچکی ہیں، لیکن قادیانی تحریک کے سیاسی احتساب پر کسی جامع اور مستند کتاب کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا جارہا تھا، مجھے خوشی ہے کہ مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے فاضل نوجوان، ادیب وخطیب صاحبزادہ طارق محمود نے قلمی کاوش سے قادیانی فتنے کی سیاسی تحریک کے تاریخی پس منظر کو رقم کر کے بلاشبہ ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ قادیانیت کسی مذہب کا نام نہیں بلکہ ایک سیاسی تحریک کا نام ہے جسے برطانوی سامراج نے برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں پر حکومت کرنے اور انہیں غلام رکھنے کے لئے پیدا کیا تھا اور اسے پروان چڑھایا تھا۔

صاحبزادہ طارق محمود نے قادیانی جماعت کی ابتدا سے اب تک مختلف ادوار میں اس کے سیاسی کردار، ناپاک عزائم، مکروہ سازشوں اور ریشہ دوانیوں کی پوری تاریخ کو حوالہ جات کے ذریعے اس طرح یکجا کیا ہے کہ وہ قادیانیت کے سیاسی احتساب کا انسائیکلوپیڈیا معلوم ہوتی ہے۔ قلم کے میدان میں صاحبزادہ طارق محمود کی اس تصنیف کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا، موصوف نے بلاشبہ اپنے والد محترم، مجاہدِ ختمِ نبوّت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ کی جانشینی کا حق ادا

کیا ہے۔فقیر دُعا گو ہے کہ ربّ العزت صاحبزادہ طارق محمود کی اس مخلصانہ کاوش کو منظور ومقبول فرمائے اور انہیں اپنی دِینی ودُنیاوی نعمتوں سے مالا مال فرمائے،آمین۔‘‘

اسی طرح والد گرامی کی وفات پر برادرِ محترم محمد اورنگ زیب اعوان نے ان کی حیات وخدمات پر کتاب مرتب کی تو حضرتِ اقدسؒ نے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ نے مولانا تاج محمود مرحوم کے اوصاف صاحبزادہ طارق محمود کو عطا فرمائے تھے، صاحبزادہ طارق محمود نے اپنے والد مولانا تاج محمود مرحوم کے مشن تحفظ ختمِ نبوّت اور تردید مرزائیت کو خوب نبھایا،مختصر وقت میں اتنا کام کر گئے کہ سب کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا، خطابت اور صحافت دونوں میدانوں میں اپنے والد کی وراثت کو سنبھالا ہی نہیں سنبھالنے کا حق ادا کر دیا ہے، ان کی اچانک جدائی نے سب کو دِل گرفتہ کر دیا ہے، مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے رُفقا ایک بہترین رہنما سے محروم ہو گئے ہیں، مجلس میں مولانا عزیزالرحمٰن جالندھری، مولانا اللہ وسایا اور صاحبزادہ طارق محمود پالیسی ساز تھے، میں نے ہمیشہ ان پر اِعتماد کیا اور ان تینوں نے بھی ہمیشہ میری رائے اور تجویز کو حکم کا درجہ دیا، ہر حکم کو تسلیم کیا اور کبھی میرے اِعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائی۔‘‘

یہ تھیں چند جھلکیاں جو مولانا تاج محمودؒ اور صاحبزادہ طارق محمودؒ کے حوالے سے میں نے پیش کر دیں۔ والد گرامی صاحبزادہ طارق محمودؒ نے جب جامع مسجد محمود فیصل آباد کی تعمیرِ نو کا فیصلہ کیا تو سنگِ بنیاد کے لئے حضرتِ اقدس مولانا خواجہ خان محمدؒ سے گزارش کی،آپ نے شرفِ قبولیت سے نوازا، فیصل آباد تشریف لائے اور جامع مسجد محمود کی نئی تعمیر کا سنگِ بنیاد رکھا، اور ہمیں اپنی دُعاؤں سے نوازا۔

اسی طرح داداجان مرحوم کے عقیدت مند، والد گرامی مرحوم کے دوست اور عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے رہنما محترم جناب ڈاکٹر قاری محمد صولت نواز نے اپنے کلینک کا سنگِ بنیاد رکھا تو حضرتؒ ہی سے گزارش کی، حضرتؒ تشریف لائے اور سنگِ بنیاد رکھا۔

***

شیخِ کامل

مفتی عبدالخالق آزاد، لاہور

یہ اندوہ ناک خبر اِنتہائی دُکھ اور غم کے ساتھ سنی گئی کہ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے سجادہ نشین حضرتِ اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ مؤرخہ ۲۰ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ مطابق ۵ رمئی ۲۰۱۰ء بروز بدھ، بعد نمازِ مغرب ملتان کے ایک ہسپتال میں انتقال فرماگئے۔ آپؒ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخِ کامل اور عالی ہمت فرد تھے۔ آپ نہ صرف اپنے پیر ومرشد حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ کے خلیفہ اور جانشین تھے، بلکہ آپ کو قطب الارشاد حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے بھی اجازت حاصل تھی۔ آپ کے شیخ حضرت لدھیانویؒ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفہ مولانا محمد اِبراہیمؒ میاں چنوں والے کے شاگرد تھے، اور حضرت رائے پوریؒ سے بڑا تعلق رکھتے تھے، اس نسبت سے حضرت لدھیانویؒ کے زمانے سے خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور اور خانقاہِ سراجیہ کندیاں شریف کے مشائخ کے درمیان بہت زیادہ تعلق اور باہمی قلبی وابستگی رہی ہے، اور یہ تعلق اب تک برابر چلا آتا ہے۔

حضرت خواجہ خان محمدؒ کا بڑا گہرا تعلق مشائخ رائے سے رہا، ایک دفعہ انہوں نے خود ہمارے سامنے یہ بات ارشاد فرمائی کہ میں اپنے شیخ حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ کے ہمراہ انبالہ میں حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے مرشد نے حضرت رائے پوریؒ سے عرض کیا کہ: انہیں کچھ نصیحت فرمائیں۔ تو حضرت رائے پوریؒ نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ: ''فقیر آپ کو یہ نصیحت کرتا ہے جی کرے یا نہ کرے، مولانا عبداللہ صاحبؒ سے چمٹے رہنا۔'' پھر یہ بھی فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت رائے پوری ثانیؒ ڈھڈیاں میں تشریف فرما تھے، میں اپنے مرشد کی طرف سے حضرت رائے پوریؒ کی خدمت میں خانقاہ سراجیہ میں تشریف آوری کی دعوت لے کر گیا، حضرتؒ نے بڑی محبت سے دعوت منظور کی، اور پھر حضرت خانقاہِ سراجیہ میں تشریف لائے، اور یہاں قیام فرمایا۔

حضرت رائے پوری ثانیؒ کے وصال کے بعد آپ کے جانشین حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ سے بھی آپ کا اسی طرح تعلق رہا، حضرت خواجہ صاحبؒ جب بھی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ہاں سرہند شریف (انڈیا) تشریف لے گئے تو متعلقینِ سلسلۂ رائے پور آپ سے ملنے کے لئے تشریف لاتے تھے، خاص طور پر خانقاہ رحیمیہ رائے پور کے متولّی اور منتظم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رائے پوریؒ (نانا حضرت شاہ سعید احمد رائے پوری) سے ملاقات ہوتی۔ اسی طرح سرگودھا میں بھی حضرت رائے پوریؒ اور حضرت خواجہ صاحبؒ کی باہمی ملاقات رہتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کے ایک متوسل حکیم شمس الاسلام صاحب (نواسہ حکیم محبوب الٰہی مصنف تحفۂ سعدیہ، کندیاں، ضلع میانوالی) حضرت خواجہ صاحبؒ کے حکم پر آج بھی ہمہ وقت خانقاہ رائے پور میں قیام پذیر ہیں۔

اسی طرح راقم الحروف ایک دفعہ مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب کی معیت میں خانقاہِ سراجیہ حاضر ہوا، اور حضرت رائے پوری کا سلام پیش کیا، آپؒ نے بڑی محبت اور شفقت فرمائی، بعض عناصر کی طرف سے جو غلط فہمیاں اور اِلزام تراشیاں کی جارہی ہیں، ان کا تذکرہ ہوا تو آپؒ نے فرمایا: ''ان کا جواب دینے کی ضرورت نہیں، اِخلاص سے کام کرتے رہو، اللہ تعالیٰ خود ہی تمام راستے آسان کردے گا۔'' لاہور میں جب بھی مرکز سراجیہ میں آپؒ کی زیارت اور ملاقات کا شرف ملا تو انتہائی محبت اور شفقت اور قلبی توجہ فرمایا کرتے تھے۔

آپؒ کے انتقال پُرملال کی خبر سن کر حضرتِ اقدس رائے پوری مدظلہ العالی اور تمام متعلقینِ سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور نے اِنتہائی غم اور دُکھ محسوس کیا ہے، اور حضرت رائے پوری نے اپنے تمام حلقوں میں حضرتؒ کے ایصالِ ثواب کے لئے فرمایا۔ نمازِ جمعۃ المبارک کے اِجتماعات میں آپ کے بلندیٔ درجات کے لئے دُعائے مغفرت کی گئی، ادھر خانقاہِ رائے پور اِنڈیا اور پاکستان بھر میں بھی حضرت کے تمام خلفاء اور متعلقین نے آپ کے لئے دُعائیں کیں۔ تمام متعلقینِ سلسلہ حضرت خواجہ خان محمدؒ کے صاحبزادگان جناب مولانا عزیز احمد، مولانا خلیل احمد، حافظ رشید احمد وغیرہ کے غم میں برابر کے شریک ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں صبرِ جمیل عطا فرمائے، اور اپنے مشائخ کے نقشِ قدم پر چلنے کا عزم وہمت نصیب فرمائے اور ان سچے مشائخ کے فیضان کو جاری وساری رکھے، اور ان مراکز کا فیض ان کے سچے جانشینوں کے ذریعے سے ہمیشہ قائم رہے، رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَاسِعَةً!

***

راہبرِ شریعت وطریقت

خواجہ محمد اشرف، لورالائی

حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ ہمارے غریب خانے پر تشریف لایا کرتے تھے، پہلے پہلے خط وکتابت ہوتی رہی اور حضرتِ اقدسؒ سے خصوصی دُعا کی درخواست کیا کرتے تھے، حضرتِ اقدسؒ ۱۹۹۶ء میں ہمارے ہاں تشریف لائے، مدرسہ کا نام رکھا، مدرسہ جامعہ اشرفیہ کا اِفتتاح کیا، اورطلبہ کی دستار بندی اپنے دستِ مبارک سے فرمائی۔ ہمارے ہاں رات قیام فرمایا اور میرے بیٹے مولانا محمد نیاز الرحمٰنؒ کا نکاح پڑھایا۔ حضرتِ اقدسؒ کے ساتھ حافظ محمد عابد صاحبؒ تھے، اور جب بھی حضرتِ اقدسؒ آیا کرتے تھے تو ہمیشہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ ختمِ نبوّت جماعت میں ہر وقت دن رات محنت سے تعاون فرمایا کریں اور جماعت کے لئے ہر طرح کی قربانی دیا کریں، اللہ پاک حامی وناصر ہوگا۔ اور جامعہ اشرفیہ حضرتِ اقدس خواجہ خان محمد صاحبؒ کی سرپرستی میں تھا۔ ۲۰۰۳ء میں میرا بیٹا مولانا محمد نیاز الرحمٰن فوت ہوگیا، حضرتِ اقدسؒ کانفرنس پر لورالائی تشریف لائے اور جامعہ اشرفیہ میں آکر حضرتِ اقدسؒ نے فاتحہ خوانی کی جس سے ہمارے حوصلے بلند ہوگئے کہ ہمارے پیر ومرشد حضرتِ اقدس خواجہ خان محمد صاحبؒ فاتحہ کے لئے تشریف لائے ہیں۔ اور ۲۰۰۵ء میں حضرتِ اقدس خواجہ خان محمد صاحبؒ مرکزی جامع مسجد لورالائی ختمِ نبوّت کانفرنس میں تشریف لائے اور کانفرنس کی دُوسری نشست میں جامعہ اشرفیہ لورالائی میں حضرت صاحبؒ نے اپنے دستِ مبارک سے ۱۴ حفاظ بچوں کی دستار بندی کی، اور حضرتِ اقدس خواجہ خان محمد صاحبؒ نے میرے بیٹے مولانا محمد نیاز الرحمٰن کے بیٹے کا نام تجویز کیا ''محمد سرفراز'' اور دُعا کی کہ اللہ پاک آپ کے اس پوتے کو مولانا سرفراز خان جیسے عالم بنائیں۔

***

حضرت خواجہ خان محمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ

مفتی حبیب الرحمٰن لدھیانوی، کراچی

شیخ المشائخ، قطب العصر، مخدوم العلماء والصلحاء، امام الاولیاء، خواجۂ خواجگان حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہٗ امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت پاکستان ۲۰/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ بمطابق ۵/مئی ۲۰۱۰ء بروز بدھ مغرب اور عشاء کے درمیان سفرِ آخرت پر تشریف لے گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون!

حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی صفات و کمالات سے نوازا تھا، حق تعالیٰ شانہٗ نے ان کو دینِ متین کی خدمت کے لئے چن لیا تھا۔ آپؒ کی پیدائش، تربیت اور نشو ونما ہی اہل اللہ کے گھرانے اور آغوشِ اہلِ قلوب میں ہوئی تھی۔ گویا بچپن سے لے کر تادمِ حیات دینِ اسلام کی خدمتِ عالیہ پر مأمور رہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے عمر بھی طویل دی تھی جو کہ اللہ کی خاص عنایت ہے۔ حدیث میں آتا ہے ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یارسول اللہ! دُنیا میں اچھا آدمی کون ہے؟ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"من طال عمرہٗ وحسن عملہٗ" (مشکوٰۃ ص:۴۵۰)

ترجمہ:... "جس کی عمر لمبی ہو، اور اس کا عمل اچھا ہو۔"

حضرت خواجہ صاحبؒ کے متعلقین اور متوسلین بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت اقدسؒ تقریر یا وعظ نہیں فرمایا کرتے تھے، طبیعت میں خاموشی کا غلبہ تھا، حالانکہ بعض لوگوں کو حضرت والاؒ کی اس عادت شریفہ اور وصفِ خاص پر بہت تشویش ہوتی تھی۔ ایک بار جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں حضرتِ والاؒ کسی تقریب میں مدعو تھے، علماء اور طلبہ کا مجمع تھا۔ حاضرینِ مجلس دوسرے اکابرین کی پند ونصائح سے مستفید ہو رہے تھے۔ طلبہ کے دِل میں یہ بات چٹکیاں لے رہی تھی کہ کاش! حضرتِ والاؒ بھی گوہر افشانی فرمائیں اور اپنی گراں قدر نصائح سے نوازیں۔ چنانچہ طلبہ نے پرچی بھیجی اور اپنی درخواست

پیش کی۔ حضرت قبلہؒ نے برجستہ فرمایا کہ: ’’جس کو ہماری خاموشی سے فائدہ نہیں پہنچتا، اس کو ہماری نصیحت سے کیا فائدہ پہنچے گا۔‘‘ اسی طرح کی ایک روایت یہ بھی منقول ہے کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کو کسی نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے ایک پروگرام میں تقریر کرنے کی درخواست کی تو حضرتِ والاؒ نے فرمایا کہ: ’’جس نے مجھ کو سننا ہو، وہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی کو سن لیا کرے، حضرت مولانا میری زبان اور ترجمان ہیں۔‘‘

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی شہادت کے بعد اہلِ کراچی خصوصاً حضرتؒ کے متعلقین پر ایک مایوسی اور پژمردگی کی کیفیت طاری ہوگئی تھی، ہر شخص شکستہ دِل تھا، حق تعالیٰ شانہٗ حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے حضرت خواجہ خان محمدؒ سے درخواست کی کہ ایک ہفتہ خصوصیت کے ساتھ اہلِ کراچی کو دے دیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت خواجہ صاحبؒ کراچی تشریف لائے اور ایک ہفتہ تک عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت پرانی نمائش کے دفتر میں قیام فرمایا جس کے دوران بہت سے لوگوں کو مستفید ہونے کی توفیق ہوئی۔

اس موقع پر حضرتِ والاؒ کے صبح، شام کے معمولات طے شدہ تھے۔ فجر کی نماز سے متصل اِشراق تک روزانہ مراقبہ، دن بھر مختلف مقامات پر ختمِ نبوّت، دِینی مدارس اور مکاتب کے پروگراموں میں مصروفیت ہوتی۔ عصر تا مغرب پھر عوامی ملاقات کا شرف بخشا جاتا۔ تعجب خیز بات یہ ہے کہ حضرتِ والاؒ کے معمولات میں سے کسی بھی وقت ایسا نہیں ہوتا تھا کہ طالبینِ صادق کا ایک جمِ غفیر جمع نہ ہو۔ ہر شخص اپنے اپنے ظرف کے مطابق حضرتِ والاؒ سے مستفید ہوتا اور تشنگی دُور کرتا رہا۔ یہ نااہل بھی ان گھڑیوں کی بہاروں سے فیضیاب ہونے کا حریص تھا۔ اپنی مسجد و مدرسہ گلشن اقبال سے جانا اور دفتر ختمِ نبوّت میں فجر کی نماز ادا کرنا بلکہ حضرت مولانا نذیر احمد تونسوی شہیدؒ باصرار اس نااہل کو جماعت کرانے کے لئے آگے مصلیٰ پر بھیج دیتے۔ یہ لمحات بندہ کے لئے بڑی آزمائش اور اِمتحان کے ہوتے کہ کہیں حضرتِ والاؒ پر اس ناچیز کی حقیقت منکشف نہ ہوجائے۔ اس لئے نماز پڑھاتے ہوئے بہت ڈر لگتا تھا۔

حضرتِ والاؒ بلاتکلف نیچی نظر رکھ کر گھٹنوں سر جھکائے بیٹھے رہتے، گویا کہ مراقبے میں مشغول ہیں۔ ملاقات کرنے والے سوال و جواب بھی کرتے تو ہر ایک کا جواب مختصر اور ہاں یا نہ میں دے کر پھر خاموش ہوجاتے۔ اگر کسی نے دُعا کے لئے درخواست کی تو اپنے خاص انداز اور الفاظ ’’اللہ خیر فرمائے گا‘‘ کے ساتھ تشفی فرمادیتے تھے، کبھی حاضرین پر محبت بھری نظر سے التفات بھی فرمالیتے تھے۔

حضرت خواجہ خان محمدؒ کی شخصیت سلف صالحین کی زندگی کا عملی نمونہ تھی، علم وفضل، زُہد وتقویٰ،

تواضع اور انکساری کے ساتھ ساتھ قناعت وسادگی کے پیکر تھے۔ سارا وقت ان کا بظاہر خاموشی اور مراقبے کی حالت میں گزرتا تھا، لیکن حقیقتاً وہ ہر لمحہ معرفتِ حقیقی اور ذکرِ الٰہی میں مستغرق رہتے۔ دورِ حاضر میں یہ کیفیت اور حال انہی کا حصہ تھا، گویا آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے اس ارشادِ گرامی کا عملی نمونہ تھے: ''من صمت نجا''... جس نے خاموشی اختیار کی اس نے نجات پائی... یا پھر آپ اس حدیث کا مصداق تھے کہ ایک دیہاتی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ: یا رسول اللہ! مجھے کوئی نصیحت فرمائیں لیکن مختصر ہو۔ چونکہ وہ دیہاتی شخص تھا اس لئے اس نے اس انداز میں بات کی۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے فرمایا: ''لَا یزال لسانک رطبًا من ذکر اللّٰہ'' ...تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہے... حضرت خواجہ صاحبؒ کا خاموشی پر دَوام اس حدیث پر عمل پیرا ہونا تھا کہ خاموشی سے اپنے ذکر میں مستغرق رہو، قلب اور قالب دونوں ہمہ تن، ہر لمحہ رطب اللسان رہیں۔

حضرت خواجہ صاحبؒ سے حاضرینِ مجلس اپنی پریشانی اور حاجت سے متعلق دُعا کی درخواست کرتے رہتے تھے۔ آپؒ سائلین کی مشکلات کا دُعاؤں اور مشاورت کے ذریعے مداوا کرتے رہتے۔ ایک دن بندہ نے بھی موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اپنی مسجد و مدرسہ اور دیگر مسائل کے بارے میں دُعا کروائی اور مشکلات سے بچنے کے لئے وظیفہ بھی دریافت کیا۔ تو حضرتِ والاؒ نے اَز رُوئے شفقت بندہ کو گیارہ سو مرتبہ ''لَا حول ولَا قوۃ إلّا باللّٰہ'' اوّل وآخر گیارہ مرتبہ دُرود شریف پڑھنے کا حکم فرمایا اور دوسروں کو بھی بتلانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ الحمدللہ! اس وظیفے سے کئی پریشان حال لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مشکلات سے نکال کر دِین و دُنیا کے اعتبار سے سرخرو فرمایا۔ حسنِ اتفاق ہے کہ ہماری مسجد (جامع مسجد مصطفیٰ گلشن اقبال) کی سنگِ بنیاد بھی حضرتِ والاؒ اور حضرت نفیس شاہ الحسینیؒ نے رکھی تھی۔ سنگِ بنیاد رکھتے ہوئے حضرتِ والاؒ نے بیلچہ لے کر بنیاد میں سیمنٹ، بجری وغیرہ ڈالنا شروع کی، جب تین بیلچے ڈال دیئے تو حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ نے عرض کیا کہ حضرت! بس کریں، تین ہوگئے۔ تو حضرتؒ نے وجد کی سی کیفیت میں چوتھا بیلچہ مال کا ڈالتے ہوئے فرمایا کہ ''حق چار یار'' حضرت مفتی محمد جمیل خان صاحبؒ مسکرانے لگے۔ بعد میں بندہ نے کسی بزرگ سے پوچھا کہ حضرت خواجہؒ صاحب نے یوں کیوں فرمایا تھا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ اس آبادی میں زیادہ تر شیعہ لوگ ہیں جو خلفائے راشدینؓ کی خلافت کے ناقد اور مخالف ہیں۔ حضرتؒ کو شاید کشف ہوا ہو اور اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان مبارک پر خلفائے راشدینؓ کی صداقت کے الفاظ جاری فرمادیئے۔

حضرتِ والاؒ نے کم وبیش پون صدی تک سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے بزرگوں کے مسلک ومشرب کے مطابق نہایت اِخلاص اور خاموشی سے خلقِ خدا کی کثیر تعداد کو فیضیاب فرمایا۔ بلامبالغہ لاکھوں بندگانِ خدا نے حضرتِ والاؒ کی ہستی سے فیض حاصل کیا۔ نہ صرف پاکستان میں بلکہ سعودی عرب، متحدہ امارات، ہندوستان، بنگلہ دیش، برطانیہ، امریکا، افریقہ اور دیگر ممالک کے عقیدت مندوں نے حضرتِ والاؒ کے دست مبارک پر بیعت کی اور تصوف کے چاروں سلاسل میں نسبت قائم کی۔ خانقاہ سراجیہ میں پورا سال سالکین ومتوسلین کی آمد ورفت لگی رہتی ہے۔

حضرتؒ کے وصال کے موقع پر ایک عجیب منظر دیکھنے میں آیا۔ حضرتؒ کے انتقال کی خبر مغرب کے بعد ہی تقریباً ہر جگہ پہنچ چکی تھی۔ ہمارے برادر عزیز صاحبزادہ مولانا محمد طیب لدھیانوی اور مولانا محمد یحییٰ لدھیانوی نے بندہ کو حضرتِ والاؒ کے انتقال کی خبر دی اور جنازے میں شرکت کے لئے رات لاہور کے جہاز پر جانے کا مشورہ کیا۔ شروع شروع میں تو چھ سات حضرات تھے جن کے جانے کی اطلاع تھی بعد میں جب ایئرپورٹ پہنچے تو معلوم ہوا کہ صرف ایک فلائٹ میں کراچی سے لاہور جانے والے ۳۰ سے ۳۵ اَفراد ہیں، جن میں سے ہر ایک کی تمنا تھی کہ اگر حضرت خواجہ صاحبؒ کے جنازے میں شرکت کی سعادت حاصل ہوگئی تو یہ زندگی کا بہت بڑا سرمایہ ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے صبح ساڑھے نو بجے خانقاہ شریف پہنچ گئے، وہاں جاکر معلوم ہوا کہ تاحدِ نظر مخلوقِ خدا اس خاموش، بے تاج بادشاہ کے جنازے میں شرکت کی سعادت کے لئے کوشاں ہے، دُور دراز سے لوگ قافلہ در قافلہ جنازے میں شرکت کے لئے کھنچے چلے آرہے تھے۔

حق تعالیٰ شانہٗ جنازے میں سب کی حاضری کو قبول فرمائے۔ ظہر کی نماز کے بعد تقریباً اڑھائی بجے سے صف بندی شروع ہوئی۔ کثیر ہجوم کی وجہ سے صف بندی میں تقریباً آدھ پون گھنٹہ صَرف ہوگیا۔ آخرکار سسکیوں بھرے مجمع کے ساتھ حضرتِ والاؒ کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ ''إنّ العین تدمع، والقلب یحزن، ولا نقول إلّا ما یرضیٰ ربنا وإنا بفراقک یا شیخ لمحزونون۔'' ...بے شک آنکھ اشکبار ہے اور دِل غمگین اور نہیں ہم کچھ کہتے مگر جو ہمارے رَبّ کی رضا ہے....

***

حضرت قبلہؒ سے بیعت کے فوائد!

مولانا محمد نگین، برطانیہ

حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ کے ساتھ میرے تعلق کب اور کس طرح شروع ہوئے؟ پہلے میں نے حضرت مولانا عبدالہادی صاحبؒ سے بیعت کا تعلق قائم کیا (وہ حضرت مولانا حسین علیؒ واں بھچراں والوں کے خلیفہ تھے) میں ان کا شاگرد تھا۔ ان کے انتقال کے بعد (۱۹۸۶ء) میں نے حضرت مولانا خان محمدؒ سے بیعت کی۔ چونکہ پہلے سے تصوف کے بارے میں تھوڑا بہت پڑھ اور سن چکا تھا۔ اس لئے زیادہ تر خواہش یہی تھی کہ تصوف کیسے پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے؟ بہرحال اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا خاص کرم یہ ہوا کہ میں اپنے صحیح ٹھکانے پر پہنچ گیا۔ بیعت کرنے کے بعد اس انتظار میں تھا کہ حضرت صاحبؒ کافی وظیفے پڑھنے کا حکم فرمائیں گے۔ لیکن آپ نے تو صرف یہ ارشاد فرمایا کہ:

”وضو ہو یا نہ ہو، ہر وقت اُٹھتے بیٹھتے یہ خیال کریں کہ میرا دل اللہ اللہ کرتا ہے۔“

کہنے کو تو مختصر سی بات ہے، لیکن کرنے میں کافی مشکل معاملہ تھا۔ کیونکہ دُنیا اور اس کے متعلقات کے خیالات لشکروں کے لشکر سیلاب کی طرح جب آدمی پر مسلط ہوجاتے ہیں تو توجہ کا قائم رکھنا بہت مشکل ہوجاتا ہے۔ حضرتؒ سے بیعت ہونے کے بعد ایک دن خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضرتؒ، حدیث شریف کے اس ٹکڑے کا تکرار فرماتے ہیں اور میں بھی اسی ٹکڑے کا تکرار کررہا ہوں کہ: ”من احب لقاء الله احب الله لقائه“۔

اس خواب کے بعد حضرت شیخ سے محبت میں اضافہ ہوتا گیا اور یہاں تک کہ اب اس عالم میں سب سے زیادہ محبت انہی سے ہوگئی۔ ان کا دیکھنا میرے دل کی ٹھنڈک، ان کا بولنا میرے دل کی تسلی۔ اس کے بعد صاحبزادہ محمد عابدؒ کے مشورے پر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے سبق باقاعدہ شروع کردیئے۔ جب پتہ چلا کہ یہ علم تصوف بھی کسبی (یعنی سیکھنا پڑتا ہے) شے ہے۔ دل کی کیفیت تو یہ ہوگئی تھی کہ سب کچھ

چھوڑ چھاڑ کر حضرتؒ کے ساتھ رہوں (میں لندن میں رہتا ہوں اور حضرتؒ کا صدر مقام خانقاہ سراجیہ کندیاں پاکستان میں ہے) لیکن والدہ ماجدہ سے اجازت نہ ملنے کے باعث ایسا نہ کرسکا۔ دوسرے طبیعت کچھ ایسی واقع ہوئی کہ زیادہ وظیفے کرنے پر آمادہ نہ تھی۔ اس لئے بار بار حضرتؒ سے خاص ''توجہ'' کی درخواست کرتا تھا۔ میرے حضرتؒ کو اللہ تعالیٰ نے خاص کمال عطا فرمایا تھا۔ جب لطائف کا سبق پڑھاتے تھے۔ ادھر سبق دیا۔ اس کے بعد توجہ دینی شروع فرمادی۔ اسی وقت دوسرا لطیفہ جاری کردیا۔ پھر چھ مہینے کا کچھ کم وبیش اس لطیفہ پر کام کرنے کا حکم فرماتے۔

ایک دفعہ میں پاکستان گیا۔ لیکن حضرتؒ ایک دن تشریف لائے اور پھر سفر پر تشریف لے گئے۔ میں نے اندازہ لگایا کہ یہاں رہ کر اسباق کا معاملہ نہیں چل سکے گا۔ جب حضرت قبلہؒ لندن تشریف لائیں تو ان کے ساتھ ہو جاؤں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ! چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ بحمد اللہ۔

حضرتؒ لندن آتے۔ ختمِ نبوّت کے کام میں شہر بہ شہر گھومتے۔ بندہ کو صحبت شیخ بھی مل جاتی اور کسی قدر خدمت کا موقع بھی ملتا۔ حضرتؒ اپنی خاص توجہ بھی عنایت فرماتے۔ یہاں تک کہ لندن کے بعد جب حضرتؒ حرمین شریفین تشریف لے جاتے۔ یہ سفر بھی حضرتؒ کے ساتھ ہوتے رہے۔ اللہ پاک کی خالص توفیق سے حضرتؒ کی دُعاؤں کے صدقے چار پانچ مرتبہ حج بھی آپ کی معیت میں نصیب ہوئے۔ اسباق بھی جاری رہے اور صحبت بھی۔ ہمارے شیخ محترم اتباع شریعت میں تو نمونہ تھے۔

ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ ایک آدمی آیا اور اپنی تکلیف بیان کی اور توسل بالولی جائز ہونے کے باوجود حضرت صاحبؒ نے اسے توسل بالاعمال کا طریقہ بتلایا کہ سورۃ فاتحہ پڑھ کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے یوں عرضداشت کریں کہ میں نے جو یہ نیک کام کیا ہے اس کی وجہ سے میری تکلیف دُور فرمادیں۔

میں نے ۱۹۸۶ء سے ۱۹۹۳ء تک اسباق کی تکمیل کی اور ہر آنے والے وقت میں حضرت والاؒ سے قریب تر ہوگیا۔ بیعت کے بعد جو سب سے بڑا فائدہ ہوا وہ یہ تھا کہ علمائے دین سے محبت پیدا ہوگئی۔ یہ پہلے نہیں تھی۔ دوسری یہ چیز واضح ہوگئی کہ تصوف کسبی عمل ہے۔ اس کے لئے ماہر شیخ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ لفظوں کے پڑھنے سے نہیں سیکھا جاسکتا۔ یہ ایک حالی عمل ہے۔ قال سے نہیں سیکھا جاتا۔ کامل شیخ اپنے مرید کے اُوپر حالت کو طاری کرکے مرید کو وہ سبق سکھاتا ہے۔

اس کا ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے جب ان چیزوں کو لفظوں میں بیان کرنے کی کوشش کی تو شاہ غلام علی دہلویؒ نے فرمایا کہ: ''اینجا شاہ ولی اللہ خطامی کرد، حال را در قال گفت''۔ یہ اس لئے کہ ''حال'' ''قال'' میں نہیں آسکتا کہ ''قال'' کا ظرف ''حال'' سے بہت چھوٹا ہے۔ واللہ اعلم!

شیخ کی صحبت میں گزرے لمحات

مولانا توصیف احمد

ہر اِنسان کی زندگی میں چند خوشگوار لمحات ایسے ہوتے ہیں جو اس کی پوری زندگی کے چمن کو گلاب کے پھول کی طرح مہکاتے رہتے ہیں اور اس کے ماضی کی حسین یادوں کا مرکز بنے رہتے ہیں۔ بندہ کی زندگی کے حسین لمحات وہ ہیں جو بندہ نے شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمدؒ کی صحبت میں رمضان المبارک کے مہینہ میں گزارے، جہاں یہ رمضان کا مہینہ حضرتؒ کی زندگی کا آخری رمضان تھا، وہاں یہ بندہ کی فیض وبرکت والی مجالس میں شرکت کی سعادت کا آخری مہینہ تھا۔ بندہ نے حضرتؒ کی پہلی زیارت اس وقت کی جب بندہ درجہ اولیٰ کا طالب علم تھا۔ حضرتؒ کراچی کے دورے پر جامعہ دارالعلوم الصفہ میں تشریف لائے۔ حضرتؒ نے جامعہ کے مطبخ کا افتتاح اپنے دست مبارک سے کیا تھا۔ بندہ طالب علمی کے زمانے میں کسی سے بیعت نہیں تھا، ۲۰۰۸ء میں دارالعلوم الصفہ سے فراغت حاصل کی، اس کے بعد پھر بیعت کا ارادہ کیا اور ۲۰۰۹ء میں خانقاہ شریف گیا۔ حضرتؒ سے بیعت کی آپؒ کو دو نسبتیں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حاصل تھیں:

۱:... نقشبندیہ مجددیہ کا سلسلہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جاکر ملتا تھا، حضرتؒ نقشبندیہ سلسلے کے امام تھے۔

۲:... ختمِ نبوّت کے محافظ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے اور حضرتؒ! بھی ختم نبوت کے سالارِ اعظم تھے۔

حضرتؒ کے مریدین میں سے ختمِ نبوّت کے محاذ پر کام کرنے والوں کو یہ دو عظیم نسبتیں حاصل ہیں۔ خانقاہ میں بندہ صبح وشام حضرتؒ کی زیارت اور فیض سے مستفید ہوتا۔ حضرتؒ نے مریدین کے لئے دن میں دو وقت کو خاص کیا ہوا تھا، صبح کے وقت ۱۰ بجے اور شام بعد نماز عصر ملاقات کا وقت ہوتا۔ حضرتؒ

کی جب طبیعت صحیح ہوتی تو حضرت خانقاہ شریف میں تشریف لاتے۔ حضرتؒ کا گھر خانقاہ کے شمال کی طرف تھا۔ حضرتؒ وہیل چیئر پر تشریف لاتے تو دو مریدین حضرتؒ کو لینے کے لئے تیار رہتے تا کہ حضرت کو ہاتھوں کا سہارا دے کر ان کے کمرہ تک پہنچایا جائے۔ بندہ کو یہ سعادت کئی مرتبہ ملی کہ حضرتؒ کو سہارا دے کر کمرہ تک پہنچایا، اس سعادت کے حصول کے لئے اس جگہ کو گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ پہلے جگہ پکڑنی پڑتی تا کہ کوئی اور نمبر نہ لے جائے اور اگر طبیعت ٹھیک نہ ہوتی تو پھر گھر میں ہی مریدین کو زیارت کا موقع دیا جاتا۔ تمام مریدین گھر کے باہر کھڑے ہوجاتے، اس کے بعد نمبروار اتنے افراد کو چھوڑا جاتا، جتنی کمرے میں بیٹھنے کی گنجائش ہوتی۔ حضرتؒ کے ہاں یکساں نظام تھا امیر غریب ہر طرح کے لوگ حضرتؒ کی زیارت سے فیضیاب ہوا کرتے تھے۔

حضرتؒ کے ہاں رمضان المبارک میں تین قرآن مجید ختم ہوتے روزانہ تین پاروں کی تلاوت ہوتی۔ یہاں پر تراویح میں قرآن مجید کی تلاوت عام روایتی قرأت کی طرح نہیں ہوتی چار رکعات کے بعد ۱۵ منٹ کا وقفہ ہوتا۔ جس میں مراقبہ، ذکر واذکار، تلاوت وغیرہ کی جاتی، یہ معمول ہر چار رکعت بعد ہوتا، اس طرح رات ڈیڑھ بجے تک تراویح جاری رہتی، ہر ختم قرآن کے موقع پر حضرت مسجد میں لفٹ کے ذریعہ تشریف لاتے۔ حضرتؒ کو مسجد تک لایا جاتا پھر وہاں سے حضرتؒ کو سہارا دینے کے لئے مرید کھڑے ہوجاتے، بندہ کو بھی یہ سعادت حاصل ہوئی، حضرت کو داہنی طرف سے صاحبزادہ سعید احمد نے سہارا دیا بائیں طرف سے بندہ نے سہارا دیا، ایسے موقعوں پر بڑا مجمع ہوتا، حضرتؒ دُعا فرماتے، حضرتؒ ستائیسویں شب کو بھی مسجد تشریف لائے، اس مرتبہ بھی سہارا دینے کی سعادت بندہ کو میسر آئی۔ پچیس، چھبیس شب کو حضرتؒ کی طرف سے ظہر کے بعد آنحضرت ﷺ کے موئے مبارک کی زیارت کرائی جاتی، اس دن خانقاہ میں پاؤں رکھنے کی جگہ نہ ہوتی، عصر تک زیارت کرائی جاتی، اس کے باوجود آدھا مجمع محروم ہوکر چلا جاتا، الحمدللہ! بندہ اللہ رَبّ العزت کے فضل وکرم سے تقریباً آدھا گھنٹہ تک زیارت والی جگہ کھڑا رہا اور موئے مبارک کی زیارت کی۔ آخری عشرہ میں خانقاہ کے اندر بڑے بڑے بزرگ حضرات کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب، مولانا نذرالرحمٰن صاحب اور حضرت کے تمام خلفاء نے آخری عشرہ یہاں پر گزارا، عید کے دن حضرتؒ کی طرف سے بعد نماز فجر آبِ زمزم تمام مریدین کو پیش کیا جاتا۔

حضرتؒ مرجع خلائق تھے جو بزرگ بھی میانوالی آتے تو حضرتؒ کی ضرور زیارت کرکے جاتے، ایک مرتبہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب اور مولانا عبدالغفور حیدری صاحب تشریف لائے، حضرت کی زیارت کے لئے کمرہ میں گئے بندہ بھی ساتھ تھا۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے خیریت پوچھی، اس کے

بعد پوچھا کہ حضرتؒ آپ نے اس مرتبہ رمضان المبارک کے پورے روزے رکھے؟ حضرت خواجہ خان صاحبؒ نے جواب دیا: جی ہاں! مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے مزاحاً حضرتؒ سے عرض کیا: اس خوشی میں تو آپ کو مجھ پر کچھ صدقہ کرنا چاہیئے، اس بات پر حضرت خواجہ صاحبؒ بہت مسکرائے۔

بندہ نے خانقاہ کے اندر رہتے ہوئے حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب کے حکم پر کتاب ''ایقاظ الہمم'' کی پروف ریڈنگ مکمل کی، تو بندہ نے حضرت خواجہ خلیل احمد صاحب سے حضرتؒ کی کوئی چیز تبرکاً مانگی تو حضرت خواجہ خلیل احمد صاحب نے حضرتؒ کی ٹوپی عنایت فرمائی۔ بندہ روزانہ حضرتؒ سے ضرور ایک دُعا کراتا کہ اللہ تعالیٰ مجھے ختمِ نبوّت کے کام کے لئے قبول کرے۔ الحمدللہ! ان کی دُعاؤں کی قبولیت سے بندہ مبلغِ ختمِ نبوّت کی حیثیت سے کام کررہا ہے۔ بندہ نے جب ملتان سے سہ ماہی ردِقادیانیت کورس مکمل کیا اور مبلغ کی حیثیت سے جماعت میں تقرری ہوگئی اس کے بعد بندہ عملی میدان میں قدم رکھنے سے پہلے خانقاہ گیا اور حضرتؒ سے خصوصی دُعا کرائی۔ یہ بندہ کی آخری ملاقات تھی، اللہ رَبّ العزت حضرتِ والاؒ کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

❋

حرمین شریفین میں حلال کھانا

ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ (متوفی ۱۹۷۷ء) فرماتے تھے کہ حرمین شریفین میں حلال کھانا مفقود ہوگیا ہے، وہ شاید اس لئے فرماتے تھے کہ ذبح شدہ مرغی ناروے، ڈنمارک، سویڈن وغیرہ ممالک سے آتی ہے، اور بکرے کا گوشت آسٹریلیا سے آتا ہے، بکرے کے پائے صبح کے ناشتے میں دُکانوں پر عموماً ملتے ہیں، لوکل بکرے کا گوشت ۲۵ ریال فی کلو کے حساب سے ملتا ہے، جبکہ غیرملکی بکرے کا گوشت ۱۰ ریال میں کلو مل جاتا ہے۔ اسی طرح مکہ مکرمہ، طائف وغیرہ کی مرغی جس کا وزن دوکلو کے لگ بھگ ہوتا ہے وہ ۹ ریال میں ملتی ہے اور امپورٹڈ مرغی جس کا وزن دوکلو کے لگ بھگ ہوتا ہے وہ ۶ ریال میں ملتی ہے۔ اب تو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں مرغی ذبح کرنے کی سہولت ختم ہوگئی ہے، کیونکہ زندہ مرغی نہیں ملتی، جب زندہ مرغی ملتی تھی تو اس کو ذبح کرکے اُبلتے ہوئے پانی میں ڈبوتے تھے، تھوڑی دیر کے بعد اسے مشین میں ڈال کر پَر اُتارتے تھے، جب صاف شدہ مرغی باہر نکلتی تو اس کی آنتیں وغیرہ باہر نکالتے تھے، شاید انہی وجوہات کی بنا پر حضرت بنوریؒ فرماتے تھے کہ حرمین شریفین میں حلال کھانا مفقود ہوگیا ہے۔

پیرِ طریقت حضرت خواجہ خان محمدؒ

مولانا عبدالواحد، کوئٹہ

آج سے تقریباً ۳۰ سال قبل ملتان دفترِ ختمِ نبوّت میں حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ سے پہلی ملاقات ہوئی۔ بس پہلی ملاقات ہی سے میں بہت زیادہ متاثر ہوا کہ واقعی آپ ہمارے اکابر کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔ میں عملی طور پر جماعت ختمِ نبوّت میں شامل ہوگیا۔ پھر اس کے بعد حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کی دعوت پر میں چناب نگر ختمِ نبوّت کانفرنس میں شریک ہوا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ کے ساتھ کئی اسفار میں شریک رہا۔ اُن میں سے ایک یادگار سفر ڈیرہ اسماعیل خان کا ۲۱ ؍مارچ ۱۹۸۶ء کو کیا۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ دن کے ساڑھے گیارہ بجے ڈیرہ اسماعیل خان حضرت خواجہ صاحب کے ہمراہ پہنچا۔ ڈیرہ بھکر پل پر ہمارا تاریخی اور شاندار استقبال کیا گیا، حضرت خواجہ صاحبؒ کو جلوس کی شکل میں جامع مسجد جمعہ شاہ لایا گیا۔ اس سفر میں حضرت مولانا محمد عبداللہ آف بھکر حضرت مولانا اللہ وسایا آف ملتان۔ حضرت مولانا ریاض الحسن گنگوہی امیر ختمِ نبوّت ڈیرہ اسماعیل خان ہمارے ساتھ تھے۔ ہمارے تین دن مسلسل ڈیرہ اسماعیل خان میں پروگرام ہوتے رہے۔ جامع مسجد جمعہ شاہ ڈی آئی خان میں حضرت خواجہ صاحبؒ کی زیرِ صدارت راقم الحروف اور قاری محمد احسن صاحب آف راولپنڈی نے خطاب کیا۔ اپنے خطاب میں مرزائیت کے عقائد وعزائم ان کی اسلام و ملک دشمنی سے مسلمانان ڈیرہ کو آگاہ کیا اور ان سے اپیل کی کہ وہ مرزائیوں کے خلاف متحد ہوکر اپنے دین متین کی حفاظت کے لیے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کریں۔ جلسہ کی دوسری نشست بعد نماز عشاء جامع مسجد جمعہ شاہ میں شروع ہوئی، پہلے نو سال سے جاری درس قرآن درس حدیث مشکوٰۃ شریف کا اختتامی درس قاری محمد احسن آف روالپنڈی نے دیا اور حضرت خواجہ صاحبؒ نے مولانا غلام رسول خطیب مسجد جمعہ کی دستار بندی کرائی۔ پھر جلسہ کی کاروائی شروع ہوئی مولانا محمد عبداللہ بھکر۔ مولانا اللہ وسایا ملتان۔ مولانا ریاض الحسن گنگوہی اور بندہ ناچیز اور خواجہ محمد زاہد نے خطاب کیا حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کی دعا سے یہ عظیم الشان اور

تاریخی جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

اس کے بعد مورخہ ۲۲/مارچ کو ٹانک روانہ ہوئے۔ ٹانک پہنچنے پر حضرت کا والہانہ استقبال کیا گیا۔ جامع مسجد مکی لے جایا گیا۔

بعد از نماز عصر جامع مسجد مکی ہی میں حضرت الامیر نے پریس کانفرنس کی جس میں حضرت مولانا اللہ وسایا، مولانا عبدالستار شاہ بخاری، مولانا عبدالواحد، قاضی عطاء اللہ اور دیگر علماء کرام شامل تھے۔

مورخہ ۲۳/مارچ صبح سویرے ساؤتھ وزیرستان ایجنسی کی جانب باوجود راستہ کی سخت خرابی کے روانگی ہوئی، دس بجے وانا سے بیس میل دور شائی کے مقام پر حضرت الامیر کے استقبال کیلئے ویگنوں، بسوں اور موٹر سائیکلوں پر سوار قبائل کے حریت پسند غیور پٹھان ہزاروں کی تعداد میں انتظار کر رہے تھے، حضرت کے پہنچتے ہی کی خوشی میں استقبالیہ فائرنگ کی گئی، ہر شخص نے فائرنگ کر کے اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔ ہر سمت لوگ فرط جذبات میں نعرے لگا رہے تھے۔ حضرت خواجہ خان محمد زندہ باد ختمِ نبوّت زندہ باد، جب تک سورج چاند رہے گا خواجہ تیرا نام رہے گا۔ حضرت الامیر کی کار کے آگے پچیس تیس موٹر سائیکل سواروں کا طویل جلوس پہاڑیوں سے گزرتا ہوا ایک عجیب سا سماں پیش کر رہا تھا۔ ۲۵ میل کا سفر ڈھائی گھنٹے میں طے کیا گیا۔ جلوس جب وانا شہر سے گزرا تو لوگوں نے فائرنگ کی اور روڈ کے دونوں جانب استقبال کیلئے ہزاروں قبائلی کافی دور تک لائن بنا کر کھڑے ہوئے تھے ایک عظیم الشان جلسہ مدرسہ دارالعلوم تعلیم القرآن میں ہوا۔ جس میں حضرت الامیر، مفتی حسن جان شہید، مولانا مومن شاہ صاحب، مولانا احمد جان، مولانا عبدالواحد، مولانا اللہ وسایا اور دیگر علماء کرام نے خطاب فرمایا۔ اس کے بعد حضرت خواجہؒ کے ساتھ ایک اور تاریخی اور یادگار سفر کیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۴/مئی ۱۹۹۰ء کو نواں شہر ایبٹ آباد میں عظیم الشان ختمِ نبوّت کانفرنس کے موقع پر فضا ''تاج و تختِ ختمِ نبوّت، زندہ باد!'' اور نعرۂ تکبیر ''اللہ اکبر!'' کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔

یہ عظیم الشان ختمِ نبوّت کانفرنس۔ تحفظ ختمِ نبوّت یوتھ فورس نواں شہر ضلع ایبٹ آباد کے زیر اہتمام ہزارہ کی تاریخی مسجد۔ الیاسی میں انتہائی تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہوئی اس کانفرنس کی صدارت امیر مرکزیہ حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ نے فرمائی۔ تلاوت قرآن کے بعد حضرت امیر مرکزیہ کے دعائیہ کلمات سے کانفرنس کی باقاعدہ کاروائی شروع کی گئی۔ مولانا عبدالواحد امیر ختمِ نبوّت بلوچستان نے اپنے خطاب میں کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گنبد خضرہ میں تڑپ رہے ہیں لیکن آج انہیں کوئی حضرت صدیقِ اکبرؓ، کوئی حضرت فاروقِ اعظمؓ، کوئی حضرت عثمان غنیؓ، کوئی حضرت علی حیدرِ کرارؓ دکھائی نہیں دے رہے، اس پر لوگ دھاڑیں مار کر رونے لگے۔ اس جذباتی عالم میں لبیک اللّٰھم

لبیک کے فلک شگاف اور ایمان افروز نعرے گونجنے لگے۔مولانا نورالحق نور نے اپنے خطاب میں کہا کہ بلاشبہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت نے مرزائیت کو گالی بنا کر قادیانی امت کے منہ پر دے مارا ہے حضرت امیر مرکزیہ کی رہنمائی میں اسکولوں ۔کالجوں۔ یونیورسٹیوں ۔ مدارس۔ چوکوں۔ چوراہوں۔ پارکوں اور مساجد میں قادیانیت کو ننگ انسانیت کی طرح ملعون کر چھوڑا ہے یہ مجلس کی شبانہ روز کی محنت کا نتیجہ ہے کہ ختم نبوّت کر ہر سپاہی عقلی دلائل اور قرآن وسنت کی روشنی میں مرزا غلام احمد قادیانی کو دجال اور جھوٹا ثابت کرسکتا ہے۔مولانا نورالحق نور نے مالی (افریقہ) کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ وہاں مرزائیوں نے سیدھے سادھے مسلمانوں کو دام فریب میں پھنسا کر مرزائی بنایا لیکن الحمدللہ مجلس تحفظ ختم نبوّت پاکستان کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کی ہدایت اور دعاؤں سے مجلس کے مبلغین کی کوششوں اور مساعی سے چالیس ہزار مرزائی دوبارہ دامن اسلام سے لپٹ گئے۔

اس کانفرنس میں شہید ملت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی ،حضرت مولانا اللہ وسایا اور دیگر اکابرین اُمت نے خطاب فرمایا اور حضرت الامیر کی خصوصی دعا سے عظیم الشان تاریخی کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔

حضرت کے ساتھ میں نے ژوب ، لورالائی، لاہور، اسلام آباد ، پشین، تربت، سکھر، گمبٹ اور ملتان غرضیکہ پاکستان کے کئی شہروں کا سفر کیا۔میرا ختم نبوّت کے موضوع پر بیان ہوتا اور حضرت اقدس کی دعائیں ہوتیں اور حضرت والا سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ جوق درجوق بیعت ہوتے ۔سبحان اللہ! حضرت کی کیا ہی شان تھی۔

۲۰۰۹ء میں شوریٰ کے اجلاس خانقاہ سراجیہ کندیاں میں مولانا محمد یوسف نقشبندی مبلّغ ختم نبوّت بلوچستان اور حاجی محمد نعیم رئیسانی کے ہمراہ حاضری دی۔ اور ہم سب حضرات حضرت والا سے بیعت ہوئے۔

۲۰۱۰ء میں شوریٰ کے اجلاس بمقام خانقاہ سراجیہ میں حاضری دی اور یہ حاضری زندگی کی آخری حاضری ثابت ہوئی۔حضرت والا کوئٹہ کے ساتھیوں پرخصوصی شفقت فرماتے اور بہت ہی زیادہ دعاؤں سے نوازتے۔

جب کہیں میرا بیان ہوتا تو حضرت والا میرا بیان سن کر رو پڑتے۔اگر میرا بیان نہ ہوتا تو حضرت انتظامیہ سے فرماتے کہ مولانا عبدالواحد تشریف فرما ہیں ان کا بیان ضرور کروائیں۔

میں نے حضرت کو انتہائی قریب سے دیکھا اور انتہائی شفیق پایا، استاد اپنے شاگرد سے، باپ بیٹے سے، پیر اپنے مرید سے اتنی شفقت نہیں کرتا جتنی حضرت ہمارے اوپر شفقت فرماتے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی علمی، مذہبی عملی دینی اور روحانی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔کیونکہ

انہوں نے اپنی زندگی اسلام کی ترویج تبلیغ اور ختمِ نبوّت کیلئے وقف کر رکھی تھی وہ خیر القرون کی یادگار تھے۔ اسلامی مزاج کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ سلف صالحین کا عملی نمونہ تھے۔ انہوں نے تمام تحاریک ختمِ نبوّت میں شاندار خدمات سرانجام دیں وہ ہمارے اکابر کے صحیح جانشین تھے۔ ان کے دل میں ختمِ نبوّت سے بے پناہ عقیدت تھی وہ تحریک ختمِ نبوّت کے سچے خادم تھے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ حضرات کو صبر جمیل عطاء فرمائیں اس عظیم سانحہ میں ہم آپ حضرات کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اور حضرت کے لئے ہم سب بہت ہی زیادہ سوگوار ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت والا کے صاحبزادوں، حضرت کے متعلقین اور ہم سب کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ اور حضرت کے جنت الفردوس میں درجات کو مزید بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

❊

خانقاہِ سراجیہ کے رُوحِ رواں

’’خانقاہِ سراجیہ ایک ایسی خانقاہ ہے جہاں کی فضا ہر قسم کی دُنیوی دِلکشی اور بُرائی سے پاک صاف ہے۔ یہ دِینی مرکز رُشد ہدایت کا مقام، یہ ویرانۂ دِل کو آباد کرنے کی جگہ، یہ تزکیۂ نفس کے لئے مثالی خانقاہ ہے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ خانقاہ کا ذرّہ ذرّہ صبح وشام حمد وثنا کرتا رہتا ہے۔ یوں تو کائنات کی ہر شے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے، موجودات کا ہر ذرّہ اپنے خالقِ حقیقی کی پاکی بیان کرتا رہتا ہے، اور اس کے قادرِ مطلق ہونے کا اِعلان کرتا رہتا ہے۔ مگر خانقاہِ سراجیہ میں یہ احساس متشکل ہوکر سامنے آتا ہے، جب علائقِ دُنیا کی گرد دامنِ دِل سے جھڑ جاتی ہے، تو ذہن رُوحانیت کے اثرات قبول کرنے، انہیں اپنے اندر جذب کرنے اور پاکیزہ ماحول سے اِکتسابِ فیض کرنے کا اہل ہوجاتا ہے۔ یہ رُوحانی فضا، یہ پاکیزہ ماحول ازخود پیدا نہیں ہوجاتا، اس کے لئے ایک خدارسیدہ بزرگ کے مقدس وجود کا ہونا ضروری ہے۔

حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ کی ذاتِ بابرکات نے اس فضا، اس ماحول کو پُرکشش بنادیا ہے، سینکڑوں میل دُور بیٹھے ہوئے لوگ اس مرکزِ رُشد وہدایت، اس مصدرِ فیوض وبرکات کی کشش محسوس کرتے ہیں۔ یہ کشش اینٹ پتھر سے تعمیر شدہ عمارت کی کشش نہیں، یہ کشش دُنیوی نوادرات اور عجائبات کی کشش نہیں، یہ تو ایک وجودِ گرامی، ایک فقیرِ خدامست، ایک درویشِ حق آگاہ، ایک مردِ کامل، ایک برگزیدہ ہستی کی کشش ہے، جس کی صحبت میں تپتے ہوئے دِلوں کو راحت اور مضطرب رُوحوں کو آسودی میسر آتی ہے۔‘‘

(تاریخ وتذکرہ از نذیر رانجھا ص:۷۹، ۸۰)

آہ! حضرت خواجہ خان محمدؒ

محمد عثمان غنی، خوشاب

شہنشاہِ ولایت، سرتاج العلماء، حضرت قبلہ خواجہ خان محمد صاحبؒ دُنیا سے پردہ فرما گئے۔ حضرتؒ کی زندگی کو مختلف پہلوؤں سے دیکھا جاسکتا ہے، ہر ایک کا اپنا انداز اور اپنا مشاہدہ ہوتا ہے، راقم نے ۱۴ سال کی عمر میں پہلی دفعہ خانقاہ شریف حاضری دی اور اب تیس سال کا ہو چکا ہوں، اس دوران بڑے ایمان افروز واقعات، مشاہدات، تجربات سنے اور دیکھے، لیکن اپنے ذوق کے مطابق چند باتیں جو حضرتؒ کی شان میں نرالی تھیں، وہ تحریر کرتا ہوں۔

خانقاہِ سراجیہ کو یہ اِمتیاز حاصل ہے کہ حضرتِ اعلیٰؒ، حضرتِ ثانیؒ اور حضرت قبلہؒ جو ایک طرف سرتاجِ ولایت ہیں، تو دُوسری طرف علومِ نبوت، علومِ دِینیہ میں مستند، ماہر، اور اِمام ہیں۔ حضرتِ ثانیؒ اور حضرت قبلہؒ دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہیں، اور یہ کیوں نہ ہو، کیونکہ حضرت تھانویؒ اپنے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں: ''سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے اندر علمائے کرام کی کثرت ہے۔'' اور یہ بات دُوسرے سلاسل سے منفرد ہے، جس قدر علمائے کرام حضرتِ والاؒ کے مرید ہیں، شاید ہی پاک و ہند میں کسی اور سے اس وقت علماء کی اتنی تعداد مرید ہو۔ حضرت خواجہؒ کے اندر عاجزی اِنتہا درجے کی تھی، کبھی بھی ایسی کوئی بات ارشاد نہیں فرمائی جس سے اپنی ولایت کا اِظہار ہوتا ہو، آپؒ عبدیت کے اِنتہا درجے پر فائز تھے، حضرت تھانویؒ نے بڑی عجیب بات اپنے ملفوظات میں فرمائی کہ غوث، قطب، ولی بننا تو آسان ہے، لیکن بندگی حاصل کرنا بڑا مشکل ہے۔

حضرتِ والاؒ سنتِ نبوی پر سوفیصد عمل کرنے والے تھے، ہمیشہ دیکھا کہ عینک کو کھولتے وقت پہلے دائیں طرف سے کھولتے، پھر بائیں طرف سے۔ اسی طرح بند کرتے وقت ہمیشہ بائیں طرف کو پہلے اور دائیں کو بعد میں۔ وضو کامل واکمل، نماز کامل واکمل، **سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم!**

بعد نمازِ مغرب ایک دفعہ مجلس میں حضرتِ والا اخبار کا مطالعہ فرما رہے تھے، اخبار بذریعہ ڈاک آئی ہوئی تھی، میرے دِل میں یہ خیال آیا کہ یہ بذریعہ ڈاک کیوں منگواتے ہیں؟ اس طرح تو خرچ زیادہ آتا ہوگا۔ حضرتؒ نے اخبار کو بند کیا اور فرمایا کہ: ''میرا ایک مرید تھا، اس کے بیٹے راولپنڈی سے بھیجتے ہیں۔'' بابا نواز خان نے بڑے سوز سے کہا: حضرت! دُعا فرمائیں ہماری اولاد بھی اسی طرح آپ سے وابستہ رہے۔ اس کے بعد حضرتؒ دوبارہ اخبار کے مطالعے میں مصروف ہوگئے۔

ہمارے مدرسے میں سالانہ جلسہ دستار بندی پر بارہا حضرتِ والاؒ تشریف لائے، بچپن میں ایک دفعہ حضرتِ والاؒ کے لئے دُودھ سوڈا تیار کرکے حضرتؒ کو پیش کیا، آپؒ نے نوش فرمایا۔ سالانہ جلسے پر جب دوبارہ تشریف لائے تو میں دُودھ سوڈا بنوا کر راستے میں ہی کھڑا ہوگیا، حضرتؒ پیدل چل رہے تھے، میں نے عرض کیا کہ یہ دُودھ ہے۔ حضرتؒ وہیں رُک گئے اور بیٹھ کر دُودھ نوش فرمالیا۔ تیسری دفعہ پھر سالانہ جلسے پر میں نے ایسا ہی کیا اور آپؒ نے انکار نہ فرمایا۔ اپنی بیوقوفی پر اب ہنسی آتی ہے، جبکہ دُوسری طرف حضرتِ والاؒ کا سنت پر عمل سو فیصد ہونے کی وجہ سے دُودھ سے اِنکار نہ کرنا ایک وجہ تھا۔

جب کوئی مرید پوچھتا کہ کتنا ذِکر کروں؟ آپؒ فرماتے: ''جتنا آسانی سے کرسکتے ہو۔'' کوئی پوچھتا کہ: خانقاہ میں رہنا چاہتا ہوں، اجازت دیں۔ آپؒ فرماتے: ''اجازت ہے'' کوئی پوچھتا: آج واپسی ہے، گھر جانا چاہتا ہوں، اجازت مرحمت فرمائیں۔ آپؒ فرماتے: ''اجازت ہے''۔

کلام بہت مختصر اور جامع فرماتے، کسی پر نہ بوجھ ڈالتے، نہ سختی فرماتے، ایک دفعہ راقم نے پوچھا کہ حضرتِ والا! ذکر خیالی ہے، یہ وسوسہ آتا ہے کہ یوں ہی وقت کا ضیاع ہو رہا ہے۔ آپؒ نے تین دفعہ بڑے زور سے اِرشاد فرمایا کہ: ''ذکر کرتے رہو!''

زندگی میں کئی دفعہ مختلف مسائل کے لئے حضرتِ والا سے کوئی وظیفہ پوچھنا چاہا تو آپؒ فرماتے: ''اللہ تعالیٰ خیر کرے!'' کبھی کوئی وظیفہ نہ بتایا، ازخود اگر کسی وظیفے کی اجازت پوچھی تو آپؒ فرماتے: ''اجازت ہے۔''

پہلے یہ بات سمجھ نہ آتی تھی کہ حضرتِ والاؒ نہ تو ذِکر کی تعداد بتلاتے ہیں اور نہ ہی کوئی اور وظیفہ تلقین فرماتے ہیں، اب یہ بات سمجھ آتی ہے کہ سب سے بڑا وظیفہ تو اللہ کا ذِکر ہے، جبکہ تعداد کا مقرر نہ فرمانے میں یہ حکمت محسوس ہوتی ہے کہ اگر شیخ کوئی تعداد مقرر کردے اور مرید پوری نہ کرسکے تو یہ بات نافرمانی کے زُمرے میں آتی ہے، اور اس طرح مرید کا بہت زیادہ نقصان ہوتا ہے، چونکہ وہ بڑے تھے، اس لئے ان کی نگاہ تمام معاملات پر تھی۔

ایک دفعہ سیّد اقبال شاہد شاہ صاحب نے خواب دیکھا کہ آپ قبلہؒ نے شاہ صاحب کا بازو پکڑا

اور فرمایا کہ آؤ تمہیں نبی پاک ﷺ سے ملواؤں۔ نبی پاک ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے، اور سامنے صحابہ کرامؓ، حضرت قبلہؒ نے نبی پاک ﷺ سے عرض کیا: یہ میرا مرید اقبال شاہد شاہ ہے، آپ ﷺ نے شاہ صاحب کو ایک مسجد، جو بڑی مدت سے ویران پڑی تھی، اور لوگوں میں یہ مشہور تھا کہ اس میں جنات رہتے ہیں، اس مسجد کو آباد کرنے کا حکم فرمایا۔ اس کے بعد شاہ صاحب نے بتایا کہ اُنہوں نے محنت کر کے اس مسجد کو آباد کر دیا۔

مجلس میں عقیدۂ حیات النبی ﷺ پر بات ہو رہی تھی، آپؒ نے جو لوگ اس مسئلے کا اِنکار کرتے ہیں، اُن کے پیچھے نماز پڑھنے کی ممانعت فرمائی، اس مجلس میں حاجی محمد حیات صاحب ریٹائرڈ ٹیچر دانش ہسپتال قائد آباد بھی موجود تھے (والد بزرگوار تبلیغی ساتھی ڈاکٹر احسان دانش صاحب)۔

میرے والد صاحب کو چند سال گھٹنے میں شدید تکلیف رہی، چند شاگرد ڈاکٹروں اور عقیدت محبت رکھنے والے صلحاء نے باری باری علاج کیا، لیکن افاقہ نہ ہوا، نماز پڑھانا بھی ترک کر دی، رُکوع وسجود بڑی مشکل سے کرتے، ایک دن بوقت سحری میری بڑی ہمشیرہ جو کہ حافظہ قرآن اور حضرتؒ سے بیعت ہے، نے خواب دیکھا کہ حضرتؒ ہمارے گھر تشریف لائے ہیں، ہمشیرہ نے والد صاحب کے گھٹنے کے درد کا عرض کیا، حضرتؒ نے دَم فرمایا، اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ رحم فرمائے!'' دُوسری طرف والد صاحب نے نمازِ فجر پڑھوائی اور کسی قسم کا کوئی درد نہ تھا۔ صبح ہمشیرہ نے خواب کا تذکرہ کیا، آج تقریباً آٹھ دس سال سے زائد عرصہ ہو چکا ہے، کبھی بھی معمولی درد بھی نہیں ہوا، الحمدللہ ربّ العالمین!

گوجرانوالہ کے گرد ونواح کے ایک ساتھی، نام لکھنا مناسب نہیں، نے مجلس میں حضرتِ والا سے بلند آواز میں عرض کیا کہ جب آپ قبلہؒ نے مجھے عالمِ امر کے اسباق عنایت فرمائے تو یہ کیفیات ہوئیں، اور جب عالمِ خلق کے اسباق عنایت فرمائے تو یہ کیفیات ہوئیں، اور مراقبات عنایت فرمائے تو یہ کیفیات ہوئیں۔ حضرت قبلہؒ نے ان پر کوئی تبصرہ نہ فرمایا، بلکہ دھیمی آواز سے: ''لَا حول ولَا قوّة إلّا الله العلی العظیم، استغفر الله ربّی من کل ذنب واتوب إلیه'' پڑھا اور پھر ایک کتاب اُٹھا کر اس میں مشغول ہو گئے۔

بس اُن کا تذکرہ اتنی آسانی سے ختم ہونے والا نہیں، یہ وہ لوگ تھے جن کی ایک گھڑی کی صحبت کئی سال کی بے رِیا عبادت سے افضل تھی۔

***

''بالا بالا'' اور ''انجام کار''

سردار محمد علی خان خاکوانی

مکرم ومحترم جناب مولانا اللہ وسایا صاحب دامت برکاتہم کا مضمون ''میرِ کارواں کی رحلت'' ''لولاک'' ماہ جون ۲۰۱۰ء نظر سے گزرا۔ مضمونِ ھٰذا میں ''قدرت کے فیصلے'' کے عنوان کے تحت (صفحہ: ۱۴) حضرت مولانا نے علامہ رحمت اللہ ارشد سے منسوب جس واقعے کا ذِکر کیا ہے اُس میں اُن سے کچھ سہو ہوگیا ہے۔ علامہ ارشد مرحوم کسی کمشنر کے تبادلے کے لئے ہرگز پریشان نہ تھے، بلکہ وہ اپنے حقیقی بھائی ولی اللہ اوحد ایڈیٹر سہ روزہ ''کائنات'' بہاولپور کی جیل سے رہائی کے لئے پریشان اور سرگرداں تھے۔ واقعے کی تفصیل اس طرح ہے کہ مقامی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے سہ روزہ ''کائنات'' میں شائع شدہ ایک خبر کو ذاتی عناد کا مسئلہ بنا کر ولی اللہ اوحد صاحب کے خلاف سمری ملٹری کورٹ میں مقدمہ چلا کر سزا دِلا دی اور جیل بھیج دیا۔ علامہ ارشد مرحوم بھائی کے لئے لاہور میں صحافیوں اور اُن کی انجمنوں کے ذریعے سے رہائی کی کوشش کر رہے تھے کہ اُن کی ملاقات گرامی قدر حضرت قبلہ مخدومنا ومرشدناؒ سے ہوئی، اور حضرت گرامی قدر نے اُنہیں راولپنڈی جانے کے لئے کہا، جس پر علامہ صاحب بذریعہ ٹرین جب راولپنڈی اسٹیشن پر پہنچے تو اُن کی ملاقات اسٹیشن پر ہی سردار بہادر خان صاحب صدر ایوب کے حقیقی بھائی سے ہوئی، جنہیں علامہ صاحب نے اپنے بھائی کے خلاف غلط مقدمہ، کارروائی اور سزا کے واقعات بیان کئے، تو سردار صاحب نے معاملہ بڑے جارحانہ انداز میں صدر صاحب کے پاس پیش کئے اور ولی اللہ اوحد کی فوری رہائی کے اَحکامات جاری کروائے۔

جن دِنوں ولی اللہ اوحد صاحب کے خلاف مقدمہ زیرِ سماعت تھا، انہیں دنوں میں میرے حقیقی چچا سردار فیض محمود خان صاحب مرحوم جو کہ اسسٹنٹ کمشنر تھے، اور محکمہ مال کی چند جید شخصیات میں شمار ہوتے تھے، بھی زیرِ عتاب آگئے۔ ان کے خلاف بھی ایک مقدمہ قائم ہوا، اس مقدمے کی بنا یہ تھی کہ صدر ایوب صاحب، سیّد حسن محمود صاحب کو سیاسی وجوہ کی بنا پر گرفتار کرنا چاہتے تھے، جس کے لئے یہ جواز

تلاش کیا گیا کہ سیّد حسن محمود صاحب نے صدر ایوب صاحب کی زرعی اصلاحات سے بچنے کے لئے اپنی زرعی اراضی کے غیر قانونی انتقال کرائے ہیں۔ اس معاملے پر جب سردار فیض محمود خان صاحب سے محکمانہ رائے لی گئی تو انہوں نے اِنتقالات کی جانچ پڑتال کے بعد رائے دی کہ ان اِنتقالات میں کچھ سقم ہیں، جس پر معاملہ اُوپر تک رپورٹ کیا گیا اور صدر صاحب کو بتایا گیا کہ سیّد حسن محمود صاحب گرفتار کر لئے جائیں گے۔ انہیں قانونی سقم کی بنا پر گرفتاری کے لئے ایک ٹیم تشکیل دی گئی جس میں سردار فیض محمود خان صاحب بھی ممبر تھے، اور اس ٹیم کی کراچی روانگی کے لئے ٹرین سے ریزرویشن بھی ہوگی۔ ٹیم اسٹیشن پر بھی پہنچ گئی، مگر اِتفاق سے اُس دن کی گاڑی خاصی لیٹ ہوگئی، جس پر سردار فیض محمود خان صاحب نے ریلوے اسٹیشن پر گاڑی کے انتظار کے دوران خیال کیا کہ کیوں نہ اِنتقالات کے کاغذات پر ایک دفعہ پھر تنقیدی جائزہ لے لیا جائے تاکہ بعد میں کسی قسم کی سبکی سے دوچار نہ ہونا پڑے۔ اس جائزے کے دوران انہیں اِحساس ہوا کہ جتنے بھی سقم ہیں، وہ سب بھول چوک کے زُمرے میں آتے ہیں، جن کا اِزالہ ممکن ہے، اور اُن میں سے کسی بھی سقم کا عمداً اِرتکاب نہیں کیا گیا کہ جس کا اِزالہ نہ ہوسکے۔ اس پر وہ پریشان ہوئے اور انہوں نے اس نکتے کی وضاحت متعلقہ افسرانِ مجاز کو فوراً کردی۔ اس رائے کی بنا پر ٹیم کی کراچی روانگی اور سیّد حسن محمود صاحب کی گرفتاری کا پروگرام کینسل کردیا گیا۔ لیکن سردار فیض محمود خان صاحب اپنی رائے تبدیل کرنے کی وجہ سے زیرِ عتاب آگئے اور ان کے خلاف کارروائی کا پروگرام تیار کرلیا گیا۔ متعلقہ مجاز افسر نے اس کو ذاتی معاملہ بنالیا اور کہا کہ سردار فیض محمود خان نے رائے عمداً تبدیل کرلی، جس کی وجہ سے سیّد حسن محمود صاحب کی گرفتاری نہ ہونے کے باعث صدر صاحب اور دُوسرے اعلیٰ حکام کے سامنے ان کی سبکی ہوئی۔ چنانچہ سردار فیض محمود خان صاحب نے اس پریشانی کی حالت میں اپنے بھائی سردار فضل محمود خان صاحب (والد صاحب مرحوم) سے رابطہ قائم کیا اور انہوں نے سارا معاملہ حضرت گرامی قدر مولانا ابوالخلیل خان محمد صاحبؒ (مرشدنا ومخدومنا) کی خدمتِ عالیہ میں پیش کیا۔ اگرچہ چچاجان گرامی قدر حضرت قبلہؒ سے بیعت نہ تھے، مگر پھر بھی حضرتؒ کے ساتھ بہت عقیدت رکھتے تھے، اور اس سلسلے میں گرامی قدر حضرت قبلہؒ سے والد صاحب کے علاوہ خود بھی خط وکتابت کرتے رہتے تھے۔ ادھر علامہ ارشد بھی چچاجان کی اس پریشانی میں ان کے لئے لاہور کے دفاتر میں کوشش کرتے رہے کہ وہ اس محکمانہ کارروائی کے عتاب سے بچ جائیں۔ اب علامہ صاحب دو معاملات میں بیک وقت اُلجھے ہوئے تھے، ایک تو ان کے اپنے بھائی کا معاملہ اور دُوسرے چچا سردار فیض محمود خان کا معاملہ، علامہ صاحب بھی اپنے بھائی کے مقدمے کے سلسلے میں حضرت قبلہ گرامی قدرؒ سے خط وکتابت کے ذریعے رابطے میں رہتے تھے۔

چچاجان کے ایک خط کے جواب میں حضرت گرامی قدرؒ نے تحریر فرمایا، جس کا مفہوم کچھ اس طرح تھا کہ: ''فقیر دُعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ بالا بالا ہی آپ کو اس پریشانی سے نجات عطا فرماویں۔''

اور ہوا بھی اسی طرح، یعنی سردار فیض محمود خان صاحب کے خلاف کوئی محکمانہ یا کسی اور تادیبی کارروائی کے بغیر ہی اس اِلزام سے بَری کر دیا گیا۔

ادھر علامہ ارشد صاحب جو حضرت گرامی قدرؒ کے ساتھ اپنے بھائی ولی اللہ اوحد کے مقدمے کے سلسلے میں خط وکتابت سے رابطے میں تھے، ان کے ایک خط کے جواب میں حضرت گرامی قدرؒ نے تحریر فرمایا، جس کا مفہوم کچھ اس طرح سے تھا کہ: ''فقیر دُعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے بھائی کے معاملے میں انجامِ کار بہتری فرماویں۔'' اور ہوا بھی وہی یعنی ولی اللہ اوحد کو تھوڑے عرصے کے لئے جیل جانا پڑا اور اَنجامِ کار وہ باعزت بَری ہوئے، بلکہ مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کو جواب دہی کرنی پڑی۔

ان دونوں معاملات میں قلم مبارک سے تحریر کئے گئے الفاظ نے حقیقت کا رُوپ اِختیار کر لیا، سردار فیض محمود خان صاحب بَری ہوئے جبکہ ولی اللہ اوحد کچھ عرصہ جیل میں رہنے کے بعد باعزت بَری ہوگئے، یہاں پر اللہ والوں سے متعلق مشہور قول صادق آتا ہے:

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ حلقوم عبداللہ بود

❋

ویرانے سے آتی ہے تیری خوشبو

جدھر جاتا ہوں میرے ساتھ جاتی ہے تیری خوشبو
مجھے اب دِل کے ویرانے سے آتی ہے تیری خوشبو
یہ میرے دِل میں کیسا مشک نامہ رکھ دیا تو نے
مجھے اب اپنے پہلو سے بھی آتی ہے تیری خوشبو

(مرسلہ: حافظ حسین احمد، حافظ سیّد نورالاسلام نظامی، بھکر)

تحفظِ ختمِ نبوّت اور تصوف وسلوک کا درخشندہ ستارہ

حافظ محمد عرفان الحق حقانی

اہل اللہ کی صحبت اِصلاحِ باطن کا ذریعہ

اہل اللہ کی صحبت، حیاتِ قلبی اور اِصلاحِ باطن کا سبب بنتی ہے، جس طرح آتشی شیشے کی سوزش کے اثر سے کاغذ جل اُٹھتا ہے، یا چقماق کی رگڑ سے آگ پیدا ہوجاتی ہے، اسی طرح ربانی آئینوں (اہلِ دِل کے قلوب) کے مقابل جو دِل بھی شوق وطلب وعزیمت اور اِصلاح وعمل لے کر آتا ہے وہ نسبتِ اِلٰہی سے منوّر اور تقویٰ کے نور سے مصفّٰی ومجلّٰی ہوجاتا ہے، صحبت کی ہی تأثیر واثر پذیری ہے، جس کی بنا پر عارفِ رُومیؒ نے کہا ہے کہ:

صحبتِ نیکاں اگر یک ساعت است
بہتر از صد سالہ زُہد وطاعت است
یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے رِیا
گر تو سنگ خارہ مرمر شوی
چو بصاحبِ دِل رسی گوہر شوی
مہر پاکاں درمیان جاں نشاں
دل مدہ الا بمہر دل خوشاں

قرآنِ کریم نے بھی صادقین کی معیت اور صحبت کا حکم فرمایا ہے، اس لئے کہ متقین کی صحبت حصول وازدیادِ تقویٰ کا سب سے بڑا اور قوی سبب ہے: ''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ''۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کی معیت اِختیار کرو۔ ایسے راست بازوں کی صحبت خام کو کندن، اور گِل کو گُل بنادیتی ہے، اسی پر شیخ سعدیؒ نے فرمایا:

گلے خوشبوئے در حمام روزے
رسید از دستِ محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عنبری
کہ از بوئے دلآویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم
ولیکن مدتے با گل نشستم
جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

خانقاہوں کے قیام کا مقصد

تزکیۂ نفس اور صحبتِ صالحین کی ضرورت خانقاہوں کے قیام کا سبب بنا۔ ہمارے اسلاف واکابرین تکمیلِ علوم کے بعد اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے خانقاہوں کا رُخ کرتے اور ’’پیش مردِ کامل پامال شو‘‘ پر عمل پیرا ہوتے۔ آج کل رسمی خانقاہیں تو بہت ہیں، لیکن حقیقی خانقاہیں اگر ناپید نہیں تو کمیاب ضرور ہیں۔ کندیاں شریف کی خانقاہ بھی ایسی ہی نایاب خانقاہوں میں سے ایک ہے، جو علمی اور رُوحانی اِعتبار سے لوگوں کی رُشد وہدایت کا سرچشمہ ہے۔

خانقاہ کندیاں شریف کے رُوحِ رواں کی رحلت

اس خانقاہ کے رُوحِ رواں مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے امیر، دارالعلوم دیوبند کے جید فاضل اور تصوف وسلوک کے بے تاج بادشاہ، حضرت خواجۂ خواجگان مولانا خان محمدؒ گزشتہ دنوں ہمیں داغِ مفارقت دے کر راہیٔ آخرت بن گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون! خواجہ صاحبؒ کے رحلت کی رُوح فرسا خبر ۲۰؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ بمطابق ۵؍مئی ۲۰۱۰ء کو نمازِ عشاء کے وقت دارالعلوم حقانیہ کے اُستاذ مولانا یوسف شاہ صاحب نے مجھے دی، یہ خبر سنتے ہی ہوش وحواس معطل اور دِماغ ماؤف ہوگیا، تاحال اس کا اثر محسوس ہورہا ہے، شورش کاشمیریؒ کا ایک شعر ہے:

فنا ہوجائیں گے ہم اور تم آنسو بہاؤ گے
ہمارے بعد ہم جیسا کہاں سے لاؤ گے

قحط الرجال کے اس دور میں خواجہ صاحبؒ کی باوقار اور عظیم شخصیت اہلِ پاکستان کے لئے بالخصوص اور پورے عالم کے لئے بالعموم ایک نعمتِ عظمیٰ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حسنِ صورت، حسنِ

سیرت، کمالاتِ ظاہرہ اور اَخلاقِ عالیہ سے نوازا تھا، ان کے مناقب وفضائل بیان کرنا، ان جیسی باکمال شخصیتوں کا کام ہے، یہ چند کلمات دِل کی تسلی اور خریدارانِ یوسف کی فہرست میں اس بوڑھی عورت کی طرح اپنا نام شامل کرنے کے لئے لکھ رہا ہوں۔

خواجہ صاحبؒ کی شخصیت سے واقفیت

افسوس کہ بُعدِ مسافت اور کچھ اپنی سستی وکاہلی کی وجہ سے آپؒ کی صحبت ومجالس میں بیٹھ کر علمی ورُوحانی فیوض حاصل نہ کرسکا۔ ان کی شخصیت سے واقفیت صغرسنی سے ہوگئی تھی، آپؒ کے مختلف النوع مکتوبات جو عمِ محترم مولانا سمیع الحق کے نام وقتاً فوقتاً موصول ہوتے تھے، ان کے دیکھنے اور پڑھنے کا گاہے بگاہے اِتفاق ہوتا تھا، اسی طرح آپؒ کے عقیدت مند علماء وصلحاء سے ذِکرِ خیر بھی سننے میں آتا، مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت سے وابستہ رسائل وجرائد میں آپؒ کا تذکرہ اور خدمات وغیرہ پڑھنے کا موقع بھی ملتا رہا۔ یہ سب چیزیں شوقِ ملاقات وزیارت پروان چڑھانے کا ذریعہ بنتی رہیں۔ کئی مرتبہ پختہ عزم کرنے کے باوجود حاضری سے قاصر رہا، ’’عرفت ربّی بفسخ العزائم‘‘ پر اس کو محمول کیا جاسکتا ہے۔

وفات سے گیارہ روز قبل حضرت خواجہ صاحبؒ سے ملاقات

وفات سے گیارہ دِن قبل مجھے حضرتؒ کے ہاں کندیاں شریف میں حاضر ہوکر زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور اس کی تفصیل یوں ہے کہ بروز ہفتہ ۲۴؍اپریل ۲۰۱۰ء کو میرے ایک رفیق، فاضل دارالعلوم حقانیہ مولانا سیّد صاحب حسین حقانی نے جو میرے خواجہ صاحبؒ کے ہاں حاضری اور زیارت کے بارہا ناکام اِرادوں سے باخبر تھے، مجھے فون کرکے پوچھا کہ کیا آج کندیاں شریف جانے کے لئے ریل کی ٹکٹیں لے لوں؟ میں نے اس پر حامی بھرلی۔ اسی روز اکوڑہ خٹک سے عصر کے وقت سوا چھ بجے روانگی ہوئی۔ راستے میں بمقام اٹک آدھے گھنٹے کے لئے گاڑی اسٹیشن پر رُکی تو ایک تلمیذ رشید مولوی اسلام نے ہماری تواضع چائے سے کی۔ میں نے اپنے دوست شاہ صاحب کو کہا کہ لو جی خواجہ صاحب کی برکات کا ظہور ضیافت کی شکل میں ظاہر ہونا شروع ہوا۔ اسی گاڑی میں سفر کے دوران پشاور کے رہنے والے حقانیہ کے دو فضلاء سے بھی ملاقات ہوئی، جو خواجہ صاحبؒ کی زیارت کے قصد سے اس سفر میں ہمارے ساتھ شریک تھے۔ انہوں نے بھی محبت کا اِظہار مشروبات اور گھریلو میٹھے نان سے کیا۔ چونکہ ہمارا یہ سفر اچانک اور غیر مرتب تھا، اس لئے دورانِ سفر احقر نے اپنے اسکول وکالج کے زمانے کے دوست (جو چشمہ بیراج پروجیکٹ میں بحیثیت انجینئر گزشتہ چھ سال سے تعینات ہیں) جاوید اقبال کو اپنی آمد کی خبر دِی، رات ساڑھے بارہ بجے ہم کندیاں کے اسٹیشن پر اُترے، جہاں والہانہ انداز سے ہمارے

دوست اِستقبال کے لئے پہلے سے منتظر تھے۔ وہ ہمیں اپنی گاڑی میں بٹھا کر چھ سات کلومیٹر کی مسافت پر چشمہ کالونی میں واقع اپنے گھر لے گئے، رات کا کھانا کھانے کے بعد یہیں کچھ دیر کے لئے پُرانی یادوں کی محفل جمائی اور پھر وہ ہمیں آفیسر میس میں لے گئے جہاں وہ ہمارے رات ٹھہرنے کا بندوبست کئے ہوئے تھے، رات بخیر وعافیت گزارنے کے بعد صبح دس بجے وہ ہمیں ملنے آئے، ناشتہ وغیرہ سے تو ہم پہلے ہی فراغت پا چکے تھے، میں نے انہیں خواجہ صاحبؒ کے ہاں جانے کا کہا۔

خواجہ صاحبؒ کے در پر چودھری برادران کی آمد

تو انہوں نے کہا کہ ہمارے پروجیکٹ میں خواجہ صاحب کا ایک نواسہ سہیل نامی کام کرتا ہے، میں اسے اطلاع دیتا ہوں۔ سہیل نے اس کو فون پر بتایا کہ چونکہ ابھی چودھری شجاعت حسین اور پرویز اِلٰہی خواجہ صاحب سے ملنے آرہے ہیں اور پوری خانقاہ کو سیکورٹی اہل کاروں نے گھیر رکھا ہے، اس لئے آپ کا خانقاہ تک پہنچنا اور پھر ملاقات یہ دونوں مشکل ہوں گے، مناسب یہ ہوگا کہ آپ عصر کو آئیں۔ میں نے اس صورتِ حال کو سن کر جاوید کو کہا کہ چلو ابھی نکلتے ہیں، اللہ تعالیٰ مہربان ذات ہے، ہم بھی تو چودھریوں سے کچھ کم نہیں۔ خانقاہ تک تو ہم پہنچ گئے، لیکن آگے وہی بات آڑے آگئی کہ چودھریوں کی آمد کی وجہ سے خواجہ صاحبؒ کے گھر میں اپنوں کے علاوہ کسی کا بھی داخلہ بند تھا۔ میں نے مولانا عزیز احمد جو خواجہ صاحبؒ کے فرزندِ ارجمند ہیں، ان کو موبائل پر اپنے آنے کی اِطلاع دی، انہوں نے کہا کہ میں آپ کی ملاقات کی کوئی صورت نکالتا ہوں۔

خانقاہ اور اس کے گرد و نواح کا نقشہ

خانقاہ میں دو تین سو افراد خواجہ صاحب کی زیارت اور ملاقات کی تمنا لئے ہوئے بیٹھے تھے، میں نے ساتھیوں سے کہا کہ چلو تب تک ہم خانقاہ کو دیکھ کر اس کی برکات سے محظوظ ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے مسجد کی زیارت کی، یہ ایک عظیم الشان تین گنبدوں والی فنِ تعمیر کی شاہکار مسجد ہے، اس کے بعد مسجد کے شمال مغرب میں اس خانقاہ کے مؤسس حضرت مولانا احمد خانؒ اور دُوسرے سجادہ نشین حضرت مولانا عبداللہؒ کی قبور کی زیارت اور فاتحہ خوانی کی۔ یہاں کا قدیم کتب خانہ بھی مشہور ہے، لیکن وہ بند تھا۔ تسبیح خانہ اور زائرین وعقیدت مندوں کے قیام کے لئے بنائے گئے کمروں کو دیکھنے کے بعد ہم مدرسے کی طرف گئے جو مسجد اور خانقاہ سے مشرق کی طرف واقع ہے۔ مدرسے کا یہ پورا اِحاطہ نوتعمیر شدہ اور جدید ضروریاتِ زندگی سے بھرپور ہے، مختلف کلاسوں میں پیریڈ شروع تھے۔ مطبخ بھی جانا ہوا، جہاں پر طلبہ کے علاوہ روزانہ آنے والے سینکڑوں زائرین کے لئے بھی کھانا تیار ہو رہا تھا۔ یہاں سے فارغ ہونے کے

بعد ہم خواجہ صاحبؒ کے مکان کے عقبی دروازے کی طرف گئے، جہاں پولیس کی بھاری نفری پہرہ دے رہی تھی، کچھ دیر بعد چودھری برادران بھی پہنچ گئے، جنہیں مرکزی دروازے سے حضرتؒ کی ملاقات کے لئے لے جایا گیا۔ اسی دوران مولانا عزیز احمد نے ہمیں عقبی دروازے سے گھر بلالیا، یہ ساڑھے بارہ بجے کا وقت تھا کہ ہمیں گھر کے اندر برآمدہ سے گزار کر ایک بڑے ہال سے ملحقہ کمرے میں لے جایا گیا جہاں حضرت خواجہ صاحبؒ چارپائی پر بائیں کروٹ پاؤں سمیٹے آرام فرما تھے، میں نے مصافحہ کرتے ہوئے دست بوسی کی اور پھر مختصر اپنا تعارف اور دارالعلوم حقانیہ میں تدریسی ذمہ داری کا عرض کیا، حضرت مولانا سمیع الحق اور مولانا اظہار الحق صاحب کی طرف سے سلام، بیمار پُرسی اور دُعاؤں کی درخواست بھی کی۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کا اپنے مخصوص انداز میں دُعا دینا

جس پر حضرتؒ نے اپنے مخصوص دھیمے انداز میں کچھ کہا، میں تو نہ سمجھ پایا، لیکن میرے ساتھی انجینئر جاوید نے کہا کہ حضرت آپ کو دُعائیں دے رہے ہیں۔ اس کے بعد میں نے حضرتؒ کی نقاہت اور بیماری کی وجہ سے زیادہ دیر رُکنا مناسب نہیں سمجھا اور رُخصت لیتے ہوئے اس ولیٔ کامل کی پیشانی کو چوما اور دِل میں سوچتا رہا کہ اب شاید ہی آئندہ ملاقات نصیب ہو۔ یہ میری پہلی اور آخری ملاقات ثابت ہوئی، خواجہ صاحبؒ سے ملنے کے بعد ساتھ والے کمرے میں ہمیں لے جایا گیا، جہاں کافی لوگ جمع نظر آ رہے تھے۔

رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے موئے مبارک کی زیارت

ہمارے میزبان نے ہمیں بتایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے موئے مبارک کی زیارت کروائی جا رہی ہے، آپ بھی اس سعادت کو پالیں۔ اور یوں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک سعادت کے بعد دُوسری عظیم سعادت سے بہرہ ور فرمایا۔ جو ساتھی زیارت میں مصروف تھے، میں نے ان سے عرض کیا کہ دُرود شریف پڑھتے ہوئے زیارت کریں۔ یہ تین موئے مبارک جو ایک شیشے کی بند ڈبیہ میں طولاً خاص انداز سے علیحدہ علیحدہ انداز سے سجائے گئے تھے، ہم نے اس کی زیارت کی سعادت پائی:

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ است

اس ڈبیہ میں موئے مبارک کے نیچے ایک برتن میں الائچی دانے بھی رکھے نظر آئے جنہیں بعد میں نکال کر حاضرینِ مجلس میں بطورِ تبرک تقسیم کیا گیا۔ احقر کو آٹھ دس دانے میسر ہوئے۔ میں نے موئے مبارک کا پس منظر پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ کسی صاحب نے خواجہ صاحبؒ کو عنایت کئے ہیں۔ اسی کمرے میں

چودھری شجاعت سے بھی ملاقات ہوئی۔ میں نے ان کی آمد پر تعریف کرتے ہوئے کہا کہ یہ آپ کی سعادت اور خوش قسمتی ہے کہ خواجہ صاحبؒ کے حضور میں حاضری اور دست بوسی نصیب ہوئی، اس پر انہوں نے کہا کہ ہم تو اس سے پہلے بھی کئی دفعہ زیارت کے لئے آچکے ہیں۔ کچھ دیر ان سے گفتگو کرنے کے بعد ہم نے رُخصت چاہی۔ اور اس طرح ہم واپس اپنے میزبان جاوید کے ساتھ چشمہ کالونی پہنچے، جہاں ظہر کی نماز جامع مسجد میں مولانا منظور الحسینی کی اِمامت میں پڑھی۔ نماز کے بعد ان سے ملاقات ہوئی، موصوف حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ کے نواسے ہیں، اور کچھ عرصے سے یہیں پر خطابت واِمامت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے بعد ہم نے اپنے دوست کے ہاں دوپہر کا کھانا کھایا، عصر کے وقت ہم واپس دِلوں میں حضرتؒ کی یادیں لئے ہوئے اکوڑہ خٹک کے لئے روانہ ہوئے۔

جنازے میں شرکت

حادثے کی اندوہناک خبر پاتے ہی احقر نے جنازے میں شرکت کا تہیہ کرلیا، رات بھر نیند نہیں آئی، صبح بعد از نمازِ فجر اپنی گاڑی میں برادرم مولانا لقمان الحق، مولانا سیّد صاحب حسین اور مولانا ابرار شریک دورۂ حدیث کی رفاقت میں روانہ ہوا۔ موٹروے کے ذریعے بلکسر انٹرچینج سے ہوتے ہوئے تلہ گنگ کے راستے میانوالی پہنچے، راستے میں مختلف چھوٹی بڑی گاڑیوں میں علماء، صلحاء، خواجہ صاحبؒ کے متوسلین ومنتسبین کے قافلے جنازے میں شرکت کے لئے رواں دواں نظر آرہے تھے۔ ٹریفک کے بلاک ہونے کے پیشِ نظر احقر نے جنازے سے دو گھنٹے پہلے پہنچنے کا پروگرام طے کیا۔ میانوالی میں جمعیت علمائے اسلام کے سیکریٹری جنرل مولانا عبدالجلیل نے ہمیں چائے کے لئے رُکنے کا کہا، لیکن کثرتِ ازدحام اور مقصود سے رہ جانے کے خدشے کی بنا پر ہم نے کندیاں پہنچنے کا فیصلہ کیا۔ راستے میں تمام سی این جی اسٹیشنوں پر سینکڑوں گاڑیاں گیس کے اِنتظار میں کھڑی نظر آئیں، میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آج حضرتؒ کے جنازے میں شرکت کرنے والے لوگوں کے اس سیلاب سے اس علاقے کے بعض بے خبر لوگوں کے علم میں یہ بات آئے گی کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کتنے بڑے عظیم انسان اور شخصیت تھے۔ سوا بارہ بجے ہم کندیاں شریف پہنچے، خانقاہ سے ڈیڑھ دومیل دُور ہی گاڑی پارک کی اور ہم سب پیدل خانقاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ہزاروں افراد قطار درقطار وحشت، سراسیمگی، دیوانگی، بدحواسی اور اشک بار آنکھوں سے خانقاہ کی طرف جارہے تھے:

جس کو دیکھو ہوش گم، فریاد بر لب اشک ریز
جس کو دیکھو مضطرب، بے چین ومضطر بے قرار

جس کو دیکھو ہے جگر مجروح دِل سوز وگداز
جس کو دیکھو کرب وحرماں، یاس وحسرت کا شکار

میرے دوست جاوید اقبال نے راستے میں ٹیلیفون پر بتایا کہ رات گئے ہزاروں افراد خانقاہ پہنچ گئے۔ خانقاہ پہنچے تو منظر کچھ یوں تھا جامع مسجد، تسبیح خانے، برآمدے، مدرسہ اور اطراف کے کھلے میدان اپنی وسعتوں کے باوجود تنگ دامنی کی شکایت کرتے ہوئے نظر آئے۔ چونکہ جنازے میں شرکت کرنے والے افراد کی تعداد لاکھوں تھی، اس لئے خواجہ صاحبؒ کا دیدارِ عام نہیں کروایا گیا، اس لئے ایسے موقعوں پر نظم وضبط قائم رکھنا مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہوتا ہے۔ بعض اکابر علماء، مشائخ اور نامور شخصیات کو زیارت کے لئے گھر لے جانے کا اِنتظام کیا گیا تھا، لیکن وہاں پر بھی نظم وضبط کا سلسلہ ٹوٹا ہوا، دھکم پیل کی کیفیت کا سامنا ہوتا ہوا نظر آیا۔ میں نے ایک دوبار کوشش کی، لیکن غیر ضروری ہٹو بچو، دھکم پیل سے واسطہ پڑا، مجبوراً جناب سعید احمد صاحب، جو خواجہ صاحبؒ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں، ان کے مہمان خانے میں جا کر بیٹھ گیا، دو بجے جنازے کا وقت مقرر کیا گیا تھا، لیکن پونے تین بجے خواجہ صاحبؒ کا جسدِ اَطہر گھر سے اُٹھا کر ایمبولینس کے ذریعے جنازہ گاہ پہنچایا گیا، جنازہ گاہ میں ہر طرف انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آرہا تھا، اس موقع پر تعجب خیز بات یہ تھی کہ اِنتہائی گرم موسم میں اچانک نہ صرف اِعتدال کی کیفیت آئی، بلکہ ٹھنڈی ہوائیں بھی چلنے لگیں۔ میرے شرکائے سفر نے اپنا چشم دید واقعہ یہ بھی سنایا کہ فضا میں سینکڑوں ابابیل اور پرندے جنازے کے اُوپر محوِ پرواز نظر آئے۔

سہ پہر تین بجے نمازِ جنازہ خواجہ صاحبؒ کے فرزند مولانا خلیل احمد کی اِمامت میں ادا کی گئی، کہتے ہیں کہ ہزاروں افراد ٹریفک جام ہونے اور رَش کی وجہ سے نہ پہنچ پائے اور جنازے میں شرکت سے محروم رہ گئے۔

عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے ۱۹۷۴ میں آپؒ نائب امیر اور حضرت مولانا یوسف بنوریؒ کی وفات کے بعد اس کی امارت کے منصب پر تاحیات فائز رہے۔ پیرانہ سالی اور ضعف ونقاہت کے باوجود طالبانِ تصوف وسلوک کو بھرپور توجہات اور رہنمائی سے نوازتے تھے۔ آپؒ کی شخصیت مرجعِ خلائق تھی، پاکستان کے علاوہ دُنیا بھر سے تصوف وسلوک اور علم وفضل کے پیاسے آپؒ کے ہاں آکر اپنی پیاس بجھاتے تھے۔ دیوبندی مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے تمام جماعتوں، اِداروں، مدارس اور تحریکاتِ دِینیہ کے آپؒ سرپرست اور ممد ومعاون تھے:

اب نہ آئے گا نظر ایسا کمالِ علم وفن
گو بہت آئیں گے دُنیا میں رجالِ علم وفن

میرے شیخ میرے اُستاذ

مفتی عظمت اللہ بنوں

سال تاریخ خواجۂ خواجگان خان محمد زہاتف یافتم
گفت موت العالم بالحق موت العالم

تھا سب سے جس کو پیار وہ اِنساں چلا گیا — یعنی کہ فخر گبر ومسلماں چلا گیا
ٹھوکر سے جس کی قصرِ قادیانی بھی کانپ اُٹھا — وہ غازی ومجاہدِ دوراں چلا گیا
سیراب ہو رہے تھے ابھی تشنگانِ علم — محفل سے اُٹھ کے ساقئ عرفاں چلا گیا
نازاں تھے جس کی ذات پر خود زُہد واِتقا — جانِ سخا وصاحبِ اِیماں چلا گیا
کس کو دِکھائیں داغ دِل بدنصیب کے — کس سے کہیں کہ جانِ عزیزاں چلا گیا

حضرت ممدوح (حضرت قبلہؒ) کی وفات اس صدی کا سب سے بڑا المناک سانحہ اور علمی، دِینی اور عرفانی دُنیا کا عظیم نقصان ہے، جس کی بظاہر تلافی ناممکنات میں سے ہے۔ جامع ہستیاں بہت دیر سے بنتی ہے اور دُنیا سے جب رُخصت ہوتی ہے تو وہ خلا صدیوں پُر نہیں ہوتا، جیسا کہ مصرع ہے:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت قبلہؒ کی شخصیت کو اُمتِ مسلمہ میں قبولیتِ عامہ حاصل تھی، اللہ جل جلالہٗ نے ان کو جامع الاوصاف اور انوارات کے جلوہ گاہوں پر قائم فرمایا تھا، علومِ نبوت اور نورِ نبوت سے سرفراز فرمایا تھا:

جس سے زینت تھی چمن کی پھول وہ مرجھا گیا
گلشنِ علم وعمل پر چھا گئی اِک دَم خزاں

بندہ کی حضرت قبلہؒ سے پہلی مرتبہ ملاقات

میری عمر تقریباً گیارہ سال کی تھی کہ حضرت قبلہؒ ہمارے ہاں بنوں تشریف لائے تھے، اس

وقت بندہ حفظِ قرآن کر چکا تھا، قرآن کا دور چل رہا تھا، والدِ ماجد مکتب میں تشریف لائے اور کہا کہ آج بنوں کی سرزمین پر ایک اللہ والے کی آمد ہوئی ہے، چلتے ہیں ان سے آپ کے لئے دُعا کرواتے ہیں۔

حضرت قبلہؒ کی فراستِ ایمانی

جب حضرت قبلہؒ کے پاس حاضری کا شرف حاصل ہوا، تو ظہر کے بعد کا وقت تھا، بنوں کی جامع مسجد میں حضرت قبلہؒ کا قیام تھا، خطیب صاحب کے کمرے میں رہائش کا اِنتظام کیا گیا تھا، جس وقت ہم پہنچے تو کمرے کی بتیاں، لائٹ اور دروازے بند تھے، معلوم ہوا کہ حضرت قبلہؒ مراقبے میں مشغول ہیں، اور خادم آرام فرما رہے تھے۔ چونکہ میری عمر اتنی نہیں تھی اور نہ ہی تصوف کی لائن سے اتنا واقف تھا، دروازہ کھولا، اندر داخل ہوا اور حضرت قبلہؒ کو سلام کر کے بالکل سامنے بیٹھ گیا، چونکہ مراقبے میں وہاں پہنچے تھے جس سے ہم ناآشنا ہیں، سلام کا جواب نہیں ملا، میں سکون سے بیٹھا رہا، یکا یک میری زبان پر بلند آواز سے ''اللہ اکبر'' کی صدائیں بلند ہوئیں، مجھے نہیں معلوم کہ کیا ہوا؟ حضرت قبلہؒ نے تھوڑی دیر میں سر مبارک اُٹھایا، خادم جو پاس ہی میں سو رہا تھا، فوراً اُٹھا، کمرے کی لائٹیں، بتیاں وغیرہ جلادیں، خادم نے پانی کے ساتھ کچھ چیزیں پیش کیں، اس سے فراغت کے بعد میں نے سلام کر کے مصافحہ کیا اور ہاتھ چوما، حضرت قبلہؒ نے والدِ ماجد کا پوچھا، اتنے میں وہ بھی اندر داخل ہوئے، حضرت قبلہؒ نے والد صاحب کو بتایا کہ آپ اسے کتابیں شروع کرادیں۔ میں حیران ہوا کہ حضرتؒ کو کیسے پتا چلا کہ انہوں نے حفظِ قرآن کر کے ابھی دُہرائی بھی تکمیل کو پہنچ چکی۔ میں نے والد صاحب سے معلوم کیا کہ حضرت قبلہؒ کو آپ نے بتایا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، اللہ والے فراستِ ایمانی رکھتے ہیں۔ اس وقت میری سمجھ میں یہ باتیں نہیں آرہی تھیں۔ بہرحال حضرت قبلہؒ کی دُعاؤں اور توجہات سے کتابیں پڑھنی شروع کیں، علم کے حصول میں اتنی دِلچسپی پیدا ہوگئی کہ کئی مرتبہ چاچوؤں نے مشورہ کیا کہ اسے مدرسے سے نکال لینا چاہئے، تاکہ اس کو بھی دُنیاوی کاروبار میں مشغول رکھ سکیں، ہر بار اِصرار کیا، مگر حضرتؒ کی برکت سے وہ مجھے مدرسے سے نہ نکال سکے۔

حضرت قبلہؒ کا تلمیذ بننے کا شرف

جب بندہ موقوف علیہ کو پہنچا تو مشکوٰۃ المصابیح اپنے ساتھ لے کر خانقاہِ سراجیہ حاضری ہوئی، حضرت قبلہؒ ان دِنوں صحت مند تھے، روزانہ فجر کی نماز کے بعد اِشراق تک خانقاہ کی جامع مسجد میں مراقبے میں مشغول رہتے، اِشراق کے بعد تھوڑی دیر کے لئے گھر تشریف لے جاتے، اور پھر مسجد کے برآمدے میں حاجی عبدالرشید صاحب کو تصوف کی کچھ کتابیں پڑھاتے۔ مجھے یاد ہے کہ کتاب کی عبارت

خود حضرت حاجی عبدالرشید پڑھتے، جہاں کہیں معمولی غلطی آجاتی فوراً حضرت قبلہؒ دُرست کراتے۔

ہم بھی قریب بیٹھ جاتے، جب پہلی مرتبہ بیٹھنے کا موقع ملا تو میں نے حضرت قبلہؒ سے مشکوٰۃ المصابیح پڑھنے کی درخواست کی، حضرت قبلہؒ نے تبسم فرما کر مسجد کے ساتھ والے کمرے کی طرف اشارہ کیا، یہ کمرہ حضرت قبلہؒ کی حیات تک ان کے لئے خاص کیا گیا تھا۔

ویسے تو اللہ جل جلالہٗ نے حضرت قبلہؒ کو جامع الصفات بنایا تھا، مگر چند صفات ان میں نمایاں تھیں: خاموشی، توجہ الی اللہ، ہر کسی کی بات سننا، تواضع وانکساری، طلباءِ کرام کے ساتھ خصوصی محبت وشفقت۔

میری گزارش حضرت قبلہؒ نے قبول فرما کر کمرے میں مشکوٰۃ المصابیح شروع کرادی، کتاب الایمان کے اِختتام تک حضرت قبلہؒ عبارت خود ہی پڑھتے تھے، مجھے فرماتے کہ: آپ میرے پیچھے پیچھے پڑھ لیا کریں۔ کچھ احادیث پر حضرتؒ تقریر بھی فرماتے، جس کو مشکوٰۃ المصابیح پر پنسل سے حاشیہ میں رقم طراز کر چکا ہوں، حسبِ اِرشاد یہ معمول کتاب الایمان کے اِختتام تک چلتا رہا، علمی اِعتبار سے حضرت قبلہؒ کو راسخ فی العلم پایا، جب مدرسہ عربیہ رائے ونڈ کی چھٹیاں ختم ہوگئیں تو بندہ نے مدرسہ جانے کی اجازت طلب کی، اس دوران سرگودھا کے چند طالبِ علم آئے تھے، حضرت قبلہؒ سے اپنے داخلے کے بارے میں مشورہ طلب کیا، تو حضرتؒ نے بنوری ٹاؤن کراچی اور خیرالمدارس میں پڑھنے کا اِرشاد فرمایا۔

دورانِ تعلیم حضرت قبلہؒ طالب علموں کو بیعت نہیں فرماتے تھے

ان طالب علموں نے حضرتؒ سے بیعت ہونا چاہا، مگر حضرت قبلہؒ نے ان کو شفقت سے منع فرمایا کہ دِل لگا کر پڑھو، فراغت کے بعد تمہیں اجازت ہے۔

ایک طالبِ علم نے کہا کہ باباجی! میرے پاس پیسے نہیں۔ حضرت قبلہؒ نے کاپی اُٹھائی، اس میں سے غالباً تین سو روپے نکال کر ان کو دیئے۔ ہمیں بھی جرأت ہوئی کہ باباجی سے برکت کے لئے کچھ رقم یا تسبیح وغیرہ لینا چاہئے، میں نے بھی عرض کیا، حضرت قبلہؒ نے کاپی میں سے ایک لفافہ نکال کر مجھے عنایت فرمادیا، جس میں تقریباً پانچ صد روپے تھے۔ اس سے حضرت قبلہؒ کا طالب علموں کے ساتھ محبت واِکرام کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اتنی بلند شخصیت کا حامل، علم وعرفاں کی بلندیوں کو پار کیا ہوا، پھر بھی طالب علموں سے ایسے پیش آتے کہ گویا طالب علم اُستاذ ہے اور حضرت قبلہؒ اُن کے شاگرد ہیں۔ جن لوگوں نے حضرت قبلہؒ کو قریب سے دیکھا ہے وہ بخوبی واقف ہیں، شاعر نے کیا ہی اچھا کہا ہے:

نہیں موتِ عالم یہ ہے موتِ عالَم — کہ پُرنم میں چشمِ جہاں دیکھتا ہوں
شریعت، طریقت، ریاضت میں یکتا — فضائل بروں از بیاں دیکھتا ہوں

علم میں ماہر، تصوف میں کامل — میں ثانی ترا اب کہاں دیکھتا ہوں
خلا ہوگیا جو تیرے بعد پیدا — میں تجھ سا کسی کو کہاں دیکھتا ہوں

چنانچہ جب حضرت قبلہؒ نے اجازت دے دی اور میں مدرسہ گیا تو کچھ مدت کے بعد پڑھائی سے میرا دِل اُچاٹ ہوگیا، میں نے حضرت قبلہؒ کو مدرسہ سے ایک خط اِرسال کیا، جس میں اپنے بارے میں تفصیل لکھی، مختصر یہ کہ میں نے لکھا تھا کہ مطالعہ کرنا میرے لئے مشکل ہو رہا ہے، اُستاذ کے سامنے سبق (یعنی اُستاذ کی تقریر) بالکل سمجھ نہیں آرہی، اور کچھ مزید باتیں خط میں، میں نے لکھی تھیں۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ حضرت قبلہؒ کا جواب آیا، وہ دِن میرے لئے اِنتہائی خوشی وفرحت کا دِن تھا، یوں محسوس ہوا گویا میدانِ محشر میں اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملا۔

حضرت قبلہؒ کا جواب تحریراً بہت جامع اور مختصر ہوتا تھا، حضرت قبلہؒ نے تحریر فرمایا تھا کہ مطالعہ دِل چاہے نہ چاہے، کرو۔ مزید لکھا تھا کہ اِستغفار کثرت سے پڑھو، اور یہ دُعا دائیں ہاتھ پر دَم کرکے ہاتھ دِل پر رکھو، دُعا یہ ہے: ’’**اللّٰھم نوّر قلبی بعلمک واستعمل بدنی بطاعتک۔**‘‘ چنانچہ جب میں نے یہ سلسلہ شروع کیا تو اللہ جل جلالہٗ نے میرا مسئلہ حل کیا۔ اب بھی جب تدریس کے لئے بیٹھتا ہوں تو یہ دُعا پڑھ کر دِل کو اِطمینان اور کتاب پڑھانا آسان ہوجاتا ہے۔

جب درجہ موقوف علیہ سے کامیاب نمبروں کے ساتھ فراغت ہوئی، رجب المرجب کے اخیر میں چھٹیاں ملیں، گھر پہنچا تو حضرت قبلہؒ کی خواب میں زیارت ہوئی، صبح والدِ ماجد کو بتایا، چونکہ والد صاحب کی حضرت قبلہؒ سے قلبی عقیدت تھی، والد صاحب نے کہا کہ چھٹیاں حضرت قبلہؒ کے پاس گزارو۔ میں اگلے دن صحیح البخاری بازار سے خرید کر جلد اوّل حضرت قبلہؒ کے پاس لے کر حاضر ہوا۔ چونکہ ان کا رُعب لوگوں پر بہت حاوی تھا، خانقاہِ سراجیہ میں صرف نواز خان لکی مروَت پشتو زبان والے بہت جرأت کے ساتھ حضرت قبلہؒ سے درخواست کرتے تھے، حضرت قبلہؒ بھی ان سے دِلچسپی سے بولتے، میں نے نواز خان صاحب کو بتایا کہ حضرت قبلہؒ سے کتاب شروع کرانے کی درخواست کریں، چونکہ علاقے کی قربت اور زبان کی قربت کی وجہ سے انہوں نے مجھے آگے کردیا، حاضرینِ مجلس کو کہا کہ ان کو آگے بیٹھنے کی جگہ دے دو، اور خود حکیم صاحب جو حضرت قبلہؒ کے خادمِ خاص رہے ہیں، ان کو فرمایا کہ صحیح البخاری کتب خانے سے لے آؤ۔ چنانچہ جس کتاب میں حضرت قبلہؒ نے اسباق پڑھے تھے، وہ لے کر آئے، حضرت قبلہؒ نے بلا تکلف کتاب کے اوراق پلٹے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ حضرت قبلہؒ کو کتاب سے کافی مناسبت حاصل ہے۔ حضرت قبلہؒ نے باب بدء الوحی کی پہلی حدیث شروع کی، خود ہی عبارت پڑھنی

شروع کی، مجھے کہا کہ میرے پیچھے پیچھے پڑھتے رہنا، اس پر تمام حاضرین عبارت پڑھتے رہے۔ حدیث پر مختصر بحث کی، بعد ازاں نواز خان صاحب نے اِجازت طلب کی، چند اَشعار حضرت قبلہؒ کے بارے میں پڑھنا شروع کئے، اور زار وقطار روتے رہے، وہ اشعار جن کے چند مصرعے مجھے یاد ہیں کہ: ”اے پیرِ دستگیر! ہاتھ مرا بگیر“۔ کہا کہ حضرت! حضرتِ اعلیٰ کی موجودگی میں، میں نے آنجناب کی بہت بے ادبی کی ہے، مجھے معاف کردیں۔ اور کہا کہ اعلیٰ حضرت اور آپ کے ساتھ ایک عرصہ گزرا مگر ابھی تک کچھ حاصل نہ ہوا، بس حضرت ابھی خاص توجہ فرمادیں۔ حضرت قبلہؒ برابر مسکرا رہے تھے، میں نے حضرت قبلہؒ سے عرض کیا کہ سلسلۂ سند (صحیح البخاری) آنجناب نے کس سے پڑھی ہے، فرمایا کہ جس دن ہم نے دارالعلوم دیوبند میں بخاری شریف حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی صاحبؒ سے شروع کی تھی، اس سے اگلے دن مولانا مدنی صاحبؒ کو انگریزی حکومت نے گرفتار کیا، تو مولانا محمد ابراہیم بلیاوی صاحبؒ سے ہم نے بخاری شریف پڑھی۔ یہ کہتے ہی حضرت قبلہؒ بے اختیار رو پڑے کہ دارالعلوم دیوبند تو دیکھنے کا ہے کہ بندہ دیکھتا ہی رہے۔ اور فرمایا کہ لوگ اپنے ناموں کے ساتھ ”مدنی“ لکھتے ہیں، ”مدنی“ تو ایک ہی تھے، ”مدنی“ تو ایک ہی تھے، یہ جملہ کئی دفعہ دُہرایا، اس سے حضرت قبلہؒ کا دِلی تعلق جو دارالعلوم دیوبند اور حضرت مدنیؒ سے تھا، اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اراکین مجلس کے لئے یہ بڑا اچھا منظر تھا کہ حضرت قبلہؒ کلام فرمارہے ہیں، دُوسری طرف وہ منظر جب یاد آجاتا ہے تو خون کے آنسو بہہ رہے ہیں۔

جب سبق ختم ہوا تو نواز خان صاحب کی درخواست پر حضرت قبلہؒ نے دُعا شروع فرمادی، جس میں سے چند کلمات مجھے یاد ہیں: ”**اللّٰھم ربّنا لَا تزغ قلوبنا بعد إذ ھدیتنا ...إلخ، ربّ زدنی علمًا نافعًا، ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار، اللّٰھم إنّک عفوٌّ تحب العفوَ فاعفُ عنّا**“۔

دُعا کے بعد حضرت قبلہؒ سے میں نے بیعت لینے کی درخواست کی تو حضرتؒ نے کہا کہ طالب علموں کے لئے پڑھائی کے دوران صرف پڑھائی پر توجہ رکھنی چاہئے۔ میرے اِصرار پر حضرتؒ نے بیعت دے دی۔

دورۂ حدیث کے سال کئی دفعہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی، تو حضرت قبلہؒ کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے دیکھا، دو تین خط میں یہ واقعہ لکھ کر بھیجا، مگر شاید خط موصول نہ ہوا ہوگا۔

جب دورۂ حدیث سے فراغت ہوئی تو دو ہفتہ حضرت قبلہؒ کے ہاں گزارنے کا موقع ملا، تخصص کے بارے میں مشورہ کیا، تو اِشارہ ملا کہ بنوری ٹاؤن کراچی میں تخصص میں داخلہ لے لیں، حضرت قبلہؒ

سے اپنے لئے سفارش بھی لکھوادی اور بغیر کسی نکیر کے سفارش لکھ کر دے دی۔

جب حضرت مفتی نظام الدین شہیدؒ کے پاس حضرتؒ کی سفارش لے کر چلا گیا تو اُستاذِ محترمؒ نے فرمایا کہ: حضرت قبلہ کی سفارش لے کر آئے ہو! آپ کا داخلہ ضرور ہوگا، اگر داخلہ نہ دِلاؤں تو میری خیر نہیں۔ یہ مفتی صاحبؒ نے حضرتؒ کے بارے میں فرمایا۔

بہرحال حضرتؒ کی شخصیت ہر شخص کے پاس مُسلَّم تھی، حضرت قبلہؒ غیر متنازع شخصیت کے حامل تھے:

نہ ساقی ہے، نہ مے خانہ، نہ محفل ہے نہ پیمانہ
بہاریں لٹ گئیں ساری فقط باقی ہے افسانہ!

جب میں نے بنوری ٹاؤن سے تخصص فی الفقہ والافتاء کا کورس مکمل کیا تو درس وتدریس کی خدمت سرانجام دینے کے لئے حضرتؒ سے دُعا کے لئے حاضر ہوا، حضرت قبلہؒ سے ملاقات کی تو دھیمی آواز میں فرمایا کہ تحفظِ ختمِ نبوّت کا کام بھی کرو۔ اور دُعا فرمائی۔ ہر سال ملاقاتوں کا سلسلہ چلتا رہا، جب میں تدریس کی خدمات المرکز الاسلامی بنوں میں دینے لگا، ہمارے ہاں فقہی سیمینار منعقد ہوا، مولانا سیّد نصیب علی شاہ مرحوم نے کہا کہ اوّلاً فقہی سیمینار کی مقبولیت کی دُعا کے لئے حضرت قبلہؒ کے پاس چلتے ہیں، اس کے بعد ساری ترتیبیں بنائیں گے۔

چنانچہ مولانا شاہ صاحب مرحوم اور میں حضرت قبلہؒ سے ملے، چونکہ حضرت قبلہؒ پہلے کئی مرتبہ بنوں کی سرزمین پر قدم رکھ چکے تھے اور بنوں پہلی فقہی اِجتماع میں بھی شرکت کر چکے تھے، اس لئے شاہ صاحب مرحوم سے تعارف تھا، میری وہ ملاقات بھی حضرت قبلہؒ سے پُرلطف تھی، شاہ صاحب مرحوم نے فقہی سیمینار میں شرکت کی دعوت اور اس کے لئے دُعاؤں کی درخواست کی، حضرتؒ نے قبول فرمائی۔

جب فقہی اِجتماع میں حضرت قبلہؒ کی تشریف آوری ہوئی، اور حضرت قبلہؒ نشستِ صدارت پر تشریف فرما ہوئے تو اِجتماع جنت کا نظارہ پیش کر رہا تھا، اس اِجتماع میں اِمامِ اہلِ سنت مولانا سرفراز خان صفدرؒ، مولانا سیّد نفیس شاہؒ، مولانا مفتی نظام الدین شامزی شہیدؒ اور بہت سے اساطینِ علم وعرفان شریک تھے۔

جب میری آخری ملاقات ہوئی، غالباً فروری ۲۰۱۰ء میں تو اس وقت حضرت قبلہؒ چونکہ علیل تھے، مولانا خلیل احمد صاحب سے تعارف پہلے سے تھا، مولانا خلیل احمد نے اندر کمرے میں ملاقات کرائی، ہم بنوں سے علمائے کرام کے ایک وفد کی شکل میں گئے تھے، بندہ اور مولانا شہزاد صاحب ناظمِ تعلیمات

جامعہ نظام العلوم، اور مولانا قاری محمد اِسماعیل صاحب تینوں نے فوراً باوضو ہوکر حاضرِ خدمت ہوئے، مولانا خلیل احمد صاحب نے میرا تعارف کرایا، حضرت قبلہؒ نے توجہ فرمائی، ظہر کا وقت آیا، حضرت قبلہؒ نے نماز کی تیاری شروع کی، جب تیمّم شروع کیا، آئے ہوئے علماء حضرتؒ کو دیکھتے دیکھتے سُن ہوگئے، جس انداز سے حضرتؒ نے تیمّم کیا وہ یقیناً قابلِ تقلید ہے کہ مرض کی شدّت کے باوجود ہر چیز کا مکمل اِہتمام۔ پھر خلیل احمد صاحب نے لوگوں کو باہر جانے کا کہا، ہمیں حضرت قبلہؒ کے ساتھ نمازِ ظہر کی ادائیگی کا موقع ملا۔ یہ آخری نماز تھی، ہمیں معلوم نہیں تھا کہ ہم اپنے مربی و مشفق سے محروم ہوجائیں گے۔ مولانا خلیل احمد صاحب نے دُعا کی درخواست کی تو حضرتؒ نے ہمارے لئے دُعا فرمادی۔ چونکہ حضرت قبلہؒ بہت علیل تھے، بہت ہی دھیمی آواز سے دُعا فرمارہے تھے، مگر چند الفاظ اُونچی آواز سے شریک علمائے کرام نے سنے، وہ یہ ہیں: ”ربّنا إنّنا سمعنا مناديًا ينادي للإيمان أن اٰمنوا بربّكم فاٰمنّا، ربّنا فاغفر لنا ذنوبنا وكفّر عنّا سيّئاتنا وتوفّنا مع الأبرار“۔ میں نے اس دُعا کے بارے میں سنا تھا کہ صالحین اور کامل متقیوں کا عمر کے آخری حصے میں اس دُعا کا بہت اِہتمام ہوتا ہے۔ جب ہم حضرت قبلہؒ سے رُخصت ہوئے تو میں نے اس کا تذکرہ کیا، سب اس پر بہت ہی غمگین ہوئے۔ جاتے جاتے ایک طرف حضرت قبلہؒ سے ملاقات پر مسرور اور دُوسری طرف ان کی علالت، اندیشۂ رُخصت پر پریشان و غمگین تھے۔

چنانچہ وفات سے کئی دن قبل اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ حضرت قبلہؒ کی اچانک طبیعت ناساز ہوئی، ملتان ہسپتال لایا گیا۔ اس سے اور بھی ہماری پریشانی بڑھ گئی۔ آخر ۵ رمئی ۲۰۱۰ء یہ المناک سانحہ ہوا، جس سے ملک وملت کا عظیم دِینی نقصان ہوا۔

ہمیں چھوڑ کر آج باچشمِ گریاں
وہ قطبِ زمانہ آہ وہ جانِ جاناں
چلا جارہا ہے وہ جنت بداماں
فرشتوں کی صف میں خراماں خراماں
فلک پر مَلک مرحبا کہہ رہے ہیں
ہمیں ہیں جو فرقت کا غم سہہ رہے ہیں
ادھر شاہِ دُنیا دیں مسکرائے
ادھر جبرائیلِ امیں مسکرائے
سلف سارے زیرِ زمیں مسکرائے
بہشت بریں کے مکیں مسکرائے
زمین رو رہی ہے، فلک ہنس رہا ہے
مسرت سے ہر اِک ملک ہنس رہا ہے
ادھر انبیاء کا پیام آرہا ہے
ادھر اولیاء کا سلام آرہا ہے
وہ رضوان پئے انتظام آرہا ہے
کہ جنت میں وہ خوش خرام آرہا ہے

کھڑے ہوگئے صف میں غلمانِ جنت
زیارت کو آئی ہیں حورانِ جنت
دَرِ خلد رِضوان کھولے کھڑا ہے
بشوق وادب مرحبا کہہ رہا ہے
فرشتوں کا راستے میں ہر سو پرا ہے
بڑے دُھوم سے خیر مقدم ہوا ہے
بہشت بریں کو سجایا گیا ہے
دَرِ خلد کو جگمگایا گیا ہے
صدائے سلامٌ علیکم کہیں ہے
کہیں دعوتِ ''فادخلوا خالدین'' ہے
چلے آیئے، آپ کا گھر یہیں ہے
یہی ہے آج آواز خلدِ بریں ہے

❊

قافلے کی جھنگ سے شرکتِ جنازہ

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے امیر خواجۂ خواجگان، سلطان الاولیاء حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ کے اِنتقال کی خبرسن کر قرب وجوار کے احباب، دوست اور حضرتؒ کے متعلقین کی کثیر تعداد مدرسۃ العلوم الشرعیہ جھنگ میں جمع ہوگئے، اور جنازے میں شرکت کے لئے ہر ایک بے چین وکوشاں تھا، بالآخر ایک بڑی بس کا اِنتظام کیا گیا، اور ۶ رمئی بروزِ جمعرات نمازِ فجر کے بعد تمام احباب جمع ہوگئے، بوقت ۷ بجے صبح خانقاہ کی جانب عازمِ سفر ہوئے، اور ۱۲ بجے تقریباً ہم خانقاہ پہنچے، تاحدِ نظر علماء، صلحاء، طلباء، متوسلین اور عقیدت مندوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر دِل ودِماغ کو ورطۂ حیرت میں ڈالے ہوئے تھا، خانقاہ کی اِنتظامیہ کا حسنِ اِہتمام لائقِ ستائش تھا، ادھر اللہ تعالیٰ نے بھی اس عظیم جنازے کی مناسبت سے بادلوں کی صورت میں سائبان لگادیئے، اور دھیمی دھیمی ہوا کے ٹھنڈے جھونکے ماحول کو خوشگوار اور پُرکشش بناتے ہوئے اپنے انداز میں اِظہارِ غم کررہے تھے، ہر آنکھ اشکبار تھی اور بزبانِ حال گویا یوں کہہ رہے تھی:

بچھڑے ہوؤں کی یاد میں رہنے دے اشکبار
اے رفتگاں مجھے تنہا نہ کر ابھی

ہر دلعزیز شخصیت

مولانا سیّدالامین انور حقانی

علماء و صلحاء کے تذکروں میں ہم اپنے اسلاف کی نکھری شخصیتوں کو دیکھتے، ان کے تقویٰ، دیانت و امانت کے واقعات پڑھتے، ان کی سادگی، خلوص، علمی شغف اور مقصد سے لگن کے حالات سنتے ہیں تو مادّہ پرستی کے اس دور میں حیرانی ہوتی ہے۔

ان پاک ہستیوں میں نمونۂ اسلاف، تحفظِ ختمِ نبوّت کے سرخیل، دارالعلوم دیوبند کے مایۂ ناز فرزند، جامع فضائلِ متعددہ اور شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے شاگرد و معتمدِ خاص حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ بھی ۲۰؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ بمطابق ۵؍مئی ۲۰۱۰ء کو معبودِ حقیقی سے جا ملے۔

یوں تو یہ جہان فانی ہے اور اس میں رہنے والا ہر فرد، اَمیر ہو یا غریب، نیک ہو یا بد، طویل العمر بوڑھا ہو یا جوان و بچہ، ہر کسی نے مقررہ وقت پر چلے جانا ہے۔ دوام و بقا صرف رَبِّ کائنات جل جلالہٗ ہی کو ہے۔ مگر بعض ہستیاں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کا اس دارِ فانی سے اُٹھ جانا ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہوا کرتا ہے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کی داغِ مفارقت بھی اُمتِ مسلمہ اور خصوصاً پاکستان کے مسلمانوں کے لئے ایک عظیم صدمے سے کم نہیں۔

حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ ۱۹۵۶ء سے خانقاہ سراجیہ کندیاں (میانوالی) میں مسندِ اِرشاد پر جلوہ افروز رہے، یعنی تقریباً ۵۴ سال ہزاروں لوگ ملک اور بیرون ملک اس خانقاہ سے علمی، رُوحانی تربیت حاصل کرنے کے لئے حضرت خواجہ صاحبؒ کے ہاں آتے جاتے رہے، اور حضرت خواجہ صاحبؒ نے وقت کے بڑے بڑے اَصحابِ علم و فضل کو حلقۂ اِرادت و بیعت سے نوازا۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کی شخصیت میں اللہ تعالیٰ نے حد درجہ جاذبیت اور محبوبیت رکھی تھی، آپؒ تمام مکاتبِ فکر، دِینی تحریکات میں عزت و اِحترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے اور دِینی جماعتوں کا حضرت خواجہ صاحبؒ پر اِعتماد تھا۔ آپؒ نے عمر بھر محض خانقاہ نشین بن کر گوشۂ عافیت کو ترجیح نہ دی، بلکہ

قوم وملت کے ہر اہم موقع پر ہر میدان میں کود پڑے اور باطل فرقوں کا تعاقب کیا۔

مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت ۱۹۵۲ء-۱۹۵۳ سے منظّم کام کر رہی ہے، بہت بڑا کام کیا، لیکن عالمی سطح پر مجلس نے فتنۂ قادیانیت کے تعاقب اور اِستیصال میں حضرتِ والاؒ کے دورِ امارت میں جو کام کیا ہے، اس کی نظیر نہیں ملتی۔

امیرِ شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے جس پودے کو پانی دیا، اس میں حضراتِ علماء ومشائخ نے حصہ ڈالا، اور ہر سطح پر حسبِ اِستطاعت فتنۂ قادیانیت کا بستر گول کردینے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔

قومی اسمبلی میں مفتی محمودؒ نے اپنا کیس پیش کیا، سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہوا، بھٹو صاحبؒ بھی موجود تھے، مرزا ناصر بھی موجود تھا، اور حضرت مفتی صاحبؒ مسلسل ان کی کتابوں کا حوالہ دیتے رہے۔ مفتی صاحبؒ نے بھٹو صاحبؒ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب میں لکھا ہے کہ مجھے نہ ماننے والے کتیوں اور سورنیوں کی اولاد ہیں۔ اور مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ مرزا ناصر سے پوچھئے کہ یہ عبارت غلط ہے؟ بھٹو صاحب! تم کو بھی معاف نہیں کیا، ہم بھی آئے اور تم بھی! بھٹو صاحبؒ نے مرزا ناصر سے پوچھا کہ کیا یہ عبارت ٹھیک ہے؟ جواب دیا: ہاں! بھٹو صاحبؒ نے حفیظ پیرزادہ صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: یہ بہت بے ایمان ہے، ہمیں صاف گالیاں دی جارہی ہیں۔

اسمبلی میں معرکہ جاری تھا اور باہر مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے دفتر میں مولانا محمد یوسف بنوری صاحبؒ نے مصلیٰ بچھالیا تھا، اور لگاتار دُعا کرتے رہے۔ اس وقت حضرت خواجہ صاحبؒ نائب امیر تھے۔ بہرحال! مفتی صاحبؒ نے بھٹو صاحبؒ کو فرمایا کہ یہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں، اب تم مان لو! بھٹو صاحبؒ بضد رہے، نہیں مانتے۔ مفتی صاحبؒ رات کے ایک بجے غصّے سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ اب صبح ہونے کو ہے، دیکھ پھر کیا ہوتا ہے؟ بھٹو صاحبؒ نے بھاگ کر مفتی صاحبؒ کو پکڑ کر کہا کہ مطالبہ مان لیا اور قادیانیوں کو کافر اور غیر مسلم قرار دے دیا۔

حضرت بنوریؒ نے سنا تو فرمایا: اے اللہ! ہم آپ کا شکر کیسے ادا کریں، آپ نے ہم پر بڑا اِحسان فرمایا۔ پھر فرمایا کہ اگر مرنے کے بعد امیرِ شریعتؒ سے ملاقات ہوئی تو میں کہہ دُوں گا کہ آپ کے مشن میں تھوڑا سا حصہ ڈال کر آیا ہوں۔ آپ نے ختمِ نبوّت کے جس پودے کو پانی دِیا تھا، میں اسے پھل لگے ہوئے دیکھ آیا ہوں۔

بہرحال! حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ نے امیرِ شریعتؒ سے ملاقات میں ضرور یہ فرمایا ہوگا کہ اس پودے سے باغ بنا دیکھ آیا ہوں۔

حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ ۱۹۷۷ء میں امیر مقرر ہوئے اور تادَمِ آخر عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے امیر رہے، اور حضرت خواجہ صاحبؒ کی زیرِ صدارت چناب نگر (ربوہ) میں پہلی ختم نبوّت کانفرنس اکتوبر ۱۹۸۲ء کو مسلم کالونی میں منعقد ہوئی، اور چناب نگر کی تاریخ میں پہلی مثالی کانفرنس ہوئی، اِتحادِ اُمت کا زبردست مظاہرہ ہوا۔ الحمدللہ! ۱۹۸۲ء سے لے کر آج تک ہر سال بدستور اکتوبر میں سالانہ ختمِ نبوّت کانفرنس منعقد ہورہی ہے اور حضرتؒ ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ قادیانیوں کا ظلّی حج ہمیشہ کے لئے بند کردیا گیا۔

خواجہ خان محمد صاحبؒ نے تیسری بار تحریکِ ختمِ نبوّت چلائی، بالآخر صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے ۲۶/اپریل ۱۹۸۴ء کو اِمتناعِ قادیانیت آرڈی نینس جاری کیا، جس کے ذریعے قادیانیوں کو مسلمان کہلانے، اَذان دینے، اپنی عبادت گاہوں کو ''مسجد'' کہنے، اور اِسلامی شعائر کے اِستعمال سے روک دیا گیا۔ نیز ان کی تبلیغی وارتدادی سرگرمیوں پر پابندی لگادی گئی۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے لندن سے گلاسکو تک پورے انگلستان کا دورہ بھی کیا، اور فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے اس دورے کے علاوہ دُنیا کے اکثر ممالک میں بھی تبلیغی اِجتماعات کئے، الحمدللہ! آج حضرت خواجہ صاحبؒ کی دورِ امارت میں فتنۂ قادیانیت سرد ہوگیا۔

چودھری غلام نبی امرتسری صاحب اپنی کتاب ''تحریکِ کشمیر سے تحریکِ ختمِ نبوّت تک'' میں لکھتے ہیں:

> ''جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور میں اِمتناعِ قادیانیت آرڈی نینس کا اِجرا قوم کے لئے تحفے سے کم نہیں، تاہم محمد اسلم قریشی (مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے مبلغ جو کہ سیالکوٹ میں خدمت انجام دے رہے تھے! راقم) کے اغوا کا افسوسناک واقعہ اور حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ کی رحلت (فروری ۱۹۸۵ء) ایسے حادثات ہیں، جنہیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔
>
> حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہٗ نے مجلسِ عمل کا اِجلاس بلایا اور اسلم قریشی کی بازیابی کے لئے ٹیم مقرر کی، اور وزیرِاعظم جونیجو صاحب سے ملاقات کی، اور جونیجو صاحب نے وعدہ کیا کہ ساڑھے چار ماہ کے بعد آپ کو اسلم قریشی مل جائے گا۔ لاہور میں مجلسِ عمل تحفظِ ختمِ نبوّت کا اِجلاس عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوّت کے دفتر میں ہوا، جس کی صدارت حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہٗ نے کی۔ اِجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ اگر ہمیں اسلم قریشی نہ ملا تو ہم قادیانیوں کی تمام عبادت

گاہوں سے وہ معاملہ کریں گے جس طرح حضور نبی کریم ﷺ نے مسجدِ ضرار
سے کیا تھا۔''

الغرض! حضرتؒ ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ کچھ عرصہ بعد محمد اسلم قریشی مل گئے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کی برکت ہے کہ ملک کے کونے کونے میں جہاں پر جمعیت علمائے اسلام کی تنظیم ہے، وہاں مجلس تحفظ ختم نبوّت کی یونین کونسل کی سطح تک کی تنظیم بھی موجود ہے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ آخر تک جمعیت علمائے اسلام کے سرپرست رہے۔ ''متحدہ مجلسِ عمل'' کا نام حضرت خواجہ صاحبؒ کی مجلسِ عمل کا تسلسل ہے۔

بہرحال حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ نے تحریکِ ختمِ نبوّت کی حفاظت میں کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا اور مسلمانانِ عالم کو فتنۂ قادیانیت سے بیدار کرکے ان کے خلاف کھڑا کیا، آخری دَم تک اسی سلسلے کی خدمت کرتے رہے، مگر جانا تو ہے ضرور اس دارِ فانی سے، بالآخر حضرتؒ اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔

جنازے میں لاکھوں لوگوں کی شرکت (جس میں اکثر علماء ومشائخ ہی تھے) نے ثابت کردیا کہ حضرت خواجہ صاحب ہر دلعزیز تھے:

ندانم آں گل رعنا چہ رنگ وبو دارد
کہ مرغ ہر چمنے گفتگوئے او دارد

یعنی معلوم نہیں کہ اس خوبصورت پھول کا رنگ کتنا خوبصورت اور خوشبو کتنی پیاری ہے کہ ہر باغ کا پرندہ اسی کی باتیں کرتا ہے۔

❊

قرونِ اُولیٰ کی یاد

حضرتِ اقدسؒ کی زندگی سے جو لوگ واقف ہیں وہ اس بات کی گواہی دیں گے کہ ایسا شخص اس دور میں ملنا بہت مشکل ہے، جو گفتگو کم کرتا ہو۔ حضرتِ اقدسؒ کی محفل میں بیٹھ کر یہ کہنا پڑتا تھا کہ یہی محفل ہے جس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ دیکھو میری یاد میں کیسے محفل سجائے ہوئے ہیں، موجودہ دور کے علماء کے لئے حضرتؒ کی زندگی دعوتِ فکر وعمل ہے کہ اپنے آپ کو ایسا بناؤ۔

حضرتِ اقدسؒ اور تحفظِ ختمِ نبوّت

مولانا محمد اِسماعیل شجاع آبادی

راقم الحروف ۱۹۷۶ء میں جماعت میں آیا، حضرتِ اقدسؒ ان دِنوں مجلس کے مرکزی نائب امیر تھے، اور بندہ اِبتدائی اور نوآموز مبلغ۔ تین سال تک رحیم یارخان میں رہا، جہاں حضرتِ والا تشریف لاتے تو حاجی فقیر محمد مرحوم کے ہاں قیام ہوتا۔ بہاولپور میں راقم الحروف کا تبادلہ ۱۹۸۰ء میں ہوا، جہاں حضرتِ والا کی تشریف آوری بکثرت ہوتی، اور عام طور پر قیام سردار فضل محمود خان خاکوانیؒ (والدِ محترم ڈاکٹر حمید اللہ خان) کے ہاں ہوتا، تو بندہ ایک جماعتی کارکن کی صورت میں حاضر ہوتا، کچھ جماعتی کارگزاری بیان کرتا، دُعا کی درخواست کرتا، یا حضرتِ والاؒ کے پروگرام میں آپؒ کے خدام میں ہوتا۔ حضرتؒ بہت ہی محبت فرماتے اور اپنے قریب جگہ دیتے۔ اور یہ سلسلہ ۱۹۹۰ء تک چلتا رہا۔ ۱۹۹۰ کے اوائل میں ملتان کا اِجلاس ہوا، جس میں بندہ کا لاہور میں تبادلہ وتقرر ہوا۔ لاہور حضرتِ والاؒ کی تشریف آوری بکثرت ہوتی، اور بندہ بھی مبلغ وخادمِ ختمِ نبوّت ہونے کے ناطے حاضر باش ہوتا۔ حضرتِ والاؒ کی صدارت میں دسیوں جلسوں میں خطاب وبیان کا موقع ملا۔ بیان تو نہ پہلے آتا تھا، اور نہ ہی آج، جیسا کہ آنا چاہئے، آتا ہے۔ بہرحال! حضرتِ والاؒ کی شفقتیں حاصل رہیں، حضرتِ والاؒ کی دُعائیں قدم بقدم رہیں۔

لاہور آنے کے بعد خطباتِ ختمِ نبوّت کی ترتیب کا موقع ملا، اور ہر جلد کے موقع پر حضرتِ والاؒ کی خدمت میں حاضری اور کتاب کے لئے دُعائیہ کلمات لکھنے کی درخواست اور حضرتِ والاؒ کی طرف سے پذیرائی ملتی رہی۔ جب کتاب چھپتی تو سب سے پہلا نسخہ حضرتِ والاؒ کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کرتا۔ جب بھی کوئی کتاب پیش کی، حضرتؒ نے اسے کھولا، مختلف مقامات سے ورق گردانی فرمائی، اور حوصلہ افزائی بھی فرماتے اور ہدایات سے بھی نوازتے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ فرمادیتے کہ یہ باتیں لکھ لیں، بندہ لکھ لیتا، دِکھادیتا، ہدایات کے مطابق اس میں کمی بیشی کرلیتا۔ اور یہ سلسلہ حضرتِ والاؒ کی رحلت تک

چلتا رہا۔ جب بھی کوئی جلد آتی تو حضرتؒ کی خدمت میں دو نسخے پیش کرنے کی ہدایت تھی، چونکہ حضرتِ والاؒ کی اپنی شاندار لائبریری ہے، اور پڑھنے لکھنے کا خوبصورت ذوق بھی، حضرتِ والاؒ ہر کتاب، رسالہ، جریدہ کی نہ صرف ورق گردانی فرماتے بلکہ چیدہ چیدہ مقامات کا مطالعہ بھی فرماتے، اور بعض اوقات اپنی رائے گرامی کا اظہار بھی۔

حضرت کے زمانۂ امارت کی فتوحات

۱:... چناب نگر میں اگرچہ ہمارا داخلہ ۱۹۷۴ء کی تحریک کے فوراً بعد ہوگیا تھا، اور ریلوے اسٹیشن پر جامع مسجد محمدیہ بھی تعمیر ہوگئی، لیکن ۱۹۷۶ء میں چناب نگر کے مشرق میں دریائے چناب کے قریب ''لو اِنکم اسکیم'' کے تحت مسلم کالونی ہاؤسنگ اسکیم قائم ہوئی، جس میں مجلس کو نو کنال زمین میسر آئی، سنگِ بنیاد حضرت الامیر شیخ الاسلام مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ نے رکھنا تھا، پروگرام بنتے اور بگڑتے رہے، تا آنکہ شیخ بنوریؒ اس دُنیا سے رُخصت ہوگئے اور سنگِ بنیاد حضرتِ والاؒ نے رکھا۔

۲:... چناب نگر ختمِ نبوّت کانفرنس آپؒ کے دورِ امارت میں ۲۳، ۲۴/اکتوبر ۱۹۸۲ء میں شروع ہوئی۔

۳:... اِمتناعِ قادیانیت آرڈی نینس ۲۶/اپریل ۱۹۸۴ء کو جاری ہوا، جو اس وقت کے صدرِ مملکت جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے آپؒ کی قیادت میں ملنے والے وفد سے ملاقات کے بعد جاری کیا۔

۴:... جامع مسجد عائشہ مسلم ٹاؤن لاہور میں آپؒ کے دورِ امارت میں جون ۱۹۹۰ء میں واگزار کرائی گئی، اور بعد میں اس سے ملحقہ عمارت میں ختمِ نبوّت کا دفتر قائم ہوا۔

۵:... بہاولپور دفتر کی عمارت تو غالباً ۱۹۵۸ء میں تعمیر ہوئی، لیکن دفتر کا قیام آپؒ کے دور میں ہوا۔

۶:... حیدرآباد میں دفتر کا قیام آپؒ کے عہدِ امارت میں عمل میں لایا گیا۔

۷:... کراچی میں جامع مسجد باب الرحمت پُرانی نمائش میں دفتر آپؒ کے دور میں تعمیر ہوا۔

۸:... ہفت روزہ ختمِ نبوّت کا اِجرا آپؒ کے دورِ اِمارت میں ۱۹۸۲ء میں کراچی سے ہوا۔

۹:... آپؒ کے دور میں مجلس نے عالمی حیثیت اختیار کی اور لندن میں ختمِ نبوّت کانفرنس شروع ہوئی، وفات سے دو تین سال پہلے تک آپؒ صدارت فرماتے رہے۔

۱۰:... جامع مسجد ختمِ نبوّت ہاشمی کالونی کنگنی والا محلّہ گوجرانوالہ ۲۲/اپریل ۱۹۸۲ء کو آپ نے سنگِ بنیاد رکھا، اور ۲۰۰۳ء میں دفتر کا قیام عمل میں لایا گیا۔

شعبۂ نشر واِشاعت کا قیام

اگرچہ مجلس کا شعبۂ نشر واِشاعت تو یومِ تأسیس سے کام کر رہا ہے، لیکن اس میں وسعت آپؒ کے دورِ امارت میں ہوئی۔

۱:... حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کے تحریر کردہ رسائل کو ''تحفۂ قادیانیت'' کے نام سے چھ جلدوں میں شائع کیا گیا۔

۲:... قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، رئیسِ قادیان، اسلام اور قادیانیت تقابلی مطالعہ، **التصریح بما تواتر فی نزول المسیح**، سمیت کئی ایک اہم کتب شائع ہوئیں۔

۳:... بندہ نے بھی حضرتِ والاؒ کے دور میں خطباتِ ختمِ نبوّت چار جلدوں میں مرتب کی اور حضرتِ والاؒ کے پیش لفظ ''کلمۃ الامیر'' سے شائع کیں۔

۴:... اِحتسابِ قادیانیت تقریباً بتیس جلدوں میں آپؒ کے بابرکت دورِ امارت میں شائع ہوئی۔

۵:... بندہ نے آپؒ کی دُعاؤں سے مجلس کے اُمراء کی حیات وخدمات پر امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، سوانح وافکار مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، سوانح وافکار مولانا لال حسین اخترؒ، سوانح وافکار شیخ الاسلام حضرت بنوریؒ، مرتب کیں اور حضرتِ والاؒ کی دُعاؤں سے اِشاعت پذیر ہوئیں۔

۶:... شاہینِ ختمِ نبوّت مولانا اللہ وسایا مدظلہٗ کی مرتب کردہ آئینۂ قادیانیت آپؒ کے دورِ امارت میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب میں شامل کی گئی۔

نائب اُمراء

حضرتِ والاؒ کے دور میں آپؒ کے نائب یکے بعد دیگرے حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، حضرت سیّد نفیس الحسینیؒ اور ڈاکٹر مولانا عبدالرزاق اسکندر دامت برکاتہم رہے، اور مؤخر الذکر اب تک اپنے عہدے پر فائز چلے آرہے ہیں، اللہ پاک انہیں صحت وسلامتی والی عمر دراز نصیب فرمائے۔

قادیانیت قانون کے شکنجے میں

آپؒ کے دورِ امارت میں قادیانیت کے خلاف اندرون ملک درجنوں فیصلے ہوئے، جن میں قادیانیت کا کفر طشت ازبام ہوا۔

۱:... اِمتناعِ قادیانیت ایکٹ کے خلاف قادیانی وفاقی شرعی عدالت میں ۱۹۸۴ء میں گئے، آپؒ کے حکم سے مجلس نے کیس کی مکمل پیروی کی، قادیانیوں کی رٹ خارج ہوئی اور اِمتناعِ قادیانیت

ایکٹ برقرار رہا۔

۲:...قادیانی شریعت اپیلٹ بنچ میں گئے، وہاں بھی ان کی اپیل خارج ہوئی، اور ایکٹ برقرار رہا۔

۳:...قادیانی آٹھ مختلف ہائی کورٹوں میں گئے، اللہ پاک نے انہیں ہر جگہ شکست سے دوچار کیا۔

۴:...قادیانیوں نے مذکورہ بالا فیصلوں کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کی، ۱۹۹۵ء میں سپریم کورٹ نے ان کی تمام اپیلوں کو خارج کر دیا، اور آرڈی نینس برقرار رکھا۔

۵:...قادیانی سپریم کورٹ کے فیصلے کے خلاف نظرثانی کی درخواست دائر کی، پرویز مشرف نے ۱۲/اکتوبر ۱۹۹۹ء کو منتخب حکومت پر شب خون مارا جس سے تأثر اُبھرا کہ اِمتناعِ قادیانیت ایکٹ معطل ہوجائے گا۔ حضرتِ والاؒ کی طرف سے ملک بھر کے علمائے کرام، مشائخِ عظام اور شیوخِ حدیث سے دُعاؤں کی اپیل کی گئی، اللہ پاک نے فضل فرمایا، ابھی ایک مہینہ نہیں گزرا تھا کہ ۸/نومبر ۱۹۹۹ء میں قادیانیوں کی نظرثانی کی اپیل بھی خارج ہوگئی۔

۶:... یوسف کذّاب نامی ایک شخص نے جھوٹی نبوّت کا دعویٰ کیا، اور اہانتِ قرآن ورسولؐ کا اِرتکاب کیا۔ حضرتِ والاؒ کے حکم سے راقم الحروف نے اس کذّاب کے خلاف ایف آئی آر درج کرائی، کذّاب کے چیلوں نے حضرتؒ سے رابطہ کرکے معافی طلب کی، حضرتِ والاؒ نے دوٹوک جواب دیا کہ کیس کے سلسلے میں کوئی بات نہیں ہوگی، جو بات ہوگی عدالت میں ہوگی۔ اللہ پاک نے فضل وکرم فرمایا اور لاہور کی سیشن عدالت نے کذّاب کو سزائے موت سنائی۔ خطرہ لاحق ہوا کہ کذّاب کو این جی اوز کے مطالبے پر کہیں بیرونِ ملک نہ بھیج دیا جائے، تو جیل میں ہی ایک نوجوان طارق نے اسے جہنم رسید کردیا۔

رَدِّ قادیانیت کورس چناب نگر

آپؒ کے بابرکت دورِ امارت میں چناب نگر میں شعبان المعظم کی چھٹیوں میں رَدِّ قادیانیت کورس کو باقاعدگی دی گئی اور تقریباً بیس پچیّس سال سے یہ کورس منعقد ہوتا چلا آرہا ہے، جس میں مدارسِ عربیہ کے جید اساتذۂ کرام، منتہی طلبہ، عصری تعلیمی اِداروں کے تربیت یافتگان سمیت ہزاروں لوگوں نے اِستفادہ کیا، اور آپ کی دُعاؤں کی برکت سے پنجاب میں سب سے کامیاب پروگرام یہ ہوتا ہے، جس میں سینکڑوں شرکاء حاضری دیتے ہیں، سالِ رواں میں ۴۰۱ حضرات نے باقاعدہ داخلہ لیا۔ امسال اسناد آپؒ کے جانشین مولانا صاحبزادہ خلیل احمد مدظلہٗ کے علاوہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی دامت برکاتہم، حضرت مولانا عزیزالرحمٰن جالندھری، حضرت مولانا قاری محمد یاسین فیصل آباد، حضرت مولانا عبدالمجید جامی مدینہ طیبہ، مفتی ظفر اقبال کہروڑپکا کے مبارک ہاتھوں سے دی گئیں۔ امتحان میں

اوّل، دوم، سوم آنے والوں کو نقد اِنعامات بھی دیئے گئے اور تمام شرکاء کو کتابیں بھی دی گئیں۔

ختمِ نبوّت کانفرنس

یوں تو مجلس کا شعبۂ تبلیغ ہر دور میں متحرک رہا ہے، خصوصاً مجلس کے اِبتدائی ادوار حضرت شاہ جیؒ، قاضی صاحبؒ، مولانا جالندھریؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا محمد حیاتؒ، شیخ بنوریؒ، لیکن آپؒ کے دور میں اس شعبے کو اندرون و بیرون ملک وسعت دی گئی، ملک کی بڑی و چھوٹی ہزاروں کانفرنسوں کی آپؒ نے صدارت فرمائی، اور آپؒ تااِختتام کانفرنس اسٹیج پر براجمان رہتے، اور کانفرنسیں آپؒ کی دُعائے خیر پر اِختتام پذیر ہوتیں۔ ساری رات جاگ کر گزارنے کے باوجود آپؒ کے معمولات میں فرق نہ آتا۔

رَدِّ قادیانیت کورسز

مجلس کے پہلے ادوار میں چونکہ ملک بھر میں دورۂ تفسیر کثرت کے ساتھ ہوتے تھے، اور مجلس کے بزرگ حضرت مولانا لال حسین اخترؒ، حضرت مولانا محمد حیاتؒ، حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ اور دُوسرے مبلغین جاکر شرکاء کی تربیت فرماتے، اساتذۂ کرام کی وفات سے یہ دورے کم ہوتے ہوتے معدوم ہوگئے، تو آپؒ کے دور میں مجلس کے زیرِ اِہتمام مختلف مقامات پر ''شارٹ کورسز'' کا سلسلہ شروع ہوا، جو پورے ملک میں پھیل گیا، اور ملک بھر میں تین روزہ، پانچ روزہ، سات روزہ کورسز ہوتے اور یہ سلسلہ باقاعدگی کے ساتھ تاہنوز جاری ہے۔

مبلغین کے سہ ماہی اجلاس

یوں تو مبلغینِ کرام کی میٹنگیں ہر دور میں ہوتی رہیں، لیکن حضرتِ والاؒ کے دور میں انہیں باقاعدگی دی گئی اور بعض اِجلاسوں کی صدارت تو حضرتِ والاؒ خود فرماتے، ان اِجلاسوں میں خود اِحتسابی، پچھلی کارکردگی کی صورتِ حال، آئندہ کے تبلیغی و تنظیمی پروگرام، ختمِ نبوّت کانفرنسیں اور کورسز تشکیل دیئے جاتے اور اس کا سلسلہ تاہنوز جاری و ساری ہے، جو حضرتِ والاؒ کی باقیات الصالحات ہیں، خدا کرے کہ یہ سلسلہ قادیانیت کے مکمل خاتمے تک جاری و ساری رہے۔

متفرق واقعات

اب چند اہم اور متفرق واقعات درج کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، جن سے آپؒ کی خدامِ ختمِ نبوّت کے ساتھ محبت و شفقت نمایاں نظر آتی ہے۔

حضرتؒ کی طرف سے اخباری بیانات کی اجازت

بندہ نے قیامِ لاہور (۱۹۹۰ء تا ۲۰۰۰ء) کے دوران عرض کیا کہ حضرت! اجازت دیں تو بوقتِ ضرورت اخباری بیانات میں آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی شامل کرلیا کروں۔ اس پر حضرتؒ نے فرمایا: جہاں ضرورت محسوس کریں، یا جماعتی مفاد سمجھیں، میرا نام اِستعمال کرنے کی اجازت ہے۔

حضرتؒ کا قیام مجلس کے دفاتر میں ہوا کرے

حضرت مولانا حافظ محمد عابد صاحبؒ نے پروگرام بنایا کہ جن شہروں میں مجلس کے باضابطہ دفاتر ہیں، حضرتِ والاؒ اس شہر میں تشریف لے جائیں تو حضرتؒ کا قیام مجلس کے دفاتر میں ہوا کرے۔ چنانچہ لاہور میں یہ سلسلہ شروع بھی ہوگیا، حضرت حافظ صاحبؒ سے کوئی ساتھی ناشتہ، چائے یا کھانا مانگتا، تو حضرت حافظ صاحبؒ فرماتے کہ دعوت قبول ہے، لیکن مجلس کے دفتر میں پہنچادیں۔ حضرت حافظ صاحبؒ کی وفات سے دو تین سال قبل یہی سلسلہ رہا کہ حضرتؒ کا قیام دفتر میں ہو۔

بندہ کا بہاولپور سے لاہور تبادلہ

۱۹۸۰ء سے ۱۹۹۰ء تک بندہ تقریباً دس سال بہاولپور رہا، ۱۹۸۹ء، ۱۹۹۰ء میں مجلس لاہور کے سابق مبلغ مولانا کریم بخش علی پوری مرحوم کی اہلیہ محترمہ بیمار رہنے لگیں، تو لاہور دفتر کا نظام درہم برہم ہوگیا، دفترِ مرکزیہ ملتان میں مبلغین کی میٹنگ تھی، ایک نشست کی صدارت حضرتؒ نے فرمائی، حضرتؒ کی صدات میں ہونے والے اِجلاس میں مجلس کے ناظمِ اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہٗ نے فرمایا کہ مولانا کریم بخش کی پریشانی کی وجہ سے لاہور جیسا سنٹر اور دفتر ویران پڑا ہے، لاہور دفتر کے لئے نوجوان مبلغ کی ضرورت ہے، جس میں یہ، یہ اوصاف ہوں۔ گویا ان کا رُوئے سخن راقم الحروف کی طرف تھا۔ ڈیرہ غازی خان کے مبلغ صوفی اللہ وسایا مرحوم کہنے لگے گویا آپ چاہتے ہیں کہ اِسماعیل کو لاہور تبدیل کردیا جائے۔ تو حضرت الامیرؒ نے بندہ کی طرف متبسم نگاہوں سے دیکھا، تو بندہ نے عرض کیا کہ: ''عقیدۂ ختم نبوّت کی چوکیداری کے لئے لاہور کیا، کالا پانی بھی بھیج دیا جائے تو بندہ حاضر ہے۔'' اس پر حضرت الامیرؒ نے ڈھیروں دُعاؤں سے نوازا۔

عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ کے لئے قریہ قریہ گھومے

حضرت قبلہؒ عقیدۂ ختمِ نبوّت کی حفاظت کے لئے ہمہ تن گوش متوجہ ہوگئے، اندرون و بیرون ملک، قریہ قریہ، بستی بستی، شہر شہر پھرے، ملکِ عزیز کا کون سا شہر ہے جہاں حضرتِ والاؒ تشریف نہ لے گئے

ہوں، ختمِ نبوّت کے پروگرام میں دِل وجان سے شرکت فرماتے۔ حاجی خالد حسین طور لاہور میں حضرتؒ کے خدام سے تعلق رکھتے ہیں، عرصہ دراز تک حضرتِ والاؒ کا قیام ان کے ہاں ہوتا رہا، جب بھی حضرتِ والاؒ تشریف لاتے حاجی صاحب خوشی سے پھولے نہ سماتے، ایک مرتبہ حضرتِ والاؒ موصوف کے ہاں قیام فرما تھے، بندہ حاضرِ خدمت ہوا، عرض کی کہ فلاں شہر میں ختمِ نبوّت کانفرنس رکھنی ہے، حضرتِ والا وقت عنایت فرمائیں۔ حضرت حافظ محمد عابد صاحبؒ جو حضرتؒ کے شیخ حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ کے فرزندِ ارجمند اور حضرتِ والاؒ کے سفر وحضر کے خادم اور حضرتؒ کے پروگراموں کے انچارج ہوتے، فرمانے لگے کہ چھوٹے چھوٹے پروگراموں کے لئے حضرتِ والاؒ کو تنگ نہ کیا کریں، حضرتؒ نے سر مبارک اُوپر اُٹھایا اور فرمایا کہ بھائی ختمِ نبوّت کے پروگراموں کے لئے جہاں بھی فرمائیں، مجھے کوئی تنگی نہیں ہوتی۔

۱۹۸۵ء میں حضرتِ والاؒ کی امارت کے اِنتخاب کی تجدید ہوئی، مجلس کے دستور کے مطابق امیر اور نائب امیر کا اِنتخاب ہوتا ہے، باقی عہدہ داروں کا تعین امیر اور نائب امیر کی صوابدید پر ہوتا ہے۔ اِنتخاب کے بعد دُوسرے عہدہ داروں کا تقرر ہو رہا تھا، ناظمِ اعلیٰ حضرت مولانا عزیزالرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم بنائے گئے، ناظمِ اعلیٰ کے بعد ناظم ہوتا ہے۔

حضرتِ اقدسؒ نے فرمایا کہ ناظم محمد اِسماعیل ہوگا۔

شاہینِ ختمِ نبوّت مولانا اللہ وسایا مدظلہٗ راوی ہیں کہ لندن کے ایک سفر سے واپسی پر مدینہ طیبہ حاضری ہوئی، مخدوم زادہ حضرت حافظ محمد عابدؒ اور میں حضرتِ والاؒ کی خدمت میں مصروف تھے کہ حافظ صاحبؒ گویا ہوئے: ''مولانا اللہ وسایا کوئی بات ہی سنا دیں۔''

تو اس پر میں نے ایک واقعہ عرض کیا کہ حضرت امیرِ شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ گوجرانوالہ دفتر میں قیام فرما تھے، اور تکیہ کا سہارا لیا ہوا تھا، اتنے میں مجلس کے مشہور ورکر چوہدری غلام نبی امرتسریؒ حاضر ہوئے، اور کہا: شاہ جی! آپؒ کے کہنے پر جیل میں گیا، ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنیں، حتیٰ کہ رولر پھیر کر بندہ کو قوّتِ مردمی جیسی نعمت سے محروم کردیا گیا، صبح سے خیال آرہا تھا کہ آپ جنت میں مزے کریں گے، پتا نہیں ہمیں بھی یاد رکھیں گے یا نہیں؟ شاہ جیؒ نے تکیہ کا سہارا چھوڑ دیا اور سنجیدہ ہوکر فرمانے لگے: غلام نبی! پھر کہو کیا کہا؟ تو غلام نبیؒ نے وہ جملے دوبارہ دُہرائے تو اس پر شاہ جیؒ نے فرمایا: غلام نبی! اگر میرے اللہ نے مجھے جنت میں داخلہ عنایت فرمادیا تو میں دست بستہ عرض کروں گا، یا اللہ! جب تک تیرے محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختمِ نبوّت کے رضا کار جنت میں نہیں جاتے تو میں ان کے بغیر بے کار رہوں۔

مولانا فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ سنا کر میں خاموش ہوگیا، تو حافظ صاحبؒ نے فرمایا: مولوی صاحب! پوری بات کرو۔ میں سمجھ گیا تو میں نے عرض کیا کہ حضرتِ والا اس وقت شاہ جیؒ کی مسند پر ہیں اور بندہ غلام نبیؒ کی طرح، آپؒ قیامت میں ہمارا کوئی خیال فرمائیں گے کہ نہیں، اس پر حضرتِ والاؒ نے ارشادفرمایا: اِنشاء اللہ العزیز اگر اللہ پاک نے مجھے جنت میں داخلہ عنایت فرمادیا تو میں بھی وہی کہوں گا جو جملے حضرت امیرِ شریعتؒ نے ارشادفرمائے۔

مولانا اللہ وسایا فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خانقاہ شریف میں حاضری ہوئی اور حضرتِ اقدسؒ خوشگوار موڈ میں تھے، تو میں نے وعدہ یاد دِلایا تو حضرتِ والاؒ نے فرمایا: ہاں وعدہ یاد ہے۔

چھوٹوں کی حوصلہ افزائی

بندہ ۱۹۸۵ء سے ۱۹۹۰ء تک بہاولپور مجلس کا مبلغ رہا، اس عرصہ میں ایک مرتبہ میانوالی کے مشہور قصبے ''ہرنولی'' میں ایک تبلیغی پروگرام کے سلسلے میں دو تین روز رُکنا پڑا، ان دِنوں ہرنولی میں بعض حضرات نے اُدھم بپا کر رکھا تھا، ہر روز صبح کے درس میں حیات النبی ﷺ کے عقیدہ کے خلاف حوالہ جات پیش کرتے۔ بندہ نے ایک درس سنا تو اگلی رات بندہ نے اپنے تبلیغی جلسے سے خطاب کرتے ہوئے انہیں کہا کہ رحمتِ عالم ﷺ کی ذاتِ گرامی کو موضوعِ بحث بنانا اور اپنے آپ کو دیوبندی کہلانا، یہ علمائے دیوبند کے مزاج کے خلاف ہے۔ یا دیوبندی کہلوانا بند کردو، یا علمائے دیوبند کے عقائد کی کتاب ''المہند علی المفند'' کے مطابق ان کے عقائد کی تصحیح کرلو۔ تو ہرنولی سے تعلق رکھنے والے جماعتی کارکن راؤ محمد حنیفؒ کی معیت میں حضرتِ والاؒ کی خدمت میں حاضری ہوئی، راؤ محمد حنیفؒ نے رات کی گفتگو بیان کی اور کچھ تحسین کے جملے بھی کہے، تو حضرتِ اقدسؒ اس پر بہت خوش ہوئے۔

چنانچہ اسی سال چنیوٹ میں ختمِ نبوّت کانفرنس کے موقع پر حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ جو حضرتؒ کے عہدِ امارت میں مجلس کے ناظمِ اعلیٰ تھے، انہیں ''ہرنولی'' کی بندہ کی گفتگو اِرشادفرمائی، اس پر ہمارے مولانا محمد شریف جالندھریؒ نے پوچھا کہ حضرت! اپنے مولوی جی (محمد اِسماعیل) بیان میں کامیاب بھی رہے یا نہ؟ تو حضرتِ اقدسؒ نے ایسے جملے اِرشادفرمائے کہ مولانا محمد شریف جالندھریؒ بھی مسرت سے جھوم اُٹھے۔ (فالحمدللہ...مرتب)

***

حضرت خواجہ خان محمدؒ اور شہدائے ختمِ نبوّت ساہیوال ۱۹۸۴

قاری سعید بن شہید، ساہیوال

حضرت خواجہ خان محمدؒ کی زیارت پہلی مرتبہ اس وقت ہوئی جب فرقۂ مرتدہ مرزائیہ کے ہاتھوں ۳۰؍محرم الحرام ۱۴۰۵ھ بمطابق ۲۶؍اکتوبر ۱۹۸۴ء بروز جمعۃ المبارک دو مسلمان قاری بشیر احمد حبیبؒ مدرّس جامعہ رشیدیہ (میرے والد، اور حضرت مولانا حبیب اللہ رشیدیؒ کے داماد کہ ان کی بھانجی، میری والدہ ان کے نکاح میں تھیں) اور پولی ٹیکنیکل کالج ساہیوال کے اِنتہائی صالح نوجوان جناب اظہر رفیق شہیدؒ ہوئے۔ ۲۷؍اکتوبر ۱۹۸۴ء ساہیوال شہر میں مکمل ہڑتال تھی، پورے شہر میں اِجتماعی پروگرام ہو رہے تھے، شہدائے ختمِ نبوّت کے جنازے کمیٹی گراؤنڈ ساہیوال میں حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ، حضرت مفتی زین العابدین صاحبؒ، مولانا ضیاء القاسمی صاحبؒ، مولانا حق نواز جھنگوی صاحبؒ، مولانا اشرف ہمدانی صاحب، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحبؒ، سیّد امیر حسین گیلانی صاحبؒ، مولانا سلیمان طارق صاحبؒ، مولانا سیّد عبدالمجید ندیم صاحب و دیگر اکابرینِ احرار و عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت، اس وقت کی تمام جماعتوں کے قائدین و رہنماؤں کی قیادت میں لائے گئے۔

میری عمر قریباً ۱۳ سال سے کچھ کم ہوگی، میرے لئے اپنے والد کی شہادت عظیم حادثہ تھا، مگر میں چاہتا تھا کہ میرے والد کا جنازہ ہمارے خاندان کے اکابرین میں سے یا مولانا محمد عبداللہ صاحب رائے پوریؒ شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ یا پھر مولانا ولی محمدؒ ہڑپہ والے جو حضرت رائے پوریؒ کے خلفاء میں سے تھے، یا پھر مجاہدِ ملت مولانا فاضل حبیب اللہ صاحبؒ پڑھائیں گے، مگر میں نے دیکھا کہ ایک بہت ہی عظیم ہستی کو ہمارے خاندان کے سب سے بڑے جنازے کے لئے لائے تو میں حیران تھا کہ یہ کتنی بڑی ہستی ہوگی، پھر اس دن کے بعد اس عظیم ہستی سے جو محبت میرے دِل میں پیدا ہوئی وہ لفظوں میں بیان نہیں کی جاسکتی، یہ تھے خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ۔

شہدائے ختمِ نبوّت کے کیس کے سلسلے میں حضرت مولانا حبیب اللہ رشیدیؒ، حضرت خواجہ

صاحبؒ سے مشورہ کرتے اور عمل کرتے، اس کیس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت و مجلس اَحرارِ اسلام اور حضرت خواجہ صاحبؒ کا تعاون مثالی ہے، حضرت خواجہ صاحبؒ کی طرف سے ''الرشید'' میں اپیل بھی چھپی اور حضرتؒ نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کی طرف سے شہدائے ختمِ نبوّت ساہیوال کیس کے لئے چونتیس ہزار روپے فراہم کئے، اور اس سارے کیس میں جامعہ رشیدیہ، مولانا حبیب اللہؒ و عبداللطیف خالد چیمہ کی سرپرستی فرمائی۔

شہدائے ختمِ نبوّت کے حوالے سے جب لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ یہ لوگ تو کلمہ مٹانے گئے تھے، یہ شہید کیسے؟ تو حضرت مولانا حبیب اللہؒ نے حضرت خواجہ صاحبؒ کے مشورے سے مختلف حضرات سے فتویٰ مانگا کہ جو مسلمان مرزائیوں کے معابد میں مرزائیوں کے ہاتھوں شہید کردیئے جائیں، کیا وہ شہید کہلائیں گے؟ تو اس پر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، حضرت مفتی ولی حسن صاحبؒ بنوری ٹاؤن و جامعہ اشرفیہ لاہور نے تفصیلی فتویٰ لکھا جو پڑھنے کے لائق ہے۔

۲۶/اکتوبر ۱۹۸۵ء جامع مسجد عیدگاہ میں شہدائے ختمِ نبوّت کانفرنس کا اِنعقاد کیا گیا، حضرت خواجہ صاحبؒ نے صدارت فرمائی، بعد اَز عصر جلوس کی شکل میں شہیدانِ ختمِ نبوّت کی جائے شہادت پر مشن چوک کا بورڈ ہٹا کر اس وقت کی بلدیہ کے سربراہ کے ساتھ حضرت خواجہ صاحبؒ نے چوک شہیدانِ ختمِ نبوّت کا بورڈ نصب فرمایا جو کہ آج بھی ساہیوال میں حضرت خواجہ صاحبؒ کی یادگار کے طور پر نظر آرہا ہے۔ مرزائیوں نے بہت جدوجہد کی کہ یہ بورڈ یہاں سے ہٹایا جائے، مگر اس مردِ قلندر کے ہاتھ کی برکت ہے کہ وہ ابھی تک چوک میں شہیدانِ ختمِ نبوّت اور حضرت خواجہ صاحبؒ کی یاد دِلا رہا ہے:

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

❋

امانتیں سپرد

مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ نے اپنے خلیفہ حضرت خواجہ خان محمدؒ کے بارے میں فرمایا کہ جو امانتیں اور خزانے میرے شیخ خواجہ احمد خانؒ نے مجھے عنایت فرمائے تھے، وہ سارے کے سارے میں نے خان محمد صاحب کے سپرد کردیئے ہیں۔ (ماہنامہ حق نوائے احتشام کراچی جولائی ۲۰۱۰ء رجب ۱۴۳۱ھ)

قائدِ جمعیت کا خانقاہ سراجیہ میں خطاب

ترتیب: عبدالرحمٰن ضیاء نقشبندی مجددی

مورخہ ۷رمئی ۲۰۱۰ء بروز جمعۃ المبارک بعد از نماز ظہر حضرت مولانا خواجہ خان محمد قدس سرہ کے وصال کے بعد مسجد خانقاہ سراجیہ میں نہایت سادگی سے ایک پُر وقار مجلس منعقد ہوئی، جس میں حضرتؒ کے پانچوں خلفاء حضرت حاجی عبدالرشید صاحب رحیم یار خان، حضرت مولانا نذر الرحمٰن صاحب رائیونڈ، حضرت مولانا عبدالغفور صاحب ٹیکسلا، حضرت مولانا گل حبیب صاحب بلوچستان، حضرت مولانا محبّ اللہ صاحب لورالائی اور حضرت رحمہ اللہ کے خاندان کے تمام حضرات اور خانقاہ سراجیہ میں موجود سب مریدین اور متوسلین شریک تھے۔ اس مجلس میں پانچوں خلفاء نے متفقہ طور پر حضرت مولانا عزیز احمد صاحب اور مولانا خلیل احمد صاحب کو سلسلہ کی اجازت خلافت اور نسبت باطنیہ سے نوازا اور دستارِ خلافت عنایت کی۔ اس کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی مسند نشینی کا اعلان کیا گیا اور حضرت مولانا عزیز احمد صاحب کو مجلس ختم نبوّت، جمعیت علمائے اسلام، خانقاہ سراجیہ بنگلہ دیش، انگلینڈ وغیرہ بیرون ممالک سے متعلقہ امور کا ذمہ دار مقرر کیا گیا، اس مجلس سے قائدِ جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے رُوح پرور بیان کیا، پھر حاجی عبدالرشید صاحب نے خطاب کیا اور دُعا ہوئی۔ اس کے بعد تمام حاضرین نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے ہاتھ پر تجدیدِ بیعت کی۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہٗ نے اپنے خطاب میں فرمایا:

خطبۂ مسنونہ کے بعد:

حضرات علماء کرام، قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کے تمام خلفاء اور متوسلین و معتقدین! حضرت صاحب رحمہ اللہ کا وجود مسعود، ہمارے لئے ایک بہت بڑا گھنا سایہ تھا، آج وہ سایہ ہمارے سروں سے اٹھ چکا ہے، تاریخ میں انبیاء علیہم السلام، ان کی سرپرستی اور قیادت سے اُمت محروم ہوئی ہے اور یہ محرومی ہر زمانے میں اُمت کا بہت بڑا خسارہ تصور کیا جاتا تھا، آج حضرت رحمہ اللہ کی رحلت ایک بار پھر پوری

اُمت کے لئے ایک بہت بڑا خسارہ ہے، پوری اُمت کے لئے ایک بہت بڑا دھچکا ہے اور اس کے سوا کر بھی کیا سکتے ہیں کہ اپنے رَبّ سے صبر کی دُعا کریں، اللہ سے تسلی مانگیں، اللہ رَبّ العزت کے علاوہ ان غمزدہ دلوں کو اور کوئی تسلی نہیں دے سکتا۔ حضرتؒ کی جدائی سے ان کے متعلقین ومتوسلین کو جو صدمہ پہنچا ہے، اس صدمے کا ازالہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت ومہربانی سے ہی کرسکتا ہے۔ حضرتؒ کا یہ سانحہ ارتحال صرف اس خانقاہ کا نقصان نہیں ہے، صرف حضرتؒ کی اولاد کا نقصان نہیں ہے بلکہ یہ پوری اُمت کا نقصان ہے اور کل کے جنازے کے اجتماع میں لوگوں کا یہ ہجوم اور تاحدِنظر انسانوں کے سر ہی سر، یہ خالصتاً حضرتؒ سے عقیدت اور روحانی تعلق ہی تھا کہ دُنیا میں اس تعلق سے بڑھ کر اور کوئی تعلق نہیں ہے، حضرتؒ نے دُنیا کی یہ محبت کیسے حاصل کی؟ یہ قبولیت کیسے حاصل کی؟ یہ جہان جہان کی محبتیں اور روحانیت اور یہ تمام عالم کا غمگین ہونا، آخر یہ کیا چیز تھی؟ یہ خاموش مبلغ جنہوں نے کبھی کسی جلسے میں خطاب نہیں کیا، کبھی پند ونصیحت کی محفلیں نہیں جمائیں، اس کے باوجود ان کا یہ خاموش پیغام کس طرح لوگوں کے دلوں کے اندر جاگزیں ہوا؟ حضرت نے اپنے احساسات کو کس طرح لوگوں کے دلوں کی گہرائی تک پہنچایا، یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کی دین تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کے اندر جو صلاحیت پیدا کی، یہ اسی کا اثر تھا اور آج دُنیا جو غم میں ڈوبی ہوئی نظر آرہی ہے یہ حضرت کا اخلاص تھا جو آپ نے اپنے نصب العین، اپنے مشن اور اپنے کاز کے ساتھ ثابت کر کے دکھایا اور حضرتؒ نے کس کس طرح لوگوں کو کھینچ کھینچ کر اپنے رَبّ کے ساتھ ملایا؟ اپنے رَبّ کے ساتھ مخلوق کا رشتہ جوڑنے میں حضرتؒ کا کتنا عظیم کردار ہے؟ جو آج ہر شخص اپنی آنکھ سے دیکھ سکتا ہے۔

میرے محترم دوستو! ہمارا عقیدہ اور ایمان ہے کہ دُنیا میں جو بھی آیا، جانے کے لئے آیا، ہمیشہ ہمیشہ یہاں رہنے کے لئے کوئی نہیں آیا، کتنے کتنے عظیم لوگ دُنیا میں آتے رہے اور جاتے رہے، اور اکابر کی ساری زندگی کی تعلیم وتربیت جو انہوں نے ہمیں دی ہے، آج اس پر ہماری نظر نہیں رہی کہ انہوں نے ہمیں کیا سمجھایا؟ اللہ رَبّ العزت نے صحابہ کرامؓ کی جماعت کو جو تعلیم دی وہ ہم سب کے لئے تعلیم ہے اور ہمارے اکابر نے بھی ہمیں وہی تعلیم دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اپنی اُمتوں کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نہیں رہے، موت کا یہ پردہ بہرحال درمیان میں حائل ہوگیا اور ایک جدائی درمیان میں آئی، اگر ہم اپنے اکابر کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں اور ان کی عقیدت کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں تو پھر جس نصب العین کے ساتھ حضرتؒ وابستہ تھے تو ہم بھی اسی نصب العین کے ساتھ وابستہ رہیں۔ اب اگلی بات یہ ہے کہ ہم حضرتؒ کی رُوح کا تصور کریں کہ حضرتؒ ہمارے اُوپر بہت بڑا بوجھ چھوڑ گئے ہیں کہ جس چیز پر انہوں نے ہمیں کھڑا کیا ہے یہ ہمارا امتحان ہے کہ ہم اس چیز پر قائم رہتے ہیں یا نہیں؟ اب ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم اس سلسلے کو آگے چلائیں، اس کو قائم دائم رکھیں، جب بھی اس قسم

کے اکابر دُنیا سے جاتے ہیں تو پھر پوری جماعت میں یہ فکر دامن گیر ہوجاتی ہے کہ ان کا جانشین کون ہوگا؟ اس کام کو کون سنبھالے گا؟ اس نظم کو کون سنبھالے گا؟

”واذ ابتلٰی ابراھیم ربه بکلمات فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماماً قال ومن ذریتی قال لَا ینال عھدی الظّٰلمین۔“

قرآنِ کریم کی اس آیت میں ایک زرّیں اُصول بیان کیا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کا امتحان لیا اور وہ اس امتحان میں پورے اُترے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عظیم الشان مرتبہ اِمامت عنایت فرمایا اور فرمایا: ”انی جاعلک للناس اماماً“ تو اِبراہیم علیہ السلام نے بتقاضۂ بشریت فرمایا: ”ومن ذریتی“ تو جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”لَا ینال عھدی الظّٰلمین“ نااہل ہمارے عہد کے قریب بھی نہیں آسکتے۔ ہمارے اکابر نے اپنی زندگی میں اسی اُصول پر عمل کیا، محض خاندانی خلافت پر عمل نہیں کیا، اگر صلاحیت اور اہلیت ہے تو ٹھیک ہے ورنہ نہیں۔ اور آج ہمیں خوشی ہے اور ہمیں فخر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرتؒ کو اولاد دی الحمدللہ! باصلاحیت دی اور ہم یہ دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس خانقاہ کے فیض کو اسی خاندان میں جاری وساری رکھے، ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے اور ہمیں خوشی ہوگی۔

ہمارے صاحبزادے عزیز احمد صاحب، صاحبزادہ خلیل احمد صاحب، صاحبزادہ رشید احمد صاحب، صاحبزادہ سعید احمد صاحب، صاحبزادہ نجیب احمد صاحب اور جہاں تک میرا ذاتی تعلق ہے وہ یہ ہے کہ ایک باپ کو اپنی اولاد کے لئے جو فکر دامن گیر ہوتی ہے میں نے وہی فکرمندی اپنے اندر پائی ہے اور میں خود کو اس خاندان کا ایک فرد تصور کرتا ہوں، میرے پاس کسی نے سیل پر میسج بھیجا کہ آپ دوسری مرتبہ یتیم ہوگئے ہیں، اس نے یہ ٹھیک سمجھا اور مجھے یہ تعلق میرے والد محترم رحمہ اللہ کی طرف سے منتقل ہوا، ہم جس محاذ پر کام کررہے ہیں، یہ طوفانوں کا میدان ہے، میں ہر جگہ یہ گواہی دوں گا کہ جب بھی ہماری طرف کوئی طوفان آنے لگا تو حضرتؒ اس طوفان کے سامنے پہاڑ تھے، تو پھر ہم کیوں نہ کہیں کہ ہم نے اتنی بڑی متاع کھودی ہے، وہ میرے لئے اتنی بڑی متاع تھے، میں اتنی بڑی متاع سے محروم ہوا ہوں، لیکن بہرحال ہمارے صاحبزادگان کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے، اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضرت کو ایسی طاقت دی تھی کہ حضرتؒ نے اس صحرا میں جو اہلِ دُنیا کی محبت اور فریفتگی جمع کررکھی ہے اس کی نظیر ملنا مشکل ہے، بہرحال اب یہ آپ کا امتحان ہے اور آپ کے رویوں پر دارومدار ہے کہ یہ حضرات خوب سے خوب حالت پر برقرار رہیں، پہلے اپنے گھر میں، بھائیوں میں اور خاندان کے لوگ ایک دوسرے کا سہارا بنیں، ایک دوسرے سے محبت کا تعلق قائم رکھیں، پورے ماحول کو سنبھالیں۔ کل میں ایک کتاب کا مطالعہ کررہا تھا جس میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا اثر منقول تھا۔ حدیث تو لمبی ہے، اس کا ایک ٹکڑا ہے

اس نے مجھے بہت متأثر کیا، فرمایا:

"ما تکرھون فی الجماعة خیر کم مما تحبون فی الفرقة۔"

ترجمہ: "جماعت کے اندر کوئی ناپسندیدہ چیز اکیلے ہونے کی حالت میں پسندیدہ چیز سے بہتر ہوتی ہے، یعنی ساری خیر جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے کی صورت میں ہی ہے۔"

میں آج جب ظہر کی نماز میں حاضر ہوا تو مجھے بتایا گیا کہ حضرتؒ کے خلفاء کے مشورہ سے خصوصاً حضرتؒ کے بڑے خلیفہ حاجی عبدالرشید صاحب جو حضرتؒ کے ہمعصر بھی ہیں اور حضرتؒ کے شانہ بشانہ بھی رہے ہیں اور حضرتؒ کے دوست بھی ہیں اور انتہائی قریبی خلفاء میں سے ہیں اور میں جب ان کو دیکھتا تھا تو مجھے خیال ہوتا تھا کہ وہ حضرتؒ کے مزاج کو خوب سمجھتے ہیں، حضرتؒ خود خاموش رہتے تھے اور اگر کسی کو نصیحت کرنی ہوتی تو حاجی صاحب نصیحت کرتے تھے اور اگر کسی کو ڈانٹنا ہوتا تو بھی یہی ڈانٹتے تھے اور یہ سب ہماری خوش قسمتی ہے اس وقت اس ماحول میں ہمارے پاس ایک ایسے رہنما موجود ہیں جو حضرتؒ کے مزاج کو بھی جانتے ہیں، خاندان کو بھی جانتے ہیں اور گھر کے ماحول کو بھی جانتے ہیں، اندر کی اچھی بھلی صورتِ حال کو بھی جانتے ہیں اور سب کاموں سے بڑھ کر اس بات پر مجھے خوشی ہوئی ہے کہ خانقاہ کی ذمہ داری اور حضرتؒ کی خلافت کے لئے اور حضرتؒ کے اس سلسلے کو آگے بڑھانے کے لئے حضرات کی مشاورت کے ساتھ صاحبزادہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کو منتخب کیا ہے اور ختمِ نبوّت کا کام اور خانقاہ سراجیہ ڈھاکا، بنگلہ دیش اور انگلینڈ وغیرہ بیرون ممالک سے متعلقہ معاملات صاحبزادہ عزیز احمد صاحب کے سپرد کئے گئے ہیں کہ وہ ان تمام معاملات کو آگے بڑھائیں گے، میں نے یہ پہلے عرض کیا کہ تمام معاملات کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتا ہے، پہلے حضرت صاحبؒ ان کاموں کو بخوبی انجام دیتے رہے اور آج اتفاقِ رائے اور دُعا کے ساتھ اس معاملے کو طے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی خلیل احمد صاحب کو اس پر اِستقامت نصیب فرمائے اور خلافت کے بعد اس کام کو آسان فرمائے اور ہمیشہ کے لئے مرجعِ خلائق بنائے اور یہ تب ہی ہوسکتا ہے کہ گھر کے اندر سے گرم ہوائیں باہر نہ جائیں، گھر سے ٹھنڈی ہوائیں باہر جائیں، محبت کی ہوائیں چلیں، اتحاد کی ہوائیں چلیں اور اللہ تعالیٰ ان سب کو آباد رکھیں اور قائم و دائم رکھیں اور میرے خیال میں آپ سب کی رائے میرے ساتھ ہوگی۔ (سب کی طرف سے تائیدی جواب بلند ہوا: اِنشاء اللہ!)۔ اس کے بعد حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اور حضرت کے خلیفہ حاجی عبدالرشید صاحب نے اپنے دست مبارک سے حضرات کی دستار بندی کرائی۔

***

حریمِ نبوّت کا پاسباں

مولانا سیّد احمد یوسف بنوری

انسانی تاریخ میں ایسی نادر روزگار ہستیاں منصۂ شہود پر آئیں کہ اس بزمِ ہست و بود کی رونق ہی ان ہی کے کمالات اور کارناموں کے دم سے ہے۔ ان اصحاب کمال میں ہر نوع کے ماہرین فن تھے، ان میں بعض ایسے ہنر مند تھے جن کے دستِ اعجاز سے سنگ وخشت کی ایسی مجسم شکلیں وجود پذیر ہوئیں جو آج عجائباتِ عالم میں شمار ہوتی ہیں، ان میں ایسے سائنسدان بھی تھے جنہوں نے افلاک کی پنہائیوں میں کمند ڈالے،، سورج کی شعاعوں کو گرفتار کرنے کی سعی کی، ایسے شمشیر بدست سپہ سالار اور جرنیل تھے جن کی یلغار سے پاتال بھی محفوظ نہ رہ سکا، اور ایسے فلسفہ طراز بھی تھے، جن کی نکتہ رسی کے باعث دنیا میں کئی نظاموں کے غلغلے بلند ہوئے، مگر عہد حاضر کے انسان کا المیہ یہ ہے کہ وہ اس بھیڑ چال میں اپنے واقعی محسنوں اور حقیقی نجات دہندوں کو پہچاننے سے عاجز رہا، یہی اس کی بے کلی اور درماندگی کا سبب ہے۔

انسان کے حقیقی محسن وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں، جن کے نورِ بصیرت سے ایسی شمعیں روشن ہوئیں، جس سے اس کی شبِ تاریک سحر ہوسکی، جن کے قلوب کے سوز و گداز سے اس کے من کی دُنیا آباد ہوسکی اور جن کے وجود کی لطافتوں سے اس کی روح کو طاقتِ پرواز ملی، یہ برگزیدہ ہستیاں، علماء کرام، مصلحین وقت اور صوفیاء عظام کی صورت میں جلوہ افروز رہیں، اللہ کے ولیوں کا یہی سلسلۃ الذہب تھا، جس کی وجہ سے یہ عالم ناسوت اپنی ساری تباہ حالیوں اور جملہ بربادسامانیوں کے فنا کے گھاٹ نہیں اترا، خلّاق عالم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ حقیقت ترجمان سے یہ اعلان کروادیا تھا کہ جب تک ایک شخص بھی اس دنیا میں اللہ اللہ کرنے والا باقی رہے گا، یہ بساط دنیا لپیٹی نہیں جائے گی۔

سرتاج الاولیاء امام الاتقیاء، جنیدِ وقت، شبلی زماں، جیلانی دوراں، خواجۂ خوجگاں حضرت خواجہ خان محمد صاحب (نوّر اللہ مرقدہٗ، تغمدہ اللہ بغفرانہ) اسی سلسلے کے سرخیل اور گل سرسبد تھے، کوئی پوچھے کہ اس دراز قد، آہو چشم اور شاہین صفت میں ایسا کیا سحر تھا کہ اس کے روٹھنے سے سارا میکدہ ہی

اجڑ گیا، اس نے ادا بدلی تو بہاریں خزاں ہوگئیں اور اس کے جانے سے چمن ہی ویران ہوگیا، میرے نزدیک اس کی مسیحائی کا اصل اعجاز یہی تھا کہ اس کی ایک نیم باز نظر دلوں کو وہ سکون بخشتی تھی کہ جس کی قیمت پر یہ جہانِ فانی ہیچ ہے، ہزاروں میل کی مسافتیں طے کر کے خلقت کا ہجوم دکھ و آلام کا بوجھ لیے اس کے در چلے آتے، مگر ان کی محبت کے چند لمحات انہیں ایسی فرحت پہنچاتے جس کا بدل کل دنیا کے خزانے نہیں ہوسکتے، لوگوں کی بدقسمتی یہ ہے کہ غلط دکانوں پہ غلط سودا تلاش کرنے لگتے ہیں اور سونے کا وزن لوہے کے ترازو پہ کرنا چاہتے ہیں، مادیت کے سوداگردوں کے ہاں حضرت کی صحبت سے حاصل ہونے والے جواہر ریزے شاید جنسِ کاسد ٹھہریں مگر اہل دل کے ہاں یہ لمحات اب متاعِ از دست رفتہ کی حیثیت رکھتے ہیں، دلائل کی گرم بازاری، عقل وخرد کی خشک مغزی اب بھی موجود ہے، مگر روح وقلب کی اتاہ گہرائیوں سے اٹھنے والی موجِ لطیف اب کہاں تلاش کریں جو کندیاں کے بیابانوں میں گل وگلزار کھلادیتی تھی۔

نسل نو کا مسئلہ یہ ہے کہ انہوں نے بزرگوں کی حکایتوں کو کتابوں میں پڑھا اور واعظوں کے اقوال میں سنا، مگر آنکھ سے دیکھنے کی سعادت سے محروم ہے، خدائے بزرگ و برتر کا ہر بنِ مو سے شکر ہے کہ خواجۂ خواجگان کی زیارت سے ان آنکھوں نے جلا پائی، اس ہیچمداں کو حضرت کی خدمت میں چند مرتبہ حاضری نصیب ہوئی، محدث العصر حضرت بنوریؒ سے حضرت خواجہ صاحبؒ کے تعلق کی نوعیت نہایت دلچسپ اور پر کیف تھی، خواجہ صاحب حضرت بنوریؒ سے تلمذ کو باعثِ فخر سمجھتے تھے اور استاد کا عالم یہ تھا کہ انہوں نے تحریک ختم نبوت کی امارت اس شرط پر قبول کی کہ خواجہ صاحب نائب امیر کی ذمہ داریاں سنبھالیں، حضرت خواجہ سے جتنی ساعتیں بھی ملاقات کی نصیب ہوئیں میں نے ہمیشہ انہیں حضرت بنوریؒ کی نسبت کا لحاظ کرتے پایا، نسبتوں کا یہ لحاظ ہمارے لیے بڑا سبق آموز ہے۔

اس انحطاط پذیر دور میں کہ جس میں اشخاص کا علمی قد ان کی دراز گوئی سے ناپا جاتا ہے حضرت خواجہ صاحب نے خاموشی کو شعار بنائے رکھا، فی زمانا ظرف کی تنگی کا عالم تو یہ ہے کہ کسی کو چار لفظوں سے شناسائی کیا ہوئی کہ "اَحَطتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِہٖ" (مجھے وہ معلوم ہے جس کی تمہیں خبر نہیں) کا دعویٰ زبان پہ جاری ہوگیا۔ مگر حضرت اس عہد میں تصوف کے بحرِ ناپیدا کنار کے یکتا غواص تھے، سلسلۂ نقشبندیہ کے سرخیل سمجھے جاتے تھے، تصوف کی مشکلات علمیہ کا ان سے بڑا واقف ملنا شاید ممکن نہیں، مگر مجال ہے کہ آپ کی زبان سے ایسا جملہ سرزد ہو جس سے علمیت کا رعب جھلک سکے۔ کئی مرتبہ اصاغران کے سامنے کسی مسئلے پر کوئی مباحثہ چھیڑ دیتے مگر حضرت سوائے زیر لب مسکراہٹ کے اس میں قطعا شریک نہ ہوتے، آپ انہی سلاطینِ تصوف میں سے تھے جنہوں نے منصور کے نعرہ "انا الحق" کے بارے میں کہا

تھا کہ ایک قطرہ پیا تھا پر سنبھالا نہ گیا، ہم ہیں کہ دریا پیے بیٹھے ہیں مگر اظہار نہیں کرتے، مگر کمال یہ ہے کہ اس قدر مہر بہ لب ہونے کے باوجود ارشاد کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوا، حضرت مجدد الف ثانیؒ نے سچ کہا تھا کہ جس نے ہماری خاموشی سے کچھ نہ سیکھا، وہ ہمارے بولنے سے کیا حاصل کر پائے گا۔

تحریک ختم نبوت جو کہ حریمِ نبوت کی پاسبانی اور ناموسِ رسالت کے تحفظ کا نام ہے، اس میں حضرت خواجہ صاحبؒ کا تابناک کردار تو حرف ولفظ کے بیان کا محتاج نہیں ہے، اس کی سربراہی اکابر کے بقول منصبِ صدّ یقیت ہے، جس کے لیے انتخاب عالم بالا میں ہوا کرتا ہے، بلا شبہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ عالمِ اسباب میں حضرت کی ذات والا صفات کے سہارے ہی یہ تحریک اپنے مقاصد حاصل کرسکی، اس تحریک کے ہر پُر خطر اور جذبات انگیز موقع پر آپ نے جس طرح مسلک اعتدال کو اپنائے رکھا، وہ مذہبی تحریکوں کے لیے ایک روشن باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ آپ ہی کی شخصیت کا اثر تھا کہ آج اعدائے اسلام کی پوری کوشش کے باوجود یہ تحریک سیاسی اور مسلکی وابستگیوں سے بالاتر ہو کر مسلمانوں کا مذہبی فریضہ اور روحانی وظیفہ بن چکی ہے، ان سارے مراحل میں کہ جس میں اپنوں کے بیگانہ اور غیروں کے ناخوش ہونے کا خطرہ ہر دم موجود تھا، آپ نے کس ہنرمندی سے اس کی ناخدائی کی، مؤرخ پر اس کی داستان لکھنا ابھی باقی ہے۔

جس زود فراموش دنیا میں سید الطائفہ جنید بغدادیؒ کی رحلت ماضی کا ورق ہوئی، شبلی کی مفارقت کا سانحہ برداشت کرلیا گیا، حضرت جیلانیؒ وابن عربیؒ کی مجلسوں کا اجڑنا گوارا کرلیا گیا، وہ حضرت خواجہ صاحبؒ کی وفات کو بھی اپنے سینے میں دفن کر لے گی، مگر محرمانِ راز اور واقفانِ حال کے لیے اب ایک راکھ کر دینے والی حسرت کے سوا بچا کیا ہے۔

❊

''میم'' اور ''الف'' کا فرق

حضرت خواجہ احمد خان صاحبؒ نے اپنی زندگی میں پیشین گوئی فرمائی تھی کہ اس خانقاہِ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کی گدی پر میرا اہم نام گدی نشین ہوگا، اس پر میرا فیضِ خاص ہوگا، اور وہ وقت کا اِمام ہوگا، اسے دُنیا دیکھے گی، چہار دانگِ عالم میں اس کا شہرہ ہوگا، اس کے اور میرے نام میں ''الف'' اور ''میم'' کا فرق ہوگا۔

حضرت خواجہؒ کے لئے

محمد یونس خان ہویدا

Makhdom-e-Zaman SyednawMurshidna Hazrat Maulana Abul Khalil Khan Muhammad Rehmat Ulla Alaih

The great soofi saint
had bonr in 1920 A.D
at village Dung, Distt: Mianwali.
His fatherHazrat Malik Khawaja
Muhammad Umer was a famous
and influential landlord.

Hazrat Maulana Khan Muhammad Sahib,
had obtaind preliminary education
from Lower Middle School Khola Sharif
Distt: Mianwali.

The spiritual guidence he received
from Hazra Maulana Abul-Sad
Ahmad Khan. The learned Maulana
Sahib arranged further education of Khan
Muhammad Sahib at Khanqahe Serajia Sharif.

At Khanqahe Serajia Sharif, Khan Muhammad
Sahib received education from Maulana Pir Abdul
Latif Shah, and other subjects were taught to him by
Hazrat Maulana Muhammad Abdullah Ludhyanavi.

Thereafter, Hazrat Khan Muhammad Sahib,
joined Darul Uloom Azizia Bhera, Distt: Sergodha
for advance Arabic education. There he
spent alomst 3 years to complete his studies.

Hazrat Khan Muhammad Sahib joined Darul Uloom Dewband in 1943 A.D to attain proficiency in his studies pertaining to Qur'an, Hadith and Tafseer.

After completing his studies in Darul Uloom Dewband, he retruned to 'Khanqahe Serajia-Naqshbandia Mujaddidia'. Here he widley studied Maktoobate Imame Rabbani Mujaddid Alfesani Shaikh Ahmad Farooqi Serhindi Qudus Sirahoo.

Hazrat Khan Muhammad Sahib also entered into Madrasa Sadia and imparted customary education to the stuednets, Maulana Abdulla Khalid Sahib also benefitted from Madrasa Sadia.

For a long time Hazrat Khan Muhammad Sahib remaind under tha supervision of Hazrat Maulana Abus-Saad Ahmad Khan - he rendered commendable services in all the areas of work entrusted to him.

After the death of Hazrat Maulana Abus-Saad Ahmad Khan, Hazart Khan Muhammad Sahib successfully completed Soluk under the supervision of Hazrat Maulana Abdullah Ludhyanavi Sahib. No doubt he rendered admirable services in all the areas at Khanqahe Serajia Sharif.

After completing education under Silsilae A'lia Naqshbandia Mujaddidia, he was given Khilafat of four orders (1)Naqshbandia Mujaddidia, (2)Qadria, (3)Chishtia and 4th one Suharverdia, as also he shouldered Khilafat of Qalandria, Madaria and Kabroya.

Hazrat Mualana Khan Muhammad Sahib faced 'Namoose Risalat' ordeal in 1953 with great vision and bravery. In this connection he also braved jail terms.

In 1956 Hazrat Maulana Muhammad Abdullah Qudus Sirahoo died in peace. Thereafter people attached to Khanqahe Serajia Sharif and elswahere accepted Hazart Maulana Khan Muhammad Sahib as their Khalifa.

As a jansashin (successor) Hazrat Maulana Khan Muhammad Sahib supervised Khanqahe Serajia Sharif to his best and guided the followers in accordance with Qur'an and Sunnah.

All over the services rendered by Hazrat Maulana Khan Muhammad Sahib for the Muslim's cause are very distinct. We still remember Hazrat Khan Muhammad Sahib presided tha Aain-e-Shariah Conference held at Lahore.

Havaida

Moresoever, Maulana Khan Muhammad Sahib did scholarly work on the book titled "Hazrat-al-Qudus" (which contains information pertaining to Hazrat Mujaddid Alfesani Shaikh Ahmad Farooqi Serhindi) that book was published by Mahakmaie Auqaf (charitable endowments) Punjab, Lahore.

I must say contrymen benefitted very much in the life of Hazrat Maulana Khan Muhammad Sahib, even today we are benefiting. On the request of Mr. Fasih-ul-Haq, I have composed the above Poem, which is self explanatory.

Hazrat Maulana Khan Muhammad Sahib expired on 5th May, 2010 leaving the relatives and followers in grief

It is prayed: Rabbe Akbar may kindly grant peace to his soul and grant a place in Jannat-ul-Firdous.

Yunus Haviada
Date: May 14, 2010

Tribute to Hazrat Khawaja Khan Muhammad Sahib, my beloved Murshid who always guided when I am in great need to his guidance.

Fasihul Haq Khan
(Adna Mureed)

❋❋❋

تعزیتی خطوط

مولانا عبدالخالق مدراسی، نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

مکرمی ومحترمی جناب ناظم صاحب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت، حضوری باغ روڈ ملتان زید لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اُمید کہ مزاج بخیر وعافیت ہوں گے۔

حضرت مولانا ابوالخلیل خواجہ خان محمد صاحبؒ کے سانحۂ اِرتحال کے بارے میں معلوم ہوکر قلبی رنج وافسوس ہوا، آپؒ کے ذریعے رُشد وہدایت کا ایک طویل سلسلہ قائم تھا، آپؒ اکابرِ دیوبند کی یادگار تھے، اور دارالعلوم دیوبند کے قدیم فضلاء میں آپ کا شمار تھا۔ عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوّت کے آپؒ امیر بھی تھے، اخیر دَم تک آپؒ نے اس موضوع سے دِین کی بڑی خدمت فرمائی۔

خداوند تعالیٰ اپنے خاص فضل وکرم سے ان کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اس کے صلے میں مغفرت فرماتے ہوئے مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین!

خدامِ دارالعلوم دیوبند کی طرف سے تعزیتِ مسنونہ تمام اہلِ خانہ کی خدمت میں پیش فرمادیں۔ دُعا ہے کہ جملہ اہلِ خانہ اور تمام متعلقین کو خداوند کریم صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوّت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین!

حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند اس وقت دیوبند سے باہر تشریف لے گئے ہیں۔ اُمید کہ دعواتِ صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں گے۔ والسلام

مولانا قاری سیّد محمد عثمان منصور پوری، جمعیت علمائے ہند

محترم المقام حضرت مولانا خلیل احمد صاحب جانشین حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اُمید کہ مزاجِ گرامی بخیر ہوگا!

شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کی رحلت ہم سب کے لئے ناقابلِ تلافی نقصان اور باعثِ رنج والم ہے۔ ہم سب دُعا کرتے ہیں کہ آپ کو اور آپ کے خانوادے سے تعلق رکھنے والے ہر فرد کو اللہ تعالیٰ صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آپؒ کی رحلت یقیناً موت العالم موت العالم کا مصداق ہے۔ ہندوستان میں دارالعلوم دیوبند اور جمعیت علمائے ہند سے وابستہ کروڑوں افراد آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ ہمارے لئے رنج والم کا ایک گونہ سبب یہ بھی ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے شعبۂ مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے خدام کے لئے جس میں بفضل خداوندی بندۂ عاجز بھی شامل ہے، حضرت خواجہ خان محمدؒ کی زندگی منبعِ ہدایت وفیوض وبرکات تھی۔

حضرتؒ کے بعد آپ کی جانشینی اُمتِ مسلمہ کے لئے باعثِ حوصلہ واِطمینان ہے، ہمیں یقین ہے کہ آپ فتنۂ قادیانیت کے خلاف مشن کو جاری رکھنے میں اپنی پوری توانائی صَرف کرتے رہیں گے، اور ہم بھی یہ عہد کرتے ہیں کہ اِن شاء اللہ اس عظیم مشن کو جاری رکھنے میں اپنی پوری طاقت صَرف کریں گے۔ دعواتِ صالحہ میں فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

جناب مقصود احمد، آسٹریلیا

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التحیات، بارگاہِ خداوند کریم اللہ جل شانہٗ میں دُعا گو ہوں آپ تمام صاحبزادگان کو دِین ودُنیا کی بھلائیوں اور کامیابیوں سے نوازے اور اپنا عطف وکرم شاملِ حال رکھے، آمین!

اللہ پاک اپنے محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر کروڑوں رحمتیں نازل کرے اور اَصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر رحمتیں نازل کرے، جنھوں نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ساتھ دیا، اور اللہ کا دِین قیامت تک آنے والے انسانوں کی کامیابی کے لئے عظیم قربانیاں دیتے ہوئے عملی شکل میں ان تک پہنچایا اور رہنمائی کی۔

حضرت صاحبؒ کا وصال نہ صرف خانقاہ شریف سے وابستہ احباب کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے، بلکہ اُمتِ مسلمہ ایک عظیم رہنما، رفیق، ساتھی اور محسنِ اعظم سے بھی محروم ہوگئی ہے۔ آپؒ اُمت کے لئے بارانِ رحمت تھے، جس طرح ایک نبی انسانوں کے قلوب کو فتح کرتا ہے اور اللہ پاک جل شانہٗ کی عظمت ان کے قلوب میں بسا دیتا ہے، اسی طرح ایک ولی اللہ بھی انسانوں کے قلوب کو مسخر کرکے ان کو اپنے رَبّ کے نزدیک کرنے کا وسیلہ بنتا ہے، حضرت صاحبؒ کا یہی طریقہ پاک تھا۔

میں ایک دُنیادار آدمی ہوں، میرے رُوحانی اور باطنی وسائل سے آپ بھی واقف ہوں گے، دِین اور دُنیا کا علم بھی بہت کم ہے، احقر، حضرت صاحبؒ کا اِنتہائی عقیدت مند تھا اور رہے گا، اپنے تمام

علمی اور باطنی وسائل کی کمی کے احساس کے ساتھ احقر حضرت صاحبؒ کے مقام کا کیا تعین کرسکتا ہے؟ حضرت صاحب قبلہؒ کا مقام بحیثیت ایک ولی اللہ، رُوحانی پیش رو، عالم وفاضل، رہبر ورہنما، رُوحانی اور سیاسی بصیرت اور ختمِ نبوّت جیسے اِنتہائی اہم اور حساس معاملہ اور اس میں آپؒ کی خدمات کے بارے میں اولیاء اللہ ہی جانتے ہیں، علمائے حق لکھیں، اور وہی بہتر جانتے ہیں۔

حضرت صاحبؒ سے میرا غلامانہ تعلق تھا، اور اب سوچتا ہوں یہ اللہ پاک کا مجھ احقر پر کتنا بڑا اِحسان تھا اور بہت بڑا اکرم تھا کہ مجھے زندگی میں کچھ وقت حضرت صاحب قبلہؒ کی خدمت میں، صحبت میں گزارنے کا موقع نصیب ہوا۔ یہی میرا اِیمان ہے، یہ وقت میرے لئے دُنیا اور آخرت میں کامیابی اور کامرانی کا موجب اور وسیلہ رہے گا، اِن شاء اللہ!

ٹیلیفون پر اپنی والدہ محترمہ سے بات ہوئی، اور خبر ملی ہے کہ آپ نے اور صاحبزادہ عزیز احمد نے حضرت صاحبؒ کے مشن کو اسی ذوق اور شوق اور بلکہ جنون سے جاری رکھنے کا عزم کیا ہے، اللہ پاک آپ تمام صاحبزادگان کو اس عظیم مشن کو جاری رکھنے اور اس میں اِستقامت دے اور خانقاہ شریف کے تمام مخلص احباب کے لئے، ان کی رہنمائی کے لئے خواہ وہ رُوحانی ہوں یا باطنی ہوں اپنے غیب کے خزانوں سے ہمت اور توفیق دے، آمین۔

احقر جیسے پہلے خانقاہ شریف کا ایک ادنیٰ غلام تھا اب بھی ہے، اور اِن شاء اللہ یہ عقیدت واِحترام واِکرام کا رشتہ تاحیات قائم رہے گا۔

میں ساؤتھ آسٹریلیا یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی ریسرچ کے لئے کام کررہا ہوں، یہ آپ کی اور حضرت صاحبؒ کی ہی دُعائیں ہیں، نومبر یا اکتوبر میں پاکستان آؤں گا، اِن شاء اللہ اپنی والدہ کے ساتھ حاضری دُوں گا، یہی پختہ اراد ہے۔ آپ سے دُعا کے لئے خصوصی عرض ہے، اور تمام صاحبزادگان تک میرے تعزیت کے یہ چند کلمات پہنچادیں۔ والسلام

جناب سیّد منور حسن، امیر جماعت اسلامی

محترمی ومکرمی صاحبزادہ خلیل احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

یہ جان کر بہت افسوس ہوا کہ آپ کے والد محترم حضرت خواجہ خان محمد صاحب آف کندیاں قضائے اِلٰہی سے اِنتقال کرگئے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون!

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، تمام گناہوں، خطاؤں اور کوتاہیوں سے درگزر فرمائے، تمام بھلائیوں، نیکیوں اور حسنات کو خوب بڑھا چڑھا کر قبول فرمائے، خاص اپنے سایۂ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کی قبر کو جنت کے باغوں میں تبدیل فرمادے، آمین!

سچی بات یہ ہے کہ والدین کا کوئی بدل نہیں ہے، ان کا وجود ایک گھنے سایہ دار درخت کی مانند ہوتا ہے، جس کے سائے تلے انسان اپنی ساری عمر گزار دیتا ہے، اور اسے معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وقت کیسے گزر گیا۔ والدین کی دُعائیں ہر لمحہ اس کے ساتھ ہوتی ہیں اور ان گنت آزمائشوں کو ٹالنے کا سبب بن جاتی ہیں۔ لہٰذا اس نعمت سے محرومی بڑی محرومی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس طرح ایک ڈُوبتا ہوا انسان مدد کے لئے پکارتا ہے اور تنکا بھی اس کا سہارا بن جاتا ہے، بعینہٖ اسی طرح اس دُنیا سے رُخصت ہوجانے والا بھی مدد کا طالب ہوتا ہے، اور دُعائے مغفرت اس کا سہارا بن جاتی ہے۔ پس اب ساری عمر انہیں اپنی دُعاؤں میں یاد رکھنا ان کا حق ہے اور اولاد کا فرض۔ یوں بھی والدین کے لئے دُعائے مغفرت اولاد کے لئے مفید ہے، ان کی خدمت اور اطاعت میں جو کمی، کسر رہ گئی ہو اس طرح اس کا مداوا ہوجاتا ہے۔

میری طرف سے بعد سلام سب اہل خانہ تک تعزیت کے یہ الفاظ اور میرے جذبات پہنچادیجئے گا، ممنون ہوں گا۔

اُمید ہے آپ بخیر ہوں گے، اللہ تعالیٰ اپنے حفظ وامان میں رکھے اور ہم سب سے وہ کام لے لے جس سے وہ راضی ہوجائے، آمین! والسلام

پیرِ طریقت سیّد محمد الامین الحسنات شاہ بھیروی

بگرامی خدمت مولانا خلیل احمد صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ خان محمد صاحب قدس سرہ العزیز کا سفرِ آخرت نہ صرف آپ کے لئے بلکہ آپ کے پورے سلسلے کے لئے عظیم سانحہ ہے، میں اور میرے جملہ رُفقائے کار آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں، اور دُعا گو ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو صبرِ جمیل کی دولت سے نوازے۔

اسلام کی ترویج واِشاعت میں تعلیماتِ تصوف نے ہر دور میں فیصلہ کن کردار ادا کیا ہے، اور وہ ہستیاں جو اس راہ پر چل کر دِلوں کی دُنیا میں اِنقلاب برپا کرتی رہی ہیں، ساری ملتِ اسلامیہ نہ صرف ان

کی قدردان ہے، بلکہ کاتبِ تقدیر نے انہیں غیر متنازعہ قرار دے کر تاریخ کے صفحات میں ان کے ناموں کو مینارۂ نور بنادیا ہے۔ آپ کے ہاں حاضری کے وقت مجھے اِنتہائی خوشی ہوئی کہ آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کی زندگی کا محوَر ومرکز بھی یہی تعلیمات رہیں اور وہ پوری زندگی صوفیائے کرام کی عظمتوں کے نقیب رہے۔ آپ کی خانقاہِ عالیہ کے ماحول میں ذِکر وفکر کی مجالس، سادگی وقناعت شعاری اور شریعت وطریقت کی ہم آہنگی دیکھ کر مجھے خوشگوار حیرانی ہوئی کہ آپ اور آپ کے جملہ حلقہ بگوش اسی طریقۂ کار کو اپنائے ہوئے ہیں جو سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ نے اُمت کی اِصلاح وفلاح کے لئے منتخب فرمایا تھا۔

بدقسمتی سے ہماری صفوں میں کچھ ایسے افراد بھی موجود ہیں جو اہل اللہ کو ہدفِ تنقید بنانا اپنا فرضِ منصبی سمجھتے ہیں، یقیناً ایسے افراد کی زبانیں بند کرنے کے لئے آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کی شخصیت بہت بڑا سہارا تھی، ان کا اس دُنیا سے پردہ فرما جانا اس حوالے سے ہم سب کے لئے بہت بڑا نقصان ہے۔

مجھے آپ کی خانقاہِ عالیہ سے شائع ہونے والے لٹریچر کے مطالعے کا موقع بھی حاصل ہوا، بزرگانِ دِین کے رُوحانی مقامات اور کشف وکرامات کے جو واقعات آپ کے رسائل میں موجود ہیں، اگر ملتِ اسلامیہ کے ذمہ دار افراد ان حقائق کے بارے متفقہ موقف اِختیار کرلیں تو برِصغیر پاک وہند میں باہمی اِختلافات ومخالفت کا جو سلسلہ شروع ہے، یقیناً اس کی شدت میں کمی آسکتی ہے۔ میں توقع کرتا ہوں آپ اس سلسلے میں بہترین خدمات سرانجام دے سکتے ہیں۔

عقیدۂ ختمِ نبوّت پوری ملتِ اسلامیہ کا اِجماعی عقیدہ ہے، جب بھی کسی نابکار نے اس حصنِ حصین میں دراڑ ڈالنے کی کوشش کی، پوری اُمت کے مشائخ وعلماء اِجتماعی طور پر آگے بڑھے اور ایسے فتنے کی سرکوبی میں فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ اس باب میں آپ کے شیخِ طریقت حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کی خدمات قابلِ قدر ہیں، انہوں نے ایک مدت تک فتنۂ مرزائیت کے خلاف اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں، اور اسی بنا پر اپنے حلقے میں محبوب ومقبول ٹھہرے۔

مجھے اِنتہائی مسرت نصیب ہوئی جب میں نے حضرت خواجہ صاحبؒ کا وہ مقدمہ پڑھا جو انہوں نے ''رُوئیداد عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت'' کے شروع میں تحریر فرمایا۔ اس مقدمے میں انہوں نے اُن تمام مشائخ وعلماء کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے جنہوں نے عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ کے لئے ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریکوں میں کسی بھی حوالے سے حصہ لیا۔ دورانِ مطالعہ مجھے اس وقت اِنتہائی حیرت ہوئی جب ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری صاحب کی خدمات کے بارے میں مجھے ایک

جملہ بھی اس پوری تحریر میں نظر نہ آیا، حالانکہ متذکرہ بالا ساری تحریکوں میں بھرپور شرکت کے علاوہ آپ نے ۱۹۸۸ء میں جنیوا کے اندر انسانی حقوق کے کمیشن کے سامنے مملکت خداداد پاکستان کی بہترین نمائندگی کرتے ہوئے فتنۂ مرزائیت کو فیصلہ کن شکست سے دوچار کیا۔ اس پلیٹ فارم پر مرزائیوں کے گماشتے ہر سال پاکستان کے خلاف مقدمہ دائر کرتے اور اپنی چرب زبانی سے انسانی حقوق کے حوالے سے اس مملکت کو بدنام کرتے رہے۔ یہ پہلا سال تھا جب اس مردِ درویش نے عدالت کے جملہ ممبران کو مؤثر دلائل کے ذریعے اس حد تک قائل کیا کہ کسی ایک ممبر نے بھی پاکستان کی مخالفت نہ کی اور پاکستان کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس مقدمے کی تفصیلات اس مکتوب کے ساتھ لف کر کے آپ کو اِرسال کی جارہی ہیں، مجھے توقع ہے کہ آپ اپنے لٹریچر کی اِشاعت کے دوران اس اہم ترین واقعے کو نظرانداز نہیں فرمائیں گے۔

میں مکرر آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں، اور دُعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے مشن کو جاری وساری رکھنے کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین!

بجاہ طٰہٰ ویٰسٓ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وأصحابہٖ أجمعین

والسلام

”مولانا سیّد الامین الحسنات شاہ نے واقعی صحیح فرمایا کہ حضرت مولانا پیر کرم شاہ الازہری مرحوم کی عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ اور استیصالِ قادیانیت کے لئے بڑی خدمات ہیں، ذیل میں موصوف کا مرسلہ مضمون ملاحظہ فرمایا جاوے۔“

(مرتب)

مرزائیوں نے ۱۹۸۸ء میں ایمنسٹی انٹرنیشنل کے پاس درخواست دائر کی، پاکستانی حکومت ہمارے حقوق پامال کر رہی ہے، اور ہمیں اس مملکت سے جائز مراعات سے محروم رکھا جاتا ہے۔ یہ حرکت وہ وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں۔ اس وقت کے ملک کے سربراہ جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے اس عالمی پلیٹ فارم پر مملکت خداداد پاکستان کی نمائندگی کے لئے حضور ضیاء الامت کا اِنتخاب کیا۔ آپ نے اس اہم ترین موقع پر جس حسین انداز میں پاکستان اور اِسلام کی نمائندگی کی، وہ تاریخ کا جزو بن چکی ہے۔ آپ ”فتنۂ مرزائیت اور پاکستان“ کے عنوان سے رقم طراز ہیں:

سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعت اپیلٹ بنچ کا اِجلاس ۳۰ رجولائی ۱۹۸۸ء سے لاہور میں منعقد ہو رہا تھا، اسی اثنا میں مرحوم ومغفور شہید صدر محمد ضیاء الحق کا ٹیلیفون موصول ہوا، جس میں انہوں

نے مجھے فرمایا کہ یو این او کے ذیلی اِدارے ہیومن رائٹس (حقوقِ انسانی) کے سب کمیشن کا اِجلاس ۸راگست سے جنیوا میں منعقد ہو رہا ہے، وہاں مرزائیوں نے بڑا اُدھم مچا رکھا ہے۔ پاکستان کے بارے میں انہوں نے یہ پروپیگنڈا زور وشور سے شروع کر رکھا ہے کہ پاکستان میں ان کو قتل کیا جا رہا ہے، ان کو ملازمتوں سے چن چن کر نکالا جا رہا ہے، ان کی عبادت گاہوں کو منہدم کیا جا رہا ہے، ان کے افراد کو زدوکوب کیا جاتا ہے اور ہر قسم کے انسانی حقوق سے ان کو محروم کیا جا رہا ہے۔ صدر مرحوم نے مجھے حکم دیا کہ میں وہاں جا کر پاکستان کی نمائندگی کروں۔

مجھے اس قسم کے اِجتماعات میں پاکستان کی نمائندگی کرنے کا کوئی تجربہ نہ تھا، پہلے تو میں سہا اور خیال کیا کہ صدرِ محترم سے معذرت کرلوں اور درخواست کروں کہ کسی اور موزوں آدمی کا اس اہم کام کے لئے اِنتخاب کیا جائے، لیکن پھر مجھے یہ حدیث شریف یاد آئی جس میں حضور نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا ہے:

”جس منصب اور ذمہ داری کا کوئی شخص مطالبہ کرتا ہے، اور وہ منصب اسے دیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی ذاتی قابلیت کے حوالے کر دیتا ہے کہ تم نے یہ منصب طلب کیا تھا، ہم نے تمہیں دے دیا، اب تو جان اور تیرا کام، لیکن اگر بن مانگے وہ منصب اور ذمہ داری کسی کو سپرد کی جاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ خود اس شخص کی مدد کرتا ہے اور راہنمائی فرماتا ہے۔“

میں نے سوچا کہ اس چیز کا مطالبہ میں نے تو نہیں کیا اور نہ اس قسم کی طلب میرے حاشیہ خیال میں کبھی نمودار ہوئی، اب اگر یہ فرض میرے ذمے لگایا گیا ہے تو حسبِ ارشادِ مصطفوی اللہ تعالیٰ میری مدد اور راہنمائی فرمائے گا اور جب اس کی اِمداد میرے شاملِ حال ہوگی تو پھر مشکلیں خود بخود آسان ہوتی جائیں گی، چنانچہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے میں نے صدرِ محترم کی اس خواہش کی تکمیل کا عزم کرلیا۔

لاہور سے میں ۸راگست کو بھیرہ واپس آیا، ۹، ۱۰راگست دو روز یہیں ٹھہرا اور ضروری اِنتظامات کئے اور اپنی طویل غیر حاضری میں جو منصوبے زیرِ تکمیل تھے، ان کے بارے میں اپنے احباب کے ساتھ مشورہ بھی کیا اور انہیں مناسب ہدایات بھی دیں۔

۱۱راگست کو بھیرہ سے روانہ ہوا، ساڑھے تین بجے فارن منسٹری کے دفتر میں متعلقہ حکام سے ملاقات کی، رات کو ڈیڑھ بجے پی آئی اے کی فلائٹ سے جنیوا کے لئے روانہ ہوگیا۔

فرینکفرٹ میں دو اڑھائی گھنٹے اِنتظار کرنا پڑا، پھر لفتھنز ایئر لائن کے طیارے سے تین بجے دوپہر جنیوا پہنچا۔ عزت مآب سعید دہلوی ایئرپورٹ پر تشریف لائے ہوئے تھے، مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور انٹرکانٹی نینٹل کے کمرہ نمبر ۱۰۲۰ میں مجھے ٹھہرایا۔ میں نے ان سے گزارش کی کہ مجھے یہاں کے

حالات سے بالتفصیل آگاہ کریں اور جو پروگرام ہو، اس سے بھی مطلع کریں۔

چنانچہ انہوں نے مجھے وہ پمفلٹ دیئے جس میں مرزائیوں نے حکومتِ پاکستان پر اور پاکستان کے عوام پر ہر قسم کے بے سروپا اِلزامات عائد کئے ہوئے تھے۔ یہ پمفلٹ مصور تھے، اور ایک خالی الذہن اِنسان کو طرح طرح کی غلط فہمیوں میں مبتلا کرنے کے لئے بڑا مؤثر ثابت ہو سکتے تھے۔

سفیر صاحب نے بتایا کہ ''ہیومن رائٹس'' (حقوقِ انسانی) کے سب کمیشن کا اس دفعہ پاکستان ممبر نہیں ہے، اس لئے ہم نہ اس میں تقریر کر سکتے ہیں، نہ کسی مقرر کے اِعتراض کا جواب دے سکتے ہیں، اور نہ ووٹنگ میں حصہ لے سکتے ہیں، البتہ بحیثیت مبصر اس اِجلاس میں شریک ہو سکتے ہیں۔

اس لئے ہم نے یہ طے کیا کہ ہر روز ان ممبران میں سے دو یا تین ممبران کو لنچ (صبح کے کھانے) پر مدعو کیا جائے، ایک بجے سے تین بجے تک میٹنگ کا وقفہ ہوتا ہے، اس وقفے میں ان سے تبادلۂ خیال کیا جائے اور حقیقتِ حال سے آگاہ کیا جائے، اس کے بغیر ہمارے لئے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔

محترم سفیر صاحب نے فرمایا تھا کہ وہ ہر روز کے لئے تین ممبران کو مدعو کریں گے۔

ہفتہ اور اتوار چھٹی ہوتی ہے، میں نے یہ دو دِن مطالعے میں اور اس موضوع کی تیاری میں صَرف کئے، سوموار کو میں سفیر کے ساتھ سب کمیشن کے اِجلاس میں بحیثیت مبصر شریک ہوا، اس اِجلاس کے چیئرمین مسٹر بھنڈارا تھے، جو بھارت کے نمائندہ تھے۔ نصف گول دائرے کی شکل میں اسٹیج کے سامنے کرسیاں لگی ہوئی تھیں، پہلی قطار میں کمیشن کے ممبر صاحبان تشریف فرما تھے، دُوسری قطار میں ان کے معاونین کے بیٹھنے کے لئے نشستیں تھیں۔ تیسری قطار میں مبصر بیٹھے تھے جن میں، میں بھی تھا۔ اور پچھلی دو لائنوں میں غیرحکومتی انجمنوں کے نمائندگان تھے، کافی دیر تک میں ممبران کی تقاریر کو سنتا رہا، ایک بجے وقفہ ہوا تو میں واپس چلا آیا۔

ہم نے لنچ پر مختلف ممبران سے ملاقات اور تبادلۂ خیالات کا جو پروگرام تشکیل دیا، اس کی پہلی نشست ۱۶/اگست ۱۹۸۸ء بروز منگل ہوئی۔ ان میں مصر اور اُردن کے معزز اَرکان مدعو تھے اور رات کو خصوصی طور پر چین کے ممبر کو ہم نے ڈنر پر بلایا تھا۔ چنانچہ یہ سلسلہ ۲۵/اگست ۱۹۸۸ء تک جاری رہا، اس روز بھی خلافِ معمول رات کو ہم نے مسٹر بھنڈارا اور مسز بھنڈارا کو ڈنر پر مدعو کیا۔

ان نشستوں میں ماحول بڑا دوستانہ اور تکلف و تصنع سے بالکل مبرا تھا، میں نے ان کو دو تین باتیں سمجھانے کی کوشش کی۔

پہلی بات تو یہ تھی کہ دُنیوی نقطۂ نظر سے قوموں کے علیحدہ علیحدہ ہونے کی چند وجوہات ہیں، ان میں وطن، زبان، نسل، چہرے کی رنگت وغیرہ کو اہمیت حاصل ہے، لیکن مذہبی نقطۂ نظر سے اُمتوں کی

علیحدگی کا ایک ہی سبب ہے، جب کسی اُمت کا خصوصی تعلق ایک نبی کے ساتھ ہوجاتا ہے تو ایک علیحدہ اُمت معرضِ وجود میں آجاتی ہے، میں نے انہیں کہا: مثال کے طور پر آپ مسلمانوں کو لیجئے! ہم مسلمان، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صاحبِ کتاب، صاحبِ شریعت نبی اور رسول مانتے ہیں۔ اسی طرح ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی صاحبِ کتاب، صاحبِ معجزات نبی اور رسول تسلیم کرتے ہیں، لیکن اس کے باوجود نہ ہم یہودی ہیں، نہ ہم عیسائی، چونکہ ہمارا خصوصی تعلق سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ سے ہے، اس لئے ہم مسلمان ہیں، اور ایک علیحدہ اُمت ہیں۔ اور جو عیسائی ممبر ہمارے ساتھ ہوتا، میں اس سے عرض کرتا کہ آپ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں، ان کو نبی تسلیم کرتے ہیں، لیکن اس کے باوجود آپ یہودی نہیں، بلکہ آپ عیسائی ہیں، کیونکہ آپ کا خصوصی تعلق حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام سے ہے۔

اسی طرح ہمارے ملک میں ایک شخص پیدا ہوا، جس کا نام مرزا غلام احمد قادیانی تھا، اس نے دعویٰ کیا کہ وہ بھی نبی ہے، اس وقت ہمیں اس سے بحث نہیں کہ وہ دعویٰ سچا تھا یا جھوٹا؟ بہرحال اس نے نبی بننے کا دعویٰ کیا اور بعض لوگوں نے اس کو نبی تسلیم کیا، جن لوگوں نے مرزا غلام احمد کو نبی تسلیم کیا، ان کو مرزا صاحب کے ساتھ وہی خصوصی تعلق ہوگیا جو مسلمانوں کا سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہے، عیسائیوں کا سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے، یا یہودیوں کا سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے۔ اس خصوصی تعلق کی بنا پر وہ ایک الگ اُمت بن گئے، جن کو مرزائی یا قادیانی یا احمدی کہا جاتا ہے، لیکن اُمتِ اسلامیہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں، اگرچہ وہ کہیں کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کو نبی مانتے ہیں، جیسے ہم موسیٰ علیہ السلام کو نبی مان کر بھی ان کے اُمتی نہیں، اسی طرح یہ بھی حضور ﷺ کو نبی ماننے کے باوجود حضور ﷺ کی اُمت نہیں، کیونکہ ان کا خصوصی تعلق مرزا غلام احمد قادیانی سے ہے۔

میں نے حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے نام بطورِ مثال ذِکر کئے ہیں، چونکہ یہ جلیل القدر رسول ہیں، اور ہر شخص ان کے ناموں سے آشنا ہے، ورنہ جس شخص کا، جس نبی کے ساتھ خصوصی تعلق ہوگا، وہ اسی کا اُمتی ہوگا۔

دُوسری بات جو میں نے ان صاحبان کو ذہن نشین کرائی، وہ یہ تھی کہ تکفیر کا آغاز آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے ہوا۔ انہوں نے ہی حکم دیا کہ جو میری نبوّت پر اِیمان نہیں رکھتا وہ کافر ہے۔ نیز اپنے متبعین کو حکم دیا کہ ان میں سے کوئی بھی کسی مسلمان کے ساتھ مل کر نماز ادا نہ کرے، کسی مسلمان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھے، خواہ وہ کتنا متقی اور پرہیزگار ہو، خواہ وہ چھ ماہ کا معصوم بچہ ہو۔ نیز انہیں منع کیا کہ وہ اپنی بچیوں کے رشتے مسلمانوں کو نہ دیں۔ پھر یہ حکم صادر کیا کہ ان کے متبعین میں سے اگر کوئی شخص ان کاموں میں سے کوئی ایک کام کرے گا تو اس کا نام میری اُمت کی فہرست سے خارج کردیا

جائے گا۔اور یہ واقعہ تو آفاقِ عالم میں مشہور ومعروف ہے کہ جب بانئ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے اِنتقال فرمایا تو لاکھوں مسلمانوں نے ان کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی، تو سرظفراللہ خان جو اس وقت پاکستان کے وزیرِخارجہ تھے، انہوں نے موجود ہوتے ہوئے قائداعظم کی نمازِ جنازہ میں شرکت نہیں کی۔ جب اخباری نمائندوں نے ان سے وجہ پوچھی تو انہوں نے بڑی ڈھٹائی سے یہ کہا:

''اگر قائداعظم مسلمان تھے تو آپ یوں سمجھیں کہ میں ایک مسلمان حکومت کا کافر وزیرِخارجہ ہوں، اور اگر وہ مسلمان نہ تھے تو میں ایک کافر حکومت کا مسلمان وزیرِخارجہ ہوں۔''

پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کی تفصیلات سے آپ آگاہ ہوں گے، لیکن اتنی بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ قرارداد مذہبی علماء کی کسی کانفرنس اور کسی اِجتماع میں منظور نہیں کی گئی، بلکہ اسے پاکستان کی آئین ساز اسمبلی نے اِتفاقِ رائے سے منظور کیا تھا، اور وہ بھی ہفتوں، بلکہ مہینوں کی سوچ بچار اور غور وفکر کے بعد، اور یہ طویل اور علمی مذاکرہ یک طرفہ نہیں تھا، بلکہ قادیانی جماعت کے اُس وقت کے امیر جناب مرزا ناصر احمد نے بھی اپنی جماعت کے علماء اور فضلاء کے ساتھ اس میں شرکت کی تھی، اور ایک ایک نکتے پر گرما گرم بحث ہوئی تھی، اور آخر میں مرزا صاحب نے جب یہ اِعلان کیا کہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتا ہوں اور جو شخص ان کی نبوّت پر اِیمان نہیں رکھتا، اس کو کافر سمجھتا ہوں۔تب پاکستان کی آئین ساز اسمبلی کے تمام ارکان نے متفقہ طور پر اس قرارداد کو پاس کیا۔ اور آپ جانتے ہیں کہ جو قرارداد قانون ساز اسمبلی میں پاس ہو اور اس کو صرف اکثریت نے ہی منظور نہ کیا ہو، بلکہ اتفاقِ رائے سے منظور کی گئی ہو، اس کی آئینی اور قانونی حیثیت کا کون اِنکار کرسکتا ہے؟ اور اس قرارداد کو اِتفاقِ رائے سے پاس کرنے میں بھی مرزا ناصر صاحب کے اس اِعلان کا بڑا دخل ہے جو انہوں نے آئین ساز اسمبلی کے ہال میں سب کے سامنے کیا کہ جو شخص مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتا وہ کافر ہے، دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

اس وقت مسلمانوں کی تعداد دُنیا میں ایک ارب کے لگ بھگ ہے، جن میں سے ایک لاکھ پچّیس ہزار قادیانی ہیں۔اگر ان کے امیر کے کہنے کے مطابق صرف یہی مسلمان ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ننانوے کروڑ اٹھانوے لاکھ مسلمانوں کو بیک قلم دائرۂ اسلام سے خارج کردینا، یہ مرزا صاحب کا ہی دِل گردہ ہے، کوئی منصف مزاج شخص ایسا کہنے کی، بلکہ ایسا سوچنے کی بھی جسارت نہیں کرسکتا۔

تیسری بات جو میں نے ان صاحبان کے گوش گزار کی تھی وہ یہ تھی کہ یہ لوگ شور مچارہے ہیں کہ پاکستان میں ہمارے اِنسانی حقوق پامال کئے جارہے ہیں، ہمیں قتل کیا جارہا ہے، ہماری عبادت

گاہوں کو پیوندِ خاک کیا جارہا ہے، ہمیں ملازمتوں سے نکالا جا رہا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

اس کے بارے میں عرض ہے کہ پاکستان کے عوام، اسلام کی برکت سے اتنے فراخ دِل اور عالی ظرف واقع ہوئے ہیں کہ اس ملک میں بہت سی غیر مسلم اقلیتیں آباد ہیں، ہندو، عیسائی، پارسی وغیرہ، لیکن جب سے پاکستان بنا ہے اس وقت سے لے کر آج تک وہاں کبھی فرقہ وارانہ فساد رونما نہیں ہوا، کبھی کسی غیر مسلم کی جان، مال، آبرو پر دستِ تعدی دراز نہیں کیا گیا، تو ان لوگوں پر ظلم وتعدی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ کونسا ایسا انسانی حق ہے جو کسی اور پاکستانی کو میسر ہے، لیکن یہ اس سے محروم ہیں؟

مثال کے طور پر آپ سب سے پہلے تعلیمی میدان کو لیجئے! پرائمری اسکول، ہائی اسکول، کالج، پروفیشنل کالج، ٹیکنیکل کالج، پوسٹ گریجویٹ اور یونیورسٹی کی سطح تک حصولِ تعلیم کے جتنے مرحلے ہیں، ان میں داخلے کے لئے ان قادیانیوں پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں۔ ان کے بچے میڈیکل کالج، انجینئرنگ کالج اور دُوسرے کالجز میں سینکڑوں کی تعداد میں اب بھی زیرِ تعلیم ہیں، اور جنہوں نے اس سال فائنل امتحان پاس کئے ہیں وہ حسبِ قواعد ملازمتوں پر متعین کردیئے گئے ہیں۔ مقابلے کے امتحانات میں شریک ہونے پر بھی ان پر کوئی پابندی نہیں، ان میں سے جو کامیاب ہوتے ہیں ان کو اعلیٰ مناصب پر فائز کیا جاتا ہے۔

جہاں تک سرکاری محکموں میں ملازمت کا تعلق ہے، سب سے اہم محکمے محکمہ دِفاع کے ہیں، ان میں وہ ہوائی، بحری، بری تمام افواج میں اعلیٰ ترین عہدوں پر متمکن ہیں۔ انٹیلی جنس محکمہ جو اَز حد اہم اور حساس محکمہ ہے، اس میں بھی بنیادی پوسٹوں پر یہ لوگ فائز ہیں۔ وزارتِ خاجہ میں اہم ممالک میں اس جماعت کے لوگ سفارت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ ملیں، فیکٹریاں، کارخانے ان کے تصرف میں ہیں، سینکڑوں مربع زرعی زمین کے یہ مالک ہیں۔ مشہور مقامات پر کاروباری مرکزوں کے یہ مالک ہیں، ہمیں سمجھ نہیں آتی اس کے علاوہ کون سا وہ حق ہے جو کسی اور پاکستانی کو تو حاصل ہے اور انہیں میسر نہیں۔ البتہ ایک حق ہے جو اور کسی پاکستانی کو حاصل نہیں، لیکن یہ اس سے لطف اندوز ہو رہے ہیں، یعنی اپنے ملک کی بدگوئی کرنا، اپنے ملک کو بدنام کرنا، اس درخت کی جڑیں کاٹنا جس کے ٹھنڈے سائے میں یہ زندگی بسر کرتے ہیں، جس کے میٹھے اور لذیذ پھلوں سے یہ اپنی کام ودہن کی ضیافت کا اِہتمام کرتے ہیں۔ بیرونِ پاکستان آپ کہیں چلے جائیں، ان ناشکر گزاروں کو آپ پاکستان کا گلہ کرتے اور بُرائی کرتے ہوئے پائیں گے۔ اس کے باوجود پاکستان کا دامن پھر بھی ان کے لئے کشادہ ہے، پھر بھی وہ اپنے اِنعامات وکرامات سے ان کو محروم نہیں کرتا۔ پاکستان کا اور کوئی شہری یہ گوارا نہیں کرسکتا کہ وہ

غیراقوام کے سامنے اپنے ملک کی غیبت کرے اور یہ لوگ اپنے ملک پر سراسر جھوٹے اِلزام لگاتے ہیں اوراس کو بدنام کر کے خوش ہوتے ہیں۔

اثنائے گفتگو میں ایک صاحب نے اِعتراض کیا کہ یہ لوگ کلمہ شریف کا بیج لگاتے ہیں، آپ یہ بیج نوچ لیتے ہیں، اوراس پر اپنی برہمی اور ناراضگی کا اِظہار کرتے ہیں، یہ بات آپ کی انسانی حقوق کی پامالی کے زُمرے میں آتی ہے۔

میں نے انہیں عرض کی کہ بے شک ہمیں ان کے اس بیج پر اِعتراض ہے، اور ہمیں ان کے سینوں پر یہ بیج آویزاں دیکھ کر ناگواری ہوتی ہے، لیکن اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان کے مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ سورۃ الفتح کی یہ آیت:

''محمد رسول اللہ والذین معہ اشدآء علی الکفار رحمآء بینھم''

اس میں پہلا جملہ ''محمد رسول اللہ'' یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ ذاتِ پاک نہیں جس کا نام ''محمد'' ان کے جدامجد نے رکھا، جو چودہ سو سال سے اسی نام سے پہچانے جاتے ہیں، ان کے دوست بھی، ان کے دُشمن بھی، ان کے ماننے والے اور اِنکار کرنے والے بھی اسی نام سے ان کو جانتے ہیں۔

مرزا لکھتے ہیں کہ اس سے مراد وہ نہیں بلکہ میں ہوں۔ اس سے بڑی جسارت بھی کوئی ہوسکتی ہے؟ قرآنِ کریم جو ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اور آسمانی صحیفہ ہے، اس میں اپنی من مانی تاویل بلکہ من مانی تحریف سے کیا ہمارے دِل نہیں دُکھتے؟ اگر اقلیت کے انسانی حقوق ہیں تو کیا اکثریت کا کوئی انسانی حق نہیں؟ اگر اقلیت کے جذبات کو ٹھیس پہنچانا بُری بات ہے تو کیا اکثریت کے جذبات کو مجروح کرنا کارِ ثواب ہے؟

یہ آیت لکھ کر وہ آیت کا غلط معنی لیتے ہیں، اس لئے ہماری غیرت اس بات کو برداشت نہیں کرسکتی کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کا نامِ پاک ذِکر کر کے اس سے کوئی ایسا شخص مراد لیا جائے جسے ہم مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔

اس گفتگو میں سفیر صاحب جناب سعید دہلوی میری معاونت فرماتے رہے، اور جب بھی مجھے ان کی اِعانت کی ضرورت محسوس ہوئی، بڑی فصاحت وبلاغت کے ساتھ وہ اپنا مدعا مہمانوں کے ذہن نشین کراتے رہے۔

اس کاوش کا ایک نتیجہ تو یہ ہوا کہ گزشتہ سال ممبران نے کھل کر ان لوگوں کی تائید کی تھی اور پاکستان پر تابڑ توڑ حملے کئے تھے، اس سال اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل وکرم فرمایا کہ کسی ایک ممبر نے بھی

ہمارے خلاف ایک لفظ تک نہیں بولا۔ (اداریہ ضیائے حرم، ستمبر ۱۹۸۸ء)

جناب لیاقت بلوچ، سیکریٹری جنرل جماعت اسلامی

محترمی ومکرمی صاحبزادہ خلیل احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ جان کر افسوس ہوا کہ آپ کے والد محترم حضرت خواجہ خان محمد صاحب آف کندیاںؒ قضائے الٰہی سے اِنتقال کر گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون!

میری دُعا ہے کہ اللہ رَبّ العزت آپ کے والد مرحوم کی نیکیوں کو شرفِ قبولیت بخشے، ان کی سیئات سے درگزر فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین!

اس فانی دُنیا میں رشتوں کی اہمیت بہت زیادہ ہے، اور ان میں باپ کی شفقت ومحبت کا کوئی نعم البدل ملنا محال ہے۔ باپ، اولاد کے لئے شجرِ سایہ دار ہوتا ہے، اور اس کے جدا ہوجانے سے اس سایہ سے محرومی ہوجاتی ہے، لیکن اللہ کے فیصلے پر راضی رہنا تو ہمارے اِیمان کا تقاضا ہے، اللہ تعالیٰ کی مشیت کے آگے انسان بے بس ہے، اور اہلِ اِیمان تو ہر حال میں راضی برضا رہتے ہیں۔

میری طرف سے تعزیت کے جذبات تمام گھر والوں کو پہنچا دیجئے، اللہ تعالیٰ آپ کو اور دیگر اہلِ خانہ کو صبرِ جمیل سے نوازے، آمین! والسلام

مولانا محمد احمد، مدرّس جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا

برادرِ محترم ومکرم حضرت مولانا خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاجِ گرامی!

جنازے والے دِن رش کی وجہ سے آپ سے ملاقات نہ ہوسکی، پُرنم آنکھوں کے ساتھ جلدی واپسی ہوگئی تھی۔

باباجیؒ کی جدائی سے دِل پر ایک چوٹ لگتی ہے، آپ حضرات نے صبر فرمایا، اللہ تعالیٰ آپ سب کو صبرِ جمیل پر اجرِ جزیل عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ باباجیؒ کی مرقد شریف پر کروڑوں رحمتیں فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، آمین! اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرتؒ کے فیوضات سے مستفیض ہوتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جانشینی آپ کو مبارک ہو، اور اللہ تعالیٰ اپنی تائید ونصرتِ خاصہ سے اس کا حق ادا کرنا آپ کے لئے آسان فرمائے، آمین!

ناچیز آپ جیسے اللہ والوں کی توجہات ودُعاؤں کا بہت ہی محتاج ہے۔ والسلام

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالسلام حضرو

مکرم حضرت مولانا خلیل احمد صاحب دامت فیوضہم خلف الرشید وجانشین شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب قدس سرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت شیخ المشائخ رحمہ اللہ کی وفات پر جو اللہ تعالیٰ کا ساری مخلوق کے لئے اٹل فیصلہ ہے، آپ سے تعزیت اس لئے کہ وہ آپ کے والد ماجد تھے، ورنہ یہ تعزیت پوری اُمت سے ہے، جسے ایسے عالم باعمل، جامع الصفات سے محرومی ہوئی ہے، جنازے میں علاقہ چھچھ کے علمائے کرام ودیندار عوام کے ساتھ شرکت کی سعادت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے تحفظِ ختمِ نبوّت کی عظیم ذمہ داری آپ پر ڈال دی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اسی طرح نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرتؒ جیسے اکابر کا اُٹھ جانا: ”یذهب الصالحون الأوّل فالأوّل“ الحدیث، کا مصداق ہے، اللہ تعالیٰ اُمت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور آپ کو ان کا صحیح جانشین بنائے، آمین!

فقط والسلام

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی

مخدوم مکرم جناب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف!

شیخ المشائخ، امیر عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کا سانحۂ اِرتحال بہت بڑا سانحہ ہے، اِرشادِ نبوی ہے: ”دُنیا سے علم یوں اُٹھایا جائے گا کہ اہلِ علم دُنیا سے اُٹھالئے جائیں گے۔“ قربِ قیامت کی علامت ہے کہ اہل اللہ، اکابر ومشائخ رحلت فرمانے لگے ہیں، ایک ایسے دور میں حضرتؒ کا سایہ ہم گناہگاروں کا بہت بڑا سہارا تھا، حضرتؒ کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے، وہ صدیوں میں پُر نہیں ہوگا۔ آپؒ کے رحلت فرمانے سے صرف حضرتؒ کے متعلقین، مریدین، علماء، صلحاء،

دِینی قوتیں اورختمِ نبوّت کے خدام ہی یتیم نہیں ہوئے، بلکہ تمام اُمتِ مسلمہ یتیم ہوگئی ہے۔

احقر مدرسہ نجم المدارس کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں پڑھتا تھا کہ کان حضرتؒ کے اسمِ گرامی سے آشنا ہوئے تھے، پھر حضرتؒ کی خدمت میں حاضری کی سعادت بھی نصیب ہوتی رہی، احقر کے آبائی گاؤں چودھواں میں ایک بہت بڑے عالم اور محقق تھے، جن کا نام مفتی عطاء محمدؒ تھا، احقر ان کی خدمت میں اکثر رہتا تھا، حضرت خواجہ صاحبؒ ضروری مسائل میں آپ ہی کی طرف رُجوع فرماتے تھے۔ پچھلے سال حضرت مولانا محمد زاہدالراشدی صاحب نے حضرت مفتی عطاء محمدؒ کے دستِ مبارک سے نوشتہ خط جو آپ نے حضرت خواجہ صاحبؒ کے نام لکھا تھا، بھیجا، نہایت علمی مقالہ ہے، پھر احقر جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ آیا تو بھی حضرت خواجہ صاحبؒ سے ملاقاتیں ہوتی رہیں، اکثر ختمِ نبوّت کے جلسوں میں حضرتؒ کی صدارت ہوتی اور احقر کی تقریر ہوتی۔ بہت شفقت فرماتے تھے۔ اب جب آپؒ نہ رہے تو آپؒ کی یاد آرہی ہے۔

بہرحال! حضرتؒ چلے گئے، مگر آپؒ کا مشن دعوتِ ختمِ نبوّت، ہدف، اصلاحِ باطن، اور تصوف وطریقت ہمارے لئے نقطۂ آغاز ہے، اس سے حضرتؒ کی رُوح یقیناً مسرور ہوگی۔ اللہ کریم حضرتؒ کو درجاتِ عالیہ نصیب فرماویں اور تمام متعلقین، مریدین، متوسلین اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرماویں۔ جامعہ ابوہریرہ میں ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کا اِہتمام کیا گیا۔ آپؒ کو حضرتؒ کی نیابت وجانشینی کا اہم منصب سنبھالنا ہے، ہماری دُعا ہے کہ جس طرح حضرتؒ کے حینِ حیات آپ سارے اُمور انجام دیتے رہے، اب حضرتؒ کے سانحۂ اِرتحال کے بعد بھی اللہ پاک کی توفیق رفیق ہو، اور یہ مشن آپ کے ہاتھوں زندہ رہے۔

جناب خالد بھوترال

محترم السلام علیکم

وطنِ عزیز کی ممتاز دِینی، علمی اور فکری شخصیت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کے انتقال کی خبر پر مجھے ازحد دُکھ پہنچا، میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ تمام اہلِ خانہ کو رنج وغم کے ان نازک لمحات میں صبرِ جمیل کی ہمت اور توفیق دے، آمین ثم آمین!

امیر مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے حوالے سے مرحوم نے جو جرأت مندانہ کردار ادا کیا ہے، اُسے مدتوں یاد رکھا جائے گا۔ خاندان اور معاشرے سے ایک ہمدرد، رحم دِل اور نیک ہستی کا رُخصت ہوجانا بلاشبہ ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ والسلام

مولانا عبدالرشید، مدرّس مفتاح العلوم حیدرآباد

بخدمت جناب محترم حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد صاحب زید مجدہٗ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!
بعد سلام وآدابِ مسنونہ اورطلبِ دُعاوخیریت کے اُمید ہے کہ مزاج شریف بعافیت ہوں گے۔
عرضِ خدمت ہے کہ حضرتِ اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ سے یتیم ہونا شروع ہوئے، مفتی شامزی صاحبؒ، مفتی جمیلؒ، مولانا جلالپوریؒ اوراَب خواجہ خان محمد صاحبؒ بھی داغِ مفارقت دے گئے، ہم سب یتیم پر یتیم ہوگئے، اس بھری پڑی بے وفا دُنیا میں اکیلے تنہا کھڑے رہ گئے۔ ہمیں، آپ کو، سب کو اللہ ہی صبر، ہمت وحوصلہ دے گا، ہم سب تعزیت کے مستحق ہیں، کس سے تعزیت کریں؟ کیا تعزیت کریں؟ کن الفاظ میں تعزیت کریں؟ تعزیت کے الفاظ کا ذخیرہ ختم ہوچکا ہے، بس اب تو اپنے اللہ ہی سے مدد ونصرت، ہمت، حوصلہ اورصبر مانگنے کی ضرورت، اشد ضرورت ہے، وہی ہم سب کا ماویٰ وملجا ہے۔ اس کا بھی بے حد ملال ہے کہ اپنی طبیعت کی نرمی گرمی کی بنا پر جنازے پر بھی حاضری سے محرومی رہی۔ اللہ آپ کی ہر شر، شرور، فتنہ وفساد، نظرِ بد سے حفاظت فرمائے۔ حضرتِ اقدس خواجہ صاحبؒ کے مشن سے خاص قلبی لگاؤ، باہمی اِتفاق واِتحاد کے ساتھ چلنے چلانے کی توفیق نصیب فرمائے، خانقاہ کو، مدرسے کوخوب سے خوب آباد وشاداب کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، **آمین ثم آمین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تسلیمًا کثیرًا۔**

مولانا عبدالواحد، خطیب جامع قندھاری کوئٹہ

بخدمت جناب حضرتِ اقدس مولانا عزیز احمد صاحب مدظلہٗ
وحضرتِ اقدس مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہٗ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!
بعداَز سلام جانبین سے خیریت مطلوب ہے۔
عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت بلوچستان کے امیر حضرت مولانا عبدالواحد صاحب مدظلہٗ خطیب مرکزی جامع مسجد قندھاری نے حضرت خواجۂ خواجگان حضرتِ اقدس خواجہ خان محمد صاحبؒ کے اِنتقال پر اِنتہائی افسوس کا اِظہار کرتے ہوئے اس تعزیتی رُقعہ میں کہا کہ آپؒ کی علمی، مذہبی، عملی، دِینی، رُوحانی خدمات کو ہمیشہ یادرکھا جائے گا، کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی اسلام کی ترویج وتبلیغ اورختمِ نبوّت کے لئے

وقف کر رکھی تھی، وہ خیر القرون کی یادگار تھے، اسلامی مزاج کی جیتی جاگتی تصویر تھے، سلف صالحین کا عملی نمونہ تھے، انہوں نے تحاریکِ ختمِ نبوّت میں شاندار خدمات سرانجام دیں، وہ ہمارے اکابر کے صحیح جانشین تھے، ان کے دِل میں ختمِ نبوّت سے بے پناہ عقیدت تھی، وہ تحریکِ ختمِ نبوّت کے سچے خادم تھے، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ حضرات کو صبرِ جمیل عطا فرمائیں، اس عظیم سانحہ میں ہم آپ حضرات کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ فقط والسلام

سیّد مطلوب علی زیدی

محترمین المکرّمین برادرانِ عزیز جناب صاحبزادہ عزیز احمد صاحب و جناب صاحبزادہ خلیل احمد صاحب زید مجدکما۔ از احقر سیّد مطلوب علی زیدی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

جب سے حضرت قبلہ خواجہ صاحبؒ کے وصال کی خبر سنی ہے، اُسی وقت سے طبیعت نڈھال ہے، بہت ہی گراں مایہ شخصیت ہم سے جدا ہوگئی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قحط الرجال کا دور ہے، آہستہ آہستہ تمام حضرات رُخصت ہوگئے۔

برادرانِ محترم! بندۂ ناچیز کا تعلق حضرت خواجہ صاحبؒ سے بہت گہرا تھا۔

۱۹۷۶ء کے ''حادثۂ کبیر'' کے وقت حضرتؒ سے بڑی قربت رہی، اکثر تنہائی میں گفتگو ہوتی تھی تو حضرتؒ بڑی تسلیاں دیتے تھے اور حوصلہ دیتے تھے۔ بعد ازاں بھی گاہے گاہے ملاقاتیں رہتی تھیں۔ ایک سے زائد مرتبہ حضرتؒ نے اپنے اُس خط کا بھی ذِکر کیا جس میں حضرتِ اقدس شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کو اپنا خواب تحریر کیا تھا کہ خواب میں حضرتِ اقدسؒ نے ان کو اِجازت مرحمت فرمائی تھی، جواباً حضرتِ اقدسؒ نے فرمایا تھا کہ اس کو حقیقت ہی سمجھو۔ اس کا اثر یہ تھا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ میں رائے پوری عجز واِنکساری حد درجہ غالب تھی۔ سنایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ کی معیت میں کئی بار حضرتِ اقدس رائے پوریؒ سے ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ یہ بات بھی ایک سے زائد مرتبہ سنائی کہ جب میں حضرتِ اقدس رائے پوریؒ سے نصیحت کے لئے عرض کرتا تو یہی فرماتے کہ مولانا محمد عبداللہؒ سے چمٹے رہنا۔

بندۂ ناچیز پر حضرتؒ کی شفقت ہمیشہ رہی، کوئی مہینہ ایسا نہیں گزرتا تھا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کی زیارت خواب میں نہ ہوتی ہو۔ وصال سے ایک ماہ پہلے تو تقریباً روزانہ ہی خواب میں ملاقات ہوتی

رہی۔ ایک مرتبہ تو مصافحہ کے وقت بندۂ ناچیز کا ہاتھ بہت دیر تک پکڑے رکھا، بندہ کے بھی آنسو نکل آئے اور حضرتؒ کے ہاتھوں پر گرتے رہے۔ عجیب شفقت و محبت کا منظر تھا۔ اب وصال کے بعد بھی چوتھے روز زیارت ہوئی۔ سفید لباس پہنے ہوئے بہت خوش نظر آرہے تھے۔ مصافحہ و معانقہ ہوا۔

بندۂ ناچیز کی طرف سے تمام برادران اور متعلقین سے تعزیت اور ہدیۂ سلام پیش فرمایئے گا۔ بندہ آج کل صاحبِ فراش ہے، چھ ماہ قبل ہارٹ اٹیک بھی ہوگیا تھا، جوں ہی طبیعت سنبھلی خانقاہ شریف حاضری دُوں گا۔ آخر میں پھر دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرتِ اقدسؒ کی مرقدِ انور پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرمائے اور آپ سب حضرات کو صبرِ جمیل کے ساتھ ساتھ حضرتؒ والی وسعتِ قلبی سے سرفراز فرمائیں، آمین ثم آمین! والسلام

قاری عبدالروف بھٹی قریشی ضلع جھنگ

محترم و مکرم حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حضرت جی! اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے، اُمید ہے آپ خیریت سے ہوں گے، میرے پاس اپنے مرشدؒ کی وفات پر تعزیت کے الفاظ نہیں ہیں کہ جن سے اپنے صدمے کا اِظہار کروں، یہ صدمہ ہمیشہ تازہ رہے گا، اللہ تعالیٰ سے یہ دِلی دُعا ہے کہ حضرت جیؒ کے بعد ان کا فیض ان کی اولاد میں منتقل ہو، آپ کی اس عظیم مسند پر جلوہ افروزی سے دِلی اِطمینان ہے۔

حضرت جی! میری ریڑھ کی ہڈی کا آپریشن ہوا ہے، اس کے باوجود الحمدللہ! اپنے مرشد کے جنازے پر شمولیت کا شرف حاصل ہوا، ہجوم کے پیشِ نظر آپ تک نہ پہنچ سکا کہ آپ کو دیکھ کر دِل دِل میں ادب کی وجہ سے تعزیت کرتا۔ اللہ تعالیٰ میرے مرشدؒ کو مزید درجات کی بلندی عطا فرمائے اور آپ سب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

حضرت جی! اپنی صحت کے لئے آپ سے خصوصی دُعا کی درخواست پیش کرتا ہوں، حضرت جی! میں نے اپنے مرشدؒ کی اجازت سے جھنگ کے ایک دیہات میں دارالعلوم سراجیہ سعدیہ کے نام سے مدرسہ بنایا ہے، مدرسہ بنانے سے پہلے جگہ وقف کرنے والوں کا وعدہ تھا کہ آپ مدرسہ تعمیر کریں جگہ ہم مدرسہ کے نام کروا دیں گے، مدرسہ تعمیر ہوتا رہا اور ان کی اس بات میں تائید رہی کہ جس وقت آپ کہیں گے جگہ مدرسے کے نام کر دی جائے گی، اب جبکہ ان کو وقف کرنے کے لئے کہا تو وعدہ کے خلاف

ہوگئے، بلکہ یوں کہنے لگے کہ یہ آدمی (میرا نام لے کر) کہتا کہ جگہ میرے نام کردی جائے۔ حالانکہ میں اپنے مرشدؒ کی دُعا کی برکت سے ایسے لالچ سے بَری ہوں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ جگہ مدرسہ کے نام کردیں، اگر اِنتقال نہ کرائیں مدرسے کے نام تو صرف اسٹامپ کے اُوپر لکھ دیں کہ مدرسے کی جگہ میں ہماری وارثت کا کوئی حق نہیں ہے۔ وہ لوگ پراپیگنڈا کررہے ہیں حالانکہ مدرسہ کافی تعمیر ہوچکا ہے۔ حضرت! آپ کی نظرِ کرم اور دُعا ہوجائے تاکہ میرے مرشدؒ کی اِجازت سے تعمیر شدہ مدرسہ تاقیامت باقی رہے۔ والسلام

جناب ملک اسد سلیمان، ٹیکسلا

پیرِ طریقت سیّدی ومرشدی جنابِ محترم مولانا خلیل احمد صاحب

لالہ جی صاحب! آپ حضرتِ اعلیٰ کی خدمتِ اقدس میں السلام علیکم پیش کرتا ہوں، حال ہی میں آپ جناب کے والدِ گرامی سیّدی ومرشدی شیخ المشائخ قطب الارشاد جناب اقدس مولانا خان محمد صاحبؒ کا وصال ہوا، گہرے دُکھ، رنج وغم کا اِظہار ہے، یہ دُکھ آپ کا، ہم سب کا، بلکہ پوری اُمتِ مسلمہ کا ہے۔ یہ دُکھ ایک آدمی کے لئے نہیں ہے، پوری دُنیا کے مسلمانوں کے لئے ہے، حضرتِ اقدسؒ کا وجودِ اَطہر پوری دُنیا کے لئے باعثِ برکت تھا، حضرتِ اقدسؒ مستجاب الدعوات تھے، جو بھی زبانِ مبارک سے دُعا فرماتے، اللہ پاک اُس دُعا کو اکسیر کردیتے، اللہ رَبّ العزت نے حضرتِ اقدسؒ کو بہت ہی بلند مقام سے سرفراز فرمایا، پوری اُمتِ مسلمہ آپ کے دُکھ میں برابر کی شریک ہے۔ بندۂ ناچیز سمیت جناب اقدسؒ کی یاد ہم سب کے دِل میں زندۂ جاوید ہے۔ حضرت صاحبؒ کی یاد میرے دِل میں ہم سب کے دِلوں مرتے دم تک مٹ نہیں سکتی، بے شک اِن شاء اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کا وجودِ اَطہر ساری زمین کے لئے زینت تھا، اللہ رَبّ العزت آپ کو، ہم سب کو یہ بہت بڑا دُکھ سہنے کی ہمت، طاقت دے، آمین ثم آمین۔ اللہ رَبّ العزت حضرتِ اقدسؒ کے درجات بلند فرمائے اور ہم سب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے آمین!

لالہ جی صاحب! آپ جناب میرے لئے دُعا فرمائیں کہ اللہ پاک میرے اِیمان کی حفاظت فرمائے، شیطان مردود کے شر سے پناہ دے، میری روزی رزق میں وسعت عطا فرمائے اور ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ فرمائے، آپ جنابِ اقدس اپنی طرف سے ڈھیر ساری دُعائیں فرمائیں جو ہمارے حق میں بہتر ہوں۔ آپ جنابِ اقدس اپنی فیوض وبرکات سے نوازیں اللہ رَبّ العزت آپ کو عمرِ خضر عطا فرمائے، ہمارے اُوپر تادیر قائم ودائم رکھے، اللہ آپ کو ہر وقت شفائے کاملہ وعاجلہ نصیب فرمائے، بے

شک حضرتِ اقدس اجل مولانا خان محمد صاحبؒ کی دُعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ والسلام

جناب محمد اِلیاس، پشاور

معظم ومحترم صاحبزادہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

صد ہزار مبارک باد، جو بارِ امانت اور عظیم ذمہ داری آپ کے سپرد کی گئی ہے، یقیناً ہر طرح آپ ہی اس کے مستحق ہیں۔ خدائے بزرگ وبرتر آپ کو مکمل طور پر بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے اور اس عظیم منصب کی نازک ذمہ داریوں کو کما حقہٗ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین!

گزشتہ جمعہ ۲۲؍جمادی الاولیٰ آپ سے واپسی کی اجازت لیتے ہوئے اور آپ سے مصافحہ کرتے وقت دِل میں یہی خیال تھا کہ حضرتِ والاؒ کے وصال کے بعد میں اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دے رہا ہوں، خدا تعالیٰ وابستگی کا یہ تسلسل ہماری آخری سانس تک قائم رکھے، اس لئے کہ ہمارا تو یہ حال ہے:

گرچہ ناپاکم ولیکن دل بہ پاکم بستہ ام

براہِ کرم اپنی دُعاؤں اور شفقتوں سے اُسی طرح بہرہ ور رکھیں، جس طرح حضرتِ والاؒ کی عادت شریفہ تھی۔ والسلام

ڈاکٹر سیّد وسیم اختر، امیر جماعت اسلامی پنجاب

محترمی ومکرمی مولانا عزیز احمد/ مولانا خلیل احمد/ صاحبزادہ سعید احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کے والدِ محترم خواجہ خان محمدؒ کی وفات کی اطلاع موصول ہوئی، انا للہ وانا الیہ راجعون!

والدین، اللہ رَبّ العزت کی ایسی بے پایاں نعمت ہیں جن کا نعم البدل کم از کم اس دُنیا کی زندگی میں ممکن نہیں ہے، والدین کی موجودگی انسان کے لئے بہت سے غموں سے نجات کا پروانہ ہوتی ہے، خاص کر باپ، اولاد کے لئے شجرِ سایہ دار ہوتا ہے، اور اس کے جدا ہوجانے سے اس سایہ سے محرومی ہوجاتی ہے۔ میری اللہ رَبّ العزت سے دُعا ہے کہ وہ اپنی جناب سے خصوصی رحمت کے ذریعے اس زخم کو مندمل فرمائے۔ بہرکیف! رَبّ العزت کے فیصلوں پر راضی رہنا ہی ہمارے بنیادی عقیدے اور اِیمان کا حصہ ہے۔

آپ کے والدِ گرامی خواجہ خان محمد مرحوم کی زندگی فتنۂ قادیانیت کے خلاف شمشیرِ برہنہ تھی، اور وہ تمام عمر جہاد میں سرگرمِ عمل رہے۔ یہ ان کا خاص اِمتیاز تھا۔ ان کی دِینی ورُوحانی خدمات اس کے علاوہ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی تمام زندگی جدوجہد میں گزاری، اللہ تعالیٰ ان کی جدوجہد کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی نیکیوں کو شرفِ قبولیت بخشے، ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے اور سارے خاندان کو صبرِ جمیل، اجرِ جزیل سے نوازے۔ مرحوم کے جانے سے جو خلا پیدا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے حوالے سے خصوصی رحمت فرمائے۔ میری طرف سے دِلی تعزیت قبول فرمایئے اور تمام برادران واہل خاندان کو تعزیت اور حوصلے کا پیغام دیں۔

میری بہترین دُعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ والسلام

جناب امان اللہ نعمانی، وزیر آباد

عزت مآب ابنِ مدظلہٗ حضرتِ اقدس خواجہ خان محمد صاحبؒ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ایک عالم باعمل، ایک صوفی باعمل، جرنیلِ ختمِ نبوّت، ایک محبت بھرے انسان، حضرت مجددالف ثانیؒ کے جیالے، غریبوں سے محبت کرنے والے، اللہ کے عاشق باعمل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عاشقِ باعمل، قرآن وسنت کے عاشقِ باعمل، اُمہات المؤمنینؓ کے بیٹے باعمل، صحابہؓ صحابیاتؓ کے وکیل، ختمِ نبوّت کے مبلغِ اعظم، سیّدنا مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ انتقال فرماگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون!

میں آپ سب کے غم میں برابر کا شریک ہوں، اللہ تعالیٰ آپ سب کو، مجھے اور آپؒ کے سب مریدوں، شاگردوں، عقیدت مندوں کو صبرِ جمیل عطا فرماوے آمین، اور سیّدنا خواجہ خان محمد صاحبؒ کی مغفرت فرماویں، جنت اور جنت الفردوس عطا فرماویں، آمین!

اللہ تعالیٰ آپ سب کو، مجھے، آپؒ کے مریدوں، شاگردوں، عقیدت مندوں کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرماویں، آمین!

زندگی بھر اُن کے لئے صحت کی دُعا کرتا رہا، اب اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایصالِ ثواب کا فریضہ ڈال دیا ہے، اللہ مجھے اس فرض کو نباہنے کی توفیق عطا فرماویں، آمین!

اے جانشینِ سیّدنا خواجہ خان محمد صاحبؒ! اللہ تعالیٰ کی مدد ہر وقت شاملِ حال ہو آپ کے، نبی

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ پاک میں۔ والسلام

جناب محمد سلیم، جنوبی وزیرستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اما بعد، جناب شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کا ایسے وقت میں دُنیا سے چلے جانا، نہایت ہی افسوسناک ہے۔ کیونکہ ہر طرف سے اسلام پر سرتوڑ اور جان لیوا حملے ہو رہے ہیں، اور خصوصاً ختمِ نبوّت کے محاذ پر۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ نے ختمِ نبوّت کے محاذ پر لڑتے ہوئے اپنی جان جوکھوں میں ڈال دی۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ آپؒ کی قربانیوں کو قبول ومقبول فرمائیں، آمین ثم آمین، اللہ تعالیٰ اہل وعیال کو صبرِ جمیل عطا فرماوئیں۔

جناب فقیر محمد، مدرسہ حسینیہ روہڑی

صاحبزادہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مطالعہ فرمائیں کہ حضرت خواجۂ خواجگان قطب الاقطاب مولانا خواجہ خان محمد صاحب نقشبندی مجددیؒ کے اِنتقال کی خبر سن کر تمام رنج وافسوس ہوا۔ قبلہ حضرت صاحبؒ اپنی ذات میں اکیلے انجمن تھے، ایک ایسا سمندر تھے جس میں دریا ونہریں گرتی تھیں، اب ایسی قیادت کہاں سے آئے گی؟

بچھڑا اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اِک شخص سارے شہر کو ویران کرگیا!

روہڑی شہر سے حضرت صاحبؒ کے مریدین گزشتہ جمعرات کو یہاں تشریف لائے اور ختم مبارک پڑھ کر حضرت صاحبؒ کی رُوحِ پُرفتوح کو بخشا۔ اللہ تعالیٰ حضرت صاحبؒ کے درجات بلند فرمائے، اور ان کی برکت سے سارے گناہوں کو معاف رکھے، آمین!

عرض ہے کہ ہمارے مدرسے کے لئے دُعا فرمائیں، الحمدللہ! مدرسے میں نو اُستاذ ہیں، ساٹھ طالبِ علم مسافر ہیں، مقامی سمیت تقریباً ڈیڑھ سو بن جاتے ہیں، دورۂ حدیث تک تعلیم جاری ہے۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ میں حضرت مولانا عبدالصمد صاحب ہالیجی شریف والوں کے مرید ہیں۔ اللہ تعالیٰ

برکت دے، حضرت خواجہ صاحبؒ سے کئی مرتبہ دُعا کی درخواست کی، جو قبول ہوئی۔
جوابی لفافہ ہمراہ ہے، چند مبارک کلمات اور مدرسہ ھٰذا کے بارے میں کچھ نصیحتیں لکھ بھیجئے، تمام جماعت کے سامنے پڑھی جائیں اور تسلی کا سبب بنیں۔
قبلہ خواجہؒ کے جانشین ہونے کا فخر آپ کو حاصل ہوا، جو کہ بہت بڑی سعادت ہے، اللہ تعالیٰ دِن دُگنی رات چوگنی ترقی نصیب کرے۔ والسلام

مولانا محمد قاسم قاسمی، جامعہ قاسم العلوم فقیروالی

بگرامی خدمت جناب حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب جانشین شیخ المشائخ حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ سجادہ نشین خانقاہِ عالیہ سراجیہ کندیاں شریف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاجِ گرامی! اُمید ہے کہ جناب والا مع جملہ افرادِ خانہ ہر طرح خیریت سے ہوں گے۔
آپ کے والدِ محترم شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مرحوم کی وفات حسرت آیات کی خبر سن کر دِل پر بجلی گرتی محسوس ہوئی، اس وحشت انگیز خبر سے دِل حزین، قلب غمگین ہے، جگر شق ہونے کو ہے، آنکھوں سے آنسو رواں ہیں، اس لئے کہ برِصغیر ایک ایسی عظیم ہستی سے محروم ہوگیا جس کا وجود اُمتِ مسلمہ کے لئے قدرتِ خداوندی کا بہت بڑا عطیہ تھا، حضرت مرحوم عالمِ اسلام کی ایک نابغہ روزگار شخصیت اور عظیم ہستی تھے۔ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن اور ایک اِدارہ تھے، حضرتؒ کی وفات **موت العالِم موت العالَم** کی مصداق ہے۔ ان کی وفات سے لاکھوں قلبِ سلیم کی خواہش والے اور ہزاروں جماعتوں کے کارکن ان کی سرپرستی اور دُعاؤں سے محروم ہوگئے۔ بقول شخصے:

بھیڑ میں دُنیا کی جانے کہاں گم ہوگئے
کچھ فرشتے بھی رہا کرتے تھے انسانوں میں

حضرتؒ کی خاموشی وہ کام کرتی جو سحرالبیان خطیب اور قادرالکلام مقرر، برجستہ اشعار اور روانی والی تقریر بھی نہ کرسکتی۔ اس خاموشی سے ہزاروں مردہ قلوب کی کھیتیاں موسمِ بہار کی طرح سرسبز وشاداب ہوگئیں، بقول شخصے:

کہہ رہا ہے شورِ دریا سے سمندر کا سکوت
جس کا جس قدر ظرف ہے اس قدر خاموش ہے

حضرتِ مرحوم کی وفات سے صرف آپ یتیم نہیں ہوئے، بلکہ پورا عالمِ اسلام یتیم ہوگیا:

کچھ ایسے بھی اس بزم سے اُٹھ جائیں گے
جن کو تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

حضرتِ مرحوم اس اِعتبار سے خوش قسمت ہیں کہ وہ آپ کی اور آپ کے دیگر چار بھائیوں کی صورت میں اپنے پیچھے نیک وصالح اولاد چھوڑ گئے ہیں، جو ان کے لئے صدقۂ جاریہ ہے۔ جامعہ قاسم العلوم کے تمام طلبہ، اساتذہ، اراکین اور منتظمین آپ کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔ والدِ محترم حضرت مولانا فضل محمد صاحبؒ اور جامعہ کے اکثر اساتذہ حضرتؒ سے بیعت تھے، اور حضرتؒ تاحیات جامعہ کے سرپرست بھی رہے۔ اس اِعتبار سے ہم سب تعزیت کے مستحق ہیں، حضرتِ مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لئے جامعہ میں مسلسل قرآن مجید اور کلمہ شریف پڑھایا جارہا ہے۔ عزیزم مولانا مسعود قاسم قاسمی، مولانا محمود قاسم قاسمی، حافظ ولی محمد، مولانا محمد اشرف اور دیگر خدام آپ سے تعزیت کرتے ہیں۔

حضرت مولانا میاں عبدالرحمٰن، خطیب جامع مسجد انارکلی لاہور

حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب دامت برکاتہم
حضرت صاحبزادہ خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم
حضرت صاحبزادہ رشید احمد صاحب دامت برکاتہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حضرت خواجۂ خواجگانؒ بندہ کے مربی اور مرشد ۵ مئی ۲۰۱۰ء کو اس دارِ فانی سے دارِ بقا کو کوچ کر گئے۔ حضرتؒ کی ذاتِ گرامی پورے عالم کے لئے باعثِ برکت تھی۔ حضرتؒ کی زندگی تاریخ ساز زندگی تھی، جس پر کچھ کہنا، لکھنا میرے بس میں نہیں۔ اللہ ربّ العزت ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ تمام کو صبرِ جمیل، اجرِ جزیل عطا فرمائے، اور ان کے وہ اوصاف جن کی بدولت اللہ کی اس دھرتی پر انہوں نے جو مقام پایا آپ تمام میں منتقل فرمائے، اللہ قادر ہیں، اللہ کے لئے کوئی مشکل نہیں، آپ سے مؤدّبانہ، عاجزانہ، دردمندانہ درخواست ہے کہ ان کے طرزِ زندگی کو اپناتے ہوئے عاجزی، تواضع، اِنکساری، تقویٰ اور طہارت، اِخلاص اور للّٰہیت اور باہمی برادران میں پیار محبت اور اُلفت قائم کرتے ہوئے زندگی گزاریں۔ اس خانقاہ کی عظیم تاریخ ہے، اس تاریخ کو آگے بڑھانے میں آپ ہی کا کردار ہوگا، بس درگزر، برداشت سے کام لیتے ہوئے اس خانقاہ کی عظمت کو برقرار رکھنا آپ

کی ذمہ داری ہے۔ اللہ کریم ہر طرح کے شرور سے آپ کی حفاظت فرمائے، بندۂ ناچیز بوجہ بیماری جنازے میں شریک نہ ہوسکا، جس کا عمر بھر قلق رہے گا۔ میرے دو بچے احمد میاں اور محمود میاں آپ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور جنازے میں بھی شریک ہوئے۔

مولانا بلال احمد، سرگودھا

بخدمتِ اقدس عزت مآب مخدوم مکرم جناب حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم، سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف، میانوالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اُمید ہے مزاج بخیر ہوں گے!

کافی دنوں سے آپ حضرات (اخوان واعزہ اور احبابِ خانقاہ سراجیہ وغیرہم) سے تعزیتی الفاظ عرض کرنے کی سعی کر رہا تھا، مگر دِل دھک سے رہ جاتا کہ کس طرح تعزیت کے الفاظ ادا کروں؟ کہاں سے ابتدا کروں؟ اور کہاں پر اِختتام کروں؟ ہم سب یتیم ہوگئے اور سبھی تعزیت کے مستحق ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون!

قطب الارشاد خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ کی جدائی یقیناً ہم سب کے لئے ایک بہت بڑا صدمہ اور المیہ ہے، وہ تو دِیدارِ اِلٰہی سے مشرف اور مجلس خاتم الانبیاء ﷺ سے بہرہ ور ہوگئے، اور ہم ان کے فیوض وبرکات ...جو بارانِ مسلسل کی طرح ہم پر برس رہے تھے... سے محروم ہوگئے۔ اب ’’**کل من علیھا فان ویبقٰی وجہ ربک ذوالجلال والاِکرام**‘‘ کہنے کے علاوہ ہمارے پاس کوئی چارۂ کار نہیں، ورنہ حالتِ زار یہ ہے کہ:

قسمت کیا ہر ایک کو قسامِ ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
بلبل کو دیا نالہ تو پروانے کو جلنا
غم ہم کو دِیا، مشکل جو سب سے نظر آیا

ہم سب آپ کو، خانقاہ وخاندان کے جملہ احباب خصوصاً حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب مدظلہم اور دیگر برادران کے حضور تعزیت کرتے ہیں اور حضرتؒ کی جدائی کے غم میں آپ حضرات کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرتؒ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے سنتِ مطہرہ کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

جنابِ والا! اس وقت آپ پر جو عظیم ذمہ داری عائد ہوئی ہے وہ کوہِ گراں سے بھی زیادہ وزنی اور بھاری ہے، جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا فرضِ منصبی عطا ہوتا ہے تو اس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے وہ ہمت اور حوصلہ بھی ودیعت فرمادیتے ہیں۔ آپ اب حضرت خواجہ صاحبؒ کی مسندِ عالیہ پر فروکش ہیں، اس لئے قدم قدم پر ان کے اُسوہ اور عمل کو پیشِ نظر رکھنا پڑے گا۔

اس آستانۂ عالیہ پر انواع واقسام کے غمگین ودُکھی وادیٔ دِل کے تشنہ لب مسافر حاضر ہوتے تھے، اور اپنی قلبی تشنگی کو مقدور بھر سیرابی اور سیر چشمی سے ہم کنار کر کے شاداں وفرحاں رختِ سفر باندھ جایا کرتے تھے۔ اب ایسے کئی لوگ غم اور بے کسی کے پہاڑ لے کر، بے قرار وبے چین رُوحوں اور اَسفار کی صعوبتوں، بھوک وپیاس سے نڈھال صرف وصالِ یار کی آرزو وتمنا لئے حاضر ہوں گے۔ اگر آپ ان کے دُکھوں کا مدوانہ بھی کریں تو کم از کم لبوں کو تروتازگی کا سامان تو ضرور بہم پہنچائیں، کیونکہ یہاں (خانقاہ شریف) سے راندۂ درگاہ کوئی بھی نہیں ہوا۔

حضرتِ والا! بہت سارے ٹوٹے ہوئے دِلوں والے آئیں گے، ان کا خاص خیال رکھنا۔ ان لوگوں سے میرے اللہ کو بڑی محبت ہوتی ہے۔ خدارا ان کا خاص خیال رکھنا، ان کو کبھی حقیر نہ سمجھنا۔ دُشمنوں سے ہوشیار رہنا، یہ اپنی صفوں میں موجود ہوتے ہیں۔ منافق، آقائے دوعالم ﷺ کے پیچھے صفِ اوّل میں نماز پڑھتے تھے۔ اس خانقاہ کی تمام امتیازی خصوصیات کو روشن وتاباں رکھنا اور اس کے درخشندہ ابواب کو بند ومقفل نہ ہونے دینا۔ اس وقت آپ کی اساس اور بنیاد خانقاہ اور مدرسہ ہیں، انہی کی ترقی وکامیابی کے لئے ترجیحی بنیادوں پر محنت فرمائیں، بلکہ اپنے آپ کو ان کے لئے وقف فرمادیں۔ ہر کام پر انہیں دواُمور کو مقدم رکھیں، اِن شاء اللہ دِن دُگنی اور رات چوگنی کامرانیاں آپ کے قدم چومیں گی۔

ناچیز نے چھوٹا ہو کر بڑی باتیں لکھ دی ہیں، معاف کرنا! بندہ کے لئے خصوصی دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کی ظلمت سے بچائے اور صراطِ مستقیم پر چلنے اور ہر وقت اپنی یاد میں مصروف ومستغرق رہنے کی توفیق دے، آمین یا ربّ العالمین! والسلام

مولانا قاری محمد زرین نقشبندی، راولپنڈی

بعد الحمد والصلوٰۃ والتحیات وارسال تسلیمات احقر ابوزبیر محمد زرین عفی عنہ کی طرف سے مخدومی حضرت صاحبزادہ خلیل احمد صاحب جانشین قبلہ حضرتؒ کی خدمت میں عرض ہے کہ بندہ ۷ رمئی بروز جمعۃ المبارک بعد نماز فجر (ناشتے کے بعد) آپ سے اِجازت لے کر بعافیت واپس راولپنڈی شام کو پہنچ گیا تھا۔

قبلہ حضرتؒ کا وصال مبارک یقیناً آپ تمام بھائیوں اور خاندان کے لئے عظیم صدمہ ہے، تو دُوسری طرف حضرتؒ کے لاکھوں متعلقین ومریدین کے لئے بھی بڑا غم وصدمہ ہے۔

خاص طور پر بندہ کی نیازمندی اورنسبت قبلہ حضرتؒ سے ۱۹۶۱ء کومولانا عبدالحکیمؒ کے ہمراہ خانقاہ شریف کندیاں اسٹیشن سے پیدل حاضر ہوکر بیعت کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ پھر ۱۹۶۴ء پورا سال بندہ خانقاہ شریف میں زیرِ تعلیم رہا۔ مولانا قطب الدینؒ سے شرح وقایہ درجہ کی کتب پڑھیں، پھر حضرتؒ کے حکم سے بندہ دس بارہ سال آخری عشرہ میں قرآنِ کریم سناتا رہا۔ بندہ کا عقد مسنون بھی ۱۹۶۴ء کو جامعہ فرقانیہ کے سالانہ جلسے میں قبلہ حضرتؒ اور مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ نے پڑھایا تھا۔

الحمدللہ! کہ حضرتؒ کے ساتھ مکۃ المکرّمہ اور مدینۃ المنورہ بھی حاضری کی سعادت حاصل رہی، بندہ کے والدِ حقیقی تو بچپن میں فوت ہوگئے تھے، لیکن بعد میں ابتدائی سرپرستی مولانا عبدالحکیمؒ نے فرمائی تھی، اوران کے داماد ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا، لیکن آخری سالوں میں جتنی شفقت حضرتؒ نے بندہ کو دی تھی، اس کی کوئی مثال نہیں ملتی، بندہ اب صحیح یتیم ہوا ہے۔ جس دن حضرتؒ کا وصال ہوا بندہ رات کو روانہ ہوکر چھ بجے صبح ۵رمئی کو پنڈی سے ملتان پہنچا، سیدھا سیال کلینک حاضر ہوا، اس وقت صرف کھڑکی سے زیارت ہوئی، پھر بندہ ختمِ نبوّت دفتر حاضر ہوا، ناشتہ کیا، آرام کیا، پھر بندہ ایک بجے قاضی احسان احمد مبلغ ختمِ نبوّت کراچی کے ہمراہ ان کے دوساتھیوں سمیت حاضر ہوا۔

عام زیارت اسی طرح جاری تھی، لیکن الحمدللہ! کہ محترم لالہ عزیز احمد صاحب نے پہلے قاضی احسان احمد کو کمرے میں بلایا، ان کی ملاقات ہوئی، اس کے بعد بندہ کو اندر بلایا، بندہ جب حضرتؒ کے سامنے کھڑا ہوا تو محترم لالہ عزیز احمد نے فرمایا: قاری زرین راولپنڈی سے حاضر ہوئے ہیں، قبلہ حضرتؒ نے نگاہِ مبارک اُٹھاکر بندہ کو دیکھا اور فرمایا: خیریت ہے! بندہ نے سلام کیا اور واپس کمرے سے باہر آگیا۔ پھر بندہ نے واپسی کے لئے پونے چار بجے بس ڈائیو صادق آباد والی میں سیٹ ملی، بس روانہ ہوئی، جھنگ پہنچے، وقت ساڑھے آٹھ بجے تھے کہ قاری عبدالخالق صاحب نیولالہ زار راولپنڈی کا فون آیا کہ قبلہ حضرتؒ کا وصال ہوگیا ہے، اناللہ وانا الیہ راجعون!

بندہ قبلہ حضرتؒ کی شفقت ومحبت سے محروم ہوگیا، اللہ کریم آپ سب بھائیوں اور ہمیں یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق دے، آمین!

بہرحال یہ بندہ کے حضرتؒ سے تعلق کی نسبت سے جذبات تھے جوتحریر کئے، آپ محسوس نہ فرمادیں۔

جامعہ فرقانیہ مدنیہ حضرتؒ کی سرپرستی میں چلتا تھا، الحمدللہ! کہ بندہ نے بہت بڑا اہتمام کرکے قبلہ حضرتؒ کے لئے قرآن خوانی کرائی ہے، اور دُعاؤں کا سلسلہ تو اب مستقل جاری رہے گا۔ آپ کو

مبارک ہو کہ آپ حضرتؒ کے جانشین مقرر ہو گئے ہیں، الحمدللہ علیٰ ذالک!

اِن شاء اللہ! بندہ خانقاہ شریف حاضر ہوگا۔ اُمید ہے کہ آپ بھی بندہ پر اسی طرح شفقت فرماویں گے، اللہ کریم خانقاہ شریف کے فیوض و برکات کو تا قیامت قائم رکھے، آمین!

اِن شاء اللہ! مستقبل میں آپ سے وقت لے کر جامعہ میں بڑا پروگرام منعقد کریں گے۔

مولانا مفتی محمد ایاز حقانی، کانگڑہ چارسدہ

برادر مکرم و معظم حضرتِ اقدس مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب مدظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مرشد العلماء والصلحاء، قطب الاقطاب، شیخ المشائخ حضرتِ اقدسؒ کے سانحۂ اِرتحال سے موت العالم موت العالم کا سکتہ طاری کردیا، حضرتِ اقدسؒ کی ذاتِ بابرکات تمام عالم کے لئے سراپا رحمت ومحبت کا ذریعہ تھی، اس بڑھاپے، بیماریوں کے باوجود انگریز کے خودکاشتہ پودے کی بیخ کنی کے لئے سارے دُنیا کا غم لئے ہوئے پھرتے تھے۔ اپنے اُستاذِ مکرم حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور اُستاذ الاساتذہ حضرت العلامہ سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ اور اپنے شیخ ومرشدؒ کے صحیح جانشین تھے، حضرتِ اقدسؒ کی وفات سے پاکستان علمائے دیوبند کے فیوض وبرکات کا دروازہ بند ہونے لگا ہے، وہ علمی تبحر، وہ اِخلاص وللّٰہیت، تقویٰ وطہارت کا وہ معیار اپنے اِختتام کو پہنچ رہا ہے۔ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے گل سرسبد تھا، افسوس کہ نہ رہا۔ حضرتِ اقدس جمعیت علمائے اسلام کے سرپرستِ اعلیٰ تھے، عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے امیر تھے، ساری دِینی تحریکات کے سرپرست تھے، لاکھوں دِینی مدارس کو حضرتِ والاؒ کی دُعائیں اور شفقتیں حاصل تھیں۔ حضرتِ والاؒ کے دُنیا سے رحلت فرمانے سے دِینی حلقوں میں ایک بڑا خلا پیدا ہوا ہے، جس کا پورا کرنا مشکل ہے، دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرتِ اقدسؒ کو اپنے ہاں جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرماوے، اور آپ حضرات کو جملہ مریدین ومسترشدین اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرماوے، آمین!

ڈاکٹر شفیق احمد صدیقی، شورکوٹ

بخدمت اقدس محترمی ومکرمی، ولیٔ کامل، شیخِ مکرم، پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، جانشینِ حضرت جیؒ

حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

اور محترمی مکرمی، مجاہدِ ختمِ نبوّت، سفیرِ ختمِ نبوّت، ولی ابنِ ولی

حضرت مولانا خواجہ عزیز احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! انسان کو زندگی میں مختلف اوقات میں مختلف النوع سانحات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لیکن حضرت جیؒ کا سانحۂ اِرتحال اس قدر شدید اثرات مرتب کرگیا ہے کہ ابھی تک دِل اور آنکھیں ساتھ چھوڑ دیتی ہیں۔ بڑی مشکل سے آج ہمت کرکے کاغذ قلم سنبھالا ہے، اور کچھ لکھنے کے قابل ہوا ہوں، قبلہ والد محترم کی طبیعت تو بدستور خراب ہے، ہم سب آپ کے ساتھ اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔

میرے بچے اکثر حضرت جیؒ کا تذکرہ چھیڑ دیتے ہیں، اور خانقاہ حاضری کے لئے کہتے ہیں، اسکول کی چھٹیوں میں اُن کی حاضری یقینی ہوسکتی ہے۔

چند احباب نے بھی دُعاؤں کے لئے عرض کیا ہے۔ والسلام

مولانا محمد عمر قریشی خلف الرشید مولانا دوست محمد قریشیؒ

معلّٰی القاب حضرت جالندھری صاحب حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

انا للہ وانا الیہ راجعون! اللہ تعالیٰ آپ کو مع احباب ورفقائے جماعت صبرِ جمیل عطا فرماویں، آج صرف مجلس ختمِ نبوّت ہی اپنے سرپرست سے محروم نہیں ہوئی، بلکہ ہر اِسلامی تحریک حضرت خواجہ صاحبؒ کی رحلت کے سبب اپنے آپ کو بے سہارا محسوس کررہی ہے۔

اللہ کریم حضرتؒ کو جوارِ رحمت میں جگہ دیں اور اپنی شایانِ شان جماعت کی حفاظت فرماویں، آمین! والسلام مع الاکرام

مولانا ارشاد الحق، شیخ الحدیث جامعہ خیر العلوم خیر پور بہاولپور

محترم ومکرم حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب جالندھری زیدمجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاجِ گرامی!

خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ صاحبؒ کی رحلت بلاشبہ پوری ملتِ اسلامیہ، بالخصوص عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے لئے ایک عظیم سانحہ اور ناقابلِ تلافی نقصان وحرمان ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون!

مگر آپ حضرات سے بڑھ کر کون جانتا ہوگا کہ موت سے کسی کو مفر نہیں ہے، اس جہان میں جو

آیا، جانے کے لئے آیا ہے، حق سبحانہ وتعالیٰ حضرتؒ کے درجاتِ عالیہ کو مزید درمزید بلند فرمائے اور ہم سب کو حضرتؒ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے آقا علیہ السلام کی ختمِ نبوّت کے تحفظ پر اپنی جان ومال اور عزت وآبرو نچھاور کرنے کی توفیق بخشے اور مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے لئے حضرتؒ کا نعم البدل عطا فرمائے کہ: ”اِنّ اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر“ میرا ایمان ویقین ہے۔ فقط والسلام

مولانا انیس احمد مظاہری، جامعہ احسان القرآن لاہور

گرامی قدر جناب مخدومنا المکرّم حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب زید مجدکم ومدت فیوضکم ومتع اللہ المسلمین بجہدکم ومساعیکم المبارکۃ المقبولۃ بالصحۃ والعافیۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ کریم آنجناب کو تادیر بصحت وعافیت ترقیاتِ ایمانیہ سلامت باکرامت رکھیں، عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے خدام وکارکنان کی مساعیٔ جمیلہ کو قبولیت مقبولیت عطا فرما کر مثمر ثمرات بنائے۔ نیز عالمِ بالا میں خاتم النبیین الامی الکریم سرکارِ دوعالم ﷺ کے قربِ خاص سے سرفراز فرمائیں، آمین بحرمۃ النبی الامی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

بحمد اللہ وفضلہ! بندہ بھی مع حضرتِ اقدس سیّدی وسندی ومرشدی والد صاحب زید مجدہم وجملہ احباب ہر طرح بخیریت ہے۔

جنابِ والا کی خدمت میں حضرت خواجۂ خواجگان، محبوب العارفین، امیرِ مرکزیہ مولانا خان محمد صاحبؒ کے سانحۂ اِرتحال پر چند کلمات بسلسلۂ تعزیتِ مسنونہ عرض کرنے کا اِرادہ ہے، لیکن کچھ سمجھ نہیں آرہا کہ کن کلمات سے مافی الضمیر کو بیان کروں اور قلبی کیفیت کا اِظہار کروں۔ یہ پہلا موقع ہے کہ کسی بڑے کی وفات حسرت آیات پر تعزیتِ مسنونہ کا مضمون لکھنا پڑ رہا ہے۔ ابھی تو حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلال پوری شہیدؒ کی شہادت کے بعد ان کا خلا پُر نہیں ہوا تھا، اللہ کریم کی طرف سے ایک اور اِمتحان اور ذمہ داری آن پڑی، عظّم اللہ اجرکم وایدکم بتأییدہ۔

حضرت! آپ تو ہمارے بڑے ہیں، اس عظیم سانحے کے موقع پر ہم سب بھی آپ حضرات کے شریکِ غم اور مستحقِ تعزیت ہیں۔

اس دُنیا میں جو آیا ہے وہ جانے ہی کے لئے آیا ہے، لیکن اللہ کے ولیوں کا لقاءِ محبوب، بعد والوں کے لئے بہت بڑی ذمہ داریوں کے کندھوں پر آنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

یقیناً حضرتؒ کا سفرِ آخرت اور وصال جمیع اُمتِ محمدیہ کے لئے بالعموم اور خدامِ ختمِ نبوّت کے لئے بالخصوص حسبِ مراتب عظیم سانحہ ہے۔ اللہ کریم جل شانہٗ عم نوالہٗ اپنے حبیب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلاموں کی اس گھڑی میں خصوصی مدد فرمائیں اور جمیع اُمتِ محمدیہ بالخصوص ہماری جماعت عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت اور اس کے عظیم کام کو ظاہری، باطنی اور داخلی، خارجی ہر نوع کے اِبتلا و آزمائش اور سازشیوں کی سازشوں سے اپنی کامل حفظ و امان نصیب فرمائیں اور ترقیات سے نوازتے ہی رہیں، اللّٰھم لَا تحرمنا اجرہٗ ولَا تفتنّا بعدہٗ، آمین بحرمۃ النبی الاُمّی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم!

میرے حضرت! آپ کو تو معلوم ہی ہے: ''الموت جسر یوصل الحبیب إلی الحبیب'' اس جام نے تو حضرت خواجہ صاحبؒ کو لقاءِ محبوب اور وصالِ حبیب صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وسلم کی لازوال نعمت سے سرفراز کردیا۔

حضرتؒ کے وجودِ مسعود کی وجہ سے جو خیرات و برکات جماعت وخدام وکارکنانِ مجلس کو نصیب تھیں، اللہ کریم ان سے محروم نہ فرمائیں اور بہترین نعم البدل سے مالامال فرمائیں۔

بحمداللہ وفضلہ وکرمہ! حضرتؒ اور تمام خدام وشہدائے ختمِ نبوّت کے لئے جانی ومالی ایصالِ ثواب کے اِہتمام کی توفیق ہوئی، قرآنِ کریم، سوا لاکھ مرتبہ دُرودشریف پڑھا گیا، اللہ کریم قبول فرمائے۔ دعواتِ صالحہ کی اِستدعا کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔ فقط والسلام

❋

مخالفت کا ہونا سچے ہونے کی نشانی ہے

۱۲رجون ۲۰۱۰ء کو نمازِ مغرب سے پہلے حضرتؒ کا ذکر سابق ڈسٹرکٹ خطیب آف بالاکوٹ سے کیا تو مولانا خلیل احمد صاحب نے بتایا کہ ہمارے مدرسے میں حضرتؒ تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ حضرت! کچھ مشکلات ہیں، حضرتؒ نے کہا کہ مخالفت کا ہونا سچا ہونے کی دلیل ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پروگرام سچا تھا، ان کی کتنی مخالفت ہوئی، مکہ کو چھوڑ کر مدینہ جانا پڑا، میرے کانوں میں کہا: اللہ بھلا کرے گا، آسانی ہوگی۔ ماشاء اللہ حضرتؒ کی دُعا قبول ہوئی اور اللہ پاک نے آسانیاں فرمادیں، وہ کچھ دیا جس کا وہم وگمان بھی نہیں تھا، اللہ ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، آمین!

تأثرات

قائدِ جمعیت مولانا فضل الرحمٰن صاحب

خانقاہ سراجیہ اپنی رُوحانی خدمات کے حوالے سے خود ایک روشن اور انوار بھری تاریخ کا نام ہے۔ ہم سب کے مخدوم اور پیشوا حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ جو آج کی دُنیا میں سراجِ منیر تھے، اور جن کی اِمامت میں خانقاہِ سراجیہ مینارۂ نور بن کر اُفقِ عالم پر چمکا، کی رحلت اُمت کے لئے بالعموم اور اپنے حلقۂ اِرادت وعقیدت کے لئے بالخصوص کسی صاعقہ اور ایک بڑے سانحے سے کم نہیں، اور جسے موت العالم موت العالم کا مصداق تصور کیا جارہا ہے۔

ایک ایسے وقت میں جبکہ اُمت کی کشتی بھنور میں ہے، ہر جہت سے طوفانوں میں گھری ہوئی ہے، ہر دِل اس لحاظ سے فکرمند ہے کہ کس طرح اپنی طرف منزل کی رواں دواں یہ کاروان کامیابی کے ساحل سے ہمکنار ہوگا۔ اس جائز اِحساس کے ساتھ لازم ہے کہ حضرتؒ کے متوسلین و متعلقین ایک نئے عزم کے ساتھ خود کو منظّم کریں، رُجوع الی اللہ کریں، اور عزم وعمل اللہ کی تائید ونصرت کا اجل ذریعہ ہے۔

اللہ کا شکر ہے کہ اس نے حضرتؒ کو باصلاحیت اولاد عطا کردی ہے، حضرت برادرِ مکرم صاحبزادہ خلیل احمد صاحب نے خانقاہ کے رُوحانی سلسلے کو جاری رکھنے کی ذمہ داری لی ہے، حضرت برادرِ مکرم صاحبزادہ عزیز احمد صاحب عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت اور جمعیت علمائے اسلام کے محاذ پر اپنی خدمات جاری رکھنے کا اعلان کرچکے ہیں۔ برادران گرامی حضرت رشید احمد صاحب وسعید احمد صاحب ونجیب احمد صاحب ان میدانوں میں اپنے بھائیوں کی مکمل اعانت اور بھرپور تائید کا عزم ظاہر کرچکے ہیں، ربّ العالمین خدماتِ دینیہ کے اس سلسلے کو جاری وساری رکھنے کی توفیق کے ساتھ کامیابیوں سے سرفراز فرمائے، آمین!

یادگارِ اسلاف مولانا محمد عبداللہ صاحب، بھکر

حضرتِ اقدس شیخنا وسیّدنا مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کا دُنیا سے سفر فرما جانا ہم خدام کے لئے قیامت سے کم نہیں، حضرتؒ کی شفقتوں اور دُعاؤں سے محروم ہوگئے، آج یوں لگتا ہے کہ حضرتؒ کی رحلت سے سلاسلِ رُوحانی کی بساط ہی لپٹ گئی ہے۔ خانقاہیں آباد رہیں گی، بیعت وارشاد کے سلسلے چلتے رہیں گے، لیکن ایسی جامع الکمالات ہستیاں اور ایسی عظمت والے لوگ شاید دُنیا میں کبھی نظر نہ آئیں۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو ہماری طرف سے بہت ہی جزائے خیر عطا فرمائے اور درجات کی بلندیوں سے سرفراز فرمائے، اور آپ کے فیضان آپ سے فیض پانے والوں اور آپ کی مبارک مسند پر بیٹھنے والوں کے ذریعے تا قیامت جاری فرمائے رکھے۔ آپؒ کے جانشین حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب کو آپؒ کے نقشِ قدم پر چلنے اور اس نور کو پھیلانے کی پوری توفیق عطا فرمائے، اور سب صاحبزادگان حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب، مولانا صاحبزادہ رشید احمد صاحب، صاحبزادہ سعید احمد صاحب اور صاحبزادہ نجیب احمد صاحب اور ہم سب خدام کو اپنے فرائض اور ذمہ داریاں پوری کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

جناب چودھری محمد رفیق تارڑ صاحب، سابق صدرِ مملکت پاکستان

خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ عالمِ اسلام کی ایک عظیم رُوحانی اور دِینی شخصیت تھے، ان کے رحلت فرما جانے سے جو خلا پیدا ہوگیا ہے، اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اسے پُر فرمائے، اور حضرتؒ کا نعم البدل مسلم اُمہ کو عطا کرے۔ حضرتؒ کی دِینی اور ملّی خدمات کا اِحاطہ کرنا اس مختصر وقت میں ممکن نہیں، انہوں نے اپنی تمام زندگی اسلامی عقائد اور اِسلامی اقدار کی ترویج واِشاعت کے لئے گزار دی۔ بالخصوص ختمِ نبوّت کے محاذ پر ان کی خدمات عظیم الشان ہیں۔ انہوں نے پیرانہ سالی کے باوجود قادیانی فتنے کا دُنیا بھر میں اصالتاً اپنے مبلغین کے ذریعے تعاقب کیا، جس سے بڑے مثبت نتائج مرتب ہوئے۔ قادیانیوں کی ایک کثیر تعداد اپنے باطل عقائد سے تائب ہوکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامنِ رحمت سے منسلک ہوئی۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ ایک بڑے مدبر مبلغ تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم المرسلینی کے عقیدے کا فروغ ان کی ترجیحات میں ان کے پہلے نمبر پر تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعیٔ جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت بخشیں اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں، ان کے دُنیا بھر میں پھیلے ہوئے پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائیں، آمین!

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

صاحبزادگان حضرت مولانا عزیز احمد صاحب، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب، حضرت جناب سعید احمد صاحب، دیگر اعزہ واقارب عظم اللہ اجورکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مخدومِ عالم شیخ المشائخؒ کا سانحۂ وفات پورے علمی، دینی، رُوحانی دُنیا کا سانحہ ہے، اور ہم سب مستحقِ تعزیت ہیں۔ جنازے میں شرکت مقدر میں نہیں تھی، ایک اندوہناک ایکسیڈنٹ کا سامنا کرنا پڑا، گاڑی تباہ ہوگئی، مگر آپ حضرات کی دُعاؤں سے میں بالکل محفوظ رہا۔ اس کے بعد خبر نشر ہونے کی وجہ سے اب تک لوگوں کی آمد کا سلسلہ جاری ہے، اور صحت بھی فوری طور پر سفر کی متحمل نہیں، حضرتؒ کے لئے ایصالِ ثواب اور تعزیت کا سلسلہ جاری ہے، یہ کمی اور خلا پوری نہیں ہوسکے گی۔

حضرتؒ نے زندگی بھر شفقت اور محبت سے نوازا، ٹوٹی پھوٹی اور حقیر سی کوششوں میں حوصلہ افزائی فرماتے رہے، حق تعالیٰ ان فیوضات اور برکات کو آپ حضرات کے ذریعے جاری وساری رکھے، جنازے میں عزیزم حافظ عرفان الحق دیگر احباب کے ساتھ اور پورے علاقے سے جمعیت علمائے اسلام، خدام علمائے کرام نے شرکت فرمائی۔

اب جناب مولانا سیّد یوسف شاہ صاحب جنرل سیکریٹری جمعیت علمائے اسلام سرحد اور میاں محمد عارف ایڈووکیٹ گوجرانوالہ وغیرہ حضرات کو اپنی طرف سے نیابۃً تعزیت کے لئے بھیج رہا ہوں، آپ حضرات کو ان کے عظیم مشن اور مقاصد کی تکمیل کی توفیق فرماویں۔

دارالعلوم حقانیہ اور پوری جمعیت شریکِ تعزیت ہے، حق تعالیٰ آپ سب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

مولانا صاحبزادہ زبیر احمد دین پوری

نمونۂ اسلاف، بقیۃ السلف الصالحین، حضرت قطب الاقطاب، خواجہ خان محمد صاحبؒ کئی دفعہ دین پور شریف خانقاہِ عالیہ میں تشریف لائے تھے، بزرگوں میں انتہائی پیار ومحبت تھی، ہمارے حضرت سجادہ نشین حضرت میاں سراج احمد صاحب مدظلہٗ کو جب جمعیت میں اِختلاف تھا، آپ نے جمعیت علمائے اسلام کا رئیس مقرر فرمایا تھا۔

حضرتؒ کی وفات پر پوری اُمتِ مسلمہ غم واندوہ میں ہے، آپؒ پوری اُمتِ مسلمہ کے لئے عظیم سرمایہ تھے، میری دِلی دُعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس سلسلے کو تا قیامِ قیامت حضرتؒ کے نقشِ قدم پر

چلائے، اور تمام صاحبزادگان کو صبرِ جمیل عطا فرماویں، اور اپنے اس کام کو چلانے میں ذوق وشوق عطا فرماویں، آمین! فقط والسلام

مولانا قاری محمد طیب قاسمی ہانگ کانگ

جو بیچتے تھے دوائے دِل، وہ رُخصت ہوگئے، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

تحریر کے لئے الفاظ نہیں مل رہے، جو میں تحریر کروں۔ ہانگ کانگ سے صاحبزادہ عزیز احمد صاحب مدظلہٗ سے رابطہ بھی ہوا، دُعائیں بھی ہوئیں، مگر حاضری کے بغیر رہ نہ سکا، آج ۹/۵/۲۰۱۰ء کو اپنی خوش قسمتی بھی اور بدقسمتی بھی کہ آج حضرت خواجۂ خواجگانؒ کی زیارت نہ ہوسکی، مگر حضرتؒ کی مرقدِ مبارک پر دُعاگو ہوں اپنے لئے کہ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی نسبت سے دیارِ غیر میں دِین کی خدمت کی توفیق دے، آمین! برادرم محترم مولانا فیض محمد فیض نقشبندی بھی شریکِ سفر تھے، اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے درجات بلند فرمائے، آمین!

مولانا قاری قیام الدین، پنڈدادنخان ضلع جہلم

إنّ لِلّٰہِ ما أخذ ولہٗ ما أعطیٰ وکل شیء عندہ بأجل مسمّٰی

ہمارے شیخ، عارف باللہ، حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ روایاتِ سلف کے امین، اِتباعِ سنت کی سچی تصویر، علم وعمل کے پیکر، محقق اکابر کے منظورِ نظر، تحمل وحوصلہ اور حلم وبُردباری کے پہاڑ، تزکیہ واِحسان میں ڈھلی ہوئی شخصیت اور اعلیٰ ترین انسانی اوصاف واخلاق کے گل سرسبد تھے، قابلِ رشک طریقے پر اپنا مقصدِ حیات اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختمِ نبوّت کا پرچم بلند کرکے زبانِ حال سے یہ فرماتے ہوئے دُنیا سے رُخصت ہوگئے:

لائی حیات، آئے، قضا لے چلی، چلے
اپنی خوشی آئے، نہ اپنی خوشی چلے
مت سہل ہمیں سمجھو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انساں نکلتے ہیں

تعزیت کس کی کس سے کریں؟ ان کی شفقت ومحبت کی گھنی چھاؤں تو ایک دُنیا پر تھیں، ہم سارے ہی لائقِ تعزیت ہیں۔ راقم الحروف نے اپنی زندگی میں ایسا حوصلے کا پہاڑ اور اپنی خدارسیدہ

خلوَت وخاموشی سے تزکیہ واحسان اور رُشد واِصلاح کے انمول موتی بکھیرنے والا نہیں دیکھا۔ باری تعالیٰ ہم ان کے منتسبین وارادت مندوں اوران کے اَخلاف کو ان کے نقوشِ قدم پر چلنے کی دائمی توفیق عطا فرمائے۔ آج حضرتؒ کی وفات حسرت آیات کے آٹھویں روز اپنے پنڈ دادنخان کے رُفقائے کرام حبیب اللہ مدنی، محمد حسن، عزیز طاہر، محمد ریاض، حافظ عبدالستار، محمد اِدریس صاحبان کے ہمراہ خانقاہِ سراجیہ میں تعزیۃً حاضری ہوئی۔ قبرِ مرشد پر کھڑے ہوکر دِل غم واندوہ میں غرق، آنکھیں پُرنم ہوگئیں اور موقع کی مناسبت سے سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا درد بھرا جملہ دِماغ میں گھومتا رہا جوانہوں نے اپنے اباجان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تدفین کے موقع پر فرمایا تھا: ''**هل طابت انفسكم ان تحثُوا التُّرابَ علٰى رسولِ الله صلى الله عليه وسلم؟**'' اب یہ جملہ ارادت مندان واخلاف کی ذمہ داری ہے کہ حضرتؒ کی مساعیٔ ختمِ نبوّت، تعلیم وتزکیہ اور دِفاعِ اسلام سے متعلقہ فرائض کے لگائے ہوئے گلشن کو تروتازہ اور سدا بہار رکھیں۔ حضرتؒ کی رُوح پُرفتوح نے بزبانِ حال یہ کہتے ہوئے جسدِ عنصری کو خیرآباد کہا ہوگا:

پھلا پھولا رہے یا رَبّ چمن میری اُمیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

مولانا ظفر احمد قاسم، شیخ الحدیث وہاڑی

پلکوں کی اُن گھٹاؤں میں اشکوں کو تھام کر
اُٹھتا ہے دِل میں یاد کا طوفاں کبھی کبھی
چبھتا ہے برگِ گل بھی مجھے ان کی یاد میں
ڈستی ہے شاخِ سنبل وریحاں کبھی کبھی

بندہ دارالعلوم عیدگاہ کبیروالا میں حفظِ قرآن کا طالبِ علم تھا، اور برادرِمکرم صاحبزادہ حافظ محمد عابدؒ کے ہم سبق اور ہم کمرہ ہونے کا شرف حاصل تھا، اس وقت سے حضرت اِمام الاولیاء خواجۂ خواجگان مولانا خان محمد صاحبؒ کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل رہا ہے۔ اب اس چونسٹھ سال کی عمر میں یہ عاجز بے بصیرت ہے تو اُس وقت تو عقل وشعور کے بابصیرت اِستعمال سے بالکل عاری تھا، لیکن بفضلہٖ تعالیٰ وتوفیقہ اپنے بابصیرت اکابر واسلاف کی تقلید فی الخیر کا جذبہ موجود تھا، لہٰذا چند اکابر کی زیارت وملاقات کے شرف سے غیرشعوری مسرت ونورانیت کے اِحساس کی نعمت سے شادکام ہوتے تھے۔

حضرت اِمام لاہوریؒ، حضرت امیرِ شریعت بخاریؒ، حضرت بہلویؒ اور حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحبؒ کی زیارتوں اور ملاقاتوں سے غیر اِختیاری برکات وثمرات سے لطف اندوز ہونے کی نعمت وعطیۂ اِلٰہی کی شکرگزاری کا بھرپور اِحساس رہا ہے، اور بفضلہٖ تعالیٰ مزید برآں ہے پھر اُستاذِ مکرم مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہم کی توجہ کریمانہ سے تدریس کے پہلے آٹھ سال مجاہدِ اسلام مولانا سیّد نیاز احمد گیلانی کی سرپرستی میں ان کے قائم کردہ مدرسہ عربیہ قادریہ تلمبہ میں رہنے کی سعادت حاصل ہوئی، تو ہر سال سالانہ جلسے میں تو بہرحال اور درمیان میں کئی بار باگڑ سرگانہ میں حاضری اور زیارت کی سعادتِ عظمیٰ حاصل رہی، **فالحمد للہ علیٰ ذالک حمدًا کثیرًا!**

اُس اللہ کریم کا شکر کس طرح ادا کروں کہ چند سال قبل شیخ محمد مکی حجازی حفظہ اللہ کے حسنِ انتظام سے عرفات، مزدلفہ، منیٰ ومکۃ المکرّمہ زادہا اللہ شرفاً، حضرتِ اقدسؒ کی معصومانہ صفاتِ کمال کا (اپنے نابیناپن کے باوجود) اظہار بلکہ قدرے توجہ کریمانہ سے حصہ نصیب ہوا۔

اِس بے مثال اور عدیم النظیر جنازۂ مبارکہ کو دیکھ کر اِمام اہل السنۃ والجماعۃ اِمام احمد بن حنبلؒ کے قول کی صداقت کا عملی مشاہدہ ہوا کہ اہلِ حق واہلِ بدعت کا اِمتیاز ان کے جنازوں سے واضح ہوگا، **فرحمہ اللہ رحمۃً واسعۃ، اللّٰھم وسع مدخلھم وبرّد مضجعھم وأدخلھم فی دار نعیمک المقیم الذی لَا یزول ولَا یحول، آمین برحمتک یا أرحم الراحمین!**

زہے قسمت وسعادت کہ خانقاہ شریف حاضری کا حکم ملا تو دو دفعہ استاذِ مکرم مولانا لدھیانوی مدظلہم کی معیت میں اور کئی دفعہ باقی رُفقاء کے ہمراہ حاضری ہوئی، تو کمالِ اِلتفات وتوجہ مشفقانہ سے مالامال فرمایا، بلکہ اس بندۂ آثم کی درخواست پر اپنے چند پسندیدہ اشعار بھی سنائے تو غالباً خدام کے لئے باعثِ اِستعجاب بھی بنے۔ اللہ تعالیٰ کی قضائے حکیمی پر بندے کا رضا کے بغیر چارہ ہی کیا، آخری مرضِ اِرتحال میں ملتان کی زیارت سے ایک ہفتہ پہلے بندہ چند خدام حضرتؒ کے ہمراہ حاضر ہوا، تو عالمِ فنائیت فی اللہ میں زیارت ودست بوسی کا شرف حاصل ہوا، جس کو وسیلۂ نجات بنا کر اِنشاء اللہ تادَمِ آخریں بارگاہِ کریمی میں اپنی بخشش اور حضرتِ اقدسؒ کے رفعِ درجات کی دُعائیں کرتے رہیں گے، یا اللہ! تو ہمارے حسنِ ظن میں اپنے اس عظیم المرتبت اور محبوب بندۂ صالح کی اِس عظیم ووسیع خانقاہ شریف کو اس کے بانیان کی صالحیت وصلاحیتوں سے بھرپور بنا کر جملہ صاحبزادگان کو پوری اِستقامت علی الدین، اِتفاق واِتحاد وصلاحیتوں سے مالامال فرما کر اپنے اکابر واسلاف کا صحیح صدقۂ جاریہ بنا کر علماً، عملاً، اخلاقاً، ظاہراً وباطناً مکمل اشاعتِ دِین کا مقبول ذریعہ بنا، **آمین یا اِلٰہ العالمین بحرمۃ خاتم النبیین ﷺ وما ذالک علی اللہ بعزیز!**

بر کریماں کارہا دشوار نیست

گزشتہ صفحات میں ایک ذاتی اور اِنفرادی تأثرات تھے جو گویا بحرِ معرفت اور جبلِ اِستقامت سے بہنے والے آبشاروں سے ایک کھالے کے ماءِ صافی کا تذکرہ تھا، جبکہ حضرتِ اقدسؒ تو ایک عالمی شخصیت تھے، خانقاہِ مجددالف ثانیؒ پر ہر ایک کا قبلہ مقصود ہوتے، جشنِ دارالعلوم دیوبند میں پورے عالم کی توجہِ اِیمانی کا مرکز ہوئے، ہر عالمی کانفرنس میں پوری ملتِ اسلامیہ کے ترجمان ہوتے، ہندوپاک کے ہر عظیم جامعہ کے ہر اجلاس میں صدرِ مجلس ہوتے، خصوصاً ختمِ نبوّتِ آقائے نامدار ﷺ کے عالمی اِعتبار سے قافلۂ ملتِ اسلامیہ کی قیادتِ عظمیٰ کا تاجِ اِستقامت حضرتِ اقدسؒ کے ہی رأسِ بلند پر سجتا نظر آتا گو کہ ظاہراً خاموش طبع لیکن بقول کسے:

موجِ دریا سے یہ کہتا ہے سمندر کا سکوت
جتنا جس کا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

آج حضرتؒ کے اِرتحال للقاء اللہ تعالیٰ وتقدس پر سمجھ آرہا ہے کہ موت العالم موت العالم کا مصداق کون ہیں، دِل کی گہرائیوں سے دُعا ہے کہ اللہ کریم وحکیم وقادر اس عظیم خلاءِ دینی کو پُر فرما کر اس قافلۂ حق کی قیادت وسیادت کا مضبوط ومستحکم انتظام فرما کر ملتِ اسلامیہ پر کرم فرماویں، خصوصاً جملہ صاحبزادگان لاسیما صاحبزادہ مولانا عزیز احمد صاحب، وصاحبزادہ مولانا خلیل احمد صاحب حفظہم اللہ کو ہر اِعتبار سے اِستحقاق واِستعداداتِ کاملہ سے مالامال فرما کر آبادیٔ اسلام فی العالم کا مقبول ذریعہ بناوے، آمین!

مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی، ساہیوال ضلع سرگودھا

آج مؤرخہ یکم جمادی الاخریٰ ۱۴۳۱ھ بروز اتوار بمطابق ۱۶ رمئی ۲۰۱۰ء صبح گیارہ بجے خانقاہِ سراجیہ کندیاں، ضلع میانوالی میں برادرم جناب مولانا محمد اشرف علی صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ محمودیہ سرگودھا اور برادرم جناب قاضی شرافت اللہ صاحب پانی پتی مہتمم مدرسہ فتحیہ امدادیہ سلانوالی کے ہمراہ بغرضِ تعزیت شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ حاضری ہوئی، صاحبزادہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہم جانشین حضرتِ اقدسؒ سے ملاقات اور تعزیت کی۔

حضرتِ اقدسؒ سے احقر کے والد گرامی حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذیؒ کے پُرانے اور گہرے مراسم تھے، احقر ناکارہ بھی کئی مرتبہ حضرت والد گرامیؒ کے ہمراہ یہاں حاضر ہوتا رہا اور ان کی

وفات کے بعد بھی کئی بار حاضری ہوئی۔ ہر مرتبہ حضرتِ اقدسؒ کی شفقت وعنایت اور دُعاؤں سے مشرف ہونے کی سعادت ملتی رہی، اور یہاں کے پُرانوار ماحول میں جو لمحات گزرے احقر کے لئے وہ انتہائی غنیمت اور سعادت کا باعث رہے۔ حضرتؒ کا حادثۂ وفات وارتحال یقیناً: ''ولٰکنه بنیان قوم تهدما!'' اور ''موت العالِم موت العالَم'' کا مصداق اور آپؒ کی جدائی پسماندگان کے لئے ناقابلِ برداشت ہے، لیکن یہاں جو آیا ہے جانے کے لئے آیا ہے، کسی نے سچ کہا ہے:

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

حق تعالیٰ کے ارشادِ گرامی: ''کل نفس ذائقة الموت'' کے مطابق حضرتِ اقدسؒ بھی اپنے مقررہ وقت پر اس دارِ فانی سے اِنتقال فرما گئے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون!

حق تعالیٰ نے آپ کو بڑی طویل عمر عطا فرمائی، بفضلہٖ تعالیٰ آپؒ نے ساری زندگی دِینِ حق کی سربلندی کے لئے مختلف خدمات سرانجام دیں اور اِصلاح وارشاد کے ذریعے اُمت کو دِینِ حق پر گامزن فرمایا، آنجناب کے صدقاتِ جاریہ میں آپ کے لاکھوں متوسلین کے علاوہ آپؒ کے فرزندانِ گرامی بہترین صدقۂ جاریہ ہیں، بطورِ خاص صاحبزادہ گرامی حضرت مولانا عزیز احمد صاحب اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب حضرتؒ کے مشن کو آگے بڑھانے میں پیش پیش ہیں، اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے درجات کو بلند فرماویں اور آپ کے اخلاف کو دِین کی خدمت اور سلسلۂ عالیہ مجددیہ نقشبندیہ کی نشر واشاعت کے لئے مزید توفیقات عطا فرماویں اور یہ چشمہ فیض ہمیشہ جاری وساری رہے، آمین ثم آمین!

مولانا مفتی کفایت اللہ، ایم اپی اے مانسہرہ سرحد

بہت سارے لوگ دُنیا میں پیدا ہوتے ہیں، اور چلے جاتے ہیں، ان کا نام تک نہیں رہتا، مگر کچھ بندگانِ باری تعالیٰ دُنیا میں تشریف لاتے ہیں تو عوام الناس اور خواص الناس کے دِلوں پر حکومت قائم کر کے تشریف لے جاتے ہیں۔ یہی اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی محبوب ہوتے ہیں اور عندالناس بھی محبوب ہوتے ہیں۔ ان کا دائرۂ کار چونکہ اِصلاح، عوام کی صلاح وفلاح، دعوت الی اللہ اور اِحقاقِ حق واِبطالِ باطل ہمہ جہت اور عالمگیر ہوتا ہے، اسی لئے دُنیا سے چلے جاتے ہیں تو جہاں ان کا فیض اور اثر عالمگیر ہوتا ہے وہاں ان کے فیض اور اثر سے محرومی بھی عالمگیر ہوتی ہے، اسی لئے کہا جاتا ہے ''موت العالم موت العالَم'' عالم نے عالم کو یتیم کر دیا ہے، اگر اس فقرے کا مصداق ڈھونڈا جائے تو بلامبالغہ حضرت مولانا خان

محمد صاحبؒ کی ذاتِ والا صفات اس کا مصداقِ صحیح ہے۔

جانے والے تو چلے جاتے ہیں، نقصان ان کا ہوتا ہے جو باقی رہ جاتے ہیں۔ ان جیسی نفوسِ قدسیہ کو باری تعالیٰ نے تمام فتنوں کو روکنے والا دروازہ بنایا ہوتا ہے، جب وہ تشریف لے جاتے ہیں تو یہ دروازہ ٹوٹ جاتا ہے اور فتنے سر اُٹھاتے ہیں، اور ہم جیسے کمزور لوگ پریشان ہوتے ہیں، اور پھر کوئی مستجاب الدعوات بھی نظر نہیں آتا کہ چلو اپنے اعمال کے ذریعے نہ سہی بزرگوں کی دُعاؤں سے باطل پر غلبہ حاصل کرلیں، اور جب ایسے اللہ والے اُٹھ جاتے ہیں تو بقول کسے:

شوریدگی کے ہاتھ سے سر ہے وبال دوش
صحرا میں اے خدا کوئی دیوار ہی نہیں

حضرتؒ کی شخصیت ہمہ جہت تھی، وہ بیک وقت میدانِ تصوف کے شہنشاہِ وقت، میدانِ کارزار کے جرنیل اور غلبہ اسلام کے عظیم مجاہد اور سرخیل تھے۔ ان کی ذات کو کسی بھی ایک پہلو سے جوڑنا ان کی سیرت اور سوانح کے ساتھ ناانصافی ہے۔ اور آج ہمیں زیادہ نقصان کا اِدراک ہے تو اس کی وجہ بھی ان کی کثیرالجہتی راہنمائی نہیں بلکہ کل جہتی رہنمائی ہے، اور اس نقصان کی تلافی مشکل ہے۔

علمائے دیوبند کا باہمی اِنتشار کس کو معلوم نہیں، ہر طرف اِختلافی آوازیں، کسی کی نقارخانے میں نہیں سنی جاتی، ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کے فضائل کہاں نہیں بیان کئے جاتے، اہلِ مدارس واہلِ تنظیمات اعجاب کل ذی رائیٍ برأیہ میں اس طرح مبتلا ہیں ہر کہ ومہ کے طعنے سننے پڑتے ہیں، باطل تمام تر قوت کے ساتھ متحد اور مضبوط ہے، مگر اہلِ حق منتشر ہیں، حالانکہ اِتحاد کمزوریوں کے باوجود اِنتشار سے بہتر ہے، ایسے ماحول میں جب ہمیں ان مختلف الخیال علمائے دیوبند کو بٹھانے کے لئے کسی غیر متنازعہ یا متفقہ شخصیت کو تلاش کرتے تھے تو حضرتؒ کا نام سامنے آجاتا۔ آج گل چینِ اجل نے وہ نام بھی ہم سے لے لیا ہے، اور اس نقطۂ اِتحاد کے اُٹھ جانے سے آج ہم متفقہ اور مشترکہ ''مخدوم العلماء'' سے بھی محروم ہوگئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرتؒ کی وفات ایک ایسے نازک وقت میں ہوئی ہے کہ اہلِ حق زیادہ پریشان ہیں، جیسے سخت حالات آج درپیش ہیں نہ قیامِ پاکستان سے قبل ایسے حالات پیدا ہوئے تھے اور نہ ہی قیامِ پاکستان کے بعد۔

آج مدرسہ اور مسجد دُشمنوں کے ٹارگٹ پر ہیں، آج داڑھی اور پگڑی گولیوں کے نشانے پر ہیں، آج باحیا بیٹی کا حجاب زیرِ موضوع ہے، اور کروڑوں اربوں ڈالر لگا کر غیر سرکاری تنظیموں کے ذریعے اُمتِ مسلمہ کی بیٹی کے سر سے دوپٹہ کھینچا جارہا ہے۔

کفری طاقتیں تو پہلے سے اسلام اور اہلِ اسلام کے مخالف تھیں، آج عالمی اِستعمار کی رضامندی

کے لئے برائے نام مسلمان بھی اسلام کے مخالف ہو گئے ہیں، میدانِ کارزار سج گیا ہے، لڑائی شروع ہے، لڑائی زوروں پر ہے اور آج کے مسلمانوں کے خالد بن ولید کا جنازہ خانقاہِ سراجیہ سے اُٹھ گیا ہے۔

اس نقصان کی تلافی کیسے ہوگی؟ کوئی تعزیت کرنے والا مجھ سے اس نقصان کی تعزیت کرے!

تاہم اللہ کی قضا پر رضا ہے اور وعدہ کرتے ہیں کہ ہم حضرتؒ کے مشن سے وفا کریں گے، اور کسی بھی طور اہلِ حق کے اس عظیم معرکے میں پیچھے نہیں ہٹیں گے، اہلِ حق کل بھی فاتح تھے، آج بھی فتح حاصل کریں گے، اور آئندہ بھی فاتح رہیں گے، کیوں **"جآء الحق وزھق الباطل، ان الباطل کان زھوقًا"** الآیہ۔

اللہ تعالیٰ اسی فرقۂ ناجیہ کے ساتھ ہماری وابستگی میں اِستحکام نصیب فرمائے اور حضرتؒ کی برکات سے ہمیں محروم نہ فرمائے، آمین!

مولانا حافظ محمد صدیق، مولانا مفتی اِنعام اللہ خان، جامعہ اشاعت الاسلام اٹک

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ نے ساری زندگی دِینِ اسلام کی تعلیمی، رُوحانی اور تحریکی خدمات سرانجام دی ہیں۔ خاص طور پر مسئلہ ختمِ نبوّت کے لئے آپ کی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

تحریکِ ختمِ نبوّت میں ایک پروگرام دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی میں صبح دس بجے سے حضرتؒ کی صدارت میں شروع ہوا، تو حضرتؒ صبح سے شام تک ایک ہی وضو کے ساتھ اِجلاس کی صدارت کرتے رہے۔

مسئلہ ختمِ نبوّت کے ساتھ حضرت جیؒ کو والہانہ عقیدت تھی، آپ کی رحلت کے بعد بہت کمی پیدا ہوئی، ایسے لوگ تو صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ تاہم اب تمام تر ذمہ داری حضرت خواجہ خلیل احمد صاحب مدظلہ العالی پر آپڑی ہے۔ ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی رحمت سے ان کی اور ان کے دُوسرے بھائیوں کی مدد فرمائے، آمین ثم آمین! والسلام

مولانا محمد عالم طارق، چیچہ وطنی

حضرت خواجۂ خواجگانؒ کے بارے میں کچھ لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں، سیّدالاوّلین والآخرین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اِرشادِ مبارک ہے: **"خیر النّاس من طال عمرہ وحسن عملہ"** جس کا مصداق کم لوگ ہیں۔ حضرت خواجۂ خواجگانؒ بلاشک اس کے مصداق ہیں، فارسی زبان کا مقولہ ہے: ولی

را ولی مے شناسد۔ میرے شیخ حضرت سیّد جاوید حسن شاہ صاحب نے کچھ عرصہ قبل مجھے فرمایا کہ خواجۂ خواجگان کی زیارت کے لئے جایا کرو۔ اب حضرتؒ کے وصال کے بعد فرمایا: کتنی مرتبہ زیارت کے لئے گئے؟ میں نے عرض کیا کہ: تین مرتبہ! بہت خوش ہوئے اور ایک مبارک عمل ارشاد فرمایا۔ اللہ رَبّ العزت ہمیں اہلِ حق کی قدر کی توفیق عطا فرماویں، اور حضرتؒ کا فیض جاری وساری فرماویں، آمین!

پیرِ طریقت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی، راولپنڈی

ہم سب کے مخدوم ومکرم، ہماری دُعاؤں کا مرکز، اُمت کے غمخوار حضرت خواجہ صاحبؒ کا وصال مجھ سمیت سب کے لئے ایک بڑا صدمہ ہے، اناللہ وانا الیہ راجعون!

آج پہلی بار حاضری ہوئی اور حضرتؒ کی قبر مبارک کی زیارت کی، ان پر بندہ نے ماہنامہ ''زکریا'' میں مفصل لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، ان کے جملہ پسماندگان واہلِ بیت گرامی واولادِ رُوحانی کو اَجرِ عظیم وصبرِ جمیل عطا فرمائے، اور ہمیں ان کے نقشِ پا پر ختمِ نبوّت اور تمام دِینی شعبوں کا خادم بنائے، اوران کی طرح زُہد وعبادت کی توفیق عطا فرما کر حسنِ خاتمہ کی دولت عطا فرمائے، آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہ اجمعین۔ فقط

جناب لیاقت بلوچ صاحب، سیکریٹری جنرل جماعت اسلامی پاکستان

حضرت خواجہ خان محمد مرحوم ومغفور کی رحلت اسلامیانِ پاکستان، تمام دِینی قوتوں کے لئے بہت بڑا نقصان ہے۔ حضرت صاحبؒ کی موت حقیقت میں موت العالم ہے، وہ کامیاب زندگی گزار کر اِن شاء اللہ رَبّ العالمین کے حضور سرخرو ہوچکے ہیں۔ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اُن کا عشق مثالی اور ختمِ نبوّت، مقامِ مصطفیٰ اور شانِ رسالت کے لئے اُن کا مجاہدانہ کردار بے مثال ہے۔ قادیانیوں کو غیرمسلم قرار دلوانے اور عقیدۂ ختمِ نبوّت پر منکرینِ ختمِ نبوّت کے حملوں کے خلاف خود بھی اور تمام اسلامیان کو سیسہ پلائی دیوار بنائے رکھا۔ حق مغفرت کرے، حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ متقی، مجاہد اور بے مثال مبلغِ اسلام تھے، سچ یہ ہے کہ وہ عالم باعمل تھے اور اسلاف کا سرمایہ اور شاندار نشانی تھے۔

اللہ تعالیٰ مغفرت کرے، درجات بلند کرے، تمام خاندان اور اُن کے مریدینِ باوفا کو صبرِ جمیل عطا کرے، آمین۔ اِن شاء اللہ عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ کا مشن اور کارواں جاری رہے گا، اور یہ جدوجہد وتحریک اُن کے لئے صدقۂ جاریہ بنی رہے گی۔

حضرت مولانا عبدالغفور حیدری، سیکریٹری جنرل جمعیت علمائے اسلام پاکستان

مرشد العلماء والمجاہدین، شیخ المشائخ، حضرتِ اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کی وفات سے رُوحانی اور خانقاہی نظام میں جو خلا پیدا ہوا ہے، یہ خلا شاید ایک طویل عرصے تک پُر نہیں ہوسکتا۔ حضرتِ اقدس خواجہ صاحبؒ صرف خانقاہِ سراجیہ کے گدی نشین نہیں تھے، وہ مسلک کی تمام دِینی تنظیموں کی سرپرستی فرما رہے تھے، بالخصوص عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے حوالے سے جو خدمات سرانجام دیں، شاید تاریخ میں اس کی مثال ملنا مشکل ہو۔ حضرتِ اقدسؒ زندگی بھر غداران ختمِ نبوّت اور منکرینِ رسالت مآب اور مرتدین کا تعاقب کرتے رہے، انہیں سر اُٹھانے نہیں دیا۔ گزشتہ سال اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی حضرتِ اقدسؒ کی بیعت سے سرفراز فرمایا، یہ میرے لئے بڑی سعادت کی بات ہے۔

مجھ جیسے لاکھوں لوگ حضرتِ اقدسؒ کے فیوض و برکات سے مستفید ہو رہے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ حضرتِ اقدس کے فیوض و برکات کو قیامت تک جاری وساری رکھے، آمین! والسلام

مولانا عطاء الرحمٰن، وفاقی وزیر سیاحت پاکستان

حضرتِ اقدس خواجۂ خواجگان محترم مولانا خان محمد صاحبؒ کا وجود کائنات میں برکات کا بہت بڑا ذریعہ تھا، کسی بھی عظیم المرتبت انسان کا دُنیا سے رُخصت ہونا، دُنیا کے کاروبار میں خلل کا باعث نہیں ہوتا، البتہ برکات ختم ہوجاتی ہیں۔ حضرتِ اقدسؒ کے جانے میں جہاں خانقاہِ سراجیہ یا خانقاہوں کو ناقابلِ تلافی نقصان ہوا ہے، وہ ہر شعبۂ زندگی میں دِین سے وابستہ ہر طبقے کو نقصان ہوا ہے، بظاہر مستقبل میں اِزالہ ممکن نظر نہیں آتا۔ حضرتِ اقدسؒ اس دور میں تمام طبقوں، علمائے کرام اور عوام الناس سب میں شجرِ سایہ دار تھے۔ والد محترم حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ کی وفات کے بعد ہمارے پورے خاندان کے لئے حضرتِ اقدسؒ والد کا درجہ رکھتے تھے، اور ہر وقت گھر کے ایک بزرگ کی طرح خیال رکھنا، شفقت اور محبت کی انتہا تھی۔ دُوسرے لوگوں، علمائے کرام اور دینی طبقہ اپنے رہنما سے محروم ہوگئے، لیکن ہمارا پورا خاندان ایک مرتبہ پھر والدؒ کی سرپرستی اور شفقت سے محروم ہوگئے ہیں۔ بارگاہِ رَبّ العزت میں دست بہ دُعا ہوں کہ حضرتِ اقدسؒ کے درجات بلند فرمائے اور ہم سب کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین!

مولانا احمد میاں حمادی، سندھ

إنّا للہ وإنّا إلیہ راجعون!

چند باشی تا قیامت زیستی
چوں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رخت دیگر کیستی

یوں تو ہر روز لاکھوں کی تعداد میں بچے، بوڑھے، مرد، خواتین اس فانی جہان میں پیدا ہو رہے ہیں اور جہانِ فانی کو چھوڑ کر جا رہے ہیں، مگر بعض اللہ کے پیارے جن کی رُوحانیت سے ہزار ہا مسلمان فیضیاب ہوتے رہتے ہیں، شاید ہی کبھی کسی کے خیال میں آئے کہ یہ برگزیدہ شخصیت بھی اس دارِ فانی کو الوداع کہہ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں جا کر آسودہ حال ہونے والی ہے، مگر ایسا ہو جاتا ہے تب آنکھیں کھلتی ہیں، اور لاکھوں کی تعداد میں اللہ کے بندے اُداس اور پریشان ہو جاتے ہیں، اور یوں لگتا ہے کہ سخت گرمی میں ٹھنڈا بادل سورج سے ہٹ گیا، ایسا ہی حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ خان محمد صاحبؒ کے انتقال پُر ملال سے اہلِ ایمان کی کیفیت محسوس ہو رہی ہے، وہ تو جنت الفردوس میں بفضلہٖ تعالیٰ جا پہنچے، اپنے متعلقین کو سخت اُداس کر گئے۔ اللہ تعالیٰ حضرتِ کے پسماندگان کو مجھ سمیت صبرِ جمیل اور اَجرِ عظیم عطا فرمائے اور حضرتؒ کا صحیح معنی میں جانشین فرمائے، آمین!

یوں تو حضرتؒ کی سرپرستی تمام دِینی تحریکوں، تنظیموں کو حاصل رہی، مگر خاص کر تحفظِ ختمِ نبوّت اور تحفظِ ناموسِ رسالت کے سلسلے میں آپ کی خدمات ہمیشہ یاد رہیں گی، اس پیرانہ سالی میں بھی دن کو سفر، رات کو دو دو بجے تک بلکہ کبھی تو اَذانِ فجر تک کانفرنسوں کی صدارت کرنا، اس کی مثال نہیں ملتی۔ دُعا یہ ہے کہ اللہ پاک حضرتؒ کی اولاد اور مجھ سمیت تمام متوسلین کو حضرتؒ کے اس مشن کو جاری وساری رکھنے کی سعادت نصیب فرمائے، ہر لمحہ حضرتؒ کے درجاتِ عالیہ میں ترقی فرمائے، آمین!

شیخ الحدیث مولانا حبیب الرحمٰن سومرو، سندھ

آج مؤرخہ ۲۱؍رجب المرجب ۱۴۳۱ھ موافق ۴؍۷؍۲۰۱۰ء خانقاہ سراجیہ شریف حاضری کا موقع ملا، حضرت شیخ المشائخ قطبِ عالم خواجہ خان محمد صاحبؒ کے مزار مبارک پر حاضری نصیب ہوئی، حضرتِ اقدسؒ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ ان کی قبر مبارک انوارات سے پہچانی جاسکتی ہے، وہاں انوارات کی بارش ہے۔ اللہ ہم سب کو اس سے فیضِ کامل نصیب فرمائے۔ حضرتؒ کی زندگی فنا فی اللہ اور بقاء باللہ اور اِستغراقِ کامل اور اِنتہائی بے خودی سے تعبیر تھی، وہ بے خودی کے عالم میں محو تھے اور

مقامِ حیرت میں تھے، **ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء، واللہ ذُوالفضل العظیم۔**

وہ اب اصل مقام کی طرف رحلت فرما چکے ہیں، وہ یہاں ناسوت میں رہ کر بھی تعلق مع اللہ میں کمال رکھتے تھے، گویا یہ کہئے کہ جس عالمِ ملکوت کو قلبی نگاہ سے دیکھ رہے تھے اب اللہ تعالیٰ ان کی آنکھوں کو یہ مقام دِکھا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے درجات میں ترقی عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

مولانا قاری عبدالرحمٰن رحیمی، ملتان

وہ تھے ایک مگر کارواں سے لگتے تھے
وہ تھے خاک نشین مگر آسماں سے لگتے تھے
پیکرِ عشق و وفا، مجسمۂ صبر و رضا
وہ اِستقامت کے کوہِ گراں سے لگتے تھے
ہزاروں گل ہیں میرے چمن کی زینت
وہ خواجۂ خواجگاں تو خود گلستاں سے لگتے تھے

سیّد جاوید حسین شاہپور، ایم این اے حلقہ ۶۸

حضرتؒ کے خانوادے سے میرے گھر کا تعلق حضرت مولانا احمد خانؒ سے چلا آرہا ہے، میرے دادا سیّد محمد حسین شاہ اور سیّد محمد حسن شاہ دونوں بھائی حضرتؒ کے خاص مریدین میں تھے، مجھے پہلی بار حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ سے شرفِ ملاقات وشرفِ زیارت ۱۹۶۷ء میں نصیب ہوا، حضرتؒ کی ذاتِ اقدس ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے، حضرتؒ ولیٔ کامل اور عالمِ باعمل تھے، حضرتؒ کی ذاتِ اقدس سے لاکھوں لوگ مستفید ہوئے، آپؒ نے بطور امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت جو کام سرانجام فرمائے، آنے والا وقت اسے سنہری حروف میں تحریر فرمائے گا۔ آپؒ نے اپنی حیاتِ مبارکہ کا ایک بہت بڑا حصہ تحفظِ ختمِ نبوّت اور ناموسِ رسالت کے لئے وقف رکھا، حضرتؒ کے وصالِ مبارک سے علم، رُوحانیت اور تصوف کے میدان میں ایک نہ پُر ہونے والا خلا پیدا ہوا ہے، اللہ رَبّ العزت حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کو اپنے جوارِ رحمت میں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین!

حمید حیات خان روکھڑی، ایم این اے

Hazrat Maulana Khan Muhammad Sahib (RA) had many dimensions to his personality. His services for Islam and the proper following of Islamic provisions and injunctions are countless but above all he was a true lover of the Holy Prophet. He suffered jail for that love and was willing to accept the challenge for "Namoos-i-Risalat" during the Khatm-e-Nubooat movement in 1953. God almighty preserved his life for the service of Islam through his base at Khanqah Sirajia in this remote part of District Mianwali.

All his sons (Sahibzadgan) are well known to me and are like brothers to me. I wish them all the best in their endeavours to follow their illustrious father. May God give them the strength of character like their father's. May the light of Khanqah Sirajia spread to all parts of the universe, Ameen!

مولانا مفتی محمد طاہر، جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا

حضرتِ اقدس، خواجۂ خواجگان شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کا سانحۂ اِرتحال اُمتِ مسلمہ کے لئے ایک عظیم صدمہ اور ایک بلاءِ عظیم ہے، تاہنوز قلب ورُوح پر اس کا گہرا اثر ہے، قبلہ حضرت صاحبؒ بندہ کے شیخ، اُستاذ، مربی ومحسن تھے، عرصہ تیس سال سے حضرتؒ سے اپنے والد گرامی حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ کے توسط اور وسیلے سے یہ تعلق قائم ہوا۔ آپؒ نے مخلوقِ خدا کی ہدایت کے لئے بے مثال خدمات سرانجام دی ہیں، لاکھوں بندگانِ خدا کو اپنے رَبّ کا قرب عطا فرمایا، آپؒ کی خاموش دعوت اور قلبی تاثیر کی بدولت لاکھوں مسلمانوں کو ہدایت نصیب ہوئی ہے۔

حضرتؒ کی عظیم مسند پر حضرتؒ کے خلفاء اور تمام متعلقین ومتوسلین کے متفقہ فیصلے کے مطابق حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم مسند افروز ہوئے ہیں، حضراتِ اکابرین کے اس فیصلے کو اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے، اور حضرت صاحبزادہ صاحب کو اس مسند کے شایانِ شان سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی خدمت کی توفیق عطا فرمائیں۔

مولانا مفتی محمد شاہد مسعود، سرگودھا

خانقاہ عالیہ سراجیہ شریف میں بسلسلۂ تعزیت قطب الارشاد خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ حاضری ہوئی، حضرتِ شیخ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم راہنما تھے،

جب بھی حاضری ہوئی قلب وروح کی تسکین کا باعث ہوئی۔ حضرتؒ کی تمام زندگی شریعت وطریقت کی جامع تھی، حضرتؒ کا دُنیا سے جانا پوری اُمتِ مسلمہ کے لئے عظیم سانحہ ہے، اللہ جل شانہٗ حضرتؒ کے درجات کو مزید بلند فرمائے، متوسلین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، حضرتؒ کے سلسلۂ عالیہ کو اطرافِ عالم میں پھیلائے، حضرت شیخ جہاں سلسلۂ عالیہ کے متوسلین کو سیراب فرما رہے تھے، وہاں عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے باقاعدہ امیر بھی تھے، علاوہ ازیں ملک میں کوئی تحریک جو اِسلام کی بقا کے لئے تھی، ایسی نہ تھی آپؒ جن کے سر کا تاج نہ تھے، آپؒ کی وفات پوری اُمتِ مسلمہ کے لئے بالعموم اور اہلِ سنت کے لئے بالخصوص ایسا عظیم سانحہ ہے کہ شاید یہ خلا صدیوں میں پورا ہو سکے گا۔

اللہ جل شانہٗ ہمیں حضرتؒ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور حضرتؒ کے جانشین حضرتِ اقدس ابوسعد صاحبزادہ خلیل احمد صاحب کے ذریعے سلسلۂ عالیہ کے فیض کو اَطرافِ عالم میں پھیلائے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کے علم وعمل، زُہد وتقویٰ میں اور برکت نصیب فرمائے، آمین بجاہ النبی الامی الکریم!

سردار اللہ نواز خان، حافظ والا ضلع میانوالی

بندہ کا تعلق حضرتِ اقدس شیخ المشائخ مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ سے ایک زمانے سے تھا۔ حضرتؒ کی شفقتیں مجھ پر، میرے بزرگوں کی طرح تھیں، اور حضرتؒ میرے گھر بھی تشریف لائے تھے، جسے میں اپنی زندگی کی اِنتہائی خوش قسمت گھڑی سمجھتا ہوں۔ حضرتؒ کا دُنیا سے اُٹھ جانا نہ صرف میرے لئے بلکہ میرے جیسے ہزاروں انسانوں اور پورے علاقے کے لئے دِین ودُنیا کے اِعتبار سے بہت بڑا نقصان ہے، لیکن بندۂ مسلمان اللہ کی تقدیر پر راضی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے صاحبزادگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور حضرتؒ کے نقشِ قدم پر چلائے، بالخصوص حضرتؒ کے جانشین حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب کو اس عظیم ذمہ داری کو احسن طریقے سے نبھانے کی توفیق نصیب فرمائے، اور حضرتؒ کو اپنی شایانِ شان اعلیٰ مقام نصیب فرمائے، آمین!

جناب علی حیدر نور خان، ایم پی اے، سٹی میانوالی

حضرت شیخ الشیوخ قطب الاقطاب سیّدی ومرشدیؒ کا دُنیا سے دارِ آخرت میں اِنتقال ہمارے

لئے ایک عظیم صدمہ ہے، حضرت سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم سرخیل تھے، اور علاقہ بھر کے لئے حضرتؒ کا وجود بہت بڑی رحمت تھی، حضرتؒ کے اُٹھ جانے سے بہت بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے۔ حضرتؒ کی خدمات ہمیشہ یادرکھی جائیں گی۔

جناب عبیداللہ خان شادی خیل، میانوالی

السلام علیکم! محترم جناب خواجہ صاحبؒ کی شخصیت جوکہ میں نے اپنے طور پر محسوس کی، انتہائی شفیق، اللہ والے اور خدا کے نیک بندوں میں سے ایک درجہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نصیب کیا تھا، میں چونکہ اسی علاقے سے تعلق رکھتا ہوں، ایک دو دفعہ وی آئی پی حضرات کے ساتھ میں حضرت صاحبؒ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تو میں نے نوٹ کیا کہ حضرت صاحبؒ کسی عہدہ کا لحاظ کئے بغیر اُسی اپنی عبادت کی لگن میں مصروف اُن بندوں کو بھی اُسی لحاظ سے پیش آئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے عام بندوں سے شفقت فرماتے تھے۔ لیکن شاید میری زندگی میں پہلا تجربہ ہو، کیونکہ میں نے اپنی زندگی میں ایسا ولی نہیں دیکھا جو کہ عام اور خاص کا خیال کئے بغیر صرف انسانیت سے پیار کرتا ہو، فی زمانہ میں سمجھتا ہوں کہ میرے جیسے ہزاروں لوگوں کی بدقسمتی اور ناسمجھی تھی کہ ہمارے نصیب میں مزید اُن کی زندگانی نہیں تھی خواہ اُن کی ذاتِ مبارک کے بارے میں جتنی کتابیں لکھی جائیں اتنی کم پڑ جائیں گی، مزید میں ایک گناہگار آدمی کی حیثیت سے کچھ کہنے کی جسارت نہیں رکھتا، اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ان کی ہدایات پر عمل کرسکیں۔

قاری عزیز الرحمٰن، پپلاں ضلع میانوالی

بندہ کا تعلق شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ سے اپنے والد محترم کے وقت سے ہے بندہ بہت چھوٹا تھا جب والد صاحب نے شعبۂ حفظ میں خانقاہ کے مدرسے میں بندہ کو داخل کرایا تھا۔ اس وقت سے لے کر آج تک حضرتؒ نے ہمیشہ میرے والد گرامی سے بڑھ کر مجھ پر شفقت فرمائی اور قدم قدم پر میری راہنمائی فرمائی، بندہ آج حقیقت میں یتیم ہوگیا ہے، اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو اپنے شایانِ شان جزا عطا فرمائے، آمین! حضرتؒ کے صاحبزادگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

حضرتؒ کے صاحبزادہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ العالی کو حضرتؒ کا جانشین مقرر کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ حضرت صاحبزادہ صاحب کے ذریعے حضرتؒ کے سلسلے کو اطرافِ عالم میں پھیلائے۔ اور دیگر صاحبزادگان کو بھی حضرتؒ کے نقشِ قدم پر چلائے۔

حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب مدظلہٗ، حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد، مخدوم زادہ صاحبزادہ سعید احمد، صاحبزادہ نجیب احمد، اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ تاقیامت اُن کی بلکہ پورے خاندان کی فرمانبرداری میں ہمیں رکھے۔

مولانا مفتی عبدالمعید، جامعہ سراج العلوم سرگودھا

حضرت شیخ الشیوخ، قطب الاقطاب، سیّدی ومرشدی مولانا الحاج خواجہ خان محمدؒ کا دُنیا سے آخرت میں اِنتقال ہمارے لئے ایک عظیم صدمہ ہے، جس کی تلافی ناممکن ہے۔ ہمارا حضرت صاحبؒ سے بہت پُرانا وطنی تعلق تھا، حضرتؒ کا آبائی گاؤں موضع کھولہ ہے، جس میں ہمارے نانا جی حکیم عبدالجبارؒ رہائش پذیر تھے، اسی طرح بندہ کے جدامجد اِمام الاولیاء حضرت مفتی محمد شفیعؒ بانیٔ سراج العلوم سرگودھا اعلیٰ حضرت بانیٔ خانقاہِ سراجیہ کے خلیفہ اعظم تھے، حضرت مذکور کے جملہ خاندان سے ہمارے سارے خاندان کا بہت گہرا تعلق ہے، ہم نے بہت قریب سے دیکھا ہے، حضرتؒ کی بیرونی واندرونی زندگی سے بخوبی واقف ہیں۔ خدا شاہد ہے کہ کبھی حضرتؒ کا تھوکنا بھی خلافِ سنت نہیں دیکھا، حضرت اپنے وقت کے ولیٔ کامل تھے، جس کا زندہ ثبوت حضرتؒ کی نمازِ جنازہ ہے جو ملکِ پاکستان کا سب سے بڑا جنازہ تھا، وہ بھی اس ریگستان کے علاقے میں۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے درجات بلند سے بلندتر کرے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

مولانا اشرف علی قریشی، جامعہ اشرفیہ پشاور

مرشد اور بزرگ تو بہت ہوتے ہیں، لیکن ہمارے مرشد کی یہ کمال تھی کہ ان کے مریدین میں اکثریت بڑے مستند اور جید علمائے کرام کی تھی۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمیں دِینِ اسلام کا صحیح خادم بنادے، آمین!

سابق صوبائی وزیر ثقافت: نعیم اللہ خان شاہانی، بھکر

سلامِ مسنون کے بعد عرض ہے کہ بندہ سیّدی ومرشدی وقطبِ عالم حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کی وفات پر تعزیت کے لئے خانقاہِ سراجیہ حاضر ہوا ہے، حضرتِ اقدسؒ کی ذاتِ بابرکات عالم

کے لئے باعثِ رحمت تھی، ان کا اس دارِ فانی سے جانا پوری اُمت کے لئے بہت بڑا خلا ہے، حضرت صاحبؒ کا میرے ساتھ خصوصی شفقت والا معاملہ تھا، اللہ تعالیٰ ان کی برکات وانوارات سے ہمارے دِلوں کو منور فرمائے۔

قاری عبدالوحید، نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت سرگودھا

آج حضرت خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کا سانحہ اُمتِ مسلمہ کے لئے عظیم صدمہ ہے، حضرتؒ کے فیوض وبرکات صرف پاکستان میں ہی نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام کے لئے تھے اور رہیں گے۔ حضرتؒ کے دورِ امارت میں عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت نے عظیم کامیابیاں حاصل کیں۔ حضرتؒ کا پیغام اُمتِ مسلمہ کے نام یہی ہے کہ مرزائیت کا تعاقب جاری رکھا جائے۔

اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے مشن پر ہمیں قائم دائم رکھیں، اور اس خانقاہ کی فیوض وبرکات کو قائم رکھیں، اور حضرتؒ کی خدمات کو قبول فرمائیں، اور صاحبزادگان کو صبرِ جمیل نصیب فرمائیں۔ اور آپس میں اِتفاق واِتحاد اور اُمتِ مسلمہ کی رہنمائی کی توفیق عطا فرمائیں، آمین!

مولانا قاری عبیدالرحمٰن، خطیب جامع مسجد عیدگاہ تلہ گنگ

آج قطب الاقطاب خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ کی تعزیت کے سلسلے میں خانقاہِ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ میں حاضری کی توفیق ہوئی۔

حضرتؒ کا ان حالات میں دُنیا سے اُٹھ جانا، جہاں پہلے بھی پاکستان کے حالات ناگفتہ بہ ہیں، ہم سب کے سروں سے رحمت کا سائبان اُٹھ گیا ہے۔ اِمام احمد بن حنبلؒ کے پاس عیسائی طبیب آیا اور اس نے عرض کیا: ''حضرت! آپ صرف اُمتِ مسلمہ کے راہنما اور لیڈر نہیں ہیں، بلکہ آپ پوری مخلوق کے لئے باعثِ رحمت ہیں، ہمارے عبادت خانوں میں بھی آپ کے لئے دُعائیں ہوتی ہیں۔'' ہمارے حضرتؒ کی بھی یہی شان تھی۔

آج کوئی مخصوص لوگ تعزیت کے مستحق نہیں ہیں، بلکہ ساری مخلوق تعزیت کی مستحق ہے، لیکن ہم سب اللہ پاک کی تقدیر پر راضی ہیں، اللہ کے فیصلے حکمت سے خالی نہیں ہوتے۔ حضرت عباسؓ کی وفات پر ایک بدو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے تعزیت کے لئے آیا اور کہا: اے ابنِ عباس! تمہارے لئے وہ اجر بہتر ہے جو صبر کرنے کی وجہ سے ملے گا، اور حضرت عباسؓ کے لئے وہ اللہ بہتر ہے جس کے پاس وہ

چلے گئے ہیں۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جہاں حضرتؒ تشریف لے گئے ہیں وہ جوارِ رحمت یقیناً ہم سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ اللہ پاک حضرتؒ کے اس گلشن کو قیامت تک آباد رکھے۔

حاجی غلام علی سینیٹر، وخان محمد اعظم خان سواتی وفاقی وزیر سائنس وٹیکنالوجی اسلام آباد

حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ اس دُنیا سے رُخصت ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ آپؒ کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آپؒ کی زندگی انسانیت کا مکمل نمونہ تھی اور ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ دُکھی اِنسانیت کی خدمت کی۔ میں ذاتی طور پر اور سینیٹر غلام علی صاحب حاضر ہوئے اور ہمارے لئے سعادت ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس عظیم جگہ دُعائے مغفرت کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ والسلام

چودھری محمد اقبال گورایا، چیئرمین گورایا ویلفیئر لاہور

حضرت مولانا خواجۂ خواجگان خان محمد صاحبؒ سے مجھے اور میرے خاندان کو اتنا پیار ملا کہ اُس پیار کا اِظہار میں نہیں کرسکتا۔ باقی میرے مرشد حضرت خواجہ صاحبؒ جیسی ہستی اب شاید صدیوں بعد بھی پیدا نہ ہو۔ اس لئے تو علامہ اقبال نے فرمایا:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

میں بندۂ ناچیز کو حضرت جیؒ کے جنازے میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی، اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ میدانِ عرفات میں آگئے ہیں، اور ہر مکاتبِ فکر کے لوگ اور سِول سوسائٹی، غم کے عالم میں نڈھال نظر آرہے تھے۔ اللہ ربّ العزت ہمیں بھی حضرت جیؒ کے نقشِ قدم پر چلائے اور اس خانقاہ شریف کو دِن دُگنی رات چوگنی ایمان کی دولت سے منور کرے اور یہ جگہ، یہ علاقہ، یہ سرزمین، اور اس سرزمین کے باسی اور خدام حضرات ہمیشہ سراجِ منیر کی نورانیت سے منور رہیں۔ والسلام

سبطین خان، سابق صوبائی وزیر معدنیات

حضرت قبلہؒ بین الاقوامی شخصیت تھے، جس طرح آپؒ نے قادیانیت کے خلاف جہاد کیا، یہ آپؒ کے تمام کاموں میں سے بڑا عظیم تھا۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے آپؒ کی رہنمائی فرمائی۔ آپؒ کا فیض

صرف پاکستان میں نہیں بلکہ تمام دُنیا میں پھیلا، اس میں اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو عظیم کامیابی سے نوازا۔ میری دُعا ہے کہ آپؒ کی یہ دِینی خدمات تا قیامت جاری وساری رہیں اور آپؒ کا مشن چلتا رہے، اس کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے، آمین!

ڈاکٹر دین محمد فریدی، روزنامہ اسلام بھکر

حضرت شیخ المشائخ خواجہ خان محمد صاحبؒ کے کمالات کا کیا ذکر کروں؟ مجھ ناکارہ، نااہل، گمنام خاندان، گھرانہ گمنام، بے علم جب ۱۹۶۲ء میں صرف خانقاہ تفریحاً حاضر ہوا، اس وقت کی زندگی اللہ معاف فرمادے، بندہ نماز مساجد سے دُور، علماء سے نفرت کرتا تھا، مگر اس ولیٔ کامل کی ایک نگاہ نے شیطان کے راستے سے ہٹا کر رحمٰن کے راستے پر لگادیا، مجھ جیسے نااہل کی جو پشت پناہی کی، علاقے سے نکل کر ملک بھر میں نام سے بزرگ واقف ہوئے، قادیانیت اور بے دِین طبقہ خائف ہوا، مجھ جیسے نااہل کو اُس مقام پر پہنچایا، جہاں میرا خواب وخیال بھی نہیں تھا۔

کل صبح تاریخِ ہند پر غور کر رہا تھا، ہندوستان کی تاریخ میں شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی ایک شخصیت ملتی ہے جس پر تمام کا اِتفاق واِتحاد تھا، ہمارے دور میں حضرت شیخ المشائخ خواجہ خان محمدؒ کی شخصیت ہے جس پر تمام مذہبی مسالک اور سیاسی متفق تھے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ خانقاہِ سراجیہ کی برکات اور قیادت کو برقرار رکھے اور حضرتِ اقدسؒ کے جانشین حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد مدظلہ العالی کو بہت طاقت اور اپنے والدؒ کے مکمل کمالات عطا فرماوے۔

جناب ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی، میانوالی

حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ صدر بین الاقوامی تنظیم ختمِ نبوّت کی رحلت سے ملک ایک بہت بڑے عالم دین اور خادم دِینِ اسلام سے محروم ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی خاص جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے عزیز واقارب کو اس عظیم سانحہ پر صبرِ ایوبی عطا فرمائے، آمین!

مولانا قاضی منظور احمد الحسینی، اٹک

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے محبت و ارادت مجھے اپنے جدِ امجد مفتی الشاہ قاضی غلام گیلانی کیملپوریؒ جو کہ مجاز تھے حضرت خواجہ سراج الدینؒ موسیٰ زئی شریف والوں کے، ان کے اس سلسلے سے تعلق کی وجہ سے بندہ کو محبت و ارادتِ شدیدہ اس سلسلے سے وراثت میں ملی، قبلہ حضرت جیؒ سے تعلق اپنے والد محترم قاضی منظور الحق الکوثریؒ ایم.اے کی نسبت سے قائم ہوا، اور پھر اس نسبت نے حضرت جیؒ کے مبارک قدموں میں لا بٹھایا۔ حضرت جیؒ کی جدائی سے سب ہی مسلمان بڑے غم سے دوچار ہیں، بالخصوص عالمِ اسلام کی تمام دِینی تحاریک و قائدین، مجاہدین، ایک عظیم مربی، سرپرست سے محروم ہوئے، لیکن متوسلینِ خانقاہ اور بندہ فقیر کی دِلی کیفیت ایسی ہوئی کہ ایک دفعہ پھر طبیب مہرباں سے محروم اور رُوحانی طور پر یتیمی سے دوچار ہوئے، اللہ ربّ العالمین گلشنِ سراجیہ کے ہر پھول کو ہمیشہ ہمیشہ آباد رکھے، آمین!

جام عبدالرؤف بہاولپوری

تو اے بیمار دردِ دِل مسیحا راچہ مے جوئی؟
طبیب مہرباں ایں جا دوا ایں جا شفا اینجا

والد گرامی مولانا عبدالرحیم بھاولپوریؒ جن کو خانقاہ والے خادمِ خانقاہِ سراجیہ کے نام سے جانتے ہیں، ان کی تربیت اور شفقت سے بندۂ ناچیز کو خانقاہ کی خاکروبی نصیب ہوئی، ہمارے خاندان کو دُنیا کے جھمیلوں سے نکال کر دِین کے ماحول میں رنگنے کی وجہ ہی خانقاہ بنی، آج ہم ایک عظیم ہستی سے محروم ہوگئے، مولائے پاک میرے شیخؒ کے لگائے ہوئے باغ کو ہمیشہ شاداب رکھے اور صاحبزادگان کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم رکھے۔

مولوی عبدالستار، ساکن زمے والی ضلع بھکر

حضرتِ اقدس قبلہ باباجی صاحبؒ دُرِّ نایاب شخصیت تھے، آپؒ کا سایہ تمام مدارس، مساجد، علمائے حقہ کے سر پر سایہ افگن رہا ہے۔ آپؒ ہر دِلعزیز تھے، بندہ کے ساتھ خصوصی دِلی لگاؤ تھا، آپؒ مجھے اپنا بیٹا نالائق سمجھتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ ہر وقت دِل میں خیال رکھ تیرا دِل کرتا ہے اللہ اللہ۔ آپؒ نے خصوصی شفقت سے ہمیں مسجد جامع خلفائے راشدینؓ خصوصی شفقت سے بنوادی اور سنگِ بنیاد

بھی رکھا، ہمارے مدرسے کے سالانہ دستار بندی کے جلسے کی صدارت فرمایا کرتے تھے، اور خصوصی شفقت فرمایا کرتے تھے۔ والسلام

حاجی محمد نواز خان، مولانا عبدالواسع، مولانا عین اللہ شمس، وزرائے بلوچستان

انسان پیدا ہوتا ہے اور اپنے رَبّ کے پاس چلا جاتا ہے۔ بعض انسان کردار کے لحاظ سے امر ہو جاتے ہیں، اور بعض کے چلے جانے کا پتا قریبی گاؤں والوں کو بھی نہیں ہوتا۔ کوئی انسان اپنے لئے، کوئی اپنے خاندان، اور کوئی علاقے، اور کوئی صوبہ وملک کے لئے سوچتا ہے، لیکن بعض انسان زمین اور اس میں موجود مخلوقات کے علاوہ افلاک میں موجود مخلوق کے لئے باعثِ رحمت ہوتے ہیں۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ اس صف کے انسانوں میں بلامبالغہ شامل تھے۔ حضرتؒ کی رحلت تمام مخلوقات کے لئے سانحہ ہے، ہم صرف مسلمان ہی نقصان میں نہیں رہے، بلکہ حضرتؒ کی برکت تمام مخلوقات کے لئے وسعت رکھتی تھی، اس لئے سب اس برکت سے محروم ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ قادر ذات ہے، خالق ہے، وہ قدرت رکھتا ہے، ہم دست بستہ دُعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کا بہترین نعم البدل ہمیں عطا فرمائیں، آمین!

سیّد مطیع اللہ آغا، ڈپٹی اسپیکر بلوچستان اسمبلی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کے تعزیت کے لئے آیا ہے، اور تاریخ کے حوالے سے حضرت خواجہ صاحبؒ امیر ختمِ نبوّت پاکستان اور پیر تصوف کا علم بردار تھے، اور اس کے فیض سے دُنیا جہان نے فوائد حاصل کئے تھے۔ فقط والسلام

مولانا عزیز الرحمٰن خورشید، بھیرہ وقاری عبدالرحمٰن علوی، راولپنڈی

خانقاہ سراجیہ مجددیہ سے قبلہ جدِ اَمجد حافظ غلام یاسین صاحبؒ کا رابطہ ہوا، جدِ اَمجدؒ کو حضرت قیومِ زماںؒ کا اتنا قرب نصیب ہوا کہ رمضان المبارک کی مقدس ساعتوں میں دومرتبہ تراویح میں قرآن پاک سنایا۔ قبلہ والد بزرگوار حضرت مولانا محمد رمضان علویؒ شہیدِ ختمِ نبوّت اور حضرتِ اقدس خواجہ خان محمد صاحبؒ آپس میں ہم درس رہے، اللہ کے فضل سے وہ سلسلہ اب تک قائم ہے۔
حضرتِ اقدس مولانا خان محمد صاحبؒ کی خصوصی شفقت جو خاص کر آپ نے والد صاحبؒ کے

اِنتقال کے بعد مجھ پر اور میرے خاندان کے جملہ افراد پر رکھی، اسے میں تا زیست فراموش نہیں کرسکتا، اللہ تعالیٰ اس گلشن کو تا قیامت آباد رکھے، بالخصوص حضرت صاحبزادہ مولانا خلیل احمد صاحب زید مجدہم جن کو حضرتؒ کا جانشین مقرر کیا گیا ہے، انہیں خدا تعالیٰ بطریقِ احسن نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرتِ اقدسؒ کی زندگی کے بہت سارے واقعات میرے ذہن میں ہیں جو وقت آنے پر قلم بند کروں گا، اِنشاءاللہ۔ اشارے کے طور پر اتنا عرض کرتا ہوں کہ حضرتؒ اِنتہائی علم دوست اور علمائے حق کے قدردان تھے، بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت آنجنابؒ کی زندگی کا وظیفہ تھا، وعدہ کرکے نبھانا آپؒ کا عظیم مشن تھا، اسی سلسلے میں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں کہ حضرتؒ نے ایک موقع پر بھیرہ اور ملکوال کے لئے دو دن کا وقت مجھ ناچیز کو عنایت فرمایا، خانقاہ شریف سے آپؒ (کفری نوشہرہ وادی سون) جلسے میں تشریف لے گئے، اس سفر کے دوران گھر کی کسی تکلیف کی آپ کو اِطلاع ہوئی، آپ نے اس کا اِظہار ضرور فرمایا لیکن وعدہ پورا فرمایا، اللہ تعالیٰ ہم خدام کو ان کے نقشِ قدم پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے، والسلام۔

ملک محمد اسلم کچھیلا، سابق ایم این اے سرگودھا

حضرت قبلہ شیخ خواجۂ خواجگان مولانا خان محمد صاحبؒ سے میرا تعلق ۱۹۹۰ء سے قائم ہوا، اور حضرتؒ نے ہمیشہ خصوصی شفقت فرمائی۔ اور میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ حضرتؒ کی وفات سے میں دُوسری مرتبہ یتیم ہوا ہوں۔ حضرتؒ کی دِینی خدمات پورے عالمِ اسلام کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ حضرتؒ کے مشن کو ہمیشہ جاری رکھا جائے گا۔ حضرت کا مجھ پر اتنا بڑا شفقت کا ہاتھ ایک ۱۹۸۷ء میں محمد خان جونیجو مرحوم وزیرِاعظم پاکستان نے حضرتؒ سے ملاقات کے لئے وزیرِاعلیٰ پنجاب سے درخواست کی کہ حضرت سے میں ملنا چاہتا ہوں، تو اُس وقت کے وزیرِاعلیٰ میاں محمد نواز شریف نے ضلعی انتظامیہ کے ذریعے کوشش کی کہ حضرت صاحبؒ وزیرِاعظم سے ملاقات کا وقت دیں، مگر حضرت صاحبؒ نے ملاقات کے لئے معذرت کرلی، کیونکہ دُوسرے روز ہم پارلیمنٹ کے سامنے اِحتجاج کرنا چاہتے ہیں، اس کے بعد ملاقات ہوسکے گی۔ تو وزیرِاعظم صاحب نے مجھے بلواکر کہا کہ آپ میری پارلیمنٹ کے ممبر ہیں، مجھے پتا چلا ہے حضرت قبلہ سے آپ کا گہرا تعلق ہے اور آپ پر شفقت فرماتے ہیں۔ میاں نواز شریف نے اپنے نمائندے کے طور پر اپنے صوبائی وزیر اوقاف خدابخش ٹوانہ کو خانقاہ پر بھجوایا، میں بطور نمائندہ وزیرِاعظم پاکستان اسلام آباد سے خانقاہ پر حاضر ہوا، اور ہم دونوں نے حضرت سے درخواست کی کہ آپ برائے کرم آج ہی جناب وزیرِاعظم سے ملاقات فرمادیں۔ تو حضرتؒ نے کمالِ مہربانی فرماتے ہوئے اسلام آباد

روانگی کے لئے تیاری کی اور ہمارے ہمراہ وزیراعظم ہاؤس تشریف لے گئے اور رات ساڑھے نو بجے وفد کے ہمراہ ملاقات ہوئی، اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے تمام مطالبات حضرت صاحبؒ نے منوائے۔ یہ واقعہ لکھنے کا مقصد یہ کہ مجھ جیسے ناچیز اور معمولی آدمی کی خواہش کو ترجیح دی اور مجھ پر محبت اور شفقت فرمائی۔ جب ۱۹۸۵ء میں غیر جماعتی الیکشن ہوئے تو حضرت قبلہؒ اُس وقت مکہ مکرمہ میں تشریف رکھتے تھے، تو کئی لوگوں نے مجھے پاکستان آکر بتلایا کہ الیکشن میں تمہاری کامیابی کے لئے حضرتؒ اکثر دُعا فرماتے تھے، تو میرا یہ یقین کامل ہے اُس وقت مجھے حضرت قبلہؒ کی دُعاؤں کی وجہ سے کامیابی حاصل ہوئی، میری اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اس خاندان کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے، آمین۔

جناب چوہدری راسخ الٰہی صاحب، گجرات

آج خانقاہِ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ حضرت قبلۂ عالم خواجۂ خواجگان قطب الاقطاب حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کی تعزیت کے سلسلے میں آمد ہوئی، حضرت صاحبزادہ خلیل احمد صاحب مدظلہٗ سے تعزیت کی۔

تعزیت کے ہم سب مستحق ہیں، یہ پوری اُمت کا اِجتماعی نقصان ہے، حضرتؒ کی پوری زندگی یادِ الٰہی میں تڑپنے اور تڑپانے میں گزری، اور پوری زندگی ختمِ نبوّت کے دِفاع میں گزری، ہر اُٹھنے والے فتنے کی طرف عقابی نگاہ رکھی، خاص طور پر فتنۂ قادیانیت نے جہاں بھی سر اُٹھایا حضرتؒ نے صدیقِ اکبرؓ کی سنت زندہ کرتے ہوئے اس کا سر کچل دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حضرتؒ کی مساعی کو قبول فرمائے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، آمین! والسلام

قاری جمیل الرحمٰن، مہتمم مدرسہ اظہار الاسلام چکوال

حضرتِ اقدسؒ کی تعزیت کی حاضری صرف اس مقصود کے لئے ہے کہ شاید یہی بخشش کا ذریعہ بن جائے، موت ایک اٹل فیصلہ ہے جو ہر انسان کے لئے ہے، لیکن کسی کی موت صرف گھر والوں کے لئے صدمے کا باعث بنتی ہے، اور کسی کی موت ایک علاقے کے لئے اور کسی کی موت پورے عالم کے لئے صدمہ ہوتی ہے، حضرتِ اقدسؒ بھی انہیں لوگوں میں سے تھے، اللہ تعالیٰ ان کی دِینی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کے رُوحانی فیض کو تاقیامت جاری اور ساری رکھے، آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

جناب اکرم خان درانی، سابق وزیراعلیٰ سرحد

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ نے جس طرح پوری زندگی دِینِ اسلام کے لئے وقف کی تھی اور اللہ کے بندوں کی جس طرح خدمت کی ہے، ان کو جنت الفردوس عطا کرے اور ان کی برکت سے پورے اہل وعیال پر ہو۔ آمین!

علمائے تنظیم اہلِ سنت پاکستان

تنظیم اہلِ سنت پاکستان کا وفد مولانا عبدالجبار تونسوی، محمد عارف سیال، مولانا محمد اسماعیل انقلابی، شیخ المشائخ پیرِطریقت سراج الاولیاء حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ کی بغرض تعزیت حاضر ہوا۔ حضرت صاحبؒ ایسی شخصیت جس کا خلا کبھی پُر نہیں ہوگا۔ حضرتؒ بیک وقت سلسلۂ نقشبندیہ کے بہت بڑے شیخ اور عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے امیر، اور تمام دِینی جماعتوں کے سرپرست اور کئی مدارس کے بانی اور سرپرست تھے۔

اس دور میں حضرتؒ جیسا بزرگ کہیں نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کا مقام جنت الفردوس میں بنائے، اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق بخشے، آمین!

مولانا زاہد حسین رشیدی، ایڈیٹر ماہنامہ حق چاریار لاہور

مخدوم المشائخ خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کی ذاتِ والا صفات حقیقی معنوں میں مرجع الخلائق تھی۔ آں مخدوم بیک وقت خانقاہِ سراجیہ کے مسند نشین، عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے امیر، جمعیت علمائے اسلام کے سرپرست اور ملک بھر کے دِینی اِداروں، جماعتوں کے لئے ہمہ وقت دُعاگو رہنے والے بزرگ تھے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ یہ تمام اُمور آپؒ کی خاموشی سے سرانجام پاتے اور دُعاؤں سے پروان چڑھتے تھے، گویا نگاہ اُٹھتی اور دِلوں کی دُنیا بدل جاتی تھی:

نگاہِ مردِ مؤمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
اگر ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

عالمِ اسلام جن کٹھن مراحل سے اِس وقت دوچار ہے ان میں جوانوں کے جذبوں اور لہو کی گرمی کے ساتھ ساتھ ایسے مشائخ کی توجہات وسرپرستی کی ضرورت زیادہ ہوتی چلی جارہی ہے جو سینے میں مچلتے جذبات کو صحیح سمت دے سکیں۔ ایسے میں ہمارے مخدوم بزرگؒ کی رحلت کتنا بڑا المیہ ہے، کاش

کوئی جانے اور سمجھ سکے!

دِل کی گہرائیوں سے دُعا ہے کہ حق تعالیٰ حضرت خواجہ صاحبؒ کا نعم البدل عطا فرمائے، خدا کرے کوئی ایسے خواجہ پھر سامنے آئیں جن پر بکھری اُمت پھر سے سمٹ سکے، اللّٰھم آمین بحرمة سیّد المرسلین!

صوفی محمد شریف، تحریک خدام اہلِ سنت کلورکوٹ

شیخ المشائخ، پیرِطریقت، رہبرِشریعت حضرتِ اقدس خواجہ خان محمد صاحبؒ اپنی تمام دِینی وملّی خدمات خصوصاً مسئلہ ختمِ نبوّت کے متعلق پوری دُنیا میں لوگوں کو یہ مسئلہ سمجھا کر اس دارِفانی سے چل بسے، اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو کروَٹ کروَٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے، اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

جناب عاکف سعید، صدر تنظیم اسلامی پاکستان

خاکسار کو آج مؤرخہ ۸رجون ۲۰۱۰ء کو حضرت خان محمد صاحبؒ کی تعزیت کے سلسلے میں خانقاہِ سراجیہ حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت خان محمد صاحبؒ کی شخصیت کے بارے میں کچھ کہنا یا لکھنا بلاشبہ سورج کو چراغ دِکھانے کے مترادف ہے۔ مختصراً یہ کہ اسلاف کی درخشاں روایات کا ایک جیتا جاگتا نمونہ تھے کہ جن کی پوری زندگی خدمتِ اسلام بالخصوص تحفظِ ناموسِ رسالت اور تحفظِ عقیدۂ ختمِ نبوّت کے نہایت اہم اور مقدس مشن کے لئے صَرف ہوئی، اور وہ تمام عمر مخلوقِ خدا کی رُشد وہدایت کی نہایت گراں قدر خدمات نہایت درویشی کے انداز میں سرانجام دیتے رہے۔ اور پنجاب کے ایک دُور دراز، گمنام اور پسماندہ علاقے میں ساری زندگی بسر کرنے کے باوجود خلقِ خدا کے دِلوں ں میں بستے تھے۔ جس کا سب سے بڑا ثبوت حضرتؒ کی نمازِ جنازہ میں لاکھوں افراد کی شرکت تھی، جس میں آنے والے پورے پاکستان کے اطراف واکناف سے والہانہ انداز میں طویل سفر کر کے پہنچے تھے۔

میری اور میرے ساتھیوں کی دُعا ہے کہ مخلوق کی رُشد وہدایت کا جو سلسلہ حضرتؒ نے جاری فرمایا اور اس مادّہ پرستی کے دور میں اسلاف کی بےنفسی، درویشی اور للّٰہیت کی جو مثال قائم فرمائی، ان کے بعد بھی ان کی خانقاہ سے یہ چشمۂ فیض جاری رہے۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی اولاد اور شاگردوں کو اس کی توفیق نصیب فرمائیں اور حضرت خان محمد صاحبؒ کو اعلیٰ علّیین اور جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائیں۔

***

اخبارات ورسائل کا خراجِ عقیدت

روزنامہ ''جنگ'' کراچی

ممتاز عالمِ دِین اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے امیر خواجہ خان محمدؒ گزشتہ روز ۹۰ سال کی عمر میں اِنتقال کرگئے، إنا للہ وإنا إلیہ راجعون! ان کی وفات حسرت آیات پر میاں نواز شریف، شہباز شریف، مولانا فضل الرحمٰن، سیّد منور حسن، چوہدری شجاعت حسین اور پرویز اِلٰہی کے علاوہ ملک کے متعدد علمائے کرام اور مذہبی وسیاسی قائدین نے گہرے دُکھ کا اِظہار کرتے ہوئے پسماندگان سے ہمدردی کا اِظہار کیا ہے۔ مرحوم نے اپنی ساری زندگی تحفظِ ختمِ نبوّت کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ دُنیا بھر میں ان کے عقیدت مندوں کی بڑی تعداد موجود ہے۔ مولانا مرحوم نے عالمی اور علاقائی سطح پر بھی تحفظِ ختمِ نبوّت کی متعدد کانفرنسوں سے خطاب کیا۔ وہ عالمِ اسلام کا ایک قیمتی اثاثہ تھے، اور تحفظِ ختمِ نبوّت کے لئے ان کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکے گا۔ ان کی وفات سے بلاشبہ پاکستان ہی نہیں بلکہ عالمِ اسلام ایک عظیم رُوحانی شخصیت اور عالمِ دِین سے محروم ہوگیا ہے۔ مرحوم کے پسماندگان میں ایک بیٹی اور ۵ بیٹے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں صبرِ جمیل کی توفیق بخشے، مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، آمین!

(اداریہ روزنامہ ''جنگ'' کراچی ۷ رمئی ۲۰۱۰ء)

روزنامہ ''اِسلام'' کراچی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے مرکزی امیر، شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کی رحلت سے علم وعرفان کا ایک نہایت روشن باب اِختتام پذیر ہوگیا۔ وہ گزشتہ صدی کے بزرگوں کی آخری نشانیوں میں سے تھے، وہ ماضی کے علمائے سلف کے زُہد وتقویٰ، پرہیزگاری، للّٰہیت اور علم وعمل کی روایات کے صحیح معنوں میں امین تھے۔ انہیں اکابر علمائے دیوبند کی یادگار کہا جاتا تھا۔ ان کی تمام زندگی قرآن وسنت پر عمل سے عبارت تھی، ان کے اِنتقال سے ملک وقوم ایک ایسی برگزیدہ ہستی کی برکات سے محروم ہوگئے جن کی دُعائیں قوم کے سر پر سایہ فگن رہتی تھیں۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد مرحوم تین ماہ سے سخت علیل تھے،

انہیں ڈیڑھ ہفتہ قبل ملتان کے مقامی شفاخانے میں لایا گیا تھا، انہیں یرقان کا مرض لاحق تھا، جس سے وہ شفایاب نہ ہوسکے اور بدھ کی شام سوا آٹھ بجے اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے، إنا للہ وإنا إلیه راجعون!

حضرت خواجہ خان محمد مرحوم دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل تھے، انہوں نے ۱۹۴۱ء میں دورۂ حدیث کی تکمیل کی تھی۔ وہ ۱۹۵۶ء میں خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین مقرر ہوئے، آپؒ نے اس خانقاہ کو علمی و رُوحانی تربیت کا عظیم مرکز بنادیا، جس کی شہرت دُنیا بھر میں پھیل گئی۔ ہزاروں لوگ آپؒ سے فیض حاصل کرنے کے لئے خانقاہِ سراجیہ موجود رہتے تھے۔ آپؒ سے رُوحانیت پانے والے لوگوں کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ ۱۹۷۷ء میں مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کے اِنتقال کے بعد وہ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے چھٹے امیر بنے۔ اس کے بعد ان کی ساری زندگی عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ میں گزری۔ انہوں نے دُنیا بھر میں قادیانی فتنے کے خلاف اور عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ کے لئے جدوجہد کی۔ بلامبالغہ دُنیا کا کوئی کونہ ایسا نہ تھا جہاں آپؒ قادیانیت کے تعاقب میں نہ گئے ہوں۔ حضرت خواجہ خان محمدؒ مسلکِ دیوبند سے تعلق رکھنے والی تمام مذہبی جماعتوں اور اکثر مدارس کے سرپرست سمجھے جاتے تھے۔ وہ نہ صرف علمائے دیوبند کا عظیم علمی سرمایہ شمار ہوتے تھے، بلکہ تمام دِینی حلقوں کی قابلِ اِحترام شخصیت تھے۔ انہوں نے ۹۰ سے زائد برس کی طویل عمر پائی اور اس پوری عمر کا ہر ہر لمحہ خدا کی اطاعت، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی، دِین کی خدمت و اِشاعت، مخلوقِ خدا کی بھلائی اور نیکی کے کاموں میں صَرف ہوا۔ واقعی یہ ان پر خدا کا خاص فضل تھا کیونکہ ''ایں سعادت بزورِ بازو نیست''۔ ان کے اِنتقال پر ملک ہی نہیں بلکہ دُنیا بھر کے دِینی، علمی اور رُوحانی حلقوں میں رنج و غم کے جذبات محسوس کئے گئے۔ ملکی سطح پر علمائے کرام، دِینی و مذہبی جماعتوں کے قائدین کے علاوہ اکثر سیاسی رہنماؤں نے بھی تعزیتی پیغامات بھیجے۔ مذہبی و سیاسی رہنماؤں نے ان کی وفات کو عالمِ اسلام کے لئے ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیتے ہوئے کہا کہ اُمتِ مسلمہ عظیم سرپرست سے محروم ہوگئی۔

مولانا خواجہ خان محمدؒ کا اِنتقال ایک ایسے وقت میں ہوا جب ملک و قوم کو علمی و رُوحانی شخصیات کی شدید ضرورت ہے، ملک و قوم مجموعی طور پر جس بدحالی، کس مپرسی، پسماندگی، اِبتلا و آزمائش اور مشکلات و مسائل سے دوچار ہیں، ان کی واحد وجہ محض یہ نہیں کہ من حیث القوم ہم سائنسی ترقی میں اقوامِ مغرب سے پیچھے ہیں، یا ملک، آئین و قانون کی بالادستی سمیت جمہوری اقدار سے محروم ہے، نیز اس کی وجہ محض یہ بھی نہیں کہ پاکستان عالمی طاقتوں کی سازشوں، ریشہ دوانیوں کا نشانہ یا تخریب کاروں اور عسکریت پسندوں کی سرگرمیوں کی آماجگاہ ہے۔ یہ تمام مسائل اپنی جگہ اہمیت کے حامل ہیں، اور ان میں سے ہر مسئلے کا حل تلاش کیا جانا ضروری ہے، تاہم یہ امر بھی بلاشبہ دُرست ہے کہ ہم من حیث القوم نہ

صرف اپنی سماجی اور معاشرتی روایات سے محروم ہوتے جارہے ہیں، بلکہ ہم اپنی رُوحانی اقدار، دِینی نظریات پر بھی سمجھوتہ کرچکے ہیں۔ موجودہ صورتِ حال برقرار رہی تو کچھ بعید نہیں کہ ہماری آنے والی نسلیں خدانخواستہ اپنے عقائد سے بھی ناواقف ہوچکی ہوں۔ درحقیقت ہمارے معاشرتی بگاڑ کا بہت بڑا سبب ہماری مادّیت پرستی، ہمارے مزاجوں کا فتور، نیتوں کا کھوٹ، رِیاکاری، ملمع سازی، حسد، کینہ، غرور اور فخر وبڑائی کے جذبات واِحساسات ہیں۔ صوفیاء کے یہاں اِنسانوں کے مذکورہ سفلی جذبات واِحساسات کی اِصلاح کی جاتی ہے۔ قوم کی رُوحانی اِصلاح کے لئے اہلِ قلوب کی نمائندگی ضروری ہے، اور ماضی کی طرح مسلم معاشروں میں دِینی نظریات کے تحفظ، دِین کی اِشاعت، علوم کی ترویج کے ساتھ ساتھ فکر ونظر کو جِلا بخشنے کے لئے رُوحانی تزکیے، اخلاقِ باطنہ کی ستھرائی اور آئینۂ قلب کی صفائی کا عمل اور اس کا اِہتمام جاری وساری رہنا چاہئے۔ مولانا خواجہ خان محمد مرحوم کی پوری زندگی اس امر کا نمونہ ہے کہ مسلم معاشروں میں اہلِ علم کا کیا کردار ہونا چاہئے اور عام مسلمانوں کے عقائد ونظریات اور جذبات واِحساسات کی اِصلاح کے لئے کن خطوط پر کس طرح خدمات انجام دی جاسکتی ہیں۔ اللہ رَبّ العزت خواجہ خان محمد مرحوم کی خدمات کو جاری وساری رکھے، انہیں آخرت کے بلند مراتب سے نوازے اور ہمیں ان کی صحیح پیروی نصیب فرمائے، آمین!

(اداریہ روزنامہ ''اِسلام'' کراچی ۷؍مئی ۲۰۱۰ء)

روزنامہ ''نوائے وقت'' کراچی

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے مرکزی امیر اور عالمِ اسلام کی رُوحانی شخصیت حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ طویل علالت کے بعد ۹۰ سال کی عمر میں اِنتقال کرگئے۔ آپؒ ۱۹۲۰ء کو میانوالی کے نواحی قصبے موضع ڈنگ میں پیدا ہوئے۔ آپؒ نے جید علماء سے تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۵۴ء کو خانقاہِ سراجیہ کے جانشین مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۷ء کو عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے امیر بنے اور تادَمِ مرگ اس عہدے پر فائز رہے۔ دُنیا بھر میں ختمِ نبوّت کے دفاتر قائم کئے، لوگوں کو فتنۂ قادیانیت سے محفوظ رکھنے کے لئے کوششیں کرتے رہے، ہزاروں قادیانیوں نے آپؒ کے ہاتھ پر اِسلام قبول کیا۔ تصوف کے چاروں سلسلوں: نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ میں آپؒ بیعت کرتے تھے۔ آپؒ کے مریدین کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ ختمِ نبوّت کی تحریکوں میں آپؒ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور متعدد مرتبہ قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ساری زندگی مکینِ گنبدِ خضراء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا تحفظ کرتے ہوئے گزاری۔ ۱۹۸۴ء میں اِمتناعِ قادیانیت آرڈی نینس جس کے تحت قادیانی اپنے آپ کو مسلمان نہیں لکھ سکتے، آپؒ کی کوششوں سے نافذ ہوا۔ عارضی مسکن میں ایک بیٹی اور پانچ بیٹوں سمیت لاکھوں محبین کو سوگوار چھوڑ کر ابدی مسکن کی جانب

کوچ کر گئے، اللہ مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے: خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را! (اداریہ ''نوائے وقت'' کراچی ۷رمئی ۲۰۱۰ء)

روزنامہ ''پاکستان'' ملتان

مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے عالمی مرکزی امیر اور عالمِ اسلام کی عظیم رُوحانی شخصیت مولانا خواجہ خان محمد آف کندیاں شریف بدھ کے روز ملتان کے ایک نجی ہسپتال میں حرکتِ قلب اچانک بند ہونے سے انتقال کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون! ان کی عمر تقریباً ۹۰ سال تھی، مرحوم کو جمعرات کی سہ پہر کندیاں شریف میں خانقاہ سراجیہ کے قبرستان میں اپنے مرشد کے پہلو میں سپردِ خاک کیا گیا۔ جنازے میں ہزاروں افراد نے شرکت کی، جن میں ممتاز علمائے دِین، دِینی جماعتوں کے قائدین اور سیاسی رہنما بھی شامل تھے۔

خواجہ صاحبؒ کی پوری زندگی اسلام کی تبلیغ میں گزری، وہ کسی مرض میں مبتلا نہیں تھے، بلکہ ڈاکٹروں کے مطابق بڑھاپے کا پیدا کردہ ضعف ہی ان کا مرض تھا۔ چودھری شجاعت حسین اور چودھری پرویزِ الٰہی، مرحوم سے بیعت تھے۔ انہوں نے چند ہی روز قبل مولانا کو ایک خصوصی طیارے میں ملتان پہنچایا اور نجی ہسپتال میں داخل کرایا تھا، جہاں ان کا آخری وقت آ گیا اور وہ واصلِ حق ہوگئے۔

مرحوم نے عمر بھر فتنۂ قادیانیت کی مخالفت کی، وہ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے، اور انہوں نے مولانا یوسف بنوریؒ، مولانا انور شاہ کشمیریؒ اور مولانا اعزاز علیؒ جیسے فاضلانِ اجل سے تعلیم حاصل کی تھی۔ مولانا یوسف بنوریؒ کے وصال کے بعد آپؒ کو مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کا امیر مقرر کیا گیا۔ وہ ۱۹۷۷ء سے تادَمِ مرگ اس جلیل القدر منصب پر فائز رہے۔ انہوں نے امریکا اور انگلستان سمیت کئی ممالک میں مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے دفاتر قائم کئے، آپؒ جمعیت علمائے اسلام کے بھی سرپرستِ اعلیٰ تھے۔

قادیانیت کے خلاف وہ بڑے مؤثر واعظ تھے، اور ان کے وعظ سن کر سینکڑوں قادیانیوں نے اَزسرِنو قبول کیا۔ تحفظِ ختمِ نبوّت کی تحریک میں آپؒ کو قید و بند کی صعوبتوں سے بھی گزرنا پڑا، لیکن انہوں نے اپنے مقصد کی تبلیغ قطع نہ کی۔ مولانا خواجہ خان محمدؒ، حاجی میاں جان محمدؒ کے خلیفہ مقرر ہوئے، جس کے بعد کئی اور بزرگوں اور شخصیات نے انہیں اپنی خلافت سے نوازا۔ مولاناؒ کی وفات سے تحریکِ ختمِ نبوّت کے حوالے سے ایک خلا ضرور پیدا ہوا ہے، جسے پُر کرنا محال ہوگا، تاہم یہ ابدی تحریک جاری و ساری رہے گی، انشاءاللہ! (اداریہ روزنامہ ''پاکستان'' ملتان ۷رمئی ۲۰۱۰ء)

(نوٹ:...اس اداریہ میں بہت ساری باتیں خلافِ واقعہ ہیں ...مرتب)

روزنامہ ''خبریں'' ملتان

برِصغیر پاک وہند میں اِشاعتِ اسلام میں بزرگ اولیاء اللہ اور خانقاہوں میں بیٹھے صوفیائے کرام کا کردار بہت بلند ہے کہ انہوں نے اپنے قول وفعل اور کردار کے ذریعے کروڑوں انسانوں کو دینِ اسلام سے روشناس کرایا۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ برسوں پُرانی روایات کے سچے امین تھے۔ اپنے دور کے تمام اہلِ علم خواجہ خان محمدؒ سے محبت فرماتے اور تمام اہلِ فضل ودانش ان کا دَم بھرتے تھے۔ آپؒ کی شخصیت مرجعِ خلائق تھی، نہ صرف پاکستان بلکہ دُنیا سے علم وفضل اور تصوف وسلوک کے پیاسے آپؒ کے گرد جمع ہوکر اپنی پیاس بجھاتے۔ آپؒ کا حلقۂ اِرادت پوری دُنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ بڑے بڑے اہلِ علم آپؒ سے ملاقات کو ایک شرف سمجھتے۔ آپؒ اپنے زمانے کی تمام تحریکات کے سرپرست سمجھے جاتے تھے۔ خاص طور پر مسئلۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ کے لئے آپؒ نے اپنے آپؒ کو وقف کیا ہوا تھا۔ خواجہ خان محمدؒ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے نائب امیر اور پھر باضابطہ امیرِ مرکزیہ بھی رہے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کی وفات سے عظیم رُوحانی، خانقاہی نظام کی مسند اُداس ہوگئی ہے۔ یہ کہنا کہ آپؒ کا خلا مدتوں بعد پورا ہوگا، نامناسب بات ہے۔ کیونکہ حضرت خواجہ صاحبؒ کو جو قبولیتِ عامہ حاصل ہوسکی، شاید ہی کسی کو حاصل ہوسکے۔ ایک عرصے سے ضعف بڑھ رہا تھا، پھر بھی تشنگانِ سلوک کی رہنمائی کرتے رہے اور بے حد تکلیف کے باوجود باہر سے آنے والوں کی ملاقات حتی الامکان بند نہ ہوئی۔ آپؒ نے تمام زندگی مصروف ترین گزاری۔ خانقاہ شریف میں آنے والے معتقدین کو بھرپور توجہ سے نوازا۔ گزشتہ ہفتے ۲۷ر اپریل کو اچانک طبیعت خراب ہونے پر آپؒ کو ملتان ہسپتال منتقل کیا گیا، جہاں وہ ۵ رمئی کی شام کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے: خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را! (اداریہ روزنامہ ''خبریں'' ملتان ۷ رمئی ۲۰۱۰ء)

ماہنامہ ''بینات'' کراچی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے امیر، محدث العصر علامہ سیّد محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ کے تلمیذِ رشید، دست راست اور جانشین، خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے سجادہ نشین، مسندِ ولایت کے سرتاج، حریمِ نبوّت کے پاسبان، سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے سرخیل، امام الاولیاء، محبوب الصلحاء، اِمامِ وقت، قطب الاقطاب، اِمامِ زماں، جامع علم وعرفان، خواجۂ خوجگان حضرت خواجہ خان محمد قدس سرہٗ سیال کلینک ملتان میں ۲۰ ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ مطابق ۵ رمئی ۲۰۱۰ء کو مختصر علالت کے بعد خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون، إن لله ما أخذ وله ما أعطىٰ وكل شيءٍ عنده بأجل مسمّى۔

اس دُنیائے رنگ وبو میں آنا، جانے کی تمہید ہے، یہاں جو بھی آیا، وہ رہنے کے لئے نہیں، بلکہ

جانے کے لئے ہی آیا، یہاں آنا اور جانا سنت بنی آدم ہے۔ تاہم بعض شخصیتیں مینارۂ نور ہوتی ہیں، ان کا وجود اللہ کی رحمت کے نزول کا سبب ہوتا ہے، ان کے دم قدم سے علومِ نبوّت کا وقار قائم رہتا ہے، ان کے جانے سے اُمت ان فیوض برکات سے محروم ہوجاتی ہے، جن کا تعلق ان کی ذات کے ساتھ ہوتا ہے، ان کی دُعائے نیم شبی، بارگاہِ خداوندی میں ان کی گریہ زاری، پوری اُمت کے لئے ان کا سراپا سوز وگداز، اِصلاحِ اُمت کے لئے ان کی فکراورلگن، یہ تمام چیزیں ان کی ذات کے ساتھ ہی رُخصت ہوجاتی ہیں اور اُمت کے لئے اس نقصان کی تلافی ناممکن ہوجاتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے:

”عن مرداس الأسلمی قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: یذهب الصالحون الأول فالأول وتبقی حفالة کحفالة الشعیر او التمر لَا یبالیهم الله بالة، رواه البخاری۔“ (مشکوٰۃ ص:۴۵۸)

ترجمہ:... ”حضرت مرداس اسلمیؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: نیک لوگ یکے بعد دیگرے اُٹھتے جائیں گے اور (انسانیت کی) تلچھٹ پیچھے رہ جائے گی، جیسا کہ ردّی جو یا کھجور رہ جاتے ہیں، حق تعالیٰ ان کی پروانہیں کرے گا۔“

ایک اور حدیث میں ہے:

”ان الله لَا یقبض العلم انتزاعًا ینتزعه من العباد، ولٰکن یقبض العلم بقبض العلماء حتّٰی إذا لم یبق عالمًا اتخذ الناس رؤسًا جهالًا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا، متفق علیه۔“

(مشکوٰۃ ص:۳۳)

ترجمہ:... ”بے شک اللہ تعالیٰ اس علم کو اس طرح قبض نہیں کرے گا کہ بندوں کے سینوں سے چھین لے گا، بلکہ قبضِ علم کی یہ صورت ہوگی کہ اللہ تعالیٰ علماء کو اُٹھاتا رہے گا، یہاں تک کہ جب ایک عالم باقی نہیں چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے، ان سے سوالات ہوں گے، وہ بغیر جانے بوجھے فتوے دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور دُوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔“

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ انسانیت کی بقاء دو چیزوں پر منحصر ہے: ایک صحیح علم، دُوسرا عملِ صالح، جب تک ان دونوں صفات سے متصف شخصیات موجود ہیں، اس وقت تک انسانیت باقی ہے اور ان دونوں کی موت درحقیقت انسانیت کی موت ہے۔

علم وعمل کی جامع شخصیات بہت تیزی سے ہم سے رُخصت ہورہی ہیں، جو ہستیاں علم وعمل کی

جامع اور اِنسانیت کا اعلیٰ نمونہ ہیں، ان کے بتدریج اُٹھتے چلے جانے سے یہ دونوں چیزیں اُٹھتی جارہی ہیں اور اِنسانیت دَم توڑ رہی ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کراچی کے امیر حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہید قدس سرہٗ کی شہادت کے غم سے کارکنانِ ختمِ نبوّت اور جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے دَر ودِیوار اَبھی تک افسردہ وغمزدہ اورحسرت ویاس کی کیفیت سے نہیں نکل پائے تھے کہ امیرِ مرکزیہ حضرت خواجہ خان محمد قدس سرہٗ کی رحلت کا جان لیوا صدمہ پوری اُمتِ مسلمہ خصوصاً مسلکِ دیوبند اور ختمِ نبوّت کے کاز سے وابستہ افراد وکارکنان کونیم جان کرگیا، **اللّٰھم لَا تحرمنا أجرہ ولَا تفتنّا بعدہٗ۔**

حضرت خواجہ خان محمد قدس سرہٗ سراج الاولیاء حضرت خواجہ محمد سراج الدینؒ کے مرید باصفا جناب خواجعمرؒ کے گھر بمقام موضع ڈنگ کندیاں ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے۔

چھٹی جماعت تک لوئر مڈل اسکول کھولہ میں تعلیم پائی، دِینی تعلیم وتربیت کے لئے قیومِ زماں حضرت خواجہ ابوالسعد احمد خان قدس سرہٗ کے سپرد کئے گئے، جسے حضرتؒ نے آپؒ کے والد سے خود مانگا تھا۔قرآنی تعلیم پیر سیّد عبداللطیفؒ (احمد پور سیالوی) سے حاصل کی، صَرف ونحو کی اِبتدائی کتابیں حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ سے پڑھیں، اس کے بعد دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ میں زیرِ تعلیم رہے۔مزید تعلیم کے لئے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت (ہندوستان) کا سفر کیا، یہاں جلالین، مشکوٰۃ، ہدایہ، مقاماتِ حریری اور دُوسری کتابیں پڑھیں، آپ کے اساتذہ جن سے آپ نے کسبِ علم وفیض کیا، ان میں حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن امروہی، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی، محدث العصر حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوری نوراللہ مراقدہم کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے آپؒ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، جہاں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہٗ اپنے علمی فیوض وبرکات سے تشنگانِ علومِ نبوی کو سیراب فرمارہے تھے، لیکن ان ایام میں حضرت مدنیؒ جیل میں اسیر تھے، لہٰذا آپؒ نے حضرت مولانا اِعزاز علیؒ، حضرت مولانا محمد اِبراہیم بلیاویؒ اور دُوسرے جلیل القدر اساتذہ سے دورۂ حدیث وتفسیر کی تکمیل فرمائی۔

حضرت خواجہ خان محمد قدس سرہٗ کے دِل میں حد درجہ اپنے اساتذہ کا ادب واحترام تھا، اور آپؒ کے اساتذہ بھی آپؒ سے حد درجہ محبت وشفقت اور آپؒ سے اِکرام کا معاملہ فرماتے، جس کی ایک جھلک اس مضمون میں ملتی ہے جو حضرت خواجہ صاحبؒ نے محدث العصر حضرت بنوری قدس سرہٗ کے وصال پر ''مشفق اُستاذ'' کے نام سے تحریر کیا، حضرت لکھتے ہیں:

’’اُستاذ العلماء حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری بن حضرت مولانا سیّد محمد زکریا بنوری رحمہما اللہ تعالیٰ فقیر کے مشفق استاد تھے، اور شفقت ومحبت سے اپنا خادم اور ساتھی بھی تصور فرماتے تھے، وہ ہنس مکھ نورانی چہرہ اور میٹھی میٹھی رس بھری باتیں جو کانوں میں شیرینی گھول دیتی تھیں اور دِل ودِماغ کو تر وتازگی بخشتی تھیں، جب یاد آتی ہیں تو ان کو’’رحمۃ اللہ علیہ‘‘ لکھنے سے دُکھ ہوتا ہے، لیکن جب سب نے اسی راستے پر چلنا ہے تو پھر اس شعر میں کوئی جدت اور ندرت باقی نہیں رہ جاتی کہ:

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید
زجام دہر مئے ’’کل من علیہا فان‘‘

بہرحال دُعا ہے کہ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

فقیر کو شوال ۱۳۶۰ھ سے شعبان ۱۳۶۱ھ تک جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت میں حضرت مولانا مرحوم سے سبعہ معلقہ مقامات حریری اور ادبی متوسطات پڑھنے کا اتفاق ہوا تھا۔

۱۳۷۵ھ ۱۹۵۶ء میں حضرت سیدی ومرشدی مولانا محمد عبداللہ صاحب نور اللہ مرقدہ جانشین قیوم زمان حضرت مولانا ابو السعد احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی کے وصال کے بعد خانقاہ سراجیہ کی خدمت کا بوجھ جب فقیر کے کندھوں پر آپڑا تو اس کے بعد ایک دفعہ خانقاہ شریف کے غائبانہ تعارف کی وجہ سے حضرت مولانا صاحب مرحوم خانقاہ سراجیہ رونق افروز ہوئے۔ سوئے قسمت سے فقیر ہری پور ہزارہ کے سفر پر تھا، خانقاہ شریف سے واپسی پر حضرت مولانا بھی اپنے محترم داماد مولانا محمد طاسین صاحب کو ملنے ہری پور ہزارہ تشریف لے گئے تو وہاں ہری پور کے متصل موضع درویش میں قاضی شمس الدین صاحب کے مکان پر فقیر کو ملنے تشریف لائے اور بڑی محبت اور دلچسپی سے خانقاہ شریف کے پرسکون ماحول اور عظیم کتب خانے کا ذکر فرمایا اور پھر فرمایا کہ جی چاہتا ہے کہ علمی کام کے لئے آدمی خانقاہ شریف آجائے، کیونکہ ہر طرح کا سکون اور یکسوئی جس طرح وہاں میسر ہے کراچی جیسے مصروف شہر میں اس کا تصور بھی نہیں ہوسکتا، پھر جبکہ اتنا عظیم اور جامع کتب خانہ بھی ہر وقت دسترس میں ہو۔‘‘

(’’بینات‘‘ اشاعت خاص حضرت بنوری نمبر ص: ۵۲۳، ۵۲۴)

اسی طرح جناب محمد نذیر رانجھا صاحب اپنی تالیف: تاریخ وتذکرہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ میں رقم طراز ہیں:

''۱۹۷۴ء کی ختم نبوت تحریک کے دوران جامع مسجد، کچہری بازار، فیصل آباد میں ختم المرسلین ﷺ کے پروانوں کا جلسہ تھا، حضرت بنوریؒ کراچی سے تشریف لائے، مفتی زین العابدین صاحب کی رہائش گاہ پر قیام پذیر تھے، حضرت مخدوم زمان خواجہ خوجگان خان محمد مدظلہ اپنے استاذ مکرم کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے، حضرت بنوریؒ نے کھڑے ہوکر آپ کا استقبال کیا، آپ حضرت بنوریؒ کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ گئے، امام الحدیث حضرت بنوریؒ نے آپ سے فرمایا: آپ ایسا نہ کریں، لیکن حضرت خواجہ مدظلہٗ دو زانو ہی بیٹھے رہے، گفتگو کے بعد مجلس برخاست ہوئی، حضرت علامہ سیّد بنوریؒ مجلس سے جانے کے لئے اُٹھے، آپ نے حضرت بنوریؒ کا جوتا اُٹھایا اور ان کے سامنے رکھا، انہوں نے کچھ بھی نہ کہا، دونوں حضرات ایک دوسرے کو الوداع کہنے کے لئے باہر تشریف لائے، بوقت رخصت حضرت بنوریؒ نے آپ سے دُعا کی درخواست کی۔''

(تاریخ وتذکرہ خانقاہ سراجیہ ص:۱۴۱)

آپؒ نے اپنے مربی ومحسن حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہٗ کے وصال کے بعد پندرہ برس تک اپنے شیخ ومرشد حضرت مولانا محمد عبد اللہ لدھیانوی قدس سرہٗ کی خدمت میں رہ کر باطنی علوم وفیوض کی تعلیم پائی، آپؒ کو یکے بعد دیگرے دو بلند مرتبہ شیوخ سے فیض یاب ہونے کی سعادت نصیب ہوئی، جس کی بدولت آپؒ کو اس راہ میں کمال نصیب ہوا۔ جناب نذیر احمد رانجھا صاحب لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد عبد اللہ قدس سرہٗ نے حضرت قاضی شمس الدینؒ سے فرمایا: ''حضرت شیخ الہندؒ جب مالٹا میں نظر بند تھے تو معارف قرآن کریم پر ایک کتاب لکھنے کا ارادہ فرمایا، چند صفحات لکھنے کے بعد اسے ترک کردیا، استفسار پر فرمایا کہ میں نے کتاب کی بجائے ایک آدمی (حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ) پر محنت شروع کردی ہے تاکہ خلق خدا کی ہدایت کے لئے ایک چلتا پھرتا نسخہ تیار ہوجائے۔''

حضرتِ اقدس (مولانا محمد عبد اللہ لدھیانویؒ) نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ میں بھی ایک آدمی تیار کررہا ہوں، بعد ازاں قرائن سے پتا چلا کہ وہ

آدمی مخدوم زمان حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد بسطہ اللہ ظلہم العالی ہیں، جو آپ کے خلیفہ وجانشین قرار پائے۔'' (تاریخ وتذکرہ خانقاہ سراجیہ ص:۴۱۳)

حضرت خواجہ خان محمد قدس سرہٗ نے اپنے شیخ نائب قیوم زمان سے سلاسلِ اربعہ نقشبندیہ، مجددیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ میں خلافت پائی، اس کے علاوہ سلاسلِ قلندریہ، امدادیہ اور کبرویہ کی خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔

۲۷؍شوال المکرّم ۱۳۷۵ھ مطابق ۷؍جون ۱۹۵۶ میں نائب قیوم زمان کے وصال کے بعد آپؒ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے سجادہ نشین قرار پائے، آپؒ نے اپنے شیخ ومرشد کی توقعات کے مطابق اپنی حیات مستعار کے چھپن سال خلق خدا کو ربّ سے جوڑنے، عصیان وطغیان میں مبتلا افراد کو ان گناہوں سے توبہ کرانے، عوام وخواص کو اسلامی زندگی گذارنے اور بدعات وخرافات میں ڈوبے انسانوں کو سنتِ نبویہ کی راہ پر ڈالنے میں کھپا دیئے۔

آپؒ مسلک دیوبند سے تعلق رکھنے والے ہر مدرسہ اور جماعت کو اپنا مدرسہ اور اپنی جماعت قرار دیتے تھے، ان کو اپنی دُعاؤں اور توجہات سے نوازتے، اگر کوئی مسئلہ پیش آجاتا تو حتی المقدور اس کے حل کی کوشش فرماتے اور مزید اپنے ربّ سے دُعائیں اور اِلتجائیں فرماتے۔ لیکن زیادہ تر آپؒ کی عملی خدمات خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے لئے وقف تھیں۔

تحفظ ختم نبوّت اور ناموسِ رسالت مآب ﷺ کے ساتھ عشق ومحبت اور والہانہ لگاؤ خانقاہ سراجیہ کا خاصہ رہا ہے، کیونکہ یہی عقیدہ ایمان کی بنیاد ہے۔

ملک کی تقسیم سے قبل مسئلہ مسجد شہید گنج میں خانقاہ سراجیہ کے شیخ اول نے مجلس احرار اسلام کو حکم دیا کہ اپنی توجہ صرف ردّ قادیانیت کی طرف ہی مرکوز رکھیں۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختمِ نبوّت میں حضرت خواجہ خان محمدؒ نے اپنے شیخ حضرت مولانا محمد عبد اللہ لدھیانوی قدس سرہٗ کے حکم پر گرفتاری دی اور چھ ماہ تک لاہور اور میانوالی جیل میں قید رہے۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختمِ نبوّت میں حضرت بنوریؒ کے شانہ بشانہ، قریہ قریہ، گاؤں گاؤں کام کیا، جس کی بدولت پاکستان کی قومی اسمبلی نے آئینی طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔

مجلس تحفظ ختم نبوّت جو صرف پاکستان کی حد تک مصروف عمل تھی، حضرت بنوریؒ کے دورِ امارت میں آپؒ کی ذاتی کوششوں سے بیرون ممالک میں اس کا تعارف ہوا، جس کے نتیجے میں دُنیا بھر کی ۱۴۴ مسلم تنظیموں کے نمائندہ پلیٹ فارم ''رابطہ عالمی اسلامی'' میں اتفاقِ رائے سے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔ حضرت بنوریؒ کے وصال کے بعد آپؒ امیرِ مرکزیہ منتخب ہوئے، آپؒ نے اپنے اکابر کی راہ پر چلتے

ہوئے ساری زندگی عقیدہ ختمِ نبوّت کے تحفظ میں گزاردی اور ہرمحاذ پر فتنۂ قادیانیت کا کامیاب تعاقب کیا۔ آپؒ کے عہدِ امارت میں اندرون و بیرون ملک ہرسطح پر جماعت کو غیر معمولی کامیابیاں نصیب ہوئیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

ا:...حضرت خواجہ صاحبؒ نے کئی ممالک کے کامیاب دورے کرکے اُمتِ مسلمہ کو قادیانیوں کی اِرتدادی سرگرمیوں سے بیدار اور آگاہ فرمایا۔

۲:...عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے تحت مدارس ومراکز کا قیام۔

۳:...سالانہ ختمِ نبوّت کانفرنس چناب نگر کا آغاز۔

۴ ۱۹۸۴ء میں تحریک ختمِ نبوّت کی سرپرستی، جس کے نتیجہ میں امتناع قادیانیت آرڈی نینس کا پاس ہونا، جس کے تحت قادیانیوں کو شعائرِ اسلام کے استعمال سے روک دیا گیا۔

۵:...لندن میں عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت دفتر کا قیام۔

٦:... برطانیہ میں ہرسال ختمِ نبوّت کانفرنس کا انعقاد، جہاں تمام یورپی ممالک کے مسلمان ہرسال جمع ہوکر عقیدہ ختمِ نبوّت کے تحفظ اور اپنے مسلمان بھائیوں کو قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں اور ریشہ دوانیوں سے بچانے کا عزم اور ولولہ لے کر جاتے ہیں۔

۷:...فتنۂ قادیانیت کے متعلق لاکھوں کی تعداد میں عربی، اُردو، انگلش تینوں زبانوں میں لٹریچر کی اشاعت ومفت تقسیم۔

۸:...رَدِّ قادیانیت کے موضوع سے علماء، طلباء اور عوام الناس کو روشناس کرانے اور علمی مواد فراہم کرنے کی غرض سے درجنوں کتب کی طباعت۔ یہ سب حضرت امیرِ مرکزیہ کی مساعئ جمیلہ اور توجہات خاصہ کا ثمرہ ہے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ اس قحط الرجال میں بلاشبہ اسلاف واکابر کی یادگار، تقویٰ وطہارت، عجز وانکسار، خشیت وخدا خوفی، زُہد واِخلاص، گوشہ نشینی، فنائیت وعبدیت، فضل وکمال، معصومیت وسادگی اور علم وعمل کے اعتبار سے گویا قرونِ اُولیٰ کے قافلے کے بچھڑے ہوئے ایک مسافر تھے، جو اپنی حیاتِ مستعار کے ایام پورے کرکے اپنے پیش رو قافلے سے جاملے۔ اپنے اور پرائے سب ہی کے آپ مرجع تھے، بلاشبہ آپؒ حلقۂ دیوبند میں متفق علیہ شخصیت کے اعزاز سے سرفراز تھے۔ آپؒ کی رحلت سے آپؒ کے نسبی ابناء ہی نہیں، ہم سب یتیم ہوگئے ہیں۔

حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنے پسماندگان میں پانچ صاحبزادے: صاحبزادہ عزیز احمد خان، صاحبزادہ خلیل احمد خان، صاحبزادہ رشید احمد خان، صاحبزادہ سعید احمد خان، صاحبزادہ نجیب احمد خان

مدظلہم اور ایک صاحبزادی سلمہا سوگوار چھوڑے ہیں۔

آپؒ کی نمازِ جنازہ بعد نمازِ ظہر آپؒ کے صاحبزادہ اور آپؒ کے جانشین خواجہ خلیل احمد خان صاحب دامت برکاتہم نے پڑھائی۔ بلامبالغہ لاکھوں لوگ آپؒ کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے، جس میں آپؒ کے مریدین، متعلقین، متوسلین، علماء، مشائخ، سیاستدان، دینی مدارس کے طلباء اور عوام الناس نے دُور دراز کا سفر طے کر کے شرکت کی۔

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سے جامعہ کے رئیس اور عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے نائب امیر حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر مدظلہٗ، استاذ الحدیث حضرت مولانا امداداللہ صاحب، حضرت مولانا مفتی خالد محمود صاحب، اور راقم الحروف شریک ہوئے۔

جامعہ کے نائب رئیس مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری حفظہ اللہ، عمرے کے سفر پر ہونے کی بناء پر نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ حضرت خواجہ خان محمدؒ کی زندگی بھر کی حسنات کو قبول فرما کر آپؒ کے ساتھ رضا ورضوان کا معاملہ فرمائے اور آپؒ کے پسماندگان، مریدین اور کارکنان ختمِ نبوّت کو صبرِ جمیل کی توفیق سے نوازیں۔

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے رئیس، نائب رئیس، اساتذہ اور ادارۂ بینات اپنے آپؒ کو تعزیت کا مستحق سمجھتے ہیں۔

باتوفیق قارئین سے حضرت خواجہ صاحبؒ کے لئے ایصالِ ثواب کی درخواست ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ وأصحابہ أجمعین

(اداریہ ماہنامہ ''بینات'' کراچی جمادی الاخریٰ ۱۴۳۱ھ - جون ۲۰۱۰ء)

ہفت روزہ ''ختمِ نبوّت'' کراچی

قطب الاقطاب، شیخ المشائخ، سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے سرخیل، اِمام اولیاء والاتقیاء، خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے سجادہ نشین، عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے امیرِ مرکزیہ، خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد نوراللہ مرقدہ ۵ رمئی ۲۰۱۰ء، مطابق ۲۰ رجمادی اولیٰ ۱۴۳۱ھ بروز بدھ بعد نمازِ مغرب ملتان شہر میں نوّے سال کی عمر میں وصال فرمائے عالمِ آخرت ہوئے۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون، إن للہ ما أخذ ولہ ما أعطیٰ وکل شیء عندہ بأجل مسمّٰی۔

بروز جمعرات بعد نمازِ ظہر خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف میں آپؒ کے صاحبزادہ مولانا خلیل احمد

صاحب نے نمازِ جنازہ پڑھائی، جس میں ملک بھر کے لاکھوں مریدین، متعلقین اور عقیدت مند شرکت کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔ حضرت خواجہؒ اپنے شیخ حضرت مولانا محمد عبداللہؒ کے پہلو میں آسودۂ خاک ہوئے۔ چنانچہ اس سلسلے کی خبر ملاحظہ فرمائیں:

''خانقاہ سراجیہ (نمائندہ خصوصی) سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے سرخیل، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے امیرِ مرکزیہ، خانقاہ عالیہ سراجیہ کے سجادہ نشین، شیخ المشائخ خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خان محمد قدس سرہٗ گزشتہ شب انتقال فرمائے عالمِ آخرت ہوئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی میں آپؒ کی نمازِ جنازہ بعد نمازِ ظہر صاحبزادہ مولانا خلیل احمد صاحب نے پڑھائی۔ جس میں ملک بھر سے لاکھوں کی تعداد میں وابستگانِ سلسلہ، مریدین، متعلقین، متوسلین، علماء و مشائخ، سیاستدان، قومی وصوبائی اسمبلی کے ممبران، سرکاری و غیرسرکاری اہلکار، ججز، وکلا، تاجر برادری، دینی مدارس کے طلبا اور عوام الناس شریک ہوئے۔ نمازِ جنازہ میں اہلِ حق کی تمام دینی جماعتوں کی قیادتوں نے شرکت کی۔ نمازِ جنازہ ۲ بج کر ۵۰ منٹ پر ادا کی گئی۔ روایتی طور پر اس موقع پر کسی قسم کے بیانات یا تقاریر کا کوئی پروگرام نہیں رکھا گیا۔ نمازِ جنازہ میں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مہتمم ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، صدر وفاق المدارس شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، جمعیت علماء اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن، سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری، ناظم اعلیٰ وفاق المدارس قاری محمد حنیف جالندھری، حافظ حسین احمد، مولانا مسعود الرحمٰن عثمانی، خلیفہ عبدالقیوم، شمس الرحمٰن معاویہ، مولانا طارق جمیل، عطاء المہیمن بخاری، قاضی ارشد الحسینی، مولانا عبدالمجید لدھیانوی (کہروڑپکا)، مولانا ظفر احمد قاسم (وہاڑی)، مولانا محمودالحسن اشرف (آزاد کشمیر)، قاری محمد عثمان، مولانا امداداللہ و دیگر علماء سمیت حکومت پنجاب کے اعلیٰ سطحی وفد نے شرکت کی، جبکہ پاکستان کرکٹ ٹیم کے سابق کپتان انضمام الحق اور ضلع میانوالی کی انتظامیہ، سیاسی وسماجی راہنما بھی شریک ہوئے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق نمازِ جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے متجاوز تھی۔ بعدازاں حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ خان محمد قدس سرہٗ کو خانقاہ سراجیہ کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ وفات کی خبر سن کر ہزاروں عقیدت مندرات

گئے خانقاہ سراجیہ پہنچ گئے، جنازہ جب عوامی سمندر کے سامنے آیا تو مریدین فرطِ جذبات میں اپنے مرشد کے آخری دیدار کے لئے دیوانے وار دوڑ پڑے، مولانا سیّد عبدالمجید ندیم شاہ صاحب لوگوں کو بار بار صبر کی تلقین کرتے رہے، عوامی اندازے کے مطابق یہ میانوالی کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا، پورا دن ضلع بھر میں فضا سوگوار رہی، خانقاہ سراجیہ میں دن بھر بادل چھائے رہے اور ٹھنڈی ہوا نے عجب سرور پیدا کردیا تھا، خانقاہ سراجیہ کے رہائشی، لوگوں کو ٹھنڈا پانی پیش کرتے رہے، کسی بھی ناخوشگوار واقعہ سے نمٹنے کے لئے انتظامیہ کی بھاری نفری موجود تھی۔''

(روزنامہ ''اسلام'' ۷؍مئی ۲۰۱۰ء)

حضرت خواجہ صاحبؒ نے فارسی اور صَرف ونحو کی کتب اپنے شیخ ومربی مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ سے پڑھیں۔ درجہ وسطیٰ تک دارالعلوم عزیزیہ، بھیرہ میں تعلیم پائی۔ اس کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت (ہندوستان) میں مشکوٰۃ شریف، جلالین، ہدایہ، مقاماتِ حریری اور دوسری کتابیں پڑھیں۔ جہاں مولانا مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ، مولانا محمد اِدریس سکروڈھویؒ اور مولانا عبدالعزیز کیمبلپوریؒ جیسے گرامی قدر اساتذہ سے کسبِ فیض کا موقع نصیب ہوا۔ ۱۹۴۳ء میں دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث وتفسیر کی تکمیل فرمائی۔

اپنے شیخ ومربی حضرت مولانا محمد عبداللہؒ کی رحلت کے بعد ۱۹۵۶ء میں خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ آپؒ نے اپنے شیوخ کے اس علمی ورُوحانی مرکز کو چار چاند لگادیئے۔ بلامبالغہ لاکھوں تشنگانِ علوم ومعرفت نے خانقاہ سراجیہ سے فیض پایا۔ نہ صرف پاکستان بلکہ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، بنگلہ دیش، برطانیہ، امریکا اور دیگر ممالک کے عقیدت مند تصوف کے چاروں سلسلوں میں بیعت کے لئے آپؒ سے رُجوع کرتے تھے۔

۱۹۷۷ء میں حضرت اقدس مولانا سیّد محمد یوسف بنوری نوراللہ مرقدہٗ کے انتقال کے بعد آپؒ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے چھٹے امیر منتخب ہوئے اور تادَمِ واپسیں ساری زندگی عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ میں بسر کی، دُنیا بھر میں قادیانی فتنہ کے تعاقب کے لئے سرگرم رہے، آپؒ کے سنہری عہد امارت میں مجلس کو زبردست عروج نصیب ہوا اور قادیانیت کو ہر مقام پر ہزیمت اُٹھانا پڑی۔ ختمِ نبوّت کی تمام تحریکوں میں آپؒ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

حضرت خواجہ خان محمدؒ کی زیرِ سرپرستی ۱۹۸۴ء میں تحریک چلی اور امتناعِ قادیانیت آرڈی نینس پاس ہوا، جس کے نتیجے میں قادیانیوں کو شعائرِ اِسلام کے استعمال سے روک دیا گیا، قادیانی مرکز ربوہ

(موجودہ نام چناب نگر) جہاں کوئی مسلمان پَر نہیں مار سکتا تھا، وہاں ختم نبوّت کے متوالوں کی آمد ورفت، عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے مراکز و مدارس کا قیام، سالانہ ختمِ نبوّت کانفرنس چناب نگر کی داغ بیل، لندن میں عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے دفتر کا قیام، یہ سب حضرت امیرِ مرکزیہؒ کی مساعیٔ جمیلہ اور دُعاؤں کا ثمرہ ہے۔ برطانیہ میں سالانہ ختمِ نبوّت کانفرنس کا آغاز بھی حضرتؒ کے دورِ اِمارت میں وقوع پذیر ہوا، جہاں تمام یورپی ممالک کے مسلمان ہر سال جمع ہوتے ہیں اور منکرین ختمِ نبوّت قادیانیوں کی اِرتدادی سرگرمیوں اور ریشہ دوانیوں کے سدِباب کے لئے لائحہ عمل طے کیا جاتا ہے، جب تک صحت بحال رہی، حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ بنفسِ نفیس برمنگھم کانفرنس کی سرپرستی کے لئے پابندی سے تشریف لے جاتے رہے، گھنٹوں مسندِ صدارت پر تشریف فرما رہتے، نہایت توجہ سے مقررین کے خطابات سنتے اور آخر میں آپ کی پُرخلوص اور پُرنور دُعا سے کانفرنس اِختتام پذیر ہوتی۔

مولانا خواجہ خان محمد قدس سرہٗ نہ صرف علمائے دیوبند کا عظیم علمی سرمایہ تھے بلکہ اپنے مسلک کی تمام دینی جماعتوں اور اکثر مدارس کے سرپرست تھے، آپؒ کی شخصیت مرجع خلائق تھی، تحفظ ختمِ نبوّت کے محاذ پر جو بھی کام کرتا حضرتؒ اس کی سرپرستی اور اس سے تعاون فرماتے رہے۔

حضرتؒ کے وصال سے ملک ہی نہیں دُنیا بھر کے دینی، علمی اور رُوحانی حلقے ویران ہوگئے اور عالمِ اسلام ایک عظیم رُوحانی راہنما سے محروم ہوگیا، جن کا خلا پُر نہیں کیا جاسکتا۔

اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی حسنات کو قبول فرما کر آخرت میں آپ کے درجات بلند فرمائیں، تمام پسماندگان، متعلقین اور مریدین کو اس عظیم صدمہ میں صبر جمیل عطا فرمائیں اور ہم سب کو حضرتؒ کے نقشِ قدم پر گامزن رہنے کی توفیق مرحمت فرمائیں، آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و أصحابہ أجمعین

(اداریہ ہفت روزہ ''ختمِ نبوّت'' کراچی ۲۳ تا ۳۱ مئی ۲۰۱۰ء شمارہ:۲۹ جلد:۲۰)

ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' لاہور

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم، اما بعد!

خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین، عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے امیر، جمعیت علمائے اسلام کے سرپرست خواجۂ خواجگان حضرتِ اقدس مولانا خان محمد صاحبؒ ۲۰ رجمادی الاولیٰ مطابق ۵ رمئی بروز بدھ کو قلیل علالت کے بعد نوّے برس کی عمر پا کر اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون!

حضرت خواجہ صاحبؒ کی ذات جامع کمالات تھی، موجودہ پُرفتن دور میں دَجالی قوتوں کے

مدِمقابل آپؒ کی قیادت میں اللہ تعالیٰ نے ایسی برکات عطا فرما رکھی تھیں کہ جن کے سائے تلے اہلِ حق سکینہ محسوس کرتے تھے اور اہلِ باطل ہیبت زدہ رہتے تھے، ملک اور بیرونِ ملک اہلِ حق کے اکثر اِداروں کے آپؒ سرپرست تھے۔

عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے جہاں آپؒ امیر تھے، وہیں آپ جمعیت علمائے اسلام کے سرپرستِ اعلیٰ بھی تھے، ملک کے سیاسی معاملات پر گہری نظر کے ساتھ ساتھ بصیرت سے بھرپور رائے بھی رکھتے تھے، حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ کی وفات کے بعد جمعیت علمائے اسلام جب بہت بڑے بحران سے دوچار ہوئی تو ملک بھر کی تمام بڑی بڑی خانقاہوں کے بزرگوں نے جماعت کو اِس بحران سے نکالنے کے لئے یک جان ہوکر جماعت کی سرپرستی کرتے ہوئے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہم العالی کی دستگیری کی اور ہر دُشوار گزار موقع پر اُن کی حوصلہ افزائی بھی کرتے رہے اور پُرزور دِفاع بھی۔ اِن بزرگوں میں سب سے بڑھ کر دو شخصیتوں: والدِ ماجد شیخ المشائخ حضرتِ اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ امیرِ مرکزی جمعیت علمائے اسلام اور شیخ المشائخ خواجۂ خواجگان حضرتِ اقدس مولانا خان محمد صاحبؒ نے اِس سفینۂ نوح کو طوفان سے نکال کر پوری اُمت کے لئے ایسا سنہری کارنامہ انجام دیا جو رہتی دُنیا یاد رکھا جائے گا۔ ان ہر دو بزرگوں بلکہ تمام ہی بزرگوں کو اللہ تعالیٰ اہلِ حق کی جماعت کی اِس خدمت پر آخرت میں اپنے شایانِ شان اَجرِعظیم عطا فرمائے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ لاکھوں سوگواروں کو یہ صدمہ برداشت کرکے حضرتؒ کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے، اور حضرتؒ کی برکات سے ہمیں محروم نہ فرمائے۔ اہلِ اِدارہ اِس موقع پر حضرتؒ کے سوگوار خاندان کی خدمت میں تعزیتِ مسنونہ پیش کرتے ہیں۔

(اداریہ ماہنامہ ’’انوارِ مدینہ‘‘ لاہور جون ۲۰۱۰ء)

ماہنامہ ’’الحق‘‘ اکوڑہ خٹک

حضرت خواجہ خان محمدؒ بھی گزشتہ ماہ خالقِ حقیقی ایسے وقت میں جاملے جب دُکھوں اور مصیبتوں کی ماری ہوئی اُمت کو آپؒ کے سائبان کی اشد ضرورت تھی۔ پہلے ہی پاک و ہند کی سرزمین کی ہریالی بادِ فنا کی ’’مہربانیوں‘‘ سے بے رونق ہوگئی تھی، اس نئے حادثۂ فاجعہ کے بپا ہونے کے بعد تو آثارِ قیامت ہر کسی کو صاف نظر آرہے ہیں۔ دِن بدن اللہ کے مقرّب اور نیک بندوں سے یہ زمین خالی ہوتی جارہی ہے، خصوصاً حضرت خواجہؒ کے پایہ کی ہستی کی جدائی تو بیان سے باہر ہے۔ حضرتِ اقدسؒ پاکستان میں اس وقت مسلکِ دیوبند کے میرِ کارواں، سرخیل اور رُوحانی پیشوا تھے۔ ان کی ہردِلعزیز اور پُراَثر رُوحانی

شخصیت پر تمام حلقوں کا اِتفاق تھا۔ وہ ایسے برگد کے تناور درخت تھے جن کے سایۂ عاطفت میں ہر طبقے اور ہر حلقے سے وابستہ افراد سماتے تھے، افسوس! صد افسوس! وہ سایہ بھی جاتا رہا:

مردِ حق آگاہ مخدومِ جہاں رُخصت ہوا
سب پہ تھا سایہ فگن وہ سائباں رُخصت ہوا

حضرت خواجہ صاحبؒ زندگی بھر مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کی تحریک سے وابستہ رہے، اور اس کی بھرپور خدمت تادَمِ واپسیں کرتے رہے، اس کی ترقی ونشوونما کے لئے اپنے نحیف بدن مگر طاقتور اِرادوں اور خونِ جگر سے اس کی آبیاری فرماتے رہے۔ آج جو مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کا پلیٹ فارم تمام دُنیا میں فعال اور متحرک نظر آرہا ہے، اس کے پیچھے حضرت خواجہ صاحبؒ کی زندگی بھر کی کاوشیں اور دُعائیں ہیں۔ اس کے علاوہ آپؒ تصوف کے میدان میں بھی زندگی بھر خلقِ خدا کی رہنمائی فرماتے رہے۔ تصوف اور سلوک کے راستوں پر آپؒ مختلف منازل طے کرتے ہوئے اوجِ کمال تک پہنچ گئے تھے۔ سینکڑوں اور ہزاروں افراد کے دِلوں کی بنجر زمین میں آپؒ نے اللہ کی محبت اور عشقِ رسولؐ کے بیج بوئے، اور ہزاروں تشنگانِ ہدایت آپؒ کے بحرِ فیضان سے فیض یاب ہوئے۔ آپؒ کی شخصیت میں بلا کی سادگی تھی، آپؒ نہ بظاہر کوئی مقرر، نہ ادیب اور نہ آتش نوا خطیب تھے، لیکن پھر بھی اللہ نے آپؒ کی خاموش طبع طبیعت میں وعظ ونصیحت اور دعوت واِرشاد کے ہزار ہزار دفتر سجائے تھے۔ بڑے بڑے سنگ دِل اور سیاہ کار آپؒ کی مجلس، آپؒ کی صحبت اور آپؒ کی توجہ سے ریشم اور موم کی طرح نرم، بلکہ پگھل جاتے تھے۔ شاید آپؒ ہی کے لئے علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا کہ:

نگاہِ مردِ مؤمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

کافی عرصے سے آپؒ صاحبِ فراش تھے، اور پھر آخر میں کچھ وقت ملتان کے ایک ہسپتال میں زیرِ علاج بھی رہے، لیکن کاتبِ تقدیر کے سامنے اِنسانی تدابیر کارگر ثابت نہیں ہوئیں اور جمعہ کی رات آپؒ اِنتقال فرماگئے۔

اِمام احمدؒ کا یہ قول ایک بار پھر سچا ثابت ہوا کہ اہلِ حق کا اِمتیاز ان کے جنازوں سے نمایاں ہوگا۔ جمعرات کا دِن میانوالی اور پنجاب کی تاریخ کا یادگار دِن تھا، جب لاکھوں انسانوں کے اِجتماع نے آپؒ کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی اور یہ گواہی دی کہ آپؒ نے دِین کی خدمت کا حق ادا کردیا:

مقدرو ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے؟

(ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک اپریل/مئی ۲۰۱۰ء)

ماہنامہ ’’نصرۃ العلوم‘‘ گوجرانوالہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت پاکستان کے امیر حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ فاضلِ دیوبند، سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی گزشتہ ماہ ۹۰ سال کی عمر میں خالقِ حقیقی سے جاملے، انا للہ وانا الیہ راجعون!

جامعہ نصرۃ العلوم میں ان کے جنازے میں شرکت کے لئے تعطیل کی گئی اور اکثر اساتذہ وطلباء نے جنازے میں شرکت کی۔ احقر بھی بمع احباب کے جنازے میں شریک ہوا۔ مولاناؒ کی وفات عالمِ اسلام کے لئے ایک بہت بڑا سانحہ ہے اور موت العالم موت العالم کا صحیح مصداق ہے۔ ادارہ نصرۃ العلوم ان کے تمام صاحبزادگان، متعلقین اور متوسلین کے غم میں برابر کا شریک ہے، اور دُعاگو ہے کہ اللہ رَبّ العزت ان کی ہمہ جہت خدمات کو شرفِ قبولیت سے نوازتے ہوئے جنت الفردوس میں مقام نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل اور ان کی حسنات کو جاری رکھنے کی توفیق اور ہمت نصیب فرمائے، آمین!

(ماہنامہ ’’نصرۃ العلوم‘‘ گوجرانوالہ جون ۲۰۱۰ء)

ماہنامہ ’’الخیر‘‘ خیر المدارس ملتان

گزشتہ ماہ قطبِ وقت، شیخ الکل، اِمام الاولیاء، زینت آراءِ مسندِ اِرشاد، سرخیل سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ، خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ (کندیاں شریف) وامیر مجلس تحفظ ختم نبوّت اپنے لاکھوں اِرادت مندوں اور کروڑوں مسلمانوں کو غمگین ومہجور چھوڑ کر سفرِ آخرت پر روانہ ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کی وفات حسرت آیات کا سانحہ ۲۰ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ مطابق ۵ رمئی ۲۰۱۰ء بروز بدھ مغرب وعشاء کے درمیان سیال کلینک ملتان میں پیش آیا، جہاں بارہ روز سے آپؒ بغرضِ علاج مقیم تھے۔ علالت کا سلسلہ دوسال سے چل رہا تھا، لیکن ضعف ومرض کے جھونکوں سے بجھ بجھ کر سنبھل جانے والا یہ چراغ بالآخر ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا:

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اِک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

حضرت خواجہ صاحبؒ جیسی جامع الصفات والکمالات ہستی کے بارے میں خانہ فرسائی نہایت مشکل مرحلہ ہے، لیکن اس سادہ سی حقیقت سے تمام علمی، دِینی، تدریسی اور خانقاہی حلقے باخبر ہیں کہ اس وقت حضرت خواجہ صاحبؒ کی ذاتِ گرامی ’’مرجع الکل‘‘ تھی۔ آپؒ بہت سی نسبتوں کے امین اور سلاسلِ اربعہ کے ’’مجمع البحار‘‘ تھے۔ فقہ وتصوف اور شریعت وطریقت کی جامعیت کا جیتا جاگتا نمونہ تھے، اور کھلی

آنکھوں نظر آتا تھا کہ اس دور میں آپؒ ہی وہ ہستی ہیں جن کے بارے میں حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ عنداللہ محبوبیت کے بعد ایسے لوگوں کے لئے زمین پر بھی محبوبیت اُتار دی جاتی ہے کہ اہلِ علم وفضل اور اہلِ دِل اُن کی طرف کشاں کشاں چلے آتے ہیں اور وہ اہل اللہ کے محبوب ومقبول بن جاتے ہیں۔

انہوں نے نقشبندی بزرگوں کے مسلک ومزاج کے مطابق کم وبیش پون صدی خاموشی واِخلاص کے ساتھ خلقِ خدا کو فیض یاب فرمایا۔ حضرت خواجہ خان محمدؒ قطبِ زمان حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ (متوفی ۱۳۷۵ھ) کے فیض یافتہ، خلیفۂ اجل اور جانشین تھے۔ مولانا لدھیانویؒ حضرت مولانا خواجہ ابوالسعد احمد خانؒ (متوفی ۱۳۶۰ھ) کے تربیت یافتہ تھے۔ جبکہ مولانا احمد خانؒ شریعت وطریقت کے آفتابِ عالم تاب حضرت خواجۂ خواجگان سراج الدین دامانیؒ (متوفی ۱۳۳۳ھ) کے خلیفہ وجانشین تھے۔ یہ تمام بزرگ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ میں نہایت قوی النسبت اور رفیع المرتبت تھے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کے شیخ ومرشد حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ آپؒ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ: ''جو امانتیں اور خزانے میرے شیخ سیّدی حضرتِ اعلیٰ مولانا خواجہ احمد خانؒ نے مجھے عنایت فرمائے تھے، وہ سارے کے سارے میں نے مولانا خان محمد صاحب کے سپرد کردیئے ہیں۔'' جبکہ آپؒ کے شیخ الشیخ حضرت خواجہ احمد خانؒ نے اپنی زندگی میں بطورِ پیش گوئی فرمایا تھا کہ: ''اس خانقاہِ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کی گدی پر میرا ہم نام گدی نشین ہوگا، اس پر میرا فیض خاص ہوگا، اور وہ اِمامِ وقت ہوگا، اسے دُنیا دیکھے گی، چاردانگِ عالم اس کا شہرہ ہوگا۔'' پھر ہاتھ سے اِشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''یہ ریتلی زمین سرسبز وشاداب ہوگی، اس کے دور میں خانقاہِ سراجیہ شریف بامِ عروج پر ہوگی، اور اس کا شہرہ برِصغیر ہی نہیں بلکہ ہفت اقلیم میں ہوگا۔ اس کے اور میرے نام میں ''الف'' اور ''میم'' کا فرق ہوگا۔''

حقیقت یہ ہے کہ یہ اِلہامی کلمات صد فیصد دُرست ثابت ہوئے اور حضرت خواجہ خان محمدؒ اُفقِ ولایت پر ایسے آفتاب کی طرح چمکے جس کی روشنی سے پورا عالم مستفید ہوا اور جس کی حرارت نے ہزاروں لاکھوں قلوب کو عشقِ حقیقی کی تپش سے گرمادیا۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کی شہرت اگرچہ ایک سجادہ نشین اور پیرِ طریقت کے طور پر تھی، لیکن آپؒ عمیق الرائے اور دقیق النظر عالم وفقیہ بھی تھے۔ آپؒ برِصغیر کی سب سے معروف ومقبول دِینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا سیف فخر الدین احمد مرادآبادیؒ، حضرت مولانا محمد اِبراہیم بلیاویؒ اور حضرت مولانا اِعزاز علیؒ جیسے اساطینِ علم کے شاگرد تھے، ان حضرات سے آپؒ نے دورۂ حدیث شریف کے اسباق پڑھے۔ جبکہ مشکوٰۃ شریف، تفسیر جلالین، ہدایہ، مقاماتِ حریری اور دیگر اسباق ڈابھیل میں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت

مولانا سیّد بدر عالمؒ، حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ اور حضرت مولانا محمد اِدریس سکروڈھویؒ سے پڑھے۔ فراغت کے بعد آپؒ نے کچھ عرصہ تدریس کی، جن طلبہ کو آپؒ سے پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی اُن کا کہنا ہے کہ طلبہ پر آپؒ کی توجہ کرامت سے کم نہ تھی، جو الفاظ آپؒ کی زبان سے نکلتے وہ دِماغ میں ایسے پیوست ہوجاتے تھے گویا کتاب سامنے ہے۔ بعد ازاں خانقاہ کی مصروفیات کی وجہ سے آپؒ اسباق جاری نہ رکھ سکے۔

حضرتِ والاؒ کو قیامِ پاکستان سے پہلے ڈابھیل میں شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ (متوفی ۱۹۷۷ء) سے شرفِ تلمذ حاصل رہا۔

قیامِ پاکستان کے بعد خانقاہِ سراجیہ نقشبندیہ کے سجادہ نشین کی حیثیت سے آپؒ کی باطنی و رُوحانی خدمات کا شہرہ تمام علمی و دِینی حلقوں میں پھیل گیا۔ جیسا کہ عام طور پر اساتذہ کو اپنے تمام شاگردوں کا پورا پورا تعارف نہیں ہوتا، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ بھی کندیاں شریف کے دُور افتادہ علاقے میں ایک صاحبِ اسرارِ شریعت و واقفِ رُموزِ طریقت کی شہرت سن کر زیارت و اِستفادے کی غرض سے تشریف لائے۔ اِتفاق سے حضرتِ والاؒ اُن دِنوں صوبہ سرحد کے سفر پر تھے۔ حضرت بنوریؒ طویل سفر طے کرکے آپؒ کی خدمت میں موضع درویش (سرحد) میں پہنچے اور کہا کہ: ’’آپ کی زیارت کے لئے آیا ہوں۔‘‘ حضرت خواجہ صاحبؒ نے کسی تکلف کے بغیر عرض کیا کہ: ’’حضرت! میں تو آپ کا شاگرد ہوں، مجھے حکم فرمایا ہوتا، میں خود حاضر ہوجاتا، آپ کو زحمت نہ اُٹھانا پڑتی۔‘‘ حضرت بنوریؒ نے فرمایا: ’’آپ میرے شاگرد کیسے ہیں؟‘‘ عرض کیا: ’’ڈابھیل میں آپ سے سبعہ معلقہ وغیرہ کے اسباق پڑھے ہیں۔‘‘ حضرت بنوریؒ اس صاف گوئی پر بہت خوش ہوئے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ نے حضرت بنوریؒ کا اُستاذ کی حیثیت سے تاحیات انتہائی ادب واحترام ملحوظ رکھا، جبکہ حضرت بنوریؒ انہیں شاگرد کی بجائے شیخ طریقت کی حیثیت سے دیکھتے تھے۔

۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت کے دوران حضرت بنوریؒ فیصل آباد، حضرت مفتی زین العابدینؒ کے ہاں تشریف لائے، حضرت خواجہ صاحبؒ، حضرت علامہ بنوریؒ کی زیارت کے لئے مفتی صاحبؒ کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔ حضرت علامہ بنوریؒ نے اُٹھ کر آپ کا اِستقبال فرمایا۔ اس مجلس میں خواجہ صاحبؒ حضرت بنوریؒ کے سامنے دوزانو ہوکر بیٹھے رہے۔ حضرت بنوریؒ نے فرمایا: آپ ایسے نہ بیٹھیں! لیکن حضرت خواجہ صاحبؒ اِختتامِ مجلس تک اسی مؤدّبانہ ہیئت پر رہے۔ مجلس برخاست ہوئی تو حضرت خواجہ صاحبؒ نے حضرت علامہ بنوریؒ کے جوتے اُٹھا کر ان کے سامنے رکھے۔ سچ ہے: ’’ولی را ولی می شناسد۔‘‘

مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے نائب امیر کے لئے حضرت علامہ بنوریؒ ہی نے حضرت خواجہ صاحبؒ

کا نام پیش فرمایا تھا، بلکہ یہ شرط عائد کی تھی کہ میں امارت کا عہدہ صرف اسی صورت میں قبول کروں گا جب نائب امیر میرا نامزد کردہ ہوگا۔

تمام اہلِ علم حضرات جانتے ہیں کہ حضرتِ والاؒ خطیب و مقرر یا واعظ نہ تھے، جبکہ مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے عہدیداران کا دِن رات کا مشغلہ ہی خطابت وتقاریر ہیں، لیکن حیرت انگیز اَمر یہ ہے کہ مجلس نے عالمی سطح پر فتنۂ قادیانیت کے تعاقب واستیصال کا جتنا کام حضرتِ والاؒ کے دورِ نیابت اور پھر دورِ امارت میں کیا، اس کی نظیر نہیں ملتی:

خاموش لوگ بھی بلا کے خطیب ہوتے ہیں!

آج حضرتِ والاؒ کی رحلت پر چارسو صفِ ماتم بچھی ہے، آسمان وزمین نوحہ کناں ہیں، انسانیت کا پرچم سرنگوں ہے، ذِکر کی مجلسیں ویران ہیں، تصوف وسلوک کے حلقے اُداس ہیں، جس ہستی کو دیکھ کر افسردہ دِلوں میں بہار آجاتی تھی وہ ہمیشہ کے لئے نظروں سے اوجھل ہوگئی:

اِک آسرا تھا دید کا باقی، سو مٹ گیا
سنتے ہی بند روزنِ دیوار کردیا

حضرت خواجہ صاحبؒ کے وصال کی دردناک خبر اس حادثے کے چند گھنٹے بعد ہی تمام علمی، دِینی، قومی، ملّی، سیاسی اور خانقاہی حلقوں تک پہنچ گئی، اور ملک کے اطراف واکناف سے ہزاروں لاکھوں سوگوار وعقیدت مند نمازِ جنازہ میں شرکت کے لئے کندیاں شریف پہنچنا شروع ہوگئے۔ دُوسرے دن ۲۱ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ بروز جمعرات بعد اَز نمازِ ظہر خانقاہِ عالیہ سراجیہ کندیاں شریف میں حضرتؒ کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔

جامعہ خیرالمدارس کے مہتمم حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری زید مجدہم اور جامعہ کے تمام اساتذۂ کرام نے بھی نمازِ جنازہ میں شرکت کی، ملک کے تمام اطراف واکناف سے لاکھوں اِرادت مندوں کا ہجوم قدرت کے اس خاموش حکم کی تکمیل کا مظہر تھا کہ:

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دُھوم سے نکلے!

شرکاءِ جنازہ کی تعداد کم وبیش اڑھائی لاکھ تھی، نمازِ جنازہ کی اِمامت صاحبزادہ حضرت مولانا خلیل احمد نے کرائی۔

حضرتؒ کی رحلت سے جو عظیم خلا پیدا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ ہی اس کی تلافی فرمائیں، اس لئے کہ اب کاغذوں پر غوثِ زماں، قطبِ دوراں، شیخ المشائخ اور جامع شریعت وطریقت تو موجود ہیں، لیکن حقیقی وواقعاتی دُنیا میں یہ نشستیں خالی ہوچکی ہیں:

اب ڈھونڈ انہیں چراغِ رُخِ زیبا لے کر!

حق تعالیٰ شانہٗ حضرتِ والاؒ کو اعلیٰ علیّین میں اپنا قربِ خاص نصیب فرمائیں، آمین!

(ماہنامہ ''الخیر'' ملتان جون ۲۰۱۰ء)

ماہنامہ ''الجمعیۃ''

عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے امیر اور جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی سرپرستِ اعلیٰ خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ ۵رمئی بروز بدھ مغرب وعشاء کے درمیان ملتان میں اِنتقال فرماگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون! حضرت خواجہ صاحبؒ کے اِنتقال کی خبر پاکستان سمیت دُنیا بھر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ حضرتؒ کے عقیدت مند، مریدین اور جمعیت علمائے اسلام کے کارکن اور راہنما جنازے میں شرکت کے لئے دیگر مصروفیات ترک کرتے ہوئے خانقاہِ سراجیہ کی طرف چل پڑے، حضرت خواجہ خان محمدؒ رُبع صدی سے جمعیت علمائے اسلام کے سرپرستِ اعلیٰ تھے۔

حضرت خواجہ خان محمدؒ اِمام المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی تعلیمات وتحریک کے جملہ اکابر کو قیامِ دارالعلوم دیوبند میں ملاحظہ فرماچکے تھے اور ان کے طرزِ تبلیغ واِشاعتِ اسلام سے بخوبی واقف تھے۔ چنانچہ انہوں نے جمعیت علمائے اسلام سے تعاون اور مکمل سرپرستی کا معاملہ زندگی بھر جاری وساری رکھا۔ حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کے اِنتقال کے بعد حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے کراچی کا سفر فرمایا اور محدث العصر مولانا محمد یوسف بنوریؒ سے درخواست کی کہ آپ مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کی امارت قبول فرمائیں۔ حضرت بنوریؒ نے جواب دیا کہ آپ (مولانا محمد علی جالندھری) کی موجودگی میں اور کسی کو امارت کی ضرورت نہیں ہے۔ تو مولانا جالندھریؒ نے فرمایا: آپ مجلسِ شوریٰ کی رُکنیت قبول فرمائیں۔ جو حضرت بنوریؒ نے قبول فرمائی۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے وصال کے بعد مجلسِ شوریٰ کے اِجلاس میں تمام ارکان نے حضرت بنوریؒ کو متفقہ امیر نامزد کیا، تو حضرتؒ نے یہ منصب مشروط طور پر قبول فرمایا۔ حضرت بنوریؒ کی شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ حضرت خواجہ خان محمدؒ کو نائب امیر مقرر کیا جائے۔ (واضح رہے کہ حضرت خواجہ خان محمدؒ دارالعلوم ڈابھیل میں حضرت بنوریؒ کے شاگرد بھی رہے ہیں) حضرت بنوریؒ کے اِنتقال کے بعد حضرت خواجہ خان محمدؒ صاحب کو عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کا امیر منتخب کیا گیا اور حضرتؒ تاحیات اس ذمہ داری کو اَحسن طریقے سے نبھاتے رہے۔

حضرت خواجہ خان محمدؒ کے دور میں ختمِ نبوّت کے کام کا سلسلہ بین الاقوامی سطح پر پھیل گیا، چنانچہ

دُنیا بھر میں ختمِ نبوّت کے سلسلے میں تبلیغی اور تربیتی اِجتماعات کا سلسلہ شروع ہوا اور عالمی زبانوں میں ختمِ نبوّت کا لٹریچر شائع ہوکر تقسیم کیا جانے لگا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ ۵۴ سال تک خانقاہ سراجیہ کے مسند نشین رہے اور ۳۴ سال امیر عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت رہے۔ ایک بات حضرت خواجہ صاحبؒ کے حوالے سے بہت عام ہے کہ حضرتؒ تقریر نہیں فرماتے تھے، مگر ایک موقع ایسا ہے جب حضرتؒ نے مدرسہ دارالہدیٰ بھکر میں خطاب فرمایا۔ یہ جلسہ عام نہیں تھا، بلکہ درس گاہ کے اندر مخصوص لوگوں کا اِجتماع تھا، جس کا مقصد بھکر کی دِینی شخصیات کے درمیان صلح کروانی تھی۔ یہ غالباً ۱۹۸۸ء کا واقعہ ہے، حضرتؒ کا یہ خطاب صلح کے موضوع پر تقریباً پندرہ بیس منٹ جاری رہا، بعدازاں حضرتؒ نے دُعا فرمائی۔

حضرت خواجہ صاحبؒ جمعیت علمائے اسلام خصوصاً قائدِ جمعیت دامت برکاتہم سے تعلق بہت گہرا تھا، بعض لوگ حضرتؒ کے پاس تشریف لے جاتے اور جمعیت کے خلاف بولتے، کبھی کبھار قائدِ جمعیت کی شکایت بھی کرتے اور آخر میں پوچھتے: ''اس صورتِ حال میں آپ کا کیا حکم ہے؟'' حضرتؒ فرمادیتے: ''پھر بھی جمعیت علمائے اسلام اور قائدِ جمعیت مولانا فضل الرحمٰن کا مکمل ساتھ دو۔'' حضرت خواجہ خان محمدؒ جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی اِجتماعات کی صدارت فرمایا کرتے تھے، اِنتخابی میدان میں اُترنے والے جمعیت علمائے اسلام کے اُمیدواروں کی دِل کھول کر مالی معاونت فرماتے تھے، ان کے اِنتخابی جلسوں میں شرکت فرماتے تھے، اپنے مریدین کو جمعیت کے ساتھ تعاون کی تعلیم دیتے تھے، اور جمعیت کے اُمیدواروں کے لئے ووٹ مانگنے کے لئے بنفسِ نفیس نکلتے تھے۔ مفکرِ اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے اِنتقال کے بعد جن حضرات نے قائدِ جمعیت کے منصب پر مولانا فضل الرحمٰن کو بٹھانے میں اہم کردار ادا کیا، حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ ان حضرات کی فہرست میں نمایاں ترین شخصیت تھے۔ دُعا ہے کہ اللہ کریم حضرتِ اقدسؒ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، آپؒ کی خدمات کو قبول فرماکر درجاتِ عالیہ سے نواز دے، اور آپؒ کے لواحقین، مریدین اور عقیدت مندوں کو صبرِ جمیل عطا فرمادے، آمین یا ربّ العالمین!

(ماہنامہ ''الجمعیۃ'' راولپنڈی جون ۲۰۱۰ء)

ماہنامہ ''عزمِ نو'' لاہور (جمعیت طلباء اسلام)

علمائے حق کے سرپرست واِمامِ تصوف حضرت خواجہ خان محمدؒ کندیاں شریف بھی ہمیں داغِ مفارقت دے گئے۔ ہم ایک ایسے شیخ کی محبت بھری چھاؤں سے محروم ہوگئے، جو سب کے تھے، اور سب انہیں اپنا بڑا بزرگ وسرپرست سمجھتے تھے۔ ایک سال قبل اِمامِ اہلِ سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ ہم سے جدا ہوئے تھے، اب خواجہ صاحبؒ بھی ہمیں غمِ جدائی دے گئے۔ یہ دوشخصیات ان چند بزرگوں میں

سے تھیں جن کا دستِ شفقت علمائے حق کی تمام جماعتوں کے سروں پر تھا۔ وہ سب کے لئے پدرانہ شفقت کا جذبہ رکھتے تھے۔ سبھی ان سے تعلق پر فخر محسوس کرتے تھے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کو اللہ نے بے پناہ خوبیوں سے نوازا تھا، وہ اپنے اسلاف کے زُہد وتقویٰ، پرہیزگاری، اِخلاص وللّٰہیت اور علمی وعملی روایات کے حقیقی معنوں میں امین تھے۔

وہ اکابر علماء کی صحیح یادگار تھے، وہ اللہ کے سچے ولی اور اِتباعِ سنت کا چلتا پھرتا نمونہ تھے، ان کے اَخلاقِ حسنہ کا یہ کرشمہ تھا کہ علمائے حق کی تمام جماعتیں اور تنظیمیں ان کے اِنتساب پر فخر محسوس کرتی تھیں۔ ان کے جانے سے ہم ایک ایسی شخصیت کی برکات سے محروم ہوگئے ہیں جن کی دُعائیں ہر وقت قوم اور ملتِ اسلامیہ کے لئے تھیں۔

۱۹۷۷ء اپنے اُستاذ حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے مرکزی امیر مقرر ہوئے۔ آپؒ کے دورِ امارت میں ختمِ نبوّت کے محاذ پر جو بھرپور کام ہوا وہ ان کی عنداللہ مقبولیت کی بڑی دلیل ہے۔ انہوں نے فتنۂ قادیانیت کے خلاف دُنیا بھر میں اپنے اسفار اور دوروں کے ذریعے جو محنت کی، اس سے قادیانیت کے دجل وفریب کے جال بکھر کر رہ گئے۔ ۱۹۸۲ء میں آپؒ کی سرپرستی میں قادیانیوں کے مرکز چناب نگر میں بین الاقوامی تحفظِ نبوت کانفرنس کا آغاز ہوا، جو ہر سال باقاعدگی سے منعقد کی جاتی ہے، جس میں ختمِ نبوّت کے لاکھوں پروانے شریک ہوتے ہیں۔ آپؒ نے خانقاہ نشینی کے گوشۂ عافیت کو ترجیح دینے کے بجائے اصل نقشبندی مجددی بن کر خانقاہی سلسلے کے ساتھ ساتھ ملک وقوم کی ہر مصیبت کی گھڑی میں میدان میں اُترے۔ وہ علمائے حق کی سیاسی جماعت جمعیت علمائے اسلام کی عمر بھر سرپرستی کرتے رہے اور اپنی دُعاؤں سے نوازتے رہے۔ ان کی زندگی بھر کی محنت وجدوجہد ان کے لاکھوں مریدین، متوسلین، نسبی اولاد، قائم کردہ دِینی اِداروں اور عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کی صورت میں زندہ جاوید ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے تمام سلسلوں کو تاقیامت جاری وساری رکھے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ (ماہنامہ ''عزمِ نو'' لاہور)

ماہنامہ ''الحامد'' لاہور

۵ مئی ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ کو سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے گل سرسبد اور مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے امیر، حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ کچھ عرصہ کی علالت کے بعد سیال میڈیکل سنٹر ملتان میں اِنتقال فرماگئے۔ خانقاہ سراجیہ کندیاں کے وہ سجادہ نشین، جنہوں نے ۵۴ برس سے کچھ زائد عرصہ ہی اس سجادے کو زیب وزینت بخشی، اور پورے تزک واِحتشام کے ساتھ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ

مجددیہ کی ترویج فرمائی، یہ بلند اقبال مسافر اپنی منزلِ حقیقی تک جا پہنچا، اب نہ وہ خانقاہِ سراجیہ میں رہے، نہ ملتان میں اور نہ اس خراب آباد دُنیا میں، رفیقِ اعلیٰ کی آواز کو سنا، سرِ تسلیم خم کیا اور اُس دُنیا میں جا خلد نشیں ہوئے جہاں ان کے مشائخِ کرامؒ اور اساتذۂ عظامؒ نے مدتوں سے اپنی بزم سجا رکھی تھی:

خرم آں روز کزیں مرحلہ بر بندم ورخت
بر سر کوے تو پرسند، رفیقاں خبرم (حافظ شیرازیؒ)

ترجمہ:... ''میں حقیقت میں اس دِن خوش ہوں گا، جب اس دُنیا کی زندگی سے سامانِ سفر باندھ کر روانہ ہوں گا، کیونکہ میرے محبوب! تیرے کوچے میں میرے منتظر دوست بار بار میری آمد کا پوچھتے ہیں۔''

مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے یہ امیر، حکمرانوں کے طرزِ عمل اور دُنیا کی کلفتوں سے آزاد ہوکر اُس دُنیا میں جا پہنچے جہاں کے سکون پر زَوال نہیں، اور جہاں کی زندگی فنا سے ناآشنا ہے۔

مجلس تحفظ ختمِ نبوّت اپنی قیادت اور خانقاہِ سراجیہ اپنے مکینِ ذِی وقار سے محروم ہوگئی، سلسلۂ خواجگان کے مایۂ ناز سجادہ نشین نے اس محفل کی بزم آرائیوں کو رُخصت کیا اور اب اُن پاک محفلوں اور عارفانہ مجلسوں کی یاد باقی رہ گئی:

صبح دم وہ بھی نہ چھوڑی تو نے اے بادِ صبا!
یادگار رونق محفل تھی، پروانہ کی خاک

بظاہر عمر بھر کی طویل خاموشیاں تھیں، لیکن بباطن ذِکر ومعروضات اور عرض و نیاز، تسلسل کے ساتھ بارگاہِ الٰہیہ میں جاری تھا، اَحوالِ طیبہ پر ضبط کے اتنے پردے پڑے ہوئے تھے کہ دُنیا میں شاید کوئی ایسا نہ تھا جو انہیں اُٹھاکر اندر جھانک سکتا، لیکن چند خوش نصیب خدام ایسے بھی تھے، جن کے سامنے اور خاص طور سے اہلِ علم کے سامنے، کبھی کوئی گوشۂ باطن وارِد ہوتا تھا تو پھر اس حقیقت کا اِدراک ہوتا تھا کہ گویا ہر گوشۂ دِل:

دامانِ باغباں وکفِ گل فروش ہے!

وہ جو عمر بھر زخمی دِلوں کی طبیبائی اور مردہ دِلوں کی مسیحائی کرتے رہے، اپریل کے آخری ہفتے میں طبیعت بہت مضمحل ہوگئی تو خانقاہِ سراجیہ سے سیال سنٹر ملتان منتقل کردیئے گئے، وفات سے محض چھ روز قبل ۲۹ر اپریل کو بغرضِ عیادت حاضری ہوئی۔ وہی معمول کے مطابق ہونٹوں پر مسکراہٹ، نظر میں تعمق اور چہرۂ مبارک پر اَنوار کی ایسی بارش کہ نابینا کو بھی دِکھائی دے، البتہ آواز میں تغیر تھا، حاضر باش خدام ایک ایک لفظ اور اِشارہ سمجھ رہے تھے، کمزوری کے باعث خون دِیا جارہا تھا، اور کچھ دیر کے بعد

جب رُخصت چاہی تو حالات سمجھ کر دِل میں بار بار یہ خیال آتا رہا:

مژدہ باد اے مرگ! عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے

حسبِ روایت، انسانی تدبیروں نے دَم توڑ دیا، تقدیرِ الٰہی، اطباء کے اِرادوں اور جاں نثاروں کی خواہشات پر غالب آئی، ناشدنی، شدنی ہوئی، اور اس سلسلۂ عالیہ کا وہ آفتاب غروب ہوا جو حضرت خواجہ باقی باللہ، حضرت مجدد الف ثانی، خواجہ معصوم سرہندی، حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں، حضرت مولانا غلام علی دہلوی اور خواجہ دوست محمد صاحب قندھاری ...رحمۃ اللہ علیہم... کے واسطوں سے ہوتا ہوا کندیاں ضلع میانوالی کے ریگ زار میں طلوع ہوا تھا۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ، اَللّٰهُمَّ اَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهٗ وَطَهِّرْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ۔

اِدارہ ''الحامد'' ان کے صاحبزادگان والاتبار اور متوسلین کی خدمت میں مسنون تعزیت پیش کرتا ہے، اب اُمید کی کرن حضرت خواجہؒ کے خلفائے عظام، صاحبزادگان والاتبار اور مجلس تحفظ ختمِ نبوّت ہے۔ خاص طور سے صاحبزادہ مولانا عزیز احمد صاحب، مولانا خلیل احمد صاحب اور حافظ رشید احمد صاحب سے یہ توقعات وابستہ ہیں کہ رُشد وہدایت کے یہ چراغ، لوگوں کو روشنی مہیا کرتے رہیں گے، اپنے والد گرامی قدر کے صحیح جانشین ثابت ہوں گے، اور مجلس تحفظ ختمِ نبوّت تمام فتنوں کی سرکوبی اور خاص طور سے رَدِّ قادیانیت کے لئے آئندہ بھی اپنا مؤثر کردار یونہی ادا کرتی رہے گی جیسے کہ اس کا شاندار ماضی اس حقیقت پر گواہ ہے۔ (ماہنامہ ''الحامد'' لاہور جون ۲۰۱۰ء)

ماہنامہ ''نوائے اِحتشام'' کراچی

مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے امیر، خانقاہِ سراجیہ کندیاں، ضلع میانوالی پنجاب پاکستان کے سجادہ نشین، حضرت مولانا عبداللہؒ کے خلیفۂ مجاز، حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ ۲۰ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ مطابق ۵ رمئی ۲۰۱۰ء کو اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون!

۱۹۵۶ء میں مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ کے اِنتقال کے بعد مولانا خواجہ خان محمدؒ خانقاہِ سراجیہ کے گدی نشین ہوئے اور تاحیات فیض رسانی فرماتے رہے۔ ۱۵ رربیع الاوّل ۱۳۹۴ھ مطابق ۹ راپریل ۱۹۷۴ء میں صاحبِ معارف السنن حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے چھٹے امیر مقرر کئے گئے اور حضرت بنوریؒ نے اس شرط پر امارت کی ذمہ داری قبول کی کہ نائب امیر مولانا خان

محمدؒ ہوں گے، چنانچہ ممدوحؒ اپریل ۱۹۷۴ء میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے نائب امیر بنے، اور ۱۹۷۷ء میں حضرت بنوریؒ کے اِنتقال پُرملال کے بعد امیر مقرر ہوئے اور تاحیات اس عہدے پر فائز رہے۔ آپؒ نے دو شادیاں کیں، پہلی بیوی سے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی، جبکہ دُوسری اہلیہ سے دو صاحبزادے ہیں۔ پانچ صاحبزادوں میں مولانا عزیز احمد فاضل دارالعلوم کبیر والا، مولانا خلیل احمد فاضل جامعہ رشیدیہ ساہیوال، رشید احمد، سعید احمد اور نجیب احمد شامل ہیں، حضرتِ ممدوحؒ کے ایک سسر خواجہ مولانا ابوالسعد احمد خانؒ ہیں۔ (ماہنامہ ''نوائے اِحتشام'' کراچی جون ۲۰۱۰ء)

ماہنامہ ''الحسن'' لاہور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قربِ قیامت کی جن نشانیوں اور علامات کا ذِکر فرمایا ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے (مفہوماً) کہ علماء اُٹھ جائیں گے، قرآن بھی موجود ہوگا، سنت اور حدیث بھی موجود ہوگی، معلومات کا بھی بڑا ذخیرہ ہوگا، دِینی اور مذہبی کتب کی بھی بہتات ہوگی، لیکن ان کی رُوح، اِخلاص، زُہد وتقویٰ اور خوفِ خدا نہیں ہوگا۔ الغرض قحط الرجال کا دور ہوگا۔ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اہل اللہ علمائے کرام بڑی تیزی سے اُٹھتے جارہے ہیں، گردن گھما کر دیکھیں تو آپ کو اساطینِ علم کی ایک نہ ختم ہونے والی لائن نظر آئے گی، لیکن جوں ہی آگے دیکھیں تو میدان تقریباً صاف نظر آرہا ہے۔ ایسی ہی شخصیات کہ جن کے چلے جانے کے بعد آسمان بھی روتا ہے اور زمین بھی، جن کے اُٹھ جانے کو پورے عالم کی موت، اور یہ کہ جن کی موت کو ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیا جاتا ہے، میں سے ایک شخصیت حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کی بھی تھی، جس نے ۵رمئی ۲۰۱۰ء کو ہمیں داغِ مفارقت دیتے اور فرشتۂ اجل کو لبیک کہتے ہوئے موت کو گلے لگالیا، انا للہ وانا الیہ راجعون!

مرحوم ومغفور نے اس بے وفا اور ناپائیدار دُنیا کی حیاتِ مستعار کے لگ بھگ نوّے سال گزارے، لکھا ہے کہ آپ: ۱۳۳۹ھ بمطابق ۱۹۲۰ء میں ضلع میانوالی کے مضافات موضع ''ڈنگ'' میں پیدا ہوئے، اور مئی ۲۰۱۰ء میں انتقال فرماگئے۔ اس طرح آپؒ کی دُنیوی حیاتِ مستعار نوّے سال کے لگ بھگ ہی بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کے اسباب کی طرح موت کے اسباب بھی مختلف ہوتے ہیں۔ مولاناؒ کی موت کے اسباب میں دورِ حاضر کی مشہور اور عام بیماریوں بلڈ پریشر، شوگر اور عارضۂ قلب وغیرہ میں سے کوئی بھی سبب نہیں تھا، تاہم ضعف ونقاہت ضرور تھی، اسی کو موت کا سبب ٹھہرایا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ موت وحیات کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، ان کی زندگی کے اتنے ہی سانس تھے جو انہوں نے بہ مشیتِ ایزدی پورے کرلئے۔ موت کا وقت اٹل ہے، جب آجاتا ہے تو اس میں ایک سیکنڈ

کی بھی تقدیم وتأخیر نہیں ہوسکتی۔ حضرتؒ کا وجود اُمتِ مسلمہ کے لئے کس قدر اہمیت کا حامل تھا، اس کا اندازہ کرنا اِنتہائی مشکل ہے۔ رہی حضرتؒ کی تدریسی اور خانقاہی خدمات، یہ بھی اپنے اندر وسیع دائرۂ کار رکھتی ہیں۔ ان کی قومی، ملّی، مذہبی اور دِینی خدمات بھی کسی اِدارتی شذرے میں نہیں سموئی جاسکتیں۔ اگر تحریکِ ختمِ نبوّت کے حوالے سے ہی ان کی خدمات کا ذِکر کیا جائے تو اس کے لئے بھی کئی دفتر چاہئیں۔ ۳۲ سال تک تو آپؒ اس تحریک کے امیر رہے، اس دوران بلامبالغہ سینکڑوں کانفرنسوں کی صدارت فرمائی، بے شمار جلسوں سے خطاب فرمایا، سب سے بڑھ کر یہ کہ قادیانی فتنے کا تعاقب فرمایا، اس سلسلے میں پوری اُمت کو بیدار رکھا۔ مشرف دورِ حکومت میں اِمتناعِ قادیانیت ایکٹ کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی، ہوا یوں کہ ۱۹۹۵ء کے تاریخ ساز عدالتی فیصلے کے خلاف قادیانیوں نے عدالتِ عظمیٰ میں نظرِ ثانی کی ایک اپیل دائر کی، جس میں عدالتِ عظمیٰ سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ ان کے خلاف ہونے والے اس تاریخ ساز فیصلے پر نظرِ ثانی کرے، بوجوہ اس اپیل کی سماعت مؤخر ہوتی چلی گئی، یہاں تک کہ اکتوبر ۱۹۹۹ء میں پرویز مشرف نے نواز شریف کی حکومت کا تختہ اُلٹ کر اس پر قبضہ کرلیا۔ مشرف کے اِقتدار پر براجمان ہونے سے قادیانی خوشیوں سے بغلیں بجانے لگے، اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ قادیانی پرویز مشرف کو اپنا آدمی سمجھتے تھے، ان کا خیال تھا کہ سپریم کورٹ ان کے حق میں فیصلہ کردے گی۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کو جب اس بات کا اِحساس ہوا تو آپؒ نے تمام مکاتبِ فکر کے بڑے بڑے علماء کو ایک خط لکھا، جس میں دُعا کے لئے تحریر فرماتے ہوئے مسئلۂ ختمِ نبوّت کی اہمیت اور ضرورت پر بھی روشنی ڈالی اور یہ بھی لکھا کہ قادیانی کس طرح قصرِ ختمِ نبوّت میں نقب لگانے کے لئے بے تاب ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور حضرت خواجہ صاحبؒ کی دُعاؤں کا ثمرہ تھا کہ ۸؍نومبر ۱۹۹۹ء کو قادیانیوں کی اس اپیل کی سماعت سپریم کورٹ کے فل بنچ نے کی اور متفقہ طور پر اس اپیل کو مسترد کردیا گیا۔ یہاں اس امر کا ذِکر بھی خالی اَز دِلچسپی نہ ہوگا کہ مسئلۂ ختمِ نبوّت میں عدالت ہائے عالیہ اور عدالتِ عظمیٰ نے ہمیشہ ہی حق وسچ کا ساتھ دیا ہے، جس پر یہ یقیناً مبارک باد کی مستحق ہیں۔ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد تحریکِ ختمِ نبوّت مسلسل اس وقت تک چلتی رہی جب تک کہ قادیانیوں کو غیرمسلم قرار نہیں دیا گیا۔ خصوصاً ۷۴-۱۹۷۳ء تو اس کے پورے شباب کے سال تھے۔ قادیانی غیرمسلم قرار دیئے جانے کے باوجود ملک وملت کے خلاف اپنی ناپاک اور بے ہودہ سازشوں سے باز نہیں آئے۔ ایسی ہی ایک کوشش انہوں نے ۱۹۸۴ء میں بھی کی۔ اس وقت جنرل ضیاء الحق شہیدؒ ملک کے صدر تھے، قادیانیوں کی سرکوبی اور ان کی سازشوں کے قلع قمع کرنے کے لئے مختلف مکاتبِ فکر کے علماء پر مشتمل ایک مجلسِ عمل بنائی گئی تھی، جس کے متفقہ صدر حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ تھے۔ ۲۶؍اپریل ۱۹۸۴ء کو اسی مجلس کی قیادت میں اسلام آباد میں ایک

بڑا مظاہرہ کیا گیا، جس میں قادیانیوں کی اسلام اور ملک دُشمن بڑھتی ہوئی سرگرمیوں پر پابندیوں کا مطالبہ کیا گیا۔ جنرل صاحب نے مجلسِ عمل کے وفد کو ملاقات اور مذاکرات کے لئے دعوت دی۔ صدرِ مملکت سے ملاقات کرنے والے وفد کے قائد اور سربراہ بھی حضرت خواجہ صاحبؒ تھے، انہوں نے جنرل صاحب کو قادیانی سازشوں اور ان کی ملک دُشمن سرگرمیوں سے آگاہ کیا، جس کے بعد جنرل ضیاء الحق مرحوم نے تعزیراتِ پاکستان میں دفعہ 298/C کا اِضافہ کرتے ہوئے قادیانیوں کی ہر قسم کی سرگرمیوں پر پابندی لگادی، اس کا سہرا بھی یقیناً حضرت خواجہ صاحبؒ کے سر بندھتا ہے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کی خانقاہی اور سیاسی خدمات بھی اپنے ذیل میں ایک طویل وعریض سلسلہ رکھتی ہیں۔ بلاشبہ آپؒ سے رُوحانی اور اِصلاحی مستفیدین کی تعداد اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک لاکھوں میں ہے، جس میں اکابر علمائے کرام اور شیوخ بھی شامل ہیں، اسی طرح سیاسی میدان میں بھی آپؒ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ آپؒ کی سیاست کا محوَر سراسر دِینی اور مذہبی تھا، آپؒ اس ملک میں قرآن وحدیث کی بالادستی اور ان کے اَحکامات کی تنفیذ چاہتے تھے، یہی وجہ تھی کہ ان کی سیاسی وابستگی اس جمعیت العلماء سے رہی جس کی بنیاد شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے رکھی تھی، اور جس کا بنیادی اور اساسی مقصد اس مملکتِ خداداد میں اسلامی حکومت کا قیام تھا۔ پاکستان بن جانے کے بعد اس جمعیت کی سرپرستی جن حضرات کے حصے میں آئی ان میں حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ خلیفۂ اجل حکیم الامت حضرت تھانویؒ، اِمام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، مفتیٔ اعظم مفتی محمودؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور حضرت مولانا عبدالحق اکوڑویؒ تھے۔ حضرت مفتی محمودؒ کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت مولانا فضل الرحمٰن اس کے ایک حصے یا گروپ کے ناظمِ اعلیٰ ہیں، جبکہ دُوسرے گروپ کے سرپرست حضرت مولانا سمیع الحق دامت برکاتہم ہیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ کے ساتھ رہے، لیکن ان کی شفقت اور محبت دونوں گروپوں کو حاصل تھی۔

بہرحال حضرت خواجہ صاحبؒ کا وجود اُمت کے لئے ایک نعمتِ غیرمترقبہ تھا جس سے محرومی کوئی معمولی محرومی نہیں ہے۔ علمائے اُمت خصوصاً علمائے دیوبند کا یہ فرض ہے کہ یہ حضرت خواجہؒ کے مشن کو آگے بڑھائیں، قادیانیوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھیں، اور انہیں اسلامی، قانونی اور فقہی دائرۂ کار کے اندر رہتے ہوئے ان تمام سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے باز رکھنے کے لئے مساعیٔ جمیلہ کرتے رہیں جو یہ لوگ ملک وملت کے خلاف کررہے ہیں۔ آپؒ کی نمازِ جنازہ اسی خانقاہِ سراجیہ میں ادا کی گئی جس کی نسبت حضرت خواجہ محمد سراج الدینؒ کی طرف کی جاتی ہے، اور جسے سب سے زیادہ عروج حضرت خواجہ خان محمدؒ ہی کے دور میں ملا ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان کے

پسماندگان کو صبرِ جمیل سے نوازے: ایں دُعا از من واز جملہ جہان آمین باد!

(ماہنامہ ''الحسن'' لاہور، جون ۲۰۱۰ء)

ماہنامہ ''نقیبِ ختمِ نبوّت'' ملتان

شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ وہ اکابر علمائے دیوبند کی اُن گنی چنی شخصیات میں سے ایک تھے جنھوں نے کئی اِداروں کا کام کیا۔ اُن کی زبان وقلم اور وجود سے مسلمانوں کو ہمیشہ نفع پہنچا۔ انہوں نے مایوسیوں میں اُمیدوں کے چراغ روشن کئے اور کفر واِرتداد کے تاریک ماحول کو اِیمان ویقین، تقویٰ وللّٰہیت اور اِتباعِ سنت کے نور سے منور کیا۔ حضرت خواجۂ خواجگان سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی عظیم رُوحانی شخصیت، خانقاہِ سراجیہ کندیاں کے مسند نشین اور عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے امیر تھے۔ دراز قد، وجیہ چہرہ، باوقار چال، گفتار وکردار اور اِتباعِ سنت میں باکمال وبے مثال، اور اِشاعتِ اسلام کی جدوجہد میں اِستقامت کے پہاڑ تھے۔ جنہیں دیکھ کر قرونِ اُولیٰ کے مؤمن ومسلمان یاد آجاتے۔ گزشتہ دو برسوں سے علیل تھے، درمیان میں طبیعت سنبھلتی بھی رہی، مگر اپریل ۲۰۱۰ء کے آخری ہفتے کمزوری کا شدید حملہ ہوا تو صاحبزادگان، ڈاکٹروں کے مشورے پر ملتان لے آئے، یہاں تقریباً بارہ دن زیرِ علاج رہے، ۲۰ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ مطابق ۵ر مئی ۲۰۱۰ء بروز بدھ مغرب اور عشاء کے درمیان اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے، إنا لله وإنا إليه راجعون، إن لله ما أخذ وله ما أعطىٰ وكل شيء عنده بأجل مسمّٰى۔

اگلے روز تین بجے سہ پہر خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف سے متصل وسیع وعریض کھیتوں میں لاکھوں مسلمانوں نے حضرت خواجہ صاحبؒ کی نمازِ جنازہ صاحبزادہ مولانا خلیل احمد مدظلہٗ کی اِمامت میں ادا کی۔ خانقاہ کے تاریخی قبرستان میں حضرت مولانا احمد خانؒ اور حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ کے پہلو میں آپؒ کو سپرد خاک کیا گیا۔

مجلس احرار اسلام کے امیر اِبنِ امیرِ شریعت حضرت پیر جی سیّد عطاء المہیمن بخاری، سیکریٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، سیّد محمد کفیل بخاری، میاں محمد اویس اور ملک بھر سے اَحرار کارکنوں نے حضرتؒ کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

حضرت خواجہ خان محمدؒ نے ہزاروں دِینی مدارس اور دِینی رسائل وجرائد کی سرپرستی فرمائی، تمام دِینی جماعتوں کی رہنمائی وقیادت فرمائی۔ انہوں نے دِینی قوتوں کو متحد رکھنے میں اپنی تمام توانائیاں صَرف کردیں۔ ہزاروں مسلمانوں کی رُوحانی تربیت فرمائی، اُن کے عقائد واعمال کو دُرست کرکے اُنہیں صراطِ

مستقیم پر گامزن کردیا۔ خصوصاً تحریکِ ختم نبوّت کے حوالے سے اُن کی عظیم خدمات تاریخ کا بہترین اثاثہ ہیں۔ ماہنامہ ''نقیبِ ختمِ نبوّت'' کے اِجراء ۱۹۸۸ء سے لے کر ۲۰۱۰ء تک آپؒ نے اس کی سرپرستی فرمائی۔ مجلس احرار اسلام کی جدوجہد میں کارکنوں کی ہمیشہ حوصلہ افزائی فرمائی اور دُعاؤں سے نوازا۔ جب تک صحت رہی وہ مسجدِ اَحرار چناب نگر کی سالانہ ختمِ نبوّت کانفرنس میں باقاعدہ شریک ہوکر سرپرستی فرماتے رہے، اور جب سفر کے قابل نہ رہے تو صاحبزادہ مولانا عزیز احمد مدظلہٗ آپؒ کی نیابت کرتے ہوئے تشریف لاتے رہے اور تاحال شفقت فرماتے ہیں۔

حق تعالیٰ شانہٗ حضرتؒ کی مغفرت فرمائیں اور درجات بلند فرماکر اعلیٰ علّیین میں جگہ عطا فرمائیں، حضرتؒ کے جانشین صاحبزادہ مولانا خلیل احمد صاحب، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد صاحب، صاحبزادہ رشید احمد صاحب، صاحبزادہ سعید احمد صاحب، صاحبزادہ نجیب احمد صاحب اور تمام اہلِ خاندان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، آمین!

مجلس احرار اسلام کی تمام قیادت اور کارکنان صاحبزادگان اور عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے رہنماؤں سے اِظہارِ تعزیت کرتے ہیں، ہم بجائے خود تعزیت کے مستحق ہیں اور اس مشترکہ غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے مشن میں برکت عطا فرمائے اور تحریکِ ختمِ نبوّت کا عظیم مشن جاری وساری رہے، آمین! (ماہنامہ ''نقیبِ ختمِ نبوّت'' ملتان، جون ۲۰۱۰ء)

ہفت روزہ ''القلم'' پشاور

یہ بات نہایت افسوس اور حسرت کی ہے علمائے ربانی آئے روز اُٹھتے جارہے ہیں، اَصحابِ کمال سے دُنیا خالی ہوتی جارہی ہے، کسی باکمال شخصیت کا کوئی ایسا جانشین نہیں ملتا جو ان کا خلاپُر کرسکے۔ اُمت پر فتنوں کا زور ہے، اندرونی وبیرونی، خفیہ وظاہری سازشیں مسلمانوں کے اِیمان وعمل پر ڈاکا ڈالنے میں پوری قوت سے مصروف ہیں، اور جو لوگ ان فتنوں کی راہ میں رُکاوٹ ہیں اور ان کا وجود باعثِ خیر وبرکت ہے، وہ اپنے رَبّ کے مہمان بنتے جارہے ہیں۔ خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خان محمد نقشبندیؒ کندیاں شریف والے کا اِنتقال اُمتِ مسلمہ کے لئے بہت بڑا صدمہ ہے۔ آپؒ کی شخصیت محض اہلِ پاکستان ہی کے لئے نہیں، پورے عالمِ اسلام کے لئے باعثِ برکت تھی۔ آپؒ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے امیر مرکزیہ تھے۔ رُبع صدی سے زائد تحفظِ ختمِ نبوّت جیسا عظیم الشان مبارک کام آپؒ کی امارت وزیرِ قیادت دُنیا بھر میں جاری رہا، یوں معلوم ہوتا ہے کہ ختمِ نبوّت کے تحفظ کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپؒ کی ذاتِ بابرکات کو چن لیا تھا۔

حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور مولانا مفتی محمودؒ کے بعد آپؒ ہی نے اس محاذ کو سنبھالا اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے اس مشن کو بامِ عروج تک پہنچادیا۔ ۱۹۸۲ء میں آپؒ ہی کی زیرِ سرپرستی قادیانیوں کے گڑھ چناب نگر میں عظیم الشان بین الاقوامی تحفظِ ختمِ نبوّت کانفرنس منعقد ہوئی اور آج تک ہرسال یہ کانفرنس اسی انداز سے منعقد ہوتی ہے، جہاں ہزاروں، لاکھوں ختمِ نبوّت کے پروانے جمع ہوکر تحفظِ ختمِ نبوّت کے عزم کی تجدید کرتے ہیں۔ ملک وبیرونِ ملک جب بھی، کہیں بھی، قادیانیوں نے اِرتدادی سرگرمیوں کی کوشش کی، ختمِ نبوّت کے دیوانے آپؒ کی مشاورت ورہنمائی میں ان کا ایسا تعاقب کرتے کہ ان مرتدین کو اپنی جانوں کے لالے پڑجاتے۔ آپؒ نے ختمِ نبوّت کے تحفظ کے لئے ملک وبیرونِ ملک متعدد سفر کئے، قادیانیوں کے مرزا طاہر نے جب پاکستان سے فرار ہوکر برطانیہ میں پناہ لی اور وہاں اپنی اِرتدادی سرگرمیوں کا آغاز کیا تو آپؒ خود دیگر علماء کو ساتھ لے کر برطانیہ کے دورے پر گئے، جہاں جہاں ہوسکا عوامی اِجتماعات منعقد کئے اور وہاں کے مسلمانوں کو فتنۂ قادیانیت کے اِرتداد وکفر سے آگاہ کرکے ان کے اِیمان کا بچاؤ کیا۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کی شخصیت میں اللہ تعالیٰ نے حد درجہ جاذبیت اور محبوبیت ودیعت کی تھی، آپؒ تمام مکاتبِ فکر میں عزت واِحترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے، اور ہر دِینی جماعت کو آپؒ پر اِعتماد تھا، اسی اِعتماد کا نتیجہ تھا کہ جب بھی دِینی جماعتیں متحد ہوتیں، اس کے اِتحاد میں مرکزی کردار آپؒ ہی ہوتے۔ آپؒ کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ آپؒ دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہونے کے ساتھ سلسلۂ نقشبندیہ کے عظیم رُوحانی پیشوا تھے، آپؒ خانقاہِ سراجیہ کندیاں شریف کے تیسرے سجادہ نشین تھے، اپنے وقت کے بڑے بڑے اَصحابِ علم وفضل آپؒ کے حلقۂ اِرادت وبیعت میں داخل تھے۔ آپؒ کے اسی نقشبندی مجددی سلسلے کا اثر تھا کہ آپؒ نے عمر بھر محض خانقاہ نشین بن کر گوشۂ عافیت کو ترجیح نہ دی، بلکہ قوم وملت کے ہر اہم موقع پر میدان میں اُترے اور جو فتنہ بھی اُمت کے اِیمان وعمل پر ڈاکا ڈالنے کی کوشش کرتا، آپؒ اس کی راہ میں سدِ سکندری بن جاتے۔ افسوس کہ آپؒ ہم میں نہ رہے، اہلِ علم وفضل کا یوں ہمارے سروں سے اُٹھ جانا صرف حضرتؒ کے نسبی پسماندگان کے لئے ہی نہیں، تمام اسلامیانِ پاکستان واُمتِ مسلمہ کے لئے سانحۂ عظیمہ ہے۔

اللہ رَبّ العزت حضرت خواجہ صاحبؒ کے درجات کو بلند فرمائے اور آپؒ کے دِینی مشن کو تاقیامت قائم ودائم رکھے، آمین! (اداریہ ہفت روزہ ''القلم'' پشاور ۲۱رمئی ۲۰۱۰ء)

***

حضرت امیرِ مرکزیہ کے دورۂ افریقہ کی مفصل رپورٹ

مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ

۱۵ تا ۳۱؍اگست ۲۰۰۳ء دو ہفتے تک حضرت خواجہ صاحبؒ کا افریقہ کا دورہ ہوا، جس کی حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ نے رپورٹ لکھی۔ یہ رپورٹ اس ''اشاعتِ خصوصی'' میں شامل کی جارہی ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جنوبی افریقہ جہاں اس اعتبار سے مشہور ہے کہ اس کے بعض علاقہ دُنیا میں جنت نظیر ہیں اور وہاں کا قدرتی حسن اور خوبصورتی دِلوں کو بھاتی ہے، وہیں وہ اس اعتبار سے بھی غیر معمولی اہمیت کا حاصل ہے کہ وہاں کے مسلمان اپنے دِین اور اِیمان کے اِعتبار کے معاملے میں بہت زیادہ حساس ہیں اور چودھویں صدی کے اس ظلمت سے پُر ماحول اور مغربی تہذیب وتمدن اور کافروں کے درمیان گھرے ہونے کے باوجود اسلامی تشخص کو قائم رکھے ہوئے ہیں، اور انہوں نے اپنے گھروں کو ایک اسلامی قلعے کی حیثیت دی ہوئی ہے، اور اس میں اپنے اور اپنی نئی نسل کے اِیمان کی حفاظت کا بھرپور اِنتظام کیا ہے۔ مالی وسعت کے باوجود دِین پر اتنا تمسّک اور اِسلامی تشخص کی بقا، ان کی عظیم قربانیوں اور دِینِ اسلام سے ان کی محبت کا مظہر ہے۔ مسلمانوں کا ہر گھر اِسلامی ماحول اور معاشرے کا مکمل نمونہ نظر آتا ہے۔ مساجد اِسلام کی عظمت کا مظہرِ اَتم ہیں، جبکہ مدارسِ دینیہ دارالعلوم دیوبند اور جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی سی شان دِکھلاتے نظر آتے ہیں۔ تبلیغی جماعت کے ساتھ ان کی وابستگی خود ہندوستان کے مسلمانوں اور علمائے کرام سے زیادہ ہے، جبکہ جہاد کے میدان میں ان کے کارناموں کی مثال دُوسری جگہوں پر نہیں دیکھی جاسکتی۔ بوسنیا، فلسطین، افغانستان اور دیگر مظلوم مسلمانوں کی مصیبت پر ان کے دِل خون کے آنسو روتے ہیں اور ان کی اِمداد کے لئے وہ اپنی تجوریوں کے دروازے اور اپنی دولت کی

بوریاں کھول دیتے ہیں۔ مسلمانوں کی ہمدردی اور خیر خواہی کا یہ عالم ہے کہ ہندوستان کی کوئی پسماندہ بستی ایسی نہیں جہاں وہ اِمداد نہ پہنچاتے ہوں۔ افریقی ممالک اور بوسنیا اور ملاوی اور بنگلہ دیش وغیرہ میں اِمدادی کاموں کے ساتھ انہوں نے مدارس اور مکاتب کے جال پھیلائے ہوئے ہیں، خود افریقہ میں مسلمانوں کے معاشرے کی تشکیل میں اتنا اہم کردار ہے کہ تاریخ اس سے صَرفِ نظر نہیں کرسکتی۔ موجودہ دور کی ترقیات کے ساتھ مسلمانوں کا اپنے دِین پر قائم رہنا بہت مشکل کام ہوگیا ہے مگر جنوبی افریقہ کی یہ خصوصیت ہے کہ بڑی بڑی تجارت اور ریڈیو اِسلام اور موجودہ ٹیکنالوجی کو اِستعمال کرنے کے باوجود اس کی دِین داری یا اسلامی تشخص متأثر نہیں ہوتا۔ بڑے بڑے تاجروں نے اپنے بڑے بڑے اسٹوروں میں نماز کے لئے ہی کمرہ نہیں بنایا ہوا ہے، بلکہ اس میں ایک کلاس حفظ کی بنائی ہے، اور خود بھی اس میں دو تین گھنٹے مدرّس کی حیثیت سے بیٹھے نظر آتے ہیں۔ ریڈیو اِسلام موسیقی اور گانوں سے دُور ہونے کے باوجود ہر مسلمان گھر میں شوق و ذوق سے سنا جاتا ہے۔ مدارس کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے مسلم اسکولز قائم ہیں جہاں عصری تعلیم اسلامی ماحول میں دی جاتی ہے۔ اسکول کے ساتھ دو تین گھنٹہ اسلامی تعلیم لازمی ہے۔ عورتیں پردے میں کام کرتی نظر آتی ہیں۔ علمائے کرام اور مسلمانوں کے درمیان محبت اور اِعتماد کا عظیم رشتہ ہے، غرض ان کا اسلام نہ ترقی کی راہ میں کوئی رُکاوٹ ہے اور نہ ہی ترقی ان کو اِسلام سے دُور کرتی ہے اور میرے خیال میں اس کے اہم اسباب میں ایک ان حضرات اور مسلمانوں کا علمائے کرام سے مضبوط رشتہ اور دُوسرا جمعیت علمائے افریقہ اور دِینی مدارس کا موجودہ حالات کے مطابق کام کرنا، خاص کر جمعیت علمائے افریقہ کے انداز اور کام سے کوئی شخص متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

علمائے کرام کے اس تعلق اور مضبوط رشتہ اور عقیدت کی بنا پر ہندوپاک کی کوئی قابلِ ذکر ہستی یا بزرگ ایسے نہیں جن کو ان حضرات نے اپنے یہاں مدعو نہ کیا ہو۔ محدث العصر حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوریؒ، مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، حکیم الامت مولانا قاری محمد طیبؒ، مولانا مفتی محمود گنگوہیؒ، مفتی محمودؒ و جمعیت علمائے اسلام پاکستان، مولانا سیّد محمد اَسعد مدنی، حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ، حضرت مولانا اِنعام الحسنؒ، مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ، اِمامِ اہلِ سنت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ، مولانا مفتی نظام الدین شامزئی، مولانا سعید احمد پالن پوریؒ وغیرہ جیسے تمام اکابر مختلف اوقات میں بارہا تشریف لائے۔

اسی جذبے کے تحت جمعیت علمائے افریقہ کے رہنماؤں مولانا عباس جینا، مولانا محمد اَیوب، مولانا محمد اِسماعیل بھامجی، مولانا ظہیر احمد راگی، مولانا اِبراہیم بھام، مولانا محمد داوٗد، عزیزم زبیر وید، محمد حسین راگی، دارالعلوم زکریا کے مولانا شبیر احمد سالوجی، شیخ الحدیث مولانا رضاء الحق، مولانا علاء الدین

افغانی، صوفی محمد اِبراہیم وغیرہ ہر ملاقات اور دورے کے موقع پر اس خواہش کا اظہار کرتے تھے کہ شیخ المشائخ مولانا خواجہ خان محمد صاحب کی تشریف آوری سے افریقہ میں بہت زیادہ رُوحانی فائدہ ہونے کا اِمکان ہے، جبکہ ختمِ نبوّت کے کام کے سلسلے میں بھی علمائے کرام کو ترغیب دی جائے، جب افریقی ممالک میں یہ علمائے کرام براہِ راست کام کریں گے تو قادیانیت کا راستہ روکنے میں بہت زیادہ معاونت کا اِمکان ہے۔ ادھر شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خواجگان خان محمد دامت برکاتہم کی مصروفیت میں سے وقت نکالنا ایک اہم مسئلہ تھا۔ ختمِ نبوّت کانفرنس لندن میں ایک ماہ اور پاکستان میں مختلف ختمِ نبوّت کانفرنسوں کے علاوہ مدارس کی سرپرستی، مدارس کے اِبتدائی و اِختتامی جلسوں میں شرکت، رُوحانی طور پر پورے پاکستان میں خانقاہی نظام کے تحت دورے اور خود خانقاہ میں ہر وقت سینکڑوں مریدین کی آمد اور ماہِ رمضان المبارک میں ہزاروں مریدین اور خلفاء کا اجتماع اور ان کے لئے رُوحانی تربیت کے اہتمام کے ساتھ ساتھ جمعیت علمائے اسلام کی سرپرستی اور کاموں کی مسلسل نگرانی وغیرہ کی مصروفیت میں کسی نئی جگہ کے لئے وقت نکالنا مشکل ترین مرحلہ تھا، اس بنا پر کئی سالوں سے یہ مسئلہ ٹلتا رہا اور جنوبی افریقہ کے مسلمانوں کی یہ خواہش پوری نہیں کی جاسکی۔ حج سے قبل صاحبزادگان مولانا خلیل احمد اور بھائی سعید احمد سے اِصرار کے ساتھ درخواست کی تو انہوں نے حج کے بعد پروگرام بنانے کی حامی بھرلی۔

دارالعلوم زکریا افریقہ کے مدیر مولانا شبیر احمد سالوجی سے تذکرہ کیا تو انہوں نے فوری طور پر حضرتِ اقدس اور چاروں صاحبزادگان کا اسپانسر بنا کر بھیج دیا۔ جس کے ذریعے ویزے لگوائے گئے۔ جولائی میں جب حضرتِ اقدس کا لندن جانے کا پروگرام تشکیل پایا تو مشورہ ہوا کہ لندن سے ہی افریقہ کے سفر کا نظم بنالیا جائے مگر اس پروگرام میں کچھ مسائل کی بنا پر فیصلہ ہوا کہ لندن سے واپسی کے بعد حضرتِ اقدس ایک ہفتہ خانقاہ تشریف فرما ہوں، تو اس کے بعد ۱۵؍اگست سے ۳۱؍اگست تک کا وقت افریقہ کے لئے مخصوص کردیا جائے۔ اس پروگرام کی اطلاع پر جمعیت علمائے افریقہ کے مولانا ظہیر احمد راگی صاحب نے پروگرام ترتیب دیئے، انہوں نے مولانا شبیر احمد سالوجی، مولانا رضاء الحق کی مشاورت سے پندرہ روزہ پروگرام ترتیب دے دیئے۔

۱۵؍اگست کو صبح ساڑھے تین بجے اِمارات ایئرلائن کی فلائٹ سے حضرت قبلہؒ لاہور سے صاحبزادہ عزیز احمد، صاحبزادہ سعید احمد، صاحبزادہ نجیب احمد کے ہمراہ دُبئی پہنچ گئے، جبکہ راقم الحروف ۱۵؍اگست کو کراچی سے اِمارات ایئرلائن کے ذریعے دُبئی پہنچ گیا۔ صبح ساڑھے سات بجے حضرتِ اقدس سے دُبئی ایئرپورٹ پر ملاقات ہوئی۔ دس بجے دُبئی سے جوہانسبرگ کے لئے اِمارات ایئرلائن کے جہاز نے پرواز کا آغاز کیا مسلسل آٹھ گھنٹے کے سفر کے بعد ۵ بجے شام کو جوہانسبرگ ایئرپورٹ پر اُترے۔

ایک گھنٹے میں امیگریشن اور سامان وغیرہ سے فارغ ہوکر باہر آئے تو جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے فاضل اور حضرت بنوریؒ کے خادمِ خاص اور جامعہ کے سابقہ نائب مہتمم مولانا محمد بن اِسماعیل بھاجی، جمعیت علمائے افریقہ کے جنرل سیکریٹری اور تعلیمی بورڈ کے سربراہ مولانا محمد اَیوب (حضرت مولانا اَسعد مدنیؒ کے خلیفہ) دارالعلوم زکریا کے شیخ الحدیث مولانا رضاء الحق، جامعہ کے مہتمم مولانا شبیر احمد سالوجی، اُستاذِ حدیث مولانا علاء الدین، جمعیت علمائے افریقہ کے سیکریٹری مولانا ظہیر احمد راگی، خازن مولانا محمد داؤد، مدرسہ محمودیہ کے سربراہ مولانا صوفی محمد اِبراہیم بھاجی، مولانا حبیب الرحمٰن مردانی، حضرتِ اقدس کی زیارت کے لئے بے تاب کھڑے ہوئے تھے۔ حضرتِ اقدس سے مصافحہ اور معانقہ کے بعد چونکہ ظہر کی نماز جہاز میں نہیں پڑھی جاسکی تھی اور عصر کا وقت بھی ختم ہونے والا تھا، اس لئے فوری طور پر جوہانسبرگ میں جمعیت علمائے افریقہ کی کوششوں سے قائم کردہ مسجد میں جاکر ظہر اور عصر کی نماز ادا کی، اس دوران مغرب کا وقت ہونے کی وجہ سے دس منٹ انتظار کرکے مغرب کی نماز اَدا کی اور اس کے بعد مولانا ظہیر احمد راگی کی قیام گاہ پر پہنچے، چونکہ مولانا ظہیر احمد راگی میزبان تھے، اس لئے ان کے گھر پر ہی حضرت کے قیام کا انتظام کیا گیا تھا۔ مولانا شبیر احمد اور مولانا رضاء الحق صاحب بھی عشائیہ میں شرکت کے لئے وہیں تشریف لائے اور بعض دیگر اَحباب بھی جمع تھے۔

۱۶؍اگست کو جمعیت علمائے افریقہ کے معاون جناب نذیر بڈھاتی کے یہاں ناشتے کے لئے گئے۔ نذیر بڈھانی کے والد صاحب حضرت بنوریؒ، حضرت مدنیؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ، قاری محمد طیبؒ اور دیگر علمائے کرام سے بہت زیادہ عقیدت و محبت رکھتے تھے اور ان کے ایک صاحبزادے مولانا عمران بڈھانی بنوری ٹاؤن کے فاضل ہیں اور بوسنیا، ملاوی، ازبکستان وغیرہ میں مدارس و مساجد کے قیام اور قرآنِ کریم کی تقسیم کے سلسلے میں اس خاندان کی اہم خدمات ہیں۔ ناشتے کے دوران مختلف رفاہی اُمور پر مشاورت ہوئی، اس کے بعد آزادول کے علاقہ میں مدرسہ عربیہ آزادول میں پروگرام تھا، اس لئے سیدھے وہیں چلے گئے۔ مدرسے کے مہتمم مولانا عبدالحمید صاحب، جو کہ دیوبند کے فاضل اور حکیم اختر مدظلہٗ کے خلیفہ ہیں، نے حضرت کا استقبال کیا، بعد اَزاں اساتذۂ کرام سے ایک گھنٹہ تفصیلی گفتگو ہوئی۔ حضرتِ اقدس کی طرف سے راقم الحروف نے چند نصائح کیں اور حضرتِ اقدس نے دُعا فرمائی۔...... آزادول کا مدرسہ بہت ہی خوبصورت انداز میں تعمیر کیا گیا ہے، مدرسہ میں چھ سو طلباء ہیں حضرت مولانا فضل الرحمٰن اعظمی شیخ الحدیث ہیں۔ بنوری ٹاؤن کے فاضل مولانا عبداللہ پاپا کتب خانہ اور مکتبہ کے مدیر ہیں۔ بہت ساری کتابوں کو انگریزی کے سانچے میں ڈھال کر خوبصورت انداز میں شائع کرکے یورپ، انگلینڈ اور افریقی ممالک کی ضرورت پوری کررہے ہیں۔ آج کل تفسیرِ عثمانی پر کام ہورہا

ہے۔ دس پارے شائع ہو چکے ہیں جبکہ اس دن سورۂ نصر کا ترجمہ جاری تھا۔ صاحبزادہ مولانا عزیز احمد صاحب نے مہتمم صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت نے طلبہ کے لئے درسی انداز میں سوال و جواب کی صورت میں رَدِّ قادیانیت اور عقیدۂ ختمِ نبوّت کی اہمیت و افادیت پر ایک کتاب تیار کی ہے جس کو پاکستان کے جید علمائے کرام مولانا عبدالمجید کہروڑ پکا، مولانا مفتی نظام الدین شامزئی، مولانا سعید احمد جلال پوری نے تفصیل سے دیکھا ہے، جبکہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے اراکینِ عاملہ نے بھی اس کا مطالعہ کیا اور گزشتہ اجلاس میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے اس کی منظوری دے دی ہے، اب درجے کا تعین باقی ہے، ہماری کوشش ہے اور علمائے کرام کی ضرورت بھی ہے کہ انگلینڈ اور افریقی ممالک اور امریکا وغیرہ میں بھی یہ کتاب شاملِ درس کی جائے۔ انگلینڈ والوں نے کہا کہ اس کا ترجمہ کردیا جائے تو شامل کی جاسکتی ہے، مگر پاکستان میں ترجمہ کرانے کی صورت میں انگریزی کا معیار انگلینڈ، افریقہ اور امریکا والوں کے لئے مناسب نہیں ہوتا، اس کا ترجمہ آپ یہاں کروادیں۔ مولانا عبدالحمید صاحب نے رضامندی کرتے ہوئے مولانا عبداللہ پاپا کے ذمہ لگایا کہ اس کا اہتمام کیا جائے۔ فوری طور پر دفترِ ختمِ نبوّت کراچی میں مولانا نذیر احمد تونسوی، مولانا سعید احمد جلال پوری، بھائی سیّد اطہر عظیم کو مطلع کیا اور ای میل کے ذریعے یہ کتاب منگواکر مدرسہ آزاددل کی انتظامیہ کو ترجمہ کے لئے حوالہ کردی گئی۔ نمازِ ظہر مدرسہ آزاددل کی بڑی خوبصورت جامع مسجد میں ادا کی جہاں پر ۶۰۰ مہمانانِ رسول کی خوبصورت صف بندی سے ایک رُوحانی فضا اور دِلکش منظر عجیب لطف دے رہا تھا۔ طلبہ کی سنت کے مطابق ہیئت اور عماموں سے مزین چہرے نور برساتے نظر آرہے تھے۔ نماز کے بعد مولانا عبداللہ پاپا نے ظہرانہ کا اہتمام کیا تھا۔ آرام کے بعد عصر کی نماز کی ادائیگی کے بعد جامعہ بنوری ٹاؤن کے پہلے افریقی فاضل اور جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے نائب رئیس حضرت اقدس مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کے سفر و حضر کے رفیق اور مشیر خاص مولانا محمد بن اِسماعیل بھامجی کے عشائیہ میں شرکت کے لئے پہنچے۔ مغرب کی نماز اَدا کی، مغرب کے بعد حضرت مولانا سیّد محمد اَسعد مدنی کے صاحبزادے، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے پوتے، جمعیت علمائے ہند کے سیکریٹری جنرل مولانا محمود مدنی، مولانا محمد اَیوب کے ہمراہ تشریف لائے۔ مولانا بھامجی نے حضرتِ اقدس مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کا تذکرہ چھیڑ دیا اس پر حضرتِ اقدس مدظلہٗ نے فرمایا کہ: میں نے اِبتدائی تعلیم خانقاہ میں حضرتِ اقدس مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ اپنے شیخ سے حاصل کی، بعد اَزاں صَرف و نحو سے لے کر درجہ سادسہ تک کی تعلیم مدرسہ عزیزیہ بھیرہ میں حضرت مولانا عبدالحق، مولانا محمد قاسم صاحب سے حاصل کی، مولانا عبدالواحد صاحب اس مدرسہ کے مہتمم تھے۔ بعد اَزاں حضرتِ اقدس مولانا عبداللہ صاحبؒ نے دارالعلوم دیوبند بھجوادیا، وہاں

موقوف علیہ کے لئے میرا داخلہ ہوگیا، لیکن ساتھیوں کا داخلہ نہ ہوسکا، جس کی بنا پر میں نے ساتھیوں کو چھوڑنا گوارا نہ کیا، اس زمانے میں ڈابھیل کی انتظامیہ کی جانب سے دیوبند میں داخلہ نہ ملنے والے طلبہ کو ڈابھیل میں نہ صرف داخلہ بغیر اِمتحان کے دیا جاتا تھا، بلکہ ڈابھیل آمد و رفت کا کرایہ بھی مہیا کیا جاتا تھا، کیونکہ غریب طلبہ کے پاس اتنے دُور جانے کا کرایہ نہیں ہوتا تھا، میرے ساتھی طلبہ کو ڈابھیل والوں نے ڈابھیل میں داخلہ دے دیا، میں بھی ان کے ساتھ ڈابھیل چلا گیا اور وہاں پر موقوف علیہ کی تعلیم شروع کردی، شیخ الحدیث و مہتمم حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ تھے، جبکہ اساتذۂ حدیث حضرت مولانا بدر عالمؒ، حضرتِ اقدس مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ، مولانا محمد اِدریس کاندھلویؒ تھے۔ مشکوٰۃ اوّل مولانا بدر عالمؒ سے اور مشکوۃ ثانی مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ سے پڑھی، دیگر کتب دیگر اساتذۂ کرام سے پڑھیں۔

۱۹۶۰ء میں دورۂ حدیث کا داخلہ دارالعلوم دیوبند میں لیا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ نے پہلے دِن سبق کا آغاز فرمایا، تو اسی رات ان کی گرفتاری عمل میں آئی۔ اس بنا پر حضرت مدنیؒ سے صرف ایک دِن شرفِ تلمذ حاصل ہوسکا۔ اس لئے ہفتہ عشرہ تک ترمذی و بخاری شریف کا درس موقوف ہوگیا۔ ابوداوٗد شریف شیخ الادب مولانا اِعزاز علیؒ سے اور مسلم شریف مولانا محمد اِبراہیم بلیاویؒ سے پڑھی، شمائل بھی شیخ الادب سے پڑھی۔ دارالعلوم دیوبند کے شاگردوں نے مولانا محمودالحسن امروہیؒ کو ترمذی و بخاری کے لئے بلایا، اور اس طرح اس سال بخاری اور ترمذی ان سے مکمل کی، اور دیوبند کے امتحان میں کامیابی حاصل کرکے خانقاہ واپس آکر تدریس کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ حضرتِ اقدس مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ سے اسی وقت سے عقیدت و محبت پیدا ہوگئی تھی، وہ اَب تک اسی طرح قائم ہے۔ مولانا محمود مدنی نے حضرتِ اقدس شیخ المشائخ کو دارالعلوم دیوبند آنے کی دعوت دیتے ہوئے کہا کہ دسمبر میں دارالعلوم کی مسجد جامع مسجد الرشید کا افتتاح ہونا ہے، اس میں بیت اللہ شریف کے اِمام کو دعوت دی جارہی ہے۔ وزیرِاعظم واجپائی نے اس کی منظوری دے دی، اس پر وزارتِ خارجہ کے توسط سے سعودی عرب کی وزارتِ خارجہ کی معرفت اِجازت دی جائے گی، اگر جلدی منظور ہوگئی تو دسمبر میں اس کا افتتاح ہوگا۔ حضرتِ اقدس مدظلہٗ نے یہ دعوت منظور کرلی۔ اکابر کے تذکرے کے بعد حضرتِ اقدس مدظلہٗ نے دُعا کرائی اور اس کے بعد یہ قافلہ دارالعلوم زکریا روانہ ہوگیا، کیونکہ وہاں پر وفاق المدارس العربیہ افریقہ کا اجلاس تھا، اور مختلف مدارس کے اربابِ اہتمام آئے ہوئے تھے۔ عشاء کی نماز مولوی افروز نے پڑھائی، بہت ہی خوبصورت تلاوت اور حضرتِ اقدس اور علمائے کرام کی توجہات سے تلاوت کی حلاوت میں مزید اِضافہ ہوگیا تھا۔ عشاء کے بعد مولانا عبدالحمید صاحب آزاد دل، مولانا ہارون ڈربن، مولانا فیاض الرحیم نیوکاسل، مولانا محمد اشرف، مولانا شبیر احمد، مولانا رضاء الحق، مولانا علاء الدین اساتذہ مدرسہ زکریا وغیرہ

نے حضرت سے ملاقات کی۔ راقم الحروف نے حضرتِ اقدس کا مختصر تعارف کرایا۔ بعد اَزاں حضرت نے تھوڑی دیر توجہات فرمائی۔ چائے نوش کی اور دُعا فرمائی اور آرام کے لئے مولانا ظہیر احمد راگی کے گھر کے لئے روانہ ہوئے۔

۱۷/اگست بروز اتوار کو صبح ساڑھے آٹھ بجے عزیزان محمد حسین، محمد زبیر ویدکی رہبری میں صوبہ نٹال کے ایک ہفتے کے دورہ پر لیڈی اسمتھ کی طرف روانگی ہوئی۔ ۱۲ بجے لیڈی اسمتھ پہنچے۔ جامع مسجد دارالقرآن میں مولانا محمد سلیم کریم فاضل جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن اور مولانا عبدالرزاق فاضل دیوبند واَز ہر مصر مولانا محمد اِسماعیل، مولانا محمد سلیم پریدا، مولانا یوسف سید، حافظ عمر، فاروق مبشر اور مقامی مسلمانوں نے استقبال کیا۔ ظہر کی نماز کے بعد راقم الحروف نے حضرت قبلہ کی جانب سے مسلمانوں کو نصیحت کی، اس کے بعد مولانا عبدالرزاق کے قائم کردہ مدرسہ برائے نومسلم افریقی سیاہ فام، میں گئے۔ ماشاء اللہ عرصہ بیس سال سے مولانا عبدالرزاق اس غریب اور پسماندہ علاقے میں سیاہ فام لوگوں کو مسلمان کر کے ان کو حفظِ قرآن اور درسِ نظامی کی تعلیم کے ساتھ علومِ عصریہ سے بھی مزین کر رہے ہیں، طلبہ سے ملاقات ہوئی۔

ظہرانہ اور کچھ دیر آرام کے بعد مولانا سلیم کریم کے ہمراہ نیوکاسل کی طرف روانگی ہوئی، راستے میں مولانا سلیم کریم کے بھائی کے قائم کردہ نومسلموں کے مدرسے میں دُعا کی۔ مغرب سے قبل دارالعلوم اسلامیہ نیوکاسل پہنچے تو دارالعلوم کے مہتمم مولانا قاسم میتھا، مولانا فیاض الرحیم فاضل جامعہ خیر المدارس، مولانا محمود اکرم، مولانا عبدالرشید گوگا فاضل جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن، حافظ یوسف کالا، مفتی شاہد حسن، مولانا عبدالصمد فاضل جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن، مولانا نعیم اللہ، مولانا محمد اِسماعیل آکو، صادق بھائی، مولانا موسیٰ ہاتھیا خطیب ٹاؤن مسجد، مولانا باشا اور طلبہ نے حضرتِ اقدس شیخ المشائخ کا استقبال کیا۔ مغرب کے بعد اساتذۂ کرام سے تفصیلی گفتگو ہوئی اور حضرتِ اقدس کی جانب سے اساتذہ کو نصیحتیں کیں۔ مولانا محمد قاسم نے حضرتِ اقدس کو بتایا کہ ۱۹۳۹ء میں وہ بھی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تعلیم حاصل کر رہے تھے اور ان کی عمر بھی تقریباً حضرت کی عمر کے برابر ہی ہے۔ ۲۵ سال قبل انہوں نے یہ دارالعلوم قائم کیا۔ اس طرح جنوبی افریقہ کے اوائل مدارس میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ حضرتِ اقدس مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ اور دیگر علمائے کرام یہاں تشریف لاتے رہے ہیں، اس بنا پر میری درخواست پر جمعیت علمائے افریقہ نے دو دِن آپ کے مرحمت فرمائے ہیں، آپ کی تشریف آوری سے اِنشاء اللہ علمائے کرام اور طلبہ کو بہت زیادہ رُوحانی فیض حاصل ہوگا، اور آپ کی دُعاؤں سے اس مدرسے کو ترقیات نصیب ہوں گی، اس وقت دارالعلوم میں تقریباً ساڑھے تین سو طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ دورۂ حدیث

تک تعلیم ہے، انگریزی میں تعلیم دی جاتی ہے، ۲۵ ممالک کے طلبہ شریکِ درس ہیں، جن میں اکثر شوافع ہیں، ظہر تک پڑھائی ہوتی ہے، جبکہ حفظ کی تعلیم شام تک رہتی ہے۔ مدرسے کی عمارت بہت خوبصورت ہے، جبکہ دارالانام بھی جدید سہولتوں سے مزین ہے۔ مسجد بھی بہت ہی خوبصورت اور دیدہ زیب ہے۔

۱۸/اگست پونے دس بجے مسجد دارالعلوم میں طلبہ کا اجتماع ہوا، حضرتِ اقدس کی تشریف آوری کے بعد مولانا فیاض الرحیم نائب مہتمم نے حضرتِ اقدس کا تعارف کرایا، بعد اَزاں طلبہ کو راقم الحروف نے کچھ نصیحتیں کیں اور اکابر کے طرز پر تعلیم حاصل کرنے اور تعلیم کی اِشاعت کے لئے مشن کے طور پر کام کرنے کی ترغیب دی، اور اپنے اپنے ملکوں میں قادیانیت کی سرگرمیوں پر نگاہ رکھنے کی تلقین کی۔ حضرتِ اقدس نے طلبہ کی کامیابی اور مدرسے کی ترقیات کے لئے دُعا فرمائی اور ایک ایک طالبِ علم نے حضرت سے مصافحہ کیا۔ بعد نمازِ عصر اِسلامک کالج میں شعبۂ اِسلامیات سے وابستہ علمائے کرام اور اساتذۂ کرام اور پرنسپل سے راقم الحروف نے تفصیلی بات چیت کی، اور اقرأ کے نظامِ تعلیم سے آگاہ کرتے ہوئے تعلیمی معاملات پر بعض مشورہ دیئے۔ بعد نمازِ مغرب اساتذۂ کرام سے مختصر سی بات چیت ہوئی۔ مولانا فیاض الرحیم نے حضرتِ اقدس سے اجازت حدیث حاصل کی۔ بعد نمازِ عشاء جامع مسجد دارالعلوم میں مسلمانوں کا اِجتماع ہوا، جس میں راقم الحروف نے تفصیلی بیان کیا اور حضرتِ اقدس نے دُعا فرمائی۔

۱۹/اگست ۸ بجے دارالعلوم نیوکاسل سے روانگی ہوئی، مولانا قاسم سیما، مولانا فیاض الرحیم، مولانا عبدالصمد، مولانا عبدالرشید گوگا نے پُرتپاک انداز میں رُخصت کیا، دس بجے لیڈی اسمتھ پہنچے، جہاں سے مولانا سلیم کریم کے ہمراہ پیٹرل میرز برگ کے لئے روانہ ہوئے۔ ۱۲ بجے مدرسۃ النور المقفوضین پہنچے، جہاں مدرسے کے منتظم مولانا حسن عبدالقادر مرچی فاضل فلاحِ دارین تھکیسر انڈیا، مولانا زاہد فاضل دارالعلوم زکریا، شیخ حسین ہاشی صومالیہ فاضل دارالعلوم نیوکاسل نے حضرتِ اقدس کا خیرمقدم کیا۔ مولانا حسن مرچی پیٹرل میرز برگ میں حضرتِ اقدس کے جمعیت علمائے اسلام کی طرف سے میزبان تھے، ظہرانہ کے بعد ان کا مدرسہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ عجیب وغریب انداز میں کام کررہے ہیں، ۱۹۸۶ء میں یہ اِدارہ قائم کیا، جس کا مقصد جدید طریقۂ تعلیم کے مطابق نابیناؤں کی تعلیم کا انتظام تھا۔ بیرل طرزِ تعلیم کے مطابق اس وقت بیس نابینا بچے تعلیم حاصل کررہے ہیں، اس سال ایک طالبِ علم بخاری شریف کی تعلیم کی تکمیل کررہا ہے، جبکہ حفظِ قرآن اور درسِ نظامی کی تمام کتب کی تکمیل ہوچکی ہے۔ ایک طالبِ علم درجہ ثالثہ کی کتب پڑھ رہا ہے، جبکہ دیگر بچے اور بچیاں قرآنِ کریم اور دیگر اِسلامی کتب کی تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ حضرتِ اقدس نے ایک بچے سے قراءۃ الراشدہ کی عبارت سنی، جبکہ بخاری والے بچے نے پہلے سورۂ یوسف کی چند آیات کی پُرسوز آواز میں تلاوت کی تو بے ساختہ آنسو جاری ہوگئے۔ بعد میں اس نے ایک

حدیث بخاری شریف کی پڑھ کر سنائی۔ عجیب انداز سے مولانا نے درسِ نظامی کی تمام کتابوں کو''بریل'' کی شکل میں مرتب کیا ہے، جبکہ آڈیو کیسٹ کے ذریعے پوری دُنیا میں پھیلے ہوئے نابیناؤں کو تعلیم دیتے ہیں۔ کمپیوٹر کے ذریعے کیسٹ فیڈ کر کے ای میل کر کے نابیناؤں کی تعلیم کا انتظام کرتے ہیں۔ جبکہ مدرسے میں پڑھنے والے بچے کمپیوٹر کا استعمال بھی کر سکتے ہیں۔ ہاتھوں کی انگلیوں کو کاغذ پر پھیر کر عبارت پڑھتے ہوئے طالبِ علم کو دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ پڑھنے والا جیسے دیکھ کر پڑھ رہا ہو۔ چھوٹی چھوٹی نابینا بچیاں بھی اسی انداز میں تعلیم حاصل کر رہی تھیں۔ مولانا اور ان کی اہلیہ اس تعلیم میں خصوصی مہارت کے حامل ہیں اور دونوں نے اپنے آپ کو اس خدمت کے لئے وقف کیا ہوا ہے۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ سے ان کا اصلاح کا تعلق تھا، اور اب مولانا رابع حسنی سے اصلاح کا تعلق ہے۔ مولانا کی ذات میں رائے پور کا رنگ غالب ہے۔ بعد نمازِ عشاء جامع مسجد پیٹر میرز برگ میں حضرتِ اقدس کے بیان کا اعلان تھا، حسبِ سابق راقم الحروف نے تفصیلی بیان کیا اور حضرتِ اقدس نے دُعا کی۔ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے فضلاء مولانا عبدالقادر عثمان، مولانا عبدالرؤف، مولانا محمد صادق، مولانا عبدالرحمٰن اس اِجتماع میں آئے تھے۔ بہت ہی اچھے انداز میں دِینی خدمات انجام دے رہے ہیں، جامعہ کے ایک اور فیض یافتہ اور حضرتِ اقدس مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کے متعین کردہ مولانا نورالحق صاحب سے بھی تفصیلی ملاقات ہوئی۔ حضرت مولانا حکیم اختر صاحب کی خلافت سے سرفراز ہیں، بہت اچھے انداز میں مدرسہ قائم کر کے دِینی علوم کی اشاعت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ مولانا عبدالقادر عثمان نے بتایا کہ ان کا مسلم اسکول اس علاقے کے پہلے دس ممتاز اسکولوں میں شامل ہے، اور اس اسکول کی وجہ سے دُوسرے اسکولوں کے بُرے اثرات سے مسلمان بچے اور بچیاں محفوظ ہوگئے ہیں۔ مولانا حسن مرچی نے بتایا کہ اگر مسلم اسکول نہ ہوتا تو میں کسی صورت میں بھی اپنی بچیوں کو افریقہ کے اسکول میں بھیجنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ مسلم اسکولز میں پردے کے اہتمام کے ساتھ اسلامی ماحول میں عصری تعلیم کا بہترین انتظام کیا گیا ہے۔ جمعیت علمائے افریقہ کا یہ کارنامہ تاریخ میں سنہری حروف میں محفوظ رہے گا۔ مسلمانوں میں اسلامی تہذیب کے پختہ اثرات ہر فرد کو دیکھ کر محسوس ہوتے ہیں، بڑے بڑے ماڈرن گھروں میں ایشین ٹائلٹ اور اس کے ساتھ وضو کی جگہ اِحساس دلاتا ہے کہ ہر گھر میں نماز بہت پابندی سے ادا کی جاتی ہے۔ مسلمان بچیاں عبا پہنے دُور سے ممتاز اور اِسلامی تہذیب وتمدن کی تبلیغ کرتی نظر آتی ہیں۔

۲۰/اگست بروز بدھ صبح آٹھ بجے مولانا حسن عبدالقادر مرچی کے ہمراہ ڈربن کی طرف روانہ ہوئے، راستے میں حاجی عبدالرشید موسیٰ کی عیادت کی، جو بہت ضعیف اور بیمار تھے۔ مدرسہ انعامیہ

کمپرداؤن میں تھوڑی دیر دُعا کے لئے رُکے۔ مدرسے کے مہتمم مولانا محمود مدنی ڈیسائی نے اساتذہ کرام کا پُرتپاک استقبال کیا۔طلبہ مدرسے کی مسجد میں جمع تھے۔حضرتِ اقدس کی طرف سے راقم الحروف نے کچھ نصیحتیں کیں اور علمائے کرام سے قادیانیت اور عیسائیت کی خلافِ اسلام دُشمن سرگرمیوں کے خلاف کام کرنے کی اپیل کی۔مولانا محمود مدنی نے دارالعلوم فیصل آباد مفتی زین العابدین کے یہاں دورۂ حدیث مکمل کیا اور پھر یہاں پر مدرسہ قائم کیا۔ایک سوتیس طلبہ تعلیم حاصل کررہے ہیں۔دورۂ حدیث تک تعلیم ہوتی ہے۔مولانا ہارون فاضل بنوری ٹاؤن شیخ الحدیث ہیں۔ بہت ہی اچھے انداز میں مدرسہ خدمات انجام دے رہا ہے۔ اکابر علمائے کرام کی تشریف آوری ہوتی ہے۔مولانا محمود مدنی کے ہمراہ ڈربن روانگی ہوئی جمعیت علمائے اسلام کے دفتر میں علمائے کرام کا اجلاس تھا۔دفتر جمعیت علمائے نٹال پہنچے تو دفتر کے منتظم مولانا احمد کتابا، فاضل بنوری ٹاؤن، قاضی شبیر احمد، شیخ ارشاد وغیرہ نے خیر مقدم کیا۔ صاحبزادہ مولانا عزیز احمد نے دفتر کے مختلف شعبوں کا معائنہ کیا،مولانا احمد کتابا نے بتایا کہ جمعیت کے تحت مسلم اسکول اور مختلف مدارس میں جمعیت کا تیار کردہ اسلامک کورس پڑھایا جاتا ہے،جس میں فقہ، تجوید، تفسیر، حدیث اور اخلاقیات، دُعاؤں پر مشتمل کتب انگریزی میں تیار کی گئیں ہیں، جبکہ مختلف چارٹ کے ذریعے عبادات کو ذہن نشین کرانے کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے،اس کے علاوہ دارالافتاء بھی قائم ہے، جبکہ مختلف ملکوں میں مدارس قائم ہیں۔ پانچ خواتین عالمات کا تقرر کیا گیا ہے، جو زوجین کے درمیان اختلافات کی صورت میں عورتوں کو سمجھاتی ہیں۔مختلف رفاہی کام اس کے علاوہ ہیں۔گزشتہ بیس پچیس سال سے مختلف اَحکام کے سلسلے میں افریقہ اور بیرون ملک کے علمائے کرام کے فتاویٰ کا ریکارڈ بھی موجود ہے۔گیارہ بجے تک ڈربن کے علمائے کرام جمع ہوگئے،جس میں مولانا سلمان ندوی،مولانا محمد فاروق،مولانا مفتی اِبراہیم سالیجی،مولانا محمد ہاشم،مفتی زبیر بھیات،مولانا یونس عثمان،مولانا احمد عزیز محمد، مولانا عزیز عباس پٹیل،مولانا عبدالرحیم خان،مولانا عبدالرحمٰن خان، قاضی شبیر،مولانا احمد چوہان، شیخ ورشا،مولانا محمد جنید،مولانا احمد کتابا وغیرہ قابلِ ذکر علمائے کرام شامل تھے۔مولانا مفتی زبیر بھیات نے جمعیت علمائے نٹال اور مدارس نٹال کی خدمات پر تفصیلی روشنی ڈالی،جبکہ مولانا سلمان ندوی نے افریقی ممالک کے حالات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ جنوبی افریقہ کی خصوصیت یہ رہی ہے کہ یہاں کے مسلمان زیادہ تر اہلِ سنت والجماعت کے ساتھ متعلق رہے ہیں،اور رَوافض اور دیگر باطل فرقوں کا یہاں کوئی تصور تک نہیں۔کچھ عرصہ قبل دیوبندی، بریلوی جھگڑوں کی کوشش کی گئی لیکن دونوں طرف کے علمائے کرام نے اس کو ناکام بنادیا، لیکن اب گزشتہ دو چار برسوں سے ایران کی حکومت، جس کی ریاست کی بنیاد ہی شیعیت پر قائم ہے اور وہ حکومت اس سلسلے میں متعصب ہے، اور افریقہ میں روافض کی اِشاعت

کے لئے اس نے اپنی تجوریوں کے دروازے کھول دیئے ہیں، اور وہ نومسلموں کو اپنے دام میں پھنسانے کے لئے مختلف ہتھکنڈے اختیار کررہے ہیں۔ دوسو افراد کو قم میں لے جا کر تعلیم دی جارہی ہے، اس وجہ سے اب بعض مقامات میں ان لوگوں نے پاکستان، ہندوستان کی طرح نہ صرف ماتم کا آغاز کیا ہے، بلکہ بعض مساجد اور علاقوں میں گڑبڑ کا بھی پروگرام بنایا ہے، جس کی وجہ سے فرقہ واریت کا اندیشہ ہے، اس لئے ضروری ہے کہ مثبت انداز میں اس کا سدِباب کیا جائے، اور نوجوان نسل، خاص کر ان اسکولوں میں پڑھنے والے طلبہ کو صحیح عقائد سے روشناس کرایا جائے تاکہ وہ ان کا شکار نہ ہوسکیں، اور اس ملک میں فرقہ واریت کی فضا نہ بنے۔ صاحبزادہ عزیز احمد صاحب نے بتایا کہ اس سلسلے میں مولانا عبدالستار تونسوی اور مولانا عبدالشکور لکھنوی کا خلیلی اور مثبت انداز مناسب رہے گا۔ عوامی سطح پر ان مسائل کو لانے سے اُلجھنے کے مواقع زیادہ ہوں گے، جس کی وجہ سے زیادہ فسادات کا اندیشہ ہے، اور پاکستان کی فضا پیدا ہونے کے اِمکانات ہیں، جس سے دُشمن قوتوں کو زیادہ فائدہ ہوتا ہے اور وہ منظّم ہوجاتے ہیں۔ قادیانیت، رافضی اور دیگر مذاہبِ باطلہ کی یونیورسٹیوں اور مدارس کے طلبہ کو تعلیم کے سلسلے میں صاحبزادہ عزیز احمد نے علمائے کرام کو بتایا کہ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت نے تقریری اور تحریری میدان میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں اور بے شمار کتابیں ہر موضوع پر تالیف کرائی ہیں، لیکن تعلیمی اور تدریسی انداز میں اس موضوع پر ایسی کتاب کی ضرورت تھی جس کو درسِ نظامی میں شامل کرکے طلبہ کو اس موضوع پر مکمل معلومات فراہم کی جائیں، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی منظوری کے بعد عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت نے ''آئینۂ قادیانیت'' کے نام سے ایک کتاب تیار کرائی، جس پر علمائے کرام نے نظرِثانی کی، وفاق المدارس نے اس کو منظور کرلیا ہے۔ جنوبی افریقہ کے مدارس میں اس کو شامل کیا جائے تو بہت زیادہ فائدہ ہوگا۔ علمائے کرام نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔ حضرتِ اقدس کی طرف سے جمعیت علمائے نٹال کو ہدایت کی گئی کہ وہ افریقی ممالک میں قادیانیت اور غیرمسلموں کی خلافِ اِسلام سرگرمیوں پر خصوصی نگاہ رکھیں۔ بعدازاں جمعیت کی جانب سے حضرت شیخ المشائخ زیدمجدہم کے اِعزاز میں ظہرانہ کا اِہتمام کیا گیا۔ ظہرانہ کے بعد مدرسہ اختر العلوم میں حضرتِ اقدس نے دُعا کرائی، اور ۴ بجے مولانا محمد فاروق بوبھات نے حضرت کے اِعزاز میں عصرانہ دیا۔ بعد نمازِ عصر ڈربن کے سب سے بڑے مدرسہ تعلیم الدین میں علماء وطلبہ کی جانب سے اِستقبالیہ ہوا، اور بعد نمازِ مغرب ان علماء اور طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے راقم الحروف نے قادیانیت، عیسائیت، یہودیت کی جانب سے اِسلام کو مٹانے کی سازشوں سے آگاہ کرتے ہوئے، اس سلسلے میں خدمات انجام دینے کی درخواست کی، اور مدارس اور مساجد کے قیام کے ساتھ مسلم اسکولز اور اعلیٰ تعلیمی اِدارے اور اِمدادی تنظیمیں قائم کرنے کی ضرورت پر زور دیا، طلبہ کو محنت

اور لگن کے ساتھ پڑھنے کی تلقین کی۔ بعد نمازِ عشاء جامع مسجد نور میں مسلمانوں کے ایک بڑے اِجتماع سے تفصیلی خطاب کے بعد حضرتِ اقدس زید مجدہم نے دُعا کرائی۔ بیان کے بعد حاجی اِدریس ہنسا کی جانب سے عشائیہ دیا گیا، جس میں کثیر تعداد میں علمائے کرام نے شرکت کی۔ علمائے کرام سے بہت سے اہم موضوعات پر مفید باتیں ہوئیں اور ان کی دِینی و علمی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے ترقیات کے لئے حضرتِ اقدس مدظلہٗ نے دُعا فرمائی۔

۲۱/اگست بروز جمعرات بعد نمازِ فجر مدرسہ اصلاح المسلمین کے تحت قائم حفظ کے مدرسے کا معائنہ ہوا۔ اس مدرسے کا انداز بھی عجیب ہے، نمازِ فجر سے ایک گھنٹہ قبل یعنی تہجد کے وقت طلبہ پڑھنے کے لئے آتے ہیں، تقریباً ڈیڑھ پونے دو گھنٹہ تعلیم ہوتی ہے، جس کے دوران فجر کی نماز اَدا کی جاتی ہے۔ اس کے بعد بچے گھر جا کر ناشتہ وغیرہ کر کے اسکول چلے جاتے ہیں، جہاں پر ڈھائی تین بجے تک پڑھتے ہیں، وہاں سے دوبارہ مدرسہ آتے ہیں اور دو گھنٹہ پھر حفظ کی تعلیم کے بعد عصر کی نماز اَدا کر کے گھر چلے جاتے ہیں۔ شام کو اسکول کا ہوم ورک مکمل کرتے ہیں، اس طرح اسکول کے ساتھ ساتھ وہ حفظ مکمل کرتے ہیں۔ طلبہ اور اساتذہ کی محنت اور لگن دیکھ کر رشک آیا۔ ساڑھے آٹھ بجے مدرسہ اصلاح المسلمین کے شعبۂ بنات میں دُعا کے لئے گئے۔ مدرسے کے مہتمم مولانا احمد چوہان اور مولانا جنید نے بتایا کہ الحمدللہ! مدرسے میں ڈیڑھ دو سو طالبات زیرِ تعلیم ہیں۔ پہلی سے چھٹی تک کی اسکول کی تعلیم تو اِبتدائی اِسلامی معلومات اور قرآنِ کریم کی تعلیم دی جاتی ہے، جبکہ چھٹی کے بعد اسکول کی تعلیم ختم کر کے درسِ نظامی کی تعلیم دی جاتی ہے، اس سال مشکوٰۃ تک کی تعلیم طالبات کو دی جارہی ہے۔ نو بجے قاضی شبیر احمد فاضل بنوری ٹاؤن کی جانب سے حضرتِ اقدس کے اِعزاز میں ناشتے کا اِہتمام کیا گیا۔ ایک بجے حاجی صاحب کی جانب سے حضرتِ اقدس کے اِعزاز میں ظہرانہ دیا گیا، جس میں علمائے کرام نے شرکت کی۔ تین بجے اسٹینگر کی طرف مفتی زبیر بھیات کے ہمراہ روانگی ہوئی۔ مولانا عبداللہ خان فاضل بنوری ٹاؤن، مولانا محمد یوسف نے دیگر علمائے کرام کے ہمراہ خیر مقدم کیا۔ جناب حاجی ڈیسائی منیگر اصاحب کے فارم میں عصرانہ کے بعد عبدالقادر کے عشائیہ میں شرکت کی، جس میں بڑے بڑے علمائے کرام شریک ہوئے۔ بعد نمازِ عشاء جامع مسجد میں بیان ہوا، اسٹینگر کی سب سے بڑی مسجد اس اعتبار سے تاریخی ہے کہ ۱۹۸۱ء میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے ماہِ رمضان میں پورے ماہ کا اِعتکاف کیا تھا، جس میں ہزاروں افراد شریک تھے۔ پاکستان سے مفتیٔ اعظم مفتی ولی حسن ٹونکیؒ، شہیدِ اِسلام مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، اِمامِ اہلِ سنت مولانا مفتی احمد الرحمٰن، حضرت مولانا مفتی زین العابدین، قاضی عبدالقادر، مفتی شاہد تشریف لے گئے تھے، جبکہ ہندوستان اور انگلینڈ اور خود افریقہ سے بہت سارے

علمائے کرام شریک ہوئے۔ کتنا عظیم رُوحانی منظر ہوگا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ اتنے علمائے کرام کے ہمراہ انوار بکھیر رہے ہوں گے، ہر طرف رُوحانیت کی بارش ہورہی ہوگی۔ حضرتِ اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ اس کی بہت خوبصورت انداز میں منظر کشی فرماتے تھے۔ اس مسجد میں آج بھی ان اکابر کے انوار محسوس ہوتے ہیں۔ ہمارے دوست اور تبلیغی جماعت ڈربن کے بزرگ سید صاحب نے فرمایا کہ اس اِعتکاف کی برکت سے صرف مسلمانوں کی دِینی حالت ہی تبدیل نہیں ہوئی، بلکہ دُنیاوی طور پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس خدمت کے بدلے بہت ترقیات سے نوازا، اور آج ۸۰ فیصد تجارت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ اس مسجد میں عشاء کی نماز کے بعد ایک گھنٹہ تفصیلی بیان ہوا، جس میں مسلمانوں کو دِینی علوم کے حصول اور عملِ صالح کی تلقین اور دِین کی اشاعت کی تبلیغ، اور اپنی اِصلاح کی فکر کی ترغیب کے ساتھ باطل فرقوں اور غیر مسلم قوتوں کی جانب سے اِمداد اور رفاہی اُمور کے نام پر مسلمانوں کو گمراہ کرنے، خاص کر قادیانیوں کی سرگرمیوں سے بچانے کے لئے، جدوجہد کرنے کی تلقین کے ساتھ اپنے اسکول اور تعلیمی اِداروں کے بنانے پر زور دیا گیا۔ رات کو ڈربن واپسی ہوئی اور حاجی اِدریس ہنسا کے یہاں قیام ہوا۔ ڈربن کے تین روزہ قیام میں حاجی صاحب نے نہ صرف میزبانی کے فرائض انجام دیئے بلکہ عقیدت ومحبت کا حق ادا کردیا۔ معلوم ہوا کہ تمام علمائے کرام اور مشائخ عظام کی خدمت کو اپنے لئے سعادت سمجھتے ہیں، پورا گھرانہ اہلِ دِین سے محبت کرتا ہے، ایک داماد مولانا محمد اِسماعیل عالمِ دِین ہیں، ایک بچہ محمد احمد دارالعلوم زکریا میں علم کی تکمیل میں مصروف ہے، جبکہ ایک بچہ حفظِ قرآن کے آخری مراحل میں ہے۔ حضرتِ اقدس کی دُعائیں اس خاندان نے خوب لوٹیں۔

۲۲؍اگست بروز جمعہ صبح ساڑھے نو بجے پورٹ چیسٹن مولانا محمد اَیوب کدوا کے فرستادہ ساتھی عبداللہ کے ہمراہ روانگی ہوئی، درمیان میں مولانا محمد یونس پٹیل صاحب کے بھائی مولانا محمد نعیم صاحب کے قائم کردہ مدرسے میں جانا ہوا۔ ۳۲ طلبہ شہر سے تعلیم کے لئے آتے ہیں اور مشکوٰۃ تک تعلیم ہوتی ہے۔ مہمانانِ رسول نے حضرتِ اقدس سے مصافحہ کرکے برکات حاصل کیں، اور بعد اَزاں حضرت نے دُعاؤں سے نوازا۔ پونے بارہ بجے جامع مسجد پورٹ چیسٹن پہنچے تو مولانا محمد اَیوب کدوا، مولانا محمد حسین کدوا، مولانا مسیح اللہ، مولانا عبداللہ، بہت سارے دیگر علمائے کرام کے ہمراہ سراپا چشم براہ تھے، مولانا محمد اَیوب کدوا علمائے دیوبند سے بہت زیادہ محبت رکھتے ہیں، اور بنوری ٹاؤن کے اساتذۂ کرام مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی، مولانا محمد اِدریس میرٹھی، مولانا مفتی احمدالرحمٰن رحمہم اللہ تعالیٰ سے خصوصی لگاؤ تھا۔ حرمین شریفین میں اکثر ملاقات کے لئے حاضر ہوکر عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے تھے۔ عرصہ سے ان کی خواہش تھی کہ حضرتِ اقدس تشریف لائیں۔ نماز سے قبل انہوں نے حضرتِ اقدس کا

مختصر مگر جامع تعارف کرایا۔ بعدازاں راقم الحروف نے پندرہ منٹ میں عقیدۂ ختمِ نبوّت کی اہمیت وعظمت اور قادیانیوں اور دیگر غیر مسلم قوتوں کی اسلام دُشمنی پر روشنی ڈالی۔ مولانا محمد حسین نے خوبصورت انداز میں ترجمہ کیا، جمعہ کے بعد مولانا محمد اَیوب کے ظہرانہ میں کافی تعداد میں علمائے کرام نے شرکت کی۔ بعد نمازِ عصر مولانا محمد حسین کی جانب سے حضرتِ اقدس کے اعزاز میں عصرانہ کا اِہتمام کیا گیا۔ بعد نمازِ مغرب مولانا محمد اَیوب صاحب نے عشائیہ دیا، اور بعد نمازِ عشاء جامع مسجد میں تفصیلی بیان ہوا، پورٹ چیسٹن میں زیادہ تر علمائے کرام حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب کے فیض یافتہ ہیں، بہت ہی محبت والے لوگ اور اہلِ علم سے تعلق رکھتے ہیں، نہایت گرم جوشی کے ساتھ اس وعدہ سے رُخصت کیا کہ آئندہ حضرتِ اقدس زیادہ وقت مرحمت فرمائیں گے۔

۲۳ راگست بروز ہفتہ حاجی اِدریس ہنسا صاحب نے الوداعی ناشتے کا اہتمام کیا۔ علمائے کرام اور محبت کرنے والے ساتھیوں کو مدعو کیا، بعدازاں مولانا قاضی شبیر احمد، مولانا محمد فاروق بوبھات، مولانا احمد کتاوا، حاجی اِدریس ہنسا، ایئرپورٹ پر رُخصت کرنے کے لئے تشریف لائے، اور ۹ بجے کی فلائٹ سے جوہانسبرگ روانگی ہوئی۔ جوہانسبرگ ایئرپورٹ پر مولانا ظہیر احمد راگی، محمد زبیر وید، محمد حسین راگی خیر مقدم کے لئے موجود تھے۔ ایئرپورٹ سے براہِ راست محمد زبیر وید، محمد حسین راگی کے ہمراہ وائٹ ریور کے لئے روانگی ہوئی راستے میں والسٹرم میں محمد یوسف وید کے یہاں ظہرانہ کا اِہتمام تھا۔ جامع مسجد میں حضرت نے ظہر کی نماز کے بعد دُعا کرائی۔ والسٹرم میں صرف تین مسلمان گھرانے ہیں، جو کاروبار کے سلسلے میں یہاں آباد ہوئے ہیں، لیکن خوبصورت مسجد اور مکتب قائم کرکے تمام گھرانہ خود بھی نماز کے پابند ہوگئے اور اپنی اولاد کو بھی مسجد سے وابستہ کرکے ان کے اِیمان کی حفاظت کا اِنتظام کردیا۔ یہ جگہ ٹراوٹ مچھلی کے شکار کے لئے معروف اور دُنیا بھر سے سیاح اور مچھلی کے شکار کے شوقین یہاں پر شکار کھیلتے ہیں، اس وجہ سے اس جگہ کی اہمیت بڑھ گئی ہے، ظہر کے بعد وائٹ ریور کا رُخ کیا تو بتایا گیا کہ یہ علاقہ افریقہ کا خوبصورت ترین علاقہ ہے۔ پہاڑوں کے دامن میں مختلف جگہ پر تفریحی مقامات ہیں، اسی میں ایک بلند مقام پر پہاڑی کے دامن میں ایک گوشہ ''گاڈ وِنڈو'' اللہ میاں کی کھڑکی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بلند ترین ایک اس کونے سے اطراف کے مناظر بھی خوبصورت نظر آتے ہیں اور اِنسان اپنے کو آسمان کے قریب تصور کرتا ہے، گویا اس کھڑکی سے اللہ میاں کو قریب محسوس کرتا ہے۔ حضرتِ اقدس کو یہ جگہ دِکھلائی اور بتایا گیا کہ حضرتِ اقدس مولانا سیّد محمد یوسف بنوری، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا، قاری محمد طیب، مولانا اسعد مدنی رحمہم اللہ تعالیٰ اور دیگر اکابر بھی یہاں تشریف لاچکے ہیں۔ راقم الحروف اس سے قبل شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کے ہمراہ اس وقت آیا تھا، جب مولانا شبیر احمد

سالوجی اور مولانا رضاء الحق نے یہاں آنے کا اِہتمام کیا تھا۔صاحبزادہ عزیز احمد، صاحبزادہ سعید احمد اور صاحبزادہ نجیب احمد، محمد حسین راگی کے ہمراہ مزید اور دِلکش مناظر سے آنکھوں کو سیراب کرنے کے لئے گئے، واقعی دُنیا میں جنت نظیر جگہ ہے۔اہلِ دِل اس سے بھی اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا مشاہدہ کرتے ہیں، جبکہ اہلِ دُنیا اور کفار یہاں کی رنگینیوں میں کھوکر خدا کو بھول جاتے ہیں۔حضرتِ اقدس کے ہمراہ یہاں عصر کی نماز ادا کرکے اس خوبصورت جگہ کو بھی آخرت کے لئے ایک گواہ کی حیثیت سے امر کرلیا۔مغرب کی نماز کے کچھ دیر بعد وائٹ ریور پہنچ گئے اور مغرب کی نماز اَدا کی۔وائٹ ریور نیشنل پارک کے قریب ایک خوبصورت مقام ہے، جہاں پر مسلمانوں کے چند گھرانے تجارت کی غرض سے آباد ہوئے ہیں، گاردی خاندان کے علمائے کرام نے اس جگہ کو اپنا مسکن بنایا اور علمائے کرام کی آمد کی وجہ سے ان کے لئے ایک مہمان خانہ الگ سے تعمیر کیا۔حضرتِ اقدس مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ سے ان کا خصوصی تعلق تھا، اس وجہ سے حضرت بنوریؒ ہمیشہ اپنے سفر کے دوران تین چار دِن یہاں قیام پذیر ہوتے۔شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہاں چند دِن قیام کیا تھا۔شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر صاحب بھی دو دِن یہاں تشریف فرما ہوئے تھے۔علمائے کرام سے بہت زیادہ محبت وعقیدت رکھتے ہیں اور اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ کسی طرح علمائے کرام کی آمد ہوجائے۔بہت زیادہ مہمان نوازی، وہ بھی علمائے کرام کے ذوق کے مطابق کرتے ہیں۔انہوں نے بتایا کہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی دُعا کے بعد یہاں کے سیاہ فام مقامی باشندوں میں اسلام کی دعوت کا کام تیزی سے پھیلا ہے۔اِبتدا میں چار پانچ سو مسلمان تھے، اب الحمدللہ! دس ہزار سے زائد مسلمان ہوچکے ہیں۔مساجد اور مکاتب کا سلسلہ ان آبادیوں میں قائم ہوگیا ہے، اِن شاء اللہ ان کے مسلمان ہونے کی مزید توقع ہے۔عشائیہ کے بعد خوبصورت مسجد میں عشاء کی نماز اَدا کی گئی اور حضرتِ اقدس کی نمائندگی کرتے ہوئے راقم الحروف نے مختصر خطاب میں ان حضرات کو تلقین کی کہ قادیانیوں، عیسائیوں اور یہودیوں کی اِرتدادی سرگرمیوں سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے خصوصی کوشش کریں، اور افریقی ممالک میں رَدِّ قادیانیت کی ذمہ داری علمائے کرام سنبھالیں، کافروں کے اسکولوں سے بچانے کے لئے اپنے ایسے اسکول قائم کریں جو تعلیم کے لحاظ سے معیاری ہوں اور اس میں اسلامی تشخص کی حفاظت کی جاتی ہو، صرف نام کے مسلم اسکول اس ضرورت کو پورا نہیں کرسکیں گے۔مدارس، مساجد سے اپنے بچوں کو وابستہ رکھیں۔دعوت وتبلیغ کے کام سے جڑے رہیں اور اپنے کو کسی شیخ کے حوالے کرکے ان سے رہنمائی حاصل کریں۔مولانا محمد گاروی، مولانا اِسماعیل گاروی، ڈاکٹر سلیمان، حافظ ظفر اللہ خالد کو میزبانی کی سعادت حاصل ہوئی۔

۲۴؍اگست بروز اتوار فجر کی نماز کی ادائیگی کے بعد حضرتِ اقدس نے خصوصی دُعا فرمائی، آٹھ

بجے مولانا ظہیر احمد راگی، مولانا محمد کاکا، بھی جوہانسبرگ سے پہنچ گئے۔ مولانا محمد گاروی کے یہاں ناشتے کے بعد افریقہ کے مشہور جنگل نیشنل کرودل پارک کے لئے روانگی ہوئی۔ جنوبی افریقہ کا یہ جنگل عجیب نوعیت کا ہے، قدرتی جنگل کے وسیع وعریض علاقے کو چاروں طرف سے گھیر کر جانوروں کو اپنی اصل حالت میں رکھا گیا ہے، جبکہ تفریح کے لئے آنے والے انسانوں کو پابند کردیا گیا ہے کہ وہ راہ چلتے گاڑی میں بند ان جانوروں کو اپنی اصلی حالت اور کیفیت میں دیکھیں۔ چند مخصوص جگہ پر کیمپ اور ہوٹل بنا کر ان کو چاروں طرف سے بند کردیا گیا ہے۔ صرف انہی مقامات پر اِنسان اُتر سکتے ہیں، جگہ جگہ مختلف جانوروں کو آزادی کے ساتھ گھومتے ہوئے دیکھا، سڑکوں پر زیبرے، زرافے اور ہاتھی کے چہل قدمی کرتے مناظر سے لطف اندوز ہوئے، جبکہ ایک جگہ چیتے کو ہرن کا شکار کرنے کے بعد اپنی کمین گاہ کی طرف لے جاتے دیکھا۔ قدرت کے عجیب مناظر دیکھ کر خدا کی خالقیت کا عجیب مشاہدہ ہوا کہ وہ کس طرح اپنی مخلوق کو روزی پہنچاتا ہے، چند گھنٹے لطف اندوز ہوکر ذہنی تھکاوٹ دُور کرنے کے بعد واپسی ہوئی، رات مولانا گاروی کے یہاں قیام ہوا۔

۲۵/اگست بروز پیر نمازِ فجر کے بعد روانگی ہوئی، اِبراہیم پٹیل افریقہ کے مشہور صحافی، مڈل برگ میں رہائش پذیر ہیں اوران کا دِل مغربی میڈیا کی جانب سے اسلام کے خلاف پروپیگنڈے پر کڑھتا رہتا ہے، وہ مضامین وغیرہ کے ذریعے کافی مزاحمت کررہے ہیں۔ ریڈیو اِسلام ان کا آئیڈیل تھا۔ بہرحال اچھے انداز میں کام کررہے ہیں۔ ان کے ایک دوست اسلامک ٹی وی (E.T.V) کے نام سے میڈیا میں ایک جدید تجربے کا آغاز کررہے ہیں، دیکھئے کس حد تک کامیاب ہوتے ہیں۔ ان کے یہاں ناشتے کے بعد مغربی میڈیا کے توڑ کے سلسلے میں میٹنگ ہوئی۔ شرعی اُصولوں کی روشنی میں کچھ مفید مشورے دیئے، کچھ مسائل پر گفتگو ہوئی، مزید رہنمائی کے لئے مولانا محمد تقی عثمانی، مفتی نظام الدین شامزئی سے رابطے کی نصیحت کرتے ہوئے یہی موقف دُہرایا گیا کہ اسلام کی تبلیغ اور کفر کا راستہ روکنے کے لئے شرعی اجازت کے مطابق ذرائع ابلاغ استعمال کرنے کے مسلمان پابند ہیں، اور اگر شریعت کی اجازت کے باوجود کسی کوتاہی کے مرتکب ہوتے ہیں تو مؤاخذے سے نہیں بچا جاسکتا۔ سورۂ صف کی قرآنی آیت میں ہے کہ ''کفار اپنی طاقتِ لسانی کے ذریعے اسلام کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں۔'' آج ہم دُنیا بھر میں مشاہدہ کررہے ہیں کہ سی این این، بی بی سی سمیت سینکڑوں چینلز مسلمانوں کو مٹانے اور اِسلام کو مسخ کرنے کی ہر ممکن کوشش کررہے ہیں، جبکہ قادیانی بھی اس میں ہاتھ دھوکر مسلمانوں کے خلاف اپنی دِلی دُشمنی نکالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہے ہیں، ایسے میں جو مسلمان، ویب سائٹ، انٹرنیٹ اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعے، شرعی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے، دِینی فریضہ انجام دیتے ہیں، ان کی کوششیں

قابلِ تحسین ہیں۔ شرط صرف اتنی ہے کہ علمائے کرام سے شرعی رہنمائی ہر حال میں جاری رکھی جائے اور اپنے مفادات کے لئے علمائے کرام کی آراء کو اِستعمال نہ کیا جائے، جس طرح کہ بعض ٹی وی چینلز اور بینکوں اور مالی اِداروں نے کیا۔ بہرحال میڈیا کا توڑ کرنا اس وقت سب سے اہم جہاد کا حصہ ہے، اس طرف توجہ کی بہت ضرورت ہے۔ جمعیت علمائے افریقہ کے رہنما حاجی احمد وید نے حضرتِ اقدس کے اِعزاز میں ظہرانہ کا اِہتمام کیا تھا، جس میں بعض علمائے کرام نے بھی شرکت کی۔

دارالعلوم زکریا جنوبی افریقہ کے علمائے کرام کی کاوشوں کا خوبصورت مظہر ہے۔ ۱۹۸۱ء میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے افریقہ میں جب اِعتکاف کیا تھا تو علمائے افریقہ کو دِینی مدارس کے قیام کی ترغیب دی، جبکہ محدث العصر حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوریؒ عرصہ دراز سے اس طرف توجہ دِلا رہے تھے۔ حضرت مفتی احمد الرحمٰنؒ تو اس سلسلے میں بہت زیادہ جذباتی کیفیت رکھتے تھے اور ایک ہی تلقین کرتے تھے کہ یہاں کام کرو، لیکن ٹھوس کام کرو، جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے فضلاء کی ایک بڑی تعداد مختلف انداز میں خدمت کر رہی تھی، لیکن ہمارے اکابر کی نصیحت ٹھوس کام کی ہوتی ہے۔

مولانا شبیر احمد سالوجی بنوری ٹاؤن کے ممتاز فضلاء میں سے ہیں، اکابر علمائے کرام کی اس تلقین وترغیب نے ان پر اثر کیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے ایک صاحبِ خیر کی جانب سے عطا کردہ وسیع وعریض قطعے پر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے منسوب دارالعلوم زکریا قائم کر کے مدارس کے قیام کے مشن کا آغاز کیا، الحمدللہ! اس مدرسے نے تھوڑے ہی عرصہ میں ظاہری اور باطنی ترقی کی، اس وقت چھ سو طلبہ شعبۂ حفظ سے دورۂ حدیث تک تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اُردو میں درسِ نظامی کی مکمل تعلیم دی جاتی ہے۔ جنوبی افریقہ کے علاوہ اطراف کے ممالک کے طلبہ کے لئے علومِ نبویہ سے سیراب کرنے کا ایک بڑا بحرِ علمی ہے۔ شیخ الحدیث مولانا رضاء الحق، مولانا علاء الدین محنتی اور دیگر محنتی اساتذۂ کرام اس مدرسے کے لئے بڑا سرمایہ ہیں۔

شیخ المشائخ حضرتِ اقدس کی تشریف آوری کو غنیمت جانتے ہوئے اربابِ اہتمام نے ۱۳ حفظ قرآنِ کریم کی تکمیل کرنے والے طلبہ کی دُعائیہ تقریب کا اِہتمام ایک جلسے کی صورت میں کیا، اور جنوبی افریقہ کے سرکردہ علمائے کرام کے ساتھ دِین سے محبت رکھنے والے اہلِ خیر اور مدرسے کے متعلقین کو خصوصی دعوت دی گئی، بعد نمازِ عشاء جلسے کا آغاز تلاوتِ کلامِ پاک سے ہوا۔ مولانا سلیمان ملا نے ابتدائی کلمات کے بعد راقم الحروف کو نصیحت کی دعوت دی، بیس منٹ کے بیان میں فضیلتِ قرآنِ کریم، تصوف، مدارس اور عقیدۂ ختمِ نبوّت کی اہمیت اور افریقہ میں علمائے کرام کی ذمہ داری سے متعلق حضرتِ اقدس کی

جانب سے نصیحتیں کی گئیں۔ اس کے بعد حضرت حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ وجانشین ڈاکٹر مظہر نے فضیلتِ قرآن کے عنوان سے بیان فرمایا۔ خطبات کے بعد ۱۳ تکمیل حفظِ قرآن کرنے والے طلبہ، جس میں مولانا شبیر احمد سالوجی کے دوفرزند شامل تھے، نے آخری سورتیں پڑھیں اور حضرتِ اقدس نے دُعا فرمائی۔ اس موقع پر عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت اور اقرأ روضۃ الاطفال کی جانب سے بعض اِداروں اور اَفراد کو نشانِ ختمِ نبوّت دیا گیا۔ دارالعلوم زکریا کی خدمات کے اِعتراف والی شیلڈ مولانا شبیر احمد سالوجی، شیخ الحدیث مولانا رضاء الحق نے جنوبی افریقہ کی خدمات کے اِعتراف والی شیلڈ سے مولانا محمد بن اِسماعیل بھامجی، مولانا محمد اَیوب نے وکیلِ ختمِ نبوّت برائے افریقہ، احمد چوہان اور حکیم محمد یوسف کی خدمات کے اعتراف والی شیلڈیں مولانا شبیر احمد اور مولانا ظہیر احمد راگی نے وصول کیں، جبکہ زبیر احمد وید نے اپنی شیلڈ خود وصول کی۔ حکیم مولانا محمد یوسف کو اَساتذۂ کرام کے علوم کو کیسٹوں میں محفوظ کرنے اور پھر ان کی اِشاعت کے لئے جمعیت علمائے افریقہ کو دینے اور زبیر احمد وید کو مقدمہ ختمِ نبوّت اور کیسٹوں کے حصول کے لئے شاندار کارکردگی اور احمد چوہان کو بہترین وکالت کرنے پر یہ نشاناتِ اعزازیہ دیئے گئے۔ جلسے میں پیر سیف اللہ خالد، مولانا علاء الدین افغانی، مولانا ظہیر احمد راگی، مولانا محمد بھامجی، مولانا محمد اَیوب، مولانا شبیر احمد سالوجی، صاحبزادہ عزیز احمد، صاحبزادہ سعید احمد، صاحبزادہ نجیب احمد، مولانا سعید احمد نولکھی، مولانا امین پاپا، مولانا اِبراہیم بھام، مولانا ابوبکر چوغلے، مولانا محمد یوسف بھامجی، مولانا رفیق ہتھورانی، صوفی اِبراہیم بھامجی، ڈاکٹر مسعود حسن ابن مفتی ولی حسنؒ، مولانا فضل الرحمٰن، حافظ بشیر، مولانا سلیمان گھانچی، مولانا محمد عبدالحئی کاکا، مولانا محمد اِدریس، فیصل مسعود، مفتی محمد سلیمان پانڈور، نذیر بڈھانی، غلام کاکا، حاجی ادریس ہنسا کے علاوہ سینکڑوں مسلمانوں نے طلبہ کے علاوہ شرکت کی۔ اس سے قبل بعد نمازِ مغرب سینکڑوں علمائے کرام کے اِعزاز میں عشائیہ کا اِہتمام کیا گیا۔

۲۶ راگست بروز منگل مولانا شبیر احمد سالوجی نے حضرتِ اقدس کے اِعزاز میں ناشتے کا اِہتمام کیا۔ ناشتے کے بعد محمد زبیر وید، محمد حسن راگی کے ہمراہ گولڈن سٹی کے نام سے ایک متروکہ سونے کی کان دیکھنے گئے۔ معمری اور کمزوری کی وجہ سے حضرتِ اقدس کو کان میں جانے کی اجازت نہیں دی گئی، باقی احباب گئے۔ سونے کی کان اب اس لئے بند کردی گئی ہے کہ ۴ ٹن کھودنے میں اَب بمشکل چار گرام سونا دستیاب ہوتا ہے، جس سے اِخراجات پورے نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور مظلوم مظاہر کی داستان پر مشتمل یہ کان اب بھی سرمایہ داروں کے لئے مالی وسائل میں اضافے اور عام لوگوں کے لئے تفریح کا باعث بنی ہوئی ہے۔ چند حضرات ہی اس سے عبرت یا سبق حاصل کرتے ہوں گے۔ میلوں زمین کے نیچے گہری کھدائی ہوئی اس کان سے ایک صدی سے زیادہ مدت تک ہزاروں افراد کو موت کے

گھاٹ اُتار کر، اور لاکھوں افراد پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ کر غلامی کی زنجیروں میں جکڑا، پتا نہیں کتنا سونا نکالا ہوگا؟ اور حیرت کی بات یہ ہے کہ اَب بھی ان کو اپنے ان مظالم پر کوئی افسوس نہیں، بلکہ ان مظالم کی جھلک دِکھا کر لوگوں کو تفریح مہیا کرتے ہیں اور مزید لوگوں کی جیبوں سے مال کھینچ کر مالدار ہو رہے ہیں۔ پہلے ظلم کر کے اور اَب ظلم دِکھا کر اپنی تجوریوں کا منہ بھر رہے ہیں اور اپنا بینک بیلنس بڑھا رہے ہیں۔

کئی میل زمین کے نیچے جانے کے لئے ایک لفٹ لگائی گئی ہے جس کے ذریعے سینکڑوں فٹ گہرائی کو طے کیا جاتا ہے، اس سرنگ کو اِنسانی ہاتھوں نے اس وقت تعمیر کیا جب مشین کا نام ونشانہ نہ تھا۔ زمین کی گہرائی میں مزدور جاتا تھا اور اس گہری سرنگیں نکال کر سونے کی دھاڑیں تلاش کی جاتی تھیں، کبھی جلد ہی اور کبھی میلوں کھودنے کے بعد زمین میں سونے کی دھاڑیں ملتی تھیں۔ جس دور میں یہ کانیں کھودی گئیں، مشینیں بھی نہیں تھیں اور کرینوں کا تصور تک نہیں تھا، سینکڑوں سیاہ فام اور ایشیائی باشندوں کو پکڑ کر بیگار پر لگا دیا جاتا اور عوض میں ان کو صرف کھانا فراہم کیا جاتا، یہ مزدور صبح سے رات گئے تک ہتھوڑوں اور چھینیوں کے ذریعے زمین کو ٹتے اور جہاں ان کے ہاتھ تھکاوٹ کی وجہ سے سست پڑتے خونخوار اور ظالم سفید فام آقاؤں اور مالکان کے بھیڑیا نما درندے نگران، کوڑوں کی بارش برساتے، کام کرتے کرتے جو لوگ موت کا شکار ہوتے ان کو اُٹھا کر ایک گڑھے میں ڈال دیا جاتا اور رات کو ان کو پتھروں سے ڈھک دیا جاتا، بڑے بڑے پتھروں کو رَسّی سے باندھ کر یہ کمزور مزدور کھینچ نہ سکتے تو کوڑوں کے ذریعے ان کو ہنکایا جاتا، کبھی کبھی بغاوت کے جذبات اُبھرنے لگتے تو گولیوں سے چھلنی کر کے بقایا غلاموں کے لئے عبرت کا نشان بنا دیا جاتا، ایک جگہ پر ایک حبشی کو بٹھا کر ہتھوڑوں سے کام کرتا دِکھایا ہے، ہڈیوں کا یہ ڈھانچہ ان مظالم کی داستان کی المنا کی کا مشاہدہ بیان کرتا ہے۔ بہرحال ظلم کا یہ دور سابقہ انداز کا تو ختم ہوگیا، مگر غربت کے مارے سیاہ فاموں کے لئے آزادی ابھی تک خوشیوں کی نوید لے کر نہیں آئی۔

ظلم وستم کے طور وطریقہ بدل گئے، اس کو صرف اسلام ہی ختم کر سکتا ہے، کاش علمائے افریقہ اور دُنیا کے صاحبِ حیثیت مسلمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین یا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ یا بعض نیک حکمرانوں کے طرز کو اَپنا کر ان سیاہ فاموں کو سینے سے لگا کر اپنے معاشرے میں سموئیں، تو تاریخ کا دھاوا تبدیل ہوسکتا ہے، تواضع اور اِیثار اور قربانی کے فطری جذبات کی حامل اس قوم کو مغرب نے عیسائیت کے نام پر محبت و پیار دینے کے بجائے شراب، زنا اور چوری، ڈاکا زنی اور قتل و غارت گری پر لگا کر ان کی نسلوں تک کو تباہ کر دیا ہے۔

یہ آج صدیوں بعد بھی کسی رہنما کے منتظر ہیں، جو ان کے سہارے امارات کے محل کھڑے کرنے کے بجائے ان کے درد کو محسوس کرے اور ان کو معاشرے میں اعلیٰ مقام دِلوائے، اور وہ صرف اور

صرف اِسلام ہی عطا کرسکتا ہے۔ کاش! علمائے افریقہ اسلام کے اس فلسفے کومحسوس کرلیں۔ ہمارے عزیز دوست مولانا محمد کاکا نے بہترین تجزیہ کیا کہ جب تک اس قوم کو اس گندے معاشرے اور قومی تہذیب سے الگ نہیں کیا جائے گا اور مہذب ماحول میں ایک بڑے طبقے کی ترتیب کا اِہتمام نہیں ہوگا اس وقت تک ان کی اصلاح کا اِمکان نہیں، کیونکہ ان کا سخت رُسوم سے بھرا ہوا معاشرہ علمائے کرام کے ذریعے صحیح ہونا ممکن نہیں، اس طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ سکون اور بہتر زندگی کے متلاشی یہ لوگ تھوڑے کام سے متاثر ہوسکتے ہیں۔

گولڈن سٹی سے واپسی جمعیت علمائے افریقہ کے دفتر میں ہوئی، جہاں جمعیت علمائے افریقہ کے صوبائی اور ضلعی عہدیداروں کا اہم اجلاس تھا، جس میں حکومت سے پرسنل لاء کی منظوری سے متعلق اُمور پر بحث ہونی تھی، اس سلسلے میں ہفتہ کی شام میں وفاق المدارس کا بھی اجلاس ہوا تھا۔ جمعیت علمائے کی کوشش ہے کہ حکومت سے یہ قانون منظور بھی کرالیا جائے اور علمائے کرام اور مسلمانوں کے درمیان اس موضوع پر اِختلافات بھی نہ ہوں، اس سلسلے میں مولانا محمد تقی عثمانی اور دیگر علمائے کرام سے بھی جمعیت نے مشاورت کی ہے، چونکہ حکومت لامذہبیت (سیکولرازم) کے اُصول پر قائم ہے اور بنیادی حقوق کے حوالے سے پرسنل لاء کی بعض شقوں کوتسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ جمعیت علمائے کا موقف ہے کہ جتنا ممکن ہو اس وقت اتنا ہی منظور کرالیا جائے اور مزید کے لئے مطالبہ جاری رکھا جائے، جبکہ مدارس والوں کا موقف ہے کہ مکمل شرعی نظام ہی کو رکھا جائے۔ بہرحال دونوں فریق آپس میں بات چیت کے ذریعے اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کررہے ہیں تاکہ حکومت کے سامنے متفقہ موقف پیش کیا جاسکے۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کی تشریف آوری پر ان حضرات نے اجلاس کی کارروائی کو مؤخر کرکے حضرت کا سراپا استقبال کیا اور کرسیٔ صدارت پر حضرت تشریف فرما ہوئے۔

جمعیت علمائے افریقہ کے مولانا عباس جینا نے خیر مقدمی کلمات ادا کرتے ہوئے کہا کہ جمعیت علمائے افریقہ کے لئے یہ بہت بڑی سعادت ہے کہ اس کو شیخ المشائخ کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ جمعیت علمائے افریقہ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت جماعت کا ایک حصہ ہی ہے، اور گزشتہ ادوار میں قادیانیت کی تردید کے سلسلے میں جب بھی ضرورت پڑی، جمعیت علمائے افریقہ نے مجلس کی آواز پر لبیک کیا۔ کیپ ٹاؤن کا مقدمہ اور تحریک ختمِ نبوّت ۱۹۷۴ء کے دوران حضرتِ اقدس مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کی تشریف آوری اس کی واضح مثالیں ہیں۔

گزشتہ دنوں جب کیپ ٹاؤن کی فائلوں کے سلسلے میں آپ کے حکم پر مفتی محمد جمیل خان صاحب تشریف لائے تو جمعیت علمائے افریقہ نے فوری طور پر اس کے حصول کی کوشش کی اور مولانا ظہیر

احمد راگی اور مولانا شبیر احمد سالوجی نے وکیل ختمِ نبوّت احمد چوہان سے رابطہ کیا ان کی رضامندی پر تعلیمی بورڈ کے ممبر زبیر احمد وید کو مفتی محمد جمیل خان کی معیت میں کیپ ٹاؤن بھیجا اور وہاں سے فوری طور پر فائلیں حاصل کر کے ان کی فوٹو اسٹیٹ کر کے پاکستان پہنچانے کا بندوبست کیا، ختمِ نبوّت کے سلسلے میں آپ جو حکم فرمائیں گے جمعیت علمائے افریقہ اس پر لبیک ہے گی۔ آپ ہمیں کچھ نصیحت کرتے ہوئے مزید ہدایات مرحمت فرمائیں۔

حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ میری جانب سے راقم الحروف کچھ کہیں گے۔ راقم الحروف نے حضرت کے حکم پر عرض کیا کہ حضرتِ اقدس کی یہاں پہلی مرتبہ تشریف آوری ہوئی ہے۔ حرمین شریفین اور پاکستان میں افریقہ کے بعض علمائے کرام سے ملاقاتیں ہوئیں۔ دارالعلوم دیوبند، ڈابھیل اور جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی نسبت سے آپ حضرات ویسے بھی قابلِ احترام ہیں، اور ختمِ نبوّت کے حوالے سے بھی آپ کا کردار قابلِ تحسین رہا ہے۔ ہماری ملاقات بھی آپ سے عقیدۂ ختمِ نبوّت کے رشتے کی وجہ سے ہوئی ہے اور ہماری خواہش ہے کہ محدث العصر حضرت علامہ سیّد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور محدثِ کبیر اُستاذِ محترم حضرتِ اقدس مولانا سیّد محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت اور توجہات وتصرفات کی وجہ سے آپ حضرات جس خوبصورت انداز میں کام کر رہے ہیں، اس کا تسلسل جاری رہے اور آپ کے صدقاتِ جاریہ میں اس نسبت سے ہمارا بھی حصہ ہو جائے۔

آپ کے علم میں ہے کہ ۱۱ر ستمبر کے حوالہ سے اس وقت مسلمان بہت زیادہ آزمائش کا شکار ہوگئے ہیں۔ مسلم ممالک میں بھی اس وقت دِینی کام کرنا، انگارے ہاتھ پر رکھنے اور چبانے کے مترادف ہے، تو غیر مسلم ملکوں میں دِینی کام کرنا کس قدر مشکل ہوگا؟ انگلینڈ، یورپ اور امریکا میں جو صورتِ حال ہے اور اس میں مزید جو اَبتری آرہی ہے، اس کی وجہ سے اب اس کا اِمکان بہت کم ہوتا جارہا ہے کہ علمائے پاکستان آزادی کے ساتھ عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ یا دِینی علوم کی اِشاعت اور دعوت وتبلیغ اور اصلاحی ذمہ داریوں کا کام دیگر ممالک میں کماحقہٗ پورا کرسکیں، لیکن دِین کے کام کو چھوڑا نہیں جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے قربانی کے آخری درجے تک علمائے پاکستان اور عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے اکابر عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ اور تردید قادیانیت کی ذمہ داریاں نبھائیں گے۔ مگر حالات کا تقاضا یہ ہے کہ مستقبل کی صورتِ حال دیکھ کر یہ کام مقامی علمائے کرام کے سپرد کیا جائے تاکہ مقامی رُکاوٹیں اس کام میں حارج نہ ہوں۔

اس لئے آپ سے پہلی درخواست یہ ہے کہ جمعیت علمائے افریقہ کے تحت ’’شعبہ ختمِ نبوّت‘‘ قائم کیا جائے اور افریقی ممالک میں قادیانیوں کی طرف سے ہونے والی مسلمانوں کو مرتد بنانے کی سرگرمیوں کو روکنے کے لئے اس شعبے کے ذریعے کام کیا جائے۔ یاد رکھئے کہ آپ کے اطراف میں ہماری

غفلت کی وجہ سے پسماندہ لوگ اور غریب مسلمان قادیانیت کی گود میں گر گئے تو آپ اور ہم مؤاخذے سے نہیں بچ سکیں گے، اور قیامت کے دن نبی اکرم ﷺ ہم سے اِعراض فرمائیں گے۔ آپ بہت سے اہم شعبے میں کام کر رہے ہیں، اور بہت سے مسلم اسکولز بھی قائم کئے ہیں، مگر اَب بھی اس میں کمی ہے، آپ تمام علاقوں میں علمائے کرام کی نگرانی میں مسلم اسکولز قائم کریں۔

حضرتِ اقدس مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ اور مولانا مفتی احمدالرحمٰنؒ کی زبانی بار بار سنا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں علمائے افریقہ کو سیاہ فام مسلمانوں اور غیر مسلموں میں کام کی ترغیب دیتا ہوں، کیونکہ وہ مظلوم طبقہ معمولی سی ہمدردی سے جلد اِسلام کی طرف رغبت کرے گا۔ ہماری بھی آپ سے یہی درخواست ہے کہ اس طبقے کی طرف توجہ کی بہت ضرورت ہے، اگر ان میں ہم نے اسلام کی محبت پیدا کردی تو ان میں قربانی کے بہت زیادہ جذبات ہیں جس سے اسلام اور مسلمانوں کو مستقبل میں فائدہ پہنچنے کی اُمید ہے۔

محترم علمائے کرام! اس وقت کفریہ قوتیں اسلام کے خلاف متحد ہوچکی ہیں اور مغرب، امریکا اور اقوامِ متحدہ سمیت دُنیا کے تمام اِدارے، این جی اوز، ممالک اِسلام کے خلاف اِستعمال ہو رہے ہیں، جس جگہ کفر چاہتا ہے تو طاقت کے بل بوتے پر مسلمانوں کو تباہ کردیتا ہے، یا مسلم ممالک پر تسلط جمالیتا ہے۔ تمام مسلم حکمران اس خطرے سے بچنے اور اپنے اِقتدار کے تحفظ کے لئے مسلمانوں کا جان و مال قربان کرنے کے لئے تیار ہوچکے ہیں اور اپنے آپ کو ان طاقتوں کا غلام بنا رکھا ہے۔ مسلم ممالک اسلامی نظام بھی عوامی خواہشات اور ووٹ کے باوجود نافذ کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ الجزائر، ترکی، صومالیہ، نائیجیریا اور بعض ممالک اس کا واضح ثبوت ہیں، جبکہ افغانستان نے خلاف ورزی کا نتیجہ بھگت لیا۔ مسلمانوں کی آزادی کی تحریکیں اب دہشت گردی کے لیبل کا شکار ہوکر ناکامی کی طرف رواں دواں ہیں۔ عراق کو اِنحراف کی سزا دی جاچکی ہے، جبکہ شام، ایران، پاکستان، سعودی عرب اگلے اہداف قرار پاچکے ہیں۔ ترکی سرِتسلیم خم کرکے اُمتِ مسلمہ کے خلاف کفریہ طاقتوں کے شانہ بشانہ صف آراء ہوچکا ہے۔

پاکستان اُمتِ مسلمہ کے خلاف صف آرا ہونے اور عراق اور افغانستان کے مسلمانوں کی بغاوت کچلنے کے لئے مجبور کیا جارہا ہے۔ تصور کیجئے کہ پاکستان کی مجاہد افواج کے ذریعے عراق کے مسلمانوں کا قتلِ عام ہوگا تو عرب مسلمانوں کے پاکستان کے لئے کتنے نفرت کے جذبات اُبھریں گے؟ اور پوری دُنیا کے مسلمان کتنی بُری نگاہ سے پاکستانیوں کو دیکھیں گے؟ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر علمائے کرام کو خصوصی طور پر مظلوم مسلمانوں کے لئے اِمداد کا کام کرنا چاہئے۔

محترم علمائے کرام! طاقت کے بل بوتے پر کچلنے کے بعد اَب غیر مسلم قوتیں اقوامِ متحدہ، یونیسکو

اور دیگر اِمدادی اِداروں کے ذریعے مسلم ممالک کے آفت زدہ اور پسماندہ مسلمانوں کے دِین پر ڈاکا ڈال رہے ہیں۔ افغانستان، عراق، فلسطین اور برما وغیرہ میں اِمدادی تنظیمیں عیسائیت کی تبلیغ کر رہی ہیں، عورتوں کو آزادی کے نام پر گمراہ کیا جارہا ہے، یہ این جی اوز نہیں بلکہ عیسائی مشنری اِدارے ہیں، گزشتہ چند سال قبل کینیڈا میں حکومتوں کے نمائندوں اور این جی اوز کے نمائندوں کا اجلاس ہوا، جس میں بینکوں کا فاضل سرمایہ تمام حکومتوں کا تبلیغ کے نام پر مخصوص حساب فنڈز، بڑی بڑی ملٹی نیشنل کمپنیوں سے حاصل کردہ فنڈز کو یکجا کرکے اربوں ڈالر مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لئے مخصوص کرکے مہم کا آغاز کیا گیا۔ قادیانیوں کو کروڑوں ڈالر فراہم کئے جارہے ہیں، ایسی صورت میں مسلمانوں کو اِمدادی اِدارے بناکر اِمدادی کام عیسائیوں کے ہاتھ سے لے لینا چاہئے، تاکہ اُمتِ مسلمہ کفر میں گرنے سے بچ سکے۔

اس طرح تعلیمی اِداروں کے ذریعے بھی عیسائی بنانے کی مہم بڑی تیزی سے جاری ہے۔ مسلم اسکول جگہ جگہ علمائے کرام کی نگرانی میں قائم ہونا ضروری ہیں، سب سے اہم بات جس کی طرف میں آپ کی توجہ دِلانا ضروری سمجھتا ہوں۔ افغانستان، عراق میں ہمیں سب سے زیادہ نقصان میڈیا نے پہنچایا۔ میڈیا کا ہتھیار ایٹم بم اور جراثیمی ہتھیار سے بھی خطرناک صورتِ حال اختیار کرگیا ہے۔ اس میڈیا کے ذریعے دُنیا میں جس اچھی چیز کو چاہیں بُرا ثابت کردیں، اور جس پڑوسی شہر کو چاہیں ٹکڑے ٹکڑے کردیں۔ حقوق ادا کرنے والوں کے خلاف میڈیا کے ذریعے ایسی فضا پھیلادیں کہ پوری دُنیا ان کو ظالم گردان کر ان کے خلاف اُٹھ کھڑی ہو، اور ظالم ترین اور حقوق ضبط کرنے والوں کو اِنصاف کا سب سے بڑا علمبردار قرار دے دیں۔

اس وقت پوری دُنیا میں مسلمانوں اور مجاہدین کو سب سے بڑا دہشت گرد اور ظالم ترین اِنسانوں کے انداز میں پیش کیا جارہا ہے، جبکہ اس کے خلاف جنگ کرنے والے، اس کو شکستِ فاش دینے والے مجاہدین، جو کل تک ہیرو تھے، سی این این کی شہ سرخیوں کے عنوان اور ٹائمز اور نیوز ویک کے ٹائٹل پر چمکنے والے ستارے تھے، آج وہ انسانیت کے دُشمن اور قاتل کے طور پر پیش کئے جارہے ہیں، اور پوری دُنیا ان پر نفرین کررہی ہے اور ان کی حق کی آواز کچلنے پر خوشی کا اظہار کررہی ہے۔

آپ کو میڈیا کی تباہ کاریوں کی ایک مثال پیش کروں، افغانستان کی جنگ میں بہت سارے مورچے اور شہر مجاہدین نے بی بی سی، وائس آف جرمنی، وائس آف امریکا کی خبریں سن کر چھوڑ دیئے۔ اور اس کے اثرات کے بارے میں آپ کو آگاہ کروں کہ قندھار کے سقوط سے پندرہ دن قبل سی این این نے قندھار کے سقوط کی خبر جاری کردی۔ میں نے قندھار سے اپنے دفتر جنگ کو فون کیا۔ انہوں نے یہ خبر سنائی، میں نے کہا کہ میں قندھار سے فون کررہا ہوں، مجاہدین موجود ہیں، شہر پر ان کا قبضہ ہے۔ دُور دُور

تک سقوط کے آثار نہیں، مگر ان کو یقین نہیں آرہا تھا۔ میں نے مالک سے بات کی تو خبر کا انداز بدل کر شائع کردیا، جبکہ پندرہ دِن کے بعد یہ واقعہ ہوا۔ وہ عینی شاہد کو جھٹلانے کے لئے تیار تھے، مگر سی این این کو جھوٹا سمجھنے کے لئے تیار نہیں۔

اس لئے اس وقت مسلمانوں کے ایک اہم طبقے کو شرعی تقاضوں کی روشنی میں میڈیا بنا کر مغرب اور غیر مسلموں کی طرف سے میڈیا کے ذریعے ہونے والی تباہی کے اثرات سے بچانے کے لئے کوشش کرنے کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کے مظالم اور اِنسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو اُجاگر کرنا چاہئے۔ اس سلسلے میں علمائے کرام کا کردار اس انداز کا ہو کہ شریعت پر ذرا بھی آنچ نہ پڑے، اور اس میڈیا کے ذریعے بُرائی کے فروغ کا اِمکان نہ ہو۔ حضرتِ اقدس کی دُعا سے قبل مولانا محمد بھاجی، مولانا محمد اَیوب، مولانا ظہیر احمد راگی نے حضرتِ اقدس کا شکریہ ادا کیا۔

اجلاس میں مولانا محمد یونس پٹیل، مولانا اِبراہیم بھام، مفتی زبیر بھیات، مولانا محمد داوٗد، مولانا محمد کاکا، مفتی محمد زکریا، مفتی محمد منتی، مولانا محمد ابوبکر بھاجی، مولانا محمد یوسف پٹیل، مولانا محمد علی، مولانا محمد یونس وادی، مولانا محمد موسیٰ بدائت، حاجی احمد وید، مولانا محمد موسیٰ میاں، مفتی محمد فاروق منتی، مفتی محمد یعقوب منتی، مولانا احمد میاں، مولانا یونس واحد، مفتی سلیمان، مولانا محمد ہاشم، مولانا سعید نولکھی، محمد زبیر وید، محمد حسین راگی کے علاوہ بہت سے علمائے کرام نے شرکت کی بعدازاں جمعیت علمائے افریقہ کی جانب سے ظہرانہ کا اہتمام کیا گیا۔

مولانا سعید احمد نولکھی (فاضل بنوری ٹاوٗن) کے یہاں عصرانہ کے بعد جامع مسجد شفا میں علمائے کرام سے ملاقاتوں کے بعد مولانا ابراہیم بھام سیکریٹری جمعیت علمائے افریقہ (فاضل بنوری ٹاوٗن) کے عشائیہ میں علمائے کرام سے گفتگو ہوئی اور وہاں سے دارالعلوم زکریا کے لئے واپسی ہوئی۔ شیخ الحدیث مولانا رضاء الحق، مولانا علاوٗالدین افغانی، مولانا شبیر احمد سالوجی اور دیگر علمائے کرام سے مدارس کی تعلیم اور عالمی حالات پر گفتگو ہوئی۔

۲۷ راگست بروز بدھ، جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاوٗن کے کافی فضلاء لینیسیا میں مقیم ہیں اور جمعیت علمائے افریقہ کی مضبوط ترین شاخ کے ذریعہ مدارس، مساجد، مکاتب اور رفاہی کام میں مصروف ہیں۔ مولانا محمد یوسف واڈی جیسے بزرگ ان کے سرپرست اور امیر ہیں۔ مولانا محمد کاکا کی محنت وکوشش سے یہ فضلاء بہت اچھے انداز سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ صوفی ابراہیم بھاجی فضلاء بنوری ٹاوٗن میں اساتذہ کی خدمت اور بزرگوں سے عقیدت ومحبت میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کی آمد سے فائدہ اٹھاتے

ہوئے شیخ الحدیث حضرت مولانا رضاء الحق صاحب کے حکم پر انہوں نے پہلی ختم نبوّت کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ کیا، اس بنا پر ۲۷/اگست کا پورا دن لینیسیا کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ صبح ساڑھے آٹھ بجے صوفی ابراہیم بھاجی اور مولانا عمر راوت (فاضل بنوری ٹاؤن) کے ہمراہ لینیسیا روانگی ہوئی۔ ناشتہ کا اہتمام صوفی ابراہیم کے یہاں تھا۔

ناشتہ کے بعد مولانا عمر راوت کے قائم کردہ مدرسہ میں حاضری ہوئی۔ حفظ اور ابتدائی کتابوں کا مدرسہ مولانا عمر راوت نے قائم کیا ہے۔ ابتدائی مراحل میں ہے، بعض دوسرے ممالک کے طلباً بھی تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ مولانا عمر راوت بنوری ٹاؤن کے ممتاز فضلاء میں سے ہیں۔ ان کی ایک بھتیجی حوا نے اقرأ میں ڈیڑھ سال کی مدت میں حفظ کی تعلیم مکمل کی۔ اب پورا خاندان دینی خدمت کے لئے وقف ہے۔

جیسا کہ مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ اور مفتی احمد الرحمٰنؒ فرمایا کرتے تھے کہ سیاہ فام مسلمانوں میں کام کرنا ضروری ہے۔ اسی ہدایت کے پیش نظر بعض احباب نے ان پسماندہ علاقوں میں کام شروع کیا۔ مولانا حبیب احمد بنوری ٹاؤن کے فاضل اور مردان کے ساتھی نے بھی اس کام کے لئے اپنی زندگی وقف کی۔ پہلے سفر میں صرف ایک مرکز میں انہوں نے محنت سے کام شروع کیا تھا۔ صبح گھر گھر جا کر گھر والوں کو ڈبل روٹی وغیرہ دے کر بچے حاصل کرتے اور ان بچوں کو تعلیم دیتے۔ اب الحمدللہ! آٹھ مراکز اور کئی مساجد قائم کرچکے ہیں۔ ''مرکز التوحید'' کے نام سے کام کررہے ہیں مسجد بلال اور ایک مرکز کو دیکھنے گئے۔ بعض بچے حفظ قرآن کی تکمیل کے مراحل میں ہیں۔ دو بچوں نے قرآن کریم سنایا، بہت ہی خوبصورت تلاوت کی جس سے اندازہ ہوا کہ بہت ہی محنت سے صحیح انداز میں کام ہورہا ہے۔ ایک سو کے قریب بچے تعلیم حاصل کررہے تھے جو کہ سب کے سب نومسلم تھے۔ ایک کمرے میں بڑی عورتوں کے لئے تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے۔ الحمدللہ! کافی تعداد میں اس طرح کے کام سے سیاہ فام مسلمان ہورہے ہیں۔

حافظ مولانا عبدالرحمٰن صاحب جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے فضلاء میں سے ہیں۔ حضرت اقدس مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے شاگرد خاص اور عشق کی حد تک محبت وعقیدت رکھنے والے افریقہ کی بزرگ ترین شخصیت ہیں حضرت مولانا عبدالغفور عباسی کے خلفاء میں سے ہیں۔ افریقہ کے مشہور علمی خاندان ''میاں خاندان'' سے تعلق رکھتے ہیں۔ زندگی کو قرآن مجید کی خدمت کے لئے وقف کیا ہوا ہے۔

(افریقہ کا سب سے پہلے مدرسہ ''میانز فارم'' میں حضرت مولانا موسیٰ میاں نے قائم کیا تھا۔ مولانا موسیٰ میاں حضرت انور شاہ کشمیریؒ کے عظیم شاگرد تھے جنہوں نے اپنے کو استاد کی خدمت کے لئے وقف کرلیا تھا۔ مولانا انظر شاہ کشمیری نے نقش حیات میں اس خاندان کے بہت سے اوصاف کا ذکر کیا ہے۔ حضرت اقدس مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ ان کی علمی خدمات کا بہت زیادہ تذکرہ فرماتے تھے۔ مجلس

علمی انہوں نے ہی قائم کی ہے جس کے ذریعہ بہت سی نادر اور نایاب کتب دوبارہ شائع ہوئیں۔ اس وقت بھی معہد اسلامی قائم ہے جس کے تحت قرآن کریم اور نادر کتب کی اشاعت کا سلسلہ جاری ہے۔ بہت سارے ممالک میں مکاتب قرآن اور ابتدائی مدارس بھی قائم ہیں۔مکتب کے لئے بہت خوبصورت نظام مرتب کر کے خوبصورت انداز میں شائع کیا ہے)۔

ابتدا میں ''میانز فارم'' میں رہائش پذیر تھے تو وہیں حفظ کا مدرسہ قائم کیا ہوا تھا۔صبح چار بجے سے بچوں کو پڑھانا شروع کرتے اور رات گئے تک اس میں مصروف رہتے۔ افریقہ کے قدیم حفاظ اور علماء ان کے شاگرد ہیں۔......حفاظ ان کے لئے صدقہ جاریہ ہیں، کچھ عرصہ سے لینیسیا میں اپنے گھر پر مدرسہ قائم کر کے بچیوں کو حفظ کرا رہے ہیں۔ ساتھ ہی بہت خوبصورت مسجد بھی تعمیر کی ہے، اپنی ذاتی آمدنی سے مدرسہ کے اخراجات پورے کرتے ہیں۔گزشتہ عرصہ فالج کی وجہ سے شدید معذوری کی حالت ہوگئی تھی مگر قرآن مجید پڑھانا نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کافی بہتر ہیں اور قرآن کریم کی خدمت میں مصروف ہیں، صورتاً حضرت اقدس مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ سے مشابہ ہیں۔ میں جتنی دیر رہا حضرت کے چہرہ پر دیکھتے ہوئے اور حضرت بنوریؒ کی یاد میں محو رہا۔عیادت کے بعد حضرت نے دعا فرمائی اور وہاں سے جمعیت علمائے افریقہ کے دفتر میں علمائے کرام سے بات چیت اور ظہرانہ کے لئے پہنچے۔

جمعیت علمائے افریقہ کے نظم وضبط میں یہ بات شامل ہے کہ ہر ماہ مجلس عاملہ کے اجلاس اور مختلف دفاتر میں معائنہ کے علاوہ ہر تیسرے ماہ مقامی شاخ کے اجلاس کے ساتھ مجلس عاملہ کا مشترکہ اجلاس ہوتا ہے، جس میں حسابات کی چیکنگ کے ساتھ تمام شعبوں کی نگرانی اور معائنہ کیا جاتا ہے اور شکایات کے ازالہ کی کوشش کی جاتی ہیں اور باز پرس وغیرہ کے مراحل طے ہوتے ہیں تاکہ کارکردگی کو بہتر سے بہتر بنایا جائے۔اس کے علاوہ دیگر علمائے کرام کو بھی حضرت اقدس کی تشریف آوری کی وجہ سے مدعو کیا گیا تھا۔

دفتر میں مولانا محمد ایوب، مولانا عباس جینا، مولانا یوسف وادی، مولانا حیدر علی، مولانا محمد کاکا، مولانا داؤد، مولانا احمد اور دیگر علمائے کرام نے استقبال کیا بعض امور پر راقم الحروف نے حضرت کی جانب سے ہدایات دیں بعد ازاں ظہر کی نماز کی ادائیگی کے بعد ظہرانہ ہوا۔ظہرانہ کے بعد حضرت اقدس ''ریڈیو اسلام'' کے دفتر تشریف لے گئے اس موقع پر مولانا حیدر علی، محمد اسماعیل وادی نے بتایا کہ ریڈیو اسلام علمائے کرام کی مشاورت سے قائم کیا گیا۔

ابتدا میں بہت سارے علمائے کرام اس کے حق میں نہیں تھے، جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی، مفتی نظام الدین شامزئی، ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا سعید احمد پالن پوری، مولانا سید اسعد مدنی اور

دارالعلوم دیوبند، جامعہ بنوری ٹاؤن، دارالعلوم کراچی سے فتاویٰ کے حصول کے بعد شریعت کے اصولوں کی روشنی میں اس کا آغاز کیا تو مسلمانان افریقہ میں اس کی کافی پذیرائی ہوئی۔ درمیان میں بعض مسلمانوں کی شکایت پر حکومت نے اس کو بند کردیا۔ جمعیت علمائے افریقہ نے اس پر مقدمہ کیا جس میں کامیابی کے بعد دوبارہ شروع کیا۔ چوبیس گھنٹے یہ ریڈیو اسلامی تعلیمات پر مبنی پروگرام پیش کرتا ہے اور نوے فیصد مسلمان اس کو سنتے ہیں۔ صبح اسکول جاتے وقت یٰسین شریف ہر بچہ اور ان کے والدین گاڑی میں سنتے ہیں۔ جمعہ سے قبل سورۂ کہف اور تلاوت اور نعتوں کے ساتھ انگریزی میں اہم تقاریر، مسلمان ملکوں کی خبریں وغیرہ مسلمانوں تک پہنچائی جاتی ہیں۔ جمعیت علمائے افریقہ نے اس کے ذریعہ مسلمانوں کو گانوں اور دوسرے ریڈیو اسٹیشن کے خرافات والے پروگراموں سے بچالیا ہے۔

بعد نماز عصر جامع مسجد عمر میں علمائے کرام کا اجتماع ہوا جس میں راقم الحروف نے حضرت اقدس کی جانب سے نصیحتیں کرتے ہوئے عرض کیا کہ آپ علمائے کرام بہت اچھے انداز میں کام کررہے ہیں مگر اس وقت جس طرح کفر کی یلغار اسلام اور مسلمانوں پر ہے ان کو تر نوالہ سمجھ کر ہر ایک ہڑپ کرنے کی کوشش کررہا ہے۔

اسکولوں، امدادی اداروں، میڈیا کے ذریعہ کفر کی تہذیب مسلط کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، اس کی وجہ سے علمائے کرام کی ذمہ داریاں بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں۔ مسلم اسکول جو کہ تعلیمی اعتبار سے معیاری ہوں اور تربیت کے لحاظ سے بہت اعلیٰ ہوں قائم کرنا علمائے کرام کی ذمہ داری ہے۔

اس کے ساتھ امدادی اداروں کو عیسائیوں، یہودیوں، قادیانیوں کے حوالہ کرنا غیرت اسلامی کے منافی ہے، اہل خیر مسلمان اس کے ذریعہ غریب مسلمانوں کے ایمان کا تحفظ کرسکتے ہیں اور غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب، اس لئے اس طرف توجہ کی بہت ضرورت ہے۔

اس وقت ایک بڑا فتنہ علمائے کرام اور اپنے اسلاف کی تاریخ کو بھلانا ہے۔ ہماری کامیابی کا راز اسلاف اکابر کے ساتھ رشتہ جوڑے رکھنے میں ہے اکابر دیوبند نے ایک ایک مسئلہ میں تحقیق مکمل کرلی ہے۔ ہمیں اس مسلک پر سختی سے کاربند رہنا چاہئے۔

بعد نماز مغرب جمعیت علمائے افریقہ اور مدرسہ تعلیم الدین اور علمائے لینیسیا کی جانب سے پرتکلف عشائیہ کا اہتمام ہوا جس میں سینکڑوں علمائے کرام نے شرکت کی۔ علمائے کرام کی شرکت کے اعتبار سے یہ سب سے بڑا پروگرام تھا۔ صوفی ابراہیم، مولانا محمد کاکا، شیخ الحدیث مولانا رضاء الحق صاحب نے میزبانی کا حق ادا کردیا۔ صوفی ابراہیم کی تنظیمی مہارت اور کھانے کے ذوق کی ہر شخص نے داد دی۔

مسجد عمر میں ختمِ نبوّت کا پروگرام عشا کے بعد رکھا گیا تو اس کی صدارت کے لئے مسجد عمر

تشریف لے گئے۔ نماز عشاء کے بعد جب ختمِ نبوّت کانفرنس کا آغاز ہوا تو مسجد عمر اپنی وسعت کے باوجود اپنی تنگ دامنی کا شکوہ کرتی نظر آئی، غالباً عید کے اجتماع کے بعد ختمِ نبوّت کی برکت کا مشاہدہ اس اجتماع کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کرانا چاہتے تھے۔ علمائے کرام کی کثرت اور مسلمانوں کا جوش و خروش سے عقیدۂ ختمِ نبوّت کی سربلندی روحانی اور مادی دونوں طور پر محسوس ہو رہی تھی۔ نماز عشاء قاری برکت اللہ صاحب کی پرسوز تلاوت اور حضرت اقدس کی موجودگی کی وجہ سے ایک روحانی کیفیت میں ادا ہوئی۔

سنتوں کی ادائیگی کے بعد شیخ الحدیث مولانا رضاء الحق، مولانا علاؤالدین افغانی، مولانا محمد کاکا، کو ممبر کے قریب آنے کی دعوت دینے کے بعد علمائے کرام کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تو تھوڑی دیر میں مولانا محمد یوسف واڈی، مولانا حیدر علی، مفتی محمد اشرف، مولانا شریف احمد ہتھورانی، مولانا محمد درویش، مولانا محمد یونس وڑاچہ، مولانا سعید احمد نولکھی، مولانا موسیٰ پانڈور، مولانا حبیب احمد مردانی، مولانا شفیق حاجی، مولانا عبداللہ نانا، قاری رفیق حبیب، مولانا ابراہیم پٹیل، مولانا حافظ بشیر احمد، قاری بشیر احمد پٹیل، مولانا سعید احمد گاردی، ڈاکٹر مسعود الحسن، مولانا محمد یعقوب، مولانا عمر راوت، مولانا محمود، زبیر وید، محمد حسین راگی، مولانا محمد الیاس، مولانا محمد جنید، مولانا موسیٰ بدائت، مولانا نذیر احمد جسات، مولانا رفیق ولی، قاری برکت اللہ، مفتی عبدالقادر حسین، مفتی مسعود احمد، مولانا محمد کھاترا، مولانا محمد بیمات، مولانا اسماعیل وڑاچہ، مولانا محمد جوگی، حافظ عمران کاکا، مفتی عبداللہ دیویلا، مفتی محمد سعید متارا، مفتی قاسم عابد، مولانا محمد ابراہیم کاسوجی، حاجی سلیمان، حافظ قاسم پاریکھ، مولانا رشید دابھیلیا، مولانا شبیر خان، مولانا محمد امین دایا، مولانا علی اسماجی، مفتی محمد قاضی، مولانا محمد ایوب منیگرا، مولانا اسماعیل شاکر، مولانا محمد حنیف بھامجی، حافظ نذیر تیمور، قاری اسلم مایت، مولانا عمران بڈھانی، قاری بشیر چوہدری، مولانا محمد ارشد، حافظ شعیب کاکا، مولانا عبدالخالق سیدات وغیرہ جب شیخ المشائخ مولانا خواجہ خان محمد اور شیخ الحدیث مولانا رضاء الحق کے اردگرد پروانوں کی طرح تشریف فرما ہوئے تو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے۔ علمائے کرام کے جھرمٹ میں صوفی ابراہیم نے حضرت اقدس کی اجازت سے کانفرنس کا آغاز کرنے کے لئے قاری شبیر احمد کو تلاوت کلام پاک کے لئے مدعو کیا۔ قاری صاحب کی پرسوز تلاوت نے جاں نثاران ختمِ نبوّت کی آنکھوں کو پرنم کر دیا۔

تلاوت کے بعد نعت رسول مقبول ﷺ قاری رفیق نے جب پیش کی تو الفاظ کی معنویت اور آواز کے سحر میں پورا مجمع ڈوب گیا بہت ہی خوبصورت نعت تھی۔ نعت کے بعد صوفی ابراہیم نے حضرت اقدس شیخ المشائخ کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ اس وقت برصغیر ہی نہیں ہیں بلکہ پوری دنیا میں سلسلہ نقشبندیہ کے سب سے بڑے بزرگ ہمارے حضرت ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت کے اس درجہ پر

پہنچایا ہے کہ خاموش رہ کر نگاہوں اور دل کے تصورات اور توجہات سے آپ لوگوں کے دلوں کی زندگیاں بدل رہے ہیں، لاکھوں افراد آپ سے فیضیاب ہوکر اتباع سنت کے خوگر بن چکے ہیں، سینکڑوں علمائے کرام آپ سے خلعت خلافت حاصل کر چکے ہیں، تبلیغی جماعت کے بزرگ مولانا نذر الرحمٰن، محدث العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے فرزند مولانا انظر شاہ اور ان جیسے کئی علمائے کرام آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہیں۔

روحانی طور پر آپ کو بہت بڑا درجہ حاصل ہے، شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ آپ قطب وقت اور مستجاب الدعوات ہیں ہر وقت اللہ کے تصور سے متصف ہمارے مخدوم ومکرم بزرگ سے جو سلسلہ تعلق جوڑتا ہے اٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے خدا کے تصور سے اس کا قلب منور ہوجاتا ہے، آپ کی انگلی کے ایک اشارے سے بڑے سے بڑا گناہ گار کا قلب ذکر اللہ سے جاری ہوجاتا ہے۔ آپ کے طویل مراقبے روحانی اسرار کھولتے ہیں اور قلب کو مصفا بنادیتے ہیں۔

آپ سے تصوف وسلوک کے علاوہ اللہ تعالیٰ عقیدۂ ختم نبوّت کے تحفظ اور قادیانیت کی بیخ کنی کے لئے جو کام لیا وہ تاریخ کا عظیم سنہری باب ہے۔

۱۹۷۴ء میں جب حضرت مولانا لال حسین اختر کی رحلت کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت قیادت کے اعتبار سے یتیم نظر آنے لگی اور جاں نثاران ختم نبوّت قیادت کے لئے منجانب اللہ کسی شخصیت کی آمد کی طرف متوجہ ہوئے تو علمائے کرام کی نگاہیں محدث العصر عاشق رسول حضرت آدم بنوری وحضرت انور شاہ کشمیری کے روحانی اور علمی وراثت کے امین، علمائے حق کے سرخیل مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ پر پڑے۔

جاں نثاران ختم نبوّت اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے عہدیداروں اور کارکنان ختم نبوّت پاکستان کے دفاتر کی چابیاں اور اپنی پگڑیاں حضرت اقدس کے قدموں میں ڈال دیں کہ یا تو ہم پر رحم کرتے ہوئے ہماری قیادت سنبھال کر عقیدۂ ختم نبوّت کے تحفظ کا کام اور اپنے استاد محترم محدث العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا محمد حیات، مولانا لال حسین اختر کے اس مشن کو جاری رکھیں یا ان دفاتر کو تالے لگا کر اس کام کو بند فرمادیں۔

حضرت اقدس مولانا سید محمد یوسف بنوری نے استخاروں کے بعد یہ شرط عائد کی کہ اگر خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ کے سجادہ نشین مولانا خواجہ خان محمد صاحب کو نائب امیر بناؤ گے تو میں اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے تیار ہوں۔ ان علمائے کرام نے عرض کیا کہ آپ کی تمام شرائط سر آنکھوں پر، آپ

جو فیصلہ فرمائیں منظور ہے۔

حضرت اقدس مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ مستقبل میں جھانک رہے تھے، آپ نے اپنے بعد بھی اس جماعت کا انتظام کرنا تھا، اس طرح حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب، مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے نائب کی حیثیت سے خدمات انجام دینے لگے۔

فروری ۱۹۷۴ء میں یہ دونوں بزرگ اس منصب پر فائز ہوئے ، اور ۲۸ مئی کو چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر نشتر میڈیکل کالج کے ۹۰ طلباء کو ختمِ نبوّت زندہ باد کے نعروں کی پاداش میں ایک ہزار مسلح قادیانی غنڈوں نے مرزا طاہر کی قیادت میں مار مار کر ادھ موا کیا، جس پر تحریک ختمِ نبوّت کا آغاز مولانا سید محمد یوسف بنوری، مولانا خواجہ خان محمد، مفکر اسلام مولانا مفتی محمود، مجاہد اسلام مولانا غلام غوث ہزاروی، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق، شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا شاہ احمد نورانی، نوابزادہ نصر اللہ خان وغیرہ کی قیادت میں ہوا۔

پورے پاکستان میں مسلمانوں نے جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کا عزم کیا۔ حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پڑے، قومی اسمبلی نے دو ماہ اس مسئلہ پر بحث کی۔ مرزا ناصر، مرزا صدر الدین پر مفتی محمود نے یحییٰ بختیار کے ذریعہ گیارہ دن جرح کی۔ آخر کار وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ نے ترمیمی بل پیش کیا اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا ترمیمی بل منظور کیا۔

۱۶/اکتوبر ۱۹۷۷ء میں محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ اس دار فانی سے دار بقا کی طرف تشریف لے گئے تو پاکستان بھر کے علمائے کرام کو حضرت بنوریؒ کی کرامت کا احساس ہوا اور شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد کو امیر منتخب کیا گیا۔ ادھر مارشل لاء نافذ ہوا اور اس کی وجہ سے ۱۹۷۲ء کا آئین معطل ہوا تو قادیانی خوشی کے شادیانے بجانے لگے کہ آئینی ترمیم ختم ہوگئی اور ان کا دشمن بھٹو انجام بد کو پہنچا۔

اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے شیخ المشائخ مولانا خواجہ خان محمد صاحب، امام اہل سنت مفتی احمد الرحمٰنؒ، شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے مارشل لا کو للکارا، جمعیت علمائے اسلام نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کی آواز پر لبیک کہا اور مارشل لاء کی موجودگی کے باوجود تحریک میں صف اول کے سپاہی بننے کا فیصلہ کیا۔ مولانا فضل الرحمٰن بن مفتی محمودؒ، میدان عمل میں اترے اور آخر کار مارشل لاء حکومت نے آرڈی نینس جاری کر کے قادیانیت سے متعلق ترامیم اور اسلامی دفعات سے متعلق قوانین کو تحفظ دینے کا اعلان کیا تو قادیانیوں کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی۔ خوشیوں کے چراغ ماند پڑ گئے۔

کچھ دنوں تک قادیانیت دم دبا کر بیٹھی رہی پھر بقول شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

قادیانی کے سربراہ کے دماغ میں اسی سال مکمل ہونے پر پھر خناس سوار ہوا اور انہوں نے اس آئینی ترمیم کو تسلیم نہ کرنے کا اعلان کرتے ہوئے اپنے آپ کو مسلمان کہلوانا اور شعائر اسلام استعمال کرنا شروع کیا، جس بنا پر شیخ المشائخ مولانا خواجہ خان محمد صاحب نے محسوس کیا کہ جب تک آئینی ترمیم کے ساتھ قانون سازی نہیں ہوگی قادیانیت کی شرانگیزیوں پر بند باندھا نہیں جاسکتا کیونکہ قادیانی شرانگیزیوں کے ذریعہ مغربی ممالک سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں جب قانون ہوگا تو قانون کے ذریعہ ارتدادی سرگرمیوں کے آگے بند باندھا جاسکے گا۔

آپ نے اعلان کردیا کہ قادیانیت سے متعلق قانون سازی کی جائے ورنہ اسلام آباد کا گھیراؤ ہوگا۔ مولانا محمد شریف جالندھری نے ایک ایک جماعت کے سربراہ کے پاؤں پکڑے، راجہ ظفرالحق وزیر قانون، وزیر اطلاعات، اور جنرل ضیاء الحق مرحوم کے رفقاء کے چوکھٹوں پر دھرنا دے کر بیٹھ گئے۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم نے ملاقات کا وقت دیا تو دروازے پر جوتیوں والی جگہ براجمان ہوگئے، جنرل صاحب نے کہا کہ وہ بیٹھنے کی جگہ نہیں۔ کہا کہ اگر ختم نبوّت کا مسئلہ ہم حل نہیں کراسکتے تو ہماری جگہ اس سے بھی بدتر ہے؟ جنرل ضیاء الحق نے وعدہ کیا تو جوتیوں کی جگہ سے اٹھے۔

ادھر یہ قربانی اور ادھر شیخ المشائخ حضرت خواجہ ختم نبوّت اور جمعیت علمائے اسلام کی فورس لے کر اسلام آباد کا دھرنا دینے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ مفتی احمد الرحمٰن، مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا محمد عبداللہ شہید، قاری سعید الرحمٰن، قاری عبدالمالک، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا تاج محمود، دوسری طرف مولانا فضل الرحمٰن، مولانا عبدالغفور حیدری، مولانا عبداللہ اور ختم نبوّت کے جاں نثار سپاہی، مولانا عبداللہ شہید کی مسجد، جنرل ضیاء الحق کو راجہ ظفرالحق نے حالات کی سنگینی کا احساس دلایا اور اس نے امتناع قادیانیت آرڈی نینس جاری کیا، جس کی رو سے قادیانیوں کے لئے شعائر اسلام استعمال کرنا اور اپنے آپ کو مسلمان کہلوانا ممنوع قرار پایا۔ آرڈی نینس کے جاری ہوتے ہی مرزا طاہر سربراہ قادیانی جماعت ممبر پر بیٹھ کر مسلمانوں کو عمومی طور پر اور علمائے کرام اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے رہنماؤں کو ستارہا اور آخر کار راتوں رات اپنے چند گرگوں کے تعاون سے ملک چھوڑ کر فرار ہوگیا اور اپنے آقاؤں کے چرنوں میں پناہ حاصل کرکے انہی کے تعاون سے مرکز بنالیا اور یورپی اور افریقی ممالک کے غریب اور پسماندہ مسلمانوں کو اپنا اہداف بنایا۔

شیخ المشائخ خواجہ خان محمد صاحب نے فوری طور پر انگلینڈ میں قادیانیوں کا تعاقب شروع کرنے کا فیصلہ کیا اور مولانا مفتی احمد الرحمٰن اور شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا منظور احمد الحسینی اور حاجی عبدالرحمٰن یعقوب باوا کو ذمہ داری سونپی کہ وہ دفتر وغیرہ حاصل کرلیں ان حضرات کی

کوششوں سے لندن میں نہ صرف دفتر قائم ہوا بلکہ قادیانیوں کے سالانہ اجتماع کے مقابلہ میں ختمِ نبوّت کانفرنسوں کا آغاز ہوا۔

افریقہ کے مسلمانوں نے مقدمہ کیا تو عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے امیر کے حکم سے شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا عبدالرحیم اشعر، مولانا محمد تقی عثمانی، مولانا محمود غازی، علامہ خالد محمود، مولانا ظفر احمد انصاری، ڈپٹی اٹارنی جنرل گیلانی وغیرہ گئے اور مقدمہ الحمدللہ! مسلمانوں کے حق میں ہوا اور عدالت نے فیصلہ دیا کہ عقائد کی بنیاد پر مسلم اور غیر مسلم کا فیصلہ کرنے کا اختیار علمائے کرام کو ہے لہٰذا عدالت کے بجائے علمائے کرام کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

اس مقدمہ میں صرف مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب نے ایک ہزار صفحات پر مشتمل بیان داخل کیا، کل مقدمہ کی کارروائی ۳۲ ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ بہرحال حضرت اقدس اس جماعت کی قیادت بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔

ہمارے ساتھ حضرت اقدس کی ایک اور نسبت ہے کہ حضرت نے اپنی ابتدائی تعلیم کو تو اپنے علاقہ کندیاں شریف اور مدرسہ عزیزیہ میں حاصل کی، لیکن ...... جب موقوف علیہ یعنی مشکوٰۃ، جلالین اور ہدایہ کی اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند اپنے ہمراہیوں کے ساتھ تشریف لے گئے تو آپ کا داخلہ تو دیوبند میں ہوگیا مگر ساتھیوں کا داخلہ نہ ہوسکا۔ اس وقت دستور یہ تھا کہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ نہ ملنے والے طلباً کا داخلہ بغیر امتحان کے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں ہوجاتا تھا اور ان کو جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تک کا کرایہ بھی ادا کرتا تھا۔ ساتھی جب جامعہ اسلامیہ ڈابھیل جانے لگے تو حضرت اقدس نے دیوبند کے داخلہ کے باوجود ساتھیوں کی فرقت گوارا نہیں کی اور ان کے ساتھ ڈابھیل موقوف علیہ کی تعلیم کے لئے تشریف لے گئے، وہاں پر محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ، مولانا بدر عالم اور دیگر علمائے کرام سے مشکوۃ شریف اور دیگر کتب درجہ سابعہ کی تکمیل کی۔ اس طرح ہمارے ساتھ حضرت کا تعلیمی رشتہ بھی ملتا ہے۔ دورۂ حدیث کے لئے ۱۹۴۰ء میں دیوبند تشریف لے گئے۔ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ نے پہلا درس حدیث دیا تھا کہ رات کو گرفتاری ہوگئی تو آٹھ دن تک حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ والے اسباق معطل ہوگئے جب طویل اسیری کا فیصلہ ہوا تو حضرت مولانا محمود الحسن امروہی کو دعوت دی گئی۔ انہوں نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ والے اسباق پڑھائے۔ باقی احادیث کی کتب دیگر اساتذہ کرام سے پڑھیں اور شعبان المعظم میں امتحان سالانہ میں نمایاں کامیابی حاصل کرکے سند فضیلت حاصل کی۔

پاکستان تشریف لانے کے بعد تدریس اور تزکیہ نفس کا عمل شروع کیا اور جلد ہی خلافت سے

سرفراز ہوئے مگر (حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کی پوری حیات طیبہ میں ان کے خادم خاص کی حیثیت سے رہ کر حق خدمت کی اعلیٰ ترین نظیر پیش کی۔ حضرت مولانا عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ حضرت مولانا ابوسعد احمد خان، مولانا خواجہ خان محمد صاحب کے چچا تھے) حضرت مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ کے سجادہ نشین قرار پائے۔

فراغت کے بعد صوفی ابراہیم بھامجی نے دارالعلوم زکریا کے مدرس مولانا سلیمان ملا کو دعوت دی کہ وہ عقیدۂ ختم نبوّت کے موضوع پر تفصیلی خطاب کریں۔ مولانا سلیمان ملا نے حمد وثنا کے بعد کہا کہ ختمِ نبوّت کی مناسبت کے موضوع سے چاہئے تو یہ تھا کہ میرے استاد محترم فضیلۃ الشیخ مخدوم العلماء شیخ الحدیث مولانا رضاء الحق دامت برکاتہم خطاب فرماتے یا پاکستان سے آئے ہوئے علمائے کرام اس سلسلہ میں گفتگو کرتے مگر یہ تمام حضرات انگریزی زبان سے بعد کی وجہ سے براہ راست آپ سے خطاب نہیں کر سکتے اور ترجمہ کی ضرورت رہتی ہے اس بنا پر ان کے حکم پر میں ان کے نمائندہ کی حیثیت سے اس موضوع پر براہ راست آپ سے مخاطب ہو رہا ہوں۔ آپ کے سامنے ابھی ہمارے ایک ساتھی نے بہت خوبصورت انداز میں ہدیہ نعت پیش کیا، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام سیرت طیبہ کو سمو دیا جو کہ ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔

نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عقیدۂ ختمِ نبوّت سے سرفراز فرما کر اعلان کرا دیا کہ اب نبوت ورسالت کا دروازہ بند ہوگیا، آپ کی نبوت ورسالت قیامت تک چلے گی، آپؐ کو خاتم النبیین، ماحی، حاشر اور ان جیسے الفاظ اور اسماء سے پکارا گیا، جس کا مطلب واضح طور پر یہی ہے کہ آپؐ کے بعد کسی نبی ورسول کا امکان نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کے آخری دنوں میں اسود عنسی نے جھوٹا دعویٰ نبوت کیا تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حکم دیا کہ اس کی گردن اڑا دی جائے۔

مسلمانوں نے جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر یہ فریضہ انجام دیا اور حضرت فیروز رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیماری میں حضرت جبریل امین علیہ السلام کے ذریعہ اطلاع دی گئی، آپؐ نے فرمایا: ''فاز فیروز'' فیروز کامیاب ہوگیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین حیران ہوگئے تو آپ نے جبریل امین علیہ السلام کی جانب سے آنے والی خوشخبری سے آگاہ کیا۔ آپؐ کی اس دنیا سے تشریف بری کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس کی باضابطہ اطلاع ملی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دنیا سے پردہ پوشی کے بعد مسیلمہ کذاب نے شراکت نبوت کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کے خلاف لشکرکشی شروع کر دی۔ یمن اور اس کے اطراف پر قبضہ کیا، دوسری طرف سجاح نامی عورت بھی میدان عمل میں اتر گئی اور پھر ان دونوں کی شادی کے بعد دونوں قوتیں مجتمع ہوگئیں اور مختلف

مقامات پر انہوں نے مسلمانوں کو زبردستی کافر بنانا چاہا، ادھر حضور ﷺ کی رحلت کے بعد مختلف فتنوں نے سر اٹھایا۔ مسلمانوں کا بہت بڑا لشکر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں روم کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دو تین چھوٹے لشکر روانہ کئے مگر ان کو کامیابی حاصل نہ ہوسکی، جس پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں حفاظ، قرأ، مفسرین اور اصحاب بدر پر مشتمل ایک لشکر تیار کر کے روانہ کیا گیا۔

مسیلمہ کذاب تیس ہزار سے زائد لشکر کے ساتھ مقابلہ پر آیا۔ ابتدائی ہزیمت کے بعد وہ ایک قلعہ میں بند ہوگیا۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے دوسرے ساتھیوں کو کہا کہ مجھے اٹھا کر قلعہ کے اس پار پھینک دو، شہید ہوگیا تو بہت اچھی بات ہے، ورنہ دروازہ کھول دوں گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے اس ترکیب پر عمل کیا، قلعہ کا دروازہ کھلتے ہی مسلمانوں نے جوش سے قلعہ میں داخل ہوکر جرأت وشجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسیلمہ کذاب کے لشکر کو جہنم رسید کرنا شروع کیا۔ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کو گھیرا اور ایک ہی وار میں جہنم رسید کر دیا۔ اس طرح جھوٹا مدعی نبوت اپنے انجام کو پہنچا۔

اسلام کی تاریخ میں بہت سارے جھوٹے مدعیان نبوت پیدا ہوتے رہے مگر مسلمان حضور ﷺ کے حکم کے مطابق ان کو سزا دیتے رہے تا آنکہ برصغیر میں اٹھارویں صدی عیسوی میں انگریزوں نے مرزا غلام احمد قادیانی نامی ایک شخص کو مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کے لئے جھوٹا مدعی نبوت کی حیثیت سے چنا، اس نے پہلے اپنے آپ کو مناظر اسلام کی حیثیت سے متعارف کرایا اور عیسائیوں اور آریوں سے مناظرے شروع کئے بعض علمائے کرام اس کے ساتھ ہوگئے مگر جلد ہی اس کی حقیقت معلوم ہونے پر اس سے جدا ہوگئے۔

آخر کار مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے مشن کا آغاز کیا اور مجدد، ملہم من اللہ، مسیح موعود، ظلی و بروزی، نبی سے ہوتا ہوا ۱۹۰۸ء میں جھوٹے مدعی نبوت کی حیثیت سے منظر عام پر آ گیا۔ سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کو حکم دیا کہ وہ ہجرت مدینہ منورہ کا ارادہ ترک کر کے واپس برصغیر جائیں ایک بڑے فتنہ کے مقابلہ میں ان سے کام لیا جائے گا۔ ادھر مولانا عبداللہ لدھیانوی وغیرہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد کی روشنی میں کفر کا فتویٰ صادر کیا اور دارالعلوم دیوبند سے بھی فتویٰ حاصل کرلیا، جبکہ بریلوی مکتبہ فکر اور اہل حدیث علماء اسلام کی جانب سے بھی مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے پیروکاروں کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔

۱۹۳۰ء میں محدث العصر مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور میں پانچ سو علمائے

کرام کو جمع کیا اور اپنا درد دل کھول کر پیش کرتے ہوئے کہا کہ گزشتہ چھ ماہ سے مسلسل اس سوچ کی وجہ سے میری راتوں کی نیند حرام ہوچکی ہے کہ خدانخواستہ اگر فتنہ قادیانیت کامیاب ہوگیا تو ہم حضور ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے؟ ہماری نمازیں اور تہجد اور قرآن و حدیث پڑھانا کس کام آئے گا؟ میں گزشتہ چھ ماہ سے رات بھر خدا تعالیٰ کے دربار میں سربسجود ہوکر دعائیں کررہا ہوں جس کے بعد میرے دل میں یہی بات آئی ہے کہ علمائے کرام کی ایک بڑی جماعت اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے اپنے آپ کو وقف کردے۔ میری نظرانتخاب آپ حضرات پر پڑی ہے اور میری تجویز ہے کہ ہم سب اس نوجوان عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو امیر شریعت مقرر کرکے ان کے ہاتھ پر عقیدۂ ختم نبوّت کے تحفظ کے کام کرنے کی بیعت کریں۔ تمام علمائے کرام نے نہ صرف اس تجویز کی حمایت کی بلکہ اس کو منجانب اللہ سمجھتے ہوئے فوری طور پر بیعت کی۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اس موقع پر فرمایا کہ یہ میرے ہاتھ پر بیعت نہیں ہے حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر ہی بیعت ہے اور میں اس عہد کو انشاء اللہ نبھا کر دکھاؤں گا۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اپنے عہد کو نبھا کر دکھایا اور پہلے ہی مرحلہ میں برصغیر کے مختلف علاقوں میں جلسوں، مناظروں اور تحریری مقابلوں کے ذریعہ عقیدۂ ختمِ نبوّت کی اہمیت اور قادیانیت کے کفریہ عقائد کو واضح کرکے مسلمانوں کو قادیانیوں کی گود میں گرنے یا اس سے متاثر ہونے سے بچانے کی جدوجہد شروع کردیں۔

اس دوران قادیانیوں نے ''قادیان'' کو اپنا مرکز بنا کر وہاں سے کفر کی تبلیغ شروع کردی اور وہاں مسلمانوں کا جینا دوبھر کردیا، اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے قادیان میں جلسہ کرنے کا اعلان کردیا۔ اس اعلان نے قادیانیوں کی صفوں میں کھلبلی مچادی، انگریز آقاؤں کو اپنی خدمات اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں مسلمانوں کے خلاف اہم کردار ادا کرنے اور پچاس گھوڑے دینے کا حوالہ دے کر امداد طلب کی۔

انگریزی حکومت اپنے وفاداروں کا بہت زیادہ خیال رکھتی تھی۔ فوراً جلسہ پر پابندی عائد کردی، اس پر مسلمانوں نے احتجاج شروع کردیا، جس پر حکومت نے بادل نخواستہ قادیان سے باہر جنگل میں جلسہ کی اجازت دے دی، اس سے قبل شعبہ ختمِ نبوّت مجلس احرار اسلام نے قادیان میں اپنا دفتر کھول لیا تھا۔ بہرحال مسلمانوں نے بھرپور جلسہ کیا، ایک لاکھ سے زائد افراد شریک ہوئے۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریر نے مسلمانوں میں نئی روح پھونک دی۔ قادیانی پریشان ہوگئے، شکایتیں کیں، جس پر مقدمہ ہوا نچلی عدالت نے سزا سنائی جس کو بالائی عدالت نے ختم کردیا۔ یہ سلسلہ قیام پاکستان تک چلتا رہا۔ مناظروں اور تحریری مقابلوں میں قادیانی شکست کھاتے رہے۔ علمائے کرام ان کا راستہ روکتے رہے۔

قیام پاکستان کے بعد انگریز کی سرپرستی سے قادیانی، فوج اور بعض اہم عہدوں پر فائز ہوگئے اس میں وزیر خارجہ ظفر اللہ قادیانی سرفہرست تھا۔ انہوں نے ''چک ڈھڈیاں'' میں ایک روپے ایکڑ کے حساب سے سینکڑوں ایکڑ زمین مفت حاصل کر کے اپنا مرکز بنایا اور اسلام کے خلاف کام شروع کر دیا۔ پاکستان اور بلوچستان کو قادیانی اسٹیٹ بنانے کی کوشش کی۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے تحریک ختم نبوّت ۱۹۵۳ء کا اعلان کیا۔ تمام علمائے کرام میدان عمل میں اتر گئے۔ جیلوں کے دروازے ان پر کھول دیئے گئے۔ پولیس کا ظلم وستم شروع ہوگیا، مگر تحریک روز بروز تیز تر ہوتی گئی۔ مجبوراً حکومت نے مارشل لاء لگا کر لاہور فوج کے حوالہ کر دیا۔ دس ہزار جاں نثاران ختم نبوّت نے شہادتوں کا نذرانہ پیش کیا۔ ایک لاکھ سے زائد علمائے کرام، مشائخ عظام اور اہل دین پابند سلاسل ہوئے۔ حکومت نے بظاہر تحریک کو دبا دیا مگر پاکستان، قادیانی اسٹیٹ نہ بن سکا اور ہر مسلمان قادیانیوں کے عقائد سے آگاہ ہوگیا۔ قادیانیت ایک گالی بن گئی۔

مسلمانوں کو رہا کرانے کا عمل شروع ہوا اور پھر مجلس تحفظ ختم نبوّت کے نام سے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور آپ کے رفقاء نے کام شروع کیا۔

فروری ۱۹۷۴ء میں محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوری امیر منتخب ہوئے اور شیخ المشائخ مولانا خواجہ خان محمد نائب امیر۔ چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر مرزا طاہر اور اس کے ایک ہزار غنڈوں نے نشتر میڈیکل کالج کے طلباً کو ختم نبوّت زندہ باد کے نعروں کی پاداش میں شدید ترین تشدد کر کے ادھ موا کر دیا۔ فیصل آباد اسٹیشن پر ٹرین پہنچی تو مجلس تحفظ ختم نبوّت کے علمائے کرام موجود تھے جنہوں نے زخمی طلباً کو فوراً ہسپتال پہنچا دیا اور تحریک ختم نبوّت ۱۹۷۴ء کا آغاز کر دیا۔

محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ نے علمائے کرام اور سیاسی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کر کے مجلس عمل تحفظ ختم نبوّت تشکیل دی۔ مولانا بنوری صدر اور محمود احمد رضوی سیکریٹری جنرل بنے۔ مولانا مفتی محمودؒ، مولانا عبدالحق، مفتی ولی حسن ٹونکیؒ، علامہ شاہ احمد نورانی، مولانا معین الدین لکھنوی، نوابزادہ نصر اللہ خان، خان عبدالولی خان وغیرہ تحریک میں شریک ہوئے۔

ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم نے پہلے تحریک کو دبانے کی کوشش کی پھر مجبور ہو کر قومی اسمبلی کا اجلاس بلایا۔ مرزا ناصر اور مرزا صدر الدین کو بلایا گیا اور آخر کار دو ماہ کے مسلسل اجلاس کے بعد ۷ ستمبر کو قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔

اس سے قبل رابطہ عالم اسلامی کے اجلاس میں تمام اسلامی ممالک کے نمائندوں نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔ آزاد کشمیر اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ اس طرح ۹۰ سال بعد یہ فتنہ

محدث العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی پیشنگوئی کے مطابق ان کے شاگردوں کی قیادت میں حل ہوا۔

عدالت کے ذریعہ سب سے پہلے ۱۹۲۸ء میں ماریشس کی عدالت نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جبکہ ۱۹۳۵ء میں بہاول پور کی عدالت نے ان کے غیر مسلم ہونے کا فیصلہ دیا۔ ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم کے بعد تو پاکستان کی تمام عدالتوں نے قادیانیوں کے عقائد واضح کر کے ان کو غیر مسلم لکھا۔ اس طرح دنیا کے کسی گوشے میں کوئی ایسا مسلمان نہیں جو ان کو غیر مسلم نہ گردانتا ہو۔ ۱۹۸۴ء میں قادیانیوں نے آئینی ترمیم کے خلاف عملی کارروائی شروع کی اور اپنے آپ کو زبردستی مسلمان کہلوانے، سینہ پر کلمہ طیبہ آویزاں کر کے مسلمانوں کو مشتعل کرنے کی مہم شروع کی اور آئین پاکستان سے غداری کا اعلان کیا، جس کی بنا پر عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوّت نے تحریک چلانے کا اعلان کیا جس پر جنرل محمد ضیاؑ الحق مرحوم نے اپریل ۱۹۸۴ء میں امتناع قادیانیت آرڈی نینس جاری کیا، جس کی رو سے قادیانیوں کے لئے شعائر اسلام استعمال کرنا اور اپنے آپ کو مسلمان کہلوانا ممنوع قرار پایا۔

افریقہ میں قادیانیوں نے مسجدوں کی کمیٹی میں داخل ہوکر اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے دینی کام شروع کئے۔ جمعیت علمائے افریقہ اور دیگر علمائے کرام نے ان کے خلاف عدالت سے رجوع کیا۔ شیخ المشائخ مولانا خواجہ خان محمد صاحب کی ہدایت پر شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ مولانا عبدالرحیم اشعرؒ حضرت مولانا محمد تقی عثمانیؒ، ڈاکٹر محمود غازی سمیت ۱۳ علماءٗ اور وکلاء کی ٹیم افریقہ آئی اور دو ماہ کی مسلسل محنت سے مقدمہ کی پیروی کی، جس کے بعد عدالت نے فیصلہ دیا کہ عقائد کی بنیاد پر مسلمان اور غیر مسلم کا فیصلہ کرنے کا اختیار علمائے کرام کو ہے۔ اس لئے علمائے کرام کی طرف سے رجوع کرنا چاہئے۔ یہ مسلمانوں کی بڑی کامیابی تھی۔ آج پھر قادیانی این جی اوز کی شکل میں کینسر کی طرح پوری دنیا میں پھیل رہے ہیں۔ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ نوکریوں کا لالچ دے کر گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی اس طرف توجہ نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ قادیانیوں، عیسائیوں اور یہودیوں کی خلاف اسلام سرگرمیوں پر نگاہ رکھی جائے۔ شیخ المشائخ حضرت اقدس دامت برکاتہم کی دعا سے کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔

۲۸ راگست ختمِ نبوّت کانفرنس کے بعد قیام، افریقہ کے مشہور دینی خاندان محدث العصر مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے خادم مولانا موسیٰ میاں کے یہاں ان کے فارم پر تھا، اس لئے وہاں جانا ہوا۔ علمائے کرام سے گہری عقیدت و محبت رکھنے والے اس خاندان نے اپنے آپ کو علماءٗ کی خدمت اور دین کی اشاعت کے لئے وقف کیا ہوا

ہے۔ رات ان کے مہمان خانہ میں ان کی خدمت سے لطف اندوز ہوئے۔ انہوں نے اپنے فارم میں ہی اپنے خاندان کے لئے ایک خوبصورت مسجد بنائی ہوئی ہے، جس میں بچوں کو حفظ بھی کرایا جاتا ہے۔

فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد ایک گھنٹہ مراقبہ ہوا اور چائے وغیرہ پی کر تھوڑی دیر آرام ہوا۔ جمعیت علمائے افریقہ کے اہم رکن اور جامعہ بنوری ٹاؤن کے ممتاز فاضل مولانا محمد کاکا کی جانب سے ناشتہ کا اہتمام تھا بعدازاں حضرت اقدس مولانا مفتی محمود گنگوہیؒ اور دیگر علمائے کرام کے مزار پر تشریف لے گئے۔ دوپہر کو مولانا موسیٰ میاں نے پرتکلف ظہرانہ کا اہتمام کیا تھا جس میں ہرن کے شکار کا گوشت خصوصی طور پر رکھا گیا تھا۔ وہاں سے لوڈیم میں جمعیت علمائے کی جانب سے پروگرام تشکیل دیا گیا تھا۔

راستہ میں چونکہ افریقہ کا سب سے قدیم مدرسہ اور علماء خاندان کا مرکز میانز فارم تھا، اس لئے طے ہوا کہ اس علمی خاندان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے اور اس خانوادہ کے موجودہ سربراہ مولانا ابراہیم میاں سے ملاقات بھی کرلی جائے۔ یہ خاندان علم اور تجارت دونوں اعتبار سے بہت مشہور ہے۔ محدث العصر حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں اس خاندان کے سربراہ مولانا ابراہیم میاں نے تعلیم حاصل کی اور حضرت کشمیریؒ سے اتنی گہری عقیدت ومحبت ہوئی کہ ان کی خدمت کے لئے وقف ہوگئے۔ حضرت کشمیریؒ کے حکم پر مجلس علمی قائم کی اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے قیام میں حصہ لیا اور افریقہ میں بھی مدرسہ قائم کیا۔ ابتدائی تعلیم یہاں دلاکر پھر ان کو دارالعلوم دیوبند، جلال آباد، ڈابھیل وغیرہ اعلیٰ تعلیم کے لئے بھیجا جاتا۔

پاکستان بننے کے بعد محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ اور مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ کی توجہات سے بنوری ٹاؤن آنے لگے۔ اس وقت ملاوی اور بعض دوسرے افریقی ممالک میں انہوں نے مکاتب قائم کئے ہوئے ہیں اور قرآن کریم کی اشاعت کے ساتھ ساتھ مختلف کتابوں کی طباعت کررہے ہیں۔ بعض نایاب کتب بھی شائع کیں۔ حضرت اقدس کی تشریف آوری سے بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا۔

حضرت نے مختصر دعا فرمائی اور وہاں سے ''لوڈیم'' روانہ ہوگئے، جہاں جمعیت علمائے افریقہ کے صدر مولانا عباس جینا، مولانا ابوبکر مانجرا، وغیرہ نے استقبال کیا۔ راستہ میں مولوی ابوبکر چوغلے کے قائم کردہ سیاہ فام بچوں کے لئے قائم مدرسہ اور مسجد بلال کا بھی معائنہ کیا اور ان کو دعاؤں سے نوازا۔

نماز عصر لوڈیم کی نہیں بلکہ پورے افریقہ کی سب سے خوبصورت مسجد میں ادا کی۔ جمعیت علمائے افریقہ کی نگرانی میں یہ مسجد ہر اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے اور افریقہ میں اسلام کی شان وشوکت کا مظہر ہے۔ ایک طرف جمعیت علماء کا دفتر ہے جس کے ذریعہ دینی اور رفاہی امور انجام دیئے جاتے

ہیں۔ بعد نماز عصر مولانا عباس جینا کی جانب سے عصرانہ میں علمائے کرام نے شرکت کی۔ حضرت نے خصوصی دعا فرمائی بعد نماز مغرب لوڈیم کے مشہور تاجر کی جانب سے عشائیہ دیا گیا، جس میں لوڈیم اور اطراف کے علمائے کرام کے علاوہ تاجر برادری اور اہل دین نے شرکت کی۔

بعد نماز عشاء مرکز اسلام لوڈیم کی خوبصورت جامع مسجد میں راقم الحروف نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت میڈیا کے ذریعہ اسلام کو ایک دہشت گرد مذہب کے طور پر پیش کر کے غیر مسلموں کو اسلام سے روکنے اور مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جبکہ دوسری طرف طاقت کے ذریعہ ان ممالک پر تسلط قائم کیا جارہا ہے، جہاں پر اسلامی نظام کے نفاذ کی کوشش کی جاتی ہے یا اسلامی تشخص اجاگر کرنے کے سلسلے میں وہ ممالک پیش پیش ہیں۔ تیسری طرف پسماندہ اور غریب ممالک میں مسلمانوں کو امداد کے نام پر اسلام سے دور کیا جارہا ہے۔ مدارس کو بدنام کر کے اسلامی تعلیمات کا راستہ روکنے کے کوششیں ہورہی ہیں اور دعوت وتبلیغ پر قدغن لگا کر اشاعت اسلام کو محدود کرنے کا سلسلہ بھی جاری ہے۔

ایسی صورت میں مسلمانوں اور علمائے کرام پر بہت بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ایک فرد بھی اگر ہماری غفلت سے قادیانی یا عیسائی ہوگیا، سیاہ فام باشندے ہمارے طرز عمل کی وجہ سے دین سے دور ہوئے، مدارس اور مکاتب اور خانقاہوں کے ساتھ ہم نے اپنی نسل کا رشتہ استوار نہ کیا، دعوت وتبلیغ کے راستے کو ہم نے چھوڑ دیا، میڈیا کے کفریہ سیلاب کے آگے بند نہ باندھا تو تاریخ اسلام ہمیں کسی صورت میں معاف نہیں کرے گی اور ہم خدا کے مواخذہ سے نہیں بچ سکیں گے۔

اسلامی تہذیب وتمدن کا شاہکار علوم عصریہ کے لئے ممتاز اسکول، جید اور مستند علمائے کرام پیدا کرنے والے مدارس بہتر طریقہ سے دعوت وتبلیغ اور خانقاہوں کا قیام، غریب اور پسماندہ مسلمانوں کی امداد کئے بغیر ہم اسلام کو صحیح طریقے سے نہیں پیش کرسکتے۔

غریب اور مصیبت زدہ مسلمانوں کو عیسائیوں، قادیانیوں، یہودیوں کا دست نگر بنادینا، ان کے لئے تر نوالہ بنا کر چھوڑ دینا اسلامی غیرت کے منافی ہے، اس لئے فوری طور پر ان تمام شعبوں میں مسلمان بھرپور انداز میں کام کریں۔ حضرت اقدس کی دعا پر یہ مجلس اختتام پذیر ہوئی۔ رات کا قیام مولانا ظہیر احمد راگی کے یہاں ہوا۔

۲۹ راگست بعد نماز فجر مراقبہ ہوا پونے آٹھ بجے مسلم اسکول آزاد دل میں ناظرہ قرآن کریم مکمل کرنے والے بچوں کی دعائیہ تقریب تھی۔ وہاں پہنچے تو اسکول کے پروفیسر محمد ابراہیم شعبہ دینیات کے نگراں مولانا محمد ہاشم کتابا، مولانا موسیٰ پانڈور وغیرہ نے استقبال کیا۔ بچوں نے آخری سورتوں کی تلاوت

کی۔ راقم الحروف نے حضرت اقدس زید مجدہم کی جانب سے بچوں کو نصیحتیں کیں۔ حضرت نے دعا فرمائی۔

اسکول کے معائنہ میں محسوس ہوا کہ بچوں کو عصری تعلیم کے ساتھ اسلامی تربیت پر بہت زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ اس دن بورڈ کی جانب سے میٹرک اور نویں کلاس کے امتحان بھی تھے۔ امتحان کے آغاز پر حضرت نے شاندار کامیابی کے لئے دعا کی۔

اس کے بعد روشنی کی طرف روانگی ہوئی، جہاں پر جامع مسجد روشنی میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد جمعیت علمائے افریقہ کے خازن مولانا محمد داؤد کی جانب سے ظہرانہ کا اہتمام تھا، کچھ دیر آرام کے بعد عصر کی نماز ادا کی اور بعد نماز عصر علمائے کرام کے ایک اجتماع میں راقم الحروف نے حضرت اقدس کی جانب سے کچھ نصیحتیں کیں اور اس کے بعد پاکستانی ساتھی محمد اشفاق کی دکان پر دعا کی۔

بعد نماز مغرب عشائیہ کے بعد مولانا سعید احمد نولکھی (فاضل بنوری ٹاؤن) کے یہاں قیام ہوا۔ فجر کی ادائیگی کے بعد کچھ علمائے کرام روشنی سے آئے اور حضرت اقدس زید مجدہم سے قلب جاری کرایا۔ صبح مولانا سعید احمد نولکھی کی جانب سے ناشتہ میں کافی علمائے کرام شریک ہوئے۔

ساڑھے دس بجے جمعیت علمائے افریقہ کے سیکریٹری جنرل اور تعلیمی بورڈ کے سربراہ مولانا محمد ایوب کے ظہرانہ میں شرکت کے لئے روانگی ہوئی راستہ میں ایک اسٹور میں دعا کی۔ مولانا محمد ایوب صاحب نے ظہرانہ کی شکل میں کافی علمائے کرام کو جمع کیا تھا۔ مختلف امور پر تبادلہ خیال ہوا۔ ختم نبوّت کے کام کے سلسلے میں مشاورت ہوئی جبکہ اقرأ کے طرز پر مسلم اسکول میں ایک کلاس کے آغاز کرنے کی بھی بات چیت ہوئی۔

حضرت اقدس اور صاحبزادہ عزیز احمد نے جمعیت علمائے افریقہ کے کردار کو خراج تحسین پیش کیا اور نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد کچھ دیر حضرت اقدس نے آرام فرمایا اور بعد ازاں جامع مسجد مدنی کے لئے حاصل کردہ قطعہ اراضی پر خصوصی دعا کی۔

اس موقع پر مولانا محمد ایوب صاحب نے بتایا کہ الحمدللہ! جگہ کی قیمت بھی ادا ہوگئی اور نقشہ بھی منظور ہوگیا۔ اب تعمیر کا آغاز کرنا ہے۔ نماز عصر نماز کے لئے قائم مصلّٰی میں ادا کی اور پاکستان کی روانگی کے لئے ایئرپورٹ کی طرف روانہ ہوگئے۔ مولانا ظہیر احمد راگی، مولانا محمد ایوب، مولانا محمد کاکا، مولانا عمر راوت، مولانا سعید احمد نولکھی، فیصل مسعود، زبیر احمد وید، محمد حسین راگی وغیرہ نے نہایت گرمجوشی سے رخصت کیا۔ مولانا محمد ایوب نے جمعیت علمائے افریقہ اور علمائے کرام اور مسلمانوں کی جانب سے حضرت کی تشریف آوری پر بہت زیادہ شکریہ ادا کیا۔

حضرت کی پاکستان کی روانگی کے بعد راقم الحروف، مولانا محمد عمر راوت، مولانا محمد کاکا، فیصل

مسعود، مبوتو (سابقہ موزنبیق) کے لئے روانہ ہوئے۔ رات سرحدی قصبہ میں قیام ہوا، صبح سرحدی کاغذی کارروائی سے فارغ ہونے کے بعد نو بجے مولانا نذیر لوناٹ کے پاس پہنچے۔ مولانا موصوف جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے فاضل اور مفتی احمد الرحمٰن کے خصوصی تلمذ کی وجہ سے کام کا جذبہ اور سلیقہ دونوں رکھتے ہیں۔ کچھ عرصہ پارلیمنٹ کے ممبر بھی رہے، اب دینی کاموں میں زیادہ انہاک کی وجہ سے پارلیمنٹ کی سیاست سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ جامع مسجد کے خطیب بھی ہیں اور جمعیت علمائے کے سربراہ۔ ایک مدرسہ بھی قائم کیا ہے جہاں بہت اچھے انداز میں مقامی سیاہ فام طلباً کی تعلیم کا بندوبست ہے۔ مولانا عبدالحنان بھی بنوری ٹاؤن اور جامعہ فاروقیہ کے فیض یافتہ ہیں۔ صالح نوجوان صالح ہیں، مسلم اسکول قائم کیا ہوا ہے اور بہت اچھے انداز میں کام کررہے ہیں۔ اقرأ کے طرز پر ادارہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ مولانا امین الدین فاضل بنوری ٹاؤن نے بھی ایک مدرسہ قائم کیا ہوا ہے۔ مولانا محمد علی بنوری ٹاؤن کے فاضل مولانا نذیر لوناٹ کے معاون اور تبلیغی جماعت کے اہم رکن ہیں۔ بعض تاریخی مساجد کے معائنہ کے ساتھ جیل میں مسجد قائم کرنے کے لئے متعلقہ اراضی اور نقشہ کا بھی معائنہ کیا۔ شام کو واپسی ہوئی اور اس طرح افریقہ کا روحانی سفر اختتام پذیر ہوا۔

❊

نازکرتی ہے مسلمانی

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
انہی کے اِتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی

ان ہی کی شان کو زیبا نبوّت کی وراثت ہے
ان ہی کا کام ہے دِینی مراسم کی نگہبانی

رہیں دُنیا میں اور دُنیا سے بے تعلق ہوں
پھریں دریا میں اور ہرگز کپڑوں کو نہ لگے پانی

اگر خلوَت میں بیٹھے ہوں تو جلوَت کا مزہ آئے
اور آئیں اپنی جلوَت میں تو ساکت ہو سخن دانی

(مرسلہ: حبیبہ انجم، عائشہ، رابعہ بصری، بھکر)

حضرت قبلہؒ کا دورۂ بنگلہ دیش

مولانا اللہ وسایا

۱۸ تا ۲۹؍دسمبر ۱۹۹۲ء کو حضرت قبلہؒ کا بنگلہ دیش کا تبلیغی و خانقاہی سفر ہوا۔ اس کی رپورٹ ۱۲؍فروری ۱۹۹۳ء کے ہفت روزہ ''ختم نبوّت'' میں مولانا اللہ وسایا کے قلم سے شائع ہوئی۔ اسے نمبر میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

کراچی سے روانگی

۱۸؍دسمبر ۱۹۹۲ء کو ۲ بجے کی بنگلہ دیش ایئر لائن سے حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت ڈھاکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ کراچی ایئر پورٹ پر آپ کو جماعتی رفقاء وخدام اور متوسلین و متعلقین نے چشم پرنم سے الوداع کہا۔ صاحبزادہ مولانا عزیز احمد صاحب، صاحبزادہ مولانا حافظ محمد عابد صاحبؒ، جناب محمد خان خاکوانی صاحب اور فقیر راقم الحروف کو بھی آپ کی ہمراہی کا شرف حاصل تھا۔ ساڑھے تین گھنٹے کی مسلسل پرواز کے بعد ضیاء انٹرنیشنل ایئر پورٹ ڈھاکہ پر آپ اُترے، جہاز کی سیڑھیوں پر ہی انجمن دین حنیف ڈھاکہ کے ڈائریکٹر صاحبان نے اپنے چیئرمین جناب شمس الضحیٰ صاحب کی قیادت میں آپ کا خیر مقدم کیا، آپ کو وی آئی پی لاؤنج لایا گیا، تعارف ودُعا کے بعد آپ انجمن دین حنیف ڈھاکہ کے مرکزی دفتر خانقاہ سراجیہ بنانی ڈھاکہ کے لئے روانہ ہوئے وہاں پر خانقاہ سراجیہ کے نگران اور انجمن دین حنیف ڈھاکہ کے سرپرست جناب بھائی حنان صاحب کی سربراہی میں سینکڑوں حضرت کے خدام، متعلقین، متوسلین اور جماعتی رفقاء نے آپ کا خیر مقدکیا۔ یہاں پہنچنے تک چونکہ مغرب کا وقت ہوگیا تھا۔ حضرت قبلہؒ کی امامت میں حاضرین نے نماز ادا کی۔ سنن ونوافل اور دُعا کے بعد فقیر راقم الحروف کا مختصر بیان ہوا جس میں دورہ کے اغراض ومقاصد اوراس وقت کو زیادہ

سے زیادہ کام میں لانے کی ضرورت اور عقیدہ ختمِ نبوّت کی اہمیت پر چند گزارشات کی گئیں۔

ڈھاکہ میں مصروفیات

جناب ڈاکٹر محمد علی صاحب مرحوم ڈھاکہ حضرت ثانی مولانا محمد عبداللہؒ سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ اور حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحبؒ کے متعلقین ومتوسلین اور خدام میں سے تھے، آپ نے ڈھاکہ میں ''ذکر وفکر'' کے لئے خانقاہ سراجیہ قائم کی۔ آج کل اس کے نگران بھائی حنان صاحب ہیں جو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر صرف اور صرف اپنے مربی ڈاکٹر مرحوم صاحب کے حکم کی تعمیل میں خانقاہ شریف میں مقیم ہیں (اب ان کا بھی انتقال ہوگیا ہے: مرتب)۔ خانقاہ سراجیہ کے نظم کو چلانے کے لئے انجمن دین حنیف ڈھاکہ کے نام سے ایک انجمن قائم کی گئی ہے جس کے اعلیٰ تعلیم یافتہ چار ڈائریکٹر ہیں۔ اس کے چیئرمین جناب شمس الضحیٰ صاحب ہیں۔ اس انجمن کی بنگلہ دیش میں چوالیس کے قریب باضابطہ شاخیں قائم ہوچکی ہیں۔ انجمن کے اغراض ومقاصد میں تبلیغ اسلام اور ترویج قرآن کا مسئلہ سب سے اول ہے، اس انجمن نے منشی نگر میں ۲۷ ایکڑ اراضی لے کر صدیق اکبرؓ فاؤنڈیشن کے نام سے ایک بہت بڑے پروجیکٹ پر کام شروع کیا ہے۔ اس نو آباد بستی کا نام امیر معرفت نے حضرت ثانی مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے امیر نگر تجویز کیا ہے۔ خانقاہ سراجیہ کندیاں (میانوالی پاکستان) کی جامع مسجد کی طرز ونقشہ پر یہاں امیر نگر میں جامع مسجد کندیاں کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ پچھلے سفر میں حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحبؒ نے اس کی بنیاد رکھی تھی۔ آج وہاں پر وسیع وعریض جامع مسجد کے پلر کھڑے ہوچکے ہیں ڈنپ تک مسجد کی بنیادوں کا کام ہوچکا ہے۔ یہ مسجد اتنی وسیع وعریض ہے کہ اس میں پندرہ ہزار نمازیوں کی بیک وقت نماز پڑھنے کی گنجائش ہوگی، اس پروجیکٹ میں یتیم خانہ قائم کیا گیا ہے اس میں یتیم بچوں کو داخل کیا جاتا ہے، ان کی رہائش خوراک، تعلیم وتربیت سمیت تمام مصارف کی ذمہ دار انجمن دین حنیف ہے۔ اس میں بچوں کا ایک ہی لباس دیکھ کر اس ماحول پر رشک آتا ہے۔ قرآن مجید حفظ وناظرہ کافی الحال اہتمام کیا گیا ہے۔ دو قاری حافظ مدرسین یہ کام سنبھالے ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی علاقہ کے غریب ونادار طلبا کے لئے ٹیکنیکل ٹریننگ سینٹر کا اہتمام کیا گیا ہے، جس میں داخلہ لینے والے طلبا کو ٹیکنیکل کورس کرایا جاتا ہے، سند دی جاتی ہے اور ان کو ملازمت دلائی جاتی ہے، اس طرح انجمن دین حنیف اپنے ملک کی روحانی تعلیمی اور معاشی میدان میں بہت بڑی خدمت کررہی ہے۔ انجمن دین حنیف کے زیر اہتمام بنگلہ زبان میں ماہانہ میگزین شائع ہوتا ہے۔ انجمن کا تمام تر کام شورائی نظام کے تحت چل رہا ہے اور اپنے حدود دائرہ میں رہ کر ادنیٰ سے اعلیٰ تک ہر شخص وکارکن ایسی شاندار خدمات سرانجام دے رہا

ہے جو قابل ستائش اور قابل تقلید ہیں۔ انجمن دین حنیف میں دو علمائے کرام حضرات مولانا عبدالقادر صاحب اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب بطور مبلغ کام کررہے ہیں، انجمن کے چیئرمین جناب شمس الضحیٰ صاحب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت بنگلہ دیش کے وائس چیئرمین بھی ہیں، انجمن دین حنیف کا ہر کارکن ختمِ نبوّت کا چلتا پھرتا مبلغ ہے۔ انجمن کی کوششوں سے بنگلہ دیش میں ہزاروں افراد قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرچکے ہیں۔ نماز روزہ دین کے بنیادی مسائل سے بہرہ ور کرانے کی کاوشیں ایک مربوط نظام کے تحت جارہی ہیں، ذیل میں دی گئی تفصیلات کے مطابق ختمِ نبوّت اور ردِ قادیانیت پر فقید المثال بیانات ہوئے جن کی تفصیل یہ ہے:

۱۵ ر دسمبر ۱۹۹۲ء بروز منگل بعداز نماز مغرب خانقاہ سراجیہ۔

۱۶ ر دسمبر ۱۹۹۲ء بروز بدھ علما کرام کا اجتماع بعد مغرب جامعہ عربیہ فرید آباد ڈھاکہ داعی جناب مولانا عبدالجبار صاحب۔

۱۷ ر دسمبر ۱۹۹۲ء بروز جمعرات علمائے کرام کا اجتماع بعد مغرب جامعہ عربیہ فرید آباد ڈھاکہ مہتمم جناب مولانا عطاء الرحمٰن خان صاحب۔

۱۷ ر دسمبر ۹۲ء بعد نماز عصر جامعہ دینیہ پیر جھنگی مزار ڈھاکہ مہتمم مبشر احمد صاحب۔

۱۸ ر دسمبر ۹۲ء بروز جمعہ المبارک صبح ۸ بجے بشندرہ اسلامی سینٹر ڈھاکہ مہتمم مفتی عبدالرحمٰن صاحب۔

۱۸ ر دسمبر ۹۲ء بعد نماز مغرب بیان انجمن دین حنیف صدر شمس الضحیٰ خان صاحب۔

۱۹ ر دسمبر ۹۲ء سنیچر صبح اٹھ بجے جامعہ قرآنیہ البلاغ ڈھاکہ مہتمم مفتی فضل الحق امینی صاحب۔

۱۹ ر دسمبر ۹۲ء شام تین بجے جامعہ محمدیہ محمد پور ڈھاکہ مہتمم مولانا ابوالکلام صاحب۔

۱۹ ر دسمبر ۹۲ء بعد عصر ۴ بجے جامعہ رحمانیہ محمد پور ڈھاکہ مہتمم حضرت مولانا عزیز الحق صاحب۔

۱۹ ر دسمبر ۹۲ء بعد نماز مغرب جامعہ اسلامیہ الماٹیہ محمد پور ڈھاکہ مہتمم جناب مولانا عبدالرؤف صاحب۔

۱۹ ر دسمبر بعد نماز عشاء جامعہ مدنیہ باری وارہ ڈھاکہ مہتمم مولانا نور حسین قاسمی صاحب۔

۲۰ ر دسمبر ۹۲ء بروز اتوار صبح آٹھ بجے امیر نگر منشی گنج۔

۲۰ ر دسمبر ۹۲ء بعد مغرب جامعہ اسلامیہ اسلام پور ڈھاکہ مہتمم جناب مولانا عبدالغفور صاحب۔

۲۰ ر دسمبر ۹۲ء بعد عشا جامعہ دارالقرآن شمس العلوم چودوڑی پاڑہ خیل گاؤں مہتمم مولانا اسحاق صاحب۔

۲۱ر دسمبر ۹۲ء بروز سوموار قبل ظہر جامعہ حسینیہ عرض آباد میر پور ڈھاکہ مہتمم حضرت مولانا شمس الدین قاسمی صاحبؒ۔
۲۱ر دسمبر ۹۲ء بروز سوموار بعد عصر دارالعلوم میر پور ڈھاکہ مہتمم مولانا عبدالرحمٰن رحمت پوری۔
۲۱ر دسمبر ۹۲ء بروز سوموار بعد مغرب دارالارشاد میر پور گیارہ نمبر مولانا سلمان صاحب۔
۲۱ر دسمبر بروز سوموار بعد عشاء جامع مسجد میر پور امام خطیب مولانا امیر حسین صاحب۔
۲۲ر دسمبر ۹۲ء بروز منگل صبح گیارہ بجے جامعہ اعزازیہ جیسور مہتمم حضرت مولانا ابوالحسن صاحب۔
۲۳ر دسمبر ۹۲ء بروز جمعرات صبح نو بجے دارالعلوم کھلنا مہتمم محمود الحسن صاحب۔
۲۴ر دسمبر ۹۲ء بروز جمعرات صبح نو بجے جامعہ اشرفیہ رحمت اللہ املا پارہ نرائن گنج مہتمم مولانا حسین احمد صاحب۔
۲۵ر دسمبر ۹۲ء بروز جمعہ ادائیگی جمعہ جامع مسجد چاٹگام خطیب مولانا عبدالاحد المدنی صاحب۔
۲۶ر دسمبر ۹۲ء بروز ہفتہ صبح دس بجے دارالعلوم معین اسلام ہاٹ ہزاری چاٹگام مہتمم مولانا احمد شفیع صاحب۔
۲۷ر دسمبر ۹۲ء بروز اتوار درسگاہ تحفظ ختم نبوّت دفتر انجمن دین حنیف بنانی ڈھاکہ، بعد نماز ظہر مدرسہ کاشف العلوم چاٹگام مولانا محمد اسمٰعیل حسین صاحب۔
۲۸ر دسمبر ۹۲ء بروز سوموار علما کا اجتماع صبح نو بجے جامعہ عربیہ قرآنیہ البلاغ ڈھاکہ مولانا عبدالحق خطیب بیت المکرّم۔
۲۸ر دسمبر ۹۲ء بروز سوموار بعد مغرب جامعہ حسینیہ عرض آباد میر پور ڈھاکہ داعی مولانا شمس الدین قاسمی صاحب۔
۲۹ر دسمبر ۹۲ء بروز منگل واپسی کراچی کے لئے۔

دورہ کی عمومی رپورٹ

۱:... ڈھاکہ قیام کے دوران ہر روز صبح دس بجے علیحدہ باپردہ ہال میں اجتماعی طور پر مستورات اور بعد نماز ظہر مردوں نے اجتماعی طور پر حضرت اقدس خواجہ خان محمدؒ سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ و امیر مرکزی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت سے بیعت کی، اور یہ سلسلہ آخری دن تک جاری رہا، ہزار ہا مرد خواتین نے بیعت کی، بسا اوقات بیعت کرنے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہوتی کہ لائنیں بنا کر کپڑا لمبا کر کے بیعت کی جاتی، جب حضرت اقدسؒ بیعت کے کلمات ارشاد فرماتے تو ہال گونج اٹھتا۔

۲:...عمومی بیانات میں ہر جگہ زیادہ حاضری اور جوش قابلِ رشک منظر پیش کرتا۔
۳:...دینی مدارس کے مہتمم وشیوخ حدیث مدرسین وطلبا نے ختم نبوّت کے امیر مرکزیہؒ سے اپنی والہانہ محبت کا قابل قدر نمونہ پیش کیا، جس دینی ادارہ میں بیان ہوتا علما وطلبا صف بستہ حضرت امیر مرکزیہؒ کا استقبال کر کے اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتے۔
۴:... بنگلہ دیش کے دینی مدارس میں طلباء کی حاضری اتنی زیادہ ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے شاید و باید کوئی مدرسہ ہو جس میں دورۂ حدیث نہ ہو، صرف ڈھاکہ شہر میں تیس سے زائد مدارس عربیہ میں دورہ حدیث کی تعلیم ہو رہی ہے، اکثر دینی مدارس میں دورۂ حدیث کے طلبا کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔
مثلاً ہاٹ ہزاری کے مدرسہ معین الاسلام میں طلبا کی تعداد چار ہزار سے بھی متجاوز ہے اور اس میں شریک دورہ حدیث کے طلبا کی تعداد ساڑھے پانچ سو ہے۔
۵:...مدارس میں بیانات کا سلسلہ خاصا مفید اور نتائج کے لحاظ سے حوصلہ افزا رہا۔ مدرسین وطلبا کی حاضری سے بیان کا ہال بھر جاتا دروازوں اور باہر برآمدہ میں بھی طلبا کھڑے ہو کر یکسوئی سے ختمِ نبوّت کے بیانات سنتے اور موقع بہ موقع پر جوش نعروں سے اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتے۔
۶:... بنگلہ دیش میں نسبتاً غربت ہے، مگر جتنی غربت ہے اتنے ہی زیادہ عوام الناس دین دار، دین سے پُر جوش محبت اور فدائیت کا جذبہ رکھنے والے ہیں۔
۷:... مدارس کے مہتمم شیوخ حدیث مدرسین وطلبا انتہائی متواضع، ملنسار اور ایثار پیشہ ہیں۔ وسائل کے نہ ہونے کے باوجود دینی تعلیم سے ان حضرات کی وابستگی قابل فخر امر ہے۔
۸:...مدارس عربیہ اپنی تمام تر وسعت کے باوجود طلبا کی حاضری کے اعتبار سے ان کی عمارات ناکافی ہیں۔طلبا ہیں مگر عمارات نہیں (جبکہ ہمارے ہاں اس کا الٹ ہے) عمارات سادہ (مگر باوقار سادگی ومسکنت کا نمونہ ہیں) بانس کی چھتیں ناریل کے پتے ڈال کی بنائی گئی ہیں مگر قال اللہ قال الرسول کی صداؤں سے بنگلہ دیش کی فضاؤں کو منور کئے ہوئے ہیں۔
۹:... بنگلہ دیش میں اس وقت تک ۱- مباہلہ کا چیلنج قبول ہے...قادیانی جماعت کا سربراہ مرزا طاہر کے نام کھلا خط، ۲-قادیانی کفریہ عقائد ایک نظر میں ...مرتب حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، ۳-اسلام اور مرزائیت...مولانا محمد ادریس کاندھلوی، ۴-قادیانی جھوٹا مدعی نبوت اپنی تحریرات کے شکنجہ میں...مرتبہ مولانا عزیز الحق شیخ الحدیث، ۵- اسلام کے نام پر نیا مذہب، مرتبہ مولانا محمد یعقوب، ۶-انگریزی نبی...ترجمہ مولانا رشید الاسلام ومولانا عبدالحی، ۷-شفیع حق کا ختم نبوّت نمبر، ایڈیٹر مولانا شمس الدین قاسمی، ۸-القادیانیہ...مولانا شمس الدین قاسمی، ۹-قادیانی محرف تفسیر کا تقابل کیجئے...از

مولانا شمس الدین قاسمی، ۱۰-آخری نبی...از اختر عالم صاحب سابق ایڈیٹر روزنامہ اتفاق وسفیر بنگلہ دیش متعینہ بحرین، یہ تمام کتب ورسائل بنگلہ دیشی زبان میں شائع ہوکر تقسیم ہوچکے ہیں۔ مجھے صرف یہی میسر آئے ورنہ بنگلہ زبان میں کہیں زیادہ اشاعتی کام ہوا ہے، ان میں کئی کتب کی ضخامت سینکڑوں صفحات پر مشتمل ہے۔ مثلاً نمبر۸، نمبر۱۰، تین تین سوصفحات پر مشتمل ہیں۔ ماہنامہ دین حنیف ڈھاکہ ختمِ نبوّت کا ماہنامہ میگزین ہے جو ہزاروں کی تعداد میں تسلسل کے ساتھ بنگلہ دیش زبان میں شائع ہورہا ہے۔

۱۰:...سرکاری دوائر: افسران و حکام ممبران اسمبلی کو فتنۂ قادیانیت سے باخبر رکھنے کے لئے ملاقاتوں کا سلسلہ حوصلہ افزأ نتائج کا حامل ہے۔ یہ سلسلہ جاری ہے اور دوررس نتائج کا حامل ہے۔

۱۱:... بنگال کے مسلمانوں نے قادیانیت کے احتساب کا ایسا آہنی شکنجہ تیار کیا ہے جس میں قادیانیت پھڑپھڑا رہی ہے۔ لندن سے ڈھاکہ تک کے قادیانی بلبلا اٹھے ہیں۔

❋

''ولی را ولی می شناسد''

۲۰۰۱ء میں ہم جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں درجہ سابعہ (موقوف علیہ) کے طالبِ علم تھے، ایک دن صبح حسبِ معمول اسباق میں مشغول تھے، اِعلان ہوا کہ تمام طلبہ مسجد میں جمع ہوجائیں، عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے مرکزی امیر حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب تشریف لانے والے ہیں۔ کچھ ہی دیر میں حضرت مفتی نظام الدین شامزی شہیدؒ طلبہ کرام سے مخاطب ہوئے کہ: ''آج جو بزرگ آپ کے سامنے تشریف لانے والے ہیں، اگر اُن کے بارے میں یہ کہا جائے کہ یہ اس وقت کے ''قطب'' ہیں تو مبالغہ نہ ہوگا، اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ آپ بہت فخریہ انداز میں کہا کریں گے کہ ہم نے حضرت مولانا خواجہ خان محمد کی زیارت کی ہے۔''

کسی نے بجا فرمایا ہے کہ ''ولی را ولی می شناسد'' یعنی اللہ والے کو اللہ والا ہی پہچان سکتا ہے۔ آج جبکہ دونوں ہی بزرگ اس دُنیائے فانی سے کوچ کر کے راہیٔ خلد بریں ہوچکے ہیں تو یہ اِحساس ہوتا ہے کہ ایک بزرگ نے دُوسرے بزرگ کے بارے میں جو باتیں اِرشاد فرمائیں، وہ واقعتاً کس قدر مبنی برحق تھیں۔

(مرسلہ: مولانا شعیب فردوس)

حضرت قبلہؒ کے خلفائے عظام

۱:... حضرت حافظ احمد سعیدؒ، جنو شریف، ضلع بھکر۔
۲:... حضرت مولانا محبوب الٰہیؒ، ۷-بیڈن روڈ، لاہور۔
۳:... حضرت ماسٹر محمد شادی خاںؒ، سیٹلائٹ ٹاؤن، گوجرانوالہ۔
۴:... حضرت مولانا احمد دینؒ، بمقام دادڑا اکلاں، نزد ہڑپہ، ضلع ساہیوال۔
۵:... حضرت مولانا غلام محمدؒ، ضلع جھنگ۔
۶:... حضرت حافظ قطب الدینؒ، کوٹ حافظ حبیب اللہ، نزد ہڑپہ، ضلع ساہیوال۔
۷:... حضرت مولانا غلام علیؒ، خالق آباد، تحصیل و ضلع خوشاب۔
۸:... حضرت مولانا احمد رضا بجنوریؒ، بجنور، یوپی، انڈیا۔
۹:... حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، بفہ ضلع مانسہرہ۔
۱۰:... حضرت مولانا مفتی احمد سعیدؒ ابن حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ، سرگودھا۔
۱۱:... حضرت حاجی محمد عبدالرشید صاحب مدظلہ العالی، مکان نمبر ۲۲۸-بی، سیٹلائٹ ٹاؤن، رحیم یار خان۔
۱۲:... حضرت مولانا نظر الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی، تبلیغی مرکز رائے ونڈ، ضلع لاہور۔
۱۳:... حضرت مولانا عبدالغفور صاحب مدظلہ العالی، ٹیکسلا، ضلع راولپنڈی۔
۱۴:... حضرت مولانا حبیب گل صاحب مدظلہ العالی، لورالائی، بلوچستان۔
۱۵:... حضرت مولانا محب اللہ صاحب مدظلہ العالی، لورالائی، بلوچستان۔
۱۶:... حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیریؒ ابن حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ، فخر المحدثین دارالعلوم دیوبند، یوپی، انڈیا۔

حضرت قبلہؒ سے انٹرویو ①

حضرت قبلہؒ اپنے علاج کے سلسلے میں ۱۹۸۴ء میں بہاولپور تشریف لائے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے اس وقت بہاولپور میں مبلغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی تھے۔ مولانا اور ہفت روزہ ''تکبیر'' کے نمائندہ شوکت ماموں نے حضرت قبلہؒ سے انٹرویو لیا، جو ہفت روزہ ''ختم نبوّت'' کراچی ۵رجنوری ۱۹۸۵ء میں شائع ہوا۔ اس نمبر میں اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

(مرتب)

مجلس تحفظ ختم نبوّت پاکستان کے مرکزی امیر اور تحریک تحفظ ختم نبوّت کے روح رواں شیخ المشائخ حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ بہاولپور میں آنکھوں کے آپریشن کے سلسلے میں تشریف لائے تو بعض مقامی صحافیوں نے اس خواہش کا اظہا کیا کہ حالات حاضرہ پر حضرت والاؒ سے ایک انٹرویو ریکارڈ ہوجائے، تو ہفت روزہ ''تکبیر'' کراچی کے نمائندہ خصوصی برائے بہاولپور جناب شوکت ماموں اور راقم الحروف (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی) حضرت والاؒ کی قیام گاہ پر پہنچے اور عرض مدعا کیا، حضرت والاؒ نے شفقت فرماتے ہوئے صبح کی نماز کے بعد کا وقت دیا، تو اگلی صبح حضرت کی خدمت میں حاضری دی۔ حضرت والاؒ سے گفتگو کا آغاز ہوا اکثر سوالات نمائندہ تکبیر نے کئے۔

سوال:...آپ اپنی جائے پیدائش اور ابتدائی تعلیم اور تعلیم سے فراغت کے بعد اس منصب پر آپ کی زندگی کا سفر کیسے شروع ہوا؟ ذرا وضاحت فرمائیں۔

جواب:...ضلع میانوالی، کندیاں شریف کے قریب دریائے سندھ کے کنارے پر ''بکھڑہ'' نامی ایک قصبہ تھا جو بعد میں دریا بُردہوا تو اس قصبہ کے لوگوں نے مختلف بستیاں آباد کیں اور کچھ لوگ تھل

کے علاقہ میں جا بسے، ان بستیوں میں سے ایک بستی ڈنگ کے نام سے معروف ہوئی جو میری جائے پیدائش ہے۔ تقریباً ۱۹۲۰ء میں میری پیدائش ہوئی اور بستی کے پرائمری اسکول میں پرائمری کیا اور قریبی قصبہ ''کھولہ'' میں چھٹی جماعت پڑھی۔ ہمارے خاندانی بزرگوں میں سے حضرت مولانا احمد خان صاحبؒ نے اپنی آبائی زمین میں ایک بستی قائم کی، جس کا نام ''خانقاہ سراجیہ'' رکھا۔ حضرتؒ نے میرے والدین سے میری تعلیم کے لئے مجھے لے لیا۔ میں نے قرآن مجید اور فارسی کی ابتدائی کتابیں خانقاہ ہی میں پڑھیں۔ صرف ونحو بھیرہ کی شاہی مسجد (جسے شیر شاہ سوریؒ نے بنایا تھا) میں واقع دارالعلوم عزیزیہ جسے مولانا احمد بگویؒ نے بنایا تھا، پڑھیں۔

حضرتؒ نے مجھے وہاں بھیجا اور وہیں ہدایہ اخیرین تک کتابیں پڑھیں، اس دوران حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگویؒ کا انتقال ہوگیا، تو میرے پیرو مرشد حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ نے مجھے دارالعلوم دیوبند بھیج دیا، کچھ ساتھیوں کی وجہ سے ہم ڈابھیل چلے گئے، وہاں موقوف علیہ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ، مولانا عبدالرحمٰن امروہیؒ سے پڑھا۔

دوسرے سال دورہ کے لئے دارالعلوم دیوبند بھیج دیا۔ ان دنوں حضرت مدنیؒ جو کہ شیخ الحدیث تھے۔ تین سال کے لئے نظر بند کردیئے گئے تو دیگر اساتذہ سے دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ دیوبند سے واپسی کے بعد حضرت نے مجھے لنگر کی خدمت سپرد کردی، تقریباً ۱۳ سال مسلسل حضرتؒ کی خدمت میں رہا، حضرتؒ کی رحلت کے بعد متعلقین نے متفقہ طور پر مجھے ان کی جانشینی کے لئے نامزد کیا۔ ہمارے مشائخ حضرت مولانا احمد خانؒ، مولانا محمد عبداللہ رحمہ اللہ ملکی حالات سے دلچسپی رکھتے تھے اور اہم دینی تحریکات کی سرپرستی فرماتے تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوّت کے بعد انکوائری کمیشن جسٹس منیر کی سربراہی میں مقرر ہوا تو لاہور میں حضرتؒ نے حکیم عبدالمجید صاحب سیفیؒ کے مکان پر رہائش رکھی اور انکوائری کی پیروی کی۔

گرفتاری

اسی تحریک ختمِ نبوّت میں حضرتؒ نے فرمایا کہ یا تو میں گرفتاری پیش کروں یا آپ (یعنی مولانا خان محمد) تو میں نے گرفتاری پیش کی اور سوا چار ماہ تک لاہور کی جیلوں میں رہا۔ مجلس تحفظ ختمِ نبوّت میں شمولیت ۱۹۷۴ء میں ہوئی، جب حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ جماعت کے امیر بنے تو انہوں نے مجھے ازخود نائب امیر مقرر کردیا اور اس کی اطلاع مولوی اللہ وسایا صاحب مبلغ ربوہ (حال چناب نگر) نے حضرت کے مکتوب گرامی سے خانقاہ سراجیہ آکر دی۔ مجھے تعجب اور حیرانی ہوئی کہ میں تو اس میدان کا آدمی نہیں، لیکن مشفق استاد کے حکم سے انکار مناسب نہ سمجھا۔ حضرت کے امیر منتخب ہونے کے تھوڑی عرصہ

بعد تحریک ۱۹۷۴ء شروع ہوئی (جو کہ بحمداللہ کامیابی سے ہمکنار ہوئی) دریں اثنا حضرت بنوریؒ کی رحلت ہوگئی تو نائب امیر ہونے کی حیثیت سے دستور کی رو سے مجھے خود بخود جماعت کی نگرانی سنبھالنی پڑی۔

مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کی امارت

تقریباً ٦ ماہ کے بعد اجلاس ہوا، جس میں میں شریک نہ ہوا، اور ایک عریضہ کے ذریعہ معذرت پیش کی، لیکن احباب جماعت نے چنیوٹ کانفرنس کے موقع پر مجھے امیر منتخب کرلیا جو تا ہنوز چلا آرہا ہوں۔

سوال:... آپ مجلس کے ممبر کب بنے؟

جواب:... یوں تو تمام مسلمان ہی اس جماعت کے ممبر ہیں، میں جماعت کا باقاعدہ ممبر نہیں تھا۔ حضرت بنوریؒ نے ہی مجھے نائب امیر نامزد کردیا، جس کی اطلاع حضرت کے گرامی نامہ سے ہوئی۔

سوال:... آپ کا تعلق جمعیت علماء اسلام سے بھی رہا ہے؟

جواب:... جمعیت علماء اسلام سے تعلق بحیثیت ممبر تو عرصہ سے چلتا آیا ہے جو مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی وجہ سے قائم ہوا۔ اس وقت جمعیت کی باگ ڈور حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے ہاتھوں میں تھی۔ بعدازاں حضرت لاہوریؒ کی صدارت میں ملتان میں جمعیت کا کنونشن ہوا، تو حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب کو دعوت دی گئی تو حضرت والا نے مولانا قاضی شمس الدین (درویش) ہری پور ہزارہ، مفتی عطاء محمد ڈیرہ اسماعیل خان کو بھیجا، جو شرکت کے بعد واپس چلے گئے۔ اسی کنونشن میں جمعیت کی جدید تشکیل ہوئی، جس میں حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کو امیر اور مولانا غلام غوث ہزارویؒ کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ مولانا ہزارویؒ کا تعلق چونکہ ''خانقاہ شریف'' سے تھا، ان کی ترغیب سے میں بھی کبھی کبھی اجلاسوں میں شریک ہوجایا کرتا، حضرت لاہوریؒ کے انتقال کے بعد جب حضرت درخواستیؒ امیر منتخب ہوئے تو مولانا نے مجھے شوریٰ کا ممبر نامزد کردیا جو کہ اب تک چلا آرہا ہوں۔

سوال:... جب سے آپ مجلس سے وابستہ ہوئے تو آپ کی کتنی مرتبہ گرفتاری ہوئی؟

جواب:... صرف ۱۹۵۳ء میں سوا چار ماہ گرفتار رہا۔ بعدازاں اسلام آباد میں مرزا ناصر کی کوٹھی کے بالمقابل ایک مسجد میں جلسہ منعقد ہوا، جس کی صدارت میں نے کی، اسی جلسہ کے دوران مرزا ناصر کو دل کا دورہ ہوا تو پولیس والے کچھ آدمیوں کو تھانے لے گئے جن میں میں بھی شامل تھا۔ رات تھانہ میں گزاری صبح کو مجھے بغیر ضمانت کے رہا کردیا گیا، جبکہ میرے رفقاء مولانا عبدالشکور دین پوریؒ، مولانا قاری محمد امینؒ راولپنڈی، مولانا نور محمدؒ اسلام آباد کو ضمانت پر رہا کردیا گیا۔

سوال:... نبی کریم ﷺ کی رحلت کے بعد مختلف آدمیوں نے مختلف اوقات میں نبوت کا

دعویٰ کیا، ان میں سے کئی ایک کو قتل کیا گیا، کئی ایک مر گئے، لیکن پاکستان کے مخصوص حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ نے قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں کے لئے کیا لائحہ عمل مرتب کیا؟ ذرا وضاحت فرمادیں۔

جواب:... مسئلہ ختمِ نبوّت بنیادی عقیدہ کی حیثیت رکھتا ہے جو کہ اُمت کی وحدت کے لئے اشد ضروری ہے۔ اس وقت پوری دنیا میں مسلمان ایک ارب کے قریب ہیں جو عقیدۂ ختمِ نبوّت کی برکت سے ملت واحدہ کہلاتی ہے۔ اگر اس میں کچھ نرمی وترمیم کی جائے تو وحدت ملت باقی نہیں رہتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان اور پوری دُنیا میں مرزا قادیانی سے قبل کسی مدعی نبوّت کو برداشت نہیں کیا گیا، یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ انگریز سامراج نے اپنے مفادات کے لئے مرزا قادیانی کو استعمال کیا۔ اسی وقت سے علماء حق کا ایک قافلہ اس کے خلاف جہاد کرتا چلا آرہا ہے، جس کی برکت سے انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ پاکستان بنتے وقت انگریز نے اپنے مخصوص مفادات کی خاطر ظفر اللہ خان قادیانی کو وزیر خارجہ بنوایا۔ قائد اعظم نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو کہا کہ ہم ظفر اللہ خان قادیانی کا وزیر خارجہ ہونا پسند نہیں کرتے، لیکن انگریز کے کہنے پر مجبوراً اسے برداشت کرنا پڑا۔

سوال:... پاکستان اسلام کے لئے معرض وجود میں آیا، تھانے سے لے کر سپریم کورٹ تک تمام ادارے بھی مسلمانوں کے ہیں، تمام مسلمان عقیدۂ ختمِ نبوّت پر یقین رکھتے ہیں، اس کے باوجود تحریک ختمِ نبوّت کے قائدین کو کن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا؟

جواب:...سب سے بڑی دشواری مسلمانوں کا انگریزی ذہن ہے، چونکہ مرزائی ''انگریز کا خودکاشتہ پودا ہیں'' اس لئے انگریز نے انہیں بڑے بڑے عہدوں پر فائز کیا تو انگریزی ذہن ہمارے لئے دشواری کا باعث بنا۔

سوال:...تحریکِ ختمِ نبوّت کے لئے قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک کتنے لوگ گرفتار ہوئے اور کتنوں نے جامِ شہادت نوش کیا؟ ان کا صحیح اندازہ ہو تو فرمائیں۔

جواب:... قیامِ پاکستان کے بعد جب بھی مرزائیوں کے خلاف کوئی تحریک چلی تو ان کی جارحانہ سرگرمیوں کی وجہ سے اُٹھی، چنانچہ مرزا بشیرالدین محمود نے ۱۹۵۲ء میں اعلان کیا کہ: ''۱۹۵۲ء گزرنے نہ پائے کہ کم ازکم بلوچستان کو ہم مرزائی بنالیں'' یہ آج بھی اخبارات کی فائلوں میں محفوظ ہے۔

چنانچہ امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اعلان فرمایا کہ: ''۱۹۵۲ء مرزا محمود کا ہے تو ۱۹۵۳ء ہمارا ہے۔''

ظفر اللہ خان وزیر خارجہ تھا، اس نے کراچی میں ایک تقریر کرنے کی کوشش کی، مسلمانوں نے احتجاج کیا، وزیراعظم خواجہ ناظم الدین کے روکنے کے باوجود نہ رکا، تو تحریک چلی، مشہور ہے کہ مارشل لاء

کی وجہ سے دس ہزار مسلمان شہید ہوئے، ہزاروں کی تعداد میں گرفتاریاں عمل میں آئیں، اگر کوئی مقرر اپنی تقریر میں مرزا قادیانی کو کافر کہتا تو اس کے خلاف مقدمہ قائم ہوجاتا، بے شمار مسلمانوں کے خلاف مقدمات ہوئے۔

تحریکِ ختمِ نبوّت ۱۹۷۴ء بھی ان کی جارحانہ سرگرمیوں کی وجہ سے شروع ہوئی۔ ہوا یوں کہ نشتر میڈیکل کالج ملتان کے کچھ طالبِ علم پشاور کے ٹور کے لئے چناب ایکسپریس سے روانہ ہوئے، چناب ایکسپریس جب ربوہ سے گزری تو قادیانیوں نے ان میں اپنا لٹریچر تقسیم کیا۔ اس پر ردِّعمل میں انہوں نے چند نعرے لگائے، واپسی پر ریلوے کے عملے سے ملی بھگت کے ساتھ تین گھنٹہ تک مرزائی غنڈوں نے طلبا پر تشدد کیا۔ جس کے ردِّعمل میں تحریک چلی۔ بالآخر پاکستان قومی اسمبلی نے آئین میں وہ شق منظور کرلی جس کی وجہ سے یہ آئینی طور پر کافر قرار دیئے گئے، لیکن انہوں نے اس آئینی ترمیم کو تسلیم نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ حالیہ مردم شماری میں انہوں نے اپنے آپ کو مسلمان لکھوایا۔

سوال:... تحریکِ ختمِ نبوّت کی وجہ سے مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی کو بھی سزائے موت دی گئی تو کیا وجہ تھی کہ انہوں نے اس مسئلے کو اپنے ہاتھ میں نہیں لیا؟

جواب:... مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی نے ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت کے دوران کتابچہ ''قادیانی مسئلہ'' لکھا، اس کے تمام تر حوالہ جات مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ نے لکھوائے، جب عدالت میں بحث ہوئی تو انہوں نے کہا کہ یہ حوالہ جات مجھے قاضی صاحبؒ نے دیئے۔ آپ انہیں سے رجوع کریں تو قاضی صاحبؒ نے تمام حوالہ جات عدالت میں پیش کئے، باقی ان کی اپنی مصلحتیں تھیں، انہوں نے اس مسئلے کو اپنے ہاتھ میں کیوں نہیں لیا، میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

سوال:... حاضرین میں ایک آدمی نے سوال کیا کہ ایسا بھی ہوا کہ انہوں نے تحریک سے بے وفائی کی ہو اور معافی مانگ لی ہو؟

جواب:... انہوں نے معافی نہیں مانگی، مولانا مودودیؒ کے علاوہ مولانا عبدالستار خان نیازیؒ اور مولانا خلیل احمد قادریؒ کو پھانسی کا حکم سنایا گیا اور یہ تینوں حضرات سینٹرل جیل کے احاطہ میں رہتے تھے، جب مارشل لاء ختم ہوا تو تمام مقدمات بھی واپس لے لئے گئے تو یہ حضرات باہر آگئے اور باہر آکر مولانا مودودی نے بیان دیا کہ: ''ہمیں خواہ مخواہ اس میں گھسیٹا گیا۔'' اس قسم کا بیان مولانا مودودی نے دیا، معافی نہیں مانگی، البتہ یہ کہا کہ میری مثال اس آدمی کی ہے کہ ''راستے سے دُور ہٹ کر ایک کھیت میں کھڑا ہو تو ٹرک آکر اس کو روند ڈالے۔'' مولانا مودودی کو تحریک کی وجہ سے سزا نہیں دی گئی، بلکہ ''قادیانی مسئلہ'' نامی کتابچہ لکھنے کے جرم کی پاداش میں یہ سزا سنائی گئی تھی۔

سوال:... مذکورہ بالا افراد کا جیل سے رہائی کے بعد اب تک کیا ردِعمل رہا، کیا تحریک میں شامل ہیں یا نہیں؟

جواب:... تحریکِ ختمِ نبوّت ۱۹۷۴ء میں یہ حضرات شریک تھے، خوش قسمتی یہ تھی کہ اسمبلی میں ہمارے بعض علماء کرام مثلاً مولانا مفتی محمودؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا عبدالحکیم ہزارویؒ مولانا شاہ احمد نورانیؒ اسمبلی کی حزبِ اختلاف میں تھے اور حزبِ اختلاف کی تمام جماعتیں بشمول نیپ وغیرہ سب مجلس عمل میں آگئیں، ہمیں کسی کے دروازے پر نہیں جانا پڑا۔

۲۷، ۲۸ر اکتوبر ۱۹۸۳ء کو ربوہ میں سالانہ ختمِ نبوّت کانفرنس میں مجلس عمل کی تجویز پیش کی گئی، جس کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی، جس میں مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدیؒ اور ریاض الحسن گنگوہیؒ ڈیرہ اسماعیل خان شامل تھے، ان کے ذمہ لگایا گیا کہ ۵، ۶، ۷ر نومبر ۱۹۸۳ء تبلیغی اجتماع رائے ونڈ سے فراغت کے بعد یہ حضرات لاہور آ کر مختلف مکاتبِ فکر کے حضرات سے ملیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ حضرات فراغت کے بعد مولانا عبدالستار خان نیازیؒ، حافظ عبدالقادر روپڑیؒ، علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ، علامہ محمود احمد رضویؒ کو ملے اور جماعت اسلامی کے مرکز منصورہ بھی گئے۔ شیعہ حضرات میں سے کچھ حضرات سے بھی ملے۔

ان ملاقاتوں کے بعد طے پایا کہ لاہور کی سطح پر ایک اجلاس بلایا جائے، چنانچہ ۱۴ر نومبر ۱۹۸۳ء کو شیرانوالہ گیٹ میں مختلف مکاتبِ فکر کا بھرپور نمائندہ اجلاس منعقد ہوا، جس میں لاہور کے علاوہ اور علاقوں سے بھی کچھ حضرات پہنچ گئے، جس میں جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے مولانا عبدالستار خان نیازیؒ اور ملک اکبر ساقیؒ کے علاوہ بھی کچھ لوگ شریک ہوئے۔

سوال:... قادیانیوں کی اشتعال انگیز سرگرمیوں اور ان کے محتسبِ اعلیٰ عبدالعزیز بھانبڑی (جو کہ ۱۹۷۴ء میں ربوہ (چناب نگر) ریلوے اسٹیشن پر مرزائیوں کی مسلح غنڈہ گردی کی قیادت کر رہا تھا) ان کے جارحانہ عزائم کے انسداد کے لئے حکومت نے کیا نوٹس لیا ہے۔

جواب:... میرے خیال میں کوئی نوٹس نہیں لیا گیا۔

سوال:... صدارتی آرڈی نینس کے نفاذ سے پہلے آپ کی صدرِ مملکت سے جو ملاقات ہوئی، اس میں کون کون سے اُمور زیرِ بحث آئے؟

جواب:... ہمیں مذاکرات کے لئے نہیں بلایا گیا تھا بلکہ آرڈی نینس تیار شدہ موجود تھا، اس کے دکھلانے کے لئے کچھ ابتدائی باتیں ہوئیں۔ مرزائیوں کا کلیدی آسامیوں پر فائز ہونا وغیرہ اُمور پر گفتگو ہو رہی تھی کہ وہ آرڈی نینس منگوایا گیا جو کہ انگریزی میں تھا۔ راجہ ظفر الحق نے اس کا اُردو ترجمہ

پڑھ کر ہمیں سنایا۔ آرڈی نینس کے متعلق ہم نے وہیں کہا کہ جو کچھ ہے ٹھیک ہے، لیکن ابھی بہت سی باتیں باقی ہیں، ہم نے آرڈی نینس کو خوش آمدید کہا اور دیگر مطالبات کے تسلیم ہونے تک تحریک باقی اور جاری رکھنے کا اعلان کر دیا۔

سوال:... کیا اس آرڈی نینس پر سرکاری سطح پر عمل درآمد کرانے کی کوشش کی گئی ہے یا نہیں؟

جواب:... پہلے دن کچھ عمل درآمد ہوا، جب ہم صدر مملکت سے ملاقات کر کے واپس لوٹے تو وفاقی وزیرِ اطلاعات راجہ ظفرالحق ساتھ تھے وہ ہمیں اپنی کوٹھی پر لے گئے اور انہوں نے ہمارے سامنے ریڈیو اور ٹیلی ویژن والوں کو فون پر اطلاع دی۔ اس وقت رات کے آٹھ بجے تھے، ٹی وی والوں نے یہ خبر نشر کر دی، اس اعلان کے بعد مرزائیوں نے صبح کی اذانیں اپنی عبادت گاہوں میں نہیں دیں، اور اپنی عبادت گاہوں سے ''مسجد'' کا لفظ بھی مٹا دیا۔ بس اس سے آگے کچھ نہیں ہوا، جب حکومتی اداروں کو شکایت کی جاتی ہے تو وہ ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں۔

سوال:... صدارتی آرڈی نینس سے مرزائیوں کی سرگرمیاں کس حد تک متأثر ہوئیں؟

جواب:... اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس سے مرزائیوں کی کمر خوب ٹوٹی اور عامۃ الناس میں آرڈی نینس کے نفاذ کا اچھا اثر ہوا اور لوگ یہ سمجھے کہ قادیانی، مسلمانوں سے الگ گروہ ہے تبھی تو انہیں اذان وتکبیر سے منع کر دیا گیا ہے۔

سوال:... اس آرڈی نینس کا ربوہ پر کیا اثر ہوا؟

جواب:... اس آرڈی نینس کے بعد ربوہ میں اذانیں بند ہوگئیں، نام نہاد بہشتی مقبرہ سے مرزا قادیانی کے نام نہاد صحابیوں کی قبروں پر لگے ہوئے کتبوں پر سے قابلِ اعتراض الفاظ مٹا دیئے گئے، جیسے صحابی وغیرہ۔

سوال:... کیا یہ بات دُرست ہے کہ مرزائیوں نے اپنے ''متبرک'' مقامات پر مسلح پہرہ لگایا ہوا ہے؟

جواب:... یہ بات بالکل دُرست ہے کہ انہوں نے اپنے نام نہاد ''متبرک'' مقامات پر مسلح پہرہ لگایا ہوا ہے اور انہوں نے کئی ایک مسلح تنظیمیں بنائی ہوئی ہیں، جیسے ''خدام الاحمدیہ، انصاراللہ'' جو تربیت یافتہ فوجی ہیں، یہ بات حکومت کے علم میں ہونے کے باوجود قابلِ اعتناء نہیں سمجھی گئی جبکہ مسلمانوں کی ایسی تنظیموں ''خاکسار'' وغیرہ کو بیلچہ اُٹھانے کی اجازت نہیں۔

سوال:... ایک افواہ یہ گشت کر رہی ہے کہ گزشتہ دنوں ربوہ میں اسلحہ کا ایک ٹرک آیا، آیا یہ حکومت کے علم میں ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو قوتِ گرفت نہیں یا مرزائی اس قسم کی کارروائی کی اجازت نہیں

دیتے یا حکومت تساہل سے کام لے رہی ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

جواب:... مرزائی سامراجی قوتوں کے ایجنٹ ہیں، یہ بیک وقت امریکا کے بھی ایجنٹ ہیں اور رُوس کے بھی۔ جیسے اسرائیل جس کی مادّی اِمداد امریکا کرتا ہے اور اَفرادی اِمداد رُوس، کہ وہ اپنے ملک کے یہودیوں کو اِسرائیل منتقل کردیتا ہے، یہ مرزائیت اِسرائیل کی شاخ ہے، جس کا بدستور سامراجی قوتوں کے ساتھ تعلق و رابطہ ہے۔

سوال:...صدارتی آرڈی نینس کے بعد آپ کو بھی مطالبہ کرنا چاہئے تھا کہ مرزائیوں کے ضیاء الاسلام اور حیات الاسلام پریس کو ضبط کیا جائے۔

جواب:... ہمارا مطالبہ جاری ہے کہ ان پریسوں کو بند کیا جائے یا کم ازکم ان کے نام تبدیل کئے جائیں۔ (الحمدللہ تین ماہ کے لئے ان کا ضیاء الاسلام پریس سربمہر ہوچکا ہے۔ ناقل)

سوال:...مرزا طاہر کا ملک سے ڈرامائی انداز میں فرار سے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟

جواب:... اس سلسلے میں ہماری معلومات وہی ہیں جو اَخبارات میں آتی رہیں، اس کا ملک سے فرار حکومت کی اجازت کے بغیر ممکن نہیں، ہم صراحتاً حکومت کو قصوروار ٹھہراتے ہیں۔

سوال:...ساہیوال کے المناک واقعے کے متعلق آپ کے کیا تأثرات ہیں؟

جواب:... ہم یہ مطالبہ کرتے چلے آرہے ہیں کہ ان کی عبادت گاہوں پر کلمہ طیبہ اور آیاتِ قرآنی مٹائی جائیں، لیکن حکومت نے اس طرف کوئی توجہ نہیں دی، چنانچہ کئی مقامات پر ایسے واقعات رُونما ہوئے کہ مسلمانوں نے خود ان کی عبادت گاہوں سے یہ کلمات مٹائے، جیسے گوجرانوالہ، چنیوٹ، مغل پورہ لاہور، اسی طرح ساہیوال میں واقعہ رُونما ہوا۔

ساہیوال کا واقعہ اس طرح ہوا کہ مرزائیوں کی عبادت گاہوں پر کلمہ طیبہ وغیرہ لکھا ہوا تھا اور شہر میں یہ افواہ گشت کررہی تھی کہ وہ آہستہ آواز سے اَذان دیتے ہیں تو چند نوجوان بغیر کسی منصوبہ بندی اور سوچی سمجھی اسکیم کے اور بغیر کسی مشورہ کے تحقیق حال کے لئے گئے کہ اَذان ہوتی ہے یا نہیں، یہ ۲۶؍اکتوبر ۴ بجکر ۵۵ منٹ کا واقعہ ہے، جو کہ عین اَذان کا وقت تھا، جس میں اکثر لوگ جاگ رہے تھے اور انہوں نے گولی چلاکر دونوجوانوں کو شہید کرکے غنڈہ گردی اور بربریت کی انتہا کردی۔

سوال:...اس مسلح غنڈہ گردی سے نمٹنے کے لئے آپ نے کچھ لوگوں سے رابطہ قائم کیا ہوگا، جیسے جماعت اسلامی اور جمعیت علماء پاکستان کے راہنما، ان کا کیا رَدِّ عمل ہے؟

جواب:... جماعت اسلامی تو مجلس عمل میں شامل ہے، جبکہ جمعیت علماء پاکستان کے نیازی صاحبؒ، ملک اکبر ساقیؒ ''انتخاب مجلس'' سے پہلے تو ساتھ تھے، لیکن جماعتی طور پر نہیں بلکہ ذاتی طور پر۔

اپریل ۱۹۸۴ء کے پہلے ہفتے میں ہماری کراچی میں کانفرنس تھی، جس کے بعد میں، مولانا عبدالمجید ندیم، مولانا محمد بنوریؒ، مولانا شاہ احمد نورانیؒ کو ملے اور انہیں دعوت دی، تو انہوں نے تحریک ۱۹۷۴ء کی داستان چھیڑ دی، میں نے عرض کیا کہ ہم اس کارروائی کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں، لہٰذا آپ بھی ہمارا تعاون فرمائیں تو انہوں نے کہا کہ میں جمعیت علماء پاکستان کی مجلس شوریٰ کی اجازت کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا۔

سوال:...شیعہ حضرات من حیث الجماعت آپ کے ساتھ تعاون کررہے ہیں یا انفرادی طور پر؟

جواب:... امسال ربوہ کانفرنس کے موقع پر طے ہوا کہ مختلف مکاتبِ فکر کے راہنماؤں، مشائخ، علمائے کرام سے ملاقاتیں کی جائیں، چنانچہ میں مولانا ضیاء القاسمیؒ، مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ، مولانا مختار احمد نعیمیؒ راولپنڈی گئے اور گولڑہ شریف بھی گئے۔ اِتفاقاً سجادہ نشین گولڑہ شریف باہر گئے ہوئے تھے، پیر دیول شریف سے ملاقات کی کوشش کی، لیکن ملاقات نہ ہوسکی۔ البتہ ان کے ایک معتمد کو خط دے دیا۔

اسی طرح شیعہ حضرات کی دونوں تنظیموں میں موسوی صاحب والے گروپ سے ملاقات ہوگئی، انہوں نے مکمل یقین دہانی کرائی، بلکہ انہوں نے تحریر بھی دی۔

سوال:...مختلف جنرل حضرات کے متعلق یہ افواہیں ہیں کہ وہ مرزائی ہیں۔ مثلاً کے ایم عارف صاحب، غلام اسحاق خان، جنرل رحیم الدین خان وغیرہ آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب:...غلام اسحاق بنوں کے رہنے والے ہیں، وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ یہ قادیانی نہیں ہیں۔ جنرل رحیم الدین خان صدر انڈیا ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم کے بھانجے ہیں، جبکہ ان کی بیگم ڈاکٹر مرحوم کے چھوٹے بھائی کی لڑکی ہے، یہ خاندان اہلِ سنت والجماعت دیوبندی مکتبِ فکر سے متعلق ہے، جنرل کے ایم عارف کے متعلق صدرِ مملکت نے خود کہا کہ وہ میرے بتیس سال سے رفیق ہیں، یہ قادیانی نہیں ہیں، لوگ جسے بدنام کرنا چاہیں اسے مرزائی کہہ دیتے ہیں۔

سوال:...تعلیمی اداروں میں چھائے ہوئے قادیانیوں کے متعلق کوئی پیش رفت ہوئی؟

جواب:...ابھی تک کوئی پیش رفت نہیں ہوئی، ہمارا مطالبہ صرف تعلیمی اداروں میں چھائے ہوئے قادیانیوں سے متعلق ہی نہیں، بلکہ تمام محکموں میں قادیانیوں کے متعلق ہے۔

سوال:...وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے بعد آپ کے جذبات واحساسات کیا تھے؟

جواب:...اس پر ہمیں خوشی ہوئی، لیکن اس میں دو تین حرف جو مذہبی آزادی سے متعلق تھے، ان پر دُکھ ہوا۔

سوال:...کئی سالوں سے نوجوان نسل کا اسلام کی طرف راغب ہونا ڈھکی چھپی بات نہیں،

بہت سے نوجوان مرزائی غنڈوں کے خلاف ''جذبات'' رکھتے ہیں، لیکن مجلس عمل نے انہیں ٹھنڈا کیوں رکھا ہوا ہے؟

جواب:... مجلس عمل نے آئین کی حدود میں رہتے ہوئے اپنی تحریک جاری رکھی ہوئی ہے، کیونکہ ملکی سالمیت کا مسئلہ سب سے مقدم ہے، اس لئے نہایت سوچ سمجھ کر اور نہایت حوصلہ اور بُردباری کے ساتھ ہم اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہیں، خداوند قدوس ہمیں کامیابی و کامرانی سے ہمکنار فرمائے، آمین۔

سوال:... ۱۹۷۴ء کی تحریک کا آغاز طلبا پر مسلح غنڈہ گردی تھی، اور حال ہی میں ساہیوال میں بھی ایک طالبِ علم کو موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا ہے تو آج بھی تعلیمی اداروں میں تحریک اُٹھ سکتی ہے؟

جواب:... اگر ہم یہ چاہیں تو یہ معمولی بات ہے، لیکن ہم اس قسم کی کوئی تشدد آمیز کارروائی پسند نہیں کرتے۔

سوال:... آئندہ کے لئے مجلس کا لائحہ عمل کیا ہوگا؟

جواب:... مجلسِ عمل اپنے مقاصد کے حصول کے لئے مختلف پروگرام بنارہی ہے، آہستہ آہستہ ہم اپنی منزل کے قریب ہورہے ہیں۔

سوال:... اندرا گاندھی کے قتل کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب:... اس قسم کے واقعات کو کوئی ذی شعور آدمی تحسین کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا، سکھوں نے اِنتہائی قدم اُٹھایا ہے، جس کے جواب میں وہاں کی اکثریت نے بغیر سوچے سمجھے جو قدم اُٹھایا ہے، وہ بھی افسوسناک ہے۔

سوال:... حضرت ہمارا اصل انٹرویو تو ختم ہوگیا ہے، آپ کا کوئی پیغام ہو تو اِرشاد فرمائیں؟

جواب:... ہمارے مطالبات سیدھے سادے ہیں، حکومت کو یہ مطالبات تسلیم کرکے مسلمانوں کو اِبتلا سے بچانا چاہئے، مسلمانانِ پاکستان سے ہماری یہ اپیل ہے کہ تمام اختلافات مٹا کر مجلسِ عمل کے پلیٹ فارم پر جمع ہوجائیں اور ہماری حمایت و تائید کریں، ہمارے اختلافات کی وجہ سے مسئلہ کھٹائی میں پڑ رہا ہے۔

***

حضرت قبلہؒ سے انٹرویو ②

جناب انوار حسین حقی نے حضرت قبلہؒ سے ذیل کا انٹرویو لیا جو ہفت روزہ ''ختمِ نبوّت'' کراچی کی اشاعت ۱۹/اکتوبر ۲۰۰۱ء میں شائع ہوا۔ اس نمبر میں اسے شائع کرنے کی سعادت پر اللہ رَبّ العزت کے حضور سجدۂ شکر بجا لاتے ہیں۔ مرتب

حضرت مولانا خواجہ خواجگان خان محمدؒ سے ہونے والی خصوصی گفتگو نذر قارئین کی جاتی ہے۔

سوال:... خواجہ صاحب! عالمِ اسلام ان دنوں اِبتلا و آزمائش کے دور سے گزر رہا ہے، عالمِ اسلام کو درپیش موجودہ حالات کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

جواب:... اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عہدِ حاضر ملتِ اسلامیہ کے لئے شدید ترین مشکلات کا دور ہے۔ مشرقِ وسطیٰ میں یہودی ریاست ''اِسرائیل'' اپنے عالمی سرپرستوں کی نگرانی میں فلسطینی مسلمانوں پر زمین تنگ کئے ہوئے ہے، البانیہ کے مسلمان بھی بہت زیادہ تکلیف میں ہیں، کشمیری مسلمانوں پر ظلم و بربریت کی اِنتہا ہوچکی ہے، افغانستان پر اقوامِ متحدہ کی بلاجواز پابندیوں نے افغان مسلمانوں کے لئے خواہ مخواہ کی جان لیوا مشکلات پیدا کررکھی ہیں، برما کے مسلمان بھی ظلم وستم کا شکار ہیں، دُنیا کی سب سے بڑی جمہوریت بھارت میں مسجدیں گرائی جارہی ہیں، مسلمانوں کو شہید کیا جارہا ہے، استعماری طاقتیں عالمِ اسلام سے خطرہ محسوس کررہی ہیں، اس لئے یہ تمام طاغوتی قوتیں مسلمانوں کے خلاف متحد ہوچکی ہیں، اغیار کی سازشوں کا واحد حل یہ ہے کہ اُمتِ مسلمہ ہر قسم کے فروعی اِختلافات بھلاکر متحد ہو اور شریعتِ محمدی کی اِتباع کو اَوّلین اہمیت دے، ہماری زیادہ تر مشکلات کی وجہ یہ بھی ہے کہ ہم نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ چھوڑ دیا ہے۔ حضرت علامہ اقبالؒ نے شاید

اسی لئے کہا تھا کہ:

وہ زمانے میں معزّز تھے مسلماں ہوکر
اورتم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

سوال:...حرمین شریفین اور دیگر عرب ممالک میں امریکی اور یورپی افواج بدستور موجود ہیں، کیا ان استعماری فوجوں کو بلادِ حرمین سے نکل جانا چاہئے؟

جواب:...اللہ تعالیٰ نے عالمِ عرب کو دِینِ اسلام کی برکتوں کے طفیل، تیل کی جس گراں قدر دولت سے نوازا ہے، مغربی ممالک اسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں، اس دولت کو ہتھیانے اور مسلم ممالک کے وسائل پر قبضے کا خواب لے کر امریکا اور دیگر یورپی ممالک کی افواج مملکتِ سعودیہ اور دیگر عرب ممالک میں ایک سازش کے تحت موجود ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ سعودی عرب اور دیگر اسلامی ممالک میں غیرملکی افواج کا کوئی جواز نہیں ہے، لہٰذا ہمارا مطالبہ ہے کہ سعودی عرب سمیت تمام اسلامی ممالک سے تمام غیرملکی افواج واپس چلی جائیں۔ فلسطینیوں پر ظلم وستم بند کیا جائے، یہ صرف ہمارا مطالبہ ہی نہیں بلکہ پوری اُمتِ مسلمہ کے دِل کی آواز ہے۔

سوال:... پاکستان کی مجموعی صورتِ حال کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

جواب:...اسلامیانِ ہند نے پاکستان، نظامِ اسلام کے نفاذ کے لئے حاصل کیا تھا، لیکن آج ہم اپنے راستے سے بھٹک گئے ہیں، گزشتہ ۵۴ سالوں سے ہم نے قیامِ پاکستان کے مقاصد حاصل کرنے کے لئے وہ نہیں کیا جو ہمیں کرنا چاہئے تھا۔ ہمارے رہنماؤں اور سیاسی قائدین نے ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا اِلٰہ اِلَّا اللہ'' کے نعرے کو بھلادیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں فروعی وفرقہ وارانہ اختلافات، لسانی، علاقائی اور صوبائی عصبیتیں پیدا ہوچکی ہیں، امن وامان کا فقدان ایک مستقل مسئلہ بنا ہوا ہے، ان تمام مسائل کا حل شریعتِ محمدی کی اِتباع میں ہے۔ لہٰذا ہمارا مطالبہ ہے کہ مملکتِ پاکستان میں فوری طور پر قرآن وسنت کا مکمل نظام قائم کیا جائے اور حکومت سود کے خاتمے کے لئے سپریم کورٹ کے تاریخ ساز فیصلے پر مقررہ مدت کے اندر عملدرآمد یقینی بنائے، ورنہ دِینی قوتوں کی جانب سے ہونے والی مزاحمت کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہے۔

سوال:...دورِ حاضر کی دِینی قوتیں بھی منقسم ہیں، تبلیغ اور جہاد سے وابستہ قوتیں خانقاہی نظام سے نجات چاہتی ہیں، اس حوالے سے آپ کچھ کہنا پسند فرمائیں گے؟

جواب:...اسلام اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ایسا مکمل ضابطۂ حیات ہے جو زِندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے، تبلیغ، جہاد اور خانقاہی نظام اسلام کے مختلف شعبے ہیں، اگر یہ تمام شعبے اکٹھے ہوکر چلیں گے تو

کامیابی ان کے قدم چومے گی، علیحدہ سے کوئی شعبہ مکمل طور پر کامیاب نہیں ہوسکتا۔ نیکی کی ترغیب اور بُرائی سے روکنے کے قرآنی حکم کی تعمیل کے لئے تبلیغ کا راستہ اختیار کیا جاتا ہے، جب دشمنانِ اسلام کی سرگرمیاں حد سے بڑھ جائیں، مسلمانوں کے جان ومال، عزت وآبرو اور ایمان وعقیدے کو خطرات لاحق ہوں تو مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ خانقاہی نظام بھی اسلام کی ترویج واِشاعت اور جہاد وتبلیغ کے فرائض کی انجام دہی سے متعلقہ نظام ہے۔ آپ نے جن تین شعبوں کا ذکر کیا ہے، ان میں آپس میں کوئی رقابت یا تضاد نہیں، یہ دِینِ اسلام کے مختلف شعبے ہیں، جن میں باہمی ربط وتعاون ضروری ہے۔

سوال:... عقیدۂ ختمِ نبوّت ہمارے ایمان کا حصہ ہے، برِصغیر میں اِستعماری طاقتوں نے قادیانیت کا فتنہ کھڑا کیا، رَدِّ قادیانیت کے لئے برِصغیر کے مسلمانوں نے عظیم جدوجہد ہی نہیں کی، بلکہ گراں قدر قربانیاں بھی دیں۔ آپ بطور امیرِ مرکزیہ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کیا کہنا پسند کریں گے؟

جواب:... متحدہ ہندوستان میں انگریز اپنے جوروستم اور اِستبدادی حربوں سے جب مسلمانوں کے قلوب کو مغلوب نہ کرسکا تو ایک تفصیلی سروے کے بعد انگریز اِستعمار اس نتیجے پر پہنچا کہ مسلمانوں کے دِلوں سے جذبۂ جہاد مٹانے کے لئے ضروری ہے کہ کسی ایسے شخص سے نبوّت کا دعویٰ کرایا جائے جو جہاد کو حرام اور انگریز کی اطاعت کو مسلمانوں پر اُولوالامر کی حیثیت سے فرض قرار دے۔ اس مقصد کے لئے انگریز نے مرزا غلام احمد قادیانی کا انتخاب کیا۔ مرزا قادیانی کے گوشت پوست میں انگریز کی وفاداری اور مسلمانوں سے غداری رچی بسی تھی، یہاں میں یہ بات کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ قطبِ عالم حضرت حاجی اِمداد اللہ مہاجرِ مکیؒ نے اپنے نورِ ایمانی اور بصیرتِ وجدانی سے مرزا قادیانی کے دعویٰ سے بہت پہلے پنجاب کے معروف رُوحانی بزرگ حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ سے حجازِ مقدس میں ارشاد فرمایا کہ:

''پنجاب میں ایک فتنہ اُٹھنے والا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے خلاف آپ سے کام لیں گے۔''

رَدِّ قادیانیت کے سلسلے میں اُمتِ محمدیہ کے جن خوش نصیب وخوش بخت حضرات نے بڑی تندہی اور جانفشانی سے کام کیا، ان میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا پیر مہر علی شاہؒ، مولانا محمد علی مونگیریؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ، حضرت مولانا نذیر حسین دہلویؒ، مولانا ظفر علی خانؒ، مولانا پیر جماعت علی شاہؒ سمیت بہت سے قابلِ احترام اور معتبر نام ہیں۔ وقت کی کمی کے باعث سب کا ذِکر فرداً فرداً ممکن نہیں، رَدِّ قادیانیت کے حوالے سے مقدمہ بہاولپور میں عبدالرزاق نامی ایک شخص مرزائی ہوکر مرتد ہوگیا، اس کی منکوحہ غلام عائشہ بنتِ مولوی اِلٰہی بخش نے سنِ بلوغ کو پہنچ کر ۲۷ رجولائی ۱۹۲۶ء کو فسخِ نکاح کا دعویٰ احمد پور شرقیہ کی مقامی عدالت میں دائر کردیا۔ ۱۹۳۱ء تک ابتدائی مراحل طے کرکے پھر

۱۹۳۲ء میں ڈسٹرکٹ جج بہاولپور کی عدالت میں بغرضِ شرعی تحقیق واپس ہوا۔آخر کار ۷رفروری ۱۹۳۵ء کو مذکورہ مقدمے کا فیصلہ مدعیہ کے حق میں ہوا۔ بہاولپور ایک اسلامی ریاست تھی اوراس کے والی صادق محمد خان خامس عباسی مرحوم ایک سچے مسلمان اور عاشقِ رسول تھے۔خواجہ غلام فریدؒ بہاولپور کے معروف بزرگ کے عقیدت مند تھے۔خواجہ غلام فریدؒ کے تمام خلفاء کواس مقدمے میں گہری دلچسپی تھی۔اس وقت جامعہ عباسیہ بہاولپور کے شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی مرحوم تھے، جو حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کے اِرادت مند تھے،لیکن اس مقدمے کی پیروی اور اُمتِ محمدیہ کی طرف سے نمائندگی کے لئے سب کی نگاہِ اِنتخاب دیوبند کے فرزند شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ پر پڑی، پورے ہندوستان کی نظر اس مقدمے پر مرکوز تھی،مولانا غلام محمد گھوٹوی،مولانا محمد حسین کولوتاڑوی،مولانا مفتی محمد شفیع،مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری،مولانا نجم الدین،مولانا ابوالوفا شاہ جہانپوری، اور مولانا انور شاہ کشمیری رحمہم اللہ کے اِیمان افروز اور کفرشکن بیانات ہوئے۔مرزائیت بوکھلاگئی،نواب عباسی پر گورنمنٹ برطانیہ کا دباؤ بڑھا، فاضل جج محمد اکبر خان مرحوم کو ترغیب وتحریص کے دام میں پھنسانے کی کوشش کی گئی۔ بالآخر قادیانیت کے خلاف فیصلہ ہوا۔ بلاشبہ پوری اُمت جناب محمد اکبر خان جج مرحوم کی مرہونِ منّت ہے کہ انہوں نے کمالِ عدل وانصاف،محنت وعرق ریزی سے ایسا فیصلہ لکھا کہ اس کا ایک ایک حرف قادیانیت کے تابوت میں کیل کی طرح پیوست ہوگیا۔

سوال:...قیامِ پاکستان کے بعد چلنے والی تحریک ختمِ نبوّت کے بارے میں آپ کچھ کہنا پسند فرمائیں گے؟

جواب:...قیامِ پاکستان کے بعد متعدد مرتبہ ختمِ نبوّت کے عقیدے کے تحفظ کے لئے تحریکیں چلیں، پاکستان بننے کے بعد بدنصیبی سے وزیرِ خارجہ کا منصب چوہدری ظفراللہ خان قادیانی کو سونپ دیا گیا، اس نے مرزائیت کے جنازے کو اپنی وزارت کے کندھوں پر لادکر اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک اسے متعارف کروانے کی سرگرمیوں کا آغاز کردیا۔اس صورتِ حال میں امیرِ شریعت حضرت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے پوری اُمت کو بیدار کرکے ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا، پھر ۱۹۵۳ء میں پورا ملک قادیانیت کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوا۔اس میں ہر مسلک اور ہر مکتبۂ فکر کے علماء ومشائخ اور دیگر حضرات نے شرکت کی۔اس دوران مولانا عبدالستار خان نیازیؒ کو سزائے موت بھی سنائی گئی۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں چند سیٹوں پر قادیانی منتخب ہوگئے، اِقتدار کے نشے اور ایک سیاسی جماعت سے سیاسی وابستگی نے انہیں پاگل بنادیا، وہ حالات کو اپنے لئے سازگار پاکر اِنقلاب کے ذریعے اِقتدار پر قبضے کی ترکیبیں سوچنے لگے، قادیانی جرنیلوں نے اپنی سرگرمیاں تیز کردیں۔ ۲۹رمئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ ریلوے اسٹیشن پر چناب

ایکسپریس کے ذریعے سفر کرنے والے نشتر میڈیکل کالج کے طلبہ پر قاتلانہ حملہ ہوا، تو تحریک چل پڑی۔ ان دنوں مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ مجلس تحفظ ختم نبوّت پاکستان کے امیر تھے۔ ان کی دعوت پر اُمت کے تمام طبقات جمع ہوئے، آل پارٹیز مجلسِ عمل تحفظِ ختمِ نبوّت تشکیل پائی، جس کے سربراہ مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ تھے، اس وقت قومی اسمبلی کی تمام اپوزیشن، مجلسِ عمل تحفظِ ختمِ نبوّت پاکستان میں شریک ہوگئی۔ آنحضرت (ﷺ) کی ختمِ نبوّت کا اِعجاز ملاحظہ ہو کہ تمام مذہبی وسیاسی جماعتوں نے متحد ہوکر ایک ہی نعرہ لگایا کہ مرزائیت کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اس وقت قومی اسمبلی میں مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالحق، پروفیسر غفور احمد، مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری، مولانا عبدالحکیم، اوران کے رفقاء نے ختمِ نبوّت کی وکالت کی اور متفقہ طور پر اپوزیشن کی طرف سے مولانا شاہ احمد نورانی نے مرزائیوں کے خلاف قرارداد پیش کی۔ حکومت کی طرف سے دُوسری قرارداد عبدالحفیظ پیرزادہ وزیرِ قانون نے پیش کی، قومی اسمبلی میں مرزائیت پر بحث شروع ہوگئی۔ پورے ملک میں مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ، نوابزادہ نصراللہ خان، آغا شورش کاشمیری، علامہ اِحسان اِلٰہی ظہیر، مولانا عبدالقادر روپڑی، مفتی زین العابدین، مولانا تاج محمود، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا عبدالستار خان نیازی، مولانا صاحبزادہ فضل رسول حیدر اور دیگر علماء نے چاروں صوبوں کے تمام مکاتبِ فکر کو جمع کرکے تحریک کے الاؤ کو اِیندھن مہیا کیا، بالآخر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے مرزائیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ بعد اَزاں ۱۹۸۴ء میں تحریکِ ختمِ نبوّت چلی، جس کے نتیجے میں اِمتناعِ قادیانیت آرڈی نینس جاری ہوا۔

سوال:... مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے قیام کا پس منظر کیا تھا اور اس تنظیم نے آج تک کیا کامیابیاں حاصل کی ہیں؟

جواب:... ۱۹۵۲ء میں مرزائیوں کے رہنما مرزا محمود نے جو اپنے آپ کو ''خلیفہ'' کہلاتا تھا، اعلان کیا کہ ہم ۱۹۵۳ء میں تمام بلوچستان کو احمدی صوبہ بنادیں گے۔ قادیانیوں کا یہ اعلان اُمتِ مسلمہ کی غیرت وحمیت کو للکارنے کے مترادف تھا، لہٰذا حضرت امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تحریک پر مجلسِ عمل قائم ہوئی۔ اس تنظیم اور تمام مکاتبِ فکر کے علماء کی جدوجہد کے نتیجے میں قادیانیوں کو ۱۹۷۴ء میں آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دِلوایا گیا۔ جنوری ۱۹۷۵ء میں ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا گیا جو قیامِ پاکستان کے بعد سے قادیانیوں کی ریاست تھی۔ وہاں جنوری ۱۹۷۵ء میں پہلا جمعہ مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے مبلغ نے دفتر ٹاؤن کمیٹی کے باہر لان میں پڑھایا۔ حکومت نے مسلم کالونی ربوہ (چناب نگر) کے لئے رقبہ مختص کیا اور ضروری عمارات تعمیر ہوئیں، جداگانہ طریقِ اِنتخاب رائج ہوا، مجلس کی کوششوں سے

مرزائیوں کے دونوں گروپوں لاہوری اور قادیانی کے لئے علیحدہ علیحدہ ووٹ فارم طبع ہوئے۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور میں اِمتناعِ قادیانیت آرڈی نینس جاری ہوا۔ ۱۹۸۴ء میں ہی ربوہ میں ہونے والے قادیانیوں کے روایتی سالانہ اِجتماع پر پابندی عائد کردی گئی۔

سوال:... قادیانیت کے فروغ کے لئے جو مکروہ کوششیں ہورہی ہیں، وہ کہاں تک کامیاب ہوئی ہیں؟

جواب:... قادیانی اپنے استعماری آقاؤں کی سرپرستی میں قادیانیت پھیلانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ بیرون ملک جانے کے لئے ویزوں میں سہولت، ملازمت کی لالچ اور رشتوں کی آڑ میں قادیانیت پھیلانے کی مذموم کوشش ہورہی ہے۔ این جی اوز فلاحی کاموں کی آڑ میں عیسائیت و مرزائیت پھیلارہی ہیں، ایسے میں عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت تمام مکاتبِ فکر کے تعاون سے رَدِّ قادیانیت کی جدوجہد میں مصروف ہے۔ ہم نے سروے کروایا، مقامِ شکر ہے کہ گزشتہ کئی سالوں سے مرزائی کسی ایک مسلمان کو بھی عقیدۂ ختمِ نبوّت سے منحرف نہیں کرسکے۔ اس سلسلے میں تمام مسلمانوں کو بیدار رہنے کی ضرورت ہے، حکومت این جی اوز کے ذریعے قادیانیت اور عیسائیت پھیلانے کی سازشوں کا نوٹس لے۔ مسلمان ''شیزان'' کی طرح قادیانیوں کی دیگر مصنوعات کا بائیکاٹ بھی کریں۔

سوال:... پرویزیت کو بھی ایک فتنہ قرار دیا گیا ہے لیکن پاکستان کے مختلف علاقوں میں پرویزیت کی تبلیغ کا کام جاری ہے اور معلوم ہوا ہے کہ ان کا ایک اِشاعتی اِدارہ بھی کام کررہا ہے؟

جواب:... پرویزیت بھی ایک فتنہ اور عالمِ اسلام کے خلاف سازش ہے۔ ہماری مجلس اور دیگر اہلِ ایمان حضرات اس فتنے کے تدارک کے لئے بھی کام کررہے ہیں۔ اِن شاء اللہ دِینِ اسلام کے خلاف تمام فتنے ناکام و نامراد رہیں گے۔

سوال:... پاکستان میں مختلف حکومتوں کی جانب سے وقتاً فوقتاً تحفظِ ناموسِ رِسالت کے قانون میں ترمیم کی بات کی جاتی ہے، اس حوالے سے آپ کچھ کہیں گے؟

جواب:... ناموسِ رِسالت ہمارے اِیمان کا حصہ ہے، کوئی بھی مسلمان ناموسِ رِسالت کی توہین برداشت نہیں کرسکتا۔ تحفظِ ناموسِ رِسالت کے قانون میں ترمیم کی بات پاکستان میں حکمران امریکا اور دیگر مغربی ممالک کے دباؤ میں آکر کرتے ہیں، لیکن کسی میں اتنی ہمت اور جرأت نہیں کہ وہ اس قانون میں ترمیم کی جرأت کرے۔ اگر کسی نے ایسا کرنے کی کوشش کی، تو اس کے خلاف اسلامیانِ پاکستان ایسی زبردست تحریک چلائیں گے کہ الحفیظ والامان!

سوال:... حکومت کی جانب سے ایک تواتر کے ساتھ دِینی مدارس کے نصاب میں تبدیلی اور

مدارس پر سرکاری کنٹرول کی باتیں سامنے آ رہی ہیں؟

جواب:...حکومت کا جو کام ہے اسے وہ کرنا چاہئے، دِینی مدارس کے نصاب میں تبدیلی اور مدارس پر سرکاری کنٹرول حاصل کرنے کا خیال دِل سے نکال دینا چاہئے۔ دِینی مدارس اسلام کے قلعے ہیں، ان سے ٹکرانے والا خود پاش پاش ہوجائے گا۔

سوال:...آپ جمعیت علمائے اسلام کے سیاسی کردار سے کہاں تک مطمئن ہیں؟

جواب:...جمعیت علمائے اسلام پاکستان نے قیامِ پاکستان کے بعد شاندار کردار ادا کیا ہے۔ تمام قومی اور دِینی تحریکوں میں اس جماعت کے قائدین اور رہنماؤں نے نمایاں کام کیا، سیاسی طور پر اَب بھی مولانا فضل الرحمٰن مصروفِ عمل ہیں، ہم ہر لحاظ سے مولانا فضل الرحمٰن کے ساتھ ہیں، ان کے سیاسی مؤقف کی ہم بھرپور تائید وحمایت کرتے ہیں۔

سوال:... ماضی قریب میں مولانا فضل الرحمٰن پر کرپشن اور اقرباپروَری سمیت مختلف اِلزامات لگائے جاتے رہے ہیں، اس حوالے سے آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟

جواب:... سیاست میں الزام تراشی سب سے آسان اور سستا کام ہے، میں سمجھتا ہوں کہ مولانا فضل الرحمٰن پر کرپشن اور اَقرباپروَری کے جو اِلزامات ماضی میں لگائے گئے ان میں کوئی صداقت نہیں تھی اور نہ ان کا حقیقت سے کوئی تعلق تھا، میں یہاں یہ کہنا چاہوں گا کہ گزشتہ ماہ پشاور میں جو عظیم الشان خدمات دارالعلوم دیوبند کانفرنس منعقد ہوئی، وہ وقت کی اہم ترین ضرورت تھی۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کانفرنس کے منتظمین کو اَجرِ عظیم عطا فرمائے۔

سوال:...کہا جاتا ہے کہ یہودی ریاست اِسرائیل کا وجود حدیث سے ثابت ہے؟ اُمتِ مسلمہ اِسرائیلی مظالم سے کب نجات حاصل کرے گی؟

جواب:...دُنیا کی اکلوتی یہودی ریاست اِسرائیل کا وجود حضرت اِمام مہدی علیہ الرضوان کی آمد سے ختم ہوجائے گا۔

سوال:...قارئین کے لئے کوئی پیغام؟

جواب:...آپ کی وساطت سے تمام مسلمانوں کے لئے میرا یہی پیغام ہے کہ قرآن وسنت کی پیروی اور اِتباع میں ہی ہماری نجات ہے۔ اللہ تعالیٰ عالمِ اسلام اور ملتِ پاکستان کو ہر آفت سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

***

حضرت قبلہؒ کی پریس کانفرنس، پیغامات اور معمولات

لاہور میں امیر مرکزیہ کا پریس کانفرنس سے خطاب

لاہور (نمائندہ خصوصی) حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان وصدر مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان نے لاہور میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ختم نبوت کا مسئلہ دین کا بنیادی اور اہم مسئلہ ہونے کے باعث انتہائی نازک ہے، مسلمانوں کی اس کے ساتھ والہانہ وابستگی اور جذباتی لگاؤ فطرتی امر ہے، لیکن حکومت پاکستان کے افسوس ناک رویہ نے شدید الجھاؤ پیدا کر کے صورت حال کو سخت پریشان کن بنادیا ہے۔ اسلم قریشی کو ۱۷رفروری ۱۹۸۳ء کو اغوا کیا گیا۔ اسلامیانِ پاکستان کی طویل ترین صبر آزما کوشش وتحریک کے بعد حکومت کی معنی خیز سرد مہری قابل افسوس ہے۔ ۶رفروری ۱۹۸۶ء ملک عزیز کی تمام نمائندہ دینی جماعتوں پر مشتمل مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کے ذمہ دار راہنماؤں کے وزیر اعظم پاکستان سے مذاکرات ہوئے، انہوں نے اسلم قریشی کیس کے حل کے لئے اپنی مرضی کی ٹیم مقرر کر کے چار ماہ کی مدت مقرر کی کہ ۱۷رجون ۱۹۸۶ء کو یا اسلم قریشی قوم کے سامنے ہوں گے یا اس کے قاتل اپنے انجام کو پہنچیں گے۔ اب اس وعدہ کو گزرے چھ ماہ ہوگئے، مگر وزیر اعظم نے اپنا اخلاقی فرض بھی ادا نہیں کیا کہ وہ مجلس عمل کے راہنماؤں کو اس کیس کے بارے میں آگاہ کرتے، پھر مجلس عمل نے جن مشکوک اور مشتبہ افراد کو نامزد کیا، ان میں سے مرزائی جماعت کا سربراہ مرزا طاہر حکومت کی مجرمانہ تساہل سے فرار ہوا۔ اسلم قریشی اغوا کا ایک مجرم اعظم گھسن سمبڑیال اب حال ہی میں برطانیہ چلا گیا ہے، ملک امان اللہ قادیانی یہ اس گاؤں کا رہنے والا ہے، جہاں اسلم قریشی جاتے ہوئے اغوا ہوئے، شبہ ہے کہ یہ بھی اس کیس میں ملوث ہے، اغوا کے لئے اس کی کار استعمال ہوئی، اس نے کار کے بوگس کاغذات پیش کئے، یہ گرفتار ہوا کار برآمد ہوئی، مگر اس پر کیس صرف بوگس کاغذات کا قائم ہوا اور اب وہ ضمانت پر رہا ہے۔ غرضیکہ اسلم قریشی کے ایک

ایک ملزم کو پولیس تحفظ دے رہی ہے، آج ہم حکومت پر الزام لگانے پر مجبور ہیں کہ حکومت کو اسلم قریشی کیس کے تمام ملزمان کا یقینی علم ہے مگر وہ اس کیس کو برآمد نہیں کرنا چاہتی، تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۸-سی کے تحت قادیانی کو اسلامی اصطلاحات وشعائر کے استعمال سے روک دیا گیا ہے، مگر اس پر عمل درآمد نہیں ہورہا۔ وزیراعظم نے اس پر مکمل عمل درآمد کا وعدہ کیا، ربوہ کی بلدیہ کا نام تبدیل کرنے کی متفقہ قرارداد منظور کی۔ وزیراعظم نے ملک خدا بخش ٹوانہ، صوبائی وزیر اوقاف کو حکم دیا کہ وہ نام کی تبدیلی کرنے کے لئے ضروری کارروائی مکمل کرائیں۔ اسلامی نظریاتی مملکت کے کلیدی عہدوں پر غیر مسلم فائز نہیں ہونے چاہئیں، وزیراعظم نے اس مطالبہ کو پورا کرنے کا وعدہ کیا، حکومت کی قائم کردہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش کے مطابق مرتد کی شرعی سزا نافذ کی جائے۔ اس کی قانون سازی کا بھی وزیراعظم نے وعدہ کیا۔ سکھر، ساہیوال، شہداُ کیس کے ملزمان کو دی گئی سزا پر عمل درآمد کا وعدہ کیا، مگر ان تمام وعدہ جات میں سے ایک بھی پورا نہیں ہوا۔ اسلامیانِ پاکستان اپنے وزیراعظم سے اب بھی توقع رکھتے ہیں کہ وہ ایفائے عہد کی زحمت کریں۔ اسلم قریشی کیس، ربوہ نام کی تبدیلی صوبائی حکومت کا فرض ہے۔ راولپنڈی ایسے حساس شہروں میں قادیانیوں نے اسلامی اصطلاحات و شعائر کے نمایاں بورڈ آویزاں کر کے تعزیرات پاکستان کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ قادیانی معبد خانوں بشمول مری روڈ راولپنڈی مین بازار گنج مری روڈ راولپنڈی، مین بازار گنج مغل پورہ لاہور، گڑھی شاہو لاہور، ایم اے جناح روڈ کراچی اور ربوہ شہر سے فوری طور پر قادیانی کافروں کے معابد سے کلمہ طیبہ کے بورڈ اتروائے جائیں، اس وقت پاکستان جس اندرونی انتشار و بیرونی دباؤ کا شکار ہے، اس میں قادیانی جماعت کا گھناؤنا کردار ایک واضح امر ہے۔ اسرائیل میں قادیانیوں کا مرکز، اسرائیلی فوج میں قادیانیوں کی موجودگی۔ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کا بھارت میں استقبال اور راجیو گاندھی سے اس کی ملاقاتیں بے شمار قادیانیوں کا ایک طے شدہ منصوبہ بندی سے پاکستان سے باہر آنا جانا، سفارت کاروں کے قتل، تخریب کاری اور فرقہ واریت میں قادیانیت کا نہ صرف ملوث ہونا بلکہ بے پناہ سرمایہ خرچ کرنا یہ ایسے امور ہیں جس سے ملک عزیز کے امن و امان کی صورت حال خراب ہوتی جارہی ہے، یہ سب کچھ مرزا طاہر کی ان ہدایات کا نتیجہ ہے جو وہ لندن میں بیٹھ کر مرزائیوں کو دے رہا ہے، اس پر حکومت کی چشم پوشی ملک کی سالمیت کے لئے سخت نقصان دہ ہے۔ ان حالات میں حکومت کا فرض ہے کہ وہ تمام تر مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر قادیانی جماعت کو خلاف قانون قرار دے اور ان کی تمام تر جائیداد کو بحق سرکار ضبط کرے، اس فتنہ کا واحد موثر حل یہی ہے۔

(ہفت روزہ ختم نبوت ۱۶/جنوری ۱۹۸۷ء)

❊❊❊

بہاول پور میں امیر مرکزیہ کا پریس کانفرنس سے خطاب

شیخ طریقت حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ امیر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی بہاولپور میں ۷؍مارچ ۸۲ء کو پریس کانفرنس میں مندرجہ ذیل بیان دیا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان، عالم اسلام کے مسلمانوں کی ایک تبلیغی، اصلاحی جماعت ہے، جس کا طرۂ امتیاز حضور علیہ السلام کی ختم نبوت کی حفاظت ہے، اس وقت ملک میں چند ایسے مسائل موضوع بحث ہیں جس پر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا موقف واضح کرنا ضروری ہے۔

اس وقت ہمارے ملک میں تخریب کاری اس حد کو پہنچ چکی ہے کہ بعض بدبخت عناصر نے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے قرآن مجید کی توہین کا ارتکاب کیا ہے۔ پشاور ولیاقت پور میں قرآن مجید کے ساتھ جو زیادتی ہوئی ہے اس پوری قوم کا سر ندامت سے جھک گیا ہے اور اس سے زیادہ باعث تشویش یہ امر ہے کہ ابھی تک ان مجرموں کو قوم کے سامنے نہیں لایا گیا۔

ہمارا مطالبہ ہے کہ ان مجرموں کو قوم کے سامنے لایا جائے، ان کو ایسی عبرت ناک سزا دی جائے کہ آئندہ کوئی بدفطرت کلام اللہ کی توہین کی جرأت نہ کرسکے، اور ایسے واقعات کی روک تھام کے لئے آرڈی نینس جاری کیا جائے اور مرزائیوں کا وہ لٹریچر جس میں قرآنی آیات کو مرزا قادیانی پر نازل شدہ بتا کر قرآن مجید کی حقانیت کا منہ چڑایا گیا ہے، اسے ضبط کیا جائے۔

فیصل آباد اور شیخوپورہ میں دو آدمیوں نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے، ان کو کڑی سزا دے کر پوری قوم کو مطمئن کیا جائے اور پاکستان میں آرڈی نینس کے ذریعہ دعویٰ نبوت کو قابل تعزیر جرم قرار دیا جائے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان سے اپنے جائز خالص دینی مطالبات کے لئے اپنی آئینی جدوجہد کو جاری رکھے گی، اس وقت بہاول پور میں کانفرنس ہوئی۔ ۱۷، ۱۸؍مارچ سرگودھا، ۱۹، ۲۰؍مارچ ٹنڈو آدم، ۲۱، ۲۲؍مارچ نواب شاہ، ۲۳؍مارچ سانگھڑ، ۲۴؍مارچ میر پور خاص، ۲۵، ۲۶؍مارچ کنری، ۸، ۹؍اپریل گوجرہ، ۱۵، ۱۶؍اپریل لاہور ختم نبوت کانفرنسوں کا اہتمام کیا گیا ہے اور پھر ۶، ۷؍ستمبر ۸۲ء کو پورے ملک عزیز کے نمائندہ مسلمانوں کا ربوہ (چناب نگر) میں اجتماع رکھا گیا ہے۔ مجلس کے اس وقت پچاس مبلغ، درجن مدارس، ایک ہفتہ وار رسالہ اندرون و بیرون ملک تبلیغ اسلام اور دینی اقدار کے تحفظ کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں، اس وقت مجلس نے وفاقی کونسل کے اراکین میں اپنے یہ مطالبات لکھ کر تقسیم کئے کہ وہ حکومتی ادارہ وفاقی کونسل میں پوری قوم کے متفقہ ان مطالبات کو

منوانے کے لئے حکومت سے سفارش کریں:

ا:... پاکستان میں دعویٰ نبوت قابل تعزیر جرم قرار دیا جائے۔

۲:... پاکستان میں ارتداد کی شرعی سزا مقرر کی جائے۔

۳:... قادیانیوں نے مردم شماری میں اپنے آپ کو مسلمان لکھوایا ہے، حکومت ان کے خلاف کیس درج کرے ان کی مردم شماری دوبارہ کر کے حکومت اپنے وعدہ کو پورا کرے۔

۴:... قادیانی جماعت کو قانوناً روک دیا جائے کہ وہ اسلامی شعائر و اصطلاحات کا استعمال نہ کریں۔ مسجد، اذان، نبی، خلیفہ، امیرالمومنین، امہات المومنین، صحابہ جیسی شرعی اصطلاحات کو بوجہ غیر مسلم کے وہ قطعاً استعمال کرنے کے حقدار نہیں ہیں۔

۵:... قادیانیوں کے خلاف اسلام لٹریچر کو ضبط کیا جائے۔

۶:... پاسپورٹ، شناختی کارڈ، اسکول سرٹیفکیٹ وغیرہ میں مذہب کے خانہ کا اضافہ کیا جائے۔

۷:... قادیانیوں کو کلیدی آسامیوں سے برطرف کیا جائے۔

۸:... قادیانیوں سے متعلق ۷۴ء کی ترمیم کے مطابق قانون سازی کی جائے۔

(ہفت روزہ لولاک، ۲۰؍مارچ ۱۹۸۲ء)

سیالکوٹ میں امیر مرکزیہ کی پریس کانفرنس

محمد اسلم قریشی مبلغ تحفظ ختم نبوت سیالکوٹ تقریباً دو ماہ سے گم ہیں۔ ان کا مقدمہ نمبر ۱۸۷ تھانہ سٹی سیالکوٹ ۲۲؍فروری ۱۹۸۳ء سے پولیس کے زیر تفتیش ہے۔ ان کی گمشدگی سے لے کر آج تک ملک بھر میں عموماً اور گوجرانوالہ ڈویژن میں خصوصاً ان کی بازیابی کے لئے پرامن تحریک جاری ہے، لیکن آج تک پولیس ناکام اور منقار زیر پر ہے۔ پولیس کے اعلیٰ و ادنیٰ آفیسران یہی مژدہ جانفزا سنا رہے ہیں کہ دو چار دن تک مولانا موصوف مل جائیں گے۔ یہی بات پہلے دن تھی، یہی آج ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ وطن عزیز کی سرحدات پر جو حالات ہیں ان کے پیش نظر اندرون ملک امن و استحکام ضروری ہے، نیز یہ کہ یہ اغوا قادیانیوں کی سازش ہے اور قادیانیوں نے ان کو اغوا کر کے ملکی امن کے لئے خطرہ پیدا کر دیا ہے، نیز پولیس نے بازیابی میں اتنی لمبی تاخیر کر کے ہمارے جذبہ حب الوطنی کی قدر نہیں کی۔

مجلس تحفظ ختم نبوت غیر سیاسی تبلیغی جماعت ہے۔ عدم تشدد پر مبنی پرامن تبلیغ اس کا لائحہ عمل ہے اس کے مبلغ کا اغواء اور عدم بازیابی ایسا فعل نہیں جس سے صرف نظر کیا جاسکے۔ مولانا کے متعلق دو ہی

باتیں ہیں زندہ ہیں تو کہاں ہیں؟ اگر مقتول ہیں تو ان کا قاتل کون ہے؟ اگر چندے یہی صورت حال رہی اور پولیس کی مہر سکوت نہ ٹوٹی تو اس کی یہ سرد مہری عوام کو سڑکوں پر لانے کا باعث ہوگی۔

(خواجہ) خان محمد

سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

امیر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

(ہفت روزہ لولاک ۲۴/اپریل ۱۹۸۳)

لندن میں امیر مرکزیہ کی اہم پریس کانفرنس

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ویمبلے کانفرنس سینٹر لندن میں پانچویں سالانہ عالمی ختم نبوت کانفرنس انشاء اللہ منعقد ہورہی ہے۔ یہ کانفرنس ایسے موقع پر ہورہی ہے جبکہ پوری ملت اسلامیہ شیطان رشدی کی ''شیطانی آیات'' کی اشاعت پر سراپا احتجاج ہے اور پوری دنیا میں قادیانی سربراہ مرزا طاہر نے مباہلہ کا ڈھونگ رچایا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ قادیانی صد سالہ جشن کے نام پر اپنے ارتدادی تبلیغی پروپیگنڈے میں بھی مصروف ہیں۔ اسلام اور قادیانیت کے درمیان اختلافات فروعی نہیں بلکہ بنیادی ہیں۔ ان کے نزدیک مرزا قادیانی کے مانے بغیر نجات نہیں ہوسکتی، جبکہ مسلمانوں کے نزدیک مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت جھوٹا تھا۔ پوری چودہ سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ امت مسلمہ میں عقیدہ ختم نبوت کے مسئلہ پر کوئی اختلاف نہیں رہا۔ ختم نبوت کے عقیدہ پر پوری امت کا اجماع ہے اور اس بات پر پوری امت متحد و متفق ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والا فرد مرتد ہے۔ ختم نبوت کا مسئلہ ایک بنیادی مسئلہ بھی ہے اور حساس ترین بھی۔ حساس اس لئے کہ اسی مسئلہ پر یمامہ کے میدان میں بارہ سو صحابہ کرامؓ نے اپنی جان کے نذرانے پیش کئے اور اسی مسئلہ پر پاکستان میں تین بار تحریکیں چل چکی ہیں ۱۹۵۳ء کی تحریک میں ایک اندازے کے مطابق بارہ ہزار مسلمانوں نے قربانیاں دیں، اس سے معلوم ہوا کہ امت کسی بھی جھوٹے مدعی نبوت کو برداشت نہیں کرسکتی۔ قادیانیوں کے بارے میں پوری امت کا ایک ہی نظریہ ہے کہ قادیانیت کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور یہ کہ مرزا غلام قادیانی اور ان کے پیروکار، کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، ۱۹۷۴ء کی پاکستان کی قومی اسمبلی اور رابطہ عالم اسلامی نے بھی ۱۹۷۴ء میں یہی متفقہ فیصلہ دیا ہے۔ گزشتہ چار سالوں سے ہم یہ کانفرنس منعقد کررہے ہیں۔ اس کا مقصد راس کے سوا کچھ نہیں کہ پوری ملت اسلامیہ میں عقائد کی پختگی پیدا کی جائے اور انہیں بیدار کر کے ان اسلام دشمن عناصر کے خطرناک عزائم سے باخبر کیا جائے جو اسلام کے لبادے میں اسلام کی بنیادوں پر

حملہ آور ہیں۔اس کے علاوہ انہیں قادیانیت کے کفریہ عقائد سے بھی آ گاہ کیا جائے جن کی سرگرمیاں اسلام کے نام پر جاری ہیں۔

اس وقت قادیانی پروپیگنڈہ مشنری یکطرفہ چل رہی ہے۔ وہ یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ پاکستان میں ان کے گھر جلائے جارہے ہیں، انہیں مارا پیٹا جارہا ہے، قتل کیا جارہا ہے وغیرہ وغیرہ، حالانکہ واقعات اس سے مختلف ہیں۔پہل قادیانیوں کی طرف سے ہوتی ہے، پھر جب ردِعمل ہوتا ہے توظلم ظلم کا شور مچاتے ہیں۔صوبہ پنجاب کھاریاں میں رونما ہونے والے واقعہ میں بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ اخبارات نے اس کی رپورٹنگ کی ہے۔قادیانی اس پروپیگنڈے کے ذریعہ مغربی ممالک میں قانونی، غیر قانونی طریقہ سے سیاسی پناہ حاصل کرتے ہیں۔گزشتہ دنوں قادیانیوں کے اس فراڈ کی خبر بھی اخبارات میں چھپ چکی ہے جس میں بتایا گیا تھا کہ پولیس نے ایسے ۱۳ قادیانیوں کوکراچی ایئرپورٹ پر گرفتار کرلیا جو جعلی سفری دستاویزات کے ذریعہ مغربی جرمنی جاکر سیاسی پناہ حاصل کرنے کے خواہشمند تھے۔ ہماری ان کانفرنسوں اور دوروں کا مقصد بھی یہی ہے کہ دنیا کے مسلمانوں اور غیر مسلم حکومتوں کو صحیح حقائق سے آگاہ کیا جائے کہ قادیانی غلط بیانی سے کام لیتے ہیں اور اپنے مفاد کی خاطر غلط پروپیگنڈے کرتے ہیں۔

گزشتہ سال جب ہمیں شمالی امریکا جانے کا موقع ملا تو وہاں کے مسلمانوں نے مسئلہ ختم نبوت کے ساتھ قلبی وابستگی کا اظہار کیا اور اس کی اہمیت وضرورت کو سمجھا، چنانچہ اسی کے نتیجہ میں ۷،۸/اکتوبر ۸۹ءکو شکاگو میں ختم نبوت کانفرنس کا فیصلہ ہوا۔امسال ہونے والی کانفرنس ’’فتح مباہلہ کانفرنس‘‘ کے نام سے موسوم ہے۔اس لئے کہ مرزا طاہر نے گزشتہ سال ملت اسلامیہ کو مباہلہ کا چیلنج دیا تھا۔ جب علمائے کرام نے اس چیلنج کوقبول کرتے ہوئے میدانِ مباہلہ میں اترنے کا اعلان کیا تو مرزا طاہر کومیدان میں اترنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ (ہفت روزہ ختم نبوت یکم دسمبر ۱۹۸۹ء)

شناختی کارڈ میں مذہب کے خانہ کا اضافہ کیا جائے

نیز مسلم وغیر مسلم شہریوں کے کارڈ کا رنگ متعین کیا جائے

گوجرانوالہ ... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر، قائد تحریک ختم نبوت حضرت مولانا خان محمد مدظلہ، نے آج گیارہ بجے دفتر ختم نبوت میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

ملت اسلامیہ کی سوسالہ جدوجہد کے نتیجہ میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا، اوران کی سرگرمیوں پر پابندی عائد کی گئی، نیز جداگانہ بنیاد پر انتخابات کے اعلان کے بعد ان فیصلوں کا منطقی تقاضا یہ تھا کہ شناختی کارڈ میں مذہب کے خانہ کا اضافہ کرکے ہرشہری کی مذہبی حیثیت واضح کردی جائے تاکہ

ان اہم اور تاریخی فیصلوں پر عمل درآمد میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔

قبل ازیں کئی مرتبہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور کل جماعتی مرکزی مجلس عمل نے یہ مطالبہ حکومت کے سامنے پیش کیا ہے، لیکن یہ کہا جاتا رہا کہ از سر نو پورے ملک کے شناختی کارڈوں کو تبدیل کرنا مشکل ہے، حالانکہ ایسا کرنا قومی اور دینی نقطۂ نظر سے انتہائی ضروری ہے۔

اب جب کہ وفاقی وزیر داخلہ نے اعلان کیا ہے کہ ملک بھر میں کمپیوٹر سسٹم کی بنیاد پر نئے شناختی کارڈ جاری کئے جارہے ہیں اور نئے شناختی کارڈ کا ڈیزائن کابینہ میں منظوری کے لئے پیش کیا جاچکا ہے، اس لئے ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اس مرحلہ پر شناختی کارڈ میں مذہب کے خانے کا اضافہ اور مسلم و غیر مسلم شہریوں کے شناختی کارڈوں کے رنگ متعین کر کے قوم کے اس دیرینہ مطالبہ کو پورا کیا جائے۔

میں ملک بھر میں تمام مکاتب فکر کے علماء کرام... قومی پریس... سیاسی راہ نماؤں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس قومی و دینی مطالبہ کے حق میں موثر آواز اٹھائیں۔

نیز علماء کرام، مشائخ عظام، ۲۰ر دسمبر ۱۹۹۲ء کے جمعۃ المبارک کے خطاب میں اس مطالبہ پر روشنی ڈالتے ہوئے قراردادوں کے ذریعے اس کی منظوری پر زور دیں۔

نیز عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین اپنے اپنے علاقوں کی اہم مساجد میں قراردادیں منظور کرا کے وزارت داخلہ کو بھجوائیں۔

پریس کانفرنس میں مختلف مکاتب فکر کے راہنماؤں، جماعتی ورکروں مولانا حکیم عبدالرحمٰن آزاد، مولانا زاہد الراشدی، مولانا سیّد عبدالمالک شاہ، مولانا عبیداللہ عبید، علامہ محمد احمد لدھیانوی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، حافظ محمد یوسف عثمانی، چوہدری غلام نبی، حافظ محمد ثاقب، مولانا عبدالرؤف ملک، مولانا غلام رسول راشدی، حافظ نذیر احمد اور دیگر بیسیوں کارکنان نے شرکت کی۔

(ہفت روزہ ختم نبوت، ۱۷ر جنوری ۱۹۹۳ء)

صدر آل پارٹیز مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی پریس کانفرنس

لاہور (نمائندہ خصوصی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر حضرت مولانا خان محمد کندیاں شریف نے پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ پریس کانفرنس میں چالیس کے قریب مختلف مکاتب فکر کے راہنماؤں اور اخبارات کے نمائندوں نے شرکت کی۔

پریس کانفرنس میں ورلڈ اسلامک فورم کے چیئرمین مولانا زاہد الراشدی، جمعیت علماء اسلام

کے مرکزی ڈپٹی سیکریٹری مولانا سیّد امیر حسن گیلانی، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنماؤں مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اکرم طوفانی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مرکزی جمعیت اہلِ حدیث کے ڈپٹی سیکریٹری پروفیسر عبدالرحمٰن لدھیانوی، جماعت اہل حدیث کے صاحبزادہ عارف سلمان روپڑی، جمعیت علماء اسلام پنجاب (س) کے نائب امیر پیر نعیم اللہ فاروقی، جمعیت علماء پاکستان نیازی گروپ کے راہنماؤں قاری عبدالحمید قادری، انجینئر سلیم اللہ خان، جامعہ نعیمیہ (بریلوی) کے مہتمم ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی، شیعہ پولیٹیکل پارٹی کے علامہ علی غضنفر کراروی سمیت کئی جماعتوں کے راہنماؤں نے شرکت کی۔ پریس کانفرنس کا متن پیش خدمت ہے:

"الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین"

قادیانی گروہ جسے برطانوی استعمار نے نوآبادیاتی مقاصد کے لئے ایک صدی قبل پروان چڑھایا تھا، اب پھر عالمی استعمار کی پشت پناہی اور آشیر باد کے ساتھ دنیا کے مختلف ممالک میں متحرک اور سرگرم دکھائی دے رہا ہے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور اسلام کے نام اور شعائر کے استعمال سے روکنے کے آئینی وقانونی فیصلوں کو سبوتاژ کرنے کے لئے امریکا اور دیگر مغربی ممالک کھل کر میدان میں آگئے ہیں۔

قادیانیوں کو اسلامیانِ پاکستان کے مذہبی معاملات میں مداخلت سے روکنے اور انہیں ان کی جائز حدود میں پابند کرنے کے لئے ۱۹۷۴ء میں ایک آئینی ترمیم کے ذریعے قادیانی گروہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا، ۱۹۸۴ء میں صدارتی آرڈی نینس کے ذریعہ انہیں اسلام کا نام اور علامات استعمال کرنے سے قانوناً روک دیا گیا اور ۱۹۹۲ء میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کے مطابق توہین رسالت پر موت کی سزا کا قانون نافذ کیا گیا اور یہی تین فیصلے اس وقت مغرب کی سیکولر قوتوں اور لابیوں کی معاندانہ مہم کا سب سے بڑا ہدف ہیں اور صورت حال یہ ہے کہ:

*...ایمنسٹی انٹرنیشنل پاکستان میں انسانی حقوق کی صورت حال کے بارے میں اپنی سالانہ رپورٹوں میں ان قوانین کو مسلسل ہدف تنقید بنا رہی ہے۔

*...جرمنی کی حکومت توہین رسالت کی سزا کے قانون کی منسوخی کا باضابطہ مطالبہ کر چکی ہے جبکہ بعض دیگر حکومتیں بھی اس مہم میں شریک ہیں۔

*...امریکا نے پاکستان کی امداد کی بحالی کی شرائط میں ۱۹۸۷ء سے قادیانیوں کے بارے میں آئینی وقانونی فیصلوں پر تنقید کے ساتھ ساتھ امریکی نائب وزیر خارجہ رابن رافیل نے واضح طور پر

اعلان کردیا ہے کہ ان قوانین کی منسوخی کے لئے امریکا مسلسل دباؤ ڈالتا رہے گا۔

٭… پاکستان میں شرعی حدود کے نفاذ کے سلسلہ میں کئے گئے اقدامات، جداگانہ انتخابات اور دیگر اسلامی قوانین کے خلاف منفی مہم جاری ہے۔

ان تمام کاروائیوں کا مقصد پاکستان کے اسلامی تشخص کو ختم کرکے اسے سیکولر اسٹیٹ کی حیثیت دینا اور مغرب کی مادر پدر آزاد ثقافت کا تسلط قائم کرنا ہے، جبکہ حکومت پاکستان کی برخوردارانہ ذہنیت کا حال یہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نظریاتی تشخص اور جمہوری و اسلامی فیصلوں کے خلاف اس یکطرفہ اور سراسر ناجائز بین الاقوامی دباؤ کو مسترد کرنے کے بجائے وہ مسلسل پسپائی کا راستہ اختیار کئے ہوئے ہے، جس کا تازہ ترین اظہار اقلیتوں کے دوہرے ووٹ کی مضحکہ خیز حکومتی تجویز کی صورت میں سامنے آیا ہے اور یوں محسوس ہورہا ہے کہ اگر پاکستان کے اندرونی مذہبی معاملات میں بڑھتی ہوئی امریکی مداخلت اور حکومت پاکستان کی پسپا پالیسی کو آگے بڑھ کر غیور مسلمانوں کی عوامی قوت کے ساتھ نہ روکا گیا تو پاکستان میں اسلامی قوانین اور مذہبی روایات ایک ایک کرکے عالمی استعمار کی ناجائز خواہشات کی بھینٹ چڑھ جائیں گے۔

اس کے ساتھ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ پاکستان کے مختلف علاقوں میں قادیانی گروہ کی جارحانہ سرگرمیوں میں بتدریج اضافہ ہوتا جارہا ہے اور گزشتہ چند ماہ کے دوران:

٭…دوالمیال ضلع چکوال میں مسلمانوں کی عیدگاہ کو قادیانیوں نے مسمار کردیا ہے اور اس پر کوئی مقدمہ درج نہیں کیا گیا۔

٭…ادرہمہ نزد ہلال پور ضلع سرگودھا میں قادیانیوں نے مسجد میں گھس کر مسلمان نوجوانوں کو زدوکوب کیا اور توڑ پھوڑ کی۔

٭… چک ۶ نزد ہڑپہ ضلع ساہیوال میں مسجد کے اندر جاکر قادیانیوں نے ایک عالم دین کو گالیاں دیں اور بُرا بھلا کہا۔

٭…منڈی احمد اباد تحصیل دیپال پور میں ایک عالم دین کو قادیانی وکیل نے گالیاں اور قتل کی دھمکی دی۔

٭…پیلووائیس ضلع خوشاب میں ایک قادیانی کے گھر سے دو بم برآمد ہوئے۔

٭…گروٹ ضلع خوشاب کے اٹامک انرجی سینٹر کے قریب قادیانی ایک منصوبہ کے تحت احمد نگر کے نام سے قادیانی کالونی بنارہے ہیں۔

٭…اخباری اطلاع کے مطابق ربوہ کا تعلیم الاسلام کالج قادیانیوں کو واپس کرنے کا فیصلہ

کرلیا گیا ہے۔

❊…مرزا طاہر احمد نے گرفتار فوجی افسران کے بارے میں یہ بیان دے کر کہ اس ’’مبینہ سازش‘‘ کا انکشاف قادیانیوں نے کیا ہے، پاک فوج کے دینی مزاج کے خلاف ’’مبینہ عالمی سازش‘‘ میں شریک ہونے کا اعتراف کرلیا ہے۔

❊…امتناع قادیانیت آرڈی نینس پر عمل درآمد سے عملاً ربوہ کو مستثنیٰ کرلیا ہے۔

حالات کا رخ یوں نظر آرہا ہے کہ کسی بین الاقوامی سازش کے تحت قادیانی گروہ ملک میں جان بوجھ کر ایسے حالات پیدا کرنے کی کوشش کررہا ہے جو عالمی استعمار اور بین الاقوامی لابیوں کی مداخلت میں مزید اضافے اور ان کے مذموم منصوبوں کی تکمیل کے لئے بہانہ بن سکیں۔

ان حالات میں ضروری ہوگیا ہے کہ کل جماعتی مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کے اس پلیٹ فارم کو از سر نو منظّم اور متحرک کیا جائے جس پر پاکستان کے غیور مسلمانوں نے ۵۳ء، ۷۴ء اور ۸۴ء میں متحد ہوکر بے مثال قربانیوں اور عظیم جدوجہد کے ذریعے عقیدہ ختم نبوت اور ناموس رسالتؐ کے تحفظ کا دینی فریضہ سرانجام دیا تھا، چنانچہ مرکزی مجلس عمل کے سربراہ کی حیثیت سے میں: ’’کل جماعتی مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان‘‘ کو متحرک کرنے کا اعلان کرتے ہوئے یہ واضح کردینا چاہتا ہوں کہ اپنی سابقہ روایت اور طریق کار کے مطابق تمام مکاتب فکر کو مرکزی مجلس عمل کے پلیٹ فارم پر متحد و منتظم کرکے:

❊… پاکستان کے اسلامی تشخص اور قوانین بالخصوص تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کے آئینی وقانونی فیصلوں کا ہر قیمت پر تحفظ کیا جائے گا۔

❊…اس سلسلہ میں ہر قسم کے بیرونی دباؤ کو مسترد کرتے ہوئے رائے عامہ کی منظّم قوت کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا جائے گا۔

❊…حکومت پاکستان کو معذرت خواہانہ انداز ترک کرنے اور اسلامی قوانین وروایات کے تحفظ کی دوٹوک اور جرأت مندانہ پالیسی اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

اس مقصد کے لئے ۱۶؍مئی ۱۹۹۶ء کو لاہور میں ’’قومی ختم نبوت کنونشن‘‘ بلانے کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے جس میں ملک بھر سے تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام اور دیگر طبقات کے راہنما شریک ہوں گے اور تحریک ختم نبوت کے اگلے پروگرام کا اعلان کیا جائے گا اور اس سے ایک روز قبل تمام دینی جماعتوں کا سربراہی اجلاس ہوگا، جس میں تفصیلات طے ہوجائیں گی۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

مرکزی رابطہ کمیٹی قائم کردی گئی جس کے کنوینر مولانا عزیزالرحمٰن جالندھری ہوں گے۔ کمیٹی

کے اراکین مندرجہ ذیل ہوں گے: مولانا زاہد الراشدی گوجرانوالہ، مولانا سیّد امیر حسین گیلانی اوکاڑہ، علامہ غضنفر کراروی لاہور، مولانا عبدالمالک خان لاہور، پروفیسر عبدالرحمٰن لدھیانوی لاہور، مولانا نعیم اللہ فاروقی، صاحبزادہ عارف سلمان روپڑی، ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی، قاری عبدالحمید قادری، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، یہ کمیٹی ''قومی ختم نبوت کنونشن'' کے انتظامات کے علاوہ مختلف مکاتب فکر اور طبقات فکر اور اس کے راہنماؤں سے رابطے کرے گی اور دیگر متعلقہ امور سرانجام دے گی۔ میں تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام، دینی کارکنوں اور ہر طبقہ کے غیور مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ اس مقدس مشن میں ہمارے ساتھ شریک ہوں تاکہ ہم مل کر اپنے ملک کے اسلامی تشخص، خودمختاری اور عقیدہ ختم نبوت وتحفظ ناموس رسالت کے سلسلہ میں اب تک ہونے والی پیش رفت کو استعماری سازشوں کا شکار ہونے سے بچاسکیں۔ (ہفت روزہ ختم نبوت ۱۹/اپریل ۱۹۹۶ء)

حکومت پاکستان قانون تحفظ ناموس رسالت کے ضمن میں

ڈی سی انکوائری کے غیر اسلامی وغیر قانونی اعلان کو واپس لے

ملتان (پ ر) توہین رسالت قانون کے پروسیجر کو تبدیل کرنے کے حکومتی اعلان پر آج ہنگامی طور پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا اجلاس منعقد ہوا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے حکومتی اعلان کو مسترد کردیا۔ انہوں نے کہا کہ حکومت نے ایف آئی آر درج کرانے کے لئے ڈی سی انکوائری کی شرط نافذ کر کے عملاً قانون کو معطل کر کے خدا اور اس کے رسول (ﷺ) سے بغاوت کا ارتکاب کیا ہے۔ جونیجو، بے نظیر اور نواز شریف حکومتوں کے دور میں اس قانون کو تبدیل کرنے کے امریکی حکم کو پورا نہ کیا جاسکا، وہ موجودہ حکومت نے پورا کردیا ہے۔ یہ بہت بڑی خطرناک زیادتی ہے، غیر مسلموں کو لائسنس دیا گیا کہ وہ جب چاہیں نبوت و رسالت کی توہین کا ارتکاب کریں۔ ان کے خلاف عملاً کوئی کارروائی نہ ہوگی، حکومت نے یہ اعلان کر کے اہلِ اسلام کے ایمان وعقیدہ کی مرکزیت پر کلہاڑا چلایا ہے، ملک میں دیگر کسی جرم کے خلاف ایف آئی آر درج کرانے کے لئے ڈی سی کی انکوائری لازمی نہیں تو اس قانون تحفظ ناموس رسالت سے یہ امتیازی سلوک کیوں؟

اگر ڈی سی نے انکوائری کرنی ہے تو پھر عدالتوں کا اس قانون کے ضمن میں کیا کام باقی رہ جاتا ہے؟ جہاں تک اس قانون کے غلط استعمال کا تعلق ہے اس کا ایک طریقہ کار موجود ہے کہ اگر کوئی جھوٹی ایف آئی آر درج کرائے تو وہ سزا کا مستحق ہے۔ عام روٹین سے ہٹ کر اس ایمان ویقین سے متعلق

قانون کے لئے پیشگی شرائط نافذ کرنی یہ غیرمسلموں اور این جی اوز کی غلامی کے مترادف ہے۔حکومت غیر ملکی آقاؤں کی آشیر باد حاصل کرنے کے لئے آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بے وفائی کا ارتکاب کررہی ہے۔ایسی غلط اور بے دین سوچ کے نتیجہ میں ملک میں افراتفری، بے روزگاری، بے چینی کی نحوست کے سائے منڈلا رہے ہیں۔حکومت کو چاہئے کہ فوری طور پر اس غیر اسلامی و غیر شرعی اعلان کو واپس لے۔

فرد واحد دینی اقدار کو برباد کرنے کے لئے جو چاہے قانون میں تبدیلی کرے یہ پاکستانی قوم کی بدنصیبی ہے۔حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب نے اعلان فرمایا کہ منبر ومحراب سے اس کے خلاف صدا بلند کی جائے گی، تمام دینی جماعتوں کا فوری اجلاس طلب کرکے اس کے مضمرات سے ملک کو بچانے کی کوشش کی جائے گی، عدالتی سطح پر اس غیر شرعی اعلان کو چیلنج کیا جائے گا اور ملک عزیز کے اسلامی تشخص کو برباد کرنے کی این جی اوز کی کارروائی کی ہر اسٹیج پر مزاحمت کی جائے گی۔

(ہفت روزہ ختم نبوت، ۵رمئی ۲۰۰۰ء)

سپاسنامہ

بخدمت گرامی حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی مدظلہ العالی

حضرت مولانا رشید الدین دامت برکاتہم استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند

(چناب نگر ختم نبوت کانفرنس ۱۹۹۱ء پر مولانا سیّد ارشد مدنی، مولانا رشید الدین مدظلہ تشریف لائے، اس موقع پر حضرت قبلہؒ کی طرف سے پیش کردہ خطبہ استقبالیہ کا متن یہ ہے)

نحمدہ ونصلی علی رسول الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بزرگانِ گرامی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں ذاتی حیثیت سے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے آپ ہر دو حضرات کا خیر مقدم کرتا ہوں۔آپ کی پاکستان تشریف آوری ہمارے لئے باعث سعادت ہے، بالخصوص مرکز تحفظ ختم نبوت صدیق آباد چناب نگر (ربوہ) میں آپ کی آمد ہمارے لئے اس لئے بھی باعث صد افتخار ہے کہ آپ حضرات نے ازراہ بے تکلفی اپنے اسلاف کے طریقے کو برقرار رکھنے اور ان کی روایات کو زندہ کرنے کی غرض سے ہمارے فقیرانہ مرکز میں قدم رنجہ فرمایا۔ہمارا فرض تھا کہ بآئین مہمانداری آپ کے شایانِ شان جماعتی نظم کے ساتھ شاندار استقبال اور پُرتکلف تقریب کا اہتمام کرتے، لیکن ایسا اس لئے

نہ ہوسکا کہ اولاً یہ استقبالیہ تقریب ہنگامی طور پر منعقد ہورہی ہے۔ دوم ہمارے برگزیدہ مہمانوں کے پاکیزہ قلوب علم کے انوار سے منور ہیں اور ماضی مرحوم میں ہمارے بزرگانِ دین کی وساطت سے اخلاق حمیدہ سے آراستہ ہیں، لہٰذا مروجہ آرائش وتکلفات جو آج کے دور کا شکار ہیں، اس کو اسلام اور حقیقی مسلمان پسند نہیں کرتے، یہ تصنع اور تکلف یقیناً ہمارے مہمانوں کے مزاج کے خلاف ہے۔ ظاہری تکلفات اور دنیاداری کو چھوڑ کر ہم سچے دلی اخلاص، محبت وعقیدت کے جذبات کے ساتھ دل کی اتھاء گہرائیوں سے اس مرکز مہر وفا میں آپ کی آمد پر آپ کے شکرگزار اور ممنونِ احسان ہیں۔

مہمانانِ گرامی قدر! آپ ایسی مادرِعلمی کے چشم و چراغ ہیں، جو علم وفن، دین وسیاست، شریعت و طریقت، دعوت وتبلیغ، رشد وہدایت، تصنیف وتالیف کے مستحکم قلعے کی حیثیت رکھتا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کو اپنی تاریخی، ثقافتی، دینی، علمی، فقہی اور روحانی فیوض برکات کی بنا پر عالم اسلام میں ایک منفرد مقام حاصل ہے ، بقول ریاست علی ظفر بجنوریؔ:

یہ علم و ہنر کا گہوارہ، تاریخ کا وہ شہ پارہ ہے
ہر پھول یہاں اک شعلہ ہے ہر سرو یہاں مینارہ ہے

مہمانانِ گرامی! ہندوستان میں لارڈ میکالے کے نظام تعلیم اور انگریز سامراج کی تعلیمی پالیسی کے اعلان واجرأ کے بعد بانیانِ دارالعلوم دیوبند نے ایسے ’’مدرسہ فکر‘‘ کی بنیاد رکھی جو اپنی ذات میں ایک انجمن، ایک فکر، ایک تحریک، اپنی صفات میں صرف اسلامی یونیورسٹی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم اسلامی تحریک تھی۔ اکابر دیوبند نے اپنے اقوال اور کردار سے یہاں علم وفضل کی ایسی مشعلیں روشن کیں کہ عالم اسلام کا گوشہ گوشہ اس سے سندر ہوگیا، مالک کائنات کا احسان عظیم ہے کہ سرزمین دیوبند سے ہدایت ونور کا ایک ایسا بحر بیکراں جاری فرمایا، جس سے پوری ملت اسلامیہ سیراب ہورہی ہے۔ انگریز مبصر جان پالمبر (John Palmer) نے جب دارالعلوم دیوبند کا مشاہدہ کیا تو اس نے اپنی رپورٹ میں لکھا:

’’مجھے افسوس ہے کہ آج سر ولیم مورو صاحب (سابق گورنر صوبہ متحدہ) موجود نہیں، ورنہ وہ بکمالِ ذوق وشوق اس مدرسہ کو دیکھتے اور طلبا کو انعام دیتے۔‘‘ اس لئے کہا اگر کوئی غیرمسلم بھی یہاں تعلیم حاصل کرے تو نفع سے خالی نہ ہوگا۔

دارالعلوم دیوبند کی ابتدأ ایک انار کے درخت کے سائے میں ہوئی، حسن اتفاق کہ پہلا استاد محمود اور پہلا شاگرد بھی محمود، کسے معلوم تھا کہ یہ دو افراد جو اتنی مسکنت اور گوشۂ گمنامی میں چشمۂ فیض جاری کررہے ہیں۔ بالآخر برصغیر کی تاریخ کا رخ موڑ کر رکھ دیں گے۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ اس سادہ سی درسگاہ سے علم وفضل کے ایسے آفتاب وماہتاب پیدا ہوئے، جنہوں نے دنیا کو جگمگا کے رکھ دیا۔

دارالعلوم دیوبند نے نہ صرف درس وتدریس، تعلیم وتربیت کے محاذ پر گراں قدر خدمات سر انجام دیں، بلکہ برطانوی سامراج کے خلاف ہر قومی تحریک میں ایسا مجاہدانہ اور سرفروشانہ کردار ادا کیا، جسے تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ علمائے حق کی قربانیوں اور مسلسل جدوجہد کے نتیجہ میں انگریزی سامراج کو اپنے اقتدار کا بستر گول گول کر کے یہاں سے جانا پڑا، انگریز تو چلا گیا، لیکن عالم اسلام کو کمزور کرنے اور امت مسلمہ کی دولت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے مختلف فتنوں کے ناسور یہاں چھوڑ گیا، ان فتنوں میں سب سے بھیانک اور خطرناک قادیانیت کا فتنہ تھا، جسے برطانوی سامراج اپنے اقتدار کو مستحکم اور اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے خود پراوان چڑھایا پاکستان بن جانے کے بعد قادیانیوں نے اس جگہ کو پنا ہیڈ کواٹر بنایا، جہاں آج آپ تشریف فرما ہیں، اس جگہ کے انتخاب سے بھی قادیانیوں کے مکروہ عزائم کا پتہ چلتا ہے۔

مہمانانِ گرامی! قادیانی تحریک کو انگریزی سامراج نے پروان چڑھایا اور اس کی بھرپور سرپرستی کی۔ قادیانی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کے ذریعہ جب اقتدار کے زینے پر قدم رکھنے لگے تو ہمارے اکابرین نے ایک مرتبہ پھر اپنی ماضی کی شاندار جرأت واستقامت، قربانی وایثار اور آزمائش وابتلاً کی روایات کی تاریخ کو دہرایا ۱۹۵۳ء کی تحریک میں دس ہزار عاشقانِ مصطفیٰ نے جامِ شہادت نوش کیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت بظاہر ناکام ہوئی، وقت کی حکومت نے اسے کچلنے کے لئے پوری قوت استعمال کی لیکن نتائج کے اعتبار سے یہ تحریک کامیاب ہوئی۔ کیونکہ:

ٹھوکر سے میرا پاؤں زخمی ہوا ضرور
رستے میں جو کھڑا تھا کوہسار ہٹ گیا

کبھی اس کفر زار میں مسلمانوں کے آزادانہ داخلہ کے بارے میں تصور بھی نہ کیا جاسکتا تھا، جہاں آج ختم نبوت کا مرکز دعوت وتبلیغ کا مینارۂ نور بن کر جگمگا رہا ہے۔ ۲۹ رمئی ۱۹۷۴ء کو میں قادیانیوں نے اسی شہر کے ریلوے پلیٹ فارم پر نشتر میڈیکل کالج کے مسلمان طلبا کو قادیانی تنظیموں اور بالخصوص خدام الاحمدیہ کے تین ہزار سے زائد غنڈوں نے ظلم وستم اور تشدد وبربریت کا نشانہ بنایا۔ قادیانیوں کی اس بہیمانہ اور سفاکانہ غنڈہ گردی کے خلاف پورے ملک میں ردِعمل ہوا۔ نتیجتاً پاکستان میں قادیانیوں کے خلاف ایک منظّم اور بھرپور تحریک چلی۔ بالآخر اس وقت کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں اور مسلمانوں کے موقف کو سن کر متفقہ طور پر انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ یہ سعادت بھی دارالعلوم دیوبند کے درویش صفت سپوت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کو حاصل ہوئی، جنہوں نے کمال دوراندیشی، بے مثال بصیرت اور بہترین حکمت عملی سے اس تاریخی تحریک کی قیادت فرمائی۔

۱۹۸۴ء میں قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی جارحانہ سرگرمیوں کے خلاف ایک مرتبہ پھر تحریک ختم نبوت نے اپنا رنگ دکھایا، جس کے نتیجہ میں امتناع قادیانیت آرڈی نینس مجریہ ۱۹۸۴ء کا اجراً اور نفاذ عمل میں آیا، اس بار بھی تحریک ختم نبوت کی قیادت کی سعادت اس حقیر کو حاصل ہوئی جو دارالعلوم دیوبند کے روحانی فیوض و برکات سے بہرہ ور ہے۔

مہمانانِ گرامی! عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے بھی فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی اور اس کے مکمل خاتمہ تک عقیدۂ ختم نبوت کے مشن کو اندرون و بیرون ملک پوری دنیا میں پھیلا دیا ہے۔ لندن میں ہر سال عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ویمبلے ہال میں انٹرنیشنل ختم نبوت کانفرنس کی کامیابیوں کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ پوری دنیا سامراجی فتنہ کے مکروہ عقائد اور ناپاک عزائم سے آگاہ ہوچکی ہے۔ یہ تائید ایزدی اور عقیدہ ختم نبوت کی برکات کا نتیجہ ہے کہ قادیانیت عوام کی عدالت سے لے کر انصاف کی عدالت تک ناکام و نامراد ہوکر منہ چھپاتی پھر رہی ہے۔ ہائی کورٹ کا حالیہ یادگار اور تاریخی فیصلہ کہ قادیانی اپنے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کی جعلی اور جھوٹی نبوت کا جشن نہیں منا سکتے۔ ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

قادیانی فتنہ نے قادیان (بھارت) سے جنم لیا تھا اور ذلیل و رسوا ہوکر قادیان میں دفن ہونے کو ہے۔ ہماری اطلاعات کے مطابق قادیانی جماعت نے ہندوستان کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور ارتداد پھیلانے کا منصوبہ بنا رکھا ہے ہم اپنا حق منصبی ادا کر رہے ہیں، اب یہ آپ پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ آپ اپنے ملک سے جنم لینے والے اس ناسور کو دوبارہ اس دھرتی پر زندہ نہ ہونے دیں۔ اس سلسلے میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت آپ سے ہر ممکن تعاون کے لئے معاون و مددگار ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی علمی، تدریسی اور سیاسی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے، میں ایک مرتبہ پھر آپ کا شکر گزار اور ممنون ہوں کہ آپ نے اپنا قیمتی وقت دے کر ہماری سرپرستی فرمائی۔ خدا تعالیٰ آپ کو دین و دنیا کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

طالبِ دُعا

(مولانا) خواجہ خان محمد عفی عنہ

امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

مورخہ ۲۳؍نومبر ۱۹۹۱ء

(ہفت روزہ لولاک ۲۹؍نومبر ۱۹۹۱ء)

سپاسنامہ

بحضور حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ العالی

امیر مرکزیہ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان

(۲۲ رمئی ۱۹۸۴ء کو سیالکوٹ کی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت نے حضرت قبلہؒ کو سپاسنامہ پیش کیا جو یہ ہے)

مہمانانِ گرامی قدر! سیالکوٹ کی تاریخ کی سہادت کے مطابق قریباً چار ہزار برس سے صفحۂ ہستی پر قائم رہے۔ اس کی مسلم عہد کی تاریخ کے مطابق اس شہر نے کتنی ہی عہد آفریں شخصیتیں پیدا کیں اور کتنی ہی دینی و سیاسی تحریکوں کو اپنی آغوش میں پروان چڑھایا، ملا کمالؒ، ملا جمالؒ اور مولانا عبدالحکیمؒ کے نام سے ہر اہل علم واقف ہے، اس شہر کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضرت شیخ احمد المعروف حضرت مجدد الف ثانی سرہندیؒ ایسا نابغہ انسان یہاں زانوئے ادب طے کرنے آیا، اس صدی کا سب سے بڑا مسلمان فلسفی اور شاعر اسی شہر کی مٹی سے اٹھا، تحریک آزادیٔ ہند، تحریک خلافت، تحریک کشمیر، تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ، سیالکوٹ کا ان سب میں منفرد کردار ہے بلکہ تحریک کشمیر ۳۱ء، تحریک ختم نبوت ۵۳ء اور موجودہ تحریک ختم نبوت کا بانی یہی شہر ہے۔ تحریک کشمیر میں ۷۵ ہزار افراد نے گرفتاری دی اور متحدہ ہندوستان کی کسی دینی و سیاسی تحریک میں، اسیر زنداں ہونے والوں کا یہ سب سے بڑا عدد ہے۔

مولانا محترم! آج یہاں آپ کی آمد موجودہ تحریک ختم نبوت کے جلو میں ہے اور ہم آپ کو اپنے درمیان پاکر بڑے خوش اور مفتخر ہیں۔ حضور والا! آپ سے مخفی نہیں، تاریخ اس امر کی شہادت دیتی ہے کہ تحفظ ختم نبوت کی تحریک کا آغاز اسی روز ہوگیا تھا، جب حضرت صدیق اکبرؓ نے یمامہ کے خلاف سیف من سیوف اللہ حضرت خالد بن ولیدؓ کو روانہ کیا۔ برصغیر میں تحریک ختم نبوت کے پانچ دور ہیں۔ پہلا مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوت سے ۱۹۳۵ء تک، دوسرا ۱۹۳۵ء سے ۱۹۵۳ء تک، تیسرا ۱۹۵۳ء سے ۱۹۷۴ء تک، چوتھا ۱۹۷۴ء سے ۱۹۸۳ء تک اور پانچواں ۱۹۸۳ء سے اب تک، پہلے درد میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑویؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اور علامہ سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ پیش پیش رہے، دوسرے دور میں عملی محاذ پر امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور ان کا قائد احرار اور فکری محاذ پر علامہ محمد اقبالؒ، مولانا ظفر علی خانؒ، جسٹس سر ظفر علیؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور مولانا عبدالعلیم میرٹھیؒ، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی وغیرہم شامل تھے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور ان کے رفقاء، مولانا احمد علی

لاہوریؒ، مولانا ابوالحسناتؒ، مولانا مفتی کفایت حسین مجتہدؒ، مولانا سیّد محمد داؤد غزنویؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا عبدالستار نیازیؒ نے پیش قدمی کی۔ فکری محاذ پر مولانا مودودیؒ کا قادیانی مسئلہ اور مولانا مرتضٰی احمد خان میکش کی خدمات قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۷۴ء میں ربوہ ریلوے اسٹیشن کے واقعہ ہائلہ سے جو تحریک اٹھی اس کی قیادت کا شرف مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کو حاصل ہوا اور تمام مکاتب فکر کے علماء وزعماء ان کے ہمقدم تھے جن میں مولانا مفتی محمودؒ، مولانا شاہ احمد نورانیؒ، مولانا عبدالقادر روپڑیؒ، آغا شورش کاشمیریؒ، مولانا تاج محمودؒ، نوابزادہ نصراللہ خانؒ، میاں طفیل محمدؒ، سیّد مظفر علی شمسیؒ، چوہدری ظہور الٰہیؒ، مولانا غلام اللہؒ وغیرہم شامل تھے۔ یہ تحریک آئینی اعتبار سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر منتج ہوئی اور طے ہوا کہ اس آئینی ترمیم کے مطابق قانون سازی کی جائے گی، مگر سابقہ حکومت اس عہد کو پورا نہ کرسکی، تا آنکہ فروری ۱۹۸۳ء میں سیالکوٹ سے مجاہد ختم نبوت جناب اسلم قریشی کا پراسرار اغوا ہوا، واقعات کی تمام کڑیاں اس اغواء میں قادیانی جماعت کو ملوث کرتی تھیں، چنانچہ اس پر اضطراب پیدا ہوا، لوکل وڈویژنل پولیس نے بجائے مسئلہ حل کرنے کے اس دبانے کی کوشش کی جس سے پورے ملک میں بے چینی ہونا فطری امر تھا۔ آپ اور آپ کی قابل قدر جماعت مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے اپنی تمام تر توانائیاں اس کیس پر صرف کیں اور الحمدللہ پوری امت نے کل جماعتی مجلس عمل کی شکل میں اس صریح ظلم کے خلاف آپ کا بھرپور ساتھ دیا جس کے نتیجہ میں یہ واقعہ امت مسلمہ کی ایک عظیم الشان فتح کا باعث بن گیا بلکہ یوں کہئے کہ جس طرح کاؤنٹ جولین کی بیٹی کا واقعہ فتح اندلس کی تمہید بنا یا لنکا سے آنے والی ایک مظلوم مسلمان خاتون کا مکتوب فتح سندھ کا پیش لفظ ٹھہرا بعینہٖ اسلم قریشی کا اغواء فتح ربوہ کی بنیاد بن گیا اور ۲۶؍اپریل ۱۹۸۴ء کے صدارتی آرڈی نینس نے قانون سازی کے ضمن میں آپ کے معتدبہٖ مطالبات کو پورا کرکے سقوطِ ربوہ پر مہر کردی۔

اس ضمن میں قومی پریس علی الخصوص روزنامہ نوائے وقت، روزنامہ جنگ اور ہفت روزہ چٹان کا شکریہ ادا کرنا بھی از بس ضروری ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ انہوں نے آپ کا مکمل ساتھ دیا اور اس کا نتیجہ ہے کہ آج ان کے واجب الاحترام نمائندے اس مجلس استقبالیہ میں آپ کے ہمراہ فروکش ہیں اور ہمیں اس پر بے پایاں خوشی ومسرت ہے۔

مخدومنا المکرّم! آپ نے بڑا اچھا فیصلہ کیا ہے، قادیانی مفاسد کی روک تھام کی یہ جدوجہد اس وقت تک جاری رہنا چاہئے جب تک اسلامی مملکت خداداد پاکستان میں ارتداد کی شرعی سزا نافذ نہیں ہوجاتی اور قادیانی عبادت گاہوں کی مساجد کے ساتھ مشابہت ختم نہیں ہوجاتی اور قادیانی جماعت کے آرگنائزیشن، ان کے اربوں روپے کے فنڈز ان کے اکھنڈ بھارت اور قادیان واپسی کے الہامی و سیاسی پروگرام اور سامراجی صیہونی روابط کا تار و پود مکمل طور پر بکھر نہیں جاتا، علی الخصوص جناب اسلم قریشی کی بازیابی اور اگر

خدانخواستہ وہ اس دنیا میں نہیں تو ان کے قاتل اپنے کیفر کردار کو پہنچ نہیں جاتے۔

جنابِ والا! جب تک یہ سب کچھ ہو نہیں جاتا آپ کو چین سے بیٹھنا نہیں ہے، اس ضمن میں پوری امت آپ کی پشتیبان ہے، شہر اقبال پہلے بھی آپ کا تھا، اب بھی آپ کا ہے اور آئندہ بھی آپ کا ہمدم اور ساتھی رہے گا۔ انشاء اللہ۔

گرامی منزلت! ہم مرکزی مجلس عمل کا امارت اور نظامت کے منصب پر آپ اور حضرت مولانا مفتی مختار احمد نعیمیؒ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ یہ تجویز بھی سیالکوٹ کی تھی اور ہم خدا تعالیٰ کے حضور شکر گزار ہیں کہ اس نے اس ضمن میں بھی ہمیں سرفراز اور بامراد کیا۔ حضورِ والا! ہم اس موقع پر ان شہداء اور مجاہدوں کو بھی سلام کرتے ہیں جنہوں نے ناموس مصطفویؐ کے تحفظ کے لئے ۵۳ء اور ۷۴ء میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا اور اپنے جسم و جان کو صعوبتوں میں ڈالا، ہم ان کارکنوں اور افراد کو بھی سلام پیش کرتے ہیں جنہوں نے اس مقدس کام میں ادنیٰ سا حصہ لیا، ہم والدہ اسلم قریشی کی عظمت کو بھی سلام پیش کرتے ہیں جنہوں نے قرن اوّل کی خواتین کا سا بے غرض اور باہمت کردار ادا کیا۔ الغرض:

بآں گروہ کہ از ساغر وفا مستند
سلام ما برسانید ہر کجا ہستند

حضورِ والا! جناب اسلم قریشی کے کربناک انتظار کی لو میں یہ بات ایک خوش گوار جھونکے سے کم نہیں کہ ہم نے اسلم قریشی ٹرسٹ کے نام سے ایک ٹرسٹ قائم کیا ہے اور ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جو راہِ حق میں اپنا آپ تج دیتا ہے، خداوندِ قدوس اس کے پسماندگان کی چارہ سازی دلجوئی خود کرتا ہے اور ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جو زبانِ حال سے کہہ سکتے ہیں:

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است برجریدۂ عالم دوام ما

اس ٹرسٹ کی سرپرستی آپ، حضرت مفتی صاحب اور مولانا منظور احمد چنیوٹی کریں گے۔ خدا تعالیٰ آپ کو دنیا و عقبیٰ کی کامیابیوں اور سرفرازیوں سے ہم کنار کرے۔ آمین۔ (ہفت روزہ لولاک یکم جون ۱۹۸۴ء)

امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد زید مجدہم اور نائب امیر مرکزیہ حضرت سیّد نفیس شاہ صاحب زید مجدہم کا پیغام

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء پاکستان کی تاریخ کا وہ عظیم اور تاریخی دن ہے، جب اللہ رب العزت نے جاں نثاران ختم نبوت اور قافلہ امیر شریعتؒ کی خدمات اور بے شمار قربانیوں کو شرف قبولیت عطا فرمایا اور

عقیدۂ ختم نبوت کو بحال اور نبی آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت کو سرخرو فرما کر منکرین ختم نبوت اور جھوٹے نبی مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی روحانی اولاد قادیانیوں کو ذلت و رسوائی کے گڑھے میں ڈالا اور پاکستان کی قومی اسمبلی نے تاریخ ساز فیصلہ صادر کر کے تاریخ میں اہم مقام پایا۔ امریکہ مغربی دنیا کی تمام تر کوششوں اور قادیانیوں کے شدید دباؤ اور اثر ورسوخ کے باوجود اللہ تعالیٰ نے سنت صدیقی کو زندہ کر کے اعلان کیا کہ:

''قادیانی چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی تسلیم کرتے ہیں اور عقیدۂ ختم نبوت کے منکر ہیں اس لئے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور ان کا شمار پاکستان کے غیر مسلم اقلیتوں میں کیا جائے۔''

اس تاریخ ساز فیصلہ تک پہنچنے کے لئے جو قربانیاں دی گئیں اس کی ۹۰ سالہ پوری تاریخ ہے مرزا غلام احمد قادیانی کا فتنہ ۱۸۸۴ء میں اس وقت شروع ہوا جب انگریزوں نے جدوجہد آزادی کو کچلنے کے لئے مسلمانوں میں افتراق و انتشار کی ضرورت محسوس کی اس لئے ۱۹۰۱ء میں مرزا غلام احمد قادیانی سے جھوٹا دعویٰ نبوت کرایا گیا۔ علمائے حق نے فوری طور پر خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور کی سنت اور امت کے پہلے اجماع کے مطابق جھوٹے مدعی نبوت کے خلاف جہاد کا اعلان کیا اور نبی آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حدیث مبارکہ کا مفہوم:

اگر میرے بعد کوئی دعویٰ نبوت کرے تو اس کو مسترد کر دو کیونکہ میرے بعد نبوت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

علماء اور مسلمانوں نے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو مسترد کر دیا لیکن انگریزوں کی سرپرستی میں مرزا غلام احمد قادیانی نے جھوٹی نبوت کی تبلیغ شروع کی تو محدث حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتنہ کی مستقبل میں شرانگیزی اور مسلمانوں کو گمراہی سے بچانے کے لئے جدوجہد شروع کرنے کا اعلان فرمایا اور امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اس کام کے لئے امیر مقرر فرما کر خود بھی بیعت فرمائی اور تمام علمائے کرام کو حکم دیا کہ وہ بھی امیر شریعت کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ امیر شریعتؒ کی قیادت میں جاں نثاران ختم نبوت نے قربانی کی وہ مثال پیش کی جس کی نظیریں تاریخ اسلام کے ابتدائی دور میں ملتی ہیں۔ تقریر، تحریر، مناظروں، مباہلوں غرض حق و صداقت کی سربلندی کا جو راستہ اختیار کیا جا سکتا تھا قافلہ امیر شریعتؒ نے اختیار کیا۔ ۱۹۵۳ء میں پاکستان کو قادیانی اسٹیٹ بننے سے بچانے کے لئے امیر شریعتؒ نے جہاد کا اعلان کیا تو پورا پاکستان میدان عمل میں اتر گیا اور جب ۱۹۷۴ء میں جانشین علامہ انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آواز دی تو پاکستان کے تمام مسلمان اپنی جان و مال کی قربانی کا عزم

لے کر میدان عمل میں اترے اور آخر کار ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پڑے اور یوں ۹۰ سالہ جدوجہد کے بعد جاں نثاران ختم نبوت اور قافلہ امیر شریعت کے حصے میں کامیابی وکامرانی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی اور پوری دنیا میں قادیانیت کا پردہ چاک ہوا۔ آج دنیا بھر کے مسلمان قادیانیوں کو اپنے آپ سے الگ سمجھتے ہیں۔

آج ۷ ستمبر کی تاریخ ہمیں اپنے اکابر محدث العصر حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مجاہد ملت قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ مجاہد اسلام مولانا محمد علی جالندھریؒ مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ عاشق رسول فاتح قادیانیت محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ مجاہد اسلام مولانا غلام غوث ہزارویؒ فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ پیکر عجز وانکسار مولانا محمد شریف جالندھریؒ امام اہلسنت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ اور شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ اور لاکھوں جاں نثاران ختم نبوت کی قربانیوں کی یاد دلا رہی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس بات کا عزم کریں کہ ہم بھی اپنے ان اکابر علماءً کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قافلہ امیر شریعت میں شامل رہیں اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہمہ وقت قربانی دیں گے اور دنیا بھر میں قادیانیت کی طرف سے جو مسلمانوں کو اسلام کے نام پر گمراہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اس کے سدباب کے لئے کوشش کریں گے۔ اس مبارک کام کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ شامل ہوں اور آخرت میں نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شفاعت کے حقدار بن جائیں۔

(ہفت روزہ ختم نبوت، ج:۲۰، ش:۱۵)

۷ ستمبر کو ''یوم ختم نبوت'' منایا جائے

آج سے ۲۷ سال قبل دسمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان میں قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ اس سال اتفاق سے ۷ ستمبر ۱۹۸۷ء کو جمعہ ہے۔ ملک بھر کے علماء کرام سے گزارش ہے کہ وہ خطبات جمعہ پر مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت اور فتنہ قادیانیت کے کفریہ عقائد سے عوام الناس کو باخبر کریں۔ تمام جماعتی احباب اپنے اپنے حلقہ کے خطباء سے مل کر ''یوم ختم نبوت'' کو کامیاب بنائیں۔

دُعا گو

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

احقر سید نفیس الحسینی غفرلہٗ

(ہفت روزہ ختم نبوت کراچی، ج:۲۰، ش:۱۵)

آٹھویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس برطانیہ کے لئے

مولانا خواجہ خان محمد امیر مرکزیہ کا پیغام

عقیدۂ ختم نبوت مسلمانوں کا بنیادی اور اہم عقیدہ ہے اور اسلام اور دین کا مدار اس عقیدہ پر ہے۔ اگر اس عقیدہ کو دین سے علیحدہ کر دیا جائے یا اس کا تصور دین سے نکال دیا جائے تو دین کی عمارت منہدم ہوجائے گی اور تکمیل اسلام کا دعویٰ خداوندی باطل ہوجائے گا (معاذ اللہ)۔ قرآن مجید میں واضح طور پر ارشاد فرما دیا گیا کہ محمد رسول اللہ (ﷺ) آخری نبی ہیں اور آپ کا دین اور شریعت قیامت تک کے لئے راہنمائی ہے۔ اب نہ کسی نبی کی گنجائش ہے اور نہ ہی کسی نئی شریعت کی ضرورت۔ اب مسلمانوں نے اپنی ہدایت اور راہنمائی کا مرکز صرف اور صرف نبی اکرم (ﷺ) کی ذات کو بنایا ہے۔ آپ کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والا واجب القتل ہے، اس کی تقلید یا اتباع تو دور کی بات ہے۔ فقہائے کرام نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ ایسے شخص سے یہ کہنا کہ تم اپنی نبوت کی تصدیق کے لئے کوئی دلیل پیش کرو یہ بھی کفر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم (ﷺ) کی وفات سے کچھ قبل جب مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت کیا تو آپؐ نے اس کو خط تحریر فرمایا کہ تم اپنے دعویٰ سے باز آکر تائب ہوجاؤ بصورت دیگر تمہارے خلاف جہاد ہوگا اور جب آپ کی دعوت کے بعد بھی مسیلمہ کذاب نے توبہ نہیں کی بلکہ اپنے جھوٹے دعوے پر قائم رہا تو نبی اکرم (ﷺ) کی وفات کے فوراً بعد (نبی اکرم ﷺ کی ہدایت کے مطابق) خلیفہ اوّل سیّدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مسیلمہ کذاب کے خلاف لشکر تیار کیا اور اس وقت تک جہاد فرمایا جب تک جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب اور اس کے حواریوں کو جہنم واصل نہیں کیا۔ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ سنت آج تک جاری ہے۔ ختم نبوت نے دنیائے عالم کے مسلمانوں کو اس فتنہ سے بچانے کے لئے اپنا دائرہ کار وسیع کیا اور مجلس تحفظ ختم نبوت کو عالمی مجلس میں تبدیل کر کے لندن میں ایک لاکھ تیس ہزار پاؤنڈ کی کثیر لاگت سے ایک گرجا گھر خرید کر ختم نبوت سینٹر قائم کیا، ۱۹۸۵ء میں پہلی عالمی ختم نبوت کانفرنس لندن کے ویمبلے ہال میں منعقد کی، جس میں یورپ، امریکا اور مختلف ممالک کے افراد نے شرکت کی اور عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور فتنہ قادیانیت کے مکروفریب سے آگاہ کیا۔ اس کانفرنس میں قادیانیوں کو دعوت اسلام دی گئی۔ الحمدللہ! اس مرکز کے قیام اور عالمی ختم نبوت کانفرنس کے انعقاد کے دور رس نتائج ظاہر ہوئے اور افریقہ میں ہزاروں افراد قادیانیت سے تائب ہوئے۔ سادہ لوح مسلمانوں کے قادیانیوں کی فریب میں آنے کے سلسلے میں کمی آئی۔ مسلمانوں میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا شعور پیدا ہوا، اس لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے کانفرنسوں کے اس سلسلے کو جاری رکھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج

یکم اگست ۱۹۹۳ء کو آٹھویں عالمی ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد برمنگھم کی جامع مسجد میں ہورہا ہے۔ اس کانفرنس کی وساطت سے آج عالم دنیا کے مسلمانوں کے لئے سب سے اہم خوشخبری یہ ہے کہ پاکستان کی عدالت عالیہ نے عدلیہ کی تاریخ میں ایک سنہری باب کا اس وقت اضافہ کیا جب اس نے یہ تاریخی فیصلہ صادر کیا کہ امتناع قادیانیت آرڈی نینس مجریہ ۱۹۸۴ء بنیادی حقوق کے منافی نہیں اور قادیانیوں کو شعائر اسلام استعمال کرنے، مساجد قائم کرنے، کلمہ طیبہ استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

(ہفت روزہ ختم نبوت، ۳/دسمبر ۱۹۹۳ء)

علماء کرام کے نام حضرت امیر مرکزیہ کا پیغام

موجودہ حالات میں قادیانیوں کی غیر قانونی سرگرمیوں کا اصل رشتہ حضرت محمد رسول اللہ (ﷺ) سے کاٹ کر قادیان کے جھوٹے مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی سے جوڑنا ہے۔ اس فتنہ کے سدباب کے لئے ضروری ہے کہ علماء کرام مسلمانوں کو قادیانیوں کے بنیادی عقائد اور اسلام کے خلاف ان کے عزائم سے آگاہ کریں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے امیر مرکزیہ حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے علماء کرام کے نام ایک خصوصی پیغام دیا ہے، جس کا متن درج ذیل ہے:

''حضرات! آپ سے زیادہ کون جانتا ہے کہ موجودہ پُرفتن دور میں عریانی اور فحاشی کے مکروہ پھیلاؤ میں مسلمانوں کو پھنسانے کے بعد بلکہ ان کو سرے سے اسلام ہی سے برگشتہ اور دور کرنے کے لئے ملت کفر متحد ہوچکی ہے، خصوصاً قادیانی جو اس دور کا سب سے مہلک اور مہیب فتنہ ہیں، مسلمانوں کو ہر جگہ مرتد بنانے کی کوشش میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ ایسے حالات میں ملت اسلامیہ کے ہر فرد اور خصوصاً علماء کرام پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ مہینے کے ایک خطبہ میں مسلمانوں کو قادیانیوں کے مکروہ عزائم وعقائد سے آگاہ کریں اور عقیدہ ختم نبوت کو مضبوط دلائل سے واضح کرتے ہوئے ان کی ذہن سازی کریں تاکہ سادہ لوح اور بے خبر مسلمان ان کی ارتدادی چالوں سے محفوظ رہ سکیں، میں پُرامید ہوں کہ آپ اپنی مذہبی اور منصبی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے تساہل اور غفلت سے اس مسئلہ کو نظر انداز نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہر دو جہانوں میں آپ کو سرخرو فرمائے۔''

الداعی

فقیر خان محمد عفی عنہ

حضرت امیر مرکزیہ کا یہ پیغام انتہائی فکر انگیز اور اہمیت کا حامل ہے۔ ہم علما کرام سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنی تقاریر میں قادیانی فتنہ کے سدباب کی طرف بھی توجہ مبذول فرمائیں تا کہ امت مسلمہ کے سادہ لوح افراد کو اس خبیث فتنہ کے اثرات بد سے بچایا جاسکے اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی عظیم جدوجہد میں ان کا حصہ بھی شامل ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(ہفت روزہ ختم نبوت، ۲/اگست ۲۰۰۲ء)

امیر مرکزیہ کی ملک بھر کے علماء اور خطباء سے اپیل

جناب واجب الاحترام علماء کرام زید مجدکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کو معلوم ہے کہ قادیانی، مرزائی اندر ہی اندر مسلمانوں کو مرتد بنانے میں مصروف ہیں، میں آپ حضرات سے اللہ کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ مہینہ میں صرف ایک ہی مرتبہ سہی اپنے خطبہ میں صرف دس، پندرہ منٹ تحفظ عقیدۂ ختم نبوت اور قادیانیوں و مرزائیوں کے مکروہ چہرہ کے متعلق نوجوانوں کو آگاہ فرمادیا کریں، تا کہ ہم حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اس حق کو ادا کرنے میں خدا کے ہاں اجر کے مستحق بن سکیں۔

امید ہے کہ آپ توجہ فرمائیں گے۔ والسلام

فقیر خان محمد عفی عنہ

خانقاہ سراجیہ

(ہفت روزہ ختم نبوت، ۱۶ جولائی ۲۰۰۷ء)

۲۰۰۲ء کی سالانہ ختم نبوت برمنگھم کے لئے

شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ کا پیغام

عقیدہ ختم نبوت وہ بنیادی عقیدہ ہے جس پر دین کی عمارت قائم ہے۔ اس لئے قران کریم کی ایک سو کے قریب آیات کریمہ اس عقیدہ ختم نبوت کی نشاندہی کرتی ہیں جبکہ ۲۰۰ سے زائد احادیث سے یہ عقیدہ قطعی طور پر ثابت ہے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دور میں ہی اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب نے اس عقیدہ پر ضرب لگانے کی کوشش کی، لیکن مسلمانوں نے نہ صرف اس کو مسترد کردیا بلکہ ایسے لوگوں کے خلاف جہاد بھی کیا اس بنا پر ۱۴۰۰ سالہ اسلامی دور میں کبھی بھی مسلمانوں نے کسی جھوٹے مدعی نبوت کے بارے میں غفلت اور سستی کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ اپنے دور کے قوانین کی روشنی میں ایسے جھوٹے مدعیان نبوت کے

خلاف کارروائی کی۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے جب مجدد، ملہم من اللہ، مہدی، مسیح موعود سے ہوتے ہوئے تشریعی، ظلی نبی کے بعد عین محمد یا نبی ہونے کا دعویٰ کیا تو سب سے پہلے علماء لدھیانہ اور پھر علما دیوبند اور علماء بریلوی، علماء اہلِ حدیث، اور اہل تشیع نے قرآن وسنت، اجماع امت کی رو سے اس کو اور اس کے پیروکاروں کو کافر قرار دیا۔ ۱۹۲۸ء میں ماریشس کی عدالت نے ۱۹۳۵ء میں بہاولپور کی عدالت نے اس گروہ کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا فیصلہ صادر کیا۔ بعدازاں پاکستان کی قومی اسمبلی اور تمام عدالتوں نے بھی علماء کرام کے اس موقف کی تائید کی اور قادیانیوں کو آئینی اور قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت میں شامل کیا۔ اسی بنا پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے دنیا کے تمام گوشوں میں عقیدہ ختم نبوت کی سربلندی اور قادیانیوں کی ارتدادی اور گمراہ کن سرگرمیوں سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے ختم نبوت کانفرنسوں کا سلسلہ شروع کیا، جس کی کڑی برمنگھم ختم نبوت کانفرنس ہے۔ مسلمانوں کی نئی نسل کے دین کی حفاظت کے لئے برطانوی قانون کے دائرہ میں رہ کر قادیانیوں کی سرگرمیوں کا سدباب کرنا چاہئے۔

(ہفت روزہ ختم نبوت، ۱۶/اگست ۲۰۰۲ء)

امیر مرکزیہ شیخ المشائخ خواجہ خان محمد زید مجدہم کا اظہارِ خیال

بارہویں ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد برمنگھم کی سینٹرل جامع مسجد میں ہو رہا ہے۔ یہ کانفرنس اس سلسلے کی کڑی ہے جس کا آغاز آج سے ۱۳ سال قبل ۱۹۸۵ء میں کیا گیا تھا۔ اس کانفرنس کا مقصد کسی کی دل آزاری یا کسی کے خلاف کسی قسم کا مذموم پروپیگنڈہ نہیں اور نہ ہی اس کانفرنس کا مقصد فرقہ واریت کو ہوا دینا ہے، اس کانفرنس کے تین اہم مقاصد ہیں:

۱:... نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات سے امت کی وابستگی کو مضبوط بنانا اور یہ واضح کرنا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات کے ساتھ تعلق کے اعتبار سے ہی امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو شرف اور اعزاز حاصل ہے۔

۲:... نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت کے مقابلے میں جھوٹے مدعیان نبوت کے عقائد سے امت مسلمہ کو آگاہ کرنا اور مسلمانوں کو ان عقائد سے متاثر ہونے سے روکنا۔

۳:... پاکستان اور عالم اسلام کے خلاف منکرین ختم نبوت کے مذموم پروپیگنڈوں کا مؤثر جواب دینا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی سابقہ تاریخ گواہ ہے کہ مجلس نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیوں کے عقائد کے رد میں ہمیشہ پُرامن طریقہ اختیار کیا، یہی وجہ ہے کہ گزشتہ پچاس سال سے پاکستان میں قیام پاکستان سے قبل برصغیر پاک و ہند میں اس جماعت کی کارکردگی کو کبھی غیر آئینی قرار

نہیں دیا گیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جلسوں اور سیمیناروں کے ذریعے مسلمانوں کو عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت سے آگاہ کرتے ہیں اور جھوٹے مدعیان نبوت کے غلط عقائد کو مسلمانوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا محمد حیاتؒ، مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ اور مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ نے اپنی زندگیوں کو اس مشن کے لئے وقف کیا ہوا تھا، یہ حضرات ایک ایک گاؤں جا کر پُرامن انداز میں لوگوں کو عقیدہ ختم نبوت سے آگاہ کرتے ہوئے اس بات کی تلقین کرتے کہ وہ نبی اکریم (ﷺ) کی ذات سے وابستہ رہ کر ہی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی پُرامن تحریک کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ آج تک کسی عالم دین نے تشدد کی تلقین نہیں کی، اس وقت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے جلسے میں ایک ایک لاکھ سے زائد افراد اور جاں نثاران ختم نبوت شریک ہوتے تھے، اگر آپ تشدد کا راستہ اختیار کرتے تو مجمع کو حکم دے سکتے تھے کہ قادیان پر حملہ کرو، لیکن آپ نے قوت اور طاقت کے باوجود ایسا نہیں کیا، گزشتہ تیرہ سال سے انگلینڈ میں ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد ہو رہا ہے، ان تمام کانفرنسوں میں کبھی کوئی ایسی تقریر نہیں کی گئی جس سے تشدد کا ہلکا سا شائبہ بھی محسوس ہوتا ہو، اس کے مقابلے میں مرزا غلام احمد قادیانی کے موجودہ نام نہاد خلیفہ مرزا طاہر مسلسل پاکستان، مسلمانانِ پاکستان اور علماء کرام کے خلاف غلیظ اور جھوٹا پروپیگنڈہ کرنے میں مصروف ہیں اور گزشتہ رمضان المبارک سے انہوں نے یورپ میں اپنی جماعت کے ممبران کو اس کام پر لگایا ہوا ہے کہ وہ پاکستان اور پاکستان کے مسلمانوں کے خلاف بددعاؤں میں مصروف ہو جائیں کہ پاکستان تباہ ہو جائے، ایک ایسا ملک جس کی وہ تباہی کے درپے ہیں، اس کے باوجود اس کے ساتھ اخلاص کا دعویٰ کرتے ہیں، یہ منطق سمجھ سے بالاتر ہے۔ اس صورت حال میں ۱۰ راگست ۱۹۹۷ء کو برمنگھم میں حسب سابق بارھویں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہو رہی ہے، جس میں پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، افریقہ، بیلجیئم اور جرمنی کے علماء کرام خطاب کریں گے۔ اس کانفرنس کے فوائد میں سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ ہم سب مل کر نبی کریم (ﷺ) کی عظمت کا اعتراف کرتے ہیں اور اور اس طرح اس قافلے میں شامل ہو جاتے ہیں جو نبی کریم (ﷺ) کی ختم نبوت کے تحفظ میں مصروف ہے انشاء اللہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ قیامت کے دن حضور آخرالزمان (ﷺ) اپنے دست مبارک سے ہمیں سیراب فرمائیں گے۔

(ہفت روزہ ختم نبوت ۱۵ راگست ۱۹۹۷ء)

رمضان المبارک میں خانقاہ سراجیہ کندیاں کے معمولات

ہر روز صبح ختم خواجگان، مراقبہ اشراق تک اس کے بعد ۹ بجے تک عام ملاقاتیں، ظہر کے بعد ختم حضرت مجدد الف ثانیؒ، ختم حضرت خواجہ معصومؒ، تصوف کا درس بعدہ ملاقات عام۔ عصر کے بعد ختم خواجگان، تصوف کی کتاب کا درس، عام ملاقاتیں۔ مغرب سے عشاء تک معمولات یومیہ۔ عشاء کے بعد سے سحری تک نماز تراویح۔

یادر ہے کہ ہر سال خانقاہ سراجیہ میں نماز تراویح میں ہر عشرہ میں ایک ختم قرآن کا معمول ہے۔ رمضان شریف میں تین ختم ہوتے ہیں۔ تراویح عشاء کے بعد سحری تک جاری رہتی ہیں، جو تراویح کے بعد اتنی دیر ذکر وفکر ہوتا جتنی دیر کے چار رکعتوں میں صرف ہوتی ہو۔ اس ترتیب سے کہ عشاء سے سحری تک تراویح ہوتیر ہے ملک بھر میں یہ واحد خانقاہ ہے جس کے متعلقین قائم اللیل وصائم النہار کا صحیح مصداق ہیں۔ (ہفت روزہ لولاک ۸؍جون ۱۹۸۴ء)

امیر مرکزیہ حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ کا مشہور سماجی راہنما مولوی فقیر محمد کے نام مکتوبِ گرامی!

محترم مولانا فقیر محمد صاحب نے مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کی کامیابی اور صدارتی آرڈی نینس کے نفاذ پر مبارک بادی کا خط حضرت قبلہؒ کو ارسال کیا تھا۔ مولانا موصوف نے اپنے خط میں یہ تجویز بھی پیش کی تھی کہ قادیانی عبادت گاہوں کے مینار، محراب، اور ہیئت ومشابہت تبدیل کرائے جائیں اور اس تجویز کو مرکزی مجلس عمل کے مطالبات میں سرفہرست رکھا جائے۔ اس خط کے جواب میں حضرت قبلہؒ نے ذیل کا مکتوب تحریر فرمایا۔

آپ کا مکتوب گرامی مع اخباری تراشہ جات موصول ہوکر باعث مسرت ہوا۔ ختم نبوت ہم سب اہل اسلام کا جزو ایمان ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ صدر مملکت نے اس بنیادی مسئلہ کی اہمیت کو سمجھ کر اقدام کیا ہے اور جملہ اہل اسلام پر بھی عقیدۂ ختم نبوت کی حقانیت واضح اور راسخ ہوگئی ہے بہت کچھ ہوگیا ہے اور ابھی بہت کچھ اس سلسلہ میں ہونا باقی ہے۔ اگر جملہ اہل اسلام کا اتفاق واتحاد قائم رہا اور اس بنیادی ایمانی مسئلہ پر پوری قوم مسلسل سرگرم عمل رہی تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور تائید سے وہ دن دور نہیں جب فتنۂ مرزائیت کے کذب وبطلان، دجل وفریب، کفر وارتداد کا سارا تعمیری ڈھانچہ دھڑام سے گرکر پاش پاش ہوجائے گا اور اس کی دھجیاں فضا میں اس طرح بکھر جائیں گی کہ ان کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہے گا اور ’’ان کی داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں‘‘ انشاء اللہ العزیز۔ دشمنانِ دین حق اسلام

یعنی مرزائیوں نے کروڑوں روپے اہل اسلام کے اتحاد کو توڑنے اور فرقہ واریت کو ہوا دینے کے لئے خرچ کرنے پر عملی کام شروع کیا ہوا ہے اور ہمارے فرقہ ساز اپنی سادہ لوحی اور ناعاقبت اندیشی کے باعث دشمنانِ دین کے لئے سازگار فضا پیدا کرنے اور زمین ہموار کرنے میں مصروف عمل ہیں۔ حالیہ فتنۂ لاہور اس کی ایک جیتی جاگتی مثال ہے۔ (ہفت روزہ لولاک ۲۰؍جولائی ۱۹۸۴ء)

عالمی مجلس کا ملک کے الیکشن، سیاست اور مروّجہ پارلیمانی انتخابات سے کوئی تعلق نہیں: حضرت امیر مرکزیہ

لاہور... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر قائد تحریک ختم نبوت حضرت مولانا خان محمد کندیاں شریف نے ایک اخباری بیان میں کہا ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت، جس کے بانی امیر شریعت حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تھے۔ اپنے یوم تاسیس سے لے کر اب تک عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کے تعاقب میں مصروف چلی آرہی ہے۔ جس کا الیکشن، سیاسیات اور مروجہ پارلیمانی انتخابات سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی مجلس تحفظ ختم نبوت کسی سیاسی اتحاد کا حصہ ہے اور نہ ہی اپنے ممبران سے انتخابات کے لئے درخواستیں طلب کی ہیں۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ نے بعض قومی اخبارات میں شائع ہونے والی اس خبر کی پُرزور تردید کی کہ انہوں نے تحریک ختم نبوت کے کارکنوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ جماعتی طور پر کسی کی حمایت کریں یا کسی کی مخالفت۔ ہاں اگر کہیں کوئی قادیانی الیکشن میں حصہ لے رہا ہو تو بھرپور جدوجہد اور محنت کرکے اسے اسمبلی میں نہ جانے دیا جائے۔ یہ بیان انہوں نے آٹھویں سالانہ عالمی ختم نبوت کانفرنس انگلینڈ سے واپسی کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ڈپٹی سیکریٹری مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی سے گفتگو کرتے ہوئے دیا۔ نیز مولانا خان محمد نے کہا کہ اگر کوئی امیدوار مجلس تحفظ ختم نبوت کے نام سے الیکشن میں حصہ لیتا ہے تو جماعت کے کارکن عدالت سے رجوع کرکے اسے ختم نبوت کے نام سے الیکشن میں حصہ لینے سے روک سکتے ہیں۔

(ہفت روزہ ختم نبوت، ۳؍دسمبر ۱۹۹۳ء)

سالانہ ختم نبوت کانفرنس برمنگھم ۱۹۹۴ء کے لئے

....

امیر مرکزیہ مولانا خواجہ خان محمد کا پیغام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت نویں عالمی ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد حسب سابق اس سال بھی ۱۴؍اگست کے مبارک دن برمنگھم کی جامع مسجد میں ہورہا ہے، جس میں یورپ بھر کے مسلمان اور

علماء کرام ومشائخ شرکت کرکے آخری نبی محمد رسول اللہ ﷺ سے اپنی وابستگی اور محبت وعقیدت کا اظہار کرتے ہوئے اس بات کا عزم کریں گے کہ وہ اپنی زندگی کا مشن نبی اکرم (ﷺ) کی ختم نبوت کے تحفظ کو بنائیں گے اور خود بھی جھوٹے نبی مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت سے بیزاری کا اظہار کریں گے اور امت مسلمہ اور سادہ لوح مسلمانوں کو اس فتنہ سے بچانے کی بھرپور کوشش کریں گے۔ عقیدۂ ختم نبوت تمام اسلام کی بنیاد ہے۔ اس عقیدہ کی اہمیت اور عظمت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے سو سے زائد آیات میں اشارتاً وکنایتاً وضاحت کے ساتھ اس عقیدہ کی وضاحت کردی۔ نبی کریم (ﷺ) کی تین سو سے زائد احادیث مبارکہ جس میں کئی احادیث مبارک حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں، جس میں آپؐ نے کھلے اور صاف الفاظ میں اپنے اس عقیدۂ ختم نبوت کی وضاحت کرتے ہوئے اعلان فرمایا:

”میں آخری نبی ہوں، میرے بعد سلسلہ نبوت ختم ہوگیا، اب نہ کوئی نبی آئے اور نہ رسول۔ میرے بعد جو دعویٰ نبوت کرے تم اس کی بات کو ٹھکرادو کیونکہ میں آخری نبی ہوں۔“

ان آیات قرآنی اور احادیث نبویہ کی روشنی میں فقہاء کرام نے تمام کتب فقہ میں تصریح کردی کہ حضور (ﷺ) آخری نبی ہیں اور اس بات کا تصور بھی کرنا کہ نبی اکرم (ﷺ) کے بعد کوئی نبی بن سکتا ہے، کفر کے مترادف ہے بلکہ امام اعظم امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے کہ: ”اگر کوئی شخص کسی جھوٹے مدعی نبوت سے یہ دلیل بھی طلب کرے کہ اپنی نبوت کو سچا ثابت کرو، وہ کافر ہے۔“ یہی وجہ ہے کہ نبی آخرالزماں (ﷺ) کے آخری نبی ہونے کے بارے میں نبی اکرم (ﷺ) سے لے کر آج تک امت کا اجماع رہا ہے اور کسی بھی دور میں امت نے اس مسئلہ میں شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رکھی۔

خلیفہ اول سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب مسیلمہ کذاب نے سب سے پہلے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تو سیّدنا صدیق اکبرؓ نے مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاد کا اعلان کیا اور باقاعدہ جنگ کرکے جھوٹے نبی اور اس کے لشکر کا قلع قمع کیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی اس سنت کو امت نے ہمیشہ زندہ رکھا اور کسی بھی جھوٹے نبی کو اپنے درمیان برداشت نہیں کیا۔

انگریزی دورِ اقتدار مین انگریزوں کی حمایت وسرپرستی میں جب قادیان سے مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کا شوشہ چھوڑا گیا تو علماء کرام نے اتمام حجت کے بعد اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے جہاد کا علم بلند کیا اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، محدث العصر علامہ سیّد انور شاہ کشمیریؒ نے اس فتنہ کی طرف سب سے پہلے توجہ کی۔ حضرت کشمیریؒ نے امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو اس اہم جہاد کی قیادت سپرد کی اور پہلے مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے اور ۱۹۴۹ء سے عالمی مجلس تحفظ ختم

نبوت کے پلیٹ فارم سے قادیانی فتنہ کاذبہ کے خلاف جدوجہد جاری ہے۔ ۱۹۷۴ء میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے سب سے اہم کامیابی حاصل ہوئی اور پاکستان کے آئین میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ پاکستان سے مایوس ہوکر قادیانیوں نے اپنا دائرہ کار دیگر ممالک کی طرف بڑھایا تو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اس کا تعاقب جاری رکھا اور الحمدللہ ہر محاذ پر اسلام کی حقانیت ثابت کی اور لاکھوں افراد کو اس فتنہ ارتداد سے محفوظ رکھا۔ تمام محاذوں پر اسلام کو حقانیت ثابت ہونے کے باوجود قادیانی گروہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی ہر ممکن کوشش میں مصروف عمل ہے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرکے وہ سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکا میں مبتلا کرتے ہیں۔ ان کی کوشش ہے کہ مسلمانوں کو نبی اکرم (ﷺ) کی غلامی سے نکال کر مرزا غلام احمد قادیانی کی غلامی میں جکڑ لیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اللہ تعالیٰ کے بھروسے اور نبی اکرم (ﷺ) کی راہنمائی سے قادیانیوں کے اس عزم کو ناکام بنانے کے لئے ملک ملک، شہر شہر، قریہ قریہ کوشاں ہے اور عالمی ختم نبوت کانفرنس اس کی اس جدوجہد کا ایک حصہ ہے۔ اس عظیم اور مبارک موقع پر مسلمانانِ عالم سے میری درخواست ہے کہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہوں اور اپنی نئی نسل کے ایمان کی حفاظت کے لئے کمربستہ ہوجائیں۔ عقیدۂ ختم نبوت کی حقیقت کو سمجھ کر اس عقیدہ کو مضبوطی کے ساتھ تھام لیں اور جہاں جہاں قادیانی گروہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کررہا ہے اس کی اس کوشش کو ناکام بنادیں۔ کل قیامت کے دن نبی اکرم (ﷺ) کے دربار میں ہم سب نے حاضری دینی ہے اگر ہم نے اپنے اس فریضہ سے غفلت برتی اور ہماری کوتاہی سے ہمارے حلقے کا کوئی شخص قادیانی ہوگیا تو قیامت کے دن ہم سے اس سلسلے میں باز پرس ہوگی۔ کانفرنس میں صرف تقریریں سن کر آپ اس فریضہ سے سبکدوش نہیں ہوسکتے بلکہ عملی جدوجہد کرکے دنیا و آخرت میں آپ کامیاب ہوسکتے ہیں۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کام کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ان کو نبی اکرم (ﷺ) کی شفاعت نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تمام فتنوں سے محفوظ رکھے۔

شیخ المشائخ خواجہ خان محمد
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

(ہفت روزہ ختم نبوت، ۹؍اگست ۱۹۹۴ء)

سری نگر سے ایڈیٹر ’’ظہور اسلام‘‘ اسلام الدین کا مکتوب گرامی نامہ

’’بعد تحیۃ مسنونہ امید واثق ہے کہ مزاج گرامی قرین عافیت ہوگا، اگست کے مہینہ میں راقم نے مسلسل ایک خواب دیکھا اور آپ کی خدمت میں تحریر کرکے ارسال کردیا تاکہ آپ ناچیز کا وہ خواب

حضرت شیخ المشائخ اعلی حضرت مولانا خان محمد صاحب زید مجدہ کی خدمت اقدس میں پہنچادیں اور ان سے برصغیر کے مسلمانوں کے حق میں دعا کرنے کی درخواست کریں جیسا کہ احقر کو خواب میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تاکید فرمائی ہے مجھے توقع ہے کہ احقر کی عرضداشت اعلیٰ حضرت کی خدمت اقدس میں گزارش کی گئی ہوگی۔ (ہفت روزہ ختم نبوت کراچی، ۲۴ر مارچ ۱۹۸۹ء)

جامع مسجد ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کے سنگ بنیاد کی تقریب

پیر طریقت حضرت مولانا خان محمد صاحب امیر مجلس تحفظ ختم نبوت نے سنگ بنیاد رکھا

۲۲ر اکتوبر ۱۹۷۹ء بروز پیر ۹ بجے صبح مسلم کالونی ربوہ (چناب نگر) میں جامع مسجد ختم نبوت کے سنگ بنیاد کی تقریب منعقد ہوئی۔ اس اجتماع کی صدارت پیر طریقت حضرت مولانا خان محمد صاحب امیر مجلس مرکزیہ تحفظ ختم نبوت پاکستان نے کی۔

مختصر سی نشست اور مشاورت کے بعد حضرت موصوف سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنے مبارک ہاتھوں سے حضرت امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور ان کی زندگی بھر کی تحریک ختم نبوت کی یادگار میں بننے والی جامع مسجد کا سنگ بنیاد رکھیں۔

حضرت امیر، مسجد کی جگہ تشریف لائے ، نیک فال یہ ہوئی کہ اس موقع پر رائے ونڈ سے ایک تبلیغی جماعت اپنے امیر جماعت حضرت مولانا مفتی جمیل احمد میواتی کی معیت میں ربوہ پہنچی ہوئی تھی، وہ بھی اس بابرکت تقریب میں شریک تھی، حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم نے اکابر کے طریقہ کے مطابق حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب خلیفہ مجاز حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کو دعوت کہ وہ تشریف لائیں اور سب سے پہلی اینٹ اپنے ہاتھ سے رکھیں، چنانچہ حضرت امیر کے اصرار پر حضرت مفتی صاحب نے کھودی ہوئی بنیاد میں اترے حضرت مولانا خان محمد صاحب انہیں اینٹیں پکڑاتے جاتے تھے اور حضرت مفتی صاحب نے اپنے مبارک ہاتھوں سے تین اینٹیں بنیاد میں رکھیں۔ پھر حضرت مولانا خان محمد صاحب نے خود تین اینٹیں اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھ دیں، پھر حضرت موصوف نے مولانا تاج محمود کو دعوت دی کہ وہ تین اینٹیں رکھیں، چنانچہ حضرت موصوف اپنے دست مبارک سے اینٹیں دیتے جاتے اور مولانا تاج محمود رکھتے جاتے تھے، پھر حضرت مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا منظور احمد شاہ، مولانا قاضی اللہ یار، مولانا اللہ وسایا، مولانا عبدالروف، مولانا کریم بخش، مولانا قاری شبیر احمد امام مسجد محمدیہ ربوہ، مولانا سیّد غلام مصطفیٰ شاہ، خان سیّد عمر خان ممبر ٹاؤن کمیٹی ربوہ، مولانا عبدالحمید آزاد، قاری منیر احمد اور مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی کے معصوم طلبا کو حضرت موصوف اپنے ہاتھوں سے

اینٹیں دیتے گئے اور وہ نیچے بنیاد میں رکھتے گئے۔

حضرت مفتی جمیل احمد صاحب کے ساتھ جو تبلیغی جماعت کے احباب تھے، انہیں بھی حضرت نے اینٹیں پکڑائیں اور انہوں نے بھی وہ اینٹیں بنیاد میں لگا دیں۔ اس کے بعد حضرت مولانا خان محمد صاحب نے حضرت مفتی محمد جمیل صاحب سے فرمایا کہ دعا آپ کریں گے اور ہم سب آمین کہیں گے، حضرت مولانا خان محمد صاحب، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب، اور مولانا تاج محمود صاحب اور دوسرے احباب قبلہ رو تھے اور بڑے ہی رقت انگیز منظر میں یہ دعا ہو رہی تھی۔ حضرت میواتی صاحب نے بڑے الحاح اور تضرع کے ساتھ دعا مانگی اور اس مسجد کی تعمیر و تکمیل کے لئے رب العزت سے مدد مانگی گئی اور فریاد کی گئی کہ اللہ اس جامع مسجد کو ہدایت اور رشد کا مرکز بنانا ہم سب دین کے لئے کام کرنے والوں کو اپنی رضا کے لئے کام کرنے کی توفیق اور اخلاص نصیب فرمانا ہم سب کو اپنے پیارے محبوب جناب محمد رسول اللہ (ﷺ) کی محبت نصیب کرنا اور حضور کے کامل اتباع کی توفیق بخشنا دنیا کی زندگی میں بھی سرخروی نصیب فرمانا اور قبر اور حشر میں بھی اپنی رحمتوں کے سایہ کے نیچے لے لینا اور دوزخ کے عذاب سے بچا کر اپنی رحمتوں اور رضا کی جنت میں داخل کرنا حضرت مفتی صاحب نے مسجد میں حصہ لینے والوں اس میں کام کرنے والوں اور اس میں پیسہ خرچ کرنے والوں کے لئے بھی برکت اور رحمت کی دعا کی۔ بعد از اں حضرت مفتی جمیل صاحب لاہور اور حضرت مولانا خان محمد صاحب فیصل آباد روانہ ہو گئے۔ اسی روز شام ساڑھے چار بجے حضرت امیر فیصل آباد سے بذریعہ ہوائی جہاز حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ (ہفت روزہ لولاک ۲۶/اکتوبر ۱۹۷۹ء)

اراکین مجلس عمومی کے نام حضرت امیر مرکزیہ کا ایمان پرور پیغام

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات!

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ نائب امیر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی طرف سے حضرات گرامی قدر اراکین کرام، مرکزی مجلس شوریٰ و عاملہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان سلمکم اللہ تعالیٰ وعافاکم۔

مطالعہ فرماویں، آپ حضرات کا اس مبارک اجتماع میں شریک ہونا سلف صالحین کرام اور غازیانِ اسلام کی یاد تازہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے اسلاف کرام کی پوری پوری اتباع ہم سب کو نصیب فرمائے اور اپنے اکابر کے مسلک پر استقامت اور اس کی حفاظت و اشاعت کی توفیق مرحمت فرماوے۔ آمین۔

سب سے پہلے آپ حضرات کی خدمت میں حضرت اقدس شیخ الاسلام علامہ بنوری نور اللہ

مرقدہ کی رحلت سے متعلق تعزیت عرض ہے، یہ حادثہ فاجعہ ہم سب کے لئے اور سارے عالم اسلام کے لئے مشترک المیہ ہے اور ہم سب اس غم میں شریک ہیں، سارے عالم اسلام اور پاکستان کے لئے عموماً اور مسلک حقہ اسلام دیوبند سے تعلق رکھنے والے اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے خصوصاً یہ عظیم حادثہ ہے اور ناقابل تلافی نقصان ہے۔ یہ ایک ایسا خلا پیدا ہوا ہے جس کی تلافی ناممکن ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت شیخ الاسلام رئیس العلماء والصلحاء مولانا سیّد محمد یوسف بنوری قدس سرہ العزیز امیر کل پاکستان مجلس تحفظ ختم نبوت کا دورِ امارت ہر لحاظ سے بفضلہٖ تعالیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت کے مقاصد عظیم کی فقید المثال کامیابی اور فائز المرامی کا دور ثابت ہوا ہے، حضرت مولاناؒ کی راہنمائی میں اندرون ملک اور عالمی سطح پر تحفظ ختم نبوت کے ادارے اور مراکز نہ صرف قائم ہوئے بلکہ ملحدین و زنادقہ اور فرقہ ضالہ مرزائیہ کے ظاہر اور خفیہ اڈوں اور کمین گاہوں پر مبلغین تحفظ ختم نبوت کی مضبوط تبلیغی پیش قدمی کے راستے کھل گئے اور عالمی سطح پر دشمنانِ اسلام کی اہلِ اسلام کو گمراہ کرنے کی ناپاک سرگرمیاں سرد پڑ گئیں اور اہلِ اسلام پر ان کا دجل اور فریب گمراہی اور کفر واضح ہوگیا اور حضرت اقدس نے بنفس نفیس خود افریقہ اور لندن وغیرہ کا دورہ کیا اور پیرانہ سالی کے باوجود اس فرقہ ضالہ مرزائیہ کا تعاقب کیا اور کامیابی و کامرانی کے ساتھ واپسی ہوئی اللہ تعالیٰ آئندہ بھی نصرتِ تائید فرماوے۔ آمین۔

اگر اندرون اور بیرون ملک مبلغین اراکین اور ہمدردان اور مخلصان تحفظ ختم نبوت کی تبلیغ دعوت و ارشاد کی رفتار اور پیش قدمی اسی طرح جاری رہی تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نصرت سے امید ہے کہ اس بدترین فتنہ مرزائیت کے بقیہ آثار اور ادارے حرف غلط کی طرح مٹ جائیں گے اور دین حقہ اسلام کا دور دورہ ہوگا اور خلافت الٰہیہ علیٰ منہاج الکتاب والسنۃ کا قیام ممکن ہو سکے گا۔ انشاء اللہ۔

فقیر کی صحت بحمداللہ تعالیٰ روبہ ترقی ہے لیکن ابھی کافی کمزوری ہے اور اسی عذر کی وجہ سے اس بالشان اور بابرکت اجتماع میں شرکت اور حاضری کی سعادت حاصل نہیں کر سکا، امید ہے کہ آپ حضرات اس فقیر کا عذر قبول فرمائیں گے اور اپنی دعاؤں سے اس ناچیز کی فلاح دارین کے لئے مدد فرمائیں گے۔

''والعذر عند کرام الناس مقبول''

اسی لئے اپنی طرف سے مولانا نذیر احمد خطیب جامع مسجد کندیاں اور فرزندی عزیز احمد آپ حضرات کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ اس اجتماع میں آپ حضرات کو آئندہ کے لئے تنظیمی انتخاب کرنا ہے اور اس میں خاص طور پر امیر کا انتخاب خاصی اہمیت کا حامل ہے، اب آپ حضرات کو حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کی جگہ پر کرنے کے لئے انہی کے علم و فضل اور عمل و اخلاص کے پایہ کے عالم حق کو اس منصب کے لئے منتخب کرنا ہے جو صاحب قلم بھی ہو اور قادر الکلام مقرر بھی، عالم باعمل بھی ہو اور عالمی

شہرت کا حامل بھی اور ادارہ مجلس تحفظ ختم نبوت کی اہمیت وافادیت کا دل و جان سے قائل بھی ہو، اس کے علاوہ کسی مرکزی حیثیت کے شہر کا جو ذرائع آمد و رفت کی سہولتوں سے پوری طرح بہرہ ور ہو، قیام پذیر بھی ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ حضرات کو ایسے عالم حق کے انتخاب کی راہنمائی اور توفیق عطا فرماوے آمین۔ جہاں تک اس فقیر کا تعلق ہے، اپنے آپ کو تحفظ ختم نبوت کا ایک ادنیٰ خادم ہی بننا اپنے لئے ذریعہ فلاح دارین سمجھتا ہے، ایک دور دراز گوشہ ملک میں رہتا ہے، جہاں آمد و رفت کے وسائل محدود اور دشوار ہیں نہ اہل قلم نہ ہی مقرر ہے اور اس عظیم مرتبہ کے لئے ضروری اوصاف سے بالکل عاری اور ناآشنا ہے، یہ کسر نفسی نہیں بلکہ حقیقت کا اظہار ہے، اس ناچیز کا نام اس منصب جلیلہ کے لئے زیرغور لانا حقیقتاً اس منصب عالیہ کی توہین اور اہانت ہے، آپ نے اگر نائب امیر ہونے کی حیثیت سے مورے کو سامنے رکھا تو یہ آپ حضرات کی دیانت دارانہ رائے کے سراسر خلاف ہوگا اور آپ حضرات اپنی ذمہ داری کی ادائیگی میں کوتاہی کے مرتکب ہوں گے اگر اس فقیر کو اپنی تمام تر نالائقی کے باوجود منتخب کرلیا یا اور اس فقیر سے اپنی نالائقی کی بنا پر کوتاہیاں سرزد ہوئیں جو کہ یقینی ہیں اور یاتی بالعجائب کا نمونہ پیش کیا تو اس میں آپ حضرات برابر کے شریک ہوں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ محفوظ و مصئون رکھے۔ آمین۔

لہٰذا آپ حضرات کی خدمت میں نہایت دردمندانہ اپیل ہے کہ اس کے متعلق اپنی دیانت کے مطابق پوری سوچ اور فکر کے ساتھ فیصلہ کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی مدد نصرت و راہنمائی فرماوے اور صحیح فیصلہ کرنے کی توفیق رفیق گردانے۔ امین فقیر دعاگو ہے کہ مولائے کریم و رحیم جل شانہ آپ حضرات اور جملہ اراکین و ہمدردان مجلس تحفظ ختم نبوت اور جملہ اہل اسلام کو اقصائے عالم میں ظاہری و باطنی خیر و برکت وصحت و عافیت دارین اور فتح و نصرت اور تمکن و رسوخ سے نوازے اور دین حقہ اسلام کی بیش از بیش خدمت تبلیغ اور اشاعت کی توفیق کرامت فرماوے۔ اپنے فضل و کرم اور رضا و حفظ خاص سے سرفراز فرمائے اپنے انصار اللہ اور حزب اللہ کے زمرہ میں محشور فرماوے۔ آمین۔

(ہفت روزہ لولاک، ۳؍فروری ۱۹۷۸ء)

رمضان المبارک میں خانقاہ سراجیہ کے شب و روز

مشائخ سلف اپنا جانشین اسے مقرر کیا کرتے تھے، جسے جانشینی کا اہل پاتے تھے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے جانشین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے جانشین حضرت خواجہ نظام الدینؒ ہیں۔ ان میں ایک بھی دوسرے کا رشتہ دار نہیں تھا۔ اسی طرح خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے بانی حضرت خواجہ ابوالسعد احمد خانؒ کے جانشین حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ کے جانشین حضرت اقدس قبلہ مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ ہیں، ان میں ایک

بھی اپنے جانشین کا رشتہ دار نہیں۔

خانقاہ سراجیہ کندیاں کے موجودہ صدر نشین حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کے دور سجادہ نشینی میں خانقاہ سراجیہ نے جو روحانی، مرکز کے طور پر تعلیم و تربیت اور خانقاہی سلسلہ میں ترقی کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ خانقاہ سراجیہ میں پورے سال کے شب و روز عبادت الٰہی میں اپنی مثال آپ ہوتے ہیں۔ اس وقت پورے پاکستان میں خانقاہی سلسلہ کی صدر نشینی کا شرف خانقاہ سراجیہ کو حاصل ہے اور واقعی طور پر پورے ملک میں حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب شیخ المشائخ اور مرشد العلما ہیں۔

ذیل میں ہم اس سال ۱۴۲۳ھ کے رمضان المبارک کے ۲۴ گھنٹوں کے معمول کی ترتیب آپ کے سامنے رکھتے ہیں، تا کہ آپ کو معلوم ہو کہ خانقاہی سلسلہ کے کیا شب و روز ہوتے ہیں؟

خانقاہ سراجیہ کا رمضان المبارک

رمضان المبارک میں صبح سحری کا وقت ختم ہوتے ہی اذان کے تھوڑی دیر بعد حضرت قبلہ دامت برکاتہم گھر سے فجر کی سنتیں ادا کر کے مسجد تشریف فرما ہوتے۔ آپ کی تشریف آوری پر جماعت کھڑی ہوجاتی۔ جماعت سے فارغ ہوتے ہی ختم خواجگان پڑھا جاتا، اس کے بعد شمائل ترمذی کا درس ہوتا۔ حاضرین اس میں شریک ہوتے۔ شمائل نبوی کے بیان کے وقت حضرت قبلہؒ سمیت پوری مجلس آنحضرت (ﷺ) کے عشق مین درجہ محویت کے عروج پر ہوتی، پوری مجلس پر وجد کی ایک خاص کیفیت طاری ہوتی۔ شمائل ترمذی کے درس کے بعد مراقبہ شروع ہوتا جو اشراق کے وقت تک جاری رہتا، اشراق سے فراغت کے بعد حضرت قبلہؒ اپنے حجرہ میں تشریف لاتے، گھنٹہ ڈیڑھ تک قیام کرتے، نو واردین سلام کی سعادت اور جانے والے رخصت حاصل کرتے، اس دوران میں وظائف و اسباق تصوف لینے والے رفقاء استفادہ کرتے، اس کے بعد حضرت قبلہ گھر تشریف لے جا کر تلاوت میں مشغول ہوجاتے، تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تلاوت کا عمل جاری رکھتے اور پھر آرام فرماتے، ظہر کی اذان سے قبل نماز کی تیاری میں آپ مشغول ہوجاتے، ظہر کی سنتیں گھر ادا کر کے ظہر کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف لاتے، آپ کی تشریف آوری پر جماعت کھڑی ہوجاتی، پورا رمضان المبارک سری نمازوں کی امامت آپ خود کراتے، سنتوں کی ادائیگی کے بعد ختم خواجگان ہوتا، بعدہ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ مکتوبات شاہ غلام علی دہلویؒ اور شاہ ابوالسعید احمد دہلویؒ کی زادالطالبین اور مکاتیب کا درس ہوتا۔ شمائل ترمذی اور ظہر کے بعد درس کی ترتیب یہ ہوتی کہ چار پانچ کتابیں لائی جاتیں۔ ایک کتاب حضرت قبلہ خود کھول لیتے دوسری کتاب پر پڑھنے والے صاحب تلاوت شروع کردیتے، جہاں پڑھنے والے سے غلطی ہوتی حضرت قبلہ تصحیح فرمادیتے یا

کہیں کہیں وضاحت کے لئے چند جملے ارشاد فرمادیتے، جو انگوٹھی میں نگینے کی طرح ہوتے تھے، ایک دو ساتھی بھی ساتھ ہی کتابیں کھول کر گویا درس میں طالب علم کے طور شریک ہوتے، باقی سامعین صرف سماع کرتے تھے۔ ظہر کے بعد تصوف کی کتابوں کی خواندگی کا شرف ہمیشہ کی طرح امسال بھی حضرت قبلہ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد مدظلہ نے حاصل کیا۔ شمائل کے سنانے کا شرف مولانا حافظ ریحان صاحب اسلام ابادی کو حاصل رہا۔ دعا کے بعد حضرت قبلہ پھر حجرہ میں تشریف لائے، ملاقاتی شرف زیارت حاصل کرتے، اس دوران میں زیادہ تر تصوف کے اسباق لینے والے حضرات اپنی کیفیات بتلاتے۔ حضرت قبلہ اس میں اصلاح فرمادیتے، جس کے لئے مناسب خیال کرتے اسے اگلا سبق دے دیتے۔ عصر سے کچھ دیر قبل گھر تشریف لے جاتے، معمولی استراحت کے بعد وضو کر کے اذان کے بعد عصر کی سنتیں گھر ادا فرماتے، آپ مسجد تشریف لاتے تو آپ کی امامت میں عصر ادا ہوتی۔ اس کے بعد پھر ختم خواجگان ہوتا، اس کے بعد مکتوبات حضرت مجددؒ کا درس ہوتا۔ مکتوبات سنانے کا شرف حضرت حاجی عبدالرشید صاحب کو حاصل رہا۔ دعا کے بعد حجرہ میں تشریف لاتے، افطاری حجرہ میں کرتے، خواص اور صاحبزادگان معیت افطاری سے مشرف ہوتے، جبکہ دیگر تمام واردین خانقاہ کی افطاری کے لئے برآمدہ میں اہتمام کیا جاتا، جس کی نگرانی وسرپرستی حضرت قبلہ بنفس نفیس خود کرتے۔

مغرب کی نماز کی ادائیگی کے فوراً بعد گھر تشریف لے جاتے، کھانا چائے کے بعد تھوڑی دیر استراحت فرماتے۔ ساڑھے سات بجے نماز عشا کے لئے تیاری کر کے باہر تشریف لاتے، حجرہ میں قیام فرماتے، عموماً آٹھ بجے جماعت عشاء ہوتی، اس کے بعد تراویح شروع ہوجاتی۔ خانقاہ سراجیہ میں تین سپارے یومیہ تراویح میں پڑھنے کا عرصہ سے معمول ہے، ہر دس دن کے بعد تراویح میں ختم قرآن ہوتا ہے، ہر چار رکعت تراویح کے بعد اتنی دیر ذکر و مراقبہ ہوتا جتنی دیر چار رکعت تراویح میں لگتی ہے۔ اس طرح ایک بجے رات جاکر تراویح ختم ہوتی ہے۔ دعا کے بعد حضرت قبلہ گھر تشریف لے جاتے۔ ایک گھنٹہ استراحت کے بعد تہجد کے لئے بیدار ہوجاتے اور اختتام سحری سے تھوڑی دیر قبل تک نوافل دعا و ذکر و مراقبہ میں مشغول رہتے۔ سحری کے بعد نماز کی تیاری کر کے اذان کے متصل بعد سنتیں گھر میں ادا کر کے نماز فجر کی ادائیگی کے لئے مسجد تشریف لاتے۔

اس سال رمضان المبارک کے پہلے عشرہ میں خانقاہ سراجیہ میں حاضرین و واردین کی تعداد دو صد رہی، دوسرے عشرہ میں اڑھائی صد سے تین صد تک کے درمیان تعداد رہی۔ آخری عشرہ میں چار صد سے سات صد تک تعداد رہی۔ خانقاہ سراجیہ کی مسجد میں اٹھانوے حضرات نے (۱۴۲۳ھ) میں اعتکاف کی سعادت حاصل کی۔ فالحمد للّٰہ علی ذالک۔ (ماہنامہ لولاک، ذوالقعدہ ۱۴۲۳ھ)

حضرت قبلہؒ کے امیر بننے کے بعد

مجلس تحفظ ختم نبوت کی شوریٰ کا پہلا اجلاس

۱۹رفروری ۱۹۷۸ء کو ملتان میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی شوریٰ کا اجلاس ہورہا ہے۔ حضرت مولانا خان محمد دامت برکاتہم کی امارت کے فیصلہ بعد مجلس کی مرکزی شوریٰ کا یہ پہلا اجلاس ہوگا، اگرچہ حضرت بنوریؒ کی وفات نے جماعتی احباب کو بہت زیادہ متاثر اور مضمحل کیا ہے، تاہم روحانی برکات بزرگان دین کی خصوصی دعائیں جماعت کے ساتھ ہیں، اس مرتبہ شوریٰ میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم، مولانا محمد عبداللہ خطیب مرکزی جامع مسجد اسلام آباد، فاضل اجل مولانا عبدالرزاق سکندر پی ایچ ڈی، مجاہد اسلام مولانا علاؤالدین خطیب ڈیرہ اسماعیل خان، الحاج مولانا محمد یوسف کوئٹہ اور پرانے فقہائے میں سے مولانا محمد رمضان صاحب راولپنڈی کا اضافہ حوصلہ افزا ہے۔

ملک کے تیزی سے بدلتے ہوئے حالات میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنماؤں کی ذمہ داریاں یقیناً بڑھ جائیں گی۔ انہیں درپیش مسائل کا بڑی سوجھ بوجھ سے تعین کرنا ہوگا۔ نظام مصطفیٰ کا مطالبہ کرنا نیک تمنا ہے اور نعرہ لگانا ایک آسان کام ہے، لیکن حالات اور فضا کو سازگار کرنا جن حالات میں یہ نیک تمنا اور حسین نعرہ حقیقت بن سکے اور عملی شکل اختیار کر جائے، ایک بڑا مشکل کام ہے اور اس مشکل کام کا مشکل ترین حصہ محض رضائے الٰہی کے لئے رشد وہدایت کا کام سرانجام دینا اور تبلیغ اسلام کرنا ہے جو مجلس تحفظ ختم نبوت کے اولین فرائض میں شامل ہے۔

حکومت زکوٰۃ اور عشر کی وصولی اور اسے سرکاری تحویل میں لینے کا اعلان کرنے والی ہے، ان حالات میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی راہنماؤں کو سر جوڑ کر یہ بھی فیصلہ کرنا ہوگا کہ وہ اپنے نیک مقاصد کے لئے متبادل وسائل کا کیا انتظام کرسکتی ہے، کیونکہ اس وقت اس کا سارا نظام تبلیغ ملت اسلامیہ کے زکوٰۃ، خیرات، صدقات اور عشر پر ہی قائم ہے۔

حکومت زکوٰۃ اور عشر کے وصولی کے نظام کے نفاذ کے بعد کن اداروں کی سرپرستی قبول کرتی ہے، کن شرائط پر قبول کرتی ہے اور کن اداروں کو وہ نظر انداز کرجاتی ہے، یہ بھی مستقبل قریب میں ہی یہ بات سامنے آنے والی ہے اور مجلس کو ہر ممکن صورت سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ابھی سے کمربستہ ہونا پڑے گا۔

بیرونی ممالک میں جہاں انگریزوں کے منحوس سایہ کی بدولت مرزائیوں کے اثرات پھیل چکے ہیں، مجلس نے اپنے محدود وسائل کی حد تک ان کا تعاقب اور احتساب جاری رکھا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابھی بیرونِ ممالک میں بہت زیادہ کام سرانجام دینے کی بھاری ذمہ داری جماعت کے سرواجب الادا

ہے، اس سلسلہ میں دنیا بھر کی مسلم تنظیموں سے رابطہ ان کے باہمی تعاون اور امداد سے دنیا کے ہر خطے میں اس شجرۂ خبیثہ کا استیصال ضروری ہے۔

بیرونی ملکوں میں کام کرنے کا انداز اندرون ملک سے ذرا مختلف ہے۔ صلاحیت، خلوص اور وسائل یہ وہ تین اوصاف ہیں جن سے مسلح ہوکر ہمارے تبلیغی دستے مختلف محاذوں پر بھیجے جائیں گے تو ہم اپنا فرض کماحقہ ادا کرسکیں گے اور اگر ایسا نہ ہوسکا تو ہم فائدے کی بجائے نقصان اٹھانے کے احتمال میں پڑ جائیں گے۔

ربوہ کی جامع مسجد کا غالبًا اگلے ماہ مارچ مین سنگ بنیاد رکھا جائے گا اورس موقع پر ایک تقریب منعقد کرنا اور اسے کامیاب بنانا جماعت کی ذمہ داری ہوگی، اس مسجد کی تکمیل اور اس کے ساتھ ایک عظیم دارالعلوم کی تعمیر مجلس کے نصب العین میں شامل ہے اور وہاں اسے مخلصین اور باصلاحیت متقی اور تعلق مع اللہ والے لوگوں کو رکھنے کا مرحلہ درپیش ہے جو امت مصطفیٰ سے ٹوٹے ہوئے لوگوں کو حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا پیغام محبت دے کر دوبارہ انہیں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہی کے دامن رحمت سے جوڑ دیں۔

ملک میں اخلاقی انحطاط اور زوال کی انتہا ہے۔ اس اخلاق کے قحط کے دور میں ہمیں اخلاق نبوی کی تعلیم وتربیت لوگوں کو دینا ہوگی۔ یہ چند اشارات ہیں جو مجلس کے بزرگوں کے لئے ان کے ایک خادم کی حیثیت سے ہم نے کردیئے تاکہ وہ اپنی پرانی روایات کے مطابق محض للّٰہی جذبہ کے تحت سر جوڑ کر بیٹھیں اور آنے والے وقت کے چیلنج کو قبول کریں اور اس شر وفساد کی دنیا میں حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے ایک مخلص اور سچے خادم اور غلام کا کردار ادا کرنے کی سنہری تاریخ مرتب کرد جائیں۔

وما علینا الّا البلاغ

(اداریہ ہفت روزہ لولاک، ۱۷رفروری ۱۹۷۸ء)

حضرت قبلہؒ کی زیرِ صدارت پہلے اجلاس کی کارروائی

....

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی شوریٰ کا اجلاس

ملتان، مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی شوریٰ کا ایک اہم اجلاس ۱۹رفروری ۱۹۷۸ء کو دفتر مرکزیہ میں منعقد ہوا، اجلاس کی صدارت امیر مرکزیہ حضرت مولانا خان محمد صاحب نے کی۔

شوریٰ نے تین سال کے لئے نئے عہدیداران کا اعلان کیا، ناظم اعلیٰ مولانا عبدالرحیم اشعر، ناظم تبلیغ مولانا محمد شریف جالندھری، خازن حافظ عزیز الرحمٰن جالندھری منتخب ہوئے۔ ناظم کا عہدہ فی الحال حسب سابق خالی چھوڑ دیا گیا، قبل ازیں عام اجلاس میں حضرت مولانا خان محمد کو جماعت کا امیر اور مولانا

محمد عبداللہ شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال کو نائب امیر چنا گیا تھا، نئی شوریٰ کو بتایا گیا کہ اس وقت صرف مرکزی دفتر کے اخراجات تین لاکھ روپے سالانہ سے متجاوز ہیں، ملک بھر کی جماعتوں کے لاکھوں روپے کے بجٹ اور مصارف اس کے علاوہ ہیں۔

شوریٰ نے جماعت کے نظام تبلیغ کو زیادہ مضبوط اور فعال بنانے کا فیصلہ کیا، اسی طرح بیرونی ممالک میں جماعت کے دفاتر کی کارکردگی کو بہتر بنانے اور بعض دوسرے اسلامی ملکوں میں نئے تبلیغی مشن بھیجنے کا فیصلہ بھی کیا گیا۔

شوریٰ نے فیصلہ کیا کہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے وفود بہت جلد سربراہ مملکت جنرل ضیاء الحق امور مذہبی کے وزیر جناب بروہی صاحب اور اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین اور اراکین سے مل کر جماعت کے مطالبات اور جماعت کو درپیش مسائل سے انہیں آگاہ کیا جائے۔

شوریٰ نے فیصلہ کیا کہ اگلے ماہ جامع مسجد ختم نبوت ربوہ جو ایک عظیم الشان اسلامی مرکز ہوگا اور جس پر ۵۰ لاکھ روپے کے لگ بھگ اخراجات آئیں گے کی تعمیر شروع کردی جائے اور اس کے سنگ بنیادوں کے اس موقع پر ایک عظیم تقریب منعقد کی جائے اور ملک کی کسی اہم شخصیت سے سنگ بنیاد رکھوایا جائے۔

شوریٰ نے جماعت کے کام کی زیادتی، پھیلاؤ اور اس کی اندرون ملک اور بیرون ملک بے حد مقبولیت کے باعث تقسیم کار کے نقطۂ نگاہ سے حسب ذیل شعبے اور ان کے لئے سب کمیٹیاں بنادیں تاکہ ہر کمیٹی اپنی ذمہ داری کو احسن طریقہ سے ادا کر سکے۔

شعبہ مالیات

شعبہ مالیات کی نگرانی اور اس کے جملہ مسائل ایک سب کمیٹی کے سپرد ہوں گے۔ یہ کمیٹی مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، حاجی بلند اختر اور مولانا فقیر محمد پر مشتمل ہوگی۔ مولانا فقیر محمد ہر سہ ماہی کے بعد حسابات کی پڑتال کریں گے اور امیر مرکزیہ کو رپورٹ کریں گے۔ مولانا حافظ عزیز الرحمٰن کمیٹی کے کنوینر ہوں گے۔

شعبہ املاک و تعمیرات

مجلس کی تمام جائیدادوں اندرون و بیرون ملک، مساجد اور دفاتر اور زرعی رقبے، اسی طرح جملہ تعمیرات کے امور اس کمیٹی کے سپرد ہوں گے، اس کمیٹی میں مولانا تاج محمود فیصل آباد، خواجہ حبیب ملتان، حافظ عزیز الرحمٰن ملتان اور سردار میر عالم خان لغاری شامل ہیں۔ اس کمیٹی کے کنوینر سردار میر عالم

خان لغاری ہوں گے۔

شعبہ تبلیغ

یہ کمیٹی مولانا محمد شریف جالندھری، شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ، مولانا منظور احمد شاہ اور مولانا علاؤالدین خطیب ڈیرہ اسماعیل خان پر مشتمل ہوگی، مولانا محمد شریف جالندھری اس کے کنوینز ہوں گے۔

شعبہ تالیف وتصنیف

مولانا عبدالرحیم اشعر، مولانا عبدالرزاق سکندر، مولانا محمد یوسف لدھیانوی پر مشتمل ہوگی۔ مولانا عبدالرحیم کنوینز ہوں گے۔

شعبہ تنظیمی امور

مجلس کو وسعت دینے اور منظم کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی۔ اس کمیٹی میں مولانا محمد رمضان راولپنڈی، مولانا نورالحق نور پشاور حاجی بلند اختر لاہور، حاجی فرزند علی سکھر، حاجی محمد یوسف کوئٹہ، مولانا عبدالرحیم اشعر، مولانا محمد شریف جالندھری۔

شوریٰ نے طے کیا کہ حاجی فرزند علی سکھر پورے سندھ میں جماعت کے تنظیمی امور، نئی جماعتوں کے قیام، جماعت کی شرائط کے مطابق زیادہ سے زیادہ ممبر شپ کے انچارج ہوں گے۔

یہ تمام سب کمیٹیاں اپنی اپنی رپورٹیں دفتر مرکزیہ کی معرفت امیر مرکزیہ کو بھیجیں گے۔ امیر مرکزیہ ان پر ہدایات صادر فرمائیں گے۔ اگر معاملہ مشاورت کا ہوگا تو ان تجاویز اور مسائل کو مجلس شوریٰ کے اجلاس میں پیش کیا جائے گا۔

مجلس شوریٰ نے دفتر کے بعض معاملات کا نوٹس لیا اور اصلاح احوال کی کوشش کردی تمام ممبروں نے اخلاص بھری بحث وتکرار کے بعد مجلس سے وفاداری اور حضرت امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ جیسے عظیم انسانوں کی اس امانت جماعت کی حفاظت اور مضبوطی کا عہد کیا۔

امیر مرکزیہ سے بعض مقامی جماعتوں کے وفود ملے اور اپنی اپنی تکالیف اور شکایات پیش کیں، جو شوریٰ میں پیش کی گئیں اور ان میں سے معقول اور جائز مطالبات کو مان لیا گیا اور حتی الامکان حالات کی اصلاح کی کوشش کی گی۔

اجلاس صبح گیارہ بجے سے رات گئے تک مسلسل جاری رہا۔ صرف نمازوں کے لئے ملتوی ہوتا رہا اجلاس میں مولانا نورالحق نور پشاور، مولانا محمد عبداللہ مرکزی جامع مسجد اسلام آباد، حاجی بلند اختر

لاہور، مولانا تاج محمود فیصل آباد، مولانا علاؤالدین ڈیرہ اسماعیل خان، حاجی محمد یوسف صاحب کوئٹہ، حاجی فرزند علی سکھر، مولانا محمد یوسف لدھیانوی کراچی، حاجی سیف الرحمٰن کوئٹہ، مولانا شیخ الحدیث محمد عبداللہ ساہیوال، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا عبدالرحیم اشعر، مولانا حافظ عزیز الرحمٰن، مولانا منظور شاہ کہروڑوی، مولانا محمد رمضان راولپنڈی، مولانا غلام محمد بہاولپور اور سردار میر عالم خان لغاری شریک ہوئے، قاضی فیض احمد ٹوبہ ٹیک سنگھ اپنی علالت اور مولانا عبدالرزاق اپنی اہلیہ اور بیٹی کی بیماری کی وجہ سے تشریف نہ لاسکے، اسی طرح مولانا تقی عثمانی اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاسوں اور اس سلسلہ کی دوسری مصروفیتوں سے شرکت نہ فرماسکے۔

امیر مرکزیہ نے حاجی لال حسین اختر کراچی، مولانا محمد حیات فاتح قادیان ربوہ اور حکیم عبدالرحمٰن گوجرانوالہ کو مجلس شوریٰ میں لینے کا اعلان کیا۔ یہ حضرات اب آئندہ شوریٰ کے اجلاس میں شرکت کرسکیں گے۔ (ہفت روزہ لولاک، ۳۰؍مارچ ۱۹۷۸ء)

اِمامِ اہلِ سنت اور اِمام الاولیاء میں مشترک باتیں ایک جھلک

دونوں دیوبند میں ہم سبق رہے، دونوں سلسلۂ نقشبندیہ کے شارح اور دونوں حضرت اِمامِ ربانی مجدد الف ثانیؒ کے علوم ومعارف کے بھی امین رہے، دونوں اپنے دور کے اِمامِ وقت تھے، دونوں کا تعلق حضرت خواجہ سراج الدینؒ سے ہے، دونوں نے فیض میانوالی کے بزرگوں سے پایا، حضرت خواجہ مولانا خان محمدؒ نے حضرت مولانا احمد خانؒ سے اور حضرت اِمامِ اہلِ سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ نے اِمام المفسرین حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ سے، اور حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے کہ میں مولانا حسین علیؒ کا آخری خلیفہ ہوں اور خاتم المریدین ہوں، میرا مسلک وہی ہے جو حضرتؒ کا تھا، سب سے آخری سند مجھے دی ہے، اور آخری خلافت بھی مجھے دی ہے۔

دونوں کی دو اہلیہ محترمہ تھیں، دونوں کی اہلیہ محترمہ حضرات سے پہلے وصال فرماگئیں، دونوں کے صاحبزادے نیک اور عالمِ دِین ہیں، دونوں نے ۵؍مئی کو وصال فرمایا، دونوں کا جنازہ ۶؍مئی کو ہوا، دونوں کا جنازہ ان کے صاحبزادوں نے پڑھایا، مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ کا جنازہ حضرت مولانا زاہدالراشدی صاحب نے پڑھایا، اور مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کا جنازہ ان کے صاحبزادہ مولانا خلیل احمد صاحب نے پڑھایا، دونوں کی نمازِ جنازہ میں لاکھوں لوگ شریک ہوئے۔ دونوں نے تمام اہلِ حق جماعتوں کی سرپرستی کی۔ دونوں نے جن حضرات پر اِعتماد کیا وہ خوش نصیب لوگ ہیں، دونوں نے زندگی بھر مخلوقِ خدا کی خدمت کی اور ہدایت کا راستہ دِکھایا۔

مرسلہ: قاضی محمد اسرائیل گڑنگی (مانسہرہ)

مقتدر شخصیات کے نام
حضرت قبلہؒ کے مکتوباتِ گرامی

مکتوب گرامی نمبر:۱

علماء کرام وخطباء عظام سے دردمندانہ اپیل

تعارف:... قارئین جانتے ہیں کہ قادیانی جماعت نے دجل سے اپنے مرکز کا نام ربوہ رکھا۔ اس کی تبدیلی کا مطالبہ ہوا تو حضرت قبلہؒ نے ذیل کا مکتوب بصورت دردمندانہ اپیل علماء وخطباء کے نام جاری فرمائی۔ آپ کی اس اپیل کے بعد پورے ملک کے علماء وخطباء نے مطالبہ کیا۔ تا آنکہ اللہ رب العزت نے کرم فرمایا کہ ربوہ کا نام ختم ہوا۔ اب اس کا نام چناب نگر ہے۔ قارئین یقین فرمایئے کہ جس طرح قادیانیوں کے شہر کا نام مٹا ہے۔ ایک وقت آئے گا۔ قادیانیت کا نشان بھی مٹے گا۔ اپیل کا متن یہ ہے:

''آپ حضرات کو معلوم ہے کہ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ مریم صدیقہ (دونوں پر اللہ کا سلام ہو) کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔''اوینٰھما الیٰ ربوۃ ذات قرار ومعین'' اور ہم نے ان دونوں کو ایک اونچی جگہ پر جو سکون والی تھی اور پانی بہتا تھا، جگہ دی۔

مرزائی، مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی پیش گوئیوں کے باوجود قادیان سے نکالے گئے، پنجاب کے اس وقت کے انگریز گورنر موڈی کی مہربانی سے انہوں نے چنیوٹ اور لالیاں کے درمیان ایک رقبہ کوڑیوں کے بھاؤ حاصل کیا اور اس کا نام اس لئے ربوہ رکھا، تاکہ آنے والی نسلوں کو یہ بتایا جائے کہ قرآن مجید میں جس ربوہ کا ذکر ہے، وہ یہ ہے اور اس طرح اپنی جھوٹی مسیحیت اور نبوت کے لئے دلیل مہیا کی جائے۔

یہ ایک سازش ہے، جس کو ناکام بنانا اور قرآن مجید کی اس اصطلاح کو جو مسیح علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کے تحفظ کا تقاضا ہے کہ ملک بھر کے علماء کرام، خطباء عظام اور عامتہ المسلمین حکومت سے مطالبہ کریں کہ وہ ربوہ کا نام تبدیل کر کے اسی گاؤں کے اصل نام پر یا اس جگہ تقسیم ملک سے پہلے جو ریلوے اسٹیشن ہوا کرتا تھا۔ اس کے مطابق اس کا نام رکھا جائے۔

اس لئے فقیر، ملک بھر کے علماء کرام اور خطباء عظام سے دردمندانہ اپیل کرتا ہے کہ اپنے اپنے خطبوں میں قراردادوں کے ذریعہ حکومت پاکستان سے مطالبہ کریں کہ وہ ربوہ کا نام تبدیل کر کے اسلامیان پاکستان کو مطمئن کرے۔ ان قراردادوں کی نقول افسران بالا کو بھیج کر اس کار خیر میں ہماری معاونت فرمائیں۔''

(مولانا) خان محمد سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ،
امیر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

مکتوب گرامی نمبر:۲

قومی اتحاد کے وزرا کی خدمت میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر کا مکتوب

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے امیر حضرت مولانا خان محمد صاحب نقشبندی، مجددی سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ نے قومی اتحاد کے وزراء اور دوسرے تمام ارباب اقتدار کی خدمت میں مندرجہ ذیل مکتوب بھیجا:

''اللہ تعالیٰ کا بے پایاں احسان ہے کہ پاکستان قومی اتحاد کو حکومت میں شمولیت اختیار کر کے یہ موقع میسر ہوا ہے کہ ارض پاکستان میں خدا تعالیٰ کی حاکمیت اور شریعت مطہرہ کے نفاذ کی راہ ہموار ہو سکے۔ آپ پر بخوبی واضح ہے کہ پاکستان ایک نظریہ کے تحت معرض وجود میں آیا تھا۔ تا کہ یہاں کلمہ توحید ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' اور اس کے مقتضیات پر عمل درآمد ہو سکے۔ فقیر آپ کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا وقت کا اہم تقاضا گردانتا ہے کہ ہمارے وطن عزیز میں سامراجی اور صیہونی سازشوں کے تحت خلاف اسلام تحریکیں اٹھتی رہی ہیں اور اب بھی یہ تنظیمیں پوری قوت اور جوش وخروش کے ساتھ سرگرم عمل ہیں، جن میں عیسائی مشنریاں اور قادیانی سرفہرست ہیں۔

اگرچہ قادیانی آئینی طور پر اقلیت قرار دیئے جا چکے ہیں، مگر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں

ہے کہ قادیانی تحریک عملی طور پر جوں کی توں جاری ہے، بلکہ وہ اپنے افکار و تعلیمات کی اشاعت و تشہیر میں پہلے سے زیادہ شدومد کے ساتھ کوشاں ہیں۔

دوسرے نمبر پر عیسائی مشنریاں ہیں، جن کے ماتحت مختلف ادارے کام کر رہے ہیں اور جنہیں مغربی ممالک سے بھاری رقوم مہیا کی جاتی ہیں، ان مشنریوں کے خلاف اسلام اور خلاف وطن کارروائیاں نتائج کے اعتبار سے قادیانی تحریک سے کسی طور پر کم نہیں، بلکہ ان کے مفادات مشترک ہیں اور ان کے طریق کار میں ہم آہنگی اور مماثلت پائی جاتی ہے۔

مآل کار انہوں نے اسلامی تشخص کو ابھرنے سے روکنے کے لئے تعلیمی اداروں پر یلغار کی، نوجوانوں کے ذہنوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے، جس کی وجہ سے نوجوان نسل عیسائیت سے متأثر ہوئی اور اس میں اسلام سے برگشتگی کی روچل نکلی۔

ہماری بیوروکریسی میں بھی ایک ایسا طبقہ موجود ہے، جو ذہنی طور پر عیسائیت نواز ذہنیت کا حامل ہے یا پھر قادیانیت کے پرچار کے لئے سرگرم عمل ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ حضرات ملکی انتظام و انصرام کے ساتھ پوری سنجیدگی اور فکرمندی سے خلاف اسلام اور خلاف وطن تحریکوں کے سدباب کا جائزہ لیں اور ان تحریکوں کے انہدام کے لئے اقدامات کریں۔ لہٰذا:

الف...... تمام قادیانی اور عیسائی ملازموں کو کلیدی عہدوں سے یکسر ہٹا دیا جائے۔

ب...... قومی اسمبلی میں قادیانیوں کے اقلیت قرار دیئے جانے پر جو متفقہ فیصلے کئے گئے تھے، ان کی اصل روح کو سامنے رکھ کر پوری طرح عمل درآمد کیا جائے۔

ج...... قادیانیوں اور عیسائیوں کے مذہبی اور ثقافتی لٹریچر پر قدغن عائد کی جائے اور ان کے اجتماعات پر کڑی نظر رکھی جائے۔ نیز نظام تعلیم کو خالص اسلامی رنگ میں ڈھالنے اور اسلامی معاشرہ کی تشکیل و ترتیب کے لئے ایسا نصاب تعلیم مرتب کیا جائے جو نوجوان نسل کے ذہنوں میں صحیح اسلامی اور قومی تشخص اجاگر کرے۔

د...... تمام انتظامی شعبہ جات میں ارکان اسلام کی پابندی لازم قرار دی جائے، تاکہ ہم صحیح معنوں میں ایک اسلامی فلاحی مملکت قائم کرنے میں سرخرو ہوسکیں۔

فقیر آپ کے حکومت میں شامل ہونے اور اہم منصب پر فائز ہونے پر آپ کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ آپ اور آپ کے رفقائے کار کو اللہ تعالیٰ حسن کارکردگی کی توفیق عطا

فرمائے اور دین اسلام اور وطن عزیز کی خدمت کے مواقع عطا فرمائے۔ آمین!''

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ،
امیر مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان
کوٹلہ تولے خاں ملتان

یہ خط قومی اتحاد میں شریک جماعتوں کے سربراہوں کو بھی بھیجا گیا ہے۔

مکتوب گرامی نمبر: ۳

مکرم ومحترم جناب میر خلیل الرحمٰن صاحب!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ،

مورخہ ۱۳؍جولائی ۱۹۷۹ء کا مؤخر روز نامہ ''جنگ'' نظر سے گذرا۔ اداریہ پڑھ کر بے حد مسرت اور طمانیت حاصل ہوئی کہ آپ نے ایک ایسے مسئلہ پر قلم اٹھایا ہے جو وقت کی آواز ملت مسلمہ کا دردسر اور اسلام کے خلاف بدترین سازش ہے۔ آپ نے مرزائیت کے ناسور پر نشتر زنی کے لئے جو انداز بیان اختیار کیا ہے، وہ بہت مناسب، موزوں اور شگفتہ ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

یہ کام ہے انکا جن کے حوصلے ہیں زیادہ

آپ کا تعلق شعبہ ابلاغ عامہ سے ہے اور اخبارات ہی دراصل سرچشمہ اطلاعات اور نشرواشاعت کا ذریعہ ہوتے ہیں، اس لئے کوئی بات حکومت کے اندورن خانہ ہو یا بیرون خانہ، آپ سے مخفی نہیں رہتی، مگر اس کے باوجود کچھ اہم امور اور حقائق تلخ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانے کی ضرورت محسوس کی ہے۔

یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ جو بھی شخص آیا قصر حکومت میں اسلام کا دامن تھام کر اور کلمہ پڑھتا ہوا داخل ہوگیا اور اس نے اسلام کی ترویج واشاعت اور نظام اسلام کے نفاذ کے پرجوش اور بلند بانگ دعوے کئے۔ قوم نے اس کی راہ میں دیدہ دل فرش راہ کر دیئے اور اپنی تمام تر توانائیوں اور ناتوانیوں کے ساتھ اس کے پشت پناہ بن گئے۔

یہی ہے مظہر دست خدا شاہد

مرزائیت کا تحفہ تو ابتدائے آفرینش پاکستان سے ہی ہمارے حصہ میں آیا تھا اور ابتداء ہی سے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خاں سے واسطہ پڑ گیا، جو قوم کے بے پناہ سیل احتجاج کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور بیک

بنی دو گوش ایوان حکومت سے نکال دیا گیا۔

اس کے بعد بھی ہر حکومت میں مرزائی اہم کلیدی عہدوں پر براجمان رہے اور اب بھی پورے کروفر اور جاہ اقتدار کے ساتھ فروکش ہیں۔ ایوبی دور میں ایم۔ایم۔احمد وغیرہ ہماری اقتصادیات اور معاشیات سے کھیلتے رہے اور اس کھیل میں بڑا نام پایا۔ یحییٰ خان کے دور میں بھی مرزائیوں کے متعلق خوش فہمی کا یہی انداز کارفرما رہا، بھٹو دور حکومت میں مرزائیوں کو بہت مراعات حاصل ہوئیں، بلکہ اس کی کامیابی میں مرزائیوں کا معتدبہ حاصل شامل تھا اور پی۔پی کے پلیٹ فارم سے کئی ممبر قومی اسمبلی کی نشستوں پر کامیاب ہوئے تھے۔

اگرچہ علمائے کرام کی تحریک پر اور قوم کے احتجاج کے سامنے بھٹو کو سر تسلیم خم کرنا پڑا تھا اور مرزائی فرقہ کو اقلیت بھی قرار دے دیا تھا، مگر جس انداز میں اس پر عمل درآمد ہوا اور جس طرح مرزائیوں نے اس حکم کو پس پشت ڈال کر اس کی تحقیر کا سامان پیدا کیا، یہ ایک الگ باب تاسف ہے، بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ مرزائیوں نے اس حکم کو ایک اپنے لئے نعمت غیر مترقبہ شمار کیا ہے، کیونکہ اقلیتی حکم کے پردے میں انہوں نے پہلے سے زیادہ کھل کھیلے ہیں اور ناقابل یقین حد تک بے باکی کا مظاہرہ کیا ہے۔

موجودہ حکومت محض ''اسلام'' کے نام پر ہی برقرار ہے اور جس کے تخت کا نقش محض پانی پر ثبت ہے، جو کسی خفیف سے صدمہ سے بھی بگڑ سکتا ہے۔ یہ کس قدر حیرت خیز اور اندوہ ناک حقیقت ہے کہ اسی حکومت کے دور میں مرزائیوں پر سب سے زیادہ باب مراعات وا ہوا ہے اور یہ حکومت گویا ایک ایسا افق ہے جس پر مرزائیوں کے اقتدار کا انجم طلوع ہوا ہے۔

قیاس فرمایئے کہ اس وقت ملک پر مارشل لاء نافذ ہے اور فوجی حکومت قائم ہے اور اس حکومت کا تیسرا بڑا ستون یعنی ہوائی فوج کا سربراہ ائر مارشل محمد انور شمیم ایک مرزائی ہے۔ علاوہ ازیں فوج کے اہم عہدوں پر بھی اکثریت مرزائی افسروں کی تعینات ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم ایک طرح سے اب بھی مرزائی اقتدار کے زیر سایہ زندگی گزار رہے ہیں۔

اس سے زیادہ سر پیٹنے کا یہ مقام ہے کہ وزارت امور مذہب، حج واوقاف کا سیکرٹری ایک مرزائی ہے۔ جو بیرون ملک اور عرب ممالک میں ہمارے اسلامی وفود کی رہنمائی کرتا ہے اور گویا ہمارے اسلامی تشخص کو ابھارنے کا فرض سرانجام دے رہا ہے۔ آپ قیاس فرمایئے وزارت مذہب کے ایوان میں بیٹھ کر یہ شخص اپنے فرقہ کی ترویج وتشہیر اور مذہب اسلام کی بیخ کنی کے لئے کیا کچھ نہ کرتا ہوگا۔

یہ کس قدر ستم ظریفی ہے اور قوم اور ارباب اقتدار کے لئے کیسا ماتم کا مقام ہے کہ مسیلمہ کذاب ممبر رسول کا متولی قرار پائے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

علاوہ بریں اسرائیل میں جو امریکہ اور روس دونوں کی ہی ملی بھگت سے معرض وجود میں آیا ہے اور دونوں ہی اس نخل بے ثمر کو سینچنے میں کوشاں ہیں۔ مرزائیوں کی تنظیمیں قائم ہیں اور جن کا تمام حساب کتاب ربوہ میں مرتب ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اسرائیلی فوج میں مرزائی فرقہ کے لوگ جوق در جوق بھرتی ہو رہے ہیں۔

ان حقائق کی روشنی میں قوم وملک اور ارباب بست وکشاد کی بے اعتنائی کو دیکھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ جیسے:

خمارے حسی کی شہ نشیں پر ضمیر آدمیت سو رہا ہے
اور دل خون کے آنسو روتا ہے۔

جناب میر صاحب! میں پورے اخلاص اور محبت سے آپ کی قدر کرتا ہوں اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر ہونے کی حیثیت سے آپ کو اپنے اور پوری قوم کے تعاون کا یقین دلاتا ہوں۔ آپ عزم بالجزم اور حوصلہ مندی کے ساتھ اس جہاد قلم کو جاری رکھئے۔ دوسرے اخبارات بھی انشاء اللہ آپ کے نقش قدم پر چل نکلیں گے۔ اگر اسی طرح ہر سطح اور ہر جہت پر مرزائیوں کے راستوں پر موانعات کھڑی ہوتی رہیں تو ایک دن ان کے راستے محدود ہو کر رہ جائیں گے اور ان کا قلع قمع ہو کر رہے گا۔

آپ کو اس خط کے من وعن شائع کرنے کی پوری آزادی ہے، بلکہ ہم اس کی اشاعت پر آپ کے بے حد ممنون ہوں گے۔ خدا تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے۔ شکریہ! والسلام!

ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

از خانقاہ سراجیہ، ۵؍رمضان ۱۳۹۹ھ، ۳۰؍جولائی ۱۹۷۹ء

نوٹ: حضرت قبلہؒ نے اس پر ذیل کا نوٹ تحریر فرمایا۔ ”یہ خط ایڈیٹر جنگ کو بھیج دیا ہے اور اس کی ایک نقل دفتر میں ارسال ہے۔ رمضان المبارک کے بعد مرکزی شوریٰ کی میٹنگ لازمی طور پر ہونی چاہئے۔ جس میں ربوہ کانفرنس اور دوسرے امور پر غور وخوض کے بعد کوئی لائحہ عمل تیار کیا جاوے اور اس کے مطابق کام کا آغاز کیا جاوے۔“ والسلام!

شیخ عبدالعزیز بن باز کا مکتوب گرامی

من عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز الی حضرۃ الأخ المکرم فضیلۃ الشیخ ابی

الخليل خان محمد الرئيس العام لمجلس تحفظ ختم النبوة فى ملتان بالباكستان وقفه الله امين

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته...... وبعد:

فقد وصلنى كتابكم الكريم المحرر فى ۲۵/رجب سنة ۱۴۰۰ھ وصلكم الله بهداه وما اشرتم اليه حول مشروع المجلس فى تعمير مسجد على الأرض التى اشتراها بربوة ورغبتكم المساعدة فى تكميله كان معلوما، عليه اشكر لفضيلتكم جهودكم الطيبة وارجو بعد الاطلاع الافادة عن التكلغة التقريبية لتكميل بناء المسجد وبعد وصول افادتكم ننظر فى الموضوع ان شاء الله۔

اثابكم الله وشكر سعيكم ووفق الجميع لما يحبه ويرضاه انه سميع قريب...... والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

الرئيس العام

لِادارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد

۲۳/اگست ۱۹۸۰ء

مکتوب گرامی نمبر:۴

فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز کے نام گرامی نامہ از حضرت قبلہؒ

بسم الله الرحمٰن الرحيم

معالى الشيخ صاحب السماحة الشيخ عبدالعزيز ابن باز المؤقر تقبل الله جهودهم للإسلام والمسلمين

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته احتراماً وتقديراً لعواطفكم النبيلة

وبعد فقد تشرفت بخطابكم الكريم المحرر فى ۱۴۰۰/۱۰/۱۹ھ رقم ۱/۷۲۷۰

ولقد شجعتنى كلماتكم الطيبة ووعدكم المبارک وانى ارسل الى سماحتكم خريطة المسجد مع مايلائمه من الكوازم التى تناسب العصر الحاضر والتكفة التقريبة على بناء ذلک المسجد حسب تقويم المهندسين ذوى الخيرة

فالرجاء من شخصكم الكريم ان تساعدونامساعدة مناسبة وترشددنا بآرائكم الصائبة حول هذا البناء فانه مسجد للمسلمين فى قلب ربوة بلدة الكفرة المرتدين القاديانيين وسيكون له شأن عظيم ان شاء الله تعالىٰ بحوله وقوته فى نشر التراث الْإسلامى وبث العقيدة الطاهرة السلفية۔

بارك الله فى جهودكم الجبارة ومتعنا وسائر المسلمين بطول حياتكم مع الصحة والعافية۔

اخوكم فى الْإسلام

خان محمد

الرئيس العام لمجلس تحفظ ختم النبوة

ملتان...... باكستان

مکتوب گرامی نمبر:۵

شاہ فہد کے نام حضرت قبلہؒ کا تعزیتی مکتوب

بسم الله الرحمٰن الرحيم

جلالة الملك فهد بن عبدالعزيز ...... حفظكم الله ورعاكم

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته ...... وبعد:

فان نباء وفاة الملك خادم الحرمين الشريفين الراحل الى الله تعالىٰ خالد بن عبدالعزيز تركنا مفجوعين مشدوهين ذاهلين۔ فانا لله وانا اليه راجعون۔ وان كل نفس ذائقة الموت وكل من عليها فان ويبقى وجه ربك ذوالجلال والاكرام۔

ان مسلمى باكستان عامة ومجلس تحفظ ختم النبوة خاصة تلفوا هذا النبا ببالغ الحزن والغم۔

ومما لَا شك فيه ولْامراء انه كان مفتاحا للخير ومغلاقا للشر وكذلك مما لَا يختلف فيه الْإثنان انه قام بجهود جبارة فى سبيل خدمة الْإسلام فى جميع نواحيه ومن مآشره الخالدة انه مازال سدًا منيعا امام جميع طواغيت العالم۔

بحزننا انه قد ترك فراشا هائلا لَا يكدر يملا الّا اننا كما ندعو الله تعالىٰ ان

یرزقه دوام نعمه المنهمرة فی فرادیس الجنان ندعو الله عزوجل .... ان یساعدکم علی تحمل ما وقع علی ماتقکم من ....

نسئل الله الکریم ان یلهم دویه الصبر والسلوان

وفی الختام تقبلوا منا اطیب التحیات وازة التسنیات

ابوالخلیل خان محمد

امیر مجلس تحفظ ختم النبوة باکستان

حضوری باغ روڈ ملتان

۱۴؍جون ۱۹۸۲ء

مکتوب گرامی نمبر:۶ ...... بنام جنرل محمد ضیاء الحق

حضرت امیر مرکزیہ کا صدر کے نام خط اور بیان

ملک کے ممتاز کثیر الاشاعت اخبار جنگ لاہور میں ایک خبر شائع ہوئی تھی، جس میں کہا گیا تھا کہ پاسپورٹوں کے لئے جو فارم پر کیا جارہا ہے، اس سے وہ عبارت حذف کر دی گئی ہے جس میں مدعی نبوت کا نام لے کر اس بات کا حلف دینا پڑتا تھا کہ میں مرزاغلام احمد قادیانی کو نہیں مانتا اور نہ ہی میرا قادیانی یا لاہوری گروپ سے کوئی تعلق ہے۔ مقصد یہ بتایا گیا تھا کہ یہ عبارت اس لئے حذف کی گئی ہے، تاکہ دلآزاری نہ ہو۔ چنانچہ اس خبر سے بے چینی کا پیدا ہونا لازمی تھا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت نے اس مسئلہ کی تہہ تک پہنچنے کے لئے پاسپورٹ فارم حاصل کئے۔ فارم دو قسم کے تھے ایک کے حلف نامہ میں عبارت درج تھی اور دوسرا فارم جو سفید کاغذ پر چھپا ہوا تھا، اس سے عبارت غائب تھی اور جگہ خالی تھی۔ چنانچہ مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے اسلام آباد دفتر کے انچارج اور مبلغ مولانا عبدالرؤف جتوئی نے وزیر داخلہ کے نام ایک درخواست لکھی، جس میں حقیقت حال کی وضاحت کرنے کے لئے کہا گیا اور ساتھ ہی مطالبہ کیا گیا کہ یہ عبارت دوبارہ شامل کی جائے اور جن لوگوں نے یہ کارروائی کی ہے کہ ان کے خلاف سخت کاروائی کی جائے۔ ۱۸؍مئی بروز منگل مجلس کا ایک وفد مرکزی جامع مسجد اسلام آباد کے خطیب حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب رکن مرکزی مجلس شوریٰ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی قیادت میں وزارت داخلہ کے اعلیٰ حکام سے ملا اور وہ درخواست پیش کی۔ وفد میں راقم الحروف (مولانا محمد حنیف سہارنپوری) اور مولانا عبدالرؤف جتوئی بھی شامل تھے۔ حکام کی یقین دہانی سے امید ہے کہ اصل حقیقت جلد ہی منظر

عام پر آ جائے گی۔ اس سلسلہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے مرکزی امیر مرشد العلماء پیر طریقت حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ نے ایک بیان جاری فرمایا اور ساتھ ہی صدر جنرل محمد ضیاء الحق کو ایک خط بھی روانہ کیا، جس کا متن حسب ذیل ہے:

بعالی خدمت جناب صدر مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان اسلام آباد

جناب عالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، مسلمانان پاکستان کو اس خبر سے انتہائی صدمہ پہنچا ہے کہ پاکستان پاسپورٹ فارم میں درج بیان حلفی حذف کر دیا گیا ہے، جس کے مطابق ہر مسلمان درخواست گزار کو حلفاً یہ اقرار کرنا پڑتا تھا کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو جھوٹا نبی سمجھتا ہے اور یہ کہ وہ قادیانی ولاہوری ہر دو گروہوں کو غیر مسلم اقلیت تصور کرتا ہے۔ حکومت کے اس اقدام کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اس سے قادیانی عقیدہ کے لوگوں کی دل آزاری ہوتی تھی۔

میں سمجھتا ہوں کہ حکومت میں مرزائیوں کے کچھ ایسے کل پرزے موجود ہیں کہ جو آئے دن مسلم اکثریت کے اس نظریاتی اسلامی ملک میں اس قسم کے اقدام کر کے مسلمانوں کی دل آزاری کرتے رہتے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ اس عظیم مسلم اکثریت کی دل آزاری کی قیمت پر آخر اس غیر مسلم اقلیت کی ایسی دلجوئی کی ضرورت ہی کیا آن پڑی ہے۔

یہ لادین اور مرزائیت نواز عناصر کبھی تو ووٹوں کے فارم پر ایسی عبارت کے اندراج کا سبب بنتے ہیں جو عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہو۔ کبھی ۱۹۷۳ء سے متفقہ آئین میں سے اس ترمیم کو خارج کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جس سے عقیدہ ختم نبوت کا آئینی تحفظ کیا گیا ہے اور اب یہ دل آزار اور تشویشناک خبر سامنے آئی ہے کہ پاکستان پاسپورٹ فارم پر درج شدہ مذکورہ بالا بیان حلفی حذف کر دیا گیا ہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر کی حیثیت سے میری آپ سے پرزور اور پرسوز گذارش ہے کہ پاکستان پاسپورٹ کے مذکورہ بالا بیان حلفی کو حذف کرنے کے احکام فوری طور پر منسوخ فرمائیں اور عامۃ المسلمین کے جذبات کو مجروح کرنے والوں کے خلاف سختی سے نوٹس لیں۔

بیان:

ممتاز عالم دین اور امیر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان وسجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف حضرت مولانا خان محمد صاحب نے اس خبر پر گہرے افسوس اور تشویش کا اظہار کیا ہے کہ پاکستان پاسپورٹ کے فارم میں موجود بیان حلفی کو حذف کر دیا گیا ہے۔ جس کے مطابق مسلمان درخواست گذار کو حلفاً یہ اقرار کرنا پڑتا تھا کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبوت کا جھوٹا دعویٰ دار سمجھتا ہے اور اس کو ماننے

والے قادیانی ولاہوری ہر دو قسم کے افراد کو غیر مسلم سمجھتا ہے۔ حکومت کے اس اقدام کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ مذکورہ عبارت قادیانی عقیدہ کے لوگوں کی دل آزاری اور اذیت کا باعث تھی۔

یہ مقصد جو مملکت خداداد میں مسلسل قربانیوں اور ۱۹۷۳ء کی بے مثال تحریک ختم نبوت کے نتیجے میں حاصل کیا گیا تھا۔ حکومت میں موجود مرزائیت نواز اور لادین عناصر اس مقصد کو زک پہنچانے کے درپے کیوں ہوگئے ہیں۔ ایسی کوششیں کئی بار پہلے بھی کی گئی ہیں۔ مثلاً کبھی تو ووٹوں کے اندراج کے فارم میں یہ عناصر ایسی عبارت درج کرانے کی کوشش کرتے ہیں جو عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہو اور کبھی اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین ۱۹۷۳ء میں اس ترمیم کو حذف کرانے کی کوشش کرتے ہیں جس کی رد سے انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے اور اب پاسپورٹ فارموں میں درج عبارتوں کو حذف کرانے کے احکام جاری کئے گئے ہیں۔ مولانا خان محمد صاحب نے فرمایا کہ ایسی کوششوں سے عظیم مسلم اکثریت کے جذبات مجروح ہوئے ہیں اور ہم بجا طور پر یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ حکومت اس قسم کا قدم اٹھانے سے پہلے خوب غور کر لے۔ لہٰذا ہم حکومت کی توجہ اس طرف دلاتے ہیں کہ وہ ان عناصر کے خلاف سختی سے نوٹس لے اور عامتہ المسلمین کے جذبات مجروح کرنے سے انہیں باز رکھے۔ نیز پاکستان پاسپورٹ کے مذکورہ بیان حلفی کو حذف کرنے کے احکام فوری طور پر واپس لے۔

(ہفت روزہ لولاک ج۱۹ ش۸، مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۸۲ء)

مکتوب گرامی نمبر: ۷

جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے زمانہ میں قومی اسمبلی، صوبائی اسمبلیاں اور سینٹ آف پاکستان کے ارکان کے انتخابات ہوئے۔ اس موقعہ پر حضرت قبلہؒ نے ان تمام اراکین کو ذیل کا والا نامہ تحریر فرمایا:

حالیہ انتخابات میں قومی، صوبائی وسینٹ کے نومنتخب اراکین کے نام

حضرت الامیر مولانا خان محمد صاحب کا مکتوب گرامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم ومحترم جناب .... دام مجدہ!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ،

مزاج گرامی! حالیہ انتخابات میں کامیابی پر میں آنجناب کو اپنی طرف سے اور اپنی پوری

جماعت کی طرف سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ ملک وملت کی جو گرانقدر ذمہ داریاں قوم کی جانب سے آپ کے سپرد کی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو ان کے ادا کرنے کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائیں، تا کہ آپ اپنی خداداد صلاحیتوں سے ملک وملت کا نام روشن کرنے میں کامیاب ہوں اور وطن عزیز کی تاریخ کا ایک نیا مگر سنہرا باب رقم کر سکیں۔

محترما! آج دنیا بھر کی نگاہیں پاکستان کی نومنتخب اسمبلی اور قومی نمائندوں کی مساعی پر لگی ہوئی ہیں۔ بلاشبہ یہ آپ کا اور آپ کے رفقاء کے فہم وتدبر اور صلاحیتوں کا شدید ترین امتحان ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس امتحان میں سرخرو فرمائیں۔ آمین!

محترما! پاکستان کی بنیاد اسلام پر ہے، اسلام ہی سے اس کا وجود ہے اور اسلام ہی سے اس کی بقاء ہے۔ اسلام کی پوری عمارت، جیسا کہ علامہ محمد اقبال نے فرمایا تھا۔ عقیدہ ختم نبوت پر استوار ہے اور عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی ہر مسلمان کا اوّلین فریضہ ہے۔ ہم آنجناب سے امید کرتے ہیں کہ محض رضائے الٰہی اور آنحضرت ﷺ کی شفاعت کے حصول کے لئے آپ عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی میں اہم ترین کردار ادا کریں گے۔ آج ہمارے ملک میں مدعی نبوت کاذبہ کے پرستاوں سے محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ بھی محفوظ نہیں۔ آنجناب سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ اس کی حفاظت وصیانت کے لئے بھرپور کوشش فرمائیں گے۔ آخر میں آپ کی کامیابی پر ایک بار پھر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

والسلام!

آپ کا مخلص: ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

امیر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان، ملتان

(ہفت روزہ لولاک مورخہ ۲۲؍مارچ ۱۹۸۷ء)

مکتوب گرامی نمبر:۸

حضرت الامیر مولانا خان محمدؒ کی اپیل

ختم نبوت دین کی بنیاد اور اساس ہے، وحدت امت کا راز اسی میں مضمر ہے، اس تشتت اور افتراق کی مسموم فضا میں یہی ایک پلیٹ فارم ہے جس پر تمام مکاتب فکر کے راہنما جمع ہیں۔ قادیانی جماعت کی بنیاد برطانوی سامراج نے امت کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے رکھی تھی۔

قادیانی اس وقت پاکستان میں افتراق وانتشار کو ہوا دے کر پاکستان کی سالمیت کو نقصان

پہنچانے کے درپے ہیں، پاکستان کے مختلف مقامات پر جارحیت کا ارتکاب کر کے امن عامہ کو تباہ کیا جارہا ہے، حکومتی ارکان خاموش تماشائی کا مجرمانہ کردار ادا کر رہے ہیں، جب کہ قادیانیوں کی جارحیت مسلمانوں کے لئے اب ناقابل برداشت ہوچکی ہے۔ ان حالات میں حکومت کا فرض ہے کہ وہ حالات وواقعات کی روشنی میں اپنی ذمہ داری کو پورا کرتے ہوئے قادیانی جماعت کو لگام دے، ورنہ اس کے خطرناک نتائج برآمد ہوسکتے ہیں، جس کا یہ ملک متحمل نہیں۔

سانحہ سکھر کے ملزمان کا کیس تاحال مارشل لاء میں سماعت کے لئے منظور نہیں ہوا۔ حالانکہ اس پر جتنی تاخیر ہوگی، عوام میں اتنی ہی بے چینی پھیلے گی۔ کیس کی تشویشناک سست رفتاری ناقابل فہم ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے مرتد کی شرعی سزا کے نفاذ کی سفارش کر دی ہے۔ مگر تاحال اس کو نافذ نہیں کیا گیا۔ یہ صورتحال مسلمانوں کے لئے انتہائی تشویشناک ہے۔ حکومت پاکستان کا فرض ہے کہ:

* امتناع قادیانیت صدارتی آرڈیننس پر مؤثر عملدرآمد کیا جائے، یہ اس کی اخلاقی اور قانونی ذمہ داری ہے۔
* ربوہ زمین کا غیرقانونی انتقال منسوخ کر کے اس کے باشندوں کو مالکانہ حقوق دیئے جائیں۔
* پاسپورٹ کی طرح شناختی کارڈ اور تعلیمی اسناد وغیرہ میں حلف نامہ کی بنیاد پر مذہب کے کالم کا اضافہ کیا جائے۔
* قادیانیوں کی عبادت گاہ کی ہیئت مسلمانوں کی مساجد سے مختلف متعین کی جائے۔
* انجمن احمدیہ کو خلاف قانون قرار دے کر اس کی تمام جائیداد بحق سرکار ضبط کی جائے۔
* مرتد کی شرعی سزا فوراً نافذ کی جائے۔
* ساہیوال کیس کا فیصلہ جلد از جلد سنایا جائے۔

یہ وہ مسائل ہیں جن پر حکومت کی فوری توجہ کی ضرورت ہے۔ یہ صرف مجلس عمل کی نہیں، پوری قوم کی آواز ہے۔ (ہفت روزہ لولاک مورخہ یکم رنومبر ۱۹۸۵ء)

مکتوب گرامی نمبر:۹

حضرت امیر مرکزیہ کا پیغام اہل اسلام کے نام

تمام تعریفیں مالک ارض وسما کے لئے۔ جو تمام کائنات کا بلاشرکت غیرے خالق ومالک ہے۔ کروڑوں، اربوں درود وسلام ہر لحہ وہر آن، اس ذات گرامی ﷺ پر جو وجود باعث تخلیق کائنات ہے۔

امابعد! ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے تمام راہنماؤں، کارکنوں، جماعتی احباب اور مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان میں شریک جماعتوں کے رفقاء مبارک باد کے مستحق ہیں کہ امت مسلمہ کی کامیاب محنت اور اخلاص بھری کاوشوں سے اندرون وبیرون ملک قادیانیت کے گرد دائرہ تنگ ہوتا جارہا ہے اوراب ہر جگہ قادیانیت کا دم گھٹ رہا ہے۔

اس سال جنوری کے اواخر میں تمام مسلمانوں کی خادم ورضا کار جماعت ''عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت'' نے فیصلہ کیا تھا کہ قادیانی جب غیر مسلم ہیں تو ان کا کوئی مردہ، قانوناً، شرعاً اور اخلاقاً مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن نہ ہونے پائے، وہ بھی باقی غیر مسلموں کی طرح اپنے مردے اپنے علیحدہ ''مرگھٹوں'' میں دفن کریں۔ ''عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت'' کا یہ ایک جائز شرعی وقانونی مطالبہ تھا، جس کی پشت پر شرعی وقانونی دلائل تھے، چنانچہ جماعت نے اشتہارات، پمفلٹ، رسائل، سرکلر، اور جماعتی ترجمان ہفتہ وار ختم نبوت انٹرنیشنل اور ہفتہ وار لولاک کے ذریعہ مہم چلائی۔ تمام مسلمانوں، جماعتی کارکنوں، مبلغین وعلماء، عامتہ المسلمین نے رائے عامہ کو بیدار کیا اور پورے ملک میں کراچی سے خیبر تک ایک منظّم تحریک کے ذریعہ اس کام کو آگے بڑھایا گیا۔ جس کے فوری چند نتائج سامنے آئے:

۱:... قادیانی جماعت کو اپنے غیر مسلم ہونے کا احساس ہوا۔

۲:... حکومتی ارکان وانتظامیہ کو ایک جائز مطالبہ پر عمل کرنا پڑا۔

۳:... ختم نبوت کے محاذ پر رائے عامہ بیدار ہوئی۔

چنانچہ جس کام کو مکمل کرنے کے لئے ۱۹۸۷ء کو ہم نے ہدف قرار دیا تھا، وہ کام صرف چند ماہ میں پورے ملک کے اہم شہروں، قصبات ودیہات میں جہاں پہلے سے قادیانی دھوکہ دیتے اور مسلمانوں کی آنکھوں میں مٹی ڈال کر غیر شرعی وغیر قانونی حرکت کرتے چلے آرہے تھے۔ وہاں پر مسلمانوں کی کوشش سے یا خود قادیانیوں نے مسلمانوں کے احتساب سے تنگ آکر اپنے علیحدہ قادیانی مرگھٹ حکومتی اراضی پر یا اپنی ملکیتی اراضی پر قائم کر لئے۔

اللہ رب العزت جو دلوں کے بھیدوں کو جانتے ہیں، گواہ ہیں کہ ہماری کوشش وکاوش کے صرف اور صرف دو مقصد تھے۔ ۱-اسلام وکفر، مسلم وکافر میں تمیز وحد قائم ہو۔ ۲-قادیانیوں کو احساس ہو کہ قادیانیت کو قبول کرنے کے بعد ان کا اسلام یا اہل اسلام سے کسی بھی قسم کا کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔ جب یہ احساس ان کے دلوں میں اجاگر ہوگا تو وہ اسلام یا مسلمانوں میں شامل ہونے کے لئے مضطرب ہوں گے اوراس طرح ان کو اسلام قبول کرنے کا موقع ملے گا۔

چنانچہ یہی ہوا، شادن لنڈ ضلع ڈیرہ غازی خان میں ایک قادیانی کی لاش کو مرزائی مسلمانوں

کے قبرستان میں دفن کرنا چاہتے تھے، مسلمانوں کے بیدار ہونے پر وہ اپنا مردہ وہاں دفن کرنے کی بجائے اپنے مرگھٹ ڈیرہ غازیخان لے گئے۔

جناب غلام حیدر خان حیدرانی بلوچ کو اس واقعہ سے دھچکا لگا کہ ایسا عقیدہ (قادیانیت) قبول کرنے کا کیا فائدہ کہ زندہ رہ کر مسلمانوں کی شادی بیاہ، نکاح، طلاق، نماز، روزہ، حج میں ہم شریک نہیں اور مرنے کے بعد بھی مسلمانوں کی نماز جنازہ اور اہل اسلام کے قبرستانوں سے محروم ہیں، اس پر انہوں نے غور وفکر کیا اور قدرت نے ان کی دستگیری فرمائی، نہ صرف وہ بلکہ ان کے خاندان کے ۳۰ سے زائد افراد حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور مرزائیت کے طوق لعنت سے قدرت نے ان کو چھٹکارا دیا۔

ان کے اس اقدام سے علاقہ کے مسلمانوں، علماء کرام اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو خوشی ہوئی۔ ان کے اعزاز میں جلسہ کا اہتمام کیا گیا، فقیر بھی اس محفل میں شریک ہوا۔ ان حضرات کے اسلام میں داخل ہونے کے عمل سے مسلمانوں کو جو خوشی ہوئی وہ قابل مشاہدہ تھی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے خدام نے ان بھائیوں کو اپنی آنکھوں کا تارا بنادیا، اس سے ایک دفعہ پھر حقیقت کھل کر سامنے آ گئی کہ قادیانیوں سے ہمارا اختلاف ذاتی نہیں۔ اگر آج وہ مرزا قادیانی پر چار حرف بھیج کر اسلام میں نئے سرے سے داخل ہو جائیں تو تمام مسلمانوں کو ان کے اس اقدام سے دلی خوشی حاصل ہوگی۔

اسی طرح شیر گڑھ ضلع ڈیرہ غازیخان میں جہاں مسلمانوں کی مسجد میں قادیانی مردہ کو آج سے ایک سال پہلے دفن کیا گیا تھا، جس کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے خدام نے تمام مسلمانوں کے تعاون سے بھرپور تحریک چلائی، خانقاہ عالیہ تونسہ شریف کے ایک مجاہد حافظ خواجہ عبد مناف نے مسلمانوں کو اکٹھا رکھنے میں مثالی کردار ادا کیا، کئی ماہ تحریک چلتی رہی، احتجاج جلسہ، جلوسوں، ہڑتال گرفتاریاں، نظر بندیاں، ظلم وستم، دھونس، دھاندلی، لاٹھی چارج تک معاملہ گیا، لیکن بالآخر مسلمانوں کے ایک جائز مطالبہ کے سامنے انتظامیہ اور قادیانیوں کو سرنگوں ہونا پڑا اور یوں ایک قادیانی مردہ مسلمانوں کی مسجد سے نکال دیا گیا۔

مگر خداوند کریم کی قدرت دیکھئے کہ پچھلے ہفتہ اس قادیانی مردہ کے بچیوں اور بیٹوں میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے دولت اسلام سے سرفراز فرمایا۔ سچ ہے کہ: **"یخرج الحی من المیت"**۔

میرے عزیزو! ان واقعات سے یہ بات آپ کے گوش گذار کرنا مقصود ہے کہ ہماری اس تحریک سے مرزائی مسلم تمیز قائم ہوئی۔ مرزائیت پسپا ہوئی۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی اور یہ کہ مرزائیوں کو قدرت نے اسلام قبول کرنے کا اس تحریک سے ایک موقع فراہم کیا۔ آج اللہ رب العزت کے حضور تمام ساتھیوں کی گردنیں جھک جانی چاہئیں اور سجدہ شکر بجالانا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ کام کرنے

کی توفیق مرحمت فرمائی، بارہا اخلاص کے ساتھ دعاؤں اور سجدۂ شکر کا ہمیں التزام کرنا چاہئے۔

اور ساتھ ہی اس پر نظر رکھنی چاہئے کہ یہ تحریک جو کامیابی سے ہمکنار ہوئی کہ کراچی سے خیبر تک قادیانی مردے مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن نہیں ہورہے، یہ تحریک ٹھنڈی نہ ہونے پائے اور اگر کہیں اس پر عمل نہیں ہورہا تو اس پر فوری توجہ فرمائیے۔

آخر میں تمام جماعتی احباب، کارکنوں، مخلص کرم فرماؤں اور تمام دینی جماعتوں کے رہنماؤں اور عامتہ المسلمین کو جہاں دل کی گہرائیوں سے اس کامیابی پر مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ جس کام کے لئے ہم نے ایک سال کی مدت مقرر کی تھی، وہ چند ماہ میں قدرت نے مکمل کر دکھایا، وہاں تمام مسلمانوں سے ایک اور بھی درخواست کرنا ہے۔ وہ کیا ہے؟ اس کے لئے جماعتی ہدایات کا انتظار فرمائیں۔

ختم نبوت کا کام دارین کی فلاح کا ضامن ہے۔ اس سے اللہ رب العزت کی رضا اور نبی رحمت ﷺ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ ختم نبوت کا کام جنت وشفاعت حاصل کرنے کا شارٹ کٹ راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی شفقتوں کا آپ حضرات پر دنیا وآخرت میں سایہ ہو۔ دعا گو:

فقیر: ابوالخلیل خان محمد

امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، خانقاہ سراجیہ، کندیاں شریف

(ہفت روزہ ختم نبوت کراچی، مورخہ ۹؍دسمبر ۱۹۸۷ء)

مکتوب گرامی نمبر: ۱۰

از دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

بخدمت عالی مرتبت عزت مآب جناب.................ممبر صوبائی اسمبلی

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی!

میں آپ کو صوبائی اسمبلی کا ممبر منتخب ہونے پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں، اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے عوام کے بھرپور اعتماد نے آپ کو اسلام اور ملکی سالمیت کے لئے کام کرنے کا سنہری موقع بخشا ہے۔ اس موقع پر یہ بات آپ کی شدید اور فوری توجہ کی متقاضی ہے کہ عقیدہ ختم نبوت دین اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ چودہ سو سال سے امت اس مسئلہ پر متفق چلی آرہی ہے۔ قادیانیت کا وجود ختم نبوت کے خلاف ایک مغربی استعماری سازش ہے۔

۱۹۷۴ء میں پاکستان نیشنل اسمبلی نے متفقہ طور پر جناب ذوالفقار علی بھٹو کے دور وزارت میں قادیانیوں کے متعلق عوامی تحریک کے بعد آئین پاکستان ۱۹۷۳ء میں ایک متفقہ ترمیم کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔

۱۹۸۴ء میں عوامی تحریک کے بعد سابق صدر مملکت پاکستان جناب جنرل محمد ضیاء الحق نے تعزیرات پاکستان میں ترمیم کر کے قادیانیوں کو اسلامی اصطلاحات استعمال کرنے سے روک دیا۔ قادیانی لابی ان آئینی ترمیمات کو اب ختم کرانے کے درپے ہے۔ آنجناب سے استدعا ہے کہ اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ فرما کر شفاعت نبوی کے مستحق بنیں۔

ایک مرتبہ پھر میری اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے مبارک باد قبول فرمائیں۔

فقیر خان محمد عفی عنہ
مرکزی امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
۲؍دسمبر ۱۹۸۸ء، حضوری باغ روڈ ملتان

مکتوب گرامی نمبر:۱۱

باسمہ تعالیٰ!

انا خاتم النبیین لَا نبی بعدی (الحدیث)

جناب مکرم ....زیدہ مجدکم!

سلام مسنون، مزاج گرامی!

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے دین اسلام کی تبلیغ واشاعت اور فرق ہائے باطلہ کی تردید کا جو کام کیا ہے، وہ ایک ریکارڈ ہے۔

پاکستان کے علاوہ بنگلہ دیش، انڈونیشیا، سنگاپور، ملائشیا، سری لنکا، تھائی لینڈ، متحدہ عرب امارات، امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی اور جزائر فجی وغیرہ میں مجلس کے اکابر ومبلغین کی تبلیغی مساعی سے اللہ تعالیٰ نے ہزاروں لوگوں کو دولت اسلامی کی نعمت سے نوازا اور لاکھوں کی زندگیاں اسوۂ رسول ﷺ کے سانچہ میں ڈھل گئیں۔

اس وقت وطن عزیز میں مجلس کے ۴۰ مبلغین، ۱۰ مدارس عربیہ ومساجد، ہفتہ وار لولاک کے ذریعہ خدمت اسلام ہو رہی ہے، جب کہ دنیا کی متداول زبانوں میں لاکھوں کی تعداد میں لٹریچر چھپ کر

مفت تقسیم ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے مرزائیوں کی خالص آبادی ربوہ میں مدارس و مساجد کی بنیاد رکھی جو ماشاء اللہ کامیابی سے ہمکنار ہے۔

اسی طرح ربوہ جو منکرین ختم نبوت کا قلعہ تھا، اس میں رحمت عالم ﷺ کی صدائے برحق پہنچ رہی ہے، انوار و برکات کا نزول ہو رہا ہے اور منکرین ختم نبوت کی ظلمت چھٹ رہی ہے۔

مجلس کے آئندہ اہم منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے دامے درمے قدمے سخنے مجلس کی اعانت فرمائیں، زکوٰۃ و صدقات واجبہ شریعت کی روشنی میں صحیح مصرف پر خرچ کئے جاتے ہیں۔

جملہ رقوم مقامی مبلغین یا ناظم دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان فون: 061-4783486 کو بھیج کر رسید حاصل کریں۔

فقیر تمام اہل اسلام اور اپنے متعلقین و جماعتی احباب سے درخواست کرتا ہے کہ مجلس کی مالی اعانت کے ساتھ ساتھ شب و روز عاجزی اور انکساری سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مسئلہ ختم نبوت اور عظمت اسلام کے کام میں مجلس کا حامی و ناصر ہو۔ فقط والسلام!

فقیر ابوالخلیل خان محمد خانقاہ سراجیہ
امیر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان ملتان

مکتوب گرامی نمبر: ۱۲

(صدرِ مملکت غلام اسحٰق خان کے دورِ حکومت میں حضرت قبلہؒ نے ذیل کا کھلا خط تحریر فرمایا)

موجودہ حکومت کی قادیانیت نوازی

بخدمت عالی جناب مکرم و محترم .... زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی!

موجودہ حکمران اس وقت جس طرح قادیانیت نوازی کا مظاہرہ کر رہے ہیں، اس کی چند ایک مثالیں ملاحظہ ہوں:

وزیر اعظم معین قریشی صاحب ایم ایم احمد قادیانی کی دریافت ہیں، مبینہ طور پر اس کا نام اس نے پیش کیا۔ دونوں ورلڈ بینک میں ایک ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔ یہ کہ دونوں امریکہ کے آدمی ہیں۔

معین قریشی کی بیوی اور بیٹی کے قادیانی ہونے کی اطلاعات اخبارات میں چھپ چکی ہیں اور یہ کہ معین قریشی کا پریس سیکرٹری ریٹائرڈ کرنل اکرام اللہ قادیانی بتایا جاتا ہے۔

قادیانیوں نے تحفظ حقوق انسانی کمیشن کے نام پر ایک ادارہ قائم کیا۔ قادیانیوں نے امتناع قادیانیت آرڈیننس کی آڑ میں پاکستان اور اسلامیان پاکستان کو بیرونی دنیا میں اسی پلیٹ فارم سے بدنام کیا۔ عاصمہ جہانگیر (لاہور)، مجیب الرحمٰن ایڈووکیٹ (راولپنڈی) اور ائیر مارشل ظفر چوہدری ایسے متعصب وجنونی قادیانی اس کمیشن کے رکن تھے۔ اب موجودہ حکومت نے اسی کمیشن (تحفظ حقوق انسانی کمیشن) کو قانونی تحفظ دے کر وزارت داخلہ کے ماتحت کر دیا ہے اور ظلم یہ کہ عاصمہ جہانگیر اور خالد احمد ایسے قادیانی بھی اس کے رکن ہیں، گویا قادیانی مفادات کے تحفظ اور بیرونی دنیا سے پاکستان پر دباؤ ڈلوانے کے لئے خود حکومت پاکستان نے قادیانیوں کو ایک ادارہ قائم کر دیا ہے۔

حکومت نے اعلان کیا ہے کہ اقلیتوں کے ساتھ امتیازی قوانین کا جائزہ لینے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی جا رہی ہے، جس کی رپورٹ پر اقلیتوں سے متعلق قوانین کو بدل دیا جائے گا۔ اقلیتوں کے ساتھ کیا امتیازی سلوک ہو رہا ہے؟ سوائے قادیانیوں کے کوئی اقلیت موجودہ قوانین پر غیر مطمئن نہیں۔ صرف قادیانیوں کو اپنے غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے پر عدم اطمینان ہے جس کے لئے اندرونی طور پر وہ پاکستان کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے رہے۔ ان کے اس عدم اطمینان کو ختم کرنے کے لئے حکومت نے کمیشن مقرر کیا ہے کہ اس کمیشن کی رپورٹ پر قوانین میں حکومت ترمیم کرے گی۔

پاکستان میں بیسیوں ریٹائرڈ جج حضرات موجود تھے، لیکن وزیر قانون ومذہبی واقلیتی امور کے لئے ریٹائرڈ جسٹس اے ایس سلام کو لایا گیا۔ دنیا جانتی ہے کہ موصوف کا خاندان معروف قادیانی ظفر اللہ خان کے زیر اثر تھا اور خود سلام صاحب کی تعلیم وتربیت بھی چوہدری ظفر اللہ قادیانی کی رہین منت ہے۔ سلام صاحب نے اپنے فیصلوں میں جس طرح قادیانیوں کو تحفظ دیا، وہ سب باتیں ریکارڈ پر ہیں۔ یہ وہ خطرات ہیں جن سے آپ کو باخبر کرنا ضروری تھا۔ وزیر اعظم، وزیر قانون کی یہ مرزائیت نوازی پاکستان کے لئے سنگین خطرہ کا باعث اور اسلامیان پاکستان کے لئے کڑی آزمائش ہے۔

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا، اب موجودہ حکومت امت مسلمہ کی سوسالہ محنت پر پانی پھیرنا چاہتی ہے۔ اس سلسلہ میں ۱۰ ستمبر ۱۹۹۳ء کو پورے ملک کے خطیب حضرات جمعہ کے خطبات میں اظہار خیال فرمائیں گے۔ آپ سے بھی استدعا ہے کہ اپنی ذمہ داریوں کو

پورا فرمائیں۔حق تعالیٰ شانہ آپ کے حامی وناصر ہوں۔والسلام!

دعاگو: ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ — محمد یوسف لدھیانوی

امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت — نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

(ہفت روزہ لولاک ج۳۰ ش۲۱، ماہ ستمبر ۱۹۹۳ء)

مکتوب گرامی نمبر: ۱۳

حضرت قبلہؒ نے سعودی عرب کے سربراہ شاہ فہد کو قادیانی فتنہ سے متعلق خط تحریر فرمایا۔ شاہ فہدؒ کے بعد شاہ عبداللہ برسراقتدار آئے تو جدہ میں سو قادیانی پکڑے گئے۔حضرت قبلہؒ نے وہی خط پھر شاہ عبداللہ خادم الحرمین الشریفین کو بھجوایا۔تفصیل یہ ہے:

سعودی عرب میں ۱۰۰ سے زائد قادیانیوں کی گرفتاری!

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

۱۸رذی الحجہ ۱۴۲۷ھ مطابق ۹رجنوری ۲۰۰۷ روزنامہ اسلام کراچی کی خبر ذیل میں ملاحظہ ہو: ”سعودی حکومت نے ایک سو سے زائد قادیانیوں کو جدہ اور دیگر مقامات سے گرفتار کیا ہے۔ یہ قادیانی سعودی عرب کے مختلف شہروں میں غیرقانونی طور پر مقیم تھے اور بعض برطانیہ سے خود کو مسلمان ظاہر کر کے حج کے لئے آئے تھے۔گرفتار شدگان میں زیادہ کا تعلق ہندوستان سے ہے، ایک پاکستانی اور ایک شامی ہے، ان میں انصار اللہ کا ملک فاضل نامی اہم قادیانی رہنما بھی ہے۔ ذرائع کے مطابق جدہ میں قادیانیوں نے اپنا خفیہ مرکز بھی بنایا ہوا تھا، جس کو سیل کر دیا گیا ہے اور سعودی حکومت نے تمام ریکارڈ ضبط کر لئے ہیں۔ ذرائع کے مطابق گرفتار شدگان میں بعض بچوں سمیت قیام پذیر تھے۔سعودی حکومت نے گرفتار کر کے مردوں کو جیل بھیج دیا ہے اور ان کے خاندان کو ملک بدری کے احکام جاری کر دیئے ہیں۔“

اسلامیان وطن کو یاد ہوگا کہ جب پرویز حکومت نے مشین ریڈایبل پاسپورٹ بناتے وقت پاکستانی پاسپورٹ سے مذہب کا خانہ حذف کر دیا تھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے پاسپورٹ میں خانہ مذہب کی بحالی کے لئے تحریک چلائی تمام دینی جماعتوں کو ختم نبوت کے پلیٹ فارم پر جمع کیا گیا۔حق تعالیٰ نے کرم کا معاملہ فرمایا کہ پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ بحال ہوگیا۔

اس تحریک کے دوران میں ایسا موقع آیا کہ حکومت نے اس معاملہ پر حتمی رپورٹ کے لئے وفاقی وزیر دفاع جناب راؤ سکندر اقبال کی سربراہی میں چھ رکنی (شش جہتی) وزارتی کمیٹی بنائی۔ کمیٹی

کے سربراہ اور اراکین کو مجلس تحفظ ختم نبوت نے اپنا تحریری مؤقف ڈاک کے ذریعہ اور پھر مقامی علماء کے ذریعہ فرداً فرداً ملاقاتیں کر کے پہنچایا۔ جناب راؤ سکندر اقبال سے جمعیت علماء اسلام کے رہنماء حضرت مولانا سید امیر حسین گیلانی کی قیادت میں مقامی تمام دینی قیادت نے ان کی رہائش گاہ پر ملاقات کی۔ اس دوران میں قادیانی جماعت چناب نگر کے شمیم احمد قادیانی (ستارہ امتیاز ملٹری) نے اپنا تحریری نقطۂ نظر بھجوایا۔ اس کی ہمیں بھی اپنے ذرائع سے کاپی مل گئی، اس میں قادیانی جماعت نے مؤقف اختیار کیا کہ:

''امریکہ، جرمنی، برطانیہ، مغربی افریقی ممالک اور بھارت وغیرہ سے ہر سال حج وعمرہ پر ہمارے (قادیانیوں کی) بہت بڑی تعداد حرمین شریفین جاتی ہے۔''

اس قادیانی خط کو بنیاد بنا کر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ شیخ المشائخ، خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم نے اس وقت کے سعودی فرمانروا جناب شاہ فہد بن عبدالعزیز کو تحریری طور پر درخواست بھیجی کہ آپ حج وعمرہ کے لئے اپنے دنیا بھر کے سفارت خانوں کو ایک حلف نامہ مرتب شدہ جاری کریں۔ وہ تحریری حلف نامہ حج وعمرہ کے لئے درخواست دہندہ سے پر کرائے بغیر حج وعمرہ کا ویزہ جاری نہ کریں۔ اس حلف نامہ میں ختم نبوت کا اقرار اور مرزا غلام احمد قادیانی کے کذاب ودجال وکافر ہونے پر حلف لیا جائے۔ تاکہ دنیا بھر سے کوئی قادیانی حرمین شریفین نہ جاسکے۔

حضرت مولانا مفتی محمد اسلم ناظم اعلیٰ جمعیت علماء برطانیہ، حضرت مولانا قاری محمد اسماعیل رشیدی نے برطانیہ میں رابطہ عالم اسلامی کے ذمہ داران سے اور خود سعودی وزارت داخلہ سے بھی بات چلائی۔ رابطہ عالم اسلامی کا مکہ مکرمہ میں اجلاس طے پایا۔ اس میں یہ مسئلہ بھی زیر بحث آنا تھا کہ جناب شاہ فہد کا انتقال ہوگیا۔ اس کے باعث رابطہ کا اجلاس نہ ہوسکا اور مسئلہ وہیں کا وہیں رہ گیا۔

جناب شاہ فہد مرحوم کے بعد سعودی عرب کے سربراہ جناب شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز مقرر ہوئے تو مجلس تحفظ ختم نبوت نے جن گیارہ حضرات کو خطوط بھجوائے ان کے پتہ جات ونام یہ ہیں:

۱...... خادم الحرمین الشریفین الملک عبداللہ بن عبدالعزیز آل السعود ملک المملکة العربیة السعودیة الریاض المکتب الخاص۔

۲...... صاحب السموالملکی الأمیرسلطان بن عبدالعزیز آل السعود ولی العهد ووزیرالدفاع والطیران والمفتش العام الریاض المکتب الخاص المملکة العربیة السعودیة۔

۳...... صاحب السموالملکی الأمیرسعود الفیصل وزیرالخارجیة الریاض المکتب الخاص المملکة العربیة السعودیة۔

۴...... صاحب السمو الملکی الأمیر نایف بن عبدالعزیز آل السعود وزیر الداخلیة الریاض المکتب الخاص المملکة العربیه السعودیة۔

۵...... معالی الشیخ صالح الحصین رئیس شؤون المسجد الحرام والمسجد النبوی الشریف مکة المکرمة المملکة العربیة السعودیة۔

۶...... معالی الشیخ صالح بن عبدالعزیز آل الشیخ مفتی عام المملکة ووزیر الشؤون الإسلامیة الریاض المکتب الخاص المملکة العربیة السعودیة۔

۷...... معالی الشیخ علی بن عبدالرحمن الحذیفی امام وخطیب المسجد النبوی الشریف المدینة المنوره المملکة العربیة السعودیة۔

۸...... معالی الشیخ عبدالله السبیل امام وخطیب المسجد الحرام المکة المکرمة المملکة العربیة السعودیة۔

۹...... معالی الدکتور عبدالله بن عبدالمحسن الترکی الأمین العام لرابطة العالمی الإسلامی المکة المکرمة المملکة العربیة السعودیة۔

۱۰...... فضیلة الشیخ محمدبن ناصر العبودی المساعد للامین العام لرابطة العالم الإسلامی مکتب رابطة العالم الإسلامی المکة المکرمة المملکة العربیة السعودیة۔

۱۱...... معالی سفیر المملکة العربیة السعودیة المبعوث الی اسلام آباد باکستان۔

ان تمام حضرات کو عربی میں جو خطوط بھجوائے ان کا متن یہ ہے:

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته ...... وبعد!

فجلالتکم علی علم أن المتنبی ”المیرزا غلام احمد قادیانی“ ادعی النبوة بالهند فی أوائل ۱۹۰۰ المیلادیة وحرف فی الکتاب والسنة وسخر بالأنبیاء علیهم السلام وکان عمیلا للإستعمار وأعداء الإسلام۔ ثم ان العالم الإسلامی یستنکر ویحتج علی أعمال اسرائیل الوحشیة من القتل والتدمیر، بینما هؤلاء القادیانیون الذین یسمّون أنفسهم ”بالأحمدیین“ لهم مرکز موجود فی اسرائیل هٰکذا أصبحت هذه الشرذمة القلیلة ربیبة الصهیونیة والغرب۔

ان علماء الهند وباکستان قاموا ضد هٰذه الفتنة منذ نشأتها وأفتوا بکفر هذا

المتنبى وأتباعه، وكشفوا كفرهم أمام الأمة الإسلامية، وطالبوا الحكومة الباكستانية باعتبارهم أقلية غير إسلامية كاليهود والنصارىٰ والهندوس، فأصدر البرلمان الباكستانى قرارًا بالإجماع باعتبارهم أقلية غير اسلامية فى دستور باكستان سنة ١٩٧٤ء كما أن المحاكم القانونية فى باكستان أصدرت حكما بكفرهم أيضا۔

ان رابطة العالم الإسلامى بمكة المكرمة لها جهود مشكورة فى اصدار القرار باعتبار القاديانية أقلية غير اسلامية فى دستور باكستان وانها قد أدّت فرض الكفاية عن الأمة الإسلامية، ومهما قدّمنا الشكر والتقدير الى المملكة العربية السعودية على خدمات جلالة الملك فيصل الشهيد رحمه الله تعالىٰ فى هذا الصدر لَا نوفى حقه۔

ان القاديانيين غير مسلمين لذلك منعتهم المملكة عن الدخول فى حدود الحرمين الشريفين وببركة جهود علماء باكستان والأحزاب الدينية السياسية أضيف بند الديانة فى جواز السفر الباكستانى منذ أكثر من ٢٥ عاماً ولٰكن بمؤامرة قاديانية فى الحكومة الموجوده أزيل بند الديانة من جواز السفر الباكستانى، فقام العلماء والأحزاب السياسية الدينية بالإستنكار وصارت مظاهرات من الشعب المسلم طالبوا الحكومة باعادة هذا البند الى جواز السفر، فاضطرت الحكومة الى اعادة بند الديانة الى جواز السفر۔

ومما يعجبنا أن بعض القاديانيين من خارج باكستان مع حظر المملكة العربية السعودية غير المسلمين الى دخول الحرمين الشريفين۔ يدخلون الحرمين الشريفين معتمدين على الكذب والزور، كما صرح به أحد الضباط القاديانى المتقاعد۔ فالقاديانى الباكستانى لأجل بند الديانة فى الجواز لَا يحصل على تأشيرة الحج والعمرة، اذًا لَا يمكنه الدخول الى الحرمين الشريفين۔ ولكن القاديانيين الذين يقيمون خارج باكستان ويحملون الجنسيات الأخرى الأوروبية والأمريكية والأفريقة فهم يحصلون على تأشيرة الحج والعمرة من السفارات السعودية فى تلك البلاد ويدخلون الحرمين الشريفين لأن أسماءهم كأسماء المسلمين۔

فالرجاء من حكومة خادم الحرمين الشريفين أن تتأكد من منع دخول القاديانيين الى حدود الحرمين الشريفين، وخير وسيلة لمنعهم أن تضيف بندا فى استمارة الحج والعمرة يحلف فيها المتقدم أنه يؤمن بمحمد صلى الله عليه وسلم خاتم

النبيين، ويكفر كل من يدعي النبوة بعد النبي صلى الله عليه وسلم، خصوصًا المتنبي القادياني الميرزا غلام احمد ومن المعلوم أن اتباع القادياني لَا يوقّعون على هذه الْإستعمارة فيمنعون عن منع التأشيرة، فلايدخلون الحرمين الشريفين۔

ان اهتمام المملكة بهٰذه القضية فيه الحفاظ على عقيدة ختم النبوة من ناحية، وكشف كفر المتنبي الميرزا غلام احمد القادياني أمام المسلمين من ناحية أخرى وينسد الباب قانونيًا أمام القاديانيين عن دخول الحرمين الشريفين۔

فالرجاء من حكومة خادم الحرمين الشريفين قبول هذا الطلب تستحقون به كل تقدير واكرام من المسلمين في العالم الْإسلامي ودعواتهم، ودمتم لخدمة الْإسلام والمسلمين۔

والسلام!

خان محمد عفى عنه

رئيس مجلس تحفظ ختم النبوة العالمي

المكتب الرئيسي ملتان، باكستان

اس کا ترجمہ یہ ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم!

بخدمت جناب ....صاحب!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ مزاج گرامی!

آپ بخوبی جانتے ہیں کہ ہندوستان کے ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی نے اوائل ۱۹۰۰ء میں جھوٹا نبوت کا دعویٰ کیا۔ قرآن وسنت میں تحریف کا مرتکب ہوا۔ انبیاء علیہم السلام کی اس نے تضحیک وتحقیر کی۔ غیرملکی اسلام دشمن طاقتوں کا یہ آلہ کار تھا اور جبکہ پوری دنیائے اسلام اسرائیل کی چیرہ دستیوں پر نوحہ کناں ہے، اس جھوٹے مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار قادیانی گروپ ولاہوری گروپ جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں، ان کا مرکز اسرائیل میں بھی قائم ہے اور یوں یہ گروہ صیہونیت ومغربیت کا پروردہ ہے۔ برصغیر کے علمائے کرام کی کوششوں سے قادیانیوں کا کفر پوری دنیا پر واضح ہوا۔ اعلیٰ عدالتوں کے فیصلے‘ پارلیمنٹ کا فیصلہ اس پر شاہد وناطق ہے۔

قادیانیوں کو آئینی طور پر غیرمسلم اقلیت قرار دلوانے کے لئے عالم اسلام کے ممتاز دینی ادارہ رابطہ عالم اسلامی مکۃ المکرّمہ کی جدوجہد پوری امت کی طرف سے فرض کفایہ ہے۔ جلالۃ الملک شاہ فیصل

مرحوم کی گرانقدر سنہری خدمات پر سعودی عرب کو جتنا خراج تحسین پیش کیا جائے، کم ہے۔

قادیانی چونکہ غیرمسلم ہیں۔ سعودی حکومت نے ان کے حدود حرمین میں داخلہ پر پابندی عائد کی۔ پاکستان کے علمائے کرام اور دینی جماعتوں کی جدوجہد سے پاکستانی پاسپورٹ میں خانہ مذہب کا اضافہ کیا گیا۔ اب حال ہی میں پھر قادیانیوں نے پاکستان میں سازش کر کے پاکستانی پاسپورٹ سے خانہ مذہب حذف کرایا جو اب علمائے اسلام کی کوششوں سے بحال ہو گیا ہے۔

جن دنوں پاکستانی پاسپورٹ میں خانہ مذہب کی بحالی کے لئے بات چیت چل رہی تھی تو حکومت پاکستان نے چھ رکنی وزارتی کمیٹی قائم کی جس نے علمائے اسلام کا موقف سن کر پاسپورٹ میں مذہب کے متعلق سفارش کرنی تھی، اس موقع پر قادیانی جماعت کی طرف سے ایک سابق فوجی قادیانی شمیم احمد خالد نے ایک خط اردو میں کمیٹی کے سربراہ کو ارسال کیا۔ وہ لف ہذا ہے:

ہمیں یہ پڑھ کر حیرت ہوئی کہ سعودی حکومت کی غیرمسلموں کے لئے حدود حرمین میں پابندی کے باوجود پاکستان کے علاوہ دوسرے ممالک جیسے افریقہ، امریکہ اور یورپ کے قادیانی حج پر جاتے ہیں، قادیانی گروہ غیرمسلم ہونے کے باوجود حرمین شریفین میں داخلہ کے لئے جھوٹ کا سہارا لیتا ہے۔ پاکستانی پاسپورٹ میں خانہ مذہب اور پاسپورٹ کے فارم میں ختم نبوت کا حلف نامہ ہونے کے باعث ان کے لئے حرمین شریفین میں جانا ممکن نہیں رہا۔ البتہ دوسرے ممالک سے قادیانی حج وعمرہ کا سعودی ویزہ لے کر حرم شریف جاتے ہیں، جیسا کہ قادیانی کے خط سے ظاہر ہے۔ تو آپ سے استدعا ہے کہ:

سعودی حکومت ان کے حدود حرمین شریفین میں داخلہ کے روکنے کے عمل کو یقینی بنائے۔ مناسب ہوگا کہ حج وعمرہ کے ویزا کے حصول کے لئے سعودی حکومت جو فارم مہیا کرتی ہے اس میں ایک حلف نامہ لازمی طور پر شامل کیا جائے۔ جس میں ختم نبوت کا اقرار اور جھوٹے نبیوں بالخصوص مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر کا واضح ذکر ہو اور ہر وہ شخص جو حج وعمرہ کے ویزا کے حصول کا خواہش مند ہو وہ اسے پر کرے۔ اب ظاہر ہے کہ قادیانی اپنے جھوٹے مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر پر دستخط نہیں کریں گے۔ تو یوں ان کے حدود حرمین میں داخلہ کی روک ہو جائے گی۔ اس حلف نامہ کے بغیر کسی کو حج وعمرہ کا ویزا نہ دیا جائے۔

آپ کی اس معمولی کاوش سے جہاں رحمت عالم ﷺ کی ختم نبوت کا تحفظ ہوگا، وہاں جھوٹے مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کا کفر تمام مسلمانوں پر واضح ہوگا اور حدود حرمین شریفین میں ان کا آئینی وقانونی طور پر داخلہ بند ہو جائے گا اور سعودی حکومت کے قانون پر عمل درآمد یقینی ہو جائے گا۔

امید ہے کہ اس کے لئے فوری اقدام کر کے عالم اسلام کے مسلمانوں کو قادیانیوں کی چیرہ دستیوں سے محفوظ فرمائیں گے۔

والسلام!
خان محمد عفی عنہ
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
دفتر مرکزیہ ملتان پاکستان

یہ خط دار العلوم دیوبند، ندوہ، لکھنؤ، بنگلہ دیش، جمعیت علماء برطانیہ، وفاق المدارس پاکستان، دنیا کی دیگر اسلامی تنظیمات کو بھی بھجوائے گئے کہ آپ اپنی اپنی طرف سے سعودی گورنمنٹ سے مطالبہ کریں کہ وہ دنیا بھر کے حج وعمرہ کے عازمین کو ویزا جاری کرنے سے قبل ختم نبوت پر ایمان اور منکر ختم نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر پر دستخط کرائے بغیر ویزا جاری نہ کریں، چنانچہ دنیا بھر سے یہ مطالبہ ہوا۔ حضرت مولانا محمد مکی، حضرت مولانا سعید عنایت اللہ مکی، حضرت مولانا ملک عبدالحفیظ مکی اور ان کے گرامی قدر رفقاء سے ملاقاتیں کر کے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے متذکرہ بالا محضر نامہ دیا اور تفصیل عرض کی۔ ان حضرت نے رابطہ کے حضرات سے ملاقاتیں کیں۔

(ماہنامہ لولاک ملتان محرم الحرام ۱۹۲۸ء)

مکتوب گرامی نمبر: ۱۴

عزت مآب جناب فاروق ایچ نائیک صاحب چیئرمین سینٹ، محترمہ ڈاکٹر فہمیدہ مرزا صاحبہ سپیکر قومی اسمبلی، جناب بابر اعوان صاحب وفاقی وزیر قانون، ودیگر جملہ اراکین پارلیمنٹ اسلامی جمہوریہ پاکستان

مکرمی محترمی جناب .... السلام علیکم! مزاج گرامی

گزارش ہے کہ جناب سرور کائنات حضرت محمد ﷺ اللہ رب العزت کے آخری نبی ہیں اور ان کی ختم نبوت کا یہ عقیدہ چودہ برس سے امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ چلا آرہا ہے۔ اسی طرح جناب نبی اکرم ﷺ کی عزت وناموس کا تحفظ دنیا کا ہر مسلمان اپنا ایمانی فریضہ سمجھتا ہے اور اپنی جان سے بھی بڑھ کر اس کے تحفظ کے لئے کوشاں رہنے کو باعث سعادت ونجات سمجھتا ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مسلمانوں کے اسی اجماعی عقیدہ کے تحفظ اور ایمانی جذبات کی ترجمانی

کے لئے گذشتہ ساٹھ برس سے وطن عزیز پاکستان اور دنیا کے دیگر بہت سے ممالک میں سرگرم عمل ہے۔ مسلمانوں کو ان کے عقیدہ وثقافت سے محروم کرنے اور فکری وذہنی انتشار کا شکار بنانے کے لئے استعماری قوتوں نے سازش کے تحت امت مسلمہ میں جو فتنے کھڑے کئے۔ ان میں ایک بڑا فتنہ قادیانیت کا ہے۔ جس کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی نے مفکر پاکستان ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کے بقول نئی نبوت اور نئی وحی کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کے مرکز عقیدت واطاعت کو تبدیل کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔

مفکر پاکستان علامہ اقبالؒ نے قادیانیت کی حقیقت کو جس علمی وفکری انداز میں دنیا کے سامنے آشکارا کیا ہے۔ اس سے اس سازش کے پس منظر کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے اور پنڈت جواہر لال نہرو کے ساتھ اس مسئلہ پر علامہ اقبالؒ کی خط وکتابت نے اس عظیم فتنے کے فکری، تہذیبی اور سماجی پس منظر کو علمی حلقوں کے سامنے طشت از بام کر کے رکھ دیا۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قیام کے بعد ملک کے دینی وسیاسی حلقوں نے علامہ محمد اقبالؒ کے انہی ارشادات اور توضیحات کی روشنی میں قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر معاشرتی درجہ دینے کی تحریک چلائی تھی۔ جو مسلسل جدوجہد اور قربانیوں کے بعد ۱۹۷۴ء میں اپنے منطقی نتیجے تک پہنچی اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ نے وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی قیادت میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر نہ صرف ایک دیرینہ مسئلہ کو ہمیشہ کے لئے حل کر دیا بلکہ اس سے مفکر پاکستان علامہ اقبالؒ کے خوابوں کو بھی تعبیر مل گئی۔

مگر قادیانیوں نے اس وقت اپنے بارے میں:

- اسلامی جمہوریہ پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ۔
- پورے عالم اسلام کی نمائندہ تنظیم ''رابطہ عالم اسلامی'' اور
- سپریم کورٹ آف پاکستان
- دنیائے اسلام کے تمام مکاتب فکر کے علمی مراکز اور حلقوں

کے متفقہ فیصلوں کو مسترد کرتے ہوئے خود کو مسلمان تسلیم کرانے اور پارلیمنٹ کے فیصلے کو ناکام بنانے کی مہم شروع کر رکھی ہے، جسے ان کے استعماری آقاؤں اور پاکستان کے اسلامی نظریاتی تشخص کی مخالف بین الاقوامی لابیوں کی حمایت اور پشت پناہی حاصل ہے اور اسی پس منظر میں عالمی حلقوں کی طرف سے پاکستان پر:

۱- قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے اور انہیں اسلام کا نام اور اصلاحات وشعائر کے استعمال سے روکنے کے دستوری وقانونی اقدامات کو ختم کرنے۔

۲- جناب نبی اکرم ﷺ کے ناموس وعزت کے تحفظ کے قوانین کو غیر مؤثر بنانے۔
۳- دستور پاکستان کی اسلامی دفعات بالخصوص قرارداد مقاصد میں ترامیم کرنے۔
۴- حتیٰ کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نام سے اسلامی کا لفظ حذف کرنے کے لئے مسلسل دباؤ ڈالا جارہا ہے۔

ان حالات میں جب کہ دستوری ترامیم کا نیا پیکج پیش کرنے کے لئے پارلیمنٹ کی قائم کردہ ''دستوری ترامیم کمیٹی'' اخباری رپورٹ کے مطابق ۲۳؍مارچ تک ترامیم کا مسودہ پارلیمنٹ کے سامنے پیش کرنے کی تیاری کر رہی ہے اور مختلف حلقوں کی طرف سے اسلامی دفعات کے بارے میں منفی مطالبات سامنے آرہے ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سمیت ملک کے تمام دینی حلقوں کی تشویش ہے کہ نئی دستوری ترامیم کے ذریعہ خدانخواستہ دستور کی اسلامی دفعات بالخصوص ۱-قرارداد مقاصد۔ ۲-عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی دستوری دفعات اور ۳-تحفظ ناموس رسالتؐ کے قانون کو ختم یا غیر مؤثر کرنے کی کوئی منفی کوشش کامیاب نہ ہوجائے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے اسلامی نظریاتی تشخص، جناب رسالت مآب ﷺ کی عزت وناموس کے تحفظ اور عقیدہ ختم نبوت کی پاسداری میں خود آنجناب کے جذبات بھی کسی دوسرے مسلمان سے کم نہیں ہیں اور آپ بھی ان امور پر ہماری طرح ہی عقیدہ وجذبات رکھتے ہیں، لیکن اپنے جماعتی اہداف اور مشن کے حوالہ سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اس سلسلہ میں آنجناب کو یاددہانی کرانا اپنی ذمہ داری سمجھتی ہے اور اسی جذبہ کے تحت آپ کی خدمت میں یہ عریضہ پیش کیا جارہا ہے۔

ہمیں امید، بلکہ یقین ہے کہ آپ اپنا ملی ودینی فریضہ سمجھتے ہوئے اس مسئلہ کو خصوصی توجہ اور ترجیحات سے نوازیں گے اور جناب رسالت مآب ﷺ کی ختم نبوت اور ناموس کے تحفظ میں بھرپور کردار ادا کر کے خود کو آقائے نامدار ﷺ کی خصوصی شفقتوں اور شفاعت کا حقدار بنائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق دیں اور دونوں جہانوں کی خوشیوں اور سعادتوں سے نوازیں۔ آمین یا رب العالمین! والسلام!

آپ کا مخلص: (مولانا) خواجہ خان محمد عفی عنہ
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

٭٭٭

حضرت قبلہؒ کے خطوط

مجلس کے راہ نماؤں اور علمائے کرام کے نام

شیخ المشائخ حضرت اقدس خواجہ خان محمدؒ کی طرف سے مختلف اوقات میں دفتر مرکزیہ میں لکھے گئے خطوط سے چند منتخب خطوط پیش خدمت ہیں، جن میں حضرتؒ کی جماعت کے کام سے متعلق فکر نمایاں نظر آ رہی ہے۔ ہر کام کو مشاورت اور جلد از جلد پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے سرگرداں تھے۔

اسی طرح دوسرے چند ایک خطوط بھی پیش خدمت ہیں۔ رب کریم حضرتؒ کے فیض بے کراں کو جاری وساری رکھے، حضرت کی جماعت کے گلشن کو سرسبز وشاداب کھلتا مسکراتا رکھے۔ آمین۔

مکتوب گرامی نمبر:۱۵

مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کے نام

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم مولانا عبدالرحیم اشعر صاحب مطالعہ فرماویں کہ فقیر انشاء اللہ تعالیٰ جمعہ ۲۲؍ستمبر کو ملتان پہنچے گا، آپ اگر ہفتہ ۲۳؍ستمبر کو میٹنگ رکھ سکیں تو بہتر رہے گا۔ سردست میٹنگ انتظامیہ کی ہونی چاہئے۔ اسی میٹنگ میں شوریٰ کے اجلاس کے متعلق غور کرلیا جاوے گا۔ فقیر آپ کی صحت وعافیت اور سلامتی کا طالب ہے۔ مولا پاک نصیب فرماوے۔ آمین۔ فقیر کی طرف سے سب حضرات کو سلام مسنون۔ والسلام

از جھنگ ۱۶؍ستمبر ۷۹ء

مکتوب گرامی نمبر:۱۶

مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کے نام

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم جناب مولانا عبدالرحیم اشعر صاحب مطالعہ فرماویں کہ فقیر ۲۲؍اکتوبر کی شام کو کراچی بعافیت پہنچ آیا ہے۔صبح ۲۴؍اکتوبر کو ۴ بجے ایئر پورٹ پہنچنا ہے۔انشاء اللہ تعالیٰ۔

آج ۲۳؍اکتوبر کو ظہر کے بعد دارالعلوم بنوری ٹاؤن حاضری ہوئی، وہاں مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب، مولانا عبدالرزاق صاحب، مولانا محمد یوسف صاحب اور یعقوب باوا صاحب سے ملاقات ہوئی اور بہت سی باتیں ہوئی۔گزارش یہ ہے کہ مولانا محمد یوسف صاحب عید کی رخصتوں پر گھر آویں گے۔ واپسی پر ان کو مولانا محمد شریف صاحب جالندھری اور مولانا تاج محمود صاحب کے کراچی تشریف لانے کے لئے تاریخ مقرر کروادیں، تاکہ یہ حضرات کراچی میں دوتین روز اطمینان وسکون کے ساتھ دستور پر غور فرمالیں۔اس کے علاوہ مجلس کے لئے آئندہ لائحہ عمل کے متعلق کچھ غور وفکر کر کے کوئی پروگرام ترتیب دیدیں اور اس کا شوریٰ میں پیش ہونے کے لئے ایجنڈا کے طور پر اراکین کو بھیج دیا جاوے، تاکہ فقیر کے آنے پر شوریٰ کا اجلاس بلالیا جاوے۔فقیر انشاء اللہ تعالیٰ ۲۰؍نومبر تک واپسی کی کوشش کرے گا۔اس سے پہلے پہلے یہ کام ہوجانا چاہئے۔فقیر کی طرف سے سب حضرات کی خدمت میں سلام مسنون و دعوات۔ والسلام

از کراچی ۲۳؍اکتوبر ۷۹ء

مکتوب گرامی نمبر:۱۷

مولانا تاج محمودؒ کے نام

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم مولانا تاج محمود صاحب مطالعہ فرمائیں کہ فقیر ۳۰؍مئی سے لے کر ۱۴؍جولائی تک مسلسل سفر میں رہا اور ۱۴؍جون کو بعافیت خانقاہ پاک پہنچا۔یہاں بفضلہٖ تعالیٰ ہر طرح عافیت ہے۔والحمدللہ علی ذالک۔ ۳۰،۳۱؍مئی اور یکم جون اسلام آباد قیام رہا اور یکم جون کو رات عشاء کی نماز کے بعد وہ واقعہ (حضرت قبلہؒ کی گرفتاری) پیش آیا جس کی وجہ سے کراچی سے

لے کر بالا کوٹ اور کوئٹہ سے لے کر لاہور تک احتجاج ہوا۔ کوئٹہ سے ایک دوست نے جنگ اخبار جو کوئٹہ سے شائع ہوتا ہے اس کا ایک پرچہ بذریعہ ڈاک بھیجا، جس میں کوئٹہ میں احتجاجی خبریں، پشاور میں مسلسل دو جمعوں میں اکثر مساجد میں اسی مسئلہ پر خطیبوں نے خطاب کیا۔ مانسہرہ، بالا کوٹ، شنکیاری، ہری پور سے سینکڑوں تاریں صدر صاحب کو دی گئیں، بہرحال اس تھوڑے واقعہ کی بنا پر... اچھا خاصا کام ہو گیا۔

اسی دوران اسرائیل نے لبنان پر حملہ کیا اور فلسطینیوں کو نشانہ بنایا اور اپنے مقصد میں کامیاب رہا، اس کا بھی مسلمان عوام نے بہت اثر لیا اور شاہ خالد مرحوم کی موت نے تو تمام اہل اسلام کو غم سے نڈھال کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ فقیر نے جلالۃ الملک شاہ فہد کو جو تعزیت کا تار دیا ہے اور ایک تعزیت کا خط لکھا ہے، اس کی ایک ایک کاپی ارسال خدمت ہے۔ ۳۱ر مئی اور یکم جون کے جلسوں نے اسلام آباد میں (منکرین و مرتدین میں) زلزلہ کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ وہاں کے لئے اردو لٹریچر کی بہت زیادہ ضرورت ہے، آپ کا مرتب کردہ رسالہ ''عزائم'' بہت جلد کثیر تعداد میں وہاں پہنچنا چاہئے (حضرت کی ہدایت پر فوراً پہنچا دیا گیا) لوگ شورش کاشمیری مرحوم کے رسالہ مرزائیت نام کا شاید ہوگا، بہت پوچھتے تھے، مولوی عبدالرؤف صاحب اس سلسلہ میں پریشان تھا، اس کے پاس جو کچھ تھا وہ ختم کر چکا تھا... رمضان المبارک کی آمد ہے، گرمی شدت سے پڑ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کی برکات سے ہم سب کو مالا مال فرمائے۔ آمین۔

آپ کی صحت کا کیا حال ہے؟ ۳۱ر مئی کے جلسہ میں ہمدانی صاحب کی تقریر کامیاب رہی، آپ کی کمی شدت سے محسوس ہوئی اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ و شفائے عاجلہ عطا فرمائے اور اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے دیر تک سلامت باکرامت رکھے۔ آمین۔ فقیر کی طرف سے سب کو سلام و دعوات۔

والسلام از خانقاہ سراجیہ

۲۳ر شعبان ۱۴۰۲ھ، ۱۵ر جون ۱۹۸۲ء

مکتوب گرامی نمبر: ۱۸

مولانا تاج محمودؒ کے نام

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم و محترم جناب حضرت مولانا تاج محمود صاحب مدظلہ العالی مطالعہ فرماویں کہ لولاک کے ذریعہ اور محترم محمد اسلم صاحب کے ذریعہ علالت کی کیفیت معلوم ہوتی رہتی

ہے۔ دعائیں بھی جاری ہیں، اللہ تعالیٰ آثارِ قبولیت ظاہر فرماوے اور آپ کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرماوے اور اپنے دین حقۂ اسلام کی خدمت اور اشاعت اور صیانت کے لئے دیر تک سلامت باکرامت رکھے اور جملہ متعلقین کو آپ کی سرپرستی میں جمعیت وسکون کے ساتھ رکھے۔ آمین۔ فقیر کے گھر والوں کو قدرے افاقہ ہے، اللہ تعالیٰ ان کو بھی صحت و شفا عطا فرماوے۔ آمین۔ فقیر کی طرف سے سب کو سلام ودعوات۔ والسلام

از خانقاہ سراجیہ

مکتوب گرامی نمبر:۱۹

صاحبزادہ طارق محمودؒ کے نام

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم جناب طارق محمود صاحب سلمہ اللہ الرحمٰن مطالعہ فرماویں کہ آپ کا گرامی نامہ ملا، کوائف خیریت مطالعہ میں آئے، اسی دوران بالمشافہ ملاقات بھی ہو چکی ہے۔ فقیر دعا گو ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں آپ کی مساعی کو مشکورو بارآور فرمائے اور ہفت روزہ ''لولاک'' کو اپنے معیار ومواد اور افادیت اور فراست دین حق کے لئے اعلیٰ ترین کارکردگی کا ذریعہ بنائے رکھے اور دن دگنی اور رات چوگنی ترقی اور قبولیت نصیب فرمائے اور آپ کو مع جملہ متعلقین کرام ظاہری و باطنی خیر وبرکت عفو و عافیت، ہمت و سعادت و سلامتی دارین سے سرفراز فرمائے اور ذکر، شکر اور حسن عبادت کی توفیق ارزانی فرماوے۔ آمین۔

فقط والسلام مع الاکرام

مکتوب گرامی نمبر:۲۰

مولانا قاضی احسان احمد (مبلغ کراچی) کے نام

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم جناب قاضی احسان احمد صاحب مطالعہ فرماویں کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا، حالات سے آگاہی ہوئی۔ فقیر دعا گو ہے کہ خدائے پاک آپ کو صحت وعافیت کے ساتھ رکھے اور آپ کو اعمال خیر کا پابند بناوے اور جمعیت وسکون نصیب فرماوے۔ آمین۔ نماز پابندی سے پڑھا کریں، عشاء کی نماز کے بعد حتی الوسع گھر سے باہر نہ جایا کریں۔ فقیر بفضلہٖ تعالیٰ

بعافیت ہے۔ والحمدللہ علی ذالک۔ فقیر کی طرف سے سب کو سلام و دعوات۔

والسلام فقیر خان محمد عفی عنہ

۶ رصفر ۱۴۱۸ھ، ۱۳ رجون ۱۹۹۷ء

مکتوب گرامی نمبر:۲۱

مولانا اللہ وسایا کے نام

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم مولانا اللہ وسایا صاحب مطالعہ فرماویں کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ حالات سے آ گاہی ہوئی۔ فقیر کی طرف سے اجازت ہے۔ آپ حضرات مناسب موقع پر بیان جاری کر سکتے ہیں۔ فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے، والحمدللہ علی ذالک۔ فقیر آپ سب کی صحت وعافیت اور سلامتی کا طالب ہے۔ مولا پاک نصیب فرماوے۔ آمین۔

جنرل صاحب کے ساتھ ملاقات کے سلسلہ میں کیا کچھ ہوا ہے؟ مطلع فرماویں۔ فقیر کی طرف سے سب حضرات کی خدمت میں سلام مسنون۔

والسلام از خانقاہ سراجیہ

۱۹ رصفر ۹۸ھ، ۲۹ رجنوری ۱۹۷۸ء

مکتوب گرامی نمبر:۲۲

مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کے نام

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم جناب مولانا عبدالرحیم اشعر صاحب مطالعہ فرماویں کہ فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت سے ہے۔ والحمدللہ علی ذالک۔ فقیر آپ سب کی صحت وعافیت اور سلامتی کا طالب ہے۔ مولا پاک نصیب فرماوے۔ آمین۔ مولانا عزیز الرحمٰن صاحب فقیر کے بلانے پر تشریف لے آئے ہیں۔ جماعت کے حسابات کی پڑتال کے لئے تو مولانا کو آمادہ کرلیا گیا ہے، اس سلسلہ میں جملہ ریکارڈ آمد وخرچ ان کے حوالے کردیا جاوے۔ جماعت کا نقد روپیہ جو اس وقت بینک اور پیٹی میں موجود ہے۔ ان کو گنوادیا جاوے اور جس طرح مولانا اطمینان کرنا چاہیں ان کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں۔ خزانچی کے عہدہ کے لئے تو مولانا نے معذرت کی ہے۔

شوریٰ کے لئے ۱۹، ۲۰رفروری ۱۹۷۸ء کی تاریخ مقرر کر کے اراکین حضرات کو اطلاع دے دی جاوے۔ ایجنڈا مولانا تاج محمود صاحب کے مشورہ کے ساتھ تیار کرلیا جائے۔ فقیر انشاء اللہ تعالیٰ ۳رفروری کی شام کو روانہ ہوکر ۴رفروری کی صبح کو لاہور رہے گا ۵رفروری کو قافلہ (سرہند شریف) روانہ ہوگا اور ۶رفروری کو واپس لاہور پہنچے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ فقیر کی طرف سے سب احباب کو سلام مسنون و دعوات۔ والسلام از خانقاہ سراجیہ

۲۱رصفر ۹۸ھ، ۳۱رجنوری ۱۹۷۸ء

مکتوب گرامی نمبر:۲۳

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ کے نام

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم مولوی عزیز الرحمٰن صاحب مطالعہ فرماویں کہ آپ کے جمیع خطوط موصول ہوئے۔ کوائف سے آگاہی ہوئی، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس مشکل کو آسان فرماوے اور اس منصوبہ کی تکمیل فرماوے اور اس سلسلہ مین جملہ رکاوٹوں کو دور فرماوے اور جماعت کو داخلی و خارجی خلفشار سے محفوظ فرماوے اور اپنے نصب العین میں کامیابی کی راہیں کشادہ فرماوے۔ آمین۔

فقیر ۲۴رصفر کی شام کو لاہور روانہ ہوگا۔ ۲۵رصفر کو لاہور رہے گا، ۲۶رکو لاہور سے سرہند شریف روانگی ہوگی۔ یکم ربیع الاوّل کو واپسی ہوگی، دو ربیع الاوّل خانقاہ پہنچا ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

جنگ، راولپنڈی میں یہ بات آئی ہے اور ٹی وی دیکھنے والوں نے بھی یہ بات بتائی ہے کہ وزیر مذہبی امور نے بیان دیا ہے کہ ۱۲ربیع الاوّل کو جب صدر پاکستان نفاذ اسلامی کا اعلان کریں گے۔ اس وقت پاکستان کی ممتاز شخصیتوں کو بھی دعوت دیں گے اور ان کے سامنے وہ اعلان کریں گے اور ان سے تائیدی کلمات بھی کہلاویں گے، جن جن اشخاص کے نام ہیں، ان میں فقیر کا بھی نام ہے، ممکن ہے کہ یہ صورت حال پیش آوے، لہٰذا کراچی کا سفر اور دفتر میں حاضری میں شاید تاخیر ہوجائے۔ کنری کے سابق ناظم صاحب کا بڑا لمبا چوڑا خط آیا ہے۔

مولوی عبدالرؤف صاحب کے متعلق لکھا تھا کہ کچھ عرصہ ان کو کنری میں رہنے دیا جاوے، لہٰذا فقیر نے ان کو لکھ دیا ہے کہ مولوی صاحب وہاں رہیں لیکن اپنی کارکردگی کی اطلاع دفتر میں باقاعدہ دیتے

رہیں۔فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔ والحمدللہ علی ذالک۔فقیر آپ سب کی صحت و عافیت اور سلامتی کا طالب ہے۔مولا پاک نصیب فرماوے۔آمین۔فقیر کی طرف سے احباب کوسلام ودعوات۔

والسلام از خانقاہ سراجیہ

۲۳؍صفر ۹۹ھ، ۲۳؍جنوری ۱۹۷۹ء

مکتوب گرامی نمبر:۲۴

ایک مرید جناب عبدالمجید خان کے نام

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم جناب عبدالمجید خان صاحب مطالعہ کریں کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا، حالات سے آگاہی ہوئی۔فقیر دعا گو ہے کہ مولا پاک آپ سب کو صحت و عافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے اور سب کو صلاح وفلاح سے نوازے اور آپ کو اپنی یاد اور عبادت میں مصروف رکھے اور اپنے دینی و دنیاوی مقاصد میں کامیابی عطا فرماوے،اور ظاہری و باطنی جمعیت وسکون نصیب فرماوے۔آمین۔

ختم خواجگان کوضرور جاری رکھا جاوے اللہ تعالیٰ توفیق وآسانی عطا فرماوے۔آمین۔

دو چار منٹ کی تاخیر کا کوئی حرج نہیں ہے دراصل یہ لوگ سعودی عرب کی نقل کرتے ہیں۔ وہاں مغرب کی اذان کے بعد ۴، ۵ منٹ کی تاخیر کرتے ہیں۔فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔ والحمدللہ علی ذالک۔منی آرڈروں کی وصولی خلیل احمد کے سپرد ہے، اس کے نام اتھارٹی لیٹر ڈاک خانہ والوں کو دیا ہوا ہے۔فقیر کی طرف سے سب کوسلام ودعوات۔

والسلام فقیر خان محمد عفی عنہ

۱۸؍جمادی الاوّل ۱۴۱۲ھ، ۲۶؍نومبر ۱۹۹۱ء

مکتوب گرامی نمبر:۲۵

مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کے نام

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم مولانا عبدالرحیم صاحب مطالعہ فرماویں

کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ مندرجہ حالات سے آگاہی ہوئی جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ اس میں ہم دونوں برابر ہیں۔ اگر آپ اپنے کو اس عہدہ کا اہل نہیں سمجھتے، حالانکہ آپ کی ساری زندگی جماعت کے ساتھ وابستہ چلی آتی ہے۔ پہلے بھی آپ اس عہدہ پر رہے ہیں۔ اس کے باوجود آپ یہ سمجھتے ہیں تو پھر اس فقیر کی حالت تو نہایت ہی قابل رحم ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرماوے اور ہم سب کی کمزوریوں کو معاف فرماوے اور اپنی رحمت سے اپنی حفاظت میں رکھے اور ایک لحہ میں اپنی حفاظت سے علیحدہ نہ فرماوے۔ آمین۔

فقیر سفر میں تھا، فقیر کی عدم موجودگی میں یہ رجسٹری خط (لف ہذا) موصول ہوا ہے، اس پر پتہ واضح نہیں ہے، لہٰذا یہاں سے جواب نہیں دیا جاسکتا۔ آپ ان صاحب کے اس خط کو محفوظ رکھیں اور اس کو بلوا کر یہ روپے اس کے حوالے کریں، اگر جماعت منظوری نہیں دے گی تو پھر فقیر اپنے پاس سے جماعت کو ادا کردے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ فقیر کل ۳۰ راپریل کو واپس خانقاہ پاک پہنچا ہے۔ آتے ہی طبیعت خراب ہوگئی، اب لاہور جانے کی ہمت نہیں ہے لہٰذا معذرت پیش ہے۔

مکتوب گرامی نمبر:۲۶

مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کے نام

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم مولانا عبدالرحیم صاحب مدظلہ فرماویں کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوکر کاشف حالات ہوا اور کانفرنس (چناب نگر) ملتوی ہونے کا معلوم کرکے افسوس ہوا۔ فقیر مارچ میں سیرت کانفرنس کر لینے کے حق میں تھا، وہ ہوجاتی۔ مسجد کی بنیاد کے سلسلہ میں بعد میں کوئی اہم شخصیت کو مدعو کرکے بنیاد رکھوالی جاتی، لیکن اب تو دونوں کام نہ ہوئے، جس کا افسوس ہے۔

آپ مبلغین اور ذیلی جماعتوں کے عہدہ داروں کا اجتماع ضرور بلوائیں اور اس سلسلہ میں کسی قسم کی مصلحت کو روانہ رکھیں۔ آپس میں مشورہ کرکے جو تاریخ مقرر کریں۔ فقیر کو اطلاع کردیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی کوتاہیوں اور کمزوریوں کو دور و معاف فرماوے، اور ہم ناتواں اور کمزور لوگوں کے کندھوں پر جو عظیم ذمہ داری عائد فرمائی ہے۔ اس کی صحیح طریقہ سے ادائیگی کی توفیق نصیب فرماوے۔ آمین۔ فقیر کی طرف سے سب حضرات کو سلام مسنون ودعوات۔

والسلام از خانقاہ سراجیہ

۱۶ر جمادی الاوّل ۹۲ھ، ۲۸ر جون ۱۹۷۲ء

مکتوب گرامی نمبر:۲۷

مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کے نام

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم جناب مولانا عبدالرحیم صاحب مطالعہ فرماویں کہ فقیر آج صبح واپس خانقاہ پاک پہنچا۔ واپسی پر آپ کا والا نامہ آیا ہوا پڑھا، حالات سے آگاہی ہوئی، والا نامہ پڑھنے کے تھوڑی دیر بعد حضرت مولانا علی محمد صاحب تشریف لائے اور مولانا صرف اسی واقعہ کے متعلق تشریف لائے جو کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ مولانا محمد شریف صاحب تشریف لے آئے ہوں گے۔ آپ حضرات آپس میں مشورہ کر کے اس معاملہ میں کوئی مثبت تعاون کا پروگرام بنادیں۔ کلیتاً کنارہ کش ہونا کسی طرح بھی مفید نہیں ہے۔ ہنگامی طور پر دو چار مبلغوں کو اس علاقہ کے لئے متعین فرماویں۔ ایک ہفتہ اس علاقہ میں کام کریں۔ اس جگہ پر قبضہ مسلمانوں کا کروا دیویں اور جتنا کچھ اس سلسلہ میں ہوسکے ضرور کرنا چاہئے۔ فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بخیر و عافیت سے ہے۔ والحمدللہ علی ذالک۔ فقیر دس پندرہ روز تک آنے کا ارادہ رکھتا ہے، اس وقت مولانا تاج محمود صاحب وغیرہ حضرات کو بلا کر ان سارے امور پر مشورہ ہوجانا چاہئے پختہ تاریخ سے اطلاع ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

مندرجہ بالا معاملہ کے متعلق پر ممکن ذرائع سے ہمت فرماویں، تاکہ قادیانیوں کا یہ اڈا نہ بننے پائے، ورنہ تو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہووے۔ فقیر کی طرف سے سب حضرات کی خدمت میں سلام مسنون۔

والسلام از خانقاہ سراجیہ

۲ر جمادی الثانی ۹۸ھ، ۱۱رمئی ۱۹۷۸ء

مکتوب گرامی نمبر:۲۸

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ کے نام

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم جناب مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مطالعہ فرماویں کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ حالات وکوائف سے آگاہی ہوئی۔ فقیر کا ملتان آنا ہمارے

حضرت مولانا مفتی عطا محمد صاحب چودھوان والوں کی آمد پر موقوف ہے۔فقیر نے ان کے تشریف لانے پر ان کے ساتھ ملتان آنا ہے۔ان کا وعدہ ۲۴، ۲۵ رمئی کو آنے کا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ۲، ۳ روز اور تاخیر کردیں۔لہٰذا جس روز تشریف لائے، دفتر میں فون کے ذریعہ اطلاع کردی جاوے گی۔اجلاس بہرحال فوری ہے جو احباب بھی اکٹھے ہوسکے، وہی مل بیٹھیں گے انشاء اللہ تعالیٰ، فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔والحمدللہ علی ذالک۔فقیر آپ سب کی صحت و عافیت اور سلامتی کا طالب ہے۔مولا پاک نصیب فرماوے۔آمین۔فقیر کی طرف سے سب کو سلام مسنون۔۲۸ یا ۲۹ رمئی کی تاریخ رکھ لیں۔

والسلام از خانقاہ سراجیہ

۱۴ر جمادی الثانی ۹۱ھ، ۶ راگست ۱۹۷۱ء

مکتوب گرامی نمبر:۲۹

مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کے نام

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم جناب مولانا عبدالرحیم صاحب مطالعہ فرماویں کہ فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔والحمدللہ علی ذالک۔فقیر آپ سب کی صحت و عافیت اور سلامتی کا طالب ہے۔مولا پاک نصیب فرماوے۔آمین۔

انگلینڈ سے جو خط موصول ہورہے ہیں وہ ارسال خدمت ہیں ملاحظہ کرلیں۔اس کے علاوہ گزارش ہے کہ جولائی کی ابتدأ میں کراچی میں عالم اسلام کی ایک کانفرنس ہورہی ہے، اس موقع پر وہاں کام کی ضرورت ہے۔عربی، انگریزی میں مختصر سے پمفلٹ جس میں تحفظ کا تعارف اور کام کی نوعیت اور قادیانیت کی شرانگیزی اور قومی اسمبلی کی قرارداد پر مشتمل ہوں، وہاں تقسیم ہونی چاہئے۔(یہ پمفلٹ تقسیم ہوا، حضرتؒ کے قلمی رشحات میں اس پر تفصیلاً ملاحظہ ہو) اگر یہ تجویز کسی درجہ میں مفید ہوتو اس پر ضرور کام ہونا چاہئے۔حضرات سے مشورہ کرلیں۔فقیر کی طرف سے سب حضرات کی خدمت میں سلام مسنون۔ ۱۶ رجون کی کیا تاریخ حتمی ہے؟ اطلاع فرماویں۔

والسلام از خانقاہ سراجیہ

۲۷ رجمادی الثانی ۹۸ھ، ۵ رجون ۱۹۷۸ء

مکتوب گرامی نمبر:۳۰

مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کے نام

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم مولانا عبدالرحیم صاحب مطالعہ فرماویں کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ حالات وکوائف سے آگاہی ہوئی۔ فقیر انشاء اللہ تعالیٰ ۱۹ر رجب کو اتوار کے دن جابہ پہنچنے کی سعی کرے گا۔ اطمینان فرماویں۔ بلوچستان کا پروگرام مجوزہ تاریخوں میں ہوجانا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آسانیاں پیدا فرماوے اور کامیابیاں نصیب فرماوے۔ آمین۔

فقیر بلوچستان کے پروگرام میں شریک نہیں ہوسکے گا۔ یہ تاریخیں فارغ نہیں ہیں، اس لئے معذرت پیش ہے۔ مولانا محمد حیات صاحب کا کل والا نامہ موصول ہوا جو کہ ارسال ہے، اس کے متعلق کیا کچھ ہونا چاہیئے؟ آپس میں مشورہ کرکے جو مناسب اور مفید سمجھیں، اس سے ان کو اطلاع کردی جاوے۔

مولانا محمد مکی صاحب کے پروگرام کے متعلق کچھ بھی نہیں ہوسکا، اور شاید ہو بھی نہ سکے، اس کے متعلق گزارش ہے کہ آپ ایک پیڈ مرکزی امیر کے نام کا جس پر اردو، انگریزی اور عربی کے عنوان ہونے چاہئیں اور اس میں سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کے الفاظ نہیں آنے چاہئیں، چھپوادیں اور اس کے علاوہ ایک مہر بھی بنوالیں۔ پیڈ میں خانقاہ سراجیہ کا لفظ بھی نہیں آنا چاہیئے، اپنے مرکزی دفتر کے پتہ کا پیڈ ہونا چاہیئے۔

فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔ والحمدللہ علی ذالک۔ فقیر آپ سب کی صحت وعافیت اور سلامی کا طالب ہے، مولا پاک نصیب فرماوے۔ آمین۔ فقیر کی طرف سب کو سلام ودعوات۔

والسلام از خانقاہ سراجیہ

۱۲ر رجب ۹۸ھ، ۱۹ر جون ۱۹۷۸ء

مکتوب گرامی نمبر:۳۱

مولانا محمد شریف جالندھریؒ کے نام

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم مولانا محمد شریف صاحب مطالعہ فرماویں کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا، حالات سے آگاہی ہوئی۔ ۹ر اگست ۸ر شوال اتوار کا روز شوریٰ کے اجلاس کے لئے مناسب ہے۔ اس کی اطلاع حضرات ممبران کو دے دی جاوے، جن ممبر صاحبان کے

جواب نہیں آئے ان کو بھی اجلاس میں شرکت کی دعوت دے دی جاوے، اس کے علاوہ ان کے نام مع پورا پتہ فقیر کو بھی لکھ دیں۔ اب تو اجلاس کے موقع پر ہی ملاقات ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔ والحمدللہ علی ذالک۔ فقیر آپ سب کی صحت و عافیت اور سلامتی کا طالب ہے۔ مولا پاک نصیب فرماوے۔ آمین۔

فقیر کی طرف سے سب حضرات کی خدمت میں سلام مسنون۔ والسلام از خانقاہ سراجیہ

۲۷رشعبان ۱۴۰۱ھ، یکم جولائی ۱۹۸۱ء

مکتوب گرامی نمبر: ۳۲

مولانا محمد شریف جالندھریؒ کے نام

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم مولانا محمد شریف صاحب مطالعہ فرماویں کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ حالات سے آگاہی ہوئی، فقیر دعا گو ہے کہ مولا پاک اپنا فضل وکرم شامل حال رکھے اور مزید برآں اپنے دین حقۂ اسلام کی خدمت و اشاعت کی توفیق نصیب فرماوے اور کام میں برکت اور اخلاص میں ترقی عطا فرما کر اپنی رضامندی سے سرفراز فرماوے۔ آمین۔

یہ جملہ امور جو آپ نے تحریر فرمائے ہیں، مجلس شوریٰ میں زیر بحث آنے چاہئیں اس میں جو طے پاجاوے گا انشاء اللہ تعالیٰ اسی میں برکت ہوگی۔ دعوت نامے نامزد شدہ سب حضرات کی خدمت میں جانے چاہئیں اور وہ چلے جانے چاہئیں۔ نیز دعوت ناموں میں یہ ضرور گزارش کی جائے کہ کم از کم دوروز کا وقت لے کر حضرات تشریف لائیں۔ فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔ والحمدللہ علی ذالک۔

فقیر کی طرف سے سب حضرات کی خدمت میں سلام مسنون۔ والسلام از خانقاہ سراجیہ

۱۵ررمضان ۱۴۱۱ھ، یکم اپریل ۱۹۹۱ء

مکتوب گرامی نمبر: ۳۳

مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کے نام

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے محترم المقام مولانا عبدالرحیم صاحب مطالعہ فرماویں

کہ فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے اور رمضان المبارک نہایت اطمینان سے گزر رہا ہے۔ والحمدللہ علی ذالک۔ فقیر آپ سب کی صحت و عافیت اور سلامتی کا طالب ہے۔ مولا پاک نصیب فرماوے۔ آمین۔

فقیر نے پیڈ اور مہر کے لئے گزارش کی تھی، وہ اگر تیار ہوں تو ان مین سے کچھ بھجوادیویں، اس کے علاوہ مولانا محمد حیات صاحب اور مکی صاحب کا ایک خط آپ کے حوالے کیا تھا، آپ اس کی نقل یا اصل فقیر کی طرف بھجوادیویں نہایت ضروری ہے۔

مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی انگلینڈ گئے ہوئے ہیں، وہاں کی کارگزاری کی اطلاع بھجواتے رہتے ہیں، ان کے دو اشتہار اور دو دعوتی کارڈ محض دیکھنے کی غرض سے ارسال ہیں۔ کسی صاحب نے بہاولپور سے ایک خط بھیجا ہے اور ایک مرکزی دفتر سے گم نام خط آیا ہے جو کہ ارسال ہے۔ ملاحظہ فرمالیں۔

لولاک میں جماعت کے لئے امداد کی اپیل شائع نہیں ہورہی ، اس سلسلہ میں مولانا تاج محمود صاحب کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا تھا۔ اس کے جواب میں مولانا اللہ وسایا صاحب کا یہ کارڈ موصول ہوا جو کہ ارسال ہے۔ فقیر کی طرف سے مولانا محمد شریف صاحب، مولانا عزیزالرحمٰن صاحب دیگر احباب کو سلام مسنون۔

والسلام از خانقاہ سراجیہ

۱۶؍ رمضان المبارک ۹۸ھ، ۲۱؍ اگست ۱۹۷۸ء

مکتوب گرامی نمبر: ۳۴

مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کے نام

بعد الحمد و الصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم جناب مولانا عبدالرحیم اشعر صاحب مطالعہ فرماویں کہ فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔ والحمدللہ علی ذالک۔ فقیر آپ سب کی صحت و عافیت اور سلامتی کا طالب ہے۔ مولا پاک نصیب فرماوے۔ آمین۔

کنری مولوی عبدالرؤف صاحب کا خط ارسال خدمت ہے۔ مولوی سعید احمد صاحب دفتر میں آئے ہوں گے، وہ کیا بیان کرتے ہیں؟ لہٰذا مناسب کارروائی فرماویں۔ کراچی کانفرنس کے موقع پر جو پمفلٹ تقسیم کیا گیا تھا اسکی دو درجن کاپیاں درکار ہیں۔ حج کے لئے روپے تو داخل کروادیئے ہیں، روانگی کی تاریخ کی اطلاع کی انتظار ہے۔ فقیر کی طرف سے سب حضرات کی خدمت میں سلام مسنون۔ فقیر کل ۲۳ کی شام کو فیصل آباد جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

والسلام از خانقاہ سراجیہ

۱۹؍ ذوالقعدہ ۹۸ھ، ۲۲؍ اگست ۱۹۷۸ء

مکتوب گرامی نمبر:۳۵

مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کے نام

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم جناب مولانا عبدالرحیم صاحب مطالعہ فرماویں کہ آپ کا گرامی نامہ رمضان المبارک کے آخری دنوں میں موصول ہوا، جمیع کوائف سے آگاہی ہوئی۔ گزارش ہے کہ انتظامیہ کا اجلاس سردست ہوجاوے۔ انتظامیہ کے اجلاس میں شوریٰ کے اجلاس کے متعلق بھی غور ہوجاوے گا، فقیر نے چونکہ ۱۱رشوال جمعہ کے روز جھنگ پہنچنا ہے۔ اس لئے گزارش ہے کہ انتظامیہ کا اجلاس آپ ۱۰رشوال جمعرات کے روز رکھ لیں، پھر ملتان سے فقیر جھنگ چلا جاوے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

یہ تجویز اگر قابل عمل ہوتو پھر آپ فقیر کو بذریعہ فون اطلاع دے دیں۔ تاکہ فقیر سفر کا پروگرام اسی کے مطابق بنادے۔ فقیر کی طرف سے سب حضرات کی خدمت سلام مسنون۔ والسلام از خانقاہ سراجیہ

۴رشوال ۹۸ء، ۸رستمبر ۱۹۷۸ء

مکتوب گرامی نمبر:۳۶

مولانا جلال الدینؒ بھیرہ کے نام اٹھارہ مکتوبات گرامی

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرمی مولانا جلال الدین صاحب مطالعہ فرماویں کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوکر کاشف حالات ہوا۔ خواب مبارک ہے، تعبیر بھی صحیح ہے۔ ہم سب کے لئے خوش قسمت کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ سب احباب کو اپنے مشائخ عظام کے فیوضات و برکات اور نسبت سے مالا مال فرمائے۔ عمرہ کی ادائیگی کے لئے آسانی پیدا فرماوے اور حرمین شریفین زادہما اللہ تعالیٰ شرفاً کی مقبولہ زیارات کے مشرف فرماوے اور رضا مندی وخداوندی سے سرفراز فرماوے۔ آمین۔ رمضان المبارک کا عمرہ بڑی فضیلت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرماوے۔ آمین۔ اس سارے سفر میں اتباع سنت نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کا التزام رکھیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرماوے۔ آمین۔ فقیر آج ۱۳رمئی کو ظہر کے بعد سرگودھا

کے لئے روانہ ہورہا ہے۔ سرگودھا ایک رات کا قیام ہوگا۔ ۱۴رمئی کی صبح کو اِنشاء اللہ تعالیٰ چناب پر سوار ہوکر گوجرہ روانہ ہوگا۔ ۱۸رمئی کو خانقاہ پاک واپسی ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

مکتوب گرامی نمبر: ۳۷

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم مولانا جلال الدین صاحب مطالعہ فرماویں کہ آپ کا گرامی موصول ہوا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ خواب مبارک میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے خوابوں کو حقیقت سے تبدیل فرماوے اور آپ کو طریقہ پاک کے برکات و فیوضات سے مالا مال فرماوے اور بچوں کو صلاح و فلاح سے سرفراز فرماوے اور اپنی رضا مندی و خوشنودی سے مشرف فرماوے۔ عزیز کے لئے تعویذ ارسال ہے، چمڑے میں بندکرواکر اس کے گلے میں ڈال دیں۔ اللہ تعالیٰ مفید کرے۔ آمین۔ فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔ والحمدللہ علی ذالک۔ فقیر کی طرف سے سب کوسلام ودعوات۔

والسلام از خانقاہ سراجیہ

۱۹رصفر ۱۴۰۰ھ، ۸رجنوری ۱۹۸۰ء

مکتوب گرامی نمبر: ۳۸

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم مولانا جلال الدین صاحب مطالعہ فرماویں کہ فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔ والحمدللہ علی ذالک۔ فقیر آپ کی صحت و عافیت اور سلامتی کا طالب ہے۔ مولا پاک نصیب فرماوے۔ آمین۔ ۴، ۵ روز ہوئے، صوفی صاحب اور شیخ صاحب آئے تھے۔ ۱۸ردسمبر کے جمعہ کا وعدہ لے گئے ہیں۔ اطلاعاً تحریر ہے۔ ایک اہم گزارش یہ ہے کہ حامل عریضہ ہذا حافظ صلاح الدین صاحب اپنے ساتھی ہیں، ان کا تعلق خانقاہ پاک کے ساتھ ہے، جس مسجد میں ان کا تقرر ہوا ہے، وہ ان پر کسی قسم کا شبہ وگیرہ نہ کریں۔ اس سلسلہ میں آپ ان کی امداد فرماویں۔ فقیر ممنون ہوگا۔ فقیر کی جانب سے سب کو سلام ودعوات۔

والسلام از خانقاہ سراجیہ

۲۸رمحرم ۱۴۰۲ھ، ۲۶رنومبر ۱۹۸۱ء

مکتوب گرامی نمبر:۳۹

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم جناب مولانا جلال الدین صاحب مطالعہ فرماویں کہ آپ کے دونوں گرامی نامے موصول ہوکر کاشف حالات ہوئے۔ برادر نسبتی کے انتقال کا پڑھ کر افسوس ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرماوے۔ اور جملہ پسماندگان کو اس صدمے کا اجر کثیر عطا فرماوے اور صبر وسکون سے شرف فرماوے۔ آمین۔ مسجد نور کے متعلق بھی معلوم کرکے افسوس ہوا، بے حسی اور بے غیرتی کی حد ہے۔ آپ اپنے متعلق ایسی بے حسی سے بچنے کی کوشش کریں اور ان میں سے کسی پر بھی بھروسہ نہ کریں۔ فقیر بہت مصروف رہا جس کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی۔ بینائی بھی بڑی تیزی سے خراب ہوتی جارہی ہے، جس کی وجہ سے لکھنا پڑھنا مشکل ہوتا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرماوے۔ آمین۔ فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت سے ہے۔ والحمدللہ علی ذالک۔ فقیر کی طرف سے سب کو سلام ودعوات۔

والسلام از خانقاہ سراجیہ

۲۰ر جمادی الاول ۱۴۰۴ھ، ۲۳ر فروری ۱۹۸۴ء

مکتوب گرامی نمبر:۴۰

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم مولانا جلال الدین صاحب مطالعہ فرماویں کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ علالت اور اس کی طوالت کا پڑھ کر افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ فضل وکرم فرماوے اور صحت کاملہ وشفائے عاجلہ عطا فرماوے اور جملہ تکالیف دور فرماکر جمعیت وسکون نصیب فرماوے۔ آمین۔ فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔ والحمدللہ علی ذالک۔ فقیر کی طرف سے سب کو سلام ودعوات۔

والسلام از خانقاہ سراجیہ

۲۸ر ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ، ۲۱ر فروری ۱۹۸۴ء

مکتوب گرامی نمبر:۴۱

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم مولانا جلال الدین صاحب مطالعہ

فرماویں کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا، حالات سے آگاہی ہوئی۔فقیر دعا گو ہے کہ مولا پاک اپنا فضل وکرم فرماوے اور آپ سب کو صحت و عافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے اور صراط مستقیم پر استقامت کرامت فرماوے اور ہر قسم کے فتنہ، ابتلاء، آزمائش سے محفوظ رکھے اور مخالفوں کو اپنے عزائم میں ناکام فرماوے اور جمیعت وسکون کے ساتھ اپنے دینی مشاغل میں مشغول رکھے۔آمین۔فقیر ۵ ر اگست کو تو ایک ہفتہ کے لئے سفر پر جارہا ہے، حج کے لئے بھی سعی جاری ہے، اللہ تعالیٰ آسانی اور کامیابی عطا فرماوے۔ آپ ۲۷ ر اگست کے بعد تشریف لاویں۔فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت سے ہے۔والحمدللہ علی ذالک۔فقیر کی طرف سے سب کو سلام و دعوات۔ والسلام از خانقاہ سراجیہ

۲۳ ر شوال ۱۴۰۲ھ، ۱۴ ر اگست ۱۹۸۲ء

مکتوب گرامی نمبر: ۴۲

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم مولانا جلال الدین صاحب مطالعہ فرماویں کہ آپ کے دونوں گرامی نامے موصول ہوکر کاشف حالات ہوئے۔فقیر دعا گو ہے کہ مولانا پاک آپ کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور صحت و عافیت اور سلامتی نصیب فرماوے اور جملہ مخالفوں کے شر سے محفوظ اور مصئون رکھے اور جمیعت وسکون کے ساتھ رکھے، مشاغل دینیہ میں مصروف ومشغول رکھے۔ اب فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔والحمدللہ علی ذالک۔فقیر انشاء اللہ تعالیٰ سرگودھا مجلس تحفظ ختم نبوت کی کانفرنس اپریل میں ہوگی۔اس موقع پر بھیرہ بھلوال کے لئے کچھ وقت نکال سکے گا۔فقیر کی طرف سے سب کو سلام و دعوات۔ والسلام از خانقاہ سراجیہ

۲۱ ر جمادی الاول ۱۴۰۳ھ، ۶ ر مارچ ۱۹۸۳ء

مکتوب گرامی نمبر: ۴۳

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم مولانا جلال الدین احمد صاحب مطالعہ فرماویں کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔محترم بہنوئی مرحوم کے انتقال کا پڑھ کر صدمہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرماوے اور مرحوم کو اپنی قبر میں جنت کی

آسائشیں اور راحتیں عطا فرماوے اور آپ سب کو اس صدمے کا اجرِ عظیم عطا فرماوے اور جمعیت وسکون کے ساتھ اپنے مشاغل دینیہ میں مشغول رکھے۔ آمین۔ مولانا صاحب کا مسئلہ کچھ ٹیڑھا سا ہے، تفریق بین زوجین انتہائی گندا کام ہے۔

فقیر کے پاس تو ایسا کوئی تعویذ یا عمل نہیں ہے، فقیر کا یہ سارا موسم سرما سفروں میں گزرا۔ ۲۹؍جنوری کو پھر لاہور جانا ہے۔ مجلس عمل کے سلسلہ میں مشورہ ہے، اس سلسلہ میں بڑی مشکلات پیش آرہی ہیں، اللہ تعالیٰ آسانی فرماوے۔ آمین۔ اسلم قریشی کے سلسلہ میں ۱۷؍فروری کو پورا سال ہورہا ہے۔ فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت سے ہے۔ والحمدللہ علی ذالک۔ فقیر کی طرف سے سب کو سلام ودعوات۔

والسلام از خانقاہ سراجیہ

مکتوب گرامی نمبر: ۴۴

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم جناب مولانا جلال الدین صاحب مطالعہ فرماویں کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا، بھیرہ کے حالات معلوم کر کے بہت افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل وکرم فرماوے اور آپ حضرات کو ہمت اور استقامت کرامت فرماوے اور ہمیشہ اپنی حفاظت میں عزت وآبرو اور جمعیت ووسکون کے ساتھ رکھے۔ آمین۔ ایسے واقعات ہم سب کی غیرت کو چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اہل حق کو ہی ایسے واقعات سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق نصیب فرماوے۔ فقیر دعاگو ہے کہ مولا پاک آپ کی مساعی کو کامیاب فرماوے اور مخالفوں کی جمیع سازشوں اور فتنہ انگیزیوں کو ناکام فرماوے۔ آمین۔ فقیر انشاء اللہ تعالیٰ ۳؍مئی کو راولپنڈی جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس طرف ہفتہ عشرہ لگ جاوے گا۔ فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت سے ہے۔ والحمدللہ علی ذالک۔ فقیر کی طرف سے سب کو سلام ودعوات۔

والسلام از خانقاہ سراجیہ

۳؍رجب ۱۴۰۶ھ، ۱۴؍مارچ ۱۹۸۶ء

مکتوب گرامی نمبر: ۴۵

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم مولانا جلال الدین صاحب مطالعہ فرماویں کہ تھوڑی دیر ہوئی۔ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا، حالات سے آگاہی ہوئی، بنوں سے واپسی پر

آپ کا آنا جانا معلوم کر کے افسوس ہوا تھا کہ ملاقات نہ ہو سکی۔ اب یہ گرامی نامہ بھی باعث تشویش ہوا، کیونکہ فقیر آج خانیوال جا رہا ہے، وہاں سے واپسی ۲۳، ۲۴؍اکتوبر کو متوقع ہے، اس لئے بندہ کو حاضری سے محرومی پر افسوس ہوا۔ بہرحال فقیر کی دعائیں جاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے۔ مدرسہ کو ترقی و استحکام عطا فرماوے۔ جلسہ کو کامیاب فرماوے اور آپ کی مساعی کو قبول فرما کر اپنی رضا مندی سے سرفراز فرماوے۔ آمین۔

فقیر انشاء اللہ تعالیٰ ۲۶؍اکتوبر کو ربوہ پہنچے گا، ایک دن پہلے مشورہ کے لئے رکھا ہے۔ ۲۷، ۲۸؍اکتوبر کو کانفرنس ہے۔ فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت سے ہے۔ والحمدللہ علی ذالک۔ فقیر کی طرف سے سب کو سلام و دعوات۔

والسلام از خانقاہ سراجیہ

۱۳؍محرم ۱۴۰۴ھ، ۲۰؍اکتوبر ۱۹۸۳ء

مکتوب گرامی نمبر:۴۶

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم مولانا جلال الدین صاحب مطالعہ فرماویں کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ فقیر دعا گو ہے کہ مولا پاک اپنا فضل وکرم فرماوے اور آپ سب کو صحت و عافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے اور مخالفوں کو اپنے عزائم میں ناکام فرماوے اور ہمیشہ اپنی حفاظت میں عزت و آبرو اور جمعیت وسکون کے ساتھ رکھے۔ آمین۔

فقیر کا انشاء اللہ تعالیٰ ۲۴؍دسمبر کو لاہور جانے کا ارادہ ہے، یہاں سے چناب پر سوار ہو کر سرگودھا سے ویگن پکڑنے کا ارادہ ہے۔ لاہور سے واپسی پر چنیوٹ جانا ہوگا، جماعت والوں کا اصرار ہے کہ تینوں دن چنیوٹ قیام رہے، جس طرح اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا، چنیوٹ کے بعد گوجرہ اور پھر لاہور جانے کا ارادہ ہے۔ فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت سے ہے۔ والحمدللہ علی ذالک۔ فقیر کی طرف سے سب کو سلام ودعوات۔

والسلام از خانقاہ سراجیہ

۸؍ربیع الاوّل ۱۴۰۴ھ، ۱۴؍دسمبر ۱۹۸۳ء

مکتوب گرامی نمبر:۴۷

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم مولانا جلال الدین صاحب مطالعہ

فرماویں کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا، حالات سے آ گاہی ہوئی، ذکر کی پابندی معلوم کر کے مسرت ہوئی۔ مولا پاک آئندہ مزید اپنی یاد کی توفیق نصیب فرماوے اور اپنی مرضیات پر عمل کرنے کی توفیق رفیق گردانے اور صحت و عافیت اور سلامتی عطا فرماوے اور جمعیت وسکون کے ساتھ اپنے مشاغل دینیہ میں مشغول رکھے۔ آمین۔

۱۸ ردسمبر کے جمعہ کا شیخ صاحب اور صوفی صاحب سے وعدہ کیا تھا، بعد میں ایک دو روز کے لئے ملتان جانا ہوا۔ نزلہ، کھانسی جو پہلے تھی، اس میں اور اضافہ ہو گیا۔ ملتان کے مشہور حکیم محمد حنیف اللہ صاحب کو دکھایا، انہوں نے کہا کہ کھانسی خطرناک صورت اختیار کرتی جارہی ہے اور اس سے پھیپھڑے متاثر ہونے کا اندیشہ ہے۔ اسی لئے آپ سردیوں کو سفر بالکل نہ کریں، اس وجہ سے یہ سفر ملتوی کرنا پڑا۔ مارچ میں انشاء اللہ تعالیٰ سب وعدے پورے ہوں گے، علاج شروع ہے، کچھ تھوڑی سی تخفیف ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرماوے۔ آمین۔ فقیر کی طرف سے سب کو سلام و دعوات۔ والسلام از خانقاہ سراجیہ

۴ رصفر ۱۴۰۲ھ، ۲ ردسمبر ۱۹۸۱ء

مکتوب گرامی نمبر: ۴۸

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم مولانا جلال الدین صاحب مطالعہ فرماویں کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا، حالات سے آ گاہی ہوئی، طبیعت کی بہتری کا پڑھ کر مسرت ہوئی، مولا پاک اپنے فضل سے کامل ومکمل صحت عطا فرماوے اور جمعیت وسکون کے ساتھ اپنے مشاغل دینیہ میں مشغول رکھے۔ آمین۔

فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت سے ہے۔ والحمدللہ علی ذالک۔ سرگودھا ۱۰ بجے صبح تک پہنچنا ہو جاوے گا۔ رات بھی سرگودھا ٹھہرنا ہے۔ قیام کا محمد خان صاحب سے معلوم ہو سکے گا۔ فقیر کی طرف سے سب کو سلام و دعوات۔ والسلام خان محمد عفی عنہ

۳ رصفر ۱۴۱۰ھ، ۴ رستمبر ۱۹۸۹ء

مکتوب گرامی نمبر: ۴۹

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم مولانا جلال الدین صاحب مطالعہ فرماویں کہ آپ

کا گرامی نامہ موصول ہوا، آنکھ کے آپریشن اور کامیابی کا پڑھ کر اطمینان ہوا، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے کامل ومکمل صحت عطا فرماوے اور بینائی بحال فرماوے اور عزیز کو صلاح وفلاح سے آراستہ فرماوے اور اپنی تعلیم کا شوق وذوق کرامت فرماوے اور آپ کی خوشیوں کا باعث بناوے اور اپنے دیگر جملہ دینی و دنیاوی مقاصد میں کامیابیاں عطا فرما کر جمعیت وسکون نصیب فرماوے۔آمین۔

عزیز کو کسی طرح مشغول رکھنے کی سعی فرماویں اور اس کے لئے جو بھی صورت مناسب سمجھیں کریں۔ اللہ تعالیٰ آسانی اور کامیابی عطا فرماوے۔آمین۔فقیر عمرہ کے سفر سے یکم دسمبر کو واپس بعافیت پہنچ آیا ہے اور یہاں ہر طرح عافیت ہے۔ والحمدللہ علی ذالک۔فقیر کی طرف سے سب کو سلام و دعوات۔ فقیر ۱۳ر دسمبر تک یہاں ہے۔

والسلام فقیر خان محمد عفی عنہ

۶ر جمادی الاوّل ۱۴۱۰ھ، ۶ر دسمبر ۱۹۸۹ء

مکتوب گرامی نمبر:۵۰

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم مولانا جلال الدین صاحب مطالعہ فرماویں کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا، حالات سے آگاہی ہوئی۔فقیر دعا گو ہے کہ مولا پاک آپ سب کو صحت و عافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے اور جملہ مقاصد خیر میں کامیابی عطا فرماوے اور ذکر وشکر اور حسن عبادت کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرماوے اور جمعیت وسکون نصیب فرماوے۔آمین۔

فقیر انشاء اللہ خانقاہ پاک سے چنیوٹ جاوے گا، سرگودھا ٹھہرنے کا ارادہ نہیں ہے۔فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت سے ہے۔والحمدللہ علی ذالک۔فقیر کی طرف سے سب کو سلام و دعوات۔

والسلام از خانقاہ سراجیہ

۵ر ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ، ۱۸ر دسمبر ۱۹۸۵ء

مکتوب گرامی نمبر:۵۱

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم مولانا جلال الدین صاحب مطالعہ

فرماویں کہ اخبار کے ذریعہ بھیرہ کے حالات سے معمولی اطلاع اور آپ کی گرفتاری کی ہوئی۔ تفصیلی حالات معلوم نہ ہوسکے، آپ کے رہا ہونے کے بعد سرگودھا سے مولانا شیر محمد صاحب ملنے آئے تو کچھ تفصیل معلوم ہوئی۔ مولانا اب یہی ہوگا، حکومت اپنی کوتاہ اندیشی کی وجہ سے شیعوں کی سرپرستی کرے گی اور ہر جگہ سپاہ صحابہ کو نشانہ بنایا جاوے گا، تاکہ شیعوں کے خلاف جو آواز ہے وہ دبا دی جاوے۔

مسلمانوں میں سے کوئی بھی امداد کے لئے سامنے نہیں آوے گا، اس صورت حال سے بڑی دانش مندی کے ساتھ مقابلہ کرنا ہوگا لیکن نوجوان سپاہ صحابہ کے پاس سوائے جذبات کے اور کچھ بھی نہیں اور یہ بڑی خطرناک صورت حال ہے، اس کا کنٹرول کرنا بڑا ضروری ہے۔ یکم جولائی کو جو تحریک چلانے کا اعلان ہے وہ بھی بے موقع ہے، یہ بھی ایک جذباتی انداز ہے، اس ساری صورت حال پر بڑے ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہئے، آپ کے خلاف بھی بڑی گہری سازش معلوم ہوتی ہے، بھیرہ میں ایک آپ کو شیعوں کا مخالف سمجھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فضل وکرم شامل حال رکھے اور ہر حال میں اپنی حفاظت ونصرت شامل حال رکھے اور باطل قوتوں کی سازشوں سے محفوظ ومعمون فرما کر کامیابی وکامرانی نصیب فرماوے۔ آمین۔ فقیر ۹رجون کی صبح کو روانہ ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۱۰رجون کی صبح کو ملتان سے کراچی روانگی ہوگی۔ فقیر کی طرف سے سب کو سلام ودعوات۔

والسلام فقیر خان محمد عفی عنہ

۱۳رذوالقعدہ ۱۴۱۰ھ، ۷رجون ۱۹۹۰ء

مکتوب گرامی نمبر: ۵۲

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم مولانا جلال الدین صاحب مطالعہ فرماویں کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا، حالات سے آگاہی ہوئی، فقیر دعا گو ہے کہ مولا پاک آپ کو صحت و عافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے اور عزم و ہمت اور جرأت ایمانی میں ترقیات سے سرفراز فرماوے اور ہر قسم کے فتنہ اور آزمائش اور ابتلا سے محفوظ رکھے اور اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ ساتھ دین حقہ، اسلام کی نشر و اشاعت اور صیانت کی توفیق رفیق گردانے اور ظاہری و باطنی اور جسمانی روحانی جمعیت وسکون نصیب فرماوے۔ آمین۔

فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔ خانقاہ پاک میں بھی ہر طرح سے عافیت ہے۔ والحمدللہ علیٰ ذالک۔ محرم قریب ہے، بڑے ہی فہم وفراست اور تحمل و بردباری کے ساتھ کام کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ

اپنی حفاظت ونصرت سے سرفراز فرماوے۔آمین۔فقیر کی طرف سے سب کوسلام ودعوات۔

والسلام فقیر خان محمد عفی عنہ

۲۹؍ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ، ۲۳؍جولائی ۱۹۹۰ء

مکتوب گرامی نمبر:۵۳

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم مولانا جلال الدین صاحب مطالعہ فرماویں کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا، حالات سے آگاہی ہوئی۔فقیر ۱۴؍فروری کوجھاوریان پہنچے گا۔ ۱۶؍فروری آپ حضرات کے لئے ہے۔۱۷؍فروری کولاہور جانا ہوگا۔انشاء اللہ تعالیٰ۔فقیر آپ سب کی صحت و عافیت کا طالب ہے۔مولا پاک نصیب فرماوے۔آمین۔فقیر کی طرف سے سب کو سلام ودعوات۔

والسلام فقیر خان محمد عفی عنہ

۲۵؍رجب ۱۴۱۱ھ، یکم فروری ۱۹۹۱ء

مکتوب گرامی نمبر:۵۴

شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرمی ومحترمی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی!

۱:...ختم نبوت کانفرنسوں کے سلسلہ میں بیرون ملک کا سفر آج شروع ہورہا ہے۔مجلس تحفظ ختم نبوت کی مجلس شوریٰ کے فیصلہ کی روشنی میں کتاب برائے نصاب وفاق المدارس مرتب کرکے آپ کی خدمت میں پہنچادی گئی تھی۔آنجناب کے علاوہ شیخ الحدیث مولانا مفتی نظام الدین شامزی صاحب مدظلہ العالی اور مولانا محمد عابد صاحب (خیر المدارس) کوبھی دی تھی کہ وہ اسے دیکھ کر مناسب ترمیم واضافہ فرمائیں تاکہ حتمی شکل دی جاسکے۔

۲:...وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے اجلاس میں اسے پیش کرکے اس کی منظوری حاصل فرمائیں اور نیز یہ کہ وفاق کے امتحانی سال کے کسی درجہ میں شامل کرائیں، اس کا نام بھی تجویز فرمائیں۔ قاسم العلوم والخیرت کی ایک کتاب کا نام ''اجوبہ اربعین'' ہے، اس مناسبت سے ''اجوبہ ثلاثین'' یعنی

منکرین ختم نبوت کے تیس سوالات کے جوابات یا جو آپ مناسب خیال فرمائیں نام تجویز فرمائیں۔

۳:...حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ العالی کو اس سلسلہ میں خط تحریر کیا ہے، جس کی کاپی لف ہے۔ بہر حال اسے وفاق کی میٹنگ میں پیش کر کے منظوری حاصل کرنا اب آنجناب کے ذمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آپ کی صحت و سلامتی کے لئے فقیر دعا گو ہے۔

والسلام

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

حال وارد کراچی

۱۰/۴/۱۴۲۲ھ

مکتوب گرامی نمبر:۵۵

وفاق المدارس کی عاملہ کے ممبران کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت جناب مولانا.................................زید عنایتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مزاج گرامی!

عرصہ ہوا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کے فیصلہ کی رو سے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی عاملہ کو خط لکھا گیا کہ وفاق المدارس کے وفاقی سال میں ردِ قادیانیت کے عنوان پر کسی کتاب کو شامل نصاب کیا جائے۔ چند تجاویز دی گئیں، ان میں سے وفاق المدارس نے اس تجویز کو پسند کیا کہ ختم نبوت، حیات عیسیٰ علیہ السلام، کذب مرزا، تینوں عنوانات پر دس دس سوالات مرتب کئے جائیں، ان میں سے کوئی دو سوال امتحانی پرچہ میں شامل ہوں، چنانچہ وفاق المدارس کی عاملہ کے فیصلہ کی روشنی میں جامعہ خیر المدارس کے دو فاضل اساتذہ حضرت مولانا محمد عابد صاحب اور حضرت مولانا محمد ازہر صاحب کو سوالات مرتب کر کے بھجوائے گئے، ان حضرات نے اس میں مناسب ردو بدل کر کے حتمی طور پر ان کو تیار کیا وہ سوالات وفاق کی عاملہ نے منظور کر کے ان کے جوابات پر مشتمل کتاب مرتب کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ کتاب مرتب کی گئی، جس کا نام ''آئینہ قادیانیت'' تجویز ہوا۔ اس میں خیال رکھا گیا کہ:

۱:...سوالات کے جوابات جامع ہوں۔

۲:...کوئی اہم بات رہ نہ جائے اور فضول طوالت بھی نہ ہو۔

۳:...کتاب مختصر اور جامع ہو، طلبا ایک دو ہفتے کی تیاری میں اس پر مکمل عبور کر کے کوئی دو سوال کے جواب دینے پر تیار ہو جائیں تا کہ طلبا پر نصاب کا بوجھ نہ پڑے۔

۴:...مختصر مباحث پر مشتمل ہو، تا کہ حجم بڑھنے سے مدارس یا طلبا پر کتاب کی خریداری کا بوجھ نہ پڑے۔

۵:...کتاب تیار کر کے حضرت مولانا عبدالمجید صاحب مدظلہ کہروڑ پکا، حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی مدظلہ، حضرت مولانا محمد عابد مدظلہ، جامعہ خیر المدارس کو دیکھائی گئی۔ پہلا ایڈیشن شائع ہوا۔ وفاق المدارس کے صدر ذی وقار حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سلیم اللہ خان مدظلہ نے اسے حرفاً حرفاً پڑھا اغلاط کی نشاندہی فرمائی مناسب ترامیم کیں۔ بعض جگہ حذف و اضافہ کا حکم دیا۔ چنانچہ بدقت نظر ایک ایک لفظ کی تعمیل کر کے دوسرا ایڈیشن شائع کیا جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے دوسرے ایڈیشن کی تصحیح کے بعد اشاعت سے قبل بھی مولانا محمد عبداللہ فاضل احمد پور شرقیہ، مولانا سعید احمد جلال پوری، مولانا علامہ خالد محمود، مولانا محمد عابد، مولانا منظور احمد چنیوٹی نے ان کو ملاحظہ کیا۔ دوسرا ایڈیشن بھی قریب الاختتام ہے، اس میں بعض اہل علم نے پروف یا دوسری معمولی تصحیح کی جو تیسرے ایڈیشن میں پیش نظر رہیں گی۔ کتاب بعض مدارس جیسے جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے فضلاً کو سبقاً سبقاً پڑھائی گئی بہت ہی نافع ثابت ہوئی، اب ۲۰/جولائی ۲۰۰۳ء کے اجلاس عاملہ وفاق میں نئے نصاب کی منظوری دی جانی ہے۔ اس موقع پر پھر بطور یاددہانی عریضہ ارسال ہے کہ حسب وعدہ وفاق المدارس کی عاملہ اسے اپنے نصاب میں داخل کر کے فضلاء وفاق کو عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور قادیانی فتنہ کی سنگینی سے باخبر کرنے کے لئے اقدام کرے۔ امید ہے کہ توجہ کی جائے گی۔ ان العهد كان مسئولا۔ والسلام

دعا گو فقیر

ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

مکتوب گرامی نمبر:۵۶

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت حضرت المکرّم مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی!

۱:...آپ سے گزارش کی تھی کہ وفاق المدارس کے نصاب میں کسی وفاقی سال میں فتنہ قادیانیت سے متعلق دوسوالات لازمی قرار دے دیئے جائیں۔

۲:...مقامِ شکر ہے کہ وفاق المدارس نے اس گزارش کو شرف قبولیت سے نواز کر ہمیں حکم کیا کہ ختم نبوت، حیات عیسیٰ علیہ السلام اور کذب مرزا قادیانی پر دس دس سوالات مرتب کرکے آپ کو بھجوائیں۔

۳:...آپ کو وہ تیس سوالات بھجوائے گئے، یہ جان کر انتہائی مسرت ہوئی کہ وفاق نے ان سوالات کو قبول فرما کر ان کے جوابات پر مشتمل کتاب مرتب کرنے کا فرمایا۔

۴:...چنانچہ تمام سوالات پر مشتمل سوالاً جواباً کتاب (آئینہ قادیانیت لف ہذا) مرتب کرکے ملک عزیز کے مقتدر تین علماء کرام کو وہ کتاب دی گئی جو مختصر اور جامع ہے کہ وہ اسے پڑھ کر مناسب ترمیم اور اضافہ سے سرفراز فرمائیں۔ ان حضرات میں وفاق المدارس کی عاملہ کے رکن شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید دامت برکاتہم (باب العلوم کہروڑ پکا) بھی ہیں، ان سے گزارش کی ہے کہ وفاق المدارس کی میٹنگ میں اسے پیش فرمائیں۔

۵:...آپ سے بھی گزارش ہے کہ انتہائی قریبی میٹنگ میں اس کو شامل ایجنڈا فرما کر حسب وعدہ حتمی منظوری سے سرفراز فرمائیں۔ اللہ رب العزت آپ کی عزتوں میں اضافہ فرمائیں اور ہم سب کو بیش از بیش دین اسلام کی خدمت کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ والسلام

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان
حال وارد کراچی
۱۰/۴/۱۴۲۲ھ

نوٹ: اس اجلاس میں اسے درجہ مشکوٰۃ میں شامل درس کیا گیا۔

مکتوب گرامی نمبر:۵۷

وفاق کی عاملہ کے ممبران کے نام

بخدمت محترم رکن عاملہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مزاج گرامی!

یہ معلوم کرکے قلبی صدمہ ہوا کہ وفاق المدارس کے عاملہ کے حالیہ اجلاس میں ’’آئینہ

قادیانیت'' کو تعلیمی نصاب سے خارج کر کے مطالعہ کے درجہ میں رکھ دیا گیا، حالانکہ:

۱:... وفاق المدارس کے ذمہ دار حضرات سے طویل جدوجہد کے بعد اسے شامل کیا گیا تھا۔

۲:... وفاق المدارس کے خط آنے پر ملک کے معروف جامعات جو وفاق میں شامل ہیں، ان کی مشاورت سے سوالات مرتب کے گئے تھے۔

۳:... جوابات پر مشتمل اس کتاب کو وفاق کے گرامی صدر حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے گوناگوں مصروفیات کے باوجود حرفاً حرفاً پڑھا، ان کی نشاندہی پر ترمیم واضافہ ہوا۔

۴:... نصاب کمیٹی کے اجلاس میں درجہ مشکوٰۃ میں اسے شامل نصاب کیا گیا۔

۵:... پھر وفاق المدارس کی عاملہ نے اس فیصلہ کی توثیق کی، تب کہیں ان مراحل سے گزرنے کے بعد شامل نصاب یہ کتابچہ ہوا، بڑے بڑے جامعات مین اس کو سلیبس کا حصہ بنا کر پڑھایا گیا۔

۶:... چونکہ درجہ مشکوٰۃ اس وقت وفاقی سال نہ تھا، اس لئے بعض مدارس نے غیر وفاقی سال کے باعث توجہ نہ دی تو ماہنامہ وفاق المدارس صفر ۱۴۲۹ھ میں صدر وفاق اور ناظم اعلیٰ وفاق المدارس کی طرف سے پڑھانے کی تاکید کی گئی۔ (تفصیلات لف ہذا ہیں)۔

۷:... اس کتاب آئینہ قادیانیت کا عربی ترجمہ ''مراۃ القادیانیہ'' اور انگلش ترجمہ ''دی مرر آف قادیانیت'' شائع کر کے ساؤتھ افریقہ، برطانیہ کے جامعات میں پڑھانے کے لئے مجلس نے جدوجہد کی تاکہ اندرون و بیرون ملک نئے فارغ ہونے والے علماء کرام کو قادیانی فتنہ سے آگاہی ہو، اسی طرح سندھ کے غیر وفاقی مدارس اور بہت سے وفاقی مدارس للبنات میں بھی اسی کی تعلیم کے اہتمام کے لئے مجلس نے کامیاب کوششیں کیں۔

اب اسے وفاق المدارس پاکستان نے اپنے تعلیمی وامتحانی نصاب سے خارج کر دیا ہے۔ فتنہ قادیانیت کی سنگینی سے آپ حضرات سے بڑھ کر کون واقف ہوگا؟ ہمارے مدارس کے نئے فارغ التحصیل حضرات کو کچھ اس سے معلومات مل جاتی تھیں۔ یہ رحمت عالم ﷺ کے وصف خاص ختم نبوت کی خدمت تھی، اس سے ہماری نئی نسل کو فائدہ ہوتا تھا، اس کے اخراج سے یہ کار خیر بند ہوگیا۔

فقیر اپنی صحت وعمر کے لحاظ سے سفر کے قابل نہیں، ورنہ تلافی مافات کے لئے حاضری سے بھی دریغ نہ تھا، آپ کے اخلاق کریمانہ سے امید ہے کہ فوری اسے امتحان لازمی کے لئے ضروری شامل کر کے حسب سابق ممنون فرمائیں گے، جوابی لفافہ ارسال ہے، جواب صواب کے لئے انتظار رہے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔ والسلام

فقیر خان محمد عفی عنہ

مکتوب گرامی نمبر: ۵۸

صدر وفاق المدارس کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدوم گرامی حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ

صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی!

آپ کے گرامی نامہ محررہ ۲۰؍ربیع الاوّل ۱۴۱۹ھ کے ذریعہ معلوم ہوکر انتہائی مسرت ہوئی کہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے اپنے عاملہ کے اجلاس میں ہماری تجویز پر منتہی طلبا کے لئے ردِ قادیانیت کا مطالعہ اور اس کا امتحان لازمی قرار دے دینے کا فیصلہ فرمایا ہے۔ آپ نے ختم نبوت، حیات عیسیٰ علیہ السلام اور کذب مرزا پر دس دس سوالات اور امدادی کتب کی فہرست طلب کی ہے۔ تینوں عنوانات پر دس دس سوالات لف ہذا ہیں۔ امدادی کتب کے لئے ان پانچ کتابوں کا مطالعہ کافی ہوگا:

قادیانیت:	حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ
رئیس قادیان:	حضرت مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوریؒ
احتساب قادیانیت (جلد اول):	حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
احساب قادیانیت (جلد دوم):	حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
اسلام اور قادیانیت	حضرت مولانا عبدالغنی پٹیالویؒ

البتہ اگر آپ ان سوالات کو قبول فرمالیتے ہیں تو آپ کے فیصلہ کے بعد آپ کا باضابطہ جواب آنے پر ان سوالات کے جوابات پر مشتمل مختصر مگر جامع مانع کتاب مجلس تحفظ ختم نبوت بہت جلد مرتب کردے گی۔ اللہ رب العزت آپ کے حامی و ناصر ہوں۔ والسلام

فقیر خان محمد عفی عنہ

امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

مکتوب گرامی نمبر:۵۹

پیر پگاڑا صاحب کے جواب میں

امیر مرکزیہ حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہٗ کا اعلانِ حق

روزنامہ نوائے وقت لاہور میں یکم جنوری ۱۹۸۳ء سکھر سے پیر صاحب پگاڑا کا بیان نظر سے گزرا جس میں انہوں نے ۱۹۵۶ء کے آئین سے ہمیں اتفاق ہے کا اظہار فرمایا آخر میں یہ بھی فرمایا کہ مسلم لیگ ۱۹۵۶ء کے تحت قومی حکومت میں شریک ہونے کی خواہاں ہے، کیونکہ ۱۹۵۶ء کے آئین سے مسلم لیگ اب بھی پوری طرح متفق ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۷۳ء کے آئین سے راہ فرار اختیار کی کوشش ہورہی ہے:

''میں بحیثیت امیر مجلس تحفظ ختم نبوت یہ بات واضح کردینا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں جو حکومت جس آئین کے بھی ماتحت بنے، اس آئین میں اگر مرزائیوں کے متعلق ۱۹۷۴ء والی ترمیم شامل نہیں ہوگی تو اس آئین اور اس حکومت کی ہم محبّ وطن پاکستانی مسلمان ....اس کو ہرگز ہرگز تسلیم نہیں کریں گے۔ یہ بات پیر صاحب پگاڑا اور حکومت کو ذہن نشین کرلینی چاہئے۔''

ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

مکتوب گرامی نمبر:۶۰

امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد زید مجدہم اور

نائب امیر مرکزیہ مولانا محمد یوسف لدھیانوی زید مجدہم کا پیغام

۷ رستمبر ۱۹۷۴ء پاکستان کی تاریخ کا وہ عظیم اور تاریخی دن ہے جب اللہ رب العزت نے جاں نثارانِ ختم نبوت اور قافلہ امیر شریعتؒ کی خدمات اور بے شمار قربانیوں کو شرف قبولیت عطا فرمایا اور عقیدہ ختم نبوت کی عظمت کو بحال اور نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو سرخرو فرماکر، منکرین ختم نبوت اور جھوٹے نبی مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی روحانی اولاد قادیانیوں کو ذلت ورسوائی کے گڑھے میں ڈالا اور پاکستان کی قومی اسمبلی نے تاریخ ساز فیصلہ صادر کرکے تاریخ میں اہم مقام پایا۔ امریکا ومغربی دنیا کی تمام تر کوششوں اور قادیانیوں کے شدید دباؤ اور اثر ورسوخ کے باوجود اللہ تعالیٰ نے سنت صدیقی کو زندہ

کر کے اعلان کیا کہ:

’’قادیانی چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی تسلیم کرتے ہیں اور عقیدہ ختم نبوت کے منکر ہیں، اس لئے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور ان کا شمار پاکستان کی غیر مسلم اقلیتوں میں کیا جائے گا۔‘‘

اس تاریخ ساز فیصلہ تک پہنچنے کے لئے جو قربانیاں دی گئیں، اس کی ۹۰ سالہ پوری تاریخ ہے، مرزا غلام احمد قادیانی کا فتنہ ۱۸۸۴ء میں اس وقت شروع ہوا جب انگریزوں نے جدوجہد آزادی کو کچلنے کے لئے مسلمانوں میں افتراق و انتشار کی ضرورت محسوس کی، اس لئے ۱۹۰۱ء میں مرزا غلام احمد قادیانی سے جھوٹا دعویٰ نبوت کرایا گیا۔ علماء حق نے فوری طور پر خلیفہ اوّل سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور کی سنت اور امت کے لئے پہلے اجماع کے مطابق جھوٹے مدعی نبوت کے خلاف جہاد کا اعلان کیا اور نبی آخرالزمان ﷺ کی حدیث مبارکہ کا مفہوم:

’’اگر میرے بعد کوئی دعویٰ نبوت کرے تو اس کو مسترد کردو کیونکہ میرے بعد نبوت کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔‘‘

علماء اور مسلمانوں نے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو مسترد کردیا، لیکن انگریزوں کی سرپرستی میں غلام احمد قادیانی نے جھوٹی نبوت کی تبلیغ شروع کی تو محدث العصر حضرت علامہ سیّد محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو اس کام کے لئے امیر مقرر فرما کر خود بھی بیعت فرمائی اور تمام علماء کرام کو حکم دیا کہ وہ بھی امیر شریعتؒ کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ امیر شریعتؒ کی قیادت میں جاں نثارانِ ختم نبوت نے قربانی کی وہ مثال پیش کی، جس کی نظیر تاریخ اسلام کے ابتدائی دور میں ملتی ہیں۔ تقریر، تحریر، مناظروں، مباہلوں غرض حق و صداقت کی سربلندی کا جو راستہ اختیار کیا جاسکتا تھا قافلہ امیر شریعتؒ نے اختیار کیا۔ ۱۹۵۳ء میں پاکستان کو قادیانی اسٹیٹ بننے سے بچانے کے لئے امیر شریعتؒ نے جہاد کا اعلان کیا تو پورا پاکستان میدان عمل میں اتر گیا اور جب ۱۹۷۴ء میں جانشین علامہ انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آواز دی تو پاکستان کے تمام مسلمان اپنی جان و مال کی قربانی کا عزم لے کر میدان عمل میں اترے اور آخر کار ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پڑے اور یوں ۹۰ سالہ جدوجہد کے بعد جاں نثارانِ ختم نبوت اور قافلہ امیر شریعتؒ کے حصے میں کامیابی و کامرانی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی اور پوری دنیا میں قادیانیت کا پردہ چاک ہوا۔ آج دنیا بھر کے مسلمان قادیانیوں کو اپنے آپ سے الگ سمجھتے ہیں۔ آج ۷ ستمبر کی تاریخ ہمیں اپنے اکابر محدث العصر حضرت علامہ سیّد انور شاہ کشمیریؒ امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ عاشق رسول، فاتح قادیانیت، محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری، علامہ انور شاہ کشمیریؒ، امیر شریعت سیّد

عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مجاہد ملت قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مجاہد اسلام مولانا محمد علی جالندھریؒ، مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ، عاشق رسول فاتح قادیانیت محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ، مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ، مجاہد اسلام مولانا غلام غوث ہزارویؒ، فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ، پیکر عجز و انکسار مولانا محمد شریف جالندھریؒ، امام اہل سنت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ اور لاکھوں جاں نثارانِ ختم نبوت کی قربانیوں کی یاد دلا دی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس بات کا عزم رکھیں کہ ہم بھی اپنے ان اکابر علماء کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قافلہ امیر شریعتؒ میں شامل رہیں گے اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہمہ وقت قربانی دیں گے اور دنیا بھر میں قادیانیت کی طرف سے جو مسلمانوں کو اسلام کے نام پر گمراہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، اس کے سدباب کے لئے کوشش کریں گے۔ اس مبارک کام کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ شامل ہوں اور آخرت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے حق دار بن جائیں۔

مکتوب گرامی نمبر:۶۱

جناب فاروق ایچ نائک، چیئرمین سینٹ ومحترمہ ڈاکٹر فہمیدہ مرزا صاحبہ اسپیکر قومی اسمبلی وجناب بابر اعوان، وفاق وزیر قانون ودیگر جملہ اراکین پارلیمنٹ

مکرمی محترمی جناب .... السلام علیکم

مزاج گرامی!

گزارش ہے کہ جناب سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور ان کی ختم نبوت کا یہ عقیدہ چودہ سو برس سے امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ چلا آرہا ہے۔ اسی طرح جناب نبی اکرم ﷺ کی عزت وناموس کا تحفظ دنیا کا ہر مسلمان اپنا ایمانی فریضہ سمجھا ہے اور اپنی جان سے بھی بڑھ کر اس کے تحفظ کے لئے کوشاں رہنے کو باعث سعادت ونجات سمجھتا ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مسلمانوں کے اسی اجماعی عقیدہ کے تحفظ اور ایمانی جذبات کی ترجمانی کے لئے گزشتہ ساٹھ برس سے وطن عزیز پاکستان اور دنیا کے دیگر بہت سے ممالک میں سرگرم عمل ہے۔ مسلمانوں کو ان کے عقیدہ وثقافت سے محروم کرنے اور فکری وذہنی انتشار کا شکار بنانے کے لئے استعماری قوتوں نے سازش کے تحت امت مسلمہ میں جو فتنے کھڑے کئے۔ ان میں ایک بڑا فتنہ قادیانیت کا ہے، جس کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی نے مفکرِ پاکستان علامہ محمد اقبالؒ کے بقول نئی نبوت اور نئی وحی کا دعویٰ

کر کے مسلمانوں کے مرکز عقیدہ و اطاعت کو تبدیل کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔

مفکرِ پاکستان علامہ اقبالؒ نے ''قادیانیت'' کی حقیقت کو جس علمی وفکری انداز میں دنیا کے سامنے آشکارا کیا ہے، اس سے اس سازش کے پس منظر کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے اور پنڈت جواہر لال نہرو کے ساتھ اس مسئلہ پر علامہ اقبالؒ کی خط و کتابت نے اس عظیم فتنے کے فکری، تہذیبی اور سماجی پس منظر کو علمی حلقوں کے سامنے طشت از بام کر کے رکھ دیا۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قیام کے بعد ملک کے دینی و سیاسی حلقوں نے علامہ محمد اقبالؒ کے انہی ارشادات اور توضیحات کی روشنی میں قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر معاشرتی درجہ دینے کی تحریک چلائی تھی جو مسلسل جدوجہد اور قربانیوں کے بعد ۱۹۷۴ء میں اپنے منطقی نتیجے تک پہنچی اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ نے وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی قیادت میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر نہ صرف ایک دیرینہ مسئلہ کو ہمیشہ کے لئے حل کردیا بلکہ اس سے مفکرِ پاکستان علامہ اقبالؒ کے خوابوں کو بھی تعبیر مل گئی۔ مگر قادیانیوں نے اس وقت سے اپنے بارے میں:

*... اسلامی جمہوریہ پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ۔
*... پورے عالم اسلام کی نمائندہ تنظیم ''رابطہ عالم اسلامی''۔
*... سپریم کورٹ آف پاکستان۔
*... دنیائے اسلام کے تمام مکاتب فکر کے علمی مراکز اور حلقوں۔

کے متفقہ فیصلوں کو مسترد کرتے ہوئے خود کو مسلمان تسلیم کرانے اور پارلیمنٹ کے فیصلے کو ناکام بنانے کی مہم شروع کر رکھی ہے، جسے ان کے استعماری آقاؤں اور پاکستان کے اسلامی نظریاتی تشخص کی مخالف بین الاقوامی لابیوں کی حمایت اور پشت پناہی حاصل ہے اور اسی پس منظر میں عالمی حلقوں کی طرف سے پاکستان پر:

۱:... قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے اور انہیں اسلام کا نام اور اصطلاحات و شعائر کے استعمال سے روکنے کے دستوری و قانونی اقدامات کو ختم کرنے۔

۲:... جناب نبی اکرم ﷺ کے ناموس و عزت کے تحفظ کے قوانین کو غیر موثر بنانے۔

۳:... دستورِ پاکستان کی اسلامی دفعات بالخصوص قرار و مقاصد میں ترامیم کرنے۔

۴:... حتیٰ کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نام سے اسلامی کا لفظ حذف کرنے کے لئے مسلسل دباؤ ڈالا جارہا ہے۔

ان حالات میں جبکہ دستور ترامیم کا نیا پیکج پیش کرنے کے لئے پارلیمنٹ کی قائم کردہ ''دستوری ترامیم کمیٹی'' اخباری رپورٹ کے مطابق ۲۳؍مارچ تک ترامیم کا مسودہ پارلیمنٹ کے سامنے پیش کرنے کی تیاری کررہی ہے اور مختلف حلقوں کی طرف سے اسلامی دفعات کے بارے میں منفی مطالبات سامنے آرہے ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سمیت ملک کے تمام دینی حلقوں کو تشویش ہے کہ نئی دستوری ترامیم کے ذریعہ خدانخواستہ دستور کی اسلامی دفعات بالخصوص: ۱-قراردادِ پاکستان، ۲-عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی دستوری دفعات اور ۳-تحفظ ناموس رسالت کے قانون کو ختم یا غیر موثر کرنے کی کوئی منفی کوشش کامیاب نہ ہوجائے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے اسلامی نظریاتی تشخص جناب رسالت مآب ﷺ کی عزت وناموس کے تحفظ اور عقیدہ ختم نبوت کی پاس داری میں خود آنجناب کے جذبات بھی کسی دوسرے مسلمان سے کم نہیں ہیں اور آپ بھی ان امور پر ہماری طرح ہی عقیدت و جذبات رکھتے ہیں، لیکن اپنے جماعتی اہداف اور مشن کے حوالہ سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اس سلسلہ میں آنجناب کو یاد دہانی کرانا اپنی ذمہ داری سمجھتی ہے اور اسی جذبہ کے تحت آپ کی خدمت میں یہ عریضہ پیش کیا جارہا ہے۔

ہمیں امید، بلکہ یقین ہے کہ آپ اپنا ملی و دینی فریضہ سمجھتے ہوئے اس مسئلہ کو خصوصی توجہ اور ترجیحات سے نوازیں گے اور جناب رسالت مآب ﷺ کی ختم نبوت اور ناموس کے تحفظ میں بھرپور کردار ادا کر کے خود کو آقائے نامدار ﷺ کی خصوصی شفقتوں اور شفاعت کا حق دار بنائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق دیں اور دونوں جہانوں کی خوشیوں اور سعادتوں سے نوازیں۔ آمین یارب العالمین۔

والسلام

آپ کا مخلص

فقیر خان محمد عفی عنہ

امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

مکتوب گرامی نمبر: ۶۲

جناب ساجد اعوان کے نام حضرت قبلہؒ کے خطوط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

محترم ساجد اعوان صاحب نے آقائے نامدار، خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل میں بڑی محنت اور کاوِش سے یہ کتاب مرتب کی ہے، فقیر دُعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ محترم ساجد اعوان صاحب کی محنت کو قبول فرماوے، اور کتاب کو قبولیتِ عامہ عطا فرماوے، اور مسلمانوں کے اِیمان کی حفاظت کا ذریعہ بناوے، آمین۔ والسلام

فقیر خان محمد عفی عنہ

۱۸ر رجب ۱۴۱۵ھ

مکتوب گرامی نمبر: ۶۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم ساجد اعوان صاحب مطالعہ فرماویں، کہ آپ کا گرامی نامہ مع اخباری تراشوں کے موصول ہوا، حالات سے آگاہی ہوئی، فقیر دُعا گو ہے کہ مولا پاک اپنا فضل وکرم فرماوے۔ اور آپ سب کو صحت وعافیت کے ساتھ رکھے۔ اور آپ سب کو ہمت وجرأت اور اِستقامت کے ساتھ مسئلۂ ختمِ نبوّت اور ناموسِ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں مشغول رکھے۔ اور اپنے دِینی ودُنیاوی مقاصد میں کامیابی عطا فرماوے۔ اور ہمیشہ اپنی حفاظت میں عزت وآبرو اور جمعیت وسکون کے ساتھ رکھے، آمین۔

۲۶ر ستمبر کی کانفرنس میں مولانا اللہ وسایا صاحب کی شرکت بڑی مشکل ہے، ۲۶-۲۷ر ستمبر کو تمام مبلغین کا اِجتماع ہے، اور یہ تاریخ دو مہینے پہلے سے مقرر شدہ ہے، اس لئے معذرت پیش ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی کو قبول فرماوے، اور کانفرنس کو کامیاب فرماوے۔ آمین۔ فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے، والحمدللہ علیٰ ذالک۔

والسلام

فقیر خان محمد عفی عنہ

مکتوب گرامی نمبر: ۶۴

مکرم ومحترم جناب ساجد صاحب سلمک اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سلامِ مسنون کے بعد گزارش ہے، کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا، تفصیل سے آگاہی ہوئی، اپنے اِیمان کی حفاظت، اُس کے جملہ ذرائع کی حفاظت اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ پر فرض ہے، اِس فرض کی ادائیگی کے لئے آپ سب حضرات کی مساعی قابلِ قدر ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماوے اوراپنی رضامندی وخشنودی سے سرفراز فرماوے، اور کامیابیاں عطا فرماوے، آمین۔

بڑی ہمت وجرأت سے اپنے فریضے کو ادا کرتے رہیں، اس کے ساتھ ساتھ مقامی علمائے کرام کی سرپرستی اور رہنمائی سے بھی غافل نہ رہیں۔ یہ بڑی ضروری چیز ہے۔ فقیر نے ۱۴رمئی، ۱۸رشوال اپنی ڈائری پر تاریخ نوٹ کرلی ہے، فقیر انشاء اللہ تعالیٰ ضرور حاضر ہوگا، آپ سب اِطمینان فرماویں۔ فقیر کی طرف سے سب کو سلام ودعوات۔

والسلام

فقیر خان محمد عفی عنہ

۱۲ر رجب ۱۴۱۰ھ

مکتوب گرامی نمبر: ۶۵

مکرم ومحترم ساجد اعوان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سلامِ مسنون کے بعد گزارش ہے، کہ آپ کا خط ملا، حالات سے آگاہی ہوئی، فقیر دُعاگو ہے، کہ مولا پاک آپ کو صحت وعافیت کے ساتھ رکھے، اور آپ کو اپنے مقاصدِ دینیہ میں کامیاب فرمائے۔ آمین۔

فقیر کل ۱۰ر ربیع الثانی کو کراچی جارہا ہے، وہاں انگلینڈ روانگی ہوگی، مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کی سالانہ کانفرنس کے لئے جانا ہے۔ دوتین ہفتے اس سفر میں لگ جاویں گے واپسی پر آپ رابطہ کریں۔ فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے، والحمدللہ علیٰ ذالک۔ فقیر کی طرف سے سب کو سلام ودعوات۔

والسلام

فقیر خان محمد عفی عنہ

۹ر ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

مکتوب گرامی نمبر:٦٦

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے

مکرم ومحترم ساجد اعوان صاحب مطالعہ فرماویں، کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا، حالات سے آگاہی ہوئی، خواب مبارک ہے، اپنے کسی اہم مقصد میں کامیابی کی علامت ہے، اللہ تعالیٰ نصیب کرے، اور اپنے جملہ مقاصد میں کامیاب فرماوے، اور اعمالِ خیر کا پابند بناوے، اور جمعیت وسکون کرامت فرماوے، آمین۔

فقیر کی طرف سے سب کو سلام ودعوات۔ والسلام

فقیر خان محمد عفی عنہ

مکتوب گرامی نمبر:٦٧

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے

مکرم ومحترم ساجد صاحب مطالعہ فرماویں، کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا، حالات سے آگاہی ہوئی۔

فقیر دُعا گو ہے، کہ مولا پاک آپ کو صحت وعافیت کے ساتھ رکھے، اور آپ کو صلاح وفلاح سے آراستہ فرماوے، اور اپنے مقاصد میں کامیاب فرماوے، اور جماعت کی اِمداد واعانت کی ہمت وجرأت اور اِخلاص وللّٰہیت کے ساتھ توفیق عطا فرماوے، اور اپنی رضامندی کا ذریعہ بناوے، آمین۔

فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے، والحمدللہ علیٰ ذالک۔

فقیر ۲۷/مارچ کو سفرِ حج کے لئے روانہ ہو رہا ہے، ۳۰/مارچ کو لاہور سے جدہ روانگی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آسان وقبول فرماوے، آمین۔

فقیر کی طرف سے سب کو سلام ودعوات۔ والسلام

فقیر خان محمد عفی عنہ

حضرت قبلہؒ کے خطوط
صاحبزادہ عزیز احمد صاحب کے نام!

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب حضرت قبلہؒ کے بڑے صاحبزادہ ہیں۔ صاحبزادہ صاحب مختلف دینی اداروں میں پڑھتے رہے۔ اس دوران میں برابر ہر لمحہ حضرت قبلہؒ ان کا خیال رکھتے۔ اس طرف کا سفر ہوتا تو ملنے تشریف لے جاتے۔ مل کر واپس تشریف لاتے تو خانقاہ شریف پہنچنے کی صاحبزادہ صاحب کو اطلاع کرتے۔ غرض اس دس بارہ سال کے عرصہ کے تمام خطوط محترم صاحبزادہ صاحب جمع کرتے رہے اور ان کی نقل اپنی یادداشت کی کاپی پر محفوظ کرتے رہے۔ یہ خطوط تاریخی چیز ہیں۔ ایک باپ کی شفقت، مربی کا انداز تربیت کے علاوہ اس دور کی پوری صورتحال ان خطوط میں موجود ہے اور پھر ان میں حضرت قبلہؒ کا ایک سفر حج جو روڈ کے ذریعہ ہوا۔ اس کی پوری تفصیل حضرت قبلہؒ کے قلم حقیقت رقم سے اس میں موجود ہے۔ یہ کل باسٹھ خطوط تھے۔ ان میں سے ایک گم ہو گیا۔ اب اکسٹھ خطوط کا ذخیرہ پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

مکتوب گرامی نمبر:۶۸

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے عزیز از جان سلمہ الرحمٰن مطالعہ کریں کہ فقیر رات کو ۹ بجے والی گاڑی پر واپس خانقاہ پاک پہنچ آیا ہے اور یہاں پر ہر طرح عافیت ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک! ہم سب تم سب کی خیریت وعافیت اور سلامتی کے طالب ہیں۔ مولا پاک نصیب فرماوے اور اپنے تعلیمی مقصد میں کامیاب فرماوے اور اپنے مقصد میں کامیابی کی لگن عطا فرماوے اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرماوے۔ آمین! اپنے اس وقت کو بہت قیمتی سمجھیں اور اس کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ کریں۔ صحت، فراغت جو اس وقت ہے پھر کبھی نہیں ملے گی۔

چائے، دودھ، کپڑوں کی دھلائی وغیرہ کے اخراجات آپ اپنی طرف سے کرتے رہیں اور محمد داؤد صاحب کو اپنا حقیقی بھائی جانیں اور ان سے کسی قسم کے حساب کا مطالبہ بالکل نہ کریں۔ فقیر کی طرف سے مہتمم صاحب (مولانا منظور الحق صاحب دارالعلوم کبیر والا) کی خدمت میں معذرت پیش کریں کہ رشید احمد کی وجہ سے جلدی واپس ہونا پڑا۔ فقیر کی طرف سے محمد داؤد صاحب، حافظ محمد عظیم صاحب کو سلام مسنون۔ والسلام!

از خانقاہ سراجیہ ۲۴ر شوال ۱۳۹۰ھ، مطابق ۲۴ر دسمبر ۱۹۷۰ء

مکتوب گرامی نمبر: ۶۹

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے عزیز از جان سلمہ الرحمٰن مطالعہ کریں کہ یہاں بفضلہ تعالیٰ بہرنوع عافیت ہے۔ سب خورد وکلاں صحت وعافیت کے ساتھ ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک! ہم سب آپ سب کی خیریت وعافیت اور سلامتی کے طالب ہیں۔ مولا پاک نصیب فرماوے اور اپنے تعلیمی مقصد میں ذوق وشوق کے ساتھ مشغول رکھے اور اپنے اس مقصد کی لگن عطا فرماوے اور علوم نافعہ دینیہ سے مشرف وسرفراز فرماوے اور صحت وعافیت اور جمعیت وسکون کرامت فرماوے۔ آمین!

فقیر کا پہلا خط مل گیا ہوگا۔ آپ نے اپنی خیریت کی اطلاع نہیں دی۔ اسباق کی ترتیب اور نظام الاوقات کی اطلاع دیویں۔ نیز طبیعت بھی لگی ہے یا کہ نہیں؟ نئی جگہ، نیا ماحول، اس سے طبیعت گھبرائی تو نہیں؟ بہرحال اپنے آپ کو سب طرف سے یک سو کر کے اپنے آپ کو کلیتہً علم کے حصول میں مصروف رکھیں۔ یہی ایک مقصد ہے اور بس۔ اس چند روزہ محنت کا ثمر آئندہ ساری زندگی میں ملتا رہے گا۔ اپنے اس مقصد میں غفلت نہ آئے۔ فقیر کی طرف سے اپنے ساتھیوں محمد داؤد صاحب ومحمد عظیم صاحب کو سلام مسنون اور مضمون واحد، حضرت مولانا مہتمم صاحب کی خدمت میں سلام مسنون، والسلام!

از خانقاہ سراجیہ یکم ر ذیقعدہ ۱۳۹۰ھ، مطابق ۳۰ر دسمبر ۱۹۷۰ء

مکتوب گرامی نمبر: ۷۰

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے عزیز مکرم عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ، مطالعہ فرماویں کہ آپ کے دونوں خط ملے۔ حالات ونظام الاوقات معلوم کر کے اطمینان ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے آپ سب کو صحت وعافیت اور سلامتی

کے ساتھ رکھے اور سب کو علوم نافعہ دینیہ سے بہرہ کامل نصیب فرماوے اور دارین کی سعادتوں سے مشرف فرماوے۔ آمین!

ہم انشاء اللہ تعالیٰ ۱۴ر جنوری جمعہ کی رات کو ساڑھے دس بجے والی گاڑی پر سوار ہوکر ۱۵ر جنوری جمعہ کی صبح کو دس بجے ملتان پہنچیں گے۔ ملتان سے اسی روز خیبر میل پر سوار ہوکر کراچی روانہ ہوں گے۔ آپ ۱۵ر جنوری جمعہ کی صبح کو آٹھ بجے لاری پر سوار ہوکر خان صاحب (فضل محمود خاکوانیؒ) کا مکان جو کوٹلہ تولے خاں میں ہے۔ وہاں پہنچ آویں۔ اسٹیشن پر نہ آویں۔ کیونکہ ہم مظفر گڑھ گاڑی سے اتر کر بذریعہ کار ملتان پہنچیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

مولانا مہتمم صاحب کی خدمت میں اطلاع کردیں۔ کوئی چیز منگوانی ہو تو فوراً لکھیں۔ تاکہ لیتے آویں۔ یہاں بفضلہ تعالیٰ ہر طرح عافیت ہے۔ سب چھوٹے بڑے صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک! فقیر کی طرف سے سب کو سلام مسنون اور سب گھر والوں کی طرف سے بہت بہت سلام ودعوات۔ والسلام! از خانقاہ سراجیہ ۸ر ذیقعدہ ۱۳۹۰ھ، مطابق ۶ر جنوری ۱۹۷۱ء

مکتوب گرامی نمبر: ۱۷

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے عزیزم عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ، مطالعہ کریں کہ آپ کا خط ابھی ابھی موصول ہوا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ فقیر نے اپنے پروگرام سفر کے متعلق پہلے اطلاع دے دی ہے۔ وہ خط مل گیا ہوگا۔ یہاں بفضلہ تعالیٰ ہر طرح عافیت ہے۔ خانقاہ پاک میں بھی ہر طرح عافیت ہے۔ گھر میں سب چھوٹے بڑے راضی خوشی اور صحت وعافیت کے ساتھ ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک! ہم سب آپ کی خیریت وعافیت اور سلامتی کے طالب ہیں۔ مولا پاک نصیب فرماوے۔ آمین!

مکھن والا تعویز ارسال ہے۔ اس تعویز کو مدھانی کی سنگھی میں رکھ کر اوپر مدھانی ٹھوک دینی ہے۔ اس کے علاوہ مولانا مہتمم صاحب کی خدمت عرض کریں کہ سردار محمد اسلم صاحب کے گھر والوں کو کہیں کہ ان کے لڑکے مظفر نے جتنے خط بھی فقیر کو لکھے ہیں۔ فقیر نے سب کا جواب اس کو دیا ہے۔ معلوم نہیں وہ خط اس کو کیوں نہیں ملے۔ فقیر کی طرف سے سب کو سلام مسنون۔ والسلام! از خانقاہ سراجیہ

۹ر ذیقعدہ ۱۳۹۰ھ، مطابق ۷ر جنوری ۱۹۷۱ء

مکتوب گرامی نمبر: ۷۲

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ ہم سب آج صبح بعافیت یہاں پہنچ آئے ہیں اور یہاں سے انشاء اللہ تعالیٰ ۱۸ر جنوری کو جدہ روانگی ہوگی۔

فقیر نے آتے ہوئے جناب مہتمم صاحب کو پچاس روپے دے دیئے تھے اور عرض کیا تھا کہ عید کی رخصتوں کے بعد جب آپ واپس آئیں تو آپ ان سے روپے لے لیں۔ قربانی کے لئے راؤ جمشید صاحب کو روپے دے دینا یا پھر ڈنگ اپنے قصائیوں کے ذریعہ خرید لیں۔

ہم سب آپ سب کے لئے دعا گو ہیں کہ مولا پاک اپنے فضل سے آپ سب کو صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے اور علوم نافعہ دینیہ سے بہرہ کامل نصیب فرماوے اور دارین کی سعادتوں سے مشرف فرماوے۔ آمین!

فقیر کی طرف سے جناب مہتمم صاحب اپنے اساتذہ کی خدمت سلام مسنون اور اپنے سارے ساتھیوں کو بھی سلام دعوات۔ والسلام! از کراچی، ۱۷ر ذیقعدہ ۱۳۹۰ھ، مطابق ۱۵ر جنوری ۱۹۷۱ء

مکتوب گرامی نمبر: ۷۳

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ فقیر کا پہلا خط مل گیا ہوگا۔ ہم سب آج روانگی کی تیاری میں ہیں۔ چار بجے بوقت عصر یہاں سے جہاز کی روانگی ہے۔ مغرب سے کچھ دیر بعد انشاء اللہ تعالیٰ جدہ پہنچ جاویں گے۔ فقیر یہ دو لفافے بھیج رہا ہے۔ ایک یہاں کبیر والا سے اپنی صحت خیریت کو لکھ دینا۔ دوسرا جب آپ عید کی رخصتوں پر خانقاہ پاک جائیں وہاں سے خیر خیریت اور حالات کا خط لکھ دینا۔ فقیر دعا گو ہے کہ مولا پاک اپنے فضل وکرم سے آپ سب کو صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے اور علوم نافعہ دینیہ سے بہرہ کامل عطا فرماوے اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرماوے۔ آمین! فقیر کی طرف سے سب کو سلام مسنون ودعوات۔ والسلام! از کراچی، ۱۹ر ذیقعدہ ۱۳۹۰ھ، مطابق ۱۷ر جنوری ۱۹۷۱ء

مکتوب گرامی نمبر: ۷۴

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی

طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ ہم سب ۱۸؍جنوری کو بوقت چار بجے کراچی سے ہوائی جہاز پر سوار ہوئے اور جدہ عشاء کے بعد پہنچے۔ ۱۹؍جنوری کا دن جدہ رہنا ہوا۔ ۲۰؍جنوری کی صبح کو جدہ سے روانہ ہوکر اسی روز عصر کے وقت مدینۃ المنورہ پہنچے۔ یہاں ہم سب بفضلہٖ تعالیٰ ہر طرح عافیت کے ساتھ ہیں اور آپ سب کے لئے بہت بہت دعا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماوے۔ یہاں سے واپسی یکم، دو؍فروری کو ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

مکہ مکرمہ میں بھی ہمارا پتہ یہ ہوگا۔ معرفت معلم شاکر سکندر صاحب، محلّہ جیاد، متصل حرم پاک، مکہ مکرمہ، سعودی عرب۔ واپسی کے لئے کراچی سے ہماری سیٹیں ہوائی جہاز والوں نے فروری میں بک نہیں کی تھیں۔ کیونکہ گنجائش نہیں تھی۔ اب حج کے بعد اس کی سعی کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کامیاب فرماوے۔ آمین!

حضرت مولانا سید فیض علی شاہ صاحب کی خدمت سلام مسنون کے بعد عرض کریں کہ یہاں معلومات کرنے سے پتہ چلا ہے کہ ابھی تک حضرت مولانا اسعد صاحب (مدنی بھارت) تشریف نہیں لائے۔ شاید ایام حج کے بالکل قریب تشریف لے آویں۔ فقیر کی طرف سے جناب مہتمم صاحب اور حضرات اساتذہ کی خدمت سلام مسنون عرض کریں اور اپنے سب ساتھیوں کو بھی سلام ودعوات۔ والسلام!

از مدینۃ المنورہ، ۲۶؍ذیقعدہ ۱۳۹۰ھ، ۲۴؍جنوری ۱۹۷۱ء

مکتوب گرامی نمبر:۷۵

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ آپ کا خط جناب ماسٹر منظور صاحب نے فقیر کو منیٰ پہنچایا۔ خیریت وعافیت کا پڑھکر اطمینان ہوا۔ آپ عید کی چھٹیاں گزار کر واپس آ گئے ہوں گے۔ خانقاہ پاک میں بفضلہٖ تعالیٰ ہر طرح عافیت ہوگی۔ خلیل احمد کو یہاں سے خطوط لکھے ہیں۔ اس نے کوئی جواب وغیرہ نہیں دیا، باعث بخیر ہو۔ ہم سب ۲؍فروری کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوکر شام کو مکہ مکرمہ پہنچ آئے۔ ۳؍فروری مکہ مکرمہ گزارا اور چار فروری کو منیٰ روانہ ہوگئے۔ حج ۵؍فروری جمعہ کے روز ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حج اکبر نصیب فرمایا۔ سب ارکان حج سے فراغت کے بعد آج ۹؍فروری کو مکہ مکرمہ واپسی ہوئی اور آج ہی آپ لوگوں کو خط لکھ رہا ہوں۔ ہم سب بفضلہٖ تعالیٰ خیریت وعافیت سے ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک! اور آپ سب کی خیریت وعافیت اور سلامتی کے طالب ہیں۔ مولا پاک نصیب فرماو۔ آمین!

۱۱رفروری کو خان صاحب واپسی کے متعلق کوشش کرنے جدہ جاویں گے جو نتیجہ نکلے گا اس کی اطلاع دی جاوے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ مکہ مکرمہ کے پتہ سے پہلے اطلاع دے دی ہے۔ اب پھر لکھ رہا ہوں۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب، معرفت معلم شاکر سکندر، محلّہ جیاد۔ آپ نے کوئی چیز لکھ کر کاٹ دی۔ جو لکھی تھی۔ وہ فوراً لکھیں۔ اگر ہم لاسکے تو انشاء اللہ تعالیٰ ضرور لائیں گے۔ فقیر کی طرف سے جناب مہتمم صاحب اور اپنے سب اساتذہ اور اپنے سب ساتھیوں کو بہت بہت سلام۔ اپنی آپا کی طرف سے بہت بہت سلام۔ والسلام! ازمکہ مکرمہ، ۱۳رذی الحجہ ۱۳۹۰ھ، مطابق ۹رفروری ۱۹۷۱ء

مکتوب گرامی نمبر:۷۶

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ ہم سب بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہیں۔ والحمد اللہ علیٰ ذالک! اور ہم سب کی خیریت وعافیت اور سلامتی کے طالب ہیں۔ مولا پاک نصیب فرماوے۔ آمین!

آپ عید کی تعطیلات گذار کر واپس آ گئے ہوں گے اور وہاں بفضلہٖ تعالیٰ ہر طرح عافیت ہوگی۔ فقیر کا پہلا خط مل گیا ہوگا۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ ۲۷رفروری کی شام کو جدہ سے ہوائی جہاز پر سوار ہوں گے اور رات کو بارہ ایک بجے کراچی پہنچیں گے۔ کراچی سے انشاء اللہ تعالیٰ ۲۸رفروری کی شام کو چناب پر یا خیبر میل پر سوار ہو کر یکم رمارچ کو ملتان پہنچیں گے۔ ملتان سے اسی روز رات تھل پر سوار ہو کر خانقاہ پاک روانہ ہو جاویں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ! اطلاعاً عرض ہے۔

فقیر کی طرف سے مہتمم صاحب اور اپنے سب اساتذہ کرام اور ساتھیوں کو سلام مسنون۔

حضرت مولانا سید فیض علی شاہ صاحب کی خدمت عرض کریں کہ حضرت مولانا سید اسعد میاں صاحب اس سال حج پر نہیں آئے۔ والسلام! ازمکہ مکرمہ، ۲۰رذی الحجہ ۱۳۹۰ھ، مطابق ۱۷رفروری ۱۹۷۱ء

مکتوب گرامی نمبر:۷۷

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ الصمد مطالعہ کریں کہ آپ کا خط ملا۔ حالات معلوم کر کے اطمینان ہوا۔ یہاں بفضلہٖ تعالیٰ ہر طرح عافیت ہے۔ اندر با ہر سب راضی خوشی اور صحت وعافیت کے ساتھ ہیں۔ والحمدللّٰہ علیٰ ذالک! ہم سب آپ سب کی خیریت وعافیت اور سلامتی کے طالب

ہیں۔مولا پاک نصیب فرماوے اور علوم نافعہ دینیہ سے بہرہ کامل نصیب فرماوے اور سعادت دارین سے سرفراز فرماوے۔آمین!

سعید احمد کو اب بالکل آرام ہے۔سب گھر والوں کی طرف سے بہت بہت سلام،فقیر کی طرف سے سب حضرات کو سلام مسنون اور آپ کے ساتھیوں کو دعوات۔والسلام!

از خانقاہ سراجیہ، ۱۳؍محرم ۱۳۹۱ھ،مطابق ۱۱؍مارچ ۱۹۷۱ء

مکتوب گرامی نمبر:۷۸

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ آپ کا خط ملا۔حالات سے آگاہی ہوئی۔پیٹ کی تکلیف کا پڑھ کر افسوس ہوا۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے صحت عطا فرماوے اور دیگر جمیع مکروہات سے بچا کر اپنی حفاظت میں صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے اور سعادت دارین سے سرفراز فرماوے۔آمین!

محبت دونوں قسم کی ہے۔فطری بھی جیسے والدین کو اپنی اولاد سے ہوتی ہے اور اختیاری بھی جیسے ہر مؤمن مسلمان کو اپنے ایمان سے ہے۔لیکن ایسی باتوں کی کیا ضرورت پڑ گئی ہے؟ مہتمم صاحب سے اپنی تکلیف بیان کر کے اجازت لے لیں تو وہ اجازت دے دیں گے۔یہ ایسی کون سی مشکل ہے کہ فقیر کی سفارش کی ضرورت ہے۔

محمد داؤد صاحب اپنی صاحبزادگی کا مظاہرہ کر کے گئے ہیں۔شادی پر اماں جی اور کلثوم کے علاوہ کسی دوسرے کے جانے کی فقیر نے اجازت نہیں دی۔اس وجہ سے روٹھ کر چلے گئے۔بعد میں اماں جی اور کلثوم کو شادی پر بھیجا تھا۔عزیز نصیر احمد صاحب کے ہاتھ گھی پانچ سیر ارسال ہے اور کچھ زمزم اور کچھ کھجوریں بھی ارسال ہیں۔یہی کچھ ہو سکتی تھیں۔جواب میں تاخیر تکلیف کی وجہ سے ہوتی رہی ہے۔فقیر کو ان دنوں کھانسی کی شدید تکلیف ہے۔اللہ تعالیٰ رحم فرماوے۔آمین! فقیر کی طرف سے سب احباب کو سلام مسنون۔والسلام!

از خانقاہ سراجیہ، ۲۳؍محرم ۱۳۹۱ھ،مطابق ۲۱؍مارچ ۱۹۷۱ء

مکتوب گرامی نمبر:۷۹

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی

طرف سے عزیز از جان سلمہ الرحمٰن مطالعہ کریں کہ آپ کا دستی خط ملا۔ صحت کا پڑھ کر مسرت ہوئی۔ اسباق کی مصروفیت کا پڑھ کر مزید برآں فرحت ومسرت ہوئی۔ مولا پاک اپنے فضل سے ہمیشہ صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے اور جمعیت وسکون کے ساتھ اپنی تعلیم میں مشغول رکھے اور علوم نافعہ دینیہ سے سرفراز فرماوے اور دارین کی سعادتوں سے مشرف فرماوے۔ آمین!

آپ کی سفارش کی بنا پر سفارشی رقعہ لکھ دیا ہے۔ امید ہے کہ کام ہو جاوے گا۔ آپ نئے طالب علمی ماحول میں گئے ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں کہ مدرسے چلانا اور طالب العلموں کو قابو میں رکھ کر ان کو تعلیم میں مشغول رکھنا، کتنا مشکل کام ہے۔ یہ وہی جانتے ہیں جو یہ کام کرتے ہیں۔ لہٰذا میری یہ نصیحت ہمہ وقت پیش رہے کہ آپ دونوں کی طرف سے کوئی بھی ایسی حرکت نہیں ہونی چاہئے۔ جس سے مہتمم صاحب کو کچھ بھی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے اور طلباء کے کسی ہنگامہ میں قطعاً داخل نہ ہونا چاہئے۔ خانقاہ پاک میں بفضلہٖ تعالیٰ ہر طرح عافیت ہے۔ خلیل، رشید، سعید، کلثوم، اسماء، میمونہ، زاہدہ سب راضی خوشی ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک! سب گھر والوں کی طرف سے بہت بہت سلام دعائیں۔ والسلام!

از خانقاہ سراجیہ، ۲۲رصفر ۱۳۹۱ھ

مکتوب گرامی نمبر: ۸۰

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے عزیز القدر عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ آپ کا خط ملا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ آپ اپنی تعلیم کا اور اپنا فکر رکھیں۔ مدرسہ میں جو کچھ ہوتا ہے اس کی طرف بالکل کوئی دھیان نہ دیں۔ جو اپنے بس کی بات نہ ہو۔ اس میں دخل دینا بیوقوفی کی علامت ہے۔ اس بات کا ہمیشہ خیال رکھیں۔ آپ نے اپنی صحت کا کچھ نہیں لکھا۔ طبیعت کیسی ہے؟ دوائی جاری ہے یا کہ نہیں۔ فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔ خانقاہ پاک میں بھی ہر طرح عافیت ہے۔ خلیل، رشید، سعید، کلثوم، میمونہ وغیرہ سب راضی خوشی ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک! ہم سب آپ سب کی صحت وعافیت اور سلامتی کے طالب ہیں۔ مولا پاک نصیب فرماوے اور اپنی تعلیم میں ذوق وشوق اور محنت کے ساتھ مصروف رکھے اور علوم نافعہ دینیہ سے بہرہ کامل نصیب فرماوے اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرماوے۔ آمین!

فقیر انشاء اللہ تعالیٰ کل ۳ر ربیع الاوّل جمعرات کی صبح کو یہاں سے روانہ ہوکر لائل پور جاوے گا۔ لائل پور سے گوجرہ، چیچہ وطنی وغیرہ ہوکر ۱۰ر جمعرات کے روز تعزیت کے لئے باگڑ پہنچنے کا ارادہ

ہے۔ امید غالب یہی ہے کہ اس میں تغیر نہیں ہوگا۔ فقیر کی طرف سے اور سب گھر والوں کی طرف سے سب کو سلام۔ رسالہ، داڑھی کی شرعی حیثیت یہاں نہیں ہے۔ مولانا شمس الدین صاحب کا پتہ یہ ہے۔ مدرسہ عربیہ، حسن ابدال، ضلع راولپنڈی، مولانا شمس الدین صاحب کو ملے، اور ہر طرح عافیت ہے۔ والسلام!

از خانقاہ سراجیہ، ۲؍ربیع الاوّل ۱۳۹۱ھ، مطابق ۲۸؍اپریل ۱۹۷۱ء

مکتوب گرامی نمبر:۸۱

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے عزیز القدر عزیز احمد سلمہ اللہ الصمد مطالعہ کریں کہ آپ کو جاتے وقت تاکید کی تھی کہ جاتے ہی اپنے پہنچنے کی اطلاع لکھ دینا۔ لیکن آج جمعہ ہے۔ گئے ہوئے ہفتہ ہوگیا۔ آپ نے اپنے پہنچنے کی اطلاع نہیں دی۔ باعث بخیر ہو۔ یہاں تشویش ہے۔ اپنی اور اپنے ساتھیوں کی خیریت کی فوری اطلاع دیں۔ تاکید ہے۔ یہاں بفضلہٖ تعالیٰ ہر طرح عافیت ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک!

آپ سب کی خیریت وعافیت اور سلامتی مطلوب ہے۔ مولا پاک نصیب فرماوے۔ آمین! سب گھر والوں کی طرف سے سب کو سلام۔ والسلام! از خانقاہ سراجیہ، ۹؍ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ، مطابق ۳؍جون ۱۹۷۱ء

مکتوب گرامی نمبر:۸۲

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے عزیز القدر عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ آپ کے دونوں خط ملے۔ بخار کا پڑھ کر فکر ہوا اور صحت کا پڑھ کر اطمینان ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ سب کو صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے اور اپنی تعلیم کا شوق وذوق عطا فرماوے اور علوم نافعہ دینیہ کا حصہ وافر نصیب فرماوے اور دارین کی سعادتوں سے مشرف فرماوے۔ آمین!

اپنی صحت کا پورا پورا خیال رکھیں۔ تازہ آلو بخارا کثرت سے استعمال کریں۔ لیموں کی شکنجبی بھی موسمی بخاروں میں بہت مفید رہتی ہے۔ اس کا استعمال بھی رکھیں۔ سالن میں بھی لیموں نچوڑ لیا کریں۔ فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے اور اب اس درد والی تکلیف سے بہت کچھ آرام ہے۔ گھر میں خلیل، رشید، سعید، کلثوم سب راضی خوشی اور صحت کے ساتھ ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک! فقیر کا ارادہ لاہور کی طرف جانے کا ہے۔ ۱۵؍جون کی شام روانگی کا ارادہ ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہفتہ، عشرہ اس سفر میں لگ

جاوے گا۔فقیر کی طرف سے اپنے سب ساتھیوں کوسلام مسنون ودعوات۔والسلام!

از خانقاہ سراجیہ، ۱۶/ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ، مطابق ۱۰/جون ۱۹۷۱ء

مکتوب گرامی نمبر:۸۳

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ آپ کا خط اور محمد افضل سے بھی عافیت معلوم ہوئی اور آپ سب کی خیریت وعافیت معلوم کر کے مسرت ہوئی۔امتحان کے سلسلہ میں آپ سب بہت خوش ہیں۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں نے اچھی محنت کی ہے۔اسی طرح اگر آپ سب محنت کرتے رہیں گے تو یقیناً اس کا ثمرہ اسی فرصت مسرت اور عزت وآبرو کا ملے گا۔اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ہیں۔وہ کسی کی محنت کو ضائع نہیں فرماتے۔یہ چند روزہ محنت کا ثمرہ مستقبل کی ساری زندگی فرحت ومسرت، راحت وآرام اور جمعیت وسکون اور عزت وآبرو کی صورت میں عنایت فرماویں گے۔خلیل، کلثوم، رشید، سعید، حامد وغیرہ سب راضی خوشی ہیں۔والحمد للہ علیٰ ذالک!

ہم سب آپ کی خیریت وعافیت اور سلامتی کے طالب ہیں۔مولا پاک نصیب فرماوے۔آمین!

قاری عطا محمد صاحب کا لڑکا پیدا ہوا ہے۔اس کا نام خالد محمود رکھا گیا ہے۔فقیر کی طرف سے سب ساتھیوں کوسلام مسنون ودعوات اور مہتمم صاحب ودیگر اساتذہ کوسلام مسنون۔والسلام!

از خانقاہ سراجیہ، ۱۵/جمادی الاوّل ۱۳۹۱ھ، مطابق ۹/جولائی ۱۹۷۱ء

مکتوب گرامی نمبر:۸۴

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ آپ کے دونوں خط ملے۔حالات سے آگاہی ہوئی۔خیریت کا پڑھ کر مسرت ہوئی۔مولا پاک آئندہ بھی اپنا فضل وکرم فرماوے اور ہمیشہ صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرماوے۔آمین!

عزیزم محمد داؤد سلمہ اللہ تعالیٰ کی علالت کا پڑھ کر افسوس ہوا۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے صحت کاملہ وشفائے عاجلہ عطا فرماوے اور دارین کی سعادتوں سے مشرف فرماوے۔آمین!

گذشتہ ہفتہ کلثوم کو کچھ تکلیف ہوگئی تھی۔اب آرام ہے۔لیکن تمہارے لئے بہت اداس ہے۔

ہر وقت اس کا یہی مطالبہ ہے۔ لہٰذا آپ دو تین روز کی رخصت لے کر آ جاویں اور جمعہ کی شام کو واپس ہو جاویں۔ یہاں اور ہر طرح عافیت ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک! سب کی طرف سے وہاں سب کو سلام مسنون۔ والسلام!

از خانقاہ سراجیہ، ۲۶؍ جمادی الاوّل ۱۳۹۱ھ، مطابق ۲۰؍ جولائی ۱۹۷۱ء

مکتوب گرامی نمبر: ۸۵

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے عزیز از جان سلمہ الرحمان مطالعہ کریں کہ آپ کا خط ملا۔ خیریت سے پہنچنے اور آپ سب کی عافیت کا پڑھ کر مسرت ہوئی۔ مولا پاک آئندہ اور ہمیشہ آپ سب کو صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے اور پڑھنے کا ذوق وشوق اور علم لگن عطا فرماوے اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرماوے۔ آمین!

یہاں بفضلہٖ تعالیٰ بہرنوع عافیت ہے۔ خلیل، رشید، سعید، حامد، اسماء، میمونہ، کلثوم سب راضی خوشی ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک! ابھی تک سفر کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ جب ہوا تو اطلاع ہو جاوے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ فقیر کی طرف سے مہتمم صاحب اور اپنے سارے اساتذہ کو سلام مسنون اور اپنے سب ساتھیوں کو بھی سلام ودعوات۔ والسلام

از خانقاہ سراجیہ نزد کندیاں، ۱۰؍ جمادی الثانی ۱۳۹۱ھ، مطابق ۲؍ ستمبر ۱۹۷۱ء

مکتوب گرامی نمبر: ۸۶

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ فقیر بعافیت خانقاہ پاک پہنچ آیا ہے اور یہاں بفضلہٖ تعالیٰ بہرنوع عافیت ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک!

فقیر آپ سب کی خیریت وعافیت اور سلامتی کا طالب ہے۔ مولا پاک نصیب فرماوے اور علوم نافعہ دینیہ سے حظ وافر عطا فرماوے اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرماوے اور جمعیت وسکون کرامت فرماوے۔ آمین!

پیڈ کا فکر نہ کریں۔ یہ چیزیں ادنیٰ اور حقیر ترین ہیں۔ اصل فکر اپنی قابلیت پیدا کرنے کی ہونی چاہئے۔ قابلیت ان چیزوں کی محتاج نہیں ہوتی۔ قابلیت کے ضمن میں یہ چیزیں خود بخود حاصل ہوتی چلی آتی ہیں۔ دین اور دنیا میں اور زندگی کے ہر ہر شعبہ میں اپنی قابلیت ہی کے ذریعہ سے انسان اپنا مقام پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا اپنا تمام تر فکر اور جدوجہد اور محنت ومشقت صرف اپنی قابلیت پیدا کرنے میں صرف

ہونی چاہئے۔

دادیم تراز گنج مقصود نشان
گر مانہ رسیدیم تو شاید برسی

گھر میں سے سب کی طرف سے بہت سلام ودعوات۔فقیر کی طرف سے اساتذہ کرام،طلباء کو سلام مسنون۔والسلام!

از خانقاہ سراجیہ، ۲۰ / جمادی الثانی ۱۳۹۱ھ، مطابق ۱۲ / اگست ۱۹۷۱ء

مکتوب گرامی نمبر:۸۷

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ آپ کا خط ملا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔فقیر یہ خط جلدی جلدی لکھ رہا ہے۔کیونکہ ابھی بھکر بارے اطلاع آئی ہے کہ حکیم محمد مظہر صاحب کا انتقال ہوگیا ہے۔وہاں جانے کی تیاری ہے۔ایک دوروز وہاں لگیں گے۔انشاء اللہ تعالیٰ!

یہاں بفضلہ تعالیٰ ہر طرح عافیت ہے۔**والحمد للّٰہ علیٰ ذالک!** فقیر آپ کی خیریت وعافیت اور سلامتی کا طالب ہے۔مولا پاک نصیب فرماوے اور سعادات دارین سے سرفراز فرماوے۔آمین!

ایسے واقعات سے گھبرانا نہیں چاہئے۔اپنے پاکیزہ مقاصد کے حصول میں انسان کو کتنی تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہیں۔مقصد جس قدر اعلیٰ اور ارفع ہوگا۔اسی قدر اس کے راستہ میں تکالیف زیادہ پیش آویں گی۔صوفیاء کے ہاں جملہ مشہور ہے۔’’خدا طلبی بلا طلبی‘‘ بلند ہمت آدمی کی نظر مقصد پر ہوتی ہے۔ درمیانی حالات پر نہیں ہوتی اور ہمیشہ ہر ایک انسان کی اپنی بلند ہمتی ہی کام آتی ہے۔اسی بلند ہمتی کے مطابق وہ کمال حاصل کرتا ہے۔قدر تو باشد بقدر ہمت تو۔اس لئے نہایت صبر اور تحمل کے ساتھ یکسو ہوکر اپنے کام میں مشغول رہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے علوم نافعہ دینیہ سے حصہ کامل عطا فرماوے۔آمین!

پیڈ کے متعلق حافظ محمد عابد صاحب سے مشورہ کرلیں۔جس طرح انہوں نے اپنی مہر اور پیڈ چھپوایا ہے۔اسی طرح کا چھپوالیں اور بسم اللہ اور صرف نام ہو۔اس سے زیادہ کوئی چیز نہیں ہونی چاہئے۔ فقیر کی طرف سے اپنے سارے ساتھیوں کو سلام مسنون ودعوات۔والسلام!

از خانقاہ سراجیہ، ۲۹ / جمادی الثانی ۱۳۹۱ھ، مطابق ۲۱ / اگست ۱۹۷۱ء

مکتوب گرامی نمبر:۸۸

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے عزیزی عزیز احمد سلمہ اللہ الصمد مطالعہ کریں کہ یہاں بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔ گھر میں بھی ہر طرح عافیت ہے۔ والحمد للّٰہ علیٰ ذالک!

فقیر آپ سب کی خیریت وعافیت اور سلامتی کا طالب ہے۔ مولا پاک نصیب فرماوے اور علوم نافعہ دینیہ سے حظ وافر عنایت فرماوے اور دنیا وآخرت کی سرخروئیوں سے سرفراز فرماوے اور آپ سب کو صحت وعافیت اور سلامتی نصیب فرماوے۔ آمین!

فقیر انشاء اللہ تعالیٰ اتوار ۲۹؍اگست کی شام روانہ ہوکر ملکوال جائے گا۔ وہاں سے ہری پور وغیرہ کی طرف جانا ہوگا۔ ۸؍ستمبر کی شام کو واپسی ہوگی۔ انشاء اللہ تعالی! واپسی پر اطلاع دوں گا۔ اطمینان رکھیں۔ پچاس روپے ارسال ہیں۔ پیڈ کا نمونہ ارسال ہے۔ اگر پسند ہو تو اس طرز کا چھپوالیں۔ عبارت صرف ''عزیز احمد کان اللہ'' ہو اور اس عبارت کو اس نمونہ پر لکھوا کر چھپوالیں۔ یہ پیڈ کے دائیں کونہ پر ہونی چاہئے۔ فقیر کی طرف سے سب کو سلام مسنون۔ والسلام!

از خانقاہ سراجیہ، ۴؍رجب ۱۳۹۱ھ، مطابق ۲۶؍اگست ۱۹۷۱ء

مکتوب گرامی نمبر:۸۹

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ فقیر سفر مختصر کر کے ۵؍ستمبر کو واپس خانقاہ پاک پہنچ آیا ہے۔ یہاں بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔ گھر میں بھی ہر طرح عافیت ہے۔ خلیل، رشید، سعید، کلثوم، اسماء، میمونہ سب راضی خوشی ہیں۔ والحمد للّٰہ علیٰ ذالک!

مولا پاک اپنا فضل وکرم فرماوے اور آپ سب کو صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے اور دنیا وآخرت کی سعادتوں سے سرفراز فرماوے اور علوم نافعہ دینیہ سے حظ وافر عطا فرماوے اور ظاہر وباطنی اطمینان وسکون نصیب فرماوے۔ آمین! فقیر کی طرف سے اور سب خانقاہ پاک والوں کی طرف سے آپ سب کو سلام مسنون ودعوات۔ والسلام!

از خانقاہ سراجیہ، ۱۶؍رجب ۱۳۹۱ھ، مطابق ۷؍ستمبر ۱۹۷۱ء

مکتوب گرامی نمبر:۹۰

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے عزیزی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ آپ کے دونوں خط ملے حالات سے آگاہی ہوئی۔ فقیر کا خط بھی مل گیا ہوگا۔ فقیر کل ہفتہ کو پچاس روپے کا منی آرڈر بھیج رہا ہے۔ ۳۰ آپ کے لئے ہیں۔ دس عزیز محمد داؤد صاحب کو دے دیں اور دس حافظ محمد عظیم صاحب کو دے دیں اور ۲؍شعبان کو فراغت ہوتے ہی اپنا سارا سامان ساتھ لے کر سیدھے گھر آجاویں۔ ۳؍شعبان جمعہ کی صبح کو یہاں انتظار ہوگی۔

فقیر نے بارہا سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ آپ لوگ وہاں کی دھڑے بندیوں سے بالکل کنارہ کش رہیں اور صرف اپنے مقصد سے تعلق رکھیں۔ لیکن میری اس فہمائش کو تم لوگوں نے بالکل نظر انداز کیا اور اپنی حماقتوں کا خوب مظاہرہ کیا اور اپنے مقصد اصلی کا بالکل احساس نہیں کیا گیا۔

۳؍شعبان کو لازمی پہنچ آئیں۔ فقیر نے سفر پر جانا ہے اور آپ کو ساتھ لے جانا ہے۔ آج جمعہ کی رات کو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک اور بھائی عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو صلاح وفلاح سے نوازے۔ آمین! فقیر کی طرف سے اپنے تمام اساتذہ کرام اور ساتھیوں کو سلام مسنون۔ والسلام!

از خانقاہ سراجیہ، ۲۵؍رجب ۱۳۹۱ھ، مطابق ۱۶؍ستمبر ۱۹۷۱ء

مکتوب گرامی نمبر:۹۱

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ ابھی ابھی آپ کا خط ملا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ کرایہ بھیج دیا ہے، مل گیا ہوگا۔ سامان ہمراہ ہوگا۔ سرگودھا کے راستہ تکلیف ہوگی۔ نیز پہلے روز سیرت کانفرنس میں کوئی خاص تقریر وغیرہ بھی نہیں ہوگی۔ سب لوگ اپنی اپنی جگہ جمعہ پڑھا کر جلسوں میں جاتے ہیں۔ آپ جمعہ کی صبح کو گھر پہنچ آویں اور ہفتہ کی صبح کو سرگودھا پہنچ جائیں۔ فقیر یہاں سے انشاء اللہ تعالیٰ بدھ ۲۲؍ستمبر کو روانہ ہوکر پہلے صوفی احمد یار صاحب کے ہاں کا ارادہ کر رہا ہے اور پھر وہاں سے فقیر ہفتہ ۲۵؍ستمبر کو سرگودھا پہنچے گا۔ اس طرح گھر والوں کو مل کر آپ سرگودھا ہفتہ ۲۵؍ستمبر کو پہنچ سکتے ہیں۔ امید ہے کہ یہ پروگرام پسند ہوگا۔ فقیر کی طرف سے سلام مسنون۔ والسلام!

از خانقاہ سراجیہ، ۲۹؍رجب ۱۳۹۱ھ، مطابق ۲۰؍ستمبر ۱۹۷۱ء

مکتوب گرامی نمبر: ۹۲

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے عزیزی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ خط ملتے ہی مندرجہ ذیل پر عمری کو اطلاع دیں کہ سعید احمد جو کہ پہلے کراچی نیوٹاؤن میں پڑھتا تھا۔ وہ دارالعلوم میں داخل ہوا ہے یا کہ نہیں؟ کیونکہ وہ یہاں سے دارالعلوم میں داخل ہونے کے لئے گیا تھا۔ اس میں سستی بالکل نہ کریں۔ نیز مہتمم صاحب کی خدمت عرض کریں کہ جلسہ پر حضرت مفتی محمود صاحب اور حضرت درخواستی صاحب تشریف نہیں لاویں گے۔ مولانا غلام غوث صاحب اور قاسمی صاحب ۸ ردسمبر کو پہنچ جاویں گے۔ کسی معین گاڑی کا انہوں نے نہیں بتایا اور ہر طرح عافیت ہے۔ **والحمد للّٰہ علیٰ ذالک!** نصیر آباد مکان نمبر ۱۴۳، فیروز پور روڈ، ڈاکخانہ ایف سی کالج، لاہور، عمری کو ملے۔ ہم آج گوجرانوالہ جاویں گے۔ ۵ ردسمبر کی شام کو واپس خانقاہ پہنچیں گے۔ **انشاء اللّٰہ تعالیٰ!** فقیر کی طرف سے سب کو سلام مسنون۔ والسلام

از لاہور، ۳۰ رنومبر ۱۹۷۱ء

مکتوب گرامی نمبر: ۹۳

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ الصمد مطالعہ کریں کہ یہاں بفضلہ تعالیٰ ہر طرح عافیت ہے۔ **والحمد للّٰہ علیٰ ذالک!**

فقیر اور دیگر سب آپ سب کی خیریت وعافیت اور سلامتی کے طالب ہیں۔ مولا پاک نصیب فرماوے اور صحت اور جمعیت وسکون کے ساتھ رکھے اور اپنے تعلیمی مشاغل میں محبت ومحنت اور ذوق وشوق کے ساتھ مشغول رکھے اور علوم نافعہ دینیہ سے حصہ وافر عطا فرماوے اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرماوے۔ آمین!

عزیز محمد عابد صاحب ملے ہوں گے۔ حالات یکسر خراب ہونے کی وجہ سے جلسہ ہو سکا یا نہیں۔ بہر حال فقیر نے یہاں میانوالی پر مسلسل ہوائی حملوں کی وجہ سے باہر جانا مناسب نہیں سمجھا۔ کل سے ہوائی حملوں میں کمی واقع ہوئی ہے۔ اڈا کے مضافات میں کچھ کچھ نقصان بھی ہوا ہے۔ اسباق شروع ہو چکے ہوں گے۔ کیا کیا اسباق ہیں اور کس کس کے پاس ہیں۔ رات کو مطالعہ کا سلسلہ بھی نہیں ہو سکتا ہوگا۔ کمرہ میں کون کون ساتھی ہیں۔ راولپنڈی سے مولانا عبدالحکیم صاحب کا لڑکا عبدالرشید آیا ہے یا کہ نہیں۔ لاہور سے ایک کارڈ لکھا تھا۔ اس کا جواب دے دیا ہوگا۔ بہر حال اپنے پورے کوائف سے مطلع کریں۔ فقیر کی

طرف سے اپنے سب اساتذہ کرام اور ساتھیوں کو سلام مسنون۔ مہتمم صاحب کی خدمت میں سلام مسنون۔ والسلام! از خانقاہ سراجیہ، ۲۱رشوال ۱۳۹۱ھ، مطابق ۱۰ردسمبر ۱۹۷۱ء

مکتوب گرامی نمبر:۹۴

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ الصمد مطالعہ کریں کہ آپ کے دونوں خط مل گئے ہیں۔ حالات معلوم کر کے اطمینان ہوا۔ یہاں بفضلہٖ تعالیٰ ہر طرح عافیت ہے۔ سب چھوٹے بڑے راضی خوشی اور صحت کے ساتھ ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک!

ہم سب آپ سب کی صحت وعافیت اور سلامتی کے طالب ہیں۔ مولا پاک نصیب فرماوے اور کلیتہً اپنی تعلیم میں مشغول ومصروف رکھے اور آپ سب کو عالم باعمل بناوے اور اہل سنت والجماعت کے مسلک کا پابند بنا کر اپنی رضا مندی وخوشنودی سے مشرف فرماوے۔ آمین! مسجد کا اگلا حصہ تو پیلا کر دیا گیا اور اوپر درختوں کی ٹہنیاں ڈالی گئی ہیں۔ لیکن مینار اور گنبد ویسے ہی رہے۔ ان کا کچھ نہیں ہوسکا تھا۔ سب کی طرف سے آپ سب کو سلام ودعوات۔ والسلام! از خانقاہ سراجیہ، یکم رذیقعدہ ۱۳۹۱ھ، مطابق ۲۰ردسمبر ۱۹۷۱ء

مکتوب گرامی نمبر:۹۵

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ الصمد مطالعہ کریں کہ آپ کا آخری خط ملا۔ جس میں پیالی ٹوٹنے کا تذکرہ ہے۔ حالات معلوم کر کے افسوس ہوا۔ ساتھیوں کی بے پرواہی کا برا صدمہ ہوتا ہے اور صدمہ ہونا بھی چاہئے۔ لیکن یہ دنیا اور اس میں سب کچھ یہ سارے کا سارا ہی بے وفا ہے۔ جب رہنا ہی بے وفا دنیا میں ہے تو اس میں رہنے والے کسی فرد کی بے وفائی کا صدمہ نہیں ہونا چاہئے۔ اچھا انسان وہ ہے جو کہ اپنا معاملہ ٹھیک رکھے اور دوسروں سے اپنے حق میں کسی بہتری اور اچھائی کی توقع نہ رکھے۔ بس جہاں تک ہو سکے اپنا معاملہ ٹھیک رکھیں اور ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیں۔ لیکن لڑائی، جھگڑا، ہاتھا پائی والا قصہ بالکل نہ ہونے پائے۔ اس طرح بدنمائی والا قصہ بالکل نہ ہونے پائے۔ یہاں بفضلہٖ تعالیٰ ہر طرح عافیت ہے۔ گھر میں بھی بہرنوع عافیت ہے۔ خلیل، رشید، سعید، نجیب، کلثوم، اسماء، میمونہ وغیرہ سب راضی خوشی اور صحت کے ساتھ ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک!

ہم سب آپ کی خیریت وعافیت اورصحت وسلامتی کے طالب ہیں۔مولا پاک نصیب فرماوے اورصرف اپنے مقصد تعلیم میں ذوق وشوق اورمحنت ومحبت کے ساتھ مصروف رکھے اور دارین کی سعادتوں سے مشرف فرماوے۔آمین!

آج کل ڈاک کی گڑ بڑ ہے۔آپ کے فقیر کو کل تین خط ملے ہیں۔ ۲ نہیں ملے۔فقیر کا سردست باہر جانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔دوتین روز تک روپے منی آرڈر کردیئے جاویں گے۔انشاء اللہ تعالیٰ!

فقیر کی طرف سے حضرت مہتمم صاحب اورحضرات اساتذہ کرام کی خدمت میں سلام مسنون اوراپنے ساتھیوں کو بھی سلام ودعوات۔والسلام! از خانقاہ سراجیہ، ۱۰ر ذیقعدہ ۱۳۹۱ھ، مطابق ۲۰ر دسمبر ۱۹۷۱ء

یہ خط ابھی ڈاک میں نہیں ڈالا تھا کہ سفر کا پروگرام بن گیا۔ جو یہ ہے۔فقیر انشاء اللہ تعالیٰ ہفتہ یکم رجنوری کی رات کو ۱۱ر بجے والی گاڑی سے سوار ہوکر اتوار کی صبح ۹ر بجے ملتان پہنچے گا۔ملتان تھوڑی دیر ٹھہر کر بہاولپور جاوے گا۔ بہاولپور ۲، ۳ روز لگیں گے۔واپسی پر آپ لوگوں سے مل کر واپسی خانقاہ پاک ہوگی۔انشاء اللہ تعالیٰ!اب منی آرڈر نہیں ہوگا۔

مکتوب گرامی نمبر:۹۶

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ الصمد مطالعہ کریں کہ ہم سب بعافیت واپس خانقاہ پاک پہنچ آئے ہیں اور یہاں بفضلہٖ تعالیٰ ہر طرح عافیت ہے۔خلیل، رشید، سعید، نجیب، کلثوم وغیرہ سب راضی وخوشی ہیں اورصحت کے ساتھ ہیں۔**والحمد للہ علیٰ ذالک!**

ہم سب آپ سب کی صحت وعافیت اورسلامتی کے طالب ہیں۔مولا پاک نصیب فرماوے اور ہمیشہ اپنی حفاظت میں محفوظ ومامون رکھے اورسعادت دارین سے سرفراز فرماوے۔آمین!

آپ کے نام ڈائری وی، پی ہوکر آئی تھی۔ وہ حافظ محمد عابد صاحب کو دے دی تھی۔ وہ امید ہے کہ مل گئی ہوگی۔سب گھر والوں کی طرف سے بہت بہت سلام۔فقیر کی طرف سے اپنے سب اساتذہ کرام اوراحباب کو سلام مسنون۔والسلام! از خانقاہ سراجیہ، ۲۳ر ذیقعدہ ۱۳۹۱ھ، مطابق ۱۱ر جنوری ۱۹۷۲ء

مکتوب گرامی نمبر:۹۷

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ الصمد مطالعہ کریں کہ آپ سب بعافیت پہنچ گئے ہوں گے اور اپنی تعلیم میں مشغول ہوگئے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل وکرم فرماوے اور آپ کو ہمیشہ صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے اور محنت ومحبت اور ذوق وشوق کے ساتھ اپنی تعلیم میں مصروف رکھے اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرماوے۔ آمین! فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔ خانقاہ پاک میں بھی من کل الوجوہ عافیت ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک!

فقیر انشاء اللہ تعالیٰ ۸ر فروری منگل کی صبح کو نو بجے والی گاڑی پر ملتان پہنچے گا۔ ملتان سے اسی روز کسی وقت کبیر والا پہنچے گا۔ اطلاعاً عرض ہے۔ مہتمم صاحب کو چپکے سے بتائیں۔ ویسے دارالعلوم میں اطلاع نہ پھیلے۔ فقیر کی طرف سے اپنے سب اساتذہ کو سلام اور سب ساتھیوں کو سلام مسنون ودعوات۔

والسلام!

از خانقاہ سراجیہ، ۱۷ر ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ، مطابق ۳ر فروری ۱۹۷۲ء

مکتوب گرامی نمبر:۹۸

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ فقیر بعافیت ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک!

فقیر آپ سب کی صحت وعافیت اور سلامتی کا طالب ہے۔ مولا پاک نصیب فرماوے۔ آمین!

فقیر انشاء اللہ تعالیٰ ۲۰ر فروری کو صبح کو کراچی سے ملتان پہنچے گا اور اسی روز شام کو خانقاہ پاک روانہ ہوجاوے گا۔ فقیر کی طرف سے سب کو سلام مسنون۔ والسلام!

از رحیم یارخان، ۲۸ر ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ، مطابق ۱۴ر فروری ۱۹۷۲ء

مکتوب گرامی نمبر:۹۹

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ ہم سب بعافیت خانقاہ پاک پہنچ آئے ہیں اور یہاں ہر طرح سب خورد وکلاں بعافیت ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک!

ہم سب آپ سب کی صحت وعافیت اور سلامتی کے طالب ہیں۔ مولا پاک نصیب فرماوے اور اپنی

تعلیم میں محنت ومحبت اور ذوق وشوق سے مشغول رکھے اور دارین کی سعادتوں سے مشرف فرماوے۔آمین!

چابیوں کا پارسل پہنچ چکا ہے اور بہت بڑی ذہنی کوفت سے سب کو نجات ملی ہے۔خلیل احمد کو بھی آپ کا خط ملا ہے۔گھی وغیرہ کے متعلق اطلاع دیں تاکہ اس کا تدارک کیا جاوے۔گھر کے سب چھوٹے بڑے آپ سب کو بہت بہت سلام اور دعائیں دیتے ہیں۔فقیر کی طرف سے اپنے تمام اساتذہ کرام اور ساتھیوں کو سلام مسنون پہنچاویں۔والسلام! از خانقاہ سراجیہ، ۷رمحرم الحرام ۱۳۹۲ھ، مطابق ۲۳رفروری ۱۹۷۲ء

مکتوب گرامی نمبر:۱۰۰

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ الصمد مطالعہ کریں کہ فقیر بعافیت واپس خانقاہ پاک پہنچ آیا ہے اور یہاں ہر طرح عافیت ہے۔گھر میں سب خورد وکلاں راضی وخوشی اور صحت کے ساتھ ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک!

فقیر آپ سب کی خیریت وعافیت اور صحت کا طالب ہے۔مولا پاک نصیب فرماوے اور اپنے مقصد کی لگن عطا فرماوے اور اپنی تعلیم میں محبت ومحنت اور ذوق وشوق کے ساتھ مشغول رکھے اور مکروہات زمانہ سے محفوظ ومامون رکھے۔آمین!

آپ کے خط نے اچھا خاصا پریشان کردیا تھا۔اچانک اسی روز ملتان جانا ہوگیا۔آپ لوگ کسی کے اختلاف کا کیوں اثر لیتے ہیں۔آپ غیر جانبدار رہیں اور صرف اپنے مقصد سے کام رکھیں۔کسی کی حمایت اور مخالفت کی تحریکوں میں ہرگز ہرگز حصہ نہ لیں۔جو طلبہ ایسا کرتے ہیں۔وہ غلطی پر ہیں اور اپنا قیمتی وقت فضول قصوں میں ضائع کرتے ہیں۔والدین نے طلبہ کو ان کاموں کے لئے باہر نہیں بھیجا۔لہٰذا آپ سب اپنے آپ کو ایسے قصوں سے بچا کر رکھیں اور اپنے کام میں لگے رہیں۔فقیر کا پہلا کارڈ مل گیا ہوگا۔اس روز ملتان گھی وغیرہ کا بھی نہ پوچھا جاسکا۔سب گھر والوں کی طرف سے بہت بہت سلام ودعوات۔والسلام! از خانقاہ سراجیہ، ۱۷رمحرم الحرام ۱۳۹۲ھ، مطابق ۴رمارچ ۱۹۷۲ء

مکتوب گرامی نمبر:۱۰۱

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ آپ کا خط ملا۔حالات سے آگاہی

ہوئی۔فقیر انشاء اللہ تعالیٰ ۱۷/ مارچ جمعہ کی شام کوتھل پرسوار ہوکر ہفتہ ۱۸/ مارچ کو ملتان پہنچے گا۔ ملتان سے اسی روز ۹، ۱۰/ بجے لاری پرسوار ہوکر حاصل پور روانہ ہو جاوے گا۔ حاصل پور سے فقیر والی اور فقیر والی سے لاہور کا ارادہ ہے۔ یہ سفر ۳۱/ مارچ تک ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ فقیر اسی سفر میں ۲۱/ مارچ کو شام کی یا ۲۲/ مارچ کو دو پہر کو چیچہ وطنی پہنچے گا اور چیچہ وطنی دو روز ٹھہرے گا۔ اگر آپ گھر ۳، ۴ روز کے لئے نہ آئیں تو پھر آپ چیچہ وطنی ۲۲ کی صبح کو آ جائیں۔ چیچہ وطنی حافظ عبدالرشید صاحب کی دکان جامع مسجد کے متصل ہے۔ وہاں سے پورا پتہ مل جاوے گا۔ فقیر آپ سب کے لئے دعا گو ہے کہ مولا پاک اپنے فضل سے آپ سب کو اپنے امتحان میں نمایاں کامیابی عطا فرماوے اور علوم نافعہ دینیہ سے حظ وافر فرماوے۔ آمین! فقیر کی طرف سے سب کو سلام ودعوات۔ گھر میں سب خورد وکلاں کی طرف سے بہت بہت سلام ودعوات۔ بشیر احمد صحت وعافیت کے ساتھ ہے۔ آپ کا کارڈ اس کو مل گیا ہے۔ والسلام!

از خانقاہ سراجیہ، ۲۳/ محرم الحرام ۱۳۹۲ھ، مطابق ۱۰/ مارچ ۱۹۷۲ء

مکتوب گرامی نمبر: ۱۰۲

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ فقیر آج صبح ملتان پہنچا اور ابھی حاصل پور اپنے پروگرام کے مطابق جا رہا ہوں۔ پروگرام وہی ہے جو آپ کو پہلے خط لکھ چکا ہوں۔ آپ امتحان سے فارغ ہوکر ۳، ۴ دن کے لئے گھر چلے جائیں۔ عزیزہ کلثوم وغیرہ بہت اداس ہیں۔ ایک سو روپیہ ارسال ہیں۔ اس میں دس داؤد صاحب کو اور دس حافظ عظیم صاحب کو اور دس انوار صاحب کو دے دیں۔ واپسی پر گھر سے کوئی روپے نہ لیں۔ آپ یہ روپے اپنی آمد ورفت پر خرچ کریں۔ فقیر گھر پہنچ کر روپے فوراً بھیج دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

فقیر بفضلہ تعالیٰ بعافیت ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک! فقیر کی طرف سے سب کو سلام مسنون۔ والسلام

از ملتان، ۱۸/ مارچ ۱۹۷۲ء

مکتوب گرامی نمبر: ۱۰۳

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ آپ کا خط ملا۔ بعافیت پہنچنے کا پڑھ کر

مسرت ہوئی۔ مولا پاک اپنا فضل وکرم فرماوے۔ آئندہ آپ سب کو صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے اور اپنی تعلیم میں محنت ومحبت اور ذوق وشوق کے ساتھ مشغول رکھے اور علم کے اعلیٰ مراتب نصیب فرماوے اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرماوے۔ آمین!

آپ کا کام صرف پڑھنا ہے۔ آئندہ کے لئے کچھ سوچنا اور فکر کرنا میرے ہوتے ہوئے آپ کو اس کی ضرورت نہیں۔ عزیز خلیل احمد کو اب آرام ہے اور اس جمعہ کے بعد پڑھنے جانا ہے۔ یہاں بفضلہٖ تعالیٰ ہر طرح عافیت ہے۔ سب گھر والے خورد وکلاں راضی خوشی، صحت وعافیت کے ساتھ ہیں۔ **الحمد للّٰہ علیٰ ذالک!**

فقیر بھی ہفتہ کی صبح ۱۶ رصفر کو واپس بعافیت خانقاہ پاک پہنچا ہے۔ سب گھر والوں کی طرف سے بہت بہت سلام ودعوات۔ اپنے اساتذہ کرام اور ساتھیوں کو سلام مسنون۔ والسلام!

از خانقاہ سراجیہ، ۱۹ رصفر ۱۳۹۲ھ، مطابق ۴ راپریل ۱۹۷۲ء

مکتوب گرامی نمبر: ۱۰۴

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ آپ کا خط ملا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ بعض لوگ خواہ مخواہ بے سروپا کی باتیں کرتے ہیں۔ ان پر قطعاً اعتبار نہ کرنا چاہئے اور ان کا کوئی اثر نہ لینا چاہئے۔ بس اپنے مقصد سے کام ہونا چاہئے اور اپنے مقصد کے منافی جو چیز بھی ہو۔ اس کی طرف بالکل دھیان نہیں چاہئے۔ فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔ خانقاہ پاک میں بھی ہر طرح عافیت ہے۔ گھر میں سب خورد وکلاں راضی خوشی اور صحت کے ساتھ ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک! فقیر صبح ۱۳ راپریل کو سفر جا رہا ہے۔ یہ سفر لیہ، احمد پور سیال، حویلی لال ضلع جھنگ، گوجرہ، لائل پور وغیرہ کا ہے۔ ۱۰، ۱۲ روز اس سفر میں لگ جاویں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ! فقیر کی طرف سے اپنے تمام اساتذہ کرام کی خدمت سلام مسنون اور اپنے سب احباب کو بھی سلام مسنون ودعوات۔ والسلام! از خانقاہ سراجیہ، ۲۸ رصفر ۱۳۹۲ھ، مطابق ۱۳ راپریل ۱۹۷۲ء

مکتوب گرامی نمبر: ۱۰۵

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے عزیزی وارشدی فرزندی مولوی عزیز احمد صاحب عزیز سلمہ اللہ تعالیٰ ووفقہ لما یحب ویرضیٰ بعد

دعوات خیر وترقی مدارج علمی وعملی مطالعہ کریں کہ مکتوب آں عزیز مطالعہ میں آ کر موجب فرحت ومسرت ہوا۔ بزرگوں کے ساتھ مصاحبت ومواکلت وانس کا معلوم ہوکر مسرت ہوئی۔ مولائے کریم توفیق تحصیل کمالات علمیہ وعملیہ سے نوازے۔ حضرات نقشبندیہ علیہم الرحمہ ذکر جہر کو اختیار نہیں فرماتے۔ ذکر خفی ذکر جہر کے مقابلہ میں بھی ہوتا ہے اور اس کا اجر بھی اس سے ستر گونا زیادہ ہے۔ ایسے مواقعہ مشترکہ میں اپنے اکابر کے معمولات میں مشغول اور متوجہ رہنا چاہئے۔ ویسے طرق اربعہ حضرات صوفیہ کرام درست ہیں۔

مکتوب گرامی نمبر:۱۰۶

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمک اللہ الصمد مطالعہ کریں کہ آپ کے دونوں خط یکے بعد دیگرے موصول ہوئے۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ فقیر بعافیت سفر سے واپس ۱۱ر ربیع الاوّل کو خانقاہ پاک پہنچا۔ خانقاہ پاک میں ہر طرح عافیت ہے۔ گھر میں سب خورد وکلاں راضی خوشی اور صحت کے ساتھ ہیں۔ والحمد للّٰہ علیٰ ذالک!

فقیر آپ سب کی صحت وعافیت اور سلامتی کا طالب ہے۔ مولا پاک نصیب فرماوے اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرماوے اور علوم نافعہ دینیہ سے حظ وافر عطا فرماوے اور اپنی تعلیم میں محنت ومحبت اور شوق کے ساتھ مصروف رکھے۔ آمین!

گلہ، غیبت وغیرہ میں اچھا وقت صرف ہو رہا ہے اور محفل آرائی کا یہ بہتر ذریعہ ہے اور دینی تربیت کا یہ لازمی جزو ہے۔ ’’استغفر اللہ لَا حول ولَا قوۃ الّا باللہ‘‘ اللہ تعالیٰ اعمال صالحہ کا پابند بناوے اور جمیع مکروہات سے محفوظ ومطمئن رکھے اور اپنے نفع ونقصان اور خیر خواہ اور بدخواہ کی تمیز عطا فرماوے۔ آمین!

حضرت صاحبزادہ مولانا محمد عارف صاحب داؤد کے والد بزرگوار ہفتہ عشرہ سے یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں اور دانت نکلوا رہے ہیں اور صحت کے ساتھ ہیں۔ فقیر کی طرف سے اپنے سب ساتھیوں کو سلام مسنون ودعوات۔ والسلام! از خانقاہ سراجیہ، ۱۴ر ربیع الاوّل ۱۳۹۲ھ، مطابق ۲۹ر اپریل ۱۹۷۲ء

مکتوب گرامی نمبر:۱۰۷

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی

طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ کل ۲رمئی کو آپ کا تار ملا۔ کنونشن میں کون کون جارہے ہیں۔ مہتمم صاحب سے بغاوت کر کے تو نہیں جارہے۔ دیگر اساتذہ کا کیا خیال ہے۔ وہ بھی طلبہ کے جانے پر راضی ہیں یا کہ نہیں۔ بہر حال یہ دور دراز کا سفر ہے۔ ایک ہفتہ ضرور سبقوں پر اثر پڑے گا اور اگر جانا ہی ہے اور مہتمم صاحب بطیب خاطر اساتذہ کرام کی رضا مندی کے ساتھ اجازت دے دیں تو ۴رمئی کو سحری کے وقت روانہ ہوکر ملتان سے صبح والی گاڑی پر سوار ہوجائیں۔ شام کو اسی گاڑی پر فقیر پشاور جانے کے لئے سوار ہوگا تو اسٹیشن خانقاہ سراجیہ پر اکٹھے ہو جاویں گے۔ لاریوں پر جانا فقیر مناسب نہیں سمجھتا اور ہر طرح عافیت ہے۔ والسلام! از خانقاہ سراجیہ، ۳رمئی ۱۹۷۲ء

مکتوب گرامی نمبر:۱۰۸

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ آپ کے خطوط اور شربت کی بوتلیں ملیں۔ لکھنے کے مطابق ایک بوتل اماں جی کو بتادیا ہے۔ یہاں بفضلہٖ تعالیٰ ہر طرح عافیت ہے۔ سب گھر والے خورد وکلاں راضی خوشی ہیں اور صحت وعافت کے ساتھ۔ والحمد للہ علیٰ ذالک!

ہم سب آپ سب کی صحت وعافیت اور سلامتی کے طالب ہیں۔ مولا پاک نصیب فرماوے اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرماوے۔ آمین!

تحفظ والے ان دنوں کانفرنسیں کر رہے ہیں۔ ۸رجون کی رات کو ایک کانفرنس ملتان ہے اور ۱۰رجون کو ایک کانفرنس لاہور ہے۔ دونوں کے لئے فقیر سے وعدہ لیا ہے۔ چنانچہ فقیر ۸رجون کی صبح کو تھل پر ملتان پہنچے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ لاہور والی کانفرنس میں حضرت مفتی صاحب بھی شریک ہوں گے۔ فقیر کی طرف سے اپنے اساتذہ کرام اور ساتھیوں کو سلام مسنون۔ والسلام!

از خانقاہ سراجیہ، ۱۸رربیع الثانی ۱۳۹۲ھ، مطابق یکم رجون ۱۹۷۲ء

مکتوب گرامی نمبر:۱۰۹

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمک اللہ تعالیٰ مطالعہ فرماویں کہ فقیر ۱۸رنومبر سے لے کر آج یکم ردسمبر جمعہ کی صبح کو واپس بعافیت گھر پہنچ آیا ہے۔ آج آپ کے دونوں خط پڑھ کر اطمینان ہوا۔ اپنے

وقت کو بہت غنیمت جانیں اور خوب محنت ومحبت سے پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے اور آپ سب کو صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے اور عالم باعمل بناوے اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرماوے۔ آمین! فقیر کی طبیعت اچھی ہے اور اب آرام ہے۔ والحمد للّٰه علیٰ منه و کرمه!

مولوی عزیز اللہ صاحب کی شادی خانہ آبادی ہوگئی۔ عزیزم نصیر احمد کی منگنی بھی لاہور سیفی صاحب مرحوم کی بچی سے طے پا گئی ہے۔ فقیر انشاء اللہ تعالیٰ! ۷ر دسمبر جمعرات کی صبح کو یہاں سے روانہ ہوکر پنڈی اور پشاور ہوتے ہوئے حج کے سفر پر روانہ ہوگا۔ یہ دن بہت مصروفیت کے ہیں اور بہت کام کرنا ہے۔ فقیر کی طرف سے اپنے سب استادوں کی خدمت سلام مسنون اور اپنے سب ساتھیوں کو سلام ودعوات۔ والسلام!

از خانقاہ سراجیہ، یکم ر دسمبر ۱۹۷۲ء

مکتوب گرامی نمبر: ۱۱۰

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ فقیر ویزوں میں تاخیر کی وجہ سے ۱۱ر دسمبر کو واپس گھر آ گیا تھا اور آج ۱۵ر دسمبر کو یہاں سے سیدھا پشاور جانے کی تیاری میں مصروف ہے۔ کل ۱۶ر دسمبر کو انشاء اللہ تعالیٰ! طورخم سے سرحد عبور ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس سارے سفر میں صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے۔ آمین!

یہاں بفضلہٖ تعالیٰ ہر طرح عافیت ہے۔ گھر میں بھی سب راضی وخوشی ہیں۔ والحمد للّٰه علیٰ ذالک!

فقیر آپ سب کی صحت وعافیت اور سلامتی کا طالب ہے۔ مولا پاک نصیب فرماوے اور علوم نافعہ ودینیہ کے حصول میں محبت ومحنت کے ساتھ مشغول رکھے اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرماوے۔ آمین!

پشاور سے بھی روانگی کی اطلاع دی جاوے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ! فقیر کی طرف سے سب کو سلام ودعوات۔ والسلام!

از خانقاہ سراجیہ، ۱۵ر دسمبر ۱۹۷۲ء

مکتوب گرامی نمبر: ۱۱۱

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی

طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ ہم لوگ کل ۱۶ر دسمبر کو پاکستان کی سرحد عبور کر کے عصر کے وقت جلال آباد پہنچے۔ رات جلال آباد آرام سے گزاری۔ آج صبح جلال آباد سے روانہ ہوکر ساڑھے بارہ بجے کابل پہنچے۔ یہاں موٹر کی ضروری مرمت کروا رہے ہیں اور رات یہاں رہیں گے۔ صبح ۱۸ر دسمبر کو انشاء اللہ تعالیٰ! یہاں سے روانہ ہوکر قندھار جاویں گے۔ ہم سب بفضلہٖ تعالیٰ بصحت وعافیت ہیں۔ **الحمد للّٰہ علیٰ ذالک!**

ہم سب آپ سب کی صحت وعافیت اور سلامتی کے طالب ہیں۔ مولا پاک نصیب فرماوے اور محنت ومحبت کے ساتھ اپنی تعلیم میں مشغول رکھے اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرماوے۔ آمین!

جس جس جگہ بھی موقع ملتا رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ! اپنی صحت وعافیت کی اطلاع دیتے رہیں گے۔ ہم سب کی طرف سے آپ سب کو اور اپنے اساتذہ کو بہت بہت سلام ودعوات۔ والسلام!

از کابل، ۱۷ر دسمبر ۱۹۷۲ء

مکتوب گرامی نمبر: ۱۱۲

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ فرماویں کہ فقیر کا کابل سے لکھا ہوا خط مل گیا ہوگا۔ کابل سے ۱۸ر دسمبر کی صبح کو روانہ ہوکر شام کو قندھار پہنچے۔ قندھار کابل سے ۳۲۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ ۱۹ر دسمبر کی صبح کو قندھار سے ہرات پہنچے۔ ہرات قندھار سے ۳۵۰ میل ہے۔ ہرات علماء وصلحاء کے مزارات کا مرکز ہے۔ شیخ الاسلام حضرت عبداللہ انصاریؒ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ، حضرت علامہ فخر الدین رازیؒ جیسے مشاہیر یہاں مدفون ہیں۔ ان کی مزارات کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔ ہرات سے قلعہ اسلام جو کہ افغانستان کی آخری سرحدی چوکی ہے۔ ۲۰ر دسمبر کو پہنچے۔ کسٹم اور پاسپورٹ کے اندراج سے فارغ ہوکر طائباد ایران کی سرحدی چوکی پر پہنچے۔ وہاں سے ضروری امور سے فارغ ہوکر عصر کے وقت مشہد پہنچے۔ مشہد ایران کے بڑے شہروں میں سے ایک ہے اور اس کا سارا تجارتی دارومدار حضرت امام رضاؒ کی مزار کی وجہ سے ہے۔ تمام ملکوں کے شیعہ یہاں زیارت کے لئے پہنچتے ہیں۔ مشہد سے ۲۱ر دسمبر کو روانہ ہوکر ۳۰۰ میل کا سفر کر کے شاہ سنید نامی شہر میں ٹھہرے۔ کل ۲۲ر دسمبر کو شاہ سنید سے روانہ ہوکر طہران پہنچے۔ جو کہ ایران کا دارالخلافہ ہے اور کراچی کے برابر کا شہر ہے۔ لیکن خوبصورتی میں کراچی سے کہیں زیادہ ہے۔ کابل سے قندھار کے درمیان قریباً ۲۰۰ میل کا سفر برف باری میں ہوا، اور مشہد سے طہران تک کا سفر برف باری میں ہوا۔ پہاڑ، مکان، درخت، سڑکیں، حتیٰ

کہ موٹروں پر بھی فٹ فٹ برف جمی ہوئی ہے۔ ابھی آج ۲۳؍دسمبر کو یہاں سے روانگی کی تیاری میں ہیں۔ شاید کل ۲۴؍دسمبر کو ایران سے گزر کر عراق میں داخل ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ سفر کے ساتھ کچھ مخصوص تکلیفات ہوتی ہیں۔ ضروریات ستہ میں تغیر وتبدل ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی تکلیف اور پریشانی پیش نہیں آئی۔ الحمد للّٰہ علیٰ منه و کرمه!

سفر کی نوعیت کے لحاظ سے شاید یکم جنوری تک مکہ مکرمہ پہنچنا ہو سکے۔ ہم سب بفضلہٖ تعالیٰ بصحت وعافیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی اپنا فضل وکرم شامل حال رکھے اور اپنی حفاظت میں صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ سارا سفر سرانجام فرماوے اور ایک لمحہ بھی اپنی حفاظت سے علیحدہ نہ فرماوے۔ آمین!

فقیر آپ سب کی صحت وعافیت اور سلامتی کا طالب ہے۔ مولا پاک نصیب فرماوے اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرماوے۔ آمین! فقیر کی طرف سے اپنے اساتذہ کرام اور طلباء عظام کو سلام مسنون ودعوات۔ والسلام!

از طہران، ۲۳؍دسمبر ۱۹۷۲ء

مکتوب گرامی نمبر: ۱۱۳

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ طہران سے لکھا ہوا خط مل گیا ہوگا۔ موسم کی خرابی، بارش اور برف کی وجہ سے ۲۴؍دسمبر کی بجائے ۲۵؍دسمبر کی شام کو ایران کی آخری چوکی خسروی کو عبور کیا اور ۲۵؍دسمبر کی رات کو پاکستانی ٹائم کے مطابق ۱۲؍بجے بغداد پہنچے۔ ۲۶، ۲۷؍دسمبر بغداد قیام رہا اور اکابر اسلام کے مزارات کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ مشہور مزارات حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام غزالی، حضرت امام ابویوسف، حضرت امام کاظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ہیں اور اسی طرح بے شمار مزارات اکابر کا مرکز ہے۔ بغداد سے ۱۰۰ میل کے فاصلہ پر کربلا، نجف اشرف کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔ ۲۸؍دسمبر کی صبح کو بغداد سے بصرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں صحابہ کرام حضرت سلمان فارسی، حضرت عبداللہ بن جابر، حضرت حذیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے مزارات کی زیارت سے مشرف ہوئے اور رات کو دس بجے بصرہ پہنچے۔ صبح ۲۹؍دسمبر کی فجر کی نماز کے بعد متصل بصرہ سے روانگی ہوئی۔ حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت حسن بصری (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے مزارات کی زیارات کرتے ہوئے عراق کی آخری سرحدی چوکی سفوان پر پہنچے تو قاری عطاء محمد بھی وہاں پہنچ آئے۔ عراق اور کویت کی چوکیوں سے فارغ ہو کر ۱۲؍بجے کویت پہنچ آئے ہیں۔ جمعہ، ہفتہ، اتوار یہاں قیام ہوگا اور موٹر کی ضروری مرمت وغیرہ ہوگی۔ سوموار یکم؍جنوری کو انشاء اللہ تعالیٰ

روانگی ہوگی اور ۴؍جنوری جمعرات کو انشاء اللہ تعالیٰ حاضری ہو جاوے گی۔ مکہ مکرمہ سے آپ کو خط خانقاہ پاک کے پتہ پر لکھا جاوے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ! کیونکہ عید کی چھٹیوں پر آپ گھر ہوں گے۔ ہم سب بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہیں۔ والحمد للّٰہ علیٰ ذالک!

آئندہ بھی اللہ تعالیٰ اپنا فضل وکرم شامل حال رکھے اور صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ واپس گھر پہنچاوے اور آپ سب کو بھی صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے اور آپس میں پیار ومحبت کے ساتھ رکھے اور اپنی رضامندی وخوشنودی سے سرفراز فرماوے۔ آمین!

فقیر کی طرف سے احباب اور اساتذہ کرام کو سلام مسنون ودعوات۔ جو چیز منگوانی ہو ضرور لکھیں۔ گھر پہنچ کر خلیل، رشید سے بھی پوچھیں۔ بھائی فتح محمد صاحب، قاری عطا محمد صاحب ودیگر سب ساتھیوں کی طرف سے آپ سب کو سلام مسنون۔ والسلام! ازکویت، ۳۰؍دسمبر ۱۹۷۲ء

مکتوب گرامی نمبر: ۱۱۴

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ کویت سے لکھا ہوا خط مل گیا ہوگا۔ ہم اپنے پروگرام کے مطابق ۴؍جنوری کو مکہ مکرمہ حاضر ہوگئے ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ ہر طرح صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ ہیں۔ والحمد للّٰہ علیٰ ذالک!

خیال تھا کہ مکہ مکرمہ میں آپ لوگوں کی خیریت وعافیت کی اطلاع کا خط پہنچا ہوا ہوگا۔ لیکن یہ خیال پورا نہیں ہوا۔ نہ آپ نے اور نہ خانقاہ پاک میں سے کسی نے یہ تکلیف گوارا کی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے آپ سب کو صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے اور ہمہ قسم کے مکروہات سے ہمیشہ اپنی حفاظت میں محفوظ ومطمئن رکھے اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرماوے۔ آمین!

یہاں ۱۳؍جنوری ہفتہ کے روز حج ہے۔ ۱۶، ۱۷؍جنوری کو انشاء اللہ تعالیٰ مناسک حج سے فراغت کے بعد واپسی ہوگی اور ۱۹، ۲۰؍جنوری کو یہاں سے مدینہ منورہ کے لئے روانگی ہوگی اور انشاء اللہ تعالیٰ دو ہفتے مدینہ منورہ ٹھہرنے کا خیال ہے۔ آپ لوگ اگر کوئی خط لکھیں تو اس اندازہ سے لکھیں جو کہ ہمیں مکہ مکرمہ ۱۹؍تاریخ تک مل جاوے اور مدینہ منورہ میں ۶؍فروری تک مل سکے۔ مدینہ منورہ کا پتہ یہ ہے۔ معرفت معلم حیدر الحیدری، مدینہ منورہ، سعودی عرب۔ فقیر کی طرف سے گھر والوں کو فرداً فرداً اور ساتھیوں اور طالب علموں اور استادوں کو سلام مسنون ودعوات اور عزیزہ کلثوم، فاطمہ، خلیل احمد، رشید احمد، سعید احمد، نجیب احمد، محمد حامد، اسماء، میمونہ کو بہت بہت پیار۔ سلطان بی بی اور اس کے بچوں کو بھی بہت

بہت پیار۔ قاری عبدالرحیم صاحب کے والد صاحب ملے ہیں۔ خیریت سے ہیں اور سب کو بہت بہت سلام کہتے ہیں۔ والسلام!

از مکہ مکرمہ، ۷رجنوری ۱۹۷۳ء

مکتوب گرامی نمبر:۱۱۵

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ فقیر مع احباب مناسک حج سے فارغ ہوکر بصحت وعافیت مکہ مکرمہ سے ۲۰رجنوری کو مدینہ منورہ حاضر ہوگیا ہے اور ہر طرح صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ ہے۔ **والحمد للہ علی ذالک!** فقیر آپ سب کی صحت وعافیت اور سلامتی کا طالب ہے۔ مولا پاک نصیب فرماوے۔ آمین!

آپ عید کی رخصتیں گزار کر واپس بعافیت آ گئے ہوں گے اور آپ سب اور گھر میں ہر طرح عافیت ہوگی۔ آپ میں سے کسی کا بھی کوئی ایک خط آج تک نہیں ملا۔ باعث بخیر ہو۔

فقیر یہاں سے ۴رفروری کو روانہ ہوکر ۶رفروری کو کویت پہنچے گا اور کویت سے ۹رفروری کو ہوائی جہاز پر سوار ہوکر کراچی پہنچ جاوے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ! کراچی سے پھر روانگی کی اطلاع بذریعہ تار دی جاوے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ! فقیر کی طرف سے سب کو سلام مسنون۔ خیال ہے کہ کراچی سے ۱۰رفروری کو خیبر میل پر سوار ہوں۔ والسلام!

از مدینہ منورہ، ۲۳رجنوری ۱۹۷۳ء

مکتوب گرامی نمبر:۱۱۶

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ بعافیت پہنچنے کا پڑھ کر اطمینان ہوا۔ مولا پاک آئندہ بھی حفاظت میں صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرماوے۔ آمین!

یہاں بھی بفضلہٖ تعالیٰ ہرنوع عافیت ہے۔ **والحمد للہ علیٰ ذالک!**

فقیر کو دو چار روز سے نزلہ وکھانسی کی پھر تکلیف شروع ہے اور ساتھ ہی کان میں درد کی بھی تکلیف ہے۔ اللہ تعالیٰ! رحم فرماوے۔ آمین! آج ۲۰رفروری کی شام کو جمعیت کی میٹنگ میں لاہور جانے کا ارادہ ہے۔ ۲۳رفروری جمعہ کی صبح کو انشاء اللہ تعالیٰ! واپس آ جاؤں گا۔ گھر میں سے سب

چھوٹے بڑے آپ سب کو سلام اور دعائیں دیتے ہیں۔ فقیر کی طرف سے بھی سب کو سلام ودعوات۔
والسلام! از خانقاہ سراجیہ، ۱۶ رمحرم ۱۳۹۳ھ، مطابق ۲۰ رفروری ۱۹۷۳ء

مکتوب گرامی نمبر: ۱۱۷

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے عزیزم عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ آپ کا خط ملا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ فقیر ۲۳ رفروری جمعہ کو واپس گھر آ گیا تھا۔ واپسی پر طبیعت سخت خراب ہوگئی۔ خصوصاً پچھلی رات کو تکلیف زیادہ ہوجاتی ہے۔ کئی روز سے صبح کی نماز کے لئے مسجد نہیں جاسکتا۔ رات کی اس تکلیف کی وجہ سے باہر جانا کسی طرح بھی موزوں نہیں۔ دوچار روز سے حکیم عبدالرحیم خاں صاحب کا علاج شروع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مفید کرے۔ آمین!

حکیم صاحب نے سخت پابندی عائد کی ہے کہ مکمل آرام کریں۔ علاج اور احتیاط مسلسل اور پابندی کے ساتھ جاری رکھیں۔ حکیم صاحب کے علاج سے کچھ فائدہ محسوس ہورہا ہے۔ گھر میں ہر طرح عافیت ہے۔ سب چھوٹے بڑے راضی خوشی اور صحت کے ساتھ ہیں۔ **الحمد للّٰہ علیٰ ذالک!**

آج کل نصیر احمد صاحب کی شادی خانہ آبادی کی تیاری میں سب مصروف ہیں۔ خلیل، رشید کی بھی بڑی فرمائشیں ہیں۔ آج محمد عارف صاحب لاہور تاریخ مقرر کرنے کے لئے جارہے ہیں۔ اندازہ ہے کہ مارچ کے آخر کی کوئی تاریخ مقرر ہوجاوے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

ہم سب آپ سب کے لئے بہت بہت دعائیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرماوے۔ آمین! فقیر کی طرف سے سب کو سلام ودعوات۔ والسلام! از خانقاہ سراجیہ، ۲۶ رمحرم ۱۳۹۳ھ، مطابق ۲ رمارچ ۱۹۷۳ء

مکتوب گرامی نمبر: ۱۱۸

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے عزیز القدر عزیز احمد سلمک اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ کل آپ کا خط ملا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ پہلے خط کا جواب مل گیا ہوگا۔ لاہور سے آج صبح محمد عارف صاحب واپس آئے ہیں۔ ۳۰ رمارچ بروز جمعہ تاریخ مقرر ہوئی ہے۔ یعنی ۳۰ رمارچ کو لاہور پہنچ کر نکاح وغیرہ کر کے دلہن کو ساتھ لے کر واپسی

ہوگی۔ ہفتہ یا اتوار کو ولیمہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بخیر وعافیت اور عزت وآبرو کے ساتھ سرانجام فرماوے۔ آمین!

آپ سب اپنے امتحان کی خوب تیاری کریں۔ جملہ مشہور ہے۔ ”عند الإمتحان یکرم الرجل اویھان“ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہر امتحان میں اکرام واعزاز کے ساتھ کامیاب فرماوے۔ آمین!

فقیر کی طبیعت بدستور خراب چل رہی ہے۔ اپنے سارے پروگرام معطل ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرماوے۔ آمین! دو دستر خوان چھپائی کے لئے دے دیں اور پھر اجرت وصول کرنے کی سعی ہوگی۔ سب گھر والے راضی خوشی اور صحت کے ساتھ ہیں۔ والحمد للّٰہ علیٰ ذالک!

سب گھر والوں کی طرف سے آپ سب کو سلام ودعوات۔ والسلام!

از خانقاہ سراجیہ، ۲۹/محرم ۱۳۹۳ھ، مطابق ۵/مارچ ۱۹۷۳ء

مکتوب گرامی نمبر:۱۱۹

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے عزیزم عزیز احمد سلمک اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ آپ کا خط ملا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اطمینان رکھیں۔ طبیعت حکیم صاحب کے علاج سے بہتر ہورہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کامل ومکمل صحت عطا فرماوے۔ آمین! آپ اطمینان سے اپنے امتحان کی تیاری میں مصروف رہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کامیابیاں نصیب فرماوے۔ آمین!

پہلا خط مل گیا ہوگا۔ نصیر صاحب کی شادی کی تاریخ معلوم ہوگئی ہوگی۔ اب یہ آپ کے صوابدید پر ہے۔ دونوں دفعہ آجاویں۔ یا صرف شادی پر آئیں۔ اگر اسباق کا ہرج نہ ہو تو کوئی مضائقہ بھی نہیں۔ سب گھر والے چھوٹے بڑے راضی خوشی اور صحت کے ساتھ ہیں۔ والحمد للّٰہ علیٰ ذالک!

فقیر کی طرف سے سب کو درجہ بدرجہ سلام ودعوات۔ سب گھر والوں کی طرف سے بہت بہت سلام۔ والسلام!

از خانقاہ سراجیہ، ۵/محرم ۱۳۹۳ھ، مطابق ۱۱/مارچ ۱۹۷۳ء

مکتوب گرامی نمبر:۱۲۰

عزیزم سلمہ!

السلام علیکم! آپ کا خط ملا خیریت سے پہنچ جانے کا پڑھ کر اطمینان ہوا۔ عزیزم نصیر احمد کی

شادی میں یا تو وہ لوگ شرکت کر سکتے ہیں۔جنہیں نصیر نے دعوت دی ہے۔ یا آپ جسے اپنی مرضی سے لے آئیں۔میری طرف سے ہر ایک کو اجازت ہے۔

خانقاہ پاک میں سب بعافیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کے ساتھ رکھے اور دل جمعی کے ساتھ پڑھنے کی توفیق عطا فرماوے۔فقیر کی طرف سے سب کو دعوات۔فقط: والسلام!

از خانقاہ سراجیہ، ۱۶رصفر ۱۳۹۳ھ، مطابق ۲۲رمارچ ۱۹۷۳ء

مکتوب گرامی نمبر:۱۲۱

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ فقیر ۲۳راپریل کی صبح کو واپس خانقاہ پاک پہنچا۔ یہاں بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔ گھر میں سب خورد وکلاں راضی خوشی اور صحت وعافیت کے ساتھ ہیں۔والحمد للہ علیٰ ذالک!

واپسی پر ایک کارڈ آپ کا ڈاک میں پایا جس سے آپ سب کی خیریت معلوم کر کے اطمینان ہوا۔کل آپ کا لفافہ ملا۔بغیر سوچے سمجھے جذبات کی رو میں بہہ جانا اور دل برداشتہ ہو جانا کوئی اچھی بات نہیں۔ جو کچھ آپ نے لکھا ہے۔اس میں سے کوئی بات بھی فقیر کے دل ودماغ میں نہیں ہے۔خیال یہ تھا کہ بہاولپور پہنچ کر کسی کار و جیپ وغیرہ کا انتظام کر کے اچانک آپ کے پاس پہنچ کر تھوڑی دیر ٹھہر کر ملتان چلے جاویں گے۔لیکن جو ساتھی اپنی گاڑیوں والے تھے وہ گھر نہیں تھے اور اپنا پروگرام ویسے کا ویسے رہ گیا۔آخر وقت تک یہی ارادہ تھا اور اس وجہ سے اطلاع بھی نہ دی جا سکی۔اب جو کچھ آپ سمجھتے رہیں۔ اس کا کیا علاج۔فقیر آپ سب کے لئے دعا گو ہے کہ مولا پاک اپنا فضل وکرم فرماوے اور آپ سب کو صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے اور علوم نافعہ دینیہ سے حظ وافر عطا فرماوے اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرماوے۔آمین! فقیر کی طرف سے سب کو فرداً فرداً سلام مسنون۔والسلام!

۲۳رربیع الاوّل ۱۳۹۳ھ، مطابق ۲۷راپریل ۱۹۷۳ء

مکتوب گرامی نمبر:۱۲۲

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ آپ کا خط ملا۔حالات سے آگاہی

ہوئی۔ یہاں بفضلہٖ تعالیٰ ہر طرح عافیت ہے۔ گھر میں سب خورد و کلاں راضی وخوشی اور صحت کے ساتھ ہیں۔ والحمد للّٰہ علیٰ ذالک!

ہم سب آپ سب کی صحت وعافیت اور سلامتی کے طالب ہیں۔ مولا پاک نصیب فرماوے اور ہمیشہ اپنی حفاظت میں جمیع مکروہات کونیہ سے بچا کر محفوظ و مطمئن رکھے اور دارین کی سعادتوں سے مشرف فرماوے۔ آمین!

فقیر آج شام کو ماڑی انڈس پر لاہور جا رہا ہے۔ اس سفر میں ایک ہفتہ لگے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ! ۳، ۴ / جمادی الاوّل تک واپسی ہو جاوے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ! آپ امتحان سے فارغ ہو کر گھر آجاویں۔ فقیر کی طرف سے اور سب اہلیان خانقاہ کی طرف سے آپ سب کو سلام ودعوات۔ والسلام!

از خانقاہ سراجیہ، ۲۴ / ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ، مطابق ۲۸ / مئی ۱۹۷۳ء

مکتوب گرامی نمبر: ۱۲۳

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے عزیزم عزیز احمد سلمہ اللہ الصمد مطالعہ کریں کہ فقیر آج ہفتہ کی صبح کو واپس خانقاہ پاک بعافیت پہنچا ہے اور یہاں بفضلہٖ تعالیٰ ہر طرح عافیت ہے۔ خلیل، رشید، کلثوم، سعید، نجیب سب راضی خوشی ہیں۔ والحمد للّٰہ علیٰ ذالک!

ہم سب آپ سب کی صحت وعافیت اور سلامتی کے طالب ہیں۔ مولا پاک نصیب فرماوے اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرماوے۔ آمین!

گرمی شدت کی ہے۔ اپنی صحت کا پورا پورا خیال رکھیں اور روپے وغیرہ خرچ کا کوئی فکر نہ کریں۔ فقیر اب کچھ دن گھر رہے گا۔ اپنی طرف سے کسی طرف سفر کا ارادہ نہیں ہے۔ آپ اپنی طبیعت اور صحت کی اطلاع دیتے رہا کریں۔ فقیر کی طرف سے اپنے اساتذہ کرام اور ساتھیوں کو سلام مسنون، سب گھر والوں کی طرف سے بھی بہت بہت سلام ودعوات۔ والسلام!

از خانقاہ سراجیہ، ۱۳ / جمادی الاوّل ۱۳۹۳ھ، مطابق ۱۵ / جون ۱۹۷۳ء

مکتوب گرامی نمبر: ۱۲۴

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ آپ کا خط ملا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ سالانہ چھٹیوں

پر جب آویں گے تو اس وقت سب باتوں پر مشورہ ہو جاوے گا اور انشاء اللہ تعالیٰ سب ٹھیک ہوگا۔ آپ اطمینان رکھیں۔

آپ نے جو اسباق لکھے ہیں۔ بڑی محنت طلب ہیں۔ وقت کم ہے۔ کیا یہ کتابیں ختم ہو جاویں گی۔ بہرحال ختم ہوسکتی ہیں۔ تو مدرسہ والوں نے شروع کروائی ہیں۔ اپنی صحت کے ساتھ ساتھ اپنی تعلیم میں ذوق شوق اور محنت کے ساتھ دلچسپی سب سے مقدم۔ سب طرف سے آنکھ، کان، بند کر کے اسی مقصد کو سامنے رکھیں۔ یہ چندروزہ محنت ومشقت تمام عمر کی راحتوں کا باعث ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ! اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے آپ سب کو صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے اور عقل سلیم وفہیم صحیح عطاء فرماوے اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرماوے۔ آمین! فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔ گھر میں بھی سب خورد وکلاں بعافیت ہیں۔ **والحمد للہ علیٰ ذالک!**

فقیر کا پہلا خط مل گیا ہوگا۔ فقیر کی طرف سے سب علماء کرام اور طلباء عظام کو سلام مسنون۔

والسلام!

از خانقاہ سراجیہ، ۱۷؍جمادی الاوّل ۱۳۹۳ھ، مطابق ۱۹؍جون ۱۹۷۳ء

مکتوب گرامی نمبر: ۱۲۵

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔ گھر میں بھی سب خورد وکلاں سب صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ ہیں۔ **والحمد للہ علیٰ ذالک!**

ہم سب آپ سب کی صحت وعافیت اور سلامتی کے طالب ہیں۔ مولا پاک نصیب فرماوے اور علوم نافعہ دینیہ سے خط وافر عطا فرماوے اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرماوے۔ آمین!

محمد عارف صاحب عزیزہ نجمہ کو لے کر ملتان گئے ہیں۔ شاید جولائی کا سارا مہینہ ملتان رہنا پڑے۔ گھر کے اکثر لوگ ساتھ گئے ہیں۔ سعید احمد اور ان کی والدہ بھی ہمراہ ہے۔ میاں خان محمد سرگانہ کے مکان پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے صحت وعافیت اور سلامتی اور خوشی کے ساتھ واپس لاوے۔ آمین!

پچاس روپے منی آرڈر کر رہا ہوں۔ نصف جمادی الثانی تک اور روپے بھی منی آرڈر کر دوں گا۔ فقیر کی طرف اپنے اساتذہ کرام اور ساتھیوں کو سلام مسنون۔ والسلام!

از خانقاہ سراجیہ، ۲۶؍جمادی الاوّل ۱۳۹۳ھ، مطابق ۲۸؍جون ۱۹۷۳ء

مکتوب گرامی نمبر:۱۲۶

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے عزیزم عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ آپ کے سب خطوط موصول ہوئے۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ جواب میں تاخیر ہری پور کے سفر کی وجہ سے ہوئی۔ پھر دوروز کے لئے ملتان بھی جانا ہوگیا۔عزیزہ نجمہ کو تکلیف ہوگئی تھی۔ دوبارہ آپریشن کیا گیا۔فقیر بفضلہ تعالیٰ بعافیت ہے۔گھر میں بھی ہر طرح عافیت ہے۔سب راضی خوشی اور صحت کے ساتھ ہیں۔والحمد للہ علیٰ ذالک!

فقیر آپ سب کی صحت وعافیت اور سلامتی کا طالب ہے۔مولا پاک نصیب فرماوے اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرماوے۔آمین! جس قدر ہوسکے یک سو ہوکر اپنی تعلیم میں مشغول رہنے کی سعی کی جاوے۔صرف اسی مقصد کے لئے سفر کی صعوبتیں برداشت کی جارہی ہیں۔ ۱۴ر رجب کو حافظ غلام ربانی صاحب کی بچی حمیدہ کا نکاح ہے۔اس موقع پر فقیر کچھ روپے بھیجے گا۔ وہ بھی ان کو دے دینا اور کہنا کہ والد صاحب نے لکھا کہ ضرور شرکت کریں۔ یہ نکاح وہاں باگڑ میں ہوگا۔اب سردست پچاس روپے ارسال خرچ کے لئے۔سب ساتھیوں کی طرف سے سلام مسنون ودعوات۔والسلام! از خانقاہ سراجیہ

مکتوب گرامی نمبر:۱۲۷

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ فقیر آج رات کو واپس بعافیت خانقاہ پاک پہنچ آیا ہے اور یہاں بفضلہ تعالیٰ بہرنوع عافیت ہے۔والحمد للہ علی ذالک!

آج کی ڈاک میں آپ کا خط ملا۔جس سے فقیر کو سخت پریشانی لاحق ہوئی۔فقیر نے آپ لوگوں کے کہنے پر عمل کیا اور آپ لوگوں کو اپنی بات کا بھی پاس نہیں ہے۔ یہ سب بہانے تعلیم سے فرار کے ہیں۔ جو کہ آپ کے لئے سمّ قاتل اور مہلک ہے۔اپنے نفع ونقصان کو سمجھیں اور چند روزہ محنت سے جی نہ چرائیں۔ فقیر فوری طور پر عزیزم محمد عابد صاحب کو بھیج رہا ہے۔اس کے ساتھ کبیر والا چلے جاویں۔اگر کبیر والا بھی نہیں جانا چاہتے تو جہاں دل چاہے چلے جاویں۔گھر آنے کی اجازت نہیں ہے۔میری نرمی اور ناز برداری سے غلط فائدہ نہ اٹھائیں اور عقل وہوش سے کام لیں اور ہر طرح عافیت ہے۔والسلام! از خانقاہ سراجیہ

مکتوب گرامی نمبر:۱۲۸

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ابوالخلیل فقیر خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں کہ آپ کے دونوں خط یکے بعد دیگرے موصول ہوکر باعث اطمینان ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ آپ کا دل لگا رہے اور ذوق وشوق کے ساتھ تعلیم جاری رہے۔ فقیر کی یہی تمنا اور آرزو ہے۔ کوئی بھی والدین اپنی اولاد کے متعلق کوئی بدخواہی کا تصور ہی نہیں کرسکتا۔ ہر ایک والدین کی اپنی اولاد کے متعلق یہی تمنا، آرزو اور خواہش ہوتی ہے کہ وہ قابل، لائق، نیک وصالح اور فرمانبردار بنے۔ اسی خواہش کے ماتحت کچھ نہ کچھ کہنا بھی پڑتا ہے۔ آپ اطمینان رکھیں اور خوب محنت اور شوق سے اپنی تعلیم میں مشغول رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کے متعلق فقیر کی تمناؤں کو پورا فرماوے۔ آمین!

فقیر انشاء اللہ تعالیٰ ۱۰ر دسمبر کی شام کو روانہ ہوکر ۱۱ر دسمبر کی صبح کو ملتان پہنچے گا اور اسی روز ملتان سے خیبر میل پر سوار ہوکر جاوے گا۔ کراچی سے ۱۷ر دسمبر کو روانگی ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ! گھر میں سب خیریت وعافیت سے ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک!

سب کی طرف سے بہت بہت سلام ودعوات۔ والسلام! ازخانقاہ سراجیہ

❋

حضرتِ اقدسؒ کا بے مثال تقویٰ

حضرت مولانا سیّد محمد آفتاب شاہ صاحب آف لاہور لکھتے ہیں:

''حضرت کی وفات سے کچھ دن قبل پنجاب کی ایک اہم شخصیت نے حضرتِ والاؒ کو بیرون ملک علاج کے لئے جانے کا مشورہ دیا اور اپنی خدمات پیش کیں، تو اس پر حضرتؒ نے فرمایا کہ موت کا وقت مقرر ہے، اگر زندگی ہوگی تو یہاں بھی مل جائے گی۔ اور بیرون ملک علاج کی پیشکش قبول نہ کی۔''

(ماہنامہ علم وعمل، لاہور ص:۱۲، ۱۳ ماہ جون ۲۰۱۰ء)

حضرت قبلہؒ کے رَشحاتِ قلم

حضرت قبلہؒ سے متعدد مصنّفین نے اپنی کتابوں کے لئے تحریری پیغام حاصل کیے۔ ان کی پوری تعداد معلوم کرنا ''کارے دارد'' البتہ جو کتابیں مل پائیں، ان سے حضرت قبلہؒ کی تحریرات کے نمونے اس باب میں پیشِ خدمت ہیں۔ اسی طرح حضرت قبلہؒ نے مختلف شخصیات پر تعزیتی مضامین تحریر فرمائے، جو مل سکے وہ بھی اس باب میں پیشِ خدمت ہیں۔ (مرتب)

ا:... ''تذکرہ مجاہدینِ ختمِ نبوّت'' کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام

فرنگی نے سرزمینِ ہندوستان پر اپنے طاغوتی قدم جماتے ہی یہاں مختلف فتنوں کی کاشت کی، جن میں سے مہلک ترین فتنہ ''فتنۂ قادیانیت'' ہے۔ یہ فتنہ جو اپنے دامن میں ملتِ اسلامیہ کی تباہی کا سامان لئے ہوئے تھا، حکومت کی دولت کے پروں کی پرواز کے ذریعے ہندوستان اور بیرونِ ہندوستان پہنچایا اور پھیلایا گیا، لیکن ایک صدی کی تاریخ گواہ ہے کہ اِدھر اس فتنے نے سر اُٹھایا اور اُدھر اِسلام کے سپوت اس کی سرکوبی کے لئے سربکف ہوکر میدانِ کارزار میں کود پڑے۔ نبیٔ اَفرنگ کو تحریر، تقریر، مناظرہ اور مباہلہ کے میدان میں چت کیا، دلائل و براہین کے ہتھیاروں سے قادیانی شریعت کی دھجیاں بکھیر دیں، اور گلی گلی، کوچہ کوچہ، قریہ قریہ، گاؤں گاؤں، شہر شہر گھوم کر مسلمانوں کو فرنگی نبوّت کی زہرناکیوں سے خبردار کیا۔ مجاہدینِ ختمِ نبوّت کو اس عظیم مشن سے ہٹانے کے لئے ڈرایا، دھمکایا، للچایا، دبایا، ستایا اور تڑپایا گیا، لیکن راہِ عشق کے یہ مسافر عشق کی ایک ہی جست میں یہ ساری رُکاوٹیں عبور کرگئے۔ اگر اس راہِ حق میں انہیں جان کا نذرانہ بھی پیش کرنا پڑا تو وہ ہنستے مسکراتے جامِ شہادت نوش کرگئے۔ شہیدانِ ختمِ نبوّت کا پوری اُمت پر اِحسان ہے کہ انہوں نے اپنی لاشوں سے بند باندھ کر آنے والی نسلوں کو دریائے اِرتداد

میں غرق ہونے سے بچالیا۔ غازیانِ تحریکِ ختمِ نبوّت محسن ہیں پوری ملتِ اسلامیہ کے، جنہوں نے اپنا سب کچھ لٹادیا لیکن ہمارے ایمانوں کو لٹنے سے بچالیا ہے:

''خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را!''

ایک عرصے سے اس بات کی اشد ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ کوئی مردِ میدان آگے بڑھے اور خصوصیت سے ایک صدی کے دورانیہ میں پھیلے ہوئے مجاہدینِ ختمِ نبوّت کے ایمان پرور واقعات کو مرتب کردے تاکہ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی ایک درخشاں تاریخ محفوظ ہوجائے اور نئی نسل اپنے اسلاف کی تابندہ روایات سے آشنا ہوسکے۔

عزیزی مولانا اللہ وسایا صدہا مبارک باد کے مستحق ہیں، جنھوں نے کمربستہ ہوکر اس کارِ خیر کا بیڑا اُٹھایا اور تاریخ کی وادیوں سے ماضی کے گمشدہ اوراق کو نہایت محنت ولیاقت سے اِکٹھا کیا ہے، اور انہیں ایک خوبصورت ترتیب میں سجا کر اُمتِ مسلمہ کے سامنے مطالعہ اور فکر وعمل کے لئے رکھا ہے، تاکہ کاروانِ مجاہدینِ ختمِ نبوّت، فتنۂ قادیانیت کا سر کچلنے کے لئے ایک نئے جذبے، نئے ولولے اور نئے عزم کے ساتھ آگے بڑھیں۔ (آمین)

رَبّ العزّت، مصنف اور ان کے گرامی قدر رفقاء کو اس محنت کا اجرِ عظیم عطا کرے اور انہیں اس میدان میں مزید اور مزید کام کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین! فقیر خان محمد

خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف، ضلع میانوالی

۲:... ''کادیانیت کا سیاسی تجزیہ'' کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

یہ رَبّ العزّت کا خصوصی فضل وکرم ہے کہ اس نے مجلس تحفظ ختمِ نبوّت پاکستان کو، اندرون و بیرون ملک، عقیدہ ختمِ نبوّت کے تحفظ اور قادیانی فتنہ کی محاسبہ تحریک میں علمبردار اور داعی کی حیثیت عطا کررکھی ہے، برصغیر پاک و ہند میں قادیانیت کے خلاف تقریر وتحریر، مناظرہ ومباہلہ کے علاوہ عوام کی عدالت سے لے کر عدالت عظمیٰ تک ہر محاذ پر شکست فاش دی جاچکی ہے۔ گزشتہ چند برسوں سے مجلس کے شعبۂ نشر واشاعت نے تردید مرزائیت کے سلسلہ میں، تصنیف وتالیف کا کام شروع کررکھا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے مذہب اور اس کے عقائد کو بے نقاب کرنے میں، مجلس تحفظ ختمِ نبوّت نے قلم کے میدان میں بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ حالانکہ مشہور ہے کہ اس قافلے کے لوگ تقریر کے دھنی مگر تحریر کے فن سے ناآشنا ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی شخصی زندگی سے لے کر اس کے مذہبی عقائد کے محاسبہ پر بے شمار کتابیں لکھی جاچکی ہیں، لیکن قادیانی تحریک کے سیاسی احتساب پر کسی جامع اور مستند

کتاب کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا جا رہا تھا۔ مجھے خوشی ہے کہ مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے فاضل نوجوان، ادیب و خطیب، صاحبزادہ طارق محمود نے اس ضرورت کو بطریقِ احسن پورا کر دکھایا ہے۔ صاحبزادہ طارق محمود نے قلمی جراحت سے قادیانی فتنہ کی سیاسی تحریک کے تاریخی پس منظر کو رقم کر کے بلاشبہ ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ قادیانیت کسی مذہب کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک سیاسی تحریک کا نام ہے، جسے برطانوی سامراج نے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں پر حکومت کرنے اور انہیں غلام رکھنے کے لئے پیدا کیا تھا اور اسے پروان چڑھایا تھا۔ صاحبزادہ طارق محمود نے قادیانی جماعت کی ابتدأ سے اب تک مختلف ادوار میں اس کے سیاسی کردار، ناپاک عزائم، مکروہ سازشوں، ریشہ دوانیوں کی پوری تاریخ کو حوالہ جات کے ذریعے اس طرح یکجا کیا ہے کہ وہ قادیانیت کے سیاسی احتساب کا انسائیکلوپیڈیا معلوم ہوتی ہے۔ قلم کے میدان میں صاحبزادہ طارق محمود کی اس تصنیف کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ موصوف نے بلاشبہ، اپنے والد محترم، مجاہد ختمِ نبوّت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ کی جانشینی کا حق ادا کیا ہے۔

فقیر دُعا گو ہے کہ رَبّ العزت صاحبزادہ طارق محمود کی اس مخلصانہ کاوش کو منظور و قبول فرمائے اور انہیں اپنی دِینی و دُنیاوی نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔

دُعا گو: فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

از خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی

۱۵ر اکتوبر ۱۹۹۳ء

۳:... ”قادیانیت ہماری نظر میں“ کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

عقیدہ ختمِ نبوّت کے تحفظ اور منکرین ختمِ نبوّت کے احتساب کی جدوجہد رحمت عالم ﷺ کے آخری زمانہ حیات (مبارک) میں شروع ہوگئی تھی اور اس جدوجہد کے سرخیل اوّل حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

ہمارے برصغیر پاک و ہند میں منکرین ختمِ نبوّت، فرقہ ضالہ قادیانیت کے خلاف جدوجہد پر مبنی کم و بیش ایک صدی بیت چکی ہے۔ اُمتِ محمدیہ نے تحریر، تقریر، مناظرہ و مباہلہ، فتویٰ و مقدمہ ہر محاذ پر قادیانیت کو ناکوں چنے چبوائے۔

تحریری تعاقب کا گوشہ لیجئے، آج تک سینکڑوں کتابیں عربی، اُردو، انگلش، پنجابی، بنگالی، سندھی، پشتو، فارسی، فرانسیسی، زبانوں میں لکھی جا چکی ہیں۔

یہ بات میرے لئے باعث مسرت ہے اور میں قلبی فرحت محسوس کرتا ہوں کہ ”قادیانیت ہماری

نظر میں'' اس عنوان و گوشہ پر پہلی محنت ہے اور اتنی جامع ہے کہ اسے حرفِ آخر ہونے کا درجہ حاصل ہوگا۔

عزیزم محترم جناب محمد متین خالد صاحب کو اللہ پاک دنیا و آخرت میں اس کی بہتر جزائے خیر دیں کہ انہوں نے اتنی گراں قدر محنت کی ہے کہ پوری امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر دیا ہے۔ حق تعالیٰ ان کی کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت سے نوازیں اور کل قیامت کے دن مصنف کے لئے صاحبِ ختمِ نبوّت کی شفاعت کا ذریعہ بنائیں۔ دُعا گو: فقیر ابوالخلیل خان محمد

از خانقاہ سراجیہ کندیاں، میانوالی

۴:... ''تحفظِ ناموسِ رِسالت اور گستاخِ رسول کی سزا'' کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد و الصلوٰۃ و ارسال التسلیمات و التحیات

محترم ساجد اعوان صاحب نے آقائے نامدار خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کے فضائل میں بڑی محنت اور کاوش سے یہ کتاب مرتب کی ہے۔

فقیر دُعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ محترم ساجد اعوان صاحب کی محنت کو قبول فرماوے اور کتاب کو قبولیتِ عامہ عطا فرماوے اور مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کا ذریعہ بناوے۔ آمین۔ والسلام

فقیر خان محمد عفی عنہ

۱۸؍رجب المرجب ۱۴۱۵ھ

۵:... ''تحریکِ ختمِ نبوّت ۱۹۷۴ء'' کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد

عقیدۂ ختمِ نبوّت کا تحفظ، جس طرح ہم سب کے ایمان کا حصہ ہے، اسی طرح اس مشن کے لئے کام کرنے والے حضرات کی تاریخ کو محفوظ کرنا بھی ہماری جماعتی ذمہ داری ہے۔ مولائے پاک کا احسان ہے کہ گزشتہ چند سالوں سے عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت نے یہ سلسلہ شروع کیا ہے، جس میں خاصی حوصلہ افزا کامیابی ہوئی ہے۔ تحریکِ ختمِ نبوّت ۱۹۵۳ء کے حالات پر مشتمل کتاب آپ پڑھ چکے ہیں اور اب تحریکِ ختمِ نبوّت ۱۹۷۴ء پر مشتمل یہ کتاب آپ حضرات پڑھیں اور تحریکِ ختمِ نبوّت ۱۹۸۴ء کی ترتیب و اشاعت کے لئے دعا فرمائیں۔ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کا شعبہ نشر و اشاعت اپنا یہ فرض اور قرض محض اللہ پاک کے فضل و احسان سے ادا کر رہا ہے۔ اس کے لئے ہمیں خداوند قدوس کے حضور سجدۂ

شکر بجالانا ہے تاکہ ”لئن شکرتم لأیزدنکم“ (القرآن: ۱۴، ۷) کے وعدۂ قرآنی کے مستحق بن سکیں۔ اس کتاب کی اشاعت پر مجھے بہت دلی سکون وراحت، خوشی اور انبساط حاصل ہوا ہے: ”فالحمد للہ اولاً وآخرًا“ مولائے پاک اسے شرفِ قبولیت سے نواز کر اپنی رضا کا سبب فرمائیں۔ آمین۔

دُعا گو: فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

از خانقاہ سراجیہ، کندیاں، ضلع میانوالی

۶:... ”قادیانیت کے خلاف اعلیٰ عدالتوں کے تاریخی فیصلے“ کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ۔ اما بعد!

قادیانیت کا فتنہ، اُمتِ محمدیہ کے لئے ایک عظیم ابتلاء وآزمائش ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اُمتِ محمدیہ کے ان خوش بخت حضرات پر اپنی رحمتوں کی موسلادھار بارش نازل فرمائیں، جنہوں نے اپنی جانوں پر کھیل کر ہر میدان میں قادیانیت کو ذِلت آمیز اور عبرت ناک شکست سے دوچار کیا۔ منبر ومحراب سے نیشنل اسمبلی تک، پاکستان سے جنوبی افریقہ تک اور لوئر کورٹ سے سپریم کورٹ تک، حق و باطل کے اس عظیم معرکہ کی تفصیلات کو جمع کر کے آنے والی نسلوں تک پہنچانا ہمارا اجماعی و مذہبی فریضہ ہے۔

محترم عزیزی جناب ملک فیاض اختر قادیانیت کی اعلیٰ عدالتوں میں پسپائی کی عدالتی کارروائی یعنی ہائی کورٹ، سپریم کورٹ اپیلٹ بینچ، وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ آف پاکستان کے فیصلوں کو جمع کر کے کتابی شکل میں امت کے سامنے لارہے ہیں۔ اس پر مجھے قلبی فرحت اور سکون حاصل ہوا ہے۔ دعا گو ہوں کہ مولائے پاک، ملک صاحب کی اس محنت کو شرف قبولیت سے نوازیں، اُمتِ محمدیہ کے لئے یہ محنت مشعلِ راہ ثابت ہو اور ملک صاحب کے لئے دنیا وآخرت کی خیر و برکت کا باعث بنے۔ حق تعالیٰ شانہٗ ملک صاحب کو اس محنت کے صدقہ میں رحمتِ عالم (ﷺ) کی شفاعتِ کبریٰ سے سرفراز فرمائیں۔ ملک صاحب اس محنت پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ حق تعالیٰ اس محنت کے صدقہ میں ان کی جھولی کو اپنی ”رحمت خاص“ سے پُر فرمائیں۔

دعا گو: فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

از خانقاہ سراجیہ، کندیاں، ضلع میانوالی

۵/اکتوبر ۱۹۹۳ء

۷:... ”ثبوت حاضر ہیں“ کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

قادیانیت اسلام کے متوازی ایک ایسا گروہ ہے جو اسلام دشمن سامراجی طاقتوں کا سیاسی لے

پالک ہے۔ اس کا مقصد ان طاقتوں کی سرپرستی مین اسلام کی بنیادوں کو منہدم کرنا اور پاکستان میں عجمی اسرائیل کی زمین تیار کرنا ہے۔ ۱۹۷۴ء میں تمام مسلمانوں نے آپس کے تمام اختلافات ختم کر کے بے مثال اتفاق واتحاد کا مظاہرہ کیا تھا جس کی برکت سے منکرین ختمِ نبوّت کا یہ گروہ غیر مسلم اقلیت قرار پایا۔ آج پھر اسی یکجہتی، اتفاق واتحاد، وحدت اور جذبہ کی ضرورت ہے تاکہ اس فتنہ کا مکمل قلع قمع ہوسکے۔ اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے کوشش کرنا ہر مسلمان کا اولین ایمانی فریضہ ہے۔ عزیزی محمد متین خالد خوش قسمت نوجوان ہیں جنھوں نے قادیانی کفریہ عقائد وعزائم کی عکسی شہادتوں کے حوالہ سے ''ثبوت حاضر ہیں'' نامی تاریخی کتاب تیار کر کے اپنی ذمہ داری پوری کی ہے۔ وہ تحفظِ ختمِ نبوّت کو اپنی زندگی کا واحد مقصد سمجھتے ہیں اور اس کے لئے ہر وقت اور مسلسل کوشاں رہتے ہیں۔ یہی ان کی شناخت ہے، انہوں نے برسوں کا سفر دنوں میں طے کیا ہے۔ زیرِ نظر کتاب ''ثبوت حاضر ہیں'' کے حوالے سے وہ ایک بڑے محقق کے روپ میں سامنے آئے ہیں۔ انہوں نے ایک ماہر وکیل کی طرح ملت اسلامیہ کی طرف سے ایک مضبوط کیس پیش کیا ہے جس کا قادیانیوں کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ تحقیق وجستجو کی دنیا میں قادیانیت کے حوالہ سے یہ اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے۔ عزیزی خالد نے اس کوزے کے لئے بلاشبہ بہت سے دریاؤں کی تہوں میں اتر کر حقیقت حال کا جائزہ لیا ہے اور یوں بے حد کدو کاوش، تحقیق وجستجو، بے پناہ مطالعہ، غور وفکر، عرق ریزی، شبانہ روز محنت اور خداداد صلاحیتوں کے سبب جو دستاویز تیار کی ہے، اس سے انہوں نے اپنی عاقبت سدھارنے کا انصرام کیا ہے اور بخشش کا سامان بھی۔ میں اس تاریخی دستاویز کی اشاعت پر انہیں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ میری دعائیں ہمہ وقت ان کے ساتھ ہیں۔

فقیر ابوالخلیل (خواجہ) خان محمد

امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت پاکستان

خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

۸:... ''تاریخی دستاویز'' کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، اما بعد!

محترم حاجی عبدالقیوم صاحب (نزیل مدینہ منورہ) نے قادیانی فتنہ کے خلاف مختلف اکابر علمائے دیوبند کی تحریرات کو نئی ترتیب سے جمع کیا ہے۔

حق تعالیٰ شانہ ان کی اس محنت کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت نصیب فرمائیں۔ اللہ رب العزت محض اپنے فضل واحسان سے اس کتاب کو قادیانیوں کے لئے ہدایت اور مسلمانوں کے ایمان میں زیادتی

کا باعث فرماویں۔مولائے پاک ہم سب کو اپنی رضا وخوشنودی نصیب فرمائیں۔ آمین بحرمتک یا ارحم الرحمین۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

حال مقیم دفتر مجلس تحفظ ختم نبوّت ملتان

اوائل صفر ۱۴۲۷ھ

۹:... ’’ردِ مرزائیت کے زریں اصول‘‘ کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

مولانا منظور احمد چنیوٹی دامت برکاتہم کسی تعارف کے محتاج نہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے بہت کمالات سے نوازا ہوا ہے۔قادیانیت کے سلسلہ میں ان کا جہاد بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے۔

’’ردِ مرزائیت کے زریں اصول‘‘ مولانا چنیوٹی کی نئی تصنیف ہے اور اس پر مولانا نے بڑی محنت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرماوے اور مولانا کو اس کا اجرِ عظیم عطا فرماوے اور اس کتاب کو مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت کا ذریعہ بناوے۔آمین ثم آمین۔ والسلام: فقیر خان محمد عفی عنہ

۱۰:... ’’سوانح مولانا محمد علی جالندھریؒ‘‘ کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

مولانا محمد علی جالندھریؒ ہمارے عہد کے ایک درویش صفت ملبغ تھے جنہوں نے تحفظ ختم نبوّت کے لئے نہ صرف تحریراً،تقریراً خدمات سرانجام دیں بلکہ پابند سلاسل بھی ہوئے۔حضور ختم المرتبت ﷺ سے ان کی محبت وعقیدت اس قدر گہری تھی کہ تحریک تحفظ ختم نبوّت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔تعاقب قادیانیت میں دن رات ایک کردیا، اپنے جذبہ اخلاص ومحبت کی ایک نظیر قائم کردی۔ ان کی ہمت اور حوصلہ اور کام سے لگن آئندہ کام کرنے والوں کے لئے مشعل راہ ہے۔

عزیزی مولانا محمد سعید الرحمٰن علویؒ نے ان کی شخصیت اور دینی خدمات پر اپنی زندگی میں اس کتاب کو مرتب کیا۔عزیز کی زندگی نے وفا نہ کی ورنہ ان سے اس درویش کو بہت امیدیں وابستہ تھیں۔ زبان وقلم کے ساتھ صحیح فکر کے حامل تھے،لیکن مشیت ایزدی کے سامنے سرِتسلیم خم ہے۔

یہ کتاب انشاء اللہ مولانا محمد علی جالندھریؒ کی شخصیت کے حوالہ سے تحریکی کام کرنے والوں کے لئے بہت مفید ہوگی۔

فقیر خان محمد عفی عنہ

خانقاہ سراجیہ، ۲۳؍جمادی الاوّل ۱۴۱۹ھ

۱۱:... ’’مجموعہ فوائد عثمانیہ‘‘ کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلوی ثم مہاجر مدنیؒ کے خلیفہ مجاز حضرت خواجہ دوست محمد قندھاریؒ نے موسیٰ زئی شریف میں نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ کی خانقاہ کی بنیاد رکھی جو تھوڑے ہی عرصہ میں ایک عظیم

روحانی خانقاہ بن گئی۔ حضرت حاجی صاحبؒ کے بعد آپ کے خلیفہ راشد حضرت خواجہ محمد عثمان دامانیؒ وابستگان سلسلہ اور سالکین طریقت کی روحانی تربیت فرماتے رہے اور تقریباً تیس برس تک اپنے ارشاد و معارف سے مخلوق خدا کو راہ مولیٰ کی جانب بلاتے رہے۔ ایک جہان نے آپ سے فیض پایا اور تربیت حاصل کی۔ آپ کے بعد آپ کے خلف رشید اور جانشین حضرت خواجہ محمد سراج الدینؒ وابستگان سلسلہ و سالکین طریقت کے مرشد عالی مقام بنے اور اپنے فیوض و برکات سے تزکیہ نفوس فرماتے رہے۔

حضرت خواجہ محمد عثمان دامانیؒ کے مجاز حضرت سیّد اکبر علی دہلویؒ نے عمر بھر خانقاہ موسیٰ زئی شریف میں حضرت اقدس کی خدمت وصحبت کا شرف پایا تھا۔ انہوں نے آپ کی حیات مبارکہ میں ''مجموعہ فوائد عثمانیہ'' کے نام سے حضرت اقدس کے ملفوظات، مکتوبات ومعمولات کو فارسی زبان میں جمع کیا، پھر انہیں آپ کی خدمت میں پیش کیا، جسے آپ نے پسند فرمایا۔ بعد ازاں حضرت خواجہ سراج الدینؒ نے اپنے زمانہ مبارک میں اسے بڑے اہتمام سے طبع کرایا۔ اس طرح مجموعہ فوائد عثمانیہ ہمارے سلسلہ کے حضرات کرام میں بہت مقبول رہی ہے اور اس کی بڑی اہمیت ہے۔

اس کتاب کی اہمیت وضروریات کے پیش نظر عزیزی مولوی خلیل احمد سلمہ الصمد کے دل میں اللہ رب العزت نے یہ خیال پیدا فرمایا کہ سالکین طریقت و وابستگان سلسلہ کے استفادہ کی خاطر اس کا اردو ترجمہ شائع کیا جائے۔ لہٰذا انہوں نے اس خدمت کے لئے خانقاہ سراجیہ کے متوسل وخوشہ چیں جناب محمد نذیر رانجھا کو متوجہ کیا، انہیں اللہ رب العزت نے اس کام کی تکمیل کی توفیق ارزانی فرمائی ہے۔ ''والحمد للہ علٰی ذالک'' اس پر مزید خوشی یہ ہوئی کہ زیر نظر کتاب کی طباعت کی سعادت جناب حافظ محمد ریاض درانی حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ رب العزت انہیں اس کا اجر نصیب فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ جناب محمد نذیر رانجھا کی اس محنت و ریاضت کو قبول فرمائے اور اپنی رضا مندی اور خوشنودی سے سرفراز فرمائے اور وابستگان سلسلہ اور تمام مسلمانوں کو اس سے نفع عطا فرمائے، آمین بحرمة النبی الأمی الکریم۔

والسلام

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی

۱۲:... ''تحریک ختم نبوّت میں بلوچستان کا حصہ'' کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

عقیدہ ختم نبوّت کا تحفظ جس طرح ہم سب کے ایمان کا حصہ ہے، اسی طرح اس مشن کے لئے کام کرنے والے حضرات کی تاریخ کو محفوظ کرنا بھی ہماری جماعتی ذمہ داری ہے، مولائے پاک کا احسان

ہے کہ گزشتہ چند سالوں سے عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوّت نے یہ سلسلہ شروع کیا ہے، جس میں خاصی حوصلہ افزا کامیابی ہوئی ہے، تحریک ختمِ نبوّت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کے حالات پر مشتمل کتاب آپ پڑھ چکے ہیں اور اب تحریک ختمِ نبوّت بلوچستان کے حالات پر مشتمل یہ کتاب آپ حضرات پڑھیں۔ جو محترم جناب فیاض حسن سجاد کی مرتب کردہ ہے۔ مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کا شعبہ نشر واشاعت اپنا یہ فرض اور قرض محض اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان سے ادا کر رہا ہے۔ اس کے لئے ہمیں خداوند قدوس کے حضور سجدہ شکر بجالانا ہے، تاکہ ''لئن شکرتم لأزیدنکم'' (القرآن، ۱۴:۷) کے وعدہ قرآن کے مستحق بن سکیں۔ اس کتاب کی اشاعت پر مجھے دلی سکون وراحت، خوشی اور انبساط حاصل ہوا ہے: ''فالحمدللہ اولاً وآخرًا۔'' مولائے پاک اسے شرف قبولیت سے نواز کر اپنی رضا کا سبب فرمائیں۔ آمین۔

دُعاگو: فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

از خانقاہ سراجیہ، کندیاں ضلع میانوالی

۱۳:... ''صدائے محراب'' کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

برصغیر پاک وہند میں مجلس احرار اسلام شعلہ بیاں مقرروں کی ایک مثالی جماعت تھی۔ مولانا تاج محمود مرحوم بھی اسی جماعت کے عظیم راہنما تھے۔ مولانا مرحوم کی رحلت کے بعد ان کے فرزند صاحبزادہ طارق محمود نے خطابت اور صحافت دونوں محاذوں پر اپنے والد گرامی کی اعلیٰ روایات کو زندہ تابندہ رکھا ہے۔ گو وہ مولانا تاج محمودؒ کی وفات کے بعد اس محاذ پر آئے۔ لیکن بہت کم مدت میں انہوں نے اپنی صلاحیتوں کے ذریعہ مقام پیدا کیا۔ خطابت ایک خداداد جوہر ہے اور بلاشبہ یہ جوہر صاحبزادہ طارق محمود کو وراثت میں ملا ہے۔ موصوف منبر ومحراب پر اپنے والد گرامی حضرت مولانا تاج محمودؒ کی عشق رسالت میں ڈوبی ہوئی خطابت کے امین ہیں۔ جب کہ اسٹیج پر صاحبِ طرز خطیب آغا شورش کاشمیری مرحوم کی شعلہ نوائی کا پرتو ہیں۔

صاحبزادہ طارق محمود کے خطبات ابھرتے ہوئے مقررین، خطبا، واعظین اور طلبا کے لئے بیش بہا خزانہ ہونے کے علاوہ علمی ذخیرہ بھی ہیں، جو ان کی چھ سالہ صحافتی وخطابتی کاوشوں کا نچوڑ ہیں... فقیر دعاگو ہے کہ اللہ رب العزت موصوف کے علمی ودینی سرمایہ کو شرف قبولیت سے نوازے، اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور اخروی نجات کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)۔

(حضرت مولانا) خواجہ خان محمد (صاحب)

امیر عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت، خانقاہ سراجیہ (کندیاں)

۱۴:... ''تحریک ختمِ نبوّت ۱۹۵۳ء'' کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

تحریک ختمِ نبوّت جو ۱۹۵۳ء میں شروع ہوئی۔ اس کے خاص عوامل تھے۔ پاکستان بننے سے پہلے انگریز حکمران نے اپنے خاص منصوبہ کے تحت مسلمان ملازمین کو خواہ وہ کسی محکمہ کے ہوں۔ ترقی، مرزائیوں کے بڑوں کی سفارش پر دیتے تھے۔ جب پاکستان بنا اور انگریز نے سر ظفر اللہ خان قادیانی کو زبردستی وزیر خارجہ بنوایا تو وزیر خاجہ کی حیثیت سے اس نے قادیانیت کو پروان چڑھایا اور یہ خطرہ پیدا ہوگیا تھا کہ پاکستان کہیں قادیانی ریاست نہ بن جائے۔ اس خطرہ کو احرار اسلام کے مرکزی حضرات نے بھانپا اور اس کے لئے کام کرنا شروع کیا، پھر ۱۹۵۳ء میں تحریک کی صورت اختیار ہوئی، اس میں جو کچھ ہوا، مسلمانوں نے جس قدر اپنے جذبات کا اظہار کیا اور اس وقت کی حکومت نے جو جو مظالم کئے۔ اس کی تفصیل مولانا اللہ وسایا صاحب کی اس کتاب میں قارئین حضرات ملاحظہ کریں گے۔ اکثر حضرات اس تحریک کو ناکام کہتے ہیں۔ یہ کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ اس تحریک کی وجہ سے عام مسلمانوں میں قادیانیوں سے جو نفرت پیدا ہوئی، یہ نفرت اس تحریک کی کامیابی کی دلیل ہے۔ اس نفرت کی وجہ سے ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریکیں کامیاب ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ مولانا اللہ وسایا صاحب کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور اس کتاب کو مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

والسلام

فقیر خان محمد عفی عنہ

خانقاہ سراجیہ کندیاں، ضلع میانوالی

۱۵:... ''خطباتِ ختمِ نبوّت (جلد اوّل)'' کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

اکابرینِ ملت، صلحائے اُمت اور عقیدۂ ختمِ نبوّت کے محافظ، علمائے کرام، مشائخ عظام و بزرگان دین کے ارشاد فرمودہ گرانقدر خطبات جو مختلف کتب و رسائل میں بکھرے ہوئے تھے ان موتیوں کو مرحلہ وار کتابی شکل میں شائع کرنے کا مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے مبلغ عزیز محترم مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی سلمہ نے بیڑا اُٹھایا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازیں۔ ان کو امت مرحومہ کی ہدایت کا سبب بنائیں اور مرتب موصوف کے لئے ذخیرۂ آخرت فرمائیں۔ جمیع امت مسلمہ کو

ان کو پڑھنے اور ان سے فیضیاب ہونے کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا نصیب فرمائیں۔ آمین۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف، ضلع میانوالی

۴ ر جمادی الاول ۱۴۱۷ھ

۱۶:... ''قادیانیوں سے فیصلہ کن مناظرے'' کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

شاہین ختم نبوّت مولانا اللہ وسایا، فتنہ قادیانیت کے خلاف ایک کامیاب مناظر کی حیثیت سے دنیا بھر میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی میں بے شمار قادیانی مبلغین سے مناظرے کئے اور ہمیشہ کامیاب و کامران رہے۔ یہ بات کہتے ہوئے میرا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے کہ اس وقت فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے میدان میں حضرت مولانا اللہ وسایا ایسا کوئی دوسرا مناظر نہیں۔ انداز گفتگو اور طرز استدلال میں وہ منفرد اور یگانہ ہیں۔ حافظہ اس قدر تیز ہے کہ ہزاروں حوالے انہیں ازبر ہیں۔ وہ بڑے بڑے جید قادیانی مبلغین کو اڑنگے پر لاکر ایسی پٹخنی دیتے ہیں کہ وہ چاروں شانے چت ہو جاتا ہے۔ یوں تو دجل و کذب کی لنکا میں ہر قادیانی باون گز کا ہوتا ہے، لیکن لفظوں کے ہیر پھیر، باطل تاویلات اور کتمان حق میں وہ ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ ان سے مناظرہ و مباحثہ ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ حضرت مولانا اللہ وسایا کی علمی اور مناظرانہ صلاحیتوں سے ہر شخص استفادہ کرے۔ اللہ بھلا کرے عزیزی محمد متین خالد کا جنہوں نے مولانا کی خطابتی فتوحات کو'' قادیانیوں سے فیصلہ کن مناظرے'' کے نام سے کتابی شکل دی۔ ناسازی طبع کے باوجود میں نے اس کتاب کو پڑھا ہے۔ کتاب اتنی دلچسپ، رواں دواں اور معلوماتی ہے کہ اسے مکمل کئے بغیر ہاتھ سے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ بعض مقامات پر میں خود کو مناظرے میں بیٹھا ہوا محسوس کرتا۔ ان مناظروں سے جہاں حضرت مولانا کی علمی وجاہت، برجستہ گوئی اور قادیانی لٹریچر پر مکمل دسترس کا پتہ چلتا ہے، وہاں قادیانیوں کا خبث باطن، ہٹ دھرمی اور اسلام دشمنی بھی پوری طرح آشکارا ہوتی ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ ہر مسلمان کو قادیانیوں سے مناظرے کا ماہر بنادے گا اور کسی بھی سنجیدہ قادیانی قاری کا ادنیٰ سا انہماک اس کی چشم بصیرت کے سامنے راہ ہدایت کو وا کر کے رکھ دے گا۔ مجھے یقین ہے کہ عزیزی محمد متین خالد کی مرتب کردہ یہ کتاب حسب سابق ہر مکتبہ فکر میں انتہائی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔ میں حضرت مولانا اللہ وسایا اور عزیزی محمد متین خالد دونوں کے لئے دعا گو ہوں۔

فقیر ابوالخلیل (خواجہ) خان محمد عفی عنہ

خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف، میانوالی

۱۷:...’’سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سوانح وافکار‘‘ کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

نظامِ قدرت کے تحت خاکی انسان طفولیت سے کہولت تک زندگی کے مختلف ادوار سے گزرتا اورنشیب وفراز کے سفر طے کرتا ہوا بالآخر پیوند خاک ہوجاتا ہے۔اسے قبر میں اتارنے کے بعد اس کے اعزہ واقارب دل ہی دل میں اس کی زندگی کا تجزیہ کرتے ہوئے بعض ایسے نتائج اخذ کرتے ہیں، جنہیں زبان پر لانا ان کے لئے مناسب نہیں ہوتا اور بعض اوقات ان ماخوذ نتائج کو زبان پر لانا ممکن نہیں ہوتا۔ یوں سمجھئے کہ بعض انسان نوے، سو برس کی زندگی گزار جاتے ہیں لیکن ان کی زندگی کا پہیہ چونکہ انہی کی ذات کے گرد گھومتا رہتا ہے۔لہٰذا ان کے بارے میں کہنے کے لئے کسی کے پاس کچھ نہیں ہوتا، وہ عمر کے اعتبار سے کافی بڑے مگر شخصیت وکردار کے اعتبار سے کافی چھوٹے ہوتے ہیں’’جمہوریت‘‘ یعنی عددی اکثریت انہی کو حاصل رہی ہے۔

ادھر کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ عمر تو ان کی بھی سو پچاس سال ہی ہوتی ہے، لیکن ان کے فکر ونظر، علم وفن اور افکار وکردار کا دائرہ بہت وسیع ہوتا ہے، وہ چلتے زمین پر ہیں لیکن ان کے قدم آسمان پر پڑتے ہیں۔

ان کا خورد ونوش عام انسانوں جیسا ہوتا ہے لیکن ان کے چرچے ملائکہ کی صفوں میں ہوتے ہیں، ظاہری جسامت اور قد وقامت میں وہ عام انسانوں کی طرح ہی ہوتے ہیں، لیکن حقیقت میں ان کا قد اتنا بلند ہوجاتا ہے کہ ان کی دستار کے بل گننے کے لئے بڑے بڑوں کو ایڑیاں اٹھا کر اوپر دیکھنا پڑتا ہے۔ دنیا کے محلات میں ان کی رسائی نہ بھی، ہو تب بھی محلات میں بسنے والی مخلوق ان کے نام سے خائف رہتی ہے اور عوام کا ایک ہجوم ان کے نام سے خون میں حدت محسوس کرتا اور ان کے نشیمن کے طواف سے دل میں ٹھنڈک سی محسوس کرتا ہے اور اپنی باقی مخلوقات کے دل میں اپنے ان بندوں کی محبت یوں ڈالتا ہے کہ نکلنے سے نکلتی نہیں۔

’’قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا احب اللہ العبد قال لجبریل انی احب فلانا فاحبه فیحبه جبریل وینادی جبریل فی اھل السماء ان اللہ قد احب فلانا فاحبوه فیحبه اھل السماء ثم یضع له القبول فی الأرض۔‘‘ (رواہ الترمذی)

ترجمہ:...’’جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو جبریلؑ سے

ارشاد فرماتے ہیں کہ بے شک مجھے فلاں بندے سے محبت ہے، اے جبریلؑ! تم بھی ان سے محبت کرو، پس جبریلؑ بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر جبریلؑ آسمانی مخلوقات میں منادی کرتے ہیں کہ بے شک اللہ کو اپنے فلاں بندے سے محبت ہوگئی ہے، اے آسمان والو! تم سب بھی اس سے محبت کرو۔ چنانچہ تمام آسمانی مخلوقات اس بندے سے محبت کرنے لگتی ہیں، پھر اس بندے کی محبت، زمین کی مخلوقات کے قلوب میں ڈال دی جاتی ہے۔''

اس حدیث مبارکہ کو قانون بنا کر ہم بلا تامل یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں سے سب سے زیادہ محبت اپنے آخری رسول سرتاج انبیاء، امام الانبیاء (ﷺ) کے حصے میں آئی، آپؐ کے بعد درجہ بدرجہ صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ حدیث وفقہ اور صوفیائے کرام سے لوگ حد درجہ محبت کرتے رہے۔ انہیں شخصیات میں سے ایک اہم ترین شخصیت امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی ہے، جن سے دنیا بھی محبت کرتی ہے جنہوں نے تاجدارِ ختم نبوّت کے پرچم ختمِ نبوّت کو بلند کیا اور اپنی حیات ناپائیدار کے ۵۰ سال حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) کے اعدائے حاسدین، فرنگیوں اور افرنگ کے خود کاشتہ پودے مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے مذہب کی مخالفت میں گزار دیئے اور اس کو جڑ و بن سے اکھاڑنے میں صرف کردیئے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا نے اس شخص سے ٹوٹ کر محبت کی، اسے امیر شریعتؒ جیسے معزز ومحترم لقب سے نوازا اور آج اسے دنیا سے رخصت ہوئے نصف صدی بیتنے والی ہے، اس کی یادیں آج بھی تازہ ہیں، اور زمانہ مزید طلب محسوس کرتا ہے کہ ان یادوں کو آنے والی نسلوں تک منتقل کیا جائے۔

چنانچہ زیرِ نظر کتاب اسی فکر کا ثمر ہے۔ شاہ جی پر بہت کچھ لکھا گیا اور بہت کچھ لکھا جائے گا۔ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے مرکزی مبلغ و ناظم مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے حضرت امیر شریعتؒ کی زندگی مبارک کے مختلف گوشوں پر قلم اٹھایا ہے اور ایک مرتبہ پھر نئی نسل کو شاہ جیؒ کی خدمات سے روشناس کرانے کی کوشش ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں بہت سے متفرق گوشے سامنے آرہے ہیں، جو آنے والی نسل کے لئے یقیناً راہنمائی کا باعث ہوں گے۔

میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیز محترم مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ عالیہ میں قبولیت عامہ نصیب فرما کر خدامِ ختمِ نبوّت کے لئے مشعل راہ بنائے۔

فقیر خان محمد عفی عنہ

خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

۱۸:... ’’قادیانی شبہات کے جوابات، حصہ اوّل‘‘ کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

قادیانی شبہات کے جوابات نامی کتاب حصہ اول میں مسئلہ ختم نبوّت کے متعلق قادیانی وساوس وشبہات کے کافی وشافی جوابات، دیئے گئے ہیں۔ جسے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے مرکزی مبلغ مولانا اللہ وسایا صاحب نے ترتیب دیا ہے۔ یہ معلوم ہوکر مسرت ہوئی کہ کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوّت کے نائب ناظم حضرت مولانا شاہ عالم گورکھپوری نے اس کی ترتیب ثانی قائم فرمائی ہے اور حذف واضافہ کے بعد اسے جامع و مانع بنادیا ہے۔ فقیر دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں علماء کرام کی محنت کو اپنی بارگاہ میں قبولیت سے نوازیں اور کتاب کو منکرین ختم نبوّت کے لئے ہدایت کا سبب بنائیں۔ اس دور میں مسلمانوں کے ایمان کے لئے سب سے زیادہ مہلک فتنہ، فتنۂ قادیانیت ہے۔ اس سے نبردآزما ہونا دفاع عن الدین میں اصل الاصول کا درجہ رکھتا ہے جو ادارے یا شخصیات تحفظ ختم نبوّت کا فریضہ سرانجام دے رہیں ہیں وہ پوری امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کررہے ہیں۔ اس لئے بجا طور پر وہ ہم سب کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

از خانقاہ سراجیہ کندیاں، میانوالی

۱۹:... ’’محبت نبویؐ کے تقاضے‘‘ کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

مولانا محمد اکرم صاحب طوفانی زید مجدہ کی کتاب محبت نبوی (ﷺ) کے تقاضے بعض بعض جگہ سے دیکھے۔ کتاب ایمانی تقاضوں کے مطابق ایمانی جذبات سے لکھی گئی ہے۔ فقیر دعا گو ہے کہ مولانا طوفانی صاحب کی اس محنت کو قبول فرمائے اور نوجوان مسلمانوں کے جذبات ایمانی کی آبیاری فرماوے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ مزید برآں اپنے دین حقہ اسلام کی خدمت واشاعت کی توفیق مرحمت فرماوے۔ آمین۔ والسلام

فقیر خان محمد عفی عنہ

خانقاہ سراجیہ ۱۳؍ربیع الاوّل ۱۴۳۰ھ

۲۰:... ’’مولانا محمد گل شیر شہیدؒ سوانح وخدمات‘‘ کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

پنجاب کے دوآبہ سندھ ساگر کی مردم خیز سرزمین میں اگرچہ بے شمار نامور مشاہیر، علماء، صلحاء، مصلحین اور مجاہدین پیدا ہوئے لیکن ان میں سے بطل حریت، مجاہد ملت مولانا محمد گل شیر شہیدؒ کو ایک خاص اور منفرد مقام حاصل ہے۔

یقین محکم، عمل واخلاص پیہم اور حب اتم سرکار دو عالم (ﷺ) اور حب ورضائے الٰہی جل

شانہ سے خاص الخاص حصہ پایا۔علوم و معارف، دین حق اسلام کے حصول سے فارغ ہوتے ہی خدمت دین حق، خدمت خلق اور اصلاح وفلاح قوم میں ایسے منہمک ہوئے کہ باطل قوتیں لرزہ براندام ہوگئیں۔

تنظیمی ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے پہلے ''فوج محمدی'' قائم کی۔کل ہند مجلس احرار اسلام کی سنی سنائی پر مخالفت کی، لیکن جلد ہی تلافیٔ مافات کرلی اور مجلس کے سرگرم رکن اور کارکن بن گئے۔ خاکساروں سے ٹکر لی اور مجلس احرار کی حکمت عملی کے مطابق تحفظ ختم نبوّت کے سلسلہ میں بھی سرگرم عمل رہے اور آزادیٔ ملک کے لئے اپنی جماعت کے ساتھ مل کر حکومت برطانیہ کے خلاف سینہ سپر ہوگئے۔ علاقہ کے ظالم و جابر رؤسا کے خلاف مصروف جہاد ہوئے، ابھی بہت کچھ کرنا باقی تھا کہ معاندین اور دشمنان دین کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

کافی سال بعد شہید کا خون رنگ لایا اور تاریخ نے اپنے واقعات کو دہرایا۔جس طرح گستاخ رسول، مجوسی ایرانی بادشاہ خسرو پرویز اپنی گستاخی کی بنا پر اپنے ہی بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں مارا گیا۔ٹھیک اسی طرح مولانا گل شیر شہیدؒ کے ناحق قتل کے محرکین کے ساتھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔

قریب ہے یارو روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیوں کر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا

مولانا گل شیر شہیدؒ کا سرا یمان، علم، عمل، اخلاص، جہاد فی سبیل اللہ اور شہادت فی سبیل اللہ کے ایسے خوش نما پھولوں سے سجا ہے۔جن کی مہک تادیر اہل وطن اور برادران اسلام کے دماغوں کو معطر رکھے گی۔

مصنف کتاب ہذا ''سوانح مولانا گل شیر شہیدؒ'' کی کاوش لائق ستائش ہے۔شہید کی سیرت کے اکثر و بیشتر پہلوؤں پر سیر حاصل روشنی ڈالی گئی ہے۔امید ہے کہ ناظرین کے لئے جہاد زندگانی میں عمل بہ عزیمت واستقامت کے لئے ایک روشن مینار ثابت ہوگی، اپنے مشاہیر علمائے حق کی معیاری سیرت نگاری ایک مستحسن اقدام ہے۔

دُعا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ مصنف، ناشر اور طابع کو خیر کثیر، فضل کبیر اور فوز عظیم سے سرفراز فرمائے۔آمین۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ
خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ، مجددیہ
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت پاکستان

۲۱:... ''تحائفِ مرشدیہ'' کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

عزیز محترم جناب محمد نذیر رانجھا صاحب سلمہ فقیر کے سو (۱۰۰) سے زائد مکتوبات کو کتابی شکل میں ''تحائفِ مرشدیہ'' کے نام سے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ فقیر دعا گو ہے کہ ان کی اس مساعی جمیلہ کو اللہ تعالیٰ قبول فرماویں اور خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ کے متوسلین کے لئے فائدہ مند بناویں۔

ان کا یہ لکھنے کا سلسلہ بڑا مبارک ہے، اللہ تعالیٰ اس کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرماویں، لوگوں کے لئے فائدہ مند گردانے اور اپنی رضا و خوشنودی سے سرفراز فرماویں۔ آمین۔ والسلام

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

از خانقاہ سراجیہ، کندیاں شریف

۲۲:... ''مکاتیب شریف حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ'' کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے پیکرِ اخلاص، مجسمۂ خیر و برکت اور سیرتِ طیبہ کی عملی تصویر ہوتے ہیں۔ جہاں ان کی زیارت وصحبت سے پیاسی آنکھوں کی پیاس بجھتی ہے اور مضطرب و پریشان دلوں کو سکون ملتا ہے، وہاں ان کے ارشادات، مقالات اور مکتوبات سے روحانی مریض شفایاب اور بھٹکے ہوئے راہ یاب ہوتے ہیں۔ انہی برگزیدہ ہستیوں میں ایک شخصیت عارف باللہ، قدوۃ السالکین، حضرت شاہ غلام علی دہلوی نوراللہ مرقدہ بھی ہیں جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مبارک خاندان کے چشم و چراغ، حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ کے خلیفہ اجل اور جانشین، ظاہری و باطنی خوبیوں سے آراستہ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض و برکات کو چار دانگ عالم میں پھیلانے والے ہیں۔ وقتاً فوقتاً ان کے مبارک قلم سے ایسے مکتوبات صادر ہوئے جو للّٰہیت، حکمت، رشد و ہدایت اور بصیرت سے بھرپور اور سالکان طریقت و وارثانِ نبوت کے لئے عظیم خزانہ ہیں، چونکہ ان کے مکتوبات اکثر فارسی زبان میں ہیں، جن سے بسہولت استفادہ ہر آدمی کے لئے ممکن نہ تھا، ضرورت تھی اس بات کی کہ ان کو اردو زبان کے زیور سے آراستہ کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے محترم محمد نذیر رانجھا صاحب کو جو فقیر کے برخوردار عزیزم خلیل احمد سلمہ کے متوجہ کرانے سے اس عظیم کام کے لئے تیار ہوئے اور بہت ہی کم عرصہ میں مکتوبات دہلویؒ کا اردو زبان میں عام فہم و آسان ترجمہ کر کے اس خیر کو جاری و ساری کر دیا۔ اللہ تعالیٰ رانجھا صاحب کی اس محنت

کو قبول فرماویں اور اپنی رضا و خوشنودی، اخروی کامیابیوں کا ذریعہ بناویں۔ والسلام

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

از خانقاہ سراجیہ

۲۳:... ’’خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی‘‘ کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر نے اس کتاب کی فہرست دیکھی ہے، جس سے اندازہ ہوا کہ مولانا محمد نذیر رانجھا صاحب نے بڑی محنت سے اس کتاب کی تالیف فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا صاحب کی محنت کو قبول فرماوے اور مسلمانوں کی راہنمائی کا باعث بناوے اور اپنی رضامندی وخوشنودی سے سرفراز فرماوے۔ آمین۔ والسلام

فقیر خان محمد عفی عنہ

خانقاہ سراجیہ

۲۴:... ’’قاضی احسان احمدؒ سوانح وافکار‘‘ کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، آپ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے دوسرے امیر تھے۔ آپ نے آزادی ملک اور ختمِ نبوّت کی تحریک کے لئے اپنی زندگی وقف کی ہوئی تھی اور عقیدہ ختمِ نبوّت کی حفاظت اور نشر واشاعت کو وظیفہ حیات کے طور پر اپنائے رکھا اور اس اہم اور اساسی عقیدہ پر گھنٹوں خطاب فرماتے کہ سامعین مسحور ہوجاتے۔ سرائیکی، پنجابی اور اردو کے قادرالکلام خطیب تھے، عوام وخواص سے ان کی استعداد کے مطابق گفتگو فرماتے۔ کراچی، حیدرآباد، ملتان، لاہور اور راولپنڈی جیسے شہروں میں خطاب کرتے تو ایسے محسوس ہوتا کہ شجاع آباد کا نہیں بلکہ دہلی یا لکھنوٗ کا کوئی صاحبِ زبان ادیب محوِ خطاب ہے۔

آپ نے اپنی پوری زندگی استعمار اور اس کی ذُرّیتِ خبیثہ (قادیانیت) کے خلاف جدوجہد میں گزاری اور اس عظیم مقصد کے لئے نو دس سال تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

امیر شریعت حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی رحلت کے بعد آپ مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے قائد و امیر منتخب ہوئے اور اس عظیم تحریک کو اپنے استاد و مربی کے اندازِ فکر پر چلا کر آپ کے صحیح جانشین ثابت ہوئے۔ آپ مجلس کی امارت و سیادت ہی میں نہیں بلکہ فن خطابت میں بھی شاہ جی کا عکس تھے۔ خطابت میں اپنے بعد آنے والے تمام خطباء و مقررین کے سرخیل و امام تھے۔ صرف خطیب ہی

نہیں، بلکہ خطیب گر تھے۔ بیسیوں خطباء ومقررین نے خطابت کے اسرار ورموز آپ سے سیکھے۔ احقر کو اگر چہ چند ایک تقاریر سننے اور ایسے ہی چند محافل میں شرکت کے علاوہ زیادہ ان سے تعلق نہیں رہا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ رسالت مآب (ﷺ) سے عشق ومحبت آپ کے رگ وریشہ میں رچا بسا ہوا تھا اور مسئلہ ختمِ نبوّت آپ کو محبوب از جان تھا اور اسی مسئلہ کی حفاظت کے لئے (پس دیوار زنداں ہونے کی وجہ سے) آپ اپنے اکلوتے بیٹے اور بوڑھے والد کے جنازہ کو کندھا نہ دے سکے۔

الحمدللہ! یہ سن کر بہت خوشی ہوئی کہ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت لاہور کے مبلغ عزیزی مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے ''قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ سوانح وافکار'' کے عنوان پر آپ کی سیرت و سوانح اور خطبات وتقاریر جمع کی ہیں۔

پروردگار عالم میرے عزیز کی اس سعی محمود کو شرف قبولیت سے نوازیں اور خواص وعوام کے لئے نافع ومفید بنائیں۔ آمین۔ بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔ والسلام

فقیر خان محمد عفی عنہ

خانقاہ سراجیہ

۲۵:... ''تاریخ وتذکرہ خانقاہ سراجیہ'' کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر نے اس کتاب کی فہرست دیکھی ہے، جس سے اندازہ ہوا کہ مولانا محمد نذیر رانجھا صاحب نے بڑی محنت سے اس کتاب کی تالیف فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا صاحب کی محنت کو قبول فرماوے اور مسلمانوں کی راہنمائی کا باعث بناوے اور اپنی رضامندی وخوشنودی سے سرفراز فرماوے، آمین۔ والسلام

فقیر خان محمد عفی عنہ

خانقاہ سراجیہ

۲۶:... ''فیضانِ معصومیہ'' کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزی اشفاق اللہ واجد کی کتاب فیضانِ معصومیہ کا مسودہ میں نے دیکھا ہے، اپنے مشائخ کے حالات کے بارے میں ایک اچھی جستجو کی ہے۔ فقیر دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مقبولیت عامہ عطا فرمائے۔ آمین۔

فقیر خان محمد عفی عنہ

۲۷:... ’’غازی عامر چیمہ شہیدؒ‘‘ کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

ناموس رسالت کا تحفظ اور عشق ومحبت رسولؐ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ امت صدیوں سے اپنی جانوں کے نذرانے دے کر ناموس رسالت کا تحفظ کرتی چلی آرہی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے گستاخِ رسول کو جہنم رسید کرکے امت کے لئے راہِ عمل متعین کردی۔ یہود ونصاریٰ ’’قومِ رسولؐ ہاشمی‘‘ کے دلوں سے عشق ووفا کو نکالنے اوران کی غیرت ایمانی کوختم کرنے کی صدیوں سے ترکیبیں کرتے چلے آرہے ہیں۔

گزشتہ صدی میں یہود ونصاریٰ نے ایک منصوبہ کے تحت گستاخی رسالت کو ہوا دی تو شیر بیشہ حریت، قائد تحریک ختم نبوّت، امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ میدان میں آئے اور اپنے خطاب سے مسلمانوں کوایک سبق دیا کہ: ’’سننے والے کان نہ رہیں یا بھونکنے والی زبان۔‘‘

چنانچہ غازی علم الدین شہیدؒ، غازی عبدالقیوم شہیدؒ، غازی عبدالرشیدؒ، حاجی مانکؒ میدانِ عمل میں آئے اور انہوں نے گستاخان رسول کو جہنم رسید کرکے اہانت رسول کے سیلاب کے مقابلہ میں بند باندھنے کی کوشش کی۔

گزشتہ سال ۲۰۰۵ء کے آخر اور رواں سال ۲۰۰۶ء کے اوائل میں ڈنمارک، ناروے، سویڈن، فرانس اور جرمن کے بیسیوں اخبارات ورسائل اور ٹی وی چینلز نے گستاخانہ کارٹون شائع کئے۔ قوم نے پوری دنیا میں صدائے احتجاج بلند کیا، لیکن ’’لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے‘‘ تو گستاخ ممالک کے اربابِ اقتدار نے معذرت شائع کرنے کی بجائے اسے اظہار رائے کی آزادی قرار دیتے ہوئے حق بجانب قرار دیا۔

تو جرمن میں ٹیکسٹائل میں ڈپلو کے حصول کے لئے جانے والے طالب علم غازی عامر عبدالرحمٰن چیمہؒ نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر گستاخانہ کارٹون اور خاکے شائع کرنے والے اخبار کے ایڈیٹر پر قاتلانہ حملہ کیا۔ ایڈیٹر اگرچہ بچ گیا اور عامر گرفتار ہوگئے۔ جرمن پولیس نے ماورائے عدالت پاکستانی طالب علم کو اذیتیں دے دے کر شہید کردیا، نوجوان عامر چیمہؒ نے اپنی جان عزیز کا نذرانہ پیش کرکے گستاخیٔ رسالت کے سیلاب کے آگے بند باندھ دیا اور اس نے اپنے عمل سے ثابت کردیا، گناہگار سے گناہگار مسلمان رحمت عالم (ﷺ) کی شانِ اقدس میں دریدہ دہنی برداشت نہیں کرسکتا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے مرکزی مبلغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی سلمہ لائق تبریک ہیں

کہ انہوں نے عامر چیمہ شہیدؒ کے حالات زندگی جمع کر کے اسے کتابی شکل دینے کا بیڑا اٹھایا ہے۔

اللہ پاک مرتب کی مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ عالیہ میں قبول فرما کر شرفِ قبولیت سے نوازدیں۔

فقیر خان محمد عفی عنہ

امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت پاکستان

خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

۲۸:... ''خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ'' کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

حضرت شیخ الشیوخ خواجہ مظہر جان جاناں شہید قدس سرہ کو اللہ رب العزت نے حضرات کرام نقشبندیہ مجددیہ میں ایک اعلیٰ مقام نصیب فرمایا اور انہوں نے عرصہ دراز تک وابستگان سلسلہ کو نقشبندیہ مجددیہ کی فیوض وبرکات سے مستفید فرمایا۔ ان کے جانشین وخلیفہ ارشد حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ کو اللہ رب العزت نے شہرت عامہ وتامہ ارزانی فرمائی، جن کے ہاں مخلوق خدا کا جمگھٹا لگا رہتا تھا اور ہندوستان کے علاوہ عجم وعرب کے طالبین وسالکین اور نامی وگرامی علماء وصلحاء ان کے حضور دست بستہ حاضر رہتے تھے۔ انہوں نے سالکین طریقت کو سلوک الی اللہ اور تزکیہ واحسان کے مقام ومراتب یوں طے کرائے کہ تیرھویں صدی کے مجدد کہلائے اور ان کے مبارک زمانہ میں خانقاہ مظہریہ شریف کے روحانی انوار نے ایک عالم کے قلوب واذہان کو منور مستنیر رکھا۔

اس خانقاہ شریف کی عظمتوں ورفعتوں کا جامع تذکرہ عزیزی جناب محمد نذیر رانجھا نے مرتب و مدون کیا، جنہیں سلسلہ نقشبندیہ کے مشائخ سے خاص محبت وعقیدت ہے۔ اللہ رب العزت ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کتاب کو اہل تصوف وسلوک اور مسلمانوں کے لئے نافع بنائے اور مصنف کی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین۔

زیرنظر کتاب کی اشاعت بھی جناب حافظ محمد ریاض درانی، جمعیت پبلی کیشنز کی جانب سے کررہے ہیں۔ اللہ رب العزت ان کی، حضرات کرام نقشبندیہ مجددیہ سے محبت وعقیدت پر انہیں جزائے خیر نصیب فرمائے۔ آمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی

۲۹:... ''آدابِ مریدین'' پر حضرت قبلہؒ کی تقریظ:

امابعد! حضرت ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردیؒ چھٹی صدی ہجری (بارھویں صدی

عیسوی) کے بزرگ عالم دین اور تصوف کے شیخ المشائخ ہیں۔ آپ نے دیگر اساتذہ کے علاوہ شہرۂ آفاق محدث، حضرت امام بیہقیؒ سے علم دین حاصل کیا اور مشہور زمانہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ایسے نابغہ روزگار شیخ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔

تصوف کی طرح اپنے زمانہ میں فقہ وحدیث کے ماہر تسلیم کئے گئے۔ مدرسہ نظامیہ بغداد میں مسند تدریس پر فائز رہنے کا آپ کو اعزاز حاصل رہا۔ ابن عساکرؒ ایسے محدث ومؤرخ نے آپ سے روایات لی ہیں۔ آپ کے زہد ومجاہدہ کا یہ عالم تھا کہ سالہا سال تک تین کھجوریں یومیہ خوراک تھی۔ اب اس مادی دور میں کوئی اس بات کو کیسے ہضم کرے گا، لیکن عارفین جانتے ہیں کہ روح کی سواری جسم ہے اور روح کبھی ایسا اثر دکھاتی ہے کہ جسم بھی سراپا روحانیت بن جاتا ہے۔ آپ کے خلیفہ حضرت شہاب الدین عمر سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوالنجیب سہروردیؒ کھانے کے وقت نماز پڑھتے تھے، گویا حضور قلب کا یہ عالم تھا کہ کھانے میں بھی قلب، نماز ایسی عبادت کی طرف متوجہ رہتا تھا۔ شام کے حکمران نورالدین محمود زنگیؒ ایسے حضرات نے آپ کی میزبانی کا شرف حاصل کیا، آج بھی دجلہ کے کنارے بغداد میں آپ کا مزار پُرانوار مرجع خلائق ہے۔ آپ کی تصانیف کثیرہ میں سے ایک کتاب ''آدابِ المریدین'' (عربی) ہے، جو آپ نے تصوف میں تصنیف فرمائی، اس کے عربی وفارسی میں شروحات وترجمے ہوئے۔ شرح عربی اور فارسی ترجمہ میں حضرت ملا علی قاری ہرویؒ اور خواجہ عالم حضرت گیسو درازؒ کے اسمائے گرامی آتے ہیں، اردو میں بھی اس کے تراجم ہوئے۔ غرض یہ کتاب اپنے زمانہ تصنیف کے بعد ہمیشہ قابل مراجعت رہی اور شیوخ تصوف اس سے کبھی مستغنی نہیں ہوئے۔

خانقاہ عالیہ سراجیہ کندیاں کی لائبریری جسے خانقاہ عالیہ سراجیہ کے بانی حضرت اعلیٰ حضرت خواجہ ابوالسعد احمد خانؒ نے قائم کیا تھا جو حضرت اعلیٰ مرحوم کے ذوق عالی کی مظہر ہے۔ اس میں قدیم امہات الکتب کا نادر ذخیرہ موجود ہے، جسے دیکھنے کے لئے علامۃ الدہر وامام العصر حضرت مولانا سیّد محمد انورشاہ کشمیریؒ اور استاذی المحترم، امام وقت، شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ جیسی یگانہ روزگار شخصیات تشریف لائیں۔ اس لائبریری میں ''آداب المریدین'' کے اردو، عربی، فارسی کے مطبوعہ نسخوں کے علاوہ اصل عربی تصنیف کے دو قدیم مخطوطات موجود ہیں۔ جن کی دیگر خصوصیات کے علاوہ ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان کے حواشی پر تصحیح جبل العلم والعمل حضرت اعلیٰؒ بانی خانقاہ سراجیہ نے فرمائی ہے۔ مخطوطات ومطبوعات متن وتراجم میں کئی حضرات نے سعادت مندی سے حصہ وافر لیا۔ اس لئے ان میں بعض خفیف یا شدید فرق کا ہو جانا ناقابل فہم نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرتؒ ایسے کامل العلم والفضل کی تصحیح کے بعد خانقاہ سراجیہ کے مخطوطات کو ایک گونہ سند کا درجہ دیا جاسکتا ہے۔ عزیزی مولوی خلیل احمد سلمہ الصمد کے

دل میں اللہ رب العزت نے داعیہ ڈالا کہ انہوں نے خانقاہ عالیہ سراجیہ کے خوشہ چین جناب محمد نذیر رانجھا کو اس کے ترجمہ کے لئے متوجہ کیا، تاکہ سالکین طریقت اس سے استفادہ کرسکیں۔ انہوں نے نہ صرف ان مخطوطات بلکہ مطبوعات عربی، فارسی، اردو تراجم و شروحات کو سامنے رکھ کر اس کا ترجمہ شروع کیا۔ یہ معلوم کرکے بہت خوشی ہوئی کہ وہ اپنی کشتی کو ساحل کے کنارے کامیابی سے اتار لائے ہیں۔ والحمدللہ علی ذالک، اللہ رب العزت ان کی اس محنت کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین۔ بحرمۃ النبی الامی الکریم۔ والسلام

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

۳۰:... ’’حدیقۃ الصفا فی اسماء النبی ﷺ‘‘ کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

۲۷ رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ حضرت کی خدمت میں حاضری کے وقت اس نسخے کو پیش کیا تو حضرت نے انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا۔ اس پر تحریر کی درخواست کی تو حضرت نے فرمایا کہ اتنا بڑا کام ہے اور خود سراپا برکت ہے، ہماری کیا حیثیت ہے کہ ہم اس پر لکھیں، پھر بار بار کی درخواست پر خوب دعائیں دیں اور اس کام پر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی اور یہ دعائیہ کلمات تحریر فرمائے:

’’اللہ تعالیٰ اس کے برکات سے بہرہ ور فرماوے‘‘۔ آمین۔

فقیر خان محمد عفی عنہ

خانقاہ سراجیہ

۳۱:... ’’تحفظ ختم نبوّت اہمیت وفضیلت‘‘ کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کی فطرت میں نجانے کیا عجیب وغریب خاصیت ودیعت فرمائی ہے کہ وہ اپنے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ختم نبوّت کے تحفظ کے لئے جان کی بازی لگادینے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ محبتِ رسول میں غرقاب، وہ منکرین ختمِ نبوّت کی سرکوبی کے لئے ہر دم بے تاب و بے قرار رہتا ہے۔ دراصل تحفظ ختمِ نبوّت کا کام دنیا وآخرت کی رفعتیں، عزتیں، کامیابیاں اور کامرانیاں سمیٹنے کا واحد راستہ ہے۔ اس لئے اسے اہم ترین عبادت کا درجہ حاصل ہے۔ شیطانی وسوسوں کا ایک انداز یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ کم درجے کی عبادات کو اہم تر بنا کر پیش کرتا ہے کہ مسلمان اس میں مشغول ہوکر بڑے اجروثواب سے محروم ہوجائیں۔ اس طرح وہ ایک اہم فرض کی ادائیگی کے موقع پر مسلمانوں کا پیسہ، وقت اور صلاحیتیں، نفل اور مستحب درجے کی نیکیوں میں لگوادیتا ہے، کیونکہ وہ نہیں چاہتا کہ یہ وسائل اعلیٰ وارفع مقاصد کے حصول میں کھپ جائیں اور دین اسلام کو سربلندی حاصل ہو۔ موجودہ حالات میں امت مسلمہ منکرین ختمِ نبوّت، قادیانیوں کی براہ راست یلغار کا شکار ہے، مسلمانوں کو ہمہ تن متوجہ ہونا چاہئے کہ ان کی توانائیاں، فتنۂ قادیانیت کے پھیلاؤ کو روکنے کے لئے کس حد تک کام آرہی ہیں، یوں بھی ملک وملت

کے خلاف ان کی سازشوں کا مقابلہ ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔

ضرورت اس بات کی تھی کہ کوئی ایسی کتاب تیار ہو جس میں قرآن وسنت کی روشنی میں تحفظِ ختمِ نبوّت کے کام کی اہمیت اور فضیلت بیان ہو، تاکہ کارکنان ختمِ نبوّت ایک نئے ولولے اور تازہ جذبے کے ساتھ اس محاذ پر کام کریں۔ نوجوانوں کے لئے باعث افتخار، عزیزی محمد متین خالد قابلِ صد ستائش و تحسین ہیں کہ انہوں نے اس موضوع پر نہایت ایمان پرور اور محققانہ انداز میں کتاب تیار کرکے کارکنانِ تحفظ ختمِ نبوّت پر احسان فرمایا۔ دینی غیرت وحمیت اور ایمانی جرأت و بسالت سے لبریز ولولہ انگیز حقائق و واقعات سے مزین تخلیقِ متین پڑھنے سے ہر مسلمان کے روح و قلب میں محبت رسولؐ کے خوابیدہ جذبات و احساسات اجاگر ہو جاتے ہیں۔ اس کا ہر لفظ پاکیزہ، ایمان افروز، پرسوز اور باطل شکن ہے جو ہر کہ و مہ کے دل کو موہ لیتا ہے، جبکہ یہ کتاب منکرین ختمِ نبوّت کی آنکھوں کا آشوب اور ان کے حلق میں چبھتا کانٹا ہے۔

میں عزیزی محمد متین خالد کو اس کتاب کی اشاعت پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور بارگاہِ الٰہی میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس دینی کاوش کا صلہ دارین میں عطا فرمائے اور اس سے تمام مسلمانوں کو استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

فقیر ابوالخلیل (خواجہ) خان محمد عفی عنہ

خانقاہ سراجیہ کندیاں، میانوالی

۳۲:... ’’شرح دیباچہ مثنوی مولانا رومؒ‘‘ کے لئے حضرت قبلہؒ کا پیغام:

الحمد للہ وحدہ والصلٰوۃ والسلام علٰی من لا نبی بعدہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین، اما بعد!

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم آیاتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم۔

نبی اکرم (ﷺ) کو اللہ تعالیٰ نے آخری نبی کی حیثیت سے مبعوث فرمایا اور آپ کی نبوت و رسالت کو قیامت تک کے لئے راہنمائی و ہدایت کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے آپ پر سلسلۂ نبوت ختم کر دیا۔ اس اعتبار سے آپ کی نبوت بھی آخری، آپ کی شریعت بھی آخری، آپ کے بعد نبوت و رسالت کے امکان کا تصور بھی کفر قرار دیا گیا، تاکہ اس بارے میں سوچا بھی نہ جاسکے۔ آپؐ کی بعثت کے مقاصد کو اگر مختصر طور پر دیکھا جائے تو ایک جملہ میں آپ نے اس کا تذکرہ فرمادیا ہے:

’’اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی غلامی میں

دے دیا جائے۔‘‘

خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) اکثر اپنے حکام کو کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اپنا غلام نہ بناؤ، اللہ تعالیٰ نے ان کو آزاد جنا ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی تخلیق کے مقصد کا ذکر اس انداز میں فرمایا:

’’میں نے جن و انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔‘‘

اس عبادت کے مفہوم کو چونکہ ہر شخص سمجھ نہیں سکتا تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ عبادت کا مفہوم سمجھانے کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ شروع فرمایا اور تدریجی طور پر وقت اور حالات کے اعتبار سے رہنمائی فرمائی تا آنکہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی بعثت ہوئی، چالیس سال کی عمر میں لفظ اقرأ کے ذریعے آپ پر وحی الٰہی کے ذریعہ شریعت کے احکامات کے نزول کا آغاز کیا گیا اور قرآن کریم کی شکل میں قیامت تک کے لئے امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے لئے منشور زندگی تدریجی طور پر عطا کیا گیا۔ یہاں تک کہ آپؐ کی عمر کے آخری سال حجۃ الوداع کے موقع پر اس دین کی تکمیل کا اعلان ان الفاظ سے کیا گیا۔

’’الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الْاِسلام دینا۔‘‘

ترجمہ: ’’آج کے دن ہم نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا، اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا۔‘‘

دین اسلام کی توضیح وتشریح اور عبادت کا مفہوم سمجھانے کے لئے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی طرف سے چار طریقے عطا کئے گئے جس کا تذکرہ یوں کیا گیا ہے۔

۱:... قرآن کریم کے الفاظ کی تعلیم (یعنی تلاوت سکھانا)۔

۲:... قرآن کریم کے مفہوم کی تعلیم۔

۳:... حکمت یعنی سنتِ نبویہ کی تعلیم۔

۴:... تزکیہ نفس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکہ مکرمہ میں دارِ ارقم میں اور مدینہ منورہ میں صفہ قائم فرما کر اہل علم کی ایک بڑی جماعت جس میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ، حضرت ابی ابن کعبؓ، حضرت موسیٰ اشعریؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، ام المومنین حضرت عائشہؓ صدیقہ سمیت ہزاروں حفاظ و علماء کرام، قرأ عظام، محدثین، مفسرین پیدا کئے، جن کی بدولت آج تک یہ علوم محفوظ چلے آرہے ہیں اور علوم نبویہ کی اشاعت کا

سلسلہ چلا آ رہا ہے۔

بعثتِ نبویہ کے چوتھے اور اہم مقصد یا طریقہ جس کو قرآن کریم نے تزکیہ نفس سے تعبیر کیا ہے، اس کے لئے اگر چہ حضور (ﷺ) کی ایک نگاہ ہی کافی تھی اور جن پر قبولیت کے ساتھ یہ نگاہ پڑ گئی تو وہ صدیق اکبر اور عمر فاروق، عثمان غنی، علی مرتضٰی، ابوذر غفاری سمیت ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایسی جماعت تیار کی جن کا قلب اگر چہ معصومیت کی صفت سے متصف تو نہیں ہوا، مگر عصمت اور پاکیزگی کے اس مقام تک ضرور پہنچ گیا، جس سے گناہ کا صدور نادرالوجود کی حیثیت اختیار کر گیا اور اگر خدانخواستہ کبھی فطرت کی بنا پر ایسا ہو گیا تو اس وقت تک چین نہیں آیا جب تک گناہ کا کفارہ ادا نہ ہو جائے اور اس کی صرف دو مثالیں ہی نبی اکرم (ﷺ) کی زبان مبارک سے عطا کی۔ دوسری مثال حضرت کعب بن مالک کی ہے کہ ایک جہاد میں شرکت نہ کرنے کے بعد ان کی توبہ قبول کی تو قرآن کریم میں اس سے متعلق آیات نازل فرمائیں۔ ''تزکیہ نفس'' کا اتنا اعلیٰ طریقہ نبی اکرم (ﷺ) کے فیض نظر اور تربیت سے عطا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رضا مندی کی سند ان الفاظ سے فرمائی:

''رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ اولٓئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون۔''

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے، وہ لوگ اللہ کی جماعت ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ کی جماعت فلاح پانے والی ہے۔''

''تزکیہ نفس'' کی مختصر تعریف نبی اکرم (ﷺ) کی زبان مبارک سے حضرت جبریل امین علیہ السلام کی تشریف آوری اور دین سے متعلق سوالات کے جوابات کی صورت میں ان الفاظ سے ہوا:

''ان تعبد اللہ کأنک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔''

''اس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گویا کہ تم ان کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ کیفیت نہیں تو پھر یہ کیفیت مستحضر ہونی چاہئے کہ تم ان کو دیکھ رہے ہو۔''

آپ تصور کریں کہ جب انسان استحضار کے اس درجہ پر آ جائے کہ خود کو اللہ تعالیٰ کے روبرو تصور کرے اور اپنی نگاہ بصیرت سے ذاتِ باری تعالیٰ کا مشاہدہ کر رہا ہو، کیا اس سے گناہ کا ہونا ممکن ہے؟ تزکیہ نفس یا قلب کی تطہیر اسی کا نام ہے۔

نبی اکرم (ﷺ) کے زمانہ میں یہ کیفیت آپ کی ایک نگاہ، ایک صحبت بابرکت یا قرب کی وجہ سے نہایت آسانی سے حاصل ہو جاتی تھی۔ نبی اکرم (ﷺ) کے زمانہ سے جتنا جتنا بعد ہوتا رہا، اس کیفیت کے حصول کے لئے مختلف طریق اختیار کئے جاتے رہے۔ آپؐ کے دور میں علم اور تزکیہ نفس کے

لئے بھی اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ علیحدہ طور پر اس کے لئے محنت کی جائے، اس کے لئے حضرات اکابر نے ''تصوف وسلوک'' کا طریقہ متعین کیا اور باقاعدہ اس کے لئے خانقاہی نظام وضع کیا گیا۔ جہاں پر تزکیہ نفس کے حصول کے طالب کو باقاعدہ تدریس کے انداز میں منازل سلوک طے کرائے جانے لگے، اس سلسلہ میں چار سلسلے استوار ہوئے، نقشبندیہ، سہروردیہ، چشتیہ، قادریہ۔

جس طرح علوم قرآن ونبویہ کے لئے ہر دور کے علماء کرام نے حالات کی روشنی میں کتابیں تصنیف فرمائیں، تاکہ ان کے علوم ان تک محدود نہ رہیں بلکہ نئے نئے حقائق کے ساتھ منظر عام پر آئیں۔ اسی طرح تصوف اور تزکیہ نفس کے سلسلہ میں اکابر علماء کرام نے تالیفات مرتب کیں، اکابر علماء کرام اور مشائخ عظام کے ملفوظات کو جمع کیا گیا۔ الغرض ''تزکیہ نفس'' کے علوم و معارف کو اس طرح مرتب کیا گیا کہ سالک راہِ حق آسانی کے ساتھ ''قربِ خداوندی'' حاصل کر سکے اور معرفت خداوندی تک پہنچ سکے۔ اس سلسلے میں بہت زیادہ کتابیں ہیں مگر بعض کتابوں کو خاص طور پر مقبولیت حاصل ہے۔ مثنوی مولانا رومؒ کو اس موضوع پر ایک سند کی حیثیت حاصل ہے اور ہر صاحبِ دل بزرگ اس کے مطالعہ کو لازمی جزو سمجھتے ہیں اور مریدین اور تزکیہ کے طالبین کو اس کا خصوصی درس دیتے ہیں۔ ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند کے بعض علماء کرام نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے درخواست کی کہ انہیں مثنوی کا درس دیں۔ حضرت مولانا رفیع الدین صاحبؒ کو معلوم ہوا تو علماء کرام کو منع کرتے ہوئے کہا کہ ان کو ''دیوبند'' میں رہنے بھی دوگے یا نہیں۔ مثنوی پڑھاتے ہوئے تو یہ جنگل کو نکل جائیں گے۔ سیّد الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ اپنے متوسلین اور مریدین کو مثنوی کا درس مرحمت فرماتے۔

مثنوی مولانا روم جو کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ یہ کوئی سرسری انداز میں لکھی گئی کتاب نہیں کہ ایک مصنف یا مؤلف نے ایک موضوع پر کچھ مواد جمع کر دیا بلکہ تصوف وسلوک کی راہ کے حصول کے لئے مولانا رومؒ نے ایک طویل سفر کیا اور معرفت خداوندی کے حصول کے لئے اپنے آپ کو تواضع کی انتہاء تک پہنچایا اور عجیب بات یہ ہے کہ اس راہ کی طرف مولانا رومؒ پہنچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور مقرب ترین بندہ کو ایک کرامت ظاہر کرنا پڑی۔ مولانا رومؒ ظاہری علوم کے حصول کے بعد عزت وشہرت اور قدرومنزلت کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہو کر دولت علم تقسیم فرماتے اور اپنے جمع کردہ علمی خزانوں کے مخطوطات کو بہت ہی حفاظت سے رکھتے تھے۔ ایک دن درسِ مرحمت فرما رہے تھے کہ حضرت خواجہ شمس تبریزؒ تشریف لائے اور فرمایا کہ کب تک کتابوں سے اس طرح مشغول رہو گے اور کتابیں اٹھا کر تالاب کے پانی کے سپرد کر دیں۔ مولانا رومؒ برسوں کی محنت اور علمی عرق ریزی کے اس اتلاف کے صدمہ سے بے خود ہو گئے اور سر پکڑ کر بیٹھ گئے کہ خواجہ تبریزؒ نے تالاب میں ہاتھ ڈال کر تمام کتابوں کو اٹھایا تو وہ کتابیں

اس مصرعہ کا مصداق تھیں:

''پھریں دریا میں اور دامن کو نہ لگے پانی''

اس واقعہ پر مولانا رومؒ کو علوم باطنی کی طرف متوجہ کیا اور آپ مجاہدات کی دنیا میں پہنچے اور منازل سلوک طے کرتے ہوئے مشائخ عظام کی توجہات سے معرفت کے درجے پر پہنچے تو آپ کی زبان اور آپ کا قلم علوم باطنی اور بصیرت آموز واقعات کا ترجمان بن گیا اور آپ تصوف وسلوک ہی کی نہیں بلکہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی توضیح وتشریح کا ماخذ قرار پائے۔ اسی بنا پر بعض اکابر سے منسوب یہ جملہ مثنوی مولانا رومؒ کے افتخار کے لئے بہت بڑی حیثیت رکھتا ہے کہ اگر فارسی میں کلام الٰہی نازل ہوتا تو اس کی زبان وبیان کی سب سے زیادہ مشابہت مثنوی مولانا روم کی ہوتی۔ ایک ایک شعر اور ایک ایک جملہ معرفت خداوندی اور تزکیہ نفس کے لئے الہامی حیثیت کا حامل ہے۔ مثنوی مولانا رومؒ کی افادیت کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مولانا رومؒ کی رحلت کے بعد چاروں سلسلوں کے اکابر اپنے خلفاء کو خصوصی طور پر اس کی تعلیم دیتے اور وہ اپنے مریدین کی اصلاح کے لئے مثنوی مولانا رومؒ کو ذریعہ بناتے رہے۔

اسی بنا پر مثنوی مولانا رومؒ کی بہت سی شروحات ہر دور کے اکابر کی ملتی ہیں۔ سلسلۂ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ حضرت مولانا محمد یعقوب چرخیؒ کو اپنے شیخ کی طرف سے جو روحانی وراثت اس تلقین کے ساتھ عطا ہوئی کہ اس فیض کو آگے پھیلائیں تو حضرت نے جہاں دیگر علوم کی ترویج اشاعت فرمائی اس میں مثنوی مولانا رومؒ پر بھی قلم اٹھایا اور اس کے دیباچہ کی توضیح وتشریح فرمائی۔

ہمارے عزیز محمد نذیر رانجھا صاحب جو کہ ایک اچھے محقق اہلِ علم ہیں اور سلسلہ نقشبندیہ کے اکابرین سے ان کا عقیدت ومحبت کا تعلق ہے، اسی کیفیت کی وجہ سے مولانا محمد یعقوبؒ کے علمی خزانوں کو اردو میں منتقل کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ انہوں نے زیر نظر کتاب اس کے اردو ترجمہ کی سعادت حاصل کی، جس کی طباعت کی سعادت حافظ ریاض درانی صاحب کے حصہ میں آئی، جو کہ اکابر علماء کرام کی تصنیف کو منظر عام پر لانے کا خصوصی ذوق رکھتے ہیں۔ خصوصاً مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ کے علمی نوادرات کو منظر عام پر لاکر ہم سب کی طرف سے خراج تحسین کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور سلسلہ نقشبندیہ کے اکابر کی نسبت نصیب فرمائے۔ آمین بحق سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

(شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا)

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں شریف

حضرت قبلہؒ کے تعزیتی بیانات

حضرت شیخ بنوریؒ کی وفات پر حضرت قبلہؒ کا تعزیتی مضمون

اُستاذ العلماء حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری بن حضرت مولانا سیّد محمد زکریا بنوری رحمہما اللہ تعالیٰ فقیر کے مشفق استاد تھے اور شفقت ومحبت سے اپنا خادم اور ساتھی بھی تصور فرماتے تھے۔

وہ ہنس مکھ نورانی چہرہ اور میٹھی میٹھی رس بھری باتیں جو کانوں میں شیرینی گھول دیتی تھیں اور دل ودماغ کو تروتازگی بخشتی تھیں، جب یاد آتی ہیں تو ان کو ''رحمۃ اللہ علیہ'' لکھنے سے دکھ ہوتا ہے، لیکن جب سب نے اسی راستے پر چلنا ہے تو پھر اس شعر میں کوئی جدت اور ندرت باقی نہ رہ جاتی ہے کہ:

''ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید
زجام دھر مئے ''کل من علیہا فان''

فقیر کو شوال ۱۳۶۰ھ سے شعبان ۱۳۶۱ھ تک جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت میں حضرت مولانا مرحوم سے سبعہ معلقہ، مقامات حریری اور ادبی متوسطات پڑھنے کا اتفاق ہوا تھا۔

۱۳۷۵ھ، ۱۹۵۶ء میں حضرت سیّدی ومرشدی مولانا محمد عبداللہ صاحب نوراللہ مرقدہ جانشین حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی کے وصال کے بعد، خانقاہ سراجیہ کی خدمت کا بوجھ جب فقیر کے کندھوں پر آپڑا، تو اس کے بعد ایک دفعہ خانقاہ شریف کے غائبانہ تعارف کی وجہ سے حضرت مولانا صاحب مرحوم خانقاہ سراجیہ رونق افروز ہوئے۔ سوئے قسمت سے فقیر ہری پور ہزارہ کے سفر پر تھا۔ خانقاہ شریف سے واپسی پر حضرت مولانا بھی اپنے محترم داماد مولانا محمد طاسین صاحب کو ملنے ہری پور ہزارہ تشریف لے گئے تو وہاں ہری پور کے متصل موضع درویش میں قاضی شمس الدین صاحب کے مکان پر فقیر کو ملنے تشریف لائے اور بڑی محبت اور دلچسپی سے خانقاہ شریف کے پرسکون ماحول اور عظیم کتب خانے کا ذکر فرمایا اور پھر فرمایا کہ جی چاہتا ہے کہ علمی کام کے لئے آدمی خانقاہ شریف آجائے کیونکہ ہر طرح کا سکون اور یکسوئی جس طرح وہاں میسر ہے، کراچی جیسے مصروف شہر

میں اس کا تصور بھی نہیں ہوسکتا، پھر جبکہ اتنا عظیم اور جامع کتب خانہ بھی ہر وقت دسترس میں ہو۔

اہل علم بلکہ عوام تک کو معلوم ہے کہ حضرت مولانا پورے عالم اسلام کی چند اہم علمی شخصیتوں سے ایک تھے، بڑے بڑے عظیم علمی اور تصنیفی تدریسی کام انجام دیئے، عجمی ہونے کے باوجود عربی پر وہ دسترس تھی کہ دمشق اور قاہرہ اور مکہ و مدینہ کے ادیب علماء مولانا کی رواں عربی تقریروں کو بڑی دلچسپی اور توجہ سے سنتے تھے اور مولانا کے ایک ایک جملے پر بے ساختہ جھوم جھوم کر داد دیتے تھے۔

اور بایں عظیم کمالاتِ قابلیت ومقبولیت مولانا کی خاص بات یہ تھی کہ کوئی دنیاوی جائیداد نہیں چھوڑی اور کمال بے نفسی کی حد یہ ہے کہ جامعہ اسلامیہ اور جامع مسجد نیوٹاؤن کراچی کی عظیم عمارات کے بانی نے ان عمارات پر تو لاکھوں روپے خرچ کر ڈالے، مگر اپنا ذاتی جھونپڑا تک بنانے کی نہ فرصت ملی نہ وسعت، مدت العمر ایک اینٹ پر دوسری اینٹ تک رکھنے کی نوبت نہ آئی، تقریباً چھ فٹ چوڑا آٹھ فٹ لمبا کمرہ مولانا کا کمرہ طعام (ڈائننگ روم) بھی تھا اور کمرہ ملاقات (ڈرائنگ روم) بھی پھر یہی کمرہ دارالتصنیف بھی تھا عظیم علمی تصنیفات اسی مختصر کمرے میں انجام پائیں۔

اسلامی مشاورتی کونسل کے اجلاس میں شمولیت کے لئے راولپنڈی تشریف لائے تھے اور دین کی راہ میں ہی غریب الوطنی کی وفات حسرت آیات سے دوچار ہوئے۔ ہزاروں اشک بار آنکھوں نے راولپنڈی میں نماز جنازہ ادا کی اور لاکھوں جگر فگار سینوں نے کتاب وسنت کی اس امانت کو سینۂ زمین کے اندر کراچی میں مستور کیا۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر بوالہوس کے واسطے دار و رسن کہاں

زندگی کے دو عظیم کارنامے

حضرت مولانا مرحوم کی آخری زندگی کے دو عظیم کارنامے خاص طور سے قابل ذکر ہیں:

پہلا عظیم عملی کارنامہ

انگریز کی خود کاشتہ جھوٹی نبوت کا نوے سالہ پرانا فتنہ قادیانیت تھا۔ ۱۹۷۴ء میں حضرت مولانا کی سرکردگی میں مجلس تحفظِ ختم نبوّت کی تحریک پر مسلمانانِ پاکستان نے یک زبان ہوکر جس طرح اس فتنے کے خاتمے کی جدوجہد کی وہ حضرت مولانا کی پوری زندگی کے عظیم سنہری کارناموں میں سے ہے۔

اس عظیم تحریک کی وجہ سے گزشتہ اسلام دشمن حکومت نے مجبوراً انگریز کے اس نوے سالہ پرانے فتنے کو ختم کیا، مرزائی غیر مسلم اقلیت قرار پائے اور ہر مسلمان کے لئے عقیدہ ختمِ نبوّت کا اظہار و

اقرار ضروری ٹھہرا۔

دوسرا عظیم علمی کارنامہ

اور حضرت مولانا کی زندگی کا آخری عظیم اور زندہ جاوید کارنامہ یہ تھا کہ پاکستان جس قسم کے دینی اور اعتقادی فتنوں کی زد میں ہے ان سب میں ''رفض جلی'' کی دھوم دھام کے ساتھ ''رفض خفی'' نے بھی اپنی پوری توانائیوں کو مصروف کار کر رکھا ہے اور منصوبہ بندی اور خاص علمی تکنیک سے تجدید سبائیت کی مساعیٔ مشئومہ زور وشور سے بروئے کار آ رہی ہیں۔

پاکستان کے اہلِ علم رفض خفی کے فتنے کے ''بانی صاحب'' کے علمی حدود اربعہ سے تو واقف تھے ہی، لیکن دوسرے اہل علم کے عربی ترجموں سے مرتب شدہ کتابوں پر اپنا نام چھاپنے سے عرب دنیا میں یہ تاثر پھیلا گیا تھا کہ ''الاستاذ المودودی'' بھی کوئی عبقری ہستی ہے، لیکن حضرت مولانا مرحوم نے کتاب ''الأُستاذ المودودی و شیء من حیاته و افکاره'' کے نام سے دو حصے لکھ کر اس طلسم کو بھی عرب دنیا میں پاش پاش کر کے رکھ دیا اور فتنہ کے تمام تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے۔ عرب علماء کی آنکھیں کھل گئیں کہ وہ کیا سمجھتے تھے اور اندر کی حقیقت کیا تھی۔ فجزاہ اللہ خیرًا۔

حضرت مولانا نے پہلے حصے کے ابتدائیے میں صاف صاف لکھ دیا کہ اس تحریر کو میں زادِ آخرت اور ذریعہ نجات تصور کرتا ہوں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ کوئی دوست الاستاذ المودودی حصہ اول کے ابتدائیہ کا ترجمہ کر کے بینات میں شائع کر دے۔ وللہ عاقبة الأمور۔ (ماہنامہ ''بینات'' حضرت بنوریؒ نمبر)

حضرت سیّد نفیس الحسینیؒ کی وفات پر حضرت قبلہؒ کا تعزیتی مضمون

حضرت سیّد نفیس شاہ صاحب اگرچہ عمر میں مجھ سے چھوٹے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان سے ہمہ جہت دینی خدمات کا کام لیا۔

ان کا تعلق خانقاہ رائے پور سے تھا، جس طرح ان کے شیخ حضرت رائے پوریؒ فتنہ قادیانیت کے خلاف حساس دل رکھتے تھے اور اس کی سنگینی کے فکر مند تھے، اور انہوں نے اپنے متعلق اور خلیفہ مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ کو لاہور میں بٹھا کر ایک ماہ میں ختم نبوّت کے عنوان پر پہلے عربی میں کتاب مرتب کروائی اور پھر اس کا اردو ترجمہ کروا کر اس کی اشاعت و تقسیم کا انتظام فرمایا، جو ان کی تحفظِ ختم نبوّت کے ساتھ گہری دلچسپی اور قادیانیت کے خلاف شدید نفرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ٹھیک اسی طرح حضرت سیّد نفیس شاہ صاحبؒ بھی اپنے شیخ کی اقتدا میں قادیانیت سے شدید نفرت کرتے تھے، اور آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و ناموس کے تحفظ کے سلسلہ میں بہت ہی حساس تھے۔

آپؒ کے عشق رسالت اور محبت نبوی کا اندازہ آپ کے نعتیہ کلام سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ آپ عشق رسالت کا پیکر تھے۔ میں نے سنا ہے کہ آپ کی نعت: ''اے رسول امیں خاتم المرسلین، تجھ سا کوئی نہیں ! تجھ سا کوئی نہیں'' کسی بریلوی مکتب فکر کی کسی اونچی اور مشہور گدی کے سجادہ نشین کو سنائی گئی تو انہوں نے پوچھا یہ کلام کس کا ہے؟ جب بتلایا گیا کہ یہ ایک دیوبندی بزرگ کا کلام ہے تو اس نے کہا: ''اگر یہ نظم کسی دیوبندی بزرگ کی ہے، تو میں آج کے بعد دیوبندی ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت شاہ صاحبؒ کو انواع واقسام کے کمالات وخصوصیات سے نوازا تھا۔ آپ بیک وقت مصلح، عاشق صادق، محقق مؤرخ، قادرالکلام شاعر، نعت گو، مجاہد، تحفظ ختم نبوّت کے پاسبان اور تمام دینی تحریکوں کے سرپرست وروح رواں تھے۔

شاہ صاحبؒ، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کے بعد ہماری جماعت کے نائب امیر قرار پائے مگر افسوس کہ وہ بہت جلد ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کو ان جیسا مخلص ومجاہد راہ نما عطا فرمائے۔ آمین۔

(ہفت روزہ ''ختم نبوّت'' کا سیّد نفیس الحسینی نمبر)

حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ کی وفات پر حضرت قبلہؒ کا تعزیتی مضمون

مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ سے ابتداً میں میرا کوئی تعارف نہیں تھا، اگرچہ وہ جامعہ علوم اسلامیہ کے فاضل تھے، مگر چونکہ کراچی میں میری آمد ورفت محدود تھی، اس لئے میں ان سے متعارف نہیں تھا۔

میرے استاذ وشیخ حضرت اقدس مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کے سانحۂ ارتحال کے بعد جب جامعہ علوم اسلامیہ کے مدیر مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے نائب امیر قرار پائے، تو شاید اس دور میں مفتی محمد جمیلؒ سے ایک آدھ سرسری ملاقات ہوئی تھی، مگر زیادہ تعارف یاد نہیں، البتہ مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ کی رحلت کے بعد جب مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ مجلس کے نائب امیر بنے اور پھر بیماری اور فالج سے افاقہ کے بعد ان کو معاون اور خادم کی ضرورت پیش آئی تو ہر سفر میں مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ ان کے ساتھ ہوتے، ان کی متحرک وفعال شخصیت سے اندازہ ہوتا کہ یہ شخص اپنے اندر غیر معمولی فکر واحساس رکھتا ہے۔

۱۹۸۴ء کے بعد جب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے فیصلہ کے مطابق برطانیہ میں ہر سال ختم نبوّت کانفرنس منعقد ہونے لگی تو مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ کے جماعت سے تعلق اور مشن سے لگن کا اندازہ

ہوا، وہ ہر سال برطانیہ تشریف لے جاتے اور اکیلے کئی آدمیوں کا کام سنبھالتے، ہر سال چناب نگر اور برمنگھم کانفرنس کے انتظامات، اخبارات میں خبریں اور رپورٹیں ارسال کرنا اور ان مواقع پر خصوصی صفحات کا انتظام ان کے ذمہ تھا، اسی طرح عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے بیرون ملک امور کے ذمہ دار بھی وہی تھے، بلاشبہ وہ بھرپور صلاحیتوں کے مالک تھے۔

مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی شہادت کے بعد وہ اس فقیر کے بہت ہی قریب ہوگئے تھے، چنانچہ ہر ماہ ایک دوبار وہ خانقاہ شریف ضرور آتے، دعا کی درخواست کرتے اور واپس چلے جاتے، انہیں عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے نائب امیر کے معاون ہونے کا اعزاز بھی حاصل تھا۔

ان کے قائم کردہ اقرأ مدارس میں بھی بارہا جانے کا موقع ملا، ماشاء اللہ! ان کو جہاں بزرگوں کی خدمت کا ذوق تھا، وہاں انہوں نے ہمہ جہت دینی خدمات بھی انجام دیں۔

ان کی تحریک پر فقیر کا جنوبی افریقہ کا سفر ہوا، اس سفر میں انہوں نے جس خدمت کا مظاہرہ کیا، اس سے میرے دل میں ان کی قدر دوچند ہوگئی، انہوں نے پورے سفر میں عقیدۂ ختمِ نبوّت، فتنۂ قادیانیت اور مسلمانوں کی زبوں حالی اور اجتماعیت کی ضرورت پر بے مثال بیانات کئے، اسی سفر میں انہوں نے فقیر سے باقاعدہ اصلاحی تعلق بھی قائم کیا، حالانکہ وہ کئی بزرگوں اور مشائخ کے خلیفہ مجاز بھی تھے۔

ان کی محبت اور اخلاص کا ثمرہ ہے کہ فقیر نے کراچی میں دو چار بار عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے دفتر میں ہفتہ، ہفتہ بھر قیام کیا، اس موقع پر وہ ہر وقت حاضر باش رہتے۔

گزشتہ سال فقیر کی بینائی میں ضعف آیا تو وہ لاہور سے آنکھوں کے ڈاکٹر کو ہمراہ لے کر آئے، فقیر کی آنکھوں کا معائنہ کروایا، اور واپس لاہور جا کر چشمے بنوا کر لائے اور خود آکر مجھے دے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ آمین۔ بلاشبہ ان کی شہادت سے عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت ایک سچے عاشق رسول اور خادم دین سے محروم ہوگئی۔ (ماہنامہ ''بینات'' شہید ختمِ نبوّت نمبر)

حضرت لدھیانویؒ شہید پر حضرت قبلہؒ کا تعزیتی مضمون

مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ ہمارے اس دور کی وہ عظیم شخصیت تھی جن پر اکابر ملت کو ناز تھا۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ اور حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کے فیض تربیت نے ان کو عقیدۂ ختمِ نبوّت سے وہ وابستگی اور تڑپ عطا کی، جس نے آپ کو ترجمان ختمِ نبوّت کے منصب پر فائز کیا۔ ویسے تو حضرت بنوریؒ کے زمانہ میں ان کے جوہر دنیا پر آشکارا ہوگئے تھے، علماء امت ان کی تحریروں سے استفادہ کرتے تھے اور اکابر علماء کرام ان کو ترجمانِ علماء حق کی حیثیت دیتے تھے اور ہمارے حضرت بنوریؒ نے

ان کو اپنا ہم نام، ہم کام اور مدرسہ کا مدار قرار دے کر ایک ایسے اعزاز سے سرفراز فرمایا تھا جو بہت ہی کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ حضرت بنوریؒ کی وفات کے بعد آپ نے جس انداز سے ’’بینات‘‘ کے ذریعہ قلمی جہاد کیا اس نے حضرت بنوریؒ کی کمی کا احساس نہیں ہونے دیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے دفتر میں حضرت بنوریؒ کی طرف سے ان کی تقرری ہماری سمجھ سے بالاتر تھی لیکن مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ کے انتقال کے بعد آپؒ نے جس طرح عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت اور میری ترجمانی کا حق ادا کیا وہ ان کی ایسی خصوصیت ہے جس کا تمام تر سہرا حضرت بنوریؒ کی کرامت اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی تواضع اور مروت کو جاتا ہے، اس وقت ہماری سمجھ میں آیا کہ حضرت بنوریؒ نے ان کو اتنے اصرار سے دفتر میں کیوں بٹھایا تھا۔

۱۹۸۹ء سے لے کر شہادت تک انہوں نے یورپ، افریقہ، سمرقند و بخارا اور پاکستان کے ایک ایک گوشے میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے کام کو وسیع کیا اور قادیانیت کی کمر توڑ دی اور مرزا طاہر کے مباہلہ کے چیلنج کو قبول کر کے مسلمانوں کی عزت و وقار میں اضافہ کیا اور مرزا طاہر سے لے کر عام قادیانی تک کے ایک ایک شبہ کا مدلل جواب دیا، جو ان کے قلم کا ایسا شاہکار ہے جس پر تاریخ اسلامی عرصہ دراز تک ناز کرتی رہے گی۔

تردیدِ قادیانیت کے علاوہ دیگر موضوعات پر بھی ان کی کتب و تصانیف ایک اچھا خاصا علمی ذخیرہ ہی، خاص کر ’’اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم‘‘ سے تو امت صدیوں تک استفادہ کرتی رہے گی اور قومیں راہنمائی حاصل کرتی رہیں گی۔ رشد و ہدایت کی مسند سے ہزاروں لوگوں کی اصلاح ان کا ایسا صدقہ جاریہ ہے جس کا تسلسل قیامت تک جاری رہے گا۔

مسلک سے مضبوط وابستگی اور اصلاح کے سلسلہ میں پختہ شرائط ان کا ایک خاص وصف تھا۔ علماء دیوبند سے گہری عقیدت ان کے کمال کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ واقعی وہ اسلاف کی مکمل تصویر تھے۔ ان کی شہادت کا سب سے بڑا نقصان میری ذات کو پہنچا کیونکہ میں اپنے ترجمان سے محروم ہوگیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت کی شہادت امت مسلمہ کے لئے اس صدی کا سب سے بڑا نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تلافی کی بہتر صورت پیدا فرمائیں۔ آمین۔ (ماہنامہ ’’بینات‘‘ شہید اسلام نمبر)

حضرت مفتی نظام الدین شامزیؒ کی شہادت پر حضرت قبلہؒ کا تعزیتی مضمون

مولانا مفتی نظام الدین شامزی رحمۃ اللہ علیہ دورِ حاضر کے اکابر علمائے دیوبند میں سے تھے، تدریس میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا علمی مقام اور شرفِ قبولیت عطا فرمایا تھا کہ وہ ہمارے استاد محترم و

مخدوم حضرت اقدس مولانا سیّد محمد یوسف بنوری نوراللہ مرقدہ کے مسند نشین قرار پائے اور کئی سال تک اس مسند سے علوم انوریہ ونبویہ کی اشاعت کرتے رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کی مجلس شوریٰ میں ان کی رائے بہت وقیع سمجھی جاتی تھی۔ شہید ناموس رسالت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد گویا وہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت اور میرے ترجمان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت مختصر مدت میں ان کو بہت ہی دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائی۔ فقہی بصیرت اور علمی وسعت نظری کی وجہ سے وہ اہل علم کے طبقہ میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے ان کے فتاویٰ پر اعتماد کیا جاتا تھا، ان کی زندگی کے ویسے تو تمام پہلو ہی درخشاں ہیں، مگر جذبہ جہاد اور مجاہدین کی ہمہ وقت نصرت وحمایت ان کی امتیازی شان تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان ”**لیظھرہ علی الدین کلہ**“ کی تعمیل ان کی زندگی کا محور اور مقصد تھی۔ اپنی زندگی کے تیس قیمتی ترین سال انہوں نے اعلائے کلمۃ الحق کے لئے قربان کردیئے۔ اپنی اولاد کو میدان جہاد میں بھیج کر مخالفین کے منہ پر ایسا طمانچہ مارا کہ ان کے عزائم خاک میں مل گئے۔ یہودیوں کی سازشوں اور یورپ کی مکاریوں اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کی عیاریاں ان پر آشکارا ہوچکی تھیں، وہ مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرتے کرتے خود شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوگئے اور حیات جاودانی کا اعزاز ان کے ماتھے کا جھومر بن گیا۔ بلاشبہ اہل خاندان اور علماء ان کی عزت وسربلندی پر ہمیشہ ناز کرتے رہیں گے۔

(ماہنامہ ”بینات“ مفتی نظام الدینؒ نمبر)

مولانا محمد امین صفدرؒ کی وفات پر حضرت قبلہؒ کا تعزیتی مضمون

موت ایک اٹل حقیقت ہے، جس سے کسی کو مفر نہیں، جو اس دنیا میں آیا ہے اسے ایک دن یہاں سے رخصت ہونا ہے، مگر بعض جانے والے اس شان سے جاتے ہیں کہ ان کی حیات وافکار اور کارناموں کے دیر تک چرچے رہتے ہیں اور ان کی شخصیت بھلائے نہیں بھولتی۔ ان کی زندگی اور موت میں ہزاروں درس عبرت ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ ہمارے اس دور کے باکمال انسان اور فاضل عالم دین تھے، جنہوں نے علم وتحقیق اور بحث مناظرہ میں اپنے اکابر اسلاف کی روایات کو زندہ کیا۔ بلاشبہ وہ اکابر علماء دیوبند کے صحیح ترجمان اور سچے جانشین تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی اوصاف وکمالات سے سرفراز فرمایا تھا۔ ان کا حلم وحوصلہ اور متانت وسنجیدگی قابل تقلید تھی۔ فرق باطلہ کی تردید اور احقاق میں ان کو یدطولیٰ حاصل تھا۔ فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی میں ان کا بے مثال کردار ہے، وہ ہر سال چناب نگر کے تردید مرزائیت کورس میں تشریف لاتے اور نہایت انہماک سے شرکائے درس کی تربیت فرماتے۔ چناب نگر کے

آپ کے دروس اور تحقیقات رہتی دنیا تک امت مسلمہ کے لئے راہنما ثابت ہوں گی۔ اسی طرح تمام فرق باطلہ کے خلاف ان کے فیصلہ کن مناظرے یادگار رہیں گے۔

بحث ومناظرہ اور جدل ومناقشہ کے میدان میں اترنے والے حضرات عام طور پر انتہاء پسندی اور خودرائی وخودروی کا شکار ہوجاتے ہیں، مگر یہ مولانا موصوف کا کمال تھا کہ وہ ان امراض سے یکسر پاک اور اکابر علمائے حق کے مسلک کے پابند اور ان کی روایات کے پاسدار تھے۔ انہوں نے ہمیشہ کسی نہ کسی بزرگ اور ولی کامل کے دامن کو تھامے رکھا۔ چنانچہ ابتدائی طور پر وہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے منسلک رہے۔ ان کی وفات کے بعد تادم آخر حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ کے دامن فیض سے وابستہ رہے اور تمام دینی و دنیاوی معاملات میں اپنی باگ ڈور ان اکابر کے ہاتھ میں دیئے رکھی۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی حسنات کو قبول فرمائے اور ان کی سیئات کو مبدل بہ حسنات فرما کر درجات عالیہ سے سرفراز فرمائے اور ان کے پسماندگان کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے اور امت مسلمہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔

یہ سن کر بہت ہی مسرت ہوئی کہ جامعہ خیرالمدارس ملتان کے نقیب ماہنامہ ''الخیر'' کے ارباب بست وکشاد نے مولانا موصوف کی دینی خدمات، کارناموں، علوم ومعارف اور زندگی کے نقوش کو اجاگر کرنے کے لئے ماہنامہ الخیر کی خصوصی اشاعت کا انتظام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی اس کاوش کو قبول فرما کر امت کے لئے نافع اور مثمر فرمائے۔ آمین۔ (ماہنامہ ''الخیر'' کا مولانا اوکاڑوی نمبر)

شاہ خالد کی وفات پر حضرت امیر مرکزیہ کا تعزیت نامہ

عالی مرتبت جلالۃ الملک فہد بن عبدالعزیز حفظکم اللہ ورعاکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خادم الحرمین شاہ خالد بن عبدالعزیز کی وفات حسرت آیات کی خبر سن کر ہمیں صدمہ ہوا۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وان کل نفس ذائقة الموت وکل من علیها فان ویبقی وجه ربک ذوالجلال والإکرام'' مسلمانانِ پاکستان بالعموم اور مجلس تحفظ ختم نبوّت کو بالخصوص اس سانحہ فاجعہ سے رنج وغم پہنچا ہے۔ بلاشک وشبہ مرحوم شاہ خالد خیر وبھلائی کا منبع تھے اور انہوں نے بدی کا سدباب کیا تھا۔ آپ نے عالمی طاغوتی طاقتوں کے آگے سدراہ بن کر دین اسلام کی اشاعت وفروغ میں بیش بہا خدمات سرانجام دی ہیں۔ ہمیں دکھ ہے کہ ان کا یہ خلا پُر نہیں ہوسکے گا۔

ہم دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اپنی نعمتوں سے نوازے اور آپ کو

اپنی زمہ داریاں سنبھالنے کی توفیق بخشے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل کی سعادت بخشے۔آمین۔

آخر میں ہماری طرف سے ہدیہ تسلیمات و نیک تمنائیں قبول فرماویں۔

ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

امیر مجلس تحفظ ختم نبوّت پاکستان

حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی وفات پر حضرت قبلہؒ سے انٹرویو

طے شدہ وقت پر میں (قمر ذوالفقار) اپنے محترم دوست راؤ منور احمد خان کے ساتھ حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ حضرت اس وقت حلقہ مریدین میں تشریف فرما تھے۔ ہمارے ساتھ خصوصی شفقت کے ساتھ پیش آئے اور جب ہم نے مدعا عرض کیا تو خصوصی مہربانی فرماتے ہوئے علیحدہ کمرے میں تشریف لے گئے۔ حضرت کے ساتھ ان کے خادم خصوصی رانا مبارک علی بھی تھے۔ راؤ منور احمد خان چیف رپورٹر ترجمان اسلام لاہور، حضرت اقدس سے سوالات کرتے رہے اور میں انہیں قلم بند کرتا رہا۔

پہلے سوال کے جواب میں حضرت اقدس نے فرمایا کہ حضرت مفتی صاحبؒ کی شخصیت ایک جامع شخصیت تھی۔ علمی، فقہی، مذہبی اور سیاسی غرض یہ کہ وہ ہر فن میں درجہء اولیٰ کی قابلیت رکھتے تھے اور خدا تعالیٰ نے انہیں فہم وفراست کا وافر انعام عطا فرمایا تھا۔ حضرت مفتی صاحبؒ عالموں میں جید عالم، قرأت میں سبعہ عشرہ کے قاری، مقررین میں پانچ زبانوں کے قادرالکلام مقرر، قائدین میں صاحبِ فکر قائد، مفسرین میں بہترین مفسر، فقہیوں میں بالغ النظر فقیہ، سیاست دانوں میں مدبر سیاستدان غرضیکہ قائد تحریک اسلامی کی شخصیت ایک پہلوی شخصیت تھی، بزرگوں کا مقولہ ہے کہ ''یک من علم را دہ من عقل باید'' اور حضرت مفتی صاحب واقعی اس کے مصداق اور حامل تھے۔

مفتی صاحب کی شخصیت کے کس پہلو سے آپ زیادہ متاثر ہوئے؟

اس سوال کے جواب میں حضرت اقدس نے فرمایا کہ میں مفتی صاحب کی جامعیت سے متاثر ہوا ہوں۔ عموماً یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ اچھا خطیب بہترین ادیب نہیں ہوتا۔ مدرس ہوتو درس و تدریس کے علاوہ کسی اور کام کا نہیں رہتا۔ مذہب میں دلچسپی رکھنے والا سیاست کے امور سے نابلد ہوتا ہی، مگر اس کے برعکس حصرت مفتی صاحبؒ نے ہر میدان میں اپنی قابلیت کا لوہا منوایا۔ مدرسین میں ان کے پائے کے مدرس بہت کم ہوں گے، اور جب سیاسی حیثیت دیکھی جائے تو مفتی صاحب کی سیاسی بصیرت اور ذہنی فراست سے متاثر ہوکر انہیں اس وقت نو جماعتوں کا سربراہ بنایا گیا جب کہ علماء کو ویسے

ہی حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ مفتی صاحب کی روحانی حیثیت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس نے فرمایا کہ گو یا بظاہر انہوں نے کسی کو بیعت نہیں کیا، مگر وہ چاروں روحانی سلسلوں میں بیعت کے مجاز تھے اور ان کا سلسلہ ان کے مرشد السید مولانا عبدالعزیز ابن عبدالحلیمؒ کے واسطے سے حضرت مجدد الف ثانی تک پہنچ جاتا ہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی زندگی کا واقعہ سناتے ہوئے حضرت اقدس نے فرمایا کہ غالباً ۷۶-۱۹۷۷ء میں ہم اکٹھے حج پر روانہ ہوئے۔ مکہ میں طواف کے دوران انہیں پاؤں کے زخم کا احساس نہ ہوا۔ منیٰ میں پہنچ کر انہیں احساس ہوا کہ انگوٹھے کا ناخن اکھڑا ہوا ہے اور انہیں شک گزرا کہ ممکن ہے میرا طواف نہ ہوا ہو، لہٰذا ناخن کٹوا کر دوبارہ مکہ تشریف لے گئے اور طواف زیارت کا اعادہ فرمایا۔ اس واقعہ سے ان کی پرہیز گاری اور ان کے تقویٰ کا پتہ چلتا ہے۔

ایک سوال کے جواب میں پیر صاحب نے فرمایا کہ بحیثیت ایک رفیق، میں نے انہیں ہمیشہ مشفق و مہربان پایا۔ حضرت مفتی صاحبؒ متعدد بار خانقاہ شریف حاضری کے لئے تشریف لائے۔ ایک مرتبہ موسم گرما میں بغیر پروگرام کے اچانک تشریف آوری پر فرمایا کہ ادھر سے گزر رہا تو حاضری کے لئے چلا آیا اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں خانقاہ کے پاس سے بغیر حاضری دیئے گزر جاؤں۔

انہوں نے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا مفتی صاحبؒ سے گہرا تعلق رہا ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کئی اہم امور میں مشورہ فرمایا کرتے اور ہمارے اس تعلق سے دوسرے لوگ بھی واقف تھے۔ جب حضرت مفتی صاحبؒ نے سرحد کی وزارت عالیہ سے احتجاجاً استعفیٰ دیا تو بھٹو گورنمنٹ نے کئی روز تک استعفیٰ منظور نہ کیا اور مختلف طریقوں سے واپس لینے پر مجبور کرتے رہے۔ اس ضمن میں بھٹو کے کسی مشیر نے یہ تجویز پیش کی کہ مفتی صاحبؒ ان کی (مولانا خان محمد صاحبؒ) کی بہت عزت کرتے ہیں۔ اگر ان سے کہلوایا جائے تو مفتی صاحب استعفیٰ واپس لے سکتے ہیں۔ چنانچہ مجھے معلوم ہوا کہ ذوالفقار علی بھٹو اور غلام مصطفیٰ کھر اس مقصد کے لئے مجھ سے ملنے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ اس سلسلے میں میرے رفقاء نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ مفتی صاحبؒ کو استعفیٰ واپس لینے کے لئے کہیں گے؟ تو میں نے کہا کہ میں حضرت مفتی صاحب سے کہوں گا کہ استعفیٰ کسی صورت میں واپس نہ لیا جائے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی وفات حسرت آیات پر آپ کے کیا تاثرات ہیں؟

ارشاد فرمایا کہ میں حجاز مقدس میں تھا عشاء کے بعد واپس مکان پر آیا تو مولانا اجمل خان صاحبؒ میری قیام گاہ پر تشریف فرما تھے۔ انہی کی زبانی یہ افسوسناک خبر ملی۔ خبر کے سنتے ہی دماغ چکرا گیا اور سکتہ طاری ہوگیا۔

مفتی صاحبؒ کی وفات سے ایک خلا پیدا ہوگیا ہے وہ اب ہمارے درمیان میں نہیں ہیں۔ خدا انہیں غریق رحمت کرے اوران کے درجات میں ترقی و بلندی فرمائے۔

آخر میں پیر صاحبؒ نے فرمایا کہ میرا پیغام جماعتی کارکنوں کے لئے صرف یہی ہے کہ ہم حضرت مفتی صاحبؒ کے اس مشن کو لے کر پوری دنیا میں پھیل جائیں اور خدا ہمیں توفیق دے کہ ہم مسلک اور مشن کی پابندی کریں۔ (ہفت روزہ ترجمانِ اسلام لاہور، مفتی محمودؒ نمبر، اپریل ۱۹۸۱ء)

❊

خاموشی کا راز اور حضرتؒ کا کردار

بیہقی کی روایت ہے کہ بے شک رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی بندے کو دیکھو کہ اُسے دُنیا سے بے رغبتی عطا کی گئی ہے اور (لغو اور بے ہودہ کام سے اِجتناب اور) کم گوئی عطا کی گئی ہے تو اس کی قربت اِختیار کرو کیونکہ اس کو حکمت و دانائی کی دولت دی گئی ہے۔

❊❊❊

نجات کی پرواز

عربی کی وہ فصاحت کے بے مثال جملے جو ہر دور میں باکمال رہے، جن پہ آج تک زوال نہیں آیا، ان میں ایک یہ بھی ہے: "مَنْ صَمَتَ نَجا" جس نے خاموشی اِختیار کی وہ نجات پا گیا، حضرتؒ نے خاموشی اِختیار کی، وہ فوائد حاصل کئے جن کو دیکھ کر دُنیا حیران ہے کہ ان کی خاموشی میں وہ راز اور اسرار ہیں جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔

❊❊❊

حضرت قبلہؒ کے مقالات ومضامین

حضرت قبلہؒ نے عقیدہ ختم نبوّت کے تحفظ اور ردقادیانیت کے سلسلہ میں
جو قلمی خدمات سرانجام دیں، ان کو اس باب میں شامل کیا گیا ہے۔

ا...تحریک ختمِ نبوّت منزل بہ منزل

یہ دراصل وہ مقالہ ہے جو آپ نے حضرت مولانا محمد مالک کاندھلویؒ کی خواہش پر مقدمہ بہاولپور کی روئیداد کے لئے بطور مقدمہ کے تحریر فرمایا تھا، بعد میں مرکز سراجیہ لاہور سے محترم صاحبزادہ رشید احمد صاحب نے اسے شائع کیا، اور بھی کئی حضرات نے اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ یہ مقالہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کی روئیداد میں بطور مقدمہ کے بھی ایک بار شائع ہو چکا ہے۔غرض یہ مقالہ قیمتی دستاویز ہے، جو اس نمبر میں قندِمکرر کے طور پر شائع کیا جارہا ہے۔

الحمد لله رب العلمين، اكمل الحمد على كل حال والصلوة والسلام الأتمان الأكملان على سيد المرسلين وخاتم النبيين رسوله محمد خير الورىٰ صاحب قاب قوسين او ادنىٰ و علىٰ صحبه البررة التقى والنقى كلما ذكره الذاكرون وكلما غفل عن ذكره الغفلون اللهم صل عليه و آله وسائر النبيين آل كل وسائر الصالحين نهاية ما ينبغي ان يسئله السائلون، اما بعد!

متحدہ ہندوستان میں انگریز اپنے جوروستم اور استبدادی حربوں سے جب مسلمانوں کے قلوب کو مغلوب نہ کرسکا تو اس نے ایک کمیشن قائم کیا جس نے پورے ہندوستان کا سروے کیا اور واپس جا کر برطانوی پارلیمنٹ میں رپورٹ پیش کی کہ مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد مٹانے کے لیے ضروری ہے

کہ کسی ایسے شخص سے نبوت کا دعویٰ کرایا جائے جو جہاد کو حرام اور انگریز کی اطاعت کو مسلمانوں پر اولوالامر کی حیثیت سے فرض قرار دے۔

ان دنوں مرزا غلام احمد قادیانی سیالکوٹ ڈی سی آفس میں معمولی درجہ کا کلرک تھا۔ اردو، عربی اور فارسی اپنے گھر میں پڑھی تھی۔ مختاری کا امتحان دیا مگر ناکام ہوگیا۔ غرضیکہ اس کی تعلیم دینی و دنیاوی دونوں اعتبار سے ناقص تھی۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے انگریزی ڈپٹی کمشنر کے توسط سے مسیحی مشن کے ایک اہم اور ذمہ دار شخص نے اس سے ڈی سی آفس میں ملاقات کی۔ گویا یہ انٹرویو تھا مسیحی مشن کا اور ساتھ ہی یہ فرد انگلینڈ روانہ ہوگیا اور مرزا قادیانی ملازمت چھوڑ کر قادیان پہنچ گیا۔ باپ نے کہا کہ نوکری کی فکر کرو، جواب دیا کہ میں نوکر ہوگیا ہوں اور پھر بغیر مرسل کے پتہ کے منی آرڈر ملنے شروع ہوگئے۔ مرزا قادیانی نے مذہبی اختلافات کو ہوا دی۔ بحث و مباحثہ، اشتہار بازی شروع کردی۔ یہ تمام تر تفصیل مرزائی کتب میں موجود ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کام کے لئے برطانوی سامراج نے مرزا قادیانی کا کیوں انتخاب کیا؟ اس کا جواب خود مرزائی لٹریچر میں موجود ہے کہ مرزا قادیانی کا خاندان جدی پشتی انگریز کا نمک خوار، خوشامدی اور مسلمانوں کا غدار تھا۔ مرزا قادیانی کے والد نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں برطانوی سامراج کو پچاس گھوڑے بمعہ سازو سامان مہیا کئے اور یوں مسلمانوں کے قتل عام سے اپنے ہاتھ رنگین کر کے انگریز سے انعام میں جائیداد حاصل کی۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے کہ میرے والد صاحب کی وفات کے بعد میرا بڑا بھائی مرزا غلام قادر خدمات سرکار میں مصروف رہا۔ اپنے بارے میں لکھتا ہے کہ: ’’میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید وحمایت میں گزرا اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔‘‘ (تریاق القلوب ص ۲۵)

غرضیکہ مرزا قادیانی کے گوشت پوست میں انگریز کی وفاداری اور مسلمانوں سے غداری رچی بسی تھی۔ یہی وہ وجہ ہے کہ اس مقصد کے لئے انگریز کی نظر انتخاب مرزا قادیانی پر پڑی اور اس کی خدمات حاصل کی گئیں۔ جن حضرات کی مرزائیت کے لٹریچر پر نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی ہر بات میں تضاد ہے لیکن حرمت جہاد اور فرضیت اطاعت انگریز ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اس میں مرزا قادیانی کی کبھی دورائیں نہیں ہوئیں کیونکہ یہ اس کا بنیادی مقصد اور غرض و غایت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے آپ کو گورنمنٹ برطانیہ کا خود کاشتہ پودا قرار دیا۔ سرسید احمد خان مرحوم کی روایت جو ان کے مشہور مجلّہ تہذیب الاخلاق میں چھپ چکی ہے کہ خود سرسید احمد خان سے انگریز وائسرائے ہند نے مرزا قادیانی کی امداد و اعانت کرنے کا کہا۔ بقول ان کے انہوں نے نہ صرف رد کردیا بلکہ اس منصوبہ کا راز افشاں

کر دیا جس کے نتیجہ میں انگریز وائسرائے سرسید احمد خاں سے ناراض ہو گئے۔

مرزا قادیانی کے دعویٰ جات پر نظر ڈالیے۔ اس نے بتدریج خادم اسلام، مبلغ اسلام، مجدد، مہدی، مثیل مسیح، ظلی نبی، مستقل نبی، انبیاء سے افضل حتیٰ کہ خدائی تک کا دعویٰ کیا۔ یہ سب کچھ ایک طے شدہ منصوبہ، گہری چال اور خطرناک سازش کے تحت کیا۔

قطب عالم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نور ایمانی اور بصیرت وجدانی سے مرزا قادیانی کے دعویٰ سے بہت پہلے پنجاب کے معروف روحانی بزرگ حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے حجاز مقدس میں ارشاد فرمایا کہ پنجاب میں ایک فتنہ اٹھنے والا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے خلاف آپ سے کام لیں گے۔ بیعت وخلافت سے سرفراز فرمایا اور اس فتنہ کے خلاف کام کرنے کی تلقین فرمائی۔

ردقادیانیت کے سلسلہ میں امت محمدیہ کے جن خوش نصیب وخوش بخت حضرات نے بڑی تندہی اور جانفشانی سے کام کیا۔ ان میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ، حصرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، پروفیسر محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مظہر علی اظہر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ کفایت حسین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

علمائے لدھیانہ نے مرزا قادیانی کی گستاخ وبے باک طبیعت کو اس کی ابتدائی تحریروں میں دیکھ کر اس کے خلاف کفر کا فتویٰ سب سے پہلے دیا تھا۔ ان حضرات کا خدشہ صحیح ثابت ہوا اور آگے چل کر پوری امت نے علمائے لدھیانہ کے فتویٰ کی تصدیق وتوثیق کی۔ غرضیکہ پوری امت کی اجتماعی جدوجہد سے مرزائیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی کوشش کی گئی یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی نے بھی اپنی تصانیف میں مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید علی الحائری رحمۃ اللہ علیہ سمیت

امت کے تمام طبقات کو اپنے سب وشتم کا نشانہ بنایا کیونکہ یہی وہ حضرات تھے جنہوں نے تحریر وتقریر و مناظرہ ومباہلہ کے میدان میں مرزا قادیانی اوراس کے حواریوں کو چاروں شانے چت کیا اور یوں اپنے فرض کی تکمیل کر کے پوری امت کی طرف سے شکریہ کے مستحق قرار پائے۔

مقدمہ بہاولپور

تحصیل احمد پور شرقیہ ریاست بہاولپور میں ایک شخص مسمی عبدالرزاق مرزائی ہو کر مرتد ہوگیا اس کی منکوحہ غلام عائشہ بنت مولوی الٰہی بخش نے سن بلوغ کو پہنچ کر ۲۴ر جولائی ۱۹۲۶ء کو فسخ نکاح کا دعویٰ احمد پور شرقیہ کی مقامی عدالت میں دائر کردیا جو ۱۹۳۱ء تک ابتدائی مراحل طے کر کے پھر ۱۹۳۲ء میں ڈسٹرکٹ جج بہاول پور کی عدالت میں بغرض شرعی تحقیق واپس ہوا۔ آخر کار ۷ر فروری ۱۹۳۵ء کو فیصلہ بحق مدعیہ صادر ہوا۔ بہاولپور ایک اسلامی ریاست تھی، اس کے والی نواب جناب صادق محمد خاں خامس عباسی مرحوم ایک سچے مسلمان اور عاشق رسول ﷺ تھے۔ خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ بہاولپور کے معروف بزرگ کے عقیدت مند تھے۔ خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کے تمام خلفاء کو اس مقدمہ میں گہری دلچسپی تھی۔ اس وقت جامعہ عباسیہ بہاولپور کے شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی مرحوم تھے جو حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارادت مند تھے۔ لیکن اس مقدمہ کی پیروی اور امت محمدیہ کی طرف سے نمائندگی کے لئے سب کی نگاہ انتخاب دیوبند کے فرزند، شیخ الاسلام حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی، مولانا غلام محمد صاحب کی دعوت پر اپنے تمام تر پروگرام منسوخ کر کے مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ بہاولپور تشریف لائے تو فرمایا کہ جب یہاں سے بلاوا آیا تو میں ڈابھیل کے لئے پابہ کاب تھا مگر میں یہ سوچ کر یہاں چلا آیا کہ ہمارا نامہ اعمال تو سیاہ ہے ہی شاید یہی بات مغفرت کا سبب بن جائے کہ آنحضرت ﷺ کا جانبدار بن کر بہاولپور آیا تھا، اگر ہم ختمِ نبوّت کی حفاظت کا کام نہ کریں تو گلی کا کتا بھی ہم سے اچھا ہے۔ ان کے تشریف لانے سے پورے ہندوستان کی توجہ اس مقدمہ کی طرف مبذول ہوگئی، بہاولپور میں علم کی موسم بہار شروع ہوگئی۔ اس سے مرزائیت کو بڑی پریشانی لاحق ہوئی۔ انہوں نے بھی ان حضرات علماء کی آہنی گرفت اور احتسابی شکنجے سے بچنے کیلئے ہزاروں جتن کئے۔

مولانا غلام محمد گھوٹوی، مولانا محمد حسین کولوتارڑوی، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا مرتضٰی حسن چاند پوری، مولانا نجم الدین، مولانا ابوالوفا شاہ جہان پوری اور مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم و شکر اللہ سعیہم کے ایمان افروز اور کفر شکن بیانات ہوئے۔ مرزائیت بوکھلا اٹھی۔ ان دنوں مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ ربّ العزت کے جلال اور حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ

واصحابہ وبارک وسلم کے جمال کا خاص پَرتَو تھا۔ وہ جلال و جمال کا حسین امتزاج تھے، جمال میں آ کر قرآن وسنت کے دلائل دیتے تو عدالت کے در و دیوار جھوم اٹھتے اور جلال میں آ کر مرزائیت کو للکارتے تو کفر کے ایوانوں میں زلزلہ طاری ہو جاتا، مولانا ابوالوفا شاہ جہان پوری نے اس مقدمہ میں مختار مدعیہ کے طور پر کام کیا۔ ایک دن عدالت میں مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے جلال الدین شمس مرزائی کو للکار کر فرمایا کہ اگر چاہو تو میں عدالت میں یہیں کھڑے ہو کر دکھا سکتا ہوں کہ مرزا قادیانی جہنم میں جل رہا ہے، مرزائی کانپ اٹھے۔ مسلمانوں کے چہروں پر بشاشت چھا گئی اور اہل دل نے گواہی دی کہ عدالت میں انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نہیں بلکہ حضور سرور کائنات ﷺ کا وکیل اور نمائندہ بول رہا ہے۔

علمائے کرام کے بیانات مکمل ہوئے، نواب صاحب مرحوم پر گورنمنٹ برطانیہ کا دباؤ بڑھا۔ اس سلسلہ میں مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری مرحوم نے راقم الحروف سے بیان کیا کہ خضر حیات ٹوانہ کے والد نواب سر عمر حیات ٹوانہ لندن گئے ہوئے تھے۔ نواب آف بہاولپور مرحوم بھی گرمیاں اکثر لندن گزارا کرتے تھے۔ نواب مرحوم سر عمر حیات ٹوانہ لندن میں ملے اور مشورہ طلب کیا کہ انگریز گورنمنٹ کا مجھ پر دباؤ ہے کہ ریاست بہاولپور سے اس مقدمہ کو ختم کرا دیں تو اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ سر عمر حیات ٹوانہ نے کہا کہ ہم انگریز کے وفادار ضرور ہیں مگر اپنا دین، ایمان اور عشق رسالت مآب کا تو ان سے سودا نہیں کیا، آپ ڈٹ جائیں اور ان سے کہیں کہ عدالت جو چاہے فیصلہ کرے میں حق و انصاف کے سلسلہ میں اس پر دباؤ نہیں ڈالنا چاہتا۔ چنانچہ مولانا محمد علی جالندھریؒ نے یہ واقعہ بیان کر کے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کی نجات کے لئے اتنی بات کافی ہے۔

جناب محمد اکبر جج مرحوم کو ترغیب وتحریص کے دام تزویر میں پھنسانے کی مرزائیوں نے کوشش کی لیکن ان کی تمام تدابیر غلط ثابت ہوئیں، مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اس فیصلہ کے لیے اتنے بے تاب تھے کہ بیانات کی تکمیل کے بعد جب بہاولپور سے جانے لگے تو مولانا محمد صادق مرحوم سے فرمایا کہ اگر زندہ رہا تو فیصلہ خود سن لوں گا اور اگر فوت ہو جاؤں تو میری قبر پر آ کر یہ فیصلہ سنا دیا جائے۔ چنانچہ مولانا محمد صادقؒ نے آپ کی وصیت کو پورا کیا۔ آپ نے آخری ایام علالت میں دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ وطلبہ اور دیگر بہت سے علماء کے مجمع میں تقریر فرمائی تھی، جس میں نہایت دردمندی و دل سوزی سے فرمایا تھا۔ وہ تمام حضرات جن کو مجھ سے بلا واسطہ یا بالواسطہ تلمذ کا تعلق ہے اور جن پر میرا حق ہے کہ میں ان کو خصوصی وصیت اور تاکید کرتا ہوں کہ وہ عقیدہ ختمِ نبوّت کی حفاظت و پاسبانی اور فتنہ قادیانیت کے قلع قمع کو اپنا خصوصی کام بنائیں اور جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ان کی شفاعت فرمائیں، ان کو لازم ہے کہ ختمِ نبوّت کی پاسبانی کا کام کریں۔

یہ مقدمہ حق و باطل کا عظیم معرکہ تھا۔ جب ۷ ر فروری ۱۹۳۵ء کو فیصلہ صادر ہوا تو مرزائیت کے صحیح خدوخال آشکارا ہو گئے۔ بلاشبہ پوری امت جناب محمد اکبر خان جج صاحب مرحوم کی مرہون منت ہے کہ انہوں نے کمال عدل و انصاف محنت و عرق ریزی سے ایسا فیصلہ لکھا کہ اس کا ایک ایک حرف قادیانیت کے تابوت میں کیل ثابت ہوا۔ قادیانیوں نے اپنے نام نہاد خلیفہ مرزا بشیر کی سربراہی میں سر ظفر اللہ مرتد سمیت جمع ہو کر اس فیصلہ کے خلاف اپیل کرنے کی سوچ و بچار کی لیکن آخر کار اس نتیجہ پر پہنچے کہ فیصلہ اتنی مضبوط اور ٹھوس بنیادوں پر صادر ہوا ہے کہ اپیل بھی ہمارے خلاف جائے گی۔ اللہ رب العزت کی قدرت کے قربان جائیں، کفر ہار گیا، اسلام جیت گیا۔ ایک دفعہ پھر جاء الحق وزھق الباطل کی عملی تفسیر اس فیصلہ کی شکل میں امت کے سامنے آ گئی اور مرزائی فبھت الذی کفر کا مصداق ہو گئے، اس تاریخ ساز فیصلہ نے چار دانگ عالم میں تہلکہ مچا دیا۔ مرزائیوں کی ساکھ روز بروز گرنا شروع ہو گئی۔

تحریکِ ختمِ نبوّت ۱۹۵۳ء

ہندوستان تقسیم ہوا، خداداد مملکت پاکستان معرض وجود میں آئی، بدنصیبی سے اسلامی مملکت پاکستان کا وزیر خارجہ چودھری سر ظفر اللہ خان قادیانی کو بنایا گیا۔ اس نے مرزائیت کے جنازہ کو اپنی وزارت کے کندھوں پر لاد کر اندرون و بیرون ملک اسے متعارف کرانے کی کوشش تیز سے تیز تر کر دی، ان حالات میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، میر کاروان احرار کی رگ حمیت اور حسینی خون نے جوش مارا، پوری امت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا، مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مجاہد اسلام مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ آپ کا پیغام لے کر ملک عزیز کی نامور دینی شخصیت اور ممتاز عالم دین مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے پر گئے اور اس تحریک کی قیادت کا فریضہ انہوں نے ادا کیا۔ مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا پیر غلام محی الدین گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا پیر سرسینہ شریف رحمۃ اللہ علیہ، آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ، ماسٹر تاج دین انصاری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا صاحبزادہ سید فیض الحسن رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اختر علی خاں رحمۃ اللہ علیہ، غرضیکہ کراچی سے لے کر ڈھاکہ تک کے تمام مسلمانوں نے اپنی مشترکہ آئینی جدوجہد کا آغاز کیا۔ بلاشبہ برصغیر کی یہ عظیم ترین تحریک تھی۔ جس میں دس ہزار مسلمانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا، ایک لاکھ مسلمانوں نے قیدوبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ دس لاکھ مسلمان اس تحریک سے متاثر ہوئے۔ ہر چند کہ اس تحریک کو

مرزائی اور مرزائی نواز اوباشوں نے سنگینوں کی سختی سے دبانے کی کوشش کی مگر مسلمانوں نے اپنے ایمانی جذبہ سے ختمِ نبوّت کے اس معرکہ کو اس طرح سر کیا کہ مرزائیت کا کفر کھل کر پوری دنیا کے سامنے آ گیا۔ تحریک کے ضمن میں انکوائری کمیشن نے رپورٹ مرتب کرنا شروع کی۔ عدالتی کاروائی میں حصہ لینے کی غرض سے علماء اور وکلاء کی تیاری، مرزائیت کی کتب کے اصل حوالہ جات کو مرتب کرنا بڑا کٹھن مرحلہ تھا اور ادھر حکومت نے اتنا خوف و ہراس پھیلا رکھا تھا کہ تحریک کے رہنماؤں کو لاہور میں کوئی آدمی رہائش تک دینے کے لیے تیار نہ تھا۔ جناب عبدالمجید سیفی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز خانقاہ سراجیہ نے اپنی عمارت ۷ بیڈن روڈ لاہور کو تحریک کے رہنماؤں کے لیے وقف کر دیا۔ تمام تر مصلحتوں سے بالائے طاق ہو کر ختمِ نبوّت کے عظیم مقصد کے لیے ان کے ایثار کا نتیجہ تھا کہ مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالرحیم اشعر رحمۃ اللہ علیہ اور رہائی کے بعد مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے رہنماؤں نے آپ کے مکان پر انکوائری کے دوران قیام کیا اور مکمل تیاری کی۔ ان ایام میں شیخ المشائخ قبلہ حضرت مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی وہیں قیام پذیر رہے اور تمام کام کی نگرانی فرماتے رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت کے بعد مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے گرامی قدر رفقاء مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالرحمٰن میانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد شریف بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ، سائیں محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ اور مرزا غلام نبی جانباز رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عظیم کارنامہ تھا کہ انہوں نے الیکشنی سیاست سے کنارہ کش ہو کر خالصتاً دینی و مذہبی بنیاد پر مجلس تحفظ ختمِ نبوّت پاکستان کی بنیاد رکھی۔ اس سے قبل مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، چوہدری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ اور خود حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے گرامی قدر رفقاء نے مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے قادیانیت کو جو چرکے لگائے وہ تاریخ کا ایک حصہ ہیں۔ قادیان میں کانفرنس کر کے چور کا اس کے گھر تک تعاقب کیا۔ نیز مولانا ظفر علی خاں رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر و تقریر کے ذریعہ ردِّ مرزائیت میں غیر فانی کردار ادا کیا۔ مجلس احرار اسلام کی کامیاب گرفت سے مرزائیت بوکھلا اٹھی، مجلس احرار اسلام پر مسجد شہید گنج کا ملبہ گرا کر اسے دفن کرنے کی کوشش کی گئی۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ صدر مجلس احرار نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ تحریک مسجد شہید گنج کے سلسلہ میں پورے ملک سے دو اکابر اولیاء اللہ ایک حضرت اقدس مولانا ابوالسعد احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے ہماری رہنمائی کی اور تحریک سے کنارہ کش رہنے کا حکم فرمایا، حضرت اقدس ابوالسعد احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ بانی خانقاہ سراجیہ نے یہ پیغام بھجوایا تھا کہ مجلس

احرار تحریک مسجد شہید گنج سے علیحدہ رہے اور مرزائیت کی تردید کا کام رکنے نہ پائے اسے جاری رکھا جائے اس لیے اگر اسلام باقی رہے گا تو مسجدیں باقی رہیں گی، اگر اسلام باقی نہ رہا تو مسجدوں کو باقی کون رہنے دے گا؟

مسجد شہید گنج کے ملبہ کے نیچے مجلس احرار کو دفن کرنے والے انگریز اور قادیانی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکے۔ اس لیے کہ انگریز کو ملک چھوڑنا پڑا جبکہ مرزائیت کی تردید کے لئے مستقل ایک جماعت ''مجلس تحفظِ ختم نبوّت پاکستان'' کے نام سے تشکیل پاکر قادیانیت کو ناکوں چنے چبوا رہی ہے۔ ان حضرات نے سیاست سے علیحدگی کا محض اس لئے اعلان کیا کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ مرزائیت کی تردید اور ختمِ نبوّت کی ترویج کے سلسلہ میں ان کے کوئی سیاسی اغراض ہیں۔ چنانچہ مجلس تحفظِ ختم نبوّت پاکستان نے مرزائیت کے خلاف ایسا احتسابی شکنجہ تیار کیا کہ مرزائیت مناظرہ، مباہلہ، تحریر وتقریر اور عوامی جلسوں میں شکست کھا گئی۔ جگہ جگہ ختمِ نبوّت کے دفاتر قائم ہونے لگے، مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ نے برطانیہ سے آسٹریلیا تک قادیانیت کا تعاقب کیا۔ مرزائیت نے عوامی محاذ ترک کر کے حکومتی عہدوں اور سرکاری دفاتر میں اپنا اثر ورسوخ بڑھانے کی کوشش و کاوش کی اور وہ انقلاب کے ذریعہ اقتدار کے خواب دیکھنے لگے۔

تحریک ختمِ نبوّت ۱۹۷۴ء

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں چند سیٹوں پر مرزائی منتخب ہوگئے۔ اقتدار کے نشہ اور ایک سیاسی جماعت سے سیاسی وابستگی نے انہیں دیوانہ کردیا۔ وہ حالات کو اپنے لیے سازگار پاکر انقلاب کے ذریعہ اقتدار پر قبضہ کی اسکیمیں بنانے لگے۔ قادیانی جرنیلوں نے اپنی سرگرمیاں تیز کردیں۔ اس نشہ میں دھت ہوکر انہوں نے ۲۹رمئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ ریلوے سٹیشن پر چناب ایکسپریس کے ذریعہ سفر کرنے والے ملتان نشتر میڈیکل کالج کے طلباء پر قاتلانہ حملہ کیا۔ جس کے نتیجہ میں تحریک چلی۔ مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ مجلس تحفظ ختم نبوّت پاکستان کے امیر تھے۔ ان کی دعوت پر امت کے تمام طبقات جمع ہوئے۔ آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوّت پاکستان تشکیل پائی۔ جس کے سربراہ حضرت شیخ بنوری رحمۃ اللہ علیہ قرار پائے۔ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوش نصیبی کہ اس وقت قومی اسمبلی میں تمام اپوزیشن متحد تھی۔ چنانچہ اپوزیشن پوری کی پوری مجلس عمل تحفظ ختمِ نبوّت پاکستان میں شریک ہوگئی۔

رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ختمِ نبوّت کا اعجاز ملاحظہ ہو کہ مذہبی و سیاسی جماعتوں نے متحد ہوکر ایک ہی نعرہ لگایا کہ مرزائیت کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔ اس وقت قومی اسمبلی میں مفکر اسلام مولانا مفتی

محمود رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالحقؒ، پروفیسر غفور احمد، مولانا عبدالمصطفی ازہریؒ، مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقانے ختمِ نبوّت کی وکالت کی۔ متفقہ طور پر اپوزیشن کی طرف سے مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزائیوں کے خلاف قرار داد پیش کی اور برسر اقتدار جماعت پیپلز پارٹی یعنی حکومت کی طرف سے دوسری قرار داد جناب پیر عبدالحفیظ پیرزادہ نے پیش کی جو ان دنوں وزیر قانون تھے،قومی اسمبلی میں مرزائیت پر بحث شروع ہوگئی۔ پورے ملک میں مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ،نوابزادہ نصراللہ خان رحمۃ اللہ علیہ، آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالقادر روپڑی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا صاحبزادہ فضل رسول حیدر، مولانا صاحبزادہ افتخار الحسنؒ، سید مظفر علی شمسی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا علی غضنفر کراروی، مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ، پیر شریف، حضرت مولانا محمد شاہ امروٹی رحمۃ اللہ علیہ، غرضیکہ چاروں صوبوں کے تمام مکاتب فکر نے تحریک کے الاؤ کو ایندھن مہیا کیا۔ اخبارات و رسائل نے تحریک کی آواز کو ملک گیر بنانے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں کا دباؤ بڑھتا گیا۔ ادھر قومی اسمبلی میں قادیانی و لاہوری گروپوں کے سربراہوں نے اپنا اپنا موقف پیش کیا۔ ان کا جواب اور امت مسلمہ کا موقف مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ، مولانا تقی عثمانی، مولانا سمیع الحق اور مولانا سید انور حسین نفیسؒ نے مرتب کیا۔ اسے قومی اسمبلی میں پیش کرنے کے لیے چودھری ظہور الٰہیؒ کی تجویز اور دیگر تمام حضرات کی تائید پر قرعہ فال مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے نام نکلا۔ جس وقت انہوں نے یہ محضر نامہ پڑھا، قادیانیت کی حقیقت کھل کر اسمبلی کے ارکان کے سامنے آگئی۔ مرزائیت پر اوس پڑ گئی۔ نوے دن کی شب و روز کی مسلسل محنت و کاوش کے بعد جناب ذوالفقار علی بھٹو کے عہد اقتدار میں متفقہ طور پر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو نیشنل اسمبلی آف پاکستان نے عبدالحفیظ پیرزادہ کی پیش کردہ قرار داد کو منظور کیا اور مرزائی آئینی طور غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔ **الحمد للہ ربّ العالمین حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیه کما یحب ربنا ویرضٰی۔**

تحریک ختمِ نبوّت ۱۹۸۴ء

۱۷ فروری ۱۹۸۳ء کو مولانا محمد اسلم قریشی مبلغ تحفظ ختمِ نبوّت سیالکوٹ کو مرزائی سربراہ مرزا طاہر کے حکم پر مرزائیوں نے اغوا کیا۔ جس کے ردعمل میں پھر تحریک منظّم ہوئی۔ شیخ الاسلام مولانا سید محمد

یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد اس وقت تک مجلس تحفظ ختم نبوّت کی امارت کا بوجھ میرے ناتواں کندھوں پر ہے۔ اس لیے آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوّت پاکستان کی امارت بھی فقیر کے حصہ میں آئی۔ اللہ ربّ العزت کا لاکھ لاکھ فضل ہے جس سے جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ رسول اللہ ﷺ کی عزت و ناموس کے تحفظ کے سلسلہ میں اُمتِ محمدیہ کے تمام طبقات کو اتفاق و اتحاد نصیب کر کے ایک لڑی میں پرو دیا اور یوں ۲۶/اپریل ۱۹۸۴ء کو امتناع قادیانیت آرڈیننس صدر مملکت جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے ہاتھوں جاری ہوا۔ قادیانیت کے خلاف آئینی طور پر جتنا ہونا چاہیے تھا اتنا نہیں ہوا لیکن جتنا کام ہوا اتنا آج تک کبھی نہیں ہوا تھا۔ آج اللہ ربّ العزت کا فضل و کرم ہے کہ مجلس تحفظ ختمِ نبوّت پاکستان عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت بن چکی ہے اور چار دانگ عالم میں رحمۃ للعالمین ﷺ کی عزت و ناموس کے پھریرے کو بلند کرنے کی سعادتوں سے بہرہ ور ہو رہی ہے۔ دنیا کے تمام براعظموں میں ختمِ نبوّت کا کام وسیع سے وسیع تر ہو رہا ہے۔

بدیہی حقیقت

لیکن یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ ان تمام تر کامیابیوں و کامرانیوں میں ''مقدمہ بہاولپور'' کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ختمِ نبوّت کے محاذ پر مضبوط بنیاد اور قانونی و اخلاقی بالادستی قادیانیت کے خلاف اسی مقدمہ نے مہیا کی ہے۔ فیصلہ مقدمہ کئی بار شائع ہوا۔ علمائے کرام کے عدالتی بیانات بھی متعدد بار شائع ہوئے لیکن ضرورت اس امر کی تھی کہ اس مقدمہ کی تمام تر کاروائی، حضرات علمائے کرام کی شہادتیں بیانات و دلائل اور حقائق مرزائی وکیلوں کے جواب میں بطور جواب الجواب بیانات جو عدالت کے ریکارڈ پر تھے اور جرح و بحث کی تمام تر تفصیلات سامنے آئیں، تاکہ علوم وحقائق کے بے بہا سمندر سے دنیائے اسلام فیضیاب ہو۔ یہ سب کچھ عدالت کے ریکارڈ میں مخفی خزانہ کی طرح پوشیدہ تھا۔ حالانکہ فیصلہ مقدمہ بہاولپور کی ابتدائی اشاعت کے وقت ہی مولانا محمد صادق مرحوم نے اپنی اسی خواہش کا اظہار کیا تھا کہ تمام تر کاروائی کو شائع کیا جائے گا۔ لیکن کل امر مرھون باوقاتھا یہ کام آج تک پورے طور پر نہ ہوسکا تھا۔ اللہ ربّ العزت نے غیب سے اہتمام فرمایا۔ اسلامی درد اور جذبہ رکھنے والے حضرات کو اللہ ربّ العزت نے اس کام کی طرف متوجہ کیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ انہوں نے یہ کام خود شروع نہیں کیا۔ بلکہ قدرت الٰہی نے ان سے یہ کام شروع کرایا۔ انہوں نے اسلامک فاؤنڈیشن کی بنیاد رکھی۔ ساٹھ برس کی طویل مدت گزرنے کے بعد روداد مقدمہ حاصل کرنا اور اہل علم حضرات کے لیے مرتب کر کے پیش کرنا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ قدرت الٰہی نے دستگیری فرمائی۔ ان حضرات نے محنت کی۔ کاروان اپنی منزل کی

طرف بڑھتا رہا۔ منزل قریب ہوتی رہی۔ مقدمہ کی تمام کاروائی حاصل ہوگئی۔ اس کی ترتیب کا کام شروع ہوگیا۔ اسلامک فاؤنڈیشن کے نمائندوں نے اس بارے میں طویل ترین تکلیف دہ سفر برداشت کر کے ملتان عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے دفتر مرکزیہ میں اصل مرزائی کتب سے حوالہ جات کو بار بار پڑھا، فوٹو سٹیٹ حاصل کیے، شب و روز محنت و عرق ریزی کے بعد اسے کتابت کے لیے دیا گیا تا آنکہ اس وقت دو ہزار صفحات سے زائد مشتمل یہ مجموعہ تیار ہو کر منصۂ شہود پر آ گیا ہے۔ اسلامک فاؤنڈیشن کے حضرات کی روشن دماغی اور اپنے مشن سے اخلاص کی بدولت ملک عزیز کے نامور عالم دین شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان حضرات کی سرپرستی فرمائی۔ ان جیسے متبحر عالم حق کی سرپرستی ہی اس تاریخی دستاویز کی صحت و توثیق کے لیے سند کا درجہ رکھتی ہے۔

اس تاریخی دفینے اور علم و معرفت کے عظیم خزینہ کو مرتب کر کے پیش کرنا بلاشبہ اسلامک فاؤنڈیشن کا ایک تاریخی گرانقدر کارنامہ ہے۔ جس پر پوری امت کو ان کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ انہوں نے پوری امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر دیا ہے۔ قادیانیت جس طرح آج پوری دنیا میں رسوائی کا شکار ہے۔ اس کی بنیاد بھی اس مقدمہ نے مہیا کی تھی اور اب قادیانیت کا اختتام بھی اسی مقدمہ کی اشاعت سے ہی ہوگا۔

آخری گزارش

ختمِ نبوّت سے وحدت امت کا راز وابستہ ہے۔ فتنہ انکار ختمِ نبوّت، ملی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی ناپاک استعماری سازش تھی۔ آج کے تمام طبقات و مکاتب فکر مل کر ہی باہمی اتحاد و اعتماد سے اس فتنہ کو ختم کر سکتے ہیں۔ اللہ ربّ العزت کا فضل و کرم ہے کہ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت نے اپنے اکابر کی اس سنت کو زندہ رکھنے کی حکمت عملی کو اپنایا ہوا ہے کہ مسئلہ ختمِ نبوّت کسی ایک فرقہ کا مسئلہ نہیں پوری اُمت کا مشترکہ مسئلہ ہے۔ اس میں کوشش و کاوش اور اجتماعی طور پر بڑھ چڑھ کر حصہ لینا تمام مسلمانوں کے لیے انتہائی ضروری ہے اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا باعث ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت اقدس مولانا ابوالسعد احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ بانی خانقاہ سراجیہ، حضرت مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ سراجیہ، مولانا تاج محمود امروٹی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام محمد دین پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رسول خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اشرف علی

تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، پیر صبغت اللہ شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ پیر آف پگاڑہ شریف، حضرت حافظ پیر جماعت شاہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیر جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین تکوینی طور پر اس محاذ کے انچارج تھے۔

مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگردوں کی ایک جماعت مرزائیت کے تعاقب کیلئے تشکیل دی تھی۔ جس میں حضرت مولانا محمد بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جیسے حضرات شامل تھے جو قادیانیت سے تحریری و تقریری مقابلہ کرتے تھے اور دلائل باقی حضرات کے ذمہ تھے اور مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نشتر چبھویا کرتے تھے۔ اللہ ربّ العزت سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے، آمین۔ اللہ ربّ العزت کا فضل و احسان ہے کہ ۱۹۷۴ء میں مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے قیادت و سیادت کا فریضہ سرانجام دیا۔ جبکہ مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم کے صاحبزادہ مولانا محمد تقی عثمانی آپ کے ساتھ تھے۔ آج مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ہی کے شاگرد مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولانا محمد مالک کاندھلوی کی سرپرستی میں یہ عظیم معرکہ سر کیا گیا ہے۔

کروڑوں رحمتیں ہوں، ان تمام مقدس حضرات پر جن کی شب و روز کی اخلاص بھری محنت رنگ لائی۔ آج قادیانی پوری دنیا میں رسوا ہو رہے ہیں۔ مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک کشف ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ پوری دنیا میں مرزائیت نام کی کوئی چیز تلاش کرنے کے باوجود نہیں ملے گی۔ اسی طرح قطب دوراں حضرت مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خاص ارادت مند حاجی محمد عبدالرشید صاحب (مدظلہ) کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا کہ ایک وقت آئے گا کہ قادیانیت حرف غلط کی طرح پوری دنیا سے مٹا دی جائے گی۔ وہ وقت قریب آن پہنچا ہے کہ مرزائیت کا فتنہ دنیا سے نیست و نابود ہونے والا ہے۔ اسلامیان عالم ہمت کریں آگے بڑھیں، منزل قریب ہے، رحمت حق انتظار کر رہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا مژدہ جاں فزا ملنے والا ہے۔ اللہ ربّ العزت ہماری ان حقیر محنتوں کو اخلاص کی دولت سے مالا مال فرما کر اپنی رضا کا سبب بنائے۔ آمین ثم آمین!

وآخر دعونا ان الحمد للہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہ النبی الکریم وعلی آلہ صحبہ واتباعہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین آمین آمین آمین!

۲...۷ ستمبر ایک تاریخ ساز دن

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ اس حوالہ سے حضرت قبلہؒ کا ایک مضمون شائع ہوا، جو تحریک ختم نبوّت کے جستہ جستہ حالات اور خدوخال پر مشتمل ہے۔ ذیل میں اسے ملاحظہ فرمائیے:

’’اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت وراہنمائی کے لئے انبیائے کرام کا سلسلہ جاری فرمایا۔ جس کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور اس سلسلے کی انتہاء خاتم النبیین امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات اقدس پر ہوئی۔ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ آپ ﷺ کو جو کتاب مقدس (قرآن کریم) دی گئی وہ آخری آسمانی کتاب ہے۔ اس کے بعد کوئی کتاب نہیں۔ آپ ﷺ کی اُمت آخری اُمت ہے۔ اس کے بعد کوئی اُمت نہیں۔ یہ عقیدہ شریعت کی اصطلاح میں ’’عقیدہ ختم نبوّت‘‘ کہلاتا ہے۔

یہ عقیدہ قرآن کریم کی تقریباً سو آیات اور دوسو دس متواتر احادیث سے ثابت ہے اور اس پر اُمت کا اوّل روز سے اجماع چلا آرہا ہے۔ اسی لئے یہ عقیدہ ان بنیادی اور ضروری عقائد میں سے ہے۔ جس کا انکار کفر ہے۔ کیونکہ اس عقیدہ کا انکار قرآن وحدیث کا انکار ہے اور اس کا انکار درحقیقت حضور اکرم ﷺ کی رسالت ونبوت کا انکار ہے۔ قرآن کریم، احادیث متواترہ، فقہائے امت کے فتاویٰ اور اجماع امت کی رو سے آنحضرت ﷺ بلا استثناء تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے علی الاطلاق خاتم ہیں۔ اس لئے آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص کسی معنی ومفہوم میں بھی نبی نہیں کہلاسکتا۔ نہ منصب نبوت پر فائز ہوسکتا ہے اور جو شخص اس کا مدعی ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

یہ خاتمیت آنحضرت ﷺ کے لئے اعلیٰ ترین شرف ومنزلت اور عظیم الشان اعزاز واکرام ہے اور آنحضرت ﷺ کے بعد کسی شخص کا نبی بن کر آنا آنحضرت ﷺ کی سخت توہین کے مترادف ہے۔ عقیدہ ختم نبوّت میں امت مسلمہ کی وحدت کا راز مضمر ہے۔ اسی لئے امت محمدیہ ﷺ نے اس عقیدے کی حفاظت کی۔ اس کے تحفظ کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا اور چودہ سو سال سے کبھی بھی امت اس مسئلے میں دورائے کا شکار نہیں ہوئی۔ بلکہ جب کبھی کسی نے کسی بھی شکل میں اس عقیدے کے خلاف رائے دی۔ امت نے اسے ایک ناسور سمجھ کر جسد ملت اسلامیہ سے کاٹ کر علیحدہ کر دیا۔ حضور

اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں یمن میں اسود عنسی نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تو سرکار دوعالم ﷺ نے اس کے مقابلے اور اس کے خاتمے کے لئے حضرت فیروز دیلمیؓ کو بھیجا۔ جنہوں نے اسود عنسی کا خاتمہ کیا اور اس پر حضور اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب کو مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا: ’’فیروز کامیاب ہوگیا۔‘‘ اسی طرح طلیحہ اسدی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس کے استیصال اور خاتمے کے لئے حضور اکرم ﷺ نے حضرت ضرار بن ازورؓ کا انتخاب فرمایا۔ حضرت ضرارؓ کی قیادت میں ایک لشکر تیار ہوا۔ جھوٹے مدعی نبوت کی فوج سے لڑائی ہوئی اور بالآخر لشکر اسلام کو اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا کی۔

حضور اکرم ﷺ کی زندگی کے آخری سالوں میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد اس فتنے نے زور پکڑا تو حضرت صدیق اکبرؓ نے اس کے مقابلے کے لئے صحابہ کرامؓ پر مشتمل ایک فوج بھیجی۔ جس کی قیادت حضرت عکرمہؓ، حضرت شرجیلؓ بن حسنہ اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے کی۔ یمامہ کے میدان میں شدید مقابلہ ہوا اور بالآخر مسیلمہ کذاب کو اس کی جھوٹی نبوت اور پیروکاروں سمیت دفن کر دیا گیا۔ اس معرکہ ختمِ نبوّت میں ۱۲ر سو صحابہ کرامؓ شہید ہوئے۔ جس میں سات سو قرآن مجید کے حافظ وقاری اور ستر بدری صحابہؓ تھے۔

حضور اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے طرز عمل سے بتادیا کہ عقیدہ ختمِ نبوّت کے خلاف کوئی بات قابل برداشت نہیں اور جو اس کے مقابلے میں اٹھے۔ وہ کسی رعایت کا مستحق نہیں اور اس کا قلع قمع کیا جانا ضروری ہے۔ اسلام کی ۱۴ سوسالہ تاریخ گواہ ہے کہ جب کبھی کسی اسلامی حکومت میں کسی شخص نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تو امت نے اس سے دلائل ومعجزات مانگنے کے بجائے سنت صدیقی کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کے ناپاک وجود ہی سے دھرتی کو پاک کر دیا۔

انیسویں صدی عیسوی میں اسلامی ممالک خصوصاً ہندوستان میں دماغی بے چینی اور ذہنی کش مکش اپنی انتہاء کو پہنچ چکی تھی۔ ہندوستان میں بیک وقت مغربی ومشرقی تہذیبوں، اسلام ومسیحیت اور قدیم وجدید نظام تعلیم میں معرکہ کارزار گرم تھا۔ ہندوستان کے گوشے گوشے میں مسیحی پادری اپنی تبلیغی کوششوں میں سرگرم عمل تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی کوشش ناکام ہوچکی تھی۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کے دماغ مفلوج اور شکست کے صدمے سے ان کے دل زخمی تھے۔

انگریز نے مسیحی مشنریوں کے ساتھ جگہ جگہ فتنوں کے جال پھیلا دیئے تھے۔ فرقہ واریت کو خوب ہوا دی گئی۔ ان کی ہر ممکن کوشش تھی کہ کسی طرح مسلمانوں کے عقائد کو متزلزل کر دیا جائے۔ ان کے عقائد پر ایسی ضرب لگائی جائے کہ مسلمانوں خصوصاً نئی نسل کے دل ودماغ کے سانچے بدل جائیں۔

اگر ان کے ذہن کفر وشرک کو قبول نہ کر سکیں تو کم از کم خالص اسلامی بھی نہ رہیں اور دین ومذہب سے بیزاری اور نفرت کا جذبہ ان میں پیدا ہو جائے۔

انیسویں صدی کے آخر میں بے شمار فتنوں کے ساتھ ایک بہت بڑا فتنہ جھوٹی اور خودساختہ نبوت قادیانیت کی شکل میں ظاہر ہوا۔ جس کی تمام وفاداریاں انگریزی طاغوت کے لئے وقف ہوگئیں۔ انگریز کو بھی ایسے ہی خاردار اور خودکاشتہ پودے کی ضرورت تھی۔ جس میں الجھ کر مسلمانوں کا دامن اتحاد تار تار ہو جائے اس لئے انگریز نے اس خودکاشتہ پودے کی خوب آبیاری کی۔ اس فرقے کے مفادات کی حفاظت بھی انگریز حکومت سے وابستہ تھی۔ اس لئے اس نے تاج برطانیہ کی بھرپور انداز میں حمایت کی۔ ملکہ برطانیہ کو خوشامدی خطوط لکھے۔ حکومت برطانیہ کی عوام میں راہ ہموار کرنے کے لئے حرمت جہاد کا فتویٰ دیا۔ چاپلوسی کے وہ گھٹیا اور پست طریقے اختیار کئے۔ جن سے مرزاغلام احمد قادیانی کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

مرزاغلام احمد قادیانی کے کفریہ عقائد ونظریات اور ملحدانہ خیالات سامنے آئے تو علماء نے اس کا تعاقب کیا اور اس کے مقابلے میں میدان عمل میں نکلے۔ بلکہ خدا کی قدرت دیکھئے کہ اس فتنے کے وجود سے قبل ہی مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ پر بطور کشف اللہ تعالیٰ نے منکشف فرمادیا تھا کہ ہندوستان میں ایک فتنہ برپا ہونے والا ہے۔ چنانچہ مکہ مکرمہ میں ایک دن حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ سے فرمایا: ''ہندوستان میں عنقریب ایک فتنہ نمودار ہوگا۔ تم ضرور وطن واپس چلے جاؤ۔ اگر بالفرض تم ہندوستان میں خاموش بھی بیٹھے رہے تو وہ فتنہ ترقی نہ کر سکے گا اور ملک میں سکون ہوگا۔ پیر مہر علی شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں، میرے نزدیک حاجی صاحبؒ کی فتنے سے مراد فتنہ قادیانیت تھا۔'' (آئینہ قادیانیت ص:۱۱۸)

یاد رہے کہ مرزاغلام احمد قادیانی نے ایک دم نبوت کاذبہ کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ پہلے ''خادم اسلام'' سے اس کا دعویٰ شروع ہوا۔ پھر الہامات کا تذکرہ شروع کیا۔ اپنے آپ کو مجدد ظاہر کیا۔ پھر بتدریج مہدی، مثیل مسیح، مسیح موعود، ظلی، بروزی نبی جیسے دعوؤں کی منازل طے کرتا ہوا نبوت اور انبیاء سے بڑھ کر خدائی کے دعوے تک پہنچ گیا۔ مگر علمائے حق ابتداء میں ہی اس کی عبارات دیکھ کر کھٹک گئے تھے۔ چنانچہ مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ نے فرمایا تھا: ''سن لو، یہ شخص چند دنوں میں ایسے دعوے کرے گا جو نہ رکھے جائیں گے نہ اٹھائے جائیں گے۔''

۱۸۸۴ء میں جب مرزا قادیانی جماعت سازی کے لئے لدھیانہ آیا تو وہاں کے علماء کے ایک وفد نے اس سے ملاقات کی۔ اس کے خیالات ونظریات پر جرح کی۔ وہ ان حضرات کو مطمئن نہ کر سکا تو ان حضرات نے اس کے ملحد اور زندیق ہونے کا فتویٰ دیا۔ اسی طرح بانی دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

نے تحذیر الناس میں ان منکرین ختم نبوّت کے خلاف فتویٰ دیا۔ جس میں مرزا غلام احمد قادیانی کو مرتد، زندیق، ملحد اور کافر قرار دیا گیا اور اس فتنے کے مقابلے میں تمام مکاتب فکر کے علماء صف آراء ہوئے۔ جن میں مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا داؤد غزنویؒ کی مساعی قابل ذکر ہیں۔ لیکن جس شخصیت کو اس دور کی قیادت وامامت تفویض ہوئی۔ وہ امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ ہیں۔ محدث العصر علامہ محمد یوسف بنوریؒ لکھتے ہیں: ’’امت کے جن اکابر نے اس فتنے کے استیصال کے لئے محنتیں کی ہیں۔ ان میں سب سے امتیازی شان امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کو حاصل تھی۔‘‘

مارچ ۱۹۳۰ء کو لاہور میں انجمن خدام الدین کے سالانہ اجتماع میں جو شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کی دعوت پر منعقد ہوا تھا۔ ملک بھر سے پانچ سو علمائے کرام کے اجتماع میں مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ نے مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو امیر شریعت کا خطاب دیا اور سب سے پہلے ان کی بیعت کی قادیانیت کے خلاف افراد اور اداروں کی محنت میں علمائے کرام کا کردار قابل رشک تھا۔

مجلس احرار اسلام ہند نے ۲۰، ۲۱، ۲۲ر اکتوبر ۱۹۳۴ء کو قادیان میں کانفرنس کا انعقاد کیا۔ اس میں ان اکابرین ملت نے قادیانیت کا مقابلہ کیا۔ فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ، مولانا عنایت علی چشتیؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ، مولانا رحمت اللہ مہاجرؒ وغیرہ ان سب حضرات نے قادیان میں رہ کر قادیانیت کو ناکوں چنے چبوائے۔ اس کانفرنس میں علمائے کرام نے ملک کے چپے چپے میں قادیانی عقائد وعزائم کی قلعی کھولنے کی ایک لہر پیدا کر دی۔ غرض یہ کہ ہر محاذ پر علماء نے اس فتنے کا تعاقب کیا اور اس کے گمراہ کن عقائد سے امت مسلمہ کو خبردار کیا۔ یہاں تک کہ ہندوستان تقسیم ہند کے وقت باؤنڈری کمیشن کے سامنے قادیانیوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں سے علیحدہ قرار دے کر ہندوستان سے الحاق پسند کیا۔ جس کی وجہ سے ضلع گورداسپور ہندوستان میں ضم ہوگیا۔ مگر مسلمانوں میں اپنی ریشہ دوانیاں جاری وساری رکھنے کے لئے انہوں نے پاکستان کا رخ کیا۔ دریائے چناب کے کنارے چنیوٹ کے قریب ’’ربوہ‘‘ کو مرکز بنایا اور یہاں سے انہوں نے اپنی ریشہ دوانیاں شروع کیں۔ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ ظفر اللہ قادیانی نے اس فتنے کو مضبوط کیا اور دنیا بھر میں متعارف کرایا۔ قادیانی اس کی شہ پا کر اتنے جری ہوئے کہ اقتدار کے خواب دیکھنے لگے۔ ان حالات میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اس طرف توجہ کی اور مجلس تحفظ ختم نبوّت قائم کی۔ قادیانیوں کو غلط فہمی تھی کہ چونکہ پاکستان کے ارباب اقتدار پر ان کا تسلط ہے۔ فوج میں ان کا گہرا اثر ورسوخ ہے۔ ملک کے کلیدی مناصب پر ان کا قبضہ ہے۔ پاکستان کا وزیر خارجہ ظفر اللہ خان قادیانی ہے۔ اس لئے پاکستان میں مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کا جعلی سکہ رائج کرنے میں انہیں کوئی خاص مشکل پیش نہیں آئے گی۔

چنانچہ جدید حالات میں قادیانیت کے خلاف کام کرنے کے لئے امیر شریعتؒ نے ملکی سیاست سے دست کش ہونے کا اعلان کیا اور آئندہ لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے ۱۴ربیع الثانی ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۳؍دسمبر ۱۹۵۴ء کو اپنے مخلص رفقاء کی مجلس مشاورت طلب کی۔ جس میں مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ، مولانا شیخ احمدؒ بورے والا، مولانا محمد عبداللہ رائے پوریؒ، مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ، مولانا تاج محمود لائل پوریؒ (فیصل آباد)، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا عبدالرحیم اشعرؒ، مولانا غلام محمد بہاولپوریؒ وغیرہ شریک ہوئے۔ غور وفکر کے بعد ''مجلس تحفظ ختم نبوّت'' کے نام سے ایک غیر سیاسی تنظیم کی بنیاد رکھی گئی۔

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو اس قافلے کا پہلا امیر وقائد منتخب کیا گیا۔ ۹؍ربیع الاوّل ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۱؍اگست ۱۹۶۱ء کو ان کا وصال ہوا۔ ان کے بعد مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ امیر دوم، مولانا محمد علی جالندھریؒ امیر سوم اور مولانا لال حسین اخترؒ امیر چہارم منتخب ہوئے۔ ۱۵؍ربیع الاوّل ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۹؍اپریل ۱۹۷۴ء کو مولانا محمد یوسف بنوریؒ ''مجلس تحفظ ختم نبوّت'' کے امیر مقرر ہوئے۔

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں چند سیٹوں پر مرزائی امیدوار منتخب ہوگئے۔ اقتدار کے نشے اور ایک سیاسی جماعت سے وابستگی نے انہیں دیوانہ کر دیا۔ وہ حالات کو اپنے لئے سازگار پاکر انقلاب کے ذریعے اقتدار پر قبضہ کی اسکیمیں بنانے لگے۔ قادیانی جرنیلوں نے اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں۔ اس نشے میں دھت ہوکر انہوں نے ۲۹؍مئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ (چناب نگر) ریلوے اسٹیشن پر چناب ایکسپریس کے ذریعے سفر کرنے والے ملتان نشتر میڈیکل کالج کے طلبہ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ جس کے نتیجے میں تحریک چلی۔

مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ ان دنوں مجلس تحفظ ختم نبوّت پاکستان کے امیر تھے۔ ان کی دعوت پر امت کے تمام طبقات جمع ہوئے۔ آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوّت پاکستان تشکیل پائی۔ جس کے سربراہ حضرت شیخ بنوریؒ قرار پائے۔ اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوش نصیبی کہ اس وقت قومی اسمبلی میں تمام اپوزیشن متحد تھی۔ چنانچہ اپوزیشن پوری کی پوری مجلس عمل تحفظ ختم نبوّت پاکستان میں شریک ہوگئی۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوّت کا اعجاز ملاحظہ ہو کہ مذہبی وسیاسی جماعتوں نے متحد ہوکر ایک ہی نعرہ لگایا کہ مرزائیت کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔

اس وقت قومی اسمبلی میں مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا شاہ احمد نورانیؒ، مولانا عبدالحقؒ، پروفیسر غفور احمد، مولانا عبدالمصطفیٰ ازہریؒ، مولانا عبدالحکیمؒ اور ان کے رفقا نے ختم نبوّت کی وکالت کی۔ متفقہ طور پر اپوزیشن کی طرف سے مولانا شاہ احمد نورانیؒ نے مرزائیوں کے خلاف قرارداد پیش کی اور برسر اقتدار جماعت پیپلز پارٹی یعنی حکومت کی طرف سے دوسری قرارداد جناب پیر

عبدالحفیظ پیرزادہ نے پیش کی جوان دنوں وزیر قانون تھے، قومی اسمبلی میں مرزائیت پر بحث شروع ہوگئی۔ پورے ملک میں مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، نوابزادہ نصر اللہ خانؒ، آغا شورش کاشمیریؒ، علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ، مولانا عبدالقادر روپڑیؒ، مفتی زین العابدینؒ، مولانا تاج محمودؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا عبدالستار خان نیازیؒ، مولانا صاحبزادہ فضل رسول حیدر، مولانا صاحبزادہ افتخار الحسنؒ، سید مظفر علی شمسیؒ، مولانا علی غضنفر کراروی، مولانا عبدالحکیمؒ، پیر صاحب، حضرت مولانا محمد شاہ امروٹیؒ، غرضیکہ چاروں صوبوں کے تمام مکاتب فکر نے تحریک کے الاؤ کو ایندھن مہیا کیا۔

اخبارات و رسائل نے تحریک کی آواز کو ملک گیر بنانے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں کا دباؤ بڑھتا گیا۔ ادھر قومی اسمبلی میں قادیانی و لاہوری گروپوں کے سربراہوں نے اپنا اپنا موقف پیش کیا۔ ان کا جواب اور امت مسلمہ کا موقف مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سمیع الحق، مولانا تقی عثمانی اور مولانا سید انور حسین نفیس رقمؒ نے مرتب کیا۔

اسے قومی اسمبلی میں پیش کرنے کے لیے چودھری ظہور الٰہی کی تجویز اور دیگر تمام حضرات کی تائید پر قرعہ فال مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے نام نکلا۔ جس وقت انہوں نے یہ محضر نامہ پڑھا، قادیانیت کی حقیقت کھل کر اسمبلی کے ارکان کے سامنے آگئی۔ مرزائیت پر اوس پڑ گئی۔ نوے دن کی شب و روز کی مسلسل محنت و کاوش کے بعد جناب ذوالفقار علی بھٹو کے عہد اقتدار میں متفقہ طور پر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو نیشنل اسمبلی آف پاکستان نے عبدالحفیظ پیرزادہ کی پیش کردہ قرارداد کو منظور کیا اور مرزائی آئینی طور غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔ **الحمد للہ رب العالمین حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیه کما یحب ربنا ویرضی!**

بعد میں اس مسودے کو آئینی شکل دینے کے لئے پارلیمنٹ کا اجلاس طلب کیا گیا اور اس اجلاس میں آئینہ طور پر قادیانی ناسور کو ملت اسلامیہ کے جسد سے علیحدہ کر دیا گیا۔

۱۹۸۴ء میں ایک بار پھر تحریک ختمِ نبوّت چلی اور ۲۶/اپریل ۱۹۸۴ء کو ضیاء الحق مرحوم نے ایک آرڈیننس جاری کیا جس کی رو سے قادیانیوں کو مسلمان کہلانے، اذان دینے، اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہنے اور اسلامی شعائر واصطلاحات کے استعمال کرنے سے روک دیا گیا اور ان کی تبلیغی وارتدادی سرگرمیوں پر پابندی لگادی گئی۔

۱۷/فروری ۱۹۸۳ء کو محمد اسلم قریشی مبلغ تحفظ ختمِ نبوّت سیالکوٹ کو مرزائی سربراہ مرزا طاہر کے حکم پر مرزائیوں نے مبینہ طور پر اغوا کیا۔ جس کے ردعمل میں پھر تحریک منظّم ہوئی۔ شیخ الاسلام مولانا سیّد

محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد اس وقت تک مجلس تحفظ ختم نبوّت کی امارت کا بوجھ میرے ناتواں کندھوں پر ہے۔ اس لیے آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوّت پاکستان کی امارت بھی فقیر کے حصہ میں آئی۔ اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ فضل ہے جس سے جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت و ناموس کے تحفظ کے سلسلہ میں امت محمدیہ کے تمام طبقات کو اتفاق و اتحاد نصیب کر کے ایک لڑی میں پرو دیا اور یوں ۲۶/اپریل ۱۹۸۴ء کو امتناع قادیانیت آرڈیننس صدر مملکت جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے ہاتھوں جاری ہوا۔ قادیانیت کے خلاف آئینی طور پر جتنا ہونا چاہیے تھا اتنا نہیں ہوا لیکن جتنا ہوا اتنا آج تک کبھی نہیں ہوا تھا۔

آج اللہ رب العزت کا فضل و کرم ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوّت پاکستان عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت بن چکی ہے اور چار دانگ عالم میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت و ناموس کے پھریرے کو بلند کرنے کی سعادتوں سے بہرہ ور ہو رہی ہے۔ دنیا کے تمام براعظموں میں ختم نبوّت کا کام وسیع سے وسیع تر ہو رہا ہے۔

۳...جنرل محمد ضیاء الحق کی خدمت میں مسئلہ ختم نبوّت سے متعلق مثبت تجاویز

جنرل محمد ضیاء الحق کے عروج اقتدار کے زمانہ میں قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں میں اضافہ ہوا تو ہمارے حضرت قبلہؒ نے ذیل کا کھلا خط جنرل محمد ضیاء الحق کے نام تحریر فرمایا۔ اس خط میں آپ کی حق گوئی، عقیدہ ختم نبوّت کی حقانیت اور قادیانیت کی فتنہ انگیزی پر آپ کے اضطراب کی جو کیفیت تھی وہ ایک ایک لفظ سے واضح ہوتی ہے۔ اسے ملاحظہ فرمائیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

عزت مآب عالی مرتبت جنرل محمد ضیاء الحق صاحبا القابہ

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر وصدر پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، جناب عالی!

مجلس تحفظ ختم نبوّت پاکستان وطن عزیز کا وہ تبلیغی ادارہ ہے جس نے ملک وبیرون ملک (مشرق وسطیٰ، مشرق بعید اور یورپ وغیرہ) میں بے لوث اور مخلصانہ طریق سے تبلیغ اسلام کا دینی فرض سرانجام دیا اور دے رہا ہے۔

مجلس کی مساعی کو اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت سے نوازا اور ان گنت لوگوں کو اسلامی شعائر

وفرائض پر عمل کی توفیق نصیب ہوئی اور ہزاروں کفر وارتداد کے حلقہ سے نکل کر اسلام کے دامن رحمت سے وابستہ ہوگئے۔

کسی بھی دور کی مروجہ سیاست سے کسی بھی قسم کا تعلق نہ رکھنے کے باوجود ملک کے اجتماعی حالات سے چشم پوشی کوئی باشعور نہیں کرسکتا۔ مجلس کے ارباب حل وعقد اور کارکن بھی بحمدہ کبھی اس جرم کے مرتکب نہیں ہوئے۔ انہوں نے ملک کی سلامتی اور قوم کی صلاح وفلاح کے لئے کسی بھی موقع پر کسی سے کم خدمات سرانجام نہیں دیں۔ یہی وجہ ہے کہ سابقہ دور حکومت کے بالخصوص آخری دنوں میں مجلس بھی اجتماعی تشویش میں شریک تھی اور جب ۵؍جولائی ۱۹۷۷ء کی صبح یہ خبر لائی کہ آپ نے ملکی نظم ونسق سنبھال کر ملک کو خطرناک صورتحال سے بتوفیق الٰہی بچا لیا ہے تو مجلس نے بھی اس خبر کو مسرت وخوشی کے ساتھ سنا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ ملک کے اجتماعی حالات سے ناگزیر اور ضروری دلچسپی کی حد تک مجلس نے ہمیشہ بغور حالات کا جائزہ لیا اور دیانت داری کے ساتھ محسوس کیا کہ اچھے رفقاء کی ٹیم میسر آجانے کے بعد ملک وملت آپ کے دور میں نہایت احسن طریقہ سے منزل مقصود حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ کے بعد اقدامات جو پچھلے تین سال میں ہوئے۔ بحیثیت مجموعی وہ مستحق تبریک ہیں اور انہیں نہ سراہنا حقائق کے انکار کے مترادف ہے۔

عالی مرتبت!

موجودہ دور وعہد سے متعلق صاف سیدھے اور مخلصانہ جذبات کے اظہار کے ساتھ ہی حضور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوّت کی پاسبانی کی ادنیٰ خدمت کے ناطہ سے مجلس چند گزارشات پیش کرنا چاہتی ہے۔ جنہیں خوگر حمد سے گلہ کا نام دیا جاسکتا ہے۔ یہ گزارشات ''الدین النصیحۃ'' (دین خیر خواہی کا نام ہے) کے خالص دینی جذبہ سے پیش کی جارہی ہیں۔ اس کا فوری محرک آپ کی ۳؍جون ۱۹۸۰ء کو وہ تقریر ہے جس میں آپ نے مثبت تجاویز ارسال کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے اور اس توقع پر کہ آپ جیسا مخلص مسلمان ان سنگین مسائل کے حل کی طرف فوری توجہ کر کے مسلمانان پاکستان ہی نہیں بلکہ مسلمانان عالم کی دعاؤں کے مستحق بنیں گے اور ساتھ ہی حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت اور رب محمد ﷺ کی خوشنودی آپ کا مقدر ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

۱… محترمی! ملک میں سنسر شپ ہے۔ اس کے حسن وقبح پر گفتگو ہمارا وظیفہ نہیں۔ بلکہ یہ بات ہمارے لئے انتہائی کرب واضطراب کا باعث ہے کہ قادیانی پریس وہ سب کچھ کہہ رہا ہے جس کی نہ مذہب اجازت دیتا ہے نہ قانون۔ مرزائیوں کے جرائد ورسائل میں وہ تحریریں اور اصطلاحات اسی طرح

چھپ رہی ہیں۔ جن سے مسلمانوں کے جذبات بری طرح مجروح ہوتے ہیں اور واضح طور پر توہین رسالت ہوتی ہے۔ مرزا قادیانی کو نبی، رسول اور مسیح موعود اور اس کے دیکھنے والوں کو صحابہ اس کی بیویوں کو امہات المؤمنین، اس کی جماعت کے سربراہ کو خلیفہ اور امیر المؤمنین لکھا پڑھا اور پکارا جارہا ہے۔ سنسرشپ کے دور میں ہی چھپنے والے اس قسم کے مواد کی تفصیلات کے لئے دفتر درکار ہے۔ نمونہ کے طور پر آپ کو توجہ دلائی جاتی ہے کہ تحریک جدید، نامی رسالہ جو ربوہ سے شائع ہوتا ہے۔ اس کی اپریل ۱۹۸۰ء کی اشاعت میں ''ذکر حبیب'' کے عنوان سے چھپنے والے صرف ایک مضمون میں ۱۴ مرتبہ مرزا غلام احمد قادیانی کو ''حضور علیہ السلام'' لکھا گیا ہے۔ فیا حسرتا!

۲... صوبہ پنجاب کے سابق گورنر جناب جنرل سوار خان نے ربوہ کالج کی غصب شدہ کروڑوں روپیہ کی زمین کالج کو واپس دلائی (یادرہے کہ تعلیمی اداروں کے قومی ملکیت میں لئے جانے کے وقت یہ زمین بلطائف الحیل مرزائیوں نے حکومت سے ہتھیا لی اور سالہا سال اس پر غاصبانہ قبضہ جمائے رکھا) زمین کی واپسی دسمبر ۱۹۷۹ء میں ہوئی۔ لیکن جنوری ۱۹۸۰ء میں ڈی۔سی جھنگ جناب فاروق ہارون نے درستی ریکارڈ کا آرڈر کر دیا اور اے۔سی جھنگ میاں ریاض احمد نے انتقال توڑ دیا۔ جس سے کیس کی حیثیت بری طرح مجروح ہوئی اور اس کھیل کے ذریعہ وہ زمین قادیانیوں کو دی جارہی ہے۔ یاد رہے کہ ایک طے شدہ معاملہ کو درستگی ریکارڈ کے عنوان سے الجھانا اور متعلقہ اے۔سی چنیوٹ کی بجائے دوسری تحصیل کے اے۔سی کو کیس کی سماعت پر مامور کرنا معاملات کی خرابی کی چغلی کھاتا ہے۔ جس کا مداوا کرنا ازبس ضروری ہے۔

۳... پورے ملک میں بلدیاتی انتخابات کا مرحلہ سر ہو چکا ہے اور بلدیاتی اداروں کے سربراہوں کے انتخابات بھی ہو چکے ہیں۔ ربوہ ٹاؤن کمیٹی کے سربراہ کا انتخاب ہنوز نہیں ہو سکا۔ الیکشن اتھارٹی لاہور کے حکم پر جناب ڈی۔سی جھنگ نے ۳۱رمئی کے لئے نوٹیفکیشن جاری کیا۔ اس دن ممبران انتخاب کے لئے کمیٹی ہال ربوہ پہنچ گئے۔ دو گھنٹہ تک ان کو آر۔ایم ربوہ نے بٹھائے رکھا اور پھر یہ کہہ کر الیکشن نہ کرایا کہ جھنگ سے فون آیا ہے کہ ابھی ابھی سیشن جج جھنگ میاں غلام احمد نے سٹے آرڈر دے دیا ہے۔ تمام ممبران کی حاضری اور وقت ہو جانے کے باوجود الیکشن نہ کرایا۔ فون کا آنا، سٹے آرڈر کا ہو جانا۔ بظاہر قانونی نوعیت کی بات ہے۔ لیکن بباطن کہانی کا سلسلہ دراز تر ہے۔ جو انتہائی تشویش کا موجب ہے اور اس کا فوری تدارک لازمی ہے۔

۴... ربوہ اور اس کے گردونواح کے کئی ایک تعلیمی سنٹروں کے نگران ہیڈ ماسٹر صاحبان قادیانی ہیں۔ مڈل سکول احمد نگر، مڈل سکول حست کھیوہ، پرائمری سکول ربوہ خاص طور پر قابل ذکر

ہیں۔ اس وجہ سے سکولوں میں قادیانیت کی کھلے بندوں تبلیغ روزمرہ کا معمول ہے اور کوئی تدارک کرے تو شنوائی نہیں۔ مثلاً ماسٹر محمد افضل جو احمد نگر سکول کے مدرس تھے۔ اسی جرم بیگناہی کی پاداش میں ان کی توہین وتذلیل، مار پٹائی ہوئی تحریری درخواست کے باوجود تھانہ میں کیس نہ درج ہونے دیا گیا اور آخری انجام اس غریب مسلمان ماسٹر کے تبادلہ کی شکل میں رونما ہوا۔ اس شکل میں بچوں کا ایمان واسلام خطرہ میں ہے اور یہ سلسلہ قانون پاکستان کی کھلی خلاف ورزی ہے۔

۵...ڈاکٹر عبدالسلام نوبل پرائز ملنے کے بعد ایک پلاننگ کے تحت پاکستان میں آیا۔ یہ وہ ذات شریف تھی جو انتہائی اہم سرکاری منصب پر فائز تھی۔ لیکن ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم کے بعد سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر لندن جانکلی۔ وہاں کی شہریت لے کر پاکستان میں واپس نہ آنے اور کسی قسم کا تعلق نہ رکھنے کا اعلان کیا۔ پھر اسے اسمبلی ہال میں کھڑا کرنا اور ملک کے دوسرے حصوں میں اعزاز واکرام سے نوازنا ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ اس نے اور اس کی جماعت نے پہلا پاکستانی مسلمان باربار کہہ کر جس طرح اپنے کفروارتداد کو اسلام کا عنوان دیا اور آئین پاکستان کی مٹی پلید کی وہ ایک المیہ ہے اور آپ جیسے صالح مسلمان کے دور میں ایسا ہونا ایک سوالیہ نشان ہے؟ محترمی! اس اعزاز واکرام کی وجہ سے مختلف مسلمان ممالک میں ڈاکٹر عبدالسلام کی پذیرائی اور بعض اداروں کی ممبرشپ وغیرہ کی تمام تر ذمہ داری حکومت پاکستان پر ہے۔ جس کا سدباب صبح قیامت کی مسؤلیت سے بچنے کے لئے ضروری اور لابدی ہے۔

۶...مرزائیوں کے ایک اہم ترین فرد پیر صلاح الدین نے جو مختلف النوع ذمہ وارانہ سرکاری مناصب پر فائز رہ چکا ہے۔ راولپنڈی میں بدکاری واخلاق باختگی کا جو اڈا پیر ہوٹل کے نام سے بنایا۔ اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں۔ اسے ملٹری کورٹ سے سزا ملی اور سنگین لیکن سزا کا ایک حصہ بھگت جانے کے بعد باقی سزا معاف کر کے نہ صرف اخلاق باختگی وبدکاری کے سنگین مجرموں کو ڈھیل دی گئی۔ بلکہ توہین رسالت کے مجرموں کو بغلیں بجانے کا موقع فراہم کیا گیا۔

۷...ملک کے مختلف مقامات پر جو قادیانی جہاں موجود ہے وہ سرگرم عمل ہے۔ بالخصوص سرکاری دفاتر میں متعین قادیانی بری طرح کل پرزے نکال رہے ہیں۔ جس کا ایک حصہ مجلس عرفان کے نام پر درس وتبلیغ کا سلسلہ ہے۔ جس سے مسلمانوں میں اشتعال کی فضا کا پیدا ہونا قدرتی امر ہے۔ جس کا نتیجہ کسی ناخوشگوار حادثہ کی شکل میں رونما ہوسکتا ہے۔ جس کا نہ ملک متحمل ہے نہ ملت۔

جناب عالی!

یہ اور اس نوعیت کے سنگین واقعات ہیں جو معاملات کے الجھاؤ کا باعث بن رہے ہیں۔ منکرین ختم نبوّت کے ہر دو فریق منہ زور گھوڑے کی طرح شرارت وفساد انگیزی میں مصروف ہیں۔

عالی مرتبت! حضور نبی مکرم صلوٰت اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہ کے ادنیٰ اور گنہگار امتی ہونے کا شرف ہمارا کل سرمایہ ہے اور بس...اور ہم اپنی جماعت کے بانی وامیر اوّل حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری الحسنی قدس اللہ سرہ العزیز کے الفاظ میں سیاست کو سور کی بوٹی سے تعبیر کرتے ہوئے وہی بات دہراتے ہیں جو شاہ جیؒ نے خواجہ ناظم الدین کے دور حکومت میں کہی کہ سرکار مدینہ کے ناموس کا تم تحفظ کرو، میں تمہارے ریوڑ چراؤں گا۔

جنرل صاحب! محمد کریم علیہ السلام کا وجود ہی وہ گرامی قدس وجود ہے جس کی وجہ سے کائنات کو عزتیں نصیب ہوئیں۔ ملک وقوم کی سلامتی اوراس کی بے لوث خدمت کے لئے آپ کی قیادت میں ہم سے جو بن پڑا کرگزریں گے۔لیکن شرط یہی ہے کہ ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم بہ سلسلہ قادیانیت کے عملی تقاضوں کو پورا کر کے ان مسائل میں قوم کو اعتماد میں لیں۔ متذکرہ امور کے علاوہ مندرجہ ذیل امور بھی آپ کی فوری توجہ کے مستحق ہیں۔

الف... مرزائیوں کو کلیدی اسامیوں سے برطرف کیا جائے۔

ب... ان پر اسلام اور پاکستان دشمنی کے الزام میں مقدمہ چلایا جائے۔

ج... ان کی نیم فوجی تنظیموں پر پابندی عائد کی جائے۔

د... مرزائیوں کا خلاف اسلام تمام لٹریچر ضبط کیا جائے۔

ہ... مرزائیوں کو مسجد، نماز، اذان، نبی، رسول، خلیفہ، امیر المؤمنین، امہات المؤمنین، صحابہ جیسی اسلامی اصطلاحات کے استعمال سے قانوناً باز رکھا جائے۔

و... شناختی کارڈ، راشن کارڈ، سکول سرٹیفکیٹ میں مذہب کے خانہ کا اضافہ کیا جائے۔

ز... پاکستان میں دعویٰ نبوت قابل تعزیر جرم قرار دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیں اور تمام مسلمانان عالم کو شافع یوم محشر، ساقی کوثر، حضور نبی مکرم ختمی مرتبت صلوٰت اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہ کی سچی محبت وعقیدت اور آپ کی اطاعت کے لازوال شرف سے نوازے۔

آمین بحرمته النبی الکریم علیه الصلوٰة و التسلیم!

آپ کا مخلص: فقیر ابوالخلیل خان محمد

امیر مجلس تحفظ ختم نبوّت پاکستان ملتان

وسجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی

۴...خطبۂ صدارت

شیخ المشائخ حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کی طرف سے ۲۶ویں سالانہ آل پاکستان ختم نبوّت کانفرنس چنیوٹ منعقدہ ۲۶،۲۷،۲۸ردسمبر ۱۹۷۸ء کے موقع پر پڑھا گیا۔

شہدائے ختمِ نبوّت

اے جان دینے والو محمدؐ کے نام پر
ارفع بہشت سے بھی تمہارا مقام ہے
تحریک پاک ختمِ نبوّت کے عاشقو
واللہ! تم پہ آتش دوزخ حرام ہے
تحریک کو وہ زندۂ جاوید کر گیا
خون شہید سرخی نقش دوام ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

الحمد للّٰہ و کفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی خصوصًا علی سیّد الرسل وخاتم الأنبیاء وعلٰی آلہ المجتبٰی وعلٰی اصحابہ الأصفیاء، اما بعد!

محترم علمائے کرام ورہنمایان عظام اور میرے شیدایان اسلام بھائیو اور بہنو!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ! یہ عظیم الشان کانفرنس اپنی درخشندہ وتابندہ روایات کے ساتھ ہر سال عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت پاکستان کے زیر اہتمام منعقد ہوتی ہے۔ الحمدللہ کہ آج ہم اس چھبیسویں عظیم الشان سالانہ کانفرنس کا آغاز کر رہے ہیں۔ آپ حضرات اگرچہ مجلس تحفظ ختمِ نبوّت پاکستان سے اچھی طرح متعارف ہیں اور اس عظیم الشان کانفرنس کی ضرورت اور اہمیت سے بھی بے خبر نہیں ہیں۔ تاہم یہ فقیر مناسب خیال کرتا ہے کہ مجلس اور اس کانفرنس کے سلسلہ میں چند باتوں کا اعادہ کر دے تاکہ اس جماعت کے ساتھ وابستہ عظیم اور مقدس مقاصد سے جہاں ہم سب اچھی طرح باخبر ہو جائیں۔ وہاں نہ تو ہمارے متعلق کسی کو کوئی غلط فہمی رہ جائے اور نہ ہی وہ بلند وبالا مقاصد اور مقدس مشن ہمارے جاں نثار اور

ایثار پیشہ ساتھیوں کی نظروں سے اوجھل ہونے پائے اور ہم سب ان مقاصد کے حصول کو اس مقدس مشن کی تکمیل کے لئے پہلے سے بھی زیادہ محنت اور خلوص کے ساتھ سرگرم عمل ہو جائیں۔

حضرات گرامی قدر! یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے اور اس مسلمہ حقیقت پر تاریخ کا ایک ایک ورق گواہ ہے کہ مرزائیت اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک سازش اور فتنے کا دوسرا نام ہے۔ برطانوی سامراج نے اپنی مخصوص مصلحتوں اور مفادات کے لئے اسے جنم دیا۔ اسے تحفظ مہیا کیا اور اپنے زیر نگین مقبوضات میں اسے پھلنے پھولنے کا موقع فراہم کیا۔ خود مرزا قادیانی نے تحریری طور پر اپنے آپ کو سرکار برطانیہ کا خود کاشتہ پودا تسلیم کرلیا ہے۔ انگریزوں کے مخالفوں کی جاسوسی کرنے اور برطانوی سامراج کے مفاد میں جہاد کی حرمت کا فتویٰ دینے اور اس سلسلہ میں بھری ہوئی پچاس الماریوں کی مقدار لٹریچر چھاپ کر برصغیر بلکہ پوری دنیائے اسلام میں تقسیم کرنے کا نہ صرف اقرار کر لیا ہے۔ بلکہ اسے اپنا اور اپنی جماعت کا قابل فخر کارنامہ بتایا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی جماعت کی طرف سے یہ سارے رسواکن کارنامے مسلمانوں کی وحدت ملی کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے اور برطانوی سامراج کی جڑوں کو مضبوط اور مستحکم رکھنے کے لئے سرانجام دیئے گئے۔ اس تاریخی حقیقت کی روشنی میں یہ بات بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اس فتنہ کے استیصال کی سعادت بھی انہیں مجاہدوں کے حصہ میں آئی جو گزشتہ پوری صدی انگریزوں کے خلاف سینہ سپر ہوکر نبرد آزما رہے اور انگریزوں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے ان کے اس خود کاشتہ پودے اور خود ساختہ فتنے کے سر پر بھی کاری ضربیں لگاتے رہے۔

سامعین کرام! انگریز اسلام اور مسلمانوں کا بدترین دشمن رہا۔ اس نے اپنی سامراجی مصلحتوں کے لئے مختلف رنگ وروپ رکھنے والے کئی ایجنٹ پیدا کئے تھے اور ان کی درجہ بدرجہ نگہداشت کرتا رہا تھا۔ جاگیرداروں کے علاوہ اس نے سرکاری علماء، سرکاری اولیاء اور سرکاری انبیاء تیار کر رکھے تھے۔ دنیوی معاملات میں وہ جہاں غدار جاگیرداروں اور سرمایہ داروں سے اپنے اقتدار کے استحکام کے لئے توانائی حاصل کرتا تھا۔ وہاں ان نام نہاد شمس العلماؤں، جعلی اولیاؤں اور جھوٹے مدعیان نبوت سے حرمت جہاد کی سندیں حاصل کرتا، علمائے حق اور مجاہدین اسلام کے ان فتوؤں اور فیصلوں جن میں برطانوی ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا گیا تھا کے جواب میں ان پیٹ کے پجاری علمائے سو سے ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کے فتوے لیتا رہا۔ علمائے حق اور ان کی معیت میں جہاد کرنے والے مجاہدین اسلام کو نہ صرف انگریزوں سے جہاد کرنا پڑا اور ایک قاہر اور جابر فرنگی اقتدار کے مظالم برداشت کرنا پڑے۔ بلکہ انگریزوں کی اس پالتو مخلوق کی یاوہ گوئی کی اذیتیں بھی سہنا پڑیں۔

آج بے شمار لوگ اپنے سیاسی اور مذہبی نسب ناموں کی درستگی میں مصروف ہیں۔ لیکن

انگریزوں کی اپنی لکھی ہوئی کتابوں اور اس کی خفیہ فائلوں کا ریکارڈ گواہ ہے کہ برطانوی سامراج اور اس کے ایجنٹوں سے ٹکرانے والے لوگ کون تھے۔ ان کی تاریخ غازیوں اور شہیدوں کی تاریخ ہے۔ پھانسیوں کی تاریخ ہے۔ چونے کی بھٹیوں میں زندہ جلائے جانے کی تاریخ ہے۔ جیلوں کی کال کوٹھریوں کی تاریخ ہے۔ اپنی اولادوں اور گھرانوں کو برباد اور ویران کرانے کی تاریخ ہے۔

حاضرین کرام! اسی مجاہد فی سبیل اللہ قافلے اور قبیلے کا ایک عظیم فرزند حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مجلس تحفظ ختم نبوّت کے بانی ہیں اور وہی بلبل بستان رسول اس عظیم الشان کانفرنس کے بھی بانی ہیں۔ مولانا ظفر علی خاں کے الفاظ میں:

کانوں میں گونجتے ہیں بخاری کے زمزمے
بلبل چہک رہا ہے ریاض رسول میں

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی پوری زندگی ان دو آرزوؤں کے اردگرد گھومتے ہوئے کٹ گئی۔ ان کی پہلی آرزو یہ تھی کہ ان کی دیکھتی آنکھوں کے سامنے انگریز برصغیر سے اپنا بوریا بستر باندھ کر چلا جائے یا انہیں اپنے اکابر کی راہ پر چلتے ہوئے تختۂ دار کی موت نصیب ہو جائے۔ اللہ نے ان کی یہ آرزو ان کی زندگی ہی میں پوری کر دی۔ ان کی دیکھتی آنکھوں کے سامنے انگریز ملک چھوڑ گیا اور وہ بہرحال فرنگی کی جڑیں کاٹنے اور اپنے ملک کو اس دشمن اسلام سے آزاد کرانے میں کامیاب ہو گئے۔

شاہ جیؒ نے یہ سرخروئی تالیف وتصنیف کے مشغلے یا کسی فتویٰ فروشی کے سلسلے سے حاصل نہ کی تھی۔ بلکہ وہ اور ان کے ساتھ مجاہدوں اور غازیوں کی ایک زبردست جماعت اپنے سروں پر کفن باندھ کر اور اپنے متعلقین کو خدا حافظ کہہ کر گھروں سے نکلے تھے اور اس فرنگی سے ٹکرا گئے تھے۔ جس کی سلطنت میں سورج غروب نہ ہوا کرتا تھا وہ اس جہاد آزادی میں نہ صرف فرنگی کے ظلم وتشدد کے تیروں سے زخمی ہوتے رہے۔ بلکہ انہیں فرنگی کے ایجنٹوں کے کانٹوں سے بھی اپنے دامن تار تار کرانا پڑے۔ تحریک آزادی کے جہاد میں شاہ جیؒ کے ہمراہ مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم پر چوہدری افضل حق، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا مظہر علی اظہر، شیخ حسام الدین، چوہدری عبدالرحمٰن راہوں، چوہدری عبدالعزیز بیگووال، خواجہ عبدالرحیم عاجز، غازی عبدالرحمٰن، حافظ علی بہادر، نوابزادہ محمود علی خاں کیلاش پوری، آغا شورش کاشمیری، مولانا ظفر علی خاں، حکیم آفتاب احمد جامعی، مولانا گل شیر شہید، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا قاضی احسان احمد، نوابزادہ نصر اللہ خاں، حکیم عبدالسلام ہزاروی، مولانا عبدالقیوم پوپلزئی، حاجی عبدالرحمٰن بٹالوی، مولانا لال حسین اختر، ماسٹر تاج الدین انصاری، صوفی عنایت محمد پسروری، حکیم نوردین، میر عبدالقیوم، مولانا عبدالرحیم جوہر جہلمی، مولانا

عبدالرحمٰن میانوی، حافظ عزیزالرحمٰن کراچی، محمد شفیع سالار، محمد ابراہیم خادم، فاتح قادیان مولانا محمد حیات، مولانا غلام غوث ہزاروی، صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ، مرزا غلام نبی جانباز، حافظ عبدالمجید نابینا، حکیم غلام غوث ڈیرہ غازیخان، چوہدری ثناء اللہ بھٹہ، عبدالرحیم خان نیازی، صوفی اللہ داد کامریڈ، عبدالکریم وزیرآبادی، فضل الرحمٰن خان، مظہر خاں خدکہ ملتان، مولانا عبدالغفور انوری اور بے شمار مخلص بہادر ایثار پیشہ اور جانثار کارکن اور رضا کار شامل تھے۔ ان میں سے جو لوگ وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبور کو اپنے انوار رحمت سے منور فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرمائے اور جو حضرات ابھی حیات ہیں ان کو تادیر سلامت رکھے۔

معزز سامعین! حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی دوسری آرزو تھی کہ انگریزوں کا خودکاشتہ پودا جماعت مرزائیہ اپنے انجام کو پہنچ جائے۔ اس آرزو کے لئے انہوں نے تحریک آزادی کے دوران بھی بے پناہ کام کیا اور ان کے مجاہد ساتھیوں نے ہمیشہ اس فتنۂ سیاہ کا محاسبہ کیا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جہاد آزادی کے دوران انہوں نے مجلس احرار کے ساتھ ایک خودمختار شعبۂ تبلیغ قائم کیا جس کا مرکز قادیان کو قرار دیا گیا۔ جس کے ناظم دفتر یکے بعد دیگرے مولانا عنایتؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ اور فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ رہے۔ پیر شاہ چراغؒ کے نام شعبۂ قادیان کے تمام املاک خریدی گئی تھیں۔ اس شعبۂ کے سربراہ میاں قمر دینؒ رئیس اچھرہ تھے۔ آزادی ملک کے بعد شاہ جیؒ نے اپنی تمام تر توجہات تحفظِ ختمِ نبوّت اور استیصال فتنۂ مرزائیت کی طرف مبذول کر دیں۔ اس میں شک نہیں کہ آزادی ملک تک مجلس احرار اسلام نے مرزائیت کا ناطقہ بند کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور اس سلسلہ میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

لیکن دوسری طرف بدقسمتی سے مجلس احرار اسلام بوجوہ تحریک پاکستان کی حمایت مسلم لیگ کے نہج پر نہ کر سکی تھی۔ تحریک پاکستان سے قبل اسے شہید گنج کی سازش کی وجہ سے عوامی غیظ وغضب کا شکار ہونا پڑا تھا۔ رہی سہی کسر تحریک پاکستان کے زمانہ میں نکل گئی۔ مرزائی پاکستان کے سیاسی طور پر ہی نہیں، مرزا غلام احمد قادیانی کی پیشین گوئیوں اور الہامات کے مطابق بھی مخالف تھے۔ جب پاکستان مرزائیوں کی پیشین گوئیوں اور مخالفت کے علی الرغم بننے لگا تو مرزا محمود نے اعلان کر دیا کہ اگر ملک تقسیم ہوا تو وہ تقسیم عارضی ہوگی اور ہم کوشش کریں گے کہ ہندو مسلم آپس میں شیر وشکر ہو جائیں اور ہم کسی نہ کسی طرح ملک کو پھر اکھنڈ بنا دیں گے۔

حضرات گرامی! مرزا محمود کے اس اعلان کے بعد ہمارے لئے ضروری ہو گیا کہ ہم مسلمانوں کو مرزائیوں کے مذہبی عقائد اور سازشی عزائم سے پوری طرح آگاہ کریں اور قوم کا اعتماد حاصل کر کے

اجتماعی طاقت اور قوت کے ساتھ ان کے عزائم سے ملک اور ملت کو بچائیں۔ بے شمار لوگ ایسے تھے جو اس مقصد میں ہمارے ساتھ ہمدردی اور اتفاق رکھنے کے باوجود مجلس احرار اسلام سے خدا واسطے کا بیر رکھتے تھے۔ ہم نے مناسب سمجھا کہ ضرورت نام کی نہیں اصل کام کی ہے۔ ادھر خود مجلس احرار اسلام نے بھی اپنی سیاسی حیثیت ختم کر دینے کا اعلان کر دیا تھا۔ حالات کے تقاضے اور اکثر ساتھیوں کی خواہش کے مطابق حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ اور مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ نے ایک خالص تبلیغی، دینی اور غیر سیاسی جماعت بنانے کا فیصلہ کیا اور اس کا نام ''مجلس تحفظ ختم نبوّت پاکستان'' تجویز ہوا۔ مجلس احرار اسلام کے قائدین ماسٹر تاج الدین انصاریؒ اور ضیغم اسلام شیخ حسام الدین کا اعتماد بھی حاصل کیا گیا۔ اس بلند مقصد کے حصول کے لئے جماعت کی بنیاد رکھی گئی اور اس کے بنیادی ممبران میں حسب ذیل حضرات حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا شیخ احمدؒ بورے والا، مولانا محمد شریف بہاول پوریؒ، مولانا محمد حیاتؒ، مولانا تاج محمودؒ، مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا عبدالرحیم اشعرؒ، مولانا محمد عبداللہؒ ساہیوال، مولانا نذیر حسینؒ پنوں عاقل اور مولانا علاؤالدینؒ شامل تھے۔ مجلس نے انتہائی بے سروسامانی اور کسمپرسی کے حالات میں اس عظیم کام کا بیڑہ اٹھایا اور جماعت کا پہلا بجٹ ۳۶۰ روپے سالانہ یعنی ایک روپیہ یومیہ تھا۔ مجلس تحفظ ختم نبوّت کا مرکزی دفتر جامع مسجد حسین آگاہی ملتان کا ملحقہ حجرہ تجویز ہوا۔ اس مسجد میں مولانا محمد علی جالندھریؒ ایک مدت سے خطبہ جمعہ دیا کرتے تھے۔

مجلس تحفظ ختم نبوّت کے پہلے مبلغ بلکہ صدر المبلغین فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ مقرر ہوئے۔ اس کے بعد اس سلسلے میں حضرت شاہ جیؒ کی سرپرستی، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ اور دوسرے ساتھیوں کے خلوص اور محنت سے ترقی اور برکات شامل ہوتی چلی گئیں۔ خدائے قدوس کی بے شمار رحمتوں اور برکتوں کا ظہور ہو رہا ہے۔ خصوصاً شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے دور میں حق تعالیٰ نے جماعت کو لاتعداد ظاہری اور باطنی برکات ونوازشات سے سرفراز فرمایا اور انہیں کی زیر قیادت تحریک ختم نبوّت ۱۹۷۴ء کامیاب ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی اس خاص شان صمدیت کا اظہار ہوا کہ ختم نبوّت کے محاذ پر سب سے بڑھ کر علمی اور عملی حصہ لینے والے حضرت امام العصر علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ کے ایک معنوی فرزند حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے جس تحریک کا آغاز کیا تھا۔ انہیں کے دوسرے معنوی فرزند حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے اسے کامیابی سے ہمکنار کر دیا۔

محترم حضرات! اس میں شک نہیں کہ فتنہ مرزائیت کے بالمقابل بے شمار سعید ارواح نے جہاد میں حصہ لیا۔ جن میں مولانا محمد علی مونگیریؒ، مولانا مرتضٰی حسن چاند پوریؒ، مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، سید علی الحائری، علامہ اقبالؒ، مولانا ظفر علی خانؒ جیسی بلند و بالا ہستیاں بھی شامل تھیں۔ لیکن مرزائیوں کے محاسبے کا اصل کام مجلس تحفظ ختم نبوّت کے قیام سے شروع ہوتا ہے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک کے لئے مجلس عمل میں مجلس تحفظ ختم نبوّت کے قائدین امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا لال حسین اخترؒ کے ساتھ ساتھ ملت اسلامیہ کے گلہائے رنگارنگ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ، مولانا احتشام الحق تھانویؒ، مولانا اطہر علیؒ، پیر صاحبؒ سرینہ شریف، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، شیخ حسام الدینؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ، صاحبزادہ فیض الحسنؒ، حضرت مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادریؒ، مولانا عبدالحامد بدایوانیؒ، مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ، حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ، جناب سید مظفر علی شمسیؒ، علامہ حافظ کفایت حسینؒ جیسی عظیم المرتبت شخصیتیں شامل وشریک تھیں۔

اور ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوّت کے لئے بننے والی مجلس عمل میں مجلس تحفظ ختم نبوّت کے قائدین حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، راقم الحروف فقیر خان محمد خانقاہ سراجیہ شریف، مولانا تاج محمودؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، سردار میر عالم خان لغاری کے ساتھ ساتھ قائد جمعیت حضرت مولانا مفتی محمودؒ، مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک، مولانا عبیداللہ انورؒ، حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ، مولانا قاری محمد اجمل خانؒ، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ، مولانا سید عنایت اللہ شاہؒ، بریلوی مکتب فکر سے مولانا شاہ احمد نورانیؒ، مولانا صاحبزادہ فضل رسول حیدر، مولانا سید محمود احمد رضویؒ، سید محمود شاہ صاحب گجراتیؒ، سید محمد علی رضویؒ، مولانا غلام علی اوکاڑویؒ، تنظیم اہل سنت سے مولانا عبدالستار تونسوی، سید نور الحسن شاہ بخاریؒ، اہل حدیث حضرات سے میاں فضل حق، مولانا عبدالقادر روپڑیؒ، مولانا عبدالرحیم اشرفؒ، علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ، مولانا محمد صدیقؒ، شیعہ حضرات سے سید مظفر علی شمسی، مولانا محمد اسماعیل، جناب ع غ کراروی، سیاسی جماعتوں کے نمائندگان میں سے جناب نوابزادہ نصر اللہ خانؒ، چوہدری ظہور الٰہیؒ، پروفیسر غفور احمد، رانا ظفر اللہ خان، میاں طفیل محمد، میجر اعجاز احمد، خان محمد اشرف خان، علی اصغر شاہ، محاسبہ کمیٹی سے آغا شورش کاشمیریؒ، تبلیغی جماعت سے مولانا مفتی زین العابدینؒ، آزاد ممبران سے مولانا ظفر احمد انصاری اور مولا بخش سومرو، مجلس احرار سے مولانا ابوذر بخاریؒ اور چوہدری ثناء اللہ بھٹہ بھی شامل تھے۔

لیکن یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ان گلہائے رنگارنگ کو جمع کرنے اور ایک پلیٹ فارم پر لانے اور اس گلدستے کو باندھنے کے لئے سبز شاخ کا کام مجلس تحفظ ختم نبوّت ہی نے انجام دیا۔ اس کے

علاوہ یہ بھی امر واقعہ ہے کہ مرکزی تحریک ختمِ نبوّت ۱۹۷۴ء کے جملہ اخراجات مجلس ہی نے برداشت کئے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور تمام مسلمانوں کی مساعی کو قبول فرمائے۔

گرامی قدر حاضرین! حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی وفات کے سانحہ کے بعد مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کی قیادت اور خدمت کی ذمہ داری فقیر کے ناتواں کندھوں پر ڈالی گئی ہے۔ جسے یہ فقیر مجلس کی شوریٰ کے ممبران اور عہدیداران اور ہزاروں نہیں لاکھوں شمع ختمِ نبوّت کے پروانوں کی دعاؤں اور ہر نوع کے تعاون سے نبھا رہا ہے۔ مجلس نے مرزائیوں کے ہر چیلنج کو الحمدللہ! قبول کیا۔ اندرون ملک اور بیرون ملک ان کی ارتدادی سرگرمیوں کا تعاقب جاری رکھا ہوا ہے۔ اس سلسلہ میں جماعت نے حسب استطاعت عربی، انگریزی، اردو، سندھی زبانوں میں بے شمار لٹریچر چھاپ کر اندرون ملک اور بیرون ملک پھیلایا ہے۔ مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کا ترجمان ہفتہ وار لولاک فیصل آباد سے مولانا تاج محمودؒ کی ادارت میں تمام مرزائی رسائل وجرائد کا منہ توڑ جواب دے رہا ہے۔ ان کی خفیہ سازشوں کو بے نقاب کرنا اور ان کے ناپاک عزائم کو ناکام بنانے میں لولاک نے الحمدللہ! اپنا ایک مقام پیدا کیا ہے۔

اس کے علاوہ مجلس نے مختلف بیرونی ممالک میں اپنی تبلیغی وفود بھیجے اور وہاں جا کر مرزائیوں کی دسیسہ کاریوں کے پردے چاک کئے ہیں۔ مشرق وسطیٰ، انڈونیشیا، افریقہ، مغربی جرمنی اور انگلستان، جزائر فجی میں مستقل رابطے اور مراکز قائم کر لئے ہیں۔ جن رابطوں کو مالی وسائل کے مطابق زیادہ طاقتور بنانے کی تجاویز زیر غور ہیں۔ بیرون ملک جماعت کے جن قائدین اور رہنماؤں نے تبلیغ اسلام کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں ان میں شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا عبدالرزاق اسکندر، مولانا عبدالرحیم اشعرؒ، مولانا سید منظور احمد شاہ حجازیؒ، مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد عبداللہ کاکاخیل، مولانا اسد اللہ طارق اور مولانا عبدالمجید خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

مکرم سامعین! مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کو حق تعالیٰ نے یہ عزت اور کامیابی آپ سب حضرات کی دعاؤں اور تعاون سے نصیب فرمائی ہے کہ اس کے ربوہ کی سرزمین بے آئین پر دو مرکز اس وقت قائم ہو چکے ہیں۔

مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن اب مستقل مجلس کے زیر انتظام دینی اور تبلیغی مرکز کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہی ہے۔ جس میں ربوہ میں رہائش پذیر مسلمانوں اور خصوصاً ربوہ کے ریلوے اسٹیشن کے عملہ کا خصوصی تعاون بھی حاصل ہے۔ اس مسجد میں گزشتہ تین سال سے مجلس کے مبلغ حضرات نماز جمعہ وعیدین اور امامت وخدمت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ ہماری جماعت کے ممتاز عالم دین مولانا اللہ وسایا آج کل وہاں جمعہ کا خطبہ دیتے ہیں۔

ربوہ کے مسلمانوں کے علاوہ اردگرد کے دیہات کا یہ مسجد مرکز بنتی چلی جارہی ہے۔ **فالحمد لله علی ذالک!**

اس طرح ربوہ میں مجلس کا دوسرا بڑا عظیم الشان مرکز مرکزی جامع مسجد ختمِ نبوّت مسلم کالونی ربوہ میں زیر تعمیر ہے۔ یہاں ابتدائی طور پر ایک چھوٹی سی مسجد بنا کر اور اس کے ساتھ مدرسہ تعلیم القرآن کی عمارت تعمیر کی گئی ہے۔

اس مرکز کے نگران اعلیٰ فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ ہیں اور مدرسہ تعلیم القرآن میں باقاعدہ قاری صاحبان مسافر اور مقامی بچوں کو حفظ قرآن کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

اس مرکز پر اللہ کے فضل وکرم سے گزشتہ سال ربیع الاوّل میں یک روزہ سیرت النبی ﷺ کانفرنس منعقد کی گئی تھی۔ جو اس فقیر کی صدارت میں ہوئی اور جس میں بیرون اور اندرون ربوہ کے ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی۔

حضرات گرامی قدر! پچھلے دنوں آپ کو اخبارات کے ذریعہ معلوم ہوگیا ہوگا کہ مرزائیوں نے ایک خاص سازش کے تحت الیکشن کمیشن کے دفتر میں مسلمان ووٹروں کے لئے مجوزہ فارم کے حلف نامے میں اپنے منشاء کے مطابق گڑ بڑ اور تبدیلی کی تھی۔ ہمیں اس کا علم ہوا تو فقیر خود، مولانا تاج محمودؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ اور مولانا محمد رمضان علوی کی معیت میں بطور وفد پاکستان قومی اتحاد کے صدر اور اپنے عظیم رہنما مولانا مفتی محمودؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے کمال شفقت اور خصوصی توجہ سے ہماری معروضات کو قابل اعتناء سمجھ کر اس اہم مسئلہ میں مداخلت کی۔ صدر مملکت ضیاء الحق سے دو ملاقاتوں کے مواقع پر انہوں نے مجلس تحفظ ختمِ نبوّت اور کل مسلمانوں کے اس مطالبے کو ڈٹ کر پیش کیا اور دلائل سے صدر مملکت کو قائل کرلیا اور اس طرح مرزائیوں کی یہ خاص سازش ناکام ہوگئی ہے۔ اس سلسلہ میں عدالت تک کا دروازہ بھی کھٹکھٹایا گیا اور جو مساعی جماعت نے سرانجام دیں، یہ مختصر فرصت اس کی متحمل نہیں ہے۔

فارموں کے اس دجل سے مرزائیوں کا منشاء یہ تھا کہ انہیں مرزائیوں کے لئے مخصوص فارم پر نہ کرنے پڑیں اور وہ مسلمانوں کے لئے مجوزہ فارم پر کرسکیں۔ مرزائیوں کے لئے مخصوص فارم پر کرنے کی صورت میں:

۱...وہ اپنے آپ کو غیر مسلم اقلیت تسلیم کرتے، جبکہ ابھی تک انہوں نے قومی اسمبلی کے فیصلہ سے بغاوت اختیار کی ہوئی ہے۔

۲...دوسرا مقصد ان کا یہ تھا کہ اگر وہ مرزائیوں کے لئے مخصوص فارم پر کردیں گے تو ان کی

اصل گنتی کا بھرم کھل جائے گا، جو شاید چند ہزار مرزائیوں سے متجاوز نہ ہوسکتی ہو۔ جبکہ مرزائی اپنی مردم شماری لاکھوں کی تعداد میں بتاتے ہیں۔

حضرات گرامی! یہ عظیم الشان کانفرنس جیسا کہ فقیر نے پہلے عرض کردیا ہے کہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی ایک مقدس امانت ہے۔ اس کانفرنس کو یہ شرف حاصل ہے کہ شاہ جیؒ نے اپنی ساری زندگی اتحاد بین المسلمین کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں تھیں۔ آج یہ کانفرنس شاہ جیؒ کی انہیں گرانقدر خدمات کا صلہ ہے اور اس کانفرنس میں آپ حضرات ملک کے مختلف مکاتب فکر کے بزرگوں کو ایک سٹیج پر جلوہ افروز دیکھ رہے ہیں۔ اس کانفرنس میں جو انتہائی ناخوشگوار اور ناموافق موسم میں ہوتی ہے اور آپ حضرات کو دور ونزدیک سے آنے کی زحمت دی جاتی ہے، اس کی ایک وجہ اتحاد بین المسلمین کی ضرورت واہمیت ہے، جو اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے ازبس ضروری ہوچکا ہے۔

آپ کے قریب ربوہ میں نئے مسیحی پرانے مسیحیوں کے کرسمس کی مناسبت سے جمع ہوتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ چنیوٹ اور اردگرد کے دیہات کے ہمارے سادہ لوح مسلمان بھائیوں کا ایمان بچایا جائے، تاکہ وہ کہیں دجال کے اس فتنہ کا غلط فہمی اور کم علمی کی وجہ سے شکار نہ ہوجائیں۔

آخر میں فقیر تمام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اپنے فروعی اختلافات کو کم ازکم کرکے ایک خدا، ایک رسول، ایک کعبہ، ایک کتاب اللہ کی بنیاد پر اتحاد کو قائم کریں۔ غلط فہمیوں، بدگمانیوں اور الزام تراشیوں کو چھوڑ دیں، ملک میں ہزاروں فتنے اور سازشیں زیرزمین پھیلائی جارہی ہیں، دوست دشمن کی پہچان رکھیں اور مکار دشمن کی کسی چال اور سازش کا شکار نہ ہوں۔ اس وقت اگر ہمارا اتحاد مضبوط ہوا تو اب دنیا کی کوئی طاقت یہاں نظام اسلام کے اجرا کو روک نہیں سکتی۔

ہمیں اس بات پر خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ جنرل محمد ضیاء الحق اور ان کی موجودہ کابینہ نظام اسلام کے نفاذ کی ابتداء کرچکی ہے، ۱۲؍ربیع الاوّل سے بعض احکام اور اقدامات نافذ ہوجائیں گے، ابھی سے مساجد زیادہ آباد نظر آنے لگی ہیں، نہ صرف ہماری سماجی اور معاشرتی برائیاں اور خرابیاں دور ہوں گی، بلکہ اسلامی نظام کے نفاذ کی برکت سے حق تعالیٰ ہم پر اپنی رحمتوں کے بے شمار خزانوں کے دروازے کھول دے گا۔

آپ سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوّت کے ممبر بنیں۔ اس سے مالی تعاون کریں اور سارقین ختم نبوّت کے استیصال اور ان کی سازشوں سے ملک وملت کو بچانے میں عملی حصہ لیں۔

حضرات محترم! اب میں ان تمام مہمانوں، مندوبین، مدعوئین، علمائے کرام، مشائخ عظام، رہنمایان ملک وملت اور جملہ شرکائے کانفرنس کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کے لئے دعا کرتا ہوں کہ حق

تعالیٰ انہیں اس تکلیف پر اپنی بے شمار رحمتوں سے نوازے اور احسن جزا عطا فرمائے۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

امیر مرکزی مجلس تحفظِ ختم نبوّت پاکستان ملتان

از خانقاہ سراجیہ کندیاں

۵...خطبۂ صدارت

امیر مرکزیہ مجلس تحفظِ ختم نبوّت پاکستان، شیخ المشائخ حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں کی طرف سے ۲۷ویں سالانہ آل پاکستان ختمِ نبوّت کانفرنس چنیوٹ منعقدہ ۲۷، ۲۸، ۲۹ر دسمبر ۱۹۷۹ء کے موقع پر پڑھا گیا۔

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ"

قابل احترام علمائے کرام! رہنمایان عظام، کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے آئے ہوئے مدعوئین ومندوبین اور میرے ذی احترام شیدایان اسلام وفدایان ختمِ نبوّت، خواتین وحضرات، السلام علیکم ورحمتہ اللہ!

آج ایک سال کے بعد ایک بار پھر ہم اس ستائیسویں کل پاکستان ختمِ نبوّت کانفرنس میں جمع ہوئے ہیں۔ میں آپ کے لئے رب کریم سے مخلصانہ دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ آپ کا اس انتہائی ناخوشگوار اور سخت ٹھنڈے موسم میں تکلیف برداشت کر کے آنا قبول فرمائے اور آپ کو دنیا وآخرت میں اس کی نیک جزا نصیب فرمائے۔

اصل میں آپ کا یہ تکلیف برداشت کرنا اور سخت سردی میں آ کر کانفرنس میں شرکت کرنا ایک نہایت ہی نیک اور بابرکت جذبہ ہے۔ آپ کی اس کانفرنس میں تشریف آوری حضور اکرم فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ عشق اور محبت کے باعث ہے۔ اس اجلاس میں شرکت فرما کر آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فدائیوں اور تحریک تحفظ عقیدہ ختمِ نبوّت کے رضا کاروں میں اپنا نام درج کرا دیا ہے۔

شفاعت کے مستحق

میرا یقین ہے کہ جو لوگ اتباع سنت کے ساتھ ساتھ حفاظت ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے

جان، مال، وقت یا کسی بھی نوع کی کوئی قربانی کرتے ہیں۔ وہ خواجہ یثرب وبطحاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ یہ کانفرنس اگرچہ ہر سال منعقد ہوتی ہے اور اس میں لاکھوں شیدایان اسلام اور فدایان ختم نبوّت مختلف مکاتب فکر کے علمائے کرام سے پیغام حق سن کر نہ صرف اپنا ایمان تازہ کرتے ہیں۔ بلکہ اتحاد بین المسلمین کے عملی مظاہرہ میں بھی شریک ہوتے ہیں اور اس طرح اس کانفرنس کو ملک میں ایک خاص اہمیت حاصل ہوگئی ہے۔ تاہم اس سال اس کانفرنس کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ جس کی حسب ذیل تین وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ

محترم حضرات! ملک کے حالات آپ کے سامنے ہیں۔ سال رواں میں جب الیکشنی سیاست نے پر پرزے نکالنے شروع کئے اور ۱۷ نومبر ۱۹۷۹ء الیکشن کی تاریخ مقرر ہوگئی تو جوں جوں وہ تاریخ قریب آرہی تھی ایسا معلوم ہورہا تھا کہ ملک کسی خوفناک خانہ جنگی کے گڑھے میں گر رہا ہے۔ ایک طرف خدا کے دشمن کمیونسٹ، رسول دشمن مرزائی، لادین طاقتوں کا ہراوّل دستہ بنے ہوئے تھے۔ تمام لادین طاقتیں باہمی تضادات کے باوجود آپس میں گہری سازش اور یکجہتی اختیار کر چکی تھیں اور دوسری طرف ایک اللہ، ایک رسول، ایک قرآن، ایک کعبہ اور ایک کلمہ کے ماننے والے تشتت اور انتشار کا شکار تھے۔ ملتان چلو، رائے ونڈ چلو، بھکر چلو، لاہور چلو اور جہلم چلو کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ کوئی فقہ حنفیہ کا مطالبہ کر رہا تھا۔ کوئی فقہ جعفریہ کا نفاذ نہ ہونے پر مرنے مارنے کے لئے تیار ہو رہا تھا۔ کوئی فقہ کے نام ہی سے بیزاری کا اظہار کر رہا تھا۔ غرضیکہ دینی طاقتوں میں ایک اعصابی جنگ بپا تھی۔ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کی مساجد کو فتح کرنے کے نامبارک شغل کو جہاد فی سبیل اللہ قرار دے کر فساد فی الارض کا مرتکب ہو رہا تھا۔ تکفیر اور ایک دوسرے کو جہنمی قرار دینے کے فتوؤں کو تجدید ہونے لگی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مٹنے والی قوموں کی تمام نشانیاں ان میں پوری ہو رہی ہیں اور اگر الیکشن ہوگیا ہوتا تو ان کو سوائے خدائے ذوالجلال کے اور بچانے والا کوئی نہیں ہوسکتا تھا۔

مجلس تحفظ ختم نبوّت کی خدمات

ایسے خوفناک اور دردناک حالات میں مجلس تحفظ ختم نبوّت ہی ایک واحد ایسی جماعت تھی، جس نے اپنی بساط بھر کوشش کی کہ ان فرقہ باز پیشہ وروں کو روکا جائے۔ تاکہ یہ اتحاد امت کے خرمن کو آگ لگانے میں کامیاب نہ ہوسکیں۔

الف... مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے ترجمان ہفتہ وار لولاک نے اس فرقہ وارانہ آگ کو بجھانے کے لئے بھرپور کوشش کی۔ اس مجلّہ کے اکثر اداریئے اور مضامین کا موضوع اتحاد امت رہا اور فرقہ پرست جتھے داروں سے خدا کے نام پر اپیل کی گئی کہ وہ اس آگ کو نہ دھکائیں۔ جس میں بالآخر انہوں نے خود بھی بھسم ہو جانا ہے۔

ب... مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے جملہ علمائے کرام و مبلغین ملک کے طول وعرض میں پھیل گئے اور انہوں نے عوام کو سمجھایا کہ ہوش میں آؤ۔ اعتدال کی راہ اختیار کرو اور اس جنگ وجدال سے بچو۔ جس جنگ وجدال کے بانی مبانی اور اصل محرک مرزائی ہیں۔ جو چاہتے ہیں کہ امت محمدیہ کا اتحاد پارہ پارہ ہو جائے اور وہ باہم لڑمر کر تباہ ہو جائے اور آئندہ انتخابات میں لادینوں کو فتح حاصل ہو جو اقتدار میں آکر اسلام کے ان تمام اجارہ داروں کے بوجھ سے زمین کو پاک کردیں اور یہاں کمیونسٹوں اور قادیانیوں کو ازسرنو زندگی حاصل ہو۔

ج... مجلس تحفظ ختمِ نبوّت نے اس مقصد کے لئے اپنے بجٹ سے ایک خطیر رقم مخصوص کر دی۔ جس سے ایسے اشتہارات، پمفلٹ اور کتابچے شائع کر کے ملک میں تقسیم کئے گئے اور عوام کو اصل خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے اتحاد کی دعوت دی گئی اور انہیں احساس دلایا گیا کہ وہ فرقہ پرستی کو چھوڑ کر اتحاد کی راہ اختیار کریں۔ انتہاء پسند کی بجائے اعتدال پسند بن جائیں۔

د... ایسے نازک حالات میں کچھ درد دل رکھنے والے علمائے کرام کا ایک وفد جب جنرل محمد ضیاء الحق سے راولپنڈی میں ملا اور ان کو ملک کے صحیح حالات سے آگاہ کرتے ہوئے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اصلاح احوال کی طرف متوجہ ہوں اور جن حالات کی وجہ سے ۱۹۷۱ء میں پاکستان دولخت ہو گیا تھا۔ ایک بار پھر ان واقعات کا اعادہ نہ ہونے دیں اور ملک کو خانہ جنگی کی نذر ہونے سے بچائیں۔ اس وفد میں مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے تین مقتدر نمائندے مولانا محمد عبداللہ خطیب مرکزی جامع مسجد اسلام آباد، مولانا تاج محمود ایڈیٹر لولاک فیصل آباد اور مولانا نورالحق نور پشاوری شامل تھے۔ اس ملاقات کے نتیجہ میں حکومت کو بعض ایسے اقدامات کرنا پڑے جن سے فرقہ وارانہ صورتحال کنٹرول میں ہوئی اور ملک کے امن وامان کو جو خطرہ لاحق تھا وہ ٹل گیا ہے۔

دوسری وجہ

حضرات گرامی قدر! پچھلے دنوں مکہ مکرمہ میں تمام اسلامی ممالک کے نمائندگان کی ایک میٹنگ ہوئی اور اس میں بالاتفاق یہ قرار پایا کہ پندرھویں صدی ہجری اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور احیائے اسلام کی صدی ہوگی۔

چودھویں صدی کے آخری سال اور پندرھویں صدی کے پہلے سال یعنی ان دو سالوں میں تمام اسلامی ممالک ایسی تقریبات منعقد کریں اور ایسے کردار کا مظاہرہ ہو کہ جس سے احیائے اسلام اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کو تقویت حاصل ہو۔ چنانچہ اس سال ہماری یہ کل پاکستان ختمِ نبوّت کانفرنس بھی اس سلسلہ کی ایک عظیم الشان تقریب کے طور پر منعقد ہو رہی ہے اور آپ کانفرنس کی کاروائی سے یہ یقین لے کر واپس جائیں گے کہ واقعی یہ کانفرنس احیائے اسلام کی تحریک کی ایک اہم ترین تقریب ہے۔ مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے اغراض ومقاصد میں ایک اہم ترین مقصد حفاظت واشاعت دین ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ اسلامی کانفرنس مکہ کے اجتماعی فیصلے کا مقصد بھی حفاظت واشاعت دین ہی ہے۔ اس لئے مجلس، مکہ مکرمہ کی اسلامی کانفرنس کے اس فیصلے کا نہ صرف یہ کہ خیر مقدم کرتی ہے۔ بلکہ دنیائے اسلام کو یقین دلاتی ہے کہ مجلس اپنی تمام تر توانائیاں اس عظیم مقصد کے لئے وقف کر دے گی اور انشاء اللہ تعالیٰ، تحریک احیائے اسلام میں دنیائے اسلام کی دوسری تمام دینی جماعتوں کے دوش بدوش اپنا فرض سرانجام دے گی۔

تیسری وجہ

سامعین محترم! آپ کو معلوم ہے کہ ۵؍جولائی ۱۹۷۷ء سے جنرل محمد ضیاء الحق کی حکومت اس بات کی مدعی ہے کہ وہ یہاں اسلامی نظام نافذ کرے گی۔ اصل میں برصغیر کی تقسیم اسلامیان برصغیر نے صرف اور صرف اس مقصد کے لئے چاہی تھی اور منظور کی تھی کہ وہ اس نوزائیدہ مملکت میں اسلام کے مطابق زندگیاں بسر کرنا چاہتے تھے۔ جبکہ مشترکہ ہندوستان میں مسلمان آزادانہ طور پر اسلام کے مطابق زندگی بسر کرنے سے معذور ہوتے۔ ۱۹۴۷ء سے اب تک کئی حکومتیں بدلیں۔ اگرچہ بعض حکومتیں زبانی جمع خرچ کے طور پر اسلام کے متعلق بلند وبانگ دعوے بھی کرتی رہیں۔ لیکن کسی حکومت نے وہ وعدہ وفا نہ کیا اور وہ مقصد پورا نہ کیا جس مقصد کے لئے پاکستان معرض وجود میں آیا تھا۔

ان حکومتوں نے اسلامی نظام کا نفاذ تو کیا کرنا تھا۔ الٹا لادینیت کی سرپرستی کرتی رہیں۔ ذرائع ابلاغ، پریس، تعلیمی اداروں اور فلم وٹی وی کے ذریعہ اسلام کی جڑیں کاٹی جاتی رہیں۔ نظریہ پاکستان کے دشمنوں کی حوصلہ افزائی ہوتی رہی۔ اسلامی اقدار کا مذاق اڑایا جاتا رہا اور بھرپور کوشش کی گئی کہ ملک کی فضا سیکولرازم اور سوشلزم کے حق میں ہموار ہو جائے۔ صرف یہ ہی نہیں بلکہ اسلام کے حامیوں کو دبانے اور کچلنے کی کوششیں کی گئیں۔ اسلامی نظام چاہنے والوں کو جیلوں میں بند کیا گیا اور انہیں بے شمار مصائب برداشت کرنا پڑے۔

سب سے بڑا ظلم یہ ہوا کہ قادیانیت جیسے دشمن اسلام اور دشمن پاکستان فتنہ کی بھی سرپرستی کی

گئی۔قادیانیوں کواہم ترین کلیدی مناصب پر تعینات کیا گیا۔اندرون ملک اور بیرون ملک ان کی تبلیغ کے لئے سہولتیں مہیا کی گئیں۔مملکت خداداد پاکستان کے خزانہ سے دنیا بھر میں ارتداد پھیلانے کے لئے انہیں زرمبادلہ دیا جاتا رہا۔

تحریک ختم نبوّت ۱۹۵۳ء

مجلس تحفظ ختم نبوّت نے مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے اپنا ایمانی فریضہ ادا کرتے ہوئے فتنہ قادیانیت کے خلاف آواز اٹھائی تو اس آواز کو دبانے کی کوشش کی گئی۔پابندیاں،زبان بندیاں،گرفتاریاں،ہتھکڑیاں،بیڑیاں،جیلیں اور کال کوٹھڑیاں فدایان ختم نبوّت کا نصیبہ بن گئیں۔اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے بلبل بستان رسول حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور ان کے جیالے ساتھیوں نے ملک کی تمام دینی جماعتوں کو دعوت دی۔تمام دینی جماعتوں نے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی دعوت پر لبیک کہا اور ۱۹۵۳ء میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوّت کا قیام عمل میں آیا۔اس وقت کی مدعی اسلام حکومت نے یزید کی روایات کے مطابق پاکستان بھر میں کربلا کی یاد تازہ کردی۔سینکڑوں ماؤں کے بیٹے شہید ہوئے۔ختم نبوّت زندہ باد کے نعروں پر فدایان ختم نبوّت کے سینوں میں گولیاں ماری گئیں۔ ہزاروں زخمی اور لاکھوں جیلوں میں قید اور نظر بند ہوئے۔یہی تاریخ ۱۹۷۴ء میں ایک بار پھر دہرائی گئی۔خلاصہ یہ ہے کہ پورے تیس سال تک اسلام مظلوم رہا۔اسلام کے داعی معتوب رہے۔خصوصاً کمیونسٹوں اور مرزائیوں کی ناز برداری ہوتی رہی اور ختم نبوّت کے شیدائیوں کو دبایا اور کچلا جاتا رہا۔

۱۹۷۴ء کی تحریک اگرچہ نظر بہ ظاہر کامیاب ہوئی۔مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔لیکن بعد میں قومی اسمبلی کے اس عظیم فیصلے کے مطابق قانون سازی نہ کی گئی اور نہ ہی اس پر کما حقہ عمل کرایا گیا۔مرزائیوں کی دیدہ دلیری پہلے سے بھی بڑھ گئی اور انہوں نے پاکستان کے سب سے زیادہ موثر اور طاقتور ادارے قومی اسمبلی کی قرارداد کو ماننے سے انکار کردیا۔اس طویل تبصرے سے میرا مقصد یہ ہے کہ قیام پاکستان سے لے کر بھٹو شاہی کے خاتمے تک قوم کے ساتھ دھوکہ ہوتا رہا۔اسلام کے نام پر اسلام کی بیخ کنی ہوتی رہی اور اسلام دشمن طاقتیں طاقتور سے طاقتور ہوتی ہیں۔

اب حالات بدل گئے ہیں

۵رجولائی ۱۹۷۷ء کے بعد حالات بدل گئے ہیں۔جنرل محمد ضیاء الحق خود ایک پختہ اور صحیح العقیدہ مسلمان ہیں۔خوش قسمتی سے ان کے رفقاء جنرل بھی دل وجان سے یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ

پاکستان جس مقصد کے لئے بنایا گیا تھا وہ مقصد پورا ہونا چاہئے۔

چنانچہ ذرائع ابلاغ وغیرہ میں نمایاں تبدیلی نظر آرہی ہے اور بعض اسلامی احکامات واقدامات کا نفاذ بھی کردیا گیا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل ایک طویل عرصہ سے غیر اسلامی قوانین کی بجائے اسلامی قوانین کی ترتیب اور تدوین میں مصروف ہے اور اس کی شفارشات کو بڑی اہمیت دی جارہی ہے اور صدر ضیاء الحق بار بار اعلان کرچکے ہیں کہ ملک کے تمام قوانین کتاب وسنت کے مطابق بنا کر نافذ کردیئے جائیں گے۔

چاروں فرقوں کا اتحاد ضروری ہے

آج اس کانفرنس میں ہم نے بڑی ذمہ داری سے ان اعلانات کا جائزہ لینا ہے کہ آیا ملک میں ایسے حالات موجود ہیں اور ایسی فضاء بن رہی ہے جس میں اسلامی نظام کامیاب ہوجائے گا۔ یا خدانخواستہ اس کے برعکس صورت حال ہے۔

میں واضح الفاظ میں اعلان کردینا چاہتا ہوں کہ اگر پاکستان کے چاروں فرقوں دیوبندی، بریلوی، شیعہ اور اہل حدیث نے اعتدال کی راہ اختیار کی اور اتحاد کا ثبوت دیا تو پاکستان میں جنرل محمد ضیاء الحق کا نافذ کردہ اسلامی نظام کامیاب ہوگا اور اس اسلامی نظام کی برکات سے آہستہ آہستہ تمام غیر اسلامی نقوش مٹتے چلے جائیں گے اور یہاں جتنے فتنے موجود ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی موت مرجائیں گے۔

لیکن اگر ان چاروں فرقوں کے علماء اور عوام نے اعتدال اور اتحاد کی راہ اختیار نہ کی اور وہی بھانت بھانت کی بولیاں بولنا شروع کردیں جو ۱۶/اکتوبر ۱۹۷۹ء سے پہلے بلند ہورہی تھیں تو یاد رکھیئے اور نوٹ کرلیجئے کہ یہاں نہ صرف یہ کہ اسلامی نظام کامیاب نہیں ہوگا۔ بلکہ یہاں دیر سویر ایسے حالات پیدا ہونے کا ڈر ہے۔ جن کی وجہ سے یہاں اسلام اور شرافت کے نام تک کے مٹ جانے کا امکان ہے۔

حالات اطمینان بخش نہیں ہیں

اس وقت حالات یہ ہیں کہ ایک طرف کسان کھیتوں میں فصلیں بونے میں مصروف ہیں اور دوسری طرف صحراؤں اور پہاڑوں میں ٹڈی دل لاتعداد انڈے اور بچے دینے میں مصروف ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ ان ٹڈی دلوں کو اگر قبل از وقت تلف نہ کیا گیا تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ یہ ٹڈی دل ہمارے لہلہاتے کھیتوں کو چاٹ جائیں گے اور اس وقت ان کا کوئی انسداد ممکن نہ ہوگا۔

حضرات گرامی! مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے علماء رفقاء موجودہ جرنیلوں کا بے حد احترام کرتے

ہیں۔ تعاونوا علی البر والتقویٰ کے تحت ان سے ہر ممکن تعاون جاری ہے۔لیکن یہ بات اس عظیم کانفرنس میں کہہ دینا ضروری ہے کہ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ ہر طرف سب اچھا ہے تو یہ بات بالکل غلط ہے۔ ہر طرف سب اچھا نہیں ہے۔البتہ مارشل لاء کی وجہ سے ایک خاموشی اور سناٹا ضرور ہے۔لیکن بدی کی طاقتیں برابر پنپ رہی ہیں۔ان کے عزائم نہ اس ملک کے متعلق درست ہیں اور نہ مسلمانوں کے متعلق۔

اگر جرنیل چاہتے ہیں کہ یہاں اسلامی نظام نافذ ہو اور وہ کامیاب ہو۔شرافت اور انسانیت کا بول بالا رہے۔مارشل لاء کے ہٹائے جانے کے بعد بھی حالات پرسکون رہیں اور کوئی بدی کی طاقت ان کے کئے کرائے کو تہہ وبالا نہ کر دے تو انہیں مندرجہ ذیل باتوں کی طرف فوری توجہ دینا ہوگی اور جرأت مندانہ فیصلے کرنا ہوں گے۔

۱...چاروں فرقوں کے اعتدال پسند علماء اور رہنماؤں کو اعتماد میں لے کر ان کا مکمل تعاون حاصل کرنا ہوگا اور ان کی مشاورت سے ایک زبردست مہم اور تحریک کی ضرورت ہے جو چاروں فرقوں کے عوام میں باہمی اتحاد اور اعتماد کی فضا بحال کرے اور انہیں یقین دلائے کہ نہ صرف اسلام کی بقاء بلکہ ان کی اپنی بقاء کا راز بھی ان کے باہمی اعتماد واتحاد میں مضمر ہے۔اس کے ساتھ ہی فرقہ پرست انتہا پسندوں اور جتھے داروں کو معاشرے میں بے اثر کرنا اور ان کی اس حد تک حوصلہ شکنی کرنا کہ وہ آئندہ کبھی بھی امت کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی جرأت اور جسارت نہ کرسکیں ضروری ہے۔جب تک فرقہ بندی میں انتہا پسندی کا قلع قمع نہیں ہوجاتا اس وقت تک یہاں اسلامی نظام کے نفاذ اور اس کی کامیابی کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔

۲...ملک میں دو سنگین اور خطرناک فتنے موجود ہیں۔لادینیت کا فتنہ اور قادیانیت کا فتنہ۔پہلی حکومتوں کے ادوار میں ان فتنوں کی حکومتی سطح پر سرپرستی اور حوصلہ افزائی ہوئی۔اب اگرچہ انہیں اس طرح کی سرپرستی حاصل نہیں رہی۔تاہم تمام سرکاری شعبوں میں یہ اسلام اور پاکستان کے دشمن گھسے ہوئے موجود ہیں۔لادینیت کا فتنہ چھوٹے بڑے کئی منظّم اور غیر منظّم گروہوں کا ملغوبہ ہے۔قادیانیوں کا فتنہ وحدتِ فکر اور وحدتِ عمل رکھنے والے ایک منظّم اور موثر گروہ کی صورت میں موجود ہے جس کے پاس بے پناہ جائز اور ناجائز دولت موجود ہے اور جسے باہر کی بعض بڑی بڑی اسلام دشمن طاقتوں کی پشت پناہی بھی حاصل ہے۔قادیانی اپنی مؤثر تنظیم، بے پناہ روپیہ اور بیرونی پشت پناہی کے باعث پاکستان میں اسلام دشمن گروہوں اور طاقتوں کی قیادت کررہے ہیں۔موجودہ حکومت ملک کی خدمت اور اسلامی نظام کے لئے اپنی محنت کا کوئی مثبت نتیجہ دیکھنا چاہتی ہے اور اسلام اور پاکستان دونوں کے تحفظ کی دل سے خواہاں ہے تو اسے ان فتنوں کا جرأت سے قلع قمع کرنا ہوگا۔

صدر مملکت کے نام تار

ہماری جماعت نے گزشتہ ہفتہ صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق کو ایک طویل اور مفصل تار بھیجا ہے۔ اس تار میں حرم شریف کے حادثہ فاجعہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ کس طرح مٹھی بھر احمقوں اور سازشیوں کے ایک گروہ نے حرم کی تقدیس کو پامال کر دیا۔ تمام دنیائے اسلام کو خون کے آنسو رلا کر تڑپا دیا اور دنیائے کفر کے سامنے ہمارا سارا بھرم اور شرم کھول کے رکھ دیا۔

اس حادثہ میں صرف سعودی عرب کی حکومت ہی کے لئے عبرت اور نصیحت نہیں بلکہ دنیائے اسلام کے تمام حکمرانوں اور سربراہوں کے لئے سبق موجود ہے۔ سعودی حکومت اس سانحہ کا تصور بھی نہ کر سکتی تھی کہ دو اڑھائی سو غدار اٹھ کر ایسے جرم کا ارتکاب کر دیں گے جس سے پوری دنیائے اسلام کی زبردست کرکری ہو جائے گی۔

دنیائے اسلام کے سربراہوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے اپنے ہاں کے خطرناک فتنوں کی بروقت بیخ کنی کریں۔ پاکستان میں بھی قادیانیت کا فتنہ موجود ہے۔ مرزائی اسلام اور پاکستان دونوں کے دشمن ہیں اور غیر مسلم اقلیت دیئے جانے کے باوجود سابقہ حکومت کے قومی اسمبلی کی قرارداد پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے دن بدن ترقی کر رہے ہیں۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ اس فتنہ کا گہرا مطالعہ کریں۔ اگر ضرورت سمجھیں تو ہم آپ کو اس کی دسیسہ کاریوں سے آگاہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آپ پہلی فرصت میں اس فتنہ کی بیخ کنی کر دیں، ورنہ کسی نہ کسی وقت یہ فتنہ پاکستان اور اسلام دونوں کے لئے خطرناک اور نقصان دینے والا ثابت ہوگا۔ یہ تار ۸ر دسمبر ۱۹۷۹ء کو مولانا تاج محمودؒ صدر مجلس تحفظ ختم نبوّت فیصل آباد نے صدر مملکت کو بھیجا ہے۔

مجلس کی کارکردگی

سامعین کرام! اس وقت پورے پاکستان میں مجلس تحفظ ختم نبوّت کی شاخیں اور دفاتر موجود ہیں، خصوصاً بڑے بڑے شہروں اور اضلاع کے صدر مقامات پر دفاتر، ٹیلی فون اور مبلغین حضرات کا انتظام موجود ہے۔ ربوہ میں بھی اب اللہ کے فضل وکرم سے ہماری دو مساجد آباد ہیں اور مسلم کالونی ربوہ میں مدرسہ ختم نبوّت بھی جاری ہے۔ حضرت مولانا محمد حیاتؒ فاتح قادیان کا ہیڈ کوارٹر بھی ربوہ ہے۔ وہاں دفتر میں ٹیلی فون لگ گیا ہے۔ جس کا نمبر ۲۶۶ ہے۔ مسجد محمدیہ ربوہ کی تعمیر پر اس سال مجلس تحفظ ختم نبوّت نے ۵۰ ہزار روپیہ خرچ کر کے اندرونی حصے کی تکمیل کرا دی ہے۔ اب صرف سامنے کی دیوار پر مینار اور تاج مکمل ہونا باقی رہ گیا ہے۔ اس کے علاوہ مسجد کے ساتھ مدرسہ عربیہ اسلامیہ بھی تعمیر کیا جانا ہے، جس

کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسباب فراہم کردیئے ہیں۔

مسلم کالونی ربوہ میں پہلے ایک چھوٹی سی مسجد، مدرسہ اور مدرسین کی رہائش گاہ پہلے ہی تعمیر ہوچکی ہے، لیکن مجلس کی شوریٰ کے فیصلہ کے مطابق اسی چھوٹی مسجد کی جگہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی یادگار میں ایک عظیم الشان جامع مسجد ختم نبوّت تعمیر کی جائے گی۔ اس عظیم الشان جامع مسجد کی بنیادیں بھردی گئی ہیں، ڈمپ پروف ڈال دیا گیا ہے۔ تقریباً دس ہزار روپیہ کی دریائی ریت مسجد اور پلاٹ میں بھرائی کے لئے ڈال دی گئی، انشاء اللہ بہت جلد اس کی تعمیر شروع کردی جائے گی۔ اس مسجد کے ساتھ سوفٹ اونچا مینار بھی تعمیر کیا جائے گا۔ جو دور دور سے یادگار بخاریؒ کے طور پر لوگوں کو نظر آئے گا اور ان کے ایمان تازہ ہوں گے اور انہیں بے انتہاء خوشی اور مسرت نصیب ہوگی۔

ایک عظیم کامیابی

اس سال مجلس تحفظ ختم نبوّت سے حق تعالیٰ نے عظیم خدمت لی، جس کی وجہ سے قادیانی جماعت کو انتہائی ذلت ہوئی۔ اس کے جھوٹ اور خیانت کا پول باہر آگیا ہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوّت کی اس خدمت جلیلہ کی بدولت حکومت کو ساڑھے تین کروڑ روپیہ سے زائد قیمت کی وہ اراضی مل گئی ہے جو مرزائیوں نے دبا رکھی تھی۔ اس سلسلہ میں مجلس تحفظ ختم نبوّت فیصل آباد کے صدر مولانا تاج محمودؒ نے بے پناہ محنت کی۔ ان کی تگ ودو رنگ لائی۔ مولانا تاج محمود کے علاوہ تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے موجودہ پرنسپل اور ان کے بعض مسلمان پروفیسر صاحبان مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے غاصب انجمن احمدیہ سے یہ اراضی حاصل کرنے میں بڑی محنت کی۔ اسی طرح محکمہ تعلیم سرگودھا ڈویژن کا ڈائرکٹوریٹ ضلع جھنگ کے ڈپٹی کمشنر صاحب اور ان کی انتظامیہ کے حکام اعلیٰ اے سی چنیوٹ صاحب اور محکمہ مال کے پٹواری سب کے سب اس محنت اور مبارک باد میں شریک ہیں۔ جن کی توجہ اور انصاف پروری سے یہ حق حقدار کو مل گیا۔

سب سے بڑھ کر لیفٹیننٹ جنرل محمد سوار خاں کے لئے اظہار تشکر ضروری ہے، جنہوں نے مولانا تاج محمودؒ کی درخواست پر منصفانہ اور جرأت مندانہ احکامات جاری کئے اور اس طرح اس سکینڈل کا خاتمہ ہوا۔ اس معاملہ کی پوری تفصیل ۷؍دسمبر ۱۹۷۹ء کے ہفتہ وار لولاک کے اداریہ میں درج ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم حالات سے آگاہی کے لئے وہ اداریہ من وعن درج کردیں تاکہ نہ صرف آپ کو بلکہ دنیا کو معلوم ہوجائے کہ ربوہ کے جھوٹے مدعیان نبوت کی امانت اور دیانت کا کیا حال ہے اور یہ گندم نما جوفروش لوگ حقیقت میں کیا ہیں۔ ان کے دعوے اور ظاہر کیا ہے اور ان کے معاملات اور باطنی

کیفیت کیا ہے۔ ہفتہ وار لولاک کا اداریہ درج ذیل ہے: ۱۹۷۲ء میں مارشل لاء دفعہ ۱۱۸ کے تحت تمام پرائیویٹ تعلیمی ادارے ان سے ملحقہ متعلقہ اور منسلکہ اراضی ہر قسم کی اشیاء عمارات سرکاری تحویل میں لے لی گئی تھیں، ان کا انتظام وانصرام حکومت کے ماتحت ہوگیا، ان میں کام کرنے والے تمام معلمین وملازمین سرکاری خزانہ سے تنخواہ پانے والے ملازمین قرار پاگئے اوران کی ملازمتوں کو ہر قسم کا تحفظ مہیا کیا گیا اور اس سلسلہ میں کسی قسم کی بدعنوانی کو مارشل لاء کے تحت جرم قرار دیا گیا۔

ربوہ کے تعلیمی ادارے تعلیم الاسلام کالج، ڈگری کالج، نصرت گرلز کالج، تعلیم الاسلام ہائی سکول وغیرہ بھی حکومت کے قبضہ میں آئے۔ یہ تمام ادارے انجمن احمدیہ کے زیرانتظام پرائیویٹ تعلیمی اداروں کی حیثیت سے کام کررہے تھے، تاہم مرکزی اورصوبائی حکومتوں سے بھی بھاری رقوم بطور گرانٹ حاصل کرتے رہے تھے۔ سرکاری گرانٹس کی خطیر رقوم ہی سے ان کی اراضی کے رقبہ جات میں توسیع ہوئی اور اس طرح عمارات کے علاوہ وسیع زرعی رقبہ جات بھی وجود میں آگئے۔ چونکہ ان تعلیمی اداروں کے تمام ملازمین اور اساتذہ انجمن موصوف کے ہم عقیدہ تھے، اس لئے ان اساتذہ اور انجمن کی ملی بھگت سے وہ متعلقہ اراضی کاغذات میں سرکاری تحویل میں لے لئے جانے کے باوجود سابق انجمن کے قبضہ ہی میں رہی اوراس طرح ساڑھے چار مربعہ زمین کا انتقال ان تعلیمی اداروں کے نام درج نہ ہوسکا۔ اس اراضی کا بیشتر حصہ زرعی تھا۔ اس میں پھول دار باغات بھی تھے۔

اوراس زرعی رقبہ کی پیداوار گذشتہ سات سال سے سابقہ انجمن یہ جانتے ہوئے حاصل کرتی رہی کہ یہ تمام جائیداد سرکاری گرانٹس اور تعلیمی اداروں کے اپنے وسائل سے خریدی ہوئی ہے اوران تعلیمی اداروں سے متعلقہ ہونے کی وجہ سے مارشل لاء کے ضابطہ نمبر ۱۱۸ کے تحت ۱۹۷۲ء سے قومی ملکیت میں لی جاچکی ہے۔

گزشتہ سال ہمارے نوٹس میں یہ بات آئی تو ہم نے پبلک مفاد کی خاطر پٹواری مال ربوہ سے سرکاری ریکارڈ کی نقل حاصل کی اور ڈائریکٹر محکمہ تعلیم سرگودھا ڈویژن کو خود وفد کی صورت میں مل کر ایک درخواست مع فرد پٹوار پیش کی اور مطالبہ کیا کہ محکمہ تعلیم اس ساڑھے چار مربہ اراضی کا غاصبوں سے قبضہ لے اور اس کی گذشتہ سات سال کی پیداوار کا بھی ان سے حساب لے۔ محکمہ تعلیم سرگودھا ڈویژن نے کوشش کی، لیکن سابقہ انجمن کے اثرورسوخ کے سامنے اس کی کوئی پیش نہ گئی۔

ہفت روزہ ''لولاک'' کی اشاعت ۱۴؍اکتوبر ۱۹۷۹ء میں ہم نے ایک ادارتی نوٹ لکھا اور کمشنر صاحب سرگودھا ڈویژن اور ڈپٹی کمشنر جھنگ کو سابقہ انجمن کی اس اندھیر گردی کی طرف توجہ دلائی۔ ڈپٹی کمشنر جھنگ نے اے سی چنیوٹ کواس معاملہ کی تحقیقات سپرد کیں اوراے سی صاحب نے اس معاملہ

کی چھان بین شروع کردی۔

آخر راقم الحروف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر پنجاب جنرل محمد سوار خان صاحب سے ملا اور انہیں سابقہ انجمن کی اس دھاندلی کے متعلق گزارشات پیش کیں اور ایک تحریری یادداشت معہ نقول اراضی ونقشہ جات وضروری کاغذات ان کے سپرد کئے۔ جس کا موصوف نے مؤثر نوٹس لیا اور مبنی برانصاف کاروائی کا حکم صادر فرمایا۔ دریں اثناء نئے پرنسپل صاحب تعلیم الاسلام کالج ربوہ جناب ملک محمد بخش نے تحقیقاتی افسر کے سامنے اس اراضی کے متعلق دستاویزی شواہد اور ثبوت پیش کر دئے۔

جس سے یہ معاملہ واضح ہوگیا کہ یہ تمام اراضی اور اس میں نصب ٹیوب ویل وغیرہ تمام املاک انہی تعلیمی اداروں سے متعلق ہیں، چنانچہ فیصلہ کر دیا گیا اور ۱۰۹/۱ ایکڑ ۶ کنال دس مرلہ اراضی کا انتقال معہ قبضہ مذکورہ تعلیمی اداروں کے نام ہوگیا ہے۔

اس سلسلہ میں ہم مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر پنجاب جنرل محمد سوار خاں کا شکریہ ادا کرنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتے ہیں، جن کی خصوصی توجہ سے اس ناانصافی کا خاتمہ ہوا اور حق بحق دار رسید کے مصداق سابقہ غاصب انجمن سے یہ کروڑوں روپیہ کی جائیداد قومی مملکت میں آئی ہے۔ اس سلسلہ میں مارشل لاء حکام اور اعلیٰ سرکاری حکام سے مندرجہ ذیل درخواست ہے:

۱... سابقہ انجمن کے ذمہ دار لوگوں نے یہ کروڑوں روپیہ کی سرکاری جائیداد مارشل لاء کے ضوابط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے سات سال تک اپنے قبضہ میں رکھی، اس سے لاکھوں روپیہ کمایا اور الٹا کاغذات مال میں ردوبدل کرنے کے لئے کوشش کی گئی اور مقدمہ لڑا گیا اور ضلع جھنگ کے حکام اعلیٰ کو دیدہ دانستہ دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی، اس لئے مجرموں کے خلاف مارشل لاء کی نگرانی میں ایک انکوائری کرائی جائے جو ثابت ہونے پر مارشل لاء کے تحت مقدمات درج کئے جائیں۔

۲... گزشتہ سات سال میں سابقہ انجمن نے زرعی اور دوسرے رقبوں کی پیداوار اور استعمال سے جو مفادات اٹھائے ہیں، ان تمام مفادات کی آمدنی محکمہ تعلیم کے فنڈ میں وصول کی جائے۔

۳... کالج کے سابقہ ریکارڈ میں دستاویزی شہادتوں کی روشنی میں چھان بین کی جائے کہ ان تعلیمی اداروں کی تحویل میں مزید اور کیا کیا چیز تھی، جس پر سابقہ انجمن نے غاصبانہ قبضہ کیا۔ مثلاً سائنس کا بیش قیمت سامان اور ٹریکٹر وغیرہ وہ تمام چیزیں پوری چھان بین کے بعد وصول کی جائیں اور سابقہ انجمن کے خلاف خیانت مجرمانہ کے تحت مقدمے چلائے جائیں۔

خوگرحمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے

جنرل محمد ضیاء الحق کی حکومت جب سے آئی ہے اور اس نے بعض اسلامی اقدامات کئے ہیں، اس وقت سے ہم اسے اسلامی حکومت قرار دے کر اس سے تعاون کر رہے ہیں۔ اسی خطبہ کے آغاز میں ہم نے ان سے اور ان کی حکومت سے اخلاص کا اظہار کر دیا ہے، لیکن ہم انتہائی اخلاص اور محبت سے ان سے یہ بھی عرض کرتے ہیں کہ:

خوگرحمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے

ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے سلسلہ میں حکومت جس حد تک چلی گئی ہے، اس حد تک اسے نہیں جانا چاہئے تھا۔ ایک ایسے شخص جس کی جماعت کو ہماری قومی اسمبلی غیر مسلم اقلیت قرار دے چکی ہے، لیکن وہ جماعت ہماری قومی اسمبلی کے فیصلے کو مسترد کرتے ہوئے ردی کی ٹوکری میں پھینک کر آئین پاکستان سے کھلی غداری کر چکی ہے۔

ڈاکٹر عبدالسلام کی جماعت کو ہماری قومی اسمبلی کے علاوہ مکہ مکرمہ میں پوری دنیائے اسلام کے علماء نے خارج از اسلام قرار دے دیا، لیکن وہ اس سب کچھ کے بعد بھی، نہ اپنا غیر مسلم ہونا تسلیم کرتی ہے اور نہ اقلیت ہونا۔ ایسے حالات میں ڈاکٹر عبدالسلام کی ایک اسلامی سلطنت کے سربراہ کی طرف سے اور حکومت پاکستان کی طرف سے عزت افزائی صرف اس کی عزت افزائی ہی نہیں بلکہ اس کی جماعت کی بھی حوصلہ افزائی ہے۔

نوبل پرائز سویڈن کے ایک یہودی کا انعام ہے۔ دینے والے یہودی ہیں۔ علامہ اقبالؒ کے لئے یہ انعام تجویز ہوا تھا، لیکن علامہ اقبالؒ کو نہیں بلکہ ٹیگور کو دے دیا گیا تھا۔ حالانکہ اگر معیار شاعری اور حقیقت پسندی ہوتا تو ٹیگور علامہ اقبالؒ کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ ایسا محض یہودیانہ تعصب کی وجہ سے کیا گیا۔

لیکن اس کے باوجود اگر بالفرض کسی صلاحیت ہی کی وجہ سے یہ انعام ڈاکٹر موصوف کو ملا ہے تو پاکستان کا کوئی سائنس دان اسے مبارک باد کا تار دے دیتا، چلو قیامت ہی سہی خود صدر مملکت نے بحیثیت ہیڈ آف اسٹیٹ اسے تار دیا۔ اتنا ہی کافی تھا۔ اب وہ انجمن احمدیہ کے سالانہ جلسہ میں شرکت کے لئے پاکستان آیا ہے۔ ایک طرف انجمن احمدیہ کے اخبارات یہ ثابت کرنے میں مصروف ہیں کہ ڈاکٹر عبدالسلام کا نوبل پرائز مرزا غلام احمد قادیانی کی پیش گوئی کے مطابق ملا ہے۔ یعنی ڈاکٹر صاحب کا نوبل پرائز مرزا غلام احمد قادیانی کے سچے نبی اور مسیح ہونے کی دلیل ہے اور دوسری طرف حکومت پاکستان اسے

مختلف یونیورسٹیوں میں اٹھائے پھرتی ہے۔ اسے اسمبلی ہال میں ڈاکٹر آف سائنس کی ڈگری دی گئی ہے۔ تمغۂ امتیاز دیا گیا ہے۔ استقبالئے دیئے جارہے ہیں۔ اسی پر بس نہیں کی گئی۔ قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد کے طلبہ احتجاج کرنا چاہتے تھے تو مرزائی اور کمیونسٹ طلبہ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ان سے متصادم ہوئے۔ جہاں فائرنگ کر کے طلبہ کو زخمی کر دیا گیا ہے۔

قبل ازیں ہمارے ملک کے مشہور شاعر فیض احمد فیض کو روسی حکومت نے ایک اعلیٰ انعام دیا تھا۔ آخر فیض احمد فیض کمیونسٹ سہی۔ لیکن پاکستانی تو تھا۔ اس وقت یہاں کی کسی حکومت نے اسے ڈاکٹر آف اردو ادب کی ڈگری نہ دی۔ فیض احمد فیض کی بات چھوڑیئے ابھی موجودہ حکومت کے دور میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کو سعودی عرب کی حکومت نے ایک بہت بڑا اعزاز اور انعام دیا تھا۔ اس وقت کسی کو خیال نہ آیا کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کو جو موجودہ حکومت کے لئے بھی بڑے قابل احترام تھے، ڈاکٹر آف اسلامیات کی ڈگری دے دیتے۔ کسی یونیورسٹی میں بلا کر استقبالیہ ہو جاتا۔ کوئی نشان ہی عطا کر دیتے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ ڈاکٹر عبدالسلام کی یہ ناز برادری، اس کی یہ عزت افزائی اور اس کے توسط سے جماعت احمدیہ کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے۔ ہمیں شبہ ہے کہ یہ سارا سلسلہ کوئی پس منظر اور تہہ منظر رکھتا ہے۔ موجودہ حکومت اچھی طرح جانتی ہے کہ قادیانیوں کے متعلق اسلامیان پاکستان کے کیا جذبات ہیں۔ ہمارے نقطہ نگاہ سے یہ ایک ایسا کھیل ہے جو جنرل ضیاء الحق کی مقبولیت کو سبوتاژ کرنے کے لئے کھیلا جارہا ہے۔ اس ملک کی سیکولر طاقتیں پہلے ہی موجودہ حکومت کی مخالف ہیں۔ لے دے کر اسلام پسند عناصر ہی موجودہ حکومت کے حامی اور دعا گو ہیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام کی عزت افزائی سے موجودہ حکومت کے مخالفوں کا مقصد غالباً صدر مملکت اور حکومت کی مقبولیت کو نقصان پہنچانا ہے۔ مجلس تحفظ ختم نبوّت، صدر مملکت اور ان کے رفقاء کا پورا پورا احترام کرتے ہوئے ادب اور اخلاص کے ساتھ ان سے گذارش کرتی ہے کہ وہ ڈاکٹر عبدالسلام سمیت تمام قادیانیوں کے متعلق اپنی پالیسی اور رویہ پر نظر ثانی کرے۔

ربوہ ٹاؤن کمیٹی

مجلس تحفظ ختم نبوّت کو اس سال حق تعالیٰ کی خاص نوازش سے ربوہ میں ایک اور کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ ربوہ میں پندرہ ہزار کے قریب قادیانیوں کی آبادی ہے۔ موجودہ انتخابات کا انہوں نے بائیکاٹ کر رکھا ہے۔ آئین کی رو سے اور انتخابی قواعد وضوابط کے مطابق ووٹوں کے سلسلہ میں ان کا نام غیر مسلموں کی فہرستوں میں درج ہوا تھا۔ قادیانی اپنا غیر مسلم ہونا تسلیم نہیں کرتے۔ اس لئے انہوں نے انتخاب کا بائیکاٹ کر رکھا ہے۔ ربوہ میں کچھ مسلمان بھی آباد ہیں۔ مجلس تحفظ ختم نبوّت کے دفاتر میں

سرکاری دفاتر میں بھی ایک اچھی خاصی تعداد مسلمانوں کی آباد ہے۔ ان کے ووٹ بنے ہوئے تھے۔ انہوں نے انتخاب میں حصہ لیا اور ان کے ۱۴ ممبر کامیاب ہوگئے۔ ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

۱... سردارزادہ حاجی ناصر عباس ۲... سردارزادہ نواز شاہ
۳... اقبال حسین قریشی ۴... خواجہ محمد اقبال
۵... سید متین شاہ ۶... مسعود جاوید
۷... وزیر خان ۸... قاری شبیر احمد
۹... چوہدری محمد رمضان ۱۰... خان سید عمر خان
۱۱... چوہدری محمد شفیع ۱۲... چوہدری ارشاد احمد
۱۳... چوہدری سلطان محمود لیبر ممبر ۱۴... خاتون ممبر

یہ سارے ممبران مجلس تحفظ ختم نبوّت کے دل وجان سے معاون ہیں۔ خدائے ذوالجلال کی عجیب قدرت ہے کہ اس نے خالص مرزائیوں کے شہر کی قیادت اور سیادت مجلس تحفظ ختم نبوّت کے مخلصین کے ہاتھ دے دی ہے۔

آخری گزارش

حضرات گرامی قدر! آپ کو معلوم ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوّت کے مدمقابل مرزائیوں کی ایک منظّم اور مضبوط جماعت انجمن احمدیہ ہے۔ جس کا ہر ممبر اپنی جماعت کو اپنی آمدنی کا ۱۰/۱ حصہ جمع کراتا ہے۔ اس سال جماعت کا سالانہ بجٹ بیس کروڑ روپیہ کے قریب ہے۔ پھر اس تنظیم کے کئی حصے اور شعبے ہیں۔ انجمن احمدیہ کے علاوہ ان کی ایک تنظیم تحریک جدید ہے۔ یہ تحریک ان کے بیرونی ممالک میں ریشہ دوانیوں اور ارتداد پھیلانے والی تنظیم ہے۔ جس کے پاس بے شمار روپیہ موجود ہے۔ اس کے علاوہ ان کے نوجوانوں کی تنظیم خدام الاحمدیہ کہلاتی ہے۔ یہ ان کی تربیت یافتہ فوج ہے۔ فرقان فورس اس کے علاوہ ہے جو باقاعدہ تربیت یافتہ فوجیوں پر مشتمل ہے۔ ۱۵ سال تک کے بچوں کی تنظیم اطفال الاحمدیہ ہے۔ ۴۰ سال سے اوپر والے انصار اللہ کہلاتے ہیں۔ عورتوں کی تنظیم لجنہ اماء اللہ اور ناصرات احمدیہ ہیں۔ ان سب تنظیموں کے علیحدہ علیحدہ بجٹ ہیں۔ فضل عمر فاؤنڈیشن فنڈ اور صدسالہ جوبلی فنڈ اس کے علاوہ ہیں۔ سندھ میں ۳۶ ہزار ایکڑ زرعی زمین ہے۔ غرضیکہ کروڑوں روپیہ اس جماعت کی مختلف تنظیموں اور تحریکوں پر خرچ ہورہا ہے۔ مسلمانوں کو مرتد کرنے، پاکستان اور دنیائے اسلام کی بربادی کے منصوبے ہیں۔ یہ اتنا روپیہ کہاں سے آتا ہے۔ آج تک کسی حکومت کو معلوم کرنے اور

احتساب کرنے کی توفیق نہیں ہوئی ہے۔

آپ کبھی ربوہ جائیں تو آپ محسوس کریں گے کہ وہاں مملکت کے اندر ایک مملکت قائم ہے۔ حکومت کے اندر ایک متوازی حکومت بنی ہوئی ہے۔ ربوہ میں ان کی انجمن کا ایک وسیع سیکرٹریٹ ہے جس میں داخلہ، خارجہ، زراعت، تعلیم وغیرہ کی باقاعدہ وزارتیں ہیں۔ البتہ وہ وزارت کے لئے نظارت کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ ان کا ناظر امور عامہ چیف سیکرٹری کا درجہ رکھتا ہے۔ وہ ہیڈ آف دی جماعت ربوہ کے لئے خلیفہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں جو ایک اسلام کا مقدس اصطلاحی لفظ ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ پاکستان میں اس سے بڑا کوئی صاحب اختیار اور اس سے کوئی برتر شخصیت نہیں ہے۔ جماعت کا الگ پرچم ہے۔ جو اکثر ہیڈ آف دی ربوہ کے ایوان پر لہراتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کے لئے دعویٰ نبوت مہدویت اور مسیحیت پر مشتمل لٹریچر ربوہ سے شائع ہوتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ انبیاء، اولیاء کی توہین پر مشتمل لٹریچر بھی ربوہ سے چھپ کر اندرون ملک اور بیرون ملک تقسیم ہورہا ہے۔ لیکن انہیں کوئی ٹوکنے والا نہیں ہے۔ اخبارات پر سنسر ہے۔ کوئی مائی کالال اخبار جماعت احمدیہ کے متعلق کچھ نہیں لکھ سکتا ہے۔ لیکن مرزائیوں کا اخبار لاہور برابر علمائے کے خلاف بکواس لکھ رہا ہے۔ سنسر کی واضح ہدایت کے باوجود نظریہ اسلام کے خلاف ربوہ سے رسائل اور کتابیں چھپ رہی ہیں۔ مسلمانوں کی زبردست تحریک اور عظیم الشان قربانیوں کی بدولت خصوصاً مکہ مکرمہ میں منعقد ہونے والی کانفرنس کی قرار داد کہ قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہیں کی بناء پر اور سعودی عرب کے سابق حکمران شاہ فیصلؒ کے بھٹو صاحب پر خصوصی دباؤ کی وجہ سے ستمبر ۱۹۷۴ء میں اگرچہ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا تھا۔ لیکن آج تک انہوں نے قومی اسمبلی اور مکہ مکرمہ کی اسلامی کانفرنس کی قرار دادوں کو تسلیم نہیں کیا۔

قومی اسمبلی کے فیصلے کو ٹھکرانا ملک کے آئین سے غداری ہے، لیکن ان سے پوچھنے والا کوئی نہیں۔ الٹا ان کی ناز برداری کی جارہی ہے۔ ڈاکٹر عبدالسلام کو اچھال کر کروڑوں مسلمانوں کے جذبات مجروح کئے جارہے ہیں۔ ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان میں مرزائیوں کا احتساب کرنے والی واحد تنظیم مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کو ہر لحاظ سے مضبوط تر کیا جائے۔ مجلس تحفظ ختمِ نبوّت اپنی بساط کے مطابق اندرون ملک اور بیرون ملک مرزائیوں کا زبردست تعاقب اور محاسبہ کررہی ہے، لیکن اس کے محدود وسائل اور دوسری گوناں گوں رکاوٹیں اور مشکلات اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ اپنی بساط سے بڑھ کر پاؤں پھیلائے۔

میں ایک دفعہ پھر آپ سب حضرات کا شکر گزار ہوں کہ آپ اس سخت ترین موسم میں اس مقدس کانفرنس میں شریک ہوئے۔ میں علمائے کرام اور شعرائے عظام اور تمام مدعوئین اور مندوبین کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے کانفرنس میں شرکت کی رحمت گوارا کی۔

خصوصاً سعودی عرب کی حکومت کے نمائندہ مکرم ومحترم فضیلۃ الشیخ اسماعیل بن عتیق حفظہ اللہ تعالیٰ کا ممنون ہوں جنہوں نے سرزمین حجاز مقدس سے سفر کرکے ہماری عزت افزائی کی اور کانفرنس میں شرکت کرکے مجلس تحفظ ختم نبوّت پاکستان کی سرپرستی فرمائی۔ میں شیخ موصوف کے توسط سے سعودی حکومت اور خصوصاً رابطہ عالم اسلامی کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے موصوف کو اس کانفرنس میں سعودی حکومت کی نمائندگی کرنے کے لئے بھیجا ہے اور حفاظت واشاعت اسلام کی روایات کو زندہ تابندہ کیا ہے۔

۱۹۷۹ء میں مجلس شوریٰ کے اراکین حضرات

مجلس تحفظ ختم نبوّت کا ایک باقاعدہ منظور شدہ دستور ہے۔ اس دستور کی رو سے امیر مرکزیہ کے تعاون کے لئے ایک مجلس شوریٰ ہے۔ جسے امیر مرکزیہ کے ابتدائی ممبران سے منتخب کرتے ہیں۔ مجلس تحفظ ختم نبوّت کی موجودہ شوریٰ کے حسب ذیل ارکان ہیں۔ مجلس کے عہدیداران بحیثیت عہدہ جماعت کی شوریٰ کے ممبران ہوتے ہیں۔

۱... شیخ المشائخ حضرت مولانا خان محمد صاحب خانقاہ سراجیہ

۲... مولانا عبدالرحیم اشعر ملتان

۳... شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ ساہیوال

۴... مولانا محمد شریف جالندھری ملتان

۵... مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری خلف الرشید مولانا محمد علی جالندھری

۶... ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر بنوری ٹاؤن کراچی

۷... مولانا سید محمد بنوری خلف الرشید حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کراچی

۸... حاجی لال حسین صاحب امیر مجلس تحفظ ختم نبوّت کراچی

۹... حاجی فرزند علی صاحب ہمدرد کلاتھ ہاؤس سکھر

۱۰... حاجی محمد یوسف صاحب اسلامیہ پریس کوئٹہ

۱۱... حاجی سیف الرحمٰن صاحب بہاول پور

۱۲...حضرت مولانا علاؤالدین مہتمم مدرسہ نعمانیہ ڈیرہ اسماعیل خان
۱۳...مولانا تاج محمود امیر مجلس تحفظ ختم نبوّت و مدیر لولاک فیصل آباد
۱۴...حضرت مولانا محمد حیات فاتح قادیان جامع مسجد ختم نبوّت مسلم کالونی ربوہ
۱۵...حاجی بلند اختر نظامی ویسٹ پاک ٹریڈرز شاہ عالمی لاہور
۱۶...حکیم عبدالرحمٰن آزاد امیر مجلس تحفظ ختم نبوّت گوجرانوالہ
۱۷...مولانا محمد عبداللہ خطیب مرکزی جامع مسجد اسلام آباد
۱۸...مولانا محمد رمضان علوی خطیب جامع مسجد گلشن آباد، راولپنڈی
۱۹...مولانا نورالحق نور ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوّت پشاور
۲۰...مولانا سید منظور احمد شاہ حجازی ملتان
۲۱...الحاج قاضی فیض احمد صاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع فیصل آباد
۲۲...مولانا فضل احمد صاحب مہتمم جامعہ عثمانیہ تلہ گنگ ضلع اٹک
(افسوس ہے کہ مولانا مرحوم کا اس سال وصال ہوگیا ہے)

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ
امیر مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوّت پاکستان ملتان
از خانقاہ سراجیہ کندیاں

۶...خطبۂ صدارت

امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت پاکستان شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں کی طرف سے دسمبر ۱۹۸۱ء انتیسویں سالانہ ختم نبوّت کانفرنس چنیوٹ کے موقع پر پڑھا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لَا نبی بعدہ۔ امابعد!

حضرات علمائے کرام، راہنمایان ملت اسلام، نزدیک اور دور سے دراز سے اس کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے آئے ہوئے بزرگو، عزیزو، بھائیو اور بہنو! مجلس تحفظ ختم نبوّت پاکستان آپ کی نہ

صرف جانی پہچانی جماعت ہے، بلکہ آپ سب کی اپنی ایک مشترکہ جماعت ہے۔ مجلس کی یہ انتیسویں سالانہ کانفرنس ہے۔ جس میں ہم ایک سال بعد پھر حضور سرور کائنات شہنشاہ لولاک خاتم النبیین سیداوّلین وآخرین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور نذرانہ عقیدت ومحبت پیش کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ ہمیں اس بات کا اچھی طرح احساس ہے کہ یہ سخت سردی کا موسم کسی ایسی ملک گیر اور عظیم کانفرنس کے لئے ہرگز موزوں نہیں ہے۔ لیکن سوئے اتفاق سے حضرت مسیح علیہ السلام کی امت یعنی عیسائیوں کے بڑے دن دسمبر کے آخری ہفتے میں ہی آتے ہیں اور وہ انہیں بڑے تزک واحتشام سے مناتے ہیں۔ اسی مناسبت سے ہمارے ہاں ایک نقلی اور جھوٹے مسیح کے پیروکار بھی جنہیں نئے مسیحی کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ اپنے پرانے مسیحیوں کی اقتداء میں دسمبر کے آخری ہفتے میں پہلے قادیان میں سالانہ اجتماع کیا کرتے تھے اور اب ربوہ میں دسمبر ہی کے آخری ہفتے میں اجتماع کرتے ہیں جو ان کے عقیدے میں سالانہ اجتماع معاذ اللہ حج کا درجہ رکھتا ہے۔ جس میں وہ نہ صرف پاکستان کے خلاف بلکہ دنیائے اسلام کے خلاف سازشوں، تباہیوں، بربادیوں اور مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کی تعلیم حاصل کرکے واپس جاتے ہیں۔

اس مجبوری کی وجہ سے ہم پر یہ فرض عائد ہوا کہ ہم ان کے بالمقابل غیرت اسلامی کا پرچم بلند کریں۔ نہ صرف چنیوٹ اور اس کے گردونواح کے دیہات کے مسلمانوں کو ان کے زہریلے اثرات سے بچانے کی کوشش کریں۔ بلکہ پورے ملک کے مسلمانوں اور ان کے نمائندوں کو یہاں جمع کرکے مرزائیوں کی ملک دشمن سرگرمیوں اور ان کے اسلام دشمن منصوبوں سے آگاہ کریں۔

حضرات گرامی! آپ اگر دنیا کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو آپ کو تاریخ یہ شہادت مہیا کرے گی کہ دنیا ہمیشہ اہل حق اور اہل باطل دو دھڑوں میں منقسم رہی ہے۔ ایک طرف اہل باطل کو وسائل اور سروسامان کی فراوانی حاصل رہی ہے۔ جبکہ دوسری طرف اہل حق اور سچائی کے علمبرداروں کا سب سے بڑا سرمایہ اپنے پیدا کرنے والے رب کی ذات پر یقین اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں کی تعلیمات پر عمل واستقامت رہا ہے۔

میں اس کانفرنس میں اتنے ناخوشگوار موسم کے دوران فداکاران ختم نبوّت اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی والہانہ عقیدت کا اظہار کرنے کے لئے دور دور سے آئے ہوئے مہمانوں کو خوش آمدید کہتا ہوں اور انہیں کروڑ کروڑ مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ وہ دریائے چناب کے اس طرف اہل باطل اور مرزا غلام احمد قادیانی کی جے کہنے والوں کے اجتماع میں نہیں بلکہ دریائے چناب کے اس طرف شفیع المذنبین رحمتہ للعالمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک پر بلائے ہوئے اہل حق کے اس اجتماع

میں شریک ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ آپ کو یہاں آنے ، یہاں ٹھہرنے ،حضور پاک ﷺ کے نام پر بلائے ہوئے اس اجتماع میں حاضری لگوانے اور ہماری بے سروسامانی کی وجہ سے پوری سہولتیں نہ ملنے کے باوجود بڑی ریاضت،مشقت اور تکلیف برداشت کرنا پڑ رہی ہے۔لیکن:

نبیؐ کی عزت وحرمت پہ مرنا عین ایمان ہے
سرِ مقتل بھی ان کا ذکر کرنا عین ایمان ہے

سامعین محترم! اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوّت آپ کے مخلصانہ تعاون سے دن بدن مضبوط سے مضبوط تر جماعت بن رہی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ہماری دینی سیاسی جماعتوں کے بعد یہ ملک کی ایک ہمہ گیر اور مضبوط ترین جماعت ہے تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ کراچی سے لے کر پشاور تک ملک کے تمام اہم شہروں میں اس کے دفاتر موجود ہیں اور تربیت یافتہ علمائے کرام تقریباً ہر ضلع میں موجود ہیں۔تو یہ امر واقعہ کے مطابق ہے۔

پورے ملک میں منظّم طور پر مرزائیت کا تعاقب کرنا جہاں کہیں وہ شر فساد پھیلائیں وہاں پہنچ کر مسلمانوں کی امداد کرنا یہ بات کہنا تو آسان ہے۔ عملی طور پر اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا بڑی مشکل بات ہے۔لیکن آپ حضرات کے اخلاص اخلاقی اور مالی تعاون سے الحمدللہ ایسا عمل ہو رہا ہے۔

معزز حاضرین! مجلس تحفظ ختم نبوّت کے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے تمام اہم شہروں میں دفاتر موجود ہیں۔لیکن کچھ عرصہ سے دیہات سے آنے والی رپورٹوں سے معلوم ہوا ہے کہ مرزائی اب شہروں کی بجائے دیہاتوں میں منظّم طریقے سے کام کر رہے ہیں۔ ضلع سیالکوٹ، ضلع سرگودھا، ضلع فیصل آباد، ضلع شیخوپورہ اور ضلع گجرات کے کسی نہ کسی گاؤں میں ان کی تھوڑی بہت تعداد موجود ہے۔ وہاں انہوں نے اپنی نئی عبادت گاہیں تعمیر کرنا، لاؤڈ سپیکروں پر اذانیں، خطبات، درس اور تقریریں کرنا شروع کر دیں ہیں۔مرزائیوں کے مبلغ دیہاتوں میں دورہ کر کے جلسے کرتے ہیں۔ بغیر اجازت حکومت جلسے میں لاؤڈ سپیکر کا بے دریغ استعمال کرتے ہیں، علاوہ ازیں انہوں نے گشتی فلمیں جو مرزا ناصر کے امریکہ اور یورپین ممالک کے دوروں پر مشتمل تیار کروائی گئی ہیں، ان کی دیہات کے چوکوں میں نمائش کرتے ہیں، ان اجتماعات اور ان میں استعمال کے لئے لاؤڈ سپیکر بغیر اجازت حکومت لگایا جاتا ہے۔

چونکہ دیہات میں رہنے والے مرزائی زمیندار برادریوں سے تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں۔ اس لئے بعض دیہات میں ایک برادری کے کچھ لوگ مرزائی ہوتے ہیں اور باقی اہل سنت مسلمان۔ ایسا بھی دیکھا گیا کہ بعض مسلمان برادری ہونے کی وجہ سے اور علم دین سے بے بہرہ ہونے کے باعث آپس

میں رشتے ناتے بھی طے کئے ہوتے ہیں۔ اس لئے پورے ملک کے مبلغین ختم نبوّت کو ہدایت کر دی گئی ہے کہ وہ شہروں کی نسبت دیہات کی طرف زیادہ توجہ کریں۔ اس میں شک نہیں کہ دیہات میں جانا آنا اور وہاں دیندار اور باغیرت مسلمانوں سے تعلق پیدا کر کے ان کے ہاں ٹھہرنا اور وہاں تبلیغ کرنا ایک کٹھن کام تھا۔ بعض دیہات میں ہمیں یہاں تک مشکل پیش آئی کہ مسلمانوں نے مرزائیوں کے گمراہ کرنے پر ہم سے یہ کہا کہ یہاں ہم ایک برادری کے لوگ ہیں اور آپس میں اتفاق سے رہ رہے ہیں۔ آپ مرزائیوں کے خلاف تقریر نہ کریں۔ لیکن ہمارے علماء و مبلغین نے وہاں کے باغیرت مسلمانوں خصوصاً نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ سے جب رابطہ قائم کیا تو ان دیہات کی مساجد میں ہمارے جلسے ہوئے۔ ختم نبوّت کے موضوع پر تقریریں ہوئیں اور ہمارے مبلغین نے بڑے ٹھنڈے دل و دماغ سے عقیدہ ختم نبوّت کی اہمیت بیان کی اور مرزائیت کی حقیقت، اسلام اور مرزائیت کا فرق مرزائی لٹریچر سے ایسے دلائل کے ساتھ بیان کیا کہ مسلمانوں کی آنکھیں کھل گئیں اور مرزائیوں کو بھی اپنی کتابوں کے حوالے سن کر سوچ اور پریشانی لاحق ہوگئی۔ اب خدا کے فضل و کرم سے دیہات میں مجلس کو بے حد مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ اکثر دیہات میں ہمارے دفاتر کھل چکے ہیں اور وہاں پھیلتی ہوئی گمراہی کا سدباب ہو رہا ہے۔ اگرچہ اب ہمیں شہروں میں کام کرنے کا نسبتاً کم وقت ملتا ہے۔ لیکن ہم تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام خصوصاً علمائے اہل سنت دیوبندی مکتب فکر کے ممنون ہیں کہ وہ اپنے درسوں، خطبوں اور مواعظ میں دوسری گمراہیوں کے علاوہ قادیانیت کا باقاعدہ احتساب کرتے ہیں۔ اس لئے شہروں میں بھی مرزائیت کے احتساب کے کام میں کوئی کمی محسوس نہیں ہو رہی۔

مہمانان گرامی! پچھلے سال چک ٹوانہ جو قصبہ شاہکوٹ کے قریب ایک بہت بڑا گاؤں ہے۔ وہاں ایک برادری کے چالیس گھرانے ربوہ جلسہ پر جا کر مرزا ناصر کے ہاتھ پر بیعت کر کے مرزائیت میں شامل ہو چکے تھے۔ یہ سب کچھ دراصل ایک شخص کی خودغرضی کی وجہ سے ہوا ہے۔ چوہدری محمد طفیل صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ پی ڈبلیو ڈی فیصل آباد اسی گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے اس حادثہ کا ذکر ہمارے محترم بزرگ مولانا تاج محمودؒ سے کیا۔ مولانا موصوف نے مولانا اللہ وسایا خطیب مسجد محمدیہ ربوہ کے زیر قیادت مبلغین کی ایک ٹیم اس گاؤں میں بھیج دی اور اس ٹیم کے بھیجنے سے پہلے مولانا عبداللطیف انور مہتمم جامعہ اشرفیہ شاہ کوٹ کو جو ہماری جماعت کے ایک جری ساتھی اور راہنما ہیں۔ اس ٹیم کی اعانت اور ساتھ جانے کے لئے کہلوا دیا۔ مولانا عبداللطیف فدایان ختم نبوّت کی ایک بس بھر کر اس گاؤں میں جا پہنچے۔ پورے علاقہ میں جلسہ کی شہرت ہو چکی تھی۔

جب یہ حضرات وہاں پہنچے تو چک ٹوانہ اور گردونواح کے دیہات سے ہزاروں کا مجمع اکٹھا

ہو چکا تھا۔ مولانا اللہ وسایا اور مولانا عبداللطیف نے مفصل تقریریں کیں۔ مولانا اللہ وسایا نے مرزائی کتابوں کے حوالوں سے جب یہ حوالہ مجمع میں سنایا کہ مرزا غلام احمد قادیانی علیہ ماعلیہ نے ہمارے آقا ومولا پاک پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر یہ جھوٹ اور افتراء باندھا ہے کہ حضور پاک ﷺ یہودیوں کے ہاتھوں کا پنیر کھالیا کرتے تھے۔ حالانکہ مشہور تھا کہ اس میں خنزیر کی چربی ملی ہوتی تھی۔ تو مجمع میں ایک کہرام مچ گیا۔ چھتوں پر مسلمانوں کی مائیں، بہنیں، بیٹیاں توبہ توبہ کرنے لگ گئیں اور مرزائیت اور مرزائیوں پر لعنت لعنت کا ایک شور اٹھا۔ جلسہ کے بعد علماء واپس تشریف لے گئے۔ علماء کی تقریروں کا یہ اثر ہوا کہ وہ تمام کے تمام مسلمان جو مرزائی ہوئے تھے وہ توبہ کرکے دوبارہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ الحمدللہ!

سامعین محترم! کچھ عرصہ سے مرزائیوں نے ایک نیا شغل اختیار کیا ہے۔ وہ ہمارے مبلغین کو مناظرے کا چیلنج دیتے ہیں۔ تحریر لکھی جاتی ہے۔ مناظرے کا موضوع طے ہوجاتا ہے۔ ثالث مقرر ہوجاتے ہیں۔ لیکن جب ہمارے مبلغین کتابیں لے کر پہنچتے ہیں تو مرزائی راہ فرار اختیار کرکے مناظرہ نہیں کرتے اور ثالث حضرات ذلت آمیز شکست کا فیصلہ ان کے خلاف لکھ کر ہمیں دے دیتے ہیں۔ ایسے مناظروں کے چیلنج چک عبداللہ ضلع بہاول نگر، باوا چک نزد فیصل آباد، چک ۱۰۸ چیچہ وطنی، کنری سندھ، موضع کلہ تحصیل شکر گڑھ میں مجلس تحفظ ختم نبوّت کے علماء اور کارکنوں کو دیئے گئے اور الحمدللہ ہر جگہ انہیں ہمارے مبلغین کے سامنے آنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ بلکہ چک باوا نزد فیصل آباد میں شرط یہ تھی کہ فریقین جمعہ کی نماز کے بعد اکٹھے ہوں گے جو فریق جمعہ کی نماز کے متصل حاضر نہ ہوگا۔ اسے دس ہزار روپے دوسرے فریق کو ادا کرنے ہوں گے۔ ہمارے مبلغین بروقت پہنچ گئے۔ جبکہ مرزائی مبلغ مغرب کی اذان کے قریب پہنچے اور کوئی معقول گفتگو بھی نہ کرسکے۔ جب ان سے دس ہزار روپے کا مطالبہ کیا گیا تو آئیں بائیں شائیں کرگئے۔ شاید دس ہزار روپے وصول کرنے کے لئے ہمیں عدالتی کاروائی کرنی پڑے۔

حضرات گرامی! گزشتہ سال کا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ مارچ ۱۹۸۱ء میں جنرل محمد ضیاء الحق نے ۱۹۷۳ء کے دستور کو علی حالہ قائم رکھتے ہوئے بعض انتظامی امور کی راہ سے ایک عبوری آئین نافذ کیا۔ اس عبوری آئین میں جہاں مرزائیوں کو غیر مسلم اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے والی دفعہ نمبر ۲۶۰ قائم رکھی گئی۔ وہاں صوبائی انتخابات کے سلسلے میں غیر مسلم اقلیتوں کی فہرست میں ہندوؤں، سکھوں، عیسائیوں اور چوہڑوں چماروں کے ساتھ مرزائیوں کا نام بھی بطور غیر مسلم درج تھا۔ اس دفعہ کے حذف ہوتے ہی پورے ملک میں کہرام مچ گیا کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی دفعہ عبوری آئین سے حذف کردی گئی ہے۔

صدر سے علماء کے وفد کی ملاقات

بدقسمتی سے انہی دنوں وفاقی شرعی عدالت سے رجم کے خلاف ایک غلط فیصلہ بھی صادر ہوگیا۔ یہ غلط فیصلہ بھی مسلمانوں کی اشتعال انگیزی اور حکومت سے ناراضگی کا باعث بننے لگا۔ چنانچہ علماء کا ایک وفد راولپنڈی جاکر صدر مملکت سے ملا۔ اس وفد میں کراچی سے پشاور تک کے منتخب علماء موجود تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوّت کے راہنماؤں میں سے مولانا تاج محمودؒ، مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ اسلام آباد، مولانا قاری امین صاحب راولپنڈی، مولانا محمد اشرف ہمدانی صاحب فیصل آباد اور مولانا عبدالرحمٰن آزاد گوجرانوالہ بھی شریک تھے۔ اس وفد کے چند اراکین کے ذمہ بولنے کے لئے اور صدر مملکت کے سامنے پیش کرنے کے لئے ایک ایک بزرگ کو ایک ایک موضوع تقسیم کردیا گیا۔ اس عظیم الشان میٹنگ میں مولانا مفتی زین العابدین، مفتی محمد حسین نعیمی، مولانا عبدالرحیم اشرف، مولانا محمد مالک کاندھلوی، مولانا تقی عثمانی، میاں فضل حق، مولانا سمیع الحق اور مولانا تاج محمود نے تقریریں کیں۔ مولانا تاج محمودؒ کے ذمہ ختم نبوّت سے متعلق ترمیم کے موضوع پر بولنا مقرر تھا۔ مولانا نے اپنی آدھ گھنٹے کی تقریر میں عبوری آئین سے اقلیتوں کے شیڈول کے حذف کرنے سے جو پیچیدگیاں اور غلط فہمیاں پیدا ہوسکتی تھیں وہ بیان کیں۔ صدر مملکت کے اس ارشاد پر کہ عبوری آئین میں دفعہ ۲۶۰ شامل ہے۔ جس میں وضاحت موجود ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی مفہوم میں دعوائے نبوت کرنے والا اور اس کا پیروکار دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ مولانا تاج محمود صاحب نے وضاحت کی کہ اس ترمیم سے مرزائی ایک تاویل کرکے بچنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اگر کوئی نیا شخص دعوائے نبوت کرے تو یہ دفعہ اس کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی (معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد) حضور ﷺ کے بعد دعوائے نبوت کرنے والا کوئی شخص نہ تھا۔ بلکہ وہ تو خود محمد رسول اللہ تھا۔ حضور ﷺ کی مکہ و مدینہ کی بعثت کامل نہ تھی۔ لیکن حضور ﷺ کی دوسری بعثت جو قادیان میں غلام احمد کی صورت میں ہوئی وہ کامل تھی۔ حضور علیہ السلام کی پہلی بعثت پہلی رات کے چاند کی مانند تھی اور قادیان کی بعثت چودھویں رات کے چاند کی مانند تھی اور یہ تمام حوالہ جات مرزائیوں کے لٹریچر میں موجود ہیں۔ بلکہ یہاں تک موجود ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے سامنے اکمل نامی ایک شاعر یہ رباعی لکھ کر پیش کی تھی:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک غلطی کا ازالہ نامی کتاب میں خود یہ لکھا ہے کہ ’’محمد رسول اللہ والذین معہ‘‘ (سورۂ فتح) یہ قرآن مجید کی آیت میری شان میں نازل ہوئی ہے۔

مولانا کی تقریر سے صدر مملکت بہت متاثر ہوئے اور یہ حوالے سن کر سخت حیران اور پریشان ہوئے اور انہوں نے اسی مجلس میں عبوری آئین میں ایک دوسری ترمیم شامل کرنے کا اعلان کر دیا۔ جس میں مرزائیوں کو ہندوؤں، سکھوں، پارسیوں، چماروں کے ساتھ غیر مسلموں میں شامل کیا گیا تھا۔

حضرات گرامی! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوّت کے ربوہ میں دو اہم ادارے موجود ہیں۔ جامع مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن ربوہ جو ربوہ شہر کے وسط میں ہے اور جہاں حضرت مولانا اللہ وسایا جمعہ پڑھاتے ہیں اور قاری صاحب مسلمان بچوں کی تعلیم اور پنجگانہ نمازوں کی امامت کرتے ہیں۔ یہ ادارہ تعمیر کی تکمیل کے مراحل میں پہنچ چکا ہے۔ اس سال جناب شہزادہ صاحب مالک پٹرول پمپ نزد اڈہ لاریاں فیصل آباد جو ایک مخیّر نوجوان ہیں اور خود بھی ہزاروں روپیہ مسجد محمدیہ کی تعمیر پر صرف کر چکے ہیں۔ ان کی وساطت سے کراچی کے ایک مخیّر دوست نے مسجد میں روشنی کا زیادہ بہتر انتظام کرنے اور قرآن مجید کے درس وتدریس کے لئے مدرسہ کی بلڈنگ بنوادی ہے۔ ابھی مسجد اور مدرسہ کے کچھ اور کام باقی ہیں جو ایسے ہی مخیّر دوستوں کے تعاون سے انشاء اللہ العزیز پایۂ تکمیل کو پہنچ جائیں گے۔

مجلس کا دوسرا ادارہ مسلم کالونی ربوہ میں زیر تعمیر ہے۔ عام مسلمانوں کے عطیہ جات سے عظیم الشان مسجد بن رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس پر چھت پڑ چکی ہے۔ مولانا تاج محمودؒ کے ایک مخیّر دوست نے گزشتہ سال تریسٹھ ہزار روپے کا گرانقدر عطیہ مسجد کے ساتھ مدرسہ کی تعمیر کرنے کے لئے مولانا موصوف کو دیا تھا جس میں کچھ حصہ مجلس تحفظ ختم نبوّت نے اپنے فنڈ سے جو دوسرے مخیّر حضرات کی اعانت سے ملا ادا کیا۔ الحمدللہ! اس صرف کثیر سے آٹھ عظیم الشان کمرے بمعہ برآمدہ تیار اور مکمل ہو چکے ہیں۔ جن میں ربوہ اور قریبی ماحول کے طلباء کے لئے قرأت اور حفظ قرآن پاک کا درجہ کھولا گیا ہے۔ مسجد کی تکمیل کے بعد اس مدرسہ کو مبلغین کی تیاری کے لئے ایک جامعہ کی شکل دے دی جائے گی۔ اس عظیم الشان مسجد میں مناسب موسموں میں دو یا تین عظیم الشان سالانہ کانفرنسیں بھی منعقد ہوا کریں گی۔ انشاء اللہ العزیز!

یہ بات تمام اہل اسلام اور مجلس کے مخلص کارکنوں کے اطمینان کا باعث ہوگی کہ ملتان کے مرکزی دفتر کی سہ منزلہ عظیم الشان بلڈنگ جو عالی مرتبت شیخ راشد بن مکتوم حفظہ اللہ تعالیٰ والئی دوبئی کے مالی تعاون سے تعمیر ہوئی ہے۔ اب مکمل ہو چکی ہے۔ اس میں واقع جامع مسجد، درس قرآن، پنجگانہ نمازیں اور باقاعدہ نماز جمعہ وعیدین ہونے لگی ہیں۔ الحمدللہ علیٰ ذالک!

مجلس اس فکر میں ہے کہ عالمی مرتبت شیخ راشد بن مکتوم کو دعوت دی جائے اور ان کے گرانقدر عطیہ سے بننے والی اس عظیم الشان مسجد اور بلڈنگ کا باقاعدہ افتتاح کرایا جائے۔

مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر کی ربوہ آمد

یہاں یہ امر بھی خوش کن ہے کہ سعودی عرب کی طرف سے تقریباً ایک ماہ پیشتر وہاں کے وزیر خارجہ اور ولی عہد عالی مرتبت جناب شہزادہ فہد کی ہدایت پر پاکستان کے دینی اداروں کا جائزہ لینے کے لئے مدینہ یونیورسٹی کے پرنسپل الشیخ عبداللہ بن زائد پاکستان تشریف لائے تو وہ مجلس کے زیرانتظام ربوہ کے دونوں اداروں کو دیکھنے کے لئے ربوہ تشریف لے گئے۔ انہوں نے جامع مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن اور مسلم کالونی میں جامع مسجد ختم نبوّت، دارالعلوم، دارالمبلغین اور لائبریری کا معائنہ فرمایا۔ اس موقع پر جامع سجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن ربوہ میں جناب شیخ موصوف کو استقبالیہ دیا گیا جس میں مجاہد ختم نبوّت حضرت مولانا تاج محمودؒ نے جناب شیخ موصوف کا خیر مقدم کرتے ہوئے موصوف کے سامنے مجلس کے تبلیغی پروگرام مختلف شعبہ جات اور آئندہ کے منصوبوں پر بالتفصیل روشنی ڈالی۔ نیز مرزائیوں کی گمراہی اور دنیائے اسلام کے خلاف ان کی سازشوں کا ذکر فرمایا۔ جناب شیخ موصوف نے مجلس کے منصوبوں اور پروگرام پر انتہائی خوشی اور مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے مفید مشورے دیئے۔ بعد ازاں موصوف جب مختلف شہروں کا دورہ کرتے ہوئے ملتان گئے تو وہ ازراہ نوازش مجلس کے عظیم الشان دفتر بھی تشریف لے گئے۔ وہاں بھی ان کے اعزاز میں عظیم الشان استقبالیہ اور دوپہر کا کھانا دیا گیا۔ جس میں تین سو علمائے کرام نے شرکت کی۔ انہوں نے دفتر اور مجلس کے مختلف شعبہ جات کا معائنہ کرنے کے بعد انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا اور مجلس کا عربی زبان میں لٹریچر جو قادیانیوں کے خلاف شائع ہوا اپنے ہمراہ لے گئے۔

حضرات گرامی! اس وقت مجلس کے پچاس تربیت یافتہ علماء ملک بھر میں مصروف کار ہیں۔ بعض دفاتر جماعت کے ملکیتی ہیں اور بعض کرایہ کی بلڈنگوں میں۔ اکثر دفاتر میں باہم رابطے کے لئے ٹیلی فون لگے ہوئے ہیں۔ ہمہ وقت خدمت گزار ملازمین متعین ہیں۔ اس وقت مجلس مبلغین اور ان ملازمین جن کی تعداد ایک صد کے لگ بھگ ہے کو مرکزی جماعت سے معقول تنخواہیں الاؤنسز اور سفرخرچ دیتی ہے۔ دفتر ختم نبوّت مسلم کالونی ربوہ کو جماعت نے اپنا سب ہیڈ کوارٹر قرار دیا ہے۔ ایک درجن کے قریب علماء حضرت مولانا اللہ وسایا اور حضرت مولانا خدا بخش شجاع آبادی کی سرکردگی میں ضلع جھنگ، میانوالی، سرگودھا، فیصل آباد، شیخوپورہ اور گجرات میں خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ ضلع لاہور، قصور، گوجرانوالہ، سیالکوٹ میں بھی علماء و مبلغین کی ایک تعداد مولانا عبدالرحمٰن آزاد کی سرپرستی میں مصروف ہے۔ اسی طرح

ملک بھر میں علماء و مبلغین کے زون بنائے جارہے ہیں۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ خدمات سرانجام دی جاسکیں۔ اس کے علاوہ ہفتہ وار لولاک مجلس کے ترجمان کی حیثیت سے پورے ملک میں جارہا ہے۔ جس میں سنسر کے باوجود مرزائیوں کی گمراہیوں دسیسہ کاریوں اور ملک دشمنیوں کے پردے چاک کئے جارہے ہیں۔

اس کے باوجود ہمیں یہ دعویٰ نہیں ہے کہ ہم مرزائی جماعت جس کا سالانہ بجٹ ۲۲ کروڑ روپے کے لگ بھگ ہے اور جس کا ریزرو سرمایہ تین ارب روپے کے قریب ہے۔ ہم اس کے تعاقب کا پورا پورا حق ادا کررہے ہیں۔ بلکہ ہمیں اعتراف ہے کہ ابھی ہمیں اپنی تنظیمی صلاحیتوں اور وسائل کو مزید مستحکم کرنا ہوگا۔ آپ حضرات ہی کی مخلصانہ دعاؤں شفقتوں اور اخلاقی و مالی تعاون سے کرنا ہوگا۔

سعودی عرب میں عرب شیوخ سے ملاقاتیں

برادران اسلام! میں یہ بات بھی گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ الحمدللہ! اس مرتبہ حج بیت اللہ شریف کے لئے میرے علاوہ مجلس کے مرکزی نائب صدر حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن، ربوہ کے خطیب مولانا اللہ وسایا، مرکزی مبلغ مولانا خدابخش شجاع آبادی، حاجی سیف الرحمٰن صاحب بہاول پور، مولانا نورالحق نور پشاور، مولانا علاؤالدین ڈیرہ اسماعیل خان، حاجی فیض احمد ٹوبہ ٹیک سنگھ اور دوسرے حضرات تشریف لے گئے۔ مقام مسرت ہے کہ ہم نے الشیخ المکرّم حضرت مولانا محمد مکی صاب کی کوششوں اور تعاون سے عرب شیوخ سے ملاقات کر کے انہیں جماعت کے پروگرام اور مرزائیوں کے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف خطرناک ارادوں سے آگاہ کیا۔ انشاء اللہ! ان ملاقاتوں کے اثرات بھی مفید ظاہر ہوں گے۔

حضرات گرامی! آخر میں ایک دفعہ پھر میں اس کانفرنس میں شرکت کرنے پر علمائے کرام اور تمام مہمانان گرامی قدر اور آپ سب حضرات کا ممنون ہوں کہ آپ حضرات نے اس عظیم الشان کانفرنس میں شرکت کر کے تاجدار ختمِ نبوّت ﷺ سے اپنی عقیدت ومحبت کا ثبوت دیا اور ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔ میں چنیوٹ کے غیور مسلمانوں، اپنی استقبالیہ کمیٹی کے ممبران، یہاں کے علمائے کرام، شہر کے معززین، مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے کارکنوں، نوجوانوں اور یہاں کی رضا کار تنظیموں خصوصاً خاکسار تنظیم کے مجاہدوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جو رحمتہ للعالمین ﷺ کی خوشنودی کے لئے دامے درمے قدمے تعاون فرمارہے ہیں اور اپنا آرام وراحت چھوڑ کر خود کو عقیدہ ختمِ نبوّت کے لئے وقف کئے ہوئے ہیں۔ میں جناب ڈپٹی کمشنر صاحب جھنگ، جناب اے سی صاحب وڈی ایس پی صاحب چنیوٹ، ضلعی اور مقامی انتظامیہ اور سرکاری ملازمین کا بھی ممنون ہوں۔ جنہوں نے ہمہ وقت کانفرنس کی کامیابی کے

لئے جہاں اپنے فرائض منصبی کو ادا کیا وہاں اپنے عشق و رسالت مآب ﷺ کا بھی ثبوت پیش کیا۔

میں یہاں کے صحافیوں اور اخباری رپورٹروں کا بھی شکرگزار ہوں کہ ان کی وجہ سے اس کانفرنس کی آواز چنیوٹ کی فضاؤں سے نکل کر پورے ملک بلکہ پوری دنیا میں پہنچ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و مددگار ہو اور ہم سب کو خلوص نیت کے ساتھ عقیدہ ختمِ نبوّت کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

مرکزی امیر مجلس تحفظ ختمِ نبوّت پاکستان

۷... رسالة دينية هامة إلى الحكومات الإسلامية

جولائی ۱۹۷۸ء میں اسلامی ممالک کے وزرا خارجہ کی میٹنگ کراچی میں ہونا طے پائی۔ اس کانفرنس کی اہمیت کے پیش نظر مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کو حضرت قبلہؒ نے ذیل کا والا نامہ تحریر فرمایا۔

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات۔ فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم جناب مولانا عبدالرحیم اشعر صاحب مطالعہ فرماویں کہ فقیر بفضل تعالیٰ بعافیت ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک! فقیر آپ سب کی صحت وعافیت اور سلامتی کا طالب ہے۔ مولا پاک نصیب فرماوے۔ آمین!

انگلینڈ سے جو خط موصول ہوا ہے وہ ارسال خدمت ہے۔ ملاحظہ کرلیں۔

اس کے علاوہ گزارش ہے۔ جولائی کی ابتداء میں کراچی میں عالم اسلامیہ کی ایک کانفرنس ہورہی ہے۔ اس موقع پر وہاں کام کی ضرورت ہے۔ عربی، انگریزی میں مختصر سے پمفلٹ جس میں مجلس تحفظ کا تعارف اور کام کی نوعیت اور قادیانیت کی شرانگیزی اور قومی اسمبلی کی قرارداد پر مشتمل ہو۔ وہاں تقسیم ہونا چاہئے۔ اگر یہ تجویز کسی درجہ میں مفید ہو تو اس پر ضرور کام ہونا چاہئے؟ حضرات سے مشورہ کرلیں۔ فقیر کی طرف سے حضرات کی خدمت میں سلام۔ ۱۶؍جون کی کیا تاریخ حتمی ہے۔ اطلاع فرماویں۔ والسلام

از خانقاہ سراجیہ

۲۷؍جمادی الثانی

آپ کے اس والا نامہ کی روشنی میں عربی، انگلش میں لٹریچر شائع کرکے وزراء خارجہ میں تقسیم کیا گیا۔ عربی رسالہ جو حضرت قبلہؒ کی طرف سے حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر نے اس کا عربی میں مرتب کیا جو یہ ہے۔

”من فضيلة الشيخ خان محمد
امير مجلس تحفظ ختم النبوة العالمى پاكستان“

بسم الله الرحمٰن الرحيم!

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيدنا
محمد خاتم الأنبياء والمرسلين، وعلىٰ آله وصحبه اجمعين، وبعد:

فقد عبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الدين بالنصيحة فقال: ”الدين النصية“ وجعل النصيحة أيضاً، لأئمة المسلمين وحكام الأمة الإسلامية مما يقتضيه هذا الدين، وبناء على ذلك وبضوء هذه النصيحة يرى ”مجلس تحفظ ختم النبوة العالمى“ من الواجب أن يلفت أنظار الحكومات الإسلامية فى العالم الى مسألة دينية هامة، ألَاوهى:

المسألة القاديانية

ان الجماعة القاديانية... الذين يسمون أنفسهم ”الأحمديين“ أو ”الجماعة الأحمدية“ تنتسب الى المتنبئ اسمه ”مرزا غلام احمد القاديانى“ ولد فى قرية ”القاديان“ محافظة غورداس فور، اقليم بنجاب بالهند۔

ان هذا الرجل... مرزاغلام احمد القاديانى، كان فى بداية امره بدأ بالمناظرات مع اصحاب الأديان الأخرى دفاعاً عن الإسلام، وبذلك اكتسب حبا فى قلوب المسلمين، وميلهم الى شخصيته عند ذلك بدأ يدعى بدعاوى مختلفة متدرجاً من الأدنى الى الأعلى:

ففى سنة ۱۸۸۴م ادعى انه مجدد القرن الرابع عشر۔

وفى سنة ۱۸۹۱م ادعى انه الهم ان عيسى عليه السلام قد توفى، وانه اى المرزا هو المسيح الموعود الذى جاء ذكره فى الكتاب والسنة۔

وفى سنة ۱۸۹۲م ادعى ان المسيح والمهدى اسمان لشخص واحد، وبناء على ذلك انه المسيح وانه المهدى۔

وفى سنة ۱۹۰۱م ادعى انه نبى، لأن المسيح الموعود الذى ورد ذكره فى ”صحيح مسلم“ يكون نبيًا۔

وادعی فی رسالته ”ایک غلطی کا ازاله“ (ازالة الخطاء) انه نفسه ”محمد رسول الله“ والعیاذ بالله وبالجملة انه جعل نفسه مصداقا للنبوة الجدیدة وانه ”محمد رسول الله“ بعث مرة ثانیة۔

وان هذا المتنبئ علم امته العقائد التالیة التی یعتقدو نها:

۱...یعتقد القادیانیون ان ”محمدا رسول الله صلی الله علیه وسلم“ بعث مرة ثانیة فی صورة ”مرزاغلام احمد القادیانی“ وانه مصداق للآیة الکریمة: ”محمد رسول الله والذین معه... الآیة“ (ایک غلطی کا ازاله ص۳)

۲:...ان القادیانیین یعتقدون ان المرزا غلام احمد القادیانی منزلته واسمه، وشانه ومنصبه هی نفس منزلة محمد صلی الله علیه وسلم وشانه واسمه، ومنصبه۔

(صحیفة الفضل ۱۶/ستمبر ۱۹۲۵ء، قادیانی مذهب ص۲۷۵)

۳... انهم یعتقدون ان ”مرزاغلام احمد القادیانی“ نبی ورسول من القرن الرابع عشر الی جمیع الناس، ویجب الإیمان به کما یجب الإیمان بمحمد صلی الله علیه وسلم۔ (تذکره ص۲۶۰)

۴...یعتقد القادیانیون ان مرزاغلام احمد القادیانی خاتم الأنبیاء۔

(مجلة الفضل ۲۶/ستمبر ۱۹۱۵ء)

۵...انهم یرون ان عرش مرزاغلام احمد القادیانی فی السماء اعلی من جمیع العروش فی السماء۔ (حقیقة الوحی ص۸۹)

۶...ان القادیانیین یعتقدون ان اسلام عصر محمد صلی الله علیه وسلم کان مثل هلال اول الشهر (ای لَا نور له) والعیاذ بالله... وان اسلام عصر مرزاغلام احمد القادیانی مثل القمر لیلة البدر، منور لماع۔ (الخطبة الإلهامیة ص۱۸۳)

۷...انهم یعتقدون ان روحانیة مرزاغلام احمد القادیانی اقویٰ واکمل واشد من روحانیة محمد صلی الله علیه وسلم۔ (الخطبة الإلهامیة ص۱۸۱)

۸...یعتقد القادیانیون ان مدار النجاة فی هذا العصر لیس فی اتباع محمد صلی الله علیه وسلم فحسب، بل مداره فی اتباع مرزاغلام احمد القادیانی۔ (الأربعین ش۴ ص۷)

۹...یری القادیانیون ان من لم یتبع المرزا فهو عاص لله ورسوله وجهنمی۔

(نشرة معیار الأخیار ۲۵، مایو ۱۹۰۰م)

۱۰ ... القـاديانيون يعتقدون ان من لم يؤمن بالمرزا غلام احمد القادياني...
ولو لم يسمع باسم المرزا... فهو كافر وخارج عن دائرة الإسلام. (مرآة الصداقة ص۳۵)

هـذه عـدة نـمـاذج من مئات عقائد القاديانية الكفرية والمضللة التي ذكرناها، وبناء على هذه العقائد الكفرية اصدر علماء الإسلام في الشرق والغرب من عهد المرزا القـاديـانـي الـى يومنا هذا بالإتفاق ان المتنبئ المرزا غلام احمد القادياني واتباعه كفار ومرتدون وزنادقة. (وملحق بهذا بعض الفتاوى لعلماء الأمة).

واضافة الى ذلك طالبت "رابطة العالم الإسلامي" وهي اكبر منظمة في العالم الإسـلامي... في اجتماعها المنعقد في مكة المكرمة في ربيع الأول ۱۳۹۴ هـ الموافق ابريل ۱۹۷۴م، طـالبـت جـمـيـع الـحـكـومات الإسلامية ان تضع الحظر على الحركة القاديانية في بلادها، وان تراقب تحركاتها دائما (وملحق بهذا قرارات الرابطة).

كـما ان مجمع الفقه الإسلامي في اجتماعه المنعقد ۲۲،۲۸/دسمبر۱۹۸۵ء، بـجـدة، اصـدر حـكـماً بكفر القاديانية وزندقتها وان المؤتمر الإسلامي الآسوي الأول الـمنعقد في كراتشي في ۶،۸ يوليو ۱۹۷۸ اصـدر قراراً ضد القاديانية. (وملحق بهذا صورة من هذا القرار).

والـمـتـنبـئ المرزا القادياني ايضا اعترف بنفسه ان علماء الإسلام جميعاً يرون الـقـاديـانيين مـرتـديـن يـجـب قتلهم، فانه يقول مخاطباً امته في نشرته: "هل تظنون ان تـنجحوا من هجوم الأشرار اذا سكنتم في ظل حكومة الروم او اذا بنيتم بيوتكم في مكة والـمـديـنـة؟ كـلاثـم كلا، بل تقطعون تقطيعا بالسيف، وقد سمعتم ان الأمير حبيب الله خـان... حـاكـم افـغانستان... كيف رجم الشيخ عبداللطيف الذي كان زعيماً مشهورا مـعـززاً في كابل وكان مريدوه يقرب من خمسين الفا، لأنه دخل في جماعتي وما كانت جـريـمـتـه الّا انـه تاثر بتعليمي وخالف الجهاد. فهل تتوقعون ان تتمتعوا برغد العيش في ظل السلاطين المسلمين؟ بل انكم تستحقون القتل حسب فتاوى علماء المسلمين...."

ان هٰؤلاء المسلمين الذين هم ضد الفرقة الأحمدية قد سمعتهم فتاوىٰ علماءهم، اي انكم تستحقون القتل، والكلب احق بالرحمة منكم، وان جميع فتاوىٰ بنجاب والهند، بل فتاوى الدول الإسلامية هي انكم تستحقون القتل، وان قتلكم، ونهب اموالكم، ونكاح نسـاء كـم جبرًا، واهـانـة امواتكم ومنع دفنهم في قبور المسلمين، كل ذلك ليس جائزا

فحسب،بل هو عمل يستوجب الأجر والثواب۔ (مجموعه اشتهارات ج۳)

ان فتاویٰ علماء الإسلام، وما كتبه المرزا المتنبئ نفسه كل ذلک يدل على ان القاديانية فرقة مستقلة، ليست لها اية صلة بالإسلام۔

عند ما استقلت باكستان انتقل عدد كبير للقاديانيين، وزعماءهم من قاديان فى الهند الٰى باكستان، واشتروا سرا قطعة ارض فى اقليم بنجاب، قدرها الف هكتار وانشأوا فيها مدينة قاديانية خالصة سموها "ربوة" وجعلوها مركزاً لهم، وجعلوها دولة داخل دولة عملياً، واستولى القاديانيون على المناصب الإساسية لباكستان، وكان وزير الخارجية لباكستان شودرى ظفر الله خان القاديانى، فاستغل هذا لمنصب، وبداء بالدعوة الى القاديانية، وملا السفارات الباكستانية بالقاديانيين، هكذا استولوا على المناصب داخل البلاد وخارجها، ودبروا مؤامرة لتضلين المسلمين وردهم عن الإسلام۔

فقام علماء المسلمين بواجبهم نحو هذا الدين الحنيف، فنبهوا المسلمين على حركات القاديانية المضللة، وفى سنة ۱۹۵۳ قام المسلمون بالحركة العامة ضد القاديانية، وطالبوا الحكومة الباكستانية باعتبار القاديانية اقلية غير اسلامية، غير ان الحكام القاديانيين قضوا على هذه الحركة، وقتلوا عشرة آلاف مسلم واهرقوا دماءهم، ولكن المسلمين استمرت مطالبتهم الحكومة باعتبار القاديانية اقلية غير مسلمة، فاضطرت الحكومة الباكستانية الى اعتبارهم اقلية غير مسلمة، فاصدر البرلمان الباكستانى قرارًا فى ۷/ستمبر ۱۹۷۴ ان المتنبى المرزا غلام احمد القاديانى واتباعه اقلية غير مسلمة۔

ولما كانت الفرقة القاديانية تكفر الأمة الإسلامية، وتظهر نفسها مسلمة، وتنشر افكارها وعقائدها الباطلة باسم الإسلام، فمع هذا القرار التاريخى بقيت الحاجة الٰى منع القاديانيين عن استعمال الشعائر الإسلامية، فاستمرت جهود المسلمين فى هذا الصدد حتى اصدر الرئيس السابق لباكستان جنرال محمد ضياء الحق حكمًا رئيسيًا منع فيه الفرقة القاديانية عن ان يظهروا انفسهم مسلمين وان ينشروا دينهم باسم الإسلام وان يستعملوا شعائر المسلمين الإسلامية۔

وكان ذلک لَا بد منه بديهياً ومنطقياً، لأنه كان فيه حفاظاً على شخصية المسلمين الإسلامية، وازالة للاشتباه الذى اوجده القاديانيون۔

ولـكـن زعيم القاديانيين الحالى مرزا طاهر القاديانى انشأ مركزا قاديانيا قريباً مـن ”لندن“ وسماه ”اسلام آباد“، وبدأ بالداعايات المضللة ضد باكستان، بان باكستان سلبت حرية القاديانيين الدينية، وقضت على حقوقهم الإنسانية، وبناء على هذه الدعايات الكاذبة بدأ الاعلام الغربى واعداء الإسلام بالدعايات ضد باكستان والساء ة اليها، مع ان ذلک يخالف الحقيقة۔

فالفرقة القاديانية بايمانها بالمتنبئ الجديد وبالوحى الجديد صارت تحمل ديناً جديداً، وتعتبر المسلمين جميعاً فى العالم كفاراً، لعدم ايمانهم بالمرزا غلام احمد القاديانى، فليس لها حق ان تستعمل لنفسها اسم الإسلام والشعائر الإسلامية، لأن ذلک يورث الاشتباه، ويجرج شخصية المسلمين الإسلامية۔

واضافة الى ذلک نرى من المناسب ايضاً ان نذكر حركات الجماعة القاديانية ونحيط بها الحكومات الإسلامية علماً۔

۱ ...ان الفرقة القاديانية تقوم بالدعايات المعادية ضد حكومة باكستان وضد الجماعات الدينية، ويساندها الاعلام الغربى واللوبى الغربى۔

۲ ...ان الفرقة القاديانية استأجرت فناة للقمر الصناعى، وبدأت تنشر عقائدها وافكارها الباطلة باسم الإسلام وبصورة المسلمين فى العالم كله، مما يسبب خطراً لِإنتشار الضلال بين الشباب المسلم الذين هم بعيدون عن تعاليم الإسلام۔

۳...ان عالم الطبيعة المشهور الدكتور عبدالسلام القاديانى يسعى بتعاون من بعض الدول الإسلامية لعقد مؤتمر عالمى للطبيعة للدول المسلمة ودول عدم الانحياز، وليس الغرض منه الّا لسيطرة على جهود العالم الإسلامى فى ميدان علم الطبيعة، والوصول الى المفاعل الذرية لباكستان۔

۴...انهم يأمرون الشباب المسلم المتواجدين فى الدول الغربية العاطلين عن العمل بملء الاستمارات القاديانية، ثم يقدمونهم القاديانيين المظلومين جئين السياسيين، وهذا العمل يجرى بنظام۔

۵ ...انهم ينشرون ترجمة القرآن الكريم المحرفة فى اللغات المختلفة والنشرات القاديانية فى العالم على نطاق واسع، ولما كانت هذه التراجم والنشرات تقدم باسم الإسلام، كان ذلک سبباً لضلال اولٓئک المسلمين الذى لَا يعرفون عن

حقیقة القادیانیة، فلا بد من التحرکات العملیة لِانقاذ هؤلَاء من هذا الضلال۔

وبناء علی ذالک لَا بد من اتخاذ الخطوات التالیة:

١ ...علی جمیع الحکومات الْإسلامیة ان تصدر قراراً باعتبار القادیانیة اقلیة غیر مسلمة، وان تضع علیها الحظر فی بلادها۔

٢ ...ان القادیانیین لهم صلات ودیة باسرائیل والقوی المعادیة للاسلام، وان اعضاء هذه المنظمة القادیانیة یتجسسون علی المسلمین، وینقلون اسرارهم الی اعداء هم، لذلک یجب علی الحکومات الْإسلامیة ان یکونوا علی حذر من القادیانیین۔

٣ ...ان الدکتور عبدالسلام القادیانی یحمل غیظا فی قلبه، یرید ان یخدع الحکام المسلمین باشغالهم بالمؤتمر الْإسلامی للطبیعة، ویقضی علی قوتهم النوویة، فیجب علی الحکام المسلمین ان یبتعدوا عن تحرکات الدکتور عبدالسلام القادیانی، والّا یشارکوه فی مشورتهم۔

٤ ...علی الدول الْإسلامیة ان تبلغ المؤسسات الدولیة ان القادیانیین لیست لهم ایة صلة بالمسلمین ولَا یمکن قبولهم فی دولة اسلامیة من حیث انهم مسلمون، اذن یجب علی المؤسسات الدولیة ایضاً الّا تسمح للقادیانیین ان یعقلوا بطاقات الْإسلام علی انفسهم۔

٥ ...علی جمیع علماء الْإسلام واصحاب الفکر ان یکشفوا امام المسلمین العقائد القادیانیة الباطلة لِانقاذهم من الْإرتداد القادیانی۔

ونرجو من الحکومات الْإسلامیة ان تحس بمسؤولیاتها الدینیة، ولَا تقصر فی اداء واجبها باتخاذ خطوة لَازمة۔

وان کنتم تحتاجون الی ای تفصیل او معلومات، او تعاون فالرجاء الْإتصال بالعناوین التالیة، وان مراکز ”مجلس تحفظ ختم النبوة العالمی“ مستعدة للخدمة فی کل وقت۔

بسم الله الرحمٰن الرحیم!

فتاویٰ علماء الْإسلام

١ ...فتاویٰ مشایخ جامعة دیوبند الْإسلامیة (ازهر الهند) بالهند ان الذی یتبنی هذه الأقوال والعقائد، والذین یؤمنون به ویصدقونه کفار ومرتدون، خارجون عن دائرة

الْإسلام، لَا يجوز المناكحة بينهم وبين المسلمين، ولَا ينعقد النكاح، ومن صدق المرزا القادياني من المسلمين يكون مرتداً، وينفسخ نكاحه ان كان متزوجاً ويجب التفريق بينما۔

كتبه فضيلة الشيخ المفتى عزيز الرحمن

فى ۱۲/رجب ۱۳۳۶ھ

وصدقه ووقع عليه مشايخ الجامعة الآتية اسماء هم:

فضيلة الشيخ غلام رسول، فضيلة الشيخ اصغر حسين

فضيلة الشيخ محمد رسول خان، فضيلة الشيخ كل محمد خان

فضيلة الشيخ محمد اعزار على، فضيلة الشيخ احمد امين

فضيلة الشيخ محمد تفضل حسين، فضيلة الشيخ محمد ادريس

فضيلة الشيخ عبدالوحيد

۲... مشايخ جامعة مظاهر العلوم سهارنفور بالهند:

فضيلة الشيخ عنايت الهى رئيس الجامعة

فضيلة الشيخ خليل احمد شيخ الأساتذة

فضيلة الشيخ ثابت على، فضيلة الشيخ عبدالرحمٰن

فضيلة الشيخ عبداللطيف، فضيلة الشيخ عبدالوحيد سنبلى

فضيلة الشيخ ممتاز ميرتى، فضيلة الشيخ منظور احمد

فضيلة الشيخ محمد ادريس، فضيلة الشيخ عبدالقوى

فضيلة الشيخ محمد فاضل، فضيلة الشيخ بدر عالم ميرتى

فضيلة الشيخ علم الدين حصاروى

فضيلة الشيخ غلام حبيب بشاورى

فضيلة الشيخ عبدالكريم نوكانوى، فضيلة الشيخ فصيح الدين

فضيلة الشيخ محمد روشن الدين، فضيلة الشيخ نور محمد

فضيلة الشيخ دليل الرحمٰن، فضيلة الشيخ محمد بلوجستانى

فضيلة الشيخ ظريف احمد، فضيلة الشيخ محمد حبيب الله

۳... مشايخ تهانه بهون محافظة مظفر نغر:

فضیلة الشیخ الإمام محمد اشرف علی التهانوی
۴...مشایخ رائی فور محافظة سهارنفور:
فضیلة الشیخ نور محمد لدیانوی
فضیلة الشیخ عبدالرحیم رائی فوری
فضیلة الشیخ عبدالقادر شاه فوری
فضیلة الشیخ مقبول سبحانی الکشمیری
فضیلة الشیخ محمد سراج الحق
فضیلة الشیخ خدا بخش فیروزفوری
فضیلة الشیخ محمد صادق شاه فوری
فضیلة الشیخ احمد شاه، فضیلة الشیخ الله بخش
۵...مشایخ دهلی:
فضیلة الشیخ المفتی ابراهیم دهلوی
فضیلة الشیخ المفتی محمد کفایت الله
۶...مشایخ کلکته:
فضیلة الشیخ عبدالنور، فضیلة الشیخ المفتی محمد عبدالله
فضیلة الشیخ افاض الرحمٰن، فضیلة الشیخ ابوالحسن محمد عباس
فضیلة الشیخ عبدالواحد، فضیلة الشیخ محمد سلیمان
فضیلة الشیخ محمد یحیی، فضیلة الشیخ عبدالرحیم
فضیلة الشیخ محمد مظهر علی، فضیلة الشیخ عبدالصمد
فضیلة الشیخ ضیاء الرحمن، فضیلة الشیخ محمد اکرم
۷...مشایخ بنارس (۱۰/جمادی الأُخریٰ ۱۳۳۶هـ):
فضیلة الشیخ محمد شیر خان، فضیلة الشیخ محمد حسن خان
فضیلة الشیخ محمد عبدالله کانفوری
فضیلة الشیخ محمد حیات احمد، فضیلة الشیخ عبدالمجید
۸...مشایخ لکهنو:
فضیلة الشیخ ابو العماد محمد شبلی، فضیلة الشیخ عبدالودود

فضیلة الشیخ امیر علی، فضیلة الشیخ حیدر شاہ
فضیلة الشیخ العلامة ملامبین
فضیلة الشیخ ابو الهدی فتح الله الہ آبادی
۹...مشایخ آگرہ:
فضیلة الشیخ محمد محمام، فضیلة الشیخ عبداللطیف
فضیلة الشیخ محمد دیدار علی
۱۰...مشایخ مراد آباد:
فضیلة الشیخ غلام احمد قادری
۱۱...مشایخ لَاهور:
فضیلة الشیخ نور بخش
۱۲...مشایخ امرتسر:
فضیلة الشیخ ابوالحسن غلام المصطفی القاسمی
فضیلة الشیخ محمد جمال، فضیلة الشیخ عبدالغفور غزنوی
فضیلة الشیخ محمد حسین، فضیلة الشیخ ابوالوفاء ثناء الله
۱۳...مشایخ لدیانه:
فضیلة الشیخ رحمت العلی، فضیلة الشیخ محمد عبدالله
فضیلة الشیخ محمد الدین
۱۴...مشایخ بشاور:
فضیلة الشیخ محمد عبدالرحمٰن هزاروی
فضیلة الشیخ عبدالواحد، فضیلة الشیخ عبدالرحمٰن
فضیلة الشیخ المفتی عبدالرحیم بشاوری
فضیلة الشیخ محمد خان غوری
فضیلة الشیخ محمد رمضان بشاوری
فضیلة الشیخ عبدالکریم بشاوری
فضیلة الشیخ عبدالله نقشبندی
۱۵...مشایخ راولبندی:

فضیلة الشیخ عبدالأحد خان فوری، فضیلة الشیخ عبداللہ
فضیلة الشیخ سید اکبر علی شاہ، فضیلة الشیخ عصام الدین
فضیلة الشیخ عبدالرحمٰن
۱۶...مشایخ ملتان:
فضیلة الشیخ محمد، فضیلة الشیخ ابو عبید خدا بخش
۱۷...مشایخ ہوشیارفور:
فضیلة الشیخ غلام احمد ہوشیار فوری، فضیلة الشیخ احمد علی
۱۸...مشایخ غورداس فور:
فضیلة الشیخ عبدالحق دینانکری (۲۰/جمادی الثانیة ۱۳۳۶ھ)
۱۹...مشایخ جہلم:
فضیلة الشیخ محمد کرم الدین، فضیلة الشیخ نور حسین
فضیلة الشیخ محمد فیض الحسن
۲۰...مشایخ سیالکوت:
فضیلة الشیخ محمد امام الدین القادری
۲۱...مشایخ غجرات:
فضیلة الشیخ عبداللہ، فضیلة الشیخ عبیداللہ
۲۲...مشایخ غوجرانواله:
فضیلة الشیخ محمد الدین، فضیلة الشیخ عبداللہ
فضیلة الشیخ محی الدین نظام آبادی
فضیلة الشیخ عمر الدین، فضیلة الشیخ عبدالغنی
۲۳...مشایخ ولَایة حیدر آباد دکن:
فضیلة الشیخ محمد انوار اللہ خان
۲۴...مشایخ بهوبال:
فضیلة الشیخ محمد یحیی (۳/رجب ۱۳۳۶ھ)
۲۵...مشایخ ولَایة رامفور:
فضیلة الشیخ ظهور الحسن

فتویٰ: مفتی مصر

من يدعى النبوة بعد محمد صلى الله عليه وسلم فهو كذاب ومفترى ومنكر لكتاب الله وسنة رسوله صلى الله عليه وسلم، ولذلک افتينا بكفر مرزا غلام احمد القادياني واتباعه، لأنه يدعى انه نبى وانه يوحى اليه، وكذلک نفتى بانه لَا يجوز التناكح معهم ولَا يدفنون فى قبور المسلمين۔

استاذ العلماء فضلية الشيخ حسنين محمد مخلوف المفتى السابق

(من صفوة البيان لمعان القرآن ص١٨٦ الطبعة الأولى ١٣٧٠ه)

من قرارات مؤتمر المنظمات الإسلامية المنعقدة بمكة عام ١٣٩٤ھ

وان القاديانية نحلة هدامة تتخذ من اسم الإسلام شعارا لستر اغراضها الخبيثة، وابرز مخالفتها للاسلام۔

١...ادعاء زعميها النبوة

القاديانية ربيبة الإستعمار البريطانى ولَا تظهر الّا فى ظل حمايته تخون القاديانية قضايا الأمة الإسلامية، وتقف موالية للاستعمار والصهيونية، تتعاون مع القوى المناهضة للاسلام، وتتخذ هذه القوى واجهة لتحطيم العقيدة الإسلامية وتحريفها وذلک بما يأتى:

الف... انشاء معابد تمولها القوى المعادية ويتم فيها التضليل بالفكر القاديانى المنحرف۔

ب...فتح مدارس ومعاهد وملاجئ للأيتام وفيها جميعا تمارس القاديانية نشاطها التخريبى لحساب القوى المعادية للاسلام وتقوم القاديانية بنشر ترجمات محرفة لمعانى القرآن الكريم بمختلف اللغات العالمية ولمقاوة خطرها تتخذ السبل الآتية:

١...تقوم كل هيئة اسلامية بحصر النشاط القاديانى فى معابدهم ومدارسهم وملاجئهم وكل الأمكنة التى يمارسون فيها نشاطهم الهدام فى منطقتها وكشف القاديانيين والتعريف بهم للعالم الإسلامى تفاديا للوقوع فى حبائلهم۔

٢...اعلان كفر هذه الطائفة وخروجها على الإسلام۔

٣...عدم التعامل مع القاديانيين او الأحمديين ومقاطعتهم اقتصاديا واجتماعيا

وثقافيا وعدم التزوج منهم وعدم دفنهم فی مقابر المسلمين... ومعاملتهم باعتبارهم كفارا۔

۴...مطالبة الحكومات الإسلامية بمنع كل نشاط لأتباع ميرزا غلام احمد يدعی النبوة واعتبارهم اقلية غير مسلمة ويمنعون من تولی الوظائف الحساسة للدولة۔

۵...نشر مصورات لكل التحريفات القاديانية فی القرآن الكريم مع حصر الترجمات القاديانية لمعانی القرآن والتنبيه عليها ومنع تداول هذه الترجمات۔

۶...تعامل كل الفئات المنحرفة عن الإسلام معاملة القاديانية۔

ارجو الإطلاع والإعتماد عليها فی هذا الموضوع، والله نسأل ان ينصر الإسلام والمسلمين، والله يحفظكم۔

الأمين العالم: محمد علی الحركان

القرار الثالث ... حكم القاديانية والانتماء اليها

الحمد لله والصلاة والسلام علی رسول الله وعلیٰ آله وصحبه ومن اهتدی بهداه، وبعد:

فقد استعرض مجلس المجمع الفقهی موضوع الفئة القاديانية التی ظهرت فی الهند فی القرن الماضی (التاسع عشر ...الميلادی) والتی تسمی ايضاً (الأحمدية) ودرس المجلس نحلتهم التی قام بالدعوة اليها مؤسس هذه النحلة ميرزا غلام احمد القاديانی ۱۸۷۶م مدعيا انه نبی يوحی اليه، وانه المسيح الموعود، وان النبوة لم تختم بسيدنا محمد بن عبدالله رسول الإسلام صلی الله عليه وسلم (كما هی عليه عقيدة المسلمين بصريح القرآن العظيم والسنة) وزعم انه قد نزل عليه، واوحی اليه اكثر من عشرة آلاف آية، وان من يكذبه كافر، وان المسلمين يجب عليهم الحج الی قاديان، لأنها البلدة المقدسة كمكة والمدينة وانها هی المسماة فی القرآن بالمسجد الأقصی كل ذلک مصرح بی فی كتابه الذی نشره بعنوان (براهين احمدية) وفی رسالته التی نشرها بعنوان (التبليغ)۔

واستعرض مجلس المجمع ايضاً اقوال وتصريحات ميرزا بشير الدين بن غلام احمد القاديانی وخليفته، ومنها جاء فی كتابه المسمی (آئينه صداقت) من قوله: ”ان كل مسلم لم يدخل فی بيعة المسيح الموعود (ای والده ميرزا غلام احمد) سواء سمع

باسمه او لم يسمع هو كافر وخارج عن الْإسلام" (الكتاب المذكور صفحة ۳۵)

وقوله ايضاً في صحيفتهم القاديانية (الفضل) فيما يحكيه فهو عن والده غلام احمد نفسه: انه قال: اننا نخالف المسلمين في كل شيء: في الله، في الرسول، في القرآن، في الصلاة، في الصوم، في الحج، في الزكاة، وبيننا وبينهم خلاف جوهري في كل ذلك۔ (صحيفة الفضل في ۳۰ من تموز (يوليو) ۱۹۳۱م)

وجاء ايضاً في الصحيفة نفسها (المجلد الثالث) ما نصه: "ان ميرزا هو النبي محمد صلى الله عليه وسلم زاعما انه هو مصداق قول القرآن حكاية عن سيدنا عيسىٰ عليه السلام "ومبشرا برسول يأتي من بعده اسمه احمد" (كتاب انوار الخلافة ص ۲۱) واستعرض المجلس ايضا ما كتبه ونشره العلماء والكتاب الْإسلاميون الثقات عن هذه الفئة القاديانية الأحمدية لبيان خروجهم عن الْإسلام خروجاً كلياً۔"

وبناء على ذلک اتخذ المجلس النيابي الْاقليمي لمقاطعة الحدود الشمالية في دولة باكستان قرارا في عام ۱۹۷۴م باجماع اعضائه يعتبره فيه الفئة القاديانية بين مواطني باكستان اقلية غير مسلمة، ثم في الجمعية الوطنية (مجلس الأُمة الباكستاني العام لجميع المقاطعات) وافق اعضائها بالْإجماع على اعتبار فئة القاديانية اقلية غير مسلمة۔

يضاف الى عقيدتهم هذه ما ثبت بالنصوص الصريحة من كتب ميرزا غلام احمد نفسه ومن رسائله الموجهة الى الحكومة الْإنكليزية في الهند التي يستدرها ويستديم تأييدها وعطفها من اعلانه تحريم الجهاد، وانه ينفي فكرة الجهاد التي يدين بها بعض جهال المسلمين تمنعهم من الْإخلاص للإنكليز۔ ويقول في هذا الصدد في ملحق كتابه (شهادة القرآن) الطبعة السادسة ص۱۷ ما نصه (انا مؤمن بأنه كلما ازداد اتباعي وكثر عددهم قل المؤمنون بالجهاد لأنه يلزم من الْإيمان باني المسيح او المهدي انكار الجهاد) تنظر رسالة الأُستاذ الندوي نشر الرابطة ص۲۵۔

وبعد ان تداول مجلس المجمع الفقهي في هذه المستندات وسواها من الوثائق الكثيرة المفصحة عن عقيدة القاديانيين ومنشأها وأسسها وأهدافها الخطيرة في تهديم العقيدة الْإسلامية الصحيحة وتحويل المسلمين عنها تحويلا وتضليلا، قرر المجلس بالْإجماع اعتبار العقيدة القاديانية المسماة ايضاً بالأحمدية عقيدة خارجة عن الْإسلام

خـروجـاً كـاملا، وان معتنقيها كفا رمرتدون عن الإسلام، وان تظاهر اهلها بالإسلام انما هـو للتضليل والخداع، ويعلن مجلس المجمع الفقهى انه يجب على المسلمين حكومات وعـلـمـاء وكتـابـا ومـفكرين ودعاة وغيرهم مكافحة هذه النحلة الضالة واهلها فى كل مكان من العالم... وبالله التوفيق۔

توقيع: نائب الرئيس محمد على الحركان

الأمين العام لرابطة العالم الإسلامى

[توقيع]
الرئيس
عبدالله بن حميد
رئيس مجلس القضاء الأعلى فى الملكة العربية السعودية

[توقيع]
نائب الرئيس
محمدعلى الحركان
الأمين العام لرابطة العالم الإسلامى

الأعضاء

[توقيع]
عبدالعزيز بن عبدالله بن باز
الرئيس العالم لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد فى الملكة العربية السعودية

[توقيع]
محمد محمود الصواف

[توقيع]
صالح بن عثيمين

[توقيع]
محمد بن عبدالله السبيل

[توقيع]
محمدرشيد قبانى

[توقيع]
مصطفى الزرقاء

[توقيع]
محمدرشيدى

[توقيع]
عبدالقدوس الهاشمى الندوى

***

منظوم خراجِ عقیدت

آہ! میرے خواجہؒ

دُنیا کو چھوڑ کر، میرے خواجہؒ چلے گئے
جنت کے منتظر، میرے خواجہؒ چلے گئے

اِک میں ہی اشکبار نہیں اُن کے ہجر میں
سب کی ہے چشمِ تر، میرے خواجہؒ چلے گئے

کوئی نہیں رہے گا ادھر سب کو ہے فنا
سب جائیں گے جدھر، میرے خواجہؒ چلے گئے

زندہ تھے وہ تو آنکھوں میں بستی تھیں رونقیں
سونی ہے اب نظر، میرے خواجہؒ چلے گئے

منزل ابھی سلوک کی مجھ سے تھی کوسوں دُور
وہ میرے راہبر، میرے خواجہؒ چلے گئے

جس پر رواں تھے قافلۂ حق لئے ہوئے
ویراں ہے وہ ڈگر، میرے خواجہؒ چلے گئے

دِل غم سے پاش پاش ہے جاں ہے اُداس اُداس
زخمی ہوا جگر، میرے خواجہؒ چلے گئے

میرے خلیل! حضرت خواجہؒ کے بعد اب
نظریں ہیں آپ پر، میرے خواجہؒ چلے گئے

سلمانؔ دِل کو گھیر لیا غم کی رات نے
رُخصت ہوئی سحر، میرے خواجہؒ چلے گئے

....

سیّد سلمان گیلانی

حضرت خواجہ خان محمدؒ

رہبرِ کامل، شیخِ طریقت حضرت خواجہ خان محمدؒ
اِک تحریکِ رُشد وہدایت حضرت خواجہ خان محمدؒ

ہر رُخ سے پابندِ شریعت حضرت خواجہ خان محمدؒ
ظاہر باطن صورت سیرت حضرت خواجہ خان محمدؒ

آپؒ نے پایا سایۂ رحمت حضرت خواجہ خان محمدؒ
دُھوپ میں ہے سرگرداں اُمت حضرت خواجہ خان محمد

اہلِ حق کی آپؒ کی جیسی راہنمائی کون کرے
پہلے ہی فقدانِ قیادت حضرت خواجہ خان محمدؒ

بغض وعداوت، کبر ونخوت سے تھے یکسر ناواقف
پیکرِ خُلق وعشق ومحبت حضرت خواجہ خان محمدؒ

سنت کی راہوں پر چل کر کوئے جنت جا پہنچے
آج اِمامِ اہلِ سنت حضرت خواجہ خان محمدؒ

جاتے ہی جنت کی کھڑکی کھل جائے گی مرقد میں
ہوگا یوں نظارۂ جنت حضرت خواجہ خان محمدؒ

بن کے امیرِ ختمِ نبوّت، دُنیا میں کی ان تھک محنت
ہے اب تو راحت ہی راحت حضرت خواجہ خان محمدؒ

دِین کی ہر تحریک میں شرکت پینتالیس حج کی پائی سعادت
آپؒ تھے کس درجہ خوش قسمت حضرت خواجہ خان محمدؒ!

....

شاہین اقبال اثر جون پوری

رہبرِ کارواں، سوئے جنت رواں

خواجۂ خواجگانؒ سوئے جنت رواں
خلد ان کا مکاں سوئے جنت رواں
تھے وہ کامل ولی ان کی سطوت جلی
جو تھا عظمت نشاں سوئے جنت رواں
زیب بزمِ صفا زینت خانقاہ
مرہم زخمِ جاں سوئے جنت رواں
مرجعِ اہلِ دِل، منبعِ علم وفن
ان کی شوکت عیاں سوئے جنت رواں
سرورِ اولیاء قائدِ محترم
رہبرِ کارواں سوئے جنت رواں
ان کے اوصاف ہیں کیا عجب یا عجب
بیکراں بیکراں سوئے جنت رواں
بسمل شمع ختمِ نبوّت تھے جو
مونسِ بے کساں سوئے جنت رواں
فخرِ اہلِ تقیٰ نازشِ دیوبند
تھا وہ قطبِ زماں سوئے جنت رواں
جن کے دم سے رہا رشک جم مے کدہ
اُف وہ پیرِ مغاں سوئے جنت رواں
مستِ جامِ الست مئے معرفت
در لحد شد نہاں سوئے جنت رواں
صاحبِ دردِ دِل تھی زباں حق بیاں
درفشاں درفشاں سوئے جنت رواں
مہ لقا خوش ادا وہ گدا بے نوا
میرِ بزمِ شہاں سوئے جنت رواں
جن کی رحلت پہ ہے عالم آب وگل
آج ماتم کناں سوئے جنت رواں
حشر ہے اب بپا فانؔی غمزہ
اِک حکیمِ جہاں سوئے جنت رواں

....

مولانا محمد ابراہیم فانی

شمعِ ختمِ نبوّت کا وہ اِک پروانہ تھا

شمع بجھ کر رہ گئی، روشن سماں جاتا رہا
جس کے دم سے رونقیں تھیں وہ جواں جاتا رہا
ہم پہ شفقت کرنے والا مہرباں جاتا رہا

جس کے ہونٹوں پر کھلے رہتے تھے گل قرآن کے
اور بھی اوصافِ حسن تھے عظیم انسان کے
وہ گلِ تر وہ چمن وہ گلستاں جاتا رہا

مکتبِ دیوبند کا وہ اِک مہکتا پھول تھا
پسرِ مدنیؒ پیرِ کامل تھا وہ شخص انمول تھا
دردِ فرقت دے کے ہم کو خواجہ خانؒ جاتا رہا

جس کے سائے میں پھلے پھولے تھے لاکھوں سایہ دار
جس کی گھٹی میں خدا نے رکھ دیا تھا اپنا پیار
موت کی بجلی گری وہ آشیاں جاتا رہا

شمعِ ختمِ نبوّت کا وہ اِک پروانہ تھا
الفتِ خیرالوریٰ کا بے مثل دیوانہ تھا
پیار کا کھلتا ہوا وہ گلستاں جاتا رہا

محروم ہوکر رہ گئیں اپنی نگاہیں اے مطیعؔ
رو رہی ہیں یہ ہوائیں یہ فضائیں اے مطیعؔ

....

مطیع الرحمٰن اطہر ہاشمی

علم کے پیکر، عمل میں بے مثال

چل دیے ہیں جانبِ خلدِ بریں
خان محمدؒ سرگروہِ سالکیں
اُن کی فرقت میں ہوئے ہیں اشکبار
آسماں ساتوں، ہماری یہ زمیں
دِل مرا مغموم ہے مہجور ہے
اہلِ دِل سب اُن کے جانے پر حزیں
علم کے پیکر، عمل میں بے مثال
ایسی جامع ہستی اَب ملتی نہیں
مشن تھا ختمِ نبوّت کا دِفاع
عظمتِ صحابہؓ کے تھے وہ اَمیں
زندگی جہدِ مسلسل آپؒ کی
آپؒ کا مقصد، فقط اِحیاءِ دِیں
آپؒ کے فیضِ نظر سے ہوگئے
کتنے بندے صاحبِ دِل ذُوالیقیں
آپؒ نے تو پالیا اعلیٰ مقام
آپؒ آخر ہوگئے جنت مکیں
رو رہے میرے خواجہؒ سب تمہیں
یاد کرکے، راہیٔ خلدِ بریں
اَب خدایا! اُن کے جو اَخلاف ہیں
لے لے اُن سے خدمتِ دِینِ متیں
وارثانِ خواجہؒ کو رکھ متحد
پھر بنادے اُن کو سچا جانشیں
افضلؔ خستہ بہت ناشاد ہے
چھپ گیا ہے اُس کا بھی مرشدؒ(۱) کہیں

....

پروفیسر میاں محمد افضل، ساہیوال

(۱) میرے شیخِ طریقت سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ مراد ہیں۔

یہ وارث ہیں نبوّت کے یہی وارث ولایت کے

یہ سجادہ نشین ہیں مسند آراء حضرتِ ثانی
یہ نورِ عین احمد خانؒ یہ نورِ چشم لدھیانی

خدا یاد آئے جن کو دیکھ یہ سادہ دِل بندے
مگر عرشِ بریں کی بات کر جاتے ہیں وجدانی

تلمذ کی انہیں حاصل ہے نسبت شیخِ مدنیؒ سے
وہ جس کی گونج سے دُشمن کا پتہ ہوگیا پانی

یہی ہیں جو تحفظ کرتے ہیں ختمِ نبوّت کا
یہی ہیں وہ کہ جن پہ ناز کرتی ہے مسلمانی

تحریکِ تحفظ کب رُکے گی دستِ قاتل سے
کہیں روکے سے رُکتی ہے سمندر کی یہ طغیانی

اسیر زلف جاناں رہ چکے ختمِ نبوّت میں
عدو کو کیا خبر؟ دیتے ہیں عاشق کیسے قربانی!

یہ وارث ہیں نبوّت کے یہی وارث ولایت کے
یہ فخرِ خاندانِ نقشبند، یہ ظلِ رحمانی

یہ مرکز ہے تصوف کا یہ منبع ہے علم حکمت کا
یہ فیض پاتی ہے ہمیشہ نسلِ انسانی

یہ سرچشمہ ہدایت کا نہیں تفریقِ ایں وآں
مگر اِخلاص سے ملتی ہے لذت ہائے رُوحانی

اسی ہی مے کدے کا فیض ہے اطرافِ عالم میں
اسی ساقی کے ہاتھوں پی رہے ہیں جامِ عرفانی

مقام ومرتبہ تم کو بتاؤں کیا فقیروں کا
غلام اہلِ حق بہتر ہیں از مسلکِ سلیمانی

اسی قدسی صفت کا نام خواجہ خان محمدؒ ہے
انہی کی ذات سے ہے سلسلے کی آج تابانی

خدایا! قاسمی کو اپنے ہی لطف وکرم سے تو
عطا کر کے اس کو خاص الخاص نعمت ہائے ربانی

....

مولانا قاری غلام مصطفیٰ قاسمی، کلورکوٹ

وہ شیخ کہ تھا حضرتِ لولاک ﷺ کا عاشق

کس سوگ کا عالم ہے کہ مغموم فضا ہے
کس شیخ کے ماتم پہ حزیں ارض وسما ہے
وہ شیخ کہ تھا حضرتِ لولاک ﷺ کا عاشق
اس شیخ کی رحلت پہ سبھی آہ وبکا ہے
مرتے ہی تو رہتے ہیں یہاں سینکڑوں انساں
پر اس کی تو رحلت پہ عجب شور بپا ہے
سو صفت کا عالم وہ تھا عارفِ یکتا
مولا کی محبت میں سدا مست رہا ہے
کس شان کا مرشد تھا وہ کس شان کا عالم
رخشندہ وتابندہ تو ہر اس کی ادا ہے
وہ ختمِ نبوّت کی حفاظت کا نگہباں
کس شان سے عقبیٰ کو وہ رُخصت تو ہوا ہے
کس دُھوم سے نکلا تھا جنازہ تیرا گھر سے
خلقت ہے کہ انسانوں کا بہتا ہوا دریا ہے
ہر دِل تیری فرقت پہ تو غم ناک وپریشاں
ہر آنکھ اشکبار تو ہر لب پہ دُعا ہے
اے خلق ومروّت کے طریقت کے شہنشاہ
نسبت بھی تیری سنتِ نبوی کی ضیا ہے
رہنا ہے سدا کس نے یہاں اے میرے ہمدم
ہر چیز تو فانی ہے فقط اس کو بقا ہے
رحمت کی گھٹا برسے سدا تیری لحد پر
اے شیخ! کہ خاصۂ خاصانِ خدا ہے

....

مولانا محمد یوسف، مانسہرہ

نورِ یزداں اُٹھ گیا

حشر برپا ہر طرف ہے غم کا درماں اُٹھ گیا
ظلمتیں چھائی ہوئی ہیں نورِ یزداں اُٹھ گیا

ہوگئی تاریک محفل روشنی خاموش ہے — جگمگاہٹ جس سے تھی وہ چہرۂ تاباں اُٹھ گیا
اہلِ دِل کی آنکھ سے ہیں خون کے آنسو رواں — چھوڑ کر ان کو جو وہ آتش بداماں اُٹھ گیا
آج کیوں میرا چراغِ زندگی خاموش ہے — ہائے کیسے وہ نگار بزمِ جاناں اُٹھ گیا
ساری محفل جس کی تھی وہ صاحبِ محفل کہاں — چھوڑ کر ساقی کدھر یہ بزمِ رنداں اُٹھ گیا
وہ تلاطم دِل میں ہے جس سے بڑی ہلچل مچی — دِل کا وہ آباد گھر جو کرکے ویراں اُٹھ گیا
حیف صد ہے اِک چراغِ قوم وملت گل ہوا — دِین کا وہ پاسباں وہ مردِ میداں اُٹھ گیا
وہ صحابہؓ کا نمونہ، وہ اکابرؒ کا نشاں — وہ سلف کے باغ کا رنگِ بہاراں اُٹھ گیا
حاملِ اُمّ الکتاب وشارحِ قال الرسول ﷺ — دینے والا قوم کو وہ درسِ ایماں اُٹھ گیا
مرکزِ علمِ لدنی، عارفِ بالغ نظر — ہادیٔ ارباب ذوق پختہ کاراں اُٹھ گیا
سنتِ خیرالوریٰ کا نغمہ جو گاتا رہا — وہ شریعت کا شناسا وہ نگہباں اُٹھ گیا
کتنے سینوں میں جلائے عشقِ مولیٰ کے چراغ — آج وہ شیخِ طریقت، خواجۂ خواجگاں اُٹھ گیا
پائے اِستحقار سے دُنیا کو روندا عمر بھر — عزم وہمت، زُہد واِستغنا کا عنواں اُٹھ گیا
فکر تھا عالی، کشادہ دِل، انیسِ بے کساں — منسلک تھی جس سے اُمیدِ ہزاروں، اُٹھ گیا
نغمۂ عطارؒ وجامیؒ آج کیوں خاموش ہے — مثنوی کی بزم کا بلبلِ خوش الحاں اُٹھ گیا
انجمن میں ہے قرارِ دِل، نہ گلشن میں بہار — جس سے بزمِ علم تھی شاداب وشاداں اُٹھ گیا
اِک صاحبزادگان ہی کیا، سب ہیں اشکبار — کل جہاں کو کرکے جو محرومِ داماں اُٹھ گیا

کون اب پوچھے گا مجھ سے ”حال کیا ہے اے رُوح اللہ؟“
جو گیا وہ شیخِ زماں، وہ قبلہ جاں اُٹھ گیا

....

مولانا رُوح اللہ نقشبندی غفوری، کراچی

نذرانۂ عقیدت بحضور خواجۂ خواجگانؒ

وہ امیرِ ختمِ نبوّت تھے خواجہؒ ۔۔۔ وہ پیرِ شریعت طریقت تھے خواجہؒ
وہ خلوَت وجلوَت حقیقت تھے خواجہؒ ۔۔۔ وہ سرچشمۂ رُشد وہدایت تھے خواجہؒ
بہت نیک عابد وزاہد ولی تھے ۔۔۔ وہ لاکھوں ہزاروں دِلوں کی کلی تھے
وہ تارکِ دُنیا رَبّ کے ولی تھے ۔۔۔ وہ باعمل بحرِ سخاوت تھے خواجہؒ
تھے ذِکرِ اِلٰہی کے دِن رات طالب ۔۔۔ اور عشقِ نبیؐ ان پر رہتا تھا غالب
مزین شریعت سے ان کا تھا قالب ۔۔۔ اُتر جائے دِل میں حلاوت تھے خواجہؒ
ہوتی مقبول ان کی دُعائیں تھیں ساری ۔۔۔ شریعت کے تابع ادائیں تھی ساری
تھی پُرکیف ان کی صدائیں تھیں ساری ۔۔۔ جو ہر وقت کرتے تلاوت تھے خواجہؒ
وہ بیت اللہ کا ہر سال دِیدار کرتے ۔۔۔ وہ روضۂ اقدس کی حاضری بھرتے
تھے عشقِ نبیؐ میں صبح وشام مرتے ۔۔۔ عفو ودرگزر اور شرافت تھے خواجہؒ
وہ شمعِ نبوّت کے پروانے سچے ۔۔۔ وہ ختمِ نبوّت کے وعدے پر پکے
وہ دُشمنِ نبی کے، چھڑاتے تھے چھکے ۔۔۔ جدوجہد فکر وریاضت تھے خواجہؒ
تھی ختمِ نبوّت پر زندگی لٹائی ۔۔۔ یہی ان کا ورثہ یہی تھی کمائی
خدا نے بھی ان کی تھی عزت بڑھائی ۔۔۔ تھے خاموش بلا کے بلاغت تھے خواجہؒ
تھے شمعِ نبوّت کے پروانے خواجہؒ ۔۔۔ تھے اوجِ حقیقت کے دیوانے خواجہؒ
وہ ساقیٔ حق کے تھے مے خانے خواجہؒ ۔۔۔ وہ بحر ورضا اور لطافت تھے خواجہؒ
بہت سادہ اسلاف والی تھی زندگی ۔۔۔ سرایت رگوں ریشوں میں ان کے بندگی
خشیتِ اِلٰہی، محبت نبیؐ کی ۔۔۔ وہ عاشق وصادق طینت تھے خواجہؒ

حکیم محمد عاشق نقشبندی، گولارچی ضلع بدین

وہ کاروانِ ختمِ نبوّت کا میر تھا

وہ میرا شیخ، وہ میرا مرشد چلا گیا
رحمت نے اس کو گود میں اپنی اُٹھا لیا
تقویٰ کا شہریار، تصوف کا بادشاہ
رہ کر زمیں پہ رکھتا تھا وہ عرش پر نگاہ
نے تاج اس کے پاس تھا، نے تخت، نے زمین
لیکن دِلوں پہ اس کی حکومت تھی بالیقیں
پیشِ نظر وہ رکھا تھا سیرت رسول ﷺ کی
ہر ہر عمل میں اس کے تھی سنت رسول ﷺ کی
اُٹھتا تھا اس کا دِین کی خاطر ہی ہر قدم
حکمِ خدا کے سامنے ہر دَم جبیں تھی خم
کم گو تو تھا ضرور، نہ لیکن تھا کم نظر!!!
لاکھوں سخن میں وار دُوں اس کے سکوت پر
دیوانگانِ عشق ومحبت کا پیر تھا
وہ کاروانِ ختمِ نبوّت کا میر تھا
لالہ عزیز! اب ترے ہاتھوں میں ہے علم
لالہ خلیل! رَبّ ہے تیرے ساتھ، کر نہ غم
اے خانقہ سراجیہ! رُتبہ تیرا بلند
ان ہستیوں سے تیری ہوئی خاک ارجمند
اللہ صبر دے مرے غم خوار دوستو!
ہم پھر یتیم ہوگئے اِک بار دوستو!

....
سیّد سلمان گیلانی

راہنمائے کاملاں رُخصت ہوئے

راہنمائے کاملاں رُخصت ہوئے ماہِ روشن عاملاں رُخصت ہوئے
دردِ اُمت دِل میں لے کر چل دیئے غمگسارِ مسلماں رُخصت ہوئے
اُمتِ احمدؐ کا کامل چاند تھے چھوڑ کر نوحہ کناں رُخصت ہوئے
پاسدارِ اُمتِ احمدؐ تھے وہ پاسدارِ دوستاں رُخصت ہوئے
تھے ننگی تلوار دُشمن کے لئے دوستوں کے مہرباں رُخصت ہوئے
عاجزی، شکر وقناعت سربسر وہ چراغِ کندیاں رُخصت ہوئے
تھے فقیہ وعالمِ دوران آپؒ وہ مشیرِ مفتیاں رُخصت ہوئے
پیکرِ شرم وحیا، صدق وصفا وہ رفیقِ عارفاں رُخصت ہوئے
جس نے دُشمن کو ہمیشہ مات دی وہ حریفِ دُشمناں رُخصت ہوئے
باغِ ہستی کے نمایاں عندلیب عندلیبِ خوش بیاں رُخصت ہوئے
نور سے معمور تھی محفل تری تھے چراغِ کندیاں رُخصت ہوئے
وہ نشانِ فقر تھے، وہ حیدری شمشیر تھے صاحبِ فقر وسناں رُخصت ہوئے
تازہ تھا جس کی نگہ سے یہ جہان چھوڑ کر وہ گلستاں رُخصت ہوئے
پیار سے لبریز تھی ہستی تیری مونسِ ہر اِنس وجاں رُخصت ہوئے
محفلِ ہستی کو ویراں کرگئے گل چینِ گلستاں رُخصت ہوئے
رونقِ ہستی تمہارے دَم سے تھی باغِ ہستی کے نشاں رُخصت ہوئے
شادؔ گرویدہ سبھی حاضر ہوئے آپؒ سب کے درمیاں رُخصت ہوئے

....

محمد رمضان شادؔ، ڈیرہ اسماعیل خان

تھامے رہا وہ ختمِ نبوّت کا پرچم

سب کے لبوں پہ نام ہے خان محمدؒ کا
ہر سو چرچا عام ہے خان محمدؒ کا
فرش پہ ہی نہیں عزت میرے خواجہؒ کی
عرش پہ بھی اِکرام ہے خان محمدؒ کا
اہلِ نظر سے پوچھ لو اللہ والوں میں
کتنا بلند مقام ہے خان محمدؒ کا
خانقاہوں میں، مسجدوں، مدرسوں میں دیکھو
تذکرہ صبح وشام ہے خان محمدؒ کا
پینے والے شوق سے پیتے رہتے ہیں
مئے عرفان کی جام ہے خان محمدؒ کا
اس میں شک نہیں راہِ سلوک وطریقت میں
رہبر ہر ہر گام ہے خان محمدؒ کا
سلسلہ ہے صدیقِ اکبرؓ سے ملتا
گویا وہی اِمام ہے خان محمدؒ کا
تھامے رہا وہ ختمِ نبوّت کا پرچم
کتنا اعلیٰ کام ہے خان محمدؒ کا
جمعیت کی پشت پہ اس کا ہاتھ رہا
جہد وعمل پیغام ہے خان محمدؒ کا
اِک یہی نسبت کافی ہے گیلانی کو
ادنیٰ سا ایک غلام ہے خان محمدؒ کا

....

سیّد سلمان گیلانی

اللہ اللہ کرنا سکھایا، مخلوق کو خالق سے ملایا

چھوڑ کے ہم کو تنہا خود جنت کو سدھارا خان محمدؒ
مرشدِ اعظم تھے ہمارے حضرت مولانا خان محمدؒ

آپؒ اِمامِ اہلِ سنت، آپ امیرِ ختمِ نبوّت
جس نے کی اسلام کی خدمت نام ہے اس کا خان محمدؒ

اللہ اللہ کرنا سکھایا، مخلوق کو خالق سے ملایا
اولاد ولی اللہ تھا، خود بھی ولی اللہ خان محمدؒ

آپؒ ہی شیخِ طریقت، شیخِ شریعت، رہبرِ عزم وہمت
آپ کی تعلیمات سے ہم نے خود کو سنوارا خان محمدؒ

انوار سراجیہ میں پھیلے، آتے ہیں نظر اہلِ نظر کو
علماء آپؒ کی صحبت میں رہے، تو بنے صلحاء خان محمدؒ

آباد رہے مے کدہ احمد خانؒ بنے تھے ساقی جس کے
بعد میں اس کے ساقی بنے حضرت مولانا خان محمدؒ

انسانوں کا ایک سمندر، ہوں گے فرشتے ان سے بھی بڑھ کر
سب مل کر کرتے تھے دُعا یہ بخش دے اللہ! خان محمدؒ

لب پہ تبسم ہلکا ہلکا، پھول سا چہرہ نکھرا نکھرا
شاید مژدۂ ''راضیۃ مرضیۃ'' ہو ملا، خان محمدؒ

آپؒ کے سائے میں جو پلے ہیں، پودے تھے اشجار ہوئے ہیں
راسخؔ پر ہیں سایہ، جن پر آپ تھے سایہ خان محمدؒ

حافظ عبدالرؤف راسخؔ، راولپنڈی

شجرۂ منظومہ بزبانِ فارسی

نبیؐ صدیق وسلماں، قاسم است وجعفر وطیفور
کہ بعد از بوالحسن شد بوعلی ویوسفش گنجور
زعبدالخالق آمد عارف ومحمود ذو بہرہ
کزیشاں شد دیارِ ما وراء النہر کوہِ طور
علی بابا، کلال ونقشبند است وعلاء الدین
پس از یعقوب چرخی خواجۂ احرار شد مشہور
محمد زاہد ودرویش، حضرت خواجگی، باقی
مجدد، عروۃ الوثقٰی وسیف الدین، سیّد نور
حبیب اللہ مظہر، شاہ عبداللہ پیرما
ازینہا رشکِ صبح عید شد ما را شبِ دیجور
جناب بوسعید احمد سعید وخواجہ قندھاری
ہمہ بودند ترویجِ شریعت راز حق مامور
زعثمان وسراج وحضرت بوسعد، عبداللہ
ہدایت یافتند آنانکہ بودند از طریقت دور
سراجیہ مبارک خانقاہ پاک باز انست
بود از حضرت خان محمد تا ابد معمور
بہ یمن عارفانِ ذات یا ربّ سرفرازم کن
بگرداں از کرم در اُمت خیرالوریٰؐ محشور

***

ختامہ مسک!

مولانا محمد یحییٰ لدھیانوی کراچی

میرے والد ماجد شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہ پر کبھی ایسی عجیب کیفیت طاری ہوتی...... اپنے اکابر کا ذکر فرماتے فرماتے اچانک آب دیدہ ہو جاتے...... بڑے پر جوش انداز میں کبھی حضرت بنوری، کبھی حضرت شیخ، کبھی حضرت جالندھری اور کبھی حضرت عارفی رحمہم اللہ کی شفقتوں، عنایتوں اور محبتوں کا ذکر مبارک اس وارفتگی سے فرماتے کہ حضرتؒ کی عاشقانہ سی کیفیت سننے والے کو متاثر کئے بغیر نہ رہتی...... ایک دن عصر کے بعد بندہ اپنی ہمشیرہ کے ساتھ حضرت والد صاحبؒ کی خدمت اقدس میں بیٹھا ہوا تھا اور حضرت اباجیؒ اپنے اکابر کا ذکر فرماتے فرماتے خاموش ہوئے...... ایک ٹھنڈی سی سانس لی...... ٹشو سے آنکھیں صاف کیں (یہ ٹشو اب بھی میرے پاس محفوظ ہے) اور پنجابی زبان میں فرمایا کہ: ”بیٹا میں فقیر آدمی ہوں...... میری گُدڑی میں کچھ نہیں...... سوائے ان ہیروں کے...... یہ میرا سرمایہ ہیں...... بیٹا میرا سرمایہ یہی اکابر ہیں...... دیر تک روتے رہے...... پھر فرمایا اسی کی قیمت لگاتے لگاتے زندگی گزار دی...... اب آگے بھی یہی کام آئے گا...... انشاء اللہ!“

حضرت والد ماجد شہیدؒ کی شہادت کے بعد یہ فقیر ہر بادشاہ کے در پر دستک دے رہا ہے اور الحمد للہ ثم الحمد للہ ہر خرمن سے ایک آدھا خوشہ کی عنایت ہو ہی جاتی ہے...... میرے مرشد خواجۂ خواجگان، شیخ المشائخ، حضرت اقدس خواجہ خان محمدؒ کے وصال کے بعد سے حضرت مولانا اللہ وسایا دام فیوضہم کا مستقل اصرار تھا کہ جو تمہیں سکندر زمانہ کی دہلیز سے بھیک میں ملے ہیں انہیں کاغذ پر رکھ کر لوگوں کے سامنے پیش کر دو...... یہ عاجز پس و پیش کرتا رہا اور بخل کی وجہ سے اول تو یہ سوچتا رہا ”یہ تو میرا سرمایہ ہے“ میں اسے سر بازار کیونکر رکھ دوں؟ اور دوم یہ کہ ان جواہر کی قیمت تو کوئی عاشق جوہری ہی لگا سکے گا۔

خیر حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب کے حکم کی تکمیل کے لئے آج ۱۱ر شوال المکرم ۱۴۳۱ھ کو مکہ مکرمہ میں یہ سطور لکھ رہا ہوں...... اللہ کرے ”خواجۂ خواجگان نمبر“ طباعت کے لئے جا چکا ہو۔ حضرت مولانا کا حکم بھی پورا ہو جائے گا اور میری بات بھی رہ جائے گی...... ورنہ کم از کم خریداران یوسف میں شمار تو ہو ہی جاؤں گا۔

حضرت مرشد کی خدمت میں حاضری تو الحمد للہ بارہا نصیب ہوئی۔ بہت طویل حاضری بھی اور وقت کے لحاظ سے بہت مختصر بھی...... لیکن مختصر سے مختصر حاضری پر بھی دل ایسا خوش ہوتا کہ جیسے صدیوں کا سکھ حاصل کر لیا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ چند لمحوں میں صدیوں کا نفع مل جاتا...... صدیوں کی داستان لمحوں میں کیسے بیان کروں؟ صرف دو تین واقعات لکھ دیتا ہوں۔

اکابر سے عشق تو مجھے ورثہ میں ملا تھا اور عشق بعض اوقات عجیب و غریب کام کرا دیتا ہے...... دفتر ختم نبوت کراچی کے جنوبی کمرہ میں حضرت قبلہؒ آرام کے لئے مسہری پر لیٹے ہوئے تھے اور بندہ نیچے بیٹھا حضرتؒ کے پاؤں دبا رہا تھا...... خیال آیا کہ پتہ نہیں پھر کب یہ موقع ملے...... آج حضرتؒ کے قدم چوم لوں۔ پاؤں دباتے ہوئے جس طرح آدمی ہلتا

ہے...... جب آگے کی طرف آتا تو یہی نیت ہوتی کہ اس بار حضرتؒ کے قدم مبارک کا بوسہ دے لوں...... لیکن پھر حضرت اقدس کا رعب میری ہمت توڑ دیتا...... ڈانٹ کا خوف ارادہ تبدیل کر دیتا...... اندر ایک جنگ چھڑی ہوئی تھی...... دو طاقتیں ٹکرا رہی تھیں...... ایک کا تقاضا کچھ تھا اور دوسری طاقت اسے روک رہی تھی...... میرے ارادے نے ہار مان لی...... خوف جیت گیا...... پھر پتہ نہیں کیا ہوا...... میں نے آگے بڑھ کر حضرتؒ کے بائیں قدم مبارک پر بوسہ دے دیا...... میں سمجھا تھا کہ حضرتؒ سو گئے ہیں...... لیکن حضرتؒ نے اچانک تکیہ سے سر مبارک اٹھایا اور غصیلی نگاہوں سے میری طرف دیکھا...... حضرتؒ کی نگاہوں کی تاب نہ لا سکا اور نظریں جھکا لیں...... میرے بدن میں ایک بجلی کوند گئی...... میری دونوں ٹانگوں میں بالکل جان نہ رہی...... ماتھے اور ہتھیلیوں پر پسینہ آ گیا...... میں سوچ رہا تھا کہ سخت لہجہ میں حضرتؒ فرمائیں گے کہ...... نکل جا اس کمرہ سے، بے ادب، گستاخ...... اندر ہی اندر اپنے آپ کو کوس رہا ہوں کہ حضرتؒ کو ایذاء پہنچی ہے تیری وجہ سے...... اور اندر ہی اندر نہ معلوم کیا کیا طوفان اٹھے اور یہ سب کچھ چند سیکنڈوں میں ہوا...... شاید پندرہ سیکنڈ یا ہو سکتا ہے کہ بیس سیکنڈ ہوں...... مجھے صحیح اندازہ نہیں کہ وقت کتنا تھا...... لیکن میرے لئے بہت طویل تھا...... قربان جاؤں اپنے مرشد پر کہ اس سخی بادشاہ نے ایک لفظ نہیں کہا...... شاید میرے خوف کو بھانپ لیا یا میری ہتھیلی کے پسینہ کی نمی اپنے قدموں پر محسوس کر کے معاف کر دیا...... نور اللہ مرقدہ!

اگلے ہی دن کا ایک اور واقعہ عرض کر دوں...... یکم ذیقعدہ ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۶ر جنوری ۲۰۰۲ء بروز بدھ کو جناب حاجی مسعود پاریکھ صاحب کے گھر پر دعوت تھی...... دستر خوان لگایا گیا...... ایک برتن میں حضرتؒ کے ہاتھ دھلائے گئے...... یہ ناکارہ حضرتؒ کے بالکل برابر میں بیٹھا تھا...... ہاتھ دھلا کر پیچھے ہی وہ برتن رکھ دیا گیا...... پیچھے ہوا اور برتن منہ کو لگا کر سارا پانی پی لیا...... اس ناکارہ نے حضرتؒ کی پلیٹ میں کھانا کھایا اور آخر میں جب پھل پیش کئے گئے تو حضرتؒ نے انگور کا خوشہ اٹھا کر رکھا...... بندہ انگور توڑ توڑ کر حضرتؒ کو پیش کر رہا تھا...... حضرتؒ انگور چباتے اس کا رس نوش فرما لیتے اور اس کا باریک سا چھلکا دستر خوان پر رکھ دیتے اور میں اٹھا اٹھا کر کھاتا رہا...... حضرتؒ کی محبتیں اور شفقتیں بھی بے پناہ تھیں...... کہ مجھ بے ادب کے ہر بچکانہ سوال کا جواب عنایت فرماتے...... حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی صاحب اور مجھ ناچیز کے بارہ میں یہ بات تو معروف ہوگئی کہ حضرتؒ ان دونوں سے خوب کلام فرماتے ہیں...... میری عادت تھی کہ حضرتؒ سے سوالات کرتے ہوئے ہر بات ریکارڈ کر لیتا اور الحمد للہ ختم نبوت کی تحریکوں کے واقعات اور سوالات و جوابات کا اچھا خاصہ ذخیرہ میرے پاس محفوظ ہے...... حضرتؒ کی محبت و شفقت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ حضرتؒ کے وصال سے ڈیڑھ ماہ قبل خانقاہ شریف حاضری کے موقع پر حضرتؒ کی دست بوسی کی سعادت ملی...... صاحبزادہ نجیب احمد صاحب نے تعارف کرایا...... حضرتؒ نے اپنی عادت مبارکہ کے مطابق حال پوچھا...... پھر فرمایا کہ کیسے تشریف آوری ہوئی...... بندہ نے عرض کیا کہ حضرتؒ آپ کی زیارت کے لئے...... حضرتؒ نے فرمایا بہت تکلیف فرمائی، بڑا کرم فرمایا...... یہ دو عظیم جملے حضرتؒ کی بلندی اور فنائیت کے اظہار کے لئے کافی ہیں...... رات کو صاحبزادہ سعید احمد صاحب سفر سے واپس آئے اور حضرتؒ سے ملنے کے لئے حضرتؒ کے حجرہ میں داخل ہوئے تو حضرتؒ نے فرمایا کہ حضرت مولانا لدھیانویؒ کے صاحبزادے آئے ہوئے ہیں...... ان کے کھانے اور بستر کا انتظام کرو...... صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا کہ جی! میری ملاقات ہوگئی ہے...... کھانا کھلا دیا ہے...... حضرتؒ نے پھر پوچھا کہ خیر سے آئے ہیں...... صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا کہ آپ کی زیارت کے لئے آئے ہیں...... حضرتؒ نے دوبارہ فرمایا بہت لمبا سفر کر کے آئے ہیں...... بڑا کرم فرمایا ہے۔

حضرتؒ کے وصال سے ۲۲ ریوم قبل آخری مرتبہ حاضری ہوئی۔ صاحبزادہ نجیب احمد حضرتؒ کے حجرہ میں لے

گئے...... فجر کا وقت قریب تھا...... حضرتؒ پر شدید ضعف تھا...... استغراق کی کیفیت شدت سے طاری تھی...... باوجود سختی سے منع کرنے کے صاحبزادہ صاحب نے دو تین بار آواز لگائی...... باباجی! باباجی! بندہ نے بہتیرا روکا کہ بس زیارت ہوگئی...... یہی کافی ہے...... لیکن صاحبزادہ صاحب کے سامنے کس کی چلتی؟...... چنانچہ حضرتؒ بیدار ہوئے...... صاحبزادہ صاحب نے تعارف کرایا...... حضرتؒ نے حال پوچھا...... لیکن نقاہت اتنی زیادہ تھی کہ حضرتؒ کے الفاظ سمجھ میں نہ آئے...... مجھے سمجھ آتے بھی کیسے...... جس غبی نے عمر بھر حضرتؒ کے سکوت سے کوئی سبق نہ سیکھا...... وہ حضرتؒ کے تکلم کو کیا سمجھتا...... پھر حضرتؒ نے کچھ اور ارشاد فرمایا...... جس پر صاحبزادہ صاحب نے جھک کر پوچھا کہ جی! باباجی؟...... حضرتؒ دوبارہ گویا ہوئے تو صاحبزادہ صاحب نے جواباً عرض کیا کہ جی کھانا کھلا دیا ہے...... تب سمجھ میں آیا کہ اس ضعف میں احسنکم احسنکم اخلاقاً کی تفسیر ہیں۔ برد اللہ مضجعہ! یہ حاضری سب سے آخری تھی...... جو تقریباً دو منٹ پر مشتمل تھی۔

۵ رمئی ۲۰۱۰ء کو بعد نماز مغرب موبائل فون پر حضرتؒ کے وصال کا پیغام موصول ہوا...... بندہ نے حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب کو فون کیا...... ان کا نمبر مصروف تھا...... چنانچہ صاحبزادہ نجیب احمد صاحب کو فون کیا تو ان کے گریہ نے خبر کی تصدیق کردی...... فون بند کرنے کے بعد کچھ دیر تو صبر کرنے کی کوشش کی...... لیکن اپنی دوبارہ یتیمی کا شدید احساس حلق میں کانٹا بن کر چبھنے لگا۔ بس صبر و ہمت کے تمام بندھن ٹوٹ گئے...... حضرتؒ کی کرامت تھی کہ یہ عاجز کراچی سے روانہ ہونے والے ایک قافلہ میں شامل ہوکر جنازہ میں شرکت کے لئے پہنچ گیا...... خانقاہ شریف کے اردگرد علماء، صلحاء، خطباء اور عوام کا جم غفیر حضرتؒ کو الوداع کرنے کے لئے جمع تھا...... بندہ بھی انہی میں شامل ہوکر اپنے مرشد کی دہلیز پر پہنچا کہ ملک محمود صاحب سے ملاقات ہوگئی...... انہوں نے میرا ہاتھ تھاما اور حضرتؒ کے مکان کی حدود میں لے گئے اور میرا ہاتھ صاحبزادہ نجیب احمد کے ہاتھ میں دے دیا...... اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے صاحبزادہ نجیب احمد کو کہ وہ اس ناکارہ کو اس حجرہ میں لے گئے جہاں حضرتؒ بہت گہری انتہائی میٹھی پرسکون نیند سو رہے تھے...... حضرتؒ کے چہرہ انور پر ایسی طمانیت تھی کہ گویا رجع کیوم ولدتہ امہ کی تصویر ہو...... اس اجلے چہرے پر وہی معصومیت تھی جو کسی نومولود بچے کے چہرے پر ہو...... جسے نہلا کر ستھرا سا لباس پہنا کر ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ کی لوری سنا کر تھپکتے تھپکتے سلا دیا ہو...... تھوڑی دیر تک میں اس مسافر کی زیارت کرتا رہا...... جو مسلسل ایک صدی تک طاعت خداوند میں اپنے آپ کو تھکانے کے بعد اپنی منزل مقصود پر پہنچ کر لمبی نیند سو چکا تھا...... رحمہ اللہ تعالیٰ رحمتہ واسعۃ!

جنازہ کے لئے صفیں درست ہو رہی تھیں...... بندہ اگلی صفوں میں حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب کے ساتھ کھڑا تھا...... مولانا نے پنجوں کے بل کھڑے ہوکر عقابی نگاہ مجمع پر ڈالی اور اپنے مخصوص انداز میں فرمایا کہ لاکھوں کا مجمع ہے مولانا...... بندہ نے عرض کیا کہ اس ''لاکھوں کے مجمع میں'' اکثریت ان علماء، صلحاء کی ہے جن میں سے ایک ایک فرد لاکھوں کے برابر ہے اور ہر ایک اپنی ہی بخشش کے لالچ میں آیا ہے۔

حضرت اقدسؒ، شیخ المشائخ کے ورع، تقویٰ، للّٰہیت، کرامات اور فنائیت پر بہت کچھ لکھا...... بولا اور سنا جائے گا لیکن میں نے ان میں سے کسی موضوع پر لکھنے کی جسارت نہیں کی...... وجہ اس کی صرف یہی ہے کہ میرا ان موضوعات پر کچھ لکھنا بالکل ایسا ہے جیسے کسی چیونٹی کا کوہ ہمالیہ کی بلندیاں بیان کرنا...... جو یقیناً ناممکن ہے...... میں بس اتنا عرض کروں گا کہ آنے والی ''ماڈرن نسل'' حضرت کی للّٰہیت اور کرامات کے قصے سن کر یا تو یقین نہ کرے گی اور جو لوگ یقین کریں گے...... وہ یہی حسرت کریں گے...... کاش! ہم بھی انہیں ایک نظر دیکھ لیتے اور اگلی نسلیں یہی حسرت لئے قبر میں اتر جائیں گی...... لیکن وہ یہ دولت حاصل نہ کرسکیں گی جو دولت ہمیں ملی...... میرے مرشد کی زیارت کی دولت...... اللھم برد مضجعہ!